وارثِ علوم اعلیٰ حضرت، عکسِ حجۃ الاسلام، ثانیٔ مفتیٔ اعظم
نوردیدۂ مفسرِ اعظم، تاج الشریعہ، بدر الطریقہ، حضرۃ العلام الحاج
الشاہ المفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی قدس سرہٗ کا ذکرِ جمیل

ماہنامہ سُنّی دُنیا
بریلی شریف کا خصوصی شمارہ

نقوشِ تاج الشریعہ

بابت ماہ ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ و محرم الحرام ۱۴۴۰ھ مطابق ستمبر ۲۰۱۸ء

مُدیرِ اعلیٰ
مولانا عسجد رضا خاں قادری

مُدیر
مولانا عبد الرحیم نشتر فاروقی

مرتبین
مولانا محمد عاشق حسین کشمیری
مولانا محمد شکیل بریلوی

ماہنامہ سنّی دُنیا

کا خصوصی شمارہ

شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ حضور تاج الشریعہ،

مُفتی محمد اختر رضا

خاں قادری ازہری بریلوی قدس سرہ

میری میت پہ یہ احباب کا ماتم کیسا ہے
شور کیسا ہے یہ اور زاری پیہم کیسا ہے

نقوشِ تاجُ الشّریعہ

چیف ایڈیٹر
مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری
ایڈیٹر
مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

مرتبین
مولانا عاشق حسین کشمیری
مولانا محمد شکیل بریلوی



وارث علوم اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند جگر گوشہ مفسر اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ **محمد اختر رضا خان قادری ازہری** رحمۃ اللہ علیہ

اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام کی تصنیفات اور
حیات و خدمات کے مطالعہ کے لئے وزٹ کریں

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

Taaj-al-Shari'ah Foundation, Karachi, Pakistan. WWW.MUFTIAKHTARRAZAKHAN.COM

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی
مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

ستمبر و اکتوبر ۲۰۱۸ء | مرکز سواد اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان | ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ و محرم الحرام ۱۴۴۰ھ

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

SEPTEMBER & OCTOBER - 2018

شمارہ نمبر ۹-۱۰ Issue 9-10

Vol. 3 جلد نمبر ۳

وارث علوم اعلیٰ حضرت، عکس حجۃ الاسلام، ثانی مفتی اعظم، نور دیدۂ مفسر اعظم، تاج الشریعہ، بدر الطریقہ
حضرۃ العلام، الحاج الشاہ المفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی قدس سرہ العزیز کا ذکر جمیل

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف کا خصوصی شمارہ بنام

نقوشِ تاج الشریعہ

مدیر اعلیٰ:
مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مرتبین
مولانا محمد عاشق حسین کشمیری و مولانا محمد شکیل بریلوی

مدیر:
مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

کمپوزنگ و سیٹنگ
عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا و مولانا محمد افضل مرکزی

نوٹ:
رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ا بجے تک نیچے دیئے گئے نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:
9259089193

ہدایت: اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سنی دنیا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر "برائے سنی دنیا" ضرور تحریر فرمائیں، آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

اس شمارہ کی رعایتی قیمت ۵۰۰/روپے

سالانہ ۲۵۰/روپے سادہ ڈاک سے	فی شمارہ ۲۰ روپے	سالانہ ۵۰۰/روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰/روپے		دیگر ممالک ۳۵/امریکی ڈالر

قانونی انتباہ:
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آراء سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ برائے کرم آگے کے لئے اپنا زر سالانہ پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

رابطہ کا پتہ: دفتر ماہنامہ سنی دنیا، ۸۲/سوداگران، بریلی شریف، یوپی
Cont. Add
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82 Saudagran, Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
فون: Cont. No. 0581-2458543, 2472166, 3291453
E-mail:- sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com, atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us: www.aalaahazrat.com, cisjamiaturraza.ac.in, hazrat.org

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔
Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

نقوش تاج الشریعہ کے ہم قلم، ہم قدم

ابتدائیہ

نقشِ اوّل

تعزیتی خطوط، تاثرات

نقشِ دوم

خاندانی پس منظر، اجداد کرام، ابتدائی حالات

نقشِ سوم

اساتذۂ کرام، مشائخ عظام، علمائے عصر

نقشِ چہارم

علمی وفقہی خدمات

نقش ششم

اخلاق وآداب، محاسن وکمالات

نقش ہفتم

تنظیمی، تعمیری، تدریسی اور سماجی خدمات

نقشِ ہشتم

بیعت وارشاد، شہرت و مقبولیت

نقشِ نہم

زیارت حرمین شریفین، تبلیغی اسفار

نقش دہم

میری میت پہ یہ احباب کا ماتم کیا ہے؟

نقش یازدہم

مناقب و مادہائے تاریخ

نقش دوازدہم

نوادات تاج الشریعہ

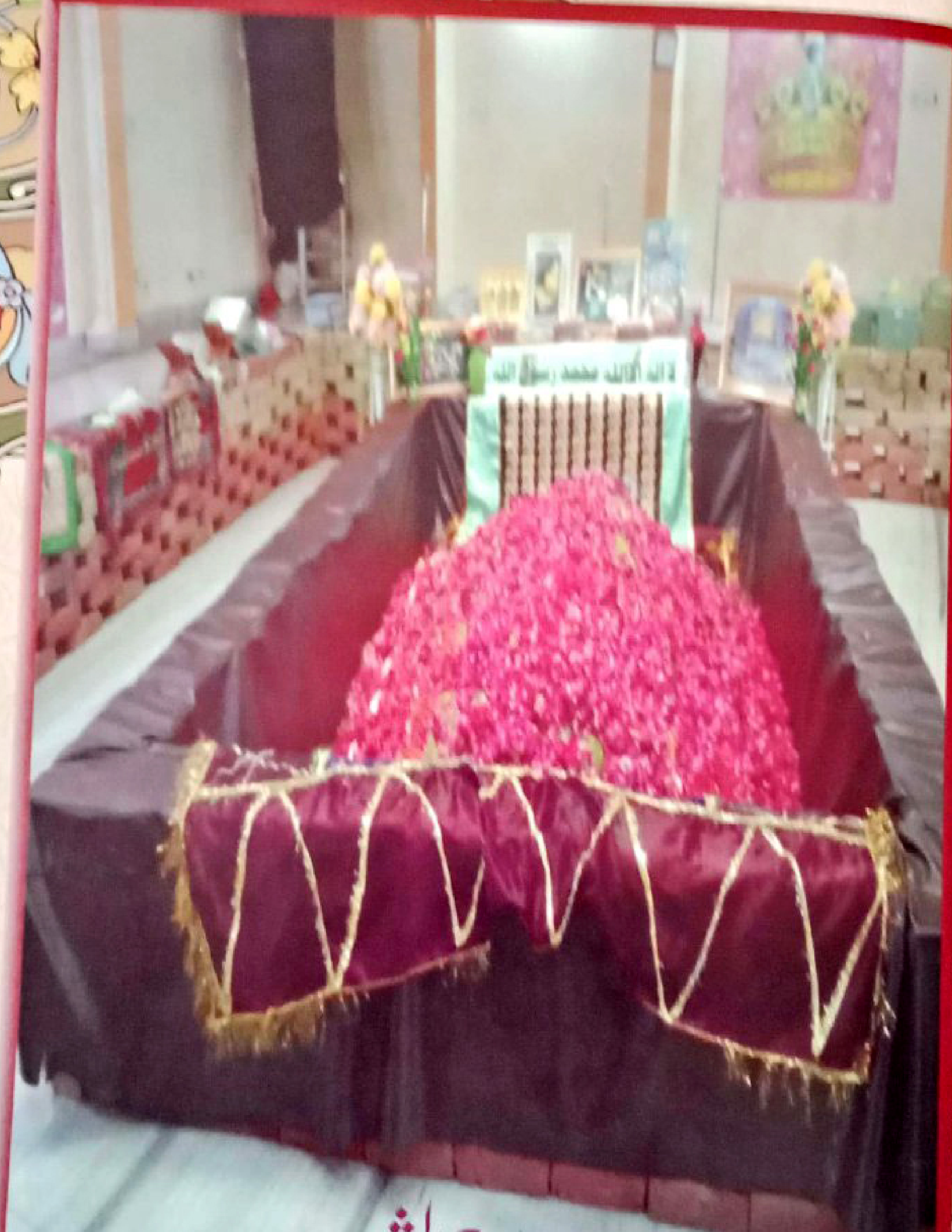
نقش سیزدہم

عربی مقالات

نوٹ: صفحہ 16تا32 آہ رحلت تاج الشریعہ (تصویری صفحات) team www.muftiakhtarrazakhan.com

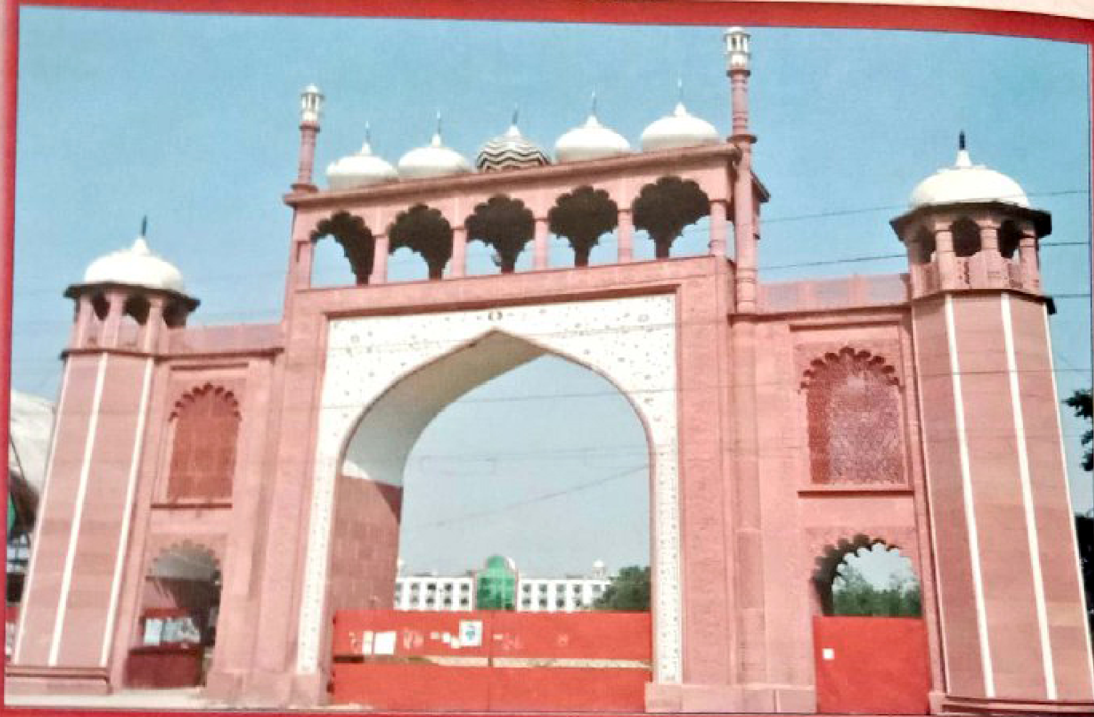




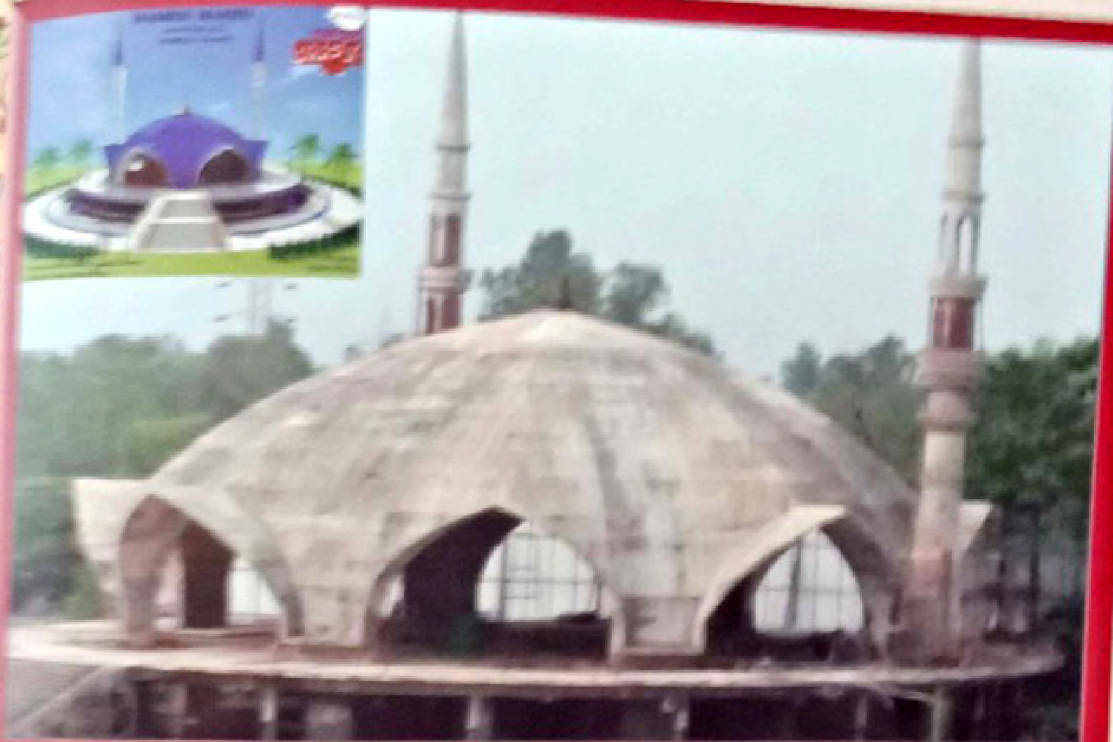


روضۂ تاج الشریعہ

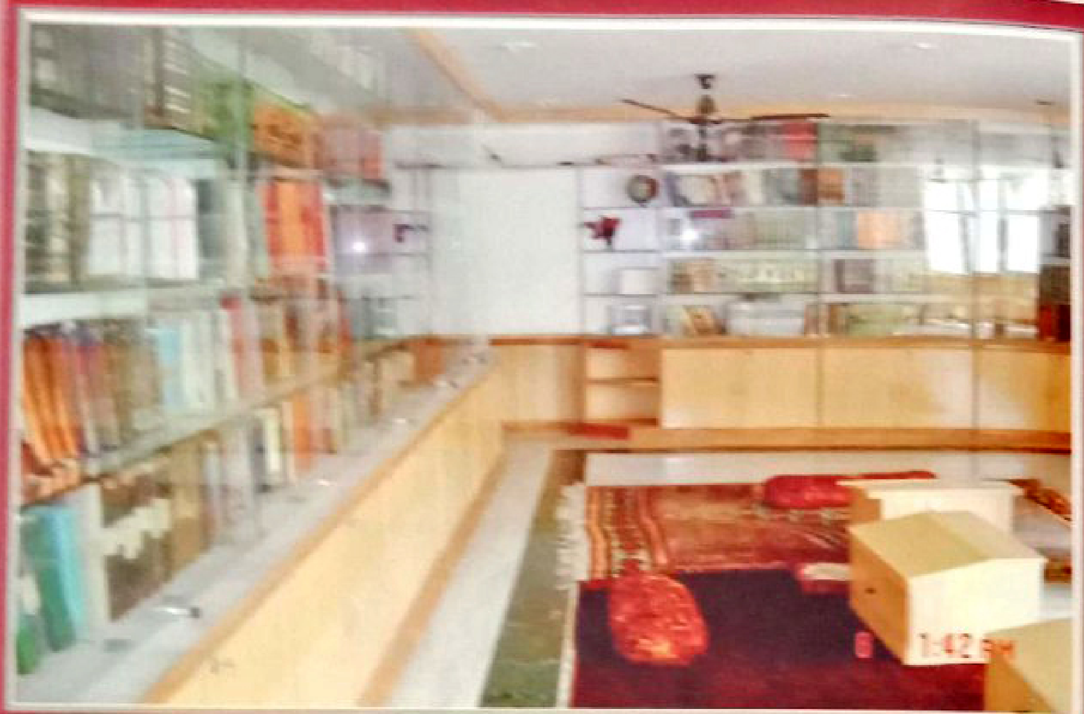
آثار و تبرکات
تاج الشریعہ










1:42 PM













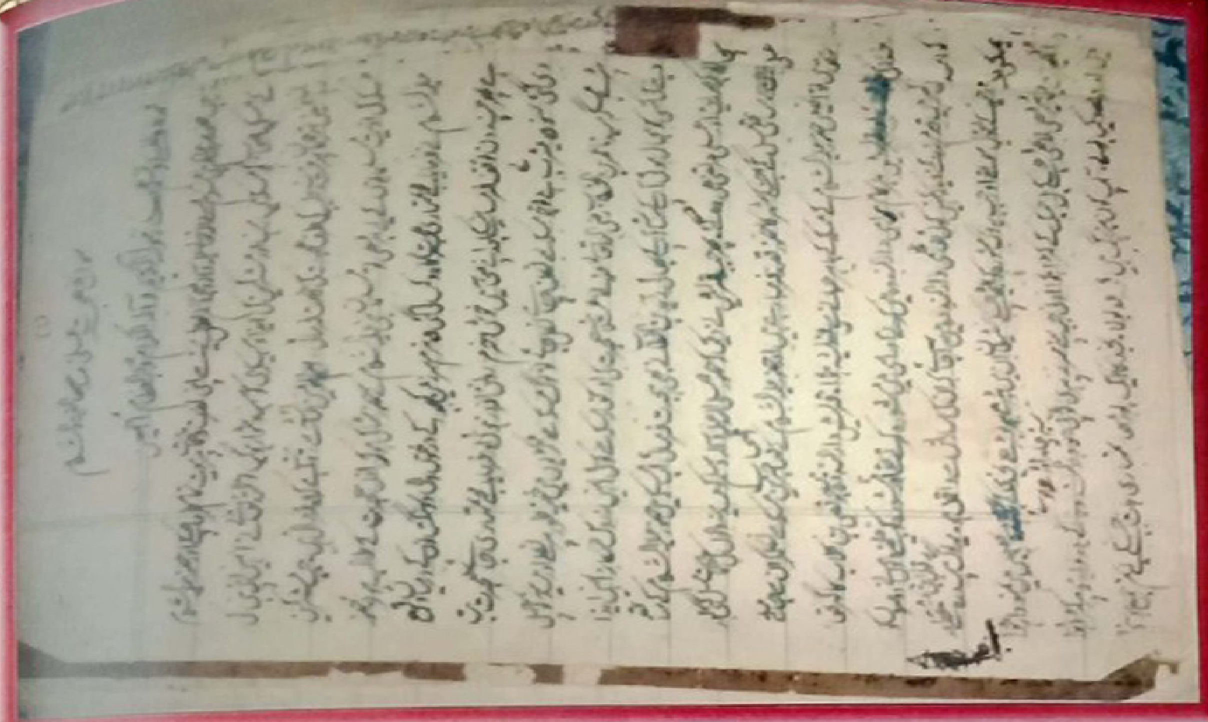


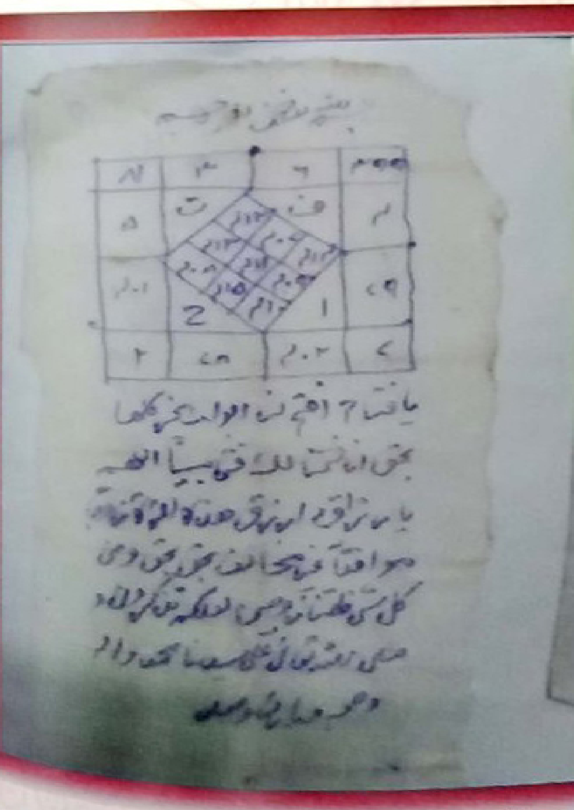


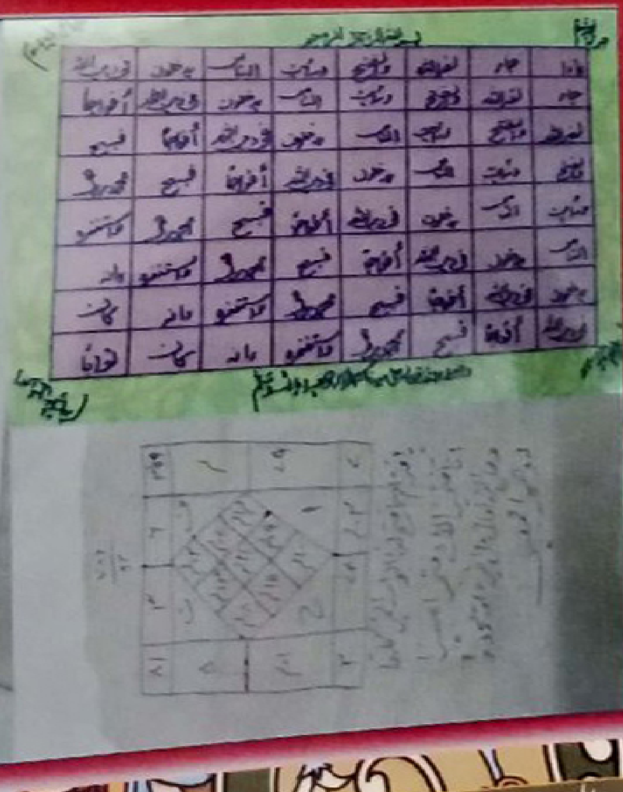




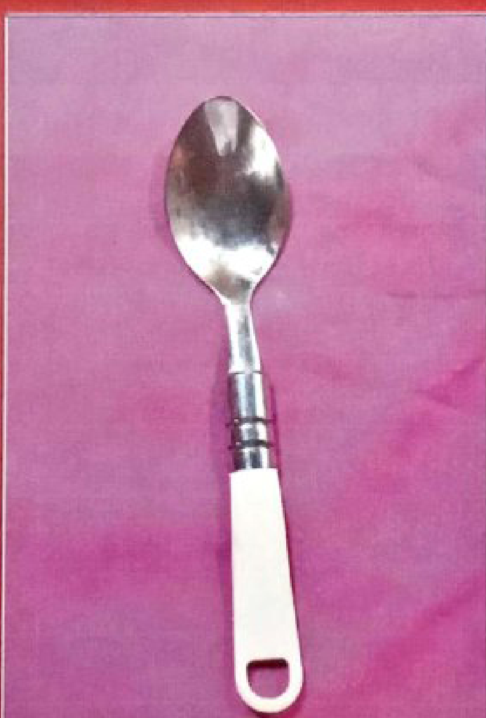
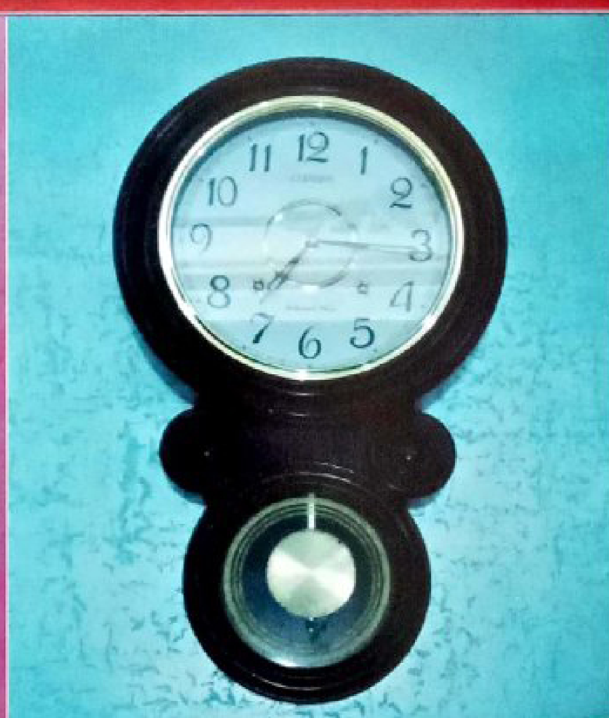





















HITACHI











جذبات فاروقی

از: محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی
ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا، بریلی شریف

کہنے کو تو لوگ اسے ''اختر رضا'' کہتے تھے لیکن وہ کسی چودھویں کے چاند سے کم نہ تھا، وہ ہلال عید سعید تھا، وہ بدر منیر بھی تھا، اس کی روشنی فلک سنیت کو جگمگا رہی تھی، اس کی ضیاباریوں سے ایک عالم منور ہو رہا تھا، اس کی شعاعیں آفتاب و ماہتاب کو بھی شرمندہ کر رہی تھیں، اس کی تابشیں زمین کی وسعتوں میں پھیل چکی تھیں، وہ جدھر سے گزر جاتا تھا اس کی ایک جھلک پانے کو دیوانوں کا ہجوم اکٹھا ہو جایا کرتا تھا، وہ جہاں کہیں بھی جاتا تھا اس کے پہنچنے سے پہلے اس کا ذکر وہاں پہنچ جایا کرتا تھا، حد تو یہ ہے کہ جہاں وہ کبھی پہنچا ہی نہیں، وہاں بھی اس کا والہانہ ذکر ہو رہا تھا، مجلس کوئی بھی ہو اس کے ذکر سے خالی نہیں ہوتی، جلسہ کسی کا بھی ہو، اس کی فکر سے سرشار ہوتا، کانفرنس کیسی بھی ہو، کہیں بھی ہو، اس کا چرچا ہی اسے کامیابیوں سے ہمکنار کرتا ''بستی بستی، قریہ قریہ، تاج الشریعہ، تاج الشریعہ'' ع

زبان خلق کو نقارۂ خدا کہیے

ہندوپاک میں بہت سی جگہیں ایسی بھی ہیں جہاں کے لوگوں نے کبھی اس کو دیکھا تک نہیں، لیکن اس کی عقیدت ان کے قلب و جگر کے نہاں خانوں میں رچی بسی ہوئی تھی، ان کے دلوں میں اس کی محبت کی شمع روشن تھی، وہ اس پر سو جان سے فدا و فریفتہ تھے، ذرا سوچئے اور سر دھنئے کہ بن دیکھے جب یہ عالم تھا تو دیدار کا عالم کیا ہوتا؟

کون سا دل ہے جس میں اس کی سحر آگیں محبت موجیں نہ لے رہی ہو، کون سی نگاہ ہے جس میں اس کی دید و باز دید کا سودا نہ سمایا ہو، کون سی جاں ہے جو اس پر مرمٹنے کو حیات جاوداں نہ سمجھتی ہو، وہ رہتا تو فرش گیتی پر تھا، مگر بستا کروڑوں دلوں میں تھا، وہ چلتا پھرتا تو زمین کے طول و عرض پر تھا مگر حکمرانی انسانی قلب و جگر پر کرتا تھا۔

یہ محبت، یہ عقیدت اور یہ دیوانگی اسے بزور طاقت و قوت نہیں حاصل ہوئی تھی، اس کے خواص کی فراہم کردہ بھی نہ تھی، یہ بس راضی برضائے الٰہی کا نتیجہ تھی، ناموس رسالت کی پہرے داری کا انعام تھی، احقاق حق اور ابطال باطل کا ثمرہ تھی۔

عوام وخواص میں مقبولیت ایسی کہ محض چند ساعتوں کے دیدار کے لئے لوگ ہزاروں کلومیٹر کا سفر طے کرتے اور گھنٹوں محو انتظار رہتے تھے، خلق خدا میں اس کا ادب واحترام ایسا کہ اکابرین بھی ادب بجالانے میں فخر محسوس کرتے تھے، رعب ودبدبہ ایسا کہ شیروں کا جگر رکھنے والوں کو بھی جرأت لب کشائی نہ تھی، دنیا سے لاتعلقی کا عالم یہ تھا کہ اس دور میں جہاں بیشتر لوگ اہل سیاست سے اپنے خوش گوار مراسم رکھنا مصلحت وقت اور تقاضہ عصر تصور کرتے ہیں اور اس کے لئے وہ جائز کو ناجائز اور ناجائز کو جائز، حق کو باطل اور باطل کو حق حتیٰ کہ ذاتی مفاد کی دیوی کے چرنوں میں قومی مفاد کی بلی تک چڑھا دینے سے بھی گریز نہیں کرتے، وہیں وہ سیاسی افراد سے ملنا تک گوارا نہیں کرتا تھا، حاکمان وقت بھی اس کے در پہ سوالی بن کر آئے مگر وہ ان کے شاہانہ کروفر سے نہ خائف ہوا نہ مصلحت وقت کے تحت ان کی طرف مائل ہوا۔

لوگوں نے اس کے فتوے پر انگلی اٹھائی، مگر وہ خاموش رہا، لوگوں نے اس کی ذات پر توہین آمیز حملے کئے مگر وہ چپ رہا، کچھ لوگوں نے اسے ذہنی تکلیفیں پہنچائیں مگر اس نے کوئی پرواہ نہ کی، لیکن جیسے ہی کسی نے اللہ کے دین کو مسخ کرنے کی مذموم سعی کی، وہ سراپا سپر بن گیا، جیسے ہی کسی نے مصطفےٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث کی غلط تشریح کی، وہ مجسم احتجاج بن گیا اور جیسے ہی کسی نے شرعی احکام کی باطل توضیح کی اس کے تعاقب میں اس کا قلم سرپٹ دوڑ پڑا۔

حق گوئی وبے باکی اس کا طرۂ امتیاز تھی، احقاق حق اور ابطال باطل میں اس نے کبھی اپنے اور بے گانے کی تفریق نہیں کی، تصلّب فی الدین میں وہ یکتائے روزگار تھا، احکام شرعیہ میں اسے ادنیٰ سی بھی لچک برداشت نہیں تھی، وہ جو کرتا تھا وہی کہتا تھا اور جو کہتا تھا وہی کرتا تھا، اس کا ظاہر وباطن یکساں تھا، کچھ لوگ اس کے تصلّب کو "تشدد" کا نام دیتے اور دبی زبان میں یہ کہتے تھے کہ اس زمانے میں اتنی سختی مناسب نہیں، اس طرح تو وہ بالکل اکیلے رہ جائیں گے اور وہ ایسی باتوں کے جواب میں صرف مسکرا کر یہ کہتا کہ اگر دنیا میں صرف ایک شخص بھی احکام شرع پر کاربند ہے تو وہی "سواد اعظم" ہے۔

کبھی کبھی ایسے لوگوں کے جھانسے میں کچھ اپنے بھی آجایا کرتے اور انھیں بھی لگنے لگتا کہ اس نے فلاں پر حکم لگا دیا، فلاں صاحب پر بھی حکم لگا دیا، حد تو یہ ہے کہ فلاں حضرت کی بھی کوئی رعایت نہیں کی جبکہ فلاں نے تو بڑا کام کیا ہے، اس طرح تو سارے ہی ہم سے کٹ جائیں گے اور ہم بالکل اکیلے رہ جائیں گے، لیکن اس کے باوجود بھی دنیا نے بارہا دیکھا کہ وہ جہاں بھی جاتا خلق خدا کی بھیڑ امنڈ پڑتی، لوگ اس کی ایک جھلک پانے کو اپنی حیات مستعار کی معراج تصور کرتے تھے، اس کا ہر آنے والا دن اس کے لئے ایک نئی آن بان شان اور شہرت ومقبولیت کے نئے باب کھولتا تھا۔

جب وہ اس خاکدان گیتی سے رخصت ہونے لگا تو جاتے جاتے اہل دنیا پر یہ حقیقت واضح کرتا گیا کہ لوگو! جو بندہ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کا پیکر بن کر جیتا ہے، اس کا ولی خود خدا ہو جاتا ہے اور جس کا خدا ہو جاتا ہے پھر تو ساری خدائی اس کی ہو جاتی ہے، ساری دنیا اس کی دیوانی ہو جاتی ہے، خلق خدا کے دلوں میں اس محبت کی راسخ کر دی جاتی ہے، جب تک وہ اس دنیائے رنگ وبو میں رہتا ہے، خلق خدا کا ہجوم اسے اپنے جھرمٹ میں لئے رہتا ہے اور جب وہ اس جہان فانی سے رخصت ہوتا ہے تو اہل جہاں کو "الحب فی اللہ والبغض فی اللہ" کا جلوہ دکھاتا ہوا جاتا ہے کہ دیکھو اہل حق اپنی حیات میں اعلائے کلمۃ الحق بلند کرتے ہی ہیں، بعد ممات بھی حق کی تفہیم کرتے ہیں گویا زبان حال سے یہ اعلان کر جاتے ہیں۔

سورج ہوں زندگی کی رمق چھوڑ جاؤں گا
میں ڈوب بھی گیا تو شفق چھوڑ جاؤں گا

جاتے جاتے لوگوں کو یہ فلسفہ بھی سمجھاتے گئے کہ اہل حق کبھی تنہا اور اکیلے نہیں ہوتے، دیکھو میرے جنازے کو! کیا یہ کسی ایسے شخص کا جنازہ ہے جو اہل دنیا سے کٹ کر بالکل تنہا ہو گیا تھا، کیا یہ لاکھوں بندگان خدا کسی دنیا سے کٹے ہوئے فرد پروار و نثار ہو رہے ہیں، مخالفتوں کے شرکش طوفاں کے زد پہ بھی حق کی شمع روشن کرنے والے مرد حق آگاہ کے لئے اللہ اپنی ساری مخلوق کو اسی طرح مسخر فرما دیتا ہے، اس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے روز روشن سے بھی زیادہ روشن حق اور ناحق واضح فرما دیا۔

وہ جو بیا بشتا تھا دو لاٸے دل

اہل دنیا صدیوں سے شہرت ومقبولیت کے طلبگار رہے ہیں اور اس کے حصول کے لئے اپنے طور پر ہر چھوٹے بڑے، اچھے برے اور جائز و ناجائز طریقے بروئے کار لاتے رہے ہیں، کوئی اہل حکومت کی چاپلوسی کر کے حصول شہرت کا سامان کرتا ہے تو کوئی اہل ثروت کی مدح خوانی کر کے، کوئی فن کاری کا جوہر دکھا کر اپنی مقبولیت کے جھنڈے گاڑتا ہے تو کوئی علم وحکمت کے کرشمے دکھا کر، لیکن ان کی یہ شہرت ومقبولیت وقتی اور عارضی ہوتی ہے جو چند دنوں تک اپنی چمک دمک بکھیر کر بالآخر گمنامیوں کے صحرا میں کھو جاتی ہے، جبکہ اسی دنیائے رنگ وبو میں کچھ ایسے بھی نفوس قدسیہ ہیں جنھیں شہرت ومقبولیت کی سوغات بارگاہ ایزدی سے عطا کی جاتی ہے جو مرور ایام کے ساتھ ساتھ کم ہونے کے بجائے مزید ترقی کے بام عروج کی طرف گامزن رہتی ہے یہاں تک کہ اس دنیا کو خیرآباد کہنے کے بعد بھی ان کی شہرت ومقبولیت کا پھریرا حیات ظاہری کے مقابلے زیادہ آن بان شان سے لہراتا ہوا نظر آتا ہے۔

شہرت ومقبولیت کی یہ سوغات کس کو، کب اور کیسے ملتی ہے، اس سلسلے میں مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ان اللہ اذا احب عبدا دعا جبرئیل علیہ السلام فقال انی احب فلانا فاحبہ قال فیحبہ جبرئیل ثم ینادی فی السماء فیقول ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبہ اہل السماء قال ثم یوضع لہ القبول فی الارض واذا ابغض اللہ عبدا دعا جبرئیل فیقول انی ابغض فلانا فابغضہ قال فیبغضہ جبرئیل ثم ینادی فی اہل السماء ان اللہ یبغض فلانا فابغضوہ قال فیبغضونہ ثم توضع لہ البغضاء فی الارض یعنی بے شک جب اللہ تبارک وتعالیٰ کسی بندے کو اپنا محبوب بناتا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بلا کر ارشاد فرماتا ہے کہ بے شک میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو، تو جبرئیل علیہ السلام اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر آسمان میں یہ اعلان کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ فلاں بندے کو اپنا محبوب رکھتا ہے، اے اہل سما! تم بھی اس سے محبت کرو تو سارے فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، حضور فرماتے ہیں کہ پھر اس بندے کی شہرت ومقبولیت اہل زمین میں عام کر دی جاتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے نفرت کرتا ہے تو جبرئیل علیہ السلام کو بلا کر ارشاد فرماتا ہے: اے جبرئیل! میں فلاں بندے سے نفرت کرتا ہوں تم بھی اس سے نفرت کرو تو حضرت جبرئیل علیہ السلام اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں پھر فرشتوں میں یہ اعلان فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے نفرت فرماتا ہے، اے فرشتو! تم بھی اس سے نفرت وعداوت کرو، تو فرشتے اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں پھر اہل

زمین میں اس کی نفرت وعداوت عام کردی جاتی ہے۔ [مسلم شریف،۲/۳۳۱]

واضح ہوا کہ خلق خدا میں شہرت ومقبولیت عامہ اسی کو نصیب ہوتی ہے جسے خالق کائنات نے اپنا محبوب بنالیا ہو، اور اللہ اسی سے محبت فرماتا ہے جو اس کا مطیع وفرماں بردار، رسول کردگار کا جاں نثار، متقی وپرہیزگار اور شریعت کا پاسدار ہو، اور اہل دنیا میں نفرت وعداوت بھی اسی کے لئے عام ہوتی ہے جس سے اللہ رب العزت نفرت وعداوت فرماتا ہے اور اللہ اسی سے نفرت وعداوت فرماتا ہے جو اللہ کا نافرمان، رسول کا غدار اور شریعت کا گنہگار ہوتا ہے۔

تو جس پر خلق خدا پروانہ وار نثار ہونے لگے، سمجھ لیجئے کہ یہ بندہ خالق کائنات کا فرماں بردار، جان کائنات کا وفادار اور شریعت کا تاجدار ہے اور جس سے خلق خدا دور ونفور ہونے لگے، سمجھ جائیے کہ یہ بندہ مغضوب بارگاہ الٰہی اور معتوب رسالت پناہی ہے۔

تاج الشریعہ کی حیات مبارکہ کا بغور جائزہ لیا جائے تو یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہوجائے گا کہ آپ اس حدیث پاک کی جیتی جاگتی تصویر ہیں، بارگاہ رب العزت اور تاجدار رسالت کے در سے چلنے والی شہرت ومقبولیت کی اس باد بہاری نے تاج الشریعہ کو جیسے ہی اپنے سرمدی حلقے میں لیا خلق خدا دیوانہ وار آپ پر نثار ہونے لگی، نہ معلوم کہاں کہاں سے پروانوں کا سیلاب امڈنے لگا، آپ کی شخصیت اپنے اکابر واصاغر، عوام وخواص اور ملک وبیرون ملک میں یکساں مقبول ومعتبر ہوگئی، آپ کا علمی جاہ وجلال، حسن وجمال کی تمکنت، تقویٰ وطہارت اور تصلب فی الدین کا شہرہ ہندوسندھ کی سرحدیں پار کرکے بلاد عرب وعجم کے عوام وخواص اور علماومشائخ کے دلوں کو گدگدانے لگا، ہر ایک فرد تاج الشریعہ کو علم وحکمت اور فکر وفن کا دریا تسلیم کرنے پر مجبور ہوگیا۔

ناموس رسالت کی پاسبانی اور شریعت مصطفیٰ کی پہرداری کے سبب آپ کو نیابت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ تاج زریں عطا ہوا کہ کل تک دنیا جسے نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری کے نام سے جانتی تھی آج وہ عرب وعجم کا "تاج الشریعہ" بن ہوگیا۔

یہ شہرت عامہ اور مقبولیت تامہ اس امر کی غماز ہے کہ اللہ رب العزت نے حضور تاج الشریعہ کو اپنے خاصان بارگاہ اور محبوبین خاص میں شامل فرماکر مخلوق کا مرکز عقیدت بنادیا تھا، چنانچہ علمائے دہر ہوں یا مشائخ عصر، اپنے ہوں یا بیگانے، چھوٹے ہوں یا بڑے، جسے دیکھو آپ کی مقناطیسی شخصیت کا گرویدہ اور آپ کی زلفوں کا اسیر نظر آتا تھا، جس طرف نگاہ اٹھاؤ آپ ہی کے علم وفضل کا چرچا اور جس کسی سے پوچھو آپ ہی کا قصیدہ خواں تھا۔

یہ شہرت ومقبولیت، یہ علمی جلال واعتبار اور یہ تصلب وتقویٰ روز افزوں تھا، ایسا لگتا تھا کہ ہر صبح آپ کے لئے شہرت ومقبولیت کی نئی بلندیاں لاتی تھی اور ہر شام آپ کے لئے حقیقت ومعرفت کے نئے باب کھولتی تھا، ہر دن آپ کو علم وفضل اور فکر ونظر کی نئی جہتیں عطا کرتا تھی اور ہر رات آپ کے تقویٰ وطہارت کو بالیدگی کی نئی سوغات پیش کرتی تھی۔

راقم کو ۱۹۹۶ء سے حضور تاج الشریعہ کے شب وروز اور صبح وشام کو بڑے قریب سے مشاہدہ کرنے کا شرف حاصل ہے، اس دوران آپ کی صبح بھی دیکھی اور شام بھی، دن بھی دیکھا اور رات بھی، آنے جانے والوں کے ساتھ حسن سلوک بھی دیکھا اور اخلاق وکردار کے جواہر پارے بھی، علمائے کرام کی قدر ومنزلت کے جلوے بھی دیکھے اور محبت ومروت کے سحر کن آبشار بھی، جمال صدیقی کی ٹھاٹھیں مارتی موجیں بھی دیکھیں اور جلال فاروقی کے باطل سوز شرارے بھی، سخاوت عثمانی کی حلاوت آفریں

بہاریں بھی دیکھیں اور شجاعت علی کے جرأت افزا نظارے بھی۔

ایمان واسلام کی دولت سے محروم انسان آپ کی ایک ہی نوربار جھلک پاکر منزل مقصود سے بھٹک جانے کا احساس کر لیتا تھا اور یہ احساس اسے اس وقت تک بے قرار و بے چین رکھتا تھا جب تک کہ وہ دولت ایمان سے سرفراز نہیں ہو جاتا، ہزاروں لاکھوں گم گشتگان راہ صرف آپ کے چہرۂ حق نما کو دیکھ کر ایمان واسلام کی ابدی نعمت کا حصول کر کے آپ کے دادا "حجۃ الاسلام" کی یاد تازہ کر چکے ہیں۔

آپ کی تعلیم وتربیت ایسی پختہ اور بے مثال ہوئی ہے جس کی نظیر ڈھونڈے نہیں ملتی، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے سوتے جاگتے، کھاتے پیتے، ہر وقت، ہر گھڑی اور ہر آن! ساتھ ایسی ماں کا، جس کی کوئی بھی سانس عبادت وریاضت سے خالی نہیں، جو خود مفتی اعظم کی شہزادی اور ان کی آغوش محبت کی پروردہ ہیں، صحبت ایسے باپ کی! جس کا سینہ علم عرفانی اور روحانی کا خزینہ ہے، جو خود حجۃ الاسلام کے شہزادے اور امام اہل سنت کے دلارے ہیں، تربیت ایسے نانا کی! جس کے علم وفضل اور زہد وتقویٰ کو دنیا کی عظمتیں سلام کرتی ہیں، ایسے پاکیزہ ماحول کا پروردہ یقیناً اپنے وقت کا فقیہ اعظم، مفتی اعظم اور تاج الشریعہ جیسے بھاری بھرکم القاب سے ملقب ہونے کا حق رکھتا ہے۔

حج وزیارت ہر بندۂ مومن کا ایک ایسا کیف آور خواب ہے جس کی تعبیر اس کے لئے معراج حیات سے کم نہیں، چنانچہ وہ اسے حقیقت کا جامہ پہنانے کے لئے سیکڑوں جتن کرتا ہے، ہزاروں مشکلات کا سامنا کرتا ہے، لاکھوں دعائے سحر گاہی کرتا ہے، تب کہیں جا کر رحمت الٰہی اور سرکار ابد قرار کی نظر عنایت ہوتی ہے اور اس سرمدی سعادت اور لازوال نعمت سے سرفراز ہو پاتا ہے، حرمین شریفین کا سفر ایک بندۂ مومن کو اللہ کی وحدانیت اور اس کے رسول کی رسالت کی یاد دلاتا ہے، رنگ ونسل کا فرق مٹا کر مساوات کا درس دیتا ہے اور اللہ کی نشانیوں کی یاد تازہ کرتا ہے۔

حج کا مہینہ آتے ہی مومن کے دل میں ایک لطیف سا درد اٹھتا ہے، حجاج کے قافلے دیکھ کر اس کا قلب مچل جاتا ہے کہ کاش! وہ بھی اس دیار کی حاضری سے اپنا نصیبہ جگا لیتا جہاں صبح وشام کی حاضری کو فرشتوں نے بھی اپنا شیوہ بنا رکھا ہے، وہ بھی جیتے جی اس جنت کی کیاریوں کا نظارہ کر لیتا، جس کی زیارت کے لئے حجاج کرام کے یہ پر شوق قافلے رواں دواں ہیں اور جب اس نعمت کے حصول کی کوئی سبیل نہیں بن پڑتی تو ایک سرد آہ حسرت ویاس کا موسم بن کر اس کی آنکھوں سے جھما جھم برسنے لگتی ہے۔

حضور تاج الشریعہ کو بھی عشق رسول کے اس سوز وگداز نے چین سے بیٹھنے نہیں دیا، آپ کا دل بھی اس در کی حاضری کے لئے مثل بسمل تڑپ اٹھا، جس در کی حاضری کے طفیل اللہ رب العزت حج کی سعادتیں عطا فرما دیتا ہے، آپ نے دل کو لاکھ سمجھایا، مگر لاحاصل! بالآخر آپ نے اس در کی حاضری کے لئے رخت سفر باندھا، پھر دل بے قابو ہوا جا رہا ہے، سنبھالے نہیں سنبھل رہا، وہ پاک در اب قریب سے قریب تر ہے، آپ نے دل کو سرزنش کی، تنبیہ کی کہ کہیں بے قابو ہو کر اس سرکار والا میں کوئی شوخی نہ کر بیٹھے، اے دل ناداں! یہ در مصطفیٰ ہے، ذرا سنبھل کر آگے بڑھ۔ ؎

سنبھل جا اے دل مضطر، مدینہ آنے والا ہے
لٹا اے چشم تر گوہر، مدینہ آنے والا ہے

دوسری جگہ سفر طیبہ کی کیفیت یوں فرماتے ہیں: ؎

خلد زار طیبہ کا، اس طرح سفر ہوتا
پیچھے پیچھے سر جاتا، آگے آگے دل جاتا

تاج الشریعہ کے یہاں جان کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ رشک جناں کے ادب و احترام اور پاس و لحاظ کا عالم یہ تھا کہ اپنے قلب و جگر کو آہ اور اپنی زبان کو کلام کرنے بھی اجازت نہیں دیتے بلکہ آنسوؤں کی زبانی اپنے واردات قلب سے سرکار کو مطلع کرتے ہیں، فرماتے ہیں: ؎

چشم تر وہاں بہتی دل کا مدعا کہتی
آہ باادب رہتی، منہ میرا سل جاتا

تاج الشریعہ نے پہلے حج و زیارت کی سعادت ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء میں حاصل کی، دوسرے حج سے ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء میں اور تیسرے حج سے ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء میں مشرف ہوئے، اس کے علاوہ اور بھی کئی حج و عمرے اور زیارت حرمین شریفین کا شرف حاصل ہوا۔

تقویٰ و طہارت، تصلب فی الدین، حق گوئی و بے باکی، احترام سادات، اکرام علما و مشائخ، طلبائے مدارس کی خبر گیری اور خورد نوازی جیسی خوبیاں گو کہ آپ کے اجداد کا خاصہ رہی ہیں اور کہا جاسکتا ہے کہ یہ خوبیاں آپ کو اپنے اسلاف سے ورثے میں ملی تھی لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ نے ''پدرم سلطان بود'' کی نغمہ سرائی کے بجائے ان خوبیوں سے خود کو عملی طور پر متصف کرنے کی سعی بلیغ بھی فرمائی تھی، ذیل میں ہم حضور تاج الشریعہ کے چند مبنی برحقائق فضائل و خصائل کا تذکرۂ جمیل کرنے کی سعادتیں حاصل کر رہے ہیں۔

آج مسلم معاشرے میں عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ لوگ بچپن اور نوجوانی کے قیمتی لمحات لہو لعب میں گزار دیتے ہیں، جوانی کے بیش بہا ایام منہیات و منکرات کی بھیانک رنگیوں میں صرف کر دیتے ہیں اور جب بڑھاپے کا ترحم طلب دور آتا ہے اور کوئی بات نہیں بن پڑتی تو تقویٰ شعاری کا مظاہرہ شروع کر دیتے ہیں، جبکہ کمال تو یہ ہے کہ اپنے اسلاف کے نقش قدم کو مشعل راہ بناتے ہوئے جوانی میں اس کی رنگینیوں سے صرف نظر کر کے تقویٰ شعاری اور احکام شرع کی پاسداری کی جائے۔

حضور تاج الشریعہ کا بچپن اور آپ کی جوانی احکام شرع کی پاسداری اور تقویٰ شعاری سے عبارت ہے، زمانۂ طالب علمی میں بھی آپ نے ہمیشہ احکام شرع کی پابندی کی اور اوامر و نواہی پر مکمل عمل پیرا رہے، چنانچہ جامعہ ازہر مصر میں آپ کے ہم درس رہے حضرت علامہ شمیم اشرف صاحب ازہری چھپروی مدظلہ العالی سے ایک بار آپ کے زمانۂ طالب علمی کے حالات پر تبادلہ خیال ہو رہا تھا، دوران گفتگو علامہ موصوف نے راقم الحروف کو بتایا کہ:

''ازہری میاں جامعہ ازہر میں 'کم خوردن، کم خفتن، کم گفتن' پر مکمل عمل کرتے تھے، پڑھنے میں ذہین و فطین تھے اور بیشتر اوقات تعلیمی مصروفیات میں صرف کرتے، دیگر طلبہ کی طرح سیر و تفریح اور ہزل و مزاح میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتے تھے، اپنی انھیں عادات و اطوار کے سبب آپ تمام طلبہ میں منفرد و ممتاز

نظر آتے، زمانۂ طالب علمی میں ہی آپ کے اندر ایک عالمانہ وقار پیدا ہو چکا تھا، اسی لئے جامعہ کے عام طلبہ بھی آپ کا ادب واحترام کرتے تھے اور تعلیم میں اول رہنے کے سبب جامعہ کے اساتذہ بھی آپ کو محبوب رکھتے تھے۔"

[حضرت علامہ شمیم اشرف صاحب ازہری سے گفتگو پر مبنی]

زہد وتقویٰ کا حال یہ تھا کہ راہ چلتے کوئی کاغذ کا ٹکڑا بھی نظر آ جائے تو اٹھا کر کسی محفوظ مقام پر رکھنے کی تلقین فرماتے تھے، ایک بار کا واقعہ ہے کہ آپ نماز عصر کے لئے دولت کدے سے رضا مسجد کو تشریف لے جا رہے تھے، دیگر لوگوں کے ساتھ راقم بھی ہمراہ تھا، چلتے ہوئے آپ کی نظر ایک کاغذ کے ٹکڑے پر پڑی تو آپ نے اسے اٹھا کر کسی محفوظ جگہ رکھنے کا حکم فرمایا، راقم نے عرض کیا: حضور یہ تو کسی ہندی اخبار کا ٹکڑا ہے، اس پر آپ نے ارشاد فرمایا: ہندی کا ہو یا اردو کا، کاغذ تو ہے، جب سادے کاغذ کے احترام کا حکم ہے تو وہ کاغذ جس پر کچھ لکھا ہوا ہے بدرجۂ اولیٰ محترم ہوگا۔

آج کل اکثر پیروں کا معاملہ یہ ہے کہ ان کے پاس بے پردہ عورتوں کا ہجوم لگا رہتا ہے، عورتیں ان کے ہاتھ پاؤں دباتی ہیں، پیر صاحب ان کے سروں پہ ہاتھ رکھ کر دعاؤں کی جھڑی لگا دیتے ہیں، خوب جھاڑتے اور پھونکتے ہیں غرض کہ ایسی ایسی خرافاتیں ہوتی ہیں کہ شرافتیں خود شرم وحیا سے پانی پانی ہو جائیں، لیکن جب ہم بارگاہ تاج الشریعہ میں حاضری دیتے ہیں تو یہاں کا نظارہ ہی الگ ہے، کسی عورت کی کیا مجال جو آپ کے ارد گرد بھی بغیر پردے کے نظر جائے، یہاں بیعت کے لئے آنے والی ہر ایک عورت کو باقاعدہ پردہ کرانے کے بعد ہی اندر آنے کی اجازت ملتی تھی، کبھی کبھار کچھ عورتیں عام پیروں کی دیکھا دیکھی سر پہ ہاتھ رکھوانے یا چومنے کی کوشش کرتی تھی تو آپ اس قدر جلال فرماتے تھے کہ آنکھیں سرخ ہو جاتی تھی اور اگر کسی نے دھوکہ سے ہاتھ چوم لیا یا سر پہ رکھ لیا تو غضب وغصہ، استغفر اللہ اور لاحول ولاقوۃ کی کثرت کا یہ عالم ہوتا تھا کہ مارے خوف کے قریب ترین خدام وافراد کی بھی حالت غیر ہونے لگتی تھی۔

جامعۃ الرضا میں جب آپ کا ورود مسعود ہوتا تھا تو چائے ناشتہ وغیرہ میں جو بھی اخراجات ہوتے تھے، انھیں اپنی جیب خاص سے ادا فرماتے تھے اور یہ تلقین فرماتے تھے کہ ہر حال میں میرے اوپر ہونے والے اخراجات مجھ سے لے لئے جائیں، جامعہ کی طرف سے کوئی بھی رقم مجھ پر ہرگز ہرگز نہ صرف کی جائے۔

تصلب اور استقامت علی الدین آپ کے اجداد کا ہمیشہ طرۂ امتیاز رہا ہے، احکام شرع میں کبھی کوئی ادنیٰ سی بھی لچک برداشت نہیں، کبھی کسی مصلحت کی قربان گاہ پر شرعی تقاضوں کی بلی نہیں چڑھائی، کبھی کسی اپنے کے ہاتھوں دینی غیرت وحمیت کا خون نہیں ہونے دیا، حتیٰ کہ امام اہل سنت نے تو احکام شرع کے معاملہ میں خود اپنی ذات کو بھی نہیں بخشا "احمد رضا! مانا کہ بریلی کی گرمی تجھے روزہ رکھنے کی اجازت نہیں دیتی لیکن بھوالی کا موسم اعتدال تو تجھے اپنے یہاں بلا کر سحر وافطار کے برکات وانوار لوٹنا چاہتا ہے اور تو اس امر پر قادر بھی ہے، لہٰذا تجھ پر واجب ہے کہ ایام رمضان میں تو وہاں کا قیام اختیار کرے۔"

تاج الشریعہ نے اپنے بزرگوں کی اس روایت کی چمک دمک کبھی ماند نہیں پڑنے دی، آپ کا تصلب فی الدین جگ ظاہر ہے، آج دنیا میں ہر طرف ٹی وی، ویڈیو اور فوٹو گرافی کی لعنت عام ہو گئی ہے اور تقریباً ہر خاص وعام، جاہل وعالم اور چھوٹا بڑا اس بلا میں ملوث نظر آتا ہے، ایک آپ ہی کی ذات گرامی ایسی تھی جو بلا ضرورت شرعیہ ان سب خرافات سے دور ونفور تھی۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ کراچی پاکستان کی انٹرنیشنل میلاد کانفرنس میں آپ مدعو تھے، ہندو پاک کے علاوہ دیگر ممالک کے علما و مشائخ اور خانقاہوں کے سجادگان کا ایک جم غفیر پہلے ہی سے وہاں موجود تھا، ویڈیو گرافی کے ساتھ ساتھ غالباً پورے پروگرام کو لائیو ٹیلی کاسٹ کرنے کا بھی انتظام تھا، اس کانفرنس میں شریک تمام علما و مشائخ بے روک ٹوک ویڈیو گرافی کا حصہ بن رہے تھے، کسی نے بھی اس سے اعراض کی کوشش نہیں کی، جب حضور تاج الشریعہ کو اس کی خبر ہوئی تو سخت برہم ہوئے اور قیام گاہ ہی سے واپسی کا قصد فرمالیا، یہ صورت حال دیکھ کر منتظمین کانفرنس پریشان ہو گئے، طرح طرح کی منتیں، سماجتیں کیں، حالات و ضرورت کی دہائیاں دیں، لیکن سب بے کار! بالآخر اپنی غلطی کا اقرار کرتے ہوئے تمام کیمرے ہٹوانے اور ویڈیو گرافی بند کرانے کا عہد کیا تب کہیں جا کر آپ نے واپسی کا ارادہ ملتوی فرمایا اور اسٹیج پر جانے سے قبل اپنے ایک معتمد آدمی کو حکم دیا کہ وہاں جا کر دیکھو کہ کہیں کوئی خفیہ کیمرہ تو موجود نہیں؟ جب اس آدمی نے آ کر آپ کو مکمل یقین دہانی کرائی کہ حضور اب وہاں کہیں بھی کوئی کیمرہ نہیں اور نہ ہی کوئی ویڈیو گرافی ہو رہی ہے، اس کے بعد آپ اسٹیج پر تشریف لے گئے۔

تاج الشریعہ کے تصلب اور استقامت علی الدین کا ایک اور مشہور واقعہ اس وقت معرض وجود میں آیا جب آپ ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء میں تیسرے حج کے لئے تشریف لے گئے، اس دوران آپ اپنے رفقا کے ساتھ نمازیں الگ پڑھ رہے تھے اور دیگر سنی حجاج کرام کو بھی الگ نمازیں پڑھنے کی تلقین فرما رہے تھے، بایں سبب سعودی حکومت نے آپ کو گرفتار لیا، جیل میں وہابی ائمہ کے پیچھے نماز کے عدم جواز پر حکومت کے زرخرید علما سے آپ کا مباحثہ اور مناظرہ ہوا جس میں آپ نے اپنے مبرہن و مدلل جواب سے سعودی علما کو لاجواب کر دیا، اس موقع پر حکومت نے آپ کو بزور طاقت بھی اپنا موقف بدلنے پر مجبور کرنا چاہا لیکن اس مرد حق پرست کی جرأت و ہمت کو سلام کہ حکومت کا کوئی بھی حربہ آپ کے پائے استقلال کو ڈگمگا نہ سکا۔

حق گوئی و بے باکی علمائے حق کی شان اور پہچان ہوا کرتی ہے، وہ اعلائے کلمۃ الحق میں کسی اپنے بیگانے، بڑے چھوٹے اور شاہ و گدا میں امتیاز نہیں برتتے اور نا ہی وقت کے کسی صاحب اقتدار سے مرعوب ہوا کرتے ہیں، حق و صداقت کا بانگ دہل اعلان کرتے ہیں، وہ اس بات کی بھی پرواہ نہیں کرتے کہ ان کا یہ قدم وقت کے کسی شہنشاہ کے خلاف جا رہا ہے یا کسی کوتاہ کے موافق، چنانچہ تاج الشریعہ کی حق گوئی و بے باکی کا عالم یہ تھا کہ خلاف شرع امور میں بڑے سے بڑے اہل علم و فضل، چوٹی کے صاحبان اقتدار اور نامور مال داروں کی بھی کوئی رعایت نہیں فرماتے تھے، جو حق ہے اس کا بانگ دہل اظہار فرما دیتے تھے، کبھی کسی کی ناراضگی یا کسی ذاتی نقصان کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

مذکورہ انٹرنیشنل میلاد کانفرنس کراچی پاکستان کے اسٹیج پر دیگر خانقاہوں کے سجادگان کے ساتھ ساتھ خانقاہ غوث اعظم کے سجادہ نشین بھی موجود تھے، انھوں نے کوٹ پینٹ کے ساتھ ٹائی بھی لگا رکھی تھی، جیسے ہی حضور تاج الشریعہ کی نگاہ ٹائی پر پڑی، آپ نے فوراً بر سر اسٹیج مجمع عام میں ٹائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان سے فرمایا کہ ''حضور یہ ٹائی یہود و نصاریٰ کا مذہبی شعار ہونے کی وجہ سے ناجائز و حرام ہے'' اس وقت تھوڑی دیر کے لئے اہل اسٹیج بلکہ تمام مجمع پر سکتہ طاری ہو گیا، ہر ایک دوسرے کا منھ تکنے لگا، کیوں کہ بھرے مجمع میں کسی عظیم ترین شخصیت کو اس کے خلاف شرع عمل کے لئے ٹوکنے کی جرأت و جسارت کرنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں تھی، لیکن آپ کمال اطمینان و سکون سے مسئلہ کی تفہیم فرماتے رہے، حق کی کشش ملاحظہ فرمایئے کہ

جب غوث اعظم کے سجادہ کو مسئلہ کی باریکی سمجھ میں آ گئی تو آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور نہایت ہی خوش دلی کے ساتھ اپنی ٹائی اتار دی، نیز آپ کے ساتھ بیٹھ کر کافی دیر تک دیگر مسائل پر گفتگو فرماتے رہے، اس وقت اسٹیج پر موجود چند قد آور شخصیات چیں بجبیں بھی ہوئیں مگر کوئی مرد حق آگاہ کب اس کی پرواہ کرتا ہے جو آپ کرتے۔

علمائے ربانیین کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ وہ جان ایمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ آپ کی آل واصحاب سے بھی سچی عقیدت ومحبت کرتے ہیں، ان کے ادب واحترام اور ان کی تعظیم وتوقیر میں اپنی بلندیٔ شان تصور فرماتے ہیں، راقم نے بار ہا یہ منظر اپنے ماتھے کی نگاہوں سے دیکھا ہے کہ جب بھی حضرات سادات تشریف لاتے تھے تو آپ فوراً ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے اور اس وقت تک کھڑے رہتے تھے جب تک کہ وہ بیٹھ نہیں جاتے، بعض مواقع پر یہ بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا کہ عام لوگوں کی طرح مصافحہ کے بعد حضرات سادات بھی نیچے بیٹھ گئے، لیکن جب ان کا تعارف ہوا تو آپ نے فوراً کھڑے ہو کر فرمایا: استغفر اللہ! آپ نیچے کیوں بیٹھ گئے؟ یہاں صوفے پر تشریف رکھیں، حتیٰ کہ ضعف سماعت وبصارت اور جسمانی کمزوری ونقاہت کے باوجود آخری ایام تک سادات کرام کے ساتھ آپ کا یہی شیوہ رہا۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ سادات بلگرام میں سے چند حضرات ملاقات کی غرض سے تشریف فرما تھے، ملاقات اور گفت وشنید کے بعد جب حضرات سادات رخصت ہونے لگے تو آپ دولت کدے کے اندر تشریف لے گئے اور واپس آ کر حضرات سادات کو نذرانہ پیش کیا، پھر دست بوسی کر کے انھیں رخصت کیا اور دیوان پر بیٹھ گئے، اتنے میں حضرات سادات میں سے کچھ لوگ واپس ہوئے اور آپ سے کچھ ارشاد فرمایا، اس وقت ڈرائنگ روم میں موجود عوام وخواص یہ منظر دیکھ کر انگشت بدنداں ہو گئے کہ وہ تاج الشریعہ! جس کے سامنے وقت کے بڑے بڑے تاج داران علم وفضل زانوئے ادب تہہ کرتے تھے، وہ سادات کے سامنے کیسا مؤدب کھڑا ہے، آپ باوجود ہزار نقاہت کے کھڑے کھڑے ہی ان سے گفتگو فرماتے رہے، اس دوران ضعف بصارت وسماعت کے سبب آپ کو کئی بار ایسا لگا کہ حضرات سادات تشریف لے گئے، لہٰذا آپ بیٹھنے لگے کہ پھر سید صاحب کی آواز آئی اور آپ بیٹھتے بیٹھتے دوبارہ کھڑے ہو گئے، اللہ اکبر! آپ کے اس عمل نے امام اہل سنت کی یاد تازہ کر دی۔

عشق رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک بندۂ مؤمن کی زندگی کے لئے ''روح'' کی حیثیت رکھتا ہے، یا یوں کہہ لیجئے کہ معراج حیات کا دوسرا نام عشق رسول ہے، عشق رسول کا سوز وگداز میسر ہے تو زندگی کا لطف دوبالا ہو جاتا ہے، ہر مؤمن کا سینہ عشق رسول کا مدینہ ہونا چاہئے۔ امام عشق ومحبت اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں:

جان ہے عشق مصطفیٰ، روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا، ناز دوا اٹھائے کیوں

حضرت تاج الشریعہ کو بھی اللہ رب العزت نے عشق رسول کی خصوصی نعمت سے سرفراز فرمایا تھا، محبت رسول کی بھینی بھینی خوشبو آپ کی حیات کے گوشے گوشے کو معطر کئے ہوئے تھی، آپ کا قول وفعل، آپ کا کردار وگفتار، آپ کا چلنا پھرنا سنت مصطفیٰ کا آئینہ دار تھا، محبت رسول کی سرمستی وسرشاری میں آپ اکثر نعتیہ اشعار گنگناتے رہتے تھے۔

رسول اکرم کی شان اقدس میں کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ غیر مناسب جملہ بھی برداشت نہیں کرتے، ایک بار کا واقعہ ہے کہ ہم

بخاری شریف کا درس لے رہے تھے، آپ کتاب الوحی کی ابتدائی حدیثوں کا درس دے رہے تھے، نزول وحی کے وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو جسمانی کیفیت ہوتی تھی اسی کا تذکرہ چل رہا تھا، راقم اس تعلق سے کچھ پوچھنا چاہ رہا تھا لہٰذا میں نے عرض کی ''حضور جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حالت ابتر ہوجاتی تھی'' راقم اسی جملے تک پہنچا تھا کہ آپ کو جلال آگیا، ارشاد فرمایا: یہ کیا بول دیا، حضور کی شان میں ''ابتر'' کا لفظ ہرگز استعمال نہیں کیا جاسکتا، استغفر اللہ توبہ کرو تم سب بھی توبہ کرو اور درس میں شامل سارے علما سے بھی توبہ کرائی۔

اس واقعہ سے یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتا ہے کہ عشق رسول آپ کے رگ و پے میں سرایت کر چکا ہے، جب آپ جان کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں کوئی غیر مناسب لفظ سن کر تڑپ جاتے تھے تو کسی گستاخانہ جملے پر آپ کا کیا عالم ہوگا، یقیناً عشق رسول کا تقاضہ ہے کہ شان رسالت میں کوئی غیر مناسب لفظ بھی برداشت نہ کیا جائے۔

آپ کے صحیفۂ حیات کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ آپ بیک وقت ایک بالغ نظر مصلح ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم عاشق رسول اور عمدہ نعت گو شاعر بھی تھے، آپ کو نئے لب ولہجہ میں نعتیہ اشعار کہنے میں زبردست ملکہ حاصل تھا، آپ کی شاعری معنویت وغنائیت، پیکر تراشی اور سرشاری وشیفتگی کا نادر نمونہ تھی، آپ کے عشق ریز قلم سے نکلے ہوئے اشعار فصاحت وبلاغت، حلاوت وملاحت، جذب وکیف اور سوز وگداز میں ڈوبے ہوتے ہیں، آپ کے اشعار دلوں میں روشن عشق رسول کی شمع فروزاں کی لو کو مزید تیز سے تیز تر کردیتے ہیں، آپ کی فقید المثال شاعری میں آپ کے اجداد کی وہی شاعری کا عکس جمال نظر آتا ہے۔ آپ کا نعتیہ دیوان ''سفینۂ بخشش'' عاشقان رسول کے قلب وجگر کو عشق ومحبت کی بھینی بھینی خوشبو سے مہکا دینے میں اپنی مثال آپ ہے۔

حضور تاج الشریعہ علما اور مشائخ کی قدر ومنزلت میں بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں فرماتے تھے، یہی وجہ ہے کہ دنیا کے اکثر وبیشتر ممالک کے علما ومشائخ آپ کے اخلاق کریمانہ کے والہ وشیدا ہیں اور ہندو پاک کے تقریباً ۹۰ رفیصد اہل علم وفضل آپ کے دامن کرم سے وابستگی پر نازاں وشاداں ہیں، جن میں علما وفضلا، شعرا وادبا، مشائخ وفصحا، مفکرین ومحققین، مصنفین وقائدین، ریسرچ اسکالر، ڈاکٹر اور پروفیسران جیسے ذمہ دار وباوقار افراد شامل ہیں۔

چونکہ اہل علم کی قدر وقیمت اہل علم ہی جانتے ہیں، اس لئے جب بھی اہل علم آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تھے تو آپ انھیں کما حقہ عزت وتکریم سے نوازتے، مزاج پرسی فرماتے اور مہمان نوازی فرماتے، انھیں اپنی تصانیف وتراجم ہدیۃً پیش کرتے اور ان سے انکی آرا طلب فرماتے تھے، راقم الحروف بارہا آپ کو علما ومشائخ کے لئے بذات خود ناشتہ وغیرہ لاتے ہوئے دیکھ کر حیران وششدر ہوجاتا تھا، یہ تو رہا اکابر کے ساتھ آپ کے حسن سلوک کا معاملہ! اصاغر کے ساتھ بھی شفقت ومحبت کے گہر اس طرح لٹاتے تھے کہ انھیں بھی اپنے کچھ ہونے کا گمان ہونے لگتا تھا، طلبائے علوم اسلامیہ کی ایک بڑی جماعت ہمیشہ آپ کے دردولت پر قیام پذیر رہتی ہے، ان کے قیام وطعام اور ضروری اخراجات کی کفالت بھی آپ خود ہی فرماتے تھے۔

اللہ رب العزت نے تاج الشریعہ کو وہ مقام ومرتبہ عنایت فرمایا تھا کہ آج دنیا کے ہر گوشے میں آپ کے وابستگان وشیدائیان موجود ہیں، آپ نے دنیا کے اکثر ممالک میں مسلک اہل سنت والجماعۃ کے حوالہ سے اسلام کا آفاقی پیغام پہنچانے کا فریضہ انجام دیا، حیات عزیز کا بیشتر حصہ مختلف ممالک کے تبلیغی اسفار میں گزرا، لوگ ان پے در پے اعصاب شکن تبلیغی اسفار کا

محض تصور ہی کر کے دنگ رہ جاتے ہیں کہ آج جب ہم ایک آدھ دن کا سفر کر کے ہفتوں سفر کی کلفتوں اور صعوبتوں کا رونا روتے ہیں اور تھکن دور کرنے کے نام پر کئی کئی دنوں تک آرام کی چادر تانے روزمرہ کے معمولات کو معطل کئے پڑے رہتے ہیں، لیکن تاج الشریعہ تھے کہ ہفتہ بھر کے سفر سے تشریف لائے اور کل پھر سفر پہ روانہ! آج ۱۵ ر دنوں کے سفر سے واپسی اور دو چار دنوں بعد ہی پھر روانگی! دولت کدے پر قیام کے ایام بھی طرح طرح کی علمی مصروفیات کی نذر ہو جاتے تھے، کبھی مرکزی دارالافتا میں اہم اور ضروری فتوے کی تصحیح و تصدیق، کبھی کتب و رسائل کی تصنیف و تعریب، کبھی علما کی آپسی ناچاقیوں کا تصفیہ تو کبھی قوم و ملت کو درپیش مشکلات و مسائل کا حل، ملاقات اور بیعت کے لئے آنے والوں کا ہجوم اور اپنی پریشانیوں کے ازالہ کے لئے دعاؤں کی درخواست کرنے والوں کا مجمع تو روزانہ کا معمول تھے، غرض کہ آپ کی زیست کا کوئی بھی گوشہ، کوئی بھی لمحہ دین کے لئے جہد مسلسل سے خالی نہیں تھا، ڈاکٹر اقبال نے ایک مرد مجاہد کی ایسی ہی خوبیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا:

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

اس قدر عدیم الفرصتی کے باوجود کبھی بھی آپ کے علمی اور دینی جذبے کی جولانی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی اور نہ ہی کبھی کثرت کار اور ہجوم افکار آپ کی پیشانی کو شکن آلود کر سکی۔ البتہ کبھی کبھی علمی مشاغل میں مصروفیت کے دوران دست بوسی کرنے والے جلال کا شکار ضرور ہوئے لیکن پھر بعد میں سب سے زیادہ کرم نوازیوں کے حق دار بھی وہی ٹھہرے۔

کبھی کبھی تو ہفتوں کے تھکا دینے والے سفر سے شب کے ۱۰ ر بجے دولت کدے پر واپسی ہو جاتی تھی اور درس بخاری لینے والے علما سے ارشاد فرما رہے ہیں "کتاب لے کر جلدی آجاؤ، رفع ناغہ ہو جائے" اللہ اکبر! ذرا غور تو فرمایئے، اس قدر احساس ذمہ داری کہ گھر آجانے کے بعد اب طلبہ کا مزید تعلیمی نقصان گوارہ نہیں، ایسا احساس تو آج کل باقاعدہ درس و تدریس کے فرائض انجام دینے والوں میں بھی دیکھنے کو نہیں ملتا، کاش وہ علما و مدرسین تاج الشریعہ کے اس عمل سے درس عبرت حاصل کرتے جو ادارے میں موجود رہنے کے باوجود بھی وقت پر درسگاہ نہیں پہنچتے اور طلبہ کا تعلیمی نقصان کرنے سے گریز نہیں کرتے۔

تاج الشریعہ ملکی سطح پر کام کرنے والی کئی مذہبی تنظیموں کے صدر اور سرپرست بھی تھے، جماعت رضائے مصطفےٰ کی نشاۃ ثانیہ کا سہرا بھی آپ ہی کے سر جاتا ہے، اس جماعت کو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت نے اسلام اور مسلمان کو مخالفین کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ۱۹۲۰ء میں قائم فرمایا تھا، یہ جماعت ایک بار پھر تاج الشریعہ کی بابرکت سرپرستی اور شہزادۂ گرامی حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی مدظلہ القوی کی صدارت میں قومی اور ملی خدمات میں مصروف عمل ہے۔

تاج الشریعہ نے ملک و بیرون ملک میں تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہزاروں اداروں کی سرپرستی فرمائی اور قوم و ملت کے مخیر اور صاحب ثروت حضرات کو متوجہ فرما کر انھیں ترقی کی راہوں پر گامزن کیا، جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف کا قیام بھی آپ ہی نے فرمایا اور اسے ترقی کے اعلیٰ مدارج تک پہنچا کر اپنے برادر اصغر حضرت علامہ مولانا منان رضا خاں منانی میاں قادری بریلوی کے سپرد فرما دیا، جو اب خیر سے شہر بریلی کے بڑے اور معیاری اداروں میں شمار ہوتا ہے۔

آپ کی تعلیمی خدمات میں ایک شہرۂ آفاق نام "جامعۃ الرضا" کا آتا ہے جو اپنے طرز تعمیر، طریقۂ تعلیم اور اعلیٰ نظم و نسق کے

لئے آج عالمی سطح پر جانا اور پہچانا جاتا ہے، یہاں زیر تعلیم طلبہ دینی اور دنیوی دونوں علوم میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

حضور تاج الشریعہ کی شخصیت پوری دنیا میں امام احمد رضا کے سچے علمی وارث وامین کی حیثیت سے جانی اور پہچانی جاتی تھی، آپ غواص بحر حقیقت ومعرفت اور علمبردار شریعت وطریقت تھے، اگر تعصب وتنگ نظری کی عینک اتار دی جائے تو یہ اعتراف کئے بغیر نہیں رہا جاسکتا کہ فی الوقت دنیائے سنیت علم وعمل، فضل وکمال اور شہرت ومقبولیت میں یکتائے روزگار ایسی دوسری شخصیت سے خالی نظر آتی ہے، خود آپ نے بھی ایک جگہ تحدیث نعمت کے طور پر یوں ارشاد فرمایا تھا:

مفتی اعظم کا ذرہ کیا بنا اختر رضا
محفل انجم میں اختر دوسرا ملتا نہیں

دنیا کی ان چند بااثر مذہبی شخصیات میں آپ کا نام سرفہرست تھا جن کا دائرۂ اثر عالمی سطح پر ہر سمت پھیلا ہوا ہے، ابھی حال ہی میں جامعہ ازہر مصر نے "فخر ازہر ایوارڈ" دے کر آپ کے علمی فضل وکمال اور مذہبی جاہ وجلال کا اعتراف کیا تھا۔

اس دور میں تاج الشریعہ خوبیوں کا بحر ذخار، کمالات کا منبع اور رشد وہدایت کا سرچشمہ تھا، راہ حق کے متلاشیوں کو ان کے در دولت سے منزل کا پتہ ملتا ہے، گم کشتگان منزل ان کی ایک نگاہ کیمیا اثر سے گوہر مقصود پالیتے تھے، تشنگان علم وفن آپ کے فیضان نظر سے امیر کشور علم وحکمت بن جاتے تھے، غرض کہ آپ کی ذات بابرکات افق سنیت پر سراپا ابر کرم بن کر برسنے والی ایک نعمت غیر مترقبہ تھی۔

تاج الشریعہ کو تصنیف وتالیف اور تعریب وترجمہ میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا، آپ کی تصنیفات وتالیفات دلائل وبراہین سے مزین ومسجع ہوتی تھیں، جب آپ ضلالت وگمراہی اور قعر مذلت کے سکان باطل فرقوں کا تحریری تعاقب فرماتے تھے دلائل وبراہین اور آثار وشواہد کے طلاطم میں ان کی کج فہمیوں کی نیا غرق ہونے میں دیر نہیں لگتی تھی۔

تاج الشریعہ جب کسی کتاب کی تعریب یا ترجمہ فرماتے تھے، اس وقت اہل علم ودانش آپ کی علمی صلاحیتوں کے جلوؤں کا نظارہ کرتے نہیں تھکتے تھے، تعریب وترجمہ کا کام اس قدر عرق ریزی اور حاضر دماغی کا ہے کہ سب کچھ اپنی نظروں کے سامنے ہونے کے باوجود بھی ہر ایک اس کی ذمہ داریوں سے کماحقہ عہدہ برآ نہیں ہو پاتا لیکن یہاں تو معاملہ ہی بالکل برعکس تھا، نہ اصل کتاب نظروں کے سامنے ہے، نہ اس کی عبارات لاحق وسابق، نہ ترجمہ کے مسطورہ الفاظ گزشتہ پیش نگاہ، نہ موجودہ، پھر بھی ترجمہ کے کمال صحت کا حال یہ کہ بڑے بڑے ناقدان فکر وفن اور عظیم ترین صاحبان علم وفضل بھی ترجمہ اور اصل کتاب میں کوئی فرق محسوس نہیں کر پاتے۔

جب اس راہ پر خار کا کوئی مسافر یہ منظر دیکھتا ہے تو حیرت واستعجاب کے بحر بے کراں میں ڈوبنے، ابھرنے لگتا ہے اور اس عطیۂ خداوندی پر اپنا سر دھنتے ہوئے بے اختیار حضرت شیخ سعدی کا ہم زبان ہوجاتا ہے کہ ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

تاج الشریعہ کو اللہ رب العزت نے کئی زبانوں میں لکھنے پڑھنے اور بولنے کی مہارت عطا فرمائی تھی، چنانچہ آپ کی اردو،

عربی اور انگریزی کی تصنیفات کا مطالعہ کرنے پر تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی تھی کہ آپ ہر سہ زبان کے ماہر فن انشاء پرداز بھی تھے، آپ کے یہاں ہر زبان و بیان اور فکر وفن کی خوبیاں بدرجۂ اتم موجود تھے، علمائے عرب جب آپ کے عربی کتب و رسائل کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپ کی ادیبانہ صلاحیتوں پر عش عش کر اٹھتے ہیں، چوتھے حج و زیارت کے موقع پر جب آپ نے اپنی عربی تصانیف و تراجم بالخصوص شمول الاسلام، الحاد الکاف اور الفردۃ عرب شیوخ کو پیش کئے تو انھیں کافی پسند کیا گیا بلکہ جدہ کے مشہور عالم دین شیخ موسیٰ عربوش نے تو حضرت کا جدید عربی قصیدہ ؂

أتھداي جودا و لا تجمدا

ألا تبکیان لھط الدولی

بے حد پسند کیا اور پھر ایک مجلس میں اس قصیدے کی فنی خوبیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے تقریباً ایک گھنٹہ کی تقریر بھی فرمائی، اس موقع پر موجود حجاج کرام کا بیان ہے کہ اہل زبان ہوتے ہوئے بھی شیخ عربوش کو کئی مرتبہ قصیدے کی تفہیم کے لئے تاج الشریعہ کی طرف رجوع کرنا پڑا، عرب علما و مشائخ یہ بامحاورہ اور شستہ عربی قصیدہ سن کر عش عش کر رہے تھے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ آپ اسی امام احمد رضا کے علمی وارث و امین تھے جس کے تبحر علمی کو تسلیم کرتے ہوئے اس وقت کے بھی علمائے مکہ و مدینہ اور مشائخ صغار و کبار اس کی مدح سرائی میں رطب اللسان نظر آئے تھے۔

اس سلسلے میں محدث کبیر حضرت علامہ مفتی محمد ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری امجدی مدظلہ العالی بیان فرماتے ہیں:

''جامعہ ازہر کے دور تحصیل میں جب آپ کا عربی کلام ازہر کے شیوخ سنتے تو کلام کی سلاست و نزاکت اور حسن ترتیب پر جھوم اٹھتے اور کہتے تھے کہ یہ کلام کسی غیر عربی کا محسوس نہیں ہوتا، یہ واقعہ میرے سامنے ہی کا ہے کہ زمبابوے میں ایک مصری شیخ نے آپ کے حمدیہ اشعار سنے تو بہت محظوظ ہوئے اور اس کی نقل کی فرمائش بھی کی، حضرت علامہ ازہری کو میں نے انگلینڈ، امریکہ، ساؤتھ افریقہ، زمبابوے وغیرہ میں برجستہ انگریزی زبان میں تقریر و وعظ کرتے ہوئے دیکھا ہے اور وہاں کے تعلیم یافتہ لوگوں سے آپ کی تعریفیں بھی سنیں اور یہ بھی ان سے سنا کہ حضرت کو انگریزی زبان کی کلاسیکی اسلوب پر عبور حاصل ہے، آپ جو کچھ لکھتے، بولتے اس میں تکلفات کا دخل نہیں ہوتا بلکہ آپ کے مضامین یا ترجمہ نگاری عموماً بذریعہ املا ہی ضبط قلم کئے جاتے ہیں، اس لئے آپ کے علمی کارنامے برجستگی سے متصف ہوتے ہیں پھر ہر بات دلائل سے مبرہن، دقت معانی پر مشتمل، جامعیت سے لبریز ہوتی ہے۔'' [حضرت محدث کبیر سے گفتگو پر مبنی]

تاج الشریعہ کا قلم حق رقم جب انگریزی میں چلتا تو یہ معلوم ہونے لگتا تھا کہ کوئی اہل زبان بوستان ادب میں اپنی گل کاریوں سے عطر بیزی کا سامان مہیا کر رہا ہے، جب آپ نکات علمی بیان کرتے تو ایسا لگتا کہ فکر وفن آپ کی بارگاہ میں دست بستہ حاضر ہے۔

تاج الشریعہ کی حیات طیبہ کی ایک ایک سانس احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے وقف تھی، آپ کی زندگی کا ایک ایک عمل میزان شریعت و طریقت پر تولا ہوا تھا، آپ کی زیست کا لمحہ لمحہ ہمارے لئے سرمایۂ حیات اور ہماری سرمدی سعادتوں کی ضمانت تھا۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ نے حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز کے تعلق سے آپ کی حیات ظاہری میں فرمایا تھا:

''حضرت مفتی اعظم ہند مد ظلہ سے اس عمارت کا افتتاح اور ان سے بخاری شریف کا ایک سبق پڑھ لینا بہت بڑی سعادت ہے، وہ بلا شبہ ولی ہیں، آج جوان سے سبق پڑھ رہا ہے کل اسے اس پر فخر ہوگا کہ میں نے مفتی اعظم ہند سے ایک سبق پڑھا ہے، جو ان سے بیعت ہوگا اسے اس پر فخر ہوگا کہ میں مفتی اعظم ہند سے بیعت ہوا ہوں، جو ان سے مصافحہ کرے گا وہ اس پر فخر کرے گا کہ میں نے انھیں دیکھا ہے۔'' [تاجدار اہل سنت]

وہی کیفیت حضور تاج الشریعہ کی تھی، لوگ فخر کرتے تھے کہ انھوں نے تاج الشریعہ سے پڑھا ہے، لوگ اتراتے ہیں کہ انھیں تاج الشریعہ سے شرف بیعت حاصل ہے، لوگ پھولے نہیں سماتے کہ انھوں نے تاج الشریعہ کی دست بوسی کی ہے، لوگ تھوڑی دیر آپ کی مجلس بابرکت میں بیٹھنے کو بھی اپنے لیے سرمایہ حیات تصور کرتے ہیں۔

راقم کی آنکھیں حضور مفتی اعظم ہند کی فیض بار زیارت کی بہاریں تو نہیں لوٹ سکیں البتہ جانشین مفتی اعظم، پرتو مفتی اعظم، ثانی مفتی اعظم کی زیارت سراپا رحمت سے بہرہ ور ضرور ہوتی ہیں، آپ کی صحبت بابرکت کی دولت ضرور نصیب ہوئی ہے، آپ کی شفقت ومحبت کی چھاؤں ضرور میسر ہوئی ہے، راقم جب علما ومشائخ سے حضور مفتی اعظم ہند کے خصائل وفضائل سنتا اور تاج الشریعہ کو دیکھتا تو ایسا لگتا تھا کہ تاج الشریعہ کو نہیں مفتی اعظم کو دیکھ رہا ہے، کتابوں میں جب مفتی اعظم کے زہد وتقویٰ، تقدس و پاکیزگی اور تصلب واستقامت کے جواہر پارے دیکھتا اور تاج الشریعہ کو دیکھتا تو یہ گمان ہونے لگتا تھا کہ راقم تاج الشریعہ کو نہیں مفتی اعظم کو دیکھ رہا ہے، جب مفتی اعظم کی حق گوئی و بے باکی اور جرأت وحمیت کا تذکرہ سنتا اور پڑھتا ہے اور تاج الشریعہ کو دیکھتا تو یہ محسوس ہونے لگتا تھا کہ راقم تاج الشریعہ کو نہیں مفتی اعظم کو دیکھ رہا ہے۔

راقم ابھی مفتی اعظم اور تاج الشریعہ کے فضل وکمال، اقوال وافعال اور جود ونوال کی یکسانیت کی بھول بھلیوں میں ہی الجھا ہے کہ دل کے نہاں خانے سے ایک سرکش آواز آکر مجھے جھٹلانے کی جسارت کرنے لگی ہے: کون کہتا ہے تو نے مفتی اعظم کو نہیں دیکھا؟ ارے تو نے مفتی اعظم کو دیکھا ہے، بس فرق یہ ہے کہ لوگوں نے مفتی اعظم کو مفتی اعظم کے سراپے میں دیکھا ہے اور تو نے مفتی اعظم کو تاج الشریعہ کے سراپے میں دیکھا ہے، ارے نادان! امام اہلسنّت کا علم وفضل، حجۃ الاسلام کا حسن وجمال، مفتی اعظم کا زہد وتقویٰ ہی تو تاج الشریعہ کے پیکر میں مجسم ہو کر علوم ومعارف کے نور سے اہل جہاں کو ضیا بار کر رہا تھا۔

اس یگانۂ روزگار کی مجلس میں راقم کو نشست وبرخاست کا اعزاز حاصل ہے، آپ سے بیعت وخلافت کا تمغہ حاصل تھی، آپ کے ارشادات قلم بند کرنے کا شرف حاصل ہے، آپ کی شفقت ومحبت کا خزانہ میسر تھا، خود پر آپ کے اعتماد واعتبار کی دولت نصیب تھی اور آپ کی بے پایاں عنایتوں اور نوازشوں کی برسات شامل حال تھی، ہائے! افسوس کہ اب وہ مشفق سایہ ہم سے چھن گیا، وہ محبتوں کا خزانہ ختم ہوگیا، عنایتوں کی وہ برسات تھم گئی، اب وہ قلم میں روانی کہاں، وہ فکر میں جولانی کہاں! علم وحکمت، فضل وکمال اور جود ونوال کا وہ معدن انوار خاموش ہے جو قلم کو روانی، فکر کو جولانی اور حوصلوں کو جوانی کی خیرات عطا کرتا تھا، بزم سخن سونی ہے کہ میر بزم ہی نہیں رہا، گلستان علم وفضل بلبلوں کے چہچہوں کو ترس گیا کہ بہار گلشن نے اپنا مسکن بدل دیا، وہ جود رو مندوں کا چارہ ساز تھا، وہ جو غم زدوں کا غمگسار تھا، وہ جو سب کی بگڑی بناتا تھا، جس کی دید ہی ہماری عید تھی جس کا وجود ہی ہماری زیست کا سامان تھا،

جو ہمارا ایقان تھا، ہمارا ایمان تھا، جو سنیت کی جان تھا، مسلک کی شان تھا، نہ جانے کیا ہوا کہ وہ ہم سے روٹھ کر خلد آشیاں ہو گیا، انا للہ وانا الیہ رٰجعون۔

اب آپ اگرچہ بظاہر ہمارے درمیان نہیں، لیکن آپ کا روحانی فیضان آج بھی ہمارے سروں پہ سایہ فگن ہے اور یہ فیضان ان شاء اللہ تا قیام قیامت ہم پر یونہی جھماجھم برستا رہے گا، مولائے لم یزل ولم یزال حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز کے مرقد انور پر رحمت و انوار موسلا دھار بارش فرمائے اور ان کے فیوض و برکات سے ہم غلاموں کے دامن مراد کو مملو فرمائے، آمین ؎

فنا کے بعد بھی باقی شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

کچھ نقوش تاج الشریعہ کے بارے میں

اسلاف کے خدمات اور کارناموں سے نسل نو کو متعارف کرانا ہمارے لئے اخروی سعادت بھی ہے اور قوم وملت کی ضرورت بھی، ماضی میں ہم بے شمار عمائدین امت اور مشائخ ملت کی حیات وخدمات کے روشن نقوش جمود وتعطل اور نسیان کی وادی میں دفن کر چکے ہیں، ہماری اس روش نے قوم وملت کو جس عظیم نقصان سے دوچار کیا ہے وہ کسی بھی اہل نظر سے مخفی نہیں، اب ملت مزید کسی ایسے نقصان کی متحمل نہیں ہو سکتی، اس لئے ہم نے ضروری سمجھا کہ اس سے پہلے کہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی حیات طیبہ کے روشن نقوش امتداد زمانہ اور گردش ایام کے سبب گرد آلود ہو جائیں اور ان کی تابناک شعاعیں مدھم پڑ جائیں، انھیں تاریخ کے صفحات پر منقش کر دیا جائے تا کہ ہماری آنے والی نسلیں ان روشن نقوش کو مشعل راہ بنا کر کامیابیوں کے مدارج طے کر سکیں۔

حضور تاج الشریعہ کی رحلت نے قوم وملت کو جس نقصان وبحران سے دوچار کیا ہے، مدتوں اس کی تلافی ہوتی نظر نہیں آتی، آپ کی ذات والا صفات ایوان سنیت کے لئے ناقابل تسخیر حصار کی حیثیت رکھتی تھی، باطل فرقوں اور بد مذہبوں کے لئے آپ کا وجود مسعود برق خاطف تھا، برصغیر میں آپ صلح کلیت کے خلاف حق کی آہنی دیوار تھے۔

اگر ہم اس عظیم داعی ومبلغ کی بارگاہ میں اپنی عقیدتوں اور محبتوں کا خراج نہ پیش کریں تو ہماری اس سے بڑی محرومی اور کیا ہوتی، ہم شکر گزار ہیں ان تمام دانشوران قوم وملت کے جنھوں نے ماہنامہ سنی دنیا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے زر نگار قلم کو جنبش دی اور ایک قلیل مدت میں "نقوش تاج الشریعہ" کی شکل میں پر مغز مضامین ومقالات کا ایک خوبصورت گلدستہ اپنی مختلف بھینی بھینی خوشبوؤں سے آپ کے مشام جاں کو معطر کر رہا ہے، ہم نے بڑی ہی عرق ریزی کے بعد آپ کے لئے یہ دبستان صد رنگ سجایا ہے، ہمیں امید قوی ہے کہ جب آپ اس گلستان رنگ وبو کی سیر کریں گے تو مدتوں اس کی پاکیزہ خوشبوئیں آپ کے دل ودماغ کو معطر کرتی رہیں گی۔

چند اہم توضیحات

کچھ لوگوں نے تاج الشریعہ کی تاریخ پیدائش ۲۵ فروری ۱۹۴۲ء، کچھ لوگوں نے ۲ فروری ۱۹۴۳ء اور کچھ نے کچھ اور لکھی ہے جب کہ بارہا آپ نے اس کی تردید کی اور فرمایا کہ میری پیدائش حضور حجۃ الاسلام کے وصال کے چھ مہینے بعد ۲۳ نومبر ۱۹۴۳ء کو ہوئی، لہٰذا حضور تاج الشریعہ کی یہی تاریخ پیدائش معتبر اور مستند ہے، اسلامی سن، تاریخ اور دن کا استخراج راقم نے حضرت

مفتی قاضی شہید عالم رضوی صاحب کی مدد سے کیا ہے، اس لئے تاج الشریعہ کا تذکرہ کرتے وقت اہل علم وقلم دیگر تاریخوں سے گریز کرتے ہوئے یہی تاریخ پیدائش تحریر کریں، اہل قلم نے جہاں جہاں غلط تاریخ پیدائش تحریر کی تھی، ہم نے اسے درست تاریخ سے بدل دی ہے۔

حضور تاج الشریعہ کے اساتذہ کی فہرست میں ایک نام ''شیخ عبدالتواب مصری'' کا آتا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ شیخ مذکور نے منظر اسلام میں حضور تاج الشریعہ کو پڑھایا ہے، لیکن آخری ایام میں وہ دیوبندیت سے متاثر ہوکر دیوبند چلے گئے تھے، بایں سبب حضور تاج الشریعہ اپنے اساتذہ کرام کی فہرست میں ان کا نام ناپسند فرماتے تھے، کئی مرتبہ راقم سے ارشاد فرمایا کہ جہاں جہاں اس حیثیت سے ان کا نام درج ہو، ہٹادو، لہٰذا پروف ریڈنگ کے دوران جہاں جہاں ان کا نام دکھا ہٹادو گیا ہے، اگر کہیں رہ گیا ہو تو اسے سہو سمجھا جائے اور انھیں اساتذۂ کرام کی فہرست سے ہٹا دیا جائے۔

حضور تاج الشریعہ کا وقت وصال بھی جس نے جو سمجھا وہی لکھ دیا ہے جبکہ بقول مولانا عاشق حسین کشمیری ''حضور تاج الشریعہ نے ۷ ریج کر ۹ رمنٹ پر وقت دریافت فرمایا تھا، اس کے بعد آپ اللہ اکبر اللہ اکبر کا ورد کرتے ہوئے پلنگ پر لیٹ گئے تھے، اس کے چار پانچ منٹ کے اندر ہی سب کچھ ہو گیا'' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا وصال ۷ ریج کر ۱۴ رمنٹ ہوا، لہٰذا یہی وقت وصال درست سمجھا جائے، اسی کا اعتبار کیا جائے اور آئندہ یہی وقت وصال تحریر کیا جائے۔

یہ حضور تاج الشریعہ کی ہمہ گیر شخصیت کی اثر آفرینی ہے کہ آپ کی حیات طیبہ پر ہندو پاک کے مختلف رسائل وجرائد بیک وقت تقریباً بارہ نمبرات اور خصوصی شمارے نکل رہے ہیں، علمی دنیا میں یہ پہلا موقع ہے جب کسی ایک شخصیت پر ایک ہی وقت میں اتنے سارے رسائل وجرائد اپنے خصوصی شمارے شائع کر رہے ہیں، ان میں سے کئی نمبرات تو ایسے بھی ہیں جو ہزار بارہ سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہیں، تفصیل حسب ذیل ہے □

ضیائے طیبہ کراچی پاکستان کا ضیائے تاج الشریعہ نمبر، نور مصطفٰے پٹنہ کا معارف تاج الشریعہ، مجلہ تجلیات رضا بریلی شریف کا جہان تاج الشریعہ، سواد اعظم دہلی کا یادگار تاج الشریعہ نمبر، سہ ماہی امین شریعت بریلی شریف کا تصانیف تاج الشریعہ نمبر، ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف کا تاج الشریعہ نمبر، ماہنامہ کنز الایمان دہلی کا تاج الشریعہ نمبر اور سالنامہ ترجمان فکر رضا بریلی شریف، سہ ماہی پیغام رضا اجین، ماہنامہ مذہبی دنیا بنارس، ماہنامہ انوار ہاشمی بیجاپور، سہ ماہی تجلیات اسماعیلی مسولی شریف، سہ ماہی پیام نظامی سنت کبیر نگر، ماہنامہ احساس جے پور، مجلہ سفینۂ بخشش کراچی پاکستان جیسے ادارے اپنے خصوصی شمارہ نکال رہے ہیں۔

''نقوش تاج الشریعہ'' تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر ایک بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے کیوں کہ اس میں مندرج واقعات وحالات کے راوی آپ کے سفر وحضر میں ساتھ رہنے والے مخصوص افراد ہیں، اگر کسی واقعہ میں تضاد نظر آئے تو اس سلسلے میں آپ کے ساتھ رہنے والے افراد کی روایت کو ترجیح ہوگی۔

ہم نے نقوش تاج الشریعہ کو ۱۲ رابواب میں تقسیم کیا ہے اور ہر باب میں اچھے خاصے مقالات زینت قرطاس ہیں، اس میں رطب ویابس سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے، کسی اہل قلم نے کچھ باتیں ایسی تحریر کردی تھیں جو حقائق کی کسوٹی پر پوری نہیں اترتیں تو انھیں یکسر خارج کر دیا گیا ہے۔

کچھ لوگوں نے حضور تاج الشریعہ کی حیات ظاہری ہی میں آپ سے متعلق کچھ ایسی باتیں لکھ دی تھیں جن کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں تھا، جس کی وجہ سے آپ نے کئی مرتبہ ناراضگی کا اظہار بھی فرمایا تھا، ایسی باتوں کو بھی حذف کر دیا گیا ہے پھر بھی اگر کوئی بات ایسی نظر میں آئے جو تاج الشریعہ جیسی عبقری اور محتاط شخصیت کے شایان شان نہیں تو راقم کو مبتدی سمجھتے ہوئے مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اس کی تصحیح کی جاسکے۔

نقوش تاج الشریعہ کی ترتیب وتہذیب میں کمپوزنگ کی غلطیوں پر گہری نظر رکھی گئی ہے تاہم غلطیوں کا امکان اب بھی باقی ہے، قارئین کرام سے التماس ہے کہ دوران مطالعہ نظر آنے والی غلطیوں سے راقم کو مطلع فرما کر مشکور ہوں۔

تکمیل کے آخری مراحل میں بھی کچھ کمپوز شدہ اہم مقالے موصول ہوئے جنھیں وقت کی قلت کے سبب بغیر نظر ثانی کے ''نقوش تاج الشریعہ'' میں شامل کر لیا گیا، ایسے مقالات میں کمپوزنگ کی خامیوں یا دوسری قسم کی اغلاط کا در آنا بعید از امکان نہیں، قارئین بعد اطلاع مطلع فرمائیں۔

کمپوز شدہ مقالات کی کثرت کی وجہ سے بعض وہ مقالات جو کمپوز نہ تھے'' نقوش تاج الشریعہ'' میں شامل ہونے سے رہ گئے ہیں، ایسے مقالات ومضامین کی بھی اچھی خاصی تعداد ہے جو ہمیں تاخیر سے موصول ہوئے، ایسے اہل قلم حضرات جن کی نگارشات کسی بھی وجہ سے ''نقوش تاج الشریعہ'' میں شائع نہیں ہو پائیں، ہماری ''حالت'' کو سمجھیں اور معذرت قبول فرمائیں، ان شاء اللہ الرحمٰن یہ بھی مقالات ومضامین ماہنامہ سنی دنیا کے اگلے کئی شماروں میں شائع کئے جائیں گے۔

حالانکہ ہم نے فونٹ سائز چھوٹا کر کے بھی سبھی مقالات ومضامین کو شامل اشاعت کرنے کی ایک ناکام کوشش کی لیکن اس طور پر بھی صرف چند مقالات ہی'' نقوش'' میں اپنی جگہ بنا پانے میں کامیاب ہو پائے۔

تعزیتی خطوط کی کثرت اور صفحات کی قلت نے ''نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن'' کی صورت پیدا کر دی تھی، راقم پس و پیش میں پڑ گیا کہ ''میں کس کو ترک کروں، کس کا انتخاب کروں'' بمشکل تمام صرف چند اکابر علما ومشائخ کے تعزیتی خطوط شامل اشاعت کئے جاسکے، معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ باقی ماندہ تعزیتی خطوط ان شاء اللہ العزیز ماہنامہ سنی دنیا کے اگلے شمارے میں زینت قرطاس کئے جائیں گے۔

ابتدائی مرحلے میں ہم نے جو وقتی تبویب کی تھی اس میں اچھے خاصے مقالے غیر متعلقہ ابواب میں چلے گئے، ہمارا خیال تھا کہ فائنل ترتیب کے وقت انھیں ان کے متعلقہ ابواب میں شامل کر دیا جائے گا، لیکن حالت یہ ہے کہ آخری وقت میں بھی فائنل ترتیب کا موقع نہیں ملا، لہٰذا معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ مجبوراً مقالات کو ہم پہلی ہی ناقص ترتیب میں پریس کے حوالے کر رہے ہیں۔

''نقوش تاج الشریعہ' جیسے عظیم کارنامے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے عناوین قائم کرنے، اہل قلم سے رابطہ کرنے، ان کے مقالات جمع کرنے اور انہیں ابواب میں مرتب کر کے کتابی شکل دینے میں مولانا عاشق حسین کشمیری شیخ التفسیر جامعۃ الرضا اور مولانا محمد شکیل بریلوی صدر المدرسین جامعۃ الرضا نے راقم کا بھرپور ساتھ دیا۔

شہزادہ وجانشین حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی مدظلہ العالی مسلسل ہماری سرپرستی فرماتے رہے، کمپوزنگ کس مرحلے میں ہے، تصحیح کہاں تک پہنچی، کسی اہل قلم نے کوئی بات خلاف واقعہ تو نہیں لکھ دی ہے، آپ

جملہ امور کا بنفس نفیس جائزہ لیتے رہے، اغلاط کی نشان دہی فرماتے رہے، بعض تصحیح شدہ مقالات کی تصحیح بھی فرمائی، مولائے کریم آپ کو علم وفضل اور فکر وفن میں اپنے اسلاف کا پرتو بنائے، آمین۔

راقم کی گزارش پر حضرت مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل سہسرامی صاحب بھی ''نقوش تاج الشریعہ'' کے تکمیلی مراحل میں تشریف لائے اور مقالات کی تصحیح کے ساتھ ساتھ اپنے مفید مشوروں سے بھی نوازا مولا تعالیٰ ان کے بھی علم وعمل میں روز افزوں ترعطا فرمائے، آمین۔

مقالات کی پروف ریڈنگ جامعۃ الرضا کے مخلص اساتذۂ کرام بالخصوص مولانا گلزار احمد، مولانا شہزاد احمد، مولانا عاصم رضا، مولانا شاہد رضا، مولانا شکیل احمد رامپوری، مولانا ندیم مرکزی کانپوری، مولانا فیصل رضا مرکزی، مولانا شاعر رضا مرکزی، مولانا عبدالباقی مرکزی، مولانا بلال انور مرکزی، مولانا غلام مرتضیٰ مرکزی وغیرہم نے کی اس سلسلے میں جماعت رضائے مصطفےٰ کے مولانا سید عظیم الدین ازہری، مولانا شاکر ازہری اور نبیرگان حجۃ الاسلام مولانا عبدالقادر رضا، مولانا محمد عمر رضا خاں قادری، حافظ عبدالستار رضا نے بھی اپنی خدمات پیش کیں۔

کمپوزنگ اور سیٹنگ کا کام جامعۃ الرضا شعبۂ عصریات کے استاد ماسٹر عتیق احمد مشتاق صاحب (جنھوں نے حضور تاج الشریعہ کے اکثر علمی کاموں میں حروف سازی کے فرائض انجام دیئے ہیں) اور مولانا افضل مرکزی صاحب نے انجام دیا ہے، مذکورہ حضرات کی معاونت اور محنتوں کا ثمرہ ہے کہ اس قلیل مدت میں حضور تاج الشریعہ کی حیات وخدمات پر ایک معیاری اور دستاویزی نمبر بشکل ''نقوش تاج الشریعہ'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

مولائے کریم ''نقوش تاج الشریعہ'' کے جملہ معاونین ومحرکین اور محررین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے علم وعمل اور فضل وکمال میں بے پناہ برکتوں کا نزول فرمائے، آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین۔

***

آہ! میرے ابا حضور

شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ حضرت علامہ محمد عسجد رضا خاں قادری مدظلہ العالی کے اشکبار قلم سے ......

۲۰؍ جولائی ۲۰۱۸ء مطابق ۶؍ ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ جمعہ کی شام جملہ اہلسنت کے لئے عموماً اور ہم اہل خاندان کے لئے خصوصاً قیامت کی گھڑی تھی جب ہمارے ابا حضور تاج الشریعہ بدر الطریقہ قاضی القضاۃ فخر ازہر جانشین سرکار مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی شاہ محمد اختر رضا خاں قادری ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان ہم سب کو روتا بلکتا چھوڑ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ للہ ما اعطی وما اخذ وعندہ کل شیء بأجل مسمی۔

مجھ پر تو ایک سکتہ طاری ہو گیا اور میں ہوش وحواس کھو بیٹھا۔ مجھے کچھ پتہ نہیں، یہ سب کیا اور کیسے ہو گیا؟ میرا سارا ذخیرۂ دنیا و آخرت آنکھوں سے روپوش ہو گیا، وہ داغ مفارقت دے گئے جو میرا باپ تھا، کروڑوں مریدوں کا شیخ تھا، کروڑوں اہلسنت کے دلوں کی دھڑکن تھا، شریعت کا تاج تھا، طریقت کی معراج تھا، صفائے باطن کا سرچشمہ تھا، بیمار دلوں کا مسیحا تھا، علمائے کرام کا اعتماد تھا، مشائخ عظام کی شان تھا، سنیت کی آبرو تھا، چمنستان قادریت کا رنگ و بو تھا، عالم اسلام کا مقتدا پیشوا تھا، رضوی جہان کا سب سے نمایاں مقتدا تھا۔ ہفتوں تک میری آنکھوں سے آنسوؤں کا سیل رواں بہتا رہا، دل سے آہوں کا دھواں اٹھتا رہا، اب بھی بے چین ہے۔ میرے ابا حضور کے جنازہ میں لاکھوں افراد سیلاب کی مانند امنڈ کر اپنے مذہبی اور روحانی پیشوا کو الوداع کہنے کے لئے بریلی شریف تشریف لائے، تجہیز و تکفین، نماز جنازہ اور تدفین کے مراحل طے ہوئے، نماز جنازہ پڑھا کر جب تدفین سے فارغ ہوا، ہزاروں افراد مجھ سے مل کر رخصت ہوئے لیکن یہ سب کچھ ایسا لگتا کہ ایک خواب کا سا منظر ہو، میرے ابا حضور ابھی کہیں تشریف لے گئے، واپس تشریف لائیں گے اور مجھے طلب فرمائیں گے: ”عسجد کو بلاؤ“ لیکن یہ واہمہ اب کہاں سچ ہونے والا تھا؟ روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی، وعدۂ الٰہی پورا ہو چکا، موت کے مضبوط پنجے اپنا کام کر چکے، فرشتے اس نفس مطمئنہ کو لے کر جا چکے، قطرہ سمندر سے مل چکا، ایک عاشق جانباز وصال محبوب سے شاد کام ہو چکا۔ للہ ما اعطی وما اخذ وعندہ کل شیء بأجل مسمی۔ رہے نام اللہ کا

وہ صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں
اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

میرے جد امجد حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے بعد ہمارے خانوادۂ رضویہ کی شناخت میرے ابا حضور رہے، آپ نے شرعی دائرے میں پورے خانوادہ کی شیرازہ بندی کی پوری کوشش فرمائی۔ آپ کے فضل وکمال اور علم وفن میں آپ کی راسخ دسترس اور گہری مہارت کا ایک زمانہ شاہد ہے۔ اصحاب علم وفضل آپ کے محاسن وکمالات پر مضامین قلم بند فرما رہے ہیں، کتابیں تحریر کر رہے ہیں اور اپنے خطابات کے ذریعہ لوگوں کو روشناس کرا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سبھی حضرات کو جزائے خیر دے۔ لیکن ان سب سے ہٹ کر میں نے ابا حضور کو اپنے خاندانی معاملات اور خانگی زندگی میں بھی مکمل طور سے متبع سنت اور اسوۂ نبوی کا عکس جمیل پایا ہے، شفقت ومحبت کا وافر حصہ مجھے نصیب ہوا ہے، وہ تو ہر ایک کے لئے سراپا شفقت تھے، مجھ پر تو ان کا سحاب کرم ٹوٹ کر برسا، اب جب وہ ہمارے درمیان سے تشریف لے گئے تو بچپن سے لے کر اب تک کی ساری باتیں ایک ایک کر کے یاد آ رہی ہیں اور خون کے آنسو لا رہی ہیں۔

شعور کی آنکھیں کھولنے کے بعد سے لے کر اب تک ایک خاص وصف میں نے ابا حضرت کے وجود پر سب سے زیادہ حاوی دیکھا، وہ تھا اتباع سنت اور پاس شریعت کا وصف جو ہر ایک مسلمان کے اندر ہونا چاہئے۔ لیکن ابا حضور میں یہ وصف اوج کمال تک حاوی تھا جو انہیں ورثے میں ملا تھا۔ قول میں، عمل میں، تحریر میں، ہر جگہ انہوں نے پوری مضبوطی اور بھرپور استقامت کے ساتھ شریعت کو برتا، دوسروں کو حسب موقع اور مرتبے کے لحاظ سے پابندیٔ شریعت کی تلقین کی، تنبیہ اور ہدایت فرمائی۔ میں نے بچپن سے دیکھا کہ ہمیشہ کوئی چیز لیتے یا دیتے تو داہنے ہاتھ سے، نہ خود دوسرے ہاتھ سے لیتے اور نہ دوسروں کو بائیں ہاتھ میں دیتے۔ جب بینائی خاص متاثر ہو گئی تھی تو میری ایک بہن کو کوئی چیز عطا فرمانا چاہا تو بے خیالی میں انہوں نے اپنا بایاں ہاتھ بڑھا دیا۔ ابا حضور نے "اونھ" کہہ کر فوراً اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ پھر جب ہماری بہن نے ابا کی منشا جو منشائے شریعت تھی، سمجھ کر داہنا ہاتھ بڑھایا تو حضرت نے وہ چیز انہیں عطا فرمائی۔

ابتدائی عمر میں سودا سلف کے لئے بازار تشریف لے جاتے تو دکاندار چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم، بہر حال اسے داہنے ہاتھ سے قیمت ادا فرماتے اور اس نے بائیں ہاتھ سے اگر چیزیں حضرت کو دینی چاہیں تو ہرگز نہ لیتے، فرماتے: داہنے ہاتھ سے دو تبھی لوں گا۔ ایک مرتبہ ایک پھل والے سے کچھ پھل خریدے، اس سے کوئی بات خلاف شرع سرزد ہوئی تو حضرت نے حدیث پاک کی روشنی میں اس کی تفہیم کی۔ اس کی شامت اعمال کہ حدیث پاک کی بے ادبی کی، حضرت نے جلال کے مارے وہ سامان فوراً اسے لوٹا دیا اور فرمایا: اب میں تیرے یہاں سے ہرگز کوئی سامان نہیں لے سکتا۔ چاہے تو مجھے میری دی ہوئی رقم لوٹا یا نہیں، مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ میں حدیث نبوی کی بے ادبی کرنے والے کے یہاں سے ہرگز ہرگز کوئی سامان نہیں لے سکتا۔

ابا حضور کی مبارک زندگی گھر سے لے باہر تک، معاملات دنیا سے لے کر عملی مسائل تک، دین سے لے کر روحانیت تک، ہر جگہ ایک سچے نائب رسول کی زندگی تھی۔ آپ نے شریعت مصطفوی کے معاملے میں کبھی کسی مصلحت کو پاس بھی نہ پھٹکنے دیا اور کبھی کسی کی پرواہ نہ کی۔ ان کی زندگی "الحب فی اللہ والبغض فی اللہ" کی چلتی پھرتی تصویر تھی۔ ان کی دوستی بھی اللہ اور رسول جل وعلا

وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاطر تھی اور دشمنی بھی انہیں عالی بارگاہوں کے لئے تھی۔ ان کی شناسائی شریعت مصطفےٰ سے تھی، جو جتنا شریعت مصطفوی کا پابند ہوتا قریب ہوتا، اسے ابا حضور اتنا ہی زیادہ چاہتے تھے اور جو جس قدر دور تھا، ابا اس سے اسی قدر دور ونفور اور بیزار رہا کرتے تھے اور اگر کسی نے شریعت مصطفےٰ کی توہین کردی تو پھر ابا سخت جلال میں آجاتے تھے۔ ابا حضور کے وصال کے بعد ایک بڑے میاں تشریف لائے اور فرمایا کہ میں حضرت کا بچپن کا دوست ہوں، میں نے کہا: ابا کا کوئی دوست نہ تھا، ان کی دوستی بس دین وسنیت اور شریعت مصطفوی سے تھی۔ جو دربار مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا سے جتنا قریب تھا، وہ اتنا ہی ان کا عزیز اور چہیتا ہوتا تھا۔ آپ کے اس روشن وصف کا ایک زمانہ شاہد ہے۔ ماضی قریب کی چند دہائیوں میں بہت سے مسائل پیدا ہوئے۔ اس میں جو حکم شریعت تھا اور بزرگوں سے ماثور ومنقول تھا وہ آپ نے اپنے فتاویٰ اور تحریروں میں واضح فرمایا۔ اس معاملے میں آپ نے نہ کسی کے اونچے قد کا لحاظ کیا اور نہ کسی اور بات کا؟ زمانے نے دیکھا کہ شریعت مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کے اس پاسبان کی دربار مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا سے کیسی حمایت اور پشت پناہی ہوئی۔ سارے مخالفین ومعاندین اپنے اپنے حلقوں میں سمٹ گئے اور پیارے مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کا بول بالا رہا اور انہیں کی شریعت غالب ہوئی۔ آپ خود فرماتے ہیں ؎

جہاں بانی عطا کردیں بھری جنت ہبہ کردیں
نبی مختار کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کردیں
جہاں میں ان کی چلتی ہے وہ دم میں کیا سے کیا کردیں
زمیں کو آسماں کردیں، ثریا کو ثریٰ کردیں
مجھے کیا فکر ہو اختر مرے یاور ہیں وہ یاور
بلاؤں کو میری جو خود گرفتار بلا کردیں

اس طور سے واقعی مشاہدہ ہوا کہ جو بلائیں ابا پر مسلط کرنے کی کوشش کی گئیں، وہ خود گرفتار بلا ہوگئیں۔ ۱۹۸۶ء میں جب سعودیہ کی وہابی حکومت نے نماز میں وہابی امام کی اقتدا نہ کرنے اور اعلائے کلمۃ الحق کی پاداش میں والد گرامی کو گرفتار کیا اور قید وبند کی صعوبتیں دیں تو وہاں سے رہائی کے بعد ممبئی اور بریلی شریف میں حضرت کا شاندار استقبال ہوا اور متعدد جگہ بیانات ہوئے۔ بریلی شریف کی جامع مسجد میں بیان کے دوران ابا حضور نے فرمایا: سعودی حکومت نے جو ہتھکڑیاں پہنائی ہیں وہ ہتھکڑیاں نہ تھیں، بلکہ مصطفےٰ [علیہ التحیۃ والثنا] پیارے کی غلامی کے کنگن تھے۔ آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اپنے اس باوفا غلام کو خوب نوازا۔ ابا کا بیشتر لمحہ یاد مصطفےٰ میں مگن رہتے ہوئے گزرتا، آپ کی نعتیں آپ کے عشق مصطفےٰ کی روشن دلیل ہیں۔ بارہا ابا حضور کے ساتھ بارگاہ عرش جاہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کا شرف حاصل ہوا ہے، جو والہانہ شیفتگی حاضری دربار معلی کے وقت میں نے ابا حضور میں پائی، وہ نا قابل بیان ہے۔ میرے جد کریم اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ میں ؎

لب وا ہیں، آنکھیں بند ہیں، پھیلی ہیں جھولیاں
کتنے مزے کی بھیک ترے پاک در کی ہے

کا منظر ہوتا۔ حضرت آنکھ بند کیے، دست بستہ روضۂ اقدس کی جانب رُخ کرکے کھڑے رہتے، ایک محویت کا عالم طاری رہتا،

فنائیت کی کیفیت ہوتی، گردوپیش سے بے نیاز ہو کر ایک غلام اپنے آقا، کریم آقا کی بارگاہ اقدس میں کیا کیا طلب کرتا ہے اور اسے کس کس طرح نوازا جاتا ہے، وہ بس دینے والے آقائے کریم جانیں اور لینے والا غلام جانے۔ البتہ اس عطائے خسروانہ کا فیض اور برکتوں کا ایک زمانے نے مشاہدہ کیا۔

RI K میں ابا حضرت ایڈمٹ تھے، اچانک خدام نے ملاحظہ کیا کہ اٹھنا بیٹھنا مشکل تھا لیکن اچانک ابا اٹھ کر بیٹھ گئے، اٹھا نہ گیا تو بیٹھے بیٹھے ہی دست بستہ ہو کر عرض کرنے لگے: الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ۔ الصلوٰۃ والسلام علیکم یا حبیب اللہ۔ ایسا لگ رہا تھا کہ آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم جلوہ افروز ہو رہے ہیں اور ان کا غلام باوفا اپنے آقا کی بارگاہ میں سلام نیاز گزار رہا ہے اور پھر وصال کے بعد تو ایک عالم نے آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی اپنے اس غلام پر خاص انعام کا جلوہ ملاحظہ کر لیا کہ ع

عاشق کا جنازہ تھا بڑی دھوم سے نکلا

متعدد اصحاب عرفان و حال نے ابا کو صاحب عرفان و حقیقت سمجھا اور فرمایا۔ قطب مدینہ حضرت علامہ شاہ ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ کی نماز جنازہ جنھوں نے پڑھائی، ان کے برادر محترم جو خود صاحب عرفان کی حیثیت سے شہرت رکھتے ہیں، یعنی حضرت شیخ انس مراد دامت برکاتہم نے فرمایا: حضرت شیخ اختر رضا قادری ازہری اصحاب حقیقت میں سے ہیں۔ صاحب ابریز سیدی شیخ عبدالعزیز دباغ قدس سرہ کے فرد خاندان صاحب ذوق وحال حضرت شیخ عازم دباغ دامت برکاتہم نے شیخ ابوزین کے بارے میں فرمایا جو قطب وقت کی حیثیت سے شہرت رکھتے ہیں، مدینہ طیبہ کی حاضری کے دوران ابا حضور باب السلام سے حاضری بارگاہ عرش جاہ کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت شیخ عازم دباغ کی نظر ابا حضور پر پڑی۔ وہ لپک کر آئے اور بغیر کسی پیشگی شناسائی کے حضرت سے مصافحہ و معانقہ فرمایا اور اجازت کے طالب ہوئے۔ ابا حضرت نے انہیں اجازت عطا فرمائی اور ان سے دعا کے طالب ہوئے۔

ابا حضور کے داہنے کان کے پاس جو گدی کا نچلا حصہ تھا، وہاں رگوں کے جال سے اسم جلالت ''اللہ'' تحریر تھا۔ اس کو میں نے بھی دیکھا اور دیگر افراد خاندان اور دیگر حضرات نے بھی جن میں طارق حسن [جدہ] خاص طور سے قابل ذکر ہیں، نے بھی ملاحظہ کیا۔

ابا حضور نے اسباب پہ کبھی تکیہ نہ کیا، بلکہ ہمیشہ مسبب الاسباب کے آستان کرم پر نگاہ رہی۔ حالات کے متعدد نشیب و فراز آئے، خود جامعۃ الرضا کے قیام کا مرحلہ تھا، ہم لوگ بھی متفکر تھے، کیسے یہ سارے مرحلے طے ہوں گے لیکن حضرت کو اپنے کریم رب کی ذات اقدس پر بھروسہ تھا آپ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

کام رکتے کا نہیں اے دل ناداں کوئی
پردۂ غیب سے ہو جائے گا ساماں کوئی

اور ہم نے بھی دیکھا اور ایک عالم نے بھی مشاہدہ کیا کہ رفتہ رفتہ معاملات درست ہو گئے، رکاوٹیں دور ہو گئیں اور کاروان شوق اپنی منزل کو جا پہنچا۔ کریم رب کی کارسازی پر بھروسہ اور اس کے مکرم حبیب سے عشق کی حد تک وابستگی کا ابا حضور

پر یہ فیضان تھا۔

معاملات دنیا میں آپ نے بالکل اکہری اور شفاف روش اختیار فرمائی، ہر ایک سے نرم خوئی، کشادہ پیشانی سے ملتے، علماؤ مشائخ کا اکرام فرماتے، بڑوں سے نیازمندی کے ساتھ پیش آتے، چھوٹے چھوٹے بچوں پر خوب شفقت فرماتے، کسی سے کوئی وعدہ فرمالیا تو اسے ہر ممکن حد تک پورا فرمانے کی کوشش فرماتے۔ پل قاضی کے پاس ہمارے ننیہالی حصے میں ایک دُکان آئی تھی اس پر ایک کرایہ دار قابض تھا، اس میں نصف ہمارے ایک دوسرے فرد خاندان کا حصہ تھا اور نصف ہمارا۔ کرایہ دار نے ملکیت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ یہ ۱۹۸۸ء کی بات ہے۔ اس کی بازیابی کے لئے مقدمہ کی نوبت آئی۔ کرایہ دار کے پاس متعدد نوٹسیں آئیں۔ بالآخر وہ ۹۳-۱۹۹۲ء میں یہ درخواست لے کر آیا کہ دُکان ہمارے ہاتھ فروخت کر دیں۔ ہمارے دوسرے فرد خاندان نے پچاس ہزار میں اپنا حصہ اس کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا، ابا حضور نے مجھے بھی حکم فرمایا کہ اپنا حصہ بھی اس سے فروخت کر دو، الغرض معاملہ طے ہو گیا لیکن کوئی کاغذی کارروائی نہیں ہوئی، کرایہ دار نے ہمیں بھی ۴۵ ہزار روپے دے دیئے، پانچ ہزار رہ گئے تھے۔ پھر کافی دنوں تک اس نے پلٹ کر کوئی خبر ہی نہیں لی، پھر ۲۰۰۶ء کے آس پاس اس کے بیٹے آئے اور کہا کہ بقیہ پانچ ہزار لے کر وہ دکان ہمیں رجسٹری کر دیں۔ میں نے کہا: ایک دو دن میں ابا سے پوچھ کر بتاتا ہوں، اسی کے دوران اس کے دور کے متعلقین آئے اور ہم سے گزارش کی کہ آپ نے زبانی ہی تو کہا تھا، کوئی بیع نامہ وغیرہ تو لکھا نہیں، آپ اس کے دیئے ہوئے پیسے لوٹا دیں اور وہ دُکان ہمیں دے دیں۔ ۱۵۔ ۲۰ رلاکھ جو بھی آپ مناسب سمجھیں، ہم دینے کو تیار ہیں، میں نے ان سے بھی یہی کہا کہ ابا جیسا فرمائیں گے ویسا کروں گا۔ پھر میں نے ابا سے سارے معاملات عرض کیے، حضرت نے ساری باتیں سن کر فرمایا: غیر مسلم سے بھی دھوکا جائز نہیں، یہ ٹھیک ہے کہ ہم نے کوئی تحریر نہیں دی تھی لیکن مسلمان کی عزت سب سے بڑھ کر ہے، اس لئے تم اس کرایہ دار سے بقیہ پانچ ہزار لے کر دُکان اس کے نام رجسٹری کر دو، ہم اپنے زبان سے پھر نہیں سکتے۔

بعد میں اس کے رشتہ داروں نے بتایا کہ اس کے بیٹے اسے صبح وشام کوستے تھے کہ اس نے پیسہ دے دیئے اور کوئی تحریر نہیں لی، کہیں وہ اپنی بات پھر گئے تو کیا ہوگا؟ اس نے کہا: یہ بڑے مولانا صاحب کی اولا دیں ہیں، تمہارا باپ تو پھر سکتا ہے مگر وہ نہیں پھر سکتے۔

ابا حضور کے تجربات بہت وسیع تھے اور مومنانہ فراست بہت کمال کو پہنچی ہوئی تھی، اگر کسی کے ساتھ کچھ معاملات ہو جاتے تو فرماتے، اسے معاف کر دو، دل میں مت رکھو لیکن اسے بھولو مت۔ حضرت کا مقصد یہ ہوتا کہ عفو ودرگزر سے کام لو، دل میں کینہ مت پالو، اللہ اجر دے گا لیکن اس بے سلوکی کے تناظر میں اس سے ہمیشہ محتاط رہو، یہ اصل میں حدیث پاک کی ترجمانی تھی "لا یلدغ المومن من جحر مرتین" مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا۔ یعنی صاحب ایمان اگر کسی سے دھوکہ کھالیتا ہے، گزند اٹھالیتا ہے تو پھر اس سے ہمیشہ محتاط رہتا ہے تاکہ وہ موذی دوبارہ دھوکہ نہ دے سکے، دوبارہ تکلیف نہ پہنچا سکے۔ کوئی کسی کے بارے میں غلط بیان کرتا تو فرماتے: یہ وہی ہے- یعنی اس دوسرے شخص نے تو ہمارے سامنے کچھ نہ کہا جس سے ہمیں تکلیف پہنچتی، جھوٹ سچ خبر پہنچا کر اسی نے ہمیں ذہنی اذیت پہنچائی ہے تو اصل مجرم یہی ہے۔ یہ بھی ایک حدیث شریف کی ترجمانی ہے۔ حضرت امام احمد اور ابوداؤد، حضرت ابومسعود سے اس حدیث پاک کے راوی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "بئس مطیۃ الکذب" جھوٹ کی سواری بننے والے بہت برے ہیں۔ یعنی کسی کی جھوٹی خبر اپنے زبان پر لاد کر دوسروں تک پہنچانے والے ہی اصل برے ہیں۔

اسی پابندیٔ شریعت مصطفےٰ اور دین و دنیا کے معاملے میں اکہرے پن کا فیضان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابا حضرت کو شرح صدر کی دولت بے مایہ عطا فرمادی تھی۔ جس کے بارے میں برسوں پہلے فرمادیا، عرصہ کے بعد ویسا ہی ظہور میں آیا۔ بہت سے علوم اور زبانیں جنہیں آپ نے باضابطہ حاصل کرنے کی سعی نہیں فرمائی تھی، وہ بارگاہ رب العزت او ر دربار رسالت وغوثیت مآب سے آپ کو عطا فرمائے گئے۔ زمان ومکان کی جہتیں آپ پر منکشف کردی گئیں۔ دلوں کے حالات سے باخبر فرمایا گیا۔ اس کے متعدد واقعات ہیں جو دوسروں کے قلم سے زیادہ اچھے لگتے ہیں۔

آپ حضرات دعا کریں کہ اللہ رب العزت اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے مجھے حوصلہ، ہمت اور توفیق عطا فرمائے کہ حضرت کے چھوڑے ہوئے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکوں۔

تم نے جو شمع جلائی تھی نہ بجھنے پائے
اب تو لے دے کے یہی کام ہمارا ٹھہرا

***

نعلین پاک کا ادب واحترام

علالت کے ایام میں ابا کے سونے سے پہلے ہم بہنوں میں سے کوئی بھی نعلین پاک ابا کے سر پہ رکھا کرتی تھیں، ابا ہم سے نعلین پاک آنکھوں پر رکھنے کو کہتے تھے اور چومتے بھی تھے، ایک بار ہماری تیسری بہن اور مفتی شعیب رضا قادری علیہ الرحمہ کی اہلیہ ابا کے سر پہ نعلین پاک رکھنے گئیں۔ اس دن ابا کافی گہری نیند میں تھے۔ عام دنوں میں ہم نعلین پاک سر پر رکھنے سے پہلے بتا دیا کرتی تھیں مگر اس دن چونکہ گہری نیند میں تھے تو انہوں نے بتائے بغیر ہی ابا کے سر پر نعلین پاک رکھ دیا۔

فوراً ابا کی آنکھ کھلی گئی اور آپ نے نعلین پاک کے ادب واحترام میں اپنے پاؤں سمیٹ لیئے۔ یہ تھا ہمارے ابا کا عشق رسول اور تبرکات رسول ﷺ کا ادب واحترام کہ گہری نیند میں بھی آپ کو ان تبرکات کے اپنے قریب ہونے کی خبر ہو جاتی تھی اور آپ ان کا ادب واحترام بجالاتے تھے۔ اللہ ہم سب کو ابا کی طرح عشق رسول ﷺ عطا فرمائے آمین۔

حضور تاج الشریعہ کی شہزادیاں

ہمارے ابا حضور

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے بارے میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، اگر ہم کچھ کہیں بھی تو لوگ کہیں گے کہ حضور تاج الشریعہ سے قرابت داری ہم سے یہ باتیں کہلوا رہی ہے، کیوں کہ سبھی اپنے رشتہ داروں کی تعریف وتوصیف کرتے ہیں، ہم ان کی بھلا کیا تعریف کر سکتے ہیں جن کی تعریف وتوصیف آج پوری دنیا کر رہی ہے، ان کی تعریف کرنا دراصل خود کو محترم بنانا ہے، ان کی توصیف کرنا درحقیقت اللہ کے محبوب بندے کی توصیف کرنا ہے، حقیقت یہ ہے کہ ہم تاج الشریعہ کی نہیں اپنی تعریف وتوصیف کر رہے ہیں۔

وہ تاج الشریعہ جن کی پوری دنیا دیوانی ہے، وہ تاج الشریعہ جن کے علم وفضل کا لوہا دنیا کے بڑے بڑے دانشوران قوم وملت نے مانا ہے، وہ تاج الشریعہ جن کی ایک نگاہ التفات پر لوگ اپنا سب کچھ قربان کر دینے کو تیار رہتے تھے، ایسی عظیم المرتبت شخصیت اور ایسی برگزیدہ ذات گرامی سے "رشتہ داری" کا "تمغہ" کوئی معمولی "انعام" ہے، یہ ایسا اعزاز نہیں، جس پر ہزاروں نعمتیں قربان! جس نے آج ہمیں دنیا میں محترم بنا دیا ہے اور ان شاء اللہ الرحمٰن کل قیامت میں بھی سرخ رو کرے گا۔

مولیٰ تعالیٰ حضور تاج الشریعہ کی تربت انور پر رحمت وانوار، برکات وحسنات کی رم جھم بارش فرمائے اور ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے، بالخصوص ہمارے برادر نسبتی حضرت مولانا عسجد رضا خاں قادری مدظلہ العالی کو حضور تاج الشریعہ کا سچا جانشین بنائے، آمین۔

✍ محمد برہان علی خاں قادری، محمد منسوب علی خاں قادری
✍ محمد سلمان رضا خاں قادری، محمد فرحان رضا خاں قادری

آہ! ہمارے دادا حضور

میرے دادا حضور شیخ الاسلام والمسلمین، قاضی القضاۃ فی الہند، تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا الشاہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری قدس اللہ سرارہ وذو رمرقدہ کے وصال حسرت آیات سے ایسا خلا واقع ہوا جس کا پر ہونا مشکل نظر آتا ہے۔ آپ بہترین فقیہ، عظیم محدث، عمدہ مفسر اور مرشد کامل تھے، آپ کی طرح اب کوئی نظر نہیں آتا، آپ کی رحلت سے اہلسنت وجماعت میں جو غم کی لہر دوڑی وہ سب پر ظاہر وباہر ہے، لیکن آپ کے تشریف لے جانے سے "بیت الرضا" پر جو غم والم اور حزن وملال کے بادل چھائے ہیں ان کا بیان ناممکن ہے۔

۲۰ رجولائی بروز جمعہ کو جب حضور تاج الشریعہ کی کچھ طبیعت ناساز ہوئی تو میں ابا کی صحت یابی کی دعا کے لئے بارگاہ اعلیٰ میں حاضر ہوا اور دعا کے بعد بلا تاخیر ابا کے پاس حاضر ہو گیا لیکن میرا دل گھبرایا ہوا تھا اور پریشان تھا تو ایک بار پھر شفایابی کی دعا کے لئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور بحضور قلب دعا کرنے لگا کہ اچانک میرے برادر خورد عزیزم محمد ہمام احمد رضا میرے پاس آئے اور یہ اندوہناک خبر دی کہ حضور تاج الشریعہ کا وصال ہو گیا۔ للہ ما أعطی وللہ ما أخذ ولکل شئی أجل مسمی۔ وانا للہ وانا الیہ راجعون. اس المناک خبر سے دل مضمحل ہو گیا اور کچھ بولنے کی سکت باقی نہ رہی، تیزی سے ابا کے حضور حاضر ہوا جہاں پورے اہل خانہ کی کیفیت دگرگوں تھی جس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

بچپن سے ابا نے مجھے جو پیار دیا اور اپنی شفقت اور اپنے فیضان سے نوازا میں اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار اور جد امجد کا احسان مند ہوں، بلا شبہ حضور تاج الشریعہ ایک عظیم قائد اور ایک عظیم جد امجد تھے، ان کی تربیت کے جو نقوش میرے ذہن و دل پر ہیں دعا گو ہوں کہ مولا تعالیٰ ان کو تا حیات باقی رکھے اور مجھے ان پر عمل کرنے اور آپ کے مشن پر مجھے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین بجاہ النبی الامین الکریم و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و صحبہ اجمعین

ابر رحمت تیرے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

منجانب نبیران حضور تاج الشریعہ محمد حسام احمد رضا و محمد ہمام احمد رضا سلمہما

[عزیزم حسام رضا سلمہ کے جذبات کو الفاظ کے جامہ پہنایا گیا ہے۔]

نوٹ: حضور تاج الشریعہ کو آپ کے جملہ نبیرگان "ابا" کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔

***

میرے پیارے نانا جان

نانا جان کے وصال سے ہم سب بچے غم زدہ ہیں، ہم بچوں کے وہ بہت پیار فرماتے تھے، مجھ سے بہت پیار فرماتے، میں آخری وقت میں روزانہ ان کو قصیدہ بردہ شریف سناتا تو فرماتے ''اچھا سنایا'' مگر جب میں نے ان کے وصال سے ایک دن پہلے سنایا تو ماتھے اور گالوں پر پیار دیا اور سینے سے لگا کر فرمایا ''میرا بچہ ہے، اللہ اچھا رکھے''۔ پھر میں نے کہا: ''اللہ آپ کو بھی اچھا رکھے تو فرمایا: آمین۔ اور جب میں چھوٹا تھا تو نانا ابا اپنے پیٹ پر بٹھا کر کھلاتے، میرے ہاتھ کی مٹھیاں اس طرح اپنے پیٹ پر چلواتے جیسے آٹا گوندھتے ہیں۔ جب نانا ابا سے ملتا تو نانا ابا اس طرح کہلواتے ''ابا زندہ باد، امی زندہ باد'' پھر آخر میں بولتے'' کہو! شاذان زندہ باد''

جب میری عمر اور چھوٹی تھی اور میں سوداگران جاتا تو نانا ابا ہمیں چھوڑنے ہمارے گھر پرانے شہر آتے اور عسجد ماما سے کہتے کہ چلو شاذان کو چھوڑ آئیں، مجھے اپنی گود میں بٹھا کر شفقت فرماتے رہتے اور جب گھر قریب آتا تو فرماتے ''شاذان تمہارا گھر قریب ہے۔''

کتبہ علوان علی، منہال علی، سفیان رضا، محمد شاذان رضا

کتبہ محمد حمزہ رضا، مہان رضا، ثوبان رضا، حبان رضا

بچوں کے جذبات

سیدی مرشدی تم کہاں چل دیے — چھوڑ کر ہم کو سوئے جناں چل دیے

روشنی علم کی پھیلی ہے آپ سے — اختر علم و فن نہ رہے چل دیے

چھوڑ کر آنکھ میں آنسوں کی قطار — چھوڑ کر ہم کو جان جہاں چل دیے

یا خدا یا خدا جب کہا آپ نے — ابر رحمت یہاں اور وہاں چل دیے

کوہِ غم دل پہ ہے آنکھیں ہیں آبشار دل مضطر پہ سیل رواں چل دیے

اے خدا کر عطا ہم کو صبر جمیل — اے ضیاءِ رضا وہ جناں چل دیے

''حمرا'' کے قلم سے

نقشِ اوّل

تعزیتی خطوط و تأثرات

الملاحظة: كلمات التعازي و المواساة من العلماء و المشائخ من دول العرب و غيرها إلى نجله الشيخ العلامة المفتي محمد عسجد رضا القادري خاصة و إلى الأمة الإسلامية عامة في وفاة مفتي الديار الهندية . قاضي القضاة في الهند الشيخ الإمام العلامة المفتي محمد أختر رضا خان القادري الأزهري رحمه الله تعالى رحمة واسعة.

الدكتور حمزة الكتاني، الرباط، مغرب.

بلغنا نعي فضيلة العلامة الشيخ محمد أختر رضا خان الحنفي القادري الأزهري..علامة الهند والمفتي الكبير...فرحمه الله تعالى واسكنه فسيح جناته وانا لله وانا اليه راجعون...تعازي لجميع أهله وتلامذته وذويه...وانا لله وانا اليه راجعون...

جنازة علامة الهند الإمام السيد محمد أختر رضا خان القادري رحمه الله تعالى واسكنه فسيح جناته..وهي من أعظم جنائز الدنيا...تدل على مدى عناية أهل الهند بعلمائهم.

الشيخ منور عتيق، برمنغهام، الولاية المتحدة

سيدنا وإمامنا وأستاذنا الجليل وشيخنا المجيز مرجع الفواضل ومنبع الفضائل قاضي الديار الهندية بركة الزمان بحر العلوم و كنز العرفان ناصر السنة قامع البدعة تاج الشريعة المفتي أختر رضا خان الأزهري ابن المفسر الأعظم الشيخ إبراهيم رضا خان ابن حجة الإسلام حامد رضا ابن الإمام الأكبر العلامة الجليل سيدي أحمد رضا خان القادري ابن خاتمة المحققين في الهند المفتي نقي علي خان ابن العارف بالله مفتي الديار الهندية رضا علي خان عليهم الرحمة والرضوان كان آية من السلف في التقوى والإستقامة والعلم واتباع السنة إن العين لتدمع وإن القلب ليحزن وإنا على فراقك يا كاشف المعضلات لمحزونون جمعنا الله وإياكم تحت لواء الحبيب الأكرم والنبي الأعظم صلى الله عليه وسلم يوم القيامة آمين.

الشيخ الدكتور أحمد محمود الشريف، جامعة الأزهر الشريف، مصر.

نعزي أنفسنا والمسلمين جميعا، وأهل السنة والجماعة بالقارة الهندية وسائر الأمصار، في وفاة إمام أهل السنة والجماعة بالهند العلامة، المفتي الأعظم للهند القاضي: أختر رضا خان الحنفي الأزهري البريلوي القادري، رحمه الله رحمة واسعة وألحقه بالصالحين، وجعله مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين.

وفاء بلزر يسير من حق الإمام الجليل مفتي الهند الأعظم، وإمام أهل السنة والجماعة بالقارة الهندية وما حولها: أختر رضا خان الحنفي القادري الأزهري البريلوي:

نجتمع غدا إن شاء الله في صلاة المغرب بمسجد مولانا الإمام الحسين رضي الله عنه، ثم نختم القرآن له بعدد ما يفتح الله علينا به من ختمات، ثم ندعوا الله له بالمشهد الحسيني الشريف عند سيد شباب أهل الجنة رضي الله عنه عسى الله أن يقبلنا جميعا ويرحمنا وأن يقبل دعاءنا للإمام رحمه الله.

والدعوة عامة للجميع من إخواننا طلاب العلم والسادة أهل الطريق وغيرهم من المحبين، رحم الله فقيد الأمة وأدخله مدخل صدق مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين.

الشيخ العلامة محمد علي يماني مكة المكرمة، السعودية العربيه

نعزي أنفسنا والمسلمين جميعا بوفاة شيخنا بالإجازة إمام أهل السنة والجماعة في بلاد الهند والسند والباكستان وسائر القارة الهندية فضيلة العلامة الشيخ الولي أختر رضا خان القادري الحنفي الماتريدي.

نسأل الله تعالى له المزيد من النعيم، وأن يجمعنا معه تحت ظل عرشه يوم لا ظل إلا ظله مع العافية في الدنيا والآخرة.. إنا لله وإنا إليه راجعون. وفقنا الله تعالى أمس لعقد مجلس بمسجد مولانا الإمام الحسين رضي الله عنه، بالقاهرة بعد المغرب، وختمنا القرآن الكريم عدة ختمات، ووهبنا ثوابها بالمشهد الحسيني مع الدعاء للعلامة تاج الشريعة، إمام أهل السنة والجماعة بالقارة الهندية، مفتي الهند الأعظم: أختر رضا خان الحنفي القادري الأزهري البريلوي.

نسأل الله أن يتقبل منا وأن يرحمه رحمة واسعة، وأن يدخله مدخل صدق مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين.

مجلة أهل السنة والجماعة

رأينا صور جنازة شيخنا الإمام العلامة تاج الشريعة أختر رضا خان إمام أهل السنة والجماعة في القارة الهندية رضي الله عنه.. وتقدير أعداد الحضور بالملايين ولا يعلم عددهم إلا الله تعالى فبيننا وبين أهل البدع الجنائز كما ورد عن الإمام أحمد بن حنبل فهل تعرفون مجسما أو عدو الأهل السنة والجماعة الأشعرية مشى في جنازته هذا العدد؟

الشيخ رامي العبادي موصل العراق:

بسم الله الرحمن الرحيم

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

ببالغ الحزن والأسى تلقينا خبر وفاة تاج الشريعة إمام أهل السنة والجماعة في بلاد الهند والسند والباكستان وسائر القارة الهندية فضيلة العلامة الشيخ الولي أختر رضا خان القادري الحنفي الماتريدي الأزهري شيخ الطريقة القادرية راجين من العلي القدير أن يتغمده برحمته الواسعة وأن يسكنه فسيح جناته وأن يلهم أهله وذويه ومحبيه جميل الصبر والسلوان.

إنا لله وإنا إليه راجعون

الشیخ محمد محمود الحاجی نواکشوط، موریتانیا

رحم الله مفتي الديار الهندية وإمام أهل السنة والجماعة في هذا العصر الشيخ أختر رضا حفيد الإمام نادرة عصره أحمد رضا خان البريلوي وقد قلت بهذه المناسبة الأليمة:

نَبَأٌ أقضَّ مَضاجِعي وَكِيَاني
وتَضَعْضَعَتْ من هَوْلِهِ أركاني

وانهَدَّ رُكْنُ الدين بعدَ ثَباته
لمّا نَعَوا لي دُرّةَ الأزمانِ

نَعَوا "أخْتَرْ" البحرَ الذي قَذَفَتْ لنا
أمواجُه بالدُّرِّ والمُرجانِ

تاجُ الشريعةِ والحقيقةِ والهدى
قطبُ الورى غوثُ الغريقِ العاني

أحيا لنا كُتُبَ الإمامِ المرتضى
فيها لِفُلْكِ الحقِّ كالقُبطانِ

أسَفي على تلك المَحَاسن من فتًى
قد عاشَ بالإيمانِ والإحسانِ

قد كان نورا يُهتدى بضِيائه
واليوم أمسى ثاويا بجِنانِ

فالله يجزيه بخير جزائه
ويُنيله من الرَّوْحِ والريحانِ

العلامة الفقيه نضال إبراهيم آل رشي دمشق، سوريا

رحم الله الشيخ محمد أختر رضا كان قد جاء إلى دمشق منذ ما يقارب عشر سنوات وكنت حينئذ في الشام الحبيبة المباركة فاتصل بي ودعاني في جمع من مشايخ دمشق، وقال لي: نقلتُ من كتابك: "رفع الغاشية" ثماني صحيفات. اللهم أكرم الله نزله وارفعه في عليين بفضلك وكرمك يا رب العالمين...

الداعية الكبير الشيخ العلامة الحبيب على الجفرى اليمن

من المشهد المهيب لجنازة المفتي الأعظم الشيخ التاج محمد أختر رضا خان بريلوي رحمه الله. ملخص ترجمة الشيخ الذي سبق نشرها. إنّا لله وإنّا إليه راجعون

فقدت الأمة علمًا من أعلام الهدى وهو مفتي الهند الأعظم الفقيه المُحدِّث شيخنا تاج الشريعة محمد أختر رضا خان الحنفي القادري الأزهري. وهو من بيت علم عريق فهو ابن الشيخ المفسر الأعظم بالهند مولانا إبراهيم رضا (المكنى جيلانى ميان) ابن حجة الإسلام الشيخ محمد حامد رضا ابن الإمام الكبير أحمد رضا الحنفي البريلوي، ومن جهة والدته فإن جده من والدته هو المفتي الأعظم بالهند الشيخ محمد مصطفى رضا خان القادري الحنفي البركاتي ابن الشيخ أحمد رضا خان الحنفي البريلوي.

أخذ الشيخ حفظه الله الدروس الأولية والعلوم الابتدائية العقلية والدينية عن العلماء الأكابر المعروفين في وقته وعن والده وجده من والدته الشيخ محمد مصطفى رضا. وحصل على شهادة تخرج العلوم الدينية من دار العلوم منظر الإسلام بمسقط رأسه مدينة بريلي. ثم أكمل أدامه الله تعليمه في جامعة الأزهر الشريف بالقاهرة وتخرج من كلية أصول الدين بارعا في الأحاديث وعلومها ومتضلعا بها.

وقد استخلفه المفتي الأعظم بالهند الشيخ محمد مصطفى رضا خان قبل وفاته فبرع الشيخ في الإفتاء وفي حلِّ المسائل المعقدة المتعلقة بالفقه وكان الشيخ يفتي ويعظ ويؤلف باللغات العربية والأوردو والإنجليزية. لشيخ رحمه الله العديد من المؤلفات منها فتاواه المعروفة بأزهر الفتاوى في خمس مجلدات وفتاواه باللغة الإنجليزية أيضًا. وله حاشية على صحيح البخاري كما أن له شرحًا على بردة المديح اسمه: الفردة في شرح قصيدة البردة. وللشيخ رحمه الله ديوانان ديوانه الأول المسمى:

"نغمات أختر" والثاني: "سفينة بخشش" بمعنى "سفينة العفو". تضمنا قصائد باللغتين العربية والأردو. "منقول بتصرف"

وقد شرف الفقير بزيارة كريمة من الشيخ في المنزل عقد فيها مجلس عظيم في روحانيته وحضوره وتكرم على الفقير فيها بإجازة في مروياته وأسانيده عن أشياخه وكذلك في مصنفاته كما عطر المجلس بإنشاد عذب لقصيدة من نظمه وحصل بين الأرواح انسجام وألفة وجمعية قدسية ذوقية رحمه الله رحمة الأبرار وأسكنه الفردوس الأعلى من الجنة وألحقه بأسلافه الصالحين. وأخلفه في أولاده وطلبته ومريديه وذويه وفينا وفي الأمة بخلف صالح ولا حرمنا أجره ولا فتننا بعده إنه نعم المولى ونعم المصير.

إنا لله وإنا إليه راجعون

فقدت الأمة علمًا من أعلام الهدى وهو مفتي الهند الأعظم الفقيه المحدث شيخنا تاج الشريعة محمد أختر رضا خان الحنفي القادري الأزهري.

وهو من بيت علم عريق فهو ابن الشيخ المفسر الأعظم بالهند مولانا إبراهيم رضا (المكنى جيلاني ميان) ابن حجة الإسلام الشيخ محمد حامد رضا ابن الإمام الكبير أحمد رضا الحنفي البريلوي. ومن جهة والدته فإن جده من والدته هو المفتي الأعظم بالهند الشيخ محمد مصطفى رضا خان القادري الحنفي البركاتي. ابن الشيخ أحمد رضا خان الحنفي البريلوي.

أخذ الشيخ حفظه الله الدروس الأولية والعلوم الابتدائية العقلية والدينية عن العلماء الأكابر المعروفين في وقته. وعن والده وجده من والدته الشيخ محمد مصطفى رضا. وحصل على شهادة تخرج العلوم الدينية من دار العلوم منظر الإسلام بمسقط رأسه مدينة بريلي. ثم أكمل أدامه الله تعليمه في جامعة الأزهر الشريف بالقاهرة وتخرج من كلية أصول الدين بارعا في الأحاديث وعلومها ومتضلعا بها.

وقد استخلفه المفتي الأعظم بالهند الشيخ محمد مصطفى رضا خان قبل وفاته فبرع الشيخ في الإفتاء. وفي حل المسائل المعقدة المتعلقة بالفقه وكان الشيخ يفتي ويعظ ويؤلف باللغات العربية والأوردو والإنجليزية. للشيخ رحمه الله العديد من المؤلفات منها فتاواه المعروفة بأزهر الفتاوى في خمس مجلدات وفتاواه باللغة الإنجليزية أيضًا وله حاشية على صحيح البخاري كما أن له شرحًا على بردة المديح اسمه: الفردة في شرح قصيدة البردة. وللشيخ رحمه الله ديوانان ديوانه الأول المسمى: "نغمات أختر" والثاني: "سفينة بخشش" بمعنى "سفينة العفو". تضمنا قصائد باللغتين العربية والأردو. "منقول بتصرف" وقد شرف الفقير بزيارة كريمة من الشيخ في المنزل عقد فيها مجلس

عظيم في روحانيته وحضوره. وتكرم على الفقير فيها بإجازة في مروياته وأسانيده عن أشياخه وكذلك في مصنفاته. كما عطر المجلس بإنشاد عذب لقصيدة من نظمه. وحصل بين الأرواح انسجام وألفة وجمعية قدسية فوقية.

رحمه الله رحمة الأبرار وأسكنه الفردوس الأعلى من الجنة وألحقه بأسلافه الصالحين. وأخلفه في أولاده وطلبته ومريديه وذويه وفينا وفي الأمة بخلف صالح. ولا حرمنا أجره ولا فتنا بعده إنه نعم المولى ونعم المصير.

الأستاذ الدكتور حازم محفوظ، جامعة الأزهر الشريف، مصر

عزاء واجب رحل عن عالمنا في مساء يوم الجمعة 20 من شهر يوليو 2018م، شيخنا الإمام مولانا "محمد أختر رضا الهندي الأزهري".. أكبر شيوخ التصوف الإسلامي المستنير في الهند.. شرفت باللقاء به لأول مرة في مدينة كراتشي الباكستانية أثناء انعقاد المؤتمر الدولي للاحتفاء بعيد ميلاد النبي الأكرم.. في شهر يناير من عام 2001م..

قدمني له أستاذي الشيخ المحدث "محمد الحكيم شرف القادري".. وبعد أن تصافحنا، قال لي: "لقد سمعنا عنك في الهند. وقرأنا ما كتبت عن جدنا إمام الصوفية في الهند مولانا "أحمد رضا خان".. ثم دعا لي بالخير..

هذا وحرصت على اللقاء به عدة مرات في أيام المؤتمر الدولي.. ثم تفضل بمنحي سند الإجازة العلمية العامة في العلوم الإسلامية، المؤرخ في 29 من شهر شوال من عام 1421 هجري، الموافق 25 من شهر يناير من عام 2001 ميلادي..

وفي عام 2009م، قدم شيخنا الإمام "محمد أختر رضا الهندي الأزهري" في القاهرة، وأقيمت على شرفه احتفالية عظيمة في مركز الشيخ صالح كامل في جامعة الأزهر..

هذا وقبيل مقدم شيخنا في القاهرة اتصل بي بعض الأخوة الهنود ممن يتلقون العلم في جامعة الازهر، وطلبوا مني الموافقة على إصدار الطبعة الثانية من كتابي المتواضع: "مولانا محمد أحمد رضا البريلوي الهندي عند صفوة من مفكري العرب المعاصرين" (يقع في 375 صفحة).. وذلك ترحيبا بمقدم شيخنا، وعلى أن يوزع هدية مجانية في الاحتفالية الكبرى في مركز الشيخ صالح كامل.. فرحبت بهذه المبادرة.. وتم بالفعل إصدار الطبعة الثانية من الكتاب المذكور..

وفي الاحتفالية الكبرى، شرفت بلقاء شيخنا الإمام، وكان لقاء علم وخير.. رحم الله شيخنا الإمام "محمد أختر رضا الهندي الأزهري"، وأدخله فسيح جناته.. آمين

الشيخ السيد عمر سليم الاعظمي البغدادي
إمام جامع الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان سابقا
الشيخ عبد الجليل العطا البكري خطيب الجامع الأكبر بدر الدين الحسني. دمشق. سوريا.
الشيخ محمد عمر فاروق. دمشق. سوريا.
الشيخ مصطفى حميد الصالحي. مكة المكرمة.
الشيخ محمد بادنجكي. دمشق. سوريا
الشيخ خويلد بلخيري دمشق. سوريا.
الدكتور الشيخ عبد النصير المليباري
محب الشيخ أحمد الحبال الرفاعي
الشيخ أحمد ضبع دمشق. سوريا
شيخ مشائخ الصومال الشيخ عثمان بن عمر حدغ الشافعي.
الدكتور الشيخ لؤي الخليلي الحنفي. سوريا.
الشيخ عبد الباسط الأزهري مصر.
الشيخ عبد العزيز الخطيب الحسني. سوريا.

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده سيدنا محمد وعلى آله وصحبه ومن سار على دربه إلى يوم لقاء ربه..

إن شيخنا الكريم الفاضل وسليل المشائخ الكرام الأفاضل العارف بالله ورسوله تاج الشريعة المرشد الكامل والمربي الفاضل الشيخ محمد أختر رضا خان القادري الحنفي البريلي الهندي كان ركن من أركان العلم وداعية من دعاة الاسلام في العالم الاسلامي وفي شبه القارة الهندية بصفة خاصة وكان كريم الاخلاق ذو همة عالية. ومع كبر سنه وظروفه الخاصة به فإنه كان لا يفتر عن ذكر الله ونشر العلم والدعوة الى الله وإرشاد الناس إلى طريق الحق والصراط المستقيم وكل من رآه أحبه لحسن معاشرته.

وأخلاقه الفاضلة وصلاحه

وله كتب جليلة ومفيدة نفع الله بها المسلمين

ولقد فجع العالم الاسلامي بفقد هذا العالم الجليل والمرشد النبيل والذي له على الناس الفضل الجزيل والتوجيه الجميل ولكن هي سنة الله في خلقه لقوله عز وجل "كل من عليها فان ويبقى وجه

ربك ذو الجلال والاكرام» وبفقد شيخنا الفاضل محمد اختر فقدت الامة الاسلامية داعيةً ومرشدًا ربانيا فاضلا رحمه الله رحمة الابرار واسكنه الفردوس الاعلى فى دار القرار ولا نقول الا مايقوله الصابرون انا لله وانا اليه راجعون ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم عوضه الله بمجاورة حبيبه ولذة النظر الى وجهه الكريم هو وامواتنا واموات جميع المسلمين

وعوضنا الله عنه بالخلف الصالح للسلف الصالح

الذى يرفع الله به منار الدين اللهم امين يارب العالمين

الراجى عفو ربه الحى الباقى

الشريف/موسى عبده الاسحاقى

مدرس فقه وعلوم شرعية ونسابة الاشراف الاسحاقية

تعزیت نامہ

از: شیخ الاسلام حضرت علامہ مفتی الحاج سید محمد مدنی الاشرفی الجیلانی
آستانہ عالیہ محدث اعظم ہند، کچھوچھہ مقدسہ

معتمد ذرائع سے افسردہ خبر ملی کہ امام اہل سنت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شہزادے عالم اسلام کے مشہور ومعروف عالم دین مفتی اختر رضا خان ازہری صاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہ، جانشین حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ اس دنیائے فانی میں نہ رہے، انا للہ وانا الیہ راجعون

مفتی اختر رضا ازہری صاحب کی رحلت بلاشبہ علمی وروحانی دنیا میں عظیم خلا ہے جس کا پر ہونا مستقبل قریب میں نظر نہیں آتا۔ ازہری صاحب نے دین وسنیت اور رشد وہدایت کی جو خدمات انجام دی ہیں یقیناً وہ تاریخ کا ایک اہم حصہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ ازہری صاحب کے ذریعہ دین وسنیت کی راہ میں کی گئی ہر چھوٹی بڑی خدمات قبول فرمائے، آمین! اور ان کے شہزادے عزیز مکرم مولانا عسجد رضا خان صاحب اور دیگر پسماندگان مریدین، معتقدین اور خلفا، تمام کو اللہ رب العزت صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور اہل سنت کو بدل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمْ

از: مفتی محمد صالح قادری بریلوی
شیخ الحدیث جامعۃ الرضا، بریلی شریف

آہ! آبروئے اہل سنت، عمید احناف، فخر ملت، فخر وطن، حق گو، حق شناس، پابند شرع، متقی عالم دین، تحفظ شریعت و اعتصام بالسنہ کے جذبہ سے سرشار، رہبر و ناصح یعنی مخدوم العلماء و المشائخ حضرت علامہ شاہ ازہری میاں علیہ الرحمہ بھی جماعت کے دیگر اکابر علمائے کرام کی طرح اپنے جملہ پسماندگان و وابستگان کو روتا بلکتا چھوڑ کر داغ مفارقت دے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون- اور- للہ ما اخذ وما اعطی وکل شی ءباجل مسمی۔

آہ! آہ! خبر رحلت کسی نے دبی زبان سے بطور سرگوشی اچانک مجھے سنائی۔ سن کر یقین نہ آتا تھا اور جب تصدیق ہوگئی تو نہ پوچھئے کیسا جھٹکا لگا، کس قدر صدمہ ہوا۔ ایک میں کیا، ہر سننے والے بھائی بہن کی یہی کیفیت تھی۔ خبر وفات جملہ اہل سنت و اہل عقیدت کو کس قدر حزن و ملال دے گئی، کس مقیاس سے اندازہ لگائیں؟ حضرت علیہ الرحمہ کی رحلت سے اہل اسلام کے لئے بے شک عظیم نقصان رونما ہوا۔ اس خانہ کا پُر ہونا نگاہ ظاہر میں نظر نہیں آتا۔ اللہ ہمیں نعم البدل عطا فرمائے -وھو القدیر علی کل شیء وھو المستعان لکل مستعین۔

بے بتائے سب کو معلوم، حتی کہ ہر ایک خوب اچھی طرح جانتا مانتا ہے، ہر کس و ناکس کا آنکھوں دیکھا اپنا مشاہدہ ہے کہ جو دنیا میں آیا ہے اسے جانا ضرور ہے، حیات و ممات کا راستہ برابر چالو ہے، آنا جانا لگا ہوا ہے، خلعت حیات کو پائیداری نہیں، پانی کا بلبلہ ہے، دیر سویر، کسی نہ کسی دن اس خلعتِ مستعار کا اُتار لیا جانا طے ہے- اور تو اور، بڑی سے بڑی، نہایت برگزیدہ ستودہ صفات ہستیوں کو بھی اس راستے سے گزرنا ناگزیر ہوتا، یہ عاریت والی نعمتِ حیات ان سے بھی لے لی جاتی ہے کیونکہ حکیمانہ قانون ''کل نفس ذائقۃ الموت'' ہر متنفس کو عام ہے۔ خالق حیات و ممات اللہ تبارک وتعالی نے کسی فرد کا استثنا نہیں فرمایا۔ بلکہ

صاف صاف بتا دیا، جتا دیا کہ یہ دنیا تم سب کے لئے آزمائش گاہ ہے، دار العمل ہے، جس کے لئے جو اجل موجل ہے، اسے لا محالہ اپنی اجل پر دروازۂ موت سے گزر کر ہماری طرف واپس آنا ہے۔ اس گزرگاہ سے ہر ایک کو گزرنا ہے۔ کوئی بچا ہے نہ بچے۔ اعلام الٰہی: ''انك میت، انهم میتون'' ہر متنفس کے لئے ہے، سب کو شامل ہے۔ ہاں اس میں سننے والوں (یعنی سن کر ماننے والوں) کے لئے ایک نوع تسلی کا سامان بھی ہے اور نہ سننے والوں (اہل غفلت) کے لئے چونکا دینے والی بلکہ تڑپا کر بیدار کر دینے والی ایک طرح کی شفقانہ زجر، خیر خواہانہ ڈانٹ ڈپٹ کا بھی رنگ ہے۔ خود خبر دیتا ہے، آگاہ فرماتا ہے کہ ہم نے یہ حیات و ممات کا دائرہ کیوں دائر کیا ہے، ہماری کیا حکمت تمہارے اس مرنے جینے میں کارفرما ہے: ''الذی خلق الموت والحیوٰۃ لیبلو کم ایکم احسن عملا''

بالجملہ غم مفارقت انسانی فطرت ہے۔ تین دن کی رعایت ملی ہے، تین دن سے زیادہ غمگین رہنے اور بے صبری کا مظاہرہ کرنے کی اجازت نہیں، پھر صبر میں ثمرۂ خیر کی بشارت ہے اور بے صبری میں دوہرا خسران، دوہری مصیبت۔ مولائے کریم اپنے فضل و کرم سے ہمارے مخدوم محترم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روح کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے، آپ کی نیکیاں قبول فرمائے، خطائیں درگزر فرمائے۔ غفر اللہ تعالیٰ لنا وله ولجمیع المؤمنین والمؤمنات وعافانا ایانا وایاهم فی الدنیا والآخرۃ۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آله واصحابه وازواجه و ذریته اجمعین۔

***

تاثرات

از: حضرت مفتی محمد ناظم علی قادری بارہ بنکوی، مرکزی دارالافتاء، بریلی شریف

حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی رحلت ایک سانحے سے کم نہیں، حضرت کی خدمت میں ایک عرصے تک رہنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ بہت سارے واقعات نگاہوں کے سامنے سے گزرے لیکن اب میرا حافظہ پورے طور سے کام نہیں کرتا۔ چند گوشے پیش کرتا ہوں۔ مرکزی دارالافتاء کا قیام ہوا تو حضرت نے منظر اسلام کے درس وافتاء سے علیحدگی اختیار کرلی اور آپ نے فتاوی تحریر کرنا شروع کیا۔ جب فتاوی کی کثرت ہوئی تو آپ نے قاضی محمد عبدالرحیم بستوی علیہ الرحمہ کو مرکزی دارالافتاء میں فتوی نویسی کے لئے مقرر فرمادیا پھر مجھے بھی دارالافتاء میں فتوی نویسی کے لئے بلا لیا اور ابھی تک حضرت کے دارالافتاء سے وابستہ ہوں۔ اس طویل عرصے میں انسانی فطرت کے تقاضے کے مطابق کچھ باتیں ہو ہی جاتی ہیں لیکن میں نے حضرت کو ہر مرحلے میں پیکر اخلاق ومروت اور سراپا شفقت ومحبت پایا۔ آپ نے قاضی صاحب اور مجھ سے بارہا فرمایا کہ آپ حضرات تو گھر کے فرد ہیں۔

ایسا خلیق اور متواضع مرد درویش بہت کم دیکھنے کو ملا، حافظہ اتنا قوی تھا کہ بچپن کے زمانے کی باتیں اور پرانی کتابوں کے مضامین تک ازبر تھے، بارہا ایسا ہوا کہ فتوی تحریر فرماتے وقت خود اشارہ فرماکر کتاب نکلوائی اور مطلوبہ صفحات نکال لئے، جزئیہ وہاں موجود ملتا، آپ کے فتاوی، تحریروں اور تصانیف میں سرکار اعلی حضرت کے فتاوی کا طرز اور تحریر کی جھلک نظر آتی ہے۔ ۳۸، ۴۰ سال کا عرصہ ہوگیا حضرت کی خدمت میں رہتے ہوئے۔ حضرت کا حافظہ میں نے اخیر وقت تک کافی مضبوط اور علم بہت مستحضر پایا۔ حضرت کے فتاوی میں جزئیات کی کثرت دیکھی گئی۔ آپ کو مطالعہ کا بہت شوق تھا، کتابوں کے بہت شوقین تھے، جہاں کہیں سفر میں تشریف لے گئے اور نادر ونایاب کتابیں نظر آئیں تو حضرت اسے اپنے ساتھ لے آتے۔ ذوق میں بہت نفاست تھی، کتابوں کو بہت عزیز رکھتے تھے، تحریر بہت خوشخط تھی، بالکل موتیوں جیسی تحریر بنتی تھی، برجستہ قلم برداشتہ جوابات لکھنے میں آپ کو مہارت حاصل تھی۔

فتوی نویسی کے سلسلے میں حضرت مفتی قاضی عبدالرحیم بستوی صاحب پر بھرپور اعتماد فرماتے تھے اور ان کی بہت قدر

فرماتے۔ اصحاب علم ودین کا حضرت کو میں نے بڑا قدرداں پایا۔ جب بھی سفر سے تشریف لاتے تو ہم لوگوں کے لئے تحفے تحائف لاتے۔ طبیعت میں لطیف ظرافت بھی تھی، کبھی عمدہ قلم تحفۃً دیتے تو فرماتے، دیکھئے اس سے تحریر عمدہ بنتی ہے۔

عموماً جب تبلیغی اسفار سے واپس ہوتے تو دارالافتاء کے مفتیان کرام لئے پر تکلف ناشتے کا اہتمام فرماتے اور خود بھی ساتھ میں تناول فرماتے، کبھی ناشتہ وغیرہ کے لئے آواز دیتے، تاخیر ہوتی تو خود اندر تشریف لے جاتے اور بہ نفس نفیس خود سامان خورد ونوش لے کر تشریف لاتے، ہمیں شرمندگی کا احساس ہوتا کہ حضرت نے خود زحمت فرمائی، یہ عادت مبارکہ ایسی تھی کہ اگر زیادہ پر تکلف ناشتہ آتا تو ہم لوگ سمجھ جاتے کہ حضرت سفر سے تشریف لاچکے ہیں۔

حضرت کی بینائی متاثر ہوئی تو ہم لوگ متفکر ہوئے، خصوصی دعا اور تعویذات کا بھی اہتمام ہوا لیکن یہ بات ہم سب نے محسوس کی کہ حضرت نے بینائی متاثر ہوجانے کے بعد بھی بہت زیادہ علمی کام کیے۔ یہ بھی حضرت کی علمی کرامت تھی۔

اخیر کے ڈیڑھ دو سال حضرت صاحب فراش رہے، اس دوران بھی حضرت کی کرم فرمائی ہم سب پر جوں کی توں رہی، بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوا۔ اب ایسی شفیق اور بزرگ علمی اور روحانی ہستی کہاں ملے گی؟ مولیٰ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ حضور تاج الشریعہ کے درجات بلند ہوں اور حضرت کے علمی اور روحانی فیضان سے ہم سب کو حصہ ملتا رہے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

***

سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ، حضور امین ملت حضرت سید محمد امین میاں قادری برکاتی دامت برکاتہم نے جانشین مفتی اعظم ہند حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری میاں کے وصال پُر ملال پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے یہ پیغام قلم بند کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وارث علوم اعلیٰ حضرت، قائم مقام حضور مفتی اعظم ہند، حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری میاں کل وصال فرما گئے ؂

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش پہ ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا

ازہری میاں کا وصال دنیائے سنیت کا عظیم نقصان ہے جس کی تلافی ممکن نہیں۔ حضرت والا کا خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ سے پانچ پشتوں کا تعلق تھا۔ والد ماجد حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ نے ازہری میاں کو جملہ سلاسل طریقت کی خلافت و اجازت سے نوازا تھا۔

میں دل کی گہرائیوں سے مولوی عسجد رضا خاں صاحب، ان کے اہل بیت، اہل خاندان اور جملہ احباب اہل سنت کو تعزیت پیش کرتا ہوں۔ رب ذوالجلال انکا بدل عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند تر فرمائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین ﷺ۔

پروفیسر سید محمد امین
خادم سجادہ درگاہ قادریہ برکاتیہ
مارہرہ شریف، ضلع۔ ایٹہ

۷؍ ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۱؍ جولائی ۲۰۱۸ء

حضور رفیق ملت سید نجیب حیدر میاں قادری برکاتی نوری دام ظلہ کا تعزیتی پیغام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہمارے لیے یہ خبر نہایت ہی افسوس ناک ہے کہ خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے چشم و چراغ معروف عالم دین و شیخ طریقت حضرت تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری قادری برکاتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمارے درمیان نہیں رہے۔ حضرت تاج الشریعہ کی رحلت دنیائے سنیت کا ایک عظیم نقصان ہے۔

وہ ایک صاحب عالم شریعت اور باکمال پیر طریقت تھے جن کے دم سے سنیت نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ہندوستان بے حد مضبوط تھی۔ خانوادۂ برکات خانوادۂ رضویہ کے اس غم میں بصمیم قلب سے شریک ہے۔

حضرت تاج الشریعہ قدس سرہ میرے والد ماجد کے بے حد چہیتے خلفاء میں سے ایک تھے اور حضرت تاج الشریعہ بھی والد ماجد کی بارگاہ میں جس نیازمندی سے پیش آتے تھے وہ یقیناً اعلیٰ حضرت و حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے انہیں ورثہ میں ملا تھا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ جانشین حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کو اپنے جوار رحمت میں خاص مقام عطا فرمائے اور ان کے ولی عہد اور تمام متوسلین معتقدین اور محبین کو صبر جمیل کامل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

فقیر برکاتی سید شاہ نجیب حیدر نوری

سجادہ نشین

خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ

مارہرہ شریف

Huzoor Shaikh-al-Hind Aala-e-Baargaah-e-Gaus-e-Azam Peer-e-Tariqat Al-Haaj
Sayyed Shah Kumail Ashraf
Al Ashrafi Al Jilani
Jaanashin-e-Huzoor Makhdoom-e-Saani
Kichhaucha Muqaddasa (U.P.)

سید شاہ کمیل اشرف اشرفی الجیلانی
(جانشین حضور مخدوم ثانی کچھوچھہ مقدسہ یوپی)

Address: Al-Madina Masjid, Agripada, Mumbai – 400008. Mob: [illegible]
المدینہ مسجد، آگری پاڑہ، ممبئی

Ref: ________ Date: 11/11/1439ھ — 25-7-2018

کلمات تعزیت

منجانب: جانشین مخدوم ثانی
از طریقت حضرت علامہ شاہ سید کمیل اشرف اشرفی جیلانی، کچھوچھہ شریف

[illegible] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان۔
[illegible]
[illegible]
اختیار انا للہ وانا الیہ راجعون نکلا۔ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

شعر یاد آرہا ہے جو مولانا مفتی اختر رضا خاں صاحب کی زندگی کا صحیح آئینہ دار ہے۔

دل ہمارا قیمت تو کوئی لگا سکتا نہیں
ہم کسی کے سامنے جھک جائیں ہو سکتا نہیں

راہ خودداری سے ہم کو کوئی ہٹا سکتے نہیں
ٹوٹ تو سکتے ہیں لیکن ہم لچک سکتے نہیں

میری مخلصانہ دعا ہے کہ رب کریم مولانا اختر رضا خاں صاحب کی قبر پر اپنی رحمتوں کے پھول برسائے اور مرحوم کو اپنے خاص جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سید محمد کمیل اشرفی جیلانی۔ (جانشین حضور مخدوم ثانی)

طیبۃ العلماء
الجامعۃ الامجدیۃ الرضویۃ
STD. 05461
(O) 222046 (M) 222061, 223329
T. O. JAMIA AMJADIA RIZVIA P.O. GHOSI - 275304, Distt. MAU (U.P.) INDIA

Ref. No. ۶۸۹ Date

موت العالم موت العالم

حضور تاج الشریعہ علامہ محمد اختر رضا خان صاحب ازہری قادری علیہ الرحمہ نہ صرف ایک عالم دین تھے بلکہ دین کے متعدد علوم میں مہارت تامہ رکھتے تھے فقہی بصیرت میں یکتا اور بے مثل تھے آپ کی ذہانت اور قوت حافظہ بھی بے مثال تھی جس کی وجہ سے بے شمار عبارتیں، احادیث اور جزئیات فقہیہ بلکہ لوگوں کی گفتگو بھی آپ لفظ بلفظ محفوظ رکھتے۔ یہی وجہ تھی آپ نے بصارت سے معذوری کے بعد بھی کئی مفصل مقالات و رسائل تصنیف فرمائے۔ اسی طرح آپ علم توقیت میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ کی حیات شریعت و طریقت کا سنگم تھی۔ سنتوں کی طرف سے کسی حال میں غافل نہ رہتے۔ مخالفین کا کبھی کوئی جواب نہ دیتے البتہ مسائل شرعیہ میں اپنی نادر تحقیقات سے اپنے مخالف کی زبان بندی فرما دیتے۔ حق یہ ہے کہ آپ علم و عمل، فیوض و برکات اور مقبولیت عامہ میں اعلیٰ حضرت کے حقیقی وارث تھے۔ مجھ عاصی پر معاصی پر آپ کی جو خاص عنایتیں تھیں انہیں میں کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتا۔

ایسی بزرگ شخصیت کی رحلت سے علم و آگہی، کردار و عمل اور عرفان و حقانیت کی بزمیں سونی ہو گئیں۔ ان کے جانے سے ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جس کا پر ہونا بظاہر مشکل ترین مسئلہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کے درجات میں حسب مراتب رفعت عطا فرمائے اور آپ کو قرب خاص سے نوازے۔ یہ بھی دعا ہے کہ مسلک و مذہب کی حفاظت اور دین حق کی اشاعت کیلئے کسی کو ان کا [illegible] بنائے۔ (آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم)

واللہ الموفق وھو المستعان وعلیہ التکلان

[illegible]

[illegible]

786
92

SUNNI MUSLIM JAMAAT

P.O.BOX 1068 HARARE
ZIMBABWE
MADINA MASJID, 36 HIGHWAY ROAD, RIDGEVIEW

REF: Smj_L31ts
22 July 2018

His Eminence Hazrat Asjad Raza Khan
Saudagran, Bareilly Shareef
UP, India

Our Most Respected Imaam

Assalamu Alaikum Warahmatullahi Wabarakatuhu

It was a profound sense of grief that we learned of the Wisaal of our Beacon of Guidance, the Pearl and Pride of the Ahle Sunnah Wa Jamaat, the universally recognised Imaam of this Era, the Chief Justice of the Sunni world, His Eminence Hazrat Allama Mufti Muhammed Akhtar Raza Khan Al-Azhari Razvi Noori Qadri. Words cannot express the immense sense of loss that is felt not only by our Jamaat, but also by his millions of Mureeds and indeed by Muslims throughout the world.

Huzoor Tajjush Shariah will always hold a very special place in the hearts of all in our Jamaat. During his many trips to Harare we were blessed and fortunate to benefit from his presence and his words of wisdom. His level of spirituality and Taqwa has no parallel in this time. He always taught by example and with the deep sense of authority bestowed upon him by Allah Subhanahu Wa Ta'ala. We give thanks to Allah that we were blessed to make Ziyaraat of a true Wali and a direct descendant of our Grand Master, Sayyidina Ala Hazrat, Azeem-ul-Barakat. Huzoor Tajjush Shariah was indeed an illustrious personality who, through the command and permission of Allah Subhanahu Wa Ta'ala, exercised jurisdiction over our hearts.

Our Most Respected Imaam, we share in your grief, as do millions of Muslims throughout the world. May Allah Subhanahu Wa Ta'ala grant you and the rest of the family Sabar at this most difficult time. Please convey our condolences to the entire family and in particular to our Respected Peeraani Ma.

Was Salaam

SUNNI MUSLIM JAMAAT, HARARE

Mob.9838189592

Al-Majmaul Islami — المجمع الاسلامی

MILLAT NAGAR, MUBARAKPUR-276404 AZAMGARH (U.P.) INDIA — ملت نگر مبارکپور اعظم گڑھ یوپی انڈیا

Ref.....   Date...............

صد حیف! میر کارواں جاتا رہا

تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری کی رحلت کا غم صرف ایک خاندان، ایک شہر یا ایک ملک کا غم نہیں بلکہ ان کی جدائی پر پوری ملت سوگوار ہے۔

دنیا کے مختلف ممالک اور بے شمار خطوں میں ان کے وصال کے بعد ہی سے تعزیتی جلسوں اور فاتحہ و ایصال ثواب کا سلسلہ جاری ہے۔ آج ۷ ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۱ جولائی ۲۰۱۸ء سنیچر کی صبح کو الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور میں بھی تلاوت قرآن، ایصال ثواب اور تعزیت کی محفل دیر تک منعقد ہوئی پھر علما و طلبہ کی کثیر تعداد نماز جنازہ میں شرکت کے لیے بریلی شریف روانہ ہو گئی، اور جامعہ میں آج اور کل کی تعطیل کر دی گئی۔

میں اپنے متعلقہ تمام اداروں کی طرف سے حضرت تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کے اہل خاندان کو خصوصاً اور پوری ملت کو عموماً تعزیت پیش کرتا ہوں۔ مولا تعالیٰ سب کو صبر جمیل و اجر جزیل سے نوازے اور حضرت کے روحانی و علمی فیضان سے سب کو مستفیض و مستنیر فرمائے۔

شریک غم: محمد احمد مصباحی

محمد احمد مصباحی ☆

☆(۱) ناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور (۲) صدر مجلس شرعی، مبارک پور (۳) نگران مجلس برکات، مبارک پور (۴) ناظم المجمع الاسلامی، مبارک پور (۵) صدر انجمن امجدیہ و مدرسہ عزیزیہ خیر العلوم، بھیرو ولیہ پور ضلع مئو (۶) سرپرست مرکزی دار القراءت، ذاکر نگر، جمشید پور

Maulana Sayed Owais Mustafa Qadri Wasti
Qazi-e-Shara (Distt Hardoi)
Sajjada Nashin Khanqah-e-Aliya Qadriya Chistiya Sugraviya
Moh: Maidanpura, Bilgram Shareef
Distt. Hardoi, U.P. India.
Pin Code- 241301, Mob: 9839749266

مولانا سید اویس مصطفیٰ واسطی قادری
قاضی شرع ضلع ہردوئی

Date.................. Ref..................

بخدمت حضرت ... تاج الشریعہ حضرت مولانا محمد عسجد رضا قادری زید مجدہ

[illegible]

ان لله ما اخذ وله ما اعطى وكل شيء عنده باجل مسمى انما يوفى الصابرون اجرهم بغير حساب ... لشيخ الكل تاج الشريعة بدر الطريقة حضرة العلامة المفتي محمد اختر رضا القادري الازهري عليه الرحمة ... صلى الله تعالى عليه وآله وبارك وسلم اجمعين واجمل صبركم واعظم اجركم وجبر كسركم ورفع قدركم آمین یا رب العالمین۔

[illegible]

شریکِ غم: سید اویس مصطفیٰ قادری واسطی۔ خادم سجادہ آستانہ عالیہ بڑی سرکار بلگرام شریف

سید ارشاد حسین واسطی۔ خادم آستانہ عالیہ بڑی سرکار بلگرام شریف

MARKAZU SSAQUAFATHI SSUNNIYYA
Regd. No: 134/82 Under Societies Registration Act 1860
Karanthur, Kozhikode, Kerala- India- 673 571

مركز الثقافة السنية الاسلامية

حضور تاج الشریعہ کی رحلت ملت اسلامیہ کے لئے عظیم خسارہ

وارثِ علوم اعلیٰ حضرت، تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان ازہری رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت عالم اسلام کے لئے عظیم خسارہ ہے۔ آپ دنیائے سنیت کے عظیم رہنما اور افکارِ رضا کے امین و پاسبان تھے۔ ملک کی عظیم الشان دینی و عصری اسلامی یونیورسٹی جامعہ مرکز الثقافۃ السنیہ آپ کی وفات کے غم میں شریک ہے۔ حضرت ازہری تاج الشریعہ کے وصال پُر ملال کی خبر سنتے ہی پورے جامعہ میں ایک خاموشی چھا گئی اساتذہ سمیت طلبہ بھی رنج و الم کے ماحول میں ڈوب گئے۔ آپ اچھے اخلاق اور دعوت و تبلیغ کے سچے علمبردار تھے۔ آپ کی شخصیت عالم اسلام کے علمائے کرام اور سواد اعظم اہل سنت و جماعت کے اکابر میں سے تھی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ہمیں تاج الشریعہ کا نعم البدل عطا فرمائے، اور جماعت اہل سنت کو آپ کے فیوض و برکات سے مستفیض فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

سوگوار : شیخ ابوبکر احمد

سربراہ اعلیٰ جامعہ مرکز الثقافۃ السنیہ کالی کٹ کیرلا

MARKAZU SSAQUAFATHI SSUNNIYYA KOZHIKODE 673 571 KARANTHUR P.O.

The Loss of a Unique Pearl

A Statement by shaykh sayyid Muhammad Al-Yaqoubi

Today, we recieved the deeply saddening news about the passing away of the great scholar and sufi master of India, Shaykh **Mufti Akhtar Rida Khan**. {Indeed, to Allah we belong and verily, to Him is our return}.

This is not an absence of an ordinary scholar, it is a loss of a nation of scholars. As a unique pearl, he was a man of immense piety and deep knowledge. He advocated Sunni Islam in a time when many scholars kept silent. He guided millions of Muslims across the World and a beacon of light for Sunni Muslims.

As the great-grandson of Imam Ahmad Rida Khan, he was a golden link in an unbroken family chain of scholarship.

His level of learning earned him great respect in both Egypt, the cradle of al-Azhar, and Shām, the nucleus of Sunni Islam. In 2009, Mufti Akhtar, may Allah have mercy on him, visited me at my home in Damascus. It was a delightful meeting with beautiful memories which we cherish.

We offer our heartfelt condolences to his family, students and friends; and pray that Allah Almighty elevate his status, grant him lofty stations, and shower tranquility in the hearts of his loved ones.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Administration of
Sheikh Abdul Qadir Al-Gailani
Mosque and Al-Awqaff Al-Qadirya

www.facebook.com/sheikh.algailani
www.sheikh-algailani.com
sheikh.algailani@yahoo.com
sheikh.algailani@gmail.com
mob.: 00964 - 07721145998

جمهورية العراق
إدارة جامع الشيخ عبد القادر
الكيلاني
والأوقاف القادرية

العدد:
التاريخ: 2017.7.22
7 ذو القعدة /1439

We were saddened to receive the news of the passing away of Al-Allamah Mufti Akhtar Riza Khan Al-Qadiri.
Our deep condolences to his family, students and his lovers everywhere.

May Allah ﷻ grant his soul the highest position in Jannah together with HIS beloved Prophets, Messengers and Awliaullah. Ameen

Al-Shaikh Al-Sayyeid Khalid Al-Jailani Al-Qadiri Al-Baghdadi
Darul Jailani International, SEYJDAA NASHEEN
Baghdad Sharif - Iraq.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عالم اسلام کی عبقری شخصیت دنیائے سنیت کے مقتدر پیشوا، خانوادہ اعلیٰ حضرت کے چشم وچراغ علوم وافکار کے وارث وامین، جانشین سرکار مفتی اعظم ہند، شہزادۂ سرکار مفسر اعظم ہند، قاضی القضاۃ فی الہند، فخر ازہر، تاج الشریعہ حضرت علامہ الشاہ المفتی محمد اختر رضا خاں ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان کا سانحہ ارتحال یقیناً دین وملت کا ایک بڑا خسارہ ہے۔ وہ اپنے پیچھے ایک ایسا خلا چھوڑ گئے جس کا پُر ہونا بہت مشکل ہے۔

حضور ازہری میاں علیہ الرحمہ سے حضور والد ماجد مناظر اہل سنت خلیفہ سرکار مفتی اعظم ہند ومحبوب قطبِ مدینہ الشاہ مفتی محمد اسلم رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے گہرے تعلقات تھے۔ والد ماجد کی قائم کردہ مشہور دینی درسگاہ جامعہ قادریہ مقصود پور میں حضور تاج الشریعہ وخانوادۂ رضا کے جملہ علمائے ومشائخ کی آمد ہو چکی ہے۔

حضرت کی وفات حسرت آیات پر پورا خانوادۂ شیر بہار و متعلقین جامعہ قادریہ مقصود پور اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ حضور تاج الشریعہ کے فیضان کو عام وتام فرمائے اور ان کے صاحبزادۂ ذی وقار الشاہ علامہ مولانا عسجد رضا خاں صاحب زید لطفہ کو ان کا سچا جانشین بنائے اور مسلک اعلیٰ حضرت کو مزید عروج واستحکام بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والثناء۔

محمد ارشد رضوی غفرلہ

سجادہ نشین خانوادۂ شیر بہار

وناظم اعلیٰ جامعہ قادریہ مقصود پور، اورائی مظفر پور، بہار

۱۴؍ ذی الحجہ ۱۴۳۹

نقش دوم

خاندانی پس منظر، اجداد کرام، ابتدائی حالات

حضور تاج الشریعہ! سوانحی خاکہ

حضرت مولانا محمد عاشق حسین کشمیری صاحب قبلہ

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے دو شہزادے تھے ایک فضل وکمال کے ساتھ حسن وجمال میں یکتائے روزگار تھے جنہیں دنیا حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان علیہ الرحمہ کے نام سے جانتی پہچانتی ہے۔ دوسرے حسن جمال کے ساتھ فضل وکمال میں اپنی مثال آپ تھے جنہیں دنیا مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمہ کے نام سے جانتی پہچانتی ہے۔

حجۃ الاسلام کے یہاں ایک شہزادے کی ولادت ہوئی جن کا نام محمد ابراہیم رضا رکھا گیا، جو بعد میں مفسر اعظم کے لقب سے مشہور ومعروف ہوئے، مفتی اعظم کے گھر ایک شہزادی کی ولادت ہوئی، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے دونوں بچوں کو گود میں لے کر بچپن ہی میں نکاح پڑھایا تھا بڑے ہوکر جب رخصتی ہوئی تو کچھ وقت کے بعد ایک نورانی شہزادے کی ولادت ہوئی جو حسن وجمال میں اپنے دادا حجۃ الاسلام کا عکس جمیل تھا اور فضل وکمال میں اپنے نانا جان مفتی اعظم کا کامل پرتو تھا، یہی شہزادہ آگے چل کر تاج الاسلام، تاج الشریعہ، قاضی القضاۃ فی الہند بن گیا۔

ولادت:

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت حضور حجۃ الاسلام کے وصال کے چھ مہینے بعد ۲۴؍ذی قعدہ ۱۳۶۲ھ، مطابق ۲۳؍نومبر ۱۹۴۳ء کو محلہ سوداگران میں ہوئی۔

نام:

خاندانی دستور کے مطابق ''محمد'' نام پر آپ کا عقیقہ ہوا، آپ کے والد گرامی کے نام ''محمد ابراہیم رضا'' کی نسبت سے آپ کا نام ''محمد اسماعیل رضا'' تجویز ہوا، لیکن آپ اپنے عرفی نام ''اختر رضا'' سے اس قدر مشہور ہوئے کہ لوگ آپ کے اصلی نام کو بھول گئے، اسی عرفی نام کے ساتھ سلسلہ قادریہ سے نسبت ہونے کی وجہ سے ''قادری'' اور جامعہ ازہر میں تعلیم حاصل کرنے کی نسبت سے ''ازہری'' لگاتے ہوئے آپ کا نام اس طرح لکھا جاتا ہے ''محمد اختر رضا قادری ازہری'' آپ علیہ الرحمہ اپنا نام پاک اس طرح تحریر فرماتے ''فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ''۔

نسب:

محمد اختر رضا خان بن مفسر اعظم محمد ابراہیم رضا ابن حجۃ الاسلام محمد حامد رضا ابن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری ابن رئیس المحققین علامہ نقی علی خان ابن مولانا رضا علی خاں ابن حافظ کاظم علی خاں ابن محمد اعظم خان ابن سعادت یار خاں (وزیر مالیات دربار دہلی) ابن سعید اللہ خاں (شجاعت جنگ بہادر)

سعید اللہ خاں قندھار افغانستان کے بڑھیچ قبیلہ کے بہادر اور نامور فرزند تھے، حکومت افغانستان کے ولی عہد تھے، خاندانی

اختلاف کی وجہ سے آپ قندھار سے لاہور منتقل ہوکر وہیں قیام پذیر ہوگئے، آپ کی بہادری سے متاثر ہوکر محمد شاہ بادشاہ دہلی نے آپ کو لاہور کا شیش محل آپ کو بطور جاگیر دیا پھر اصرار کرکے دہلی بلایا، ششش ہزاری عہدہ پر فائز کرکے شجاعت جنگ کا خطاب بھی دیا، پھر روہیل کھنڈ میں ایک بڑی مہم سر کرنے کے بعد آپ کو روہیل کھنڈ کے صدر مقام بریلی میں قیام کرنے اور امن قائم رکھنے کا حکم ہوا یہاں کا انہیں صوبہ دار بنایا گیا جو گورنر ہونے کے مترادف ہے، اسی دور میں کوہستان روہ کے کچھ پٹھان خاندان یہاں آ کر آباد ہوگئے تھے، ان کے لئے ان کا جوار بڑا خوش گوار تھا اس لیے کہ ان سے بوئے وطن آتی تھی، یہی سبب تھا کہ انہوں نے یہیں بریلی میں مستقل سکونت اختیار کی۔

(سعید اللہ خاں) جب پیرانہ سالی کی وجہ سے ملازمت سے دست کش ہوئے تو انہوں نے اپنی آخری عمر یاد الٰہی میں متوکلانہ گزاری اور جس میدان میں ان کا قیام تھا وہیں دفن ہوئے، مسلمانوں نے اس میدان کو قبرستان میں منتقل کردیا، یہ میدان اب محلہ معماران بریلی کے متصل واقع ہے اور اسی مناسبت سے اب تک شاہزادے صاحب کا تکیہ کہلاتا ہے۔

اس وقت ان کے صاحب زادے سعادت یار خان دہلی کے وزیر ہوچکے تھے، انہیں کے صاحبزادے تھے (۱) اعظم خان (۲) معظم خان اور (۳) مکرم خان یہ بھی بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے، ان کا ماہانہ وظیفہ ایک ہزار سے کم نہ تھا۔

اعظم خاں بریلی شریف تشریف فرما ہوئے اور دنیا چھوڑ کر مولیٰ تعالیٰ سے لو لگائی، زہد و تقویٰ اور قناعت واستغنا اختیار کیا، ان کے صاحبزادے حافظ کاظم علی خان شہر بدایوں کے تحصیل دار تھے۔

حافظ کاظم علی خاں کے صاحبزادے قدوۃ الواصلین، زبدۃ الکاملین، قطب وقت حضرت مولانا رضا علی خاں علیہ الرحمۃ والرضوان تھے، بلند پایہ عالم اور اپنے معاصرین میں علم وتقویٰ دونوں میں ممتاز تھے، فقہ و تصوف میں ید طولیٰ رکھتے تھے، زہد و قناعت، علم و تواضع، تجرید و تفرید، سلام میں سبقت کرنے میں نمایاں تھے، بڑے باکرامت اور صاحب روحانیت بزرگ تھے، ۲ر جمادی الاولیٰ ۱۲۸۲ھ کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔

یہ پہلے شخص ہیں جو اس خاندان میں دولت علم دین لائے اور علم دین کی تکمیل کے بعد انہوں نے سب سے پہلے مسند افتا کو رونق بخشی اس کے بعد اس خاندان کے ہاتھ سے تلوار چھوٹی اور تلوار کی جگہ قلم نے لے لی، اب اس خاندان کا رخ ملک کی حفاظت سے دین کی حمایت کی طرف ہوگیا، یہ اپنے دور کے مرجع فتاویٰ رہے۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے مولانا نقی علی خاں بھی اپنے وقت میں مرجع فتاویٰ تھے، آخری ذی قعدہ ۱۲۹۷ھ میں حاضر دربار رب العزت ہوگئے۔ ان کے نامور فرزند اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری ان کی زندگی ہی میں مسند افتا پر رونق افروز ہوئے اور آخری دم تک دین کی بے لوث خدمت فرمائی۔ اس طریقے سے دوسو سال سے یہ خاندان ذیشان اہل سنت کی سیادت وقیادت کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں فرزندوں نے بھی تاحیات اس مسند افتا پر رونق افروز ہوکر مسلمانوں کی دینی رہنمائی فرمائی۔

رسم بسم اللہ خوانی:

جب آپ کی عمر شریف ۴ر سال، ۴ر ماہ، ۴ر دن کی ہوئی تو والد ماجد مفسر اعظم ہند حضرت مولانا ابراہیم رضا خاں نے بسم اللہ خوانی کی محفل منعقد کی، اور اس میں دار العلوم منظر اسلام کے طلبہ ومدرسین اپنے اعزا، واقربا اور شہر کے معزز افراد کو مدعو کیا، حضور

مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ نے رسم بسم اللہ خوانی ادا کرائی۔

ابتدائی تعلیم:

پھر آپ نے گھر پر ہی اپنی والدہ ماجدہ سے ناظرہ ختم کیا اور والد ماجد سے اردو کی کچھ کتابیں پڑھیں، پھر منظر اسلام کے استاد حافظ انعام اللہ خاں تسنیم حامدی بریلوی سے پہلی فارسی دوسری فارسی، گلزار دبستاں، گلستاں اور بوستاں پڑھی

عصری تعلیم:

۱۹۵۲ء میں فضل الرحمن اسلامیہ انٹر کالج میں داخلہ لیا، جہاں ہندی، انگریزی اور دیگر عصری علوم حاصل کیے۔

مروجہ درس نظامی کی تکمیل:

اس کے بعد دار العلوم منظر اسلام میں داخلہ لیا، اور مروجہ درس نظامی کی تکمیل فرمائی، منظر اسلام میں عربی زبان وادب کے لئے جامعہ ازہر مصر سے ایک استاذ شیخ عبد التواب کی خدمات حاصل کی گئی تھیں، حضور تاج الشریعہ کو بھی عربی زبان وادب سے خصوصی لگاؤ تھا۔ چنانچہ آپ علی الصباح انہیں ہندی، اردو اور انگریزی اخبارات کو عربی میں ترجمہ کرکے سنایا کرتے تھے، آپ کے ذوق وشوق، محنت ولگن اور ذہانت وفطانت کو دیکھ کر شیخ صاحب نے آپ کے والد گرامی حضور مفسر اعظم کو آپ کو جامعہ ازہر مصر بھیجنے کا مشورہ دیا۔

مزید تحصیل علم کے لئے جامعہ ازہر مصر کا سفر:

استاذ کے مشورہ کے مطابق حضور مفسر اعظم نے ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۹۶۳ء میں جامعہ ازہر مصر بھیج دیا وہاں آپ نے کلیہ اصول الدین میں داخلہ لیا، اور تین سال رہ کر جامعہ کے ماہر اساتذہ سے علم حاصل کیا، اور عربی زبان پر تو اس قدر عبور حاصل کیا کہ آپ کو بے تکلف فصیح وبلیغ عربی بولتے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کوئی عجمی عربی بول رہا ہے، یہاں تک کہ عربی میں شاعری بھی فرمانے لگے۔

۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۶ء کلیہ اصول الدین سے آپ نے اول نمبر سے فراغت حاصل کی، جس پر مصر کے صدر جناب کرنل جمال عبد الناصر نے آپ کو ایوارڈ پیش کیا۔

والد ماجد کا انتقال:

آپ جامعہ ازہر میں تحصیل علم میں مشغول ہی تھے کہ آپ کے والد ماجد حضور مفسر اعظم کا ۶۰ رسال کی عمر میں ۱۱ رصفر المظفر ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۲ رجون ۱۹۶۵ء کو انتقال ہوگیا، انتقال کی خبر پہنچتے ہی آپ کے دل ودماغ کو گہرا صدمہ پہنچا، جس کا اظہار آپ نے ان اشعار میں فرمایا:

کس کے غم میں ہائے تڑپاتا ہے دل — اور کچھ زیادہ امڈا آتا ہے دل
ہائے دل کا آسرا ہی چل بسا — ٹکڑے ٹکڑے اب ہوا جاتا ہے دل
اپنے اختر پر عنایت کیجئے — میرے مولیٰ کس کو بہکاتا ہے دل

اور صدمہ کیوں کر نہ پہونچتا آپ کے سر سے تو ایسے مشفق والد ماجد کا سایہ اٹھ گیا تھا جنہوں نے آپ کی تعلیم وتربیت میں کوئی

کی نہیں رہنے دی بلکہ قدم قدم پر آپ کی رہنمائی کی اور مبلغ اسلام ہونے کے لئے جن علوم وفنون اور عادات واطوار کی ضرورت ہوتی ہے ان سے آپ کو مزین کر دیا تھا۔

مگر اس صدمہ کے باوجود آپ کے قدم نہ ڈگمگائے بلکہ اپنے اس عظیم مقصد کی تحصیل میں لگے رہے جس کے لئے آپ کے والد ماجد نے آپ کو اتنی دور بھیجا تھا۔

اساتذۂ کرام:

آپ نے اپنے والد محترم حضور مفسر اعظم اور والدہ محترمہ نگار فاطمہ عرف سرکار بیگم کے بعد دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف سے لے کر جامعہ ازہر مصر تک جن اساتذۂ کرام سے دولت علم حاصل کی، ان میں چند مشاہیر کے نام درج ذیل ہیں:

حضور مفتی اعظم علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا قادری نوری بریلی شریف

حضور مفسر اعظم علامہ مولانا محمد ابراہیم رضا قادری جیلانی بریلی شریف

بحر العلوم مفتی افضل حسین مونگیری دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف

استاذ الاساتذہ مولانا محمد احمد جہانگیر دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف

مولانا انعام اللہ تسنیم حامدی دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف

شیخ عبد التواب مصری دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف

شیخ محمد سماحی جامعہ ازہر مصر

شیخ عبد الغفار جامعہ ازہر مصر

علوم وفنون:

جن علوم وفنون پر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ والرضوان کو مہارت حاصل تھی وہ مندرجہ ذیل ہیں □

تفسیر، علوم قرآن، حدیث، علوم حدیث فقہ اصول فقہ فرائض نحو صرف معانی بیان بدیع لغت ادب عروض وقوافی قرأت، تجوید اوفاق، اعداد، کلام مناظرہ ہندسہ حساب ریاضی ہیئت توقیت تکسیر تصوف سلوک اخلاق۔ یوں تو ان سارے علوم میں حضرت کو درجہ اختصاص حاصل تھا مگر تفسیر، حدیث، فقہ اور عربی ادب سے آپ کو خصوصی لگاؤ تھا۔

جامعہ ازہر سے واپسی:

جامعہ ازہر سے فراغت پانے کے بعد آپ بریلی شریف تشریف لائے، آپ کے آنے کی خبر سنتے ہی چاروں طرف خوشیوں کا سماں بندھ گیا، حضور مفتی اعظم ہند کے خادم خاص الحاج محمد ناصر رضوی بریلوی کے بقول آپ کو لینے کے لئے حضور مفتی اعظم خود بنفس نفیس تشریف لے گئے اور ٹرین کا بے تابانہ انتظار فرماتے رہے، جیسے ہی ٹرین پلیٹ فارم پر پہنچی اور حضور تاج الشریعہ ٹرین سے اترے سب سے پہلے حضرت نے گلے لگایا، پیشانی چومی اور بہت دعائیں دیں اور فرمایا کہ کچھ لوگ گئے تھے مگر بدل کر آئے مگر میرے بچے پر جامعہ کی تہذیب کا کوئی اثر نہیں ہوا ماشاءاللہ۔

حضرت کی سرپرستی میں متعلقین ومتوسلین اور اہل خاندان وعلماء کرام وطلبہ دار العلوم منظر اسلام کے علاوہ بے شمار معتقدین

حضرات نے جن میں بیرون شہر کے لوگ بھی موجود تھے شاندار استقبال کیا اور خوش رنگ پھولوں کے گجروں اور ہاروں کی پیش کش سے اپنے والہانہ جذبات وخلوص وعقیدت کا اظہار کیا، اور دعاؤں سے نوازا۔

عقد مسنون:

جامعہ ازہر سے واپسی کے دو سال بعد ۳رنومبر ۱۹۶۸ء مطابق شعبان المعظم ۱۳۸۸ھ بروز اتوار اپنے ہی خانوادہ میں حضرت علامہ حسنین رضا خان علیہ الرحمۃ کی نیک سیرت صاحبزادی سلیم فاطمہ سے ہوا جو تقوی وطہارت، پابندی شریعت، امانتداری، مہمان نوازی اور غرباء پروری میں اپنی مثال آپ ہیں، علم کی دولت سے مالا مال ہیں، انتظام وانصرام تو کوئی آپ سے سیکھے، مرکزی دار الافتاء کے مفتیان کرام کا خیال، جامعۃ الرضا کے تعمیری اور تعلیمی امور، عرس رضوی، عرس حامدی اور عرس نوری میں لنگر اور سال میں مختلف محافل ومجالس مقدسہ کے انعقاد کا پورا انتظام آپ فرماتی ہیں، کیا مجال کہ ایک پائی بھی ادھر سے ادھر ہوجائے، آپ نے گھریلو امور میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو بے فکر کر دیا تھا، اللہ تبارک وتعالی آپ کو اس کا بہتر صلہ عطا فرمائے اور صحت وتندرستی عطا فرمائے اور ہمارے سروں پر آپ کا سایہ تادیر سلامت رکھے۔ آمین

اولاد امجاد:

اللہ تعالی نے حضور تاج الشریعہ کو ایک صاحبزادہ (مولانا عسجد رضا خان قادری صاحب) اور پانچ صاحبزادیاں عطا فرمائیں، سبھی ماشاء اللہ شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں۔

درس وتدریس:

جامعہ ازہر سے واپسی کے بعد آپ نے ۱۹۶۷ء میں منظر اسلام میں تدریس کا باضابطہ آغاز کیا، ۱۹۷۸ء میں آپ صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز ہوئے، کم وبیش تین سال یعنی ۱۹۸۰ء تک سارے کام بحسن وخوبی انجام پائے مگر ۱۹۸۰ء اور ۱۹۸۱ء میں جب حضور مفتی اعظم ہند پہلے علیل پھر وصال فرما گئے تو آپ کو عہدہ صدارت سے ہی نہیں بلکہ تدریسی ذمہ داریوں سے بھی کچھ عرصہ کے لئے سبکدوش ہونا پڑا، کیونکہ ملک اور بیرون ملک کے تبلیغی دوروں کی وجہ سے آپ کے لئے ایک جگہ رک کر سلسلہ تدریس کو برقرار رکھنا مشکل امر ہوگیا، کچھ عرصہ کے بعد جب حالات معمول پر آگئے تو آپ نے اپنے دولت کدہ پر پہلے درس قرآن پاک پھر آگے چل کر بخاری شریف کا بھی درس دینے لگے، پھر جب آپ کے قائم کردہ مرکزی دار الافتا میں مشق افتا کرنے کے لئے کچھ طلبہ حاضر ہوئے تو انہیں بھی شرح عقود رسم المفتی، الاشباہ والنظائر، فواتح الرحموت اور بدائع الصنائع کا درس دینے لگے۔

آپ نے اپنی تدریس مروجہ درسی کتابوں تک ہی محدود نہیں رکھی بلکہ وقت ملنے پر آپ غیر درسی کتابوں جیسے کہ شرح قصیدہ ہمزیہ للامام ابن حجر مکی وغیرہ کا بھی درس دیتے تھے، ان دروس میں دار العلوم منظر اسلام، دار العلوم مظہر اسلام، جامعہ نوریہ رضویہ کے طلبہ اور دور دراز سے آئے ہوئے علمائے کرام اور طلبائے عظام کثرت سے شریک ہوتے تھے۔

۲۰۰۸ء میں جب میں حاضر ہوا تو اس وقت جامعۃ الرضا میں "تخصص فی الفقہ" کا مستقل شعبہ وجود میں آچکا تھا اور اس میں پڑھنے والے طلبہ "الاشباہ والنظائر" حضور تاج الشریعہ کے پاس ہی پڑھتے تھے۔ میرے آنے کے بعد حضرت نے ازہری مہمان خانہ میں (جو اب درگاہ تاج الشریعہ بن گیا ہے) حضور تاج الشریعہ نے ہر جمعرات کو سوال وجواب کی مجلس شروع کی جس میں عوام و

علماء کثیر تعداد میں شریک ہو کر حضرت کے فیضان علم سے مالامال ہوتے تھے اس کی افادیت دیکھ کر پرانے شہر کے سیلانی علاقہ کے حبیب مسجد کے امام مولانا نظام الدین صاحب نے بھی اپنی مسجد میں سوال و جواب کی مجلس کرنے کی گزارش کی، حضرت نے ان کی گزارش قبول فرماتے ہوئے جمعہ کے دن مغرب سے عشا تک کا وقت ان کے لئے وقت مقرر فرمایا، اس طرح وہاں بھی یہ مجلس شروع ہو گئی ساری مسجد لوگوں سے بھر جاتی تھی پہلے سوال و جواب کا سلسلہ چلتا پھر لوگوں کو بیعت کر کے ان کے لئے دعا کی جاتی تھی اور سلام رضا پر مجلس اختتام پذیر ہوتی۔

کچھ عرصہ کے بعد جب انٹرنیٹ کی سہولت مہیا ہوئی تو انٹرنیٹ پر بھی سوال و جواب کی یہ مجلس شروع ہوئی، جس میں دنیا کے گوشے گوشے سے لوگ سوال کرتے اور حضرت ان کا شافی جواب ارشاد فرماتے اس مجلس میں بھی پہلے سوال جواب پھر بیعت، ارادت اور اجازت وظائف پھر پریشان حال لوگوں کے لئے دعائیں ہوتیں۔

کراچی پاکستان کے حافظ اسلم صاحب نے بھی ہر مہینہ اپنے یہاں موبائل پر یہ مجلس جاری کروادی جس میں سوال وجواب وبیعت وارادت واجازت وظائف اور دعاؤں کا سلسلہ چلتا۔

آگے چل کر لوگوں کے اصرار پر پہلے درس بخاری شریف پھر عربی درس قصیدہ بردہ شریف اور پھر کنز الایمان اور دیگر تراجم قرآن پاک کا تقابلی جائزہ بھی نشر ہونے لگا۔

تلامذہ □

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ والرضوان نے ۱۹۶۶ء سے ۱۹۸۰ء تک تقریباً چودہ سال باقاعدہ منظر اسلام کی درسگاہ میں درس دیا، اس کے بعد جب تبلیغی دورے شروع ہوئے تو جب بھی بریلی شریف تشریف فرما ہوتے اپنے دولت خانہ پر ہی تشنگان علوم نبویہ کو سیراب فرماتے اس لئے آپ سے اکتساب فیض کرنے والے تلامذہ کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تاہم چند مشہور تلامذہ یہ ہیں □

حضرت علامہ مفتی سید شاہد علی رضوی، جامع اسلامیہ رام پور

حضرت مولانا انور علی رضوی بہرائچی منظر اسلام بریلی شریف

حضرت مولانا مفتی ناظم علی رضوی بارہ بنکوی مرکزی دارالافتاء بریلی شریف

حضرت مولانا مفتی عبید الرحمٰن رضوی، رضوی دارالافتاء بریلی شریف

حضرت مولانا مفتی منظر حسین رضوی سابق مفتی مرکزی دارالافتاء بریلی شریف

جانشین تاج الشریعہ حضرت مولانا مفتی محمد عسجد رضا قادری بریلی شریف

داماد تاج الشریعہ حضرت مولانا مفتی شعیب رضا نعیمی سابق مفتی مرکزی دارالافتاء بریلی شریف

حضرت مولانا کمال احمد خان رضوی نانپارہ ضلع بہرائچ

حضرت مولانا وصی احمد رضوی برمنگھم یوکے

حضرت مولانا شبیر الدین رضوی مدرسہ محمدیہ سنگرا کچھو دیناج پور مغربی بنگال

حضرت مولانا شرف عالم رضوی سیتامڑھی بہار

حضرت مولانا مفتی مشرف حسین بدایونی مظہر اسلام بریلی شریف

حضرت مولانا شہاب الدین رضوی بہرائچی بریلی شریف

حضرت مولانا مفتی یونس رضا اویسی، احسن المدارس کان پور

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم نشتر فاروقی مدیر سنی دنیا بریلی شریف

حضرت مولانا مفتی شاہد رضا قادری جامعۃ الرضا بریلی شریف

حضرت مولانا مفتی مطیع الرحمان نظامی مدرسہ دیوان شاہ بنارس

حضرت مولانا عاصم رضا قادری جامعۃ الرضا بریلی شریف

حضرت مولانا مفتی سلمان رضا قادری ازہری ہبلی کرناٹک

یہ ایسے حضرات کے نام ہیں جنھوں نے حضرت کے پاس باقاعدہ کتابیں پڑھیں اس پر مستزاد، وہ لوگ ہیں جنھوں نے ایک آدھ صفحہ پڑھ کر شرف تلمذ حاصل کیا یا کسی طرح علمی استفادہ کیا ان میں ہند کے علاوہ بیرون ہند کے بھی لاتعداد علماء کرام و طلبہ عظام شامل ہیں ہندوستان میں بے شمار مدارس کا یہ معمول تھا کہ ختم بخاری شریف کے موقع پر حضرت کو بلاتے ۔حضرت بخاری شریف کی آخری حدیث شریف پڑھا کر سبھی طلبہ دورہ حدیث کو اجازت حدیث سے نوازتے اسی طرح جب پاکستان تشریف لے جاتے تو وہاں کے اہل مدارس بھی حضرت کو بلاتے اور حضرت ایک دو احادیث کریمہ کا درس دے کر اجازت حدیث عطا فرماتے۔

جب حضرت شام، مصر اور ترکی وغیرہ تشریف لے گئے تو بھی بے شمار علمائے کرام اور طلبائے عظام نے حضرت سے ایک دو احادیث کریمہ پڑھ کر اجازت حدیث حاصل کی اس کے علاوہ عرب شریف اور عرب امارات جب بھی تشریف لے جاتے کافی علماء کرام حضرت سے اجازت حدیث حاصل کرتے۔

فتویٰ نویسی:

خاندان تاج الشریعہ میں فتویٰ نویسی کا آغاز حضرت مولانا رضا علی خان نے فرمایا۔اس کے لئے آپ نے ۱۲۴۶ھ میں باقاعدہ ایک دارالافتاء کی بنیاد ڈالی اور آپ مدت العمر یہ کام کرتے رہے آپ کے بعد آپ کے فرزند رئیس المتقین حضرت علامہ نقی علی خان اس کار افتاء کو سنبھالا پھر ان کے صاحبزادے حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری قدس اللہ سرہ نے اپنی صغرسنی میں ہی اس کام کو اپنے ذمہ لیا، چنانچہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے کرم سے اس گھر میں فتویٰ نکلتے ہوئے نوے برس سے زائد ہو گئے میرے دادا صاحب (مفتی رضا علی خاں) رحمہ اللہ تعالیٰ نے مدت العمر یہ کام کیا وہ جو تشریف لے گئے تو اپنی جگہ میرے والد ماجد (مولانا نقی علی خان) قدس سرہ العزیز کو چھوڑا میں نے ۱۴ رسال کی عمر میں یہ کام ان سے لے لیا پھر چند روز بعد امامت بھی اپنے ذمہ کر لی'' پھر اعلیٰ حضرت کے صاحبزادگان حضور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان اور حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفی رضا خاں قدس سرہما نے یہ کام بحسن وخوبی انجام دیا۔

۱۹۶۶ء میں جب حضور تاج الشریعہ جامعہ ازہر سے تشریف لائے تو اپنے آباؤ اجداد کرام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آپ

نے بھی فتوی نویسی کا مستقل آغاز فرمایا چنانچہ اسی سال آپ نے مدینہ منورہ سے آئے ہوئے استفتا جو طلاق اور میراث سے متعلق تھا کا، دلائل و براہین سے مزین جواب تحریر فرمایا پھر مفتی سید افضل حسین مونگیری کو دکھایا آپ نے دیکھ کر سراہا اور فرمایا اپنے نانا جان کو دکھائیے آپ یہ فتوی لے کر اپنے نانا جان حضور مفتی اعظم کی بارگاہ میں پہنچے حضرت نے بھی ملاحظہ فرما کر داد دی اور حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے ہدایت دی کہ دار الافتا میں آ کر فتوی لکھا کرو اور مجھے دکھایا کرو، اور لوگوں کو بھی آپ کی جانب متوجہ کرتے ہوئے فرمایا آپ لوگ اب اختر میاں سلمہ سے رجوع کریں، انہی کو میرا قائم مقام اور جانشین جانیں۔ اس کے بعد حضرت کا معمول بن گیا کہ فتوی تحریر فرما کر بغرض اصلاح حضور مفتی اعظم ہند کی بارگاہ میں پہنچتے حضرت آپ کو اپنے قریب بیٹھاتے، فتوی ملاحظہ فرماتے اور ضرورت کے تحت کچھ اضافہ و ترمیم و تبدیلی فرما کر دستخط فرما دیتے، چنانچہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ خود فرماتے ہیں: "میں بچپن سے ہی حضرت (مفتی اعظم) سے داخل سلسلہ ہوگیا، جامعہ ازہر سے واپسی کے بعد میں نے دلچسپی کی بنیاد پر فتوی نویسی کا کام شروع کیا، شروع شروع میں مفتی سید افضل حسین مونگیری علیہ الرحمہ اور دوسرے مفتیان کرام کی نگرانی میں یہ کام کرتا رہا اور کبھی کبھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر فتوی دکھایا کرتا تھا، کچھ دنوں کے بعد اس کام میں میری دلچسپی زیادہ بڑھ گئی تو میں مستقل حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگا۔ حضرت کی توجہ سے مختصر مدت میں اس کام میں مجھے وہ فیض حاصل ہوا جو کسی کے پاس مدتوں بیٹھنے سے بھی حاصل نہ ہوتا" خود مجھ سے بھی کئی مرتبہ ارشاد فرمایا: آج میرے پاس جو کچھ ہے حضرت کی بافیض صحبت کا پھل ہے۔

مرکزی دار الافتا کا قیام:

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو اس منصب کو سنبھالنے کے لئے تیار فرمایا تھا اور لوگوں کو بھی باخبر فرما دیا تھا کہ میرے بعد یہی میرے جانشین ہیں۔ اسی لئے ۱۹۸۱ء میں جب حضور مفتی اعظم ہند کا وصال ہوا تو آپ ہی پر لوگوں کی نظریں پڑیں اور آپ ہی ان کی توجہ کا مرکز بن گئے، دینی مسائل میں آپ ہی کی جانب لوگوں نے رخ کیا۔ کچھ ہی دنوں میں ضرورت کے پیش نظر آپ نے مرکزی دار الافتا قائم فرمایا اور وہیں سے آپ فتوی جاری فرمانے لگے، سوالات کی کثرت اور مصروفیت کی پیش نظر آپ نے مولانا مفتی حبیب رضا خاں، حضرت مولانا مفتی قاضی عبد الرحیم بستوی اور حضرت مولانا مفتی ناظم علی قادری جیسے جید علمائے کرام کو مرکزی دار الافتاء میں مقرر فرمایا اور فتوی کو رجسٹر میں درج کرنے لئے حضرت مولانا عبد الوحید خاں بریلوی کی تقرری فرمائی، اس نورانی جماعت میں اب صرف حضرت مولانا مفتی ناظم علی قادری مدظلہ العالی باحیات ہیں اللہ تعالی ان کا سایہ ہمارے سروں پر تا دیر سلامت رکھے۔ آمین

تصانیف، تراجم اور تعلیقات:

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے فتاوی کے علاوہ کئی بیش قیمت کتابیں تصنیف فرمائیں اور اعلی حضرت کے کچھ عربی رسائل کا اردو میں اور کچھ اردو رسائل کا عربی میں ترجمہ فرما کر ان پر تعلیقات بھی تحریر فرمائیں، اس کے علاوہ آپ نے اردو اور عربی زبان میں نعتیں، منقبتیں اور نظمیں بھی تحریر فرمائی جن کا مجموعہ سفینۂ بخشش اور نغمات اختر کے نام سے مقبول خاص و عام ہے۔

جب تک حضرت کی بینائی کام کر رہی تھی تب تک حضرت خود ہی تحریر فرماتے تھے مگر جب سے بینائی نے ساتھ چھوڑ دیا تب

اگر حضرت کو کچھ تحریر فرمانا ہوتا تو کسی مولانا صاحب کو بلا کر املا کرواتے، میرے آنے سے قبل املا کا کام مرکزی دار الافتاء کے مفتیان کرام یا جامعۃ الرضا کے اساتذۂ کرام انجام دیتے تھے مگر ۲۰۰۸ء میں جب سے میں حاضر خدمت ہوا تب سے کام مستقلا میرے ہی ذمہ رہا اور اللہ کے فضل وکرم سے مندرجہ ذیل تصانیف، تراجم اور تعلیقات معرض تحریر میں آئیں:

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	مطبع
۱	شرح حدیث نیت	اردو	مطبوعہ ادارہ سنی دنیا، ادارہ معارف رضا پاکستان
۲	ہجرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم	اردو	مطبوعہ المجمع الرضوی، ادارہ معارف رضا، پاکستان
۳	آثار قیامت	اردو	مطبوعہ المجمع الرضوی، ادارہ معارف رضا، پاکستان
۴	سنو! چپ رہو!	اردو	مطبوعہ ادارہ معارف رضا، پاکستان/ برکاتی پبلیشرز، کراچی
۵	ٹائی کا مسئلہ	اردو	مطبوعہ المجمع الرضوی، سوداگران بریلی
۶	تین طلاقوں کا شرعی حکم	اردو	مطبوعہ اختر بکڈپو خواجہ قطب، بریلی
۷	تصویروں کا حکم	اردو	مطبوعہ اختر بکڈپو خواجہ قطب، بریلی
۸	دفاع کنز الایمان ۲ جز	اردو	مطبوعہ ادارہ سنی دنیا، سوداگران بریلی
۹	الحق المبین	اردو	مطبوعہ ادارہ سنی دنیا، سوداگران بریلی
۱۰	ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن مع شرعی حکم	اردو	مطبوعہ ادارہ سنی دنیا، سوداگران بریلی
۱۱	القول الفائق بحکم اقتداء الفاسق	اردو	مطبوعہ المجمع الرضوی، سوداگران بریلی
۱۲	حضرت ابراہیم کے والد تارخ یا آزر	اردو	المجمع الرضوی، سوداگران، بریلی
۱۳	کیا دین کی مہم پوری ہو چکی؟ مقالہ	اردو	المجمع الرضوی، سوداگران، بریلی
۱۴	جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مقالہ	اردو	المجمع الرضوی، سوداگران، بریلی
۱۵	متعدد فقہی مقالات	اردو	مطبوعہ/غیر مطبوعہ
۱۶	سعودی مظالم کی کہانی اختر رضا کی زبانی	اردو	مطبوعہ ماہنامہ سنی دنیا، سوداگران، بریلی
۱۷	المواہب الرضویہ فی الفتاوی الازہریہ	اردو	مطبوعہ دو جلد/غیر مطبوعہ
۱۸	منحۃ الباری فی شرح البخاری	اردو	جامعۃ الرضا، بریلی شریف
۱۹	تراجم قرآن میں کنز الایمان کی فوقیت	اردو	اس پر کام جاری ہے
۲۰	الحق المبین	عربی	مطبوعہ المجمع الرضوی
۲۱	الصحابۃ نجوم الاهتداء	عربی	مطبوعہ دار المقطم، مصر
۲۲	شرح حدیث الاخلاص	عربی	المجمع الرضوی
۲۳	سد المشارع علی من يقول ان الدين		

	يستغني عن الشارع	عربی	دار المقطم، قاہرہ، مصر
۲۴	تحقيق ان اباابراهيم تارخ لاآزر	عربی	مطبوعہ دار المقطم، قاہرہ، مصر
۲۵	نبذة حياة الإمام احمد رضا	عربی	دار المقطم، قاہرہ، مصر
۲۶	مرآة النجديه بجواب البريلويه (حقيقة البريلويه)	عربی	دار المقطم، قاہرہ، مصر
۲۷	حاشية الأزهري على صحيح البخاري	عربی	مطبوعہ مجلس برکات، مبارکپور
۲۸	حاشيه المعتقد والمستند	اردو	مطبوعہ المجمع الرضوی، بریلی
۲۹	سفینۂ بخشش (دیوان)	عربی/اردو	مطبوعہ متعدد بار، المجمع الرضوی، بریلی
۳۰	انوار المنان في توحيد القرآن	اردو	المجمع الرضوی، بریلی
۳۱	المعتقد المنتقد مع المعتمد المستند (ترجمہ)	اردو	المجمع الرضوی، بریلی
۳۲	الزلال الانقى مع بحر سبقة الاتقى (ترجمہ)	اردو	ادارہ سنی دنیا، بریلی
۳۳	اهلاك الوهابين على توهين القبور المسلمين (تعریب)	عربی	المجمع الرضوی، بریلی
۳۴	شمول الاسلام لاصول الرسول الكرام (تعریب)	عربی	شائع از سعودی، مطبع کا نام نہیں ہے
۳۵	الهاد الكاف في حكم الضعاف (تعریب)	عربی	دار السنابل، دمشق
۳۶	بركات الامداد لاهل الاستمداد (تعریب)	عربی	جمعیت رضائے مصطفی، کراچی
۳۷	عطايا القدير في حكم التصوير (تعریب)	عربی	المجمع الرضوی، بریلی
۳۸	تيسير الماعون للسكن في الطاعون (تعریب)	عربی	المجمع الرضوی، بریلی
۳۹	قوارع القهار في رد المجسمة الفجار (تعریب)	عربی	دار النعمان للعلوم، دمشق
۴۰	سبحان السبوح (تعریب)	عربی	دار النعمان للعلوم، دمشق
۴۱	القمع المبين لآمال المكذبين	عربی	دار النعمان للعلوم، دمشق
۴۲	النهي الاكيد (تعریب)	عربی	دار النعمان للعلوم، دمشق
۴۳	حاجز البحرين (تعریب)	عربی	دار النعمان للعلوم، دمشق
۴۴	فقه شهنشاه وأن القلوب بيد المحبوب بعطاء الله (تعریب)	عربی	المجمع الرضوی، سوداگران، بریلی
۴۵	ملفوظات تاج الشریعہ	اردو	غیر مطبوعہ/قلمی
۴۶	تقديم تجلية السلم في مسائل نصف العلم	اردو	اختر بکڈپو خواجہ قطب، بریلی
۴۷	ترجمہ قصیدتان رائعتان	اردو	غیر مطبوعہ/قلمی
۴۸	Few English fatawa	انگلش	ادارہ سنی دنیا، بریلی
۴۹	ازہر الفتاوی	انگلش	حبیبی دار الافتاء، ڈربن، ساؤتھ افریقہ

۵۰	ٹائی کا مسئلہ	انگلش	ادارہ سنی دنیا، بریلی
۵۱	A Just Answer to the biased author	انگلش	سنی پبلکیشن ڈربن ساؤتھ افریقہ
۵۲	فضیلت نسب (ترجمہ اراءۃ الادب لفاضل النسب)	اردو	مکتبہ سنی دنیا، بریلی
۵۳	ایک غلط فہمی کا ازالہ	اردو	برکات رضا، پور بندر، گجرات
۵۴	حاشیہ انوار المنان	عربی	المجمع الرضوی، سوداگران بریلی
۵۵	الفردۃ فی شرح قصیدۃ البردۃ	عربی	دار النعمان للعلوم، دمشق الشام
۵۶	رویت ہلال	اردو	مشمولہ، ماہنامہ سنی دنیا، شمارہ جنوری ۲۰۱۲ء
۵۷	چلتی ٹرین پر نماز کا حکم	اردو	مشمولہ، ماہنامہ سنی دنیا، شمارہ جنوری ۲۰۱۲ء
۵۸	افضلیت صدیق اکبر و فاروق اعظم	اردو	جامعۃ الرضا بریلی شریف
۵۹	تعریب فتاویٰ رضویہ، جلد اول	اردو	زیر طبع
۶۰	نغمات اختر	عربی	جامعۃ الرضا، بریلی شریف
۶۱	صلات الصفا بنور المصطفیٰ (تعریب)	عربی	زیر طبع

بیعت و ارادت:

حضور تاج الشریعہ حضور مفتی اعظم ہند کے مرید صادق تھے خود فرماتے تھے کہ مجھے حضور مفتی اعظم ہند نے بچپن ہی میں داخل سلسلہ فرمالیا تھا۔

اجازت و خلافت:

ایک مرتبہ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ نے ساجد میاں مہتمم دار العلوم مظہر اسلام کو حکم دیا کہ ۱۵ر جنوری ۱۹۶۲ء مطابق ۸ر شعبان ۱۳۸۱ھ کو صبح ۸ ربجے گھر پر محفل میلاد شریف کا انعقاد کیا جائے، میلاد خواں حضرات علماء ومشائخ وطلبہ مدارس و فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ کی دعوت کی جائے، شدید سردی کے موسم میں کئی ہزار لوگوں نے میلاد شریف کی اس خصوصی تقریب میں شرکت کی، محفل میلاد شریف کے آخر میں حضور مفتی اعظم ہند تشریف لائے اور حضور تاج الشریعہ کو بلوایا، اپنے قریب بٹھایا، دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر جمیع سلاسل عالیہ قادریہ چشتیہ سہروردیہ نقشبندیہ اور جمیع سلاسل طریقت اور حدیث مسلسل بالاولیت کی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا، تمام اوراد و وظائف، اعمال و اشغال، دلائل الخیرات، حزب البحر اور تعویذات کی اجازت مرحمت فرمائی، اس موقع پر مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمن عباسی رئیس اعظم اڑیسہ، برہان ملت مفتی برہان الحق جبل پوری، مولانا خلیل الرحمن محدث امروہوی، علامہ مشتاق احمد نظامی الہ آبادی، مفتی نذیر الاکرم نعیمی مرادآبادی، مولانا محمد حسین سنبھلی، مولانا انوار احمد شاہجہانپوری، مولانا قاضی شمس الدین جعفری جونپوری، مولانا کمال احمد تلسی پوری، مولانا شعبان علی حبانی گونڈوی، صوفی عزیز احمد بریلوی وغیرہم جیسے جید علماء و مشائخ موجود تھے، سبھی حضرات نے اٹھ اٹھ کر یکے بعد دیگرے حضور تاج الشریعہ کو مبارکبادیاں دیں۔

اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم کے جانشین:

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے والد ماجد حضور مفسر اعظم ہند نے حضور تاج الشریعہ کو قبل فراغت ہی اعلیٰ حضرت کا جانشین بنایا اور ایک تحریر بھی عنایت فرمائی، ریحان ملت مولانا محمد ریحان رضا خان بریلوی مہتمم منظر اسلام اپنی ادارت میں شائع ہونے والے ماہنامہ "اعلیٰ حضرت" میں بعنوان "کوائف دار العلوم" میں تحریر فرماتے ہیں: "بوجہ علالت (حضور مفسر اعظم ہند) یہ توقع نہیں کہ اب زیادہ زندگی ہو بنابریں ضرورت تھی کہ دوسرا قائم مقام ہو، لہٰذا اختر رضا سلمہ کو قائم مقام و جانشین اعلیٰ حضرت بنادیا گیا جانشینی کا عمامہ باندھا گیا، عبا پہنائی گئی، یہ دستار اور عبا اور طلبہ کی دستار اور عبا اہل بنارس کی طرف سے ملی"۔

۱۵ رجنوری ۱۹۶۲ء کو جس مجلس مسعود میں حضور مفتی اعظم نے حضور تاج الشریعہ کو اپنی اجازت و خلافت سے نوازا اسی مجلس میں برہان ملت مولانا برہان الحق جبل پوری، شمس العلماء قاضی شمس الدین احمد جعفر جونپوری نے حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ سے دریافت کیا کہ حضرت! آپ کا جانشین کون ہوگا؟ تو آپ نے جواب دیا کہ جانشین اپنے وقت پر ہی ہوگا جسے ہونا ہوگا۔ حضرت (مفتی اعظم ہند) نے تاج الشریعہ کے متعلق فرمایا کہ اس لڑکے (تاج الشریعہ) سے امیدیں وابستہ ہیں، حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے آخری زمانہ میں ایک تحریر حضور تاج الشریعہ کو عنایت فرمائی جس میں آپ کو اپنا جانشین اور قائم مقام مقرر فرمایا چنانچہ اس تحریر میں خطبہ کے بعد پہلا جملہ یہی لکھا تھا کہ "میں اختر میاں سلمہ کو اپنا قائم کرتا ہوں"۔

۱۴/۱۵ رنومبر ۱۹۸۴ء کو مارہرہ مطہرہ میں عرس قاسمی کی تقریب میں احسن العلماء حضرت مولانا سید حسن میاں برکاتی سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف نے جانشین مفتی اعظم ہند کا استقبال "قائم مقام مفتی اعظم ہند علامہ ازہری زندہ باد" کے نعرے سے کیا اور مجمع کثیر میں علماء و مشائخ اور فضلاء و دانشوروں کی موجودگی میں جانشین مفتی اعظم ہند کو یہ فرمایا: "فقیر آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ کے سجادہ کی حیثیت سے قائم مقام مفتی اعظم ہند علامہ اختر رضا خاں صاحب کو سلسلہ قادریہ برکاتیہ نوریہ کی عام خلافت واجازت سے ماذون ومجاز کرتا ہوں پورا مجمع سن لے!، تمام برکاتی بھائی سن لیں! اور یہ علماء کرام (جو عرس میں موجود ہیں) اس بات کے گواہ رہیں"۔

بعدہٗ احسن العلماء سید حسن میاں برکاتی نے جانشین مفتی اعظم ہند کی دستار بندی کی اور نذر بھی پیش کی، سید العلماء حضرت سید آل مصطفی برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ نے جمیع سلاسل کی خلافت واجازت عطا فرمائی اور خلیفہ اعلیٰ حضرت برہان ملت حضرت مفتی برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمہ نے تمام سلاسل اور حدیث شریف کی اجازت سے نوازا۔

مریدین ومعتقدین:

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے ہندوستانی شہروں کے علاوہ دنیا کے بیشتر ممالک کے تبلیغی دورے فرمائے جن میں بے شمار لوگ آپ کے دامن سے وابستہ ہوئے۔ چنانچہ ہندوستان، پاکستان، نیپال، بنگلہ دیش، سری لنکا، موریشس، زمبابوے، زامبیہ، سوازی لینڈ، موزمبیک جنوبی افریقہ، ملاوی، دارالسلام، تانجیریا، برطانیہ، ہالینڈ، فرانس، جرمنی، امریکہ، کناڈا، مصر، شام، بغداد شریف کویت، عرب امارات، جدہ، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں آپ کے مریدین اور معتقدین کروڑوں کی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ جن میں صرف عوام ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے علماء، مشائخ اور اسکالرز بھی شامل ہیں۔

حضور تاج الشریعہ جس علاقے میں بغیر اعلان کے پہنچتے وہاں ہزاروں کا مجمع اکٹھا ہو کر داخل سلسلہ ہو جاتا، جس جلسہ میں آپ کی تشریف آوری کا اعلان کر دیا جاتا لاکھوں انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر موجزن ہوتا اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوتا۔ کون سا ایسا قصبہ اور شہر ہے جہاں پر حضرت کے مریدین نہ پائے جاتے ہوں۔ حضرت کے سارے مریدین حضرت سے بہت محبت کرتے ہیں اور حضرت کی غلامی پر ناز کرتے ہیں۔

چند مشاہیر خلفاء:

حضور تاج الشریعہ کے خلفاء بھی شمار سے باہر ہیں۔ چند مشہور خلفاء کے نام درج ذیل ہیں:

ہندوستان:

شہزادہ گرامی وقار حضرت مولانا مفتی محمد عسجد رضا قادری رضوی بریلی شریف
حضرت مولانا مفتی سید شاہد علی رضوی ناظم اعلی و شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ و قاضی شرع رام پور
حضرت مولانا مفتی انور علی رضوی صدر آل کرناٹک علماء بورڈ بنگلور
حضرت مولانا محمد حسین صدیقی ابوالحقانی شیخ الحدیث دارالعلوم فیض الغرباء آرا
قاری ابوالحامد حامد علی شاہ پوری شیخ التجوید دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف
حضرت حافظ لئیق احمد خان جمالی سجادہ نشین آستانہ جمالیہ نقشبندیہ مجددیہ رام پور
حضرت مولانا مفتی عزیز احسن رضوی صدر المدرسین دارالعلوم تدریس الاسلام بسڈیلہ یوپی
حضرت مولانا علی احمد سیوانی حسن پورہ سیوان بہار
حضرت مولانا تطہیر احمد رضوی بریلی دھونرہ ٹانڈہ بریلی شریف
حضرت مولانا محمد حنیف رضوی شیرانی آباد ناگور راجستھان
حضرت مولانا مفتی ولی محمد رضوی باسنی ناگور راجستھان
حضرت مولانا صوفی لعل محمد بارہ بنکی
حضرت مولانا مجیب علی رضوی حیدرآباد
حضرت مولانا مختار احمد قادری اسلام نگر بہیڑی ضلع بریلی شریف
حضرت مولانا مفتی ناظم علی رضوی مرکزی دارالافتاء بریلی شریف
حضرت مولانا مفتی شعیب رضا نعیمی علیہ الرحمہ (داماد حضور تاج الشریعہ) بریلی شریف
حضرت مولانا محمد افضال رضوی مرکزی دارالافتاء بریلی شریف
حضرت مولانا کوثر علی رضوی مرکزی دارالافتاء بریلی شریف
حضرت مولانا غلام مصطفٰے مرکزی دارالافتاء بریلی شریف
حضرت مولانا صدیق حسن قادری المرکز الاسلامی دارالفکر بہرائچ یوپی

حضرت مولانا مفتی مظفر حسین رضوی سابق مفتی مرکزی دارالافتاء بریلی شریف
حضرت مولانا قاضی شہید عالم رضوی جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف
حضرت مولانا محمد شکیل بریلوی صدر المدرسین جامعۃ الرضا بریلی شریف
حضرت مولانا شکیل احمد رام پوری جامعۃ الرضا بریلی شریف
حضرت مولانا شاہد رضا قادری جامعۃ الرضا بریلی شریف
حضرت مولانا عاصم رضا قادری جامعۃ الرضا بریلی شریف
حضرت مولانا گلزار احمد رضا قادری جامعۃ الرضا بریلی شریف
حضرت مولانا شہزاد احمد رضوی جامعۃ الرضا اور تقریباً جملہ اسٹاف جامعۃ الرضا بریلی شریف)
حضرت مولانا انور علی رضوی دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف
حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن قادری دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف
حضرت مولانا محمد عاقل رضوی صدر المدرسین دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف
حضرت مولانا اختر قادری بریلوی دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف
حضرت مولانا مفتی اختر حسین قادری دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی یوپی
حضرت مولانا مفتی شمشاد احمد مصباحی جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو
حضرت مولانا جمال مصطفیٰ قادری صدر المدرسین جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو
حضرت مولانا علاء المصطفیٰ قادری ناظم اعلیٰ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو
حضرت مولانا ابو یوسف محمد قادری جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو
حضرت مولانا مفتی ابوالحسن قادری جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو
حضرت مولانا مفتی معراج القادری جامعہ اشرفیہ مبارکپور
حضرت مولانا مفتی ناظم علی رضوی جامعہ اشرفیہ مبارکپور
حضرت مولانا ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی
حضرت مولانا عزیز الرحمان رضوی جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف
قاری دلشاد احمد رضوی مدرسہ دیوان شاہ بنارس
ڈاکٹر شفیق اجمل رضوی ریوڑی تالاب بنارس
حافظ سیف الملک رضوی ریوڑی تالاب بنارس
حضرت مولانا انیس عالم سیوانی امام احمد رضا فاؤنڈیشن لکھنو
حضرت مولانا ساجد علی رضوی ناگوری کرلا ممبی

حضرت مولانا نعیم الحق رضوی کرلا ممبئی
حضرت مولانا قاری رئیس احمد خان دارالعلوم نور حق چرہ محمد پورہ فیض آباد
حضرت مولانا کمال اختر قادری دارالعلوم نور حق چرہ محمد پورہ فیض آباد
حضرت مولانا محمد شہاب الدین رضوی بریلی شریف
حضرت محتشم رضا خان (داماد حضرت خالد میاں) بریلی شریف
حضرت علامہ مفتی یونس رضا اویسی احسن المدارس کان پور
حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم نشتر فاروقی مدیر سنی دنیا بریلی شریف
حضرت مولانا مطیع الرحمان نظامی مدرسہ دیوان شاہ بنارس
حضرت مولانا عابد رضا خان نوری سوداگراں بریلی شریف
حضرت مولانا بیت اللہ رضوی خلیل آباد یوپی

پاکستان:

حضرت علامہ مولانا عبد الحکیم اختر شاہ جہاں پوری لاہور
حاجی محمد حنیف طیب رضوی سابق مرکزی تعمیرات ومشیر پاکستان
حاجی زبیر مکی قادری رضوی کراچی
حافظ محمد اسلم رضوی کراچی
ڈاکٹر احمد اختر القادری ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
حضرت مولانا یونس شاکر قادری کراچی
حاجی اویس قرنی صدر ادارہ معارف نعمانیہ لاہور
حضرت مولانا اجمل رضا قادری گوجرانوالہ
حضرت مولانا ثاقب اختر القادری کراچی وغیرھم

بنگلہ دیش:

حضرت مولانا ڈاکٹر سید ارشاد بخاری ڈائریکٹر جامعہ اسلامیہ
حضرت مولانا صوفی محمد عبد السلام رضوی کوملہ بنگلہ دیش
حضرت مولانا سید ابراہیم قاسم قادری سیتا گورنج بنگلہ دیش

نیپال:

حضرت مولانا مفتی جیش محمد برکاتی شیخ الحدیث دار العلوم حنفیہ جھک پردھام
حضرت مولانا نجم الدین قادری مہوتری

سری لنکا:

حضرت مولانا قاری نورالحسن ناظم اعلیٰ مدرسہ فیض رضا کولمبو

حاجی عبدالغفار رحاجی بابو رضوی کولمبو

حاجی محمد ادریس پٹیل رضوی کولمبو

افریقہ:

حضرت مولانا آفتاب قاسم رضوی ڈربن ساوتھ افریقہ

حضرت مولانا محمد عارف برکاتی لیلانگ وے ملاوی

زیارت حرمین شریفین:

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو ۶ مرتبہ حج بیت اللہ شریف کی سعادت نصیب ہوئی، پہلا حج ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء، دوسرا حج ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء، تیسرا حج ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء، چوتھا حج ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸ء، پانچواں حج ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۰۰۹ء، اور چھٹا حج ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۰۱۰ء میں کیا اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بے شمار عمرے اور سرکار کی بارگاہ میں حاضری دینے کا شرف حاصل کیا، کئی سال سے معمول بن چکا تھا کہ آپ رمضان المبارک کے شروع ایام میں عمرہ کر کے باقی ایام سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں گزارتے اور عیدالفطر سے کچھ دن پہلے ممبئی ہوتے ہوئے بریلی شریف تشریف لاتے، آتے جاتے وقت کچھ ایام جدہ میں بھی گزارتے تھے۔

پانچویں حج اور ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۰۰۹ء سے جتنے عمرے حضرت نے ادا فرمائے اور سرکار کی بارگاہ میں جتنی حاضریاں دیں سب میں اس حقیر فقیر، سراپا تقصیر عاشق حسین کشمیری کو ساتھ رکھا۔

تبلیغی دورے:

تبلیغ دین کے لئے آپ نے ہندوستان کے علاوہ، پاکستان، نیپال، بنگلہ دیش، سری لنکا، موریشس، زمبابوے، زامبیہ، سوازی لینڈ، موزمبیک، جنوبی افریقہ، ملاوی، دارالسلام، نائجیریا، برطانیہ، ہالینڈ، فرانس، جرمنی، امریکہ، کناڈا، مصر، شام، بغداد شریف، کویت، عرب امارات، جدہ، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے دورے فرمائے جن کے نتیجہ میں بے شمار لوگ مشرف با سلام ہوئے، بے شمار لوگ گناہوں سے تائب ہو کر پابند شریعت ہوئے، اسی میں بیعت وارادت کا سلسلہ بھی چلتا تھا جس سے کروڑوں لوگ آپ کے دامن کرم سے وابستہ ہوتے، اس وقت دنیا میں کوئی ایسی شخصیت نظر نہیں آتی جس کے اتنے زیادہ عقیدت مند اور چاہنے والے ہوں۔

حضور تاج الشریعہ کا اشارۃً کنایۃً قرب وصال کی خبر دینا:

ربیع النور ۱۴۳۲ھ کو حضور تاج الشریعہ نے حضور حجۃ السلام کی مشہور نعت پاک ''چاند سے ان کے چہرے پر گیسوئے مشک فام دو'' کی زمین پر ایک نعت پاک کہی، اس کے مقطع میں حضور تاج الشریعہ نے پہلی بار قرب وفات کی طرف اشارہ فرمایا، وہ مقطع یہ ہے۔

کشتی میری حیات کی اب تو کنارہ آ لگی
کہتی ہے تجھ سے زندگی اب تو مجھے دوام دو

گھر کی محفل میں حضرت نے یہ نعت پاک خود اپنی زبان مبارک سے پڑھی، جب مقطع پر پہنچے تو گھر کی خواتین میں کہرام مچ گیا اور ان کے اصرار پر حضرت نے دوسرا مقطع فرمایا:

میدان نعت شاہ دین اختر ہے پر خطر زمین
یہ مجلس غزل نہیں منہ کو ذرا لگام دو

پھر حضرت نے ایک نعت پاک کہی جس کا مطلع یہ تھا:

زندگی یہ نہیں ہے کسی کے لئے — زندگی ہے نبی کی نبی کے لئے

اس نعت کے مقطع میں بھی حضرت نے اس طرح اشارہ فرمایا:

اختر قادری خلد میں چل دیا — خلد وا ہے ہر اک قادری کے لئے

اس کے بعد کچھ وقت تک خاموشی رہی پھر حضرت امین شریعت کا وصال ہوا، حضور تاج الشریعہ نے ان کی شان میں منقبت کے کچھ اشعار قلم بند کروائے، اس میں بھی حضور تاج الشریعہ نے ایسا مقطع ارشاد فرمایا کہ مریدوں میں کہرام مچ گیا اور اس کے بدلے میں مرید شعراء نے سینکڑوں اشعار کہے۔ وہ مقطع یہ تھا:

دیکھنے والو جی بھر کے دیکھو ہمیں — پھر نہ کہنا کہ اختر میاں چل دیے

ایک نعت پاک لکھی جس کا مطلع یہ ہے: ابر کرم گیسوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مقطع میں بھی حضور تاج الشریعہ نے یوں اشارہ فرمایا:

اختر خستہ چل دے جناں کو باغ جناں ہے کوئے محمد ﷺ

آخری بار اس وقت اشارہ فرمایا جب بقرعید کی نماز پڑھانے عیدگاہ تشریف لے گئے، نماز اور خطبہ کے بعد اعلان فرمایا کہ میری طبیعت ایسی ہی رہتی ہے، آئندہ سے عسجد میاں آکر نماز پڑھایا کریں گے، بقرعید کے ایام ختم ہوئے ہی تھے کہ حضرت کی طبیعت معمول سے زیادہ خراب ہوئی، جس کے بعد طبیعت سنبھلتی اور بگڑتی رہی جس کی وجہ سے عید الفطر میں بھی عیدگاہ نہیں جا سکے اور اگلی بقرعید آنے سے پہلے ہی آپ اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے اتنی بیماریوں کے باوجود اخیر دم تک بلکہ اس کے بعد بھی چہرہ مبارک اتنا شگفتہ اور پرنور تھا کہ لگ ہی نہیں رہا تھا کہ حضرت کبھی بیمار رہے ہوں۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

مرض وصال:

یوں تو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کافی عرصہ سے کئی جسمانی امراض میں مبتلا تھے مگر یہ سارے امراض کسی دینی کام میں رکاوٹ نہیں بنیں، مگر ۷ دسمبر ۲۰۱۷ء بروز جمعرات رات کو تقریباً ۱۱ بجے حضرت کی طبیعت کسی قدر زیادہ خراب ہوئی پہلے بریلی کے ڈاکٹر صاحب کے پاس لے جایا گیا اس نے ضروری جانچ کے بعد دہلی لے جانے کا مشورہ دیا، دہلی میں کچھ دن ہاسپٹل میں رہ کر

طبیعت تھوڑی اچھی ہوئی تو وہیں حضرت کی شہزادی کے گھر منتقل کیا گیا وہاں شہزادی اور داماد برہان میاں نے دل وجان سے خدمت کی (بھرپور خیال رکھا) تو طبیعت میں کافی سدھار آیا تب تک عرس رضوی قریب آچکا تھا اس لئے واپس بریلی شریف تشریف لائے، یہاں گھر والے ہر دم لگے رہے جس سے طبیعت بہت بہتر ہوگئی، دن گزرتے گئے بیچ بیچ میں روٹین چیک اپ ہوتا رہا۔

وصال سے چار دن پہلے کی بات ہے کہ حضرت کو کافی کمزوری اور بے چینی محسوس ہونے لگی فوراً ہاسپٹل پہونچایا گیا وہاں کچھ طاقت کی بوتلیں چڑھائی گئیں اور کچھ جانچ ہوئیں، جس میں کچھ کمی نظر آئی تو وہیں ہاسپٹل میں رکھا گیا اور دو تین دن علاج ومعالجہ کے ساتھ پھر جانچ کی گئی تو بہتر رپورٹ آئی، طاقت کی بوتلیں چڑھانے سے بدن میں تھوڑی طاقت بھی آگئی تھی اسی لئے ہاسپٹل سے چھٹی کر کے واپس گھر آگئے، جمعرات کی شام کو ہاسپٹل سے گھر پہنچے، حضرت نے اچھے سے کھانا بھی کھایا رات بھر آرام بھی کیا، دوسرا دن جمعہ کا تھا، حضرت نے اچھے سے معمول کے کام کیے تقریباً ڈھائی بجے میں نے نئے کپڑے پہنائے، وضو کراکے نماز پڑھوائی، پھر حضرت کھانا تناول کرکے آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے، میں نے بھی جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے مسجد کا رخ کیا پھر وہاں سے اپنے کمرے میں جاکر میں بھی کھانا کھاکر تھوڑی دیر کے لئے لیٹ گیا، عصر کے وقت اٹھ کر نماز پڑھی پھر چائے پی کر میں اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ حضرت کی بارگاہ میں پہنچا۔

سفر آخرت:

جمعۃ المبارک کا دن تھا میں تقریباً ساڑھے چھ بجے حسب معمول حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے ڈرائنگ روم میں پہنچا، عابد بھائی اور یوسف بھائی نے کہا "ابا بہت دیر سے یاد کر رہے ہیں، حضرت چائے نوش فرما رہے تھے، دو تین بسکٹ کھانے کے بعد جو تھا پیش کیا گیا تو منع فرمایا، میں نے یوسف بھائی سے کہا کہ آپ استنجا کراکے لائیں میں وضو یہیں بیٹھ کے کراؤں گا، یوسف بھائی حضرت کو استنجا کراکے لائے تو حضرت کی سانس پھولنے لگی تھی کرسی پر (وضو کے لیے) بٹھانے کے بعد میں بالٹی میں وضو کے لیے پانی لایا، اور وضو کی تیاری کرنے لگا، حضرت نے فرمایا میں لیٹ جاؤں یہاں مجھے کیوں بٹھایا؟ میں نے کہا: وضو کرانا ہے اور نماز پڑھوانی ہے، فرمایا ٹھیک ہے۔ اس دوران سانس پھولنے میں اضافہ ہی ہو رہا تھا، تو عسجد میاں نے فرمایا: سانس زیادہ پھول رہی ہے، ابھی لٹا دیں تھوڑی دیر کے بعد نماز پڑھوا دیں گے ہم نے جونہی لٹایا، حضرت کے دہن اقدس سے "یا اللہ" "اللہ اکبر" کی صدائیں بلند ہونے لگیں، اس سے پہلے کئی مرتبہ اسی طرح سانس پھولی تھی اور تھوڑی دیر بعد صحیح ہوگئی تھی۔ اس لئے ہم حاضرین میں سے کسی کا بھی دھیان اس طرف نہیں گیا کہ یہ آخری وقت ہوسکتا ہے تاکہ کلمہ شریف وغیرہ کا ورد کرتے۔ بہر حال جب آواز میں کچھ اور تیزی آئی تو میں نے پوچھا ابا سینہ میں درد ہو رہا ہے؟ فرمایا: نہیں نہیں، پھر یا اللہ یا اللہ کہتے رہے، جب میرے موبائل کی گھڑی کے حساب سے ۷ بج کر ۹ منٹ ہو رہے تھے جو اس دن غروب کا وقت تھا حضرت نے وقت دریافت کیا میں نے حسب معمول کہا ۷ بجے کے آس پاس ہو رہا ہے، پھر حضرت "یا اللہ" "اللہ اکبر" کہتے رہے، اور جس وقت موذن نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا حضرت نے اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کر دی، اس دوران عسجد میاں نے نبض کی جانچ کے لیے پہلے کان میں لگانے والی عام مشین لگائی تو بتایا کہ کچھ نہیں سنائی دے رہا ہے کیونکہ ایک تو حضرت بلند آواز سے یا اللہ، اللہ اکبر کا ورد فرما رہے

تھے دوسرے میں حضرت کا سر سہلار ہا تھا جو پسینہ سے کافی شرابور ہو چکا تھا، الیکٹرانک مشین سے بلڈ پریشر جانچنے کی کوشش کی گئی جو ناکام رہ گئی کیونکہ اس کے نتیجہ دکھانے سے پہلے ہی حضرت اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے، جس وقت میں ڈرائنگ میں حاضر ہوا تھا تو حضور عسجد میاں، منصوب بھائی، سلمان بھائی، منا بھائی، معظم بھائی، عابد بھائی، نشتر بھائی، یوسف بھائی اور کلکتہ کے مہمان حاجی قمر الدین اور ایک لڑکا تھا جس کا نام مجھے معلوم نہیں حضرت چائے نوش فرما رہے تھے، حضرت کے فارغ ہونے کے بعد عابد بھائی حاجی وغیرہ نماز مغرب کی تیاری کرنے کے لیے نکل گئے بعد میں ہماری آوازیں سن کر حضرت ایک دو صاحب زادی آگئیں تھیں، ہمیں چونکہ یقین نہیں آرہا تھا، اس لیے ہم نے پلنگ پر چڑھ کر تھوڑی دیر زور سے سینہ دبایا اور باجی نے سانس دی مگر سب بے سود، جیسا کہ میں نے ذکر کیا کہ حضرت کی سانس کبھی کبھی پھولتی تھی پھر صحیح ہو جاتی تھی آج بھی ہم اسی خوش فہمی میں تھے امی حضور اپنے کمرے میں اطمینان سے بیٹھی ہوئی تھیں، انہیں عورتوں نے بتایا بھی کہ حضرت کی سانس پھول رہی ہے، لیکن انہوں نے وہی بتایا کہ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے پھر صحیح ہو جاتے ہیں، مگر تھوڑی دیر کے بعد انہیں بھی ہماری طرح یقین کرنا پڑا کہ یہ حضرت کی آخری سانسیں ہیں، اس کے بعد حضرت ہمیشہ کے لیے آرام کی حالت میں چلے جائیں گے۔

ابھی ہم حضرت کی رحلت میں مذبذب ہی تھے کہ باہر شور اٹھا، معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ سارا محلہ سوداگران لوگوں سے بھر چکا ہے اور اندر آنے کے لئے بے تاب ہیں، تھوڑی ہی دیر میں لوگوں کی کثیر تعداد اندر آگئی ڈرائنگ روم چونکہ بہت بڑا نہیں ہے اس لئے حضرت کو آنگن میں لے جایا گیا، مگر وہاں بھی معاملہ قابو سے باہر ہو گیا تو امی حضور کے مشورہ سے حضرت کو اسی کمرہ میں لے جایا گیا جس میں حضرت پہلے رہا کرتے تھے، اس کمرہ کی ایک کھڑکی اندر کی جانب کھلتی ہے اور ایک باہر روڈ کی جانب، وہاں ایک تو حضرت کا جسد اطہر محفوظ ہو گیا، دوسرا فائدہ یہ رہا کہ دو طرف سے لوگ زیارت کرتے رہے، زیارت کا سلسلہ پوری رات پورا دن پھر پوری رات چلا یہاں تک کہ ہم نے فجر کی نماز اول وقت میں ادا کر کے غسل دینا شروع کیا، غسل کے فرائض شہزادۂ تاج الشریعہ حضور عسجد میاں، شہزادۂ امین شریعت سلمان میاں، برہان میاں، مولانا جمال مصطفےٰ بن حضور محدث کبیر، سید کیفی، محمد عارف نیپالی (خادم تاج الشریعہ) اور راقم السطور عاشق حسین کشمیری نے انجام دیے، غسل کے بعد تکفین کا مرحلہ طے ہوا احباب کے مشورہ سے ایک تو ''الحرف الحسن'' میں اعلیٰ حضرت نے جو دعائیں ذکر فرمائیں ان کو کپڑے کے ایک ٹکڑے پر لکھ کر سینہ پر رکھا گیا، دوسرے حضرت کے سر مبارک پر عمامہ شریف سجایا گیا۔

اس کے بعد جنازہ مبارکہ حضرت کے آنگن میں جہاں اعلیٰ حضرت کے زمانہ سے ہی ہر بارہویں شریف کے موقع پر میلاد شریف کی محفل کا اہتمام ہوتا آیا، لایا گیا اور نعتیں و منقبتیں پڑھنی شروع ہوئیں، ساڑھے آٹھ بجے کے آس پاس جنازہ اسلامیہ انٹر کالج کے میدان میں لے جایا جانے لگا، گھر کے باہر جنازہ لے جانے کے لیے چھوٹی گاڑی کے اوپر رکھا گیا، اور گاڑی روانہ ہو گئی، لوگوں کی بھیڑ اتنی تھی کہ ڈیڑھ سے دو گھنٹے اسلامیہ انٹر کالج میدان کے گیٹ تک پہنچنے میں لگ گئے پہلے تو یہ طے تھا کہ نماز جنازہ میدان کے اندر ہو مگر جب روڈ کے دونوں جانب نظر دوڑائی گئی، تو تا حد نگاہ لوگ ہی لوگ نظر آئے، اس لیے جنازہ روڈ کے قبلہ کی جانب لے جایا گیا اور وہیں نماز جنازہ ادا کی گئی، امامت کے فرائض حضور عسجد میاں نے انجام دیے، نماز جنازہ گاڑی ہی میں اس طرح ادا کی گئی کہ مصلی امامت پر عسجد میاں اور ان کے پیچھے گاڑی ہی میں پانچ چھ لوگوں کی صف بنادی گئی، اور باقی لوگوں

نے زمین پر رہ کر ان کی اقتدا کی، رسالہ "المنیۃ الممتازۃ" میں جو اعلیٰ حضرت نے جن دعاؤں کو تحریر فرمایا ہے، حضور عسجد میاں نے وہ تمام دعائیں اسی وقت یاد کر کے پڑھیں، جنازہ آنے سے پہلے مائک کے ذریعہ ضروری اعلانات ہوتے رہے، مگر جب جنازہ آیا تو لوگ بجلی کی طرح ٹرانسفارمروں، اور بجلی کے کھمبوں پر چڑھ کر اور بجلی تاروں میں لٹک لٹک کر زیارت کرنے لگے، پہلے تو انہیں نیچے اترنے کی خوب اپیل کی گئی مگر جب وہ نہیں مانے تو بجلی کاٹ دی گئی۔

جنازہ وہاں سے سوداگران کی طرف اسی شان سے واپس ہوا جس شان سے گیا تھا، اسلامیہ میدان کی طرف جاتے ہوئے اور اسلامیہ میدان سے سوداگران کی طرف جاتے ہوئے راستے کا عالم یہ تھا کہ مسلمان تو مسلمان غیر مسلموں کے گھروں کے چھت بھرے ہوئے تھے ان کے جس گھر سے بھی جنازہ گزرتا، وہ ہاتھ باندھتے سر جھکاتے، انہوں نے بھی کافی جگہ پینے اور وضو کرنے کے لئے پانی کا انتظام کیا تھا بلکہ اگر ان کے گھروں کے آس پاس کوئی گر کر بے ہوش ہو جاتا وہ اٹھا کر اپنے گھر لاتے اور اس کے ہوش میں آنے تک اس کا بھرپور خیال رکھتے، جب سوداگران سے جنازہ گزرا تو وہاں کے غیر مسلموں نے بھی اپنے گھروں سے جنازہ مبارکہ پر پھول برسائے۔

اس دن بریلی کا سارا ٹریفک اور ساری دکانیں بند تھیں ٹوپی والے سروں کے علاوہ کو نظر نہیں آ رہا تھا۔ اللہ اللہ کر کے جنازہ ازہری گیسٹ ہاؤس محلہ سوداگران پہنچا۔ وہاں قبر مبارک تیار تھی، اس لئے بلا تاخیر قبر میں اتارا گیا، پلنگ سے اقبال بھائی، سید کیفی، محمد یوسف، راقم السطور عاشق حسین کشمیری اور کچھ اور لوگوں نے اٹھا کر قبر تک لائے اور پھر حضور عسجد میاں، شہزادۂ امین شریعت و داماد تاج الشریعہ سلمان میاں اور داماد تاج الشریعہ برہان میاں نے اپنے ہاتھوں میں لے کر قبر کے اندر رکھا پھر یہ تینوں لوگ قبر مبارک سے باہر آئے اور قبر کو بند کر کے مٹی دی گئی، اور فاتحہ خوانی کا سلسلہ شروع ہوا۔

حضور تاج الشریعہ کے روزمرہ معمولات:

بریلی شریف اور بیرون بریلی شریف میں حضرت کا یہ معمول رہتا تھا کہ فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد قصیدہ بردہ شریف اور ضروری وظائف پڑھ کر ناشتہ فرماتے اور ڈرائنگ روم میں تشریف لاتے، ڈرائنگ روم میں زائرین سے ملاقات فرماتے جن کو مرید ہونا ہوتا تھا انہیں مرید فرماتے جو دعاؤں کے لیے حاضر ہوتے، ان کے لیے دعا فرماتے اور جو مدد کے لیے حاضر ہوتے، ان کی مدد فرماتے تصدیق کے لیے حاضر ہوتے ان فتوؤں کی تصحیح اور تصدیق فرماتے اس کے علاوہ خود کوئی مستقل رسالہ املا کرواتے یا اعلیٰ حضرت کے کسی رسالہ کی تعریب کرواتے اور پھر اگر وقت اجازت دیتا تو کوئی کتاب سماعت فرماتے۔ یہ سلسلہ کوئی تقریباً ڈیڑھ بجے تک جاری رہتا۔ اس کے بعد حضرت غسل فرما کر ظہر کی نماز ادا فرماتے اور کھانا تناول فرما کر کچھ دیر آرام فرماتے۔

پھر عصر کے قریب اٹھ کر چائے نوش فرماتے، اور نماز عصر سے فارغ ہو کر دلائل الخیرات شریف اور دیگر وظائف پڑھتے، یہاں تک کہ نماز مغرب کا وقت شروع ہوتا، مغرب کی نماز ادا کر کے آپ ڈرائنگ روم میں تشریف لاتے، اور لوگوں سے ملاقات فرماتے، خواہش مندوں کو داخل سلسلۂ قادریہ رضویہ فرماتے اور جملہ ضرورت مندوں کے لیے دعا فرماتے، پھر موقع پا کر کچھ تحریری کام کرتے یا کوئی کتاب سماعت فرماتے عشاء کا وقت شروع ہونے کے بعد نماز ادا فرماتے اور پھر کھانے کے لیے

تشریف لے جاتے، اگر جلدی نیند آ جاتی تو سو جاتے ورنہ اکثر یہی ہوتا تھا کہ لیٹے لیٹے کتاب سنتے اور کافی دیر کے بعد کتاب سنتے سنتے سو جاتے۔ حضرت کی یہ زندگی کے ان آخری چند سالوں کا معمول تھا جب طبیعت میں کافی کمزوری آ چکی تھی۔

حضور تاج الشریعہ احادیث کریمہ کے مصداق

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ان الذین آمنو وعملو الصالحات سیجعل لھم الرحمٰن ودا" (مریم ۹۶)

بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے عنقریب ان کے لئے رحمان محبت کر دے گا۔ (کنزالایمان)

امام بخاری حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اذا أحب الله العبد نادی جبریل ان الله یحب فلانا فاحببه، فیحبه جبریل، فینادی جبریل فی اهل السماء ان الله یحب فلانا فاحبوه، فیحبه اهل السماء، ثم یوضع له القبول فی الارض"۔ (بخاری)

مسلم شریف کے الفاظ یہ ہیں: دعا جبریل فقال انی احب فلانا فاحببه، فیحبه جبریل، ثم ینادی فی السماء، فیقول: ان الله یحب فلانا .... (مسلم)

یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو حضرت جبریل کو بلا کر فرماتا ہے: میں فلاں سے محبت کرتا ہوں، لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو، تو حضرت جبریل اس سے محبت کرتے ہیں، پھر حضرت جبریل آسماں میں ندا دیتے ہیں: بیشک اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت فرماتا ہے اس لئے تم بھی اس سے محبت کرو، تو آسمان والے اس محبت کرتے ہیں، پھر زمین میں وہ مقبول (انام) ہو جاتا ہے۔ انتہی

ایک اور حدیث پاک میں ہے: عن مجاهد ان العبد اذا اقبل علی الله تعالیٰ بقلبه اقبل الله عزوجل بقلوب المؤمنین الیه. (حلیۃ الاولیا: ۳-۲۴۲)

یعنی جب بندہ اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ مومنوں کے دلوں کو اس کی طرف متوجہ فرماتا ہے۔

جب ہم حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی ذات گرامی پر نظر ڈالتے ہیں تو آپ ہمیں اس حدیث پاک کے مصداق نظر آتے ہیں بلکہ اس حدیث پاک کی چلتی پھرتی تصویر نظر آتے ہیں، ہم نے بڑے بڑے جلسوں میں دیکھا، بڑے اچھے اچھے مقررین اور شعرا اپنی جادو بیانی سے بھی لوگوں کو بارہ بجے کے بعد جلسہ گاہ سے چلے جانے سے نہیں روک پاتے ہیں، مگر قربان جایئے حضور تاج الشریعہ کی مقبولیت پر، آپ کے رخ زیبا کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے ۱۲ بجے تو کیا پوری رات کوئی جلسہ گاہ میں ٹس سے مس نہیں ہوتا تھا، کبھی کبھی جلسہ گاہ پہنچنے میں ۲ یا تین بج جاتے تھے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے کہ اس وقت بھی مجمع کا وہ عالم ہے جو ۱۰/۱۱ بجے ہوتا ہے۔

آپ کی تاریخ مہینہ دو مہینہ پہلے نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ ہفتہ دس دن پہلے دی جاتی تھی، کہیں کہیں تو ایک دو دن پہلے بتایا جاتا تھا، مگر مجمع اتنا ہوتا تھا جیسے سال بھر سے اس کی تیاری چل رہی ہو۔ کبھی کبھی تو ایسے علاقوں میں جانا ہوتا تھا، جہاں لگتا تھا کہ گنے چنے لوگ ہی جلسہ میں آ سکتے ہیں مگر وہاں بھی جلسہ گاہ میں پہنچ کر دنگ رہ جاتے تھے کہ لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر زیارت کے لئے کب سے بیتاب ہے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے جلسہ گاہ میں پہنچنے کے بعد لوگوں کی نگاہیں آپ کے چہرہ مبارک پر مرکوز ہو جاتی تھیں، کسی اور جانب اٹھنے کا نام ہی نہیں لیتی تھیں، کہ جتنا وقت ملے آپ ہی کے پرنور چہرہ کی زیارت میں گزرے۔

آپ کے پرنور چہرہ کا ایمانی حسن و جمال اور اس کی زیارت کے لیے دیوانگی دیکھ کر ایک شاعر نے بے ساختہ کہا تھا اور سچ کہا تھا اسی لیے زبان زد خاص و عام ہو گیا:

چہرہ لگے سہانا میرے ازہری میاں کا

ہر سنی ہے دیوانہ میرے ازہری میاں کا

عرب ہو یا عجم، مشرق ہو یا مغرب، ہم نے ہر جگہ لوگوں سے ملاقات کرنے کے لیے دیوانگی دیکھی۔

حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ پر سرکار کا خاص انعام تھا جو ہمیں دور دور تک کسی اور میں نظر نہیں آیا لوگ اپنے آپ کو مشہور کرنے کے لیے اور خوبصورت دکھائی دینے کے لیے نہ جانے کیا کیا ہتھکنڈے اپناتے ہیں مگر آپ کے حسن و جمال اور مقبولیت کو دیکھ کر ہر ایک یہی کہتا تھا کہ یہ خدا داد مقبولیت ہے جو ہر شہر اور ہر ملک میں یکساں نظر آتی تھی بھرے مجمعوں اور بھری محفلوں میں کسی کو یہ نہیں پوچھنا پڑتا کہ ان میں تاج الشریعہ کون ہیں؟

مجھے یاد آتا ہے کہ پاکستان کے حضرت کے مرید سلیم میمن نے مجھ سے خود بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت پاکستان تشریف لا رہے تھے ہم لوگ ایئر پورٹ استقبال کے لیے گئے، میں ایئر پورٹ میں اندر تک جانے کی کوشش کر رہا تھا کہ سکیورٹی والے نے مجھے روکا کہ آگے نہیں بڑھ سکتے، میں نے کہا کہ میرے پیر و مرشد آ رہے ہیں، وہ بولا: یہاں تو نہ جانے کتنے پیر آتے رہتے ہیں۔ میں نے کہا: مگر میرے پیر و مرشد لاکھوں میں ایک ہیں، اس نے کہا ٹھیک ہے مجھے دکھانا۔ اگر ویسے نہیں ہوں گے جیسا تم نے کہا تو میں تم پر فائن لگا دوں گا۔ میں نے کہا: وہ جب آئیں گے تو دکھانے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی، اس کے بعد ہم انتظار کرنے لگے، تھوڑی دیر میں حضرت تشریف لائے تو یہی سکیورٹی گارڈ جو یہ سب باتیں کر رہا تھا یہ پوچھے بغیر کہ تمہارے پیر و مرشد کون ہیں، دیوانہ وار حضرت کی دست بوسی کرنے لگا اور لوگوں کو ہٹانا تو درکنار اس کی نظریں حضرت کے چہرے سے نہیں ہٹ رہی تھیں۔

ایک اور حدیث پاک میں، سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: **اذا احب اللہ عبدا جعل حوائج الناس الیہ** یعنی جب اللہ عزوجل کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو لوگوں کی حاجتیں اس کی طرف کر دیتا ہے۔

اس حدیث پاک کو ذہن میں رکھتے ہوئے جب ہم حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے کاشانۂ اقدس پر نظر ڈالتے ہیں بلکہ جہاں جہاں بھی آپ ورود مسعود ہوتا تھا وہاں دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث پاک بھی مکمل طور پر آپ علیہ الرحمہ پر صادق آتی ہے۔

آپ کی گلی میں ہر وقت عقیدت مندوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی، کوئی آپ کی زیارت کا مشتاق، کوئی اپنی بیماری سے پریشان، کوئی اپنی بیٹی کی شادی کا معاملہ لے کر، کوئی اپنی بیٹی کے ساتھ سسرالیوں کے برتاؤ کو لے کر، کوئی اولاد نہ ہونے سے اور کوئی نافرمان اولاد کو لے کر، کوئی اپنے روزگار کا مسئلہ لے کر، کوئی شادی کرنے کے لیے اسباب کو لے کر، کوئی اپنے شوہر کو لے کر، کوئی اپنی بیوی کو لے کر، کوئی اپنے اوپر کیے گئے جھوٹے مقدمہ کو لے کر، کوئی گھر بٹنے کی پریشانی لے کر، کوئی اپنی جان و ایمان کی حفاظت

کے لیے دعا کرانے کے لیے، کوئی جادو ٹونے اور کوئی برے اثرات سے پریشان حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے حضور حاضر ہو رہے ہیں اور دعا کروا رہے ہیں، کچھ دن میں واپس لوٹ کر کہتے ہیں، حضور آپ نے دعا فرمائی تھی ہمارا کام ہو گیا۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کسی کے لیے دعا کرتے، تو کسی کے اوپر دم فرماتے، کوئی پانی کی بوتل لے کر دم کرواتا تو کوئی تیل کی شیشی لے کر کوئی خیر و برکت کے لیے شادی میں استعمال ہونے والی چیزوں جیسے آٹا، چاول، گیہوں وغیرہ لے کر ان پر دم کرواتا کوئی پھلوں پر دم کرواتا وغیرہ وغیرہ

غرض اس در پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسا کرم فرمایا تھا کہ یہاں سب کی جھولیاں بھر جاتی تھیں، اور سب کی پریشانیاں دور ہوتی تھیں۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمات جلیلہ

تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ نے سب سے پہلے تشنگان علوم نبویہ کو سیراب کرنے کے لیے مسند تدریس کو سنبھالا اور اپنی درسگاہ سے بے شمار علماء تیار کر کے لوگوں کی دینی رہنمائی کے لیے ملک کے طول وعرض میں پھیلا دیے ملک و بیرون ملک سے آئے ہوئے سوالات کے جوابات دینے کے لیے اور عقیدہ و عمل میں لوگوں کی صحیح رہنمائی کرنے کے لیے مرکزی دارالافتاء میں مسند افتاء کو سنبھالا اور ہزاروں فتاویٰ اپنے نوک قلم سے معرض تحریر میں لائے۔

مسلمانوں کے مختلف معاملات جیسے رویت ہلال کا اعلان جمعہ وعیدین کا قیام وغیرہ کے لیے مرکزی دارالقضا قائم فرمایا اس ساتھ مختلف شہروں میں قضاۃ کا تقرر فرمایا۔

مسلمانوں کو علمی فیضان سے مستفیض فرمانے کے لیے ماہنامہ "سنی دنیا" کا اجرا فرمایا، جو ہر مہینے پوری آن بان کے ساتھ ساتھ ہزاروں کی تعداد میں چھپ کر لوگوں تک پہنچتا ہے۔

مسلمانوں کے سیاسی مسائل کے حل کے لیے اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم کی قائم فرمودہ تنظیم جماعت رضائے مصطفیٰ کی باگ ڈور سنبھالی۔

جدید مسائل کے حل کے لیے "شرعی کونسل آف انڈیا" کو قائم فرمایا، جس کے تحت ہر سال فقہی سیمینار منعقد ہوتا ہے اور جدید مسائل کا پیش کیا جاتا ہے۔

تبلیغ دین کے لیے ملک و بیرون ملک کا سفر کیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج کروڑوں لوگ آپ کے دامن سے وابستہ ہیں اور عالم یہ ہے کہ آپ جس طرف رخ کرتے ہیں، آپ کے عقیدت مند ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں آنکھیں بچھا کر آپ کا استقبال کرتے ہیں۔

عالمی سطح پر اہل سنت و جماعت کے درمیان رابطہ پیدا کرنے کے لئے مختلف ملکوں خصوصاً عرب، شام، مصر، عرب امارات، یورپ، اور افریقہ کا سفر کیا اور وہاں کے علماء سے میٹنگ کر کے اور انہیں اپنے یہاں دعوت دے کر اس رابطہ کو مضبوط فرمایا۔ جس پر ہر سال عرس رضوی کے موقع پر عربی ممالک کے علماء کی آمد گواہ ہے۔ عالمی پیمانے پر اعلیٰ حضرت اور آپ کے عقیدت مندوں کے خلاف بدمذہبوں کی طرف سے پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کے ازالے کے لیے آپ نے "مرآۃ النجدیہ" اور "الحق المبین" جیسی کتابیں تصنیف فرمائیں، اور پھر اعلیٰ حضرت کے درجنوں مختلف تحقیقی رسائل کا عربی میں ترجمہ کر کے ان کو عالم عرب کے علماء تک

پہنچایا، جس سے ایک فائدہ تو یہ ہوا کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت کے تبحر علمی کا اقرار کیا، دوسرے یہ کہ بدمذہبوں کی سازشیں بے نقاب ہوئیں اور ان کا اصلی چہرہ ان کے سامنے آیا، اور جب ان پر ان بدمذہبوں کی حقیقت واضح ہوگئی تو انہوں نے اپنا تحریری اور تقریری بیان کچھ اس طرح دیا کہ اعلیٰ حضرت اور ان کے عقیدت مندوں کا مسلک کوئی نیا مسلک نہیں بلکہ بدمذہبوں کے مقابلے میں سچی سنیت کی پہچان ہے۔

یہ ساری خدمات دیکھ کر جامعہ ازہر (جہاں سے آپ نے تعلیم) نے آپ کو فخر ازہر ایوارڈ دیا، جو آپ سے پہلے ہندوستان میں کسی کو نہیں دیا گیا تھا۔

علاوہ ازیں جارڈن کی عالم اسلامی کی موثر ترین شخصیات کی چھان بین کرنے والی تنظیم نے جو فہرست مرتب کی اس میں ہندو پاک کی شخصیات میں۔ آپ کا اسم گرامی پہلے نمبر پر ہے، اس کے علاوہ بھی اگر کسی کو کچھ دیکھنا ہو تو آپ کے در دولت پر حاضر ہوجائے جہاں ہر وقت لوگ پروانہ وار پھرتے ہیں، جن میں علما وعوام، بیمار، پریشان حال، بے اولاد، بے روزگار، قرض دار، اور جن بچیوں کے رشتے نہیں آتے ہیں غرض ہر طرح کے لوگ رہتے ہیں اور اپنی مرادیں پا کر خوش خوشحال گھر لوٹتے ہیں، یہ سب فیضان ہے سرکار اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم کا جو ان کے سچے جانشین کے ذریعہ لوگوں تک پہنچ رہا ہے۔

مولیٰ تعالیٰ حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کو سلامت رکھے ان کو صحت وتندرستی عطا فرمائے اور ان کے علمی اور روحانی فیضان کو عام سے عام تر فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلاۃ واکرم التسلیم

***

تاج الشریعہ اور اعلیٰ حضرت

محمد انیس الرحمن نوری صدر المدرسین جامعہ شکوریہ بلہور کانپور (یوپی)

آج ہزاروں اذہان میں ایک بیدار خواب گردش کر رہا ہے۔ ہر وہ جگہ جہاں کی قیادت سے متعلق عوامی رہبری کا بھی کچھ تعلق ہے وہیں پر یہ خواب موضوع سخن بھی رہتا ہے۔ کوئی کہتا ہے ہماری خانقاہ میں بھی اعلیٰ حضرت ہونا چاہئے تاکہ یہ خانقاہ اہلسنت کا مرکز نظر آئے۔ کوئی اپنے جامعہ کو مرکز اہلسنت اور وہاں کے کسی مدرس کو اعلیٰ حضرت کی شکل میں دیکھتا ہے حالانکہ اس تلخ حقیقت کا اقرار قریب ہر ایک کو ہے کہ ہر خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوتا۔ اسے حقیقت میں بدلنے کے لئے سمندروں کو ایک کوزہ میں بھرنا پڑے گا۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

جہاں ہمارے مدارس میں دین وملت کی خدمات انجام دی جارہی ہیں وہیں ہماری خانقاہوں پر قلبی صفائی کی ذمہ داری عائد ہے۔ دونوں کے کارہائے نمایاں آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ دونوں اپنے اپنے فرائض منصبی سے بخوبی واقف ہیں۔ اپنے اپنے زیر اثر علاقوں کی وسعت میں ہر ایک کی کوششیں جاری وساری ہیں لیکن گوشۂ تنہائی کے ایک تصور سے آنکھوں کی نیند غائب ہے۔ دل بیقرار ہے کہ کاش ہماری خانقاہ میں بھی ایک اعلیٰ حضرت ہوتا۔ ہمارے مدرسہ میں بھی کوئی مجدد ہوتا۔ یہ خواہش کوئی بے جا نہیں ہے بلکہ بہت ہی نیک خواہش ہے۔ آج ایک احمد رضا کے سامنے اعداء دین کہیں منھ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔ کاش ہمارے اداروں میں بھی کوئی اعلیٰ حضرت بن جائے۔ ہماری خانقاہوں میں بھی اعلیٰ حضرت بن جائے تو یقینا دنیا سے بدعقیدگی ختم ہوجائے گی۔ ہر سو سنیت کا بول بالا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ایک اور احمد رضا عطا فرما۔

لیکن اس بابرکت خواب کو عملی جامہ میں دیکھنے کا جو لائحۂ عمل تیار کیا جارہا ہے اس سے مجھے اختلاف ہے۔ احمد رضا نے حنفی پرچم کو اس شان سے بلند کیا کہ لوگ آپ کو اعلیٰ حضرت کے لقب سے یاد کرنے لگے۔ قادری طریقت میں کمیاں نکالنے کی جرأت نہیں کی بلکہ اپنے کو اس قادری در کا سگ بتایا اور لوگ اعلیٰ حضرت کے لقب سے یاد کرنے لگے۔ حضور خواجہ غریب نواز کی مبارک ذات کو کسی تنقید کا ہدف نہیں بنایا بلکہ آپ کے تبلیغی دولت کدہ کے دربار کی دربانی کی اور اعلیٰ حضرت بن گئے۔ برکاتی سلطنت کی نگاہ بانی کی تو اعلیٰ حضرت بن گئے۔ علوم عقلیہ کو علوم نقلیہ کا خادم بنادیا تو اعلیٰ حضرت بن گئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حضور تاج الشریعہ کے فیض وبرکات سے ہم غرباء اہلسنت کو مالا مال فرمائے۔ کچھ حضرات آپ کی ذات بابرکت میں اپنا عکس دیکھ کر اس دھوکہ میں ہیں کہ حضور تاج الشریعہ کا منشا یہ تھا کہ کوئی دوسرا اعلیٰ حضرت نہ بن سکے۔ حاشا وکلا یہ ان حضرات کا اپنا تصور تو ہوسکتا ہے حضور تاج الشریعہ کا یہ منشا ہرگز نہیں تھا کہ آپ کی ذات مبارکہ ایسے الزامات سے بالاتر تھی۔ میں نے آپ کو قریب سے دیکھا ہے۔

نوے کی دہائی کے نصف اول میں مجھے بھی محلہ سوداگران کی روح پرور فضاؤں میں سانس لینے کا شرف حاصل رہا ہے بار بالمشافہ ملاقات کا بھی موقع ملتا رہا۔اس وقت آپ کی سنجیدگی ومتانت ،تقویٰ وطہارت ،علمی ثقاہت وفقہی بصیرت اور بڑوں کی عظمت وچھوٹوں پر شفقت کا وہاں کوئی جواب نہیں تھا۔یہ صرف میری عقیدت نہیں بلکہ شواہد موجود ہیں۔بریلی شریف ہی کے قصبہ بھوجی پورہ میں ایک کو اعلیٰ حضرت بنایا گیا تھا۔امام احمد رضا کی مخالفت اس کے معتقدین کا بنیادی دستور عمل تھی۔اس بارے میں ۱۳؍محرم الحرام ۱۴۱۹ھ کا ایک استفتاء مرکزی دارالافتاء میں موصول ہوا۔اس میں مرکزی سوال تھا:

"اعلیٰ حضرت:فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں صاحب۔۔۔کے علاوہ کسی اور کو کہنے میں کوئی حرج تو نہیں؟"

اس پر حضور تاج الشریعہ کا مفصل جواب موجود ہے جس کا ابتدائی جملہ ہے کہ "دوسرے بزرگوں کو بھی اعلیٰ حضرت کہنا فی نفسہ جائز ہے"۔ (فتاوائے تاج الشریعہ جلد اول صفحہ ۵۲۵)

یقیناً اعلیٰ حضرت کہنا جائز ہے کہ اس کی تخصیص پر کوئی دلیل نہیں اور نہ تعمیم پر کوئی ممانعت وارد ہے لیکن وہ اپنے خاندان کا یا اپنی خانقاہ کا یا پھر اپنے جامعہ کا اعلیٰ حضرت ہوگا نہ کہ علی الاطلاق ۔اسی کی تعلیم دیتے ہوئے حضور محدث اعظم کچھوچھوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے فاضل بریلوی کے لئے علی الاطلاق کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔آپ فرماتے ہیں"اعلیٰ حضرت علی الاطلاق امام اہلسنت فی الآفاق وحید دہر مائۂ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ،حضور سیدنا شاہ مفتی احمد رضا خاں قادری بریلوی تیرھویں صدی کی وہ واحد شخصیت تھے جو ختم صدی سے پہلے علم وفضل کا آفتاب ہو کر اسلامیات کی تبلیغ میں عرب وعجم پر چھا گئے۔"

(خطبہ صدارت ناگپور بحوالہ عالمی سہارا،صفحہ ۹۲)

اگر کوئی ایسا اعلیٰ حضرت بنانا چاہے جو اعلیٰ حضرت علی الاطلاق ہو،اور امام اہلسنت فی البلد نہیں بلکہ فی الآفاق ہو تو لازم ہے کہ وہ اپنا دستور بدلے اپنا نظریہ بدلے اور فاضل بریلوی کی تنقید نہیں بلکہ وفاشعاری کا راستہ اختیار کرے کہ یہ مقام اور عہدہ الیکشن کمیشن کے انتخابات سے نہیں بلکہ عطائے نبوی سے ہی ملنے کی امید رہتی ہے۔

فاضل بریلوی تو علوم وفنون کا وہ آفتاب ہیں جو غروب ہونے کے لئے طلوع ہی نہیں ہوا ہے۔آپ کی رفعت شان کا تخیل بھی نہ جانے کتنے اعلیٰ حضرتوں کے ذہن وفکر سے بالاتر ہے۔ایک تاج الشریعہ ہی بنا کر پیش کر دو تاکہ آپ کے سانحۂ ارتحال سے جو خلا پیدا ہوا وہ پر ہو جائے۔قوم کو جو صدمہ پہونچا وہ دور ہو جائے۔ایسا تاج الشریعہ جو فتاوائے رضویہ کی تعریب کر دے۔اعلیٰ حضرت کی درجنوں کتابوں کا اردو سے عربی میں ترجمہ کر دے۔ایسی درجنوں عربی کتابوں کے فیوض وبرکات سے اردوداں دنیا کو بھی مالامال کر دے جن سے اب تک یہ محروم تھی۔ایسا تاج الشریعہ جس سے سند حدیث اور سند فقہ حاصل ہونے پر سیکڑوں ان فقہا اور محدثین کو ناز ہو جو خود نازش لیبیا،شام ،مصر اور مقدس حجاز ہوں۔ایسا تاج الشریعہ دنیائے اسلام کے مفتخر جامعہ جامع ازہر بھی جس پر فخر کرے۔ایسا تاج الشریعہ جس کی جلالت علم سے نجدی حکومت بھی مرعوب ہو کر اس کے لئے بیت المعمور کا جلوہ خانہ کعبہ کا دروازہ بھی کھول دے۔اللہ کرے ہر ادارہ میں تاج الشریعہ نظر آئے۔ہر خانقاہ میں تاج الشریعہ کی زیارت نصیب ہو۔

یہ تصوراتِ باطل ترے آگے کیا ہیں مشکل
تری قدرتیں ہیں کامل انہیں راست کر خدایا

اگر ایک تاج الشریعہ نہیں بنا سکتے تو اعلیٰ حضرت بنانے کا خواب دیکھنا کونسی دانشمندی ہے؟ اگر واقعی کوئی کسی کو اعلیٰ حضرت بنانا چاہے تو اس کا طریقۂ عمل وہ نہیں جو اس نے اپنا رکھا ہے بلکہ طریقہ یہ ہو تو وہ اعلیٰ حضرت بھی بنالے گا۔ اعلیٰ حضرت بنانے سے قبل درجنوں حضرت بنایا جائے اور ان میں کوئی حضرت ملک العلماء ہو، کوئی حضرت صدر الشریعہ ہو، کوئی حضرت صدر الا فاضل ہو، کوئی حضرت حجۃ الاسلام ہو، کوئی حضرت مفتی اعظم ہو، کوئی حضرت محدث اعظم ہو، کوئی حضرت حافظ ملت ہو، کوئی حضرت برہان ملت ہو، کوئی حضرت محدث سورتی ہو اور کوئی حضرت استاذ زمن کانپوری ہو وغیرہم۔ ان سارے حضرات نے مل کر اگر کسی ایک کو اپنا مقتداء تسلیم کر لیا پھر اس مقتداء نے اگر عطائے نبویہ سے فتاوائے رضویہ لکھ لیا تو وہ یقیناً اعلیٰ حضرت ہو جائے گا۔ پھر ایک ایسی کانفرنس کی ضرورت پڑے گی جس میں ہزاروں علماء ہوں۔ کئی سو فقہاء ہوں، پانچ سو سے زائد اعلیٰ مشائخ ہوں۔ ان حضرات کے سامنے اس کے مجدد ہونے کا اعلان ہو اور یہ حضرات اسے قبول کر لیں تو وہ مجدد بھی بن جائے گا۔ بعدہٗ فقہائے عرب و عجم اس کے فتاوے کو قول فیصل قرار دیدے تو یہی امام اہلسنت بھی بن گیا۔ اور جہاں سے یہ علمی سورج دنیا کو روشنی عطا کرے۔ اس اعلیٰ مقام کو لوگ مرکز اہلسنت کہیں گے۔ پھر ایسی علمی سلطنت کا جو وارث اور محافظ ہو اسی کو خوش عقیدہ سنی مسلمان تاج الشریعہ کہتے نظر آئیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تاج الشریعہ کے نقش قدم پر چلنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین

***

تاج الشریعہ! ماہ وسال کے آئینے میں

ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی، ممبئی

تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی حیات طیبہ کا ورق ورق احکام شرع کی پابندی سے عبارت ہے، ہم آپ کی زندگی کے ان لمحات کو بقید تحریر لا رہے ہیں جنھیں آپ نے مختلف مقامات اور مختلف اوقات میں رشد و ہدایت اور تبلیغ دین متین میں صرف کئے ہیں۔ مزید اہل علم سے گزارش ہے کہ آپ حضرات کے پاس یا علم میں حضرت کی کوئی یادگار تحریر یا سفر و حضر کا کوئی اہم واقعہ ہو، تو بقید تاریخ و ماہ و سن لکھ کر ہمیں ضرور بھیجیں، آپ کے ذکر و شکر کے ساتھ درج کیا جائے گا۔

۱۹۴۳ء:

☐ ۲۳ رفروری، محلہ سوداگران بریلی شریف میں ولادت ہوئی۔ والد ماجد مولانا شاہ ابراہیم رضا کے قافیہ پر نام "اسماعیل رضا" تجویز ہوا۔ "محمد" نام پر عقیقہ ہوا۔ عرف "اختر رضا" قرار پایا۔ اسی عرفی نام سے وہ مشہور آفاق عالم ہوئے۔

۱۹۴۶ء:

☐ بزرگان دین اور اشرافیہ خاندان کی روش پر چار برس، چار مہینے، چار دن کی عمر میں والد ماجد نے رسم بسم اللہ خوانی کی تقریب منعقد کی۔ جس میں جامعہ منظر اسلام کے تمام طلبہ مدعو تھے اور تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے بسم اللہ خوانی کی رسم ادا فرمائی۔ قرآن کریم والدہ ماجدہ نے پڑھایا۔ اردو وغیرہ والد کریم سے سیکھی۔

۱۹۵۲ء:

☐ منظر اسلام میں میزان، منشعب، نحو میر سے درس نظامیہ کی شروعات ہوئی۔ شیخ محمد عبد التواب صاحب مصری، جو منظر اسلام میں استاذ تھے، سے عربی ادب سیکھا۔ ویسے گو ان کی گھریلو بولی اردو تھی مگر گھر میں عربی بول چال اور عربی اخبارات کا بھی چلن تھا۔

۱۹۵۶ء:

☐ اسلامیہ انٹر کالج میں داخلہ لیا اور مروجہ دنیاوی تعلیم حاصل کی۔

۱۹۶۰ء:

☐ شعر و شاعری کا آغاز کیا۔ بیش بہا نعتوں کے دو مجموعے بنام "سفینۂ بخشش" اور "نغمات اختر" ہند و پاک سے شائع ہو چکے ہیں اور نعت خواں حضرات بر سر محفل و اجلاس اور محراب و منبر پڑھ پڑھ کر سامعین کو مسرور و محظوظ کرتے ہیں۔

۱۹۶۲ء:

☐ ۱۳ر ۱۴ر ۱۵ر جنوری ۱۹۶۲ء میں جامعہ منظر اسلام کا شاندار اجلاس منعقد ہوا تھا۔ اقطار ہند سے آئے ہوئے خدا ترس علما و مشائخ کا جم غفیر تھا۔ ۱۵ر جنوری کی صبح تاجدار اہل سنت نے اپنے در دولت پہ میلاد پاک کی ایک بابرکت مجلس منعقد فرمائی۔ علما

ومشائخ کی نورانی جماعت تو تھی ہی، منظر اسلام کے طلبہ و نو فارغ علما بھی موجود و مدعو تھے۔ تاجدار اہل سنت نے اپنے نواسے [تاج الشریعہ] کے دونوں ہاتھوں کو اپنے دست کرم میں لے کر تمام سلاسل کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ حاضرین نے نذر اور مبارک باد پیش کی۔ واضح ہو کہ بیعت کی سعادت پہلے سے ہی حاصل تھی۔ اسی سن باسٹھ میں والد ماجد، جو علیل چل رہے تھے، نے عمامہ باندھ کر اور عبا پہنا کر آپ کو علوم اعلیٰ حضرت کا وارث وجانشین بنایا۔ تفصیل کے لیے ماہنامہ 'اعلیٰ حضرت' شمارہ دسمبر دیکھیں۔

۱۹۶۳ء:

☐ اسلامی دنیا کی سب سے بڑی درسگاہ 'جامع ازہر' مصر کے 'کلیۃ اصول الدین' میں داخل ہوئے۔ افہام وتفہیم اور اظہار مافی الضمیر میں آپ کو کوئی دقت پیش نہیں آئی، بلکہ فصیح وبلیغ عربی اسلوب بیان میں گفتگو کر کے سب کو محو حیرت کر دیا۔ اساتذہ کا تاثر تھا کہ یہ تو ہندی عجمی لگتا ہی نہیں، جو باعث تعجب ہے۔ امام احمد رضا کے بارے میں عرب علما نے کہا تھا کہ 'یہ خلقۃً کی پیدائشی طور پر ہندی ہیں مگر فطرۃً عربی ہیں'۔ تاج الشریعہ اسی ہندی خلقت اور عربی فطرت کے پرتو تھے۔ تاج الشریعہ کے دادا حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خان قادری قدس سرہ کی بھی عربی دانی میں کچھ اپنے والد ماجد امام احمد رضا جیسی شان اور بانکپن تھا۔

۱۹۶۴ء:

☐ پورے مصر میں اول پوزیشن حاصل کرنے پر اس وقت کے نوجوان عالم مولانا اختر رضا کو صدر مملکت مصر جمال عبدالناصر کے ہاتھوں ایوارڈ ملا۔

۱۹۶۵ء:

☐ ساٹھ برس کی عمر میں ۱۲ جون کو والد ماجد کا وصال ہوا۔ جب کہ آپ جامع ازہر میں زیر تعلیم تھے۔ شدت غم اور شدید ماحول میں آپ نے ایک تعزیتی نظم لکھ کر اپنے بڑے بھائی ریحان ملت کو روانہ کی، جو درد وغم کی منہ بولتی داستان تھی۔ اس کے باوجود ۱۹۶۵ء میں ہی جامع ازہر کے سالانہ امتحان میں اعلیٰ وامتیازی نمبرات حاصل کر کے پورے مصر میں اول نمبر آئے۔ ممتحن کے علم کلام پر سوال کرنے پر ایسی شرح وبسط سے جواب دیا کہ اساتذہ وممتحن حضرات ششدر رہ گئے۔ اس حصول نعمت پر یہاں برادر اکبر ریحان ملت مولانا شاہ ریحان رضا نے ماہنامہ 'اعلیٰ حضرت' ماہ ستمبر کے شمارے میں شاندار رپورٹ لکھ کر خدا کا شکر اور دلی مسرت کا اظہار کیا۔

☐ امتیازی واول نمبر آنے پر وطن مالوف بریلی میں خوشی کی لہر اور ماہنامہ 'اعلیٰ حضرت' بریلی کا ادارتی صفحہ مارے مسرت کے گونج اٹھا۔

۱۹۶۶ء:

☐ تکمیل تعلیم کی۔ سارے امتحانات میں اول درجے سے کامیابی ملی اور جامعہ کے ارباب حل وعقد نے سند اور جامع ازہر ایوارڈ پیش کیا۔

☐ بریلی شریف واپسی ہوئی، تو مفتی اعظم ہند قدس سرہ کے نور افشاں ومسرت افزا جلو میں اہل خاندان، علمائے کرام، طلبائے منظر اسلام، احباب ومتعلقین، معتقدین ومریدین نے بریلی اسٹیشن پر پر جوش استقبال کیا اور برادر اکبر ریحان ملت مولانا شاہ

ریحان رضا نے ماہنامہ 'اعلیٰ حضرت' ماہ دسمبر کے شمارے میں خوب صورت کوائف نامہ لکھ کر شائع کیا۔

☐ اسی برس آپ نے پہلا فتویٰ لکھ کر مفتی سید افضل حسین مونگیری اور حضور مفتی اعظم ہند کو دکھایا۔ دونوں بزرگوں نے تحسین و حوصلہ افزائی کے کلمات کہے۔ یہ سوال مدینہ منورہ سے آیا تھا جس میں نکاح، طلاق اور میراث سے متعلق سوالات تھے۔

۱۹۶۷ء:

☐ جامعہ منظر اسلام میں استاذ مقرر ہوئے۔ یہ سلسلۂ فیض و برکت کئی برس چلا۔ فتویٰ نویسی حضور مفتی اعظم ہند اور مفتی سید افضل حسین مونگیری کے زیر سایہ ہوتی رہی۔

۱۹۶۸ء:

☐ ۳ر نومبر استاذ زمن حضرت حسن کی پوتی یعنی حکیم ملت حضرت مولانا شاہ حسنین رضا خان کی صاحبزادی سے شادی کی رسم ادا ہوئی۔ پہلے سے ہی یہ رشتہ والد ماجد کا طے کردہ تھا۔

☐ تاج الشریعہ نے رضا باغ، گنگٹی، ضلع سیتا مڑھی کا دورہ کیا۔ مشہور محقق و قلم کار ڈاکٹر امجد رضا امجد کے والد مرحوم گماشتہ محمد عبد الغفور حامدی کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔ یہ گماشتہ محمد عبد الغفور مرحوم تاج الشریعہ کے جد امجد حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خان قادری علیہ الرحمہ کے مرید تھے۔ یہ وہ خوش نصیب بستی ہے، جہاں حجۃ الاسلام اور تاج الشریعہ کے والد گرامی مفسر اعظم ہند حضرت مولانا شاہ محمد ابراہیم رضا خان قادری عرف جیلانی میاں علیہ الرحمہ کے بکثرت مریدین تھے اور اب تو تاج الشریعہ کے مریدین کی بھاری تعداد نے اس میں اور اضافہ کر دیا ہے۔

۱۹۷۰ء:

☐ صاحب زادہ مولانا مفتی محمد عسجد رضا خان کی پیدائش محلہ خواجہ قطب میں ہوئی۔ پیدائشی نام 'محمد منور رضا حامد' اور عرفیت 'عسجد رضا' ہے۔ اسی عرفی نام سے وہ متعارف ہیں۔ آپ وہ خوش نصیب ہیں کہ تاجدار اہل سنت مفتی اعظم ہند نے آپ کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال کر آپ کو داخل سلسلہ فرمایا۔

۱۹۷۳ء:

☐ تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند نے اپنے وجود ناز کی برکتوں کی برکھا سے ہمارے سیمانچل کی سرزمین کے چپے چپے کو سیراب فرمایا۔ اس سفر موج ظفر میں اس وقت کے مفتی اختر رضا ازہری میاں ہمراہ رکاب تھے۔ یہ ازہری میاں کا پہلا [عہد میں تو یہ علاقہ ان کی جاگیر قرار پایا] اور تاجدار اہل سنت کا دوسرا دورہ تھا۔ اسی دور مسعود میں تاجدار اہل سنت نے فرمایا تھا کہ: 'اب میں ضعیف ہو چکا ہوں۔ آپ لوگ اختر میاں سے رجوع کریں'۔ اس بابرکت جملے کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ آج تقریباً آدھا سیمانچل حضرت تاج الشریعہ کے دامن سے وابستہ ہے۔

۱۹۷۵ء:

☐ اندرا گاندھی کی کانگریس والی حکومت کے جبری فیصلے 'نسبندی' کے خلاف فتویٰ دیا۔ یہ ایک سخت کڑا وقت تھا۔ حکومت کی آنکھ سے آنکھ ملانا جگر گردے کا کام تھا۔ دار الافتا بریلی نے یہ کام کر دکھایا۔ ساری عزتوں کا سرچشمہ اسلام ہے اور اسلام ہی کی

چوکھٹ سے لپٹے رہنے دونوں جہان کی بھلائی ہے۔حکومت واقتدار کی شان وشوکت اور قوت وطاقت آنی جانی ہے۔جب کہ اسلام کی حکمت وشوکت قائی ودائی ہے۔تاج الشریعہ ہمیشہ اسی روش پر عمل پیرا رہے۔

۱۹۷۶ء:

- ☐ 'دفاع کنز الایمان' نام کی مفسرانہ ومحققانہ کتاب لکھی۔یہی اہم مقالہ ماہنامہ 'المیزان' بمبئی کے 'امام احمد رضا نمبر' میں شامل اشاعت ہوا۔تفاسیر واحادیث اور محققین علمائے اہل سنت کی قریب ۲۸ ر اور مخالفین اہل سنت کی ۱۲ ر کتابوں کی صد ہا دلیلوں سے یہ کتاب مملو ومبرہن ہے۔واضح ہو کہ یہ کتاب دیوبندی عالم امام علی قاسمی رائے پوری کے کتابچہ 'قرآن پر ظلم' کا جواب ہے۔

۱۹۷۷ء:

- ☐ اس برس تاج الشریعہ نے کوونڈگڑھ ضلع اجمیر شریف کا دورہ کیا۔

۱۹۷۸ء:

- ☐ جامعہ منظر اسلام کے 'صدر المدرسین' کے منصب جلیل پر فائز ہوئے۔نیز دار الافتا بریلی کے نائب مفتی کی حیثیت سے کار افتا بھی سرانجام دیتے رہے۔
- ☐ مدرسہ کلیمیہ امینیہ راج محل،بہار کے صدر المدرسین حضرت مولانا عابد حسین صاحب کی دعوت پر پہلی بار راج محل،بہار تشریف لے گئے۔عیدگاہ میدان پھلوبریا میں عظیم الشان اجلاس سے خطاب کیا۔بہت سے لوگ داخل سلسلہ ہوئے۔
- ☐ شہر کوٹہ،راجستھان تشریف لے گئے۔تقریر کی اور لوگوں کو داخل سلسلہ کیا۔

۱۹۷۹ء:

- ☐ حضرت تاج الشریعہ بنارس کے دورے پر تشریف لے گئے اور جامعہ حمیدیہ رضویہ کے منتہی طلبہ کا سالانہ امتحان لیا۔

۱۹۸۰ء:

- ☐ جنوری،آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما بمبئی کے زیر اہتمام تیلی محلہ میں ایک تاریخی عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی۔اس موقع سے مجلس عاملہ کی میٹنگ ہوئی۔جس میں آپ صدر اعلیٰ نامزد ہوئے۔اس منصب جلیل پر آپ تا حیات جلوہ بار رہے۔ہر برس ماہ ربیع الثانی میں نکلنے والے 'جلوس غوثیہ' کی صدارت وسرپرستی بھی فرمائی۔

۱۹۸۱ء:

- ☐ اس برس ان کے نانا جان اور سب سے بڑے مربی ومرشد گرامی تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند حضرت شاہ محمد مصطفی رضا خان قادری قدس سرہ کا وصال ہوا۔
- ☐ خلیفۂ اعلیٰ حضرت برہان ملت حضرت مولانا شاہ محمد برہان الحق قادری رضوی جبل پوری نے علوم ومعارف شریعت وطریقت کی اجازت مرحمت فرمائی۔

۱۹۸۲ء:

- ☐ ۲۹ رمئی کو دار العلوم نوری اندور کی دعوت پر مدھیہ پردیش روانہ ہوئے۔

☐ باضابطہ مرکزی دارالافتا کی بنیاد ڈالی اور کئی مفتیان کرام خصوصاً حضرت مفتی قاضی عبدالرحیم بستوی کی بحالی عمل میں آئی۔ اس دارالافتا نے اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم ہند کی دارالافتائی خدمات اور شان وشوکت کی یاد کردی۔ ۱۹۸۳ء سے ۲۰۰۵ء تک نقل فتاوی کے رجسٹر کی تعداد ۸۰ رہتائی گئی ہے۔ جس سے اس دارالافتا کی مرکزیت اور کارکردگی کی رفتار کا اندازہ ہوتا ہے۔

☐ پڑوسی شہر رام پور تشریف لے گئے۔ الجامعۃ الاسلامیہ کے جلسۂ سنگ بنیاد میں شرکت فرمائی۔

☐ جامعہ نوریہ پہلے پہل محلہ گھیر جعفر خان، بریلی میں قائم ہوا۔ جس کے قیام و بنا میں آپ نے موثر رول ادا کیا۔

☐ عراق میں بغداد، نجف اشرف اور کربلائے معلی کی زیارت کی۔

☐ شمال ہند علاقہ ترہت کے ضلع سیتامڑھی کے مشہور مقام 'مہوا بازار' میں منعقد تاریخی پروگرام 'تعمیر ملت کانفرنس' میں شرکت وخطابت فرمائی۔ اس خطے کا غالباً یہ پہلا سفر تھا۔

☐ راجستھان کے شہر کوٹہ تشریف لے گئے اور ایک تاریخی پروگرام بنام 'مفتی اعظم کانفرنس' کی سرپرستی فرمائی۔ وعظ فرمایا اور سلسلے میں داخلے کے متمنی حضرات کو داخل سلسلہ فرمایا۔

☐ پاکستان کا دوسرا سفر کیا اور پیر طاہر علاء الدین گیلانی علیہ الرحمہ کے در دولت پہ نیازمندانہ حاضری دی۔ پیر موصوف، جو حضور غوث پاک کی اولاد پاک میں سے تھے، نے تاج الشریعہ سے بے حد تپاک اور گرم جوشی سے ملے اور روانگی کے وقت دروازے کے باہر تک تشریف لائے۔ دربانوں کو بڑی حیرت ہوئی کہ پیر صاحب نے یہ اہتمام واحترام ذوالفقار علی بھٹو کے لیے بھی نہیں کیا تھا۔ واضح رہے کہ یہی پیر گیلانی علیہ الرحمہ نے ۱۹۵۶ء میں بریلی شریف تشریف لا کر اعلیٰ حضرت کے مزار مبارک پہ فاتحہ خوانی کی تھی۔ تاج الشریعہ، جو اس وقت نوعمر تھے، نے عرض کیا کہ 'حضرت ایک نظر ادھر بھی' تو حضرت پیر گیلانی علیہ الرحمہ نے یہ تاریخی جملے فرمائے تھے کہ: اختر میاں میرے دادا حضور غوث اعظم نے تمہارے دادا اعلیٰ حضرت کو اتنا نوازا کہ پورا سیراب کر دیا اور حضور مفتی اعظم کو بھی مالامال کر دیا۔ اس لیے بیٹے! تمھیں لینے کی نہیں، بلکہ بانٹنے کی ضرورت ہے۔

☐ راجستھان کے معروف شہر اودے پور تشریف لے گئے۔

۱۹۸۴ء

☐ ۷ار اکتوبر کو بکھری، باز پٹی، ضلع سیتامڑھی تشریف لے گئے۔ وہاں کی نوری جامع مسجد میں نماز عصر ومغرب کی امامت بھی فرمائی۔ مجلس کے ختم ہونے پر سیکڑوں افراد بیعت ہوئے۔ حتی کہ ایک بوڑھے سے دیوبندی جناب عبدالرحیم مرحوم مرول والے دیوبندیت سے توبہ کی اور مرید ہو کر بہت خوش تھے۔ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی مرحوم اس سفر میں بحیثیت خادم ساتھ تھے۔

☐ ۱۸ر اکتوبر کو حضرت مولانا محمد عین الحق نوری استاذ مدرسہ جیلانیہ سلنگواں، نیپال کی دعوت پر وہاں تشریف فرما ہوئے۔ رات بڑا پروگرام ہوا۔ مسلمانوں نے حضرت کا دیدار کیا۔ تقریر سنی اور مرید ہوئے۔ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی مرحوم اس سفر میں بحیثیت خادم ساتھ تھے۔

☐ ماہ دسمبر میں آپ نے پہلا سفر حج وزیارت کیا۔

☐ ماہنامہ ''سنی دنیا'' بریلی کا اجرا فرمایا۔ جس کے 'باب الاستفتا' حضرت تاج الشریعہ کے فتاوے مستقلاً شائع ہوتے رہے۔

اس سے پہلے یہ سلسلہ ماہنامہ 'اعلیٰ حضرت' میں جاری تھا۔

☐ رام پور کے تعلیمی ادارہ الجامعۃ الاسلامیہ کے جلسے میں شرکت فرمائی۔

☐ مہاراشٹر کے اضلاع دھلیہ، جلگاؤں اور بھساول کے درمیان نیچو پڑا اور شہر بلڈانہ کے شہریوں کو بھی حضرت نے اپنے چمکدار چہرۂ ولایت کی دید و زیارت کا موقع عنایت فرمایا۔

☐ سیمانچل کے اضلاع کٹیہار، پورنیا اور کشن گنج کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا۔

☐ پاکستان کا تبلیغی و دعوتی دورہ فرمایا۔ کراچی میں ماہر رضویات پروفیسر محمد مسعود احمد کے دولت خانے پر بھی تشریف لے گئے۔ بقول پروفیسر موصوف: 'محقق اور عالم باعمل علامہ اختر رضا خان ازہری ۱۹۸۳ء میں پاکستان تشریف لائے۔ ازراہ کرم غریب خانے پر بھی تشریف لائے۔ ایک عربی نعت کی فرمائش کی۔ قلم برداشتہ اسی وقت لکھ دی۔

☐ اس سال حضرت تاج الشریعہ نے بیکانیر، راجستھان کا دورہ کیا۔

۱۹۸۴ء:

☐ مستقل زمین فراہم ہونے پر 'جامعہ نوریہ' محلہ گھیر جعفر خان سے محلہ باقر گنج منتقل ہو گیا۔ جس میں تاج الشریعہ کا کلیدی کردار رہا۔ ماہ اگست، کاٹھیاواڑ، گجرات کا دورہ فرمایا۔ بڑے بڑے اجتماعات سے خطاب کیا۔ بر سر منبر موجود علما و مشائخ نے معزز القابات 'خصوصاً 'تاج الاسلام' اور 'فقیہ اسلام' سے یاد کیا۔

☐ ۱۴ر ۱۵ر نومبر ۱۹۸۴ء کو مارہرہ مطہرہ میں عرس قاسمی منایا گیا۔ ازہری میاں نے بھی شرکت کی۔ زیب سجادۂ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ نے پر جوش استقبال کیا۔ 'قائم مقام مفتی اعظم علامہ ازہری زندہ باد' کا نعرہ بلند فرمایا اور 'خلافت و اجازت کے تمغے سے سرفراز فرما کر دستار بندی کر کے نذر پیش کی۔

بہار کی راجدھانی پٹنہ تشریف آوری ہوئی۔ مغل پورہ پٹنہ سٹی میں 'الجامعۃ الرضویہ' کی بنیاد رکھی۔ رات کے جلسۂ سنگ بنیاد میں بہار کے اطراف و اکناف سے کھنچے ہوئے آئے لوگوں کو اپنی نصیحت آمیز باتوں سے مستفید کیا۔ علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ بھی شریک جلسہ تھے۔ حضرت کے ایک جاں نثار مرید جناب محمد سرفراز رضوی کا بچہ ایسا بیمار تھا کہ والدین زندگی سے ناامید ہو رہے تھے۔ حضرت نے دعا و دم کیا۔ خدا نے شفا عطا فرمائی۔ کل کا وہ بچہ آج ہٹا کٹا جوان رعنا اور لکھ پڑھ کر خوش خرم با قاعدہ انجینئر ہے۔

☐ دھان کھیتی، کلکتہ میں سنیوں اور دیوبندیوں میں مناظرہ طے ہو چکا تھا۔ محدث کبیر علامہ محمد ضیاء المصطفیٰ قادری گھوسی مناظر تھے۔ تاج الشریعہ ان دنوں بھاگل پور کے دورے پر تھے۔ پھر کلکتے پہنچ گئے۔ آپ کے پہنچتے ہی دیوبندیوں کا دم گھٹنے لگا اور پولیس افسروں سے جوڑ توڑ کر کے مناظرہ کینسل کروا دیا۔

☐ جامعہ رضویہ کے بانی و مہتمم اور اپنے مرید خاص ہمدرد ملت سید ولی الدین رضوی کو اس بات پر تاکید و فہمائش فرمائی کہ ماہنامہ 'نور مصطفیٰ' پٹنہ میں کوئی غیر مصدقہ و مستند تحریر و مضمون نہ چھپ سکے۔

☐ تین روزہ 'سنی کانفرنس' مکہ مسجد حیدر آباد دکن میں شرکت و تقریر فرمائی۔ حضرت تاج الشریعہ کا یہ غالباً پہلا دورۂ حیدر آباد تھا۔ اسی موقع سے آپ نے شہباز دکن حضرت مولانا محمد مجیب علی رضوی صاحب، حضرت مولانا محمد عبدالقدیر رضوی وجے واڑہ اور حضرت

مولانا محمد نسیم اشرفی صاحب کو آپ نے اپنی خلافت سے سعادت مند کیا۔ جب کہ کثیر بندگان خدا کو کلمات بیعت پڑھا کر مرید بھی کیا۔

☐ باسنی، ضلع ناگور، راجستھان بڑا مشہور مقام ہے۔ تاج الشریعہ وہاں متعدد بار تشریف لے گئے ہیں۔ سب سے پہلا دورہ اسی ۱۹۸۴ء کا تھا۔

☐ تاج الشریعہ میرتا سٹی، راجستھان تشریف لے گئے۔ شاید یہ وہاں کا پہلا دورہ تھا۔

۱۹۸۵ء

☐ اس برس تاج الشریعہ نے دوسرا حج ادا کیا۔

☐ ماہ اپریل، ورلڈ اسلامک مشن لندن کے زیر اہتمام حجاز کانفرنس' منعقد ہوئی، جس میں عالمی مسائل پر غور وفکر اور نصب العین کے تعین کے لیے عالمی مقتدر شخصیات نے شرکت کی۔ ہندوستان سے حضرت تاج شریعت اور علامہ ارشد القادری ۱۲ر اپریل کو لندن تشریف لے گئے۔ ۵ رمئی کو کانفرنس ہوئی۔ اس عالمی حجاز کانفرنس کی صدارت آپ نے فرمائی اور خطاب نایاب بھی کیا۔ یہ خطاب بی بی سی لندن سے نشر بھی ہوا۔

☐ لندن سے حرمین شریف حاضر ہو کر عمرہ کے مناسک ادا کر کے ارجون کو بریلی شریف مراجعت فرمائی۔

☐ پاکستان کے شہر لاہور کا دورہ کیا۔ حضرت داتا گنج بخش ہجویری علیہ الرحمہ کے جوار میں قائم دار العلوم حزب الاحناف میں قیام تھا۔ علمائے لاہور آپ کے علم وفضل، عجز وخاکساری اور فروتنی انکساری سے بے حد متاثر تھے۔

☐ ماہ جولائی، قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری کی تحریک وتجویز پر جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں نو پید مسائل کے حل وتصفیے کے لئے 'شرعی بورڈ' جو بعد میں 'مجلس شرعی' کے نام سے معروف ہوئی، کے 'فیصل بورڈ' آپ کو صدر اعلیٰ منتخب کیا گیا۔

☐ ماہ جولائی، عرس امجدی گھوسی میں شرکت کی۔

☐ بریلی شریف سے حضرت تاج الشریعہ آگرہ اسٹیشن پہنچے۔ سر شام دوسری ٹرین آنے میں تاخیر تھی۔ کچھ گھنٹہ بھر وقت تھا۔ اسٹیشن سے لگ کے قلعہ کے پاس جو شاہی جامع مسجد ہے وہاں کے خطیب وامام حضرت مفتی محمد قمر الزماں رضوی در بھنگوی کو پتا چلا، تو دوڑ کر حاضر ہوئے اور اپنی مسجد لے آئے۔ حضرت نے نماز مغرب پڑھائی۔ اتنے میں کافی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے اور حضرت کے دیدار سے مشرف ہو کر مرید بھی ہو گئے۔

☐ شہر ناگ پور، مہاراشٹر کا دورہ کیا۔ ناگ پور سے شہر آکولہ تشریف لے گئے۔ وہاں سے بھساول تشریف لے آئے۔ بھساول میں مختار عالم کانفرنس' میں خطاب کیا۔ دو دن قیام رہا۔ اسی دوران قیام میں حضرت نے قدیم جامع مسجد جالی محلہ کے ہر دل عزیز خطیب وامام حضرت مولانا حافظ محمد تجمل حسین رضوی اور حضرت مفتی محمد زبیر عالم صدیقی رضوی پورنوی کو اپنی اجازت وخلافت سے نوازا۔ یہاں سے امليز جلوہ افروز ہوئے۔ مفتی محمد زبیر عالم صاحب اس سترہ روزہ سفر میں ساتھ رہے۔ اسی سفر میں جناب محمد اشرف رضوی سیٹھ کی دعوت پر شہر بلڈانہ کو بھی اپنے وجود ناز کی برکتوں سے سرفراز کیا۔

۱۹۸۶ء

☐ اگست، ستمبر، یہ تیسرا حج تھا، جو مع اہل وعیال ادا کیا۔ اس برس وہاں ایک ناگہانی بات پیش آئی کہ آپ کو بلا وجہ شرعی و

قانونی پسِ دیوارِ زنداں رکھا گیا اور پھر بغیر مدینہ پاک کی حاضری کے ہندوستان بھیج دیا گیا۔

☐ بمبئی واپسی پر محمد علی روڈ، مینارہ مسجد کے پاس شاندار استقبال اور احتجاجی مظاہرہ ہوا۔ یہ احتجاجی سلسلہ ہندو پاک سے پھیل کر مغربی ممالک تک پہنچ گیا۔

☐ لندن میں ورلڈ اسلامک مشن کا وفد، جس میں جید و مقتدر علمائے اہلِ سنت شامل تھے، نے شاہ عبد اللہ و سعودی شہزادوں اور سعودی حکومت کے اہل کاروں سے مل کر اصولی و قانونی احتجاج درج کرایا اور گفتگو کی۔ نتیجے میں سعودی شہزادگان و اہل کاران نے وفد کے مطالبات مان لیے۔ یہ واقعہ ایک خاص پس منظر [نجدی شرارت] رکھتا ہے۔ لیکن مشیت ایزدی کچھ اور تھی۔ حکومت سعودیہ کو گھٹنے ٹیکنے پڑے اور خصوصی ویزا دے کر دوبارہ بلانا پڑا۔ یہ تفصیلات آپ کی کتاب 'سعودی مظالم کی کہانی اختر کی زبانی' میں موجود و مطبوع ہیں۔

☐ ماہ دسمبر، رائے بریلی اتر پردیش میں 'مسلم پرسنل لا کونسل' کی تشکیل عمل میں آئی۔ علما و مفتیان کرام کی متفقہ رائے سے آپ 'صدر مفتی' منتخب ہوئے۔

☐ حضرت مفتی محمد قمر الزماں رضوی دربھنگوی خطیب و امام شاہی جامع مسجد آگرہ، ان کے احباب اور خوش عقیدہ مسلمانان آگرہ کی شدید خواہش اور دعوت پر حضرت تاج الشریعہ آگرہ تشریف لائے۔ بڑا پروگرام ہوا۔ بڑی تعداد میں مجمع اکٹھا ہوا۔ کثیر افراد حضرت کے دامن سے وابستہ ہوئے۔ قیام آگرہ کینٹ میں رہا۔ دوسرے دن واپسی ہوئی۔

☐ بابری مسجد کے قضیے میں آپ نے فعال کردار ادا کیا۔ علمائے رام پور، جس کے قائد علامہ سید شاہد علی رضوی تھے، اس سلسلے میں 'جیل بھرو تحریک' بماہ مارچ چھیڑی، تو تاج الشریعہ نے اس کی تائید کی اور بھرپور حمایت کا اعلان کیا۔

☐ بھوتا تال، جبل پور ایم پی کے ایک غیر مسلم مع اہل و عیال نے بریلی شریف آکر اور آپ کا چہرۂ زیبا دیکھ کر آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا اور بیعت ہوا۔ آپ نے ان کا نام 'محمد احسن رضوی' پسند فرمایا۔ کچھ دنوں تک محمد احسن رضوی بریلی شریف رہ کر دینی تعلیم حاصل کی۔

۱۹۸۷ء:

☐ ۷ ارفروری کو آپ نے جھریا، دھنباد، بہار کا دورہ کیا۔ سعودی ظلم و بربریت کی ٹیس اور دیارِ مدینہ منورہ حاضر نہ ہونے کی ہوک آپ کے دلِ بے تاب میں رہ رہ کر اٹھتی تھی، جھریا کے جلسے میں کسی نعت خواں نے جب جمال یار کا نغمہ چھیڑا، تو آپ آب دیدہ ہو گئے۔ اسی منبرِ رسول پر آپ کی نوکِ زبان و قلم سے وہ مشہور درد بھری نعت وجود پذیر ہوئی، جس کا مطلع و مقطع یہ ہے:

داغِ فرقتِ طیبہ قلبِ مضمحل جاتا	کاش! گنبدِ خضرا دیکھنے کو مل جاتا
ان کے درپہ اختر کی حسرتیں ہوئیں پوری	سائلِ درِ اقدس کیسے منفعل جاتا

☐ اسی برس کے ماہ مئی میں، دنیا بھر کے متعدد ممالک میں ان سلسلے وار احتجاجوں اور مظاہروں کا اثر یہ سامنے آیا کہ سعودی سفیر برائے ہند دہلی فواد صادق مفتی نے معافی چاہی اور سعودی حکومت نے خاص ویزا دے کر آپ کو عمرہ ادا کرنے کی دعوت دی۔ دہلی

میں قائم سعودی سفارت خانہ اور وہاں جدہ و مدینہ منورہ میں حکومتی کارندوں نے خاص اہتمام اور خیر مقدم بھی کیا۔ گیارہ روزہ اس سفر خاص میں عمرہ ادا کیا اور مقامات مقدسہ کی زیارت کی۔

☐ پڑوسی ملک نیپال کا دورہ فرمایا۔ 'رسول اعظم کانفرنس' میں شرکت کی اور ایمان افروز وعظ فرمایا۔ یہ کانفرنس 'مدرسہ مظہر العلوم' کپیا، ضلع کے اہتمام تام میں منعقد ہوئی تھی۔ اس سفر میں آپ کے سگے بھائی حضرت مولانا ڈاکٹر محمد قمر رضا خان بھی شریک سفر تھے۔ نیپال کے بزرگ و معتمد عالم دین جن کی وہاں بے حد دینی خدمات ہیں، حضرت علامہ محمد حنیف قادری علیہ الرحمہ کو تاج الشریعہ نے اپنی اجازت و خلافت سے سرفراز کیا۔

۱۹۸۸ء:

☐ ۷ ارجنوری کو تاج الشریعہ کا سفر دکن کے شہر نظام آباد کا ہوا۔ وہاں کے مسلمانان و نوجوانان اہل سنت، خصوصاً 'سنی مجلس عمل' کے بانی و سربراہ جناب محمد عبدالرؤف رضوی و دیگر اراکین نے 'عظمت مصطفیٰ کانفرنس' کا انعقاد کیا تھا۔ تاج الشریعہ نے پروگرام کی سرپرستی فرمائی۔ بزرگ عالم دین حضرت مفتی مجیب اشرف رضوی ناگ پوری اور شہباز دکن حضرت مولانا مجیب علی رضوی حیدر آبادی نے خطاب کیا۔ اس دورے اور پروگرام کے اصل محرک مجاہد و مدبر عالم دین حضرت مولانا ابوالحسن علی رضوی پورنوی تھے، جو کھم پیٹھ، ضلع نظام آباد میں 'جامعہ غوثیہ رضویہ' کے بانی و سربراہ ہیں۔

☐ ۱۸ ارجنوری کو 'جامعہ غوثیہ رضویہ' کھم پیٹھ کی جدید عالی شان عمارت کا افتتاح فرمایا اور پروگرام کی سرپرستی فرمائی۔ مذکورہ جامعہ کے بانی و ناظم اعلیٰ حضرت مولانا ابوالحسن علی رضوی صاحب کو خصوصی دعاؤں سے نوازا۔ ۱۹ رجنوری کو وہاں سے روانگی ہوئی۔

☐ حضرت مفتی ڈاکٹر امجد رضا امجد صاحب کے بقول اس برس بھی رضا نگتی، ضلع سیتا مڑھی میں تاج الشریعہ جلوہ افروز ہوئے اور انہی کے گھر قیام بھی رہا۔

اودے پور، راجستھان تشریف فرمائے۔

☐ تاج الشریعہ نے گھڑسانہ، ضلع بیکانیر، راجستھان کا سفر کیا۔

۱۹۸۹ء:

☐ ۱۹ فروری کو تاج الشریعہ بائسی، پورنیہ تشریف لائے۔ تعمیری کانفرنس کی سرپرستی فرمائی اور 'تنظیم المسلمین' بائسی کے کیمپس میں 'مسجد مصطفیٰ' کی بنیاد رکھی۔ ظاہر ہے یہ ان کا اپنا حلقہ تھا۔ گاؤں گاؤں کا دورہ کیا اور لوگ جوق در جوق داخل سلسلہ ہوئے۔

☐ مشہور ملک گیر تنظیم 'جماعت رضائے مصطفیٰ' بریلی کی نشاۃ ثانیہ ہوئی، تو حضرت تاج الشریعہ اس کے سرپرست اعلیٰ منتخب ہوئے۔

☐ ماہ جولائی میں فرید پور ضلع بریلی کا ایک سکھ از خود آیا۔ کلمۂ اسلام پڑھ کر مشرف با سلام ہو کر تاج الشریعہ کا مرید بھی بن گیا۔ حضرت بابرکت نے اس کا نام 'محمد مسلم رضوی' رکھا۔

☐ سابق وزیر اعظم راجیو گاندھی اور ریاست اتر پردیش کے سابق وزیر اعلیٰ نرائن دت تیواری کے سیاسی مشیر وصلاح کار ایل ایل بھوجیدار ۱۷ نومبر کو بریلی پہنچا اور تاج الشریعہ سے بابری مسجد کے مسئلے پر مشورت و مفاہمت کی کوشش کی۔ مگر آپ نے ملنے سے انکار کر دیا اور اسے بری طرح ناکام و نامراد ہو کر بریلی سے واپس ہونا پڑا۔

☐ ریاست اتر پردیش کے سابق گورنر جناب عثمان عارف نقش بندی تاج الشریعہ کے دولت کدے پہ حاضر ہو کر ایم، ایل، سی، کے عہدے کی پیش کش کی، بلکہ اصرار بھی کیا۔ عارف صاحب کی ہزار منت سماجت کے بعد بھی آپ نے اسے قبول کرنے سے صاف صاف انکار کر دیا۔ جو سیاسی دنیا کی چمک دمک سے دوری و بیزاری صاف نمایاں ہے۔

☐ رائے بریلی سے از خود آکر ایک جوان ہندو لڑکی آپ سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئی۔ آپ نے اس کا نام 'کنیز فاطمہ' تجویز کیا۔

☐ اسی طرح ایک ہندو لڑکے نے خواب دیکھا کہ وہ مسجد میں بیٹھ کر کسی بزرگ شخصیت سے کلمہ پڑھ رہا ہے۔ جب وہ بریلی شریف آکر تاج الشریعہ کو دیکھا، فوراً پہچان گیا اور کلمہ پڑھ کر بیعت سے سرفراز ہو گیا۔ تاج الشریعہ نے اس کا نام 'عبد اللہ' رکھا۔

☐ شہر رام پور اور اس کے مضافات میں 'عثمان نگر، اور 'ٹنگیا عاقل' کا دورہ فرمایا۔ دوران سفر 'ٹنگیا عاقل' ایک حادثہ پیش آیا۔ مگر ہوا کچھ نہیں۔ سب اپنی اپنی منزل بخیریت تمام پہنچ گئے۔

۱۹۹۰ء

☐ ۲۱ ر ۲۲ ر جنوری، دکن کے مشہور شہر 'کریم نگر' میں 'کل ہند فیضان اولیا کانفرنس' منعقد ہوئی۔ کانفرنس کے مین آرگنائزر و کنوینر فدائے ملت حنفیہ حضرت علامہ محمد ابو الحسن علی قادری رضوی بانی 'جامعہ غوثیہ رضویہ' نظم پیٹھ کے حسن انتظام اور مدبرانہ حکمت عملی نے قریب پورے دکن کے علما، ائمہ اور خصوصاً خانقاہوں کے مشائخ عظام کو ایک پلیٹ فارم یعنی پروگرام سے جوڑ دیا تھا اور بر سر اجلاس جمع کر دیا تھا۔ تاج الشریعہ کی آمد و شرکت نے اور چار چاند لگا دیا تھا۔ خطابت انہی حضرت مفتی مجیب اشرف صاحب ناگ پوری کی تھی۔ مقامی علما و مشائخ کے جم گھٹ نے کانفرنس کو بے حد کامیاب بنا دیا تھا۔ ہزارہا خوش عقیدہ مسلمان تاج الشریعہ کے دامن کرم گستر سے وابستہ ہوئے۔

☐ ریاست بہار کی راجدھانی پٹنہ تشریف فرما ہوئے۔ 'جمال مصطفیٰ کانفرنس' زیر اہتمام 'الجامعۃ الرضویہ' پٹنہ سٹی کی سرپرستی فرمائی۔ فارغ التحصیل طلبہ کی دستار بندی کی۔ روحانیت کے پیاسوں کو شراب فیضان غوثیت مآب سے سیراب کیا۔ ملک کے مشہور نقیب علامہ احمد سیوانی نے نقابت کے فرائض انجام دیے۔ مشہور عالم خطیب حضرت علامہ محمد حسین ابو الحقانی صدیقی رضوی نے خطاب خاص کیا۔ جامعہ رضویہ کے بانی و مہتمم اور اپنے مرید خاص ہمدرد ملت سید ولی الدین رضوی کو اس بات پر تاکید و فہمائش فرمائی کہ ماہنامہ 'نور مصطفیٰ' پٹنہ میں کوئی غیر مصدقہ و مستند تحریر و مضمون نہ چھپ سکے۔

☐ رضا باغ گنگٹی، ضلع سیتامڑھی میں اس سال 'عرس جیلانی میاں' یعنی مفسر اعظم حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا خان عرف جیلانی میاں قادری قدس سرہ کا پچیسواں عرس خوب دھوم دھام سے منایا گیا۔ جس میں حضرت تاج الشریعہ اپنے برادر اکبر ریحان ملت حضرت مولانا شاہ ریحان رضا خان قادری قدس سرہٗ کے ہمراہ تشریف فرما ہوئے۔

☐ حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے خلیفۂ خاص تاجدار ناگور شریف صوفی حمید الدین علیہ الرحمہ کے جوار میں آباد قصبہ 'باسنی' تاج الشریعہ دوسری بار تشریف لے گئے۔

☐ تاج الشریعہ میرتا سٹی، راجستھان تشریف فرما ہوئے۔

☐ شیرانی آباد تشریف لے گئے۔

۱۹۹۱ء:

☐ اس برس کے ۷ار فروری کو اکلوتے صاحب زادہ مفتی محمد عسجد رضا صاحب کی شادی خانہ آبادی کی رسم ادا کرائی۔ یہ شادی امین شریعت حضرت شاہ محمد سبطین رضا خان علیہ الرحمہ کی صاحب زادی سے ہوئی۔

☐ ۲ر مارچ کو رام پور تشریف لے گئے اور الجامعۃ الاسلامیہ کے جشن دستار فضیلت کی سرپرستی فرمائی۔

☐ اودے پور، راجستھان جلوہ فراز ہوئے۔

☐ پٹنہ تشریف فرما ہوئے۔ جامعہ رضویہ مغل پورہ پٹنہ سٹی کے سالانہ جلسۂ دستار بندی بعنوان 'جمال مصطفی کانفرنس' کی سرپرست اور حفظ وقرأت کے فارغ بچوں کی دستار بندی کی۔ پھر بیعت ہونے والے عاشقوں کو عشق ومعرفت کا جام پلایا۔ مولانا علی احمد سیوانی نے نظامت کی اور مقامی و بیرونی علما وخطبا نے تقریریں کیں۔

☐ اردو، فارسی، عربی کے علاوہ انگریزی زبان وادب پر حضور تاج الشریعہ زبردست عبور ومہارت رکھتے ہیں۔ لیڈی اسمتھ، ساؤتھ افریقہ سے ایک سوال انگریزی میں آیا، مستفتی جناب ہارون تار رضوی تھے۔ سوال دار الاسلام، دار الحرب کے ضمن میں مسلم، ذمی، کافر کے متعلق سوالات تھے۔ جس کا جواب تاج الشریعہ نے انگریزی میں ۲۰ر جولائی کو لکھا۔ انگریزی میں حضرت کا یہ پہلا فتوی ہے۔ انگریزی فتاوی کے دو مجموعے ڈربن، ساؤتھ سے شائع بھی ہو چکے ہیں۔

۱۹۹۲ء:

☐ اپنے نانا، مرشد، مربی سرکار مفتی اعظم ہند کے 'جشن صد سالہ' منعقدہ وائی ایم سی گراؤنڈ، ممبئی میں شرکت کی اور صدارت فرمائی۔

☐ ۸ر مئی کو اودے پور، راجستھان تشریف فرما ہوئے۔

☐ کلکتہ تشریف لے گئے۔ دو دن قیام رہا۔ کئی کئی پروگراموں میں شرکت فرمائی۔ ہزاروں افراد دامن سے وابستہ ہوئے۔ واپسی کے وقت دوران سفر خادم کے ٹکٹ کے بھول جانے پر کچھ تردد تو ہوا مگر دم دم ایئرپورٹ پر معلوم ہوا کہ ہوائی پرواز دو گھنٹے لیٹ تھی۔

☐ صوبہ راجستھان کے شہر فتح پور تشریف لے گئے اور 'دار العلوم سلطان الہند' کا سنگ بنیاد رکھا۔

☐ بہار کے تاریخی وعلمی شہر عظیم آباد پٹنہ تشریف فرما ہوئے۔ جامعہ رضویہ مغل پورہ پٹنہ سٹی کے سالانہ جلسۂ دستار بندی بعنوان 'جمال مصطفی کانفرنس' کی سرپرستی اور حفظ وقرأت کے فارغ بچوں کی دستار بندی کی۔ حاضرین وسامعین کی کثیر تعداد نے دست گرفتہ ہوئے۔ مولانا علی احمد سیوانی نے نظامت کی اور مقامی وبیرونی مدعو علما وخطبا نے تقریریں کیں۔

☐ ضلع بوندی راجستھان تشریف لے گئے اور وہاں ایک دینی مسئلے کے حوالے سے جو تنازعہ چل رہا تھا، بحیثیت قاضی اس مسئلے کا تصفیہ فرمایا۔ جو سب کے لیے قابل قبول تھا۔

☐ باسنی ضلع ناگور، ریاست راجستھان تشریف لے گئے۔ تعمیری کانفرنس میں شرکت فرمائی۔ عالی شان 'مکہ مسجد' کا افتتاح فرمایا اور وہیں 'صوفیہ ہاسپٹل' کا سنگ بنیاد رکھا۔

☐ تاج الشریعہ اس سال بھی میرتا سٹی، راجستھان تشریف لے گئے۔

۱۹۹۳ء:

- ۷ر فروری کو الجامعۃ الاسلامیہ رام پور کے جشن دستار فضیلت میں شرکت کی اور سرپرستی فرمائی۔
- سیمانچل کا دورہ فرمایا۔ کہیں بذریعے بیل گاڑی اور کہیں بذریعے کشتی، گاؤں گاؤں، بستی بستی کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے فیض یاب کیا۔
- اپنے مرید خاص جناب سید محمد ولی الدین رضوی کی دعوت پر تاج الشریعہ مغل پورہ، پٹنی سٹی تشریف فرما ہوئے۔
- حضرت مولانا محمد یامین نعیمی کے بقول حضرت تاج الشریعہ نے 'کنز الایمان' کی تصحیح فرمائی۔ بریلی میں 'قرآن کمپنی' کا ادارہ قائم کیا گیا۔ مولانا نعیمی نے 'کنز الایمان' کی اشاعت کرائی۔ حضور تاج الشریعہ نے جیب خاص سے چالیس ہزار کا تعاون پیش کیا۔
- جماعت اہل حدیث، سلفیوں اور غیر مقلدوں کی طرف سے تین طلاق کا مسئلہ اچھالا گیا۔ میڈیا کے کندھوں پر سوار ہو کر بڑی تیزی سے یہ مسئلہ سیاسی گلیاروں تک جا پہنچا۔ مرکزی دار الافتا کی جانب سے تاج الشریعہ نے فوراً مسئلے کی صحیح صورت حال واضح کی۔ سلفیوں اور سیاسی چال بازوں کی چال خاک میں ملا دی۔ اس تعلق سے آپ نے ایک مستقل کتاب ہی 'تین طلاقوں کا شرعی حکم' لکھ ڈالی۔

۱۹۹۴ء:

- ۱۶ر اگست کو کوٹہ، راجستھان تشریف لے گئے۔
- ۱۶ر اکتوبر کو اودے پور، راجستھان تشریف لے گئے۔
- رمضان مبارک کے مہینے میں عمرہ ادا کیا۔ ساتھ میں جناب عبد الغفار رضوی عرف 'بابو بھائی' اور جناب محمد سعید نوری صاحب بھی تھے۔ اسی موقع پر تاج الشریعہ نے سعید نوری صاحب کو خلافت عطا فرمائی۔ خلیفۂ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ شاہ محمد ضیاء الدین قادری رضوی مہاجر مدنی علیہ الرحمہ کے صاحب زادے حضرت مولانا محمد فضل الرحمہ کے مکان میں برپا محفل میلاد پاک میں شرکت کی، جہاں آپ کی ملاقات پاکستان سے آئے ماہر رضویات اور سعادت لوح وقلم پروفیسر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ سے ہوئی۔
- خانقاہ حبیبیہ، دھام نگر شریف، اڑیسہ کی زیارت کی۔ عرس مجاہد ملت میں شرکت فرمائی۔ عرس پاک سے ایک دن پہلی ہی آپ وہاں پہنچ چکے تھے۔

مہاراشٹر کے شہر وضلع جلگاؤں تشریف فرما ہوئے۔ پھر وہاں سے اس کے مضافات میں قصبہ بیاول کا دورہ فرمایا۔

۱۹۹۵ء:

- ۳ر ۴ر ۵ر جنوری کو راج محل، بہار کا پروگرام طے تھا۔ یہ پروگرام اپنے طور پر ہو گیا۔ لیکن تاج الشریعہ کی ناگزیر اسباب کی بنیاد پر شرکت نہ ہو سکی۔ یہ ۵ر کو کلیا چک، علی پور، مالدہ، مغربی بنگال پہنچے۔ راج محل والے اور کلیا چک والوں نے مل کر وہیں پروگرام مرتب کیا۔ تاج الشریعہ نے تقریر فرمائی اور لوگ داخل سلسلہ ہوئے۔
- ۶ر جنوری کو 'رضائے مصطفیٰ کانفرنس' جس میں شریک نہ ہو سکے تھے، از سرنو ترتیب دیا گیا۔ خبر پھیلتے ہی بنا بنایا، سجا سجایا پنڈال نہ صرف پھر سے بھر گیا، اس سے کہیں زیادہ ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ حضرت تاج الشریعہ کی آمد، شرکت وزیارت نے عوام وعلما کے

دلوں کو خوشیوں اور مسرتوں سے بھر دیا۔ امام علم وفن حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی کی صدارت، مناظر اہل سنت حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب رضوی زید مجدہ کی قیادت، بزرگ عالم دین حضرت علامہ احسان دانش صاحب قبلہ کی حمایت نے اس پروگرام کو ایک تاریخی حیثیت سے ہمکنار کر دیا۔ خصوصی خطبا و مقررین میں مجاہد دوراں حضرت علامہ سید مظفر حسین اشرفی کچھوچھوی علیہ الرحمہ، خطیب ہند حضرت علامہ صغیر احمد صاحب جوکھن پوری حضرت مفتی محمد نعیم الدین صاحب مرشد آبادی اور بنگلہ زبان کے بڑے نامور مصنف ومترجم حضرت مفتی غلام صمدانی صاحب مرشد آبادی اور دیگر مقامی و بیرونی علما تھے۔ نظامت مشہور شاعر اسلام جناب ظفر بنارسی نے کی تھی اور ملک گیر شہرت کے مالک جناب شاہد یوسفی پورنوی نے اپنی کوئل سی دلکش آواز سے مجمع لوٹ لیا تھا۔

☐ اس پروگرام کی ایک خاص بات یہ رہی کہ حلقۂ دیوبند سے تعلق رکھنے والے ایک بڑے بوڑھے عالم حضرت مفتی محمد عبد الحکیم صاحب راج محلی نے تاج الشریعہ کو دیکھا اور سن کر از خود بد عقیدگی والی دیوبندیت سے تائب ہو کر سچے اہل سنت میں شامل اور حضرت کے مرید ہو گئے۔ اس عظیم الشان پروگرام کی یہ عظیم کامیابی وکامرانی کے پیچھے خاموش مزاج، سنجیدہ فکر اور علم وحکمت کے پیکر حضرت مفتی منظور احمد صاحب رضوی قبلہ کی مہینوں کی محنت وجانفشانی کی مرہون منت تھی۔

☐ بماہ جنوری، سابق وزیر اعظم ہند پی وی نرسمہا راؤ کا خط لے کر اس کا خاص ایلچی اس امید سے پہنچا کہ تاج الشریعہ وقت عنایت فرمائیں، تو وزیر اعظم ہند بذات خود حاضر ہو کر دعائیں لے اور بابری مسجد کے تعلق سے تبادلہ خیال کرے، ایلچی خط پڑھ کر سنایا، تو تاج الشریعہ نے بڑی بے باکی اور وضاحت سے فرمایا: میں مذہبی آدمی ہوں۔ سیاسی نہیں۔ اگر وہ ایک عقیدت مند کی طرح بغیر کسی سیاسی پروگرام کے آستانہ پر آنا چاہے، تو آئے اور حاضری دے کر چلا جائے۔ نرسمہا راؤ بریلی آیا اور سرکٹ ہاوس میں سات گھنٹے تک انتظار کیا کہ باریابی کی اجازت ملے، لیکن تاج الشریعہ نے دوٹوک لفظوں میں ملنے سے انکار کر دیا۔

۲۲ر جولائی، بموقع زریں عرس رضوی، آپ نے ایک اجلاس بلایا۔ جس میں علما ودانشوران نے شرکت کی۔ ملکی وبین الاقوامی مسائل ومعاملات پر تبادلۂ خیال کے بعد اعلامیہ جاری فرمایا۔

☐ ۲۶ر جولائی کو آپ نے ایک تنبیہی تحریر کے ذریعے عورتوں کو مزار اعلیٰ حضرت پر آنے سے منع فرمایا اور شریعت کی پابندی اختیار کرنے کی تاکید فرمائی۔

☐ ۲۰ر نومبر کو مراد آباد کورٹ میں کچھ حاسدین ومخالفین نے آپ پر جھوٹا مقدمہ دائر کیا۔

☐ اراکین 'انجمن اہل سنت' ڈانڈیلی، ضلع کاروار، کرناٹک کی دعوت پر پہلی بار حضرت تاج الشریعہ وہاں تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا خالد رضا صدیقی صدر مدرس دار العلوم قادریہ پرانی ڈانڈیلی کی حکمت بھری قیادت میں پروگرام ہوا۔ ہزاروں افراد سلسلۂ قادریہ رضویہ میں داخل ہوئے۔

☐ سانتا کروز، بمبئی میں مقیم ہمدرد قوم شیخ محمد ابراہیم، عرف 'بھائی جان' تاج الشریعہ کے جانثار مرید خاص ہیں۔ وہ رہنے والے موضع شرور، ضلع پونے کے ہیں۔ بھائی جان کی دعوت پر تاج الشریعہ ان کے آبائی گاؤں تشریف لے گئے۔ 'اعلیٰ حضرت کانفرنس' کی سرپرستی فرمائی اور بنام 'کنز الایمان' ایک مکتب کی بنیاد رکھی۔ اطراف واکناف کے افراد سلسلے میں داخل بھی ہوئے۔

☐ نورکا رنج والے جناب محمد عبد السلام خان کی دعوت پر اتر پردیش کے صنعتی شہر 'بھدوہی' تشریف لے گئے۔ قیام انہی کے گھر

پہ تھا۔ساتھ میں خادم خاص حافظ جمیل اختر صاحب رضوی تھے۔ یہاں ایک خاص بات یہ سامنے آئی کہ دور حاضر کی سیاست سے حضرت تاج الشریعہ ہمیشہ دور ونفور رہے۔صبح کے وقت خان صاحب نے بغیر پوچھے کچھ سیاسی افراد، خاص کر ایم ایل اے کوملاقات کے لیے بلالیا۔جب حضرت کومعلوم ہوا، توحضرت نے اپنے خادم سے معلوم کیا کہ کیا انہوں نے آپ سے اجازت لی تھی، خادم نے کہا:'نہیں'۔اپنی اور خادم کے'نا' کہنے پر حضرت بہت ناراض ہوئے اور فرمایا: آپ نے ہم یا خادم سے پوچھا کیوں نہیں؟۔ یہ من مانی کیا ہے۔کیا آپ نے ہمیں خرید لیا ہے؟'۔میزبان خان صاحب موصوف شرم سار ہوکر معافی چاہنے لگے۔جلال ٹھنڈا ہونے پر فرمایا:'آئندہ دھیان رکھنا۔ہمیں ایسی مشکل میں مت ڈالنا'۔ یہاں سے اڑیسہ جانا تھا۔تاخیر کی وجہ سے فلائٹ چھوٹ گئی،اڑیسہ میں علامہ ارشدالقادری پل پل منتظر رہے۔

☐ ہائی کورٹ کے وکیل جناب سید محمد رفیق صاحب کی جانب سے بھونیشور،کٹک میں دعوت تھی۔ پروگرام کے آرگنائزر قائد اہل سنت علامہ ارشدالقادری علیہ الرحمہ تھے۔ بھدوہی میں تاخیر اور فلائٹ چھوٹ جانے سے ایک دن کا وقفہ ہوگیا۔ دوسرے دن بھونیشور پہنچے۔کل کا پروگرام آج ہوااور بے حد کامیاب ہوا۔علامہ رات ہی جمشید پور روانہ ہوگئے۔چوں کہ انہیں وہاں بھی انتظام کرنا تھا۔

☐ دوسرے دن حضرت تاج الشریعہ جمشید پور کے لیے رخصت ہوئے۔ علامہ ارشد القادری یہاں سراپا انتظار بنے کھڑے تھے۔حضرت کی تشریف آوری ہوئی،توجمشید پور کاافق نعروں کی آواز سے گونج اٹھا۔جس پروگرام میں علامہ ارشد القادری ہوں، اس کی کامیابی کی ضمانت جانیے۔یہاں تو علامہ خود منتظم وآرگنائزر تھے۔پھر یہاں کے پروگرام کی فتح وکامرانی کا جھنڈا جولہرایا، جمشید پور والوں کوآج تک یاد ہے۔

۱۹۹۶ء

☐ جنوری کا مہینہ تھااور سردیوں کا سخت موسم، جناب محمد عین الحق رضوی کی دعوت پر حضور تاج الشریعہ پہلی بار لدھیانہ، پنجاب تشریف لے گئے۔'امام احمد رضا کانفرنس' غیاث پورہ میں شرکت کی ۔ پروگرام کچھ ایسا تھا کہ لگتا تھا کہ پورا پنجاب پنڈال میں سمٹ آیا ہو۔ ۵۷ ر ہزار سے زائد لوگوں نے دامن خیر و برکت سے وابستگی حاصل کی۔قدرعنااور چہرۂ زیبا دیکھ کر ہی پانچ دیوبندی لوگ بھی مسلک دیوبندیت سے توبہ ورجوع کر کے مرید ومعتقد ہوگئے ۔لدھیانے کے معروف ادارے'جامعہ غوثیہ رضویہ' کی بنیاد اسی موقعے سے رکھی۔ مخلص ومتحرک اور کامیاب تاجر حافظ محمد شمس الحق رضوی صاحب مالک و پروڈکٹر'رضا ہوزری'اوران کے احباب نے بڑھ چڑھ کراپنا فریضہ انجام دیا۔

☐ ماہ جون کواودے پور، راجستھان تشریف لے گئے۔

☐ ماہ جون راجستھان کے شہر'پالی'تشریف لے گئے،شاید یہ تاج الشریعہ کاوہاں دوسرادورہ تھا۔

☐ اس برس تاج الشریعہ راجستھان کے شہر'چورو' بھی تشریف لے گئے۔

☐ دوسرے دن دیو بند،سہارن پور میں حکیم ملت جناب حکیم محمد احمد قادری سے ملاقات کی اوران کا قائم کردہ ادارہ'دارالعلوم غوثیہ رضویہ برکات صابر' کامعائنہ کیااورڈھارس بندھائی۔اور پھر بریلی کے سفر کی راہ لی۔

☐ حسب ذوق دیرینہ اس سال بھی تاج الشریعہ نے رمضان مبارک کے عمرے کی برکتیں حاصل کیں۔ ہمراہ جناب محمد سعید نوری، سید مظہر باپو، مرید خاص محمد نعیم رضوی مرحوم اور حاجی توفیق احمد رضوی تھے۔ عید بعد واپسی ہوئی۔

☐ حضور احسن العلما کے وصال کے بعد جاڑے کے موسم میں تاج الشریعہ مارہرہ مطہرہ حاضر ہوئے۔ احسن العلما کی اہلیہ محترمہ کے لیے شریفانہ خاندانی روایت کے مطابق بدست سید شاہ محمد اشرف زید مجدہ کچھ نذر پیش کی اور پھر چائے پیتے ہی بریلی پلٹ آئے۔

☐ جامعہ اسلامیہ روناہی فیض آباد کے سالانہ اجلاس 'جشن دستار فضیلت' میں شرکت فرمائی۔ اساتذہ، علما، طلبہ اور عوام اہل سنت نے ٹوٹ ٹوٹ کر فیض اٹھایا۔

☐ جنوب ہند کی معروف درسگاہ 'مرکز الثقافۃ السنیہ' کانتھاپورم، کیرالا کے بانی و سربراہ شیخ ابوبکر صاحب مدظلہ کی دعوت پر وہاں تشریف لے گئے کالی کٹ ایئرپورٹ پر کئی گاڑیوں پر سوار افراد نے شایان شان استقبال کیا۔ سالانہ مرکز کانفرنس میں بزبان عربی خطاب فرمایا۔ اپنی عربی نعت پاک بھی ترنم میں سنائی۔ کیرالا والے تو کیرالا، عرب ممالک سے آئے ہوئے شیوخ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

☐ شہر ہاسن کرناٹک کی قسمت جاگ اٹھی۔ حضرت وہاں تشریف لے گئے۔ حضرت کی زیارت اور دیدار کے لیے انسانی سروں کا ایک عظیم سیلاب امڈ آیا۔

☐ کلکتہ تشریف فرمائے اور مچھوا منڈی میں منعقد پروگرام کی سرپرستی فرمائی۔ مجاہد دوراں حضرت علامہ سید شاہ مظفر حسین اشرفی کچھوچھوی علیہ الرحمہ اور مولانا عبید اللہ اعظمی نے اپنا اپنا جوہر خطابت دکھایا تھا۔

☐ باسنی، ضلع ناگور، صوبہ راجستھان جلوہ بار ہوئے۔ اس سفر میں وہاں دو دن قیام رہا۔

☐ اس برس بھی تاج الشریعہ میرتاسٹی، راجستھان تشریف لے گئے۔

۱۹۹۷ء

☐ ۵ رجون کو 'دارالعلوم نوری' اندور، مدھیہ پردیش کے تعمیری پروگرام کی سرپرستی فرمائی اور 'رضا منزل' گجرانکا سنگ بنیاد رکھا۔

☐ کرناٹک اور کیرالا کی سرحد پر واقع 'شہر اپلا' میں رونق افروز ہوئے۔ دن میں نماز جمعہ پڑھائی۔ رات پروگرام میں شرکت کی۔ دن سے رات تک خلق خدا کا ازدحام قابل دید تھا۔ اپلا سے منگلور تشریف لے گئے۔ جہاں عارضی قیام تھا۔

☐ حضرت مولانا خالد رضا صدیقی صاحب کی کوشش اور انہی کی قیادت و نظامت میں منعقدہ پروگرام میں حضور تاج الشریعہ دوسری دفعہ ڈانڈیلی، ضلع کاروار کرناٹک تشریف فرما ہوئے۔ اس مرتبہ اور کامیاب پروگرام ہوا۔

☐ تاج الشریعہ بائسی، پورنیہ تشریف لائے۔ عظیم الشان 'نعیمی کانفرنس' میں شرکت فرمائی۔ یہ تشریف آوری امام علم و فن حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی علیہ رحمۃ الباری کے کہنے پر ہوئی تھی۔ لوٹیا باڑی، بائسی کے رہنے والے حضرت علامہ محمد ابوالحسن علی رضوی صاحب بانی و مہتمم 'جامعہ غوثیہ رضویہ'، گھمم پیٹھ، نظام آباد، آندھرا پردیش بریلی سے بائسی تک بحیثیت خادم ساتھ تھے۔ یہ 'نعیمی کانفرنس' بائسی کے پروان ندی و پل کے پچھمی میدان میں ہوئی تھی اور زبردست مجمع تھا۔ مرد و خواتین کی بڑی بھاری تعداد تاج الشریعہ کے دامن سے وابستہ ہوئی تھی۔ مقامی علما میں خواجہ صاحب علیہ الرحمہ کے علاوہ حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب قبلہ اور عالم

ربانی حضرت مفتی محمد ایوب مظہر رضوی علیہ الرحمہ بطور خاص پیش پیش تھے۔

☐ ہوڑہ، کلکتہ تشریف فرما ہوئے۔ مشہور تعلیمی ادارہ 'ضیاء الاسلام' کے فارغ التحصیل طلبہ کو 'ختم بخاری' کرایا اور اسی ادارے کے زیر اہتمام 'سرکار مدینہ کانفرنس' کی سرپرستی فرمائی اور پھر ادارۂ مذکورہ کی ایک نئی بڑی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس سفر میں حضرت مولانا شعیب رضا صاحب بھی ساتھ تھے۔

۱۹۹۸ء:

☐ یادگار ادارہ 'مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا' کا منصوبہ تیار کیا۔

☐ راجستھان کے مشہور شہر کوٹہ تشریف لے گئے۔

۱۹۹۹ء:

☐ مقدمہ 'مرادآباد، کورٹ کے جج کا فیصلہ جب ۲۲ رفروری کو سامنے آیا تو آپ کے حق میں 'فتح مبین' کا مژدہ سناتا ہوا آیا اور حاسد و فاسد بوکھلا کر بھاگ کھڑا ہوا۔

☐ ماہ جولائی میں حضور تاج الشریعہ پہلی بار امریکہ تشریف لے گئے۔ دو روزہ 'عظمت مصطفی کانفرنس' میں شرکت فرمائی۔ اس پروگرام میں امریکہ کے علاوہ یورپ اور ہندوستان کے علما بھی کثیر تعداد میں شریک تھے۔ تین ہفتہ طویل قیام رہا۔ یہ دورہ اور پروگرام 'مسجد النور سوسائٹی' کی طرف سے آرگنائز کیا گیا تھا۔ جب کہ مدبرانہ و مفکرانہ ذہن کے حامل باعمل و صلاحیت مند عالم دین حضرت علامہ مفتی محمد قمر الحسن صاحب کی کاوشیں ناقابل فراموش ہیں۔ قیام انہیں کے مکان میں رہا۔ تب پھر ہیوسٹن، ڈیلاس، شکاگو اور نیوجرسی کا سفر کرتے ہوئے ہندوستان واپسی ہوئی۔

☐ 'امام احمد رضا ٹرسٹ' کے رجسٹریشن کے بعد 'مرکز الدراسات الاسلامیہ' کے لیے متھرا پور روڈ کے پورب جانب پہلے ۲۴ ر بیگھے زمین خریدی گئی۔

سلطان الہند حضور غریب نواز قدس سرہ کے آستانۂ مبارکہ پہ حضرت تاج شریعت نے غلامانہ وفدویانہ حاضری دی۔ واپسی میں اجمیر شریف اسٹیشن پر ایک ہندو شخص حضرت تاج شریعت کا چہرۂ تاباں دیکھ دیکھ کر تاب نہ لا سکا اور بے تاب ہو کر باصرار مسلمان ہو گیا۔

☐ مجاہد ملت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمٰن کا قائم کردہ معروف و مشہور ادارہ 'جامعہ حبیبیہ' الہ آباد کے سالانہ جلسے میں ماہر لسانیات بزرگ عالم دین علامہ محمد عاشق الرحمٰن صاحب کی دعوت پر شرکت فرمائی۔

☐ ۱۹ ر ستمبر کو حیدرآباد دکن کا دورہ فرمایا۔ نایاب فنکشن ہال نذد چار مینار میں ہونے والے اجلاس سے خطاب کیا۔ دوسرے دن معین آباد میں دارالعلوم فیض رضا کی جدید عمارت اور مسجد کا افتتاح فرمایا۔ یہ دورہ کچھ ایسا تھا کہ گویا سارا ہی دکن دیدار تاج الشریعہ کے لیے کشاں کشاں سمٹ آیا تھا۔ غالباً یہ ان کا دس برسوں کے بعد دوسرا دورہ تھا۔

☐ 'فیضان غوث و رضا کانفرنس' ڈانڈیلی، ضلع کاروار، کرناٹک میں شرکت فرمائی۔ یہ سفر اور پروگرام 'نوجوانان اہل سنت' اور 'نور اسلام کمیٹی' ڈانڈیلی کی مشترکہ کاوشوں سے مرتب ہوا تھا۔ قیادت و نظامت انہی مولانا خالد رضا صدیقی صاحب کی تھی۔ میزبانی اور

پروگراموں کو کامیاب کرانے میں جناب الحاج ایم اے خان رضوی کی انتھک محنت وقربانی ناقابل فراموش ہے۔

۲۰۰۰ء:

☐ یادگار مرکزی تعلیمی ادارہ 'مرکز الدراسات الاسلامیہ، جامعۃ الرضا' کی تعمیر کا پروگرام اور افتتاح فرمایا۔

☐ برطانیہ کا دورہ کیا۔

☐ 'مسجد النور سوسائٹی' امریکہ کی دعوت پر تشریف لے گئے۔ سوسائٹی کے زیر اہتمام منعقدہ پروگرام 'ختم نبوت کانفرنس' میں شرکت وتقریر فرمائی۔ حضرت مولانا مفتی محمد قمر الحسن صاحب ہی داعی ومیزبان رہے۔ اس بار بھی ڈیلاس اور شکاگو کا دورہ کرتے ہوئے ہندوستان مراجعت ہوئی۔

☐ صوبہ بہار میں علاقہ ترہت اور سیمانچل خوش نصیب ہے کہ ان علاقوں میں تاج الشریعہ کا سب سے زیادہ دورہ ہوا ہے۔ ضلع سیتامڑھی کے موضع 'پرسا' میں جو تاریخ ساز پروگرام ہوا تھا، جس میں ادھر قریب آدھا شمالی بہار اور ادھر پورا ملک نیپال شرک تھا۔ تاج الشریعہ کو ایک جھلک دیکھنے کے لیے فدایان اسلام اور شیدایان اولیا اپنی جان تک کی بازی لگانے سے چوکتے نہیں تھے۔ ایسا مجمع، ایسی کامیابی اور دید وزیارت کی ایسی لذت ومسرت کہ سارا کا سارا خطہ آج تک سرشار ہے۔

☐ ۵ر جولائی کو میر تا سٹی راجستھان تشریف آوری ہوئی۔

۲۰۰۱ء:

☐ مناظر اہل سنت حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب رضوی نے اس برس منصوبہ بند دورہ حضور تاج الشریعہ کا کرایا تھا۔ تفصیلی معلومات تو آئندہ، ابھی ایک اجمال حاضر ہے: پٹنہ، مظفر پور، رانچی، بھاگل پور، راج محل، مالدہ، کٹیہار، پورنیہ، کشن گنج کے مختلف علاقوں، گاؤں گاؤں، قریہ قریہ اور بستی بستی تک لے گئے۔ لوگوں کو دیدار تاج الشریعہ کرا کر فیض پہنچایا اور مرید کرایا۔ اسی دورے میں حضرت تاج الشریعہ حضرت مفتی صاحب قبلہ کے گھر قیام پذیر ہو کر اسے زینت بھی بخشی۔ منور مدرسہ کا معائنہ کیا۔

☐ ماہ جون میں امریکہ تشریف لے گئے۔ یہ ایک الگ نوعیت کا پروگرام تھا۔ اس مرتبہ داعی ومیزبان دوسرے حضرات تھے۔ ایک ہفتہ قیام رہا۔ پھر واپسی ہوئی۔

☐ ۱۲ر اکتوبر کو رضا نگر، رودولی شریف، بارہ بنکی کا سفر کیا۔ دار العلوم حشمت الرضا کا افتتاح فرمایا اور کانفرنس سے خطاب کیا۔ معروف عالم دین اور بانی دار العلوم حضرت علامہ عبد المصطفیٰ صدیقی حشمتی صاحب کی دعوت اس سفر کا باعث تھی۔

☐ یکم نومبر کو رام پور تشریف لے گئے اور اس کے جشن دستار فضیلت کی سرپرستی فرمائی۔

☐ رسول پور، ضلع جگت سنگھ، اڑیسہ میں مجاہد ملت حضرت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمٰن اڑیسوی کے نام پر قائم 'جامعۃ الحبیب' کے ناظم وروح رواں حضرت مولانا محمد ریاضت حسین صاحب رضوی ازہری کی دعوت پر تشریف فرما ہوئے اور 'جلسۂ عید میلاد النبی و پیغام امن کانفرنس' میں شرکت فرمائی۔

☐ تاج الشریعہ کلکتہ تشریف لے گئے اور برجو نالہ میں منعقد تاریخی پروگرام میں شرکت فرمائی۔ اس پروگرام میں رفیق ملت حضرت سید شاہ نجیب حیدر میاں قبلہ زیب سجادۂ عالیہ قادریہ مارہرہ مطہرہ کی بھی جلوہ گری تھی۔ جب کہ خصوصی خطیب مفکر اسلام

حضرت مفتی محمد ایوب مظہر رضوی علیہ الرحمہ تھے۔

- میسور تشریف لے گئے۔ حضرت علامہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری صاحب جس مسجد میں امام تھے، اس میں نماز جمعہ کی امامت کی۔ رات کا پروگرام کیا اور اس میں ڈاکٹر نجم القادری کی کتاب 'علم عمل، عشق' کا اجرا فرمایا۔

۲۰۰۲ء:

- ماہ جون میں بمبئی تشریف لائے اور 'جلوس غوثیہ' کی صدارت و قیادت فرمائی۔
- ماہ جون میں تاج الشریعہ راجستھان کے شہر 'پالی' تشریف لے گئے۔
- تاج الشریعہ کے اکلوتے فرزند مولانا مفتی محمد عسجد رضا صاحب کی فراغت ہوئی۔
- ساتھ ہی تاج الشریعہ نے تمام سلاسل کی خلافت و اجازت سے مجاز و ماذون فرمایا۔
- 'آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ' نے بریلی میں 'عظمت مصطفیٰ کانفرنس' کا انعقاد کیا۔ حضرت تاج الشریعہ نے اس میں ایمان افروز وعظ و نصیحت فرمائی۔
- ۱۱ر اکتوبر کو فتح پور، راجستھان تشریف فرما ہوئے۔
- ۱۲ر اکتوبر کو سنگ مرمر کا شہر 'مکرانہ' راجستھان تشریف لے گئے۔
- ۱۲ر اکتوبر کو شیرانی آباد کا بھی دورہ کیا۔
- ۱۳ر اکتوبر کو باسنی ضلع ناگور راجستھان تشریف لے گئے۔
- ۱۳ر اکتوبر کو میرتا سٹی راجستھان بھی تشریف لے گئے۔
- مناظر اہل سنت حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب قبلہ نے اس برس ایک منظم تفصیلی دورہ ترتیب دیا اور شہر شہر اور گاؤں گاؤں میں لوگوں کو حضرت تاج الشریعہ کے دیدار کا زریں موقع فراہم کیا۔ جہاں پروگرام ہوتا، وہ ہوتا ہی، لیکن جہاں صرف اچانک خبر مل جاتی کہ حضرت کا گذر ادھر سے ہے، تو بازار اور چوک چوراہے خدا کے بندوں کی کثرت سے بھر جاتے اور ایک عظیم الشان پروگرام کا سا ماحول بن جاتا۔ اس سفر میں پٹنہ، بھاگل پور، سہسرام، شیر گھاٹی اور گیا وغیرہ کا دورہ ہوا۔
- عراق کا چار روزہ دورہ فرمایا۔ شیر خدا علی مرتضیٰ حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ ناز میں غلامانہ حاضری دی۔ وہاں آپ نے اپنی لکھی ہوئی عربی منقبت ترنم سے پڑھی۔ جس سے دوسرے، خصوصاً عرب حاضرین و زائرین حد درجہ محظوظ و متاثر ہوئے۔ سرکار بغداد حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آستانے پہ حاضری دی۔ ایک دفعہ صحن آستانہ میں باجماعت نماز بھی ادا کی۔ بغداد معلیٰ کے علما و شیوخ سے ملاقاتیں ہوئیں۔ جامعہ صدام کے وائس چانسلر ڈاکٹر مجید السعید، شعبۂ عقیدہ کے صدر و رئیس ڈاکٹر بشار الفیضی، شعبۂ لغت و علوم قرآن کے استاذ ڈاکٹر محمد احمد شحاذہ و دیگر اہل علم سے فصیح عربی میں گفتگو فرمائی۔ ان شیوخ و اساتذہ کی فرمائش پر اپنی تحریر کردہ عربی نظم و نعت بھی پڑھی۔ سن کر علما و شیوخ کا تاثر تھا کہ 'یہ تو عرب شعراء سے بھی عمدہ کلام ہے'۔ موصل میں آباد ذرا و یہ قادریہ کے ولی عہد شیخ بشار محمد امین الفیضی صاحب نے موصل تشریف آوری کی دعوت بھی دی، مگر قلت وقت نے یہ موقع نہ دیا۔ یہاں ایک خاص بات قابل ذکر ہے کہ وہاں بھی تاج الشریعہ نے ٹائی استعمال کرنے والے کو مسئلہ بتایا اور کھل کر شرعی حکم کا اظہار کیا۔ تاج

الشریعہ کا یہ دورہ چار دن کا تھا۔ چالیس افراد قافلے میں شریک تھے۔ الخالد ٹور بمبئی سے یہ سفر ہوا۔ تاج الشریعہ کی اہلیہ محترمہ اور صاحب زادہ علامہ محمد عسجد رضا صاحب کے علاوہ ٹور کے پروپرائٹر جناب محمد یوسف صاحب، مرید خاص الحاج فاروق سوداگر درویش صاحب اور جدہ سعودی عرب، پاکستان اور افریقہ کے مریدین واحباب شریک سفر تھے۔

مہاراشٹرا کا تعلیمی شہر پونے کے نصیبے کی ارجمندی کہ اس برس حضرت تاج الشریعہ پہلی بار یہاں جلوہ فگن ہوئے۔ انا صاحب مگر اسٹیڈیم نہرونگر پمپرٹی چینچور پونے میں تاحد نظر 'امام احمد رضا کانفرنس' کی سرپرستی فرمائی۔ حضرت مولانا محمد عبد المصطفیٰ رودولوی اور حضرت مولانا غلام محی الدین سبحانی صاحبان نے اپنے مواعظ حسنہ سے بندگان خدا کو محظوظ کیا۔ یہ اہم پروگرام ڈاکٹر سعید احسن صاحب اور احباب اہل سنت کی محنت وکوشش کا ثمرہ تھا۔

☐ اسٹیل سٹی جمشید پور کا دورہ کیا۔ قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے عرس چہلم میں شرکت فرمائی۔ مکہ مسجد میں نماز مغرب پڑھائی۔ بعد نماز عشا آزادنگر کے وسیع گاندھی میدان میں اجلاس عام سے خطاب فرمایا۔

۲۰۰۳ء:

☐ ماہ فروری میں ٹاٹانگر جمشید پور کا سفر اختیار کیا۔ باری نگر میلکو میں 'مسجد رضا' کا سنگ بنیاد رکھا۔ تب پھر جلسہ عام سے خطاب فرمایا۔ پھر ظاہر ہے کہ لوگ ٹوٹ کر داخل سلسلہ ہوئے۔

☐ اعلیٰ حضرت کے مرشد اجازت سراج السالکین حضرت سید شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں علیہ الرحمہ کے 'جشن صد سالہ نوری' منعقدہ محفل ہال، مدن پورہ، بمبئی میں شرکت فرمائی۔

☐ دھانو روڈ، ضلع تھانے کا دورہ کیا۔ ایک سرائے کا افتتاح فرمایا اور بموقع عرس مفتی اعظم ہند، بنام 'مفتی اعظم ہند کانفرنس' سے خطاب نایاب کیا۔

☐ پور بندر اور کاپور، کاٹھیاوار کا طویل دورہ کیا۔

☐ تاج الشریعہ نے ۸ر اگست کو 'شرعی کونسل آف انڈیا' کی تاسیس فرمائی۔ جس میں اقطار ہند کے علما، فقہا، مفتیان کرام اور دانشوران ملت نے شرکت کی۔

☐ ماہ اگست کو سری لنکا کے سفر پر روانہ ہوئے۔ ساتھ میں مفتی عسجد رضا صاحب اور مفتی محمد شعیب رضا صاحب بھی تھے۔ اسی سفر فوز ظفر میں شاہ فضل رسول بدایونی کی مشہور کتاب 'المعتقد المنتقد' [فارسی] کا اردو ترجمہ کا آغاز سری لنکا میں ۲۳ر اگست کو ہوا۔ سفر وحضر کے کچھ چھ مہینوں میں یہ ترجمہ مکمل ہو کر شائع بھی ہوا۔ بمبئی اور بریلی میں یہ کام ہوتے ہوئے اس خاکسار راقم نے بھی دیکھا ہے۔ جس کا ذکر اس مضمون میں کیا گیا ہے، جو 'تجلیات تاج الشریعہ' طبع بمبئی ۲۰۰۹ء میں شامل اشاعت ہے۔

☐ ستمبر کے مہینے میں احسن العلما کی شان میں تاج الشریعہ نے ایک منقبت لکھی اور فون کر کے سید شاہ محمد اشرف دام ظلہ کو لکھوا کر سالنامہ 'اہل سنت' مارہرہ میں شائع کرانے کی گذارش بھی کی۔ پوری منقبت سالنامے ۲۰۰۳ء میں دیکھیں۔ یہاں اس مطلع ومقطع ملاحظہ کیجیے:

حق پسند و حق نوا و حق نما ملتا نہیں — مصطفیٰ حیدر حسن کا آئینہ ملتا نہیں

یاد رکھنا ہم سے سن کر مدحت حیدر حسن — پھر کہو گے اختر حیدر نما ملتا نہیں

☐ جامعہ قادریہ، پونے، مہاراشٹر کا ایک نامی گرامی تعلیمی ادارہ ہے۔ بانی تو حضرت علامہ نوشاد عالم رضوی غازی پوری، مقیم افریقہ ہیں مگر اسے پروان چڑھانے میں حضرت مفتی محمد ایاز صاحب مصباحی کلکتوی کا کلیدی کردار رہا ہے۔ مفتی موصوف اور ڈاکٹر سعید احسن قادری کی کاوش ومحنت سے حضرت تاج الشریعہ اس ادارے کے سالانہ پروگرام میں تشریف لے گئے۔ سرپرستی فرمائی اور شہر پونے کے علاوہ ان جوار ودیار کے انگنت افراد نے سلسلے میں داخل ہو کر اپنے دین وایمان مکمل حفاظت کر لی۔ پونے کا وانباڑی میدان، جہاں یہ پروگرام ہوا تھا، آج بھی گواہ ہے۔ پونے کا یہ دوسرا دورہ تھا۔

☐ تاج الشریعہ کے فرزند فرید حضرت مولانا محمد عسجد رضا صاحب نے پہلا فتویٰ لکھا۔

۲۰۰۴ء:

☐ ۲ر ۳ر ستمبر کو تاج الشریعہ کی سرپرستی میں 'شرعی کونسل' کا پہلا دو روزہ فقہی سمنار رہوا۔ جس میں جید وجلیل القدر فقہا ومفتیان کرام نے شرکت کی۔

☐ اپنے قائم کردہ معروف ادارہ 'جامعۃ الرضا' متھراپور کے منتہی طلبا اور زیر تربیت افتا علما کو خصوصی درس دیا۔

☐ تاج الشریعہ کے والد گرامی مفسر اعظم ہند حضرت مولانا شاہ محمد ابراہیم رضا خان قادری عرف 'جیلانی میاں' قدس سرہ کے حوالے سے بمبئی کی معروف تنظیم 'رضا اکیڈمی' نے 'جشن صد سالہ ولادت جیلانی میاں' منایا۔ جس میں تاج الشریعہ نے شرکت فرمائی۔

☐ اس برس بھی شہر پونے کا نصیب اوج وموج پر رہا۔ حضرت مفتی محمد شاکر عادل صاحب کوشش وخواہش اور دعوت پر تاج الشریعہ نے پونے کا پورا خیال رکھا۔ مشہور تعلیمی ادارہ 'اعظم کیمپس' میں پروگرام ہوا اور تاریخ ساز پروگرام ہوا۔ دین ودانش سے جڑے لاکھوں بندوں نے جی کھول کر دیدار تاج الشریعہ کیا اور داخل سلسلہ ہوئے۔ پونے کا یہ تیسرا دورہ تھا۔

☐ تعلیم وتدریس کا جو بیج تاج الشریعہ نے ۱۹۹۵ء میں شرور کی سرزمین کے سپرد کیا تھا، اب وہ ایک گھنا درخت بن چکا تھا۔ ۲۰۰۳ء میں اس کے لیے ایک وسیع زمین فراہم کی گئی۔ شاندار تعمیری کام ہوا۔ اب ۲۰۰۴ء میں اس کا از سر نو تعمیری وتعلیمی افتتاح ہوا۔ اس اہم پروگرام میں بھی تاج الشریعہ نے کرم فرمایا اور منعقدہ پروگرام کی سرپرستی فرمائی اور اب اس مکتب کا نام تاج الشریعہ نے 'جامعہ کنز الایمان' رکھا۔ اس سفر میں صاحب زادہ گرامی حضرت مفتی محمد عسجد رضا صاحب شریک سفر تھے۔ مدبر عالم دین حضرت مولانا سہیل احمد صاحب رضوی کی کارکردگی اس ادارے کی تعمیر وترقی میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔

۲۰۰۵ء:

☐ بمبئی کا سفر کیا اور ۲۰ر مئی کو نکلنے والے 'جلوس غوثیہ' کی صدارت وقیادت فرمائی۔

☐ افریقہ کے کئی ممالک کے دورے کیے۔

☐ ۵ر جولائی کو باسنی، ناگور، راجستھان تشریف فرما ہوئے۔

☐ ۲۱ر ۲۲ر اگست کو شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے زیر انتظام دوسرا دو روزہ 'فقہی سمینار' ہوا۔

☐ بمبئی کا سفر کیا اور ۲۰ر مئی کو نکلنے والے 'جلوس غوثیہ' کی صدارت وقیادت فرمائی۔

☐ افریقہ کے کئی ممالک کے دورے کیے۔

۲۰۰۶ء:

☐ ۱۱/ اپریل، خاکسار کی ذاتی دعوت پر پہلی بار میرا روڈ، من مضافات بمبئی تشریف لائے۔ 'امام احمد رضا کانفرنس' کی سرپرستی کی۔ وعظ کیا اور سلسلے کی اشاعت فرمائی۔

☐ ۱۰/ مئی کو بمبئی تشریف فرما ہوئے اور 'جلوس غوثیہ' کی صدارت وقیادت فرمائی۔

☐ ۸/۹/ جولائی کو تیسرا 'فقہی سیمینار' زیر اہتمام شرعی کونسل منعقد ہوا۔ اس سیمینار کی خاص بات یہ رہی کہ امین ملت حضرت سید شاہ محمد امین میاں صاحب قبلہ زیب سجادہ عالیہ مارہرہ مطہرہ، نائب سجادہ رفیق ملت حضرت سید شاہ نجیب حیدر میاں صاحب قبلہ مارہرہ مطہرہ، رئیس الاتقیا حضرت سید شاہ اویس مصطفی واسطی بلگرامی اور امین شریعت مدھیہ پردیش حضرت مولانا شاہ محمد سبطین میاں علیہ الرحمہ نے سرپرستی فرمائی۔ دوسری خصوصیت یہ رہی کہ اس میں شریک اکناف ہندوستان کے علما، مفتیان کرام اور مشائخ عظام نے باتفاق رائے 'قاضی القضاۃ فی الہند' کا سہرا تاج الشریعہ کے زیب سر کیا۔

۲۰۰۷ء:

☐ بمبئی جلوہ بار ہوئے اور ۲۹/ اپریل کو نکلنے والے 'جلوس غوثیہ' کی صدارت وقیادت فرمائی۔

☐ بموقع عرس رضوی، علما و مشائخ کے ازدحام میں برسر اجلاس عام تاج الشریعہ کو 'قاضی شرع' اور 'حاکم اسلام' کے خطاب سے یاد کیا گیا اور علما و مفتیان کرام نے اسے تسلیم وقبول کیا۔

☐ مارچ کے مہینے میں 'اجلاس آل انڈیا تبلیغ سیرت' بنارس میں شرکت فرمائی۔

☐ ۲۸/۲۹/ جولائی کو 'شرعی کونسل آف انڈیا' کا چوتھا دو روزہ 'فقہی سیمینار' ہوا۔

☐ ۱۳/ اگست، صدر العلما حضرت مفتی شاہ محمد تحسین رضا خان علیہ الرحمہ کا وصال حادثاتی طور پر مہاراشٹر کے شہر ناگ پور کے تبلیغی دورے میں ہوا۔ ۱۵/ بریلی شریف نماز جنازہ ادا کی گئی۔ جس کی امامت تاج الشریعہ نے کی۔ اس میں کوئی آٹھ لاکھ افراد کا مجمع تھا۔

☐ ماہ مارچ، ریاست کرناٹک کی راجدھانی بنگلور کا سفر کیا۔ جامعہ حضرت بلال، ٹیانری کے بانی حاجی امیر جان صاحب، اراکین و اساتذہ جامعہ اور احباب اہل سنت کے زیر انتظام 'تحفظ سنیت کانفرنس' کی سرپرستی فرمائی۔ مفتی محمد شعیب رضا صاحب ساتھ تھے۔ اس سفر میں ایک کراماتی واقعہ بھی رونما ہوا۔ وہ یہ کہ ایئر پورٹ سے قیام گاہ پر جاتے ہوئے 'فوروہیلر' کے اوپر ایک خاص بیگ تھا، جس میں خاص کاغذات، پاسپورٹ اور کچھ روپے بھی تھے، تیز رفتاری میں کہیں گر گیا۔ مفتی شعیب رضا نے جناب موسیٰ رضوی سے گاڑی روکنے اور پیچھے مڑنے کو کہا تو حضرت تاج الشریعہ نے سن کر فرمایا 'پیچھے نہیں، آگے ہی چلو، بیگ مل جائے گا'، کچھ ہی دور اور دیر چلے تھے کہ ایک اجنبی شخص سڑک کے کنارے بیگ لیے کھڑا تھا اور کہہ رہا تھا کہ آپ کا یہ بیگ پیچھے گر گیا تھا، لے لو۔

☐ دارالعلوم شاہ جماعت، ہاسن، کرناٹک کے سربراہ حضرت مفتی محمد شریف الرحمٰن رضوی کی دعوت پر ہاسن گئے۔ جلسۂ دستار بندی کی سرپرستی اور فارغ ہونے والے طلبہ کی دستار بندی فرمائی۔ مفتی شعیب رضا صاحب، جو ہمراہ تھے، نے خطاب کیا۔

☐ پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ کی قائم کردہ 'سنی جمعیۃ العلما کمیٹی' شیموگہ کے اصرار پر وہاں تشریف فرما

ہوئے۔ تحفظ مسلک اعلیٰ حضرت کانفرنس' کی سرپرستی فرمائی اور مفتی شعیب رضا و دیگر خطبا نے تقریریں کیں۔

۲۰۰۸ء:

- ماہ اپریل کو ممبئی تشریف لائے اور ۷ ار اپریل کو نکلنے والے 'جلوس غوثیہ' کی صدارت و قیادت فرمائی۔
- ۱۴ رجون کو شہر اودے پور، راجستھان کا سفر کیا۔ مجمع عام کو خطاب کیا۔ سلسلے کی اشاعت ہوئی۔
- ۱۹ رجون کو تاج الشریعہ مقام آدونی، ضلع کرنول، آندھرا پردیش میں تھے۔ حضرت صوفی قادر ولی صاحب رضوی کے اہتمام میں من انجمن محبان اولیا آدونی منعقدہ 'عظمت مصطفیٰ کانفرنس' کی سرپرستی فرمائی۔ یہ وہاں کا پہلا دورہ تھا۔ بڑی تعداد میں لوگ داخل سلسلہ ہوئے۔
- ۲۵/۲۶ رجولائی کو بریلی شریف میں پانچواں دوسرا 'فقہی سمینار' ہوا۔
- تاج الشریعہ نے مع اہل وعیال چوتھا حج کیا۔
- ہزاری باغ، جھارکھنڈ کا سفر کیا۔ مسجد کی بنیاد رکھی۔ رات کے پروگرام میں تقریر و نصیحت فرمائی۔

۲۰۰۹ء:

- ۱۱ ار اپریل کو باسنی، ضلع ناگور، صوبہ راجستھان تشریف لے گئے۔
- ۱۱ ار اپریل کو میرتا سٹی راجستھان میں جلوہ افروزی ہوئی۔
- ۱۲ ار اپریل کو مکرانہ راجستھان تشریف لے گئے۔
- ۱۲ ار اپریل کو شیرانی آباد بھی تشریف فرما ہوئے۔
- ماہ اپریل میں حرمین شریفین حاضر ہوئے اور عمرہ ادا کیا۔
- ۲۹ ار اپریل تا ۴ رمئی کو دمشق و شام کا دورہ کیا۔ اس چار روزہ دورے میں وہاں کی اہم دینی و علمی شخصیتوں سے ملاقاتیں، ضیافتیں اور علمی و روحانی باتیں و بحثیں ہوئیں۔ جامعات و کلیات کے شیوخ و اساتذہ کی طرف سے بھی دعوتیں ہوئیں۔ جن میں شرکت فرمائی اور علمی و اعتقادی موضوعات پر گفتگو ہوئی۔ ایک خاص بات یہ ہوئی کہ وہاں کئی برسوں سے گرمیوں کے موسم میں بارش نہیں ہو رہی تھی۔ علما و خواص کی استدعا پر تاج الشریعہ نے دعا کی، تو بارش برسنا شروع ہوئی۔ یہ دیکھ کر وہاں کے باشندے بے حد متاثر تھے۔
- ۳ رمئی کو مصر العربیہ روانہ ہوئے۔ ۴ رمئی کو تاج الشریعہ کی ملاقات امام اکبر شیخ ازہر سید محمد طنطاوی سے ہوئی۔ اسی دن شام کو حضور تاج الشریعہ کے اعزاز و استقبال میں ایک تاریخی پروگرام 'مرکز عبداللہ کامل ہال' میں منعقد کیا گیا۔ جس میں نائب رئیس جامع ازہر شیخ طٰہٰ ابو کریشہ، شیخ طٰہٰ حبیشی الدسوقی، دکتور فتحی حجازی، دکتور احمد ربیع احمد یوسف، دکتور حازم احمد محفوظ، شیخ جمال فاروق الدقاق، شیخ محمد حبیب وغیرہ کے علاوہ جامع ازہر، جامعہ عین الشمس، جامعہ قاہرہ اور جامعہ دول العربیہ کے کثیر اساتذہ اور دنیا بھر کے زیر تعلیم طلبہ نے شرکت کی۔ ۵ رمئی کو شیخ الازہر و دیگر شیوخ و اساتذہ کی طرف سے ایک شاندار تقریب منعقد کر کے 'فخر ازہر' کا تمغہ تاج الشریعہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ چار روز وہاں رہ کر ۶ رمئی کو روانہ ہو کر بریلی شریف پہنچے۔
- یہ نومبر کا مہینہ تھا۔ حضرت تاج الشریعہ نے کرناٹک والوں کو خصوصی وقت عنایت فرمایا۔ پہلے ہبلی والوں کو نوازا۔ پھر

باویری والے فیض یاب ہوئے۔ تب پھر کرناٹک کی منی راجدھانی شہر بلگام تشریف لائے۔ آل کرناٹک ’پیغام رضا کانفرنس‘ جو بوڈا آفس گراؤنڈ میں منعقد ہوا تھی، کی سرپرستی فرمائی۔ یہ ایک تاریخی اہمیت والا پروگرام تھا۔ مفتی محمد شعیب رضا صاحب، صاحب زادہ بدر ملت حضرت علامہ محمد جمال الدین صدیقی اور اسم بامسمیٰ حضرت مفتی محمد مجاہد الاسلام صاحب رضوی اپنے اپنے خطابات کے گوہر لٹائے۔ رضوی دولہا جب شہ نشین ہوا، تو دیکھتے ہی لوگوں کو اپنا دل قابو میں رکھنا مشکل ہوگیا۔ بیسوں ہزار لوگوں نے اپنا دل سینے سے نکال کر تاج الشریعہ کے دامن میں ڈال دیا۔ یہ پروگرام ’جماعت رضائے مصطفیٰ‘ شاخ بلگام کے زیر اہتمام، دارالعلوم غریب نواز، دار العلوم رضائے مصطفیٰ اور کئی سنی اداروں اور تنظیموں کی حمایت سے منعقد ہوا تھا۔ فاتح بلگام حضرت مفتی منظور احمد رضوی صاحب زید مجدہ اور شہر بلگام کے موجودہ ایم ایل اے عالی جناب فیروز احمد رضوی کے شیر جیسے جگر و گردے کا یہ نتیجہ تھا۔

۲۰۱۰ء

☐ پانچواں حج ادا کیا۔

۲۰۱۱ء

☐ ۲۳ر مارچ، ۱۷ر ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ کو جدہ، سعودی عرب سے ہندوستان کے گلابی شہر جے پور ایئرپورٹ پہ اترے۔ وہاں سے بائی کار شہر ناگور شریف آئے، محلہ جاجولائی میں قائم معروف تعلیمی ادارہ ’جامعہ فیضان اشفاق‘ کے سالانہ جلسہ بعنوان ’غوث الوری کانفرنس‘ کی سرپرستی کی۔ فارغ التحصیل علما و طلبہ کی دستار بندی کی۔ ہزاروں ہزار افراد و اشخاص نے دامن کرم سے وابستگی حاصل کی۔ مشہور عالم خطیب و مفکر علامہ محمد قمر الزماں اعظمی سیکریٹری ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ کا مفکرانہ و داعیانہ خطاب ہوا۔ جامعہ فیضان اشفاق کے بانی و سربراہ مشہور صوفی و حکیم حضرت قاری محمد عبد الوحید صاحب رضوی دام مجدہ کو اجازت و خلافت بھی عطا فرمائی۔ دوسرے دن جودھ پور ایئرپورٹ سے دہلی کے لیے روانہ ہوگئے۔

☐ ۲۳ر نومبر کو شہر فرخندہ یاد حیدرآباد دکن تشریف فرما ہوئے۔ دو دن قیام فرمایا۔ قلب شہر مغل پورہ گراؤنڈ میں منعقدہ تاریخی پروگرام ’تحفظ اہل سنت و فضائل اہل بیت کانفرنس‘ کی سرپرست فرمائی۔ شاہین نگر روڈ میں ’مرکز اہل سنت وادی رضا‘ کی بنیاد کا پتھر زیر زمیں سپرد کیا۔ دکن کے چپے چپے سے انسانی مخلوق کا ایک بڑا سیلاب دیدار تاج الشریعہ کے لیے امنڈ آیا تھا۔ کثیر در کثیر مسلمانان اہل سنت دامن تاج الشریعہ ہاتھوں میں لے کر تجدید کلمہ طیب کر کے اور توبہ کر کے داخل سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ ہوئے۔

☐ ۷ر دسمبر کو شہر رام پور کے معروف ادارے الجامعۃ الاسلامیہ کے جشن دستار فضیلت کی سرپرستی فرمائی۔

☐ رسول پور، ضلع جگت سنگھ، اڑیسہ میں مجاہد ملت حضرت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمٰن اڑیسوی کے نام پر قائم ’جامعۃ الحبیب‘ کے ناظم و روح رواں حضرت مولانا محمد ریاضت حسین صاحب رضوی ازہری کی دعوت پر تشریف فرما ہوئے اور ’جلسۂ عید میلاد النبی و پیغام امن کانفرنس‘ میں شرکت فرمائی۔

۲۰۱۲ء

☐ ۲۲ر فروری کو ریاست مدھیہ پردیش کے مشہور شہر اندور کی قسمت کا ستارہ بلندی پر تھا۔ تاج الشریعہ جلوہ بار ہوئے۔ پروگرام میں شرکت و سرپرستی فرمائی۔ لوگ داخل سلسلہ ہوئے۔

- ممبئی جلوہ فگن ہوئے اور ۵ رمارچ کو جلوس غوثیہ کی صدارت و قیادت فرمائی۔
- خاکسار کی ذاتی دعوت پر دوسری بار میرا روڈ، مِن مضافات ممبئی تشریف لائے۔ امام احمد رضا کانفرنس میں شرکت کی۔ وعظ کیا اور سلسلے کی اشاعت فرمائی۔ اس بار ازدحام قابل دید تھا۔ کثرت تعداد دیکھ کر پولیس انتظامیہ بھی پریشان تھی۔ تمام روڈ، چوک چوراہے، دکان و مکان، اس کے بالا خانوں اور چھتوں تک لوگ ہی لوگ پھیلے ہوئے تھے۔ ہزاروں ہزار اشخاص دامن خیر و برکت سے وابستہ ہوئے۔
- ۷ ارجون کو الجامعۃ الاسلامیہ رام پور کے جشن دستار فضیلت کی سرپرستی فرمائی اور ختم بخاری بھی کرایا۔

۲۰۱۳ء:

- اس سال کو حضور تاج الشریعہ کی زندگی کا "گولڈن ایئر" قرار دیا جانا چاہیے۔ اس برس بھی تاج الشریعہ نے عمرے کی سعادت حاصل کی۔ لیکن اس کی اخص الخصائص یہ کہ "غسل کعبہ" میں شرکت اور "اندرون کعبہ" داخل ہوکر زیارت، نماز کی ادائیگی اور دعا مانگنے کی سعادتیں میسر آئیں۔ اس کی دعوت کلید بردار کعبہ معظمہ کی طرف سے تاج الشریعہ کو پہلے ہی سے مل چکی تھی۔ ۱۰ ارجون کو تاج الشریعہ اپنے صاحب زادے حضرت علامہ محمد عسجد رضا صاحب اور دیگر حضرات کے ساتھ غسل کعبہ میں شریک رہے تب اندرون کعبہ معظمہ داخل ہوکر نمازیں اور دعائیں مانگی۔ ۲۸ منٹ کے طویل وقفے کے بعد جب تاج الشریعہ باہر نکلے، تو معتمرین وزائرین کی آنکھیں تاج الشریعہ کے انتہائی نورانیت سے منور مکھڑے پر مرتکز ہوکر رہ گئیں۔ مسرت انگیز حیرت واستعجاب سے دیکھنے والوں میں ہندوستانی و پاکستانی تو تھے ہی، سعودی، عربی، یمنی، شامی، مصری، جزائری، غرض تمام ہی عالم اسلام کے علما و خواص تھے۔ اس عظیم حصول سعادت پر جمیع اہل سنت کی باچھیں کھل اٹھی تھیں۔
- اس برس تاج الشریعہ ساؤتھ افریقہ تشریف لے گئے۔ دارالسلام، تنزانیہ، ہرارے، ،زمبابوے اور ملاوی کا دورہ کیا۔ ملاوی میں تاج الشریعہ نے ایک مسجد میں نماز جمعہ کی امامت فرمائی۔ جناب اسلم مرزا بہت ہی حیران تھے کہ حضرت تاج الشریعہ ایک دوسری مسجد میں بھی موجود تھے۔ اس سفر میں صاحب زادہ مولانا محمد عسجد رضا صاحب ساتھ تھے۔
- "کاسودہ" اور "پال جل" ضلع جلگاؤں کا سفر کیا۔
- علاقہ برار کا خاص آکولہ بھی تشریف لے گئے۔

۲۰۱۴ء:

- اس مرتبہ شرعی کونسل بریلی شریف کا تین روزہ "فقہی سمینار" ۳ رمارچ سے شہر اندور، مدھیہ پردیش میں قائم معروف تعلیمی ادارہ "دارالعلوم نوری" کھجرانہ کے زیر اہتمام ہوا تھا۔ جس میں حضور تاج الشریعہ کی تشریف آوری بنفس نفیس ہوئی۔ چار دن قیام رہا۔ اس میں خاکسار راقم آثم غلام جابر شمس کی بھی حاضری ہوئی تھی۔
- ۱۹ اپریل کو "مکرانہ" راجستھان تشریف لے گئے۔
- مکہ مکرمہ حاضر ہوئے۔ عمرہ کی ادائیگی کی۔ مدینہ منورہ کی زیارت کی۔
- ۳ رجون کو رام پور تشریف لے گئے۔ الجامعۃ الاسلامیہ کے جشن دستار فضیلت کی سرپرستی فرمائی۔ اسی بابرکت موقعے سے

قاضی شہر رام پور حضرت مفتی سید شاہ شاہد علی حسنی رضوی زید مجدہ کے صاحب زادے فاضل نوجوان حضرت مولانا سید واجد علی حسنی عرف فیضان رضا صاحب کو اجازت وخلافت سے نوازا۔

☐ ۲۸ راگست کو جرمنی تشریف فرما ہوئے۔ اپنے مرید خاص جناب محمد نواز صاحب رضوی [جھار کھنڈ والے] کے گھر قیام فرمایا۔ ساتھ میں صاحب زادہ علامہ محمد عسجد رضا صاحب، حضرت مولانا عاشق حسین صاحب، حضرت قاری دلشاد احمد صاحب، حافظ محمد سیف الملک صاحب اور جناب محمد یونس رضوی صاحب تھے۔ لوگ زیارت کر کے دم بخود تھے اور داخل سلسلہ ہو رہے تھے۔

☐ ۲۹ راگست کو ہالینڈ تشریف لے گئے اور حاجی محمد نسیم صاحب کے مکان میں قیام رہا۔ محلہ القمر میں قائم 'نوری جامع مسجد' میں حضرت نے نماز مغرب پڑھائی۔ پھر مقامی علما و عوام کو نصیحت فرمائی کہ وہ اتحاد واتفاق سے رہیں۔ مذہب حق اہل سنت، مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی سے کاربند رہیں اور اسلام و قرآن اور شریعت وسنت کی ترویج واشاعت کریں۔ یہاں بھی بڑی تعداد میں لوگ داخل سلسلہ ہوئے۔

☐ ۳۰ راگست کو بروز سنیچر بعد نماز عشا اسی 'نوری جامع مسجد' میں بڑے پیمانے پر ایک اجلاس منعقد کیا گیا۔ تمام ہالینڈ کے علما و عوام کا جم غفیر موجود تھا، یوکے سے بھی علما و خواص کا ایک وفد حاضر اجلاس ہوا۔ جس میں بطور خاص بزرگ عالم دین حضرت علامہ محمد اقبال صاحب رضوی کے دونوں صاحب زادے حضرت مولانا محمد کلیم صاحب رضوی اور حضرت مولانا محمد حسین قادری صاحب قابل ذکر ہیں، اس عظیم اجلاس کو حضرت علامہ محمد عسجد رضا صاحب قبلہ نے خطاب فرمایا اور دین متین اور شرع مبین پر قائم رہنے کی ہدایت فرمائی۔ حضور تاج الشریعہ کی دعا پر اجلاس اختتام پذیر ہوا اور پھر لوگ بے تاب ہو ہو کر داخل سلسلہ ہوئے۔ حاجی محمد نسیم صاحب کے مکان پر حضور والا نے حضرت مولانا محمد کلیم قادری کو علم حدیث اور اوراد و وظائف کی اجازت عطا فرمائی۔

☐ ۳۱ راگست کو ہالینڈ کے دوسرے شہر ایمزرڈن تشریف لے گئے اور جناب الحاج محمد لیاقت صاحب کے دولت کدے پر قیام کیا۔ یہاں بھی 'نوری مسجد' میں بعد نماز ظہر ایک خوب صورت محفل آراستہ ہوئی اور خوش عقیدہ مسلمان خوش ہو ہو کر داخل سلسلہ ہوئے۔

☐ اسی ۳۱ راگست کی شام حضور تاج الشریعہ لزبان تشریف لے گئے۔ جناب الحاج محمد عمر صاحب کو میز بانی و تواضع کا موقع ملا۔ یہاں آپ کا قیام تین دن رہا۔ قرب وجوار اور دور دراز سے لوگ انفرادی واجتماعی طور پر آتے، فیوض و برکات حاصل کرتے اور داخل سلسلہ ہوتے رہے۔

☐ اسی دوران ۲ ستمبر بدھ کو ایک مختصر وقفے کے لیے حضور والا زیورک لینڈ بھی تشریف لے گئے۔

☐ ۴ ستمبر کو حضور تاج الشریعہ پیرس تشریف لے گئے۔ مقامی مسجد میں علامہ محمد عسجد رضا صاحب کا بیان ہوا اور حضور والا نے نماز جمعہ کی امامت فرمائی۔ ۵ ستمبر اہل پوسیو نے ایک شاندار پروگرام کا اہتمام کیا۔ دیار غیر میں بھی عشاق کی کمی نہ تھی۔ مجمع کثیر ہوا اور لوگ داخل سلسلہ ہوئے۔

☐ ۶ ستمبر کو حضور والا فرنک فرٹ، جرمنی تشریف لے گئے اور یہاں ایک شاندار پروگرام بھی ہوا۔ قیام حاجی محمد طارق صاحب اور جناب محمد نواز صاحب کے گھر رہا۔ یہاں ایک کشف کا واقعہ بھی پیش آیا۔ وہ یہ کہ جناب محمد نواز صاحب اپنے ایک ملنے والے کے یہاں تشریف لے جانے کے لیے عرض کی اور وہیل چیئر پیش کی، حضور والا نے کسی قدر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ بعد میں معلوم

ہوا کہ اس ملنے والے کے گھر کوئی تصویر آویزاں تھی۔ خبر ملتے ہی اس ملنے والے نے وہ تصویر ہٹا دی۔ تب حضور والا کا جلال دور ہوا۔

- ۷ ستمبر کو ترکی اور پرتگال جیسے ممالک کے دورے کے لئے روانہ ہوئے۔ ترکی ایئر پورٹ پر مسلم تو مسلم، غیر مسلم بھی حضور تاج الشریعہ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے اور پوچھ رہے تھے کہ یہ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔
- بمبئی تشریف فرما ہوئے۔ ایک دن دودھ بازار میں منعقدہ ایک پروگرام میں 'مرکز الدراسات جامعۃ الرضا' بریلی شریف کے رحاب میں بننے والی عالی شان وتاریخی 'مسجد حامدی' کے تعمیری تعاون کے لیے مطبوعہ 'ہزار کا کوپن' تقسیم کیا گیا۔ لوگوں نے لوٹ لوٹ کر اور ٹوٹ ٹوٹ کر یہ کوپن حاصل کیا اور اب تک تبرکاً رکھے ہوئے ہیں۔
- قصبہ ساؤدہ، ضلع جلگاؤں کا دورہ فرمایا۔

۲۰۱۵ء:

- ۱۱ مارچ کو مشہور صنعتی شہر بنارس تشریف لے گئے۔ لکھنو اسٹیشن پر طہارت وادائے نماز اور ٹرین کے کھل جانے اور پھر رک جانے پر ایک کرامت آثار واقعہ پیش آیا۔
- ۱۴ مارچ کو تاج الشریعہ ساؤتھ افریقہ کے دورے پر روانہ ہوئے۔ کئی افریقی ممالک، ماریشش، ہرارے، زمبابوے اور تنزانیہ کا سفر کیا۔ ساتھ میں صاحب زادہ حضرت مولانا محمد عسجد رضا صاحب بھی تھے۔ دوران سفر ہی آنکھوں میں شدید تکلیف ہونے لگی۔ ۲۲ اپریل کو ڈاکٹر سے رابطہ کیا گیا۔ ۱۴ اپریل کو بے حسی و بے ہوشی کی دوا اور انجکشن دیئے بغیر آپریشن ہوا۔ اس درمیان تاج الشریعہ کی زبان مبارک پر درود پاک اور قصیدہ بردہ شریف کے اشعار جاری رہے۔ ڈاکٹر اور ہاسپٹل کا سارا عملہ حیران تھا کہ 'یہ کون سی اللہ والی شخصیت ہے'۔ اواخر اپریل میں افریقہ سے بریلی واپسی ہوئی۔
- ۲۶ اپریل کو باسنی، ضلع ناگور شریف، راجستھان تشریف لے گئے۔
- ماہ اپریل کو میرتا سٹی راجستھان بھی تشریف لے گئے۔
- مجاہد سنیت حاجی امیر جان صاحب بانی جامعہ حضرت بلال، ہیا نڈی روڈ، بنگلور کی اصرار آمیز دعوت پر وہاں تشریف لے گئے۔ ایک وسیع وعریض گراؤنڈ میں منعقدہ پروگرام 'مسلک اعلیٰ کانفرنس' کی سرپرستی فرمائی۔ محدث کبیر حضرت علامہ محمد ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری گھوسی اور قاضی شہر رام پور علامہ سید شاہد علی رضوی خطاب عام ہوا۔ مذہب حق اہل سنت کی پیاسی ومتلاشی قوم وملت کے ایک ہجوم بے تاب نے حضرت تاج الشریعہ کے دامن شرف وسعادت سے اپنا دینی و روحانی رشتہ جوڑا۔
- بمبئی تشریف فرمائے اور ۱ ر فروری کو 'جلوس غوثیہ' کی صدارت وقیادت فرمائی۔
- بزرگ عالم دین حضرت مولانا احمد مشہور رضا ۱۹ ستمبر کو انتقال ہوا۔ حضور تاج الشریعہ پیلی بھیت تشریف لے گئے اور نماز جنازہ پڑھائی۔ کسی کی گذارش پر بارش برسنے کی دعا بھی فرمائی، تو بارش ہونے لگی۔

۲۰۱۶ء:

- ۱۰ اپریل کو شہر اودے پور، راجستھان تشرنف لے گئے۔
- اس برس بھی تاج الشریعہ نے حرمین شریفین کا سفر کیا اور حسب معمول عمرہ کیا۔

☐ یہ مارچ کا مہینہ تھا۔ ملک کی نمائندہ تنظیم 'جماعت رضائے مصطفیٰ' شاخ پونے کے اراکین وممبران نے اس پروگرام کو آرگنائز کیا تھا۔ شہر پونے کے معروف علاقے کونڈوا کے وسیع میدان میں یہ پروگرام اپنے رنگ وروپ اور نظم ونسق کے اعتبار سے ایک امتیازی شان کا منہ بولتا ثبوت تھا، جس میں تاج الشریعہ کو ایک جھلک دیکھنے کے لیے مہاراشٹر کے کونے کونے سے فرزندان اسلام اور فدایان مذہب حق اہل سنت معروف بہ 'مسلک اعلیٰ حضرت' ٹوٹ ٹوٹ کر آئے اور جھوم جھوم کر واپس پلٹے تھے۔ رضوی دولہا ہی کچھ ایسا سنہرا وسہانا تھا کہ براتیوں کا جوش وجنون اور شوق وذوق دیدنی تھا۔

☐ شہر آکولہ، مہاراشٹر کا سفر کیا۔

☐ رسول پور، ضلع جگت سنگھ، اڑیسہ میں مجاہد ملت حضرت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمٰن اڑیسوی کے نام پر قائم 'جامعۃ الحبیب' کے ناظم وروح رواں حضرت مولانا محمد ریاضت حسین صاحب رضوی ازہری کی دعوت پر تشریف فرما ہوئے اور 'جلسۂ عید میلاد النبی و پیغام امن کانفرنس' میں شرکت فرمائی۔

۲۰۱۷ء/۲۰۱۸ء

☐ یہ ایک ڈیڑھ سال حضرت تاج الشریعہ کے سفر اسفار تقریباً موقوف رہے اور یہ وقت علالت وعلاج میں گزرا اور پھر ۲۰؍ جولائی کی شام وہ گھڑی آہی گئی، جس سے ہر ذی روح کو گزرنا ہے۔

***

چند حروف کتابِ حیات سے

قاری عبدالرحمن خان قادری، مدرس: دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف

دور حاضر میں تاج الشریعہ کا کوئی جواب نہیں۔ علم وعمل ،تصنیف وتالیف ، بیعت وارشاد، تقویٰ وپرہیزگاری ،مقبولیتِ عوام وخواص اور صورت وکردار میں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ علم وفضل ،حکمت ودانائی ،فتویٰ نویسی ،شعروسخن اور اردو وعربی نثرنگاری گویا کسی بھی لحاظ سے انہیں دیکھئے وہ اپنے اوصاف وکمالات میں اپنے عہد کے یکتاویگانہ نظر آئیں گے۔ عربی ،انگلش اور اردو میں نہایت اہم موضوعات پر انتہائی تحقیقی ،مستند اور قابلِ اتباع کتابیں لکھنا آپ ہی کا حق وحصہ ہے۔ فتویٰ نویسی میں احتیاط، دور اندیشی اور شانِ فقاہت کا یہ عالم کہ حضور مفتی اعظم کی یاد تازہ ہوجائے۔ شاعری میں بھی آپ یکتائے روزگار ہیں، قادر الکلام اور برجستہ شعر گوئی پر آپ کو ملکہ حاصل ہے۔ یہ وصف تو آپ کا موروثی اور آبائی ہے۔ چلتے پھرتے نہایت آسانی سے شعر کہنا اپنے خیالات کو نہایت عمدگی کے ساتھ شاعری کا جامہ پہنانا اور اپنے کلام بلاغت نظام کو محاسنِ شاعری اور صنعاتِ ادب سے مرصع کرنا آپ کے لئے معمولی کام اور ادنیٰ سا کارنامہ ہے۔ اہل ذوق ''سفینۂ بخشش'' کا مطالعہ کریں، عشق وادب ،فنی محاسن، وارداتِ قلب اور حسنِ عروض کے ''چمن زار پُر بہار'' کی فرحت بخش فضاؤں میں سیر کریں گے۔

آپ جس طرف کا رخ کرلیں۔ جس شہر میں گزر ہوجائے، جس علاقے پر قدم رنجہ فرمادیں۔ مسلکِ اعلیٰ حضرت کی دھوم مچ جائے۔ لوگ پروانہ وار آپ پر فدا ہونے کیلئے تیار ہوجائیں۔ آپ کے رخ زیبا کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے عاشقوں کا جم غفیر امنڈ پڑے۔ آپ کی آمد سے پہلے خواہ کتنے ہی چراغ روشن ہوں! اس نیّر تاباں کے طلوع ہوتے ہی سب ماند پڑجائیں۔ اور سب اسی کے جلووں میں گم ہوجائیں ۔

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

☆ آپ کے خلفاء کی تعداد درجنوں میں نہیں بلکہ سیکڑوں میں ہے۔ آپ کے مریدین کی تعداد لاکھوں میں نہیں بلکہ کروڑوں میں ہے۔ وہ رہبر سنیت ہیں۔ شمع بزم رضویت ہیں''الولدسرّ لابیہ'' کے تحت اپنے جد کریم اعلیٰ حضرت، حضور حجۃ الاسلام، حضور مفتی اعظم ہند اور جیلانی میاں رحمۃ اللہ علیہم کے علوم ومعارف کے سچے وارث وعکس جمیل ہیں۔ ان کا علم دیکھ کر اُن کے بزرگوں کا علم یاد آجاتا ہے۔ اُن کی کتابوں میں حضور مفتی اعظم ہند کی بے مثال فقاہت کا نور جھلکتا نظر آتا ہے۔ اُن کے فتاویٰ کمال احتیاط اور تحقیق عمیق میں حضور مفتی اعظم کا آئینہ نظر آتے ہیں۔ وہ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں تحقیق کے دریا بہادیتے ہیں اور کوئی سوال تشنۂ جواب نہیں چھوڑتے۔ معترض کو شافی جواب سے مطمئن کردینا، ہر گوشے پر اپنی شانِ فقاہت کے پرچم لہرادینا آپ کا موروثی ملکہ وحق ہے۔ ان کے توسل سے اہل عقیدت اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم کا روحانی فیض حاصل کرتے ہیں۔

اُن کی بہت سی کرامات بھی اُن کے حلقۂ ارادت میں مشہور و معروف ہیں۔ اُن کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد بھی خاصی ہے۔ انہوں نے اسلام و سنیت کی تبلیغ کیلئے جتنے ملکوں کے دورے کئے ہیں شاید کسی اور شیخ طریقت نے کئے ہوں۔ دور دراز ملکوں میں سنیت کے جتنے چراغ انہوں نے روشن کئے ہیں شاید کسی نے کئے ہوں۔ بریلی شریف میں دینی درسگاہ جامعۃ الرضا، ہر علاقے میں اُن کے باعمل خلفاء، اُن کے پسر مسعود، حضرت مولانا عسجد رضا خاں قادری اور ہند و بیرون ہند میں سیکڑوں جامعات و مساجد اور دینی ادارے، درجنوں پر تحقیق کتابیں اور ہزاروں اُن کے معتبر و مستند فتاویٰ اُن کی سچی یادگار ہیں۔

اسی چراغ سے روشن ہیں بام و در میرے
اسی چراغ کی نورانیت ہے چاروں طرف

اپنے عہد کی بے مثال شخصیت:

☆ حضور تاج الشریعہ کے دور میں علماء و فضلاء اور مشائخ و سجادگان تو بہت دیکھے مگر اُن جیسا نہیں دیکھا وہ اپنے عہد میں اپنی مثال آپ ہیں۔ عربی زبان و بیان پر مہارت تامہ کے ساتھ ساتھ فارسی اور انگریزی زبانوں پر بھی انہیں کامل عبور حاصل تھا۔ جب انگریزی میں تقریر فرماتے تو انگلش گرامر کی پوری رعایت و پاسداری کا لحاظ رکھتے، انگریزی داں سامعین آپ کی انگریزی میں تقریر سُن کر حیرت زدہ و ششدر رہ جاتے۔ اور جب آپ عربی ادب کا مظاہرہ کرتے یعنی عربی زبان میں بیان فرماتے تو بڑے سے بڑا عربی داں آپ کی زبان و ادب، فصاحت و بلاغت اور لہجے کی شستگی کے سامنے پست نظر آتا۔ عربی نثر نگاری میں بھی آپ کا جواب نہیں اور اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ عربی ادب میں شاعری کرنا نہایت دشوار مرحلہ ہے مگر آپ عربی شاعری میں بھی کہنہ مشق استاذ نظر آتے ہیں۔ آپ کا عربی کلام پڑھنے اور سمجھنے کے بعد ایسا لگتا ہے کہ جیسے "فن عروض" اور ادبی محاسن آپ کے لبوں کا بوسہ لیتے ہوں۔ علماء و مشائخ اور صاحبانِ زبان و ادب تو بہت دیکھے مگر اتنی خوبیوں اور اتنے علوم و فنون کا جامع کہاں؟ جو درسِ حدیث عطا کرے تو بڑے بڑے محدثین اس کی شاگردی پر ناز کریں اور قرآن کی تفسیر بیان کرے تو علوم و معارف کے چشمے ابلتے نظر آئیں۔ جو خاموش بھی رہے تو تبلیغ و ارشاد کے گلشن لہلہا اٹھیں اور مسندِ وعظ و بیان پر متمکن ہو تو لوگ اس کے قدموں پر متاعِ دل قربان کریں۔ اور فصاحت و بلاغت اُن کے مقدس لبوں کا بوسہ لے، بہت سے لوگوں کی تقاریر سے وہ کام نہیں ہوتا جو اُن کی موجودگی اور خاموشی سے انجام پا جاتا ہے۔ بڑے بڑے دانشوران و عقلاء اور اربابِ علم و حکمت آپ کی "ذات والا صفات" اور آپ کی دینی و مسلکی خدمات دیکھ کر یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ ؂

فخر جنابِ مفتیٔ اعظم ہے تیری ذات
ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے

جلوس جنازہ:

20/ جولائی 2018ء بروز جمعہ کی اذانِ مغرب رضا مسجد میں گونج رہی ہے۔ حضرت تاج الشریعہ اپنے دولت کدے میں اذان کے کلمات دُہرا رہے ہیں۔ نماز کے لئے تیار ہیں۔ باوضو بھی ہیں اور باہوش و حواس بھی۔ نہ چہرے پر کوئی حزن و ملال کی لکیر،

نہ بظاہر کسی پریشانی و بے چینی کے آثار۔ پیشانی سے سکون و اطمینان کے آثار نمایاں، رُخِ زیبا ہشاش بشاش۔ اذان کے کلمات دُہراتے رہے۔ اللہ کی مرضی کہ اذان ختم ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کی حیات کے لمحات بھی تمام ہو گئے۔ اور آپ نے اللہ اکبر اللہ اکبر۔ اشھد ان محمدا رسول اللہ لا الٰہ الا اللہ۔ کی دل آویز اور جاں بخش صداؤں کے سائے میں اپنے خدا ورسول کی وحدانیت و رسالت کا اعلان کرتے ہوئے اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دی اور اس ''دارِ ناپائیدار'' سے دارِ سکون و قرار کی طرف کوچ فرمایا۔ دیکھتے ہی دیکھتے آپ کا یہ شعر فضا میں رقص کرنے لگا۔

دیکھنے والو جی بھر کے دیکھو ہمیں
پھر نہ کہنا کہ اختر میاں چل دیے

چند لمحوں میں یہ خبر ساری دنیا میں پھیل گئی۔ اور سارا ماحول سوگوار ہو گیا۔ فضا پر اُداسی چھا گئی۔ ہر چہرہ اُتر گیا، ہر دل مرجھا گیا۔ ہر آنکھ نمناک ہو گئی، لوگ شہر بریلی کی طرف دوڑ پڑے۔ رات ہی میں سوداگران کی گلیاں فُل، سوگواروں کے ہجوم کا عالم نہ پوچھو۔ اُن کے ''چہرۂ پُرضیاء'' کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے ہر دل بے چین و بے قرار۔ زائرین کی لمبی لمبی لائنیں۔ کوئی رو رہا ہے، کوئی سسکیاں بھر رہا ہے۔ کوئی اُن کے ذکر سے دل کو تسکین دے رہا ہے۔ کوئی اُن کی یادوں کے سمندر میں ڈوبا ہوا ہے۔ کوئی خاموش تصویرِ حیرت بنا کھڑا ہے۔ کوئی درودِ پاک اور کلمۂ طیبہ پڑھنے میں مصروف ہے۔

سبحان اللہ! عقیدت ہو تو ایسی کہ اُن کی یادوں میں ڈوب کر اُن کے رُخِ زیبا کی زیارت کے شوق میں 6 / 6 گھنٹے لائن میں لگے رہے گرمی بھی پورے شباب پر۔ پسینہ بہہ رہا ہے۔ کپڑے پسینے سے تر بتر ہیں مگر پرواہ نہیں۔ آخر کئی گھنٹوں کی سخت مشقت کے بعد کہیں زیارت کا موقع نصیب ہو رہا ہے۔ وہ بھی چلتے چلتے۔ رُکنے کا موقع نہیں ورنہ کثرتِ ہجوم سے انتظام گڑبڑا جائیگا۔ لوگ لمبی لمبی لائنوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اللہ کی شان کہ بارش آ گئی تیز موسلا دھار بارش میں بھی لوگ لائن میں لگے رہے۔ اوپر سے تیز برسات اور نیچے روڈ پر سیلاب ہی سیلاب، کمر کمر تک پانی جس میں لوگ گھنٹوں کھڑے رہے اور پانی کی تیز رفتاری کا یہ عالم کہ اگر کوئی بچہ گر جائے تو سنبھلنا مشکل۔ پانی کے تیز ریلے میں نہ جانے کہاں تک بہتا چلا جائے۔ پانی میں بھیگنے اور گھنٹوں کمر کمر تک پانی میں کھڑے رہنے کی کوئی پرواہ نہیں مرشد کا دیدار ہو جائے تو ساری محنت وصول ہو جائے۔

میری جاں! سختیاں جھیلی ہیں تو پایا ہے تجھے
اک نظر دیکھ لے کہ دل کو قرار آ جائے

تیرا پھیرا ہو مرے صحنِ دلِ پُر غم میں
میری سوکھی ہوئی کھیتی میں بہار آ جائے

☆ اُن کی موت ایسی کہ زندگی کو رشک آئے، خبرِ موت پھیلتے ہی دنیا سوگوار۔ در و دیوار اداس اداس، فضا خاموش خاموش، ہر طرف ایک سکتے کا عالم طاری، ہر شخص غمزدہ غمزدہ، ہر انجمن سُونی سُونی، ہر ادارہ رنجیدہ رنجیدہ، یہ کوئی معمولی حادثہ نہیں ایک زبردست عالمِ دین اور قاضیِ شرع بلکہ دنیا کی سب سے بڑی علمی شخصیت نے دنیا سے منہ موڑا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گلشنِ سنیت کی رونق اُڑ گئی۔ اہلِ سنن کے دل مرجھا گئے۔ اور فضا پکار اٹھی۔

رنگِ بہار اُڑ گیا چھائیں اُداسیاں
تم کیا گئے کہ رونقِ محفل چلی گئی

☆ جلوسِ جنازہ میں کثرتِ زائرین کا یہ عالم کہ بریلی کے گوشے گوشے میں سوگوار ہی سوگوار، کوئی میدان ایسا نہیں کہ اس میں یہ تمام اہل عقیدت سمائیں اسلامیہ کا وسیع وعریض میدان بھی اس کثرت ہجوم کو دیکھ کر اپنی تنگ دامانی اور تہی دستی کا اعتراف کر رہا ہے۔ ہر کالج، ہر میدان، ہر اسپتال، ہر ہوٹل، ہر اسکول، ہر روڈ پر بس اُنہی کے دیوانوں کی بھیڑ۔ سارے شہر میں جہاں دیکھئے اُنہی کے سوگواروں کا جمِ غفیر، کوئی بیں 20 لاکھ بتا رہا ہے تو کوئی 30 لاکھ۔ کوئی 40 لاکھ بتا رہا ہے تو کوئی 50 لاکھ، سچائی یہ ہے کہ بریلی کی سر زمین نے اپنی تاریخ میں آج تک کبھی اتنی بھیڑ اور اتنے افراد کا جمِ غفیر نہیں دیکھا۔ ہر سال عرسِ رضوی کے موقع پر اسلامیہ انٹر کالج اور بریلی شریف میں لاکھوں زائرین حاضر ہوتے ہیں مگر ایک اندازے کے مطابق اس سے بھی زیادہ اس جلوسِ جنازہ میں ہجوم تھا۔ انسانی ہجوم کا اندازہ تو کسی نہ کسی طرح لگایا جاسکتا ہے مگر اس جنازے میں جو جنات کی کثرت تھی اس کا اندازہ کون لگائے؟ 40 نیک مسلمانوں کی جماعت میں ایک ولی ہوتا ہے یہاں تو لاکھوں لاکھ مسلمان تھے۔ کتنے صالحین، کتنے عرفاء، کتنے صوفیاء، کتنے درویش، کتنے اللہ والے اس جلوسِ جنازہ میں شامل ہوئے ہوں گے۔ اگر کوئی تعداد کا پیمانہ ہو تو بتایا جائے وہاں تو ہر طرف سوگوار ہی سوگوار۔ ہر طرف اُن کے دیوانے ہی دیوانے۔ اتنی زبردست بھیڑ کا ہر طرف سے سمٹ آنا اُن کی کرامت نہیں تو کیا ہے؟ اور یہ بھی یقیناً کرامت ہی ہے کہ اتنا ازدحام اور جمِ غفیر ہونے کے باوجود کوئی حادثہ نہیں۔ اُن کی موت نے وہ کام کر دیا جو لوگوں کی زندگیاں نہیں کر پاتیں۔ کفّار کے دلوں پر اسلامی ہیبت چھاگئی۔ دیوبندیت یہ نظارہ دیکھ کر لرزہ براندام ہوگئی۔ کتنے حاسدین نے توبہ کی اور اقرار کیا کہ ہم غلطی پر تھے آج ہم اپنی غلطی پر نادم ہیں۔ وہ حق پرست تھے حق پر قائم تھے اُن کا جنازہ اُن کی حقانیت کی واضح دلیل ہے۔

اخترؔ قادری خلد میں چل دیا
خلد وا ہے ہر اک قادری کے لئے

چند یادیں:

1982ء میں اجمیر معلی بیت النور میں رضویوں کا مداریوں سے مناظرہ ہوا۔ مداریوں کی کتابوں میں کثرت سے غیر اسلامی عبارات موجود ہیں نیز یہ طبقہ سرکار غوث اعظم کی سیادت وسرداری کا منکر اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا و مفتی اعظم کی فضیلت وعظمت اور خدماتِ دینیہ کا شدید مخالف ہے۔ مداریوں کی غیر اسلامی عبارات پر مناظرہ طے ہوگیا۔ رضویوں کی جانب سے حضرت مولانا الحاج محمد مختار احمد صاحب قادری اور مداریوں کی جانب سے ڈاکٹر مرغوب عالم مداری مناظر منتخب ہوئے۔ مداریوں نے ثالثی کیلئے سید ہاشمی میاں صاحب کچھوچھوی کا نام پیش کیا جسے رضویوں نے تسلیم کرلیا۔ فریقین اپنے اپنے نمائندوں اور احباب کے ساتھ اجمیر شریف حاضر ہوگئے اس سلسلے میں خلیفہ مفتی اعظم الحاج محمد غوث خاں صاحب حامدی بریلوی پیش پیش تھے۔ حضور تاج الشریعہ۔ سید ہاشمی میاں صاحب اور اُن کے برادر اکبر سید مدنی میاں صاحب، مولانا مختار احمد صاحب، حاجی محمد غوث خاں صاحب، راقم الحروف گدائے قادری (عبدالرحمن خاں قادری) اور مرادآبادی مولوی انتخاب قدیری اجمیر شریف میں حاضر ہیں۔ مناظرہ کا

دن آیا۔حضرت تاج الشریعہ نے بعض وجوہ کی بنا پر مناظرہ گاہ میں جانے سے انکار کردیا۔اب بڑی بے چینی اور فکر وتشویش کا عالم ہے۔انتخاب قدیری اس وقت تک راہِ حق وصواب پر گامزن تھے۔مداریوں کے خلاف تقریریں کرنا،اُن کی غیر اسلامی عبارتوں پر ان کا محاصرہ کرنا،مداریوں کی گمراہی اوران کی مخالفت پر اُن کو للکارنا انتخاب قدیری کا حسین مشغلہ تھا۔مداری بھی انتخاب قدیری سے سخت خائف ولرزہ براندام تھے۔انتخاب قدیری نے بھی حضرت تاج الشریعہ کی خوشامد کی اور مناظرہ گاہ میں تشریف لے جانے کی بار بار نہایت ادب واحترام کے ساتھ گزارش کی۔(حضور مناظرہ میں آپ کا جانا ضروری ہے۔آپ کے بغیر مناظرہ نہیں ہوسکتا۔ہم آپ کے سپاہی ہیں بغیر حاکم وسپہ سالار کے نہیں جاسکتے۔)خیر حضرت راضی ہوگئے۔اوراسی موقع پر حضرت نے راقم الحروف اور حاجی محمد غوث خاں صاحب سے فرمایا"اس انتخاب کا کوئی بھروسہ نہیں۔آج حامی ہے کل مخالف بھی ہوسکتا ہے اس کی باتوں میں مت آنا مجھے یہ ٹھیک نہیں لگتا"۔

بیت النور میں مناظرہ ہوا۔اور مداری مناظر کی جہالت وبے علمی بھی خوب خوب ظاہر ہوئی۔جہاں فارسی کی کتاب میں"اوُمی گوید"لکھا ہوتا وہاں مداری مناظر" آدمی گوید"پڑھتا اور حضرت تاج الشریعہ زیر لب مسکراتے۔اس مناظرے میں انتخاب قدیری اور سید ہاشمی میاں صاحب کے درمیان کچھ تلخ کلامی بھی ہوئی۔مناظرہ ہوگیا۔ایک زمانے کے بعد فیصلہ شرعیہ در بارۂ مداریہ کے نام سے کتابچہ بھی شائع ہوا جس میں سید فخر الدین اشرف صاحب اور دیگر علماء کرام نے مداریوں کی غیر اسلامی عبارات پر فیصلہ شرعیہ بھی صادر فرمادیا۔تاج الشریعہ نے انتخاب قدیری کے سلسلے میں جو فرمایا تھا۔"اس کا کوئی بھروسہ نہیں آج حامی ہے کل مخالف بھی ہوسکتا ہے"صد در صد درست ثابت ہوا۔جو کل تک مداریوں کا شدید ترین مخالف تھا اس پر شیطان رجیم کا ایسا کامیاب حملہ ہوا کہ وہ اعلیٰ حضرت،مفتی اعظم اور تاج الشریعہ کا مخالف ہوگیا۔جن مداریوں کو رات دن کوستا تھا انہی کی حمایت وپاسداری اور سیادت وولایت کے ڈھنڈورے پیٹنے لگا۔آخر حضرت تاج الشریعہ نے کس نظر سے اُس کا مستقبل دیکھ کر کہا تھا کہ"اس کا کوئی بھروسہ نہیں یہ آج حامی ہے کل مخالف بھی ہوسکتا ہے"یقیناً یہ وہی نظر تھی جس کے بارے میں حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ مومن کی فراست ایمانی سے ہوشیار رہو اس لئے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

مولانا رومی **علیہ الرحمہ** فرماتے ہیں۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

☆ حضرت تاج الشریعہ اپنی جوانی کے ایام میں بریلی شریف کے پروگراموں اور ضیافتوں میں رکشہ سے بھی تشریف لے جاتے تھے۔بعد میں وقت کی قلت کے مدنظر،ٹائم بچانے کے لئے آپ کار سے جانے لگے۔رہپورہ چودھری ایک پروگرام میں تشریف لے گئے بذریعہ رکشہ واپسی کررہے ہیں۔راقم الحروف بھی ساتھ ہے دوڑ کر ایک نوجوان آیا۔ادب سے دست بوسی کی اور دعا کا طالب ہوا۔حضرت نے اُس کا نام پوچھا۔بتایا میرا نام"امجد"ہے حضرت نے نام کی تعریف کی اور"امجد"کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا کی۔بس اسی دن سے"امجد"کے وارے کے نیارے ہوگئے۔معاشی حالات سدھر گئے کاروبار ترقی کرگیا۔مفلسی کا خاتمہ ہوگیا۔اللہ رب العزۃ نے معاشی کشادگی بھی عطا فرمادی اور اپنے پیاروں کے طفیل پانچ لڑکیوں کے بعد ایک لڑکا بھی عطا فرمایا۔"امجد"

نے لڑکے کی خواہش کا اظہار نہیں کیا تھا مگر دل میں یہ تمنا تھی۔ حضرت نے ہاتھ رکھ کر دعا کر دی اور رب نے اپنا فضل خاص فرما دیا۔ آج ''امجد'' تو دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں مگر ان کا اکلوتا بیٹا موجود ہے جو پلاٹنگ کے کاروبار کے ذریعہ اپنا گھر بار نہایت عمدگی کے ساتھ چلاتا ہے۔

☆ بریلی شریف کے ایک گاؤں'' کانسی'' کے رہنے والے ''اختر رضا'' سے ملاقات ہوئی وہ اپنے گھر واقع بدر پور دہلی لے گئے۔ خوبصورت اور پائیدار وشاندار مکان دیکھ کر طبیعت باغ باغ ہوگئی۔ اختر رضا نے بتایا کہ ان کا بھائی ایک مقدمے میں پھنس گیا تھا حضرت تاج الشریعہ کے کرم سے مقدمے کے عذاب سے بھی نجات مل گئی اور ان کی دعاؤں سے یہ مکان بھی اللہ رب العزت نے عطا فرمادیا۔ کاروبار بھی تسلی بخش ہے۔ کوئی پریشانی نہیں۔ جب کوئی الجھن یا مصیبت در پیش ہوتی ہے حضرت کو یاد کرتا ہوں اور جا کر ان سے دعا کراتا ہوں بہت جلد سب کچھ ٹھیک ہوجاتا ہے۔

☆ غالباً 1981ء میں مکرانہ(راجستھان) سے چند حضرات حضور تاج الشریعہ سے ملے اور عرض کی حضور ہمیں ایک ایسے امام کی ضرورت ہے جو عالم ہونے کے ساتھ ساتھ قاری بھی ہو۔ اب تک جو امام ہماری مسجد میں تھے وہ قاری تھے۔ انہوں نے اہلسنت پر اعتراض اور معمولات اہلسنت پر تنقید کرنا شروع کر دیا۔ ہم نے انہیں امامت سے معزول کر دیا اب وہ کھل کر وہابیہ کی حمایت کرتے ہیں۔ لہٰذا ایسا امام ہو جو اُن کی ناز یبا اور اہلسنت مخالف باتوں کا بھرپور جواب بھی دے سکے۔ حضرت تاج الشریعہ نے راقم الحروف کا انتخاب فرمایا۔ میں نے عرض کی حضور! میں قاری نہیں ہوں فرمایا'' آپ اچھا قرآن پڑھتے ہیں انشاء اللہ قاری ہوجائیں گے'' میں نے عرض کی حضور سابق امام کے اعتراضات کا جواب دینا میرے لئے مشکل ہے کیونکہ میں عالم نہیں ابھی طالب علم ہوں۔ ارشاد فرمایا'' یا تو وہ آپ کے سامنے نہیں آئے گا اور اگر آئے گا تو آپ اطمینان بخش جواب دے پائیں گے'' میں نے عرض کی حضور میں طالب علم ہوں تعلیم کا بہت نقصان ہوگا فرمایا''صرف ایک ماہ کے لئے چلے جاؤ ایک ماہ میں ماحول سازگار ہوجائے گا اور ان حضرات کا خوف بھی نکل جائے گا'' میں حضرت کے حکم سے ایک ماہ کے لئے'' محمدی مسجد'' مکرانہ پہونچا ایک ماہ تک میں نے امامت کی خدمت انجام دی۔ الحمدللہ وہی ہوا جو حضرت نے فرمایا تھا۔ سابق امام کے دل پر بریلی شریف کی ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ نہ وہ سامنے آئے اور نہ انہوں نے اعتراض کا منہ کھولا۔ اہل مسجد میرے اخلاق، پابندی اوقات اور تلاوت قرآن سے خوش اور مطمئن رہے۔ جبکہ میں خوفزدہ تھا کہ سابق امام اچھا قاری تھا۔ میں کہیں واپس نہ کر دیا جاؤں ایسا کچھ نہیں ہوا جب ایک ماہ کے بعد میں بریلی شریف کے لئے واپس ہو رہا تھا تو کئی لوگ غمزدہ اور آبدیدہ نظر آئے۔ یہ سب حضرت تاج الشریعہ کی پُر خلوص دعاؤں کا اثر اور میرے مرشد برحق حضور مفتی اعظم ہند **علیہ الرحمۃ والرضوان** کی زندہ کرامت ہے کہ اس وقت میں تجوید وقرأت کے مسائل سے قطعاً واقف نہیں تھا آج **الحمدللہ**! کچھ مسائل قرأت جانتا ہوں۔ اور لوگ'' قاری'' کہتے ہیں۔ ع

یہ سب تمہارا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے

☆ تقریباً 25 سال پہلے ایک ناخواندہ مقرر نے اپنی تقریر میں کہا''اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوا ہوتا تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نبی ہوتے'' حضرت تاج الشریعہ کے سامنے یہ قول رکھا گیا فرمایا مقرر کو اپنی بات سے رجوع کرنا چاہئے اس نے غلط کہا۔ سوال کیا گیا حضور! ہمارے نبی نے بھی تو فرمایا ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔

فرمایا اس میں حصر ہے جن کے بارے میں ہمارے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے صرف اُنہی کے لئے کہا جاسکتا ہے کسی اور کیلئے نہیں۔

☆ ایک صاحب نے حضرت تاج الشریعہ کو خوش کرنے کے لئے اُن کے ایک مخالف کی خوب مذمت کی۔ حتیٰ کہ مخالف کیلئے لفظ "سالا" بھی استعمال کیا۔ حضرت ناخوش ہوگئے۔ اور فرمایا لفظ "سالا" آپ نے گالی کے طور پر استعمال کیا ہے۔ اس سے احتراز اور رجوع لازم ہے۔ آپ مجھے خوش کرنے کیلئے میرے حاسد کیلئے نامناسب اور اخلاق سے گرے ہوئے الفاظ استعمال کر رہے ہیں یہ مجھے پسند نہیں۔ کسی سے اختلاف بھی ہو تو معیاری اور حدود شرع میں ہونا چاہئے۔ یہ سُن کر وہ صاحب خاموش ہوگئے اور معذرت خواہ ہوئے۔ اس واقعے سے حضرت کے حلم واخلاق اور دینداری کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

***

حیات تاج الشریعہ کے چند اہم گوشے

مولانا شرف عالم رضوی ناظم اعلیٰ دارالعلوم قادریہ، بہٹہ حاجی پور، لونی، غازی آباد، یوپی

مجمع علوم وفنون منبع کشف وکرامت، پیکر رشد وہدایت جنہیں دیکھ کر مجدی بھی یہ کہنے پر مجبور ہوئے یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں لگتا حضور تاج الشریعہ جن کے لئے مدظلہ علینا کہنے میں خوشی محسوس ہوتی تھی اب میرا قلم انہیں علیہ الرحمۃ لکھتے ہوئے لرزتا ہے ان کا سایہ سنیوں کے سروں سے اٹھ جانا اتنا بڑا نا قابل تلافی نقصان ہے بیان سے باہر ہے۔ جن کی عوام وخواص، علماء ومشائخ سب کو ضرورت تھی ان کے بعد مرجع علماء ومشائخ اب کوئی نظر نہیں آتا، ان کی تصنیفی صلاحیت کا اعتراف بڑے بڑے مصنفین کو تھا۔ جب جب علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی ملاقات آپ سے ہوتی یہی گزارش کرتے آپ پروگرام چھوڑیئے آپ کو اللہ نے تصنیفی صلاحیت بے پایاں عطا کی ہے، کتابیں لکھئے اعلیٰ حضرت اپنی کتابوں سے زندہ ہیں۔ نیز ایک موقع پر علامہ صاحب نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ہر پیر کے لئے دلالی کرنی پڑتی ہے تو بمشکل دس بیس مرید ہوجاتے ہیں لیکن آپ ہی ایک ایسے پیر ہیں جن کے لئے کوئی دلالی نہیں کرنی پڑتی اور لوگ تھوک کے تھوک مرید ہوتے ہیں۔

مگر ان کے پروگرام کی ضرورت اس قدر شدید تھی کہ شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ جیسے لوگ بلکہ خود علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ بھی آپ کے پروگرام لینے والوں کی قطار میں کھڑے نظر آتے، یہاں تک کہ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی مرحوم کی خوش آمد پر مجبور ہوتے۔ میرے سامنے کی بات ہے کسی نے شارح بخاری سے کہا کہ آپ جیسے لوگ عزیزی صاحب کی خوش آمد کریں، یہ اچھا نہیں لگتا تو انہوں نے جواب دیا، پھول کے ساتھ کانٹے کو بھی نبھائے چلئے، علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی تاریخ کے سلسلے میں بات نکل پڑی تو ان کا یہ واقعہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں، غالباً ۱۹۸۷ء کی بات ہے علامہ صاحب بریلی شریف آئے اور حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے ۲ دنوں کا وقت ۲ کاموں کے لئے طلب کیا، انہی دنوں شیعوں کی سعودیوں سے جھڑپ ہوچکی تھی، وہابیہ نے سنیوں کو بھی شیعوں سے جوڑنے کی کوشش کی اور اسے خوب ہوا دیا۔ اس الزام سے اظہار برأت کے لئے علامہ کو سعودی سفیر (ایمبیسڈر) سے ملنا تھا مگر سفیر سے عربی زبان میں بات چیت کے لئے دہلی آنے میں انہیں جھجک محسوس ہورہی تھی، ان کی نظر میں عربی سفیر سے بے تکلف بات کرنے والا حضور تاج الشریعہ سے بہتر کوئی نہ تھا، ایک وجہ یہ بھی تھی کہ خمینی کی مذمت میں حضور تاج الشریعہ نے عربی اشعار بھی لکھے تھے، دوسرا کام ان کا یہ تھا کہ عثمان عارف خان گورنر اتر پردیش سے انہیں کوئی کام لینا تھا، اس کے لئے عثمان عارف خان نے یہ شرط لگائی تھی کہ میرے نعتیہ دیوان ”عقیدت کے پھول پر“ حضور تاج الشریعہ سے تقریظ لکھوا دیں، اس کے لئے علامہ نے جب پیش کش کی تو حضرت نے منع فرمادیا، جب علامہ بہت زیادہ مصر ہوئے تو حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے آپ لکھ دیں میں اس پر دستخط کردوں گا۔ اب سفیر اور گورنر سے وقت لینے کے لئے علامہ نے حضور تاج الشریعہ سے مشورہ کرکے مجھے دہلی بھیج دیا اور دونوں بریلی شریف قیام کرکے علامہ نے ”عقیدت کے پھول پر“ تقریظ لکھی۔ میں

نے دہلی آکر یوپی نواس پہنچ کر عثمان عارف خان سے وقت لے لیا اور سعودی سفیر سے وقت لینے کے لئے عربی کے چند جملے سیٹ کرلیا۔ مگر سفیر سے میرا رابطہ نہ ہوسکا، مختصر یہ کہ دو دنوں بعد حضور تاج الشریعہ کو ساتھ لے کر علامہ دہلی پہنچے۔ ان دنوں پیر رضا من نظامی نے اپنے درگاہی مرکز کے سامنے چھوٹی مسجد کا حجرہ علامہ کو دے رکھا تھا، اسی حجرہ میں قیام ہوا۔ علامہ نے حضرت سے گزارش کی چلئے محبوب الٰہی اور حضرت ابراہیم ایرجی علیہما الرحمہ کی بارگاہ میں حاضری دے لیں، چلتے وقت حضرت کے جوتے کو جب میں نے اٹھانا چاہا تو علامہ نے لپک کر میرے ہاتھ سے حضرت کے جوتے لے لئے اور بغل میں دبا کر چل پڑے، میں حجرہ میں ہی رُک گیا اور علامہ اپنے ساتھ حضرت کو لے کر حاضری کو پہنچے، جب حاضری دے کر واپس ہوئے تو فرمانے لگے۔

حضرت درگاہ کے اندر سبھی اجنبی تھے نہ یہاں آپ کے مرید، نہ یہاں آپ کا تعارف پھر بھی عوام کی بھیڑ آپ سے سلام و مصافحہ کے لئے اُمنڈ پڑی، یہ تو قطب کی نشانی ہے کہ جہاں جائے عوام ٹوٹ پڑے۔"

اس کے بعد حضرت کو لے کر وہ سعودی ایمبسی پہنچے، ایمبیسڈر بہت پرتپاک انداز میں ملا اور حضرت کی ایمبیسڈر سے شیعوں کی مذمت میں بہت دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ حضرت نے خمینی کی مذمت میں جو اشعار لکھے تھے اسے سنایا، ایمبیسڈر نے حضرت کو رخصت کرنے کے لئے اوپر کی منزل سے نیچے تک اتر کر آیا، جب حضرت نے اس کے آباؤ اجداد کے بارے میں پوچھا تو اس نے خود کو صالح کمال پاشا کی اولاد میں بتایا، حضرت کو خوشی ہوئی کہ یہ انہی صالح کمال پاشا کی اولاد میں ہے جو اعلیٰ حضرت سے محبت کرنے والے اور حسام الحرمین پر تقریظ لکھنے والے تھے، اس کے بعد عثمان عارف گورنر اتر پردیش سے ملاقات کے بعد حضرت بریلی شریف تشریف لائے، یہ وہی عثمان عارف خان ہیں جنہوں نے حضور تاج الشریعہ کو لکھنؤ بلا کر ایم ایل سی کا عہدہ پیش کیا تھا اور حضور تاج الشریعہ نے انکار کردیا تھا، اس موقع پر ڈاکٹر نفیس خاں اور ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی مرحوم ساتھ تھے۔

علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے حضور تاج الشریعہ کی تاریخ لینے کے لئے ۱۹۹۲ء میں حضرت مفتی ایوب مظہر صاحب اور انور مینا پوری کو گوہائی سے دہلی راقم السطور کے پاس بھیجا تھا کہ ان کے ساتھ دہلی سے بریلی شریف جاکر گوہائی کے لئے تاریخ لے لیں، میں نے تاریخ لے لی تھی اور ٹکٹ بھی بن چکا تھا مگر پروگرام ایک دن لیٹ ہونے کے باعث حضرت نہ جاسکے اور ٹکٹ کینسل کیا گیا۔

کئی دفعہ میں نے حضرت کے کشف کا تجربہ کیا صرف دو تین دفعہ کا ذکر کرتا ہوں میں ماہنامہ سنی دنیا کے آفس میں سویا کرتا تھا، حضرت کی عادت کریمہ تھی جب فجر کی اذان ہوتی گھر بھر کو نماز کے لئے جگاتے اور حضرت کی آواز سن کر میں بھی جگ جاتا، جب مسجد تشریف لے جاتے فرماتے شرف چلو نماز کو، میں حضرت کے ساتھ رضا مسجد نماز فجر کو جاتا، جب بھی حضرت دولت کدہ پر رہتے یہی معمول تھا، ایک روز نماز پڑھانے تشریف لے گئے تو میں نے آپ کو بادامی رنگ کا کرتا زیب تن کئے ہوئے پایا۔ جس کی دونوں سائڈ کلی پر پیلے دھاگے سے کڑھائی تھی، مجھے وہ کرتا بہت اچھا لگا، میں نے دل میں سوچا جب یہ پرانا ہوگا تو حضرت سے مانگ لوں گا، کسی سے اس بات کا تذکرہ نہ کیا، حضرت نماز پڑھا کر گھر تشریف لے گئے اور اس کرتا کو دوبارہ حضرت نے زیب تن نہ فرمایا، ہر سال خدام بارگاہ کو حضرت کے گھر سے جوڑا عنایت ہوا کرتا تھا، میں نے یہ بھی سوچا تھا کہ اس سال عید پر بجائے پاجامہ کے تہبند مل جائے تو بہتر ہے، یہ بھی دل ہی میں رکھا تھا، خیر عید قریب آئی تو سب کو جوڑے ملے اور مجھے وہی کڑھائی والا کرتا

اور چاند مارکہ تہبند عطا ہوا، اور واقعی نے یہ کہہ کر عنایت فرمایا کہ لو یہ تمہارے پیر صاحب کا کرتا ہے۔

ایک دفعہ حضرت کی نانی صاحبہ عرف چھوٹی علیہاالرحمہ کا عرس ہو رہا تھا آنگن میں بہت سے لوگ تھے میلاد خواں حضرات نعت پڑھ رہے تھے میں منبر سے کچھ دور بیٹھا تھا تھوڑی دیر میں حضرت جمال میاں تشریف لائے اور لوگ تعظیماً کھڑے ہوئے۔ میلاد خاں حضرات نے جگہ بنائی مگر جمال میاں صاحب منبر کے نیچے میرے قریب ہی انکساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے بیٹھ گئے، میرے دل میں یہ خیال آیا کہ سرکار مفتی اعظم ہند کی انکساری کا جمال "جمال میاں صاحب" کو ہی ملا ہے، لوگ اصرار کر کے جمال میاں صاحب کو منبر پر لے گئے پھر تھوڑی دیر بعد حضور تاج الشریعہ تشریف لائے، سب لوگ نعرہ لگاتے ہوئے تعظیماً کھڑے ہو گئے، میں سمجھ رہا تھا معمول کے مطابق حضرت منبر پر تشریف لے جائیں گے مگر حضرت اسی جگہ تشریف فرما ہوئے، جہاں حضرت جمال میاں بیٹھے تھے، میں سمجھ گیا یہ میری تنبیہ کو حضرت یہاں تشریف فرما ہوئے کہ سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا جمال صرف جمال میاں ہی میں نہیں، تمہارے پیر میں بھی ہے مگر میلاد خواں اور عوام کو یہ کہاں گوارہ کہ حضرت منبر کے نیچے ہوں، حضرت کو بھی منبر پر لے گئے، اس عرس کی تقریب میں حضرت نے بہت عمدہ تقریر فرمائی تھی، جس میں سرکار مدینہ کے دو ناموں احمد اور محمد پر علمی نکات کے جوہر لٹائے تھے۔

ایک بار عرس رضوی کی تقریبات کے بعد مہمان رخصت ہو رہے تھے اور حضرت سے اجازت لے لے کر اسٹیشن روانہ ہو رہے تھے مجھے بھی دہلی جلد لوٹنا تھا اتفاق سے میں بھی اجازت کے لئے پہنچ گیا۔ ہمیشہ مجھے عرس کے ایک دن بعد اجازت ملا کرتی تھی، اس بار خلاف معمول اجازت کو پہنچ گیا۔ مہمانوں نے بہت پریشان کر رکھا تھا اور حضرت کو کافی تھکان تھی، میں نے جیسے ہی کہا حضرت اجازت دیں میں دہلی جا رہا ہوں حضرت نے ناراض ہو کر فرمایا اب تم ہی لوگ اجازت دو میں اندر جا رہا ہوں۔ چند سالوں خدمت میں رہا مگر یہ پہلا اتفاق تھا کہ حضرت ناراض ہوئے سوائے خوشی کے خود سے ناراضی میں نے کبھی دیکھی نہیں تھی۔ دل دھک سے رہ گیا میں سیدھے درگاہ شریف میں جا کر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے قریب تسلی کو بیٹھ گیا۔ میرے آنے کے بعد حضرت کو میرے دل کی کیفیت معلوم ہو گئی، حضرت نے فرمایا کہ کوئی شرف کو بلا کر لائے لوگ میری تلاش میں تھے اور مجھے ڈھونڈنے مولانا شعیب میاں مرحوم بھی پرانے مہمان خانہ اور گیسٹ ہاؤس پہنچے مگر میں تو درگاہ شریف میں تھا نہ ملا۔ کل ہو کر یہ بات مرحوم مولانا شعیب میاں نے بتائی اور برہان بھائی نے بھی کہا کہ تم کہاں چلے گئے تھے تمہیں ابا بلا رہے تھے۔

جب دوران طالب علمی حضرت کے گھر پر میں رہتا تھا حضرت سونے سے پہلے اپنے روم سے دفتر کے گیٹ پر نعت شریف کے اشعار پڑھتے آتے پھر روم تک لوٹ جاتے وہ نعت جس کا مطلع ہے۔

داغ فرقت طیبہ قلب مضمحل جاتا
کاش گنبد خضریٰ دیکھنے کو مل جاتا

حرم شریف میں ہی یہ نعت بہ حالت قید لکھی تھی اور نعت اس قدر مشہور ہوئی کہ ۱۹۸۶ء سے لیکر چند سالوں تک ہر زبان پر جاری تھی مگر بریلی شریف پہنچ گئے اور مدینہ کی تڑپ اور بڑھ گئی اور اپنے دل کو تسلی دینے کے لئے یہ نعت لکھی۔

سنبھل جا اے دل مضطر مدینہ آنے والا ہے　　لٹا اے چشم تر گوہر مدینہ آنے والا ہے

کچھ دنوں یہ نعت زبان پر جاری رہی پھر وہ نعت لکھی جس کا ایک شعر یہ ہے۔

وہ طیبہ میں مجھ کو طلب کر رہے ہیں
طلب میری اب معتبر ہو رہی ہے

پھر کیا تھا سعودی حکومت نے خصوصی ویزا دے کر آپ کو زیارت حرمین شریفین کے لئے بلایا اور آپ عمرہ کو تشریف لے گئے۔ آپ کی کئی نعتیں ایسی ہیں جن میں آپ نے اپنے کشف کے ذریعہ مستقبل کی خبر دی ہے ایک نعت آپ نے بہت پہلے لکھی تھی جس کا مطلع ہے۔

میرے اللہ کے نگار سلام — دونوں عالم کے تاجدار سلام

اور اس کا ایک شعر یہ ہے۔

تیری خاطر ذلیل ہوتا ہے — مری عزت میرے وقار سلام

میں نے جب یہ شعر پڑھا تو دل میں کہا نعت میں اس شعر کا کیا محل ہے پھر بہت غور کرنے پر حضرت کی گرفتاری کی طرف خیال پہنچا تو مجھے سمجھ میں آیا کہ حضرت کی نگاہ بصیرت اس منظر کو بہت پہلے دیکھ رہی تھی جس کو آپ نے اپنے ایک شعر میں ظاہر فرما دیا۔ اب ذیل کے دونوں شعروں کی روشنی میں حضرت کو بعد وصال اپنے مرقد میں تصور کر سکتے ہیں۔

تیرے دامن کرم میں جسے نیند آگئی ہے
جو فنا نہ ہوگی ایسی اُسے زندگی ملی ہے

میں مروں تو میرے آقا یہ ملائکہ سے کہہ دیں
کوئی اس کو مت جگانا ابھی نیند آگئی ہے

لکھنے کو حضرت کے ساتھ جو سفر و حضر میں واقعات پیش آئے اور جو آپ سے کرامتیں صادر ہوئیں بہت ہیں مگر نہ صفحات میں گنجائش نہ موقع ہی میسر پھر کبھی انشاء اللہ لکھوں گا۔

نوٹ:۔ تعزیت نامہ نہیں لکھ سکا کیونکہ جو کیفیت تھی وہ اشعار میں پیش کر دیا ہے۔

آہ صد افسوس میرے لٹ گئے ہوش و حواس
ماسوائے صبر اب کچھ بھی نہیں ہے میرے پاس

باوضو ہنستے ہوئے رب کی لقا کو چل دئے
اے میرے تاج شریعت میں ہوا بالکل اداس

تیری صورت تیری سیرت بالیقیں ہے لا جواب
بن ترے اب زندگی آتی نہیں ہے مجھ کو راس

کس قدر ہیں چاہنے والے ترے اے خوب رو
تیرے دیوانوں کی گنتی سے ہوا عاجز قیاس

تم تصور میں ہے ہو دور ہو سکتے نہیں
دین و دنیا میں رہو گے سایہ بن کے آس پاس

اس شرف کو تیری قربت کا شرف حاصل ہو یوں
کاش قدموں میں ترے ہوجائے میرا بھی نواس

دیگر:

نازش و فخر اہل زباں چل دیے
واصف شاہ کون و مکاں چل دیے

چھوڑ کر سب کو گریہ کناں چل دیے
داغ فرقت کا دے کر کہاں چل دیے

حور و غلماں تھے فردوس میں منتظر
اس لئے جلد سوئے جناں چل دیے

یہ تو فانی تھا وہ ہے ہمیشہ کا گھر
یہ مکاں چھوڑ کر وہ مکاں چل دیے

انس و جن کو ہی افسوس کیوں ہو فقط
ہے زمیں غم زدہ آسماں چل دیے

سونا سونا ہوا سنیت کا چمن
ایک گل تھے تمہیں بے گماں چل دیے

مسلک اعلیٰ حضرت کی اب خیر ہو
تم تھے نگران اور پاسباں چل دیے

کاش نعم البدل پائے سوداگراں
علم کے تم تھے کوہ گراں چل دیے

اے شرفؔ ان کو رب نے طلب کر لیا
تم ہو غمگین وہ شاداں چل دیے

***

حسام میاں: حضور تاج الشریعہ کا فیض روحانی

قاری محمد شرف الدین رضوی، خادم القرآن جامعۃ الرضا بریلی شریف

زندگی کے کچھ لمحات ایسے ہوتے ہیں جنھیں چاہ کر بھی نہیں بھلایا جا سکتا۔ انہیں میں میرے وہ یادگار لمحات ہیں جن میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے پوتے محمد حسام احمد سلمہ المنان کو پڑھانے گھر جایا کرتا تھا، تعلیم کے آغاز کی سرگزشت کچھ یوں ہے کہ ایک بار میں اور جامعہ کے موقر استاذ حضرت مولانا شہزاد عالم صاحب قبلہ شہزادہ حضور تاج الشریعہ علامہ عسجد رضا خاں صاحب کے دولت کدہ پر موجود تھے اور حالات جامعہ پر سخن تراشیاں ہو رہی تھیں کہ یکا یک حضور عسجد میاں صاحب نے فرمایا حسام احمد کو پڑھانا ہے کون بہتر رہے گا؟ اس پر مولانا شہزاد عالم صاحب نے کہا کہ حضور ابھی تو قاعدہ بغدادی پڑھیں گے اس کے لئے میری ناقص رائے کے مطابق حضرت قاری شرف الدین صاحب زیادہ موزوں رہیں گے چوں کہ قاری صاحب کا تلفظ اور انداز تلاوت عمدہ اور دلکش ہے اتنا سنتے ہی حضور عسجد میاں صاحب قبلہ نے حامی بھر لی اور اسطرح سے یہ بابرکت خدمت فقیر کے ذمہ آئی جس میں میرے لئے دو فائدے تھے: (۱) پیر زادہ کی خدمت کا شرف (۲) مرشد گرامی وقار کے دیدار سے ہم کناری۔ ہر حال میں اس ذمہ داری کی انجام دہی میں مصروف ہو گیا جامعہ میں تدریسی عمل سے عہدہ برآں ہونے کے بعد سوداگران کا رخ کر لیتا ایک دن میں پڑھانے گیا تو حسام احمد نے پڑھنے سے انکار کر دیا اور میری انگلی پکڑ کر بارگاہ امام مجدد دین وملت میں لے گئے آپ کو آتا دیکھ کر رئیس میاں (جن کی شیرینی وغیرہ کی دکان ہے) نے پھولوں کی ٹوکری آپ کے ہاتھ میں تھما دی جیسا کہ انکی عادت ہے میں بارگاہ میں حاضر ہوا تو حسام میاں نے مجھ سے کہا کہ قاری صاحب آپ حضور مفتی اعظم ہند اور سیدی سرکار اعلیحضرت کے مابین کھڑے ہو کر سیدی سرکار اعلیحضرت سے عرض کر دیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کا روضہ پاک وہابی حکومت کی ناپاک سازشوں اور غلط ارادوں سے محفوظ رہے یہ ان دنوں کی بات ہے کہ جب وہابی حکومت روضہ پاک کو مسمار کرنے کی باتیں کر رہے تھے۔ (یہ بعینہ الفاظ نہیں بلکہ ترجمانی ہے) اور خود مستورات کے مزارات پر پھول ڈالنے چلے گئے اسی اثناء میں کسی عورت نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا، اور کہا میرے سر پر ہاتھ رکھ دیجیے آپ ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہتے ہیں: کیا تمکو معلوم نہیں کہ میرا تم سے پردہ ہے؟ فاتحہ خوانی سے فراغت کے بعد حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں سلامی اور دعا طلبی کے لیے حاضر ہوا اور سرکار کو سارا ماجرہ سنایا تو اس پر حضرت نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ قاری صاحب ہر دن مجھے آ کر خبر دیں کہ بھیا (یہ حضرت کا حسام میاں کے لیے محبت بھرا لقب تھا) نے پڑھا، یا نہیں اور ساتھ ہی انکی مزہ کی باتیں بھی سنایا کریں۔ اس مقام پر یہ بھی بتاتا چلوں کہ حضور تاج الشریعہ حسام میاں سے بے پناہ محبت کیا کرتے تھے، حتی کہ تبلیغی دورہ پر اس وقت تک روانہ نہ ہوتے جب تک کہ حسام میاں کو اپنے گود میں بٹھا کر پیار نہ کر لیتے اور بسا اوقات ایسا ہوتا کہ دوران سفر اگر حسام میاں کی یاد آتی تو فوری طور پر حضرت علامہ عسجد رضا صاحب کے ذریعہ ان کو اپنی رہائش گاہ پر بلوا بھی لیتے۔ محبت میں کبھی بھیا کے لقب سے یاد کرتے تو کبھی علامہ قرافی کے نام سے۔ میں واضح طور پر

حسام میاں میں حضور تاج الشریعہ کے روحانی تصرفات کا اثر دیکھتا ہوں اور بھیا کے حالات دیکھ کر شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ کا یہ شعر ذہن میں گردش کرتا ہے۔

بالائے سرش ز ہوشمندی   می تافت ستارہ سر بلندی

جامعہ کا ایک طالب علم جس کا نام محمد حسن ہے اور وہ جودھ پور راجستھان سے تعلق رکھتا ہے، اس کا کہنا ہے کہ میں ایک دن بارگاہ سرکار تاج الشریعہ میں کلونجی اور شہد دم کرانے گیا، ہر چند کوشش کے باوجود بھیا نے دم کرانے نہ دیا۔ بالآخر حضور تاج الشریعہ اپنے کمرے میں تشریف لے گئے، تو میں نے محبت بھرے لہجے میں اظہار افسوس کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے جان بوجھ کر دم کروانے نہیں دیا اس پر جواباً ارشاد فرمایا کہ دم کی ضرورت ان چیزوں میں پڑتی ہے جن میں پہلے سے شفاء نہ ہو تو دم کرا کے قابل شفاء بنایا جاتا ہے، کلونجی اور شہد کی شفاء تو حدیث پاک سے ثابت ہے۔ وہ طالب علم کہتا ہے کہ میں یہ جواب سن کر حیرت میں پڑ گیا کہ اس کم عمری میں ایسی بڑی بڑی باتیں کون کرتا ہے، ہو نہ ہو مرشد گرامی کے فیض روحانی کی کرشمہ سازی ہے ایک بار میں بھیا کو پڑھا رہا تھا کہ اسی دوران ایک خادم نے ضروری کاغذات کے تئیں بھیا سے فوٹو کھچوانے کو کہا اصرار کے باوجود انکار ہی کرتے رہے اور جلال بھرے لہجے میں کہا: اگر بروز قیامت خدا مجھ سے تصویر میں روح ڈالنے کو کہے گا تو میں کیا کروں گا، ایسا کرنا ناممکن ہے۔

آخری سطور کے طور پر یہ واقعہ بھی رقم کرتا چلوں کہ جن دنوں میں حسام میاں کو پڑھاتا تھا وہ سخت سردی کے ایام تھے (جیسا کی ہمارے صوبہ یوپی کی سردی بڑی مشہور ہے)، ایسے میں بارہا آتے جاتے دیر ہو جاتی تھی سوداگران سے جامعہ کی دوری تقریباً سات کلومیٹر ہے، راستے میں کہرہ کی وجہ سے گاڑی چلانے میں بڑی مشقتوں کا سامنا کرنا پڑتا، جس کی وجہ سے قلب ناداں پر یہ خیال گزرا کی کہیں میں بڑے حادثہ کا شکار نہ ہو جاؤں یا کوئی بڑا مرض نہ لاحق ہو جائے۔ ایک دن اسی خیال کو ذہن میں رکھ کر حضور تاج الشریعہ سے گویاں ہوا کی سرکار ایسا ایسا پرخطر راستہ رہتا ہے، دعا فرمادیں کی جسمانی بیماری اور بڑے حادثے سے محفوظ رہوں۔ اس گزارش پر آپ نے دعا کرتے ہوئے فرمایا: اللہ اچھا رکھے بحمد اللہ تعالیٰ مستجاب الدعوات ذات کے جملے بارگاہ یزدی میں اس قدر مقبول ہوئے کہ جب تک اس ذمہ داری کو انجام دیتا رہا کبھی نزلہ تک نہ ہوا چہ جائے کہ جانی زیاں کاری۔ جس طرح آپ کا فیضان آپ کے پوتے حسام میاں پر برس رہا ہے اسی طرح ہر اس شخص پر بھی برسے گا جو آپ کی عقیدت میں مست رہے گا اور آپ کے روحانی تصرفات کو دل سے مانے گا رب قدیر سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے روحانی مربی کی تربت پر گوہر باری کرے اور آپ کے درجات بلند فرمائے اور ہم جیسے بے سروساماں افراد کو متاع دین و دنیا سے نوازے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

***

نقش سوم

اساتذہ کرام، مشائخ عظام، علمائے عصر

مقام تاج الشریعہ اور اکابرین اہل سنت!

مولانا شارب ضیا مصباحی، استاذ جامعہ قادری مدینۃ العلوم، ڈی جے ہلی، بنگلور

وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین مفتی اعظم ہند، تاج الشریعہ، بدر الطریقہ، مفکر اسلام، حضرت علامہ مفتی الحاج الشاہ محمد اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمہ والرضوان علم وعمل فضل وکمال زہد و ورع اور طہارت وتقدس میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان محدث بریلوی، اپنے جد امجد حجۃ الاسلام علامہ مفتی حامد رضا خان اور تاجدار اہلسنت مفتی اعظم عالم اسلام رضوان اللہ علیہم کے قائم مقام اور سچے جانشین تھے۔ آپ بیک وقت محدث، مفسر، محقق، اصولی، ناقد، مورخ، مصنف، مولف، مترجم، شارح، مدبر، مفکر، شاعر، ادیب، مقرر، نحوی، صرفی، منطقی، مبلغ، او ر داعی جیسے کثیر جلیل القدر اوصاف وکمالات سے متصف تھے۔ آپ کا مقبول اعاجم واعارب اور مرشد اکابر واصاغر ہونا آپ کے ممتاز ترین اوصاف میں ہیں۔ آپ کے مداح پورے عالم اسلام میں موجود ہیں۔ دنیا بھر سے متوسلین، مندوبین، اور معتقدین نے آپ کے وصال پر ملال پر غم وتعزیت کا اظہار کیا اور کروڑوں کی تعداد میں شریک جنازہ ہوکر اپنے اعتقاد وانتساب کا اظہار کیا۔ اور دانشوران اہلسنت نے آپ کو موجودہ دور کا سب سے بڑا عالم ومفتی تسلیم کیا ہے۔ اس لیے سر دست ہم نے آپ کی عظمت وشان، زہد وتقویٰ، علم وحکمت اور تبلیغ وارشاد سے متعلق اکابرین کے کہے گئے اور لکھے گئے تاثرات میں سے چند تاثرات نظر قارئین کرنے کی کوشش کی ہے، جو کہ درج ذیل ہیں۔

(۱) تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم ہند الشاہ مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "اختر میاں اب گھر میں بیٹھنے کا وقت نہیں یہ لوگ جن کی بھیڑ لگی ہوئی ہے کبھی سکون سے بیٹھنے نہیں دیتے اب تم فتویٰ نویسی کے کام کو انجام دو میں دار الافتا تمہارے سپرد کرتا ہوں اور آپ نے موجودہ لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ آپ لوگ اختر میاں سلمہ سے رجوع کریں انہیں کو میرا قائم مقام اور جانشین جانیں"۔ (حیات تاج الشریعہ ص ۱۷،۱۸)

(۲) حضور احسن العلماء مارہروی رحمۃ اللہ علیہ نے عرس قاسمی ۱۹۸۳ء کی تقریب میں جانشین مفتی اعظم ہند کا استقبال قائم مقام مفتی اعظم علامہ ازہری زندہ باد کے نعرہ سے کیا مجمع کثیر میں جانشین مفتی اعظم کو سلسلہ قادریہ برکاتیہ کی تمام خلافت واجازت عطا فرمائی۔ (ایضاص ۹۰۰)

(۳) خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ متوطن پاکستان نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ ہندو پاک میں ہماری مرکزی شخصیت حضرت علامہ مفتی اختر رضا خان صاحب قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ کی ہے جو نائب مفتی اعظم ہند کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔

(۴) حضرت علامہ سید فخر الدین اشرف اشرفی الجیلانی سجادہ نشین کچھوچھہ مقدسہ فرماتے ہیں کہ عظیم روحانی خانوادے کے چشم وچراغ طریقت وشریعت کے علم بردار فقیہ عصر حامل زہد وتقویٰ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ ومولانا تاج الشریعہ الحاج اختر

رضاخان صاحب قبلہ ملقب بہ ازہری میاں دامت برکاتہم القدسیہ کی ذات ستودہ صفات ہے جو علم وعمل زہد وتقویٰ، شرم وحیاء، صبر و قناعت، صداقت واستقامت، وغیرہ عظیم صفات حسنہ سے متصف ہیں۔ یہ عصر حاضر کی وہ عظیم ہستی ہیں جس سے عوام وخواص یکساں طور پر مستفید ہو رہے ہیں۔ (تجلیات تاج الشریعہ ص ۲۴۹)

(۵) حضرت مولانا سید اویس مصطفیٰ واسطی بلگرام شریف نے فرمایا کہ فقیر قادری کو جانشین مفتی اعظم ہند علامہ ازہری میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے بارہا ملاقات کا شرف حاصل ہوتا رہتا ہے یہ ملاقات وروابطے دیرینہ تعلقات کے باعث ہیں جو خانقاہ بلگرام وبریلی میں ہمیشہ سے رہے ہیں موصوف کو خانقاہ رضویہ میں وہ مقام حاصل ہے کہ تاج الشریعہ اور قاضی القضاۃ جیسے القاب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ (تجلیات تاج الشریعہ ص ۱۰۹)

(۶) حضرت سید شاہ فضل المتین چشتی صاحب قبلہ گدی نشین اجمیر معلی فرماتے ہیں کہ تاج شریعت مفتی اختر رضا خان ازہری صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی ذات بابرکات علمی، دینی، روحانی، اور سماجی خدمات کے حساب سے ایک مثال ہے۔ یہ اس وقت کی ایک اہم قابل ذکر اور قابل قدر شخصیت ہیں اور ایسے حلقے کے سربراہ ہیں جس کے ذکر کے بغیر ہمارے عہد کی دینی، مسلکی اور فقہی تاریخ مکمل ہو نہیں سکتی۔ یہ بذات خود شخصی اعتبار سے بلند مرتبت ہیں۔ (ایضاً ص ۳۵)

(۷) فضیلت الشیخ العلامہ محمد عمر بن سلیم المہدی الدباغ مدظلہ العالی بغداد شریف تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ وصدر العلماء کی تعریف وتوصیف بڑی عقیدت مندانہ انداز میں فرماتے تھے۔ شیخ صاحب نے سرکار تاج الشریعہ کی شان میں عربی زبان میں منقبت بھی لکھی اور آپ نے حضور تاج الشریعہ سے سند الحدیث والافتاء اور اجازت وخلافت لی۔ (ایضاً ص ۵۹۵)

(۸) الجامعۃ الاشرفیہ عربی یونیورسٹی مبارک پور کی عزیز المساجد میں منعقدہ تعزیتی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے سربراہ اعلیٰ حضرت علامہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ شہزادۂ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے کہا کہ سرکار تاج الشریعہ خانوادہ اعلیٰ حضرت کے روشن چراغ ہونے کے ساتھ ساتھ پوری دنیا کے عاشقوں کے دلوں کی دھڑکن تھے اور آپ کی شخصیت انتہائی متاثر کن تھی جو بھی آپ پر نظر ڈالتا وہ آپ کا دیوانہ ہو جاتا یہی وجہ ہے کہ آج پورے عالم اسلام میں آپ کے کروڑوں عقیدت مند پھیلے ہوئے ہیں۔

(۸) صدر العلماء خیر الاذکیا حضرت علامہ محمد احمد مصباحی ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے فرمایا کہ صد حیف! میر کارواں جا تا رہا، تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضاخان ازہری کی رحلت کا غم صرف ایک خاندان، ایک شہر یا ایک ملک کا غم نہیں بلکہ آپ کی جدائی پر پوری ملت سوگوار ہے۔ جامعہ اشرفیہ کی تاریخ میں کبھی بھی اور کسی بھی ذات کی رحلت پر دو دن کی تعطیل نہیں ہوئی، سرکار تاج الشریعہ کی رحلت پر پہلا موقعہ ہے کہ جامعہ میں دو دن کی تعطیل رہی تمام طلبہ، اساتذہ اور جامعہ کے ارباب انتظام وانصرام شریک جنازہ ہوئے کیوں نہ ہوں اس لیے کہ تاج الشریعہ اہل سنت کے میر کارواں تھے۔

(۹) الجامعۃ الاشرفیہ میں منعقدہ تعزیتی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے محقق مسائل جدیدہ حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی صدر المدرسین وصدر شعبہ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور نے کہا کہ آج عالم اسلام کے لیے بڑے ہی قلق اور قلبی اضطراب کی بات ہے کہ ہم سے قاضی القضاۃ فی الہند علامہ مفتی اختر رضاخان ازہری رخصت ہو گیے۔ آپ کی علمی وروحانی شخصیت خانوادہ اعلیٰ حضرت کی معروف ترین ذات تھی، آپ نے مفتی افضل حسین مونگیری اور مفتی اعظم ہند سے باقاعدہ افتاء کی تربیت لی آپ کی

عربی، اردو، انگریزی تصانیف، عربی و اردو تراجم، سیمیناروں کے مقالات اور فقہی و علمی شہ پارے ایک عظیم یادگار ہیں، جو رہتی دنیا تک لوگوں کے لیے مشعل راہ بنی رہیں گی۔

(۱۰) مرکز الثقافۃ السنیہ کے بانی و مہتمم حضرت شیخ ابوبکر مسلیار دامت برکاتھم العالیہ نے درس بخاری منعقدہ ۲۳ جولائی بروز پیر ۲۰۱۸ء کے موقع پر وارث علوم اعلیٰ حضرت مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان ازہری کی رحلت پر اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ تاج الشریعہ کی رحلت علمی، دو عوتی خسارہ ہے، آپ کی شخصیت عالم اسلام کے علماے کرام اور سواد اعظم اہل سنت کے اکابرین کے درمیان قابل احترام تھی، آپ دنیاے سنیت کے عظیم رہنما اور افکار رضا کے امین و پاسبان تھے، شیخ نے اظہار تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ ازہری میاں ماضی قریب اور موجودہ وقت کے سب سے بڑے عالم و مفتی تھے۔

(۱۱) شیخ الاسلام مفسر قرآن حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں صاحب قبلہ نے فرمایا کہ مفتی اختر رضا خان ازہری صاحب کی رحلت بلاشبہ علمی و روحانی دنیا میں عظیم خلا ہے جس کا پر ہونا مستقبل قریب میں نظر نہیں آتا۔ ازہری صاحب نے دین و سنیت اور رشد و ہدایت کی جو خدمات انجام دی ہیں یقیناً وہ تاریخ کا ایک اہم حصہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ازہری صاحب کے ذریعہ دین و سنیت کی راہ میں کی گئی ہر چھوٹی بڑی خدمات قبول فرمائے۔ آمین!

(۱۲) خانقاہ مارہرہ مطہرہ کے سجادہ نشین عالمی شہرت یافتہ بزرگ حضرت سید نجیب حیدر میاں نوری صاحب قبلہ نے کہا کہ مفتی اعظم ہند قاضی القضاۃ فی الہند علامہ مفتی اختر رضا خان المعروف ازہری میاں کا وصال دنیاے سنیت کا ناقابل تلافی نقصان ہے، جس سے علم فقہ کے ایک عہد کا خاتمہ ہوگیا، ازہری میاں ان عظیم شخصیات میں ایک تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے بے شمار محاسن و کمالات سے سرفراز فرمایا، آپ عظیم فقیہ و محقق اور اعلیٰ حضرت کے علوم کے سچے وارث تھے آپ مارہرہ مطہرہ کے افکار و نظریات کے بے باک ترجمان اور مفتی اعظم ہند کی علمی و روحانی وراثتوں کے سچے امین اور جانشین تھے۔ آپ کی فکری و علمی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ عربی اردو زبان میں آپ کی تحریر کردہ متعدد کتابیں ان پر شاہد ہیں۔

(۱۳) انٹرنیشنل داعی، عالمی شہرت یافتہ خطیب مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن نے لندن میں حضور تاج الشریعہ کی رحلت پر ایک تعزیتی پروگرام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ وصال عام طور پر کسی کے جانے کا نام ہوتا ہے مگر تاج الشریعہ کا وصال امت مسلمہ کی حیات کا نام ہے ایک نئی بیداری کا نام ہے ایک نئے انقلاب کا نام ہے آج دنیا دیکھ رہی ہے کہ ایک شخص کے احترام میں کئی کروڑ افراد جمع ہوسکتے ہیں، یہی افراد اگر کبھی جمع ہو جائیں باطل قوتوں کے خلاف تو باطل کی تمام قوتیں سرخمیدہ ہو جائیں گی، یہ کارنامہ انجام دیا ہے تاج الشریعہ نے اپنے انتقال کے ذریعہ سے۔ میں عہد شباب سے جانتا ہوں میں اس محفل میں کم از کم اس سعادت کا حامل ہوں کہ زمانہ طالب علمی سے لیکر آخری انجام تک میں نے ان کا مشاہدہ کیا ہے ان کا بچپن دیکھا ہے، دورہ طالب علمی دیکھا ہے تین سال مجھ سے بڑے تھے اور علم و ہنر کے تو بہت بڑے تھے کہاں وہ اور کہاں میں، بہت عظیم تھے وہ، وہ تو رخصت ہوگئے مگر ایک زندگی دے گئے اپنی قوم کو اہل سنت کو اور امت مسلمہ کو۔ بہت سے لوگ خانقاہوں کے اعتبار سے مختلف اداروں کے اعتبار سے اختلاف کی بات کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ ہندوستان کے سنی منتشر ہوگئے ہیں اب متفق نہیں ہو پائیں گے، ان کو متحد کرنا بڑا مشکل کام ہے لیکن متحد کر دکھایا حضرت کے جنازے نے، کہ

جنازے میں بریلی بھی تھا، مارہرہ بھی تھا، کچھوچھہ مقدسہ بھی تھا، بدایوں بھی حاضر تھا، آج ناگ پور بھی تھا، پیلی بھیت بھی تھا، سبھی تھے، بلکہ پورا عالم اسلام تھا۔ وہ ہمیں متحد کر گئے مجھے یقین ہے کہ ان شاء اللہ ان کا بخشا ہوا یہ اتحاد ہمیشہ قائم رہے گا۔

(۱۴) آبروئے صحافت حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی نے جامعہ قادریہ دارالقلم دہلی میں اظہار تعزیت اور دعائے مغفرت کی منعقدہ محفل کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کبھی کبھی محاورے بھی بولنے لگتے ہیں جیسے آج طویل علالت کے بعد خانوادۂ رضا بریلی شریف کے دینی وعلمی چشم و چراغ اور عالم اسلام کے علمائے کرام، مشائخ طریقت اور سواد اعظم اہلسنت کے دینی پیشوا حضرت علامہ اختر رضا خان ازہری بریلوی کے وصال پر سب کی زبان سے بے ساختہ یہی نکل رہا ہے کہ علم و عمل اور شہرت و مقبولیت کا جہان اٹھ گیا۔ یہ حقیقت ہے کہ تاج الشریعہ خانوادۂ رضا میں افکار رضا، علوم رضا اور کردار رضا کے امین و پاسبان تھے اس طرح حضرت تاج الشریعہ کا وصال ملک وملت اور سواد اعظم اہلسنت و جماعت کے لیے ناقابل تلافی نقصان عظیم ہے۔

(۱۵) خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند حضرت مفتی سید شاہد علی حسنی محدث رام پوری فرماتے ہیں کہ عصر حاضر میں اعلیٰ حضرت کے علوم وفنون کے سچے وارث، حجۃ الاسلام و مفتی اعظم ہند کے صحیح جانشین، روحانیت کے تاجدار، رضویت کے امین، تاج الشریعہ، فقیہ اسلام، قاضی القضاۃ فی الہند، محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ ہیں۔ جو اہل سنت و جماعت کی عالمی سطح پر علمی، دینی، اعتقادی اور فکری قیادت ورہبری فرمارہے ہیں جن کے آفتاب شہرت و اقبال کی کرنیں سارے عالم کو روشن و منور کر رہے ہیں۔

(حیات تاج الشریعہ جدید اضافہ ص ۱۲)

(۱۶) حضرت ڈاکٹر علامہ مفتی ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی علیگ نے فرمایا کہ "میرے آقا حضرت علامہ شاہ اختر رضا قادری قدس سرہٗ جیسے مرشد برحق چلے گئے، جہان رشد و ہدایت تاریک ہو گیا۔ تاج الشریعہ رخصت ہوئے، شریعت کے ایوان سونے ہو گئے۔ بدر الطریقہ روپوش ہو گئے، طریقت کا آفتاب گہنا گیا۔ ایک عارف باللہ وصال محبوب سے شادکام ہوا، بادۂ عرفان کی سرمستی جاتی رہی۔ ایک قاضی القضاۃ نے رخ موڑ لیا، دارالقضا کی رونق چلی گئی۔ فخر ازہر نے جہان فانی کو الوداع کہا، جامعات کے ایوانوں میں ماتم بپا ہے۔ شیخ الاسلام والمسلمین دنیا سے اٹھ گئے، سارا جہان سنیت سوگوار ہے۔ ع

تم کیا گئے کہ رونق دنیا چلی گئی

حضرت تاج الشریعہ قدس سرہٗ کی جامع کمالات و محاسن شفیق ہستی اپنے ساتھ بہت سی خصوصیات لے کر اس دنیا سے رخصت ہوئی اور اپنے کروڑوں چاہنے والوں کو روتا بلکتا چھوڑ گئی۔ حضرت تاج الشریعہ قدس سرہٗ کا ایک نادر وجود باسعود تھا جس کے گرد فرزندان توحید اور عاشقان ماہ رسالت پروانہ وار نثار ہوا کرتے تھے۔ وہ جدھر تشریف لے جاتے، دیوانوں کی بھیڑ لگ جاتی۔ جس سمت رخ فرماتے، میکدۂ عرفان و محبت آباد ہو جاتا۔ جس جگہ تشریف رکھتے، ایک خیابان محبت آباد ہو جاتا۔ یہ شاعرانہ استعارہ آپ کے مقدس وجود پر پورے طور سے صادق آتا ہے۔

ان کا سایہ اک تجلی، ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر گذرے، ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

(۱۷) حضرت علامہ سید عرفان مشہدی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ دور حاضر میں اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام، مفتی اعظم ہند کے سچے جانشین، افکار رضا کے کھرے وارث قائد ملت حضور تاج الشریعہ مفتی اعظم علامہ الشاہ اختر رضا خان قادری بریلوی دامت برکاتہم

العالیہ ہیں۔ (تجلیات تاج الشریعہ ص ۴۹)

(۱۸) حضرت علامہ سید شاہ مظفر حسین قادری صاحب قبلہ متوطن پاکستان فرماتے ہیں الحمد للہ میرے شیخ تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ نے اس وقت فتاوی رضویہ کی تین جلدیں مکمل عربی میں کردی ہیں اور عربی بھی وہ جس پر مصری بھی نثار ہو جائیں۔ تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کی آج کوئی نظیر نہیں نہ تقوی میں کوئی نظیر نہ علم میں کوئی نظیر۔

(۱۹) عالمی شہرت یافتہ اسلامی اسکالر، شوشل میڈیا پر دھوم مچانے والی انٹرنیشنل شخصیت مفکر اسلام حضرت علامہ پیر ثاقب رضا مصطفائی پاکستان نے دار العلوم امجدیہ کراچی میں منعقدہ محفل سوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان ازہری میاں عکس اعلیٰ حضرت تھے۔ آپ مفتی اعظم ہند کے علوم وتقوی کے وارث اور افتخار روزگار تھے۔ آپ کا پاکیزہ وجود امت مسلمہ کے لیے ابر بہار کا درجہ رکھتا تھا۔ آپ لاکھوں لوگوں کے لیے صحت عقیدہ کی ضمانت ٹھہرے اور وابستگان سلسلہ کی روحانی تربیت اور فکری تطہیر کی لیے عمر بھر کوشاں رہے۔ آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ خدمت دین متین میں بسر ہوا۔ آپ کے سانحہ ارتحال سے پیدا ہونے والا خلا کبھی پر نہیں ہوگا۔ آپ کے دینی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے بلندی درجات کی دعا کرتا ہوں اللہ جل شانہ آپ کی تربت انور پر رحمت اور برکت کا سایہ ہمیشہ ضوفگن رکھے اور ہمیں آپ کے نقوش پا کی برکتیں نصیب کرے۔ آمین بحرمت طہ ویسین۔

(۲۰) مسجد فتح پوری دہلی کے شاہی امام حضرت مفتی محمد مکرم احمد نقشبندی نے کہا کہ حضرت ازہری کے انتقال کی خبریں سن کر بالکل یقین نہیں ہو رہا ہے کہ علم وحکمت کا کوہ ہمالہ ہمارے مابین نہ رہا۔ جب سے یہ خبر کانوں میں پڑی ایک ہی جملہ گردش کر رہا ہے کہ آپ کا انتقال "موت العالم موت العالم کے مصداق ہے۔

(۲۱) معروف علمی و ادبی شخصیت حضرت علامہ ڈاکٹر فضل الرحمن شرر مصباحی نے کہا کہ ہماری نظر میں موجودہ دور میں تاج الشریعہ ہی علوم اعلیٰ حضرت کے سچے اور حقیقی نمائندہ تھے۔ دین وشریعت اور علم وادب اور نعتیہ شاعری میں ان کے واقعی جانشین تھے۔

(۲۲) غیاث ملت حضرت سید غیاث الدین قادری ترمذی صاحب قبلہ سجادہ نشین خانقاہ کالپی شریف فرماتے ہیں کہ حضور تاج الشریعہ دامت برکاتھم العالیہ کی جامع تصوف شخصیت ظاہر وباہر ہے آپ کی علمی، فقہی، مسلکی، ملی، تصنیفی اور روحانی خدمات نے آپ کو عالم اسلام کی آفاقی شخصیت بنا دیا ہے جسے کوئی انصاف پسند جھٹلا نہیں سکتا، آج بھی حضور تاج الشریعہ جملہ سنیوں کے آئیڈیل ہیں۔ (تجلیات تاج الشریعہ۔ ص، ۳۳)

اس طرح بے شمار ارباب علم ودانش نے سرکار تاج الشریعہ کی شان وعظمت کا گیت الاپا ہے اور آپ کے علمی جلال کے قصیدے پڑھے ہیں جن میں ترکی صدر طیب اردگان، شہزادہ غوث اعظم سید ڈاکٹر عبد العزیز الخطیب الحسنی والحسینی بغداد شریف، الشیخ عثمان بن عمر الشافعی الصومالی، مولانا الیاس عطار قادری، مناظر اہلسنت مفتی حنیف قریشی، مفتی اجمل رضا قادری، مفتی اکمل صاحب عطاری، شیخ حسن حبیب الرحمن پاکستان۔ مناظر اہل سنت مفتی محمد ذو الفقار علی رشیدی مصباحی بانی جامعۃ الزہرا للبنات اتر دیناج پور بنگال، مفکر اسلام علامہ مجاہد حسین مصباحی صدر المدرسین دار العلوم غریب نواز ومفتی محمد شعیب عالم نعیمی صدر افتاء دار العلوم یادگار حبیب الہ آباد، رضوی کتاب گھر دہلی کے مالک حافظ قمر الدین صاحب، مفتی شمس الہدی مصباحی، مفتی معراج القادری مصباحی، مفتی

صدرالوریٰ قادری مصباحی، مفتی ناظم علی مصباحی، مفتی مسعود احمد مصباحی، مفتی زاہد علی سلامی جامعہ اشرفیہ مبارک پور۔ سید فضل اللہ چشتی چیئرمین فلاح فاونڈیشن دہلی، مفتی محمد عارف حسین قادری مصباحی صدر شعبہ افتا، سراج العلوم جاج متوکان پور، ماہر رضویات مولانا ابوالحسن علی رضوی حیدرآباد، مولانا ظفرالدین برکاتی مصباحی مدیر اعلیٰ ماہنامہ کنزالایمان دہلی، مولانا ارشاد نعمانی دہلی، مولانا غلام مختار قادری، مولانا نور عالم نوری مصباحی، مفتی غلام سرور مصباحی، مولانا احمد رضا مصباحی، مولانا احمد رضا ثقافی جامعہ قادریہ مدینۃ العلوم بنگلور خصوصا قابل ذکر ہیں۔ ان جیسے لاکھوں افراد ہیں کہ جنہوں نے سرکار تاج الشریعہ کے مقام و مرتبت کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے آپ کو مداحان تاج الشریعہ میں شمار کرایا ہے۔

حضور تاج الشریعہ اور ان کے معاصرین

مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی

اہل اسلام عموماً اور جماعت اہلسنت کے ذی علم، ذی شعور اور فقہ وافتاء سے وابستہ افراد و شخصیات خصوصاً وارث علوم اعلیٰ حضرت، مظہر حضور حجۃ الاسلام، جانشین حضور مفتی اعظم حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا مفتی شاہ اختر رضا خاں ازہری صاحب قبلہ کو تاج الشریعہ کے لقب سے یاد کرتی ہیں۔ اس لقب پر علمائے ہندو پاک کا اتفاق ہے۔ اس لئے اس کی حیثیت اجماعی ہے۔ عوام وخواص میں اس کی قبولیت کا یہ عالم ہے کہ جلسوں، کانفرنسوں اور مذہبی تقریبات میں "بستی بستی، قریہ قریہ، تاج الشریعہ تاج الشریعہ" کے نعرے بکثرت لگتے ہیں جب تک یہ نعرے بلند نہیں ہوتے بےتاب عقیدتوں کو سکون نہیں ملتا۔

جب یہ نعرے بلند ہوتے ہیں تو حاضرین وسامعین کے جنون عشق میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ یہ نعرے ان کی موجودگی میں بھی لگتے ہیں اور غیر موجودگی میں بھی لگتے ہیں، جنون عشق سے اندازہ ہوتا ہے کہ تاج الشریعہ کے لقب کی آپ کی ذات اہل، یہ لقب آپ سے پہلے بھی بعض شخصیات کو دیا گیا ہے، نا اہل کو عقیدت بیجا کے زیر اثر کوئی لقب ملتا ہے تو اس میں دیر پائی نہیں ہوتی اور اہل کو ملتا ہے تو کبھی کبھی وہ لقب علم کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے، تاج الشریعہ اب علم کی حیثیت اختیار کر چکا ہے جب بھی تاج الشریعہ بولا جاتا ہے تو اس وقت پوری اسلامی دنیا میں صرف آپ کی ذات مراد لی جاتی ہے، اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام، مفتی اعظم اور محدث اعظم یہ سارے القاب علم کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں، آج القاب بہت ارزاں ہو چکے ہیں، ماضی میں اتنے ارزاں نہ تھے، تاج الشریعہ کے لقب میں بڑی معنویت ہے، اس لقب سے شخصیت کی پورے طور پر ترجمانی ہوتی ہے۔

تاج الشریعہ اور اس کا مفہوم ☐

تاج الشریعہ کا مفہوم لغوی اعتبار سے "شریعت کا تاج ہے لیکن اصطلاحی وشرعی اعتبار سے اس کے دائرے میں بڑی وسعت وگہرائی ہے" ہماری جامعات اور مدارس کا دستور ہے کہ جب کوئی طالب علم دورۂ حدیث مکمل کر لیتا ہے تو اس کے سر پر علم کا تاج رکھا جاتا ہے کسی کے سر پر حفظ کا تاج رکھا جاتا ہے اور کسی کے سر پر قرائت کا تاج سجایا جاتا ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ جب کوئی علم کی تکمیل کے مرحلوں کو عبور کرتا ہے جبھی علم کا تاج اس کو دیا جاتا ہے ٹھیک اسی طرح "حضور تاج الشریعہ" کو بھی "شریعت کا تاج" اس وقت دیا گیا جب انہوں نے شریعت کے تمام تقاضوں کو پورا کیا یہ تقاضے کئی مرحلوں میں طے ہوئے۔

پہلا مرحلہ

اس کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ "حضور مفتی اعظم ہند" نے "حضور تاج الشریعہ" کو اپنا "معتمد علیہ" قرار دیا اور یہ اعلان فرمایا کہ ان کی بات میری بات ہوگی اور جو میری بات ہوگی وہی ان کی بات ہوگی اس بات میں کوئی شک نہیں کہ "مرشد اعظم، عارف باللہ اور عالم حق آگاہ" کی نگاہ بڑی دوررس نگاہ تھی یہی سبب ہے کہ آپ ساحل پر کھڑے ہو کر پاتال کی خبر رکھا کرتے تھے اور چہرہ کو دیکھ

کر قلب ونظر میں اُٹھنے والے مدوجزر کو بھانپ لیا کرتے تھے اور شخصیت میں پنہاں بہت سی خوبیوں کو جان لیا کرتے تھے اسی لئے آپ نے ''حضور تاج الشریعہ'' کو اپنا ''معتمد علیہ'' بنایا یہ فیصلہ برمحل بھی تھا اور برحق بھی دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضور تاج الشریعہ نے اپنے کسی قول یا فعل سے اپنے محترم ناناجان کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچنے دی آپ نے وہی کہا اور وہی کیا جس میں حضور مفتی اعظم کی مرضی ہوا کرتی تھی ان کی حیات ظاہری میں بھی آپ کا یہی رویہ رہا بعد وصال بھی اسی پر ثابت قدم رہے اور وصال سے اب تک آپ اسی پر قائم ہیں ورنہ زمانے کا یہ دستور رہے کہ جس طرح وہ بدلتا رہتا ہے ٹھیک اسی طرح اہل زمانہ بھی بدل جایا کرتے ہیں کبھی صبح تو کبھی شام کبھی رات تو کبھی دن یہی وہ زمانہ ہے جو کبھی اجالوں میں نہاتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تاریکیوں میں اپنا منھ چھپا لیتا ہے مگر صحیح معنی میں جب کوئی عالم ہوتا ہے محقق اور دانشور ہوتا ہے۔ تو اس کے رویوں میں سوئی کی نوک کے برابر بھی کوئی فرق نہیں آتا ہے۔

دوسرا مرحلہ

دوسرا مرحلہ اس وقت سے شروع ہوتا ہے۔ جب آفتاب شریعت، ماہتاب ولایت شبیہ غوث اعظم ہماری نگاہوں سے روپوش ہو جاتا ہے، اس لئے ضرورت تھی ایک ایسی ذات کی جو مریدین کے بلکتے ہونٹوں پہ اپنی انگلی رکھ دے، مرغ بسمل کی طرح تڑپتے دلوں پر تسلی کا ہاتھ رکھ دے اور خوابیدہ جذبوں کو پھر سے بیدار کردے ارباب حل وعقد سر جوڑ کر بیٹھے کہ اب ایسا کون ہوسکتا ہے؟ جو ان کی یادوں کو تازہ کردے، ان کے خوابوں کو تعبیر سے ہمکنار کردے ان کی نگاہ جس ذات گرامی پر پڑتی ہے وہ کسی اور کی ذات نہ تھی بلکہ ہمارے ممدوح یعنی حضور تاج الشریعہ کی ذات تھی اور ان کی شخصیت تھی اسی لئے ''حضور برہان ملت اور حضور احسن العلماء علیہما الرحمۃ والرضوان'' نے ''حضور تاج الشریعہ کو'' قائم مقام بالا قائم سرکار مفتی اعظم'' قرار دیا اور عیدین کی امامت بھی آپ کے سپرد فرمادی۔

تیسرا مرحلہ

علماء اہلسنت اس بات سے خوب اچھی طرح واقف ہیں کہ ''حضور تاج الشریعہ'' نے حضور مفتی اعظم کی جانشینی کا پورا پورا حق ادا فرمایا کسی بھی مقام پر ''حضور مفتی اعظم ہند'' کے چاہنے والوں کو مایوس نہ ہونے دیا جب جب اور جہاں جہاں ان کی قیادت و رہنمائی کی ضرورت محسوس ہوئی آپ نے اسے بخوبی انجام علم کے میدان میں، فکر کی جولان گاہ میں تنقید کی وادیوں میں، دعوت وتبلیغ کے تپتے ہوئے صحرا میں سفر کرنے کی ضرورت پڑی تو آپ سب سے آگے نظر آئے جب علمی فکری اور تہذیبی تعاقب کے میدان میں اترے تو اپنے سامنے کسی کو بھی دم لینے کی مہلت نہ دی اور جب تلاش وجستجو تحقیق وتدقیق کے میدان میں اترے تو عالمی برادری سے اپنا لوہا منوالیا رشد و ہدایت کا معاملہ آیا تو آپ نے سب کو پیچھے چھوڑ دیا اور اس میدان میں بھی آپ بلندیوں پر فائز نظر آئے اس دور میں پیروں کی کمی نہیں ہے ایں قدر و آں قدر بہت سے پیر ہیں ۔ان میں اکثریت کا شریعت سے برائے نام رشتہ ہے وہ شریعت پر طبیعت کو ترجیح دیتے ہیں اور جب ان سے سوال ہوتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ ہم اہل طریقت ہیں یہی وجہ ہے کہ اب خانقاہوں سے اعتماد اٹھتا جارہا ہے۔ طریقت شریعت سے الگ کوئی چیز نہیں ہے جو طریقت شریعت سے الگ ہو وہ زندقہ ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ نے اس عنوان پہ بڑی نفیس گفتگو کی ہے۔ اہل شریعت خصوصاً نام نہاد اہل طریقت کے

لئے اعلیٰ حضرت کی گفتگو چراغ منزل کی حیثیت رکھتی ہے۔اعلیٰ حضرت کا رسالہ" شریعت وطریقت" کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے اور مارکیٹ میں دستیاب ہے۔حضور تاج الشریعہ کی ذات اعلیٰ حضرت کے رسالہ" شریعت وطریقت" کے عین مطابق ہے۔

مذکورہ مراحل سے گزرنے کے بعد ہی آپ کو" تاج الشریعہ" کہا گیا اس لقب کو بھی قدرت نے بہت بلندی عطا کی ہے اس لئے عوام وخواص کی زبان پر یہ لقب مثل وظیفہ رقصاں ہے۔بستی بستی قریہ قریہ" تاج الشریعہ' تاج الشریعہ"۔

تاج الشریعہ کون ہوتا ہے:

" تاج الشریعہ" وہ ہوتا ہے جو علم کا پر جوش سمندر ہو۔

" تاج الشریعہ" وہ ہوتا ہے جو فکر و معنی درک وادراک اور شعور واحساس کا باغ و بہار ہو۔

" تاج الشریعہ" وہ ہوتا ہے جو لفظ و معنی کے درو بست کا ماہر ہو۔

" تاج الشریعہ" وہ ہوتا ہے۔ جو فقہ وافتا میں اپنا جواب نہیں رکھتا ہو۔

" تاج الشریعہ" وہ ہوتا ہے۔ جو تنقید و تعاقب میں لاثانی ہو۔

" تاج الشریعہ" وہ ہوتا ہے جس کے ہاتھوں میں رشد وہدایت کا علم ہو۔

" تاج الشریعہ" وہ ہوتا ہے جو قبولیت عامہ کے شرف سے مشرف ہو۔

" تاج الشریعہ" وہ ہوتا ہے جو قیادت کی توانائیوں سے بھر پور ہو۔

" تاج الشریعہ" وہ ہوتا ہے جو خوف وخطر سے دور ہو۔

" تاج الشریعہ" وہ ہوتا ہے۔ جو احقاق حق اور ابطال باطل کے اظہار میں کسی مصلحت کا شکار نہ ہو۔

" تاج الشریعہ" وہ ہوتا ہے جو معقولات ومنقولات میں درک تام رکھتا ہو۔

" تاج الشریعہ" وہ ہوتا ہے جو ہزار مخالفتوں کے ہجوم میں استقامت وثبات قدمی کا جبل راسخ ہو۔

" تاج الشریعہ" وہ ہوتا ہے جو طوفانوں کی زد پر رشد وہدایت کی شمع فروزاں کرے

" تاج الشریعہ" وہ ہوا کرتا ہے جو صلح کلیت کی ظلمت کا سینہ چاک کر دے۔

" تاج الشریعہ" وہ ہوتا ہے جو اپنے پیش رومجددین کے افکار وخیالات کو حیات تازہ عطا کرے۔

" تاج الشریعہ" وہ ہوتا ہے جو زمانہ کے بدلتے ہوئے مزاج کو صحیح سمت دکھاتا ہے

" تاج الشریعہ" وہ ہوتا ہے جس کے پاس زمانہ کے اٹھتے ہوئے ہر سوال کا جواب موجود ہو۔

" تاج الشریعہ" وہ ہوتا ہے جس کا ہر ایک جواب شریعت کی ترجمانی کا حق ادا کرے۔

" تاج الشریعہ" وہ ہوتا ہے جو وقت کی رفتار پر عقابی نگاہ رکھے۔

مذکورہ اوصاف کی اس وقت اگر کوئی شخصیت جامع ہے تو وہ حضور تاج الشریعہ کی ذات ستودہ صفات ہے اسی لئے اہل علم انہیں" تاج الشریعہ" کے لقب سے یاد کرتے ہیں آج زمانہ کہاں جا رہا ہے؟ اس کی سوچ کیا بنتی جا رہی ہے؟ نوجواں علماء کے قدموں میں کیا لغزشات ہو رہی ہیں؟ اسے بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ایسے حالات میں اگر کوئی ذات گرامی حق وصداقت اور

رشد وہدایت کا روشن مینار بن کر کھڑی ہے تو وہ ''حضرت تاج الشریعہ'' کی ذات والا صفات ہے۔انہوں نے اپنے عمل سے یہ بات ثابت کردی ہے کہ رضا کا نور نظر لخت جگر رضا کا نمونہ ہے اس بات میں کوئی تردد نہیں کہ ظلمتوں کے تار و پود کو بکھیر دینے کا ہنر ''حضور تاج الشریعہ'' کو حاصل ہے طوفانوں سے کس طرح مقابلہ کیا جاتا ہے؟ آندھیوں کی زد پر حق وصداقت کا چراغ کیسے جلایا جاتا ہے اس سے حضور تاج الشریعہ خوب اچھی طرح واقف ہیں۔ میں سلام پیش کرتا ہوں۔حضور تاج الشریعہ کی ذات قدسی صفات کو آپ عصر حاضر میں اپنے علم وعرفان اور عشق خداداد سے تاریک دلوں کو روشن ومنور کر رہے ہیں۔آپ کے ارشادوفرمودات سے دلوں کی زمین کو شادابی مل رہی ہے اور بے چین نگاہوں کو تسکین کا غازہ مل رہا ہے۔

جب کوئی بات کسی سے سنی ہوئی ہوتی ہے تو اس کے بارے میں کسی کو شک ہوسکتا ہے تردد ہوسکتا ہے اور کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ میں کسی سنی ہوئی بات پر کس طرح یقین کرلوں؟ یہ مجھ سے نہیں ہو پائے گا ہاں جب میری آنکھیں دیکھ لیں گی اور اس ذات گرامی کے رخ زیبا کے دیدار سے مشرف ہوجائیں گی تب کوئی فیصلہ کیا جائے گا۔اس بارے میں ہمارے اکابر کا یہ مقولہ بھی ہے ''شنیدہ کے بود مانند دیدہ'' کہ سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی بات کی مانند نہیں ہوتی ہے ایسے ہی لوگوں سے میرا کہنا ہے کہ ہر بات دیکھ کر نہیں مانی جاتی ہے بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دیکھے بغیر بھی مان لی جاتی ہے جب کوئی خبر بار بار آتی ہے اور اس حد تک آتی ہے کہ حد تواتر کو پار کرجاتی ہے تو اس وقت دیکھ کر ماننے کی بات کرنا کسی حماقت سے کم نہیں ہے ہم نے بمبئی نہیں دیکھا ہے مگر اس بات کا یقین ہے کہ بمبئی ہندوستان میں موجود ہے ٹھیک اسی طرح ہم نے ''حضور تاج الشریعہ'' کے تعلق سے جو بھی باتیں پیش کی ہیں وہ سب کی سب دیکھی ہوئی ہیں یا پھر دیکھنے والوں میں سے کچھ افراد نے اس حد تک بتادی ہے جس کی وجہ سے بات حد تواتر تک پہنچ چکی ہے اس لئے ''تاج الشریعہ'' کے اوصاف وکمالات کے ماننے میں کسی طرح کا کسی کو تامل نہ ہونا چاہئے۔

معاصرین کا معنی ومفہوم

یہ عنوان بڑا اہم اور وسیع عنوان ہے محققین علماء نے اپنی کتابوں میں کسی اعلیٰ شخصیت کے معاصرین کا ذکر تو کیا ہے۔لیکن انہوں نے یہ نہیں بتایا ہے کہ معاصرین کے معنی، اس کے دائرے اور اس کی وسعت کیا ہے۔

معاصرین ''معاصر'' کی جمع ہے اور یہ ''باب مفاعلت'' سے تعلق رکھتا ہے،یہ اسم فاعل ہے اور اس کا مادہ {ع+ص+ر=عصر} ہے اس کا مفہوم عام طور پر ''ہم زمانہ'' بتایا گیا ہے گو کہ اس معنی میں بڑی وسعت وکشادگی پائی جاتی ہے،اسی لئے اس معنی کا سہارا لیتے ہوئے ہمارے بعض افراد نے جب بھی معاصرین کا ذکر کیا ہے ان میں موافقین کے ساتھ ساتھ مخالفین کا بھی ذکر کیا ہے،اس تعلق سے بکثرت نظیریں پیش کی جاسکتی ہیں جب کہ ایسا کرنا عنوان اور شخصیت دونوں کے مزاج کے خلاف ہے،اس مقام پر معاصر ماخوذ ہے ''عاصر فلاناً'' سے اس کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب ''المعجم الوسیط'' فرماتے ہیں:

من عاش معہ فی عصر واحد

یعنی معاصر وہ ہوا کرتا ہے جو ممدوح کے ساتھ ایک ہی زمانہ میں زندگی بسر کرے۔

''معاصر'' کی تشریح

معاصر کی توضیح میں صاحب ''المعجم الوسیط'' نے لفظ ''معہ'' کا استعمال کیا ہے جس سے ''معیت'' سمجھ میں آتی ہے۔اب سوال یہ

پیدا ہوتا ہے کہ ”معیت“ سے کس کی ’معیت‘ مراد ہے؟ زید، عمر، بکر کی؟ یا پھر ایرے غیرے کی ’معیت‘ مراد ہے؟ ایسا ہر گز نہیں ہے! بلکہ یہاں ”معیت“ سے اس ذات گرامی کی ’معیت‘ مراد ہے جس کے معاصرین کا آپ ذکر کرنا چاہتے ہیں میں اپنے اس مقالہ میں ”حضور تاج الشریعہ“ کے معاصرین کا ذکر کرنا چاہتا ہوں...... تو ظاہری بات ہے کہ ”معاصرین“ کے زمرہ میں انہیں افراد و اشخاص کو شامل کیا جا سکتا ہے جنہوں نے حضرت گرامی کی ’معیت‘ اختیار کی ہے اس کے علاوہ کسی ایسے فرد کا ذکر جو معیت سے دور ہو مناسب نہ ہوگا مجھے افسوس ہوتا ہے ان افراد پر جنہوں نے ”معاصرین“ کی فہرست میں غیروں کا ذکر کر کے ماحول کو کشیدہ کر دیا ہے اور علمی، فکری اور ادبی فضا میں تکدر پیدا کر دیا ہے یہ تو ایسا ہی ہوا جیسے کسی نے صاف وشفاف پانی میں شراب کی ایک دو بوند ڈال دی ہو یا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی پر کیف اور پر نور فضا میں بدبودار گندھک گھول دیا ہو اس لئے میں نے مناسب تصور کیا کہ معاصرین کے تعلق سے پوری بحث کر لی جائے تا کہ معاملہ صاف ہو جائے اور یہ بات کھل کر سامنے آ جائے کہ وہ کون لوگ ہو سکتے ہیں جو معاصر بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں اس کی ایک مختصر بحث ذیل میں ملاحظہ کریں۔

معیت اور اس کے اقسام

اس مقام پر ’معیت‘ سے وہ مفہوم مراد ہے جو صاحب ”المعجم الوسیط“ کی عبارت میں موجود لفظ ”معہ“ سے متبادر ہوتا ہے اس کا مطلب کسی ممدوح کے ساتھ کسی کا رہنا ہے جسے اہل علم ”معیت:: سے تعبیر کیا کرتے ہیں معیت کی دو قسمیں ہیں ☐

معیت حقیقی اور معیت حکمی

معیت حقیقی اس ’معیت‘ کو کہا جاتا ہے۔ جب کوئی انسان کسی کے ساتھ رہتا ہے کبھی ”معیت“ ایک خادم کو مخدوم کے ساتھ رہنے سے حاصل ہوتی ہے اور کبھی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کوئی انسان کسی کے ساتھ راز دار یعنی سکریٹری بن کر رہتا ہے دور حاضر میں جو بڑے لوگ ہیں ان کے ساتھ کوئی خادم ضرور رہتا ہے اور کوئی ہم راز بھی ہوتا ہے ہم راز کے لئے ضروری نہیں کہ وہ ہر وقت اس کے ساتھ رہے یہ معیت وقتوں کے ساتھ محدود ہوا کرتی ہے کبھی یہ سلسلہ دراز ہو جاتا ہے اور کبھی دراز تر اور کبھی ایسا بھی وقت آتا ہے کہ یہ ’معیت‘ تھوڑے ہی دنوں میں سمٹ جاتی ہے اور اس کا سلسلہ آگے نہیں بڑھ پاتا ہے۔

معیت حکمی یا اعتباری یہ ”معیت حقیقی“ کے بالکل برعکس ہے اور اس سے مراد ایسی ”معیت“ ہے جسے عام طور پر لوگ معیت کا نام نہیں دیتے اس معیت کی بھی چند صورتیں ہیں جو ترتیب وار ذیل میں ذکر کی جا رہی ہیں۔

معیت فی العقائد

یعنی معاصر وہ ہوتا ہے جو ممدوح کے عقائد و اصول اور نظریات سے اتفاق کرتا ہو اگر ممدوح سنی صحیح العقیدہ ہے اور مذہب اہلسنت و جماعت پر یقین رکھتا ہے تو یہ بات بھی ضروری ہے کہ اس کے معاصرین بھی ایسے ہی لوگ ہوں۔ جیسا کہ ہمارا ممدوح ہے معاصرین میں نہ کوئی بدعتی شامل ہو سکتا ہے اور نہ ہی اہل ہوا و ہوس میں سے کوئی فرد جہاں تک کسی کافر و مرتد کی بات ہے۔ انہیں تو کسی بھی صورت میں معاصرین کی صف میں شامل کرنے کی اجازت ہی نہیں بلکہ اس بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہئے اعتقادیات میں ہمارے دو امام ہیں امام ابو المنصور ماتریدی اور امام ابو الحسن اشعری حنفی المذہب کے پیروکار ماتریدی ہیں اور شافعی المذہب سے تعلق رکھنے والے اشعری ہیں۔

معیت فی المذہب

چونکہ ہمارے ممدوح یعنی "حضور تاج الشریعہ" مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیروکار ہیں خود اعلیٰ حضرت اور حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہما حنفی المذہب تھے۔ ہندوستان کے زیادہ تر علما، فضلا اور مفکرین حنفی ہیں جو افراد اس معیت سے مشرف ہیں معاصرین کی صف میں شامل ہو سکتے ہیں۔

معیت فی المسلک

اہل سنت و جماعت حق ہے باقی وہ تمام جماعتیں جو فکری اعتقادی اور نظریاتی اعتبار سے جماعت اہلسنت سے میل نہیں کھاتیں باطل ہیں۔ اہلسنت و جماعت کا شناختی نشان ہر زمانے میں بدلتا رہا ہے۔ کبھی اہلسنت و جماعت کا نشان امتیاز اشعری و ماتریدی تھا اور عصر حاضر میں اہل سنت کا امتیازی و شناختی نشان مسلک اعلیٰ حضرت ہے۔ حضور تاج الشریعہ کے معاصرین میں وہی حضرات شامل ہو سکتے ہیں جو مسلک اعلیٰ حضرت سے کلی طور پر اتفاق رکھتے ہوں۔

معیت فی الاستعداد

کسی کو معاصرین کی صف میں شمار کرنے سے پہلے اس بات کا ضرور خیال رکھا جائے کہ اس کی علمی، فکری اور فقہی استعداد کیا ہے اور تحقیق و تدقیق کے میدان میں اس کا معیار کیا ہے۔

معاصرین کے مدارج

"معیت حقیقی" کا دائرہ محدود ہوتا ہے اور جس فرد کو بھی یہ "معیت" حاصل ہوتی ہے اس کی بنیاد عقیدت پر قائم ہوتی ہے یا خدمت پر یا جذبہ ایثار پر اس لئے معاصرین میں ایسے افراد کو شامل کرنا مناسب نہیں جو مذکورہ اوصاف کے حامل نہ ہوں۔ معیت حکمی کا دائرہ وسیع اور بہت زیادہ کشادہ ہوتا ہے جو علم و فکر، شعور و ادراک، فقہ و تدبر اور تحقیق و تلاش تقاضا کرتا ہے۔

مذکورہ بالا خصوصیات کے جو فرد حامل و عامل ہوگا وہی معاصرین کی صف میں شامل ہو سکتا مگر ان میں بھی مدارج ہیں کوئی قریب ہوتا ہے تو کوئی قریب تر کوئی بعید ہوتا ہے تو کوئی بعید تر اس طرح کا فرق مراتب ہر قسم کی معیت میں پایا جاتا ہے اس لئے اس کا پاس و لحاظ رکھنا بہت زیادہ ضروری ہوتا ہے کون کس قدر اس کا لحاظ کرتا ہے اور کون نہیں کرتا ہے اس کی جانکاری بہت بعد میں حاصل ہوتی ہے اور اس وقت ہوتی ہے جب تک انتخابی عمل اپنے انجام کو پہنچ جاتا ہے۔

معاصرین کا تذکرہ کرتے وقت بات ذہن کے حاشیے میں رہے کہ ہمارا ممدوح کون ہے؟ اور اس کی عالمانہ، فاضلانہ، فقیہانہ اور محدثانہ شان و شوکت کیا ہے؟ اور یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اہل فکر و شعور کے درمیان اس کی حیثیت کیا ہے؟ نیز عوام میں اس کی شہرت و مقبولیت کا گراف کیا ہے۔ جب یہ ساری باتیں ذہن میں محفوظ ہوں گی تو انتخابی عمل میں سہولت ہوگی۔

حضور تاج الشریعہ کے معاصرین کی صف میں کون لوگ آ سکتے ہیں؟

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ حضور تاج الشریعہ کون ہیں اور ان کی علمی، فکری اور فقہی صلاحیت کیا ہے؟ مجھے اس بات کے اعتراف میں کوئی خوف نہیں کہ دور حاضر میں علمائے اہلسنت کے مابین اولیت اور اولویت کا سہرا آپ ہی کے سر ناز کو زیب دیتا ہے اور شہرت و قبولیت کے اعتبار سے بھی اعلیٰ رتبہ صرف اور صرف آپ ہی کو حاصل ہے کوئی بزبان خود بڑا نہیں ہوتا ہے بلکہ بڑا وہ

ہوتا ہے جسے سارا جہاں بڑا کہے۔

کیا اس شخص کو معاصر کا درجہ دے دیا جا سکتا ہے جو کھنکتے سکوں کی بنیاد پر کبھی سیاست کے گلیاروں میں کسی لیلیٰ وقت کی تلاش میں سرگرداں نظر آتا ہے اور جب ٹی وی کی اسکرین پر نظر آتا ہے تو اپنے آپ کو سب سے بڑا تصور کرتا ہے فرقہ پرستی کے خاتمہ کے لئے نکلتا ہے تو خود ایک فرقہ بن کر ابھر آتا ہے یہ تو ایسا ہی ہوا۔ جیسے کوئی راستہ چلتے چلتے اپنے مقصد کو بھول جائے ایسے لوگوں کا معاصر کی صف میں شامل ہونا تو بڑی چیز ہے۔ وہ اس کے قرب کی بھی اہلیت نہیں رکھتا۔

کیا ایسا شخص معاصر کی صف میں آ سکتا ہے جو حرم کی پاسبانی کا دعویٰ تو کرتا ہے مگر اپنے قول وفعل سے صاحب حرم کی مخالفت بھی کرتا ہے۔ کیا ایسا شخص اس شخصیت کا معاصر بن سکتا ہے جس کی کتاب حیات کا ہر ورق چاندی کی چاندنی کی طرح صاف وشفاف ہو۔ ٹی وی کا حریف بننا بہت آسان ہے مگر جادۂ استقامت کا مخلص مسافر بننا بہت مشکل ہے۔ خواب دیکھنا اور خوابوں کے محلات بنانا تو بہت آسان ہے مگر دین وشریعت کی راہ میں آبلہ پائی کرنا بہت مشکل ہے۔ بعض لوگ روزانہ اپنے آنگن میں خوابوں کی بارات اتارتے ہیں۔ ان کے خوابوں کی کثرت نے خوابوں کے تقدس کو ختم کر دیا ہے۔ کیا بکثرت خواب دیکھنے والے خوابوں کے محلات تعمیر کرنے والے اور اپنے قول وعمل سے دین کی پاکیزگی کو پامال کرنے والے حضور تاج الشریعہ کے معاصر بن سکتے ہیں، معاصر بننے کے لئے اہلیت شرط ہے۔

ایسا شخص بھی معاصر کی صف میں نہیں آ سکتا ہے جو سجائی تعزیہ کو سلام کرنے کا عادی ہو اگر کوئی صاحب علم اس قسم کا رویہ اختیار کرتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ اپنے علم کے تقاضوں کو پورا نہیں کر رہا ہے بلکہ وہ علم کے تقاضوں کو پامال کر رہا ہے۔

حضور تاج الشریعہ کے مذکورہ بالا تمام اسباب وعلامات کی بنیاد پر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حضور تاج الشریعہ کا معاصر بننے کا وہ شخص اہل ہے جو علم وعمل، عشق وعرفان اور زہد وتقویٰ میں ان کا عکس جمیل ہو۔ اس پر حضور تاج الشریعہ کو اعتماد ہو اور اس کی کتاب زندگی کا ورق ورق صاف وشفاف ہو۔ ایسے افراد وشخصیات کی بھی ایک طویل فہرست ہے ذیل میں چند اہم شخصیات کے تذکرے پیش ہیں:

محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری

’’حضور تاج الشریعہ‘‘ کے معاصرین میں سب سے پہلا نام جس ذات گرامی کا آتا ہے وہ ذات محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی کی ہے پوری دنیا آپ کو ’’محدث کبیر‘‘ کے لقب سے یاد کرتی ہے۔ اس کے علاوہ آپ ’’مناظر اہلسنت‘‘ بھی ہیں کسی آدمی کا عالم دین ہونا اور بات ہے مگر دینی، ملی، علمی اور فکری تقاضوں کے اعتبار سے کسی بھی انسان میں ’’رکھ رکھاؤ‘‘ کا پایا جانا اور بات ہے ہندوستان کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی علماء فضلاء کی کمی نہیں ہے مگر دوسرے ممالک کے علما کی اکثریت کے جینے اور زندگی برتنے کا جو انداز ہے اس سے اسلام کی شبیہ کو چوٹ لگتی ہے ہمارے پاس دعوے کی بکثرت دلیلیں ہیں ان کی صورت وسیرت دیکھ کر افسوس ہوتا ہے۔ جب ان کے علم نے خود انہیں فائدہ نہیں دیا تو پھر دوسرے افراد ان کی ذات وشخصیت اور علمی وفکری صلاحیتوں سے کس طرح استفادہ کر سکتے ہیں؟ محدث کبیر کی شخصیت ان افراد واشخاص سے الگ ہے ان کی شخصیت اور ان کا ’’رکھ رکھاؤ‘‘ خود اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ صحیح معنی میں یہ عالم دین ہیں انہیں دیکھ کر قرون اولیٰ نگاہوں میں پھرنے لگتا ہے۔ ان کی خلوت وجلوت میں کوئی فاصلہ نہیں ہے۔ ان کا لباس بھی عالمانہ ہے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ جناب لباس سے کیا ہوتا ہے؟ میں کہتا

ہوں۔لباس سے بھی بہت کچھ ہوتا ہے۔ایک مرتبہ ”حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان“ بنارس تشریف لے گئے، جب آپ جلسہ گاہ میں جانے کے لئے تیار ہو رہے تھے اسی دوران آپ نے ارشاد فرمایا ”میرا ”مولانا“ لاؤ، وہاں موجود حاضرین اور طلبہ پریشان ہو گئے۔جب حضرت نے محسوس کیا کہ طلباء نہیں سمجھ پا رہے ہیں تو دوبارہ آپ نے فرمایا ”بھائی شیروانی لاؤ، حضرت نے اپنی شیروانی کو ”مولانا“ فرمایا حضرت کے اس ارشاد سے اندازہ ہوا کہ کسی بھی انسان کو وہی لباس زیب تن کرنا چاہیے جیسی اس کی شخصیت ہو یہ خوبی اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ حضرت محدث کبیر کی ذات میں پائی جاتی ہے ایک عالم دین اور فاضل شرع متین جب اپنے سر پر علم کا تاج رکھتا ہے تو اس کی عالمانہ شخصیت ابھر کر سامنے آجاتی ہے اور جب کوئی جاہل انسان اپنے سر پر یہی تاج زریں رکھتا ہے تو وہ تاج علم اندرون شخصیت کی چغلی کھاتا ہے کہ یہ جیسے دکھتے ہیں ویسے ہیں نہیں، یہ ہے لباس کا کمال اور یہ ہے رکھ رکھاؤ کی شان انفرادیت ،لباس کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی ذی شعور شخص لباس کی اہمیت سے انکار نہیں کر سکتا ایسی حماقت عقل کا یتیم ہی کر سکتا ہے۔ ویسے ان دنوں احمقوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔لوگ تحقیق کے نام پر ایسی ایسی موشگافیاں کر رہے ہیں جس سے عقلیں حیران ہو رہی ہیں اور عوام کا ایک بڑا طبقہ تذبذب کا شکار ہے اسے سمت منزل متعین کرنے میں سخت دشواریوں کا سامنا ہے۔

حضرت محدث کبیر کو معاصر کی صف میں اولیت حاصل ہے۔اولیت اس لئے حاصل ہے کہ آپ معیت کی خصوصیات کے جامع ہیں۔آپ کو حضور تاج الشریعہ کے اوصاف وکمالات سے اچھی واقفیت ہے اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ فقہ وافتا، تدبر وتفکر اور زہد وتقویٰ میں حضور تاج الشریعہ کا مقام ومرتبہ کیا ہے۔محدث کبیر خود بھی خوبی وکمالات کے جامع ہیں ان کے اوصاف وکمالات پر اجمالی گفتگو بھی کی جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

آج عالمی پیمانے پر مذہب ومسلک اور قوم وملت کو جن شخصیات پر ناز ہے شہزادۂ صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ امجدی مدظلہ العالی کا شمار انھیں شخصیات میں ہوتا ہے۔آپ کے علمی قد کا اس بات سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عصر حاضر کے بیش تر علما، فقہا اور محدثین آپ کے شاگرد ہیں یا شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ماضی قریب کے علما، فقہا اور محدثین آپ کے والد ماجد حضور صدر شریعہ کی درس گاہ علم وعرفان کے فیض یافتہ تھے۔اس اعتبار سے دیکھا جائے تو برصغیر ہندو پاک کی کوئی ایسی درس گاہ نہ ہوگی جس کا شجرۂ علمی حضور محدث کبیر سے نہ ملتا ہو۔ذاتی طور پر بھی آپ کا علمی مقام ومرتبہ بلند ہے، آپ کی شخصیت لائق استناد اور آپ کے شرعی فیصلوں پر جماعتی فیصلوں کا انحصار ہوتا ہے۔جماعت علما میں آپ فیصل کی حیثیت رکھتے ہیں۔آپ کی زبان شریعت کی زبان سمجھی جاتی ہے۔آپ کو تعمیر سے محبت اور تخریب سے شدید نفرت ہے۔جس کی رگوں میں یزیدی خون اور جو مروانی ذہن وفکر کا حامل ہوگا وہی آپ کو جماعت اہل سنت کا فتنۂ کبیر کہے گا۔جہاں آپ کے عقیدت مندوں سے دنیا اٹی پڑی ہے، وہیں آپ کے حاسدین کا بھی ایک حلقہ ہے جن کی اصلیت کا کوئی اتا پتہ نہیں ہے۔

۲ رشوال ۱۳۵۴ھ / ۲۷ راکتوبر ۱۹۳۵ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔بعدۂ جامعہ عربیہ ناگپور اور دار العلوم اشرفیہ مبارک پور سے تعلیم کی تکمیل ہوئی۔ ۱۳۷۷ھ میں مبارک پور سے سند فضیلت ودستار فضیلت حاصل کی۔ فراغت کے بعد مزید دو سال تک صدرا، شمس بازغہ، توضیح، مسلم الثبوت، قاضی مبارک، شرح مواقف اور امور عامہ مع حواشی زاہدیہ کا

خصوصی طور پر حضور حافظِ ملت سے درس لیا۔ آپ کے مشاہیر اساتذہ میں حضور حافظِ ملت، حافظ عبد الرؤف بلیاوی، مولانا سلیمان بھاگل پوری، مولانا غلام آسی پیا، مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی اور مولانا غلام جیلانی وغیرہ کے اسما شامل ہیں۔

مدرسہ شمس العلوم گھوسی سے ۱۹۵۹ء میں درس وتدریس کا آغاز کیا۔ مدرسہ صدیقیہ ہنگلی، مدرسہ فیض العلوم جمشید پور میں بھی کچھ دنوں تک درس وتدریس کے فرائض انجام دیے۔ حضرت حافظ عبد الرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ کے انتقال کے بعد ۱۹۷۲ء میں حضور حافظ ملت نے اپنے خصوصی اختیار سے جامعہ اشرفیہ میں درس وتدریس کے لیے طلب فرمایا اور ہمیشہ اپنے ساتھ ہی رکھا اور اپنے خصوصی فیضان سے نوازتے رہے۔ ۱۳۶۸ھ میں حضور مفتی اعظم ہند کے دست حق پرست بذریعہ مراسلت بیعت ہوئے۔ حضور مفتی اعظم ہند، حضور مجاہد ملت، حضور مفتی اعظم کان پور اور حضور حافظ ملت وغیرہ سے سند خلافت واجازت حاصل ہے۔

حضرت محدث کبیر مذہب ومسلک اور ملک وملت کے حوالے سے ہمیشہ وفادار رہے۔ مسلکِ اعلیٰ حضرت کے جانثاروں کے سالار اعظم اور پیش رو کی حیثیت سے پوری دنیا میں متعارف ہیں۔ فقیہ اسلام جانشین حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری مدظلہ العالی کے معتمد خاص ہیں۔ آپ کی ذات اور بھی بے شمار خوبیوں کی حامل ہے۔ مسلکِ اعلیٰ حضرت کی محبت آپ کو ورثے میں ملی ہے۔ آپ کی ذات میں اور بھی بے شمار خوبیاں ہیں عمر کی قریب قریب ۵۸ بہاریں دیکھ چکے پھر بھی جسم میں وہی توانائی ہے۔ آواز میں وہی رعب ہے۔ اور جذبات واحساسات میں وہی لطافت ہے۔ اللہ ان کا سایہ دراز سے دراز تر فرمائے آمین۔

حضرت علامہ عاشق الرحمٰن صاحب قبلہ

علامہ عاشق الرحمٰن صاحب قبلہ ایک ایسی شخصیت کا نام ہے جن کی ذات فکر وتدبر شعور وادراک تعقل وتخیل منطق وفلسفہ علم وحکمت اور بے پناہ صلاحیت واستعداد سے عبارت ہے آپ کا ادبی، فکری اور شعری ذوق بہت بلند ہے اور آپ کی عالمانہ نگاہ کا یہ عالم ہے کہ وہ دور رس بھی ہے اور نکتہ سنج بھی باتوں باتوں میں بہت کچھ کہہ دینا آپ کا کمال ہے کئی زبانوں کو نہ صرف جانتے ہیں بلکہ ہر ایک زبان کی ادبی حیثیت اور اس کے مذاق سخن سے بھی آشنا ہیں بڑھاپے کی اس منزل میں بھی نوجوانوں جیسا علمی وادبی جذبہ رکھتے ہیں...... حضور مجاہد ملت کی آغوش کے پروردہ ہیں حضور مجاہد ملت کو آپ سے اس قدر پیار تھا اور ایسی محبت تھی کہ بعد وصال بھی رہنمائی کو تشریف لاتے ہیں ان کے دل میں جماعت کا درد پایا جاتا ہے انہوں نے اس بات کی پوری پوری کوشش کی کہ جماعتی انتشار کا سد باب ہو مگر افسوس کہ ان کی یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی ان کی علمی، ادبی اور فکری صلاحیتوں کے سبب ہی میں نے انھیں حضور تاج الشریعہ کے معاصرین میں شامل کیا ہے آپ کی شخصیت میں بے پناہ جامعیت، وسعت اور گہرائی ہے۔ آپ کی ذات حوالے کی حیثیت رکھتی ہے اور حضور تاج الشریعہ کی معیت ورفاقت کے نور سے منور ہے۔ خود حضور تاج الشریعہ کو آپ پر بھرپور اعتماد ہے اس لئے آپ کی ذات حضور تاج الشریعہ کے معاصرین میں شامل ہونے کی ہر اعتبار سے اہل ہے۔

حضرت مولانا مفتی سید محمد حسینی اشرفی مصباحی، ناگپور

حضرت سید حسینی میاں صاحب ایک عظیم خانوادے کے چشم وچراغ ہیں۔ آپ کی ذات خوبی وکمالات کی انجمن ہے۔ علم وفضل، زہد وتقویٰ، خوف وخشیت، احقاق حق وابطال باطل، نسبی وخاندانی شرافت ونجابت کی بہاریں ہمہ وقت آپ کے دامن حیات میں مسکراتی نظر آتی ہیں۔ مذہب ومسلک کے خلاف جب بھی کوئی طوفان اٹھا ہے تو آپ میر کارواں کی شکل میں نظر آئے

ہیں۔آپ نے مخالف کے ہر سوال کا اسی کے انداز میں جواب دیا ہے۔مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف جو سب سے پہلی آواز اٹھی آپ نے اس آواز کا گلا گھونٹ دیا۔اس کے شواہد تاریخ نے اپنے سینوں میں محفوظ کر لیا ہے۔آپ نے ہواؤں کا رخ دیکھ کر کبھی سمت سفر متعین نہیں کیا بلکہ آپ میں ہواؤں کا رخ بدلنے کی بھرپور صلاحیت ہے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی محبت وراثت میں ملی ہے اور یہی محبت آپ کا شناخت نامہ ہے۔عصر حاضر کا المیہ یہ ہے کہ فتنے روز اٹھتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے جوان ہو جاتے ہیں لیکن ہر فتنہ آپ کے وجود سے خوف زدہ رہتا ہے۔آپ کا جب قلم اٹھتا ہے تو فتنوں کی نسیں کٹ جاتی ہیں۔آپ کی کتاب حیات میں فتنوں کی ایک طویل فہرست ہے جن کی آپ نے جڑیں کاٹ ڈالی ہیں۔آپ کا یہ اعلان عام ہے کہ جو بریلی کا نہیں وہ ہمارا نہیں۔حضور تاج الشریعہ سے بھی آپ کی محبت تقلیدی ہے۔آپ کے سوانحی خاکے کے حصول کی ہم نے بہت کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ملی۔آپ کی دینی، ملی، علمی اور مسلکی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے اس کو سمیٹنا اور یکجا کرنا ہر دردمند کی اخلاقی وملی ذمہ داری ہے۔بہر حال یہ کام ہوگا۔راقم اس کام کے لئے سنجیدہ ہے۔

حضرت کی شخصیت خصوصیات وامتیازات کی جامع ہے۔بعض لوگوں کو حضرت کی خصوصیات حلق سے نیچے نہیں اترتیں لیکن وہ دن قریب ہے کہ وہی لوگ حضرت کی عظمتوں کا خطبہ پڑھتے نظر آئیں گے۔شاعر نے کہا ہے اور سو فیصد سچ کہا ہے کہ۔

ہوتی ہے زندگی میں کہاں آدمی کی قدر
مرنے کے بعد نام کا جلسہ کریں گے لوگ

حضرت علامہ مفتی شبیر حسن رضوی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ روناہی

حضور تاج الشریعہ کے معاصرین میں ایک اہم نام حضرت علامہ مفتی شبیر حسن صاحب رضوی کا ہے۔آپ کی دینی، ملی اور علمی خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔آپ کو دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔آپ کے چشمۂ علم وعرفان سے سیراب ہونے والوں کی ایک طویل فہرست ہے۔آپ جامعہ اسلامیہ روناہی، کے شیخ الحدیث ہیں اور ایک طویل مدت سے اس منصب پر فائز ہیں۔حالیہ چند برسوں میں جماعت مخالف جو فتنے اٹھے ہیں آپ نے اپنی زبان اور قلم سے ان کی خوب خوب گوشمالی کی ہے۔آپ کو خدائے پاک نے بہت ساری خوبیوں سے نوازا ہے۔ان میں علم وفضل بھی ہے، فقہ وافتا بھی ہے، زہد وتقویٰ بھی ہے اور حکمت وتدبر بھی ہے۔فکر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی محبت آپ کی رگوں میں خون بن کر دوڑتی ہے۔آپ نے ان لوگوں سے کبھی سمجھوتہ نہیں کیا جس کے قول وفعل سے اعلیٰ حضرت یا مسلک اعلیٰ حضرت کی مخالفت کا اظہار ہوتا ہے۔بلکہ ایسے افراد کو اپنی محفل میں باریابی کی بھی اجازت نہیں دیتے۔آپ کے فیض یافتہ افراد میں بھی ہم نے یہ خوبی دیکھی ہے۔آپ کی درس گاہ سے جو بھی نکلتا ہے اعلیٰ حضرت کی محبت لے کر نکلتا ہے۔اعلیٰ حضرت اور بریلی شریف کے ادب واحترام کا یہ عالم ہے کہ بریلی شریف جب بھی حاضر ہوتے ہیں تو اپنے پاؤں سے جوتیاں نکال کر رکھ دیتے ہیں سوال کرنے والوں سے فرماتے ہیں کہ یہاں جوتیاں پہن کر چلنا ادب کے خلاف ہے۔حضور تاج الشریعہ کی نگاہ میں بھی آپ کی بڑی قدر ومنزلت ہے۔''الفردہ شرح قصیدہ بردہ، پیش لفظ لکھنے کے لئے حضرت نے آپ ہی کا انتخاب فرمایا۔آپ کی ذات علم وعمل کا حوالہ ہے۔آپ ہی جیسی شخصیات سے دین وشریعت کا بھرم قائم ہے۔رب کائنات آپ کی عمر میں برکتیں عطا فرمائے اور آپ کے علمی فیضان سے ہمیں اور ہماری نسلوں کو مالا مال کرے، آمین۔

تاج الشریعہ اور مجاہد ملت: باہمی تعلق، تعارف، تاریخ

مولانا محمد حنیف حبیبی مصباحی، شیخ الحدیث دار العلوم مجاہد ملت، دھام نگر شریف، اڑیسہ

آج کے اس پرفتن دور میں اسلامی تہذیب وتمدن اور مذہبی ثقافت اور کلچر کو لوگ بڑی تیزی سے فراموش کرتے جا رہے ہیں۔ رواداری، بھائی چارگی، غم گساری، خیر خواہی اور دردمندی، احترام اکابر اور اصاغر نوازی جیسے اوصاف مفقود ہوتے نظر آ رہے ہیں۔ ایسے میں اسلاف کی یادیں اور ان کی باتیں، ہمارا مذہبی اثاثہ بھی ہیں اور تابناک ماضی سے مربوط کرنے کا بہترین ذریعہ بھی۔ ماضی قریب میں اس کی زندہ اور تابندہ مثال حضور مجاہد ملت اور حضور تاج الشریعہ کے درمیان خوشگوار تعلقات، محبت ومودت کا اٹوٹ رشتہ، قدر ومنزلت اور ادب واحترام کا لافانی جذبہ ہے..... یہ تذکرہ صرف زیب داستاں کے لیے نہیں ہے بلکہ روز وشب کے معمولات میں اتارنے اور دلوں کی دھڑکن بنانے کے واسطے ہے۔

وہ خودکشی کی صلیبوں میں جھول جاتی ہے
جو قوم اپنی روایت کو بھول جاتی ہے

ذرا غور کریں، حضور تاج الشریعہ کے لیے حضور مجاہد ملت، ان کے نانا جان کے ہم عصر تھے، دادا حضور کے چہیتے خلیفہ تھے۔ پردادا، امام اہل سنت، مجدد دین وملت، حضور اعلیٰ حضرت کے مسلک کے بیباک نقیب تھے، ان ساری باتوں کی وجہ سے تاج الشریعہ کے دل میں مجاہد ملت کی بے پناہ عزت تھی۔ آپ مجاہد ملت کا احترام ان کی شایان شان کرتے۔ دولت کدہ میں جب مجاہد ملت مہمان ہوتے تو تاج الشریعہ کی مہمان نوازی، عزت افزائی اور خاطر ومدارت دیکھنے سے تعلق رکھتی۔

حضور مجاہد ملت کی رحلت پر تاج الشریعہ آبدیدہ ہو گئے، برجستہ عربی کے آٹھ اشعار اور اردو منقبت کے دس اشعار کے ذریعہ اپنی دلی کیفیت اور مجاہد ملت کے ساتھ قلبی وابستگی کا اظہار فرمایا، بلبل باغ رضا، حضور تاج الشریعہ یوں نغمہ سنج ہیں:

دل نے کہا مجاہد ملت کو ڈھونڈیے
لے کر چراغ شاہ ولایت کو ڈھونڈیے

میں نے کہا کہ سن اے دل مبتلائے غم
اپنی یہ کب مجال کہ پا جائیں ان کو ہم

ہم زیر آسماں انہیں یوں دیکھتے رہے
وہ کب کے آسماں کے پرے خلد میں گئے

تم کیا گئے مجاہد ملت، جہاں گیا
عالم کی موت کیا ہے عالم کی ہے فنا

تاج الشریعہ کی نظر میں مجاہد ملت کون ہیں؟ شاہ ولایت ہیں، ستون اسلام ہیں، یادگار حجۃ الاسلام ہیں، گلشن صدر الشریعہ کے نسرین اور خورشید سنیت ہیں۔ سنئے، تاج الشریعہ زمزمہ خواں ہیں۔

وہ یادگار حجۃ الاسلام اب نہیں
اندوہ گیں ہے آج شبستان علم دیں

نسرین گلستان آں صدر الشریعہ بود
بوئے خوش گزاشتہ اندر چمن بود

خورشید سنیت نے آہ چادر جو اوڑھ لی
ظلمت میں قافلے کی وہ رفتار تھم گئی

میں رحلت مجاہد ملت کو کیا کہوں
یوں سمجھو گر گیا کوئی اسلام کا ستوں

پیک ندائی وغفراں، ان کی وفات تھی
۱۴۰۱ھ
اختر خوشی مناؤ وصال حبیب کی

یہ میرے مخدوم زادے ہیں:

یہ محبت والفت کچھ یک طرفہ نہ تھی۔ بلکہ سرکار مجاہد ملت قدس سرہ بآں رفعت وعزت، حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی جس قدر عزت فرماتے اور اپنے مرشد خلافت کے پوتے کی تعظیم وتوقیر بجالاتے کوئی مرید ومعتقد اپنے شیخ طریقت اور مرشد برحق کی کیا کرے گا؟ حضور تاج الشریعہ کی موجودگی میں حضور مجاہد ملت کسی کو مرید نہیں کرتے بلکہ خواہش مند حضرات کو تاج الشریعہ سے بیعت کرواتے۔ آپ کی موجودگی میں مجاہد ملت اونچی آواز سے نہ خود گفتگو فرماتے اور نہ کسی کو زور سے بات کرنے کی اجازت دیتے۔ جس حجرہ میں تاج الشریعہ آرام فرماتے اس کمرہ کو مجاہد ملت اپنی گزرگاہ بنانا خلاف ادب اور رسم ارادت کے منافی سمجھتے۔

بھدرک، جو حضور مجاہد ملت کا اپنا علاقہ ہے، تاج الشریعہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ ایک صاحب نے آپ سے مرید ہونے کی خواہش ظاہر کی اس پر مجاہد ملت نے اپنی ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ یہاں میرے مخدوم زادے موجود ہیں، فقیر کی اتنی مجال شہزادے کی موجودگی میں مرید کرے؟ آپ نے اس شخص کا ہاتھ تھاما اور لے کر تاج الشریعہ کی خدمت میں پہنچے اور اس شخص کو داخل سلسلہ کر لینے کی گزارش کرنے لگے۔ (ملخصاً حضور مجاہد ملت اور مسلک اعلیٰ حضرت، ص:۳۶)

آہستہ بولو شہزادے قیام فرما ہیں:

حضور مجاہد ملت قدس سرہٗ کی یہ شفقت وعنایت بلکہ قدر ومنزلت کا معاملہ ایک آدھ بار یا کسی خاص موقع پر نہ تھا بلکہ حضور تاج الشریعہ کے ساتھ ہمیشہ اور ہر جگہ آپ کا یہی معمول تھا۔ لگے ہاتھوں آپ رودولی شریف کا واقعہ ملاحظہ فرماتے چلیں۔ مورخہ ۲۴ر

جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ میں یہاں سنی کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں سراج السالکین حضور مجاہد ملت اور نمونۂ اسلاف حضور تاج الشریعہ مدعو تھے۔ جناب محمد عمر قریشی صاحب کے یہاں دونوں بزرگوں کا قیام الگ الگ کمروں میں تھا۔ صاحب خانہ کا کاروبار کلکتہ میں تھا اس لیے وہ وہیں حضور مجاہد ملت سے مرید ہو گئے تھے۔ جب ان کے گھر ان کے مرشد گرامی تشریف لائے تو ان کی خوشی اور مسرت کی انتہا نہ رہی۔ ان کی اہلیہ بضد ہو گئیں کہ وہ حضور مجاہد ملت ہی سے مرید ہوں گی۔

حضور مجاہد ملت نے ان کے شوہر کو بہتر اسمجھایا کہ "میاں! سرکار اعلیٰ حضرت کے شہزادے حضرت ازہری میاں کی موجودگی میں ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ میں مرید کروں، انہیں سے مرید کرایئے"۔ چونکہ صاحب خانہ پہلے سے حضور مجاہد ملت کے دامن کرم سے وابستہ ہو چکے تھے اس لیے اہلیہ بھی بضد رہیں کہ مجھے بھی حضرت کی کنیزوں میں داخل کرایئے۔

مولانا عبدالمصطفیٰ حشمتی رودولوی اس واقعہ کے عینی شاہد اور راوی ہیں، اگلا مرحلہ کیسے طے ہوا، انہیں کی زبان سے سنئے۔ مولانا تحریر فرماتے ہیں کہ "با اصرار میں نے حضرت کو راضی کر لیا مگر گھر کے اندر جانے کا جو راستہ تھا وہ حضور ازہری میاں کی قیامگاہ سے ہو کر گزرتا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ "میں حضرت ازہری میاں صاحب کے سامنے سے ہو کر کیسے گزر سکتا ہوں"؟۔

اخیر کار عقبی دروازے سے حضرت اندر تشریف لے گئے اور فرماتے تھے: کہ کوئی تیز آواز میں نہ بولے کہ حضرت ازہری میاں تشریف فرما ہیں، آہستہ بولو شہزادے قیام فرما ہیں۔ (تجلیات تاج الشریعہ ص:۵۵)

درس عبرت:

علامہ حشمتی صاحب اس واقعہ سے کس قدر متاثر ہوئے خود بیان کرتے ہیں، انہیں کے قلم سے ان کے قلبی تاثرات ملاحظہ فرمائیں: "اللہ اکبر، میں دیکھ کر دنگ رہ گیا، کہاں ایک اسی سال کی عظیم المرتبت شخصیت، جن کا عالمانہ وقار اور مجاہدانہ شان کا زمانہ خطبہ پڑھتا ہو، ایک تیس بتیس سال کے شہزادے کا کتنا احترام و ادب فرما رہے ہیں"۔ (حوالہ مذکور)

چھوٹا، اپنے بڑوں کی عزت کرے، کرنا بھی چاہئے، مگر یہ بڑی بات نہیں ہے۔ بات بڑی تو جب کہ اپنی عزت و شہرت کے بالائے بام سے کوئی بڑا اپنے چھوٹوں کے لیے فرش زمیں پر اتر آئے۔ اس سے بہت بڑی بات یہ ہے کہ ایک بڑا، اپنے مخدوم زادوں کے لیے عزت اور بلندی کی کرسی سے یکسر نیچے اتر آئے اور اپنی عزت کی کرسی پر اپنے سے چھوٹے کو بیٹھا کر خود اس کے پاپوش پر جا بیٹھے۔ ہماری جماعت کی بہت بلند قامت شخصیت کا نام مولانا حبیب الرحمن قادری عباسی اور رئیس اعظم اڑیسہ ہے۔ شہزادوں کی خدمت کے صلہ میں ان کے آقاؤں نے نوازشات کی وہ برسات کی کہ اڑیسہ کے حبیب الرحمن کو دنیائے اسلام کا بطل جلیل اور مجاہد ملت بنا دیا۔ مولانا رودولوی صاحب تاج الشریعہ کی اس عزت افزائی کو دیکھ کر صرف دنگ ہی نہیں رہ گئے۔ ورطۂ حیرت سے باہر آئے تو یہی تڑپ اور جذبہ دلی کو الفاظ کا جامہ پہنایا اور صاف کہہ اٹھے کہ مجاہد ملت کے اس کارنامے نے جماعت کو متحد کر رکھا ہے، آج اسی کے فقدان نے ملت کا شیرازہ منتشر کر ڈالا ؎

فرد قائم ربط ملت سے ہے، تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا کے اندر بیروں دریا کچھ نہیں

اب مولانا کی تحریر پڑھئے، لکھتے ہیں کہ "یہ ہمارے بزرگوں اور اسلاف کا طریقہ رہا ہے کہ ہمیشہ وہ نسبتوں کا احترام فرماتے،

ان کے سامنے اپنی بڑائی اور شخصیت کا ڈنکا نہ بجاتے بلکہ ان کے حکموں کو بجالانے میں خیر اور صلاح وفلاح کا سبب جانتے، ہمارے اسلاف کے یہی وہ طرز عمل تھے جن کی بدولت جماعت متحد تھی---لیکن جب سے ہر شخص اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگا ہے اور ہر چھوٹا بڑا طعن وتشنیع کو دینی فریضہ اور زبان وقلم کو حریت کا نام دینے لگا ہے اتحاد پارہ پارہ ہو کر رہ گیا ہے"۔

(تجلیات تاج الشریعہ، ص:۵۵۴)

خواب میں ہدایت:

ایک موقع پر حضور مجاہد ملت قدس سرہ نے فرمایا تھا "میاں، وہ پیر کیا جو ہزاروں میل کی دوری سے اپنے مرید کی خبر گیری نہ کر سکے"۔(اس قول کے راوی آج بھی دھام نگر شریف میں سیکڑوں کی تعداد میں لوگ موجود ہیں)اس قول سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا ہوگا کہ مرید کی دستگیری اور مشکل کشائی حیات ظاہری تک محدود ہوگی۔لیکن بعد ممات خبر گیری اور دست گیری کا کوئی معنی نہیں بنتا۔تجلیات تاج الشریعہ،ص:۲۰۱ پر جناب حلیم حاذق صاحب کی تحریر پڑھ کر سوچ وفکر کا زاویہ بدلا ہوگا اور فرسودہ خیالات کے طلسم ٹوٹے ہوں گے کہ یہ خاصان خدا جہاں ہوتے ہیں دستگیری فرماتے ہیں۔خواہ دھرتی کے اوپر جلوہ فرما ہوں یا زیر زمیں آسودہ خواب ہوں۔

جہاں میں اہل ایمان صورت خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

اس سلسلہ میں ایک بصیرت افروز واقعہ چشم عقیدت سے پڑھنے کی ضرورت ہے۔فیل خانہ،کلکتہ میں سرکار مجاہد ملت علیہ الرحمہ کے ایک مرید جناب انوار احمد حبیبی صاحب ہیں۔انہوں نے حلیم حاذق صاحب سے کہا کہ بعض شرپسندوں کی غلط بیانیوں کے سبب میرے دل میں علامہ ازہری صاحب قبلہ کے تعلق سے کدورت پیدا ہوگئی اور میری عقیدت آپ کی ذات سے کم ہونے لگی۔اگلا حصہ حلیم صاحب کے قلم سے ملاحظہ کیجئے، لکھتے ہیں۔

"ایک شب میرا نصیبہ بیدار ہوا اور خواب میں دیکھا کہ سرکار مجاہد ملت اور حضور ازہری میاں مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں۔میں ابھی صحن مسجد میں سوچ ہی رہا تھا کہ سرکار مجاہد ملت نے مجھے ڈانٹ کر فرمایا'ان کی خدمت کرو، یہ میرے مخدوم زادے ہیں'۔اس کے بعد حضور ازہری میاں کی طرف میرا دل کھنچتا چلا گیا"۔ (تجلیات تاج الشریعہ،ص:۲۰۱)

معلوم ہوا کہ محبوبان خدا اور مقبولان بارگاہ الٰہیہ بعد مرگ بھی زندہ ہیں۔بعطائے الٰہی کائنات میں تصرف فرماتے ہیں۔اپنے مریدوں کی دستگیری اور حاجت روائی کیا کرتے ہیں۔

دوسری بات حضور مجاہد ملت قدس سرہ کو اعلیٰ حضرت اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت سے کس قدر محبت تھی کہ اعلیٰ حضرت سے نسبت رکھنے والی ہر چیز محبوب تھی۔مسلک اعلیٰ حضرت ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔اس گھر کا بچہ بچہ آپ کو دل وجان سے عزیز تھا اور تاج الشریعہ تو مجاہد ملت کی آنکھوں کے نور اور دل کے سرور تھے۔ان کے خلاف کوئی بات سننا تو بڑی بات ہے، دل میں کدورت بھی کوئی رکھتا ہے،تو مرقد اقدس میں آپ کی روح تڑپ اٹھتی ہے۔خواب میں مریدوں کی اصلاح فرماتے اور مخدوم زادے سے محبت ومودت اور ان کی صحبت وخدمت کی تاکید فرماتے ہیں۔یہ تھی خانوادۂ رضا سے مجاہد ملت کی قلبی تعلقات کی روشن مثال جسے

نمونہ تو بنایا جاسکتا ہے فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

حضور تاج الشریعہ کا ایک فتویٰ

یاد آیا، ''بشریٰ'' نامی ایک کتاب پر حضور مجاہد ملت قدس سرہ نے تقریظ لکھ دی تھی۔ اس پر کچھ سمجھدار لوگوں نے ہوا کھڑا کر دیا کہ اس کتاب کے اندر کچھ ایسی باتیں ہیں جن کی وجہ سے کتاب کے مرتب اور تقریظ نگار کے اوپر حکم کفر لگا اور توبہ، تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا مطالبہ کیا گیا۔

علامہ عاشق الرحمن حبیبی صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''اس پر مصنف بشریٰ'' کی جانب سے عبارت کی توضیح پر مشتمل استفتاء حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اور حضور مجاہد ملت قدس سرہ نے فرمایا کہ ''مصنف کی اس توضیح کے بعد اگر حضرت مفتی اعظم ہند حکم فرمائیں گے، میں یہ سب کرونگا''۔ لیکن اس زمانے میں جو صاحب حضور مفتی اعظم ہند کی بارگاہ میں رسائی کے لیے واسطۂ عظمیٰ کی حیثیت رکھتے تھے، ان کی مہربانی کی بدولت اس استفتاء پر حضرت مفتی اعظم ہند کی تصدیق سے مزین فتویٰ ایک طویل مدت کے گزر جانے کے باوجود نہیں حاصل ہو سکا اور اس بات کا اندیشہ پیدا ہو گیا کہ آگے چل کر اس کا بڑا بھیانک نتیجہ سامنے آئے گا۔ اس وقت حضرت شاہزادہ اعلیٰ حضرت، نبیرہ حجۃ الاسلام، جانشین مفتی اعظم ہند مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب دامت برکاتھم العالیہ آگے بڑھے، فتویٰ لکھا، جس پر حضرت مفتی اعظم ہند نے تصدیق فرمایا اور حضور مجاہد ملت، نیز مصنف ''بشریٰ'' کی برأت ثابت ہوگئی''۔ (تجلیات، ص:۵۲)

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے اس فتویٰ کی وجہ سے علامہ عاشق الرحمن صاحب قبلہ پر جو کیفیت طاری ہوئی اور تاج الشریعہ کی محبت آپ کے دل میں پیدا ہوئی، اس کو آپ ہی کے قلم حق رقم سے ملاحظہ فرمائیں، علامہ صاحب قبلہ رقم طراز ہیں ☐

''حضرت ممدوح (حضور تاج الشریعہ) کی طرف بندہ کے میلان قلب کا یہ ایک بہت بڑا سبب ہے۔ یہ واقعہ ۱۹۷۸ء کا ہے''۔ (تجلیات، ص:۵۲)

تاج الشریعہ کی خلافت

حضور تاج الشریعہ بچپن ہی میں مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے مرید ہو چکے تھے۔ پھر ۱۵ / جنوری ۱۹۶۲ء، ۸ / شعبان ۱۳۸۱ھ کو صبح ۸ / بجے حضور مفتی اعظم ہند نے اپنے گھر میں شاندار محفل میلاد کا انعقاد کیا۔ جس میں کئی ہزار لوگوں نے شرکت کی۔ اس مبارک محفل میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے جملہ سلاسل عالیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ کی اجازت وخلافت سے تاج الشریعہ کو سرفراز فرمایا۔

''اس موقع پر مجاہد ملت، حضرت علامہ حبیب الرحمن عباسی علیہ الرحمہ، رئیس اعظم اڑیسہ، برہان ملت ـــ وغیرہ جیسے جید علما و مشائخ موجود تھے۔ سبھی حضرات نے اٹھ اٹھ کر یکے بعد دیگرے تاج الشریعہ کو مبارکبادیاں دیں''۔ (فتاویٰ تاج الشریعہ، ج:۱، ص:۷، مہ)

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ حضور مجاہد ملت قدس سرہ کی جس قدر عزت اور تعظیم و توقیر فرماتے اس کی کوئی نظیر نہیں ہے۔ ساتھ ہی حضور مجاہد ملت قدس سرہ اپنے مخدوم زادے اختر میاں، ازہری میاں کی جس طرح کی دل جوئی، نازبرداری اور آپ کا ادب واحترام فرماتے دور دور تک اس کی کوئی مثال نہیں ہے۔

ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے:

کاش ہم میں، ہمارے معاصرین اور ہماری آنے والی نسلوں میں اعلیٰ حضرت، مسلک اعلیٰ حضرت اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے ساتھ عقیدت ومحبت کا رشتہ جس کی مثال مجاہد ملت اور ہمارے اسلاف نے پیش کی، قائم ہو جائے تو ہمارے خزاں رسیدہ چمن میں پھر سے بہار آجائے۔ محبت کی کلیاں چٹکنے لگیں، عشق ووفا کی نسیم سحری چلنے لگے۔

شہزادہ تاج الشریعہ، عالی تربیت، مخدوم گرامی، مفتی عسجد رضا خاں قادری مدظلہ النورانی کی ذات والا صفات کے ساتھ اپنی عقیدت ومحبت کا رشتہ مضبوط ومستحکم کریں۔ حضور مجاہد ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے نقش قدم پر چلتے رہیں اور آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں اور ان کے دل ودماغ میں آپ کے اس جملہ کو نقش کرلیں۔ ''ان کی خدمت کرو، یہ ہمارے مخدوم زادے ہیں''۔

محتسب کی خیر، اونچا ہے اسی کے فیض سے
رند کا، ساقی کا، مے کا اور میخانے کا نام

***

نقش چہارم

علمی وفقہی خدمات

بلبل باغِ مدینہ ترا کہنا کیا ہے

قاری دلشاد احمد رضوی، بنارس

فن شاعری ابتداءً ردیف وقوافی اور اوزان مقررہ کا شاعر کو پابند کرتی ہے تاکہ شعر بحر، اوزان اور قوافی کی حد سے باہر جانے سے محفوظ رہے۔ انہی خطوط پر شاعر کا قلم قلبی مواد کو صفحۂ قرطاس پر لاتا ہے، مگر سچائی یہ ہے کہ یہ سارے اسلوب شاعرانہ کسی قلندرانہ کیفیت اور وجدانہ حال وجود کا انتظار کرتے ہیں۔ خوش قسمتی سے کوئی سوختہ جاں، زخمی دل اگر اس جانب رُخ کرتا ہے تو فن شعر وسخن کی معراج ہو جاتی ہے۔ کیونکہ عارفانِ حق لفظوں کے تانے بانے، ردیف وقوافی کے مترادفات سے اوپر اُٹھ کر حقائق وشواہد کی عکاسی کرکے، ہجر وفراق، درد وکرب کو لفظوں کا جامہ پہنا کر دولت تسکین عطا کرتے ہیں۔ صوفیائے کرام کی جماعت حقہ کی فہرست میں ایک نام سیدی مرشدی تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کا بھی آتا ہے جن کے نعتیہ اشعار کبھی حسان ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح عاشقانہ کے ترجمان نظر آتے ہیں تو کبھی علامہ بوصیری علیہ الرحمۃ والرضوان کی نیابت کے شاہکار معلوم ہوتے ہیں۔ عارفانہ منزلوں کی دنیا میں آپ حافظ شیرازی، رومی وجامی اور خصوصیت کے ساتھ نعت ومنقبت کی وادیٔ محبت میں اپنے جد کریم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی المولیٰ عنہ تعالیٰ اور علامہ حسن بریلوی علیہ الرحمہ کے مظہر اتم کی حیثیت سے افق شعر وسخن پر جگمگاتے نظر آتے ہیں۔

آیئے ذرا اس نمونۂ سلف وصالحین کے قلبی واردات میں کبھی نعت پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی منقبت اہل بیت واولیائے کرام اور کبھی عارفانہ کلام کے روبرو ہوکر سیدی ومرشدی آقائی ومولائی علامہ اختر رضا خاں ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان کے آئینے میں عشق وعرفان کی تجلیات کا مشاہدہ کریں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کے ساتھ سچی عقیدت اور آپ کے شہر کریم سے محبت، محبوب کی گلیوں کی یادیں، مدینہ طیبہ سے دوری کا قلق، سبز گنبد کی زیارت کی حسرتیں، اضمحلال کی سراپا تصویر بن جانا جیسے صبح وشام کا وظیفہ ہو، وارفتگی ودیوانگی کا اظہار تو کرتے ہیں مگر بارگاہ، رسالت کا ادب ایسا ملحوظ خاطر ہے جیسے کوئی فرزانہ محوِ خیال ہو، ارشاد فرماتے ہیں:

داغ فرقت طیبہ قلب مضمحل جاتا
کاش گنبد خضریٰ دیکھنے کو مل جاتا

خلد زار طیبہ کا اس طرح سفر ہوتا
پیچھے پیچھے سر جاتا، آگے آگے دل جاتا

محبوب کے جلوہ زیبا میں گم رہنا اور اس کی ادا، ادا سے الفت ومحبت کو انسان کی فطرت جبلت میں اللہ نے ودیعت کر رکھا ہے اور یہ دولت اللہ نے اپنے فضل وکرم سے اپنی ذات وصفات کی معرفت کے لئے بطور واسطہ عطا کی ہے۔ جس بندے پر اس کا خاص کرم ہوتا ہے، اس بندے کو اپنے پرتو ذات وصفات، محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تجلی میں استغراق کا شرف عطا فرماتا ہے، ان بندوں پر تجلیاتی حصول کی راہیں اپنے کرم سے ہموار کرتا ہے، دریائے حسن وتجلی میں غواصی کا اعلیٰ ترین ظرف عطا کرکے

شرف اکتساب سے مشرف کرتا ہے۔ جب بندہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن ظاہری میں گم ہو جاتا ہے اور حبیب پاک کے جسم منور کے ہر عضو کی تابشیں الگ الگ رنگ و نور میں ملاحظہ کرتا ہے تو بے ساختہ کہہ اٹھتا ہے:

ہے نمک جس کا خمیر حسن میں
وہ ملیح حسن آرا آپ ہیں

آپ کی طلعت خدا کا آئینہ
جس میں چمکے حق کا جلوہ آپ ہیں

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ اپنے حبیب کے حسن پُرنور کی شرح فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ایسا حسین جس کا حسن حقیقی ہو تو یا رسول اللہ، وہ آپ کا ہی حسن ہے کیونکہ حسن کی اصل اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات بابرکات کو بنایا ہے۔ یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی تجلی کے ظہور کا منبع ہیں، اسی طرح عاشق اپنے محبوب کے جسم نورانی کے ہر حصے کو بقعۂ نور پاتا ہے، عاشق وارفتہ کی نظر جب لبوں کی نازکی اور شگفتگی پر جاتی ہے تو ان مبارک لبوں کی شیرینی اپنے دلوں میں محسوس کرتا ہے اور لب پُرفیض کی بھیک لینے کے لئے یوں معروض ہوتا ہے:

لب جاں بخش کا اے جاں ہمیں صدقہ دے دو
مژدۂ عیش ابد، جان مسیحا! دے دو

بھول جائے جسے پی کر غم دوراں اختر
ساقیٔ کوثر و تسنیم! وہ صہبا دے دو

حسن حقیقی کی غواصی عاشق صادق کی جب عادت ہو جائے، مشق تصور اس قدر مضبوط و مستحکم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اپنے اس پیارے بندے پر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کی خیرات کے دروازے کھول دیتا ہے، پھر بندہ اپنے دل کی آنکھوں سے حبیب پاک کے وجود میں گم اور فنا ہو کر تجلیات وحدت کی سیر سے بہرور ہونے لگتا ہے۔ محبوب کے حسن ظاہری کے اسرار کے فیض سے باطن کی طرف عود کر جانے کی خوبیوں کا خوگر ہو جاتا ہے۔ رہ اسرار کے مسافر کے لئے حبیب کی چشم و ابر، لب و رخسار، گیسوئے عنبریں مقطعاتی دیوانہ نور ہو جاتے ہیں اور صدائے دل لفظوں کے پیرہن میں باہر آتے ہیں۔

نازش عرش و وقار عرشیاں
صاحب قوسین و ادنیٰ آپ ہیں

آپ کی طلعت کو دیکھا جان دی
قبر میں پہنچا تو دیکھا آپ ہیں

یہ اشعار آپ کے فنافی الرسول ہونے کا پتہ دے رہے ہیں، عموماً مدح خواں کو مواد کی فراہمی کے لئے فکر و خیال کو یکسو کرنا پڑتا ہے، پھر عظمت مصطفوی کے آداب کو ملحوظ رکھنا ہوتا ہے تاکہ مضمون شان رسالت کے شایان ہو، اس لئے کہ اگر کوئی ایسا لفظ شاعر کہہ گیا جو عظمت رسالت کے منافی ہو یا تنقیص کا پہلو نکلتا ہو تو ایمان خطرے میں پڑ جائیگا، ایسے مرحلے پر علم و فضل کے تاجدار حضور

تاج الشریعہ کی شاعرانہ قلم روانی کا چشمۂ سیال برجستہ اشعار گل ہار کی طرح گوندھے ہوئے لڑیوں کا تحفۂ محبت پیش کرتی ہیں۔ شریعت وطریقت، حقیقت ومعرفت حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات بابرکات میں روح بن کر رواں رہی ہیں، موروثی سخن گفتی آپ کا وطیرۂ خاص رہی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ جس بزم میں بیٹھ گئے، صدر نشین نظر آئے، جن مصرعوں پر قلم اُٹھایا، عشق حقیقی کے رنگ بھر دیے، شعروسخن کے خسرو ذبان کہلائے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بزم محبت میں قبول فرمالیا تھا۔ متعدد مشائخ واسلاف سے میں (اسیر تاج الشریعہ وغلام بیدام دلشاد احمد قادری رضوی) نے سنا ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل خاص میں اولیائے کبار کے ساتھ حضور تاج الشریعہ کو حاضر باش پایا گیا۔

ایسی عبقری شخصیت پر قلم مدوحی محض حصول برکت کے سوا کچھ نہیں۔ گر قبول افتد زہے عزوشرف۔ آج بھی بزم ورزم میں خواہ خانقاہ ہو یا درسگاہ، انہی کے علم وعرفان، عشق وآگہی کے ذکر کی شمع محبت فروزاں ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ حضور تاج الشریعہ آپ اپنا تعارف ہیں جسے ذیل کے شعر میں ملاحظہ کیجئے۔

اب لبِ مرگ اُبھرتے ہیں یہ دیرینہ نقوش
ہم فنا ہو کے ہستی کا نشاں دیتے ہیں

***

سفینۂ بخشش-فکرِ رضا کی روشنی میں

ڈاکٹر معین احمد خاں رضوی بریلوی

امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلیل القدر دینی وعلمی خدمات اپنے پورے عہد پر چھائی ہوئی ہیں۔ آپ نے دین حق کی حمایت وتائید اور باطل کی سرکوبی کے لئے جو کارہائے نمایاں انجام دیے، تاریخ کا دامان دن بدن ان کے انوار سے درخشاں و تابناک ہوتا جا رہا ہے۔ انہوں نے جو کچھ کیا، محض رضائے الٰہی کی خاطر کیا، نہ عزت وشہرت کی خواہش اور نہ صلہ وستائش کی ہوس۔ نوک قلم سے علم وفضل اور عشق وعرفان کی ایسی موسلادھار بارش برسائی کہ برصغیر ہندو پاک و بنگلہ دیش سے لے کر جزیرۃ العرب و براعظم افریقہ تک کی سرزمین جل تھل ہوگئی۔

عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنین کے قلوب میں جلوہ گر کرنے کی جو عظیم تحریک کہ جسے ہم ''تقدیس رسالت'' کہیں یا ''ناموس رسالت'' کی تحریک اور جسے آپ نے طوفانوں کے زد پر اٹھایا تھا، مخالفین کی پیہم یلغار میں بھی یہ تحریک بڑھتی اور پھیلتی پھولتی رہی۔ دلوں کی دنیا فیضان عشق سے مالا مال ہوتی رہی اور تمام مسلم آبادیوں میں اس کی برکتیں پھیلتی گئیں، عشق کی سربلندی و سرفرازی کا یہ کتنا عظیم نمونہ ہے کہ ہندو پاک کے در و دیوار اور گلی کوچے اگر اذان کے بعد کسی مانوس آواز سے گونج رہے ہیں تو وہ ہے صرف:

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام　شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

عظمت رسول علیہ التحیۃ والثناء کے خزانۂ عامرہ کی حفاظت وصیانت کا فیض بے مثال اور جمال مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی جلوہ گری کے سوا اسے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ تقریباً ایک پوری صدی گزر جانے کے بعد عاشق رسول فاضل بریلوی کا اسمِ گرامی اب اہل عشق کا سکونِ قلوب اور راحتِ جان بن چکا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضلِ بریلوی یکتائے روزگار تھے، ایسی تابندہ ودرخشندہ ہستیاں ملک وملت کا قیمتی سرمایہ ہوتی ہیں۔ امام احمد رضا دورآخر کے ایک عظیم فقیہ تھے، ان کی فقہی تحقیقات کے سامنے ان کے معاصر مفتیان کرام کے فتاوے پھیکے نظر آتے ہیں، ان کی علمی تحقیقات حیران وششدر کردینے والی ہیں، ان کا مجموعۂ فتاویٰ فقہی مسائل پر ایک عظیم انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اس خصوصیت میں وہ تنہا اپنے معاصرین پر بھاری معلوم ہوتے ہیں۔

امام احمد رضا کی زندگی ایک عظیم تحریک تھی، ان کے ذریعہ چلائی ہوئی تحریکوں کو ہم افکاررضا سے تعبیر کرسکتے ہیں۔ افکار رضا یا فکرِ رضا کو پوری طرح سے سمجھانے یا سمجھنے کے لئے کئی ضخیم کتب کی ضرورت ہے لیکن اختصار کے ساتھ اگر ہم اپنی بات کو سمجھائیں تو کہہ سکتے ہیں کہ:

(۱) امام احمد رضا نے مسلک اہل سنت والجماعت (سلف صالحین) کی پرزور حمایت کی اور مجاہدانہ وسرفروشانہ سرگرم عمل ہوئے۔

(۲) امام احمد رضا نے مسلک اہلسنت کے خلاف اٹھنے والی ہر باطل تحریک کہ جس نے ایمان وعقیدے کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا، اس کے خلاف نوک قلم کو شمشیر برہنہ کی طرح استعمال کیا۔

(۳) امام احمد رضا نے ابن عبدالوہاب نجدی کے زیر اثر چلنے والی ہر تحریک کی مخالفت کی۔

(۴) امام احمد رضا نے انگریزوں کے زیر اثر چلنے والی ہر اصلاحی (نام نہاد) تحریک کی مخالفت کی۔

(۵) امام احمد رضا نے ہنود کے زیر اثر چلنے والی ہر سیاسی تحریک کی مخالفت کی۔

(۶) امام احمد رضا نے قوم مسلم میں رائج تمام بدعات ومنکرات کی شدید مخالفت کی اور بیشمار رسائل تحریر کیے۔

(۷) امام احمد رضا نے عالم اسلام کے لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کو "چند نام نہاد علماء" کے ہاتھوں کافر ومشرک ہونے سے بچالیا۔

درج بالا چند سطور فکر رضا کی صرف ایک جھلک ہیں لیکن ان سب سے الگ فکر رضا اگر عالم میں مشہور ومعروف ہے تو وہ ہے عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ وہی فکر ہے جو دین مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی اساس ہے، جس عشق کی بنیاد پر خلیفہ اول سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کو صدق وصفا کی وہ دولت نایاب ہاتھ آئی کہ "صدیق اکبر" کا لقب پاکر دونوں عالم میں ممتاز ہوئے، خلیفہ دوم سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ "فاروق اعظم" کے مبارک لقب سے یاد فرمائے جاتے ہیں، یہ وہی فکر ہے کہ جس کی بنا پر سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالی عنہ "خیر التابعین" کے لقب سے پورے عالم میں جانے اور مانے جاتے ہیں۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے افکار ونظریات یعنی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلکیاں ان کی ہر تحریر چاہے وہ ان کے فتاوی میں ہو یا کسی دیگر تحقیقی تحریر میں، ہر جگہ اس کی تابانیاں صاف نظر آتی ہیں لیکن اگر نعتیہ شاعری کی بات کریں تو اس کے جلوے ہی سب سے منفرد ودرخشندہ نظر آتے ہیں۔

جیسا کہ سبھی اہل علم باخبر ہیں کہ انیسویں صدی، اردو شاعری کا ایک زریں دور تھا، اس دور میں اردو کے ایسے ایسے باکمال شعراء موجود تھے جو شاعری کی ہر صنف میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے، دیگر اصناف شعر وسخن کے ساتھ ساتھ فن نعت وقصیدہ بھی اپنے تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ موجود تھا، اس زمانے میں نعت گو شعراء واضح طور پر دو خیموں میں تقسیم تھے، نعت گو شعراء کا ایک طبقہ حالی، شبلی ومحسن کے زیر اثر تھا تو دوسرا طبقہ امیر مینائی وداغ دہلوی کے زیر اثر طبع آزمائی کے جوہر دکھا رہا تھا۔

اس منظر نامے میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کی آواز ایک تیسری منفرد آواز کے طور پر شامل ہوتی ہے، جس آواز نے شاعری کی حقیقی دنیا کو عشق رسول کی کچھ ایسی سمتیں دکھائیں جو اس سے پہلے اردو نعتیہ شاعری کا مقدر نہ بن سکی تھیں۔ ڈاکٹر الہی بخش اعوان، فاضل بریلوی کی شاعری کے تعلق سے لکھتے ہیں:

"ان کا خلوص، ان کا جذبہ صادق، ان کا والہانہ عشق، ان کی عقیدت، ان کا تبحر علم، ان کی روحانی بلندی، ان کی زبان دانی، ان کی فصاحت وبلاغت، ان کا تخیل، ان کا تفکر اور سب سے بڑھ کر ان کی پرکشش اور ہمہ جہت شخصیت ان کے انداز بیان کی قوس وقزح کے حسین رنگ میں ان رنگوں کے حسین امتزاج کا دوسرا نام جناب رضا کا انداز بیاں ہے:

طوبی میں جو سب سے اونچی نازک سیدھی نکلی شاخ
مانگوں نعت نبی لکھنے کو روح قدس سے ایسی شاخ

اس شعر میں نازک خیالی، تخیل کی بلند پروازی، نکتہ آفرینی، خیال کی ندرت، فکر کا اچھوتا انداز اور جذبے کا تقدس قابل ستائش ہے۔شاعر کے خلوص نے انداز بیاں میں وہ مہک پیدا کردی ہے جو انہی کا حصہ ہے"۔(عرفان رضا، ڈاکٹر الٰہی بخش، اختر اعوان، ص ۹۳،۹۲)

الغرض ہم کہہ سکتے ہیں کہ فاضل بریلوی کی شاعری میں کہیں تو ان کے مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان حجازی کے تعلق سے عربی شاعری کی فصیح اللسانی کی وہ جھلکیاں نظر آتی ہیں کہ عرب کے فصیح اللسان شاعر بھی عش عش کر اٹھتے ہیں اور کہیں برصغیر پر ایک زمانے تک ثقافتی زبان کے طور پر حکومت کرنے والی فارسی زبان کی ندرت، حلاوت، وشیرینی ہے اور کہیں کہیں اُردو زبان کا روہیلکھنڈی لہجہ ہے۔

فکر رضا کے اسی منظر نامے میں اگر ہم وارث علوم رضا حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی "سفینۂ بخشش" کی بات کریں، وہاں بھی ہمیں کلام رضا کی جھلکیاں نظر آتی ہیں، سفینۂ بخشش میں بھی تخیل کی بلندی، نازک خیالی، نکتہ آفرینی، فکر کا اچھوتا انداز اور جذبے کا تقدس وہی کارفرما نظر آتا ہے جو کہ ہم حدائق بخشش میں دیکھتے ہیں۔مثلاً یہ اشعار:

مری مشکل کو یوں آساں مرے مشکل کشا کردیں
ہر اک موج بلا کو میرے مولیٰ ناخدا کردیں

عطا ہو بیخودی مجھ کو خودی میری ہوا کردیں
مجھے یوں اپنی الفت میں مرے مولیٰ فنا کردیں

منور میری آنکھوں کو مرے شمس الضحیٰ کردیں
غموں کی دھوپ میں وہ سایۂ زلف دوتا کردیں

مجھے کیا فکر ہو اختر مرے یاور ہیں وہ یاور
بلاؤں کو جو میری خود گرفتار بلا کردیں

دیکھا آپ نے! موج بلا کو ہی ناخدا بن جانے کا انوکھا انداز اور مقطع کے شعر میں بلاؤں کو گرفتار بلا ہوجانے کا تخیل، اسے کہتے ہیں شعر کی نازک خیالی، تخیل کی بلند پروازی، نکتہ آفرینی، خیالات کی ندرت، فکر کا اچھوتا انداز اور سب سے بڑھ کر جذبے کا تقدس یعنی کہ دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی آواز جس میں کسی بھی قسم کے تصنع یا بناوٹ کا نام ونشان نہیں۔

چھوٹی چھوٹی بحروں میں اشعار کہنا متوسطین اور متاخرین شعراء کا خاص وصف رہا ہے، یعنی کہ چھوٹی چھوٹی بحروں میں بڑے بڑے مضامین پرودینا بڑے بڑے شعراء کا کام ہے۔مومنؔ، غالبؔ، داغؔ دہلوی اور امیر مینائی کے یہاں یہ خاص انداز خوب موجود ہے، چھوٹی چھوٹی بحریں لطف زبان کے اظہار کے لئے اختیار کی جاتی تھیں۔داغؔ دہلوی نے ان چھوٹی بحروں میں زبان کی خوبی اور بانکپن کو خوب دکھایا ہے۔یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ غزل کے لئے یہ میدان تو بڑا وسیع اور پُرکیف ہے لیکن نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ ایک سخت منزل ہے کہ چھوٹی بحروں میں مضمون آفرینی کی گنجائش بہت کم ہوتی ہے، متر کبات کی بندش اس میں سمونا ممکن نہیں ہوتا اور نعت میں جس قدر مضمون آفرینی ہوتی ہے، اتنی ہی وہ پُرکیف ہوتی ہے لیکن فاضل بریلوی کے اس شہزادۂ عظیم نے "سفینۂ بخشش" میں "حدائق بخشش" ہی کی طرح چھوٹی چھوٹی بحروں میں عجیب عجیب گلکاریاں کی ہیں۔

ملاحظہ کریں:

کچھ کریں اپنے یار کی باتیں — کچھ دل داغدار کی باتیں
ہم تو دل اپنا دے ہی بیٹھے ہیں — اب یہ کیا اختیار کی باتیں
میں بھی گزرا ہوں دورِ الفت سے — مت سنا مجھ کو پیار کی باتیں
اہل دل میں یہاں نہیں کوئی — کیا کریں حالِ زار کی باتیں
ہر گھڑی وجد میں رہے اختر — کیجئے اس دیار کی باتیں

***

وہ چمکا وہ چمکا منارِ مدینہ — قریب آرہا ہے دیارِ مدینہ
مدینے کے کانٹے بھی صد رشکِ گل ہیں — عجب رنگ پر ہے بہارِ مدینہ
نہیں جچتی جنت بھی نظروں میں ان کی جنہیں بھا گیا خارزارِ مدینہ
سحر دن ہے اور شامِ طیبہ سحر ہے — انوکھے ہیں لیل و نہارِ مدینہ
بلا اختر خستہ جاں کو بھی در پر — میں صدقے ترے شہریارِ مدینہ

***

اپنے رندوں کی ضیافت کیجئے — جامِ نظارہ عنایت کیجئے
ساقیٔ کوثر دہائی آپ کی — سوختہ جانوں پہ رحمت کیجئے
خود کو بھولوں آپ کی الفت میں میں — مجھ کو یوں مدہوشِ الفت کیجئے
دفع ہو طیبہ سے یہ نجدی بلا — یارسول اللہ! عجلت کیجئے
رحلتِ اختر کا ہنگام آگیا — سایۂ رحمت میں رخصت کیجئے

***

مفتیٔ اعظم دہن خیر الوریٰ — جلوۂ شانِ عرفان احمد رضا
دیدِ احمد رضا ہے تمہیں دیکھنا — ذاتِ احمد رضا کا ہو تم آئینہ
ان کی مدحت کو میں کس سے لاؤں زباں — کیا مقامِ ثریا بتائے ثرا
ہیں بہت علم والے بھی اور پیر بھی — آنکھوں دیکھا نہ ان سا نہ کانوں سنا
اور ہوں گے جنہیں تجھ سے لالچ ہو کچھ — تیرے اختر کو کافی ہے تیری رضا

***

شاعری کی زبان جدلیاتی اور تخلیقی اظہار سے وجود میں آتی ہے۔ اختصار، اشارہ، نکتہ آفرینی اور پردہ داری اس کے اوصاف ہیں۔ اس کے برخلاف نثر وضاحت اور صراحت سے پہچانی جاتی ہے۔ زبان کا جدلیاتی استعمال، استعارہ سازی و معنی آفرینی، یہ وہ

ہنر ہیں جو کبھی کم اور عطائی زیادہ ہیں اور یہ چیز "جذبہ" کی مرہون منت ہوتی ہے۔اسی لئے کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ "وہ شاعر ہو ہی نہیں سکتا جس نے عشق نہ کیا ہو"۔

تاج الشریعہ جیسی بزرگ شخصیت کے حصے میں یہ عشق، عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں رونما ہوا اور اس کے اظہار کے لئے آپ نے نعت گوئی کا سہارا لیا۔کسی شاعر کی سب سے بڑی پہچان اس کی اپنی آواز ہوتی ہے، آپ کی آواز فاضل بریلوی، استاذ زمن، سرکار مفتی اعظم و دیگر نعت گو شعراء سے مختلف ہے۔ جہاں تک نعتیہ مضامین کے مواد کا تعلق ہے، حضور تاج الشریعہ کی ذات پورے برصغیر میں اپنے دور میں آفتاب علم و کمال کی حیثیت رکھتی ہے، فقہ اسلامی کے باریک سے باریک نکات آپ پر واضح تھے۔ نتیجے کے طور پر عشق کی دیوانگی نے جہاں جذبے کو مہمیز کیا، وہیں علمی تبحر نے احتیاط کو راہ دکھائی اور پھر ان دونوں کی آمیزش نے آپ کے کلام کو سادگی اور معنوی حسن عطا کیا۔زبان کی سلاست و روانی نے عشق مصطفیٰ سے سرشار دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے جذبات واحساسات کو وہ پاکیزگی و لطافت عطا کی جو ایک صاحب دل بزرگ کے دلِ گداز کا پتہ دیتی ہے۔

ترے دامن کرم میں جسے نیند آگئی ہے
جو فنا نہ ہوگی ایسی اسے زندگی ملی ہے

وہ جہان بھر کے داتا مجھے پھیر دیں گے خالی
میری توبہ اے خدا یہ مرے نفس کی بدی ہے

اے نسیم کوئے جاناں ذرا سوئے کم نصیباں
چلی آ کھلی ہے تجھ پہ جو ہماری بے بسی ہے

***

شام تنہائی بنے رشکِ ہزاروں انجمن
یاد جاناں دل میں یوں دھومیں مچائے خیر سے

زندہ باد اے آرزوئے باغ طیبہ زندہ باد
تیرے دم سے ہیں زمانے کے ستائے خیر سے

ہو مجھے سیر گلستانِ مدینہ یوں نصیب
میں بہاروں میں چلوں خود کو گمائے خیر سے

سنگِ در سے آسکے طیبہ میں اب تو جا ملے
آگئے در پہ ترے تیرے بلائے خیر سے

انتظار ان سے کہے ہے بہ زبان چشم نم
کب مدینہ میں چلوں کب تو بلائے خیر سے

گوش برآواز ہوں قدسی بھی ان کے گیت پر باغ طیبہ میں جب اختر گنگنائے خیر سے

ہمارے باغِ ارماں میں بہار بے خزاں آئے
کبھی جو اس طرف خنداں وہ جانِ گلستاں آئے

وہ جانِ یوسف آجائے اگر میرے تصور میں
خدا رکھے وہیں کھنچ کر بہارِ دو جہاں آئے

جمالِ روئے جاناں دیکھ لوں کچھ ایسا ساماں ہو
کبھی تو بزمِ دل میں یا خدا آرامِ جاں آئے

***

مصطفائے ذاتِ یکتا آپ ہیں
یک نے جس کو یک بنایا آپ ہیں

آپ جیسا کوئی ہو سکتا نہیں
اپنی ہر خوبی میں تنہا آپ ہیں

لا مکاں تک جس کی پھیلی روشنی
وہ چراغِ عالم آرا آپ ہیں

آپ کی طلعت خدا کا آئینہ
جس میں چمکے حق کا جلوہ آپ ہیں

آپ کی خاطر بنائے دو جہاں
اپنی خاطر جو بنایا آپ ہیں

***

تم جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، تم جو نہ ہو تو کچھ نہ ہو
جانِ جہاں تمہی تو ہو، جانِ جناں تمہی تو ہو

روحِ روانِ زندگی، تاب و توانِ زندگی
امن و امانِ زندگی شاہِ شہاں تمہی تو ہو

تم ہو نمودِ اولیں شمعِ ابد بھی ہو تمہی
شاہِ زمن یہاں، وہاں سکہ نشاں تمہی تو ہو

***

داغِ فرقتِ طیبہ قلبِ مضمحل جاتا
کاش گنبدِ خضرا دیکھنے کو مل جاتا

میرے دل سے دھل جاتا داغ فرقت طیبہ
طیبہ میں فنا ہو کر طیبہ میں ہی مل جاتا

چشم تر وہاں بہتی، دل کا مدعا کہتی
آہ با ادب رہتی موٗنھ میرا سل جاتا

وہ خرام فرماتے میرے دیدہ و دل پر
دیدہ میں فدا کرتا صدقے میرا دل جاتا

***

جو بے پردہ نظر آجائے جلوہ روئے انور کا
ذرا سا منھ نکل آئے ابھی خورشید خاور کا

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
یہاں آتے ہیں یوں عرشی کہ آوازہ نہیں پر کا

بتاتا تھا کہ پتھر ان کے زیر پا مسخر ہے
بنا پتھر میں یوں نقش کف پا میرے سرور کا

***

آنکھ اٹھا کر تو ذرا دیکھ مرے دل کی طرف
تیری یادوں کا چمن دل میں سجایا ہوگا

دامن دل جو سوئے یار کھنچا جاتا ہے
ہو نہ ہو اس نے مجھے آج بلایا ہوگا

***

تلاطم ہے یہ کیسا آنسوؤں کا دیدۂ تر میں
یہ کیسی موجیں آتی ہیں تمنا کے سمندر میں

تجسس کروٹیں کیوں لے رہا ہے قلب مضطر میں
مدینہ سامنے ہے بس ابھی پہنچا میں دم بھر میں

مدینے سے رہیں خود دور اس کے روکنے والے
مدینے میں خود اختر ہے مدینہ چشم اختر میں

***

کسی بھی شاعری کی کامیابی کے لئے "انداز بیان" بہت اہمیت رکھتا ہے، کلام کے دو اہم جز ہوتے ہیں، ایک فکر اور دوسرا

فن،فکر سے مراد ہے کہ شاعر نے کن کن موضوعات کو اپنی شاعری میں جگہ دی یا بالفاظ دیگر کیا کہا۔دوسرا فن،اس سے مراد ہے کہ کیسے اور کس طرح کہا۔فکر اور فن کے معاملات میں ماہرین او بیات کے مختلف نظریات رہے ہیں۔بعض باتوں کی معنوی خوبیوں اور فکری بلندیوں کے رسیا ہیں،ان کی نظر میں انداز بیاں جیسا بھی ہو،بات معقول اور تہدار ہو خواہ بیان اکہرا ہی کیوں نہ ہو۔دوسرا گروپ پُرشکوہ انداز بیان کا شیدائی ہے۔شوکت الفاظ،خوبصورت ترکیبیں،نادر استعارات،انوکھی تشبیہیں اور الفاظ کی نشست و برخاست کو ہی بیان کی معراج سمجھتا رہا ہے،بات اہم ہو یا نہ ہو،انداز بیان ایسا ہو کہ سننے والے کی زبان سے بے ساختہ واہ نکل جائے۔اس قبیل کے شعراء کے یہاں خارجیت کو راہ ملی اور ان کی شاعری "فردوسِ دل و روح" نہ بن کر محض "فردوسِ گوش" ہوئی۔

لیکن معتبر ناقدین اَدب اچھی شاعری کے لئے ان دونوں پہلوؤں کو ناگزیر سمجھتے ہیں۔بلند فکر کو اگر اچھا قالب شعری عطا نہ کیا جائے تو بات کی قدر و قیمت گھٹ جاتی ہے اور اسی طرح انداز بیاں خوبصورت ہو اور فکر کی بلندی غائب ہو تو بھی کلام بے تاثیر ہو جاتا ہے۔یعنی کہ:

بات جب ہے کہ فاصلہ نہ رہے   فکر اور فن کے درمیاں لوگو

فکر اور فن کے اعتبار سے اگر ہم "سفینۂ بخشش" پر نظر ڈالتے ہیں تو لفظوں کے انتخاب اور شوکت الفاظ کے ساتھ ساتھ تشبیہات،تمثیلات اور استعارہ و کنایہ کی جلوہ گری آپ کے نعتیہ کلام میں فکری بلندی،جدت طرازی و معنی آفرینی کے ساتھ موجود نظر آتی ہے۔

یہ خاکِ کوچۂ جاناں ہے جس کے بوسے کو   نہ جانے کب سے ترستے ہیں دیدہائے فلک
علو و عظمتِ خاکِ مدینہ کیا کہئے   اسی تراب کے صدقے ہیں اعتلائے فلک
یہ ان کے جلوے کی تھیں گرمیاں شب اسریٰ   نہ لائے تاب نظر جھپکے دیدہائے فلک

***

چھائی رہتی ہیں خیالوں میں تمہاری زلفیں   کوئی موسم ہو یہاں رہتی ہے برسات کی رات
دل کا ہر داغ چمکتا ہے قمر کی صورت   کتنی روشن ہے رخِ شہ کے خیالات کی رات
جس کی تنہائی میں وہ شمع شبستانی ہو   رشک صد بزم ہے اس روز خرامات کی رات
بلبل باغ مدینہ کو سنا دے اختر   آج کی شب ہے فرشتوں سے مباہات کی رات

***

تیری چوکھٹ پہ جو سر اپنا جھکا جاتے ہیں   ہر بلندی کو وہی نیچا دکھا جاتے ہیں
ڈوبے رہتے ہیں تری یاد میں جو شام و سحر   ڈوبتوں کو وہی ساحل سے لگا جاتے ہیں
آسماں تجھ سے اٹھائے نہ اٹھیں گے سن لے   ہجر کے صدمے جو عشاق اٹھا جاتے ہیں
دشتِ طیبہ میں نہیں کیل کا کھٹکا اختر   نازک اندام وہاں برہنہ پا جاتے ہیں

***

ان کی چوکھٹ چوم کر خود کہہ رہی ہے سروری ان کے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں

خاکِ طیبہ کی طلب میں خاک ہو یہ زندگی — خاکِ طیبہ اچھی اپنی زندگی اچھی نہیں

دشتِ طیبہ کے فدائی سے جناں کا تذکرہ — جو رلا دے خون ایسی دل لگی اچھی نہیں

شاخِ گل پر ہی بنائیں گے عنادل آشیاں — برق سے کہہ دو کہ ہم سے ضد تری اچھی نہیں

***

نہاں جس دل میں سرکارِ دو عالم کی محبت ہے — وہ خلوت خانۂ مولیٰ ہے وہ دل رشکِ جنت ہے

خدا نے یاد فرمائی قسم خاکِ کفِ پا کی — ہوا معلوم طیبہ کی دو عالم پر فضیلت ہے

یہی کہتی ہے رندوں سے نگاہِ مست ساقی کی — در میخانہ وا ہے میکشوں کی عام دعوت ہے

***

سفینۂ بخشش میں فکرِ رضا کی جلوہ باری دیکھنی ہو تو جگہ جگہ پر وہ اشعار بھی دیکھیں جو حضور تاج الشریعہ نے بارگاہِ رسالت کے گستاخوں پر اپنی نوکِ قلم سے شدید ضرب کاری کی ہے، خوبصورت پیرائے میں کاری ضرب:

ذکرِ سرکار بھی کیا آگ ہے جس سے نجدی — بیٹھے بیٹھے دلِ نجدی کو جلا جاتے ہیں

جن کو شیرینیِ میلاد سے گھن آتی ہے — آنکھ کے اندھے نہیں کو کھلا جاتے ہیں

***

جو جنون خلد میں کووں کو دے بیٹھے دھرم — ایسے اندھے شیخ جی کی پیروی اچھی نہیں

عقل چوپایوں کو دے بیٹھے حکیم تھانوی — میں نہ کہتا تھا کہ صحبت دیو کی اچھی نہیں

***

دفع ہو طیبہ سے یہ نجدی بلا — یا رسول اللہ! عجلت کیجئے

تیز کیجئے سینۂ نجدی کی آگ — ذکرِ آیاتِ ولادت کیجئے

***

جبینِ وہابی پہ دل کی سیاہی — نمایاں ہوئی جیسے ہو مہرِ شاہی

کہ ایں سجدہ ہائے بغیرِ محبت — نہ یابند ہرگز قبولِ الٰہی

***

بھلا دعوے ہیں ان سے ہمسری کے — سرِ عرشِ بریں جن کا قدم ہے

***

سفینۂ بخشش میں حضور تاج الشریعہ نے نئے نئے خیالات لانے کی کامیاب کوشش کی ہے، اپنی اس کوشش میں خیالات کی جدت اور صیغہ آفرینی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے، ملاحظہ کریں:

نت نئی ایک الجھن ہے — اُف غم روزگار کا عالم
کیف و مستی میں غرق یہ دنیا — جانے کیا دلفگار کا عالم

***

وائے حسرت دمِ آخر بھی نہ آ کر پوچھا — مدعا کچھ تو بتا دیدۂ پُرنم کیا ہے
کون ہوتا ہے مصیبت میں شریک و ہمدم — ہوش میں آیہ نشہ سا تجھے ہردم کیا ہے
کیف و مستی میں یہ مدہوش زمانے والے — خاک جانیں غم و آلام کا عالم کیا ہے
وہ جو ہیں ہم سے گریزاں تو بلا سے اپنی — جب بھی طور جہاں ہے تو بھلا غم کیا ہے
میٹھی باتوں پہ نہ جا اہل جہاں کی اختر — عقل کو کام میں لا غفلتِ پیہم کیا ہے

سفینۂ بخشش کا یہ ایک مختصر جائزہ اس بات کا ثبوت ہے کہ حضور تاج الشریعہ کا کلام فکر رضا کی پوری پوری غمازی کرتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ آپ کی شاعری اگرچہ فاضل بریلوی، حجۃ الاسلام، استاذ زمن، و حضور مفتی اعظم ہند کی شاعرانہ فکر کا ہی دریچہ ہے مگر آپ کا اپنا ایک منفرد لہجہ ہے جو آپ کو قادر الکلام شاعر کی حیثیت سے متعارف کراتا ہے۔ حالانکہ ابھی آپ کے کلام کا بہت بڑا حصہ زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوا، میرے سامنے بھی جو نسخہ ہے وہ ۲۰۱۰ء کا ہے۔ ورنہ آپ کی قادر الکلامی کے کئی اور جوہر اس مضمون میں بھی شامل ہوتے۔

***

حضور تاج الشریعہ کا تقویٰ اور تصلب فی الدین

الحاج حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی مصباحی خطیب وامام مسجد ہاجرہ رضویہ، جمشید پور (جھارکھنڈ)

رب ذوالجلال والاکرام کا فرمان عالیشان ہے۔ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔(القرآن، سورہ آل عمران 3، آیت 31) تم میرے فرماں بردار بن جاؤ اللہ تمھیں دوست رکھے گا۔ اس آیت کریمہ نے فیصلہ کردیا کہ جو شخص اللہ سے محبت کا دعویٰ کرے تو رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرے۔ اس کے اعمال، افعال، عقائد، فرمان نبوی ﷺ کے مطابق نہ ہوں، طریقہ نبوی پر کار بند نہ ہو تو وہ جھوٹا ہے۔ حدیث پاک میں ہے رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں: ''جو شخص کوئی ایسا عمل کرے جس پر ہمارا حکم نہ ہو وہ مردود ہے'' اسی لئے ارشاد نبوی ہے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھنے کے دعوے میں سچے ہو تو میری سنتوں پر عمل کرو، اس وقت تمھاری چاہت سے زیادہ اللہ تمھیں دے گا یعنی وہ خود تمھارا چاہنے والا ہو جائے گا۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ تیرا چاہنا کوئی چیز نہیں لطف (مزہ) اس وقت ہے کہ اللہ تجھے چاہنے لگ جائے۔

عالم اسلام کی عبقری شخصیت قاضی القضاۃ فی الھند، شہزادہ حضور مفسر اعظم حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا خان عرف جیلانی علیہ الرحمہ وجانشین حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خان عرف مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ، حضور علامہ مفتی ازہری میاں معروف بہ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی اللہ کی بارگاہ میں مقبولیت کی یہ دلیل ہے کہ آپ کی نماز جنازہ میں بے شمار لوگ حاضر ہوئے، بیرون ملک وعالم اسلام کی عبقری (کارہائے نمایاں سرانجام دینے والی) شخصیتیں تشریف لائیں اور ہندوستان کی ہر خانقاہ کے بزرگ، جید علماء، مبلغ، مفکر، سجادہ نشین حضرات بھی شریک ہوئے، مارہرہ شریف، کچھوچھہ شریف، بدایوں شریف، امجھر شریف، بلگرام شریف کالپی شریف، خانقاہ عالیہ چشتیہ معینیہ، اجمیر معلی شریف، وغیرہ وغیرہ صدق دل سے سوچیں تو یہ آپ کی کرامت بھی مانی جاسکتی ہے کہ آپ نے اپنے وصال پر سبھی کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کردیا۔ اللہ والوں کو منجانب اللہ مقبولیت ملتی ہے اور یہ مقبولیت ان کی ولایت ومحبوبیت کی دلیل ہے، حضور تاج الشریعہ، اعلیٰحضرت امام احمد رضا (اور پیر ومرشد) مفتی اعظم ہند سیدی مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ کے علوم کے وارث وامین اور ان کے جانشین تھے۔ آپ صحیح معنوں میں نائب رسول اور وارث انبیاء تھے۔ علم قرآن، علم حدیث، علم فقہ، اور دیگر علوم وفنون میں تبحر اور کئی زبانوں کے ماہر تھے، عربی، فارسی، اور انگریزی زبان لکھنے اور بولنے میں کافی دسترس رکھتے تھے۔ وہ علم شریعت اور علم طریقت کے سنگم تھے۔ اسی لئے شریعت پر چلنے والے بھی آپ کے شیدائی ہیں اور طریقت کو اپنانے والے بھی آپ کے فدائی ہیں اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ پوری دنیا میں آپ کے مریدین کی تعداد لگ بھگ کروڑوں تک ہے۔ ۲۲ جولائی 2018 کو بریلی شریف میں آپ کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے لاکھوں لاکھ مسلمانوں کا اکٹھا ہونا اور پوری دنیا میں آپ کے ایصال ثواب کے لیے مجالسِ دعا منعقد ہونا، آپ کے پیر طریقت، رہبر شریعت، ولی کامل اور قطب عالم ہونے کی دلیل ہے آپ کی رحلت بلا شبہ عالم اسلام کے لیے بہت بڑا سانحہ ہے (بہر حال موت تو برحق ہے) آپ کی وفات سے (ناچیز راقم) اور

پورا عالم اسلام سوگ اور رنج وغم میں ہے ایسے ہی موقع کے لیے فرمایا گیا ہے۔ موت العالِم موت العالَم عالم کی موت ایک عالم (دنیا) کی موت ہے یہ زبردست خلا ہے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ خلا کیسے اور کب پر ہوگا۔

"تفقہ فی الدین" میں حضور تاج الشریعہ کی جولانیاں ونکات دیکھنا ہو تو آپ کے فتاویٰ کو ملاحظہ فرمائیں آپ کی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں: 1 فتاویٰ ٹائی کا مسئلہ، 2 آثار قیامت، 3 تین طلاقوں کا شرعی حکم مسئلہ وغیرہ وغیرہ۔ بلاشبہ اللہ رب العزت کی عطا سے ہی یہ دولت آپ کو ملی تھی تفقہ فی الدین ایک ایسا اثاثہ ہے کہ اس جوہر کو ہر دل کی تجوری میں مقفل نہیں کیا جاتا۔ اور نہ ہی اس کا رشتہ کسب وحصول کے تانے بانے سے جڑا ہے۔ تفقہ فی الدین کا تعلق مشیت ایزدی سے وابستہ ہے۔ مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ: اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے پر احسان اور بھلائی کرنا چاہتا ہے، اسے تفقہ فی الدین کے گوہر سے مالا مال فرماتا ہے (بخاری شریف، حدیث 71، مسلم 1037) آپ کی کتاب حضرت ابراہیم کے والد تارخ یا آزر۔ اور ٹائی کا مسئلہ اہل علم ضرور مطالعہ فرمائیں آپ کے فقہی اور علمی استدلال آپ کو عش عش کرنے پر مجبور کردیں گے، مقالہ میں ساری باتیں لکھنا مشکل ہے اس کے لیے کتاب کی ضرورت ہے اہل علم اس پر توجہ دیں اور کاوش فرمائیں، اکابر کی بارگاہ میں خراج پیش فرمائیں۔

مورانواں، ضلع اناؤ، یوپی میں تاج الشریعہ کی آمد □ حضور تاج الشریعہ اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو سب سے پہلے 19/9 میں دیکھنے کا شرف حاصل ہوا اور وہیں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے بیعت کا شرف بھی حاصل ہوا، اس کے بعد متعدد بار ملاقات کا شرف ملتا رہا اور تقریباً ہر جگہ حضور تاج الشریعہ سے بھی ملاقات ہوتی رہی، دوران طالب علمی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں 2 ملاقاتیں ہوئیں پھر بریلی شریف میں کئی بار اور پھر شہر آہن جمشید پور میں 3 ملاقاتیں تاریخی کانفرنس کنزالایمان کانفرنس میں ہوئیں کنزالایمان کانفرنس حضرت مولانا مبین الہدیٰ صاحب نے کرائی تھی ناچیز راقم بھی اس میں پیش پیش تھا حضور تاج الشریعہ سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع میسر ہوا 3 کرامتیں بھی میں نے دیکھیں (ان شاء اللہ بشرط حیات، صحت وعافیت کتاب لکھنے کا ارادہ ہے اللہ کامیاب فرمائے آمین) تقریباً ہر سال ایک یا دو بار بریلی شریف کی حاضری ہو رہی ہے اور ہمیشہ تاج الشریعہ کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل رہا کئی واقعات قلم بند کرنے سے تعلق رکھتے ہیں، تاج الشریعہ کے تفقہ فی الدین کا ایک دلچسپ واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔ راقم کا آبائی وطن قصبہ مورانواں، ضلع اناؤ، یوپی ہے جہاں قدیم تاریخی مدرسہ ضیاء الاسلام ویتیم خانہ قائم ہے جو کہ تقریباً 90 سالوں سے چل رہا ہے۔

مدرسہ ضیاء الاسلام ویتیم خانہ کی جدید بلڈنگ "دارالعلوم ضیاء الاسلام" کی سنگ بنیاد رکھنے حضور شہزادہ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ مورانواں تشریف لائے تو ایک عجیب واقعہ پیش آ گیا، ہوا یوں کہ حضرت کو لانے میں رئیس ہندوستان، ہندوستان ٹرانسپورٹ کے مالک جناب محمد رفیق خاں اور ان کے خسر محترم جناب حاجی معظم خاں، اور مولانا ڈاکٹر محمد قاسم خان، حضرت مولانا برکت اللہ ناپاروی اور حضور مفتی رجب علی ناپاروی کا ہاتھ تھا جمعہ کا دن تھا، حاجی معظم خاں حضور مفتی اعظم ہند کو اپنے گھر تحصیل پور لے جانا چاہ رہے تھے، دیہات میں جمعہ کا مسئلہ چھیڑ کر فائدہ اٹھانا چاہ رہے تھے۔ سرکار حضور مفتی اعظم نے فرمایا میں جہاں جس کام کے لیے آیا ہوں، وہیں لے چلو آپ مورانواں تشریف لائے، موراواں میں جمعہ زمانہ قدیم سے قائم تھا جمعہ کی نماز ہوتی تھی آپ نے جمعہ پڑھا پھر آپ نے شریعت مطہرہ کا مسئلہ بتایا کہ یہاں جمعہ قائم ہے تو جمعہ کی نماز ہوتی رہے گی لیکن

آپ حضرات ظہر کی نماز بھی باجماعت ادا کریں چنانچہ ظہر کی نماز بھی باجماعت ادا کی گئی۔ اور یہ سلسلہ تقریباً 3 سال تک چلا، دیو بندیوں، جماعت اسلامی والوں نے ہنگامہ برپا کردیا۔ بعد جمعہ "دارالعلوم ضیاء الاسلام" کی جدید بلڈنگ کی بنیاد 8 شوال المکرم 1394ھ بمطابق 25 اکتوبر بروز جمعہ 1974 حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ اور حضور تاج الشریعہ ودیگر علمائے کرام کے مقدس دست مبارک سے رکھی گئی۔ رات میں بعد نماز عشا جلسہ تھا پورے اطراف کے گاؤں کے لوگ حتی کہ شہر سے بھی لوگ آئے تھے۔ ناچیز نے مورانواں میں اتنا مجمع کبھی نہیں دیکھا۔ حضرت مولانا ڈاکٹر محمد قاسم خان مصباحی نے تلاوت قرآن کریم سے جلسے کا آغاز کیا پھر حضرت مولانا برکت اللہ ناپاروی نے جمعہ کی جماعت کے مسائل بتائے (جو مدرسہ ضیاء الاسلام ویتیم خانہ کے مدرس تھے) پھر حضور مفتی رجب علی ناپاروی نے بیان فرمایا اس کے بعد بحکم حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ، حضور ازہری میاں قبلہ نے براہین ودلائل سے جمعہ قائم ہونے کے مسائل بیان فرمائے (کاش وہ تقریر ریکارڈ ہوتی تو کیا بات ہوتی)۔ پورا مجمع پرسکون انداز میں حضور تاج الشریعہ کا بیان سن رہا تھا بیچ میں ناچیز اور مولوی محمد وارث عرف منیم مولی صاحب نعرہ تکبیر کی صدا لگاتے تو پورا مجمع بھی لگاتا اور پورا قصبہ دہل جاتا، صبح پورے اطراف کے برادران وطن (ہندو) آئے حضرت کی زیارت کی، مشہور کروڑ پتی ہندو "چندن سنار" بھی آیا اور حضور مفتی اعظم ہند کی زیارت کی۔ بعد میں معلوم ہوا حضرت کے جانے کے بعد اس نے اسلام قبول کرنے کا اظہار کیا تھا، کیوں نہ ہوا معلوم نہیں یہ بات ہمیں مراد علی صاحب عرف مرادی بڑے ابا نے بتائی تھی۔

حضور تاج الشریعہ کا تصلب فی الدین: تصلب فی الدین اوصاف حمیدہ میں سے ہے، یہ وہ عظیم وصف ہے جو مرد مومن کو بہت سے درجات ومناصب جلیلہ سے معراج کمال اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت تک پہنچا دیتا ہے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ (القرآن، سورہ حم سجدہ 41، آیت 30) بیشک وہ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا، (کنز الایمان) حدیث پاک میں ہے "مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰی لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِیْمَانَ (**مشکوۃ شریف**، حدیث 30) جس نے اللہ کے لیے بغض رکھا، اللہ کے لیے دیا، اللہ کے لیے روک رکھا، تو اس نے ایمان کامل کرلیا" تصلب عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی ہیں سخت، محکم اور مضبوط ہونا۔ یہ "صُلب" سے مشتق ہے۔ "صُلب" ریڑھ کی ہڈی کو کہتے ہیں قرآن مجید میں وہ مادہ اور نطفہ جس سے انسان کی تخلیق ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔ یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ (القرآن، سورہ طارق 86، آیت 7) وہ ریڑھ اور سینے کی پسلیوں کے بیچ سے نکلتا ہے۔ اور ہڈی چونکہ ایک سخت چیز ہے خاص کر ریڑھ کی ہڈی لہذا تصلب کے معنی اسی مناسبت سے سختی، شدت، مضبوطی اور استحکام کے ہیں۔

تصلب فی الدین کا مطلب: دین میں تصلب کا مفہوم ہے سختی، مضبوطی کے ساتھ تا عمر اپنے دین پر قائم رہنا، اپنے دین کے علاوہ تمام ادیان کو غلط اور باطل اور خلاف حق جاننا اور اپنے قول وفعل سے یہی ظاہر کرنا اور ہر وہ نظریہ وعقیدہ جو دین اسلام کے خلاف ہو اس سے کنارہ کشی اور دوری اختیار کرنا ہو دین اسلام کے احکام پر مضبوطی سے قائم رہنا۔ دین اسلام کی ترقی اور خوش حالی دیکھ کر خوش ہونا اس کی تنزلی اور بربادی دیکھ کر غمگین اور رنجیدہ ہونا۔ دین یہی ہے، تصلب فی الدین یہی ہے، اسی کو حضور تاج

الشریعہ کے دادا حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ یوں فرماتے ہیں۔

دہن میں زباں تمہارے لیے، بدن میں ہے جاں تمہارے لیے
ہم آئے یہاں تمہارے لیے، اٹھیں بھی وہاں تمہارے لیے

اللہ کے جتنے بھی مقدس و برگزیدہ بندے ہیں خواہ خلفائے راشدین کی جماعت ہو یا صحابۂ کرام، تابعین کی جماعت ہو یا صالحین کی یا ربانی علما کی جماعت ہو یا اقطاب واغواث اور اولیائے عارفین کی، سبھی تصلب فی الدین اور اعلان حق کے وصف جمیل سے متصف اور آراستہ رہے ہیں، دین کے دشمنوں اور بدمذہبوں نے جب بھی دین اسلام میں قطع و برید کرنے اور مسلمانوں کے عقیدے پر شب خون مارنے کی ناپاک کوشش کی تو مردان حق نے بغیر کسی پس وپیش کے مومنانہ فراست اور مجاہدانہ ہمت کے ساتھ خود میدان عمل میں کود کر دین اسلام کی حفاظت فرمائی ہے سرزمین بریلی شریف میں خانوادہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں۔ حضور مفسر اعظم حضرت مولانا ابراہیم رضا خان جیلانی میاں، حضور حجۃ الاسلام ہوں، حضور ریحان ملت ہوں، ایمرجنسی کے دور میں نس بندی کے خلاف فتویٰ دینا "نس بندی حرام حرام حرام ہے۔ قانونِ الٰہی نہیں بدلتا حکومتیں بدل جاتی ہیں" یا حضور تاج الشریعہ ہوں، ہر زمانے میں نئے نئے فتنوں نے جنم لیا لیکن ان اللہ کے بندوں نے ان کا منھ توڑ جواب دیا اور اللہ کی مخلوق کی رہنمائی فرمائی سیکڑوں مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ اعلائے کلمۃ الحق وتصلب فی الدین کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔ 1945ء کی بات ہے حضور مفتی اعظم ہند حج وزیارت کے لیے حرمین شریفین حاضر ہوئے ادھر نجدی حکومت نے پوری دنیا سے آئے ہوئے لاکھوں حجاج کرام پر حج وزیارت کا ٹیکس (Tax) لگا دیا، زر خرید نجدی علماء نے جواز کا فتویٰ دے دیا۔ ظلم وجبر واستبداد کو مدنظر رکھتے ہوئے، علمائے حرمین شریفین رخصت پر عمل کر کے خاموش رہے، لیکن مجدد اعظم امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کے صاحبزادے حضور مفتی اعظم ہند سے خاموش نہ رہا گیا، آپ کی غیرت ایمانی پھڑک اٹھی، اعلائے کلمۃ الحق کے لیے آپ نے فوراً قلم اٹھایا اور میدان عمل میں آگئے اور آپ نے دارالافتاء کی چہار دیواری کے اندر نہیں بلکہ ظالموں کے ملک میں بیٹھ کر اس کے خلاف فتویٰ صادر فرمایا اور دنیا کو بتایا کہ تصلب فی الدین کیا ہے؟ نجدی حکومت لرز گئی اور ٹیکس کی واپسی کا اعلان کر دیا۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی   اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

حضرت کے فتویٰ کو علمائے حرمین شریفین نے مطالعہ فرمایا اور متفقہ طور پر فرمایا: ان ھٰذا الامطاع العالم۔ حضرت کے "تصلب فی الدین" کو امام وقت، شیخ الہند والحرم تسلیم فرمایا اور بطور تبرک قرآن وحدیث وفقہ کے سلاسل کی اجازتیں لیں اور اپنے آپ کو مفتی اعظم کے زمرۂ تلامذہ میں داخل کرنے پر فخر فرمایا۔ کلمہ حق کے اظہار اور خلاف شرع باتوں کے رد بلیغ کرنے میں کسی سے ڈرنا اور دبنا یہ اعلیٰ حضرت کے خانوادے کی فطرت کے خلاف رہا ہے اور آگے بھی رہے گا (ان شاء اللہ تعالیٰ) اسی لیے حضور تاج الشریعہ نے بھی ہمیشہ اٹھنے والے نئے نئے فتنوں کا منھ توڑ جواب دیا تصویر کا مسئلہ ہو یا ٹی وی کا یا ٹائی کا وغیرہ وغیرہ آپ نے نہ صرف فتویٰ صادر فرمایا بلکہ کتابیں بھی تصنیف فرما کر اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ بھی انجام دیا، ٹی وی کے جواز کے سلسلے میں حضور تاج الشریعہ کے پاس لوگ گئے اور بار بار تاویلیں پیش کیں کہ موجودہ زمانہ میں ٹی وی کے ذریعہ اشاعت اسلام کا کام ہوگا آپ

نے کہا: استغفر اللہ! استغفر اللہ! آپ نے فرمایا آج پوری دنیا میں مذہب اسلام کے ماننے والوں کی تعداد ہر مذہب کے پیروکاروں سے زیادہ ہے۔ یہ سب صرف چودہ سو سالوں میں ہوا ہے مذہب اسلام حق اور سچا ہے خود بخود پھلتا پھولتا رہے گا، ٹی وی کا محتاج رہا ہے نہ رہے گا۔

حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے ہر موڑ پر مضبوطی کے ساتھ دین وسنیت کا پیغام اور شریعت کا حکم دنیا کے سامنے پیش کیا اور اس سلسلے میں کسی ملامت گر دنیادار کی پرواہ نہیں کی۔ یہ آپ کے تصلب فی الدین کی سب سے بڑی پہچان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور تاج الشریعہ کے نقش قدم پر چلائے اور ہمیں سچا پکا مسلمان بنائے آمین۔

***

تاج الشریعہ کی فقہی تحقیق

مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی صدر مفتی وشیخ الحدیث ،ادارۂ شرعیہ اتر پردیش ،رائے بریلی

برصغیر ہند میں بریلی شریف کی مردم خیز اور سبز وشاداب سرزمین پر بہت سارے لعل وگہر اور علم وفضل کے مہر درخشاں جنم لئے جو اپنی خدا داد صلاحیت ،ذہانت وفطانت ،علمی بصیرت ،تقویٰ وطہارت ،رشد وہدایت ، دینی ،علمی اور مذہبی خدمات کی بدولت افق عالم میں نیر تاباں بن کر چمکے۔ مسلکی ،تجدیدی ،اصلاحی ،فکری اور قلمی وتحریری خدمات سے سواد اعظم مسلک حق وصداقت کی خوب خوب آبیاری کی ،مجدد اعظم امام اہل سنت فقیہ اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی ،حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان قادری ، مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفی رضا خان قادری ،مفسر اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا خان جیلانی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس شہر علم وفضل کے وہ گوہر نایاب اور انمول ہیرے ہیں جن کی دعوت وتبلیغ اور دینی ومذہبی خدمات کی بدولت شہر بریلی کو چہار دانگ عالم میں بے پناہ شہرت ملی ،اہل عقیدت کے درمیان شہر بریلی کو" شریف" ہونے کا مبارک شرف ملا ،اسلامی دنیا میں" مرکز اہل سنت" جیسا عظیم لقب ملا ،اسکی نسبت کو عوام اہلسنت کے درمیان مسلک حق وصداقت کا علامتی امتیازی نشان سمجھا جانے لگا اور خواص اہلسنت نے عقائد اہلسنت کی سند اور پہچان تسلیم کیا۔

اسی شہر حکمت ومعرفت اور خانوادۂ علم وفضل میں مفسر اعظم ہند کے گھرانے میں رئیس المحققین ،سند المفسرین ،ممتاز المحدثین ،امام المتکلمین ،سراج السالکین ،زبدۃ العارفین ،آفتاب رشد وہدایت ،مخزن علم وحکمت ،تاجدار سنیت ،پاسبان مسلک اہلسنت ،بدر طریقت ،تاج شریعت ،نبیرۂ اعلیحضرت ،نواسہ وجانشین مفتی اعظم ہند ،قاضی القضاۃ فی الہند ،جگر گوشۂ جیلانی ،فرزند لاثانی ،افقہ الفقہاء ،مصدر العلماء ،حضرت علامہ حافظ وقاری ومفتی الحاج الشاہ اختر رضا خان قادری بریلوی المعروف بہ" ازہری میاں ،تاج الشریعہ" نور اللہ مرقدہ و تغمدہ بغفرانہ نے ۲۴ رذی قعدہ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ رنومبر ۱۹۴۳ء بروز سہ شنبہ ،خاندانی روایتوں کے امین ،اسلاف کے فضل وکمال کا مظہر ،مجدد اعظم کے علوم وفنون کے سچے وارث ،مفتی اعظم ہند کے زہد وتقویٰ کا عظیم پیکر ،عالم اسلام کے ایک عظیم محقق ومفکر اور جماعت اہلسنت کے ایک ممتاز ونامور مذہبی رہنما اور قائد کی حیثیت سے جنم لیا۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کو علم وفضل ،تحقیق وتنقیح ،فقہ وافتاء ،تصنیف وتالیف ،شعر وسخن ،احقاق حق وابطال و باطل ،تصلب فی الدین ،اتباع شریعت ،زہد وتقویٰ ،دعوت وتبلیغ ،مسلکی قیادت ،اسلاف کے عقائد ونظریات کی پاسداری ،جیسے اوصاف وکمالات اور گوناگوں خوبیاں ورثہ میں ملی تھیں ،خانوادۂ رضویہ کے عظیم چشم وچراغ اور جماعت اہلسنت کے مقتداء اور پیشوا کی حیثیت سے بہت ہی قلیل مدت میں عالمی سطح پر آپ کی شخصیت مقبول ومتعارف ہوئی ،عروج وارتقاء اور بلندی کے جس نقطۂ منتہا تک آپ نے چند برسوں میں سفر طے کیا تھا لوگ مدتوں کی تگ ودو اور سعی پیہم کے بعد اس منزل اور مقام تک پہنچتے ہیں ،آپ فخر خاندان و وقار خاندان تھے ،اعلیحضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کے علوم وفنون کے وارث حقیقی اور حضور مفتی اعظم علیہ

الرحمۃ کے سچے جانشین تھے، قاضی القضاۃ فی الہند کے منصب جلیل پر فائز تھے اور جماعت اہلسنت کی عالمی سطح پر قیادت وترجمانی کرتے تھے، اپنے وقت کے ایک عظیم محقق ومفکر اور افکار رضا کے بے باک ناشر وترجمان تھے، آپ کی ذات ستودہ صفات مرجع انام اور بالخصوص مرجع ارباب علم ودانش ومصدر علماء ومشائخ تھی، آپ رضویت کی شان، سنیت کی جان، مسلک اہلسنت کے علامتی نشان وپہچان اور مسلک حق وصداقت کی آبرو اور سرمایہ افتخار تھے، ہندوسندھ، عرب وعجم میں جو مقبولیت اور شہرت آپ کو حاصل تھی اسمیں آپ عدیم النظیر اور یکتائے روزگار تھے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کو اس صدی میں اپنے اقران ومعاصرین میں جس وصف نے سب سے زیادہ ممتاز ومنفرد بنایا تھا میری نظر میں وہ وہ وصف ہے آپ کا تفقہ فی الدین اور مسلک اعلیٰحضرت کی صیانت وپاسداری، آپ بیک وقت محدث ومفسر، مفتی وفقیہ، مصنف ومولف، مترجم ومحشی، ادیب وناقد، شاعر وخطیب تھے، ان تمام خوبیوں میں تفقہ فی الدین اور فتاویٰ نگاری آپ کا امتیازی وصف تھا جو آپ کے خاندان کا طرۂ امتیاز تھا اور آپ کو یہ فن ورثہ میں ملا تھا، آپ کے فتاوی میں مفتی اعظم ہند کے فتوں کی جھلک، حجۃ الاسلام کی تحریر کا دلکش نمونہ اور اعلیٰحضرت کے فتاوی کی روانی وسلاست اور توضیح وتنقیح جیسے اوصاف نمایاں طور پر موجود ہیں، نو پید مسائل کو حل کرنا، الجھے ہوئے مسائل کو سلجھانا، مسائل شرعیہ کو کثرت دلائل وشواہد اور فقہی جزئیات سے حل کرنا، سائل کی زبان کی رعایت، مسئلہ سے متعلق دیگر علوم وفنون کا استعمال، متعارض اقوال میں تطبیق اور اس طرح کے دیگر اوصاف اور نمایاں خصوصیات میں اعلیٰحضرت فاضل بریلوی اور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے آپ مظہر اتم اور عکس جمیل تھے، آپ کے فتوؤں کو عالم اسلام میں سند کی حیثیت حاصل ہے، مسائل شرعیہ میں عوام وخواص سبھوں کا آپ پر کافی اعتماد ووثوق تھا، آپ کے موقف اور فتوی پر اہلسنت وجماعت اور بالخصوص خانوادۂ رضویہ کے عقیدت مندوں کا بڑی سختی کے ساتھ عمل بھی ہے۔ چلتی ٹرین پر فرض وواجب نماز کا شرعی حکم، جدید ذرائع ابلاغ سے رویت ہلال کا ثبوت، نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا حکم، ٹی وی اور ویڈیو کا شرعی استعمال، چین والی گھڑی پہن کر نماز ادا کرنے کا حکم، اس طرح کے دیگر مسائل اس پر شاہد عدل ہیں، فروعی مسائل میں اپنے دور کے نامور مفتیان کرام اور فقہائے عظام سے نظریاتی اختلافات کے باوجود سبھی حلقوں میں آپ یکساں مقبول تھے، ہر ایک کے نزدیک آپ کی ذات مسلم الثبوت تھی اور قدر ومنزلت کی نگاہوں سے آپ دیکھے جاتے تھے، اس بات کا اندازہ حضور تاج الشریعہ کی وفات کے بعد ہندو بیرون ہند کی تمام خانقاہوں کے سجادہ نشینان اور جماعت اہلسنت کے نامور ممتاز علماء کرام اور مشائخ عظام کے تعزیت ناموں، تاثراتی تحریریں اور ایصال ثواب کی محافل ومجالس سے بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے، اس صدی میں کسی کی وفات پر آنکھوں نے نہ ایسا دیکھا، کانوں نے سنا اور نہ تحریروں میں پڑھنے کو ملا۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

آپ عربی، اردو اور انگریزی تینوں زبانوں میں فتاوے لکھتے تھے، آپ کے بعض تحقیقی فتاوے رسالے کی شکل میں موجود ہیں، المواہب الرضویہ فی الفتاوی الازہریہ المعروف بہ "فتاوی تاج الشریعہ" جو دو جلدوں پر مشتمل ہے اسکے مطالعہ سے آپ کے فتاوی کی جامعیت ومعنویت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ نے سب سے پہلا فتوی ۱۹۶۶ء میں تحریر فرمایا مدینہ منورہ سے استفتا ہوا تھا۔ نکاح، طلاق اور میراث کے مسائل سے متعلق تھا۔ مفتی شہاب الدین رضوی مصنف حیات تاج الشریعہ اس تعلق سے یوں رقم طراز ہیں:

"حضور تاج الشریعہ جب جامعہ ازہر سے لوٹ آئے تو درس کے ساتھ افتا نویسی کا بھی آغاز کیا، چنانچہ ۱۹۶۶ء ہی میں ایک استفتاء کا شاندار جواب لکھا یہ استفتا مرکز اسلام مدینۃ المنورہ سے آیا تھا، طلاق، نکاح، میراث پر مشتمل تھا جواب لکھنے کے بعد حضرت نے پہلے بحر العلوم حضرت مفتی سید افضل حسین مونگیری صاحب کو دکھایا، انہوں نے دیکھنے کے بعد تحسین کی اور کہا کہ مولانا اسے اپنے نانا جان مفتی اعظم مولانا مصطفی رضا صاحب کو دکھایئے حضرت نے اسے اپنے شیخ واستاذ نانا محترم کو دکھایا نانا صاحب نے دلائل و براہین سے مزین فتوی دیکھ کر مسرت کا اظہار کیا اور صدائے تحسین بلند کی حوصلہ افزائی فرمائی"۔ (حیات تاج الشریعہ ،ص:۱۹)

حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتوی نویسی کی ابتدا کے بارے میں خود تحریر فرماتے ہیں:

"میں بچپن سے ہی حضرت (مفتی اعظم ہند) سے داخل سلسلہ ہو گیا ہوں جامعہ ازہر سے واپسی کے بعد میں نے اپنی دلچسپی کی بنا پر فتوی کا کام شروع کیا، شروع شروع مفتی سید افضل حسین صاحب علیہ الرحمۃ اور دوسرے مفتیان کرام کی نگرانی میں یہ کام کرتا رہا اور کبھی کبھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر فتوی دکھایا کرتا تھا کچھ دنوں کے بعد اس کام میں میری دلچسپی زیادہ بڑھ گئی اور پھر میں مستقل حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگا، حضرت کی توجہ سے مختصر مدت میں اس کام میں مجھے وہ فیض حاصل ہوا کہ جو کسی کے پاس بیٹھنے سے بھی نہ ہوتا۔ (ماہنامہ استقامت کانپور)

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کے پاس استفتے کی بھرمار رہتی تھی، ملک کے کئی نامور مفتیان کرام آپ کے پاس افتا نویسی کا کام انجام دیتے تھے، حضور تاج الشریعہ کی فقہی بصیرت اور فتوی نویسی کے ملکۂ راسخہ کو دیکھ کر ایک دن مفتی اعظم ہند نے آپ کو بلا کر ارشاد فرمایا:

"اختر میاں اب گھر میں بیٹھنے کا وقت نہیں ہے یہ لوگ جن کی بھیڑ لگی ہوئی ہے کبھی سکون سے بیٹھنے نہیں دیتے اب تم فتاوی نویسی کا کام انجام دو، میں دار الافتا تمہارے سپرد کرتا ہوں پھر موجود لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ نے فرمایا آپ لوگ اب اختر میاں سلمۂ سے رجوع کریں انہیں میرا قائم مقام اور جانشین جانیں اسی دوران سے لوگوں کا رجحان آپ کی طرف زیادہ ہو گیا" (حیات تاج الشریعہ ص:۱۷)

۱۹۶۷ء سے آپ مسلسل حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی نگرانی میں ہندوستان کی شہرہ آفاق درسگاہ جامعہ رضویہ منظر الاسلام بریلی شریف سے درس وتدریس کے ساتھ فتوی نویسی کا کام مستقل طور پر انجام دیتے رہے اور جب ۱۹۸۱ء میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا وصال ہوا تو فتوی نویسی کی مکمل ذمہ داری آپ کے کندھوں پر آ گئی اور آپ مرجع فتاوی ہو گئے آپ نے اس کام کو باضابطہ طور پر انجام دینے کے لئے ایک مستقل تحقیقی ادارہ "مرکزی دار الافتاء" کے نام سے بریلی شریف میں قائم فرمایا، معتبر ومستند مفتیان کرام کا ایک عملہ تشکیل دی، ملک وبیرون ملک سے آئے ہوئے ہزاروں مسائل شرعیہ کا فقہ حنفی کی روشنی میں جوابات اپنی نوک قلم سے تحریر فرما کر امت مسلمہ کے حوالے کیا اور ان کی دینی رہنمائی کی۔

مفتیان کرام کو جب پیچیدہ اور لاینحل مسائل میں دشواری پیش آتی تو آپ کی طرف رجوع کرتے تھے آپ اپنی وسعت نظر اور فقہی بصیرت سے ان مسائل کی گتھیاں سلجھاتے اور ان کو مطمئن کر کے واپس کرتے، آپ سے گفتگو اور بحث وتمحیص کے بعد وسعت مطالعہ اور آپ کی تحقیق وتنقیح سے حیران وششدر رہ جاتے۔

ہندو بیرون ہند کے اکثر فقہی سیمناروں میں بھی آپ کی شرکت ہوا کرتی تھی، مجلس شرعی از ہر ہند باغ فردوس جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے فقہی سیمناروں میں پابندی کے ساتھ آپ شریک ہوتے تھے اور صدارت وسرپرستی آپ ہی کی ہوا کرتے تھی، اسکے فیصل بورڈ کے ایک اہم رکن بھی تھے، اگر مفتیان کرام کا زیر بحث مسئلہ میں اختلاف رائے ہوتا اور کسی ایک قول پر تمام مندوبین کا اتفاق نہ ہوتا تو ایسی صورت میں وہ مسئلہ فیصل بورڈ کے حوالے ہوجاتا جس کو حل کرنے میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا کلیدی رول ہوا کرتا تھا، آپ کی رائے اور قول کو قول فیصل اور قول آخر کی حیثیت سے تسلیم کیا جاتا، جس پر تمام مقالہ نگار، ارباب فقہ وافتاء اتفاق کرتے اور اسکی تائید میں اپنا اپنا دستخط بھی ثبت فرماتے۔

راقم الحروف (محمد کمال الدین اشرفی مصباحی) نے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی سب سے پہلی زیارت مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے دوسرے فقہی سمینار میں ۱۹۹۴ء میں کی تھی، سیمینار کا موضوع تھا" شناختی کارڈ کے لئے فوٹو کھنچوانا جائز یا نا جائز"؟

فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی، شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی، رئیس التحریر علامہ ارشد القادری، امام علم وفن خواجہ مظفرحسین رضوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، وغیرہم جیسے ملک کے نامور مفتیان کرام اور اجلہ فقہائے عظام کے درمیان آپ مسند صدارت وسرپرستی میں جلوہ بار تھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ شہر علم وعرفاں میں علم وفضل کا آفتاب اتر آیا ہے، فضل وکمال کا یہ کوہ بے مثال اور علم وحکمت کا یہ بحر ذخار اپنی فقہی تحقیق اور وسعت معلومات سے سب کو سیراب کر رہا ہے، تمام مندوبین اور شرکائے سیمنار آپ کی طرف متوجہ تھے اور جب آپ کچھ لب کشا ہوتے تو سبھوں کے کان کھڑے ہوجاتے، آپ نے شناختی کارڈ کے لئے فوٹو کھنچوانے کے تعلق سے فرمایا کہ:

چوں کہ اس صورت میں عند الطلب ضرورت ملجیہ یا حاجت شدیدہ متحقق ہوگی لہٰذا خاص شناختی کارڈ کے لئے فوٹو کھنچوانے کی اجازت ہوگی الضرورات تبیح المحظورات وغیرہا۔

تمام مندوبین نے آپ کے موقف کی تائید کی اور اس کو خوب خوب سراہا۔حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو شعر وشاعری سے بھی خاص دلچسپی تھی، شاعری کا فن بھی آپ کو وراثت میں ملا تھا، آپ کا نعتیہ مجموعہ "سفینۂ بخشش" کے نام سے بہت ہی مشہور ہے جو متعدد بار شائع ہوکر مقبول انام اور داد وتحسین حاصل کر چکا ہے، آپ کی نعتیہ شاعری دلکشی ورعنائی سے لبریز اور دل ودماغ کو معطر کرنے والی ہے آپکا عربی کلام سن کر اہل عرب انگشت بدنداں رہ جاتے تھے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود تصنیف وتالیف اور تعریب وتحشی سے بھی اپنے قلم کا رشتہ مضبوط رکھا، متعدد اہم موضوعات پر درجنوں کتابیں تصنیف کیں اور بہت سی کتابوں کا عربی سے اردو میں اور اردو سے عربی میں ترجمہ کیا۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ خانوادۂ رضویہ میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کے صرف علوم وفنون کے ہی وارث نہیں تھے بلکہ اخلاق وکردار تقوی وطہارت میں اپنے اسلاف کے عملی تفسیر تھے، زہد وتقوی، توکل وبے نیازی، سادگی وسادہ مزاجی، نرم گوئی وشیریں مقالی، جیسے اوصاف میں بھی ممتاز وبے مثال تھے۔آپ نے اپنے اخلاق وکردار اور حسن سلوک سے احباب اہل سنت کو اپنا دیوانہ بنالیا تھا اور مریدین ومعتقدین کے دلوں پر اپنا قبضہ جمالیا تھا، شہر ومضافات، گاؤں ودیہات ہر جگہ سے بھی آواز سننے کو

مل رہی تھی "بستی بستی قریہ قریہ تاج الشریعہ تاج الشریعہ"۔

اللہ تعالیٰ ہمارے سارے مشائخ کرام کے درجات کو بلند کرے جو باحیات ہیں ان کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے، ان کے نقوش زندگی کو ہم سبھوں کے لئے مشعل راہ بنائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہ واجمعین۔

***

حضور تاج الشریعہ اور محاوروں کا استعمال

محمد کاشف رضا شاد مصباحی ایم اے، ایم فل، ریسرچ اسکالر: گل برگہ یونیورسٹی۔ گل برگہ

محاورہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی آتے ہیں۔ بول چال، بات چیت، باہم بات کرنا وغیرہ۔ اور اصطلاحاً "وہ کلمہ یا کلام جسے معتبر لوگوں نے لغوی معانی کی مناسبت یا غیر مناسبت سے کسی خاص معنی کے لیے مخصوص کر لیا ہو۔" [اردو ڈکشنری۔ آن لائن] یعنی وہ کلمہ یا کلام اپنے معنی حقیقی کے بجائے معنی مجازی میں استعمال کیا گیا ہو۔ حبیب محمد بن عبد اللہ رفیع المرغنی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔

"محاورے کا استعمال زبان میں استعاراتی انداز میں ہوتا ہے یعنی محاورے کے الفاظ اکثر مجازی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں مثلاً پاؤں توڑ کے بیٹھ جانا۔ مایوس ہو جانا، ہمت ہار جانا، کوشش نہ کرنا کے معنی میں لکھا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں پاؤں توڑنا اپنے اصل معنی نہیں رکھتا ہے۔ اسی طرح عقل کے گھوڑے دوڑانا۔ فکر و تدبر کرنا، سوچ بچار کرنا کو گھوڑے دوڑانے سے لغوی نسبت نہیں ہے۔ البتہ یہ بات قابل توجہ ہے کہ محاروں کے الفاظ سے ان کے اصل معانی کا واضح اشارہ ملتا ہے جیسے پاؤں کا ٹوٹ جانا معذوری اور عقل کے گھوڑے دوڑانا سوچ کی تیز رفتاری پر دلالت کرتا ہے"۔ [روزنامہ "انقلاب دکن" گل برگہ ۲۸ اگست ۲۰۱۹ء]

نظم ہو یا نثر محاورے کا استعمال اس کی اہمیت و معنویت بڑھا دیتا ہے اور اسے فصاحت و بلاغت عطا کرتا ہے کیوں کہ جس بات کو کہنے کے لیے صفحات درکار تھے اسے ایک محاورے نے چند الفاظ کے کوزے میں بند کر لیا۔ دیگر زبان کی طرح اردو زبان و ادب بھی محاوروں کی دولت سے مالا مال ہے۔ اردو کے سبھی محاورے قواعد کے لحاظ سے علامت مصدری نا پر ہی ختم ہوتے ہیں نثر میں اس کا بعینہ استعمال تو ممکن ہے لیکن نظم میں قدرے دشوار ہے اس لیے نظم میں محاوروں کے الفاظ میں تقدیم و تاخیر ہو سکتی ہے لیکن اس میں تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں ہے، بقول علامہ ادریس رضوی:

"نثر میں یہ سب من و عن استعمال ہو جاتے ہیں لیکن نظم میں اس کے حصے بکھرے ہو جاتے ہیں مثال کے طور پر "ہتھیلی پر جان لیے پھرنا" محاورہ ہے مگر شعر میں اس کا سالم استعمال ہونا مشکل ہے تو اب اس کے الفاظ آگے پیچھے ہو سکتے ہیں اور یہ روایت زمانہ قدیم سے ادبا و شعرا کے یہاں قائم ہے۔ اہل زبان اور اہل علم نے اسے قبول کیا ہے"۔ [کلام رابی اور صنائع و بدائع، ص ۱۵۹]

محاورہ اپنے معنی کو بیان کرنے میں مکمل فقرہ نہیں ہوتا ہے اس لیے وہ الحاق عبارت یا ضمائر وغیرہ کی طرف محتاج ہوتا ہے اسی لیے اشعار میں محاورے تقدیم و تاخیر اور الحاق عبارت یا ضمائر میں تو وغیرہ کے ساتھ ہی استعمال ہوتے ہیں۔ شاعر کا اپنے کلام میں محاوروں کا استعمال کرنا زبان و بیان پر اس کے مضبوط گرفت کی دلیل ہے۔ تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان ازہری علیہ الرحمہ [ولادت: ۱۹۴۳ء بریلی وفات ۲۰۱۸ء بریلی] کی شناخت خانوادۂ رضویہ کے ایک بزرگ اور علمی فرد کی حیثیت سے ہے ان کی شاعری پر نظر ڈالی جائے تو جہاں ایک طرف ان کی علمی و فکری ندرت نکھر کر سامنے آتی ہے وہیں زبان و بیان اور محاروں پر ان کی

گرفت بھی آشکارا ہوجاتی ہے میں نے اس مضمون میں آپ کے کلام میں محاوروں کی تلاش کی ہے جس سے ان کی شاعری کی لسانی اہمیت ومعنویت سامنے آتی ہے۔

الف ممدودہ

(۱) آشیاں بنانا(یا باندھنا): گھونسلہ بنانا

شاخ گل پر ہی بنائیں گے عنادل آشیاں برق سے کہہ دو کہ ہم سے ضد تری اچھی نہیں

''آشیاں بنانا'' اور'' آشیاں باندھنا'' دونوں محاورہ کے طور پر مستعمل ہیں زیادہ لغات میں'' آشیاں باندھنا'' ہی لکھا گیا ہے لیکن بعض لغات میں'' آشیاں بنانا'' بھی درج ہے اور'' آشیاں بنانا'' ہی زیادہ معروف ہے دونوں کے معانی یکساں ہیں۔ استاذ شعرا کے کلام میں دونوں مستعمل بھی ہیں اور اکثر نے'' آشیاں بنانا'' ہی استعمال کیا ہے بطور حوالہ علامہ اقبال کا یہ شعر دیکھیں علامہ نے اپنے شعر میں'' آشیاں بنانا'' اور آشیاں باندھنا'' دونوں استعمال کیا ہے۔

کہاں اقبال تونے آ بنایا آشیاں اپنا نوا اس باغ میں بلبل کو ہے سامان رسوائی

(بانگ درا)

بلبل دلی نے باندھا اس چمن میں آشیاں ہم نوا ہیں سب عنادل باغ ہستی کے جہاں

(بانگ درا)

لے رنگ بے ثباتی یہ گلستاں بنانا بلبل نے کیا سمجھ کر یاں آشیاں بنایا

(کلیات میر، دیوان دوم)

(۲) آگے جانا: (۱) آگے بڑھنا (۲) رستہ بتانا۔ رہنمائی کرنا (۳) سبقت لے جانا

خلدزار طیبہ کا اس طرح سفر ہوتا
پیچھے پیچھے سر جاتا آگے آگے دل جاتا

(۳) آنکھ اٹھا کر دیکھنا (۱) نظر بھر کر دیکھنا۔ (۲) نظر ملا کر دیکھنا۔ (۳) التفات کی نظر سے دیکھنا۔ توجہ کرنا

آنکھ اٹھا کر تو ذرا دیکھ مرے دل کی طرف
تیری یادوں کا چمن دل میں سجایا ہوگا

(۴) آنکھ لگ جانا رلگنا: نیند آنا (۲) عاشق ہو جانا۔ محبت ہو جانا

میں مروں تو میرے مولیٰ یہ ملائکہ سے کہہ دیں
کوئی اس کو مت جگانا ابھی آنکھ لگ گئی ہے

(۵) آنکھیں بچھانا: بڑی خاطر ومدارات کرنا۔ نہایت تعظیم وتکریم کرنا

اس طرف بھی دو قدم جلوے خرام ناز کے
رہ گزر میں ہم بھی ہیں آنکھیں بچھائے خیر سے

فرش آنکھوں کا بچھاؤ رہ گزر میں عاشقو!
ان کے نقش پا سے ہوگئے مظہر شان جمال

(۷) آنکھوں میں بسنا: آنکھ میں سمانا۔ بھانا۔ پسند آنا

ہند کا جنگل مجھے بھاتا نہیں
بس گئی آنکھوں میں طیبہ کی زمیں

(۸) آئینہ کر دینا: (۱) بالکل صاف کر دینا۔ چمکا دینا (۲) ظاہر کر دینا

تبسم سے گماں گزرے شب تاریک پر دن کا
ضیائے رخ سے دیواروں کو روشن آئینہ کر دیں

الف مقصورہ

(۹) اپنا بنانا: طرف دار بنانا۔ دوست بنانا (۲) رشتہ جوڑنا۔ کسی چیز کو اپنی ملکیت قرار دینا (۳) فریفتہ بنانا۔ دلدادہ بنانا

قید شیطاں سے چھڑاؤ تو بہت اچھا ہو
مجھ کو اپنا جو بناؤ تو بہت اچھا ہو

ب

(۱۰) بدل جانا: اور کا اور ہوجانا۔ پھر جانا۔ تبدیل ہوجانا۔ وعدہ خلافی کرنا۔ مکرنا

موج کترا کے ہم سے چلی جائے گی رخ مخالف ہوا کا بدل جائے گا
جب اشارہ کریں گے مرے ناخدا اپنا بیڑا بھنور سے نکل جائے گا

یہ میری دوری بدل جائے قرب سے اختر
اگر وہ چاہیں تو میں باریاب ہو جاؤں

(۱۱) بگڑی بنانا: خراب معاملہ سدھارنا

اپنے در پہ جو بلاؤ تو بہت اچھا ہو
میری بگڑی جو بناؤ تو بہت اچھا ہو

(۱۲) بگڑی بن جانا: خراب حالت کا درست ہوجانا

جہاں کی بگڑی اسی آستاں پہ بنتی ہے
میں کیوں نہ وقف در آنجناب ہو جاؤں

(۱۳) بھول جانا: یاد سے اتر جانا۔ خیال نہ رہنا۔ فراموش ہوجانا

بھول جائے جسے پی کر غم دوراں اختر
ساقی کوثر و تسنیم وہ صہبا دے دو

پ

(۱۴) پار ہوجانا/ پار ہونا: عبور کرنا۔ (۲) دریا سے اتر جانا (۳) کسی چیز سے گزرنا (۴) توڑ کر نکل جانا (۵) کام ہوجانا۔ مراد پاجانا (۶) ختم ہوجانا۔ (۷) چلا جانا۔ بھاگ جانا

تمہارا نام لیا ہے تلاطم غم میں
میں اب تو پار رسالت مآب ہوجاؤں

(۱۵) پاؤں پھسلنا: (۱) قدم ڈگمگانا۔ لغزش ہونا۔ (۲) لالچ آنا۔ جی چاہنا۔ خواہش کرنا

رب سلم وہ فرمانے والے ملے کیوں ستاتے ہیں اے دل تجھے وسوسے
پل سے گزریں گے ہم وجد کرتے ہوئے کون کہتا ہے پاؤں پھسل جائے گا

(۱۶) پسینا آنا: عرق آنا۔ نمی یا بخارات کا خارج ہونا۔ شرمندہ ہونا

اس تجلی کے سامنے اختر
گل کو آنے لگے پسینے سے

ت

(۱۷) تاب نہ لانا: برداشت نہ کرسکنا۔ گھبرا جانا

یہ ان کے جلوے کی تھیں گرمیاں شب اسریٰ
نہ لائے تاب نظر بہکے دیدہائے فلک

(۱۸) ترس کھانا: رحم کرنا

ترس کھاؤ میری تشنہ لبی پر
مری پیاس اور اک جام! کم ہے

(۱۹) تھپکی دینا: حریف کے ہتھیار پر اس طرح ہاتھ سے ضرب لگانا کہ ہتھیار رپٹ پڑے (۲) کسی کے ماتھے پر ہتھیلی سے ضرب لگانا۔ (۳) چمکارنا

تری یاد تھپکی دے کر مجھے اب شہا سلا دے
مجھے جاگتے ہوئے یوں بڑی دیر ہوگئی ہے

ج

(۲۰) جگہ ہونا: گنجائش ہونا۔ موقع ہونا

خاک طیبہ میں اپنی جگہ ہوگئی
خوب مژدہ سنایا خوشی نے چلیں

(۲۱) جہاں سے اٹھ جانا/ جہاں سے گزر جانا: مر جانا

اٹھا جو اختر خستہ جہاں سے کیا غم ہے
مجھے بتاؤ عزیزو! کسے ممات نہیں

(۲۲) جیتے جی مرجانا: تباہ ہوجانا۔ برباد ہوجانا (۲) سخت ترین صدمہ یا رنج پہنچنا (۳) بے فیض ہونا۔ فائدہ نہ پہنچنا (۴) زندگی ہی میں چھوٹ جانا (۵) کسی کام کا نہ رہنا۔ قدرتی صلاحیتوں سے محرومی۔

فرقت طیبہ کے ہاتھوں جیتے جی مردہ ہوئے
موت یارب ہم کو طیبہ میں جلائے خیر سے

چ

(۲۳) چراغ گل ہونا: چراغ بجھنا۔ گھر تباہ ہونا

گل ہو جب اختر خستہ کا چراغ ہستی
اس کی آنکھوں میں تیرا جلوۂ زیبائی ہو

(۲۴) چل دینا: رفو چکر ہوجانا۔ بھاگ جانا (۲) فوت ہوجانا

بے تکلف شہ دوجہاں چل دیئے
سادگی سے کہا جب کسی نے چلیں

اگلے پچھلے سبھی خلد میں چل دیئے
روز محشر کہا جب نبی نے چلیں

اختر خستہ بھی خلد میں چل دیئے
جب صدا دی اسے مرشدی نے چلیں

چل دیئے تم آنکھ میں اشکوں کا دریا چھوڑ کر
رنج فرقت کا ہر اک سینہ میں شعلہ چھوڑ کر

لذت مے لے گیا وہ جام و مینا چھوڑ کر
میرا ساقی چل دیا خود مے کو تشنہ چھوڑ کر

(۲۵) چیں بر جبیں ہونا: تیوری پر بل ڈالنا۔ ماتھے پر شکن ڈالنا۔ ناراض ہونا

میں وصف ماہ طیبہ کر رہا ہوں
بلا سے گر کوئی چیں بر جبیں ہے

ح

(۲۵) حسرت آنا: آرزو ہونا۔ افسوس آنا

چاندنی رات میں پھر سے کا وہ اک دور چلے   بزم افلاک کو بھی حسرت مے آئی ہو

چلا دور ساغر ے ناب چھلکی
رہے تشنہ کیوں بادہ خوار مدینہ

یہ مجھ سے کہتی ہے دل کی دھڑکن کہ دست ساقی سے جام لے لے
وہ دور ساغر چل رہا ہے شراب رنگیں چھلک رہی ہے

خ

(۲۶) خاک میں ملنا: (۱) تلف ہونا۔ ضائع ہونا (۲) دفن ہونا (۳) پریشان ہونا۔ برباد ہونا

میرا دم نکل جاتا ان کے آستانے پر
ان کے آستانے کی خاک میں مل جاتا

(۲۷) خاک ہونا / خاک ہوجانا: مل کر مٹی ہوجانا۔ بوسیدہ ہوجانا۔ کچھ نہ ہونا۔ تباہ ہونا۔ برباد ہونا

خاک طیبہ کی طلب میں خاک ہو یہ زندگی
خاک طیبہ اچھی اپنی زندگی اچھی نہیں

(۲۸) خالی پھر دینا: محروم واپس کر دینا۔ کچھ نہ دینا

وہ جہاں بھر کے داتا مجھے پھیر دیں گے خالی
مری توبہ اے خدا! یہ مرے نفس کی بدی ہے

(۲۹) خواب ہوجانا: خیال سے جاتا رہنا۔ محض وہمی ہوجانا۔ گزرے دنوں کی یاد آنا

مری حقیقت فانی بھی کچھ حقیقت ہے
مروں تو آج خیال اور خواب ہوجاؤں

(۳۰) خون رلانا: انتہا سے زیادہ رلانا۔ خون کے آنسو رلانا۔ بہت ستانا

جب بھی ہم نے غم جاناں کو بھلایا ہوگا
غم ہستی نے ہمیں خون رلایا ہوگا

د

(۳۱) درپے ہونا: پیچھا کرنا۔ گھات میں ہونا

درپے شرارت یارسول اللہ
کفر کی جماعت یارسول اللہ

ناتواں ہے امت یارسول اللہ
کیجیے حمایت یارسول اللہ

(۳۲) در در پھرنا: دنیا بھر میں مارا مارا پھرنا

یوں نہ اختر کو پھراؤ مرے مولیٰ در در
اپنی چوکھٹ پہ بٹھاؤ تو بہت اچھا ہو

اختر خستہ عبث در در پھرا کرتا ہے تو
جز در احمد کہیں سے مدعا ملتا نہیں

(۳۳)دل پھر جانا(پھرنا)بیزار ہونا۔کراہت ہونا

مرے دل پھر جائیں یارب!شب وہ آئے خیر سے
دل میں جب ماہ مدینہ گھر بنائے خیر سے

(۳۴)دل جانا:عاشق ہونا

وہ خرام فرماتے میرے دیدہ ودل پہ
دیدہ میں فدا کرتا صدقے میرا دل جاتا

(۳۵)دل جلانا:سخت رنج دینا(۲)رشک دلانا۔رنج اٹھانا

ذکر سرکار بھی کیا آگ ہے جس سے سنی
بیٹھے بیٹھے دل نجدی کو جلا جاتے ہیں

(۳۶)دل جھکنا:مائل ہونا

در پہ دل جھکا ہوتا اذن پا کے پھر بڑھتا ہوتا
ہر گناہ یاد آتا دل خجل خجل جاتا

(۳۷)دل کی کہنا:صاف بات ظاہر کر دینا(۲)وہ بات جو دوسروں کے دل میں ہو بتا دینا۔

یہ بات مجھ مرے دل کی کہہ گیا زاہد
بہار خلد بریں ہے بہار طیبہ سے

(۳۸)دم نکل جانا:(۱)جان نکلنا(۲)نزع میں ہونا(۳)ڈر جانا

میرا دم نکل جاتا ان کے آستانے پہ
ان کے آستانے کی خاک میں میں مل جاتا

یوں تو جیتا ہوں حکم خدا سے مگر میرے دل کی ہے ان کو یقیناً خبر
حاصل زندگی ہوگا وہ دن مرا ان کے قدموں پہ جب دم نکل جائے گا

(۳۹)دور چلنا:شراب کا باری باری ہر ایک کے روبرو آنا

چاندنی رات میں پھر سے کا وہ اک دور چلے
بزم افلاک کو بھی حسرت مے آئی ہو

چلا دور ساغر ے ناب چھلکی
رہے تشنہ کیوں بادہ خوار مدینہ

یہ مجھ سے کہتی ہے دل کی دھڑکن کہ دست ساقی سے جام لے لے
وہ دور ساغر چل رہا ہے شراب رنگیں چھلک رہی ہے

(۴۰) دہل جانا: ڈر جانا۔رعب کھا جانا

ہر نظر کانپ اٹھے گی محشر کے دن خوف سے ہر کلیجہ دہل جائے گا
پر یہ نازان کے بندے کا دیکھیں گے سب تھام کر ان کا دامن مچل جائے گا

(۴۱) دھوم مچانا: شور کرنا۔غل کرنا (۲) فریاد کرنا

شام تنہائی بنے رشک ہزاراں انجمن
یاد جاناں دل میں یوں دھومیں مچائے خیر سے

ڈ

(۴۲) ڈوب جانا: غرق ہوجانا۔دریا میں بہہ جانا (۲) غائب ہوجانا (۳) روپیہ ضائع ہوجانا (۴) تباہ وبرباد ہوجانا۔(۵) رسوا ہونا۔ناکام ہونا

ڈوب جائے نہ کہیں غم میں ہمارے عالم
ہم جو رو دیں گے تو بہتا ہوا دریا ہوگا

ر

(۴۳) راستہ دکھانا: راہ بتانا۔راہنمائی کرنا (۲) انتظار کرنا

بھٹکتا یوں پھرے کب تک تمہارا اختر خستہ
دکھا دو راستہ اس کو خدارا شہر الفت کا

(۴۴) روشن ہوجانا: ظاہر ہوجانا۔نتیجہ نکل آنا

خلائق پر ہوئی روشن ازل سے یہ حقیقت ہے
دو عالم میں تمہاری سلطنت ہے بادشاہت ہے

ز

(۴۵) زمیں کو آسماں کردینا

جہاں میں ان کی چلتی ہے وہ دم میں کیا سے کیا کردیں
زمیں کو آسماں کردیں ثریا کو ثرا کردیں

میرے خیال میں "ثریا کو ثرا کردینا" کو بھی محاورہ تسلیم کرلینا چاہیے

س

(۴۶) سائے میں آنا: چھاؤں میں آنا (۲) پناہ یا سرپرستی حاصل کرنا

کرم سے اس کمینے کی بھی ولی لاج رکھ لینا
ترا اختر ترے سایہ میں شاہِ دو جہاں آئے

(۴۷) سر جھکانا: اطاعت یا فرماں برداری کرنا۔ (۲) شرمندہ ہونا۔ غیرت محسوس کرنا (۳) عاجزی ظاہر کرنا

تیری چوکھٹ پہ جو سر اپنا جھکا جاتے ہیں
ہر بلندی کو وہی نیچا دکھا جاتے ہیں

(۴۸) سہارا دینا: مدد کرنا۔ تھامنا (۲) ٹیک یا آڑ دا ڑ لگانا

شوقِ طیبہ نے جس دم سہارا دیا
چل دیئے ہم کہا بے کسی نے چلیں
غرق ہوتی ہوئی ناؤ کو سہارا دے دو
موج تھم جائے خدا را یہ اشارہ دے دو

ش

(۴۹) شور اٹھنا: غل ہونا۔ شور ہونا

اٹھے شورِ مبارکباد ان سے جا ملا اختر
غمِ جاناں میں کس درجہ حسیں انجامِ فرقت ہے

ص

(۵۰) صدقہ اتارنا رصدقہ دینا: اتار دینا یا اتارنا۔ خیرات کرنا۔ قربان دینا

لبِ جاں بخش کا صدقہ دے دو
مژدۂ عیشِ ابد جانِ مسیحا دے دو

(۵۱) صدقے جانا: قربان ہونا۔ واری جانا۔ تصدق ہونا

میری خلوت میں مزے انجمن آرائی کے
صدقے جاؤں میں انیسِ شبِ تنہائی کے

(۵۲) صدمے اٹھانا: نقصان اٹھانا۔ (۲) رنج اٹھانا

آسماں تجھ سے اٹھائے نہ اٹھیں گے سن لے
ہجر کے صدمے جو عشاق اٹھا جاتے ہیں

نہ جانے کس قدر صدمے اٹھائے راہ الفت میں
نہیں جاتی مگر دل کی وہ نادانی نہیں جاتی

ع

(۵۳) عام کر دینا: مشہور کر دینا۔ مشتہر کر دینا

جہاں میں عام پیغام شہ احمد رضا کر دیں
پلٹ کر پیچھے دیکھیں پھر سے تجدید وفا کر دیں

غ

(۵۴) غبار اٹھنا: زمین سے گرد کا بلند ہونا (۲) آندھی آنا۔ آندھی اٹھنا (۳) ملال دور ہو جانا۔ تعلقات کا بحال ہو جانا

نہالیں گنہ گار ابر کرم میں
اٹھا دیکھے وہ غبار مدینہ

ف

(۵۵) فدا کرنا: قربان کرنا۔ تصدق کرنا۔ وارنا۔ نثار کرنا۔ چھڑکنا

نبی سے جو ہو بیگانہ اسے دل سے جدا کر دیں
پدر، مادر، برادر، مال و جاں ان پر فدا کر دیں

وہ خرام فرماتے میرے دیدہ و دل پر
دیدہ میں فدا کرتا صدقے میرا دل جاتا

(۵۶) فریب کھانا رفریب میں آنا: دھوکہ کھانا۔ جال میں پھنسنا

جہاں کے قوس قزح سے فریب کھائے کیوں
میں اپنے قلب و نظر کا حجاب ہو جاؤں

نہ جانے کتنے فریب کھائے راہ الفت میں ہم نے اختر
پر اپنی مت کو بھی کیا کریں ہم فریب کھا کر بہک رہی ہے

(۵۷) فنا کرنا: کھونا۔ برباد کرنا۔ مٹانا۔ نیست و نابود کرنا

عطا ہو بیخودی مجھ کو خودی میری ہوا کر دیں
مجھے یوں اپنی الفت میں مرے مولیٰ فنا کر دیں

(۵۸) فنا ہو جانا: مٹ جانا۔ (۲) کنایۃً عاشق ہو جانا

میرے دل سے دھل جاتا داغ فرقت طیبہ
طیبہ میں فنا ہو کر طیبہ میں ہی مل جاتا

ک

(۵۹) کاٹے نہ کٹنا: دوبھر ہونا۔ اجیرن ہونا۔ کٹھن اور سخت ہونا۔ کسی طرح تمام نہ ہونا

کروں اختر شماری انتظار صبح میں کب تک
الٰہی ہے یہ کیسی رات کہ کاٹے نہیں کٹتی

(۶۰) کانپ جانا: خوف سے تھرا جانا۔ (۲) جاڑے سے کپکپی چھوٹ جانا

ہر نظر کانپ اٹھے گی محشر کے دن خوف سے ہر کلیجہ دہل جائے گا
پر یہ ناز ان کے بندے کا دیکھیں گے سب تھام کر ان کا دامن مچل جائے گا

(۶۱) کروٹ لینا: رخ بدلنا (۲) منہ پھیر لینا (۳) انقلاب اختیار کرنا

تجسس کروٹیں کیوں لے رہا ہے قلب مضطر میں
مدینہ سامنے ہے بس ابھی پہنچا میں دم بھر میں

(۶۲) کھل جانا: شگفتہ ہو جانا۔ خوش ہو جانا

گل طیبہ میں مل جاؤں گلوں میں مل کے کھل جاؤں
حیات جاودانی سے مجھے یوں آشنا کردیں

(۶۳) کھل جانا: شگفتہ ہو جانا۔ خوش ہو جانا

دل پہ جب کرن پڑتی ان کے سبز گنبد کی
اس کی سبز رنگت سے باغ بن کے کھل جاتا
میرے دل میں بس جاتا جلوہ زار طیبہ کا
داغ فرقت طیبہ پھول بن کے کھل جاتا

(۶۴) کنارہ کرنا: علیحدگی اختیار کرنا۔ الگ ہونا۔ چھوڑ دینا۔ باز آنا۔ گوشہ نشیں ہونا۔ دست بردار ہونا۔ بچنا

نہ فیض راہ محبت میں تو نے کچھ پایا
کنارا کیوں نہیں کرتا تو اہل دنیا سے

طلب گار مدینہ تک مدینہ خود ہی آجائے
تو دنیا سے کنارہ کر مدینہ آنے والا ہے

(۶۵) کلی چٹکنا۔ (پھولنا۔ کھلنا): غنچہ کا شگفتہ ہونا۔ پھول کھلنا (۲) فرحت دل اور انبساط خاطر۔ خوشی ہونا

گلوں کی خوشبو مہک رہی ہے دلوں کی کلیاں چٹک رہی ہیں
نگاہیں اٹھ اٹھ کے جھک رہی ہیں کہ ایک بجلی چمک رہی ہے

گ

(۶۶) گمان گزرنا: شک ہونا۔ شبہ ہونا۔ خیال میں آنا

تبسم سے گماں گزرے شب تاریک پر دن کا
ضیاء رخ سے دیواروں کو روشن آئینہ کردیں

(۶۷) گلے ملنا: (۱) ہم آغوش ہونا۔ گلے لگنا (۲) صفائی کرنا۔ سلوک کرنا (۳) ملاقات کرنا

موت لے کے آجاتی زندگی مدینے میں
موت سے گلے مل کر زندگی میں مل جاتا

(۶۸) گھٹا جھومتی آنا: گھٹا کا چاروں طرف سے گھرنا

اٹھاؤ بادہ کشو! ساغر شراب کہن
وہ دیکھو جھوم کے آئی گھٹا مدینے سے

(۶۹) گھٹا چھانا: ابر گھرنا۔ بادل گھرنا۔ ابر کا آسمان پر محیط ہونا

موسم ہے ہو وہ گیسو کی گھٹا چھائی ہو
چشم ہے گوں سے پئیں جلسہ صہبائی ہو
عرصہ حشر میں کھلی ان کی وہ زلف عنبریں
مینہ وہ کر گرا چھائی وہ دیکھئے گھٹا
وہ چھائی گھٹا بادہ بار مدینہ
پئے جھوم کر جاں نثار مدینہ

ل

(۷۰) لاج رکھنا: آبرو نہ بگڑنے دینا۔ عزت بچانا۔ شرم رکھنا

کرم سے اس کمینے کی بھی والی لاج رکھ لینا
ترا اختر ترے سایہ میں شاہ دو جہاں آئے

(۷۱) لو لگانا: تصور باندھنا۔ خیال باندھنا۔ توجہ دینا۔ رجوع ہونا۔ ہر وقت دھیان لگانا۔ (۲) عشق کرنا۔ دل لگانا۔ عاشق ہونا (۳) خواہش کرنا۔ آرزومند ہونا۔

اختر خستہ کیوں اتنا بے چین ہے تیرا آقا شہنشاہ کونین ہے
لو لگا تو سہی شاہ لولاک سے غم مسرت کے سانچے میں ڈھل جائے گا
مجھے کیا پڑی کسی سے کروں عرض مدعا میں
مری لو تو بس انہیں کے در جود سے لگی ہے

کب سے بیٹھے ہیں لگائے لو در جاناں پہ ہم
ہائے کب تک دید کو ترسیں فدایان جمال
لو لگاتا کیوں نہیں باب شہ کونین سے
ہاتھ اٹھا کر دیکھ تو پھر ان سے کیا ملتا نہیں
اختر لگائیے لو نبی کریم سے
کیا فکر اہل دنیا جو ستارے بدل گئے

م

(۷۲) مچل جانا[پڑنا]: مچلنا۔ضد پر آجانا۔اڑ جانا

ہر نظر کانپ اٹھے گی محشر کے دن خوف سے ہر کلیجہ دہل جائے گا
پر یہ ناز ان کے بندے کا دیکھیں گے سب تھام کر ان کا دامن مچل جائے گا

(۷۳) مردے جلانا: مردے زندہ کرنا

تم تو مردوں کو جلا دیتے ہو میرے آقا
میرے دل کو بھی جلاؤ تو بہت اچھا ہو

(۷۴) مزے لینا: لطف حاصل کرنا۔ذائقہ چکھنا

دشت طیبہ میں گما دے مجھے اے جوش جنوں
خوب لینے دے مزے بادیہ پیمائی کے

(۷۵) مژدہ سنانا: خوشخبری لاکر دینا

خاک طیبہ میں اپنی جگہ ہو گئی
خوب مژدہ سنایا خوشی نے چلیں

(۷۶) مل جانا: (۱) اجڑ جانا۔پیوستہ ہوجانا۔(۲) صلح وصفائی ہوجانا (۳) شامل ہوجانا۔شریک ہوجانا۔(۴) دو چار ہونا۔ملاقات ہونا۔(۵) حاصل ہونا۔وصول ہوجانا

گل طیبہ میں مل جاؤں گلوں میں مل کے کھل جاؤں
حیات جاودانی سے مجھے یوں آشنا کردیں
میرے دل سے دھل جاتا داغ فرقت طیبہ
طیبہ میں فنا ہو کر طیبہ میں ہی مل جاتا
موت لے کے آجاتی زندگی مدینے میں
موت سے گلے مل کر زندگی میں مل جاتا

(۷۷) منہ کے بل گرنا: اس طرح گرنا کہ چہرہ زمین پر لگے۔ ذلت اٹھانا۔ ذلیل ہونا

کرکے دعویٰ ہمسری کا کیسے منہ کے بل گرا
مٹ گیا وہ جس نے کی توہین سلطان جمال

(۷۸) منہ موڑنا: منہ ہٹانا۔ روگرداں ہونا۔ کسی کے شریک حال نہ ہونا۔ پہلوتہی کرنا (۲) رخ نہ دینا۔ توجہ نہ کرنا (۳) باغی ہونا (۴) پرہیز کرنا۔ باز رہنا (۵) انکار کرنا۔ (۶) شکست کھانا۔ پسپا ہونا (۷) بے وفائی کرنا۔ ٹالنا۔ بے مروتی کرنا

جان گلشن نے ہم سے منہ موڑا
اب کہاں وہ بہار کا عالم

(۷۹) منہ نکل آنا: لاغر ہو جانا۔ چہرہ کمزور ہو جانا

جو بے پردہ نظر آجائے جلوہ روئے انور
ذرا سا منہ نکل آئے ابھی خورشید خاور کا

(۸۰) موج آنا: لہرانا۔ ترنگ اٹھنا (۲) شادابی اور سرسبزی ہونا (۳) خیال آ جانا۔ دھن بندھنا

تلاطم ہے یہ کیسا آنسوؤں کا دیدۂ تر میں
یہ کیسی موجیں آئی ہیں تمنا کے سمندر میں

ن

(۸۱) ناز کرنا: نخرے کرنا۔ لاڈ کرنا۔ (۲) اترانا۔ غرور کرنا (۳) فخر کرنا

شجاعت ناز کرتی ہے جلالت ناز کرتی ہے
وہ سلطان زماں ہیں ان پہ شوکت ناز کرتی ہے

(۸۲) نام لینا: نام زبان پر لانا (۲) نام رٹنا۔ نام جپنا (۴) تعریف کرنا۔ گن گانا (۵) کسی کا ذکر کرنا (۶) واسطہ دینا

تمہارا نام لیا ہے تلاطم غم میں
میں اب تو پار رسالت مآب ہو جاؤں

(۸۳) نکل جانا: چلا جانا۔ بھاگ جانا (۲) دور ہو جانا (۳) جاتا رہنا۔ زائل ہو جانا (۴) سبقت لے جانا۔ آگے بڑھ جانا (۵) کپڑے کا پھٹ جانا۔ رفاقت ترک کر دینا

موج کترا کے ہم سے چلی جائے گی رخ مخالف ہوا کا بدل جائے گا
جب اشارہ کریں گے میرے ناخدا اپنا بیڑا بھنور سے نکل جائے گا

(۸۵) نظر آنا: دکھائی دینا۔ سوجھنا (۲) دھیان میں آنا

سایۂ ذات کیوں نظر آئے
نور ہی نور ہے ضیا ہی ہے

(۸۶) نظر پھیر لینا: بے توجہی کرنا۔ بے مروتی کرنا (۲) ادھر ادھر نگاہ دوڑانا

ساقیا تیری نگاہ ناز ے کی جان تھی
پھیر لی تو نے نظر تو وہ نشہ ملتا نہیں

(۸۷) نظر جمنا: نگاہ ٹھہرنا۔ بغور دیکھے جانا

مہر خاور پہ جمائے نہیں جمتی نظریں
وہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو

(۹۹) نظر ہونا: پہچان ہونا۔ تمیز ہونا۔ پرکھ ہونا۔ جانچ ہونا (۲) نظر لگنا (۳) توجہ ہونا۔ خیال ہونا۔ دھیان ہونا (۴) علم نجوم میں ایک ستارے کا دوسرے ستارے پر اثر انداز ہونا (۵) توقع ہونا

نظر پہ کسی کی نظر ہو رہی ہے
مری چشم کان گوہر ہو رہی ہے

(۱۰۰) نیچا دکھانا: مغلوب کرنا۔ ذلیل کرنا (۲) شرمندہ کرنا۔ غرور ڈھانا

تیری چوکھٹ پہ جو سر اپنا جھکا جاتے ہیں
ہر بلندی کو وہی نیچا دکھا جاتے ہیں

(۱۰۱) نیند آ جانا، آنا: سو جانا۔ سونے کی خواہش ہونا

ترے دامن کرم میں جسے نیند آ گئی ہے
جو فنا نہ ہوگی ایسی اسے زندگی ملی ہے

و

(۱۰۲) وجد کرنا: بیخود ہو کر جھومنا

رب سلم وہ فرمانے والے ملے کیوں ستاتے ہیں اے دل تجھے وسوسے
پل سے گزریں گے ہم وجد کرتے ہوئے کون کہتا ہے پاؤں پھسل جائے گا

(۱۰۳) وقف ہونا: خدا کے نام پر چھوڑا جانا۔ کسی کی ملکیت نہ ہونا (۲) کسی کام میں اس قدر مصروف ہونا کہ کسی اور طرف متوجہ نہ ہو سکنا۔ جو کام کرنا اسی کا ہو جانا

جہاں کی بگڑی اسی آستاں پہ بنتی ہے
میں کیوں نہ وقف در آنجناب ہو جاؤں

ہ

(۱۰۴) ہوا دینا: پنکھے یا دامن سے ہوا دینا (۲) ہوا میں رکھنا۔ کسی چیز کو ہوا کھلانا (۳) آگ کو ہوا سے سلگانا۔ آگ کو بھڑکانا۔ (۴) اشتعال دینا۔ اکسانا

دیجئے میری محبت کو ہوا
اس طرف چشم محبت کیجئے

(۱۰۵) ہل جانا: (۱) متحرک ہوجانا۔ لرزجانا۔ کانپ جانا۔ تھراجانا (۲) مانوس ہوجانا۔ خوگر ہوجانا

فرقت مدینہ نے وہ دیئے مجھے صدمے
کوہ پر اگر پڑتے کوہ بھی تو ہل جاتا

ی

(۱۰۶) یاد آنا۔ یاد پڑنا۔ یاد ہونا: خیال میں آنا۔ ذہن میں آنا۔ ذہن نشیں ہونا۔ معلوم ہونا۔ ازبر ہونا۔ حفظ ہونا

مر کے بھی دل سے نہ جائے الفت باغ نبی
خلد میں بھی باغ جاناں یاد آئے خیر سے

یاد آتا ہے وقت غم اختر
رخصت غم گسار کا عالم

(۱۰۷) یاد میں ڈوبنا: کسی کے خیال میں رہنا

ڈوبے رہتے ہیں تیری یاد میں جو شام و سحر
ڈوبتوں کو وہی ساحل سے لگا جاتے ہیں

***

حضور تاج الشریعہ اور استقامت علی الحق

مولانا عبد المصطفیٰ صدیقی حشمتی دار العلوم مخدومیہ، ردولی شریف، فیض آباد، یوپی

استقامت علی الحق کا معنی دین پر ثابت قدم رہنا اور عمل میں اخلاص ہے، اسی لئے مشائخ نے فرمایا: "الاستقامۃ خیر من الکرامۃ" استقامت کرامت سے بہتر ہے کیونکہ تخلیق انسانی کا اصل مقصود یہ ہے کہ ابتدائے حال سے دم آخر تک استقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے اور راہ مستقیم پر گامزن رہے۔ دین مستقیم پر استقامت و عزیمت مومن کا بیش بہا سرمایا ہے۔ قرآن میں استقامت اختیار کرنے والوں کے بارے میں ارشاد ربانی ہے: ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون [حم سجدہ آیت ۳۰] بیشک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔

[کنز الایمان]

نمونۂ سلف، حجت خلف، جامع معقول و منقول، حاوی اصول و فروع، تاج الشریعہ، بدر الطریقہ، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، سیدی الکریم مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان صاحب قبلہ قادری رضوی برکاتی ازہری رحمہ اللہ کی عظیم المرتبت شخصیت دنیائے اسلام میں محتاج تعارف نہیں، حضور تاج الشریعہ علوم اعلیٰ حضرت کے وارث و امین اور حضور مفتی اعظم کے سچے جانشین تھے، ایمان و عرفان، زہد و ورع کے سانچے میں مکمل ڈھلے ہوئے تھے، بچپن سے وصال مبارک تک پاکیزگی و طہارت اور پابندیٔ شریعت کے مکمل پاسدار اور تقویٰ و طہارت، زہد و پارسائی میں بہترین مشعل راہ رہے، رشد و ہدایت، پند و نصائح، حق گوئی و بیباکی جن کا طرۂ امتیاز رہا، فتویٰ نویسی، مختلف زبانوں میں تصنیف و تالیف اور ترجمہ نگاری، اوقات فرصت میں فقہ و حدیث کا درس دینا اور پوری دنیا میں مسلک اعلیٰ حضرت اور تعلیمات اعلیٰ حضرت کی نشر و اشاعت کرنا جن کی زندگی کے اہم مشاغل تھے۔

آج کے اس دور پرفتن اور مادیت میں استقامت علی الحق اور تصلب فی الدین کے ناحیہ پر جب ہم حضور تاج الشریعہ کے صبح و شام، لیل و نہار کا مطالعہ و مشاہدہ کرتے ہیں تو ہمیں استقامت علی الحق اور تصلب فی الدین کا وصف آپ میں بدرجۂ اتم نظر آتا ہے۔ زیر نظر مقالہ میں اس کے چند گوشے پیش کیے جارہے ہیں۔

چند سالوں سے کچھ لوگ تحقیق جدید کے نام پر علمائے اہلسنت خصوصا اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ سے منحرف ہو رہے ہیں اور ضرورت و مصلحت کا بہانہ بنا کر بدمذہبوں سے اختلاط کی راہیں ہموار کی جارہی ہیں، ٹی وی، مووی کے جواز کی غلط تحقیق، لاؤڈ اسپیکر سے جواز صلوٰۃ کا مسئلہ، نماز وغیر نماز میں چین دار گھڑی کے استعمال کے جواز کا حکم، چلتی ٹرینوں پر فرض و واجب کی صحت ادا کا مسئلہ، ٹیلیفون سے استفاضہ شرعیہ کے ثبوت کی ناکام کوشش اور بدمذہبوں اور کفار و مرتدین کے ساتھ محافل میں شرکت وغیرہ جیسے مسائل سے عوام اہل سنت میں انتشار و افتراق کی بیج بوئی جارہی ہے۔ مگر اس سراسیمہ ماحول میں بھی اگر کوئی شخصیت خلوص و

للہیت اور اپنے علمی وتحقیقی کارناموں کی بناء پر مرجع خاص وعام اور اسلاف کا نمونہ بن کر سینہ سپر رہی، تو وہ ذات تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان رحمہ اللہ کی تھی جنھوں نے کبھی بھی اسلاف عظام کے مذہب ومسلک اور ان کی تحقیقات سے سر مو انحراف نہیں کیا بلکہ اپنی حیات کے ہر ہر موڑ پر اکابرین علماء ومحققین کے مسلک وموقف کی اشاعت کا فریضہ انجام دیا اور مجوزین نے اپنے دلائل سے اگر چہ مذکورہ مسائل کے جواز کا حکم صادر کیا مگر تاج الشریعہ رحمہ اللہ نے جب ان دلائل پر نظر ڈالی اور اسلاف کے موقف کی روشنی میں ان کا جائزہ لیا تو ہباء منثورہ سے زیادہ ان کی حیثیت نہ تھی۔ ان مسائل میں خاص طور سے تاج الشریعہ رحمہ اللہ نے علمائے حق کے قول وعمل کو بنیاد بنانے پر زور دیا۔ جب ممبئی میں سنی، شیعہ، بوہرہ، خوجہ، غیر مقلد، ندوی، دیوبندی اور نام نہاد جماعت اسلامی وغیرہ باطل فرقوں سے اتحاد کیا گیا، آپ نے اس کی شدت سے مخالفت کی۔ ایسے ہی اتر پردیش میں سیاسی طور پر مشرکین سے اتحاد ومحبت کی فضا ہموار کی جارہی تھی اور اس روش خام کو عین اسلام بتایا جارہا تھا، آپ نے سخت مخالفت کر کے اس اتحاد کے شیرازہ کو منتشر کردیا۔ آپ نے ہزاروں کے مجمع عام میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آپ لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں اور وصیت بھی کرتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مسلک پر قائم رہنا، وہابیوں، دیوبندیوں اور دوسرے باطل فرقوں سے میل جول، کھانا پینا یا کسی بھی طرح کا اتحاد جائز نہیں، ان فرقہائے باطلہ سے تاقیامت اتحاد نہیں ہوسکتا، میرے خاندان کے لوگ ہوں یا میرا بیٹا ہی کیوں نہ ہو، اگر آپ دیکھیں کہ مسلک اعلیٰ حضرت سے ہٹ گیا تو اسے دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر باہر کردیں۔

آج جب کہ مادیت انسانی زندگی پر حاوی ہوتی جارہی ہے اور معاشرہ پر پرنٹ میڈیا والیکٹرانک میڈیا کا تسلط بڑھتا جارہا ہے، کم پڑھے لکھے لوگ ہی نہیں، اپنے آپ کو عالم ومفتی کہلانے والے دھڑلے سے تصویر کشی کرواتے نظر آرہے ہیں، مگر ان سب کی پرواہ کیے بغیر حضور تاج الشریعہ رحمہ اللہ اسلاف کے موقف پر جبل شامخ کی طرح قائم رہے اور دنیا کے کسی بھی گوشے میں رہے، بلا ضرورت شرعیہ جاندار اشیاء کی تصویر کشی کے حرام ہونے کا ہی فتویٰ دیتے نظر آتے تھے۔ مصر کے عظیم محقق اور معروف قلم کار شیخ محمد خالد ثابت اپنی کتاب انصاف الامام میں تحریر فرماتے ہیں: امام احمد رضا محدث بریلوی حرمت تصویر کے قائل تھے، آج ان کے ظاہری دنیا سے رخصت ہوئے تقریبا سو سال کا عرصہ ہورہا ہے اور تصویر کشی پوری دنیا میں ہوا اور پانی کی طرح عام ہوچکی ہے مگر یہ تاج الشریعہ ہیں جو آج بھی اپنے جد کریم کے فتویٰ پر مضبوطی سے قائم ہیں اور تصویر کشی کے حرام ہونے کا فتویٰ دے کر اعلیٰ حضرت کے ہی موقف کی نشر واشاعت کرتے ہیں اور دنیا کے کسی بھی گوشے اور محفل میں ہوں، اسے ناجائز ہی بتاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ کی کوئی مروجہ تصویر نہیں پائی جاتی ہے، اگر پوری دنیا کے علماء وفقہاء اسی موقف کو اپنالیں تو تصویر کی وجہ سے جو برائیاں معاشرہ میں در آئی ہیں، ان کا سد باب ہوجائے۔ چند سطروں کے بعد تاج الشریعہ کے موقف اور ان کے اخلاص فی العمل کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ایسے فتوے اللہ کے نیک اور مخلص بندے ہی دیا کرتے ہیں جو ہمیشہ حق کے ساتھ رہتے ہیں، چاہے جہاں ہوں، حق کے معاملہ میں اپنے بیگانے کسی کی پرواہ نہیں کرتے، ان کا یہ سبق ہوتا ہے کہ باطل چاہے جتنا بڑھ جائے اہل حق اسے قبول نہیں کریں گے۔ [انصاف الامام، خالد ثابت مصری]

بلا خوف لومۃ لائم حق کی نشر واشاعت ہر مقام پر آپ کی طبیعت میں داخل تھی۔ حق بولنے میں کبھی کسی منفعت دنیوی کو خاطر میں نہیں رکھا بلکہ حق کے مقابل میں اگر منفعت دنیوی حائل ہوئی تو آپ نے ہمیشہ اسے پس پشت ڈالا۔ ہالینڈ کی سرزمین پر ایک

جلسے میں آپ شریک ہوئے تو وہاں بہت سے ڈاکٹرز اور پروفیسرز ٹائی لگا کر شریک ہوئے۔ آپ نے برجستہ ٹائی کی حقیقت اور اس کے بارے میں عیسائیوں کے عقیدے پر بھرپور تقریر فرمائی۔ جلسہ کے بعد اس سلسلے میں آپ سے استفتاء ہوا جس کا مدلل اور تسلی بخش جواب آپ نے ''ٹائی کا مسئلہ'' کے عنوان سے تحریر فرمایا۔ جبکہ بہت سے لوگ ایسے مقام پر حق واضح کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں اور طرح طرح کی مصلحتوں کا سہارا لینے لگتے ہیں مگر حضور تاج الشریعہ رحمہ اللہ نے حق کی ترجمانی کر کے امام احمد رضا کے سچے وارث و امین ہونے کا مکمل حق ادا کیا۔

چند سالوں پہلے راقم الحروف نے جو کچھ دیکھا، اسے دیکھ کر حیرت بھی ہوئی اور شریعت کے ساتھ وفاداری کا مزید جذبہ بھی پیدا ہوا۔ دبئی میں ایک شخص جو سونے کا بہت بڑا تاجر ہے، سیکڑوں لوگ اس کے یہاں کام کرتے ہیں، بلا شبہ وہ تاجر کھرب پتی ہے، اسے حضور تاج الشریعہ رحمہ اللہ سے مرید ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ دبئی کے قیام کے دوران وہ حضور تاج الشریعہ سے ملاقات کے لئے آیا۔ کسی معتبر شخص نے حضرت کو بتادیا تھا کہ اس تاجر کے یہاں تراویح کی امامت کوئی وہابی یا دیوبندی کرتا ہے، اتنا سننا تھا کہ تاج الشریعہ کا جلال نہ پوچھئے، اس شخص سے مصافحہ نہیں کیا اور بہت سخت سست کہا، آخر کار اس نے معذرت کی اور توبہ کیا اور عذر پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں اس بابت علم نہیں کیونکہ ہماری کمپنی میں سیکڑوں لوگ کام کرتے ہیں اور یہ بھی علم نہ ہو سکا کہ کون امامت کرتا ہے، بہر حال آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ پھر اس نے سب کے سامنے توبہ و استغفار کیا۔ پھر تاج الشریعہ رحمہ اللہ نے اسے نرمی سے سمجھاتے ہوئے عقائد وہابیہ بتائے اور مسائل شرعیہ سے آگاہ فرمایا، وہ شخص سرتاپا عجز و انکساری کا مجسمہ بنا رہا۔ پھر موقع پا کر اس نے عرض کیا کہ حضور غریب خانہ پر تشریف لے چلیں تو حضرت نے جانے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ اس بار تو میں نہیں جا سکتا البتہ اگر تم اپنی توبہ پر قائم رہو گے تو آئندہ سفر میں چلوں گا۔

یہ ہے حضور تاج الشریعہ رحمہ اللہ کے استقامت علی الحق اور تصلب فی الدین کی مثال کہ تاجر مذکور کے وہاں بدمذہبوں کے کام کرنے اور امام ہونے کی خبر سنتے ہی برہم ہوئے اور اس کی دعوت قبول نہ کی۔ اگر کوئی دنیا دار پیر ہوتا تو شاید مال و دولت کے حرص میں ضرور اسے قریب رکھتا مگر تاج الشریعہ واقعی شریعت مطہرہ کے تاج زریں تھے، اس لئے اپنے عمل سے اس کی اعلیٰ مثال بھی قائم فرمائی۔

اسی طرح دبئی میں گولڈ مارکیٹ کے قریب ایک مسجد جس میں قاری غلام رسول صاحب امام تھے اور ایک بار وہاں کے لوگوں کی دعوت پر جمعہ کی امامت کے لئے حضور تاج الشریعہ رحمہ اللہ تشریف لے گئے۔ اس مسجد میں ہمیشہ جمعہ کی نماز مصلیوں کی کثرت کی وجہ سے مائک پر ادا کی جاتی تھی۔ حضور تاج الشریعہ نے بغیر مائک کے مکبرین کے ذریعہ امامت فرمائی اور لوگوں کے چوں چرا اور ہنگامہ آرائی کی بالکل پرواہ نہ کی۔ یہ بھی حضور تاج الشریعہ رحمہ اللہ کے زہد و ورع اور استقامت و عزیمت کا بہترین نمونہ ہے۔

علمائے حق کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ سخت سے سخت تر حالات و کوائف میں بھی اسلامی قوانین کے اظہار سے پہلوتہی نہیں کرتے ہیں۔ اس کی بہترین مثال مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے تجدیدی کارنامے ہیں کہ آپ نے ایسے حالات میں امت مسلمہ کی رہنمائی فرمائی جب باطل ہر چہار جانب سے اسلام پر حملہ آور تھا، آپ نے تمام ادیان باطلہ کا تنہا مقابلہ کر کے وہ

مجاہدانہ کردار ادا کیا جس کی مثال دور دور تک نظر نہیں آتی۔ امام احمد رضا کے وارث و امین ہونے کی وجہ سے یہ مبارک وصف حضور تاج الشریعہ میں بھی بدرجۂ اتم موجود تھی۔

۱۹۷۵ء میں اندرا گاندھی کے ظالمانہ و جابرانہ حکومت اور اسلامی روایات کو منہدم کرنے کی ناپاک سازش کے خلاف حضور مفتی اعظم کے حکم سے نسبندی کی حرمت کا فتویٰ ایسے موقع پر آپ نے رقم فرمایا تھا جب بڑے بڑے اصحاب جبہ و دستار حکومت کی پالیسیوں سے مرعوب ہو کر اس کے جواز کا فتویٰ صادر کر رہے تھے۔ حکومت کی ناجائز پالیسی ہی کا نتیجہ تھا کہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاری طیب نے اسلامی عظمتوں کا خون کرتے ہوئے نسبندی کے جائز ہونے کا فتویٰ جاری کیا۔ مگر تاج الشریعہ رحمہ اللہ حکومت کے دباؤ کے باوجود اپنے موقف پر مضبوطی سے قائم رہے اور بہانگ دہل اعلان فرماتے رہے کہ میرا فتویٰ قرآن و حدیث کے موافق و مطابق ہے جسے میں واپس نہیں لے سکتا۔

عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ لوگ حضر میں تو شریعت کی پاسداری پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں مگر جب سفر میں ہوتے ہیں تو بہت سی بے احتیاطیاں ان سے سرزد ہو جاتی ہیں۔ مگر تاج الشریعہ رحمہ اللہ کے کمالات میں سے ایک کمال یہ بھی تھا کہ آپ چاہے حضر میں رہے ہوں یا سفر میں، شریعت کی پاسداری اور اس کی تلقین و تبلیغ میں کوتاہی نہیں ہونے دی۔

آپ ردولی شریف کئی بار تشریف لائے، ۱۲/اکتوبر ۲۰۰۱ء کو دارالعلوم مخدومیہ رضا نگر کی حشمتی مسجد کے افتتاح کی غرض سے تشریف لائے تھے، رات میں جلسہ تھا، دور دراز سے آئے عقیدت مند ایک جھلک پانے کو بیقرار تھے۔ سیکڑوں مقتدر علماء سے ملاقاتیں ہوئیں لیکن جو مقبولیت تاج الشریعہ کو حاصل رہی، وہ کسی اور کے لئے دور دور تک نظر نہیں آتی، جہاں پہنچ جاتے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں عشاقان دید زیارت کے لئے حاضر ہو جاتے تھے۔ حشمتی مسجد کا افتتاح حضرت نے فرمایا، صبح ہوئی، ۱۳/اکتوبر ۲۰۰۱ء کو حضرت ردولی اسٹیشن کے لئے روانہ ہوئے، ہزاروں عقیدت مند ساتھ ہو لیے۔ حضرت کا ٹکٹ لکھنؤ سے جموتوی ایکسپریس کا تھا، جیسے ہی اسٹیشن ماسٹر کی نظر پڑی وہ سراپا ادب و تعظیم کے ساتھ حاضر ہوا اور جب اسے معلوم ہوا کہ حضرت کو ردولی سے لکھنؤ تک ٹکٹ چاہئے تو کہنے لگا آپ جیسے مہمان ویکتی سے کون ٹکٹ مانگے گا، لکھنؤ آپ بلا ٹکٹ چلے جائیں پھر وہاں سے تو آپ کا ٹکٹ ہے ہی، مگر تاج الشریعہ نے فرمایا: نہیں! میں بغیر ٹکٹ سفر نہیں کر سکتا، بغیر ٹکٹ سفر کرنا ہمارا وطیرہ نہیں۔ آپ نے باصرار ٹکٹ خریدوایا اور سفر فرمایا۔

آپ کا یہ معمول تھا کہ کھلی جگہ استنجاء و غسل سے مکمل اجتناب فرماتے تھے، ایک مرتبہ مغربی بنگال کے ضلع مالدہ میں ایک جلسہ میں تشریف لے گئے، آپ کو استنجاء کا احساس ہوا، جب استنجاء خانہ کے پاس پہنچے تو اوپری حصہ کھلا تھا، آپ نے پہلے چھتری منگوائی پھر مکمل پردہ میں استنجاء سے فارغ ہوئے۔ فراغت کے بعد لوگوں نے وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ مکمل ستر عورت ہو سکے اور حیا کا بھی پاس لحاظ برقرار رہے۔

اس طرح کے سیکڑوں واقعات ہیں جو تاج الشریعہ کے استقامت علی الحق پر واضح دلیل ہیں، آپ کی استقامت، مقبولیت اور عزت و شرافت کا ہی نتیجہ ہے کہ خلق خدا کا ہجوم ہمیشہ آپ کے گرد و پیش لگا رہا، دنیاداری اور دنیاداروں سے بالکل بے نیاز ہو کر آپ ہمیشہ اعلاء کلمۃ الحق کی جد و جہد میں رہتے تھے، اپنے جد کریم امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلک حق کی ترویج و اشاعت آپ کا

اولین مقصد تھا۔ خداوند عالم آپ کا فیضان ساون بھادوں کی طرح برسائے اور آپ کے فیوض و برکات سے جملہ مسلمانان اہل سنت کو مستفید فرمائے۔ آخر میں دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو حضور تاج الشریعہ کے پیغام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

نبی سے جو ہو بیگانہ اسے دل سے جدا کر دیں
پدر، مادر، برادر، مال و جاں ان پر فدا کر دیں

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

***

حضور تاج الشریعہ: تقویٰ اور تدیّن کا آئینہ

مفتی محمد عالم گیر رضوی مصباحی امجدی، اسحاقیہ جودھ پور راجستھان

بنی نوع انسانی کی تخلیق سے اب تک موت وحیات کا سلسلہ جاری وساری ہے اور تا قیام قیامت یہ سلسلہ جاری وساری رہیگا مگر اس عالم رنگ و بو میں نہ جانے کتنی شخصیات منصۂ شہود پر جلوہ بار وضو فگن ہوئیں اور اپنی حیات مُستعار کے شب وروز گزار کر داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اس دنیائے دوں سے رخصت ہوگئیں۔ جن کے نقوش حیات قلوب انسانی سے رفتہ رفتہ محو ہوتے چلے گئے مگر انہیں شخصیات میں سے ایک انتہائی پُرکشش وہمہ جہت عبقری الشرق والغرب شخصیت بارزہ وزاہرہ وارث علوم اعلیٰ حضرت تاجدار علم وفن مخدومی ومُطاعی سیدی ومُرشدی حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان قاضی القضاۃ فی الہند کی تھی۔

جو بتاریخ ۶ ذوالقعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰ جولائی ۲۰۱۸ء جمعۃ المبارک کی شام کو بوقت مغرب پیام اجل کو لبیک کہتے ہوئے اس دنیائے فانی سے دار بقا کی طرف رخت سفر باندھ کر پورے عالم اسلام کو سوگوار چھوڑ کر اپنے معبود حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

عرش پہ دھومیں مچیں وہ مؤمن صالح ملا　　فرش سے ماتم اُٹھا وہ طیب وطاہر گیا
خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا　　جان کی اِکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت بارزہ وزاہرہ، علم وعمل، فکر وفن، فقہ وبصیرت، اصابت فکر ونظر، زہد وورع، توکل واستغنا، تقویٰ وتدیّن، اخلاق ومروّت، ارشاد وتبلیغ، رافت ورحمت، اخوت ومودت، اصلاح وتذکیر، حزم واحتیاط، عفت وپاکیزگی، تدریس وافتاء، بحث وتمحیص، تحریر وتقریر، خطابت ومناظرہ، ترجمہ وتصنیف وصالح قیادت سے عبارت تھی۔ آپ کے اوصاف وکمالات علمیہ وفقہیہ ومحاسن ومحامد کو دیکھ کر زبان قال پر برجستہ یہ اشعار جاری ہوئے:

لیس علی اللہ بمستنکر　　ان یجمع العالم فی واحد
فالفخر عن تقصیرہ بہ ناکب　　والمجد من ان یستزاد بریء

آپ نے اپنی دینی وعلمی تعلیمی وتدریسی وتبلیغی ورفاہی تحریری وتصنیفی تقریری وارشادی واصلاحی خدمات دینیہ جلیلہ کی تابشوں وضیا پاشیوں سے ایک جہان اور عالم دین وسنیت ومسلک اعلیٰ حضرت کو مُستفیض ومُستنیر ومُنوّر ومُجلّی ومُصفّی ومُعطر ومُشکبار ولالہ زار کر دیا۔

ع ایسا کہاں سے لائیں تجھ سا کہیں جسے

آپ کی جاذب نظر شخصیت کو جس نہج سے دیکھا جائے۔ آپ کی شخصیت کا ہر ایک باب انوکھا دکھائی دیتا ہے مگر آپ کی حیات

طیبہ کا انوکھا باب اور نمایاں وصف رشد و ہدایت، ارشاد و تبلیغ، تعلیم و تربیت، اور درس و تدریس و افتاء کا نظر آتا ہے۔ بلا ریب خداوند قدوس نے حضور تاج الشریعہ مخدومی و مطاعی مرشدی الکریم الشاہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان کو بے شمار اوصاف و کمالات، خصائل و عادات سے نوازا ہے۔ آپ کا ہر وصف نمایاں و یکتا و ممتاز نظر آتا ہے۔ ہم سطور ذیل میں صرف آپ کی تقویٰ شعار زندگی کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کریں گے۔ تاکہ ارباب علم و دانش اور اصحاب فکر و نظر پر یہ امر بھی اظہر من الشمس و ابین من الامس ہو جائے کہ حضور تاج الشریعہ جہاں علم و فضل، تحقیق و تدقیق، افتاء و قضاء کے شہسوار تھے وہیں پر حزم و اتقاء، تقویٰ و طہارت اور اتباع شریعت و سنت میں جبل شامخ تھے، اور مذہب حق (مسلک اعلیٰ حضرت) کے عظیم ناشر و پاسبان و محافظ تھے۔ آپ کے دم قدم سے جہاں دین وسنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کا بہت فروغ ہو رہا تھا۔ وہیں پر ہمارے اسلاف و ائمہ کرام کی مبارک زندگیوں کے نقوش تابندہ بھی لوگوں کے سامنے عیاں ہو رہے تھے۔ آپکے شب و روز کے معمولات اس حقیقت کا بین ثبوت تھے۔ زہد و تقویٰ و اتباع سنت میں حضور تاج الشریعہ قادری ازہری قدس سرہ العزیز کی ہمہ جہت شخصیت حضور سیدنا مفتی اعظم قدس سرہ کا عملی نمونہ تھی۔ جن حضرات نے سرکار مفتی اعظم کی حامل شریعت و سنت شخصیت کو دیکھا ہے اور زیارت سے اپنے آپ کو مشرف کیا ہے وہ اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ حضور مفتی اعظم اپنے ہر قول و فعل میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے تھے۔ اور حضور سید عالم ﷺ کی سنت کا احیاء فرماتے تھے۔ کوئی شخص بھی آپ کے سامنے خلاف شریعت و سنت کام کرنے سے گھبراتا تھا۔ یونہی حضور تاج الشریعہ سیدی و سندی و مرشدی الکریم الشاہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی مفتی اعظم کے نقوش تابندہ کو اپنا کر جہاں علم و فضل، تفکر و تدبر، تبحر علمی اور فقہی بصیرت، تحقیق و تدقیق، و افتاء و قضا کی دنیا میں شہرت و کمال حاصل کیا اور معرفت کے دریا بہائے لاکھوں انسانوں کو زیور علم و عمل سے آراستہ کیا۔ درس و تدریس سے ہزارہا لوگوں کو علوم و معارف امام احمد رضا و مفتی اعظم سے مستفیض فرمایا۔ وہیں پر تقویٰ و طہارت، اتباع و احیاء سنت نبی اکرم ﷺ کو اپنا مقصد و مشن بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ عصر حاضر میں جہاں میرے ممدوح کا علم و فن مشہور ہے وہیں تقویٰ، احتیاط، سنت کی اتباع بھی بہت معروف و مشہور ہے۔ بلا شبہ ایک مرشد کامل میں جن جن اوصاف و کمالات کا ہونا لازم ہے وہ جملہ محاسن و کمالات ہمارے حضور تاج الشریعہ قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات گرامی وقار میں بدرجۂ اتم پائے جاتے تھے۔ یہ وہ حقائق ہیں جن سے کبھی صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کی تتبع شریعت و سنت حیات پاک کو دیکھ کر ہمیں ہمارے اکابر علماء، اولیاء، صلحاء امت کی زندگیوں کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ مبارک نفوس کس قدر شریعت کے احکام پر عامل اور سنت رسول ﷺ کے حامل تھے۔

تقویٰ کی ماہیت و حقیقت:

والتقوى على ثلثة اقسام۔ احدها تقوى العوام وهى اتقاء الكفر بالايمان۔ وثانيها تقوى الخواص وهى امتثال الاوامر واجتناب النواهى۔ وثالثها تقوى اخص الخواص وهى اتقاء ما يشغل عن الله۔ (جلالین شریف ج اص ۳ حاشیہ ۲۰)

تقویٰ کی عموماً تین قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ (۱) تقویٰ عوام (۲) تقویٰ خواص (۳) تقویٰ اخص الخواص۔ تقویٰ عوام کا مفہوم اور مطلب یہ ہے کہ انسان کفر و شرک سے بچ جائے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور یوم آخرت اور جملہ ضروریات دین پر ایمان لانے کے ذریعہ۔ تقویٰ خواص کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ انسان اوامر کو بجالائے اور نواہی سے پرہیز کرے۔ تقویٰ اخص

الخواص کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ انسان ان تمام چیزوں سے بچے جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرتی ہوں۔اور خاتم المفسرین حضرت علامہ امام قاضی ناصر الدین بیضاوی شافعی علیہ الرحمہ: هدی للمتقین: کے تحت تقویٰ کی ماہیت وحقیقت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ وله ثلاث مراتب الاولیٰ: التوقی عن العذاب المخلد بالتبری عن الشرك وعليه قوله تعالیٰ والزمهم كلمة التقویٰ (اور پرہیز گاری کا کلمہ ان پر لازم فرمایا) کنز الایمان؛ والثانية التجنب عن كل مايؤثم من فعل او ترك حتى الصغائر عند قوم فهو المتعارف باسم التقوىٰ فى الشرع وهو المعنى بقوله تعالیٰ ولو ان اهل القرىٰ آمنوا واتقوا۔ (اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور ڈرتے) کنز الایمان؛ والثالثة ان يتنزه عما يشغل سره عن الحق ويتبتل اليه بشرا شره فهو التقوىٰ الحقيقى المطلوب بقوله تعالیٰ واتقوا الله حق تقاته (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے) کنز الایمان؛ وقد فسر قوله هدى للمتقين على الاوجه الثلاثة۔ (بیضاوی شریف ص ۱۹)

تقویٰ کی تین قسمیں ہیں۔پہلا درجہ یہ ہے کہ آدمی مکمل طور پر بچنے کی کوشش کرے ہمیشگی کے عذاب سے ،شرک وکفر سے مکمل طور پر اجتناب واحتراز اور نفرت و بیزاری ظاہر کرنے کے سبب اور اسی پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی: والزمهم كلمة التقوىٰ منطبق ومشتمل ہے۔دوسرا درجہ یہ ہے کہ آدمی ہر ایسی چیز کو مکمل طور پر ترک کردے جو اس کو گناہ میں مبتلا کرے خواہ فعل ہو یا ترک ہو۔یہاں تک کہ صغائر کو بھی چھوڑ دے اور یہی تقویٰ کا معنی ومفہوم شرع شریف میں۔تقویٰ کے نام سے متعارف ومشہور ہے اور یہی معنی ومقصود ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی ولو ان اهل القرىٰ آمنوا واتقوا۔سے تیسرا درجہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ذات کو ان تمام چیزوں سے دور رکھے جو چیزیں اس کی روح کو غافل کرنے والی ہیں حق تعالیٰ کے ذکر سے اور مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور تمام امور میں کامل طور پر اس کی طرف رجوع کرے اور یہی حقیقی تقویٰ ہے جو مطلوب ومقصود ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی: واتقوا الله حق تقاته سے قارئین کرام! محررہ بالا تقویٰ کی تعریف اور ماہیت وحقیقت کی روشنی میں جب ہم حضور تاج الشریعہ علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان کی کشش جہت پر کشش اور علمی وفقہی بصیرت کی حامل شخصیت کے شب وروز، لیل ونہار کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ہمیں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی متبع شریعت وسنت زندگی میں متذکرہ بالا اوصاف حمیدہ کی مکمل طور پر جلوہ آرائیاں، جھلکیاں دکھائی دیتی ہوئی نظر آتی ہیں۔اور آپ اتباع شریعت ،زہد وتقویٰ کے امین ومحافظ نظر آتے ہیں، میں بلاخوف وتردد اپنے مشاہدہ وتجربہ کی روشنی میں یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ حضور تاج الشریعہ الشاہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کی زہد وتقویٰ سے متصف حیات وزیست کو دیکھ کر حضور مفتی اعظم قدس سرہ السامی اور ہمارے اسلاف ،اولیاء، صلحاء، کی حیات پاک کے نقوش تابندہ ہماری نگاہوں کے سامنے آجاتے ہیں۔اس پرفتن دور میں اپنی شخصیت کو مکروہات ،منہیات شرعیہ اور افعال شنیعہ قبیحہ اور رذیلہ خبیثہ کے قرب وصحبت سے بچا لینا بہت بڑے تقویٰ وتدین، حزم واتقاء، زہد وورع کی بات ہے اور اس ضمن میں ہمیں حضور تاج الشریعہ الشاہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری علیہ الرحمۃ والرضوان قاضی القضاۃ فی الہند کی بارعب وولایت مآب متنوع شخصیت دنیائے سنیت کیلئے ایک پیشوا ومقتدیٰ کامل کی حیثیت سے نظر آتی ہے۔اس حقیقت پر حضور تاج الشریعہ الشاہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کی کتابِ زندگی کے زریں اوراق واوقات شاہد عدل ہیں کہ آپ کا کوئی قدم شریعت مطہرہ کے خلاف، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں اٹھتا ہوا محسوس نہیں ہوتا

ہے۔ بلاریب ایسی یگانہ و نابغۂ روزگار شخصیات ہی دین وسنیت، ملک وملت کا سرمایہ افتخار ہوا کرتی ہیں جو اکابر علماء اہل سنت کے کردار وعمل کو اپنے لیل ونہار کا آئینہ بنا کر انہیں زندہ وجاوید رکھتی ہیں بلاشبہ حضور تاج الشریعہ قدس سرہ ان دینی وعلمی شخصیات میں سے ایک تھے۔ جن کو خداوند قدوس نے مقبولیت وشہرت کے اس مقام عالی پر فائز فرمایا ہے جس کا ذکر رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زبان سے فرمایا ہے۔ اور علماء، فقہاء کی عظمت وفضلیت وبرتری کو اجاگر وعیاں فرماتے ہوئے پیشوایان حق وصداقت کی رفعتوں کا ذکر فرمایا ہے: من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین ۲۰۰۳ء میں حضرت مولانا محمد اکبر صاحب رضوی شہزادۂ مفتئ اعظم راجستھان الحاج محمد معین الدین اشرفی سربراہ اعلیٰ جامعہ اسحاقیہ کے ہمراہ راقم کا پور بندر (گجرات) جانا ہوا وہاں پر مرشد گرامی سیدی حضور تاج الشریعہ الشاہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان کی تشریف آوری ہوئی ہم نے آگے بڑھ کر دست بوسی، قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ تمام حاضرین نے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کا شاندار استقبال کیا۔ ناشر مسلک اعلیٰ حضرت حضرت مولانا عبد الستار ہمدانی صاحب قبلہ نے حضور تاج الشریعہ قدس سرہ سے تینوں حضرات کا تعارف کرایا ۔بہت خوش ہوئے دعاؤں سے نوازا۔ علم وعمل میں ترقی وبرکت کی دعا کی۔

حضور مفتئ اعظم راجستھان علامہ الشاہ مفتی محمد اشفاق حسین صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کی طبیعت وحالت کے بارے میں دریافت فرمایا۔ طبیعت اچھی ہونے پر خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور صحت وسلامتی کی دعا فرمائی۔ کچھ ہی دیر بعد دار العلوم فیضانِ غوثِ اعظم پوربندر گجرات کے عزیز طلبہ نے سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ نوریہ میں داخل ہونے کا پروگرام بنایا۔ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تشریف فرما ہوئے۔ کسی طالب علم کے ہاتھ میں چین دار گھڑی تھی، اچانک حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی نظر پڑ گئی بلند آواز سے فرمایا چین والی گھڑی ہاتھ سے نکالو۔ جب تک چین والی گھڑی ہاتھ سے نہ نکالی مرید نہ فرمایا جب دیکھا کہ طالب علم نے چین والی گھڑی ہاتھ سے نکال دی ہے پھر تمام طلبہ وحاضرین کو سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ میں داخل فرمایا یونہی آپ کسی داڑھی منڈے کو دیکھتے تو نہایت نرمی وسنجیدگی سے فرماتے تھے ایک مشت داڑھی رکھنی واجب ہے۔ لہٰذا آپ ایک مشت داڑھی رکھئے۔ یہ ہے حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری قدس سرہ کا حزم واتقاء اور زہد وورع جو اس پُرآشوب دور میں اسلاف کرام علماء وصلحاء کی عظیم یادگار ہونے کے ساتھ ساتھ آبروئے سنیت، وقار اہل سنت خانوادۂ رضویہ کے عظیم علمی ودینی پیشوا اور چشم وچراغ تھے۔ جن پر امام احمد رضا، مفتئ اعظم، حجۃ الاسلام، اور مفسر اعظم ہند علیہم الرحمۃ والرضوان کا خصوصی کرم اور فیضان تھا۔ جس سے ایک عالم مستفیض ہوا ہے، یہ سب خداوند قدوس اور اس کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی عطائیں ہیں۔ نوازشیں ہیں۔ ہر وقت صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین کا فیض بٹ رہا ہے اس فیض سے ہر ایک مستفیض ومستنیر ہو رہا ہے۔ حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان قاضی القضاۃ فی الہند کی زہد وتقویٰ سے متصف زندگی، اخلاق وکردار اور بے شمار خصائل واوصاف حمیدہ کا روشن آئینہ تھی۔ جسے دیکھ کر اسلاف اور اولیاء کرام کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ اور حدیث رسول اذا رؤوا ذکر اللہ کے دلکش مناظر نگاہوں کے سامنے گردش کرنے لگ جاتے ہیں۔ مرشدی ومطاعی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان اودے پور راجستھان تشریف لائے مریدین ومعتقدین کا مجمع تھا۔ جیسے ہی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان ایئر پورٹ سے باہر جلوہ فرما ہوئے، چند حضرات نے موبائل کیمرہ کے ذریعہ تاج الشریعہ کا عکس لینے کی کوشش کی فوراً ہاتھ ڈال

فرمایا کوئی شخص تصویر کشی نہ کرے فوٹو کھینچنا اور کھینچوانا شریعت طاہرہ میں حرام ہے۔ لوگوں نے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ و الرضوان کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے موبائل، کیمرہ وغیرہ کو فورا بند کرلیا۔ اسی طرح آجکل دینی پروگراموں میں ویڈیو شوٹنگ بھی عام ہوتی جارہی ہے لوگ حاجت وضرورت کی آڑ میں دینی وعلمی اور اسلامی پروگراموں کی سی ڈی کیسٹ بنواتے ہیں۔ لیکن حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضاخان قادری ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان زہد وتقوی اور اتباع شریعت پر عمل کرتے ہوئے اس فعل حرام سے کوسوں دور نظر آتے تھے۔ اور ہر موڑ پر شریعت مطہرہ کی اتباع کرتے ہوئے نظر آتے تھے۔ حزم واحتیاط، تقوی وتدین، زہد وورع کی بینادر مثالیں آج کے پرفتن دور میں نایاب ہیں۔ جو لوگوں کے لئے درس عبرت اور نمونۂ عمل ہیں۔ پابندی صوم وصلوۃ کا یہ اہتمام کہ سفر وحضر، راحت وتکلیف، کمزوری وتوانائی کسی لحہ بھی نماز کی پابندی سے غفلت نہیں فرماتے تھے بلکہ نماز کا وقت ہوتے ہی چاہے اسٹیشن ہو یا ایئر پورٹ فورا نماز کا اہتمام فرماتے تھے (بقول مولانا شہاب الدین رضوی) حضور تاج الشریعہ کے ساتھ سفر میں تقریبا ۱۵ سال رہا ہوں۔ میں نے کبھی بھی کوئی فعل خلاف شریعت وسنت نہ دیکھا، اور کسی وقت بھی نماز میں سستی نہ دیکھی گئی۔ یہ اتباع شریعت اور زہد وتقوی کا عالم تھا اسی لئے خداوند قدوس نے خاندان رضا کے اس چشم وچراغ کو بے پناہ علمی شہرت ومقبولیت سے نوازا تھا۔ جس مقبولیت کی شہادت حضور مفتئ اعظم راجستھان حضرت علامہ مفتی محمد اشفاق حسین صاحب قبلہ نعیمی علیہ الرحمۃ و الرضوان کی زبان فیض ترجمان سے یوں ہوئی، آپ علیہ الرحمہ نے مجھ فقیر سے اسحاقیہ جودھ پور میں بارہا فرمایا کہ مولانا عالمگیر اس وقت حضور تاج الشریعہ کی مقبولیت نصف النہار پر ہے، اور ان کی مقبولیت کا سکہ رائج الوقت چل رہا ہے، تم انکے پیچھے ہوجاؤ اور حضرت علامہ سید ظہیر احمد زیدی علیہ الرحمہ جب دار العلوم اسحاقیہ جودھ پور میں طلبہ کا امتحان لینے کے لئے تشریف لائے تو دار العلوم اسحاقیہ کے دار الحدیث میں مجھ سے فرمایا کہ جو مقبولیت تاج الشریعہ کے یہاں میں نے دیکھی وہ اور جگہ نہیں دیکھی آپ کے وصال پر ملال سے دنیائے سنیت میں ایسا علمی وفقہی وتبلیغی خلا پیدا ہوگیا جس کا پر ہونا بظاہر مشکل نظر آتا ہے مولی عزوجل کی بارگاہ قدس میں دعا ہے کہ اللہ رب العزت آپ کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے، اور جماعت اہل سنت میں آپکے امثال پیدا فرمائے اور آپ کا نعم البدل عطا فرمائے، حضور تاج الشریعہ کی نماز جنازہ میں شرکت کرتے ہوئے فقیر راقم الحروف نے اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا کہ آپکی نماز جنازہ میں لاکھوں خوش عقیدہ مسلمانان عالم نے شرکت کی یہ بارگاہ الہی میں آپ کی مقبولیت کی بین دلیل ہے جس مقبولیت کو حدیث پاک میں یوں فرمایا گیا ہے ان اللہ اذا احب عبدا دعا جبرئیل فقال انی احب فلانا فاحبوہ فیحبہ ثم ینادی فی السماء فیقول ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبہ اھل السماء ثم یوضع لہ القبول فی الارض رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ

(مشکوۃ شریف ج ۲ ص ۴۲۵ باب الحب فی اللہ)

اللہ رب العزت آپ کی تمام تر خدمات دینیہ جلیلہ کو اپنی بارگاہ صمدیت میں قبول فرمائے۔ آپکے فرزندار جمند جانشین حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خان صاحب قبلہ قادری بریلوی ناظم اعلی مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا وناظم شرعی کونسل آف انڈیا مرکز اہل سنت بریلی شریف ودیگر پسماندگان وخلفاء کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ والہ افضل الصلوات وازکی التحیات۔ ***

تاج الشریعہ! آسمان ولایت کے درخشندہ ستارے

مولانا محمد عظیم رضا مرکزی، استاذ جامعۃ الرضا، بریلی شریف

مفتی اعظم کا ذرہ کیا بنا اختر رضا   محفل انجم میں اختر دوسرا ملتا نہیں

وارث علوم اعلیٰ حضرت جانشین حضور مفتی اعظم ہند شیخ الاسلام والمسلمین حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری رضوی علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت ۱۴ر ذی قعدہ ۱۳۶۱ھ، ۲۳ر نومبر ۱۹۴۲ء کو بروز منگل محلہ سوداگران بریلی شریف میں ہوئی۔ آپ حضور مفسر اعظم ہند حضرت علامہ محمد ابراہیم رضا علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ پیدائشی نام ''محمد'' ہے اور اسی پر عقیقہ ہوا، خاندانی نام ''محمد اسماعیل رضا'' قرار پایا اور عرفی نام ''محمد اختر رضا'' ہے۔ خالص دینی وعلمی ماحول میں پرورش پائی۔ جب آپ کی عمر شریف چار سال، چار ماہ، چار دن کی ہوئی تو حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے بسملہ خوانی کرائی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی، پھر ۱۹۵۲ء میں فضل الرحمن اسلامیہ انٹر کالج میں داخل کیے گئے جہاں عصری علوم حاصل کیے، بعدہ دار العلوم منظر اسلام میں داخل ہوئے اور دینی علوم سے خود کو آراستہ کیا۔ آپ کی خداداد صلاحیتوں کو دیکھ کر فضیلۃ الشیخ عبدالتواب صاحب مصری نے کہا: ''انہیں (تاج الشریعہ کو) جامعہ ازہر قاہرہ بغرض اعلیٰ تعلیم بھیج دیا جائے''۔ چنانچہ آپ ۱۹۶۳ء میں جامعہ ازہر تشریف لے گئے اور کلیہ اصول الدین میں داخلہ لیا اور ۱۹۶۶ء میں اول نمبر سے فراغت حاصل کی جس کے سبب صدر مصر جناب کرنل جمال عبدالناصر نے آپ کو بطور تمغہ ایوارڈ سے نوازا اور بی اے کی سند عطا کی۔ [ملخص سوانح تاج الشریعہ]

ابتدا سے ہی جبین مبارک پر ولایت کے آثار نمایاں تھے چنانچہ پیر سید محمد طاہر علاء الدین گیلانی صاحب قبلہ نے اس کی پیشین گوئی یوں فرمائی ۱۹۵۶ء □ میں آپ روضۂ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ پر حاضری کے لئے تشریف لائے، اس وقت حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کم عمر تھے، آپ دور کھڑے تھے، وہیں سے فرمایا: ''حضرت نظر کرم ادھر بھی ہو''، تو پیر سید گیلانی صاحب قبلہ نے فرمایا: ''اختر میاں! میرے دادا حضور غوث پاک نے تمہارے دادا اعلیٰ حضرت کو اتنا نوازا کہ پورا سیراب کر دیا اور حضور مفتی اعظم ہند کو بھی مالامال کر دیا اس لئے بیٹے اب تمہیں لینے کی ضرورت نہیں بلکہ بانٹنے کی ضرورت ہے''۔ [تجلیات تاج الشریعہ، ص ۲۵۵]

اور استاذ الفقہا حضرت مفتی قاضی محمد عبدالرحیم بستوی علیہ الرحمہ اس پیارے اسلوب میں حضور تاج الشریعہ کا ذکر فرماتے ہیں: ''سب ہی حضرات گرامی کے کمالات علمی وعملی سے آپ کو گراں قدر حصہ ملا ہے، فہم وذکا قوت حافظہ اعلیٰ حضرت سے، جودت طبع اور مہارت تامہ حضور حجۃ الاسلام سے، فقہ میں تبحر واصابت حضور مفتی اعظم ہند سے، قوت خطابت وبیان والد گرامی حضور مفسر اعظم ہند سے، یعنی وہ تمام خوبیاں آپ کو وراثت میں حاصل ہوئیں جن کی رہبر شریعت وطریقت کو ضرورت ہوتی ہے۔ [شرح حدیث نیت، ص ۴]

ولایت کے وہ تمام مراحل آپ نے بحسن وخوبی طے کیے جن کی ضرورت مرتبۂ ولایت پر فائز ہونے کو پیش آتی ہے، یعنی تقویٰ، پابند شریعت استقامت علی الحق، تصلب فی الدین، اعلاء کلمۃ الحق، والی غیر ذلک۔

اللہ پاک کی جناب میں مدار عظمت وفضیلت تقویٰ ہی ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے: اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔[کنزالایمان]۔اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ طبری لکھتے ہیں:"ان اکرمکم ایھا الناس عند ربکم اشدکم اتقاء لہ باداء فرائضہ واجتناب معاصیہ لا اعظمکم بیتا ولا اکثرکم عشیرۃ" لہٰذا تقویٰ وطہارت یہ ولایت کا اعلیٰ معیار ہے، جب صفت تقویٰ بندۂ مومن کے اندر پیدا ہو جاتی ہے تو وہ قرب خداوندی کے اس خاص مقام کو پالیتا ہے جسے اہل اسلام "ولایت" سے تعبیر کرتے ہیں اور اسی تقویٰ کے ذریعہ بندۂ خدا فرشتوں پر بھی برتری حاصل کرلیتا ہے اور قرب الٰہی کے اعلیٰ درجات پر فائز ہو جاتا ہے۔اس آیت کریمہ کی روشنی میں اگر مرشد گرامی علیہ الرحمہ کی ذات شریفہ کو دیکھا جائے تو یقیناً اس کی عین مصداق ہے اور آپ کی ذات ستودہ صفات میں صفت تقویٰ بطریق اتم پائی جاتی ہے۔چنانچہ حضرت علامہ سید فخر الدین اشرفی جیلانی صاحب قبلہ فرماتے ہیں: اسی عظیم روحانی خانوادے کے چشم وچراغ، طریقت وشریعت کے علم بردار، فقیہ عصر، شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ مولانا تاج الشریعہ الحاج اختر رضا صاحب قبلہ ملقب بہ "ازہری میاں" دامت برکاتہم العالیہ کی ذات ستودہ صفات جو علم وعمل، زہد وتقویٰ، شرم وحیاء، صبر وقناعت، صداقت و استقامت وغیرہ عظیم صفات حسنہ سے متصف ہے، یہ عصر حاضر کی وہ عظیم ہستی ہے جس سے عوام وخواص یکساں مستفیض ہو رہے ہیں۔[تجلیات تاج الشریعہ، ص۲۴۹] اور کیوں نہ ہوں کہ آپ کی تربیت اور نشوونما وقت کے متقی اعظم حضور مفتی اعظم ہند کے سایۂ عاطفت میں ہوئی۔آپ علیہ الرحمہ خود فرماتے ہیں:

متقی بن کر دکھائے اس زمانے میں کوئی
ایک میرے مفتی اعظم کا تقویٰ چھوڑ کر

تقویٰ شعاری کی چند مثالیں:

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَھُمْ مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔[کنزالایمان] یعنی جس چیز کا دیکھنا جائز نہیں اس پر نظر نہ ڈالیں۔حضرت مولانا شہاب الدین رضوی لکھتے ہیں: ۱۴۰۷ھ کی بات ہے کہ زنان خانہ میں عورتیں زیارت اور بیعت کے لئے حاضر ہیں، جب آپ زنان خانہ میں تشریف لائے تو چند عورتوں کے نقاب الٹے اور منہ کھلے تھے، آپ نے اپنی آنکھیں فوراً دوسری جانب پھیرلیں اور فرمایا: پردہ کرو، بے حجابانہ گھومنا پھرنا سخت منع ہے، نقاب ڈالو سب عورتوں نے نقاب ڈالے۔پھر بیعت فرمایا۔سبحان اللہ تقویٰ ہو تو ایسا ہو۔ [تجلیات، ص۱۲۶]

(۲) حضرت پیر سید محمد طاہر گیلانی صاحب قبلہ حضور تاج الشریعہ سے بہت محبت فرمایا کرتے تھے، ان کے اصرار پر حضرت پاکستان بھی تشریف لے گئے، واگہہ سرحد پر حضرت کا استقبال صدر مملکت کی طرح سات توپوں سے سلامی دے کر کیا گیا اور راستے میں ایک جگہ ناشتے کا انتظام تھا جس میں انگریزی طرز کے ٹیبل لگے تھے، حضرت نے فرمایا: میں پاؤں پھیلا کر تناول نہیں کروں گا، پھر پاؤں سمیٹ کر سنت کے مطابق بیٹھ گئے، یہ دیکھ کر حاضرین کا ایک زوردار نعرہ "بریلی کا تقویٰ زندہ باد" گونج اٹھا۔ [تجلیات، ص۲۵۵]

معلوم ہوا کہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی ذات علم وعمل کا حسین سنگم ہے اور آپ کی زندگی زہد وتقویٰ کی آئینہ دار ہے جس کو

دیکھ کر اسلاف عظام و اولیائے کرام کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

(۳) التداوی بالحرام لا یجوز کی انوکھی مثال: حضور تاج الشریعہ ۱۴؍ مارچ ۲۰۱۵ء کو افریقہ، ماریشش، ہرارے، زمبابوے، تنزانیہ وغیرہ کے تقریباً ایک درجن ممالک کے سفر پر نکلے، قیام بریلی شریف کے دوران ہی آنکھ میں سخت تکلیف تھی، کیونکہ ۲۰؍ سال قبل اس آنکھ کا آپریشن ہو چکا تھا تو ڈاکٹر نے تحفظ آنکھ کی خاطر پلاسٹک کے دو ٹکڑے لگائے تھے، وہ ابھر آئے تھے جس کی وجہ سے کبھی کبھی آنکھ سے خون بہہ نکلتا تھا، تمام لوگوں نے اس طویل سفر سے منع کیا۔ مگر "المؤمن اذا وعد وفیٰ" کے پیکر سفر پر نکل گئے۔ صاحبزادہ گرامی دامت برکاتہم العالیہ بھی شریک تھے، افریقہ پہنچ کر تکلیف اور بڑھ گئی۔ ۲۲؍ اپریل ۲۰۱۵ء کو ماہر طبیب کے پاس گئے، اس نے کچھ دوائیں دیں اور آپریشن کا مشورہ دیا، بالآخر ۲۴؍ اپریل کو آپریشن کی تاریخ مقرر ہوئی، تمام تیاریاں ہونے کے بعد ڈاکٹر نے حسب معمول آپ کو بے ہوشی کا انجکشن لگانا چاہا تو آپ نے سختی سے منع فرمایا کہ "اس طرح کے انجکشن میں ناجائز اشیاء کی آمیزش ہوتی ہے اس لئے میں یہ ہرگز نہیں لگوا سکتا"۔ ڈاکٹر کے بار بار اصرار پر آپ نے انکار ہی فرمایا، پھر ڈاکٹر نے دوسری گزارش کی کہ اتنا حصہ سن کر دیتا ہوں مگر حضرت اس پر بھی راضی نہ ہوئے، ڈاکٹر کا پورا پینل آپ کو سمجھانے کی کوشش کرتا رہا لیکن آپ نے فرمایا: "آپ لوگ بے فکری سے آپریشن کیجئے، میں کسی بھی طرح کی ناجائز اشیاء کا استعمال نہیں کرتا اور نہ ہی پسند کرتا ہوں، آپ اپنا کام کیجئے، مجھے ان شاء اللہ کوئی تکلیف نہ ہوگی"۔ بالجملہ ڈاکٹر نے ہمت جٹائی اور آپریشن کا آغاز کیا۔ تقریباً ساڑھے تین گھنٹے آپریشن کا کام جاری رہا اور سات ٹانکے آئے، تکمیل آپریشن تک آپ کی زبان مبارک پر درود شریف اور قصیدہ بردہ شریف کا ورد جاری رہا اور آپ سکون سے بیٹھے رہے، آپریشن کے بعد ڈاکٹر نے کہا: میں دنیا بھر میں جاتا ہوں، میں نے کبھی کسی کا آپریشن بغیر انجکشن لگائے یا بغیر سُن کیے ہوئے نہیں کیا، مگر یہ شخصیت اپنے آپ میں منفرد ہے، ساڑھے تین گھنٹے آپریشن چلا اس کے باوجود بھی جیسے بٹھایا تھا، ویسے ہی بیٹھے رہے، جبکہ اس طرح کے بڑے آپریشن میں آدمی تڑپ اٹھتا ہے مگر یہ شخصیت شاید دنیا میں واحد ہوگی جس کے اندر یہ روحانی اور ایمانی قوت دیکھتا ہوں اور پوری ٹیم آپ کے صبر و استقامت پر حیران تھی۔

(۴) پابندیٔ نماز کا تو یہ عالم تھا کہ سفر و حضر، راحت و تکلیف، کمزوری و توانائی، بہر حال کسی بھی لمحہ غفلت نہیں برتی، جب جہاں نماز کا وقت ہو جاتا، خواہ ایئر پورٹ ہو یا اسٹیشن، فوراً نماز کا اہتمام فرماتے، مولانا شہاب الدین رضوی صاحب کا بیان ہے: میں حضرت کے ساتھ سفر میں ۱۵؍ سال رہا ہوں، اس طویل مدت میں میں نے کبھی کوئی فعل خلاف شریعت نہ دیکھا اور کسی وقت بھی نماز میں سستی نہ دیکھی گئی۔ [تجلیات، ص ۳۲۵]۔ تقویٰ و طہارت اور اتباع شریعت کی یہ نادر مثال اس دور پُرفتن میں جہاں برائیوں کے ہزاروں دروازے کھلے ہیں، اپنے آپ میں نایاب اور ہمارے لئے درس عبرت اور نمونۂ عمل ہے۔

ولایت کی ایک اور علامت ہے، بارگاہ رب تعالیٰ میں مقبولیت و محبوبیت، قرآن مقدس میں ارشاد ہے: {ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات سیجعل لھم الرحمن ودا} بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے عنقریب ان کے لئے رحمٰن محبت کر دیگا۔ [کنز الایمان] یعنی اپنا محبوب بنائیگا اور بندوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دے گا جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے: عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اذا أحب الله عبداً دعا جبريل فقال اني قد أحببت فلاناً فأحبه قال فيحبه

جبریل قال ثم ینادي في السماء ان الله قد أحب فلانا فأحبوه قال فیحبونه قال ثم یضع الله له القبول في الأرض فاذا أبغض فمثل ذلك۔ [مسند احمد، رقم الحدیث ۸۵۰۰]

یعنی جب اللہ تعالی کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو جبریل امین کو بلا کر فرماتا ہے فلاں بندہ میرا محبوب ہے تو تو بھی اس کو محبوب رکھ، فرمایا تو جبریل اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر آسمانوں میں ندا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی فلاں سے محبت فرماتا ہے، سب اس کو محبوب رکھیں۔ فرمایا تو آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر زمین پر اس کی مقبولیت عام کردی جاتی ہے۔

اور آیت مذکورہ کے تحت علامہ طبری لکھتے ہیں: عن قتادة قال ما أقبل عبد الی الله الا أقبل الله بقلوب العباد الیه و زاده من عنده۔ [تفسیر طبری]

مذکورہ آیت کریمہ اور حدیث شریف کی روشنی میں اگر حضور تاج الشریعہ کی ذات بابرکات کو دیکھا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ محبوبان خدا میں ایک محبوب بندے ہیں، اللہ تعالی نے لوگوں کے دلوں میں آپ کی ایسی محبت ڈالی ہے کہ آپ ہر ایک کے نور نظر ہیں، بے شمار دلوں کی دھڑکن ہیں، آپ کی زیارت بیقراروں کا قرار ہے، عالم اسلام میں آپ محبوب و مقبول ہیں۔ آپ جدھر جاتے ہیں، مخلوق خدا ادھر ہی کھنچی چلی جاتی ہے، جہاں آپ تشریف فرما ہو جاتے ہیں، عشاق مثل پروانوں کے جمع ہو جاتے ہیں اور آپ کے جنازے نے اس پر مہر ثبت کردی کہ جو اللہ و رسول کا ہو جاتا ہے، پوری کائنات اس کی ہو جاتی ہے اور جو اللہ و رسول سے منہ پھیرتا ہے تو آپ کے ہی جد کریم سرکار اعلی حضرت فرماتے ہیں:

جو ترے در سے یار پھرتے ہیں
در بدریوں ہی خوار پھرتے ہیں

نیز یہ کہ آپ کے وصال پر ملال پر ہر طرف حزن و غم کی لہر دوڑ گئی، پورا عالم اسلام سوگوار ہوا، ہر آنکھ اشکبار ہوئی، ہند اور بیرون ہند، انگلینڈ، افریقہ، مصر، ترکی، ہالینڈ، اسطنبول، پاکستان وغیرہ ممالک سے مشائخ و علماء اور شعراء نے تعزیتی کلمات پیش کیے۔ ہندوستان کی مشہور خانقاہوں کے سادات و سجادگان نے اظہار تاسف کیا، ملک کے اکثر مساجد و مدارس میں قرآن خوانی، تعزیتی محافل کا پرزور اہتمام کیا گیا اور پھر اس عبقری شخصیت کی نماز جنازہ میں نمازیوں کا ایسا ہجوم کہ چشم فلک نے شاید ایسا نظارہ پہلی بار دیکھا ہوگا، بڑے بڑے علمائے کرام و مشائخ عظام اور پیران طریقت کا عام لوگوں کی طرح صفوں میں کھڑے ہو کر گھنٹوں انتظار کرنا، نہ موسم کی سختی کی فکر اور نہ بھوک پیاس کی پرواہ۔ یہ ساری باتیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مقام و مرتبہ کو بیان کرتی ہیں۔ وہیں یہ باتیں آپ کی مقبولیت عامہ کی دلیل ہے اور یہی مقبولیت عامہ آپ کی محبوبیت کی روشن علامت ہے اور محبوبیت ولایت کی عظیم نشانیوں میں سے۔

جس کی بلندیوں پہ تھا فرش زمیں کو ناز عرش بریں پہ اب وہ منارہ چلا گیا

استقامت علی الحق: یہ وصف بھی آپ علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات میں پورے طور پر پایا جاتا ہے، چنانچہ شیخ عالم حضرت سید شاہ فخر الدین اشرفی قبلہ تحریر فرماتے ہیں: ایمان و عقیدے کی پختگی اور استقامت علی الحق تو گویا گھٹی میں پلائی ہوئی ہے جو خاندانی وراثت کے اعلی تمغات کا حصہ ہے، یونہی عشق رسول، محبت اہل بیت اطہار، احترام و آداب اہل قرابت رضی اللہ عنھم

اجمعین تو خانوادہ رضویہ کے عظیم تر اوصاف جمیلہ میں شامل ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ علامہ تاج الشریعہ ازہری میاں صاحب قبلہ بھی ان صفات حمیدہ سے متصف ہیں، علامہ موصوف جہاں نوع بنوع خوبیوں سے مالا مال ہیں وہیں پر علامہ کا مذہب حق اہل سنت و جماعت کی نشر واشاعت پر کما حقہ کمر بستہ رہنا اور ہر حال میں بادسموم کی تیز وتند غضبناک آندھیوں کی زد میں بھی استقامت علی الحق کا مظاہرہ کرنا اور ثابت قدم رہنا یہ وہ عظیم وصف ہے جس نے مجھے کافی متاثر کیا۔ اسی لئے میں حضرت تاج الشریعہ کو اپنے وقت کا ایک عظیم دور اندیش مدبر ومفکر مصلح قوم ہونے کے ساتھ ایک مرد کامل ہی نہیں بلکہ ولی کامل حتی کہ قطب وقت بھی سمجھتا ہوں۔ اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ استقامت علی الحق ہزار ہا کرامات پر بھاری ہے جس کی شہادت خود قرآن کریم دے رہا ہے: ﴿ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا﴾۔ [تجلیات، ص ۲۵۱]

کشف وکرامات: بیشک کرامات اولیاء حق ہیں اور ان کا منکر گمراہ ہے لیکن ولایت کے لئے ظہور کرامات امر لازم نہیں، پھر اولیاء کرام سے خوارق عادات امور ظاہر ہوتے ہیں جنہیں دیکھ کر اہل حق کے ایقان واذعان میں مزید استحکام پیدا ہوتا ہے تو غیر ان کرامات کو دیکھ کر حلقۂ اسلام میں داخل ہوتے ہیں، جیسا کہ بے شمار واقعات حقہ اس پر شاہد عدل ہیں۔ حضور تاج الشریعہ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی جس طرح زہد وتقویٰ اور ظاہری وباطنی پاکیزگی سے تعبیر ہے، ایسے ہی آپ سے بہت سے خلاف عقل امور معرض وجود میں آئے جن میں دو چند بطور سند ذکر کیے جاتے ہیں:

حضرت مولانا منصور فریدی رضوی (ایم اے، چھتیس گڑھ) تحریر فرماتے ہیں: ۲۰۰۳ء کی بات ہے، بموقع عرس مفتی اعظم ہند ممبئی میں ایک سرائے کی بنیاد رکھی جانی تھی جس میں حضور تاج الشریعہ اور مولانا شعیب رضا صاحب مدعو تھے، میں بھی موجود تھا۔ اچانک دل میں خیال آیا کہ کاش حضور تاج الشریعہ کے ساتھ ایک دسترخوان پر بیٹھنے کا موقع مل جاتا تو قسمت سنور جاتی، میں اسی تصور میں غرق قیام گاہ کے دروازہ پر کھڑا تھا، میری طرح اور بھی مشتاقان دید قلب وجگر فرش راہ کیے ہوئے تھے، اچانک دروازہ کھلا اور ایک صاحب نے آواز لگائی، ''منصور فریدی کون ہے؟ اندر آئیے'' مجھے اس وقت یقین نہیں ہو رہا تھا کہ وہ مجھ ہی کو آواز دی جا رہی ہے، مسرت میں آنکھیں بھیگ گئیں، آنسو پونچھتے ہوئے اندر گیا، سلام ومصافحہ کے بعد گھنٹوں خدمت میں لگا رہا۔
[تجلیات، ص ۳۱۴]

جناب سید یوسف رضوی صاحب (دبئی) نے جو کہ نیک سیرت اور پابند صوم وصلاۃ ہیں، مجھ راقم الحروف سے قیام دبئی کے دوران حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کے کشف کا ایک واقعہ یوں سنایا: ۱۹۹۸ء میں ایک موقع پر ماہ رمضان مبارک میں حضور تاج الشریعہ جدہ تشریف لائے، اس وقت میں جدہ میں رہتا تھا، حضرت نے میرے غریب خانہ پر قیام فرمایا، دوران قیام کچھ لوگ زیارت وبیعت کے لئے حاضر ہوئے، بیعت کے بعد ان میں سے ایک شخص یہ کہہ کر رونے لگا کہ ''اب آپ سے ملاقات ہوگی کہ نہیں'' حضرت نے اس کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ''میں ابھی ۲۰ سال کہیں نہیں جاتا''۔ سید صاحب کا بیان ہے کہ الحمد للہ مرشد گرامی علیہ الرحمہ کا قول حق ثابت ہوا، آپ نے ٹھیک ۲۰ سال بعد پردہ فرمایا۔ سبحان اللہ!

حضرت مفتی عابد حسین صاحب (جمشید پور لکھتے ہیں: ۲۲ رجون ۲۰۰۸ء کو محب گرامی قاری عبد الجلیل صاحب شعبۂ قرأت مدرسہ فیض العلوم جمشید پور نے مجھ سے بیان فرمایا: ۵ سال قبل حضرت ازہری میاں قبلہ دار العلوم حنفیہ ضیاء القرآن لکھنؤ کی دستار

بندی کی ایک کانفرنس میں خطاب کے لئے مدعو تھے، ان دنوں وہاں بارش نہیں ہورہی تھی، قحط سالی کے ایام گزر رہے تھے، لوگوں نے حضرت سے عرض کیا کہ بارش کے لئے دعا فرمادیں۔ حضرت نے نماز استسقاء پڑھی اور دعائیں کیں، ابھی دعا کر ہی رہے تھے کہ بارش ہونے لگی اور سارے لوگ بھیگ گئے۔ [تجلیات،ص ۲۲۹]

جناب حافظ وقاری محمد صادق حسین صاحب بیان کرتے ہیں: میں حضور تاج الشریعہ کی خدمت کے لئے مامور تھا اور آپ الحاج غلام سرور کے گھر آرام فرماتے تھے، میں تیل مالش کر رہا تھا اور اپنے مقدر پہ ناز کر رہا تھا کہ ذرہ ناچیز کو فلک کی قدمبوسی کا شرف حاصل ہو رہا تھا کہ اچانک میری نگاہ حضور والا کی ہتھیلیوں پر پڑی، میں ایک لمحہ کے لئے ٹھہر گیا آخر یہ کیا ہو رہا ہے، میری نگاہیں کیا دیکھ رہی ہیں، آپ تو گہری نیند میں ہیں پھر آپ کی انگلیاں حرکت میں کیسے ہیں؟ میں نے مولانا عبد الوحید فتح پوری اور دیگر افراد کو اس جانب متوجہ کیا، تمام کے تمام حیرت واستعجاب میں ڈوب گئے، معاملہ یہ ہے کہ آپ کی انگلیاں اس طرح حرکت میں تھیں گویا آپ تسبیح پڑھ رہے ہوں۔ میں آپ کے بیدار ہونے تک یہ منظر دیکھتا رہا اور دل پکار اٹھا:

سوئے ہیں یہ بظاہر، دل ان کا جاگتا ہے

[تجلیات،ص ۳۱۴]

حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات مقدسہ میں بیشمار فضائل وکمالات ودیعت فرمائے تھے جو وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہتے تھے، جہاں اللہ رب العزت نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو علم وعمل، زہد وتقویٰ سے نوازا، تو وہیں اخلاق واخلاص کی گراں قدر دولت بھی خوب عطا فرمائی، کیونکہ آپ نے اپنی خواہشوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں فنا کر دیا تھا۔ ہمہ وقت اطاعت وفرمانبرداری میں مشغول ومصروف رہتے تھے، سفر وحضر، ہر حالت میں دین متین کی خدمت اور اس کی ترویج واشاعت میں لگے رہتے تھے، یہی وجہ تھی کہ علمائے عرب وعجم آپ کی ذات سے بہت متاثر تھے اور آپ کو اسلاف صالحین اور اولیائے کاملین کی حیات طیبہ کا پیکر تسلیم کرتے تھے اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم "الذین اذا رؤوا ذکر اللہ" کا عین مصداق مانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ حضور تاج الشریعہ رضی اللہ عنہ کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے اور ان کے طفیل ہماری مغفرت فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلاۃ والتسلیم

خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر
فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری

***

حضور تاج الشریعہ: مقبولیت و اسباب

مفتی محمد افضال رضوی، مرکزی دارالافتاء، ۸۲ رسوداگران، بریلی شریف

آقائے نعمت، وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین حضور مفتی اعظم، سیدی سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات گرامی ان ذوات قدسیہ میں سے ہے جن کی محبت و مودت من جانب اللہ مخلوق کے دلوں میں ڈالی گئی ہے۔ قرآن کریم خود ارشاد فرماتا ہے ☐ {ان الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت سیجعل لھم الرحمٰن ودا} بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے، عنقریب ان کے لئے رحمٰن محبت کردے گا۔ [کنزالایمان]

یعنی اپنا محبوب بنائیگا اور اپنے بندوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دے گا۔

بخاری شریف میں ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اذا احب اللہ عبداً نادی جبریل ان اللہ یحب فلاناً فاحبہ فیحبہ جبریل فینادی جبریل فی اھل السماء ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبہ اھل السماء ثم یوضع لہ القبول فی الارض"۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے تو جبریل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ فلاں بندہ میرا محبوب ہے، تم بھی اس سے محبت کرو، جبریل اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر جبریل آسمانوں میں ندا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو محبوب رکھتا ہے تم سب اس کو محبوب رکھو تو آسمان والے اس کو محبوب رکھنے لگتے ہیں، پھر زمین میں اس کی مقبولیت عام کردی جاتی ہے۔

سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کو اللہ رب العزت نے غیر معمولی مقبولیت و محبوبیت اور عزت و شہرت عطا فرمائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ جہاں جلوہ فرما ہوتے، وہاں میر مجلس خود ہوتے، آپ کا جلوہ دیکھنے مخلوق خدا ٹوٹ پڑتی، بریلی شریف میں ہوں یا باہر، انڈیا میں ہوں یا بیرون ملک، حد یہ کہ مکہ مکرمہ میں ہوں یا مدینہ منورہ میں، ہر جگہ تشنگان دید کا جم غفیر ہوتا۔ ایام حج میں دنیا بھر کے عازمین حج مکہ مکرمہ آتے ہیں، آنے والوں میں عام انسان سے لے کر اولیاء، ابدال، اقطاب، اغواث، ہر قسم کے ہوتے ہیں۔ الحمدللہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں جو مقبولیت سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی راقم نے دیکھی، کسی اور کی نظر نہ آئی۔ طواف کرنے والے مسجد حرام کے باہر منتظر رہتے کہ حضور جب تشریف لائیں گے تو آپ کے ہمراہ طواف کعبہ کریں، حضور تاج الشریعہ جیسے ہی تشریف لاتے، مطاف میں پہنچتے پہنچتے جم غفیر ہو جاتا، پھر آپ کے ہمراہ طواف کرتے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ آپ کے ساتھ طواف کرنے میں کم وقت میں کئی طواف ہو جاتے اور ایسا محسوس ہوتا کہ مطاف خالی ہے یا کوئی طواف کرنے والوں سے کہہ رہا ہے کہ اللہ کے ولی کے لئے راستہ چھوڑ دو۔ جبکہ تنہا طواف کرنے میں گھنٹوں لگ جاتے ہیں۔

یہی حال مدینہ منورہ میں ہوتا، حضور کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضری دینے کے لئے زائرین پہلے ہی ہوٹل کے پاس جمع ہو جاتے جبکہ بہت سے مسجد نبوی کے صحن میں ہی انتظار کرتے، پھر پروانوں کے جھرمٹ میں سرکار تاج الشریعہ بڑی سرکار کی حاضری کے لئے نکلتے تو عشق سیدنا حضرت بلال کی جھلک، حضرت بایزید و جنید کے ادب اور سوز جامی و اعلیٰ حضرت کا پیکر نظر آتے۔

بڑے ادب واحترام کے ساتھ مواجہ شریف میں جاتے اورزبان حال سے یوں فرماتے:

فرشتے جس کے زائر ہیں مدینے میں وہ تربت ہے
یہ وہ تربت ہے جس کو عرش اعظم پر فضیلت ہے

مدینہ چھوڑ کر اختر بھلا کیوں جائے جنت کو
یہ جنت کیا ہر اک نعمت مدینے کی بدولت ہے

جن خوش نصیبوں نے حضورتاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے ساتھ طواف کعبہ یا سرکاردو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضری دی ہے، وہ میری بات کی صد فیصدتائید کریں گے۔۲۰۰۸ء کی بات ہے، میری قسمت کی معراج اس وقت ہوئی جب سرکار تاج الشریعہ کی بابرکت ہمراہی میں سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضری ہوئی ،ایک بارمواجہ شریف سے حاضری دے کرواپس ہورہے تھے، حضورآگے میں پیچھے پیچھے۔اچانک پُرنور چہرے والا ایک شخص میرے قریب آیا،حضورکی طرف اشارہ کرکے مجھ سے بولا:''من هٰذا الشيخ'' یہ بزرگ کون ہیں؟ میں نے کہا''هٰذا شيخ مشائخ الهند'' یہ ہندوستان کے بڑے بزرگ ہیں۔فوراًبولا:''هٰذا من الاولياء'' یہ جملہ تین بارکہا یہ اللہ کے ولی ہیں۔میں نے کہا''نعم''ہاں۔پھروہ شخص حضورتاج الشریعہ کے سامنے گیا،سلام کیا''السلام عليك ياسيدي'' آپ نے جواب دے کرمعلوم کیا''من انت ومن اين''تم کون اورکہاں کے رہنے والے ہو؟ اس نے جواب دیا''انا من اليمن'' میں یمن کارہنے والا ہوں۔مواجہ شریف میں آپ کودیکھا،ایسا محسوس ہورہا تھا کہ گویا سروردوعالم نورمجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنہری جالیوں سے نورآرہا ہے اورآپ کے چہرہ مبارک میں سمارہا ہے۔اللہ اللہ کیا شان ہے۔اہل نظروہ دیکھ لیتے ہیں جو ہرآنکھ کونہیں دکھتا۔

بے شمارمرتبہ کا مشاہدہ ہے کہ حضورتاج الشریعہ بغیر اعلان کسی جگہ تشریف لے جاتے ،نہ جان نہ پہچان اورنہ کوئی اعلان،نہ جانے کہاں سے آنا فانا مخلوق خدا آجاتی اورایک جھلک دیکھنے کو بیتاب رہتی۔ایک نظرچہرۂ زیبا پرکیا پڑتی کہ لوگ پروانہ وارفدا ہونے لگتے۔چندواقعات ناظرین کے باصرہ نواز کروں۔

(۱)بقول شہزادۂ تاج الشریعہ، قائدملت حضرت علامہ عسجدرضا خاں صاحب مدظلہ العالی وعزت مآب حاجی یونس صاحب قریشی، یہی منظراس وقت نظرآیا جب حضورتاج الشریعہ میزبان رسول سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مزارپاک پرحاضری دینے استانبول ترکی تشریف لے گئے۔حاضری دے کرجب باہر نکلے تودیکھا راستہ کے دونوں طرف جم غفیر ہے جو قطاردرقطارکھڑا ہے،حضورتاج الشریعہ کودیکھتے ہی سبحان اللہ سبحان اللہ، اللہ اکبراللہ اکبرکی صدائیں لگانے لگے اورحضورسے نیازحاصل کرنے کے لئے بیتاب ہوگئے۔قطارمیں مردوزن دونوں تھے،عورتوں کوسختی سے روکا گیاکہ ہاتھ نہ لگائیں مگرعورتوں کی بیتابی کا عالم عجیب۔فوراً عورتوں نے اپنے ہاتھوں کوکپڑے میں چھپا کرکپڑے سے حضورکے عمامہ کا شملہ پیچھے سے چھوکرچوما اوربرکت حاصل کی۔ان لوگوں کی بیتابی قابل دیدتھی۔

(۲)۲۲فروری ۲۰۱۲ء کو پاکیزہ خاندان کی پُرخلوص دعوت پراندور مدھیہ پردیش تشریف لے گئے،اندورایئرپورٹ پر اژدہام کثیر،گاڑیوں کی قطاریں،بھیڑکوکنٹرول کرنے کے لئے ہرروڈاورچوراہے پرٹرافک پولیس کے جھتے موجود۔راقم خودحضور

کے ہمراہ تھا، اندور میں جیسا استقبال حضور تاج الشریعہ کا ہوا، میں ہی نہیں بلکہ اہل اندور خصوصاً مقصود بھائی، اقبال بھائی وغیرہ کا کہنا ہے کہ اندور میں بڑے بڑے کروفر والے آئے، کسی کا ایسا استقبال نہ دیکھا، اپنے تو اپنے، غیر مسلم بھی حیرت میں تھے کہ صدر جمہوریہ اور وزیر اعظم کا استقبال بھی اس انداز میں نہ دیکھا گیا، دیکھا بھی کیسے جا سکتا ہے؟ وہاں ذل ہوتا ہے، یہاں دل بچھائے جاتے ہیں۔ حضور تاج الشریعہ کو وی آئی پی مہمان کا درجہ دیا گیا، پاکیزہ بنگلہ میں قیام تھا، وہاں بھی زائرین کا جم غفیر، مگر میزبانوں نے حق میزبانی ادا کر دیا کیونکہ مہمان ہی ایسی شان والا تھا جس کی نظیر دنیا کے پردے پر مشکل تھی۔ بعد نماز عشاء وادیٔ نور میدان میں پروگرام تھا، وادیٔ نور اندور کا بہت بڑا میدان ہے جس کے شمال، جنوب اور پورب میں کافی چوڑے روڈ ہیں۔ راقم جب جلسہ گاہ میں پہنچا، تو عجیب منظر تھا۔ میدان کھچا کھچ بھرا اور تینوں روڈوں پر کافی بھیڑ تھی، حضور کی اسٹیج پر تشریف آوری سے پہلے ناظم اجلاس نے راقم کو دعوت سخن دی۔ راقم نے خطاب سے پہلے یہ عرض کیا کہ اس میدان کا نام وادیٔ نور کس نے اور کیوں رکھا معلوم نہیں، مگر ہاں، آج جس وقت ایک نوری پیکر بشکل تاج الشریعہ اس میدان میں اپنا مبارک قدم رکھیں گے تو یہ وادی ''وادیٔ نور'' ضرور ہو جائیگی۔ جب حضور تاج الشریعہ وادیٔ نور میں تشریف لائے تو منظر دیدنی تھا۔ اہلسنت کا جم غفیر بیتاب دید تھا، ہر شخص اپنے مقتدا کو دیکھنے کے لئے بے چین تھا، ایسا لگ رہا تھا کہ ہر ایک مثل پروانہ شمع پر نثار ہونے کو تڑپ رہا ہے، بڑی مشکل سے اسٹیج پر پہنچے، عاشقوں نے اطمینان کا سانس لیا، جم کر دیدار کیا۔ اہل اندور کا کہنا ہے کہ اس پروگرام میں جتنا مجمع تھا، نہ پہلے دیکھا اور نہ ہی آگے امید ہے۔ یہ خداداد مقبولیت نہیں تو اور کیا ہے؟

(۳) رسول پور اڑیسہ کے تمیز الدین بھائی اور ان کے برادران کافی سالوں سے حضور کی رسول پور تشریف آوری کے لئے کوشاں تھے، آخر ان کی دیرینہ تمنا ۱۱ رمارچ ۲۰۱۶ء کو اللہ کے فضل و کرم سے پوری ہوئی۔ رسول پور میں دیوانگان تاج الشریعہ کا ہجوم ''اللہ اکبر'' مخلوق خدا کی کثرت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ رسول پور آنے کے لئے تین راستے، تینوں راستوں پر تقریباً ۵، ۶ رکلومیٹر تک گاڑیاں ہی گاڑیاں تھیں۔ یہ سب کیا ہے؟ یہی ہے نا کہ منجانب اللہ ندا کر دی گئی کہ رسول پور میں اللہ کا ولی آ رہا ہے، تبھی خلق خدا تاج الشریعہ کی ایک جھلک دیکھنے کو امڈے سیلاب کی طرح رسول پور جمع ہو گئی۔

(۴) ۱۹۹۶ء میں آگرہ تاج گنج میں حضور تاج الشریعہ کی آمد، جمعرات کو پروگرام، نماز جمعہ جامع مسجد میں پڑھانا تھی۔ قبل جمعہ تائی کی منڈی مولانا ارشد الرحمن کے مدرسہ اور خواجہ سرائے میں جلوہ فرما ہوئے۔ ہر جگہ دیوانوں کا جم غفیر، دور دور تک سر ہی سر نظر آتے۔ جامع مسجد میں بھیڑ کو کنٹرول کرنے کے لئے کافی انتظامات کیے گئے تھے۔ راقم نماز جمعہ کے لئے منبر کے سامنے تقریباً ۶، ۷ صفوں کے بعد تھا۔ میری ایک جانب مولانا ارشد الرحمن اور دوسری جانب کوئی اجنبی تھا۔ خطبۂ جمعہ کے لئے جونہی حضور تاج الشریعہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے، میری بغل میں بیٹھے اجنبی کی نظر جیسے ہی حضور کے چہرے پر پڑی، چیختے ہوئے بولا: ''اللہ! جب ان کا نور اتنا ہے تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور کیسا ہوگا''۔ دیکھنے والوں نے بتایا کہ یہ دیوبندی ہے۔ قربان جاؤں تاج الشریعہ کے روئے تاباں پر کہ آپ کے چہرہ کی نورانیت سے اس کا دل نورانی ہو گیا۔ پھر اپنے عقائد باطلہ سے توبہ کر کے بعد نماز جمعہ بیعت کی اور غلامی میں داخل ہو گیا۔ ابھی تک عوام میں مقبولیت آپ کے باصرہ نواز ہوئی۔ اب خواص کا حال آپ کے پیش نظر رکھنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

راقم یعنی میں نے عرب شریف یعنی جدہ، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں حضور تاج الشریعہ کی جو عزت وعظمت اور احترام و پذیرائی دیکھی وہ شاید ہی کسی خوش قسمت کو میسر ہو، جدہ میں عالی جناب طارق حسن صاحب جو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے چہیتے مرید و خلیفہ ہیں، اور وہ مرشد کی محبت میں فنائیت کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان کے مکان پر حضور تاج الشریعہ کا قیام تھا۔ دوران قیام عرب کے لئے بیشمار شیوخ کو حضور کے پاس بغرض ملاقات آتے جاتے دیکھا۔ مگر آنے اور جانے میں غیر معمولی تبدیلی محسوس ہوتی۔ ملاقات کے لئے آنے والا بڑی شان وشوکت اور علمی طمطراق کے ساتھ آتا۔ آپ کی بافیض صحبت میں بیٹھتا، ہمکلام ہوتا۔ پھر رخصت آنے والی آن بان نہیں غلامانہ انداز ہوتا۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی مقبولیت عوام وخواص میں یکساں تھی۔ ہاں ہاں ان کی مقبولیت خداداد تھی، جو دیکھتا، دیکھتا رہ جاتا۔ چہرۂ زیبا سے نظر ہٹنے کو تیار نہیں ہوتی۔ علامہ ابن جوزی نے عامۃ الناس میں مقبولیت کی ایک وجہ بیان فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: لوگوں میں مقبولیت اسے حاصل ہوتی ہے جس کا سینہ عامۃ المومنین کے کینے سے پاک ہوتا ہے۔ الحمد للہ حضور تاج الشریعہ کا سینہ کینے سے پاک وصاف تھا، ان کا چہرہ اس کی گواہی دے رہا تھا اور یہ مقبولیت اسی کی نشانی ہے۔

حضور تاج الشریعہ ملک شام تشریف لے گئے۔ وہاں کی محافل کی ایک ریت ہے کہ مہمان خصوصی کو ممتاز جگہ پر بٹھایا جاتا ہے۔ حضور تاج الشریعہ اس محفل میں پیلا عمامہ باندھے تھے اور دیگر مدعو علمائے کرام کو مہمان خصوصی کے سامنے کرسیوں پر بٹھایا جاتا ہے۔ پھر باری باری سب کو مائک پر بلایا جاتا ہے۔ ہر عالم مہمان خاص کے لئے تحسینی یا تنقیدی بات کہہ کر اپنی نشست پر جلوہ فرما ہوجاتا ہے۔ اسی اثناء میں ایک شامی بزرگ تشریف لائے، حضور تاج الشریعہ کو تھوڑی دیر ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہے پھر حضور تاج الشریعہ کے قریب گئے، گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھے، قدموں کو بوسہ دیا، پھر مصافحہ کر کے اپنی نشست پر بیٹھ گئے اور اشکبار آنکھوں سے حضور کا دیدار کرنے لگے۔ ان کی باری پر تاثرات پیش کرنے کے لئے جب ان کو مائک پیش کیا گیا تو روتے ہوئے گویا ہوئے: میں نے حدیث شریف میں پڑھا ہے کہ غزوہ بدر میں حضرت جبریل انسانی شکل میں پیلا عمامہ باندھے تشریف لائے تھے تو سوچ رہا ہوں کہ وہ کیسے لگ رہے ہوں گے۔ آج جب امام احمد رضا ہندی علیہ الرحمہ کے پرپوتے کو پیلے عمامہ میں دیکھا تو بے ساختہ دل نے گواہی دی کہ جب امام اختر رضا ہندی اتنے خوبصورت لگ رہے ہیں تو حضرت جبریل علیہ السلام کتنے خوبصورت اور حسین لگ رہے ہوں گے۔

بڑے بڑے صاحبان علم وفضل جن کا اپنا علمی قد خود آسمان سے باتیں کرتا ہے، وہ بھی تاج الشریعہ کو اپنا مقتدا اور پیشوا کہتے ہیں۔ ایک بار حضور تاج الشریعہ نے خطیب دمشق کو اپنا عربی کلام سنایا۔ جس کا مطلع ومقطع یہ ہے:

اللہ اللہ اللہ اللہ	مالی رب الاھو
ھذا اختر ادناکم	ربی احسن مثواہ

حضور تاج الشریعہ پرسوز انداز میں پڑھ رہے تھے اور خطیب دمشق والہانہ انداز میں سن رہے تھے۔ مقطع سنتے ہی خطیب صاحب بے خود ہو کر پکار اٹھے: "اختر ناسیدنا وابن سیدنا" ہمارے اختر ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کے لخت جگر ہیں۔

اب قارئین خود اندازہ کریں کہ حضور تاج الشریعہ کا مقام ومرتبہ کیا ہے جن کو سرداران علم وفن خود اپنا سردار کہہ کر مخاطب کریں۔

محدث فلسطین شیخ جمیل شافعی نے حضور تاج الشریعہ کے لئے شیخ الاسلام والمسلمین، شیخ الکامل اور عارف باللہ جیسے القابات سے یاد کیا اور فرمایا ان کے وسیلے سے دعائیں کرو، اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرمائیگا۔ محدث زمانہ تاج الشریعہ کو اپنی دعاؤں کی قبولیت کا وسیلہ بتارہے ہیں۔ اولاد سیدنا موسیٰ کاظم شیخ صباح فرماتے ہیں: جہاں حضور تاج الشریعہ قدم رکھتے ہیں، وہاں نور برستا نظر آتا ہے۔ سرکار مارہرہ حضور احسن العلما علیہ الرحمہ نے عرس قاسمی کے موقع پر حضور تاج الشریعہ کو اپنی خلافت سے نوازتے وقت خود قائم مقام مفتی اعظم کا نعرہ لگایا۔

پاکستان کی عظیم وعبقری ذات سید شاہ تراب الحق علیہ الرحمہ کے پاس سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلی نعل پاک امانۃ موجود تھی جس سے شاہ صاحب فیوض وبرکات حاصل کرتے تھے۔ حضور تاج الشریعہ پاکستان تشریف لے گئے۔ شاہ صاحب بستر علالت پر تھے، اپنی علالت کے باوجود خود حضور تاج الشریعہ سے ملنے تشریف لائے اور نعل پاک سرور کائنات ساتھ لائے پھر وہ امانت کبریٰ اور تحفۂ عظمیٰ حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں یہ کہہ کر پیش کردی کہ میری نظر میں اس امانت کا آپ کے علاوہ کوئی دوسرا امین نظر نہیں آتا۔ {ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء}

قارئین اندازہ کریں کہ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے کون سی نعمت حضور تاج الشریعہ کو عطا فرمائی۔ وہ نعمت جس کی قیمت دنیا کی کوئی چیز نہیں بن سکتی بلکہ دنیا کی ساری دولت اس کی قیمت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی، بات لمبی ہوگئی۔ حضور تاج الشریعہ ان مقبولان بارگاہ ایزدی میں سے ہیں جن کی طرف مخلوق خدا کے قلوب کھنچے چلے آتے ہیں اور اس کا مشاہدہ ۲۲ رجولائی ۲۰۱۸ء کو دنیا نے اپنی ماتھے کی آنکھوں سے کیا کہ بریلی شریف میں انسانوں کا سیلاب موجیں ماررہا تھا، ہر طرف سر ہی سر، ایک رپورٹ کے مطابق تقریباً ڈیڑھ کروڑ لوگوں نے جنازے میں شرکت کی۔ اصل تعداد تو اللہ ہی جانتا ہے مگر ہاں، اتنا ضرور ہے کہ اب تک دنیا میں اتنا بڑا اژدہام کسی جنازہ میں نہ تھا۔ یہ سب کیا ہے؟ {ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء}

***

حضور تاج الشریعہ محافظ فتاوائے رضویہ

مولانا محمد رفیق الاسلام نوری جامعہ شکوریہ باہور کانپور

علم وحکمت کا وہ تابناک سورج غروب ہوگیا جس کی کرنوں سے سنیت میں بہار تھی۔ زہد وتقویٰ کا وہ ماہتاب چھپ گیا جس کی چاندنی اہلسنت کے لئے جاذب نظر تھی۔ وہ قلم خشک ہوگیا جس کے پرنور نقوش میں ہمیں امام احمد رضا کا جلوہ نظر آرہا تھا۔ وہ ادائیں روپوش ہوگئیں جن کی صبح وشام میں ہم حضور مفتی اعظم کو دیکھتے تھے۔ ملت کا وہ رہبر چلا گیا جس کا ایک ایک لفظ شمع ہدایت تھا۔ کیا کوئی بتاسکتا ہے کہ وہ رہنما اب کدھر ہے جس کی رہنمائی میں راہی بے خوف آرام کی نیند سے لطف اندوز ہورہے تھے۔ وہ قائد اب کہاں ہے جس کا اتباع ہمیں اپنی جانوں سے بھی پیارا ہے۔ گردش ایام کے ساتھ حوادث فتن کا سد باب کون کرے گا؟ دور جدید کے قلبی مہلک امراض کا حکیم حاذق کون ہے؟ کنزالایمان کے نگہبان کی زیارت کو آنکھیں ترس رہی ہیں۔ فتاوائے رضویہ کے محافظ کے دیدار کو دل بے قرار ہے۔ شریعت مطہرہ کے عظیم پاسبان کی ایک جھلک کے لئے بریلی شریف کا پورا شہر فرش راہ ہے۔ فضاؤں میں ایک سکتہ طاری ہے۔ محلہ سوداگران کی بارونق گلیاں خموش ہیں، درودیوار سوگوار ہیں۔ اس لئے کہ وقت کا رازی چلا گیا۔ دور کا غزالی چلا گیا۔ رضا کا آئینہ ٹوٹ گیا۔ مفتیٔ اعظم کا عکس چھپ گیا یعنی افقہ الفقہاء، افضل العلماء، تاج الشریعہ، نبیرۂ اعلیٰ حضرت، جانشین تاجدار اہلسنت، فخر ازہر، مہمان کعبہ معظمہ، وارث علوم امام احمد رضا، حضرت علامہ الحاج والحافظ والقاری والمفتی محمد اختر رضا خاں قادری نوری ازہری ۶ ذیقعدہ بروز جمعہ مبارکہ بوقت مغرب اہلسنت کو اشکبار چھوڑ کر وصال فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ہند وبیرون ہند کی لاتعداد آنکھیں ایسی تھیں جو آنسوؤں سے لبریز تھیں۔ چاروں طرف سے دیوانوں کے قافلے بریلی شریف کی طرف رواں دواں تھے۔ گاڑیوں کے قافلے جب ایک دوسرے کے سامنے آتے تو بعد سلام آمنے سامنے ہونے کے باوجود ایک سکوت طاری رہتا تھا کسی کی بھی آنکھ میں وہ جلوہ نظر نہیں آرہا تھا جس کا وجود صرف اور صرف حضور تاج الشریعہ کی وجہ سے قائم تھا۔ ہر ایک چہرے پر ایک خوفناک اداسی تھی۔ اہلسنت اس سانحۂ ارتحال سے بے چین تھے۔ آہ وفغاں کررہے تھے لیکن آپ کے لبہائے نازک پر ایک روح پرور تبسم زائرین کو تسلی دے رہا تھا اور گویا کہ ان سے یہ کہہ رہا تھا:

جان کر مجملہ خاصان میخانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

آپ کے سانحۂ ارتحال نے پھر اس ماضی کو حال میں بدل دیا تھا جب مرجع فتاویٰ، غزالی دوراں رازی زماں شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدار اہلسنت سیدی سندی مرشدی آقائی مولائی حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ پردہ فرماچکے تھے اور آپ کا سند افتخار حضور تاج الشریعہ کا منتظر تھا۔ پھر علماء وفقہائے اہلسنت نے آپ کو تاجدار اہلسنت کا جانشین قرار دیا۔ 1982 سے 1985 تک ایک ادنیٰ طالب علم مرکزی دارالافتاء کا ناقل تھا۔ یہ ناقل فتاویٰ چونکہ بنگال کے ضلع کوچ بہار کا رہنے والا تھا اور میرا اہم سبق تھا۔ گرچہ وہ

جامعہ نوریہ میں زیر تعلیم تھا اور میں منظر اسلام کے طلبہ کے شانہ بہ شانہ قدم آگے بڑھانے کی جسارت کر رہا تھا پھر بھی ان کے ساتھ دارالافتاء میں بیٹھنے کا مجھے بھی موقع ملتا رہا اور بڑی پابندی سے ہم دونوں ان فتاوے کو نقل کرتے رہے جو اکناف عالم میں لکھے گئے تھے۔ کبھی کسی عبارت میں ہمیں اشتباہ ہوتا تھا تو حضور قاضی عبدالرحیم صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ سے رجوع کرتے۔ اکثر و بیشتر فتاوے کی باریک بینی و حوالجات سے ہم لوگ حیرت زدہ رہ جاتے تھے کہ تاجدار اہلسنت کے بعد آپ پر مرکزی دارالافتاء کی کافی ذمہ داریاں عائد ہو چکی ہیں۔ ملک و بیرون ملک آپ کے تبلیغی دورے ہوتے رہتے ہیں۔ فقہاء کرام کی آمد ورفت کا تسلسل جاری ہے۔ ان کے ساتھ علمی و فقہی مجالس میں آپ ہی شمع محفل ہوتے ہیں۔ ان سارے مصروفیات کے باوجود آپ کو وہ وقت کیسے مل رہا ہوگا۔ ان فتاوے کو لکھنے میں جس کی ضرورت ہے۔ ہمارے علماء بخوبی واقف ہیں کہ فتاوی لکھنے میں جلد بازی کبھی مہلک بھی ثابت ہو سکتی ہے لیکن حضور تاج الشریعہ کے فتاوے کو دیکھ کر احساس ہوتا تھا کہ آپ نے انہیں لکھنے میں ہفتوں کتابوں کا مطالعہ کیا ہوگا۔ زیادہ تر فتاوے میں حوالوں کا تسلسل ہوتا تھا۔ ایک طرف تو آپ عدیم الفرصت تھے دوسری طرف حوالوں کا سیل رواں ہمارے سامنے ایک معمابنا جا رہا تھا۔ مزید فقہی جزئیات پر اس کمال کا استحضار تھا جو عموماً فقہائے زمانہ میں معدوم نہیں تو نادر ضرور ہے۔ علمی محافل میں جب کسی فقیہ کی طرف سے کسی جزئی مسئلہ پر حکم کا مطالبہ ہوتا تو برجستہ آپ ایسا جواب عطا فرما دیتے جس سے مجلس کو احساس ہوتا گویا ابھی ابھی یہ مسئلہ آپ دیکھ کر آئے ہیں حالانکہ وہ جزئی مسئلہ کوئی عام مسئلہ نہیں ہوتا تھا بلکہ سائل فقیہ کو خود اس مسئلہ پر اشتباہ تھا۔ کتب فقہ میں متعدد ایسے نصوص اس کے سامنے تھے جن کا آپس میں اختلاف تھا۔ ایسے مختلف فیہ مسئلہ میں آپ کے جواب پر کتابیں بھی منگوائی جاتیں اور سامنے کا فقیہ دیگر اقوال کو بھی پیش کرتا لیکن ہم نے دیکھا ہے کہ کثرت مطالعہ کے بعد اسی کو ترجیح ملتی جو تاج الشریعہ نے فرمایا تھا۔ پھر اس کی تائید میں فتاوائے رضویہ کو آپ پیش فرماتے۔ ان حالات سے باخبر ہر ایک کے ذہن و فکر میں یہ نقش ہو جاتا کہ فتاوائے رضویہ کے محافظ آپ ہی ہیں۔ یقیناً فتاوائے رضویہ کے جزئیات آپ کی قوت حافظہ میں ہمیشہ مستحضر ہوتے ہیں جس طرح امام احمد رضا کے سامنے ہمہ وقت شریعت مطہرہ کے اصول و قوانین کی شان تھی اور ساری مصلحتوں و حاجتوں کے باوجود انہیں کو ترجیح ملتی تھی۔ حضور تاج الشریعہ اسی کا مظہر اتم تھے۔ یہاں تک کہ مسئلہ فلکیات کا ہو یا ارضیات کا، نجوم کا ہو یا بروج کا، ریاضیات کا ہو یا طبعیات کا پھر اس کا تعلق اعتقاد سے ہو یا عمل سے اگر حکم شرع کے خلاف ہے تو امام احمد رضا اس کی تردید میں اپنی خداداد علمی صلاحیت کو ضرور بروئے کار لاتے تھے۔ یہی کیفیت ہم نے حضور تاج الشریعہ میں دیکھی ہے۔ کسی بھی جزئی مسئلہ پر اگر فتاوائے رضویہ میں صراحت موجود ہے تو اس کے خلاف آپ نے کبھی بھی کسی سے کوئی بھی ایسا معاہدہ نہیں کیا جو فاضل بریلوی کی شان تحقیق کے برخلاف ہو اس لئے کہ تحقیقات رضویہ شریعت مصطفویہ کے عین مطابق ہیں اور ہماری پاک شریعت مبنی بر حقیقت ہے۔

حضور تاج الشریعہ کے دور کی اس تلخ حقیقت سے مجھے کوئی انکار نہیں کہ آپ کے سامنے کتنے ایسے بھی مسائل تھے جن پر آپ کے فرمان سے کچھ انتشار بھی دیکھنے کو ملا چاہے مسئلہ اللہ ھو میاں جیسے نام پر ہو یا پھر شمع نیاز یہ سے متعلق دیہات میں جمعہ کا مسئلہ ہو یا پھر جمعہ کی اذان ثانی کا۔ لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر نماز میں اقتدا کا مسئلہ ہو یا پھر ٹی۔وی اور ویڈیو کی اسکرین کی نمائش حسین منظر کا۔ چلتی ٹرین میں نماز کا مسئلہ ہو یا پھر بہتر فرقوں کے جہنمی ہونے کا۔ یہ تو ان میں سے آٹھ مسائل ہی میں نے بیان کیے جن سے

کچھ اختلاف بھی ہوا لیکن بڑے ہی وثوق اور دعویٰ کے ساتھ میں کہہ سکتا ہوں کہ ان سارے اختلافات میں الحمدللہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ حق پر رہے۔ اس کا اعتراف ہر ذی علم کو ہوگا۔

حضور تاج الشریعہ کی علمی محفلوں میں بیٹھنے والے ہی نہیں بلکہ ان کی پرنور تحریروں کے مطالعہ کرنے والوں سے بھی یہ مخفی نہیں کہ آپ صرف علوم اعلیٰ حضرت کے وارث ہی نہیں بلکہ محافظ فتاوائے رضویہ بھی تھے۔ میں نے متعدد فقہی سیمیناروں میں خود دیکھا جب حاضر فقہائے کرام کے پیش نظر سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت کی کوئی عبارت ہوتی اور اس کے معنوی گوہر پارے کی تحصیل میں ان کے مابین کچھ اختلافات رونما ہوتے تو جہاں ہر ایک فقیہ اپنے موقف کی تائید میں دلیل پیش کرتا اور دوسرا فقیہ اسے رد کر دیتا پھر اپنے موقف کی حمایت میں دلیل لاتا۔ اسی طرح وسعت قلبی کے ساتھ اس میں ایسی معنی خیز بحثیں ہوتیں کہ سیمینار گاہ میں ایک علمی ماحول قائم ہو جاتا۔ اس کے باوجود زیادہ تر ایسی بحثیں نتیجہ خیز ثابت نہ ہوتیں بلکہ جدید شبہات کے اور پردے اس میں حائل ہو جاتے بالآخر سمنار میں شریک فقہائے کرام کی تشنہ نگاہیں علوم وفنون کے کوثر وسلسبیل سے ملتجی ہوتیں۔ حضور آپ وارث علوم اعلیٰ حضرت ہیں۔ آپ ہی فاضل بریلوی کی اس عبارت کے معنوی عرش تک ہماری رہنمائی فرمائیں۔ پھر چند الفاظ مبارکہ سے ہی آپ ایسا مفہوم واضح فرما دیتے جس سے ہر ایک کا چہرہ کھل اٹھتا۔ چہروں میں بشاشت آجاتی۔ نظروں میں چمک آجاتی۔ خوشی سے ہر ایک دوسرے کو یوں دیکھتا گویا کہ اپنی عدم توجہی کا شکوہ کر رہا ہو اور کہہ رہا ہو کہ جس گوہر مقصود کے لئے ہم خوفناک بحری طوفان سے الجھ رہے تھے وہ انمول ہیرا تو ساحل سمندر میں ہمارا انتظار کر رہا تھا۔

ان حالات کے پیش نظر کوئی بھی منصف قلم کار یہی کہے گا کہ علوم اعلیٰ حضرت کے وارث تمہیں تو ہو۔ فتاوائے رضویہ کے محافظ تمہیں تو ہو۔

بیسویں صدی عیسوی کی نویں دہائی کے نصف آخر کا وہ زمانہ جسے اہلسنت کو فراموش کر دینا چاہئے لیکن وہ کبھی اسے بھلا نہیں سکتے ہیں۔ جب حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی نے ٹی وی اور ویڈیو سے متعلق وہ شہرۂ آفاق فتویٰ تحریر فرمایا تھا جس میں اسکرین پر متحرک تصویروں کو عکس قرار دیا گیا تھا جبکہ عکوس کی رویت پر جواز کا ہی فتویٰ ہے لہٰذا آپ نے بھی انہیں جائز قرار دیا۔ یہ ایک جدید تحقیق تھی۔ اس فتویٰ کو تحریر کرتے وقت یقیناً آپ کے سامنے متعدد مصلحتیں رہی ہوں گی اور ان کے کچھ تقاضے بھی رہے ہوں گے۔

اولاً چونکہ ہمارے اغیار ان ذرائع ابلاغ سے اپنے اپنے مذہب کی خوب اشاعت بھی کر رہے ہیں جبکہ ان کا استعمال قریب عام سے عام تر ہوتا جا رہا ہے جہاں کہیں بھی ان کا استعمال ہوگا بدعقیدگی کی بھی تبلیغ عام ہوتی جائے گی اس کے جواب میں ہمارے ہاتھ خالی ہوں گے۔ یہ مصلحتیں حضرت شیخ الاسلام کے سامنے تھیں اور انداز تحریر سے ظاہر ہے کہ پہلے حکم آیا پھر دلائل کی فراہمی میں جدوجہد شروع ہوئی ہے۔

چونکہ بدعقیدوں کو انہیں کے منتخب محاذ پر انہیں کے انداز میں جواب دینے کے لیے آپ ٹی وی اور ویڈیو کے استعمال کو جائز قرار دینا چاہتے تھے اس جواز کا یہ تقاضہ ہے کہ اس انداز میں اغیار کو جواب دینا ضروری قرار دیا جائے یا پھر مستحسن۔ صورت اولیٰ میں ٹی وی کا استعمال مباح قرار پائے گا کہ الضرورۃ تبیح المحظورات بقدر الضرورۃ

یہ فتویٰ جب حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے پاس آیا تو آپ نے بغور اس تفصیلی فتویٰ کا مطالعہ فرمایا اور یہ دیکھ کر

حیرت ہوئی کہ اسکرین پر نظر آنے والی شکل کو تصویر نہیں بلکہ عکس کہا گیا ہے اور واقع نفس الامر کے خلاف اس تحقیق کے نتیجہ کی وجہ سے مستقبل میں انگنت فتنے سر اٹھا سکتے ہیں مثلاً پہلے سے ہی ایک دوسری تحقیق ایسی موجود ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز متکلم کی آواز کا عین ہے۔ اور حضرت شیخ الاسلام کی تحقیق سے ثابت کہ ٹی وی کی اسکرین میں تصویر نہیں ہے لہٰذا مسجدوں میں امام کے پاس ویڈیو کیمرہ ہوگا اور جگہ جگہ متعدد اسکرینیں نصب ہوں گی پھر ہمارے آنے والے محققین انہیں جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن قرار دیتے رہیں گے۔ بعدہ نماز کی پاکیزگی کا کیا حال ہوگا۔ پاک طینت علماء اس سے غافل نہیں ہیں۔ دوسرا اندیشہ سطح اسکرین پر نظر آنے کے باوجود اس شکل کو تصویر نہیں کہا گیا تو پھر سطح قرطاس پر نمودار کیمرہ کی تصویر کو آنے والے کل میں کوئی جائز قرار دے سکتا ہے۔ تیسرا اندیشہ جب کیمرہ سے لی گئی سطحی تصویر جائز تو پھر قلمی تصویر کو ناجائز کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہوگی۔ اب تصویر کا معنی صرف اور صرف صنم ہی رہ جائے گا پھر کیا پتہ کوئی ایسا محقق آجائے جو بتوں کے بنانے دیکھنے اور رکھنے کے عدم جواز کی علت شبہ بت پرستی کو قرار دیتے ہوئے کچھ ایسے جانداروں کے بت کو مستثنیٰ کردے جن کی پرستش کہیں نہ ہوتی ہو جبکہ حدیث پاک میں مطلقاً ذی روح کی تصویر پر قلب وجگر کو پانی پانی کردینے والی وعیدیں موجود ہیں۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی نظر پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تھی اور آپ کی شریعت طاہرہ کاملہ پر۔ جہاں تک مصلحت ومفاد کی باتیں ہیں نصوص ظاہرہ کے سامنے ان مصلحتوں کی آپ نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ اس لئے آپ نے ٹی وی کی اسکرین پر متحرک شکل کو تصویر قرار دیتے ہوئے اسے حرام قرار دیا جو بمطابق شرع پاک ہے اور خوفناک طوفان آنے سے پہلے ہی اس کے دروازہ کو مقفل کردیا۔

اس فروعی اختلاف میں بھی آپ نے فتاوائے رضویہ کی حفاظت کی اہم ذمہ داری نبھائی ہے۔ اس جدید عکسی تحقیق سے جدید محققین کو بھی کافی حوصلہ ملا اور نہ جانے ہندوستان میں کتنے ایسے تحقیقی مراکز قائم ہوگئے جن میں پوری قلمی توانائیاں فتاوائے رضویہ پر صرف ہونے لگیں۔ میں ان محققین حضرات سے مؤدبانہ گذارش کروں گا کہ فتاوائے رضویہ سے متعلق اگر آپ کی فکر مثبت نہ ہو تو خدارا اسے چھیڑنے سے بھی باز رہیں۔ یہی قوم کے مفاد میں ہے اور ہمارے اور آپ کے مفاد میں بھی۔ کسی بھی عبارت کے متبادر مفہوم کو بگاڑنے کی کوئی بھی کوشش آپ کی دیانت کے خلاف ہی ہوگی۔

آیئے اس اختلاف میں بھی امام احمد رضا کے ایک فرمان کی زیارت کریں۔ اسی ایک عبارت میں مجوزین حضرات نے جواز کا عکس دیکھا ہے اور عدم جواز کے قائلین نے اسی عبارت میں عدم جواز کی تصویر دیکھی ہے۔

سئلت عمن صلی وامامه مرآة فاجبت بالجواز أخذا مما ههنا. اذا المرآة لم تعبد ولا الشيخ المطيع فيها ولا هو من صنيع الكفار نعم ان كان بحيث يبدو له فيه صورته وافعاله ركوعا وسجودا قياما وقعودا وظن ان ذالك يشغله ويلهي فاذا لا ينبغي قطعا. [بحوالہ جدالممتار (ایک جزء سے)]

اس نورانی عبارت میں صاف طور پر بیان ہے کہ ایک شخص نماز ادا کر رہا ہے۔ اس کے سامنے آئینہ رکھا ہے اس بارے میں اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا تو آپ نے جواز کا فتویٰ دیا۔ اس جواب کی وجہ بتاتے ہوئے فاضل بریلوی نے فرمایا اس لیے جواز کا فتویٰ دیا کہ سامنے تو آئینہ ہے اور اس کی پوجا نہیں ہوتی اور نہ اس آئینہ میں کوئی شبیہ ہے اور نہ شعار کفار میں سے یہاں کچھ ہے

تو پھر عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں رہی۔

یہاں وہ اہم لفظ مجوزین نے جسے سینے سے لگایا ہے (ولا الشبح المنطبع فیہا) سرکار اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ اس میں تو کوئی چھپی شبیہ بھی نہیں تو عدم جواز کا فتویٰ کیوں دیں؟ مجوزین حضرات نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ عکس اس میں نظر آرہا ہے پھر بھی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں اس میں کوئی شبیہ نہیں ۔یہی حال تو ٹی وی کا ہے۔آن کرو تو عکس نظر آتا ہے اور آف کرو تو کچھ نہیں۔ ہمیں افسوس ہے ایسے نکتہ دانوں پر یہ نکتہ داں حضرات اختلاف کے بعد کے محققین ہیں۔ سیدنا اعلیٰ حضرت نے تو فرمایا کہ آئینہ میں کوئی شبیہ ہے ہی نہیں جبکہ یہ حضرات ٹی وی آن کرنے پر شبیہ کو دیکھ رہے ہیں لیکن اسے تصویر نہیں بلکہ عکس کہتے ہیں اور ٹی وی کے جواز پر فرمان اعلیٰ حضرت کو پیش کرتے ہیں۔یہی طریقہ اصل میں وجہ اختلاف ہے۔ہاں جب آئینہ میں کسی بھی شبیہ کے ہونے کا آپ نے انکار فرمادیا تو پھر آدمی کو نظر کیا آرہا ہے اس بارے میں حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

" آئینہ سامنے ہو تو نماز میں کراہت نہیں ہے کہ سبب کراہت تصویر پر ہے اور وہ یہاں موجود نہیں اور اگر اسے تصویر کا حکم دیں تو آئینے کا رکھنا بھی ناجائز ہوجائے حالانکہ بالاجماع جائز ہے اور حقیقت امر یہ ہے کہ وہاں تصویر ہوتی ہی نہیں بلکہ خطوط شعاعی آئینہ کی صقالت کی وجہ سے لوٹ کر چہرے پر آتے ہیں گویا یہ شخص اپنے کو دیکھتا ہے نہ یہ کہ آئینہ میں اس کی صورت چھپتی ہے۔"

[فتاوائے امجدیہ، ج:۱، صفحہ ۱۸۳]

آئینہ ایک میٹر دور سامنے ہے۔رائی آئینہ کو دیکھ رہا ہے۔شعاع بصری ایک سو اسی ڈگری کے خط مستقیم پر آگے بڑھ رہی ہے۔آئینہ سے ٹکراتی ہے وہ اب شفاف نہیں صقیل ہے لہٰذا خطوط شعاع میں ایک سو اسی ڈگری کا پھر انکسار ہوا اور رائی خود مرئی بن گیا بلکہ آئینہ کے سامنے جتنی مرئی چیزیں ہیں سب نظر آنے لگ گئیں جو بھی چیز آئینہ سے جتنی دوری پر ہے وہ اسی مقدار میں اندر کو نظر آرہی ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ خطوط شعاعی پلٹ گئے ہیں اسی لئے تو اس کو عکس کہا جاتا ہے۔

جدید محققین کی بارگاہ میں عرض ہے کہ کیا ٹی وی میں بھی شعاعوں کا انکسار ہوتا ہے؟ اگر ہاں تو پھر ٹی وی کے سامنے جو لوگ بیٹھے ہیں وہی نظر آنا چاہئے نہ کہ دوسری چیزیں اور اگر انکسار نہیں ہوا اور پلٹنا نہیں پایا گیا تو پھر مرئی کو عکس کیوں کہا جاتا ہے یہ معنی عکس کے خلاف ہے۔

یہ بالکل واضح ہوا کہ حق وہی ہے جو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے فرمایا۔آپ کے اس فرمان سے امام احمد رضا کی یہ عبارت اک معنوی تحریف سے بچ گئی اسی لئے تو آپ فتاوائے رضویہ کے محافظ بھی ہیں۔

مذاہب باطلہ وہابیہ، دیابنہ، قادیانی وغیرہ کے ایمان وکفر کے بارے میں بریلی و بدایوں میں کوئی اختلاف نہیں تھا اسی ہنگامہ کے زمانے میں بدایوں سے ایک نئی بحث کی ابتدا ہوئی جو افتراق امت والی حدیث پاک سے متعلق تھی کہ "کلھم فی النار" سے مراد دائمی جہنمی ہے یا نہیں جبکہ بدایوں شریف کا یہ نظریہ عدم دوام کا تھا جس سے حدیث افتراق امت میں معنوی تحریف ہوچکی تھی کہ کلھم فی النار کا معنی اب کلھم فی الجنۃ بن چکا تھا اسی نظریہ کی تائید میں بدایوں کی ایک اہم دلیل یہ تھی کہ "بہت سارے فرقے ایسے ہیں کہ ان کی تکفیر نہ کرنے پر علما ء کا اتفاق ہے مثلاً شیعوں میں زیدیہ یا خوارج میں اباضیہ فرقہ وغیرہ الخ"

یہ نیا عقیدہ اب صرف بدایوں کا نہیں رہا بلکہ اس پر بھی لبیک کہنے والے ہندوستان میں درجنوں علما مل گئے ان میں حضرت

مفتی مطیع الرحمان صاحب قبلہ کا نام بھی اس فہرست میں نظر آیا۔ پتہ نہیں آپ کو ان کی چمکتی دلیل پسند آئی یا پھر استاذ وشاگرد کا رشتہ؟ جبکہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کا اس پر مستقل ایک معرکۃ الآرا کتاب بنام 'بہتر فرقے ہمیشہ جہنم میں'' موجود ہے۔

نئے عقیدہ کی اسی دلیل کو پیش نظر رکھیں۔ جو ان کی اہم ترین دلیل ہے پھر علماء کا اس پر اتفاق بتایا گیا یعنی یہ عقیدہ اجماعی ہے کہ بہت سارے فرقوں کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اس میں مولانا اسید الحق بدایونی نے شیعوں میں زیدیہ اور خوارج میں اباضیہ کا نام بھی بتایا ہے لیکن یہ ظاہر نہیں کیا کہ آخر کن علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ ان کی تحریک میں شامل علماء کا یا پھر ان سے پیشتر گزرے ہوئے علماء کا؟ یہ راز راز ہی رہے تو بہتر اس لئے شاید انہوں نے علماء کے اس اتفاق پر یہاں کوئی حوالہ بھی نہیں دیا۔ اس پر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی گرفت یہ ہے کہ

"یہاں اس دعویٰ پر بطور دلیل کسی معتمد کتاب کا نہ تو نام ہی لیا نہ حوالے میں کوئی عبارت درج ہوئی اور بلا حوالہ یہ دعویٰ کردیا کہ،، بہت سے فرقے ایسے ہیں کہ ان کی تکفیر نہ کرنے پر علماء کا اتفاق ہے یعنی بلفظ دیگر وہ اجماعاً اہل ایمان ہیں۔ ہم نے شرح مواقف کی طرف مراجعت کی تو معلوم ہوا کہ زیدیہ کے تین فرقے ہیں۔ جارودیہ جن کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علی کی امامت پر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص ہے اور صحابہ علی کی مخالفت کرکے کافر ہوگئے اور اس وجہ سے کہ انہوں نے نبی کے بعد علی کی اقتداء چھوڑی وہ کافر ہیں۔ دوسرے سلیمانیہ، انہوں نے حضرت عثمان طلحہ و زبیر و عائشہ صدیقہ کو کافر کہا۔ تیسرے بتریہ ہیں! جنہوں نے سلیمانیہ کی صحابہ مذکورین کی تکفیر میں موافقت کی۔ صرف حضرت عثمان کے بارے میں توقف کیا چنانچہ شرح مواقف میں ہے □ اما الزیدیه فثلاث فرق: الجارودیه قالوا بالنص من النبی فی الامامة علی علی والصحابة کفروا بمخالفته وترکهم الاقتداء بعلی بعد النبی السلیمانیة: کفروا عثمان وطلحة والزبیر وعائشه البتیریة: وافقوا السلیمانیة الا انهم توقفوا فی عثمان.

[بہتر فرقے ہمیشہ جہنم میں صفحہ 41-42]

یہ وہ جدید بدایونی عقیدہ ہے جس کی اشاعت میں وہاں کے اپنے بزرگوں کا بھی لحاظ نہیں رکھا گیا اسی پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے حضور تاج الشریعہ نے فرمایا تھا: "کہنے کو یہ کہ گئے مگر سیف اللہ المسلول و تاج الفحول ودیگر علمائے بدایوں جن کے نزدیک وہابی دیوبندی نیچری رافضی بالاتفاق کافر بے دین ہیں ان کی کچھ فکر کر لیتے۔" [بہتر فرقے ہمیشہ جہنم میں صفحہ 41]

شریعت کی پاسبانی: حضور مفتیٔ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال کے بعد سے ہی نئے نئے فتنوں نے سر اٹھانا شروع کردیا تھا۔ ہر محاذ میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ نے مقابل کو شریعت مطہرہ کا درس دیا۔ بحسب ضرورت تادیبی کاروائی بھی ہوئی جس کی وجہ سے محرمات سے کھیلنے اور لطف اندوز ہونے والے چراغ پا نظر آئے بلکہ کہیں کہیں تو طوفان بدتمیزی پر بھی اتر آئے لیکن ہر ایک نے دیکھا امام احمد رضا کے جانباز اور بطل جلیل اس پاسبان کو تاجدار اہلسنت کے اس سچے جانشین کو آپ کے نورانی چہرے میں وہی متانت ہوتی وہی سنجیدگی ہوتی لبوں میں وہی تبسم ہوتا قلم میں وہی رضوی قلمدان کی شان ہوتی آپ کی ذات کریمہ ہر ایک آندھی اور طوفان کے سامنے چٹان بن جاتی۔ پائے استقلال میں ذرہ برابر جنبش نہ آتی۔ الحب للہ والبغض للہ کے آپ مظہر تھے۔ شریعت مطہرہ کے پاسبان تھے رضویات کے محافظ تھے۔ امام اہلسنت کے شہزادے تھے۔ تاجدار اہلسنت کے مظہر تھے۔ آپ وارث علوم اعلیٰ حضرت تھے۔ اس بارے میں اعلیٰ حضرت سے ہی سنئے بغور سنیں ایک ایک لفظ پر ذہن و فکر کو حاضر رکھیں۔ فرماتے ہیں:

بحمد اللہ! اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا لا الہ الا اللہ دوسرے پر لکھا ہوگا محمد رسول اللہ۔ جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم اور بحمد اللہ تعالیٰ ہر بدمذہب پر ہمیشہ فتح وظفر حاصل ہوئی۔ رب العزت جل جلالہ نے روح القدس سے تائید فرمائی۔ خالدین فیھا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون۔

پھر فرمایا! یہ سب برکات ہیں حضرت جد امجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔ قرآن عظیم میں حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ میں ہے کہ دو یتیم ایک مکان میں رہتے تھے۔ اس کی دیوار گرنے والی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا۔ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دیوار کو سیدھا کر دیا۔ اس واقعہ کو فرمایا جاتا ہے۔

وکان ابوھما صالحا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا۔ اس کی برکت سے یہ رحمت کی گئی۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما فرماتے ہیں۔ وہ باپ ان کی چودھویں پشت میں تھا۔ صالح بات کی وجہ سے یہ برکات ہوتی ہیں۔ تو یہاں تو ابھی تیسری ہی پشت ہے دیکھئے کب تک برکات اس سلسلہ میں رہیں۔ (حیات اعلیٰ حضرت۔ صفحہ 106)

اللہ اللہ چودھویں پشت میں ایک صالح باپ کی وجہ سے چودھویں نسل پر بھی فیضان رحمت کا جب یہ عالم ہو تو اسی پر سرکار اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں،، ابھی تو تیسری ہی پشت ہے دیکھئے کب تک برکات اس سلسلہ میں رہیں۔ کہ شریعت مطہرہ کی پاسبانی اور علمی جہاں بانی کی تو یہ صرف تیسری حکمرانی ہے کہ اس سلطنت کے بانی امام الفقہا والکاملین حضرت علامہ الشاہ رضا علی خاں صاحب علیہ الرحمۃ تھے۔

ریاست رامپور کے ایک کونسل ممبر کی تصنیف ٭٭ تذکرہ علماء ہند،، مطبوعہ نول کشور میں ہے۔ (ترجمہ)

مولانا رضا علی خاں صاحب ۱۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے۔ شہر ٹونک میں مولوی خلیل الرحمن صاحب مرحوم ومغفور سے علوم درسیہ حاصل کرکے ۲۲ رسال کی عمر میں ۱۲۴۷ھ کو سند فراغت حاصل کرکے مشار الیہ اماثل واقران ومشہور اطراف وزمان ہوئے خصوصاً فقہ وتصوف میں کامل مہارت حاصل فرمائی۔ [مقدمہ حیات اعلیٰ حضرت، صفحہ 84]

آپ کے بعد صرف ایک واسطہ حضور خاتم المتکلمین علیہ الرحمۃ والرضوان کے ذریعہ علوم وفنون کے اسی ایوان بالا میں امام المجد دین سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت کا ورود مسعود ہوا۔ پھر تخت شاہی پر آپ جلوہ فرما ہوئے، علمی جاہ وجلال کی سرحدوں کو دیکھ کر زمین کی وسعتیں کم پڑ گئیں۔ کرۂ ارض پر ہی نہیں دائرۃ البروج میں بھی آپ کے شاہانہ پرچم کا جلوہ دیکھا گیا اسی کو دیکھ کر تحدیث نعمت کے طور پر امام احمد رضا نے خود فرمایا: 'یہاں تو ابھی تیسری ہی پشت ہے دیکھئے کب تک برکات اس سلسلہ میں رہیں"۔

وہاں تو ایک صالح باپ کی نیکیوں کا جلوہ چودھویں نسل میں اس شان کا نظر آیا کہ ایک نبی اس کا محافظ بنا دوسرا اللہ تعالیٰ کی اس کرم فرمائی پر اس کا مشاہد بن گیا اور میں تو ابھی تیسری نسل میں ہوں۔ سرکار اعلیٰ حضرت مزید آگے فرماتے ہیں ٭٭ دیکھئے کب تک برکات اس سلسلہ میں رہیں،،

روضۂ سرکار اعلیٰ حضرت کی خاک پا کو چومتے ہوئے ہم فریاد کر سکتے ہیں آقا! آپ کے شہزادے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کا علمی واسطہ بھی مجدد اعظم تک ایک ہی ہے اور یہی ایک واسطہ طریقت کا بھی ہے ہاں نسب میں دو واسطے ہیں۔ آپ تو نسبا چوتھی پشت طریقتاً اور علماً تیسری پشت پر جلوہ فرما ہیں۔ یہی وجہ ہوگی کہ حضور تاج الشریعہ پر اٹھنے والی نگاہیں جھکتی چلی گئیں

اور جنازہ کو دیکھ کر یہ راز بھی منکشف ہو گیا کہ فتاوائے تاج الشریعہ میں فتاوائے رضویہ کی شان وشوکت کہاں سے نظر آ رہی ہے۔

آپ نے بتادیا کہ میرے اختر رضا کی بیباکی ،دلیری ،علمی کارنامے ،فقہی بصیرت ،ادبی مہارت ،فنی حشمت ،فکری عظمت ،تقویٰ وطہارت ،خوف خدا کی دولت ،حب نبی کے سرمایہ اور غوث اعظم سے والہانہ عقیدت کو دیکھ کر حیرت زدہ نہ ہونا وہاں چودھویں پشت میں صالح باپ کی وجہ سے اگر اللہ تعالیٰ کا وہ فضل وکرم ہو تو یہاں حیرت میں ڈالنے والی کون سی بات ہے کہ یہاں ''اب'' نہیں بلکہ ایسے ایسے ابائے کرام کا جلوہ ہے اور وہ بھی غیر منفصل ان آبائے کرام کے تصور سے ہی درجنوں پردے چھٹ جاتے ہیں کہ مفسر اعظم ،مفتی اعظم ،حجۃ الاسلام ،مجدد اعظم ،خاتم المتکلمین اور امام الفقہاء آپ کے ابائے کرام ہیں اور بلا فصل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فتاوائے رضویہ کے جزئیات پر آپ کو عبور رہا۔ وہاں تو چودھویں نسل تک امانت کو پہونچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک نبی کو متعین فرمادیا تھا اور یہاں بریلی کی دولت دیوار میں دبی نہیں تھی کہ دوسرے سے خطرہ ہو یہ سرمایہ تو سینے میں محفوظ ہے یا پھر کتابوں میں موجود ہے اور دونوں راستے کے سنگم میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان جلوہ فرما تھے۔ یقیناً یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی ہے اس لئے تو آپ کی فقیہانہ بصیرت سے دنیا حیرت زدہ تھی۔ آپ کے سانحہ وصال کی خبر اہلسنت کے لئے قیامت صغریٰ سے کم نہیں تھی۔ خوش نصیب اسلامی دنیا بریلی کی طرف سمٹتی جا رہی تھی۔ پورا شہر میدان محشر کے تصوراتی نقشہ میں بدل چکا تھا۔

جو کسی سکر میں مبتلا نہ ہو وہ ان حقائق کا انکار ہرگز نہیں کرسکتا ہے کہ حضور تاج الشریعہ انتالیس سال کے زمانہ میں سیکڑوں محاذ پر تن تنہا سینہ سپر رہے۔ کسی بھی زاویہ سے کوئی بھی شریعت طاہرہ میں کسی قسم کی بھی بے جامداخلت کی کوشش کی تو آپ نے وہیں اسے روک لیا اور اللہ تعالیٰ نے غیبی مدد فرمائی۔ آپ کے صالح اباء کرام کی علمی دولت آپ کو عطا کردی۔ آپ کے انداز استدلال کے تیور کو دیکھ کر مخالفین بھی دنگ رہ جاتے تھے۔ آپ کے مقابل کو جب اپنے موقف کی تائید میں کوئی دلیل نہیں ملتی تو پھر آپے سے باہر نظر آجاتے اور آپ کی نورانی ذات کو ہدف تنقید بناتے ہوئے اس خوش فہمی میں حملہ آور خود مبتلا رہتے کہ علوم اعلیٰ حضرت کے آسمان سے ایک تارہ ہم نے توڑ لیا ہے لیکن آج کی دنیا ہوشیار ہے وہ سب کی چال کو دیکھ رہی تھی اور ان کے اس تجاہل عارفانہ پر مسکرا رہی تھی اور کہہ رہی تھی یہ تمہارے تصورات باطل ہیں۔ حقیقت نہیں۔ یہ تمہارے خواب ہیں جسے تم نے آسمان کا تارا کہا۔ دنیا کی نظر میں وہ تمہارے چہروں میں پڑے سیاہ دھبوں میں سے ایک ہے۔

پھر تاج الشریعہ کی عظمت مشاہدین کے سامنے اور دوبالا ہو جاتی۔ لوگ اچھی طرح محسوس کر رہے تھے کہ شریعت مطہرہ کے پاسبان آپ ہیں۔ اہلسنت کے رہبر آپ ہیں۔ حنفی سرحدوں کے نگاہ بان آپ ہیں۔ مسلک اعلیٰ حضرت کے امین آپ ہیں اور فتاوائے رضویہ کے محافظ آپ ہیں۔ لوگوں کے اس فیصلہ کا ثبوت آپ کا جنازہ مبارکہ ہے جو تاریخ کا ایک بے مثال جنازہ نظر آیا۔

حضور تاج الشریعہ خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے اس فقیہ دین وملت کو کہا جاتا تھا مرکزی دارالافتاء اور جامعۃ الرضا جس کی نشانیاں ہیں۔

آپ رضویوں کے ہی نہیں بلکہ اہلسنت کے مقتدا تھے۔ علماء کے پیشوا تھے۔ فقہاء کے امام تھے اور فتاویٰ کے مرجع تھے۔ آپ کی عظیم وراثت میں مرکزی دارالافتاء بھی ہے۔ علمی سلطنت بھی ،قوم کی رہبری بھی ہے ،سنیوں کی قیادت بھی ،شریعت کی

پاسبانی بھی ہے اور فتاوائے رضویہ کی حفاظت بھی۔ ایسے وقت میں آپ کے شہزادے سنیوں کی آنکھوں کے تارے حضرت علامہ الحاج محمد عسجد رضا صاحب قبلہ مدظلہ النورانی کو اللہ تعالیٰ صبر جمیل کے ساتھ اس عظیم ذمہ داری کو بحسن وخوبی انجام دینے کا حوصلہ عطا فرمائے۔

***

حضور تاج الشریعہ۔ مقبولیت اور اسباب

مولانا محمد احمد رضا قادری مصباحی حنفی، جامعہ اہلسنت ضیاء العلوم، کربلا روڈ، کالپی شریف

حامداً و مصلیاً

چمن میں پھول کا کھلنا تو کوئی بات نہیں
زہے وہ پھول جو گلشن بنادے صحرا کو

مرکز اہلسنت بریلی شریف کی علمی و روحانی حیثیت سے وہی انکار کرے گا جس کو قدرت نے بصیرت دینی کے ساتھ ساتھ سعادت اخروی سے بھی محروم کر دیا ہو ورنہ دنیا اچھی طرح جانتی ہے کہ یہاں کے افق کمال پر ایک سے بڑھ کر ایک علم و فضل کے آفتاب و ماہتاب طلوع ہوئے اور اپنی ضیاء بارکرنوں سے ارض انسانی کے تقریباً ہر خطے کو منور و پر ضیاء بنا دیا، کم و بیش دو صدیوں پر محیط اس علمی خانوادے کی دینی، ملی، روحانی، ادبی، اور علمی و فقہی خدمات اس پر شاہد عدل ہیں اور خانوادۂ رضویہ کا یہ وصف اسلامی تاریخ و روایات کا ایک ایسا سنہرا باب ہے جس کی چمک و دمک اہل دل کو اپنی جانب ہمیشہ راغب کرتی رہی ہے اور شعور و آگہی کی دولت سے مالامال اذہان کو یہ کہنے پر مجبور کر دیا ہے کہ۔

یہ زلف بردوش کون آیا یہ کس کی آہٹ سے گل کھلے ہیں
مہک رہی ہے فضائے ہستی تمام عالم بہار سا ہے

امام اہلسنت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ نے اپنے عہد میں احیاء عشق رسالت، تجدید دین و سنیت اور احقاق حق و ابطال باطل کی جو مہم شروع فرمائی تھی آپ کی اولاد و احفاد نے اس کی حرارت کو کبھی سرد نہیں پڑنے دیا بلکہ انھوں نے رفتہ رفتہ اس میں مزید حدت و تیزی پیدا کر دی یہاں تک کہ کشتۂ عشق رسالت منارۂ رشد و ہدایت پیشوائے اہلسنت وارث علوم اعلیحضرت جانشین حضور مفتی اعظم ہند محقق علی الاطلاق شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ فی الہند افقہ الفقہاء محدث اعظم حضور الشاہ المفتی الامام محمد اختر رضا خاں قادری رضوی برکاتی ازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا زمانہ وقوع پذیر ہوا تو اب گویا گلشن رضا میں دور بہار کی پھر سے تجدید ہوگئی، عطردان رضا کی خوشبوؤں میں مزید اضافہ ہوگیا، مسند رضا کی آرائش میں مزید نکھار پیدا ہوگیا اور محبان رضا کو ثلج صدر حاصل ہوا۔

ہر گلی اچھی لگی ہر ایک گھر اچھا لگا
وہ جو آیا شہر میں تو شہر بھر اچھا لگا

ہم یہ کہنے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ اپنی حیات مستعار و متبرک میں حضور تاج الشریعہ رضی اللہ عنہ کو جو نیک نامی و ہردلعزیزی اور مقبولیت و پذیرائی ملی معاصرین میں اس کی نظیر عنقا ہے، سچائی یہ بھی ہے کہ کشور شہرت و مقبولیت کی جو شہنشاہی آپ کے حصے میں آئی وہ کسی مادی دھن و دولت یا دنیاوی جاہ و حشمت یا پھر محض خاندانی شرف و منزلت کی پیداوار نہیں ہے بلکہ

مبدا فیاض نے آپ پر تفقہ فی الدین، عشق محمدی، اتباع شریعت وطریقت، تصلب فی الاعتقاد، استقامت علی الحق، جذبہ خدمت دین وملت کے ذہنی حذاقت، فنی تبحر، علمی صلابت وفکری لطافت کا بحر ناپیدا کنار سمندر انڈیلا تھا یہ سب اسی کی حیرت انگیز برکتیں ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

وصایا شریف میں ہے کہ سرکار سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے قبل وصال اپنے پسماندگان کے حق میں خدمت دین وترقی علم کی دعا فرمائی تھی اور میرا وجدان کہہ رہا ہے کہ وقت کے مجدد کی یہ دعا حضور تاج الشریعہ کے حق میں بھی بدرجۂ اتم مقبول ہوئی اگرچہ صفحۂ ہستی پر آپ کا ورود مسعود وصال امام کے بیس پچیس سال بعد ہوا ٹھیک اسی طرح (بقول امام حماد بن ابی حنیفہ رحمہا اللہ) جس طرح سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی دعا سیدنا امام اعظم کے حق میں قبول ہوئی۔ ہاں اس میں حضور حجۃ الاسلام کی آہ سحرگاہی بھی شامل رہی ہوگی اور حضرت مفسر اعظم ہند کا نالۂ نیم شبی بھی نیز حضور مفتی اعظم ہند کی تربیت ودعاء مستجاب کے اثرات کو بھی یقیناً بڑا دخل رہا ہوگا۔

ہر گنج سعادت کہ خدا داد بحافظ
از یمن دعائے شب وورد سحر بود

بسا اوقات یہ سوچ کر شدید حیرانی لاحق ہوتی ہے کہ اتنی قلیل مدت میں عرب وعجم کی علمی انجمن سمیت عام مجالس میں بھی آپ کی محبت کے دیئے اس طرح کیسے روشن ہوگئے؟ شعور وآگہی کی دولت سے مالا مال شخصیتیں کیوں آپ کی عقیدت کا دم بھرنے لگیں؟ تاجوران علم وفن نے آپ کے غبار راہ کو اپنے چہرے کا غازہ کیوں بنایا؟ کیوں مسند نشینان طریقت نے آپ کے کف پا کے بوسے لئے؟ تقویٰ وطہارت کے قصر معلی پر براجمان افراد کیوں آپ کے حضور آداب نیاز مندی بجالائے؟ کیوں عامۃ المسلمین نے اس قدر ٹوٹ کر آپ کو چاہا؟۔ ہم جب اس گتھی کو سلجھانے کے لئے آپ کی پاکیزہ زندگی پر ایک نظر ڈالتے ہیں تو آپ کی اس شہرت ومقبولیت کی بیشمار ایسی وجوہات چمکیلے آبگینوں کی طرح نظر نواز ہوتی ہیں جو آنکھوں کو خیرہ کردیتی ہیں۔

چاند بھی حیران دریا بھی پریشانی میں ہے
عکس کس کا ہے کہ اتنی روشنی پانی میں ہے

ہم ان اسباب ووجوہات کا احاطہ ہرگز نہیں کرسکتے جو عند اللہ وعند الناس آپ کی ہمہ گیر مقبولیت کے ترکیبی عناصر ہیں البتہ ہماری محدود نگاہیں آپ کے خیابان حیات کے چند گل بوٹوں کو اپنے قلم کے لئے بطور وظیفہ شاید چن سکتی ہیں جس سے ایک منصف مزاج فرد کو اتفاق کرنا پڑے ورنہ حضور تاج الشریعہ کو اللہ رب العزت نے جن اوصاف حمیدہ اور گوناگوں فضائل سے نوازا تھا ان کا یکجا کرنا ما شما کے بس میں کہاں۔

اٹھائے کچھ ورق لالہ نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

حضور تاج الشریعہ کو ان کی تقویٰ شعار زندگی نے آسمان شہرت وقبولیت کے منتہائے کمال تک پہنچایا۔ چنانچہ اس حقیقت کا

اعتراف سب کو ہے کہ حضور تاج الشریعہ قدس سرہٗ کی پوری زندگی تقویٰ وطہارت سے عبارت تھی اور تقویٰ بھی ایسا جو فقہی بصیرت، صوفیانہ طبیعت، عالمانہ خشیت اور اخلاص وللّٰہیت کا حسین امتزاج تھا جس پر تقدس مآب فرشتے بھی رشک کریں اور لاریب جس کی زندگی تقویٰ کے سانچے میں ڈھل جاتی ہے رب تعالیٰ اسے عزت وکرامت کا لباس پہنا دیتا ہے جیسا کہ قرآن مجید کا اعلان ہے: اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اور بخدا جو صداقت کا عینک لگا کر حضور تاج الشریعہ کی ذات کو میزان تقویٰ پہ رکھ کر جائزہ لے گا تو اسے آپ کی ذات اسی دائرۂ کرامت کے اندر مستغرق ہوئی نظر آئے گی جس کرامت کا ذکر آیت پاک میں آیا ہے اس لئے کہ آپ اگر حسن وجمال میں حضرت حجۃ الاسلام کا آئینہ تمثال تھے تو تقویٰ و پارسائی میں حضور مفتی اعظم ہند کے عکس جمیل تھے اور نہ جانے کس کیفیت سے دوچار تھے کہ اس سچائی کا اعتراف کچھ اس انداز میں خود ہی کر گئے ۔

مفتی اعظم کا ذرہ کیا بنا اختر رضا
محفل انجم میں اختر دوسرا ملتا نہیں

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اپنے عہد میں پروانہائے شمع رسالت کو عشق ووفا کے طرز وآداب سکھائے اور حضور تاج الشریعہ اپنے دور میں کشتگان عشق ومحبت کے قافلہ سالار کے منصب پر نظر آئے، پوری زندگی حضور مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کی عظمت کے گیت گاتے رہے اور جہاں کہیں قدم رکھا یہی پیغام دیا کہ ؎

تم چلو ہم چلیں سب مدینے چلیں
جانب طیبہ سب کے سفینے چلیں

میکشو ! آؤ آؤ مدینے چلیں
بادۂ خلد کے جام پینے چلیں

اور پھر رندان جام الفت ومحبت کو مقصد زندگی کا زریں فلسفہ سمجھاتے ہوئے مکمل یقین واعتماد کے لب ولہجے میں فرمایا ؎

زندگی یہ نہیں ہے کسی کے لئے
زندگی ہے نبی کی نبی کے لئے

ناسمجھ مرتے ہیں زندگی کے لئے
جینا مرنا ہے سب کچھ نبی کے لئے

ایسا نہیں کہ آپ نے نظم کلام سے محض اپنے شعری ذوق کو تسکین فراہم کیا اور فن شعر وادب میں بھی اپنی خداداد صلاحیت کا لوہا منوایا بلکہ آپ کی کتاب حیات کا ہر ورق آپ کی عملی زندگی کا ایک روشن ستارہ ہے اور یہی آپ کا مقصد زندگی تھا کہ ؎

ہمیں کرنی ہے شاہنشاہ بطحا کی رضا جوئی
وہ اپنے ہو گئے تو رحمت پروردگار اپنی

اعلیٰحضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد والوں کو وصیت فرمائی تھی کہ اللہ ورسول سے سچی محبت، ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت، جس سے اللہ ورسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ

تمھارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ، جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمھارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔ (وصایا شریف)

امام اہلسنت کی اس آخری وصیت پر کس نے کتنا عمل کیا سردست اس سے غرض نہیں لیکن آنکھوں نے جو دیکھا، کانوں نے جو سنا اور زمانہ نے جو کچھ محفوظ کیا اس کی روشنی میں ہم سینہ ٹھونک کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور تاج الشریعہ رضی اللہ عنہ نے اپنے جد کریم کی اس وصیت پُر از برکت پر سو فیصد عمل کر کے دکھایا۔ چنانچہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی حیات لالہ زار کے رنگ و بو میں ہمیشہ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کی رعنائیوں اور لطافتوں ہی کا غلبہ رہا جن کی کشش سے آج اہلسنت کی مشام جاں معطر ہے۔

تیری خوشبو سے معطر ہے زمانہ سارا
کیسے ممکن ہے وہ خوشبو بھی گلابوں میں ملے

امام اہلسنت کی مبارک وصیت کے یہ الفاظ تعلیمات اسلام کا خلاصہ اور دریائے عشق و محبت کے گوہر آبدار تھے اس لئے حضور تاج الشریعہ نے اسے ہر وقت حرز جاں بنائے رکھا اور ارشاد ربانی: اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ کی عملی تصویر بن گئے حتی کہ زبان خلق نے شہادت دیدی کہ حضور تاج الشریعہ کو اللہ رب العزت نے اپنا محبوب بنالیا۔

بجا کہے جسے عالم اسے بجا سمجھو
زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

حدیث رسول ﷺ سے ثابت ہے کہ خداوند قدوس جب کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو اس کی لافانی عزت و عظمت اور شہرت و مقبولیت کے اثرات دنیا کے گوشے گوشے میں نظر آتے ہیں جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم رؤف الرحیم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ الْعَبْدَ نَادٰى جِبْرِيْلَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحْبِبْهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ فَيُنَادِيْ جِبْرِيْلُ فِيْ اَهْلِ السَّمَاءِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهُ اَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْاَرْضِ
(بخاری، کتاب بدء الخلق)

کسی کو بے سبب شہرت نہیں ملتی ہے اے واحد
انہیں کے نام ہیں دنیا میں جن کے کام اچھے ہیں

حدیث مذکور کے معیار پر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی شخصیت کامل طور پر اترتی دکھائی دیتی ہے ورنہ ہزارہا اہل علم کی موجودگی میں عرب و عجم کی علمی فضا پر آپ کی شہرت و نیک نامی کے لہراتے جھنڈے کسی کسب و کوشش کے نتیجے نہیں ہو سکتے لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ عوام و خواص کے قلوب و اذہان پر آپ کی حکمرانی، عنداللہ آپ کی قبولیت اور خلق خدا میں آپ کی شہرت اس غیرت دینی و حمیت شرعی کی وجہ سے تھی جو ایک عاشق رسول کی صفت ممتاز ہوا کرتی ہے۔

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

بیشک عصر رواں نے چشمان سر سے ملاحظہ کیا کہ تحفظ شریعت، اشاعت سنیت، تقویٰ وطہارت، بزرگوں کی نسبت، اہل

حق سے محبت، اہل باطل سے نفرت، تعلیمات قرآنی کی تفہیم، حدیث دانی، فقہی بصیرت، عمل بالسنہ، انتخاب راہ عزیمت، استقامت علی الحق، عزم و استقلال کی نعمت، مختلف علوم و فنون کی جامعیت و جلالت، عجز و انکساری کی دولت، حق گوئی و بے باکی کی کامل صفت اور ان جیسے بے شمار اوصاف و خصائل میں آپ میر مجلس تھے بلکہ اس دور قحط الرجال میں آپ کی شخصیت علوم شریعت و طریقت کے امین و ترجمان کی حیثیت سے جانی اور مانی جاتی تھی یہی وجہ ہے کہ آپ سے علمی اختلاف رکھنے والے افراد بھی آپ کی عظمتوں کے دل سے معترف نظر آرہے ہیں۔

میں ان سب میں اک امتیازی نشاں ہوں فلک پر نمایاں ہیں جتنے ستارے
قمر بزم انجم کی مجھ کو میسر صدارت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

حضور تاج الشریعہ کی علمی جلالت:

علم کی طرح کوئی نعمت نہیں اور صاحب علم جیسا کوئی معزز نہیں، علم جاہل کو عالم، ادنیٰ کو اعلیٰ، بے وقار کو باوقار، نادان کو صاحب عرفان اور گمنام کو نامور بناتا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضور تاج الشریعہ کو ان علوم و فنون کا کامل ادراک حاصل تھا جو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی طرف سے آپ کو وراثت میں ملے تھے جبھی تو وارث علوم اعلیحضرت کہلائے! پھر جس ذات کے قصر علم و کمال کے کنگرے پر سرکار اعلیحضرت قدس سرہٗ کا دبدبۂ علمی و فقہی، حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کے جہد پیہم کا نور، حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کے تقویٰ و زہد کا عکس اور حضرت مفسر اعظم ہند قدس سرہٗ کی دینی بصیرت کے جلوے بسے ہوئے ہوں اس کے علمی قد و قامت کی پیمائش کون کرسکتا ہے؟

جناب مفتی اعظم کے فیضان تجلی سے
شبستان رضا میں خیر سے اختر رضا تم ہو

حضور تاج الشریعہ کی علمی جلالت اور شان تفقہ کا اندازہ آپ کی تصنیفات و تالیفات اور ذخیرۂ فتاویٰ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کا قلم حقیقت رقم جو کچھ لکھتا تھا وہ مزاج شریعت کے عین مطابق ہوتا ہے نیز آپ کے ملفوظات جو فقہی سوالات کے جواب پر مشتمل ہیں انہیں دیکھنے سننے کے بعد یہ رائے قائم کرنے میں کسی کو کوئی تردد نہیں ہوتا کہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا وجود مسعود عصر رواں میں آسمان علم و فقہ کا ایک نجم ہدایت تھا۔

حق گوئی و بے باکی آپ کے خمیر میں رچی بسی تھی چنانچہ اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حکم شرعی بیان کرنے میں کبھی بھی لیت و لعل سے کام نہیں لیا، نہ اس معاملے اپنے و پرائے کا لحاظ کیا، نہ تحقیق کے نام پر اپنے بزرگوں کے نظریے سے کبھی منحرف ہوئے اور نہ منہج تحقیقی کے اصول و ضابطہ سے ذرہ برابر کبھی ہٹے، یہی وجہ ہے کہ اہل علم و تحقیق نو پید مسائل میں آپ کی رائے کے منتظر رہتے تھے اور آج بھی جب کوئی فقہی مسئلہ آپ کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے تو عوام و خواص تمام قبولیت کے ساتھ اس کے آگے سر تسلیم خم کردیتے ہیں۔

انوکھی وضع ہے سارے زمانے سے نرالے ہیں
یہ عاشق کونسی بستی کے یارب رہنے والے ہیں

یہ بات بھی کسی عقیدت کی پیداوار ہرگز نہیں کہ حضور تاج الشریعہ زمرۂ محدثین میں امام المحدثین، طبقۂ فقہاء میں سند الفقہاء، جماعت علماء میں تاج العلماء، گروہ صوفیہ میں جنید عصر، عرفاء وقت میں شبلی دہر، بزم ادباء میں استاذ کل اور مصلحین قوم وملت کے درمیان وحید زماں تھے، جس سمت رخ کیا فتح ونصرت کے جھنڈے لہرا دیے، جس خطے میں قدم رکھا اہلسنت کا بول بالا ہو گیا، جس گلی سے گزرے فضا مشکبار ہو گئی اور جہاں لب کشا ہوئے تو علم وفن کے موتی برسنے لگے۔ آپ کے انہیں فضائل وکمالات اور علمی تبحر وفنی مہارت کو دیکھ کر معاصر علماء نے آپ کو "تاج الشریعہ وتاج الاسلام" جیسے بھاری بھرکم خطاب جلیل سے یاد کیا۔

پھول گل شمس وقمر سارے ہی تھے
پر ہمیں ان میں تمہی بھائے بہت

آپ کی محدثانہ عظمت جسے دیکھنی ہو وہ **حاشیۃ الازہری علی صحیح البخاری، الصحابۃ نجوم الاھتداء** جیسے فنی شہ پاروں کا ایک بار مطالعہ کرے اگر ذوق علم بیدار ہوگا تو آپ کی حدیث دانی کی مہارت پر بندہ عش عش کر اٹھے گا۔ آپ نے شیخ الازہر علامہ طنطاوی سے حدیث **اصحابی کالنجوم** پر ایسی فنی گفتگو فرمائی کہ شیخ الازہر کو اپنا موقف بدل کر آپ کے موقف کا قائل ہونا پڑا اسی طرح آپ کی ایک اور عربی تصنیف **تحقیق ان ابا سیدنا ابراھیم علیہ السلام تارح لا آزر** بھی علم حدیث میں آپ کے کمال عبور پر بین دلیل ہے۔

علم تفسیر میں حضور تاج الشریعہ کا ملکہ دیکھنا ہو تو آپ کی محققانہ تصنیف دفاع کنز الایمان کا مطالعہ کیجئے! معلوم ہو جائے گا کہ اللہ عزوجل نے آپ کو فن تفسیر میں کیسا حصۂ وافر عطا فرمایا تھا، اس مبارک رسالے میں آپ نے نہ صرف کنز الایمان پر مخالفین کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا ہے بلکہ اصول وقواعد تفسیر کی روشنی میں قرآن مجید کے اس ترجمے کو عین منشاء قرآنی کے مطابق ثابت فرما کر معترضین ومعاندین کا ناطقہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا ہے۔

شاخ امکاں سے معانی کا کرشمہ باندھا
پیچ در پیچ کھلا لفظ کو ایسا باندھا

حضور تاج الشریعہ ایک فقید المثال فقیہ تھے اور اس فن میں آپ نے تحقیق کے سب سے زیادہ جوہر لٹائے بلکہ اسی شان تفقہ کے حوالے سے آپ کو چہار دانگ عالم میں سب سے زیادہ شہرت وقبولیت ملی، آپ کے قلم سے صادر ہونے والے فتاوے گواہ ہیں کہ جس مسئلے میں آپ کا خامۂ فقیہانہ قدرے فیاض ہوا، جزئیات کے انبار لگ گئے اور اپنے موقف کے اثبات میں کتب معتبرہ سے اس کثرت سے دلائل فراہم فرما دیے کہ کسی کے لئے مجال انکار باقی نہ رہی یعنی اس بات میں کوئی مبالغہ نہیں کہ فتویٰ نویسی کے معاملے میں آپ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے قدم پر تھے۔

آپ کے لکھے ہوئے مبسوط وغیر مبسوط فتاویٰ کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے جن میں سے ابھی تک دو جلدیں بنام **المواھب الرضویہ فی الفتاویٰ الازھریہ** شائع ہو کر مقبول خاص وعام ہو چکی ہیں جو صرف کتاب العقائد پر مشتمل ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کی معرکۃ الآراء تصنیفات میں تین طلاقوں کا شرعی حکم، ٹائی کا مسئلہ، تصویروں کا حکم، چلتی ٹرین پر نماز کا حکم، ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن، ازہر الفتاویٰ (انگریزی) جیسی کتابیں آپ کی اعلیٰ فقہی بصیرت کا روشن نمونہ ہیں۔

فن ترجمہ نگاری میں بھی آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا، چاہے وہ عربی ترجمے کی بات ہو یا اردو ترجمے کی۔ آپ کے ترجمے کی شان یہ ہے کہ وہ مستقل تصنیف معلوم ہوتی ہے چنانچہ المعتقد المنتقد اور الزلال الانقی سمیت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کی متعدد عربی کتب کا ترجمہ اردو میں آپ نے اس خوش اسلوبی فرمایا کہ اصل کا گمان گزرتا ہے۔

آپ نے مختلف ممالک کا تبلیغی سفر فرما کر یہ نتیجہ اخذ فرمایا کہ دنیا میں دین وسنیت کی اشاعت اور ناموس رسالت کے حفظ وصیانت کے لئے امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کی تعلیمات کو پھیلانے کی شدید ضرورت ہے بالخصوص عالم عرب کو فتنۂ وہابیت سے بچانے کے لئے اس سرزمین پر امام احمد رضا قدس سرہٗ کی علمی شخصیت کو مکمل جاہ وجلال کے ساتھ پیش کرنا وقت کا اہم تقاضا تھا اس لئے آپ نے عربی میں ''نبذة الامام احمد رضا'' تصنیف فرمائی اور وہابیہ کی جانب سے مسلک اہلسنت کے خلاف لکھی جانے والی کتاب ''البریلویۃ'' کے رد میں ''مرآة النجدیۃ بجواب البریلویۃ'' لکھا علاوہ ازیں متعدد اردو رسائل رضا جیسے اھلاک الوھابین علی توھین قبور المسلمین برکات الامداد فوارغ القھار فی رد المجسمۃ الفجار سبحان السبوح النھی الاکید حاجز البحرین فقہ شہنشاہ وان القلوب بید المحبوب بعطاء اللہ وغیرہ سمیت درجن بھر سے زائد کتابوں کی تعریب فرما کر عالم عرب کو امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے علمی وفقہی مقام سے آگاہ کیا اور اس طرح آپ نے پیغام شاہ احمد رضا کو پوری دنیا میں عام بھی کیا اور تجدید وفا کا فریضہ بھی انجام دیا جس کی خاطر آپ بارگاہ رسالت میں یوں فریاد کیا کرتے۔

جہاں میں عام پیغام شہ احمد رضا کردیں
پلٹ کر پیچھے دیکھیں پھر سے تجدید وفا کردیں

عربی زبان وبیان میں آپ کو زبردست تبحر حاصل تھا آپ کی عربی دانی پر علماء عرب حیرت زدہ رہ جاتے، آپ کی لکھی ہوئی قصیدہ بردہ کی شرح الفردة نثری عربی ادب میں ایک شاہکار اضافہ شمار ہوتا ہے جبکہ عربی کلام کا مجموعہ نغمات اختر، عربی شعری ادب میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے جس کو پڑھنے والے اس کی فنی ندرت، طلاقت لسانی، سلاست زبانی، فصاحت وبلاغت اور نادر تشبیہات واستعارات کے برمحل استعمال پر نعرۂ آفریں بلند کرتے ہیں۔

ہمصفیروں میں یہ چرچے ہیں تیرے اختر
بلبل باغ رضا خوب نوا پائی ہے

سرزمین یورپ کو آپ نے انگریزی زبان میں اسلام وسنیت کا پیغام پہنچایا جب بھی انگریزی زبان میں کلام فرماتے حیرت میں ڈال دیتے، آپ کے پاس انگریزی داں طبقہ کی طرف سے انگریزی میں استفتاجات آتے اور آپ اسی زبان میں ان کا جواب عنایت فرماتے۔ چنانچہ آپ کے انگریزی فتاویٰ کا مجموعہ بنام ازہر الفتاویٰ انگریزی دنیا کو آپ کے علمی فیضان سے مالامال کر رہا ہے جبکہ اردو زبان میں آپ کی قلمی نگارشات ایک جہاں کو مسخر کر چکی ہیں۔

اک سخن اور کہ پھر رنگ تکلم تیرا
حرف سادہ کو عنایت کرے اعجاز کا رنگ

حضور تاج الشریعہ فرمان رسالت کی تشریح ومعرفت میں بھی اپنی مثال آپ تھے آپ کی نوک قلم سے صادر ہونے والی گرانقدر

تصنیف ''شرح حدیث نیت، شرح حدیث اخلاص اور منحة الباری فی شرح صحیح البخاری'' اہل علم کے یہاں بڑی قدر ومنزلت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے۔

آپ رواں صدی میں دیگر اسلامی علوم وفنون کے ساتھ علم تصوف وطریقت کے بھی سب سے بڑے نقیب وترجمان تھے ،پوری دنیا سے کروڑوں افراد کا آپ کے دامن بیعت وارادت سے وابستہ ہونا اس بات کا واضح ثبوت ہے، آپ نے خانقاہیت کے نام پر جاہل پیروں کی طرف سے پھیلائے جانے والے غیر شرعی امور کا شدت سے رد فرمایا اور صاف شفاف تعلیمات کو فروغ دیا چنانچہ قوالی کے نام پر ڈھول تاشہ، تعظیم کے نام پر سجدہ وطواف اور طریقت کے نام پر غیر شرعی لباس اور وضع قطع اختیار کرنے والوں سے اہلسنت کو ہمیشہ بچانے کی کوشش فرمائی اور ان کی اصلاح کی تدبیر کی۔ شیخ طریقت کی حیثیت سے آپ نے سلسلۂ قادریہ برکاتیہ رضویہ کو پوری دنیا میں پھیلایا اور اپنے خلفاء ومریدین کے ذریعہ تصوف وطریقت کے صحیح خدوخال کو واضح کیا جس سے اہلسنت کو تقویت اور اہل بدعت کو ہزیمت نصیب ہوئی الحمد للہ تعالیٰ۔

جہاں جہاں ہے مری دشمنی سبب میں ہوں
جہاں جہاں ہے مرا احترام تم سے ہے

سرکار سیدی تاج الشریعہ ایک سچے عاشق رسول تھے کیوں نہ ہوں کہ آپ امام عشق ومحبت مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ کی مسند علم وفضل کے صحیح وارث اور فنا فی الرسول حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے سچے جانشین تھے جن کے یہاں مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفاداری اور ناموس رسالت کی خاطر پہرا داری ہی مقصد زندگی ہوا کرتی تھی لہٰذا آپ نے بھی اپنے تن من دھن کی بازی لگا کر اسی روایت کو آگے بڑھایا اور پوری زندگی دشت وجبل اور آبادی وصحرا میں یہی صدا دیتے رہے کہ۔

بوالہوس سن! سیم وزر کی بندگی اچھی نہیں
ان کے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں

بلاشبہ دنیائے اسلام میں سیدی تاج الشریعہ کی مقبولیت کی ایک بڑی وجہ اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عین پیغام بن جانا تھا آپ نے اپنے افعال وکردار، علم وفن، تصنیف وتالیف، وعظ ونصیحت، سفر وحضر بلکہ زندگی کے ہر ہر لمحے سے ملت اسلامیہ کی آبیاری فرمائی۔ بات وہی کہی جو برحق ہو، موقف وہی رکھا جو غیر متبدل ہو، فتویٰ وہی صادر کیا جس پر بزرگوں کا اتفاق ہو اور ہمیشہ وہی کیا جس سے اللہ ورسول راضی ہو۔ آپ کی شخصیت کی یہی اہم خوبیاں ہیں جو بارگاہ خداوندی میں مقبولیت کا سبب بنیں، ایسی مقبولیت جس میں روز افزوں ترقی ہوتی رہی ایسی ترقی کہ عرب وعجم کے علماء وصوفیاء آپ کے گرویدہ نظر آئے حتیٰ کہ آپ کے جنازے میں عوام وخواص کروڑوں کی تعداد میں پہنچ کر اس بات کے شاہد بن گئے کہ: ھذا حبیب اللہ مات فی حب اللہ۔

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاض طور ہوتا ہے

آپ کا وجود مسعود سب کے لئے باعث فخر تھا خانوادہ کے لئے، مرکز کے لئے، ملک کے لئے، ملت کے لئے، علماء کے لئے، فقہاء کے لئے، ادباء کے لئے، شعراء کے لئے، اساتذہ کے لئے، مشائخ کے لئے، مریدین کے لئے، خلفاء کے لئے یہاں تک

کہ عالم اسلام کا سب سے بڑا ادارہ جامع ازہر مصر کے لئے بھی جس نے بصد اعزاز آپ کو فخر ازہر کا خطاب دے کر اپنی کامیابی کا جشن منایا۔

ہماری زندگی وموت کی ہو تم رونق   چراغ بزم بھی ہو اور چراغ مدفن بھی

آج آپ کی جدائی پر صرف ہم وابستگان کو چہ یار ہی ماتم کناں نہیں چمنستان علم وحکمت کی ہر ڈالی لہو فشاں ہے، شاخ گلاب ان کے فراق میں گریہ کناں ہے دلوں کی بستیاں ویران ہیں وادی فکر وخیال پریشان ہے اور زبان حال سے سب یہی کہہ رہے ہیں کہ ۔

اک روشنی سی دل میں تھی وہ بھی نہیں رہی   وہ کیا گئے چراغ تمنا بجھا گئے

راقم الحروف اللہ عزوجل کی بارگاہ میں جس قدر سجدۂ شکر بجالائے کم ہے کہ اس نے اپنے کرم سے اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے اس روسیاہ کو ایسا مرشد بیعت وخلافت عطا فرمایا جو معاصرین میں جامع الفضائل اور ہر کمال وخوبی میں یکتائے روزگار تھا، بخدا آپ کے در کی غلامی ہمیں جینے کی وجہ ولذت فراہم کرتی ہے، آپ کا نقش قدم ہمیں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا جذبہ عطا کرتا ہے اور آپ کی نسبت سے لوگ ہمیں عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ آخرت میں آپ کی نسبت سے ہماری نجات ہو جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ ۔

ضو سے اس خورشید کی اختر میرا تابندہ ہے
چاندنی جس کے غبار راہ سے شرمندہ ہے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

***

حضور تاج الشریعہ اور علم حدیث

حدیث قُلَّتَین پر حضور تاج الشریعہ کی تحقیقی بحث

مولانا شمشاد احمد مصباحی جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

تھوڑے پانی میں نجاست پڑنے سے ناپاک ہوگا یا نہیں؟ ناپاک ہوگا تو کب ہوگا؟ یہ فقہ کے اہم ترین مسائل سے ہے، فقہا ومحدثین اور علمائے دین میں ہمیشہ سے معرکۃ الآرا رہا ہے، اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ پانی کی تین قسمیں ہیں، اول: جاری، جیسے دریا یا نہر کا پانی، یہ قلیل ہو یا کثیر اگر اس میں نجاست پڑ جائے تو صرف اتنا ہی حصہ ناپاک ہوگا جتنے میں نجاست کا اثر ظاہر ہو، وہ بھی صرف اس وقت تک جب تک نجاست کا اثر باقی رہے پھر سب پاک ہو جائے گا۔ دوم: کنویں کا پانی جس میں پانی جمع رہتا ہے اور جیسے جیسے خرچ ہوتا رہتا ہے نیچے سوتے سے پانی آتا رہتا ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ نجاست گرنے سے کنویں کا کل پانی ناپاک ہو جائے گا، مگر کنویں میں موجود پانی نکال دینے سے کنواں پاک ہو جائے گا، اس لیے کہ ناپاک پانی کی جگہ پاک پانی آ گیا۔ سوم: تالاب، حوض، وغیرہ کا پانی جو اپنی حد میں محدود رہتا ہے اس میں سے نکلنے کے بعد اس کی جگہ دوسرا پانی نہیں آتا یہی دونوں قسمیں متنازع فیہ ہیں۔۔۔ امام شافعی فرماتے ہیں اگر پانی دو قلے سے کم ہو تو ناپاک ہو جائے گا اگر چہ نجاست کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو۔ دو قلے یا اس سے زائد ہو تو ناپاک نہ ہوگا جب تک کہ نجاست کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو۔۔۔ احناف کا مسلک یہ ہے کہ اگر پانی قلیل ہے تو نجاست گرتے ہی سب کا سب ناپاک ہو جائے گا، اور اگر پانی کثیر ہے تو جب تک نجاست کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو پانی پاک رہے گا۔۔۔ حضرت امام شافعی نے حدیث قلتین کو مستدل بنایا ہے۔۔۔ جسے ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، ابن حبان حاکم وغیرہ نے روایت کیا، اور اسی حدیث کو حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث مرفوع "الماء لا ینجسہ شئی" کا مخصص قرار دیا۔ امام احمد قسطلانی نے ارشاد الساری شرح بخاری میں اس پر قدرے تفصیل سے بحث کی اور فرمایا "وھو مخصص لمنطوق حدیث الماء لا ینجسہ شئی"۔

(قسطلانی ج ۱ ص ۳۰۳)

حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی نے امام قسطلانی کے قول مذکور کو محل نظر قرار دیتے ہوئے حدیث قلتین پر مختلف حیثیتوں سے ایسا شاندار محققانہ کلام فرمایا ہے کہ اس کو پڑھنے کے بعد ارباب علم وفن وصاحبان فکر ونظر کی روح جھوم اٹھے گی حضور تاج الشریعہ نے آٹھ وجہوں سے حدیث قلتین پر تحقیقی بحث فرمائی ہے اور ہر وجہ کے ضمن میں کثیر علمی حقائق وکمالات وفوائد ونکات کا افادہ فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں "اقول فیہ نظر من وجوہ"۔

الأول ان حدیث الماء لا ینجسہ شئی محمول علی الماء الکثیر دون القلیل لأن القلیل ینجس وفاقاً بین الفریقین فلا یشملہ الحدیث واذا کان الحدیث محمولاً علی الماء الکثیر باتفاق من الفریقین فلا عموم. واذا انتفی العموم فلا تخصیص فاندفع قولہ وھو مخصص" مذکورہ بالا حاشیہ سے اگر ایک طرف تخصیص مذکور کا بطلان ظاہر ہوتا ہے تو

دوسری طرف حضور تاج الشریعہ کی دقتِ نظر، وسعت مطالعہ اور استحضار علمی کا بھی پتہ چلتا ہے اور اسلوب نگارش کی دلکشی اور الفاظ وعبارات کی سلاست وروانی اس پر مستزاد ہے۔۔۔دوسری اور تیسری وجہ میں حضور تاج الشریعہ نے یہ واضح فرمایا ہے کہ حدیث قُلّتین کا متن اور اس کی مقدار حدیث سے ثابت نہیں، لہذا حدیث قُلّتین متن کے لحاظ سے صحیح نہیں۔۔۔علامہ قسطلانی نے حدیث قُلّتین کے متن کے عدم ثبوت کا خود اعتراف فرمایا ہے، لیکن پھر "لکنہ رواتہ ثقات" فرما کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ حدیث سنداً صحیح ہے۔۔۔اس مقام پر حضور تاج الشریعہ نے ارشاد الساری، فتح الباری، عمدۃ القاری، فتح القدیر، طحاوی وغیرہ میں پھیلی ہوئی طویل بحثوں کا محققانہ جائزہ لیتے ہوئے علامہ عینی کی تحقیق کا لب لباب چند سطور میں نہایت اختصار وجامعیت کے ساتھ بیان فرمادیا ہے، اور دلائل قاہرہ سے یہ واضح فرمایا ہے کہ حدیث قُلّتین متناً سنداً کسی بھی طرح ثابت نہیں بلکہ دونوں اعتبار سے اس میں اضطراب ہے اور حدیث مضطرب قابل استدلال نہیں۔۔۔اسی وجہ سے امام بخاری نے حدیث قُلّتین کی تخریج نہ فرمائی۔۔۔اور یہ سمجھنا کہ امام بخاری نے محض اختلاف سند کے سبب اس کی تخریج سے صرف نظر کیا صحیح نہیں، کیوں کہ بہت سی جگہوں پر امام بخاری نے اختلاف سند کی صورت میں ایک سند کو دوسری پر ترجیح دیکر حدیث کو تعلیقاً ذکر کیا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ امام بخاری نے اس مقام پر کسی سند کو ترجیح نہ دیکر مکمل طور پر حدیث کی تخریج سے اجتناب کیا۔۔۔وجہ یہی ہے کہ ان کے نزدیک یہ حدیث کسی بھی طرح ثابت نہ تھی۔۔۔اس مقام پر حضور تاج الشریعہ نے دعویٰ مذکورہ کے اثبات کے لیے علمی وتحقیقی ابحاث کا نتیجہ ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔ "ولم یأت الإمام البخاري في هذا المقام بشيء من ذلك كما ترى. فلا ذكر الحديث سنداً ولا تعليقاً ولا استشهاداً أوليس هذا دليلاً على أن الإمام البخاري لم يصح عنده السند ولا المتن ولولا ذلك لما خالف عادته كما لا يخفى".

(حاشیہ ص ۲)

وجہ رابع: میں حضور تاج الشریعہ نے امام قسطلانی کے اس قول "لم يخرج المؤلف حديث قلتين لاختلاف الواقع في اسناده" پر زبردست گرفت فرمائی ہے اور یہ واضح فرمایا ہے کہ ان کا یہ قول خود انہی کے قول سابق کے مناقض اور معارض ہے، آپ رقم طراز ہیں:

"يوهم أن الحديث ثابت وان كان سنده مختلفاً فيه وهذا كما ترى أمر غير معقول ليس عند الحنفية فحسب بل هو مردود حتى عند من يذهب مذهبه في الماء من أنه لا ينجسه شيء مالم يغيّره طعمٌ أو لونٌ أو ريحٌ وهو مذهب البخاري في ما يبدو".

ولذلك قال العلامة القسطلاني نفسه في ما يأتي: وايراد المؤلف لهذا كله يدل على أن عنده ان الماء قليلاً كان او كثيراً لا ينجس الا بالتغير كما هو مذهب مالك على أن هذا مناقضة من العلامة القسطلاني لنفسه بنفسه ودفع للسابق باللاحق حيث اعترف اولاً بعدم ثبوت المتن كما سبق منا التنبيه عليه واطلق اخراً بصحته. (حاشیہ ص ۲)

مذکورہ بالا تحقیقی بحث کے پیش نظر وثوق سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ تاج الشریعہ کلام شارحین کے سیاق وسباق پر نہ صرف گہری نظر رکھتے ہیں بلکہ ان کی متنوع بحثوں کا مکمل استحضار بھی ہوتا ہے جو آپ کی غیر معمولی ذکاوت وقابلیت کی روشن دلیل ہے۔

وجہ خامس: میں تاج الشریعہ نے امام شافعی کی روایتوں اور ان کی مستدل حدیثوں پر اصول روایت ودرایت کی روشنی میں

تفصیل سے کلام فرمایا اور فنِ حدیث واسمائے رجال کے مقتضیات وآداب کو مدِ نظر رکھتے ہوئے نقد ونظر، بحث وتحقیق کا حق ادا کر دیا ہے اہلِ علم کی ضیافتِ طبع کے لیے حاشیہ کا یہ حصہ پیشِ خدمت ہے، پہلے تاج الشریعہ نے ابن دقیق العید کی کتاب "الامام" سے یہ اقتباس نقل فرمایا قال الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ: أخبرنی مسلم بن خالد عن ابن جریج لایحضرنی ذکرہ: أنّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: "اذا کان الماء قلّتین لم یحمل خبثاً" وقال فی الحدیث: بقلال ھجر "قال ابن جریج "وقد رأیت قلال ھجر فالقلّۃ تسع قربتین او قربتین وشیئاً" اس پر تاج الشریعہ کی علمی وفنی گرفت ملاحظہ فرمائیں ۔وھذا فیہ أمران أحدھما: ان الإسناد الذی لایحضرہ مجھول الرجال فھو کالمنقطع لا تقوم بہ حجۃ عند الخصم"

والثانی أن قولہ: "وقال فی الحدیث" بقلال ھجر "قد یتوھم أنہ من لفظ النبی صلی اللہ علیہ وسلم" ---

اس مقام پر تاج الشریعہ نے کتب احادیث سے کثیر روایتوں کو جمع فرما کر انتہائی اصولی انداز میں گفتگو کی ہے، اور احادیث و آثار کا سنداً ومتناً علمی جائزہ لیکر دلائل نقلیہ سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ "قلال ہجر" کا لفظ رسول اللہ سے ثابت نہیں بلکہ راوی حدیث یحییٰ بن عقیل کے ہے جیسا کہ بیہقی کی روایت میں بطریق عدیدہ مروی ہے، قال محمد: قلت لیحیی بن عقیل: ایّ قلال؟ قال: قلال ھجر--- کثیر الجہات بحثوں کے بعد تاج الشریعہ نے نتیجۂ بحث کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے ۔ قلت "محمد بن یحیی "ھذا یحتاج الی الکشف عن حالہ فھذان الوجھان لیس فیھما رفع ھذہ الکلمۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولو کان، کان مرسلاً فان یحیی بن عقیل لیس بصحابی ولا تقوم حجۃ بقول یحیی؛ لا أن یثبت رفعہ ورواہ مسنداً، لاسیما مع مخالفۃ غیرہ لہ علی ماسیاتی ان شاء اللہ تعالیٰ (حاشیہ ص ۳)

وجہ سادس: میں آپ نے علامہ قسطلانی کی اس حیثیت سے گرفت فرمائی کہ کیوں انہوں نے صرف حدیث قُلّتَین کے ذکر پر اکتفا کیا جس سے اس بات کا تاثر ملتا ہے کہ اس باب میں صرف حدیث قلتین ہی وارد ہے جب کہ متعدد طرق سے الفاظ مختلفہ کے ساتھ بہت سی روایتیں وارد ہیں جو خود آپس میں متعارض ہیں نیز "إذا ولغ الکلب فی إناء أحدکم الخ اور "ولا یبولنّ أحدکم فی الماء الدائم" جیسی حدیثوں کا تعارض اس پر مستزاد ہے--- پھر باعتبار نقل ان کی صحت تسلیم بھی کر لیا جائے تو ان پر عمل متعذر ہے، اس مقام پر حاشیہ کی درج ذیل عبارت علمی کمالات اور فنی محاسن پر مشتمل ہونے کے ساتھ ساتھ اس قدر رواں اور شستہ ہے کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عالم عرب کا کوئی فصیح وبلیغ اور قادر الکلام مصنف یہ عبارتیں تحریر کر رہا ہے---

آپ فرماتے ہیں "ومن خلال ھذا الاضطراب وتعارض بعض الأحادیث مع بعض ومعارضتھا لأحادیث أخر تستطیع أن تعلم أنّ الروایات المتعارضۃ لیس لھا دلالۃ معتبرۃ یؤخذ بھا، فالروایات من ھذہ الجھۃ غیر صحیحۃ ولا ثابتۃ لأنہ تعذر العمل بھا وان صحت من جھۃ النقل۔ (حاشیہ ص ۷)

وجہ سابع: میں محشی علام تاج الشریعہ نے مقدار قلتین کے تعارض کو ذکر فرمایا ہے اور اس بات کو واضح فرمایا ہے کہ قلتین کی مقدار نہ صرف مجہول ہے بلکہ مختلف روایات اور اس کی تعیین وتحدید میں منقول کثیر اقوال نے اس کو مجہول در مجہول بنا دیا ہے اس مقام پر حاشیہ کی عبارت گو کہ نہایت مختصر ہے مگر فقہا ومحدثین کی کتابوں میں مذکور طویل ومبسوط بحثوں کو جامع ومحیط ہے ۔

محشی علام نے اس مقام پر بھی علامہ قسطلانی کی مضبوط گرفت فرمائی ہے اور ان کے کلام میں واقع تعارض کو کئی جہتوں سے واضح فرمایا ہے۔ اور اخیر میں یہ بھی افادہ فرمایا ہے کہ اگر قلتین کی کوئی مقدار تسلیم بھی کر لی جائے تو بھی حدیث خبر واحد ہے اجماع کے درجے تک نہیں پہونچ سکتی جب کہ عبداللہ بن عباس اور عبداللہ ابن زبیر کے اس فتوی پر صحابہ کا اجماع قائم ہو چکا ہے جس میں ان دونوں بزرگوں نے چاہ زمزم میں حبشی کے گرنے پر پورے پانی کے نکالنے کا حکم صادر فرمایا تھا۔۔۔ امام قسطلانی نے مقدار قلتین کے سلسلے میں حدیث کو مجمل قرار دیتے ہوئے یہ فرمایا تھا "إنّ مقدار القُلّتين من الحديث لم يثبت و حينئذ فيكون محملا لكن الظاهر أنّ الشارع إنّما ترك تحديدهما توسّعًا، إلّا فليس بخاف أنه عليه السلام ما خاطب أصحابه إلّا بما يفهمون و حينئذ فينتفي الاجمال لكن لعدم التحديد وقع بين السلف في مقدارهما خلف"

اس پر تاج الشریعہ کا تعاقب ملاحظہ فرمائیں ... ولو تأملت في صدر العبارة و نحرها يمكنك الوقوف على ما انطوت عبارته من الاعتراف الصريح بالاجمال أوّلاً و الدلالة الواضحة على استقراره على ما دفعه في وسط الكلام آخراً حيث قال: لكن لعدم التحديد وقع بين السلف في مقدارهما خلف، و هذا كما ترى اقرار بما نفاه كما لا يخفى، ثم قصارى ما يفيد كلامه أنّه لا إجمال عند من خاطبه النبي صلى الله عليه وسلم بهذا الحديث و هم الصحابة و هذا لا يستلزم انتفاء الإجمال عند من جاء بعدهم من التابعين على أنّ آخر كلامه و هو قوله: لكن لعدم التحديد وقع بين السلف في مقدارهما خلف، إن أُجري السلف على العموم و هو الظاهر فيشمل الصحابة ويعطي كلامه أنّه كما وقع خلف في تحديد المقدار بين التابعين كذالك جرى بين الصحابة رضوان الله عليهم أجمعين و هذا يؤدّي إلى أن الحديث لم يشتهر بين الصحابة فلم يعرفوه فضلاً أن يكونوا قد تلقّوه بالقبول فيعود آخر كلامه نقضا لمرامه فيكون الحديث مجهلا عند الفريقين من الصحابة و التابعين۔ (حاشیہ ص ۸)

وجہ ثامن: میں حضور تاج الشریعہ نے علامہ عینی کی عمدۃ القاری سے کئی اقتباسات نقل فرمائے ہیں اور قلتین کی بحث کو نقطۂ کمال تک پہونچا دیا ہے پھر امام ابو جعفر طحاوی کی شرح معانی الآثار سے طویل بحثوں کو نقل فرمایا اور مخالفین کی طرف سے ان پر وارد کیے گئے کئی شبہات و اشکالات کا تحقیقی جواب دے کر ایک جلیل القدر حنفی امام کے دفاع کا حق ادا کر دیا آپ رقم طراز ہیں: أقول: لا يخفى ما في غضون هذا المقال من تعامل على الإمام الطحاوي و نسبته إلى ترك الحديث أصلاً و الأمر ليس كذالك فإنّ الإمام الطحاوي رضي الله عنه لم يترك ما تمسك به الشافعية ولا تشبث به المالكية أصلاً بل ذكر لما تمسكوا به محامل صحيحة تتوافق بها الآثار و تجتمع بها الأخبار و تبعُد بها عن الاضطراب و يتحقق بها القبول لكل حديث على وجه معقول كما لا يخفى على من تابع النظر في كلماته في معاني الآثار۔ (حاشیہ ص ۱۰)

بلاشبہ تاج الشریعہ کا یہ عربی حاشیہ علوم و معارف کا حسین گلدستہ اور فنی محاسن و علمی کمالات کا خوبصورت مجموعہ ہے حاشیہ کو پڑھنے کے بعد آپ کی دقت نظر، وسعت علم، کثرت مطالعہ، جودت طبع، استحضار علمی اور قوت استدلال کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ حاشیۂ مذکورہ میں جس طرح تاج الشریعہ نے تحقیق مباحث، تنقیح مسائل، فتح مغلقات، اور ازالۂ شبہات فرمایا ہے اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ تاج الشریعہ عصر حاضر کے عظیم محقق، حاضر دماغ محدث، متون و شروح پر گہری بصیرت رکھنے والے، بالغ نظر محشی اور عربی

زبان وادب پر غیر معمولی قدرت رکھنے والے ایک بلند پایہ مصنف ہیں آپ کے علمی کمالات، تحقیقی جوابات اور وقیع مقالات کو دیکھ کر بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نہ صرف اپنے زمانے کے عظیم محدث تھے بلکہ صحیح معنوں میں امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے علوم کے سچے وارث بھی تھے۔

***

تاج الشریعہ! مقبول ترین شخصیت

حضرت مولانا مفتی ولی محمد صاحب رضوی، سربراہ اعلیٰ سنی تبلیغی جماعت باسنی، ناگور شریف

"العلماء ورثۃ الانبیاء" کا تاج زریں جن شخصیات کو زیب دیتا ہے وہ اپنے زمانے کے نادر ونایاب حضرات ہوتے ہیں، وہی علماء کہے جانے کے مستحق وحقدار ہوتے ہیں۔ ورنہ صرف دستار وجبہ کے حصول تک رہنے والے نہ تو کامل عالم ہوتے ہیں اور نہ عالم باعمل ہونے کی سعادت سے وہ سرفراز ہوتے ہیں۔ غرضیکہ یہ خداداد نعمت وعنایت ہوتی ہے جس کے سر پر سجتی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ فضل فرمائے اپنے معتبر ومستند علماء کے دم قدم سے وجود مسعود سے اس خاکدان عالم کو گل گلزار باغ وبہار رکھے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

خانوادۂ رضویہ ایک علمی گھرانہ ہے: حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ المولیٰ عنہ کا خانوادہ بڑا علمی خاندان ہے اس کے علم کی مہک سے ہند سے سندھ تک، بلکہ عجم سے عرب تک مہک رہے ہیں۔ یہ ایک سچائی ہے جس کا اعتراف ہر وہ شخص کرے گا جس کا ذہن وفکر طیب وطاہر ہو، ورنہ حسد وجلن جس پر سوار ہو اس کو آفتاب وماہتاب بھی نظر نہ آئیں تو کوئی بعید نہیں ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم — چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

حجۃ الاسلام کی عربی دانی کے اہل عرب بھی معترف تھے: چمن سنیت کو سنوارنے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے جو خون جگر پیش کیا ہے اور جس طرح چراغ عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ نے فروغ دیا ہے رہتی دنیا تک آپ کی کتب ورسائل سے عشق رسول میں تازگی پیدا ہوتی رہے گی۔ آپ کے صاحبزادۂ اکبر حضور حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا قادری علیہ الرحمہ آپ کے نائب رہے۔ عربی ادب پر بڑی مہارت تھی زبان وادب پر مکمل عبور حاصل تھا۔ آپ کی عربی سے اہل عرب بھی متاثر نظر آتے تھے۔ آپ نے اپنے والد گرامی کے مشن کو آگے بڑھایا کفر اور ضلالت کا ندھوی کے سامنے آپ سینہ سپر ہوئے، اسلام کے نور سے آپ نے ایک جہاں کو منور کیا۔

حضور مفتی اعظم ہند کی حق بیانی: آپ کے بعد آپ کے برادر اصغر تاجدار اہل سنت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حضور مفتی اعظم ہند علامہ شاہ مفتی محمد مصطفی رضا قادری نوری علیہ الرحمہ نے دین وسنیت کی وہ بے بہا خدمات انجام دیں ہیں جو ناقابل فراموش ہیں۔ نس بندی کے دور پر فتن میں آپ نے گورنمنٹ کے فکر ومشن کے خلاف بلا لومۃ لائم نس بندی کے حرام ہونے پر فتویٰ دیا اور حق کا بول بالا کر کے آفتاب حق وصداقت کا علم بلند کر کے آپ نے اسلام کے سچے مجاہد کا کردار ادا کیا۔

آئین جواں مردی حق گوئی بے باکی — اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

مفسر اعظم ہند کی خدمات کو سلام: آپ کے بعد نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضور مفتی مفسر اعظم ہند علامہ شاہ محمد ابراہیم رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سچے وفادار دین، سپوت اسلام ہونے کی سعادت حاصل کی، ملک کے گوشہ گوشہ میں جا کر سنیت کا علم بلند فرمایا،

آپ کی کتب و رسائل بھی آپ کی یادگار ہیں، 'ماہنامہ اعلیٰ حضرت' آپ نے جاری کر کے اہل سنت و جماعت کو علم و ادب کا ایک سرمایہ دیا ہے جو آج تک جاری و ساری ہے، منظر اسلام بریلی شریف کے آپ بہترین مدرس و مہتمم بھی رہے، سینکڑوں قابل و فاضل آپ کے تلامذہ ہیں۔

فیض رضا کا جلوہ ہیں تاج الشریعہ: آپ کے نور نظر، لخت جگر، تاج الشریعہ، شیخ طریقت، صدر بزم اہل سنت، مصدر علم و حکمت، حامی شریعت، ماحی بدعت حضرت علامہ شاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری علیہ الرحمہ نے عالم اسلام میں نائب اعلیٰ حضرت بن کر چمن سنیت کی آبیاری فرمائی، ایسی خداداد مقبولیت و شہرت حاصل تھی ہے کہ ہر کوئی دید کا طالب رہتا تھا۔ آج کروڑوں عقیدت مند آپ سے بیعت ہو کر سلسلہ قادریہ، برکاتیہ، رضویہ میں داخل ہو چکے ہیں اخلاق و کردار، تقویٰ، طہارت، کے بلند مقام پر فائز تھے۔

مرآۃ النجدیہ فردتہ شرح قصیدہ بردۃ الامن والعلی (تعریب) الزبدۃ الزکیہ (تعریب) جیسی درجنوں عربی کتب کے آپ مصنف و مترجم ہیں، روزانہ سفر و حضر میں رہتے ہوئے یہ دینی خدمات کا سلسلہ جاری تھا، حق گوئی وراثت میں ملی ہے۔ شفقت و الفت فطرت ایمانی ہے، آپ اس کا زندہ و تابندہ نمونہ تھے، آپ کے نعتیہ دیوان 'سفینۂ بخشش' عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بیش بہا گنجینہ ہے۔

راقم کو حضور والا سے قریب ۳۷ رسال تک قرب و تعلق رہا ہے، حضور مرشد برحق مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے ۱۴۰۰ھ میں بیعت ہونے بریلی شریف گیا تو وہاں کے حضرات نے رائے دی کہ حضرت علامہ ازہری میاں سے بھی ملنا، مگر حضرت اس وقت کسی سفر پر تھے اور شرف لقاء نہ ہوا مگر جب تاجدار اہل سنت کا چہلم ہوا اس وقت آپ سے خاص قریب سے ملاقات کی، چند منٹ عرض و معروض کا موقع ملا پھر آپ باسنی تشریف لائے، اس کے ۲ رسال بعد شان کریمانہ سے سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ نوریہ کی خلافت عطا فرمائی اور خلافت نامہ عربی میں برجستہ لکھ کر عطا فرمایا۔

دوسری بار باسنی، کمہاری آئے تو سینکڑوں حضرات کے بیچ میں دستار خلافت سے مالا مال فرما کر کے عزت افزائی فرمائی۔ پھر قرب بڑھتا رہا آپ کا رعب و دبدبہ خوب محسوس ہوتا رہا، آپ کے ساتھ کئی سفر کرنے کا بھی سنہری موقعہ ملا آپ کے مبارک کلمات قریب سے سماعت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ بات بھی ذکر کرنے کی ہے کہ مجھے مرحوم حضرت مولانا قاضی قاسم رضوی عثمانی قاضی میڑتہ سٹی نے آپ سے قریب کیا۔ مولیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ جب بھی حضور کو دعوت دینے بریلی شریف جاتے، تو قاضی صاحب ہم ساتھ ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ دہلی سے آپ کا ٹکٹ تھا مگر ٹرین چھوٹ گئی اور آپ تشریف نہ لا سکے۔ چند روز بعد عرس خواجہ غریب نواز اجمیر شریف میں آپ کی تشریف آوری ہوئی تو میں قاضی صاحب مرحوم کو اجمیر شریف لے گیا، صبح ہم لوگ آپ کی قیام گاہ میں آئے کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ اس روم میں داخل ہو، مگر یہ ناچیز داخل ہوا پھر قاضی صاحب وغیرہ بھی آئے تھوڑی دیر بعد آپ بیدار ہوئے ہم سب نے سلام و مصافحہ اور دست بوسی کی، تو فرمایا: آپ کے یہاں (باسنی) آنا مجھ پر قرض ہے فرصت ملنے پر میں آؤں گا، اس شاہانہ جملہ سے ہماری آنکھیں خوشی سے چمک گئی، اور ہم لوگ ملاقات سے بامراد و شاد ہوئے۔

بلند اخلاق وکردار: ایک مرتبہ قاضی صاحب آپ کو لینے گئے حضرت کچھ مصروفیات کا عذر کرتے رہے مگر قاضی صاحب نے جنونی ضد کر لی کھانا پینا بند کر دیا، کہ غلطی کر لی آئندہ نہیں آؤں گا، پھر مریدوں سے کہوں گا آپ لوگوں کے پیر نہیں آتے ہیں، آخر حضور کی والدہ ماجدہ صاحبہ نے فرمایا: آپ جائیے تب آپ کی تشریف آوری ہوئی، میڑتہ میں دعا سلام وست بوسی قدم بوسی کی، فرمایا کیسے جنونی آدمی کو لینے بھیجتے ہیں کسی طرح عذر نہیں مانتے، ہم اور قاضی صاحب بس مسکرائے۔ آپ کی کرم نوازی پر خوب مسرور ہوئے جب جودھپور سے ٹرین میں چورو کے لئے ہم لوگ حضور کے ساتھ روانہ ہونے لگے، قاضی صاحب اجازت لینے لگے تو فرمایا: میں نے آپ کو مجنون کہہ یا معاف کر دیجئے۔ یہ آپ کے بلند و بالا اخلاق ہونے کی کھلی دلیل ہے۔

ایک مرتبہ حضور والا لاڈنوں میرے کہنے سے تھوڑی دیر کے لئے تشریف لائے، طبعی ضرورت سے طہارت خانہ میں گئے، واپسی پر وضو کرنے لگے تو بہت جلال اس خادم پر فرمایا؛ کیونکہ طہارت خانہ تنگ تھا آپ کو وہاں دشواری ہوئی، مگر جب امام احمد رضا مسجد باسنی میں دعا فرمائی، پھر جب جمعہ کی تیاری کر کے لباس تبدیل کرنے لگے تو اپنے عزیز راقم پر عنایت کی بارش فرمائی کہ اب تو ہمارے مفتی صاحب خوش ہو گئے ہیں، آپ پر جلال دکھا دیا آپ میرے ہیں، راقم نے کہا کہ حضرت ہم کو آپ کچھ بھی کہیں برا نہیں مانتے، آزردہ نہیں ہوتے۔ آپ ہمارے رہنما ومقتدیٰ ہیں۔

میں نے بھی درس بخاری میں شرکت کی: ایک مرتبہ میں آپ کو بریلی شریف لینے گیا آپ درس بخاری شریف مفتی یونس رضا، مولانا عسجد رضا صاحب وغیرہ ۱۲ طلبہ کو دے رہے تھے راقم بھی شریک ہوا، بعدہٗ فرمایا: میرا درس کیسا رہا عرض کی بہت اچھا رہا، چند بار یہ سعادت ساعت حاصل ہوئی، فرمایا: میں آپ کو سند حدیث دوں گا پھر مولانا شہاب الدین کی معرفت عطا فرمائی اور آپ نے اپنے مقدس دستخط سے اسے مزین فرمایا۔ ایک مرتبہ مولانا قاضی صاحب مرحوم اپنے یہاں کے کسی عرس میں بیان کے لئے لے گئے، جہاں مرد وخواتین بچے کافی تھے، فرمایا ایسی جگہ ہم کو آپ کیوں لائے ہیں، پھر خواتین اسلام کے پردہ وحیا پر آپ نے حقانیت وصداقت سے لبریز بیان فرمایا۔

حفاظت لسان کا اعلیٰ نمونہ: ایک مرتبہ ایک مولانا صاحب نے آپ کے روبرو ایک مولوی کے تعلق سے کہا کہ وہ سلسلہ سے برگشتہ ہو گیا ہے وہ مرتد ہو جائیگا۔ فوراً فرمایا: توبہ کرو کہ اس طرح کسی کے ارتداد پر رضا ہو جاتی ہے۔ موصوف نے فوراً توبہ و استغفار کیا آپ کبھی کسی سے مرعوب نہیں ہوئے خلاف شریعت بات سنکر فوراً حدایت کلمہ حق بیان فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ باسنی میں ایک بڑے خطیب سے بیان میں لغزش ہوئی آپ نے فوراً توبہ کی تلقین کی اور اس نے توبہ کر کے رجوع الی الحق کر کے اکابر کے ادب واحترام کا برملا اظہار کیا، از روئے عنایت راقم کے غریب خانہ پر دو مرتبہ دعا کرنے کو تشریف لائے ایک خاص بات یہ محسوس کی کہ جب آپ مسند خطابت پر رونق افروز ہوتے ہیں تو پوری کرسی پر بڑے شاندار نظر آتے ہیں، وہ آپ کے وجود سے بھری معلوم ہوتی ہے آپ جس مجلس میں ہوں چاہے وہ چند افراد پر کیوں نہ ہو مگر روحانیت کا احساس ہوتا ہے۔ اجمیر شریف کی حاضری کے وقت "رضوی منزل" میں ایک مجلس ہوئی چند علماء وسامعین تھے مگر وہ روحانی کیف وسرور حاصل ہوا کہ آج بھی یاد آتا ہے تو دل کو سکون ملتا ہے۔ فقہی سیمینار میں کئی بار موقع ملا، مگر جب آپ تشریف لاتے ہیں تو پوری مجلس پر سکوت طاری ہوتا ہے، مجلس میں ایک نئی شان نظر آتی ہے اور تمام مفتیان کرام وعلماء دین آپ کی زبان مبارک کی جنبش کے منتظر ہوتے ہیں، غرض کہ میں نے اپنے

دور کا بہت بڑا عالم ربانی مفتی اعظم وشیخ باعظمت کی شان وآن سے آپ کو دیکھا ہے، میری نظر ونگاہ میں آج عالم اسلام کی سب سے زیادہ مقبول ومشہور قد آور ذات گرامی ہیں، یہ میرا عینی وذاتی مشاہدہ ہے۔۔آمین صلی اللہ علیہ وسلم۔

اے خدا اختر رضا کو چرخ پر اسلام کے　　رکھ درخشاں ہر گھڑی اپنی رضا کے واسطے

***

حضور تاج الشریعہ کا دینی تفقہ

مولانا نفیس احمد رضوی مصباحی، تاج الشریعہ دارالافتاء حیدر پورہ امراوتی، مہاراشٹر

ارشاد باری تعالیٰ نے :ماکان المؤمنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون۔ (توبہ ۱۲۲)

”اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ (فقہ) حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں“۔ (کنزالایمان)

حدیث شریف میں فقہ اور فقیہ کی فضیلت کے تعلق سے ارشاد ہوا ”**من یرد اللّٰہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین**“ (مشکوۃ شریف) اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا فقیہ بنا دیتا ہے۔ اصطلاح میں فقہ کا معنی ہے ”**العلم بالاحکام الشرعیۃ من ادلتھا التفصیلیۃ**“ (توضیح تلویح) تفصیلی دلیلوں سے احکام شرعیہ کا جاننا۔ حقیقت میں علم فقہ عطائے ربانی ہے جس کے حصول کے لئے توفیق خداوندی اور ماہر علم کی صحبت نشینی ازحد ضروری ہے، مجدد اعظم امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :”آج کل درسی کتابیں پڑھنے پڑھانے سے آدمی فقہ کے دروازہ میں داخل نہیں ہوتا“ (فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۱۰ ص ۹۹) ”علم الفتویٰ پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ مدتہا طبیب حاذق کا مطب نہ کیا ہو“ (ایضاج ۲۳ ص ۱۹۴)

فقہ کی باضابطہ تدوین امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے دوسری صدی ہجری میں فرمائی اور ہر عہد میں علماء ربانیین نے اس کی تبلیغ واشاعت کا فریضہ انجام دیا، ماضی قریب کے فقہاء میں مجدد اعظم امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات بابرکت فقہ حنفی کی تحقیقات کے میدان میں بہت ممتاز ونمایاں ہے جس کا اندازہ فتاویٰ رضویہ میں موجود مسائل کی تحقیقات وتنقیحات سے لگایا جا سکتا ہے۔ مجدد اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد آپ کی بارگاہ کے فیض یافتہ علماء ومحققین نے بھی فقہ کے میدان میں کارہائے نمایاں انجام دیئے جن میں تاجدار اہل سنت مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں، صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی اور دیگر اکابر اہل سنت رحمھم اللہ شامل ہیں۔

خانوادہ رضویہ میں افتاء نویسی کی بنیاد مجاہد جنگ آزادی امام العلماء علامہ رضا علی خان علیہ الرحمہ نے ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء میں رکھی اس کے بعد سے یہ سلسلہ تاہنوز جاری وساری ہے۔ حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان اسی سلسلہ کی ایک عظیم کڑی ہیں، آپ کو علوم اعلیٰ حضرت سے عظیم ورثہ حاصل ہوا، آپ بہت سے علوم وفنون پر کامل دسترس رکھنے والے تھے خصوصاً علم فقہ آپ کا نشان امتیاز تھا، شریعت کا تاج بن کر آپ نے فقہ حنفی کی چمک سے دنیائے سنیت کو تابناک کیا اور فقہ حنفی کی تبلیغ واشاعت کی عظیم خدمت انجام دی، احکام شرع کی علتوں کی معرفت، جزئیات کا مکمل استحضار، مسائل پر گہری نظر، حوالہ میں کثرت اور عرف واحوال ناس سے واقفیت آپ کے امتیازی اوصاف ہیں۔ آپ کو حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے اپنا نائب وجانشین مقرر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"اختر میاں اب گھر میں بیٹھنے کا وقت نہیں یہ لوگ جن کی بھیڑ لگی ہے کبھی سکون سے بیٹھنے نہیں دیتے اب تم اس کام (فتاویٰ نویسی) کو انجام دو میں (دارالافتاء) تمہارے سپرد کرتا ہوں۔" پھر موجودہ لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:" آپ لوگ اب اختر میاں سلمہ سے رجوع کریں انہیں کو میرا قائم مقام اور جانشین جانیں۔" (حیات تاج الشریعہ ص ۱۷)

حضور تاج الشریعہ نے ۱۹۹۶ء میں مدینۃ المنورۃ سے آئے ہوئے ایک استفتاء کا شاندار جواب لکھا جو نکاح وطلاق اور میراث پر مشتمل تھا آپ نے اسے مفتی اعظم علیہ الرحمہ کو دکھایا، دلائل وبراہین سے مزین فتویٰ دیکھ کر مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے مسرت کا اظہار فرمایا، صدائے تحسین بلند کی اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ (حیات تاج الشریعہ) حضور تاج الشریعہ کی فقہی بصیرت اور فتاویٰ نویسی میں مفتی اعظم علیہ الرحمہ کا خصوصی فیض وکرم شامل ہے اس بحر ذخار سے آپ کو بہت کچھ حاصل ہوا، خود فرماتے ہیں۔

"حضرت کی توجہ سے مختصر مدت میں اس کام میں مجھے وہ فیض حاصل ہوا جو کسی کے پاس مدتوں بیٹھنے سے بھی نہ ہوتا۔" (ماہنامہ استقامت رجب ۱۴۰۳ھ ص ۱۵۱) حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے تادم حیات فقہ وافتاء کا فریضہ انجام دیا اور مرجع فتاویٰ ومرجع العلماء رہے۔ آپ کے فتاویٰ سند کی حیثیت رکھتے ہیں، قدیم وجدید مسائل میں آپ کی تحقیقات کو درجہ اعتبار واستناد حاصل ہے۔ گوناں گوں مسائل میں آپ کی تحقیقات وتنقیحات آپ کی فقہی بصیرت اور علم فتاویٰ میں گہرائی وگیرائی کا بین ثبوت ہیں اور ارباب افتاء کے لئے مشعل راہ ہیں۔ زیر نظر مقالہ میں آپ کی فقہی بصیرت کے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

نس بندی کا مسئلہ: ۱۹۷۶-۱۹۷۷ء میں اندرا گاندھی کے زمانے میں نسل کشی کا قانون نافذ کیا گیا اور نس بندی کے جواز میں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاری طیب قاسمی اور دیگر علماء دیوبند نے فتوی بھی جاری کر دیا ایسے پر خطر ماحول میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے حق گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نسبندی کی حرمت کا فتوی صادر فرمایا اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے حکم پر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے بھی اس سلسلے میں ایک تفصیلی فتوی تحریر فرمایا جس کی تصدیق خود حضور مفتی اعظم ہند، قاضی عبدالرحیم بستوی علیہما الرحمہ اور علامہ ضیاء المصطفیٰ امجدی جیسے جید علماء نے کی۔ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے اس فتوی میں مجوزین کے تمام امکانی دلائل کی تردید کرتے ہوئے اس کے حرام وگناہ ہونے پر ناقابل تردید دلائل پیش کئے۔ جن سے آپ کی فقہی بصیرت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ نسبندی کو جائز قرار دینے والوں نے اسے ختنہ پر قیاس کیا، جب کہ دونوں میں قیاس کی کوئی علت نہیں، حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے ختنہ پر قیاس درست نہ ہونے کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا۔

"نس بندی کو ختنہ پر قیاس کرنا جائز نہیں بایں وجہ کہ وہ دلیل شرعی سے جائز ہوا، ایسی ہی دلیل اس کے لئے بھی مطلوب جو اس کو تغییر خلق اللہ کے عموم سے خاص کر کے نکال دے اور وہ یہاں مفقود ہے پھر یہ کہ ختنہ اصلا تغییر خلق اللہ ہے ہی نہیں کہ جب وہ شرعا مطلوب ہے تو معلوم ہوا کہ اس کھال کو رب العزت نے کٹنے ہی کے لئے پیدا فرمایا اور پھر اس کے کاٹنے میں فائدہ نظافت عضو ہے اور نظافت شرعا وعرفا محمود ومقصود تو معلوم ہوا کہ تغییر خلق اللہ ایسے جز وبدن کو کاٹنا ہے جس کا شرع مطہر نے حکم نہ فرمایا۔"

(فتوئی نس بندی تجلیات تاج الشریعہ مرتبہ مولانا محمد شاہد القادری)

فقہاء نے ضرورت شرعیہ کے وقت عورت کو رحم کا منھ بند کرنے کی اجازت دی ہے اس امر کو بھی نسبندی کے لئے دلیل جواز بنایا گیا اس پر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ عبارات فقہاء اور اصول فقہ کی روشنی میں عمدہ تحقیق فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"فقہاء نے عورت کو بضرورت شرعیہ اپنے رحم کا منھ بند کرنے کی اجازت دی ہے اور وہ بھی بطور بحث فرمایا ہے جس سے ظاہر کہ مذہب حنفی کی اس باب میں کوئی روایت نہیں۔ بس بعض فقہاء کی ایک بحث ہے تو اگر اسے اجازت مان لیں تو وہ بربنا ضرورت ہے اور یہاں ضرورت نہیں اور فقر و فاقہ کا خوف موہوم ہرگز ضرورت شرعیہ نہیں۔" (ایضا)

اولاً سدفم رحم بعض فقہاء کی ایک بحث ہے جس سے اجازت ثابت نہیں۔ ثانیاً اسے اجازت مان لینے کی صورت میں وہ بقدر ضرورت ہے اور نسبندی میں ضرورت ثابت نہیں اس لئے اسے دلیل جواز نہیں بنایا جا سکتا حضور تاج الشریعہ نے یہاں ضرورت پر عمدہ گفتگو کرتے ہوئے فرمایا۔

"الاشباہ والنظائر میں فرمایا و ما ابیح للضرورۃ یتقدر بقدرھا اسکا مقتضی یہ ہے کہ سدفم رحم اسی صورت میں جائز ہو کہ عزل وغیرہ ادویہ فرجیہ کی تدبیر نہ بنے اور نیز یہ کہ اتنی ہی دیر تک اس کی اجازت ہو جب تک ضرورت قائم ہو یہاں سے ظاہر ہوا کہ سدفم رحم وغیرہ تدابیر عارضی ہیں نہ کہ دوامی اور نسبندی منع حمل کی دائمی تدبیر ہے۔" (ایضا)

نسبندی جائز ٹھہرانے والے عزل کو بھی بطور دلیل پیش کرتے ہیں جبکہ حضور تاج الشریعہ نے چار وجوہ سے عزل پر اسکا قیاس باطل و مردود قرار دیا جیسا کہ فرماتے ہیں۔

"اولاً عزل اپنی منکوحہ سے جائز اس میں شرعاً و عقلاً کوئی بے حیائی نہیں اور نسبندی بے حیائیوں کا ارتکاب واللہ لا یامر بالفحشاء۔

ثانیاً عزل بے ضرر ہے اور اس میں ضرر ہے تو اگر اجازت بھی ہو تو جائز و بے ضرر طریقہ موجود ہوتے ہوئے ایک حرام و مضر طریقے کی شرعاً اجازت نہیں ہو سکتی۔

ثالثاً عزل عارضی تدبیر ہے اور یہ تعقیم دائمی ہے اور یہ شرعاً حرام ہے۔

رابعاً عزل کو بھی حدیث میں ناپسند فرمایا گیا اور اس کے متعلق ارشاد ہوا ذلک الواد الخفی یہ خفیہ طور پر اولاد کشی ہے۔ گو اس میں ناپسندیدگی اس طریقہ مروجہ سے کم ہے تو جب عزل ہی کو شرع مطہر نے ناپسند فرمایا۔۔۔ تو یہ عمل عزل کی اگر نظیر ہے تو ناپسندیدگی اور منافات مقصد شرع میں ہے بلکہ اس سے کئی گنا زائد ہے۔" (ایضا)

ٹائی کی تحقیق: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے ٹائی پہننے کے تعلق سے ایک استفتاء کیا گیا جس کے جواب میں آپ نے شرح و بسط کے ساتھ ایک محقق و مدلل رسالہ تحریر فرمایا جس میں فقہاء کی عبارات اور محققین کی تحقیقات کی روشنی میں آپ نے اس کے اشد حرام ہونے اور اسے باندھنے والے پر عند الفقہاء حکم کفر ہونے کی کامل وضاحت فرمائی، ٹائی کے کفری شعار ہونے کی وضاحت کرتے ہوئے رسالہ مذکورہ میں آپ نے فرمایا۔

"کراس (cross) جسے مسلم و غیر مسلم سب بالاتفاق عیسائیوں کا نشان مانتے ہیں اس کراس کا اطلاق جس طرح اس معروف نشان پر ہوتا ہے اسی طرح وہ تختہ جس پر بقول نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ پھانسی دی گئی بھی کراس اس کا مصداق ہے۔" (ٹائی کا مسئلہ)

جب کراس بالاتفاق عیسائیوں کا مذہبی نشان ہے اور ٹائی اس کے مشابہ ہے تو ٹائی عیسائیوں کا کفری شعار ہوا۔ کراس کی تحقیق

میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے انگریزی کی ایک متداول لغت "practical advanced twentieth century dictionary" کے حوالے سے اس کا معنی سولی، صلیب، اشارہ صلیب، چلیپا بیان کیا اور ٹائی کے کراس اور شبیہ کراس ہونے کی ایسی تحقیق انیق فرمائی جس سے آپ کی فقہی بصیرت اور علوم وفنون پر کامل دسترس ثابت ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"بالجملہ ٹائی مکمل کراس مع شی زائد ہے کہ اس میں پھانسی کا پھندا بھی ہے اس پر بو ٹائی (bow tie) کو قیاس کر لیجئے اس کے گلے میں بندھنے سے بھی کراس کی شکل بنتی ہے جیسا کہ اس شکل سے ظاہر ہے اور کراس اور شبیہ کراس عیسائیوں کا مذہبی نشان ہے تو ٹائی کو کراس مانو، شبیہ کراس مانو، بہر صورت وہ عیسائیوں کا مذہبی شعار ہے اور جو چیز کافروں کا مذہبی شعار ہو وہ ہرگز روا نہ ہوگی اگرچہ معاذ اللہ کیسی ہی عام ہوجائے۔ اہل بصیرت کو تو خود ٹائی کی شکل سے اس کا حال معلوم ہوگیا مگر اس کی عیسائیوں کے یہاں اتنی اہمیت ہے کہ مردہ کو بھی ٹائی پہناتے ہیں، تو ضرور یہ ان کا مذہبی شعار ہے جو مسلم کے لئے حرام اور باعث عار و نار ہے۔"

(ایضا)

جدید ذرائع ابلاغ سے استفاضہ شرعیہ کا ثبوت؟۔۔۔ چند موبائل یا ٹیلیفون سے حاصل ہونے والی خبر خبر مستفیض نہیں ہوسکتی کیوں کہ خبر مستفیض خبر متواتر کے مرادف ہے جس میں مخبر کا مجلس قاضی میں حاضر ہونا ضروری ہے اور یہ موبائل ٹیلیفون میں معدوم ہے، مخبر اگرچند ہوں مثلا چار، چھ، نو، بارہ تب بھی استفاضہ کا تحقق نہ ہوگا۔

اس مسئلہ پر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے ایک مدلل کتاب تصنیف فرمائی جس میں استفاضہ شرعیہ کی تحقیق کرتے ہوئے اس کے خبر متواتر کے مترادف ہونے کو واضح کیا اور فرمایا کہ خبر مستفیض میں مخبرین کا قاضی کی مجلس میں حاضر ہونا ضروری ہے جبکہ جدید ذرائع ابلاغ میں مخبرین کا حاضر ہونا مفقود ہے اس لئے ان سے استفاضہ شرعیہ کا تحقق نہیں ہوسکتا۔

تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے شیخ مصطفیٰ رحمتی، علامہ عبد الغنی نابلسی اور امام احمد رضا قادری رحمہم اللہ کے حوالے سے استفاضہ کی تعریف ذکر کرنے کے بعد تعریف میں مذکور لفظ خبر کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

"صحت خبر کا مدار محض سماع پر نہیں بلکہ مجملہ شرائط معتبرہ اتصال بھی درکار ہے اتصال بے ملاقات متصور نہیں"۔

(جدید ذرائع ابلاغ سے رویت ہلال کے ثبوت کی شرعی حیثیت ص ۳۰)

فقہاء کی عبارتوں سے ثابت ہے کہ خبر مستفیض اور خبر متواتر دونوں مترادف ہیں۔ لہٰذا جن امور کا اعتبار خبر متواتر میں ہے، خبر مستفیض میں بھی ان کا اعتبار ہوگا۔ حضور تاج الشریعہ نے تاتارخانیہ اور البحر الرائق کی عبارتوں سے خبر مستفیض اور خبر متواتر میں ترادف کی توضیح فرمانے کے بعد لکھا:

"خبر مستفیض خبر متواتر کا مترادف ہے اور متواتر اعلیٰ درجہ کی خبر صحیح ہے جس میں راوی کا مرتبہ تحمل اور مرتبہ ادائے خبر میں حاضر ہونا ضروری ہے اور اتنی بات پر جملہ محدثین کا اتفاق چلا آرہا ہے"۔ (ایضا ص ۳۴)

خبر متواتر اور مستفیض میں ترادف ہونے کی وجہ سے خبر مستفیض میں بھی مرتبہ تحمل اور ادائے خبر میں مخبر کا حاضر ہونا ضروری ہے جبکہ موبائل فون میں حاضری متصور نہیں اسلئے موبائل فون سے حاصل ہونے والی خبر کو استفاضہ شرعیہ میں کافی جاننا فقہاء کی تصریحات اور باب استفاضہ میں اصولیین کے امر متفق علیہ (مرتبہ تحمل اور ادائے خبر میں حاضر ہونا) کے خلاف ہے۔ اور یہاں

ضرورت وحاجت کا سہارا ابھی نہیں لیا جاسکتا کیوں کہ رویت ثابت نہ ہونے کی صورت میں شرع نے اکمال عدت کا حکم فرمایا ہے۔

حضور تاج الشریعہ نے یہاں ضرورت وحاجت کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

''اصل حکم سے عدول کے لئے حقیقۃً تعذر اور سچی حاجت صحیحہ شرعیہ مطلوب ہے جو یہاں مفقود ہے۔ کسی شہر سے دوسرے شہر میں شہادت شرعیہ کا حصول یا استفاضہ مقبولہ شرع کا تحقق نہ ہوسکے تو اس کا تعذر تعمیل اصل حکم کا تعذر کیوں کر ٹھہرے گا اور کون سی حاجت اکمال عدت شہر (مہینہ) سے مانع ہوگی اور جب یہاں اصل حکم کہ تکمیل عدت شہر ہے، پر عمل ممکن بلکہ لازم تو پھر کیا ضرورت کہ ٹیلیفون وغیرہ اسباب کو امور شرع میں دخیل کیا جائے اور خواہی نہ خواہی ٹیلیفون موبائل فیکس ای میل وغیرہ کو برخلاف تصریحات فقہاء معتبر مانا جائے۔'' (ایضاً ص ۳۸)

یہ عذر کہ ممکن ہے اس روز روزہ کا دن ہو اس لئے ٹیلیفون وغیرہ کا اعتبار نہ کرنے کی صورت میں فساد صوم وعید ہوگا اور بدمذہبوں کی پیروی میں عقیدہ بھی فاسد ہوگا لہٰذا ان فسادات سے بچنے کے لئے جدید ذرائع ابلاغ کا اعتبار ضروری ہے۔ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ ان اعذار مذعومہ وفسادات موہومہ کا فساد بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''اس مفسدہ کا ازالہ ٹیلیفون فیکس وغیرہ اسباب غیر معتبرہ در بارۂ رویت معتبر ٹھہرا کر کیوں کر متصور بلکہ یہ مفسدۂ فساد صوم اس صورت میں بھی موجود اور امر غیر شرعی کو شرعی جاننا خود فساد عقیدہ ہے تو اس صورت میں بھی فساد عقیدہ نقد وقت ہے اور ائمہ مذہب کی تصریحات کو بالائے طاق رکھنا ایک گونہ غیر مقلدیت ہے۔'' (ایضاً ص ۳۸)

رویت کے باب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے ٹیلیفون کا اعتبار اس بناء پر نہیں فرمایا کیوں کہ آواز آواز کے مشابہ ہوتی ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''علماء تصریح فرماتے ہیں کہ آڑ سے جو آواز مسموع ہو اس پر احکام شرعیہ کی بناء نہیں ہوسکتی ہے کہ آواز آواز سے مشابہ ہوتی ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۴ ص ۵۲۷)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: ''ٹیلیفون دینے والا اگر سننے والے کے پیش نظر نہ ہو تو امور شرعیہ میں اسکا کچھ اعتبار نہیں۔ اگرچہ آواز پہچانی جائے کہ آواز مشابہ آواز ہوتی ہے۔ (ایضاج ۴ ص ۵۲۹)

فتاویٰ رضویہ شریف کی دونوں عبارتوں سے واضح طور پر ثابت ہے کہ ٹیلیفون کا رویت میں کوئی اعتبار نہیں ہے اگر متعدد ٹیلیفون یا متعدد فیکس وغیرہ سے استفاضہ کا ثبوت ہوتا تو ضرور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ اسکا ذکر فرماتے۔ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ بطور ایراد فرماتے ہیں: ''سوال یہ ہے کہ جب استفاضہ متعدد ٹیلیفون اور متعدد فیکس وغیرہ سے موصول ہونے کی صورت میں متصور تھا تو اعلیٰ حضرت نے استفاضہ کے بیان میں یہ صورت کیوں نہ لکھی؟ اور جب ٹیلیفون کی خبر کو غیر معتبر ٹھہرایا تو متعدد فونوں کے موصول ہونے کا استثناء فرما کر اسے استفاضہ کیوں نہ قرار دیا''۔ (ایضاً ص ۳۹)

موبائل، ٹیلیفون کو خدا ناترسوں کے دھوکہ فریب اور جھوٹ سے محفوظ رکھنے کی شرط پر استفاضہ ثابت ہونے کو بھی آپ نے مردود قرار دیا اور اس سلسلے میں بہت اہم فقہی نکتہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

''مذکورہ طریقے اور اسکے علاوہ دوسرے طریقے جن میں مدار ٹیلیفون موبائل ای میل فیکس پر ہے، وہ خود مستقل طور پر قابل اعتبار نہیں بلکہ محتاج تصدیق ہیں اور انکی تصدیق ٹیلیفون، موبائل، ای میل، فیکس سے نہیں ہوسکتی کہ اندیشے سے خالی نہیں اور مشتبہ

مشتبہ کا مصداق نہیں ہوسکتا اور فیکس ای میل اگر چہ دس گیارہ ہوجائیں یوں ہی فون اگر چہ متعدد ہوں بمنزلہ استفاضہ نہیں ہوسکتے"۔ (ایضاص ۴۲)

یہ کہنا کہ" علامہ شیخ مصطفی رحمتی علیہ الرحمہ کی تعریف استفاضہ ان کے زمانے کے لحاظ سے ہے جب حصول خبر کے لئے جدید ذرائع ابلاغ نہیں تھے اب زمانہ کے تغیر سے حصول خبر کے ذرائع بدل جائیں گے" درست نہیں۔ بلکہ حضورتاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے اس بارے میں فرمایا کہ علامہ شیخ مصطفی رحمتی علیہ الرحمہ کی تعریف استفاضہ ہر زمانے کے لحاظ سے ہے کیوں کہ اس تعریف میں خبر شہادت کے درجہ میں ہے جس پر عبارات فقہاء اور کئی قرائن دلالت کرتے ہیں جب یہ خبر شہادت کے مرتبہ میں ہے اور طریقہ شہادت ہر زمانے میں یکساں رہا ہے تو ان کی تعریف کسی خاص زمانے کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر زمانے کے لئے ہے۔

ص ۵۰ پر فرمایا:

"اور جب اس خبر میں رنگ شہادت ہے اور شہادت میں ہر زمانے کا دستور جواب تک چلا آرہا ہے کہ شہادت مجلس قاضی میں ادا ہوتی ہے تو علامہ رحمتی کی تعریف استفاضہ محض اپنے زمانے کے لحاظ سے نہیں ہر زمانے کے لحاظ سے ہے"۔ (ایضاص ۵۰)

ثبوت رویت کیلئے کتاب القاضی الی القاضی بھی حجت شرعیہ ہے جو شہادت شرعیہ سے مشروط ہے اس لئے فیکس یا ای میل کے ذریعہ اسکا تحقق نہ ہوگا حضورتاج الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"کتاب القاضی الی القاضی بالاستقلال حجت شرعیہ نہیں بلکہ شہادت شرعیہ سے مشروط ہے اسی طرح قاضی کا خط بذریعہ ڈاک یا قاضی کے فرستادہ کے ہاتھ سے دوسرے قاضی کو پہونچے تو ہرگز قبول نہیں تو فیکس، ای میل وغیرہ بمنزلہ کتاب القاضی الی القاضی کیسے ہوجائیں گے"۔ (ایضاص ۵۵)

چند سطروں کے بعد فرمایا:

"کتاب القاضی بھی نقل شہادت میں شہادت علی الشہادۃ کے مشابہ ہے اس لئے اس کا حکم بھی یہی ہوگا یعنی ضروری ہوگا کہ قاضی کا مکتوب بعد تحقق شروط مطلوبہ گواہان عدول لیکر دوسرے قاضی کے پاس جائے ورنہ یہ نقل شہادت نہ ہوگی"۔ (ایضاص ۵۵)

کتب فقہ میں اعلان رویت میں حاکم کے حکم سے چلائی گئی توپ کی آواز کا بھی اعتبار کیا گیا ہے اور اعلان رویت کی حد شہر وحوالی شہر قرار دیا گیا ہے۔ حضورتاج الشریعہ نے توپ پر ٹیلیفون کے قیاس، اسی طرح شہر وحوالی شہر سے آگے اعلان رویت کے اعتبار کی تردید فرمائی اور مجدد اعظم امام احمد رضی اللہ تعالی عنہ کے حوالے سے فرمایا:

"اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے توپ کی آواز کو بعد تحقق رویت شہر وحوالی شہر کے لئے اعلان کافی مانا ہے یا غیر محدود علاقے کیلئے بر تقدیر اول موبائل کی خبر دوسرے شہر کے لئے کیوں کر حجت شرعیہ ہوسکتی ہے۔ بر تقدیر ثانی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلمات سے یہ دکھایا جائے کہ توپ کا اعلان حوالی شہر کے علاوہ جہاں آواز توپ نہ پہونچے بھی معتبر ہے"۔ (ایضاص ۷۵)

چلتی ٹرین میں نماز اور حضورتاج الشریعہ کی تحقیق: چلتی ٹرین میں فرض وواجب نمازوں کی ادئیگی کے بارے میں مجدد اعظم امام احمد رضا رضی اللہ تعالی عنہ نے تحریر فرمایا ہے:

(ریل) "انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکی جاتی ہے اور نماز کے لئے نہیں تو منع من جہۃ العباد ہوا اور ایسے منع کی

حالت میں حکم وہی ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعد زوال مانع اعادہ کرے"۔ (فتاوی رضویہ ج ۳ ص ۴۴)

اس عبارت کا مفاد یہ ہے کہ منع من جہۃ العباد کا تعلق "اور نماز کے لئے نہیں" سے ہے اور یہ صورت اب بھی موجو ہے لہذا اب بھی منع من جہۃ العباد ہی ہوگا اور چلتی ٹرین میں نماز واجب الاعادہ ہوگی۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے فتاوی رضویہ کی مذکورہ عبارت میں منع من جہۃ العباد کی کامل توضیح فرمائی اور مفہوم مخالف کا اعتبار کر کے منع من جہۃ العباد کی نفی کر دینے کی ایسی واضح تردید فرمائی جس سے عبارت اعلی حضرت پر انکی دقت نظر اور فقہی جزئیات کے کامل استحضار کا بین ثبوت ملتا ہے۔ حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

"تو منع من جہۃ العباد ہوا کا تعلق اقرب مذکور سے ہے جو بلا فصل اس سے لگا ہوا ہے یعنی نماز کے لئے نہیں (روکی جاتی) کہ جملہ اخیرہ تو منع من جہۃ العباد ہوا سے مرتبط اور متصل ہے یا جملہ تو منع من جہۃ العباد ہوا کا تعلق ابعد مذکور سے ہے جس کے درمیان نماز کے لئے نہیں (روکی جاتی) فاصل ہے بر تقدیر ثانی ابعد مذکور کو اختیار کرنے کی کیا وجہ؟ حالاں کہ جملہ نماز کے لئے نہیں (روکی جاتی) اسکو منفصل کر رہا ہے۔ کیا ان دونوں جملوں میں یعنی انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے اور منع من جہۃ العباد ہوا میں کوئی ربط ہے؟ اگر ہے تو بالدلیل واضح کیا جائے۔ پھر نماز کے لئے نہیں (روکی جاتی) کہہ کر متصلا فرمایا تو منع من جہۃ العباد ہوا، کیا اسکا حاصل یہ نہیں کہ نماز کے لیے نہ روکنا یہی منع من جہۃ العباد ہے اور اختیار عبد سے ناشی ہے جس طرح انگریزوں کے کھانے کے لئے روکنا اختیار عبد سے ناشی ہے تو یہ دونوں یعنی (۱) انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکتے ہیں (۲) نماز کے لئے نہیں (روکتے) دونوں ایک علت کے معلول ہیں اور اختیار عبد ہے"۔ (چلتی ٹرین میں فرض وواجب نمازوں کی ادائیگی کا حکم ص ۳۲)

تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے فتاوی رضویہ کی عبارت سے یہ ثابت فرمایا کہ منع من جہۃ العباد کا تعلق دوسرے امر یعنی "نماز کے لئے نہیں" سے ہے نہ کہ پہلے امر یعنی "انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکی جاتی ہے" سے ہے۔ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے دوسرے مقام پر آپ فرماتے ہیں۔

"دونوں امر یعنی انگریزوں کے کھانے کے لئے ٹرین روکنا اور نماز کے لئے نہ روکنا کو منع من جہۃ العباد کی اصل کیوں کر قرار دیا جاسکتا ہے اور منع من جہۃ العباد دونوں کی فرع کیسے ہوسکتی ہے حالانکہ انگریزوں کے کھانے کے لئے ٹرین روکی جاتی ہے، مثبت ہے، نماز کے لئے نہیں (روکی جاتی) منفی ہے۔ مثبت و منفی باہم متضاد ہیں یا ایک ہی چیز ہیں؟

انگریزوں کے کھانے کے لئے روکی جاتی ہے اس میں منع من جہۃ العباد کہاں ہے؟ اور جب اس میں منع من جہۃ العباد نہیں تو اس پر منع من جہۃ العباد ہوا کیسے متفرع ہوگا؟ اور جب دونوں بلحاظ اثبات و نفی ایک دوسرے کی ضد ہیں تو ایک کو دوسرے کے ساتھ ملانا کیوں کر ممکن ہے؟"۔ (ایضا ص ۹۰)

جب فتاوی رضویہ کی عبارت سے یہ ثابت ہے کہ منع من جہۃ العباد کا تعلق امر ثانی (نماز کے لئے نہ روکنا) سے ہے تو مفہوم موافق کے ہوتے ہوئے مخالف کی ضرورت نہیں۔ دونوں کے لئے ٹرین نہ روکنے کی صورت میں منع من جہۃ العباد کی نفی ماننے پر حضور تاج الشریعہ نے بطور معارضہ فرمایا "اگر دونوں کے لئے روکی جائے تو ضرور فعل عبد ہے کہ عبد کی طرف مسند ہے، اسی طرح اگر دونوں کے لئے نہ روکی جائے جب بھی فعل عبد ہے کہ عبد کی طرف مسند ہے اور فعل عبد پر احکام شرع ضرور متوجہ ہوں گے ورنہ

لازم آئے گا کہ بندے کا کوئی فعل حکم شرع سے خالی ہو اور جب یہ فعل عبد ہے کہ اس کے اختیار سے ناشی ہے اسی کی طرف اس کی اسناد ہوتی ہے تو یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ اگر دونوں کے لئے نہ روکی جائے تو منع من جہۃ العباد نہیں"۔ (ایضاص ۳۴)

اس مقام پر تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے یہ بھی افادہ فرمایا کہ منع من جہۃ العباد کا مدار صرف فرد خاص یا چند افراد کے حق میں ممانعت سے نہیں بلکہ عام ممانعت کی صورت میں بھی منع من جہۃ العباد ہوتا ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا ہے: "ریل میں ہے اور اس درجے میں پانی نہیں اور دروازہ بند ہے تیمم کرے **لانہ کالمحبوس فی معنی العجز** مگر جب پانی پائے طہارت کرکے نماز پھیرے **لأن المانع من جهة العباد**"۔ (فتاوی رضویہ ج ۱ ص ۹۳)

مذکورہ مسئلہ میں عام ممانعت کے باوجود منع من جہۃ العباد ہے اسی لئے پانی ملنے کی صورت میں اعادہ تیمم کا حکم ہے جب کہ مال جانے یا ٹرین چلی جانے کی صورت میں بلا اعادہ تیمم جائز ہے کیوں کہ اس میں خوف من جانب اللہ ہے جو عذر سماوی ہے اس مسئلہ پر بھی چلتی ٹرین میں نماز کے مسئلہ کا قیاس، قیاس مع الفارق ہے جیسا کہ حضور تاج الشریعہ رقم طراز ہیں:

"ریل کا روکنا بندوں کے اختیار میں ہے تو رکی ہوئی ریل پر نماز پڑھنا اس اعتبار سے ممکن اس سے مانع وہ خوف نہیں جو بندے کے دل میں اللہ نے براہ راست ڈالا ہے بلکہ وہ خوف ہے جو اس کے دل میں بندے کی وعید سے پیدا ہوا دونوں خوفوں میں فرق ہے ایک عذر سماوی ہے مانع من جانب اللہ ہے دوسرا عذر مکتسب ہے بالفاظ دیگر مانع من جہۃ العبد ہے دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں پھر مختلف کو مختلف پر قیاس کرنا کیا معنی؟"۔ (ایضاص ۲۸)

حضور محدث سورتی علیہ الرحمہ نے التعليق المجلّى میں چلتی ٹرین میں نماز کے بارے میں فرمایا ہے۔

"والأحوط أن لا يصلي فيه صلاة عند مسيره ولا يتيمم فيه لها اخیر میں فرمایا فالأشبه عدم جواز الصلوٰة فيه عند مسيره"۔ (ص ۲۵۴)

حضور تاج الشریعہ نے فتاوی خیریہ، ردالمحتار اور در مختار وغیرہا کے حوالے سے یہ واضح فرمایا ہے کہ "احوط" اور "اشبہ" الفاظ فتوی سے ہیں اس لئے یہاں احوط کو استحباب کے معنی میں لینا اور اس سے چلتی ٹرین پر جواز صلاۃ کا قول کرنا دلیل کا محتاج ہے۔ خود محدث سورتی کے الفاظ بھی اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہاں استحباب کا معنی مراد نہیں۔ حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

"یہ خود محتاج بیان ہے کہ احوط مرتبہ استحباب میں بولا جاتا ہے ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ احوط الفاظ فتوی سے ہے"۔

(چلتی ٹرین میں فرض و واجب ص ۳۹)

حضور محدث سورتی علیہ الرحمہ کے کلام کا مفاد بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: "کسی کو محدث سورتی کے ان الفاظ **والأحوط ان لا يصلي فيه صلاة عند مسيره** سے چلتی ریل پر جواز نماز کا شبہ نہ گزرے کیوں کہ انہوں نے اخیر میں بہت واضح لفظوں یوں فیصلہ فرمایا: **والأشبه عدم جواز الصلاة عند مسيره وان لا يرخص عند ما يسير للتيمم فيه**"۔ (ایضاص ۴۵)

ٹی وی اور ویڈیو کی حقیقت: ٹی وی اور ویڈیو میں پائے جانے والے عکوس (ریز) آئینہ کے عکوس کی مانند نہیں بلکہ وہ ایسے عکوس ہیں جو تصویر کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اس لئے ان کا حکم تصویر کا حکم ہوگا نہ کہ مثل آئینہ کا بلکہ آئینہ پر ان کا قیاس ممنوع ہے۔ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے متعدد وجوہ سے اس قیاس کا ابطال فرمایا جس سے آپ کی دقت نظر اور تحقیقی بصیرت کا بخوبی

اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔آپ فرماتے ہیں:

"اولاً آئینہ میں ریز بے صنع انسان پڑتی ہے اور کیمرے میں بے صنع انسان نہیں پڑتیں۔

ثانیاً آئینہ میں جو ریز پڑتی ہے وہ ذی صورت کے تابع ہوتی ہے اور کیمرہ میں جو محفوظ کرتا بھیجتا ہے وہ ذی صورت کے تابع نہیں ہوتا،،،

ثالثاً ٹی وی کے وہ ریز خود عکس نہیں بنتے بلکہ ٹی وی کے آلات انہیں عکس میں بدلتے ہیں۔

رابعاً آئینہ میں جو عکس چمکتا ہے اس کا رنگ وہی ہوتا ہے جو ذی صورت کا ہوتا ہے اور عام ٹی وی میں نیلا اور رنگین میں رنگ برنگا نظر آتا ہے۔

خامساً آئینہ میں ساکن کا عکس ساکن ہی نظر آتا ہے اور ٹی وی میں لرزہ بر اندام،،۔

سادساً آئینہ میں آپ خود کو دیکھتے ہیں اور ٹی وی کے شیشے پر آپ خود کو نہیں دیکھ سکتے بلکہ دوسرا آپ کو دیکھتا ہے تو مماثلت کہاں؟ پھر قیاس کیسا؟

سابعاً جب آپ ٹی وی کے شیشے پر خود کو نہیں دیکھ سکتے بلکہ دوسرے کو اپنی شکل دکھا سکتے ہیں تو یہ آپ ہی بتا دیجئے کہ یہ رونمائی اتنے پردوں میں کیسے ہو جاتی ہے اور یہ آپ کے چہرۂ زیبا کی شعاعیں کیسے سامنے کا راستہ چھوڑ کر کیمرے کے بس میں آتیں، برقی روشنی میں گھل مل جاتیں چھپتی چھپاتیں، ٹی وی کی پیٹھ میں سماتی ٹی وی بکس کے آلہ میں جا کر بدلتی پھر ٹی وی کے شیشہ سے نمایاں ہوتی ہیں؟ یہ سب آئینہ کی طرح خود بخود ہو جاتا ہے یا اس کے لئے آپ کے ٹی وی کا کیمرہ اور وہ آلہ ذمہ دار ہیں؟

ثامناً آئینہ میں فرنٹ (سامنے کا منظر) یکبارگی پورا آجاتا ہے اور ٹی وی کے شیشہ پر ایسا نہیں ہوتا بلکہ جب کسی شئی کو قریب کر کے دکھاتے ہیں تو وہی شئی نظر آتی ہے دوسری نظر نہیں آتی۔

تاسعاً جب ٹی وی کے شیشہ پر تصویر کو یوں دکھانا ممکن ہے کہ اسے قریب کر کے دکھائیں، ہٹا لیں دور کر کے دکھائیں تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان تصویروں کے شیشہ پر نمائش انسان کے بس میں ہے جب تک وہ چاہتا ہے تصویر شیشہ پر نظر آتی ہے اور قائم رہتی ہے جب چاہتا ہے تصویر ہٹ جاتی ہے یا مٹ جاتی ہے۔تو یہ تصویریں بھی انہیں عام تصویروں کی طرح ہیں جنہیں انسان بناتا ہے نہ آئینہ کے عکوس کی طرح جنہیں انسان نہیں بناتا"۔ (ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن ص۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲)

دوران قرات "حق نبی" کہنے کا حکم۔

پاکستان میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے دیکھا کہ لوگ آیت قرآن پڑھتے وقت حق نبی کا نعرہ لگاتے ہیں آپ نے وقف قرات کی صورت میں نعرہ یا کلام سے رکنے کا حکم فقہی جزئیات کی روشنی بیان فرمایا اور اس وقت نعرہ نہ لگانے کا حکم فرمایا، اپنے فتوی میں وقف قرات اور وقف قطع کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"وقف قرات میں قاری قرات کے لئے وقف کرتا ہے اور بعد وقف وہ قرات کے لئے مستعد ہوتا ہے لہذا معاً قرات شروع کر دیتا ہے اور کسی شئی کے لئے مستعد کا حکم وہی ہے جو اس کے فاعل کا حکم ہے اور یہ امر شرعاً وعرفاً معروف ومعلوم ہے ولہ نظائر فی الفروع لا یخفیٰ علی مطلع ۔وقف قطع کا معاملہ اس کے برخلاف ہے اس صورت میں قاری بنیت قطع قرات

کرتا ہے"۔

(سنو اور چپ رہو ص ۳۱)

سننے کے لئے تیار ہونا بھی سننے کے حکم میں ہے، اس کی نظیر آپ نے خطیب کے خطبہ لئے نکلنے اور منبر پر چڑھنے سے بیان فرمائی:
"ہر مذہب معتمدہ خطیب کے خطبہ کے لئے باہر آنے یا صعود منبر کے لئے قیام کے وقت اور عین صعود کے وقت اتفاقا لوگوں کو جو حکم استماع وانصات اور کلام ہر مخل استماع کام سے جو ممانعت ہے وہ بداہۃ استعداد سماع کے لئے ہے"۔

(سنو اور چپ رہو ص ۴۷)

مذکورہ مسائل کے علاوہ اور بھی بہت مسائل شرعیہ ہیں جن میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے ایسی داد تحقیق دی ہے جن سے آپ کی فقہی بصیرت اور علمی کمالات کا بین ثبوت ملتا ہے۔ آپ کے فتاوی اور تحقیقات وتنقیحات کو دیکھ کر امام احمد رضا قدس سرہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے یقینا آپ علوم اعلیٰ حضرت کے سچے وارث وامین ہیں خداوند کریم حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے فیوض وبرکات سے ہمیں مستفید فرمائے۔ آمین

***

جھک گئی جس کے تصلّب پہ جبین عالم

مولانا غلام مصطفیٰ قادری رضوی باسنی ناگور شریف راجستھان

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کے گھرانے کی کیا بات ہے! سبحان اللہ... اس خانوادے کا ہر فرد علم و عمل، تقویٰ و طہارت اور حق گوئی و بے باکی میں امتیازی شان کا حامل ہے۔ اہل سنت کا ہر عالم اور شیخ اس بات کا اعتراف کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری علیہ الرحمہ بھی اسی گلستانِ علم و فضل کے گلِ رعنا تھے، جس کی علمی خوشبوؤں سے چمنستان اہل سنت سرسبز و شاداب نظر آرہا ہے۔

علم و فضل، تقویٰ و طہارت، تدبیر و دانائی اور تصلب فی الدین کے حوالے سے وہ اپنے معاصرین میں بے مثال تھے، یوں تو ان کی حیات و خدمات کا ہر پہلو نرالا اور ممتاز ہے۔ تاہم تصلب فی الدین میں وہ یگانہ روزگار تھے، تاج الشریعہ کی کتابِ زندگی کا ہر ورق میرے ان جملوں کی تائید کرتا ہوا نظر آئے گا، مرشد مفتی اعظم ہند، سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ کے مندرجہ ذیل کلمات پر ان کا پورا عمل رہا کرتا تھا:

"اپنے سچے دین پر اتنے سخت اور مضبوط ہوں کہ دوسرے متعصب جانیں اس لئے کہ دین حق پر مضبوطی پسندیدہ بات ہے"۔

(سراج العوارف، ص: ۲۲، ۲۳)

علما و فقہا اور مشائخ اہل سنت نے بھی آپ کی استقامت فی الدین اور تصلب کی گواہی دی ہے، علامہ رضا علی، علامہ نقی علی، پھر امام احمد رضا اور ان کے شہزادگان کے تصلب فی الدین کے تو سیکڑوں واقعات ان کی سیرت و سوانح کی کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں۔

میرے ممدوح تاج الشریعہ کے تصلب فی الدین کا عالم یہ ہے کہ آپ نے حق بات کہنے میں کسی کی رعایت نہیں کی اور نہ کبھی مصلحت سے کام لیا، شریعت کا حکم سنانے میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں کی، آپ کی زندگی میں درجنوں واقعات دیکھنے والوں نے دیکھے کہ بڑی سے بڑی مشکل گھڑی میں بھی اس "عالم حق گو" نے احقاق حق اور ابطال باطل میں فرق نہیں آنے دیا۔ مولانا شہاب الدین رضوی لکھتے ہیں:

"مجھے خوب یاد ہے کہ آزاد انٹر کالج بریلی میں آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ نے عظمت مصطفیٰ کانفرنس 2002ء کا انعقاد کیا تھا حضرت نے ہزاروں کے مجمع سے خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ:

"آپ لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں اور وصیت کرتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مسلک پر قائم رہنا، اور دوسرے فرقوں سے میل جول، کھانا پینا یا کسی بھی طرح کا اتحاد جائز نہیں ہے، ان فرقہائے باطلہ سے تا قیامت اتحاد نہیں ہوسکتا، میرے خاندان کے لوگ ہوں یا میرا بیٹا ہی کیوں نہ ہو، اگر آپ دیکھیں کہ مسلک اعلیٰ حضرت سے ہٹ گیا ہے، تو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر باہر

کردیں، چھوڑ دیں''۔

حضرت نے لفظ'' عملی تصویر کشی، ٹی وی، ویڈیو اور ٹائی پر فاضلانہ مقالہ اور فتاویٰ لکھ کر عالم اسلام کو حق وصداقت کا درس دیا، ممبئی میں ایک فتنۂ عظیم کا سدباب کرتے ہوئے ملا برہان الدین کو توبہ کرنے پر مجبور ہونا پڑا، گجرات میں قومی ایکتا سمیلن میں شرکت کرنے والوں کی گرفت فرمائی، تو ان لوگوں نے براءت کا اظہار کیا، حضرت مسائل فقہ کے اظہار اور مسلک اہل سنت و جماعت کی ترجمانی اور حفاظت وصیانت میں مفاہمت کبھی نہ کی۔'' [حیات تاج الشریعہ ص: ۸۶،۸۷ مطبوعہ بریلی]

آج پوری دنیا میں تصویر کشی عام ہوتی جارہی ہے جب کہ احادیث کریمہ اس کی حرمت بیان کر رہی ہیں، تاج الشریعہ کے اتباع شریعت کو داد دیجئے کہ دنیا بھر میں دورہ کرنے والی شخصیت، فوٹو گرافی اور تصویر کشی کی حرمت بیان کرتے ہوئے خود اس سے پرہیز کرتی رہی اور اس سلسلے میں آپ کے پائے استقامت میں تزلزل نہ آسکا۔

شیخ محمد خالد ثابت مصری آپ کی استقامت اور تصلب فی الدین کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

''میں نے دیکھا کہ وہ (تاج الشریعہ) ان اصول وقواعد پر مضبوطی سے قائم ہیں، جن کو ان کے جد کریم نے مقرر فرمایا ہے، امام احمد رضا قادری تصویر کو حرام کہتے تھے، ان کا وصال ۱۹۲۱ء میں ہوا، ان کے وصال پر آج تقریباً ۹۰ سال کا زمانہ گزرنے کے بعد دنیا میں بڑی تبدیلیاں آچکی ہیں، اور دنیا کی قوموں کے لئے تصویر ہوا اور پانی کی طرح ہو چکی ہے، ایسا کوئی نہیں، جو بغیر تصویر کے زندگی کا تصور کر سکے، اس کے باوجود میں نے علامہ بزرگ محمد اختر رضا خاں ازہری کی تصنیفات کے ضمن میں ایک کتاب پائی، جو تصویر کی حرمت بیان کرنے میں تھی اور مجھے ان کے ماننے والوں سے معلوم ہوا کہ وہ اپنے جلسے میں تصویر کی اجازت نہیں دیتے، اس لئے لوگوں کے درمیان ان کی تصویر عام نہیں ہے۔

میں نے اس امر پر غور کیا اور اپنے دل میں کہا کہ اگر تصویر کے باب میں علمائے امت یہی موقف اختیار کرتے، تو آج دنیا کی یہ بری حالت نہ ہوتی، جو ہم دیکھ رہے ہیں، ان فتنوں اور خرابیوں پر غور کریں، جو صرف تصویر کی راہ سے آج ساری دنیا میں پھیل چکی ہیں، پھر آپ کو ان حضرات کی کوششوں کی قدر و قیمت معلوم ہوگی، جو انہوں نے دین کی خدمات اور حق پر ثابت قدمی کی راہ میں صرف کی ہیں۔ (انصاف الامام احمد رضا ص: ۱۴۰ مطبوعہ مبارک پور)

موصوف آگے لکھتے ہیں: ''ہاں یہ اللہ کے سچے مخلص بندوں کے فتاویٰ ہیں، جو حق کے ساتھ چلتے ہیں، جہاں حق چلے، اس کے علاوہ اپنے اوپر کچھ لازم نہیں کرتے، اور اس بارے میں حکم خدا کے سوا اور کسی چیز کی رعایت نہیں کرتے، یہ حضرات ہمیں اپنے عمل سے ایک اہم سبق سکھاتے ہیں جس کا مضمون یہ ہے کہ باطل کتنا ہی سربلند، سنگین اور عام ہو جائے مگر اہل حق کی جانب سے وہ ہمیشہ متروک اور قابل ردہی رہتا ہے۔'' (مصدر سابق)

دیکھ رہے ہیں آپ! ایک ایک سطر تاج الشریعہ کے تصلب فی الدین کی نشاندہی کر رہی ہے، اس طرح میرے ممدوح کے شب وروز کا مشاہدہ کرنے والے شہادت دیتے ہیں کہ اس بزرگ کی حق گوئی اور بے باکی کا اپنے معاصرین میں کوئی جواب نہیں، ملک وبیرون ملک کے کثیر دوروں میں آپ خلاف شریعت کاموں کا ارتکاب کرنے والے کی بلاجھجک اصلاح کرتے تھے۔ امیر ہو کہ غریب۔۔۔اپنا ہو یا کہ پرایا۔۔۔عالم ہو کہ جاہل۔۔۔جس کو بھی منکرات میں مبتلا دیکھا، محض رضائے الٰہی کے

لئے اس کو ان حرکتوں سے روکتے ۔۔۔ضرورت پڑنے پر ٹوکتے ۔۔۔اور اس سلسلے میں نتائج سے بے پرواہ ہو کر احقاق حق کا فریضہ انجام دیتے۔

تاج الشریعہ کے دورۂ مصر کے درمیان ،شیخ از ہر اور دیگر شیوخ سے ملاقات کے وقت کسی کی ہمت نہیں ہو سکی کہ آپ کی تصویر لے سکے یا ویڈیو گرافی کر سکے ،جبکہ آج نفسیات کے دور میں اس سے بچنا مشکل سا نظر آتا ہے۔

کس کس واقعے کا ذکر کیا جائے ،آپ کی تو زندگی کا تو گوشہ گوشہ حق گوئی کی منھ بولتی تصویر دکھائی دیتا ہے۔ مادی طاقت وقوت اور کسی دولت مند کا رعب دیکھ کر آپ کبھی مرعوب نہیں ہوے ۔سعودی عرب میں آپ نے نجدی حکومت کے کارندوں کے سامنے اعلائے کلمۃ الحق کی جو مثالیں پیش فرمائیں ،وہ سونے کے پانی سے لکھنے کے لائق ہیں۔جس طرح مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کسی سے مرعوب ہوئے بغیر بڑے بڑوں کو خلاف شرع حرکتوں پر ٹوک دیتے تھے ،اسی روش نیک پر تاج الشریعہ بھی چلتے رہے اور تائید غیبی آپ کے شامل حال رہی۔

مفکر اسلام علامہ محمد قمر الزماں اعظمی دام ظلہ العالی نے اکابر علمائے اہل سنت کا قرب پایا ہے ،ان کی شخصیت و کردار کا مشاہدہ کیا ہے ،وہ ایک جہاں دیدہ عالم اور عالمگیر شہرتوں کے حامل ،خطیب ہیں ،تاج الشریعہ کی ذات و کردار سے وہ کتنا متاثر ہوئے اس کا اندازہ لگانے کے لئے ان کے یہ جملے ملاحظہ کریں:

”حجۃ الاسلام ہوں ،مفتی اعظم ہوں ،مفسر اعظم ہوں یا پھر تاج الشریعہ ہوں یہ سب عزیمتوں کے قائل تھے ،رخصتوں کے حوالے سے ایک لمحے کے لئے بھی تیار نہ تھے ،شرعی کونسل کے جتنے فیصلے ہیں وہ سب عزیمتوں کی بنیاد پر ہیں ،وہ سب عزیموں کے قائل تھے ،عزیمتوں کے حوالے سے مسلک کو ہمیشہ بلند و بالا رکھنا چاہتے تھے ،اور یہ تمام کام انہوں نے کیا ہے ،فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں بھی اور اپنی تحریروں کے ذریعہ سے بھی ،اپنے کردار کے ذریعہ سے بھی اور اپنے عمل کے ذریعے سے بھی۔“

(ماخوذ ،از خطاب مفکر اسلام)

شیخ محمد خالد ثابت مصری کے ان جملوں پر اپنی بات ختم کر رہا ہوں: ”میں نے علامہ بزرگ محمد اختر رضا خان قادری از ہری کا چہرہ دیکھا جس پر رونق و سکون چھایا ہوا تھا میں نے عربی زبان میں ان کی باتیں سنیں ،جو قوت و اعتماد کے ساتھ ان کے منہ سے نکل رہی تھیں ،اور حق کو واضح کر رہی تھیں ،میں نے اپنے دل میں کہا: سبحان اللہ ۔۔۔ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِن بَعْضٍ یعنی امام احمد رضا قادری کی نسل ہونے کا یہ اثر ہے کہ یقین واعتماد کی دولت کے ساتھ اظہار حق کی قوت و جسارت بھی موجود ہے“۔

***

حضرت تاج الشریعہ کی شاعری کا فنی جائزہ

ڈاکٹر محمد یونس رضا مونس اویسی، استاذ و مفتی جامعہ عربیہ احسن المدارس قدیم، نئی سڑک کانپور

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ، کو بے شمار علوم فنون میں مہارت حاصل تھی۔ ان میں نعت گوئی کا میدان بھی آپ کے لئے امتیازی حیثیت کا حامل رہا۔ آپ امام نعت گویاں تسلیم کیے گئے۔ آپ کا نعتیہ دیوان حدائق بخشش مشہور و معروف ہے۔ امام عشق ومحبت کے خانوادہ میں نعت گوئی بھی بطور وراثت منتقل ہو رہی ہے۔ سیدنا حجۃ الاسلام، سیدنا مفتی اعظم، سیدنا استاذ زمن، سیدنا مفسر اعظم، علامہ حسنین رضا علامہ ریحان رضا رحمانی علیہم الرحمہ کی شاعری بھی اپنی مثال آپ ہے۔ میرے ممدوح گرامی سرکار تاج الشریعہ، امام الکاملین، زبدۃ العارفین فخر المحدثین سراج المفسرین، شیخ الاسلام والمسلمین، استاذی الکریم، مرشدی الاجازہ سیدی وسندی، ذخری لیومی وغدی قطب العصر، مجمع البحرین، مرشد الثقلین حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری علیہ الرحمہ والرضوان اسی خانوادہ کے گل سرسبد اور بلندیوں کے تمام مراتب عبور کرنے والی عظیم عالمی عبقری شخصیت ہیں۔ آپ ہر میدان میں وارث علوم اعلیٰ حضرت تسلیم کیئے گئے۔ فقیر نے اپنی سترہ سالہ زندگی کو اسی قطب زمانہ کے قدم پر نثار کیا ہے۔ شب و روز دیکھے ہیں فقہ و افتاء، درس وتدریس، قرأت وتجوید، تفسیر وحدیث، منطق وفلسفہ علم جفر وتکسیر، علم ہیئت وتوقیت، زبان دانی غرض ہر میدان میں امام وقت تھے۔ سردست سرکار تاج الشریعہ کی شاعری پر مختصر روشنی ڈالنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ آپ دیکھیں گے کہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو شعر وشاعری سے پوری ذہنی مناسبت ہے وہ ایک فطری شاعر ہیں۔ اردو، عربی اور فارسی میں یکساں مہارت کے ساتھ شاعری کرتے ہیں۔ آپ کا عربی کلام سن کر اہل عرب انگشت بدنداں رہتے ہیں۔ حضرت کی حیات کے مطالعے سے اجاگر ہوتا ہے کہ ان کی زندگی کے خزانے میں وہ تمام جواہر پائے جاتے ہیں جو ایک کامیاب نعت گو کے لئے ضروری ہیں۔ دینی و دنیاوی علوم میں گہرائی، فقہی بصیرت، عالمانہ تبحر، فکری وذہنی صلاحیت، سبھی کچھ ان کے دامن میں موجود ہے ان کی نعتیہ شاعری، دلکشی و رعنائی سے لبریز اور دل و دماغ کو معطر کرنے والی ہے یعنی عشق و وارفتگی کا ایک حسین گلدستہ ہے جس میں خلوص کی خوشبو، عقیدت کی روشنی، ایمان کی لذت وحلاوت اور بیان کی نفاست و پاکیزگی ہے۔ ہم یہاں حضرت کی شاعری کا مختصر طور پر فنی جائزہ پیش کرتے ہیں کہ حضرت نے کتنی صنعتوں پر طبع آزمائی کی ہے۔ دیوان میں ذکر کردہ اشعار میں سے چند صنعتیں ملاحظہ کیجیے۔

صنعت استعارہ:

اس صنعت کو کہتے ہیں کہ شاعر اپنے کلام میں کسی لفظ کے حقیقی معنی ترک کر کے اس کو مجازی معنی میں استعمال کرتا ہے اور ان حقیقی اور مجازی معنی کے درمیان تشبیہ کا علاقہ ہوتا ہے۔ [۱]۔ حضرت لکھتے ہیں:

اختر خستہ کیوں اتنا بے چین ہے
تیرا آقا شہنشاہ کونین ہے

وجہ نشاط زندگی راحت جاں تم ہی تو ہو
روح روان زندگی جان جہاں تم ہی تو ہو

راحت جاں/ جان جہاں سے مراد رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

جاں تو ئی جاناں قرار جاں توئی
جان جاں جان مسیحا آپ ہیں

جان جاں/ جان مسیحا سے مراد رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

منور میری آنکھوں کو مرے شمس الضحیٰ کردیں
غموں کی دھوپ میں وہ سایۂ زلف دوتا کردیں

شمس الضحیٰ سے مراد رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

تیری جاں بخشی کے صدقے اے مسیحائے زماں
سنگریزوں نے پڑھا کلمہ ترا جان جہاں

مسیحائے زماں سے مراد رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

صنعت تشبیہ:

ایک چیز کو دوسری چیز کی مانند ٹھہرانا یا اس کی صفت میں شریک قرار دینا۔[۲] حضرت لکھتے ہیں:

روئے انور کے سامنے سورج
جیسے اک شمع صبح گاہی ہے

اس شعر میں شاعر نے سورج کی تابش کو چہرۂ انور کے سامنے ''شمع صبح گاہی'' سے تشبیہ دی ہے۔

صنعت مبالغہ:

کسی بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا۔ یعنی سننے والے کو یہ گمان نہ رہے کہ اس وصف کا اب کوئی مرتبہ باقی ہو یعنی حد سے زیادہ تعریف و بڑائی کرنا۔[۳] حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

مہ و خورشید و انجم میں چمک اپنی نہیں کچھ بھی
اجالا ہے حقیقت میں انہیں کی پاک طلعت کا

قمر آیا ہے شاید ان کے تلووں کی ضیا لینے
بچھا ہے چاند سا بستر مدینہ آنے والا ہے

قدم سے ان کے سر عرش بجلیاں چمکیں
کبھی تھے بند کبھی وا تھے دیدہ ہائے فلک

صنعت تضاد:

شعر میں ایسے دو الفاظ جمع کرنا جو معنی اور وصف میں ایک دوسرے کے خلاف ہوں یعنی ضد ہوں۔ پھر خواہ وہ دونوں اسم ہوں یا فعل ہوں، اس صنعت کو صنعت طباق اور مطابقت بھی کہا جاتا ہے۔[۴] حضرت لکھتے ہیں:

جہاں میں ان کی چلتی ہے وہ دم میں کیا سے کیا کردیں
زمیں کو آسماں کردیں ثریا کو ثرا کردیں

زمین v/s آسمان - ثریا v/s ثرا (متضاد الفاظ)

میری مشکل کو یوں آساں مرے مشکل کشا کردیں
ہر اک موج بلا کو میرے مولیٰ ناخدا کردیں

مشکل v/s آساں

صنعت تجنیس کامل:

شعر میں دو ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو حروف اور اعراب میں مساوی ہوں لیکن دونوں لفظوں کے معنی الگ الگ ہوں۔ یعنی وہ دو الفاظ تلفظ میں یکساں ہو لیکن دونوں کا استعمال مختلف معنوں میں کیا گیا ہو۔[۵] حضرت فرماتے ہیں:

مفتی اعظم کا ذرہ کیا بنا اختر رضا
محفل انجم میں اختر دوسرا ملتا نہیں

صنعت تجنیس ناقص:

شعر میں دو ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو حروف میں یکساں ہوں لیکن اعراب میں مختلف ہوں اور دونوں لفظ مختلف معنی میں استعمال ہوئے ہوں۔[۶]۔ حضرت تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

موت عالم سے بندھی ہے موت عالم بے گماں
روح عالم چل دیا عالم کو مردہ چھوڑ کر

تم کیا گئے مجاہد ملت جہاں گیا
عالم کی موت کیا ہے عالم کی ہے فنا

صنعت مراعات النظیر:

شعر میں ایسی کئی چیزوں کا ذکر کرنا جن میں باہم مناسبت ہو۔ اس کو تناسب، توفیق، ائتلاف اور تلفیق بھی کہتے ہیں۔[۷]

حضرت فرماتے ہیں:

سر ہے سجدے میں خیال رُخ جاناں دل میں — ہم کو آتے ہیں مزے ناصیہ فرسائی کے

(سر+سجدہ+ناصیہ فرسائی (سب کی آپس میں مناسبت ہے)

یہی کہتی ہے رندوں سے نگاہ مست ساقی کی
درِ میخانہ وا ہے میکشوں کی عام دعوت ہے

(رند+ساقی+میخانہ+میکشوں (آپس میں مناسبت ہے)

یہ مجھ سے کہتی ہے دل کی دھڑکن کہ دست ساقی سے جام لے لے
وہ دور ساغر کا چل رہا ہے شراب رنگیں جھلک رہی ہے

صنعت ترصیع:

شاعری کی اس صنعت کو کہتے ہیں جس میں دونوں مصرعوں کے الفاظ ہم وزن ہوں۔[۸] حضرت فرماتے ہیں:

صداقت ناز کرتی ہے امانت ناز کرتی ہے
حمیت ناز کرتی ہے مروت ناز کرتی ہے

صنعت مقابلہ:

شعر میں پہلے چند ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو ایک دوسرے کے ساتھ موافقت رکھتے ہوں۔ان کا ذکر کرنے کے بعد پھر ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو اول الذکر کے اضداد ہوں۔[۹] حضرت فرماتے ہیں:

سحر دن ہے اور شام طیبہ سحر ہے
انوکھے ہیں لیل و نہار مدینہ

سحر اور نہار میں موافقت اور لیل وشام میں موافقت سحر کے مقابلے میں شام اور لیل کے مقابلے میں نہار۔

صنعت تنسیق الصفات:

کسی کا تذکرہ بہت صفات کے ساتھ کرنا، پھر چاہے وہ تعریف میں ہو یا مذمت میں ہو۔[۱۰] حضرت فرماتے ہیں:

وہی تبسم، وہی ترنم، وہی نزاکت، وہی لطافت
وہی ہیں دزدیدہ سی نگاہیں کہ جس سے شوخی ٹپک رہی ہے

تاج وقار خاکیاں، نازش عرش و عرشیاں
فخر زمین و آسماں، فخر زماں تم ہی تو ہو

صنعت مقلوب مستوی:

شعر میں ایسے الفاظ کا استعمال کرنا کہ اس لفظ کو الٹا کر کے پڑھا جائے، تو بھی وہ سیدھی طرح رہتا ہے یعنی سیدھا اور الٹا یکساں پڑھا جائے مثلاً دید۔[۱۱] حضرت لکھتے ہیں:

ہزاروں درد سہتا ہوں اسی امید میں اختر — کہ ہرگز رائیگاں فریاد روحانی نہیں جاتی
کس دل سے ہو بیان بے داد ظالماں — ظالم بڑے شریر ہیں یا غوث المدد

صنعت مسمط:

وہ نظم جس کے ہر شعر مطلع کے علاوہ تین تین ٹکڑے ہم قافیہ ہوں۔اس نظم میں تین سے لے کر دس اشعار ہوں اور ان تمام اشعار میں کئی جگہ ایک قسم کا قافیہ ہو۔[۱۲] حضرت فرماتے ہیں:

کسی کو وہ ہنساتے ہیں، کسی کو وہ رلاتے ہیں
وہ یونہی آزماتے ہیں، وہ اب تو فیصلہ کردیں

صداقت ناز کرتی ہے، امانت ناز کرتی ہے
حمیت ناز کرتی ہے، مروت ناز کرتی ہے

روح رواں زندگی، تاب و توان زندگی
امن و امان زندگی، شاہ شہا تم ہی تو ہو

صنعت اشتقاق:

اشتقاق ایک کلمہ سے دوسرے کلمہ بنانا یعنی شاعر کا اپنے شعر میں ایسے چند الفاظ کا استعمال کرنا جو ایک ہی ماخذ اور ایک ہی اصل سے ہوں۔ نیز وہ الفاظ معنی کے اعتبار سے بھی موافقت رکھتے ہوں۔[۱۳] حضرت فرماتے ہیں:

ہوا طالب طیبہ مطلوب طیبہ
طلب تیری اے منتظر ہو رہی ہے

طالب مطلوب اور طلب کا ماخذ ایک ہی ہے۔

گنہگارو! نہ گھبراؤ کہ اپنی
شفاعت کو شفیع المذنبیں ہیں

شفاعت اور شفیع کا ماخذ ایک ہی ہے۔

افسوس صد افسوس یہ امام علوم و فنون، سلطان روحانیت، تاجدار ولایت اپنی پوری شان قطبیت کے ساتھ "اللہ اکبر" کی صدائیں بلند کرتا ہوا ۲۰/ جولائی ۲۰۱۸ء، ۶/ ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ بروز جمعہ مالک حقیقی سے جاملا۔ اور خود کو اپنے اس شعر کا مصداق کر گیا۔

موت عالم سے بندھی ہے موت عالم بے گماں — روح عالم چل دیا عالم کو مردہ چھوڑ کر

حوالہ جات:

سفینۂ بخشش، حضور تاج الشریعہ، نیز۔[۱] بحر الفصاحۃ ج ۲،ص ۱۰۹۰ ،حکیم عبد الغنی نجمی رامپوری، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان دہلی ۲۰۰۶ء۔[۲] بحر الفصاحۃ ج ۲،ص ۹۶۷ مطبع سابق۔[۳] بحر الفصاحۃ ج ۲،ص ۱۲۴۴ مطبع سابق۔[۴] بحر الفصاحۃ ج ۲،ص ۱۳۵۵، مطبع سابق۔[۵] بحر الفصاحۃ ج ۲،ص ۱۲۰۱ مطبع سابق۔[۶] بحر الفصاحۃ ج ۲،ص ۱۲۱۲ مطبع سابق۔[۷] بحر الفصاحۃ ج ۲،ص ۱۳۶۹ مطبع سابق۔[۸] بحر الفصاحۃ ج ۲،ص ۱۲۸۴، مطبع سابق۔[۹] بحر الفصاحۃ ج ۲،ص ۱۳۵۵ مطبع سابق۔[۱۰] بحر الفصاحۃ ج ۲،ص ۱۳۱۴ مطبع سابق۔[۱۱] بحر الفصاحۃ ج ۲،ص ۱۲۴۶، مطبع سابق۔[۱۲] بحر الفصاحۃ ج ۲،ص ۱۲۷۲ مطبع سابق۔[۱۳] بحر الفصاحۃ جلد ۲،ص ۱۲۳۱، مطبع سابق۔

٭٭٭

حضرت تاج الشریعہ اور ترجمہ نگاری

ڈاکٹر محمد یونس رضا مونس اویسی، استاذ و مفتی جامعہ عربیہ احسن المدارس قدیم، نئی سڑک کانپور

بلندیوں اور شہرتوں کی ساری حدوں کو توڑ نے والی عالمی و عبقری ذات وارث علوم اعلیٰ حضرت، مظہر حجۃ الاسلام، جانشین مفتی اعظم عالم، شہزادۂ مفسر اعظم، قاضی القضاۃ، فقیہ اعظم، اکمل الکملا، افصح الفصحاء، امام العلماء، فرید العصر، قطب الدہر، استاذنا الکریم حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری علیہ الرحمہ نے جس میدان میں قدم رکھا کامیاب رہے اور زمانے نے کامیابی کی مبارک باد پیش کی آپ نے جہاں علوم وفنون کے سمندر بہائے وہیں آپ نے ترجمہ نگاری پر بھی طبع آزمائی فرمائی، ترجمہ نگاری کے میدان میں بھی حضرت کی گراں قدر خدمات ہیں۔ درحقیقت ترجمہ نگاری ایک فن ہے، ایک آرٹ ہے، اس کو ایک عام اور آسان کام سمجھ لینا عقل مندی نہیں۔ محض دو زبانیں جاننا ترجمہ نگاری کے لئے کافی نہیں، ہمارے ملک میں تقریباً ہر پڑھا لکھا شخص کم سے کم دو تین زبانیں جانتا ہے۔ لیکن ان میں سے ہر شخص ایک زبان کی تحریر کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ ترجمہ نگاری ایک فن ہے اور کوئی بھی فن بآسانی نہیں آتا، اس کے لئے مشق اور ریاضت کی ضرورت ہوتی ہے۔

ترجمہ کا مطلب کسی بھی زبان کے مضمون کو اس انداز سے دوسری زبان میں منتقل کرنا ہے کہ قاری کو یہ احساس تک نہ ہو کہ عبارت بے ترتیب ہے۔ یا عبارت میں پیوندکاری کی گئی ہے۔ کما حقہ ترجمہ کرنا بہت مشکل کام ہے۔ یہ نگینہ جڑنے کا فن ہے۔ ترجمہ میں ایک زبان کے معانی اور مطالب کو دوسری زبان میں اس طرح منتقل کیا جاتا ہے کہ اصل عبارت کی خوبی اور مطلب جوں کا توں باقی رہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ ترجمہ محض ایک بے روح نقالی کا نام نہیں ہے بلکہ اس میں اصل کا پورا خیال اور مفہوم اس لوچ اور نرمی یا اس درشتی اور سختی، اس جاذبیت اور دل کشی یا اس بے کیفی اور بے رنگی کے ساتھ، اسی احتیاط کے ساتھ آئے اور زبان وبیان کا بھی ویسا ہی معیار ہو۔

صحیح معنوں میں کما حقہ ترجمہ نگاری کے لئے کم از کم تین شرطیں ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) جس زبان سے ترجمہ کیا جا رہا ہے اس زبان کی لغت سے، اصطلاحات اور محاوروں سے، کسی قدر ادبیات سے اور تھوڑی بہت تاریخ سے واقفیت اور نکھرا ہوا ذوق ضروری ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ جس زبان کی تصنیف کا ترجمہ کرنا ہے اس زبان پر بھی ترجمہ کرنے والے کو ماہرانہ عبور حاصل ہو۔ یا وہ اصل عبارت یا اصل تصنیف والی زبان میں خود بھی اسی طرح بے تکلف اور بے تکان لکھ سکتا یا بول سکتا ہو، بلکہ اس زبان کا صرف کتابی علم کافی ہے۔ اصل عبارت یا اصل تصنیف کی زبان کا علم صرف کتابی نہیں بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہو تو اور اچھا ہے۔ جتنا زیادہ ہو اتنا ہی اچھا ہے۔ اور اگر کتابی علم بھی نہ ہو تو زبان کی باریکیاں اور اصل قلم کار کے خیال کی نزاکتیں ہاتھ سے نکل جائیں گی، اصل عبارت کی نوک پلک پر ترجمہ کرنے والے کا دھیان نہیں جائے گا۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ جس زبان میں ترجمہ کرنا ہے اس پر ماہرانہ عبور حاصل ہو، اصل تصنیف کی زبان سے کہیں زیادہ

قدرت اس زبان میں ہونی چاہئے جس میں ترجمہ کرنا مقصود ہے۔ یہاں تک کہ اس زبان میں خود لکھ لینے کی اچھی خاصی مشق اور اس زبان کا پہلودار علم ہونا چاہئے۔ پہلودار علم سے مراد یہ ہے کہ اس کے ماخذ کا، جہاں جہاں سے وہ سیراب ہوئی ہے ان سرچشموں کا، اس کے نشیب وفراز کا علم ہو، الفاظ کہاں سے آئے، کس طرح آئے، ان کے لغوی معنی کیا تھے، اصطلاحی معنی کیا ہوگئے اور ان کے حقیقی معنی کیا تھے، مجازی معنی کیا ہوگئے اور کیا ہو سکتے ہیں۔ ان کے روزمرہ اور محاورے کیوں کر بنے ان میں مختلف اوقات میں کیا تبدیلیاں ہوئیں۔ ایک لفظ اپنے دامن میں کتنے معانی رکھتا ہے اور ایک مادہ سے کون کون سے الفاظ کس کس طرح بن سکتے ہیں۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ جس عبارت یا تصنیف کا ترجمہ کرنا مقصود ہے اس کے موضوع اور فن سے مناسب حد تک واقفیت ہو کیوں کہ موضوع اور فن کے بدلنے سے بسا اوقات بہت سے الفاظ کے معنی بدل جاتے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی لفظ یا ایک ہی ترکیب کے ادب میں کچھ اور معنی ہوتے ہیں، نحو میں کچھ اور ہوتے ہیں اور صرف میں کچھ اور، اور منطق میں کچھ اور معنی ہو جاتے ہیں۔ مثلاً لفظ کلمہ کو لے لیجئے لغت میں بات، خطبہ اور قصیدہ کے معنی میں آتا ہے۔ نحو وصرف میں اس کا مطلب ہوتا ہے وہ لفظ جو معنی مفرد رکھتا ہو، اور اہل منطق کی اصطلاح میں کلمہ کا وہی معنی ہے جو نحویوں کے نزدیک "فعل" کا ہے۔ اب اگر ترجمہ کرنے والے کو یہ معلوم نہیں کہ اس لفظ کا کس فن میں کیا معنی ہے تو وہ لغت کی مدد سے ترجمہ کر دے گا تو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عبارت کا سارا مفہوم غارت ہو جائے اور وہ ترجمہ، ترجمہ کے بجائے "رجم" (عبارت کی سنگساری اور قتل وخون) کا باعث ہو جائے۔

موضوع اور فن کی واقفیت سے مراد صرف یہی نہیں ہے کہ اگر عبارت علم معاشیات کی ہے تو معاشیات کی چند اصطلاحیں جان لی جائیں، یا اگر ادبی موضوع ہے تو پہلے سے تھوڑی بہت ادبی سوجھ بوجھ پیدا کی جائے، بلکہ اصل موضوع سے واقفیت کے معنی کچھ اور بھی ہیں۔ اس کے یہ بھی معنی ہیں کہ اگر کسی صاحب طرز ادیب یا مخصوص رجحان اور خاص ذہنیت کے مصنف کی تصنیف کا ترجمہ کرنا ہو تو اس ادیب یا مصنف کے طرز فکر سے، رجحان اور خاص ذہنیت سے آگاہی ہو۔ ضروری نہیں کہ پہلے سے اس کی تمام تصانیف کا مطالعہ ہو، بلکہ یہ کافی ہے کہ اس کی سوانح عمری یا زندگی کے خاص خاص حالات اور اس کے طرز بیان کے متعلق دوسروں کی رائیں معلوم کر لی جائیں۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم شرط یہ ہے کہ جس تصنیف کا ترجمہ کرنا ہے اسے خوب غور سے ایک بار اول تا آخر پڑھ لیا جائے، اور اگر زیر ترجمہ تصنیف پر دوسروں کی رائیں، تبصرے یا تنقیدیں یا تعارف مل سکیں تو ان پر ایک نظر ڈال لی جائے، اس کے بعد ترجمہ کا کام شروع کیا جائے۔ یہ اچھی ترجمہ نگاری کے لئے ضروری اور بنیادی باتیں ہیں، مترجم ترجمہ نگاری کے دوران ان کا جس حد تک لحاظ کرے گا اور خود اس کی ذات ان اوصاف وشرائط پر جس حد تک پوری اترے گی۔ اس کا ترجمہ اتنا ہی عمدہ، شاندار اور اصل عبارت یا تصنیف کے مفہوم کو ادا کرنے والا ہوگا۔

اب اس کی روشنی میں جب ہم حضور تاج الشریعہ کی شخصیت کو دیکھتے ہیں تو نہ صرف ضروری حد تک ان اوصاف وشرائط کا جامع پاتے ہیں۔ بلکہ دونوں زبانوں میں زبردست مہارت اور کمال کا حامل پاتے ہیں۔ اردو تو ان کی مادری زبان ہے اور عربی یا انگریزی میں وہ اہل زبان جیسی مہارت رکھتے ہیں۔ ان دونوں زبانوں میں وہ بلا جھجک اور برجستہ لکھنے اور بولنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اسی لئے ترجمہ نگاری کے باب میں آپ کی نوک قلم سے کئی اہم اور شاندار کام عالم وجود میں آئے ہیں۔

جب ہم اس حیثیت سے آپ کی خدمات کا جائزہ لیتے ہیں تو کئی کارنامے ہمارے سامنے آتے ہیں اور قلب ونگاہ کے لئے

سامان تسکین فراہم کرتے ہیں۔ سردست ہم ان کے عربی سے اردو تراجم کا مختصر نمونہ دو کتابوں ترجمہ ''المعتقد المنتقد'' و ''المستند المعتمد'' اور ترجمہ ''الزلال الأنقی من بحر سبقة الأتقی'' سے پیش کرتے ہیں:

۱ المعتقد المنتقد و المستند المعتمد بناء نجاة الأبد:

"ومنهم المرزائية ونحن نسميهم الغلامية نسبةً الى غلام أحمد القادياني دجال حدث في هذا الزمان فادعى اولاً مماثلة المسيح وقد صدق والله فانه مثل المسيح الدجال الكذاب ثم ترقى به الحال فادعى الوحي وقد صدق والله لقوله تعالى: شيطين الانس والجن يوحي بعضهم الى بعض زخرف القول غروراً۔ اما نسبة الايحاء الى الله سبحانه و تعالى وجعله كتابه البراهين الغلامية كلام الله عز و جل فذالك ايضاً مما أوحى اليه ابليس أن خلمني وانسب الى اله العالمين.

ثم صرح بادعاء النبوة والرسالة وقال: "هو الله الذي أرسل رسوله في قاديان" وزعم أن مما نزل الله عليه انا انزلناه بالقاديان وبالحق نزل" وزعم انه هو احمد الذي بشر به ابن البتول وهو المراد من قول تعالى عنه مبشرا برسول يأتي من بعدي اسمه أحمد: انك انت مصداق هذه الآية "هو الذي أرسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله" ثم أخذ يفضل نفسه اللئيمة على كثير من الأنبياء والمرسلين صلوات الله تعالى وسلامه عليهم اجمعين. وخص من بينهم كلمة الله وروح الله ورسول الله عيسى صلى الله تعالى عليه وسلم فقال:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو — اس سے بہتر غلام احمد ہے

أي اتركوا ذكر ابن مريم فان غلام احمد أفضل منه.

واخذ أوخذ بأنك تدعي مماثلة عيسى رسول الله عليه الصلوٰة والسلام فاين تلك الايات الباهرة التي أتى بها عيسى كاحياء الموتى وابراء الاكمه الأبرص وخلق هيئة الطير من الطين فينفخ فيه فيكون طيرا باذن الله تعالى فاجاب بأن عيسى انما كان يفعلها بمسمريزم اسم قسم من الشعوذة بلسان انكلترة قال ولولا أني أكره أمثال ذالك لأتيت بها واذ قد تعود الانبياء عن الغيوب الأتية كثيرا ويظهر فيه كذبه كثيرا بكثيرا داوى داءه هذا بان ظهور الكذب في اخبار الغيب لاينافي النبوة فقد ظهر ذالك في اخبار أربع مائة من النبيين واكثر من كذبت أخباره عيسى وجعل يصعد مصاعد الشقاوة حتى علا من ذالك واقعة الحديبية. فلعن الله من آذى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ولعن من آذى احدا من الأنبياء وصلى الله تعالى على انبياء وبارك وسلم".

[المعتقد المنتقد مع المستند المعتمد بناء نجاة الابد (عربی)، ص ۲۲۳-۲۲۴، رضا اکیڈمی، ممبئی، ۲۰۰۱ء]

ترجمہ: ''اور انہیں میں سے مرزائی فرقہ ہے اور ہم ان لوگوں کو مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف منسوب کر کے ''غلامی'' کہتے ہیں یہ ایک دجال ہے جو اس زمانہ میں نکلا تو پہلے اس نے حضرت عیسیٰ مسیح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے جیسا ہونے کا دعویٰ کیا اور خدا کی قسم اس نے سچ کہا وہ جھوٹے مسیح دجال کے مثل ہے پھر اس کی حالت نے ترقی کی تو اس نے اپنی طرف وحی کا دعویٰ کیا اور بے شک وہ خدا کی قسم سچا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''شیطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض

زخرف القول غرورا" (سورۃ الانعام آیت ۱۱۲) آدمیوں اور جنوں میں شیطان کہ ان میں ایک دوسرے پر خفیہ ڈالتا ہے بناوٹ کی بات دھوکے کو۔ (کنزالایمان) رہا اس کا دعویٰ (عزم) وحی کو اللہ کی طرف کرنا اور اپنی کتاب "براہین غلامیہ" کو کلام اللہ عزوجل قرار دینا تو یہ بھی ان باتوں سے ہے جو ابلیس نے اس سے چپکے سے کہہ دیں: ''کہ تو مجھ سے لے لے اور اللہ العالمین کی طرف منسوب کردے''۔

پھر کھل کر اس نے نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا اور کہا: وہی ہے اللہ جس نے اپنا رسول قادیان میں بھیجا اور اس نے یہ کہا کہ اللہ نے جو اتارا اس میں یہ آیت ہے کہ ہم نے اس کو قادیان میں اتارا اور وہ حق کے ساتھ نازل ہوا۔ اور یہ گمان کیا کہ یہ وہی احمد ہے جس کی بشارت مریم کے بیٹے نے دی اور وہی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے مراد ہے جس میں اللہ نے فرمایا اے رسول کی خوش خبری دیتا آیا جو میرے بعد ہوگا اس کا نام احمد ہوگا اور اس کا گمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا، بے شک تم اس کے مصداق ہو: آیت "هو الذي أرسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله" (سورۃ الفتح آیت ۲۸) وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔ (کنزالایمان) پھر اپنی کمین ذات کو بہت سارے انبیاء و مرسلین صلوات اللہ علیہم و سلامہ سے افضل بتانے لگا اور نبیوں اور رسولوں میں کلمۃ اللہ و روح اللہ کو خاص کر کے کہا ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے اور جب اس سے مواخذہ کیا گیا کہ تو عیسیٰ رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے جیسا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو کہاں ہیں وہ ظاہر نشانیاں جو عیسیٰ علیہ السلام لائے، جیسے مردوں کو زندہ کرنا، مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دینا، اور مٹی سے پرندہ کی شکل بنانا، پھر اس میں پھونک مارتے تو وہ اللہ کے حکم سے اڑتا پرندہ ہو جاتا تو اس نے جواب دیا عیسیٰ یہ کام مسمریزم سے کرتے تھے (مسمریزم انگریزی زبان میں ایک قسم کا شعبدہ ہے) تو اس نے کہا اور اگر یہ نہ ہوتا کہ میں ان جیسی باتوں کو ناپسند کرتا ہوں تو میں بھی ضرور دکھاتا اور جب مستقبل میں ہونے والی غیب کی خبریں بہت بتانے کا عادی ہوا اور ان پیشین گوئیوں میں اس کا جھوٹ بہت زیادہ ظاہر ہوتا۔ اپنے مرض کی اس نے دوا یوں کی کہ غیبی خبروں کا جھوٹ ہونا نبوت کے منافی نہیں اس لئے کہ بے شک یہ چار سو نبیوں کی خبروں میں ظاہر ہوا اور سب سے زیادہ جن کی خبریں جھوٹی ہوئیں عیسیٰ (علیہ السلام) ہیں اور بدبختی کے زینوں میں چڑھتے چڑھتے اس درجہ کو پہنچا کہ واقعہ حدیبیہ کو انہیں جھوٹی خبروں میں شمار کیا، تو اللہ کی لعنت ہو اس پر کہ جس نے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دی، اور اللہ کی لعنت اس پر ہو کہ جو انبیاء میں سے کسی کو ایذا دے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی انبیاء و بارک وسلم۔

۴ الزلال الأنقى من بحر سبقة الأتقى: (فضائل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق)

اور حضرت ایک دوسری کتاب کا عربی سے اردو میں ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قلت وللمناقش أن يناقش فيه بأربعة وجوه يلتقطها وجهان الأول انا لا نسلم أن أبا بكر لم يكن عليه لأحد نعمة تجزى فان من أعظم المنعمين على الانسان والديه قال تعالى: ﴿أن اشكر لي ولوالديك﴾ ومعلوم أن لا شكر الا بمقابلة النعمة ونعمة الوالدين من النعم الدنيوية التي تجرى فيها المجازاة دون الدينية التي قال الله تعالى فيها ﴿قل لا أسألكم عليه أجرا ان أجرى الا على رب العالمين﴾ على انا نعتقد أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قد تمت

لہ خلافۃ اللہ العظمیٰ ونیابتہ الکبریٰ فیدہ الکریمۃ اعلیٰ وأیدی العالمین سفلیٰ جعل سبحٰنہ وتعالیٰ خزائن رحمتہ ونعمہ ومواین جودہ وکرمۃ طوع یدیہ ومفوضۃ إلیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینفق کیف یشاء وھو خزانۃ السرور وموضوع نفوذ الأمر فلا تنال برکۃ الامۃ ولا ینتقل خیر الا عنہ کما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم إنما انا قاسم واللہ المعطی فھو الذی یقسم الخیرات والبرکات وسائر النعماء والآلاء فی الارض والسماء والملک والملکوت والأول والآخر والباطن والظاھر أیقنت بہا جماھیر الفضلاء العظام ومشاھیر الأولیاء الکرام کما حققتہ فی رسالتی الملقبۃ بسلطنۃ المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفیھا من المباحث الفائقۃ والمدارک الشائقۃ ما تقربہ الأعین وتلذ بہ الآذان وتنشرح بہ۔"

ترجمہ: میں کہتا ہوں کسی کو مجال ہے کہ اس میں چار وجہ سے بحث کرے جن کو دو وجہیں گھیرے ہیں پہلی وجہ یہ کہ ہمیں تسلیم نہیں کہ ابوبکر پر کسی کا ایسا احسان نہ تھا جس کا بدلہ دیا جائے اس لئے کہ انسان پر بڑے محسنوں میں اس کے ماں باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا اور یہ معلوم ہے کہ شکر نعمت کے مقابل ہی ہوتا ہے اور والدین کے احسانات ان دنیوی احسانات سے ہیں جن میں بدلہ دینا جاری ہے اور یہ دینی احسانات نہیں ہیں۔ جن کے بابت اللہ کا فرمان ہے۔ اے محبوب تم فرماؤ میں تم سے اس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو جہانوں کے پروردگار پر ہے۔ اس کے علاوہ ہمارا عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ کی خلافت عظمیٰ اور نیابت کبریٰ کامل ہوچکی تو ان کا دست کرم بالا اور سب جہانوں کے ہاتھ پست اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور کل نعمت کے خزانے اور اپنے فیض و کرم کے خوان ان کے ہاتھوں کے مطیع کر دیئے اور یہ سب انہیں سونپ دیا جیسے چاہیں خرچ کریں اور وہ راز الٰہی کا خزانہ اور اس کے حکم کی نفاذ ہیں تو برکت انہیں سے ملتی ہے اور خیر انہیں سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں تو بانٹتا ہوں اور اللہ دیتا ہے تو وہی خیرات وبرکات اور ساری نعمتیں آسمان وزمین و ملک و ملکوت اول وآخر باطن وظاہر میں بانٹتے ہیں اس پر فضلاء عظام اور مشہور اولیاء کرام کے جمہور کا یقین ہے جیسا کہ اپنے رسالہ سلطنۃ المصطفیٰ میں تحقیق کی اس میں کچھ ایسے مباحث فاضلہ اور پسندیدہ دلائل ہیں کہ ان سے آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور کان لطف اندوز ہوتے ہیں اور سینے کھلتے ہیں"۔ [فضائل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق، ص ۴۴-۴۵، ادارہ معارف نعمانیہ، لاہور۔]

حضرت ترجمہ کی تمام تر خوبیوں سے لیس نظر آتے ہیں، مولانا عربی اردو ادب کے ماہر ادیب ہیں مندرجہ ذیل عبارت دیکھئے، عربی اشعار کا ترجمہ آپ نے اردو اشعار میں کیا ہے۔

فواللہ لم یبلغ ثنای کمالہ ولـــکن عجزی خیر مدح لمالہ
فلذا البحر لولا أن للبحر ساحلاً وذا البدر لولا البدر یخشیٰ مآلہ

ترجمہ:

اس کے کمال تک نہ پہنچا مرا بیاں پر بہترین مدحت ہے عجز کی زباں
ساحل اگر نہ ہو تو وہ بحر بیکراں کھٹکا نہ ہو غروب کا تو بدر ہر زماں

[فضائل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق، ص ۱۹، ادارہ معارف نعمانیہ لاہور۔]

اور ایک مقام پر لکھتے ہیں:

اذا لم یکن فضل فما النفع بالنسب
وھل یصطفی خبث وان کان من ذھب
ولکنني أرجو الرضا منك یارضا
وأنت علی فاز ولی عالی الرتب

ترجمہ:

معدوم ہو کرم تو کس کا نسب نسب — زر کا بھی میل ہو تو مقبول ہو وہ کب
لیکن امیدوار رضا تجھ سے ہوں رضا — اور تو علی ہے مجھ کو دے عالی قدر رتب

[فضائل حضرت سیدنا ابو بکر صدیق، ص ۱۷، ادارہ معارف نعمانیہ، لاہور۔]

مذکورہ بالا ترجمے کی فصاحت وسلاست ظاہر ہے، اگر متن عربی کو الگ کر دیا جائے تو ترجمہ محسوس نہیں ہوگا جس کی وجہ یہ ہے کہ ترجمہ اردو اسلوب ہی میں کیا گیا ہے جو ترجمہ کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔ حضرت کے ترجمہ کا انداز یہی ہے اور یہ ترجمہ کا بہت بڑا کمال ہے کہ لفظ و معنی کی رعایت ہو جائے اور ساتھ ہی مقصد بھی واضح ہو جائے۔ آپ انتہائی دل نشیں انداز میں مختصر اور سلیس عبارت میں مافی الضمیر کو بڑی خوش اسلوبی سے ادا کرتے ہیں۔

میں نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں سرکار تاج الشریعہ کی ترجمہ نگاری اور تصانیف وتراجم پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ یہ ایک معمولی جھلک ہے۔ فقیر نے سترہ سال سرکار تاج الشریعہ کی کفش برداری کا شرف حاصل کیا ہے۔ سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمہ اور شہزادہ تاج الشریعہ حضرت علامہ عسجد رضا صاحب جب کعبہ مقدسہ کے اندر تشریف لے جا رہے تھے فقیر بھی مطاف ہی میں موجود تھا جو انوار وتجلیات سرکار تاج الشریعہ کے چہرۂ پرنور سے عیاں تھے وہ بیان سے باہر ہے ساتھ ہی وہ رحمت وانوار جو پورے حصے پر سایہ کناں تھے اس کی تجلی کو بھی الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا جا سکتا۔ اس وقت میں ماہنامہ سنی دنیا کا ایڈیٹر تھا۔ اس حوالے سے میں نے اداریہ لکھا ہے اسے ملاحظہ کریں۔ ذہن ودماغ پر حضور تاج الشریعہ کی رحلت سے جو اثر ہوا اسے کیا بیان کروں بالکل ذہن ودماغ پر سرکار کی یادیں اور رحلت کا غم پیوست ہے بعد میں تفصیل سے حضرت کی روحانی وعلمی شخصیت اور ضرورت پر لکھوں گا ان شاء اللہ۔ افسوس علم وعمل کا یہ کوہ ہمالیہ اور تحقیق وتدقیق کا جبل شامخ، تقویٰ وطہارت کا سلطان، اہل سنت کا دستگیر ہم سے رخصت ہو گیا یعنی ۶/ ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ، ۲۰/ جولائی ۲۰۱۸ء کو موت سے گلے مل کر وصال حبیب سے ہمکنار ہو گئے انتقال کی صبح سے لیکر تدفین تک کا ماحول کس کیف واضطراب کا رہا اسے دیکھنے والوں نے مشاہدہ کیا ہے کما حقہ اسے الفاظ کی زنجیروں میں جکڑا نہیں جا سکتا۔ سرکار کا مشن ہمارے سامنے ہے ہمیں چاہئے کہ اس کی ترویج واشاعت میں کوشاں رہیں اور ہمارے حضرت کے جانشین حضرت علامہ عسجد رضا قادری مدظلہ العالی کے علمی وعملی، دینی وملی کاموں میں کاندھا سے کاندھا ملائیں۔ مولیٰ تعالیٰ ہمارے حضرت کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کے فیضان سے ہمیں مالا مال فرمائے۔

***

حضور تاج الشریعہ کے کلام میں عشق وعرفان کی عطر بیزیاں

مولانا غلام مصطفی رضوی، نوری مشن مالیگاؤں

بامعنی اشعار روح کو تڑپا دیتے ہیں، دل کو مہکا دیتے ہیں، فکروں میں ارتعاش پیدا کر دیتے ہیں۔ پھر تھکی تھکی طبیعت تازہ ہو اُٹھتی ہے۔ پژمردہ دل کھل جاتے ہیں۔ اشعار کی دنیا کا عجیب عالم ہے، ہر ہر بامعنی اور نکتہ آفریں شعر کشش ورعنائی رکھتا ہے۔ تو پھر جب شاعری کا محرک وہ جذبہ ہو جس کا تعلق ظاہر سے نہیں باطن سے ہو، محبوب مجازی سے نہیں محبوبِ رب کائنات رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو، جہاں محبتوں کے جلوے بکھرے ہوں، تو جو شعر ان کے دامن سے منصۂ شہود پر آئے گا وہ حقیقت کا عکاس اور مرضِ دل کا نباض ہوگا، آئینۂ صدق و جمال ہوگا۔ صنفِ سخن میں 'نعت' کی قدر و منزلت آشکارا اور حق شعار رہی ہے۔ اس میں محبت وعشق کا التزام ضروری ہے، یوں عرفان حاصل ہوتا ہے۔ نعت کا قصرِ رفیع خدائی اکرام وانعام سے نہال و مالا مال ہے۔ اور اس میں ہر آن اہتمامِ شریعت کی پاس داری ورعایت درکار ہوتی ہے۔ یہاں ریا و تصنع کی بنیادیں نہیں چاہیے؛ بلکہ صدق و وفا کا عنصر چاہیے۔ اُلفت وعقیدت کی واقعیت کے لیے صرف شعری حسن ہی درکار نہیں پاسِ شرع کا التزام بھی ہر لحظہ روبرو رہے۔

فنی وشعری لوازمات کے ساتھ شریعت کی مکمل پاس داری تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں اختر بریلوی کے کلام میں رچی بسی اور جلوہ ساماں دکھائی دیتی ہے۔ آپ کا اصل میدان تو خدمتِ شرع وحدیث اور دعوت وتبلیغ ہے، لیکن قلب گداز کی تسکین اور موروثی دولت عشق وعرفانِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ترویج واشاعت کی خاطر زبانِ اختر محبوب کی یاد میں جب وا ہوتی ہے، تو ایسے اشعار بھی ادب کے دامن کو نہال وبحال کر جاتے ہیں اور تپشِ دل کو بڑھا جاتے ہیں کہ الفت ومحبت الفاظ کی قبائے دل آویز پہن لیتی ہے ؎

عطا ہو بے خودی مجھ کو خودی میری ہوا کر دیں
مجھے یوں اپنی اُلفت میں مرے مولیٰ فنا کر دیں

پی کے جو مست ہو گیا بادۂ عشق مصطفی
اس کی خدائی ہو گئی اور وہ خدا کا ہو گیا

حضور تاج الشریعہ اُس محتاط بریلوی اسکول کے تربیت یافتہ ہیں جہاں حزم واحتیاط کو فوقیت حاصل ہے، جہاں ادب واحترام کا شعور دیا جاتا ہے اور محبت بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب واحترام سکھائے جاتے ہیں۔ اس لیے کلام عرفاں طراز بیجا سے محفوظ ہے اور شعر شعر کا بنیادی مصدر قرآن مقدس ٹھہرتا ہے۔ اس جہت سے جب ہم عصر حاضر کے محتاط وممتاز شاعر حضور تاج الشریعہ علامہ اختر بریلوی کے کلام کا جائزہ لیتے ہیں تو لفظ لفظ اور حرف حرف سے عشق وعرفان کی خوشبو پھوٹتی اور چھلکتی محسوس ہوتی ہے، اور روح جھوم جھوم جاتی ہے، ایمان طراوت پاتے ہیں، الفاظ صف در صف نظر آتے ہیں۔ ہر ہر لفظ یوں جیسے انگوٹھی میں نگینہ

اور اس زمیں پہ مدینہ، قلب بے قرار طیبہ کی یاد میں مچل اُٹھتا ہے اور ایسے شعر بھی سخن کو عروج عطا کرتے ہیں ؎

جاں تو ئی جاناں قرار جاں توئی
جانِ جاں جانِ مسیحا آپ ہیں
مہ و خورشید و انجم میں چمک اپنی نہیں کچھ بھی
اُجالا ہے حقیقت میں انھیں کی پاک طلعت کا
اٹھاؤ بادہ کشو! ساغرِ شراب کہن
وہ دیکھو جھوم کے آئی گھٹا مدینے سے

محبت میں ادب و آداب کا لحاظ بڑا نازک امر ہے، اس لیے کہ محبوبِ خدا کا ادب و احترام ایمان کی کسوٹی ہے، یہ اگر مجروح ہوا تو دل کا عالم زیروزبر ہو جائے گا، عقیدے کی فصل برباد جائے گی، فکر کی جولانی ماند پڑ جائے گی۔ نعت کی نازک منزل میں بھی تاج الشریعہ علامہ اختر رضا بریلوی کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آتی بلکہ وہ شریعت کے ادب و آداب کی پاس داری کو مقدم رکھتے ہیں، اسی لیے آپ کے اشعار سے جہاں سخن کو تابندگی ملتی ہے؛ وہیں دل کے سب داغ دُھل جاتے ہیں اور محبت و عشق کے دیے طاقِ دل پر جل اُٹھتے ہیں۔ تو ایسے اشعار بھی تخیل کے ماتھے کا جھومر بنتے ہیں ؎

چشمِ تر وہاں بہتی دل کا مدعا کہتی
آہ! با ادب رہتی مونھ میرا سِل جاتا
دل کا ہر داغ چمکتا ہے قمر کی صورت
کتنی روشن ہے رُخِ شہ کے خیالات کی رات

یادِ رُخِ شہ دل کا قرار اور ایمان کا سنگھار ہے۔ اور اسی لیے جب ''بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے''۔ ایک در کریم ہے جس سے دور ہو رہنے سے انسانیت کی رُسوائی ہے، ذلت و ناکامی ہے، یہی وجہ ہے کہ آج غمِ دوراں نے مسلمانوں کو خون رُلا دیا ہے، غمِ عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فکر و نظر میں سما جائے تو دنیا کا کوئی غم حسرت و یاس میں نہ ڈال سکے گا، شعور کے نشیمن کو خاکستر نہ کر سکے گا، عقیدے کی دنیا میں خزاں نہ لا سکے گا ؎

جب کبھی ہم نے غمِ جاناں کو بھلایا ہوگا
غمِ ہستی نے ہمیں خون رُلایا ہوگا

جب محبت و عقیدت کی بہاریں شبستانِ حیات میں عود کر آئیں، تو محب کی ہر ہر ادا محبوب کی محبت کی غمازی کرنے لگتی ہے۔ آج بساطِ عالم میں تقویٰ و طہارت، نجابت و استقامت، فضل و شرف، اُلفت و وارفتگی، اسوۂ حسنہ پر عمل اور سنتوں کی پاس داری میں تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری کی ذات ایک مثال بن چکی ہے اور کردار کی چمک، افکار کی دمک، اخلاص کی مہک نے کلام کو مؤثر بنا دیا ہے۔ جو پڑھتا ہے وارفتہ و فریفتہ ہو جاتا ہے، عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چنگاری سلگ اُٹھتی ہے اور تمنائے زیست کشاں کشاں کوچۂ محبوب میں منزلِ حیات ''قضا'' سے ہم کنار ہوا چاہتی ہے، وہ موت کی گھڑی میں محبوب کے جلووں کی

تمنائی ہوتی ہے، کیسی ایمان افروز تمنا کہ جسے تخن کی معراج قرار دینا بجا کیسے ۔

زندگی اب سر زندگی آ گئی
آخری وقت ہے اب مدینے چلیں
گل ہو جب اختر خستہ کا چراغ ہستی
اس کی آنکھوں میں تیرا جلوۂ زیبائی ہو

ڈنمارک کے شاتمانِ رسول نے ایسی جسارت کرلی کہ جس کے تصور سے ہی رُوح کانپ کانپ اُٹھتی ہے۔ خیالی کارٹون بنا کر ان سے منسوب کیا یوں متاعِ عشق کو ناپنا چاہا، مسلمانوں کی جائے قرار کی توہین کر کے ایمان کو بے قرار کرنا چاہا، ایمانی درجۂ حرارت کو ناپنا چاہا تو ضروری ہوا کہ عہد کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا جائے اس طرح سے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق وعرفان کا درس دیا جائے، ان سے محبت کا سبق قوم کو ازبر کرایا جائے، دشمنانِ اسلام کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا جائے، ویسے تو رب تعالیٰ نے خود اپنے محبوب کے ذکر کو بلند فرمادیا تو پھر ہر لمحہ ذکر محبوب کیوں نہ کیا جائے، جب کہ مخالفت کی آندھیاں چلائی جارہی ہیں تو ضروری ہوا کہ نعت کے نغمات الاپے جائیں، ان کے تذکار کی خوشبو سے ہر رہ و دہر کو مہکا دیا جائے۔ کلامِ اختر جذبات کو سہارا دیتے ہیں، اشعار سے روح کیف آشنا ہوجاتی ہے، دردِ محبت دکھوں کا مداوا بن جاتا ہے ۔

دردِ اُلفت میں دے مزا ایسا
دل نہ پائے کبھی قرار سلام

راقم نے قلم برداشتہ لکھے گئے اس مختصر سے مضمون میں حضور تاج الشریعہ کے نعتیہ اشعار میں نبوی عشق وعرفان کی جلوہ سامانیوں کی ایک سرسری جھلک دکھادی ورنہ اس موضوع پر حقِ تحریر کوئی ادب شناس ہی ادا کرسکتا ہے۔ آپ کے نعتیہ دیوان ''سفینۂ بخشش'' (مطبوعہ ممبئی وبریلی ودہلی) میں شرعی التزام واہتمام کے ساتھ شعورِ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پروان چڑھایا گیا ہے، عہد رواں کی بادِ سموم میں اسی عشق ومحبت کے عرفان کی ضرورت ہے ''جو قلب کو تڑپا دے اور روح کو گرما دے۔'' اور کشتِ ایماں کو سرسبز وشاداب کردے۔

***

حضور تاج الشریعہ اور شاعرانہ پیکر تراشی

مولانا محمد کلیم اللہ برکاتی مصباحی، دارالعلوم قادریہ، اسلام نگر موتی پور، دیوریا، یوپی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین حضور مفتی اعظم، شہزادۂ حضور مفسر قرآن، تاج الشریعہ علامہ اسماعیل رضا المعروف اختر رضا ازہری اختر بریلوی قدس سرہ العزیز مختلف الجہات اور ہشت پہلو شخصیت کے حامل تھے، تشنگان علوم نبویہ کے لئے مشفق استاذ و مربی، سالکان راہ طریقت کے لئے مرشد کامل و پیر طریقت، فقہی مسائل کی طرف رجوع کرنے والوں کے لئے مرجع فتاویٰ و بالغ نظر فقیہ، احکام شرع کے استحکام و نفوذ کے لئے قاضی القضاۃ فی الہند اور نہ جانے کیا کیا تھے۔ آپ کی مصروفیات کا عالم یہ کہ تبلیغ و ارشاد کے سلسلے میں ملک و بیرون ملک کے مسلسل دورے کرتے، فقہی سیمیناروں میں بحیثیت فیصل شرکت فرماتے، سلسلۂ رضویہ کی اشاعت میں سب سے بڑا کام جامعۃ الرضا کی تعلیمی و تعمیری فروغ و استحکام کے لئے نت نئے منصوبے بناتے، مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ میں ہمہ تن مصروف رہنے کے باوجود نہ صرف شاعری کے لئے وقت نکال لینا بلکہ شاعری کی سب سے مشکل صنف سخن، نعت میں طبع آزمائی کرنا اور اسے فن کی بلندیوں سے ہمکنار کرنا اور پوری دیانت داری سے اس کے تقاضوں کو پورا کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ اسے فضل الٰہی، عطائے نبوی، نوازشِ بزرگاں اور کلکِ رضا کا فیض ہی کہا جا سکتا ہے اور اس میں ان کے خاندانی ماحول کا بھی بڑا کردار ہے۔ چونکہ حضرت اختر بریلوی کا پورا خانوادہ عشق رسول کے رنگ میں رنگا ہوا ہے، حضرت رضا بریلوی، حسن بریلوی، حامد بریلوی اور نوری بریلوی کی نعتیہ شاعری نے ایک عالم کو مسحور و متاثر کیا ہے، ظاہر ہے حضرت اختر بریلوی اسی خاندان ہمہ آفتاب کے چشم و چراغ ہیں، انہوں نے ان کے موروثی عشق رسول اور فن شاعری دونوں سے فیض حاصل کر کے کشتی امت کو ساحل نجات سے ہمکنار کرنے کے لئے سفینۂ بخشش تیار کیا جو کمیت و کیفیت، ہر لحاظ سے اردو شاعری میں بیش بہا اضافہ اور گراں قدر سرمایہ ہے اور لائق مطالعہ بھی ہے۔ اس پر تنقیدی اور تحقیقی تبصرہ احباب علم و ادب اور صاحبان نقد و نظر ہی کریں گے۔

اس مضمون میں ان کی پیکر تراشی کی چند جھلکیاں پیش کی جاتی ہیں۔ سفینۂ بخشش میں جابجا پیکر تراشی کے اعلیٰ نمونے اپنی پوری جلوہ سامانی کے ساتھ موجود ہیں۔ اس لئے حضرت اختر بریلوی کی شاعرانہ پیکر تراشی پر تبصرہ سے پہلے پیکر تراشی کے بارے میں مختصراً جان لیتے ہیں کہ پیکر تراشی کیا ہے۔ ڈاکٹر شائستہ حمید اپنی کتاب ''اردو ادب میں پیکر تراشی'' میں رقم طراز ہیں:

''پیکر تراشی کے لئے تمثال نگاری، امیج اور امیجری کی اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں اور اس کے لئے محاکات نگاری کی اصطلاح بھی استعمال ہوتی ہے۔'' [اردو غزل میں پیکر تراشی، ڈاکٹر شائستہ حمید، شعبۂ اردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور]

مولانا شبلی نعمانی نے اپنی تحریروں میں محاکات نگاری کی اصطلاح کا استعمال کیا ہے:

''محاکات کے معانی کسی چیز یا حالت کا اس طرح ادا کرنا ہے کہ اس شی کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جائے۔''

[شبلی نعمانی، شعر العجم، ج ۴، ص ۸]

"پیکر تراشی، سراپا نگاری، امیجری، تمثال دراصل وہ تصویر ہے جو شاعری کے مطالعہ سے ذہن میں بنتی ہے، شاعر کی محسوسات اور واردات اپنے اظہار کے لئے جب لفظی تصویروں کا روپ دھار لیتے ہیں تو اس کو سراپا، پیکر، تصویر، امیج اور تمثال سے تعبیر کیا جاتا ہے"۔ [اردو غزل میں پیکر تراشی، ڈاکٹر شائستہ حمید، لاہور]

ڈاکٹر سید عبداللہ اس کو تصویر آفرینی کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں:

"امیجری سے مراد وہ تصویر آفرینی ہے جو مخصوص اشیا کو لفظوں کی مدد سے چشم خیال کے سامنے اس طرح لاتا گویا عین مشاہدہ کیا جارہا ہو مگر تصویر کسی خارجی تحریک سے بالارادہ نہیں ہوتی بلکہ اظہار کی خاطر تخیل کے اندر سے کسی منصوبے یا ارادے کے بغیر ابھر آتی ہے۔" [سید عبداللہ "اطراف غالب" ص ۴۳، ۴۴]

مختلف ناقدین کی آرا سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ شاعری ہو یا نثر، ادیب اپنے الفاظ اور تخیل کے ساتھ قاری کو وہ روپ دکھا سکتا ہے جو اس کے اپنے ذہن میں ہوتا ہے۔ اردو شاعری میں سراپا نگاری اور پیکر تراشی کا رواج ہمیشہ سے رہا ہے اور جہاں جمالیات، حسن وعشق اور محبوب کے ناز وادا کا بیان ہوگا، پیکر تراشی کے نمونے بھی کثرت سے ملیں گے۔ اس اجمالی گفتگو کے بعد کلام اختر معروف بہ سفینۂ بخشش سے چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں: تاج الشریعہ حضور اختر رضا ازہری کے نعتیہ دیوان کا پہلا اردو کلام جو مقبول انام اور زبان زد خاص عام ہے، جس کا مطلع ہے:

جہاں بانی عطا کردیں بھری جنت ہبہ کردیں
نبی مختارِ کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کردیں

اس نعت شریف کا یہ شعر دیکھیں:

تبسم سے گماں گزرے شب تاریک پر دن کا
ضیائے رخ سے دیواروں کو روشن آئینہ کردیں

مذکورہ شعر بصری پیکر کی عمدہ مثال ہے جس میں شاعر نے وقت تبسم دندان محبوب سے نکلنے والی روشنی سے شب دیجور کی تاریکیوں کے چھٹنے پر ایک خاص پیکر تیار کیا ہے اور دیواروں پر پڑنے والی شعاعوں سے روشن آئینہ کا پیکر بنایا ہے جس سے قاری کا ذوق سلیم جھوم جھوم اٹھتا ہے اور ایک خاص قسم کی تصویر اس کی نگاہوں کے سامنے گردش کرنے لگتی ہے۔ بصری پیکر کی کچھ مثالیں ملاحظہ کریں۔

روئے انور کے سامنے سورج
جیسے ایک شمع صبح گاہی ہو

[سفینۂ بخشش]

اس شعر میں شاعر نے سرکار کے رخ زیبا کی روشنی کی فوقیت سورج پر ظاہر کرنے کے لئے وقت صبح ٹمٹماتے چراغ اور سورج کی روشنی سے ایک نوری پیکر تیار کیا ہے اور یہ بتانا چاہا ہے کہ جس طرح سورج کی روشنی کے آگے ٹمٹماتا چراغ بے نور، بے رونق اور ناقابل توجہ ہوتا ہے اسی طرح روئے نبی کے سامنے سورج کی روشنی ماند پھیکی اور بے وقعت ہے۔

کیا مدینہ کو ضرورت چاندنی کی   ماہِ طیبہ کی ہے ہر سو چاندنی

[سفینۂ بخشش]

اس شعر میں شاعر نے بیان کیا ہے کہ جہاں پہلے سے پورا خطہ نورِ نبی سے جگمگ کر رہا ہو، وہاں چاند کی روشنی کی کیا ضرورت ہے؟ یہاں بھی شاعر نے ایک نوری پیکر تراشا ہے، ایک تیز و خوش گوار روشنی دوسرا کمزور و ماند اور اعلیٰ کے ہوتے ہوئے ادنیٰ کی نااتفاقی ظاہر کی ہے، جیسے سورج کے سامنے شمع کافوری یا موم بتی۔

لبِ کوثر ہے میلا تشنہ کامانِ محبت کا

وہ اُبلا دستِ ساقی سے وہ اُبلا چشمۂ شربت کا

[سفینۂ بخشش]

اس شعر میں شاعر نے حوضِ کوثر کے سامنے لگنے والے تشنہ کاموں کے میلے کو میخانے کے منظر سے تشبیہ دیتے ہوئے تصویر آفرینی کی ہے اور ساقیِ کوثر کی فیاضی اور ان کے دستِ کرم سے ابلتے چشمے کی تصویر کھینچی ہے جو ایک کامیاب منظر نگاری ہے۔

قمر آیا ہے شاید ان کے تلووں کی ضیا لینے

بچھا ہے راہ میں اختر مدینہ آنے والا ہے

[سفینۂ بخشش]

اس شعر میں حضرت اختر بریلوی نے چاند کو ایک سوالی کی صورت میں پیش کیا ہے کہ دربارِ نبی سے نور کی خیرات بٹ رہی ہے۔ لگتا ہے قمر بھی ان کے تلووں کی ضیا سے روشنی کی بھیک مانگنے آیا ہے اور مدینے کے راستے میں اس قدر روشنی ہے کہ قدم قدم پر ستاروں کے بچھنے کا گمان ہوتا ہے۔ یہ ایسی تصویر آفرینی ہے جو شعری قالب میں ڈھل کر شاعری کی پختگی فن کا خطبہ پڑھ رہی ہے۔

غبارِ راہ اختر کس قدر پُر نور ہے اختر

تنی ہے نور کی چادر مدینہ آنے والا ہے

[سفینۂ بخشش]

اس شعر میں تاج الشریعہ نے شہرِ رسول کی دلکشی اور پُر نور فضا کی منظر کشی کی ہے اور روشن غبار سے نور کی چادر کا پیکر تیار کیا ہے جس کا منظر قاری بہ آسانی دیکھ سکتا ہے اور اس کی خوبصورتی سے محظوظ ہو سکتا ہے۔ اسی طرح پیکر تراشی کا بہترین نمونہ حضور ازہری میاں کی اس نعت میں ملتا ہے جس کا مطلع اس طرح ہے:

ہر نظر کانپ اٹھے گی محشر کے دن خوف سے ہر کلیجہ دہل جائے گا

پر یہ ناز اُن کے بندے کا دیکھیں گے سب تھام کر اُن کا دامن مچل جائے گا

[سفینۂ بخشش]

اس پوری نعت میں میدانِ حشر کا نقشہ، عشاق کی دیوانگی، مختارِ کائنات کا اختیار اور شانِ محبوبیت کے جلوے نظر آئیں گے۔

ذوقی اور حسی پیکر: شاعر نے قوتِ لامسہ اور ذائقہ دونوں کو محظوظ کرنے والے پیکر اور امیج تراشے ہیں جن سے عشقِ رسول کی

لذت، قلب عاشق محسوس کرتا ہے اور ان تصویروں سے حواس ظاہرہ لطف اندوز ہوتے ہیں۔ ذیل کے اشعار ملاحظہ کریں:

کروں اختر شماری انتظار صبح میں کب تک — الٰہی ہے یہ کیسی رات جو کاٹے نہیں کٹتی

[سفینۂ بخشش]

اب کہاں وہ چھلکتے پیمانے
اب کہاں وہ خمار کی باتیں

تری یاد تھپکی دے کے مجھے اب شہا سلادے
مجھے جاگتے ہوئے یوں بڑی دیر ہو گئی ہے

سوچیے کتنا حسین ہوگا وہ لحظہ اختر
سر بالیں پہ دم مرگ وہ آیا ہوگا

فضائیں مہکی مہکی ہیں ہوائیں بھینی بھینی ہیں
بسی ہے ایسی مشک تر مدینہ آنے والا ہے

[سفینۂ بخشش]

اس طرح پورے دیوان میں شاعری کے خوبصورت جلوے اور لفظی و معنوی کے دلکش نظارے گوہر آبدار و دریائے بے بہا کی طرح بھرے پڑے ہیں۔ میں نے چند نمونے آپ کی ذوق طبع کی ضیافت کے لئے پیش کیے ہیں۔ کامل سیرابی کے لئے سفینۂ بخشش کا مطالعہ کیا جائے۔ مگر ان ساری خوبیوں کے باوجود حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا ازہری اختر بریلوی کو نہ کبھی فن کا غرور ہوا اور نہ تعلی سے کام لیا بلکہ تواضع و انکساری جو ان کی ہر ہر ادا سے ظاہر تھی، اس کا اظہار اس شعر سے کرتے نظر آرہے ہیں:

میں تو ہوں بلبل بستان مدینہ اختر
حوصلے مجھ میں نہیں قافیہ پیمائی کے

[سفینۂ بخشش]

مولائے کریم ان کی نعتیہ شاعری کے ذریعہ عشاق رسول کے قلوب پر تجلیوں کا نزول فرمائے اور حضور تاج الشریعہ کے فیوض و برکات سے ہم سب کو مالا مال فرمائے۔ آمین بجاہ سید النبی الکریم۔

***

ولایت کا معیار تقویٰ

مفتی عبدالحلیم صاحب، شانتی نگر ناگپور

برصغیر ہند و پاک میں اسلام کی سربلندی اور اس کی ترویج و اشاعت صوفیائے کرام ہی کی مرہون منت ہے، جنھوں نے علم و عمل، رشد و ھدایت کے انوار سے ایک جہاں کو منور کیا اور ہزاروں ہزار گم گشتگان راہ کو راہ راست سے ہمکنار کیا، تشنگان علم و معرفت کو اپنے علمی اور روحانی جام سے شاد کیا، جن کی آفاقی تعلیمات، روحانی اور اخلاقی عظمت نے جوق در جوق لوگوں کو دامن اسلام میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا، جن کی دینی، علمی، فکری، روحانی اور اصلاحی خدمات کو آب زر سے لکھا جائے تب بھی ان کی شخصیت کا حق کماحقہ ادا نہ ہو پائے، وہ ایسے پاکیزہ خصلت انسان ہوتے ہیں جن کے قلوب و اذہان پر روز اول ہی سے ماحول و عوامل اثر انداز نہیں ہوتے، وہ ہر حال میں اپنی حیات کو ہر قسم کی آلودگیوں اور ناشائستہ حرکتوں سے پاک و صاف رکھتے ہیں، وہ سماج میں اتنے ارفع و اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہیں کہ معاشرے اور سوسائٹی میں کتنی ہی بدکاریاں پھیل جائیں لیکن ان کا مقدس دامن ان آلودگیوں سے داغدار نہیں ہوتا، ان کا ذہن ان بری باتوں کو قبول نہیں کرتا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ غلط باتوں سے وہ اپنے آپ کو اتنا دور رکھتے ہیں کہ دلائل و براہین کے ذریعہ کوئی ان کو کتنا ہی مطمئن کرنے کی کوشش کرے یا اپنی چرب زبانی سے ان پر اثر ڈالنا چاہے تو اس کو اس میں محرومی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا، وہ ایسی باتوں سے اجتناب فرماتے ہیں جو نسل انسانی میں نفرت و عداوت، نفاق و دشمنی کا بیج بوتی ہیں، اور آپس میں منافرت کی آگ بھڑکاتی ہیں کیوں کہ وہ عوام الناس کی اصلاح کا ذریعہ انجام دینے میں فرحت و انبساط محسوس کرتے ہیں۔

ایسے ہی نیک طینت، پاکیزہ خصلت اور مقدس نفوس میں امام اہل سنت محب عرب و عجم، پیر طریقت، رہبر سنیت، مجدد دین و ملت، پروانہ شمع رسالت حضرت علامہ و مولانا الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سچے وارثوں میں، جانشین حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ و مولانا مفتی اختر رضا خاں ازہری معروف بہ حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ستودہ صفات بھی ہے۔

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ و مولانا مفتی اختر رضا خاں قادری ازہری علیہ الرحمہ سے ہماری ملاقات اس وقت ہوئی جب حضرت اسکول میں پڑھتے تھے، جب کبھی میں بریلی شریف ان کے گھر مفسر اعظم ہند استاذ محترم حضرت ابراہیم رضا خان صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے جاتا دروازے پر دستک دیتا تو ازہری میاں 3 سوال کرتے۔

(۱) کون ہو؟

(۲) کہاں سے آئے ہو؟

(۳) کیوں آئے ہو؟

جب ہم ان کے سوالوں کے تشفی بخش جواب دے دیتے تو دروازہ کھل جاتا اور ہم اپنی ضرورت کے مطابق وہاں رکتے اور استاذ

گرامی حضرت مولانا ابراہیم رضا خان صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی برکتوں سے اپنے قلب کو منور و مجلی کرنے کی سعی کرتے اور اجازت طلب کر کے واپس چلے آتے۔ حضور تاج الشریعہ درس نظامی کی تعلیم کے لیے منظر اسلام تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و کرم سے اساتذہ سے پڑھے اور یہاں تک کہ خود مسند تدریس پر فائز ہوئے۔

پھر اس کے بعد آپ جامعہ ازہر مصر چلے گئے۔ دنیا نے دیکھا کہ آپ علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عکس جلیل تھے اور مفتی اعظم ہند کے بالکل آئینہ تھے، حضور مفتی اعظم ہند کا تقویٰ دنیا میں مشہور ہے یہاں تک کہ اپنے ہی نہیں بلکہ غیر بھی آپ کے تقویٰ کے قائل تھے۔ عبدالرحیم رائے پوری، جو تبلیغی جماعت کا امیر تھا، کہتا تھا: ''ایسا متقی میں نے دنیا میں کسی کو نہیں دیکھا انھوں نے آج تک کسی غیر محرم کے ہاتھ کو بھی نہیں دیکھا''۔

حضور تاج الشریعہ بالکل اپنے نانا جان کے آئینہ تھے، مفتی اعظم ہند کے تقویٰ کو دیکھنا ہو تو حضور ازہری میاں کو دیکھ لو، مفتی اعظم ہند کی زندگی دیکھنی ہو تو انھیں دیکھ لو، حضور ازہری میاں کی زندگی دیکھنے کے بعد مفتی اعظم ہند کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور مفتی اعظم ہند کا تقویٰ تو غیر نے بھی قبول کیا اور حضور ازہری میاں کے تقویٰ کی مثال اور ان کی زندگی کیسی تھی اس کا بخوبی اندازہ آپ حضرت کے تعلیمی دور کے ایک واقعہ سے لگا سکتے ہیں: حضور ازہری میاں اس وقت جوان اور عالم شباب میں تھے یہ اور مولانا شمیم ازہری دونوں ازہر میں ساتھ رہے، ایک ساتھ تعلیم حاصل کی ، مولانا شمیم ازہری فرماتے ہیں:

''مصر میں جشن جمہوریہ منایا جا رہا تھا اور وہاں کا طریقہ یہ تھا کہ ازہر کے تمام طلبہ لائن میں کھڑے ہوتے اور مصر کی حکومت کا ایک نمائندہ ان سے ہاتھ ملاتا اور طلبہ اس کو مبارک باد دیتے۔ تاج الشریعہ بھی لائن میں تھے اور علامہ شمیم ازہری بھی اور اس وقت جو ملک کا نمائندہ بن کر آیا تھا وہ ایک خاتون تھی اور وہ لائن میں کھڑے تمام طلبہ سے یکے بعد دیگرے ہاتھ ملا رہی تھی، جب وہ میرے (مولانا شمیم ازہری کے) پاس پہنچی تو میں (مولانا شمیم) حضرت کو ترچھی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اور پھر میں (مولانا شمیم) نے اس خاتون سے ہاتھ ملا لیا اور اس کے بعد وہ تاج الشریعہ کے قریب آئی تو حضور تاج الشریعہ پیچھے ہٹ گئے اور ہاتھ نہیں ملایا''۔

علامہ شمیم ازہری کا کہنا ہے:

''حضرت نے مجھ سے بات کرنا بند کر دی، یہاں تک کہ سلام کا جواب بھی نہیں دیتے اور ایسے ہی کئی دن گزر گئے، میں گھبرا گیا کہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یادگار اور مجھ سے ناراض رہیں، لہٰذا میں حضرت کے قدموں میں گر گیا اور رونے لگا تو حضرت نے اپنا دست شفقت میرے سر پر پھیرا اور کہا:

''شمیم! میں تم سے اپنے نفس کے لیے ناراض نہیں ہوا بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی کے لیے ناراض ہوا تھا کیوں کہ وہ خاتون جس سے تم نے ہاتھ ملایا وہ تمھاری محرم نہیں تھی بلکہ وہ تمھارے لیے غیر محرم تھی اور تم نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا؟''

اس طرح انھوں نے ازہری میاں کے سامنے توبہ کی اور معافی مانگی تو حضرت نے انھیں معاف فرما دیا۔۔۔ آپ خیال کریں اس عمر میں جب جوانی کی عمر تھی اور شباب کا عالم تھا اور آپ طالب علم تھے، عموماً طالب علم کی زندگی ان باتوں کا خیال نہیں رکھتی مگر اس وقت بھی آپ شریعت مطہرہ کے کیسے پابند تھے، اللہ اللہ ہم نے انھیں بہت قریب سے دیکھا ہے آج دنیائے سنیت ان کا سوگ

منا رہی ہے، کوئی جیتا ہے تو اپنے لیے اور اپنے خاندان کے لیے جیتا ہے جب وہ مرتا ہے تو پورا خاندان اس کا سوگ مناتا ہے، کوئی جیتا ہے تو اپنے شہر و ملک کے لیے اور جب وہ مرتا ہے تو سارا شہر و ملک سوگ وار ہوتا ہے، مگر حضور ازہری میاں کا جینا تو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھا اور سنیت کو فروغ دینے کے لیے تھا، آج ان کی رحلت پر پوری دنیا رو رہی ہے۔

ایک عالم اپنے لیے نہیں جیتا بلکہ وہ اپنی زندگی قوم کے حوالہ کر دیتا ہے، ایک عالم ربانی پوری قوم کے لیے جیتا ہے وہ مسلک و ملت کے لئے جیتا ہے، جیسا کہ کہا گیا موت العالم موت العالم یعنی ایک عالم کی موت ایک عالم یعنی جہان کی موت ہے، اس لیے کہ ایک عالم اپنے لیے نہیں جیتا بلکہ وہ ساری قوم کے لیے جیتا ہے۔

ازہری میاں علیہ الرحمہ کی زندگی مذکورہ بالا قول کی مصداق ہے کہ آپ کا جینا دین متین کی سربلندی کے لیے تھا اسی وجہ سے ساری قوم کی آنکھیں آپ علیہ الرحمہ کے وصال پر ملال پر اشک بار تھیں، تاج الشریعہ اپنے لیے نہیں بلکہ قوم کے لیے، مسلک کے لیے، ملت کے لیے، جی رہے تھے اسی وجہ سے ساری دنیا سوگ وار ہے، اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر انوار و تجلیات اور رحمتوں کا نزول فرمائے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین بجاہ النبی الأمین صلی اللہ علیہ وسلم۔

***

دنیا و در دنیا میں جس قدر چیزیں ہیں سب سے جدا ہو کر کسی ایک کی طرف قلب و دماغ سے متوجہ ہونے کا نام محبت ہے اور جب جذبۂ محبت میں شدت نمایاں ہوتی ہے تو اس کا نام عشق رکھ دیا جاتا ہے۔ حضور تاج الشریعہ کے خاندان میں عشق و محبت کے جذبات وراثت میں ایک دوسرے کی جانب منتقل ہوا کرتے ہیں۔ باپ اپنے بیٹے کو محبت کا باب پڑھاتا ہے اور دادا اپنے پوتوں کو اس اسرار سے آگاہ کرتا ہے سیدی اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری میں محبت کے جذبات کوٹ کوٹ کر بھرے ہوتے ہیں۔ حدائق بخشش کا ایک ایک شعر جذباتِ عشق کا بھرپور ترجمان ہے۔ یہ بات تو ثابت ہو چکی ہے اور لوگوں نے اپنے ماتھے کی نگاہوں سے اس کا مشاہدہ بھی کر لیا ہے۔ جس مجلس میں اعلیٰ حضرت کے نغمات پڑھے جاتے ہیں واللہ وہاں کی فضا بھی جذبۂ عشق سے لبریز ہو جاتی ہے اور سامعین جذبات سے مدہوش ہو جایا کرتے ہیں۔ خاندانِ رضا کا ہر ایک بچہ اعلیٰ حضرت کی نعت پڑھتا ہے اور اس کے سہارے سے اپنے دل میں جذبۂ عشق بیدار کیا کرتا ہے۔ خود حضور تاج الشریعہ اپنے چھوٹے پوتے کو اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری پڑھ کر سنایا کرتے تھے اور اشعار سے لوریاں دیا کرتے تھے۔ سیدی اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری سے اپنے پوتے کو لوریاں دینے میں بہت سارے اسرار پوشیدہ ہیں۔ ہاں! ہاں! حضور تاج الشریعہ ان اشعار کے ذریعے اپنے کمسن پوتے کو عشق کا پاٹھ پڑھاتے تھے اور ان کے قلب و دماغ میں محبت کا عکس اتارتے تھے۔ اسی سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ خود حضور تاج الشریعہ کو ان کے خاندان کے بڑوں نے انھیں عشق جاناں کا جام پلایا تھا اور ان کی فطرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ اب ذیل میں حضور تاج الشریعہ کے کچھ اشعار پیش کیے جاتے ہیں:

جہاں بانی عطا کر دیں بھری جنت ہبہ کر دیں
نبی مختار کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کر دیں

جہاں میں ان کی چلتی ہے وہ دم میں کیا سے کیا کر دیں
زمیں کو آسماں کر دیں ثریا کو ثرا کر دیں

مقطع میں فرماتے ہیں:

مجھے کیا فکر ہو اختر مرے یاور ہیں وہ یاور
بلاؤں کو جو میری خود گرفتار بلا کر دیں

اور فرماتے ہیں:

اٹھا جو اختر خستہ جہاں سے کیا غم ہے
مجھے بتاؤ عزیزو! کسے ممات نہیں

کچھ کریں اپنے یار کی باتیں
کچھ دل داغدار کی باتیں

ہم تو دل اپنا دے ہی بیٹھے ہیں
اب یہ کیا اختیار کی باتیں

پی کے جامِ محبت جاناں
اللہ اللہ خمار کی باتیں

مر نہ جانا متاع دنیا پہ
سن کے تو مال دار کی باتیں

ہر گھڑی وجد میں رہتے اختر
کیجیے اختیار کی باتیں

حضور تاج الشریعہ نے اپنے اشعار میں عشق ووفا کے پاکیزہ جذبوں کو پیش کیا ہے۔ جام محبت پیکر اس قدر سرشار ہیں کہ ہر وقت یار کی باتیں کیا کرتے تھے اور وجد میں رہا کرتے تھے۔ اس عالم محویت میں انھوں نے سرکار کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ ان کے لفظوں جملوں سے بوئے محبت پھوٹتی ہے اس سے ہم سب کی مشام جاں معطر ہوتی ہے۔

(۲) الحب فی اللہ والبغض فی اللہ: حضور تاج الشریعہ کی مبارک زندگی کا ایک رُخ وہ تھا جسے آپ نے ابھی مطالعہ کیا کہ آپ کے یہاں عشق ومحبت اور ایثار وقربانی کے جذبات پائے جاتے تھے۔ ان کے حیات پاک کا دوسرا رُخ یہ ہے کہ آپ نے اس جہاں میں رہ کر بہت سے لوگوں سے رشتہ قائم کیا اور بہت سے ایسے افراد تھے جن سے آپ نے خود بھی دوری بنائی اور اپنے چاہنے اور ماننے والوں کو بھی ان سے دوری بنائے رکھنے کی تلقین فرمائی۔ کس سے محبت رکھنے اور کس سے دوری بنائے رکھنے میں محبت کے کرشمے نظر آتے ہیں۔ آپ نے کسی سے اس لیے محبت فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا ہے اور رسول کریم ﷺ کا چاہنے والا ہے۔ اسی طرح آپ نے جن لوگوں سے دوری بنائی اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ و رسول سے محبت کرنے والا نہیں ہے بلکہ اللہ ورسول کی شان میں بے ادب وگستاخ ہے۔ اس طرح کی محبت کو اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنا ہے اور اللہ ہی کے لیے دوری بنانا ہے۔ جب میں نے تاج الشریعہ کی زندگی کے اس رخ پر نظر کی تو مجھے محسوس ہوا کہ تاج الشریعہ "الحب فی اللہ والبغض فی اللہ" کی عملی تفسیر ہیں۔ حدیث پاک میں سرکار دو عالم ﷺ نے اس طرح محبت اور نفرت کرنے کا حکم دیا حدیث پاک: وعن ابی ذر قال قال ﷺ افضل الاعمال الحب فی للہ والبغض فی للہ (رواہ ابوداؤد مرأۃ المناجیح جلد ا/ص:۵۹) **ترجمہ:** روایت ہے حضرت ابو ذر سے فرماتے ہیں فرمایا نبی ﷺ نے بہترین عمل اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے لیے عداوت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت دل سے ہونی چاہیے اور عداوت بھی دل سے ہونی چاہیے۔ اللہ سے جب ہی محبت ہوگی جب اللہ تعالیٰ سے محبت کی جائے گی اور اللہ تعالیٰ سے محبت اس کے تمام احکام سے محبت کا ذریعہ ہے۔ اس موقع پر حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص باورچی سے اس لیے محبت کرے کہ اس سے اچھا کھانا پکوا کر فقراء کو بانٹے گا تو یہ اللہ کے لیے محبت ہے اور ایک کوئی عالم دین سے اس لیے محبت کرے کہ اس سے علم دین سیکھ کر دنیا کمائے تو یہ دنیا کے لیے محبت ہے اللہ کے لیے نہیں۔

میں یہاں مناسب سمجھتا ہوں کہ محبت کی بات کی جائے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کس سے محبت کی جائے اور کس سے نہیں کی جائے۔ محبت کا معنی محب کے نزدیک محبت کے لذیذ ہونے کی وجہ سے طبیعت اس کی طرف مائل ہوتی ہے اور بغض ضد جو کسی

چیز سے طبعی نفرت کا نام ہے کیونکہ وہ طبیعت کے موافق نہیں ہوتی اور جس چیز کی لذت بڑھتی ہے اس کی محبت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ آنکھوں کی لذت دیکھنے میں اور کانوں کی لذت سننے میں اور ناک کی لذت پاکیزہ خوشبوؤں میں ہے۔ اسی طرح ہر حس کے موافق ایک چیز ہے جس سے انسان لذت حاصل کرتا ہے اسی سبب سے اس چیز سے محبت کرتا ہے۔ (احیاء العلوم کا خلاصہ، ص: ۳۵۰)

مذکورہ باتوں سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی دنیا سے محبت کرتا ہے، دنیا حاصل کرنے کے لیے تو اسے دنیادار کہا جاتا ہے لیکن اگر کوئی شخص دنیا میں رہ کر ضرورت کے مطابق دنیا حاصل کرتا ہے اور ساری چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے اللہ کی محبت کو تلاش کرے تو اسے خدا ملتا ہے اور ساری نعمتوں سے نوازا جاتا ہے۔ میرا یقین کہتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرتا ہے اور اللہ کے لیے دشمنی کرتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے کا نام دیا جاتا ہے جو کوئی مجھ سے محبت کا دعویٰ کرے اور محبت بھی کرتا ہو تو میں بھی اس سے محبت کرتا ہوں۔ جو میرا مشتاق ہے میں بھی اس کا مشتاق ہوں۔ اگر کوئی مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے یاد کرتا ہوں۔ حضور تاج الشریعہ کی ذات مبارکہ ایسی ہی تھی۔ میں نے حضور تاج الشریعہ کی کئی تقریریں سماعت کی ہیں جس میں یہ بیان ضرور ہوتا تھا کہ اللہ و رسول کی رضا کے لیے کام کیا جائے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے دنیا کمانے کے لیے نہیں۔ اس بات سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کے اندر دنیا جہان کا کوئی بھی لالچ نہ تھا بلکہ آپ فرماتے ہیں دنیادار سے الگ رہو کہ اسے دنیا کے علاوہ کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ دنیادار کے قریب بھی نہ جاؤ، اس کی قربت سے بچو کہ وہ دنیادار بنا دے گا۔ اللہ و رسول کی محبت سے دور کر دے گا۔ نماز، روزہ، حج و زکوۃ سے دور کر دے گا۔ اللہ کی رضامندی چاہتے ہو تو دنیادار سے دوری اختیار کر لو۔ اللہ تعالیٰ دین کی توفیق دے گا۔ میں یہاں تک یقین کامل سے کہتا ہوں کہ کوئی بھی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے اقوال پر عمل کرے تو اس شخص کی دین و دنیا سنبھل جائے گی اور اس کے ایمان میں تازگی پیدا ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

(۳) اللہ اپنے محبوب بندے کے دل سے دنیا کی محبت نکال دیتا ہے: حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک ایسے شخص کے قریب سے گزرے جو اینٹ کا تکیہ بنائے، کمبل میں لپٹا ہوا زمین پر سو رہا تھا اور اس کی داڑھی اور تمام چہرہ غبار آلود ہو رہا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے رب تعالیٰ! تیرا یہ بندہ دنیا میں برباد ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی اور فرمایا تمہیں پتہ نہیں، جب میں کسی بندے پر اپنے کرم کے دروازے مکمل طور پر کھول دیتا ہوں، اس سے دنیا کی الفت ختم کر دیتا ہوں۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مہمان آیا مگر آپ کے پاس اس کی میزبانی کے لیے کچھ نہ تھا۔ حضور ﷺ نے مجھے خیبر کے ایک یہودی کے پاس بھیجا اور فرمایا اُسے کہو کہ رجب المرجب کے چاند تک ہمیں قرض یا اُدھار آٹا دے دے، میں اس یہودی کے پاس گیا تو اس یہودی نے کہا کوئی چیز گروی رکھو تب آٹا ملے گا۔ میں نے آپ کو خبر دی تو آپ نے ارشاد فرمایا بخدا میں زمین و آسمان کا امین ہوں، اگر وہ قرض یا اُدھار میں آٹا دے دیتا تو میں ضرور واپس کرتا، لو میری یہ زرہ لے جاؤ اور اس کے پاس گروی رکھ دو، جب میں زرہ لے کر نکلا تو آپ کی تسلی کے لیے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: وَ لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا۔ **ترجمہ:** اور اے سننے والے کا اس کی طرف اپنی آنکھیں نہ لگا، جو ہم نے کافروں کے جوڑوں (زن و شوہر) کو برتنے کے لیے دی ہے، جیسی دنیا کی تازگی۔

فرمان نبوی ہے کہ فقر مومن کے لیے گھوڑے کے منہ پر حسین بالوں سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔ فرمان نبوی ہے کہ جس کا

جسم تندرست، دل مطمئن ہے اور اس کے پاس ایک دن کی غذا موجود ہے تو گویا اُسے (کائنات) کی ساری کی ساری دولت مل گئی ہے۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا جب تو فقر کو آتا دیکھے تو کہنا خوش آمدید، اے نیکوں کے لباس۔ (مکاشفۃ القلوب اُردو، ص:۲۹۱-۲۹۲)

میرے حضور تاج الشریعہ نے دنیا کا تاج نہیں مانگا، دنیا کی دولت نہیں مانگی، دنیا کی ثروت حاصل نہ کی۔ اگر تاج الشریعہ نے کچھ اپنے رب سے مانگا ہے تو وہ ہے رسولِ خدا کی غلامی اور اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کی رضا کے لیے علم دین جیسی نعمت، اسی لیے تو تاج الشریعہ کو شریعت کا تاج کہا جاتا ہے، اسی لیے تو مولانا، علامہ، مفتی، حافظ، قاری، محدث، مفکر، عالم دین، عالم باعمل، صوفی باصفا، عالم حق آگاہ، مفکر اسلام اعلیٰ حضرت کے علوم کے وارث و امین و جانشین مفتیٔ اعظم ہند کہا جاتا ہے اور کہا جائے گا۔

واقعی میں میرے تاج الشریعہ عالم دین کہلانے کے پورے پورے مستحق تھے، اس لیے کہ ان کو علم معرفت بھی تھا اور عمل بھی کرتے تھے، پھر بھی اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ڈرتے تھے اور تقصیرات کی معافی بھی چاہتے تھے۔ ایسے ہی علمائے کرام کی تحسین میں قرآن شریف میں میرا رب فرماتا ہے: إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے اس کے وہی بندے لرزاں و ترساں رہتے ہیں جنھیں اس کی معرفت حاصل ہوگئی ہے اور علم احکام کے بھی حامل ہیں۔ حضور تاج الشریعہ ایک عظیم فقیہ بھی تھے۔ دور حاضر میں فقیہ کہلانے کے مستحق آپ کی ذات تھی۔ فقیہ کہلانے کا مستحق تو صرف وہ عالم دین ہے جس کے پیش نظر ہر آن اخروی نفع وخسران رہے۔ فقیہ ہونے کے لیے محض شرعی احکام و دلائل کی معرفت، کامل مہارت ہی کافی نہیں، کامل فقیہ ہونے کے لیے تاج الشریعہ کے جیسا ظاہر و باطن سے آراستہ ہونا ہوگا اور مجھ جیسا عالم تاج الشریعہ کو کیا جانے۔ حضور تاج الشریعہ کی ذات مبارکہ میرے بیان تحریر کے سوا ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضور تاج الشریعہ کے درجات کو بلند فرمائے اور کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ان کی قبر انور پر رحمتوں کی بارش برسائے، آمین بجاہ سید المرسلین۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

***

علم وفضل میں حضور تاج الشریعہ کی انفرادیت

مولانا محمد صلاح الدین رضوی، دارالعلوم عمادیہ منگل تالاب، پٹنہ سٹی

یقیناً یہ بات حق وصداقت سے آباد اور ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جانشین سرکار مفتی اعظم ہند فخر ازہر حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی سیدنا شاہ اختر رضا خاں عرف ازہری میاں علیہ الرحمۃ والرضوان دین کے سب سے بڑے ہندوستانی داعی ومبلغ اور سب سے بڑے عالم وفقیہ ہونے کے علاوہ تقویٰ وپرہیز گاری میں بھی انفرادی شخصیت کی حیثیت سے پوری دنیا میں متعارف تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کی وفات پر پوری دنیا سوگوار وغمزدہ ہوگئی اور اپنے سب سے بڑے اسلامی رہنما کو کھو دینے کا غم ہر مصلب سنی کے سینے میں محسوس ہونے لگا۔

آپ کی ذات مبارکہ پر عربی کا یہ مقولہ پورے طور پر صادق آتا نظر آرہا ہے کہ مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ یعنی ایک عالم کی موت ایک عالم کی موت ہوتی ہے کہ ان کی وفات کا غم صرف کنبہ کے افراد ہی تک محدود ومنحصر نہیں ہوتا بلکہ اس غم وملال کا بادل ان تمام علاقوں پر چھا جاتا ہے جہاں تک ان کی خدمات دینیہ کی شہرت ہوتی ہے اور چوں کہ حضور تاج الشریعہ کی بلند خدمات دینیہ کا دائرہ عرب وعجم تک پھیلا ہوا تھا اس لئے آپ کی وفات نے پوری دنیا کو غم واندوہ میں ڈال دیا ہے۔

آپ کے بلند علمی مقام کا اندازہ اس حقیقت سے بخوبی لگ جاتا ہے کہ آپ نے اپنے دور طالب علمی ہی میں جامع ازہر مصر کے دوسرے سالانہ امتحان میں یونیورسٹی کو ٹاپ کر کے دنیا خصوصاً اہل عرب کو حیران کر دیا کہ ایک عجمی شخص نے یہاں اتنا بڑا مقام کیسے حاصل کر لیا یہاں تک کہ تین سال مسلسل تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۶۶ء میں جب آپ کی وہاں سے فراغت ہوئی تو اول مقام حاصل کرنے کی خوشی میں وہاں کی مقتدر شخصیات نے فراغت اور تحصیل علوم اسلامیہ کی سند کے علاوہ جامع ازہر ایوارڈ سے بھی نوازا دیا۔

آپ جامع ازہر میں بلند رتبے پر فائز کیوں نہ ہوتے جبکہ رب کائنات نے آپ کو وارث علوم اعلیٰ حضرت ہونے کے لئے منتخب فرما لیا تھا کثر علماء نے فرمایا ہے کہ حضرت تاج الشریعہ علوم اعلیٰ حضرت کے سچے وارث ہیں۔

تو جس طرح سرکار اعلیحضرت اپنے علوم وفنون میں عدیم المثال تھے کہ دور تک عصر ماضی میں بھی آپ کی کوئی مثال نہیں ملتی اسی طرح حضور تاج الشریعہ بھی اپنے دور کے علماء وفقہاء میں ممتاز ومنفرد نظر آتے ہیں کہ آپ کی وسعت علم کی بھی دور حاضر میں کوئی مثال نہیں، پھر جامع ازہر مصر سے واپسی پر جب آپ نے دین وسنیت کی بلند خدمات شروع فرمائیں تو حاضر جوابی قوت استحضار اور مضبوط دلائل وبراھین سے دنیا اور بھی حیرت واستعجاب میں رہی۔

آپ میں بساطت فکر ونظر، وسعت علمی اور وارثت علوم اعلیٰ حضرت ہونے پر سب سے زیادہ صحیح احادیث کریمہ کے مجموعہ بخاری شریف پر عربی زبان میں جامع اور معلومات افزا حاشیہ کے علاوہ دیگر تحقیقاتی فتاویٰ تصنیفات وتالیفات اور دینی خدمات

عالیہ شاہد عدل ہیں۔

آپ کی اعلیٰ فقہی بصیرت اور فقہی جزئیات پر عبور سے آگاہی ان باتوں سے بخوبی ہو جاتی ہے۔

علامہ عبدالمبین نعمانی رقمطراز ہیں: آپ کی ذات پوری جماعت اہل سنت کے لئے مرجع کی حیثیت رکھتی ہے تفقہ فی الدین میں یکتائے زمانہ ہیں فقہی جزئیات نوک زبان پر رہتے ہیں۔

ایک بار جب آپ کا جمشید پور تشریف لے جانا ہوا تو وہاں آپ کا قیام جناب علیم الدین صاحب کے مکان پر تھا۔ وہیں پر ایک استفتاء آ گیا آپ نے فوراً متعدد فقہی عبارات سے آراستہ فرما کر اس کا جواب ارقام فرمایا۔ پھر دستخط کر کے لانے والے کے حوالے کر دیا جبکہ اس وقت کوئی بھی کتاب سامنے موجود نہ تھی۔ (حیات تاج الشریعہ ص ۱۱۱)

اسی طرح ان تحقیقات وتنقیحات سے بھی فقہی جزئیات پر مہارت اور آپ میں اعلیٰ حضرت کی علمی وارثت کی جھلک صاف نظر آتی ہے دیکھئے امریکہ سے ایک بڑا طویل استفتاء آیا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ امریکہ میں بینک سے قرض لیا جاتا ہے چوں کہ امریکہ دارالحرب ہے ویسے بھی آج کل کوئی بھی اسلامی حکومت نہیں اور ہر کافر حربی ہے تو امریکہ ویورپ میں بینک بھی انہیں کافروں کے ہیں اور سب بینکوں کا کاروبار سود پر ہے تو ان بینکوں سے سود لے کر یہاں کے مسلمانوں کو اپنی مختلف ضرورتیں مثلاً گھر کا خریدنا گھر کے استعمال کے لئے گاڑی لینا یا پھر اپنا کاروبار بڑھانا یا کاروبار کرنے کے لئے ایسا کرنا پڑتا ہے اور اس سودی قرض کی ادائیگی ایک لمبی مدت تک جاری رہتی ہے اور بینک اس قرض پر ۶ / ۷ / ۸ فیصد بلکہ کبھی اس سے بھی زیادہ فیصد اضافہ لیتا ہے اس طرح حاصل شدہ رقم اپنی ادائیگی کی آخری قسط تک بالکل دوگنا ہو چکی ہوتی ہے۔

نیز اسکے علاوہ کوئی ایسی صورت نہیں ہے جس سے اپنی شرعی ودنیاوی ضرورتیں پوری کر سکیں اور نقد رقم اتنی ہوتی ہی نہیں جس سے دینی ودنیاوی حاجتیں پوری کی جا سکیں اور اگر ایسا نہ کریں تو معاشیات واقتصادیات میں بہت پیچھے ہو جائیں مکان کی ویلیو (اہمیت) بھی وقت کے ساتھ بڑھ جاتی ہے اور آخر سال تک مکان کا مالک بن جاتا ہے اور یہ دارالحرب میں حربی کافر سے مسلمان کو ایک بہت بڑا فائدہ ہے۔

تو کیا ایسی صورت میں شرع مطہر میں کوئی جواز کی شکل ہے کیا قرض لینے کے بعد شرح اضافہ سود ہوگا یا نہیں اور اگر زیادتی جو مسلمان کا فرحربی کو دے گا حرام ہے یا حلال اور اگر سودی قرض لینا بھی حفظ نفس تحصیل قوت (طاقت حاصل کرنے کے ذریعے جان کی حفاظت) اور **تحفظ عن المذلۃ والطعن** (ذلت وطعن سے بچنے) کے لئے ہو تو ضرورت شرعیہ کے تحت حربی کافر سے لینا جائز ہے یا کسی سے بھی اور آج کے دور میں بالخصوص دارالحرب امریکہ ویورپ میں دینی ودنیاوی حاجتیں اور ضرورتیں جو مسلمانوں کو درپیش ہیں کیا واقعی شرعی محتاجی اور ضرورتیں ہیں۔

المستفتی: ڈاکٹر محمد خالد رضا رضوی شکاگو امریکہ

تو آپ نے اسکا بڑا تفصیلی جواب تحقیقات عالیہ سے آراستہ کر کے پیش فرمایا تھا جس کو بہت مختصر کر کے یہاں نذر قارئین کیا جارہا ہے۔

الجواب (۱) اس مختصر تقریر کے بعد جواب صورت مسئولہ ظاہر اور وہ یہ کہ شرعی ضرورت یا حاجت خواہ دینی ہو یا دنیوی اگر متحقق ہو تو بینک وغیرہ یا انفرادی طور پر کسی کافر سے ایسا قرض لینا جائز ہے۔ الاشباہ وغیرہ میں ہے، اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ (الحج ۷۸) اور دین میں تم پر کسی طرح کی تنگی نہیں کی، اور جو زیادتی انہیں دینی پڑے وہ سود نہیں اور ضرورت شرعیہ اور حاجت صحیحہ جس میں حرج شدید لاحق ہو یا اس کے بغیر چارہ نہ ہو معلوم و محسوس ہے محض کاروبار بڑھانا کوئی شرعی ضرورت نہیں نہ حاجت ہے یونہی بہت سی غیر شرعی ضرورتیں اور غیر شرعی امور نا قابل اعتبار ہیں اور دفع ذلت وطعن اور سرخروئی چاہنا شرعی حاجت نہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔

فَضُوْحُ الدُّنْیَا اَھْوَنُ مِنْ فَضُوْحِ الْاٰخِرَۃِ۔ دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے ہلکی ہے۔ ایسی نام کی ضرورتوں میں جن کے بغیر چارہ ہو ان سے قرض لینا اور انھیں زیادہ دینا حرام ہے کہ حربی کافر کو فائدہ پہنچانا ہے جو شرعاً ممنوع ہے۔

(۲) حربی کافر سے یہ معاملہ کرے مسلم سے نہ کرے اگر چہ دار الحرب میں وہ مسلم ہو شبہ اور تہمت سے پرہیز لازم ہے اور تحفظ عن الذلۃ ضرورت شرعیہ نہیں۔

حفظ نفس تحصیل معاش اور وہ صورتیں جن سے مضرت و حرج شدید ہو ضرورت و حاجت میں داخل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ بریلی شریف ص ۲۹)

اور حدیث شریف اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کے تحت رقمطراز ہیں: حق اس مسئلہ اور ہر مسئلہ میں ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہے اس لئے کہ قرآن عظیم نے وضو کا حکم مطلق دیا، نیت کی قید نہ لگائی اصول کا قاعدہ ہے کہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہے گا اور ظاہر ہے کہ حدیث کا مفہوم محتمل ہے ہمارے ائمۂ کرام نے حدیث کو حکم اخروی یعنی ثواب پر محمول فرمایا۔

مطلب یہ کہ اعمال کا ثواب نیتوں پر موقوف ہے اور شافعیہ وغیرھم نے صحت پر محمول فرمایا یعنی اعمال بغیر نیت کے نادرست ہیں اس لئے وہ وضو میں نیت کے شرط ہونے کے قائل ہوئے۔

تو جب حدیث چند معنی کی محتمل ہے اور کوئی معنی اس کا قطعی نہیں تو حدیث کا مفہوم ظنی ہوا اور ظنی سے مفہوم کتاب پر کہ قطعی ہے زیادتی جائز نہیں لہذا ائمہ حنفیہ وضو میں نیت کے قائل نہ ہوئے کہ ازالۂ نجاست (کہ از قبیل ترک ہے) میں بھی نیت کے شرط ہونے کے قائل ہوں مگر یہاں وہ اس کے قائل نہیں۔

اور شافعیہ فرماتے ہیں کہ وہ افعال جو ترک کے قبیل سے ہیں ان میں نیت ضروری نہیں جس سے صاف ظاہر کہ وہ اعمال کے عموم سے ترک افعال کو مستثنیٰ جانتے ہیں اور اس کا استثناء محتاج دلیل ہے۔

اور ہماری تقریر سے ظاہر ہے کہ ہمارے ائمہ کے نزدیک ہر فعل و ترک حصول ثواب میں نیت کا محتاج ہے اور اعمال مقصودہ لذاتہٖ کی صحت بھی نیت پر موقوف ہے۔ (شرح حدیث نیت ص ۱۱، ۱۲)

علم فقہ کے علاوہ آپ کو مزید اتنا لیس علوم وفنون پر مہارت تامہ حاصل تھی علم تفسیر ہی کو لے لیجئے کہ آیت کریمہ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ پر آپ کی بڑی تفصیلی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے:

اس آیت کو لے لو جسے تم لوگ (سرکار کو اپنی طرح) بشر کہنے کی دلیل بناتے ہو خود اسی میں اس پر دلیل موجود ہے (کہ سرکار ہماری طرح بشر نہیں) ہم سے سنو قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کے متصل ہی فرمایا یُوْحٰٓى اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ (الکہف ۱۱۰)

یعنی میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے یہ ارشاد خود فرق کی روشن دلیل ہے اور اس وجہ تطبیق کی طرف رہنما جو امام احمد رضا نے ظاہر صورت بشری فرما کر افادہ فرمائی اس لئے کہ بہ ظاہر وحی ایسا باطنی امر ہے کہ اس کی خبر ماوشما کو تو کیا ہوتی صحابۂ کرام نے بھی اس کے نزول کو نہ دیکھا بلکہ منزل دنیٰ میں جو وحی ہوئی اس سے تو خود وحی لانے والے جبریل بھی بے خبر۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى۔ (النجم ۱۰)

تو اللہ نے اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی جو وحی کی، آیت کریمہ میں عبدہٗ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اَوْحیٰ کی ضمیر اسم جلالت کی طرف راجع ہے، كَمَا اَفَادَهٗ فِي الشِّفَاءِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْمُعْتَبِرِيْنَ وَ اَيَّدَهٗ ط

تو جب وحی ایسا باطنی امر ہے تو لامحالہ اس باطن کے لئے اسی جیسا باطن سرکار کے لئے ضروری جو تمام بشر کے بواطن سے اعلیٰ ہوا اور جب وہ باطن سرکار کے لئے ثابت تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اس باطن و روح کے اعتبار سے بشر جدا ہونا ضروری امر ہوا اور تشبیہ محض بہ اعتبار ظاہر کے رہ گئی اسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر میری حقیقت کو سوائے میرے رب کے کسی نے نہ جانا۔

(مطالع المسرات)

اور یہی مراد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے جو ارشاد ہوا کہ اللہ تعالی کے ساتھ میرا ایک وہ وقت ہے جس میں نہ کسی مقرب فرشتے کی گنجائش نہ کسی نبی مرسل کی مجال۔ اس پر شرح شفاء میں ملا علی قاری علیہ الرحمہ کا فرمان واجب الاذعان سننے کے قابل ہے، فرمایا: وَالتَّحْقِيْقُ اَنَّ الْمُرَادَ بِالنَّبِيِّ الْمُرْسَلِ ذَاتُهُ الْاَكْمَلُ فَاِنَّهٗ مَقَامُ جَمْعِ الْجَمْعِ يَفْنٰى عَنْ ذَاتِهٖ وَمَقَامَاتِهٖ وَيَسْتَغْرِقُ فِيْ مُشَاهَدَةِ ذَاتِ اللّٰهِ وَصِفَاتِهٖ۔

یعنی تحقیق یہ ہے کہ مراد نبی مرسل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کاملہ ہے اس لئے کہ حضور مقام جمع الجمع (یعنی اس بارگاہ میں جہاں سب کو جمع ہونا ہے) میں اپنی ذات و مقامات سے فنا ہو کر اللہ کی ذات و صفات کے مشاھدے میں مستغرق ہو جاتے ہیں۔

مُلّا علی قاری کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ سرکار ابد قرار علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل السلام کے لئے ایک ایسا مقام بھی ہے جہاں خود انہیں کی بشریت حاضر نہیں ہوتی بھلا جس کا باطن ایسا ارفع و اعلیٰ ہو اس میں سوائے مشابہت ظاہری کے اور کیا متصور ہو۔

(دفاع کنز الایمان ص ۸۲ ناشر جماعت رضائے مصطفی)

اور فن ترجمہ نگاری میں بھی آپ کی مہارت وعبور کا یہ حال تھا، المعتقد المنتقد علامہ فضل رسول بدایونی کی نہایت اہم عربی تصنیف ہے جو عقائد کے اہم مباحث پر مشتمل ہے اس پر اعلیٰ حضرت نے عربی زبان میں حاشیہ تحریر فرما کر اس کتاب کی افادیت وخوبی میں چار چاند لگا دیا ہے اعلیٰ حضرت نے اس حاشیہ میں ادق عبارتوں کی تشریحات کے ساتھ کچھ ان جدید فرقوں کی بھی تردید فرمائی ہے جو حضرت فضل رسول عثمانی بدایونی علیہ الرحمہ کے دور میں یا تو موجود نہ تھے یا موجود تھے لیکن پھیلے نہ تھے۔ اس لئے اس کتاب کو پھیلانے اور اردو داں طبقہ میں عام کرنے کے لئے اس کا اردو ترجمہ نہایت ضروری تھا لیکن عبارت ادق ہونے کی وجہ سے اسکا ترجمہ ہر عربی داں کے بس میں بھی نہ تھا۔ تو حضور تاج الشریعہ نے اس ذمہ داری کو قبول فرما کر اس کے ترجمے کا آغاز اس

شان سے کیا کہ تمام تر مصروفیات کے باوجود صرف چھ مہینے کی قلیل مدت میں اس کا عمدہ اور سلیس اردو ترجمہ مکمل ہو گیا۔

آپ نے سرکار اعلیٰ حضرت کی تصنیف کردہ بہت سی اردو کتابوں کا بھی عربی زبان میں ترجمہ کیا ہے تا کہ عربی داں طبقہ اور عرب ممالک دین وسنیت کے صحیح احکامات سے روشناس ہو سکیں۔

مثال کے طور پر اعلیٰ حضرت کا ایک رسالہ" **منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین** " ہے یہ رسالہ اذان میں انگوٹھے چومنے کے استحباب پر ہے دوسرا رسالہ ہے **الھاد الکاف فی حکم الضعاف** (یہ ضمنی رسالہ ہے) اس میں ضعیف احادیث کا تفصیلی حکم بیان کیا گیا ہے تیسرا رسالہ ہے مدارج طبقات الحدیث (یہ بھی ضمنی رسالہ ہے) اس میں حدیث کے مراتب مثلاً صحیح لذاتہ وصحیح لغیرہ وغیرہ تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں یہ تینوں رسالے فتاویٰ رضویہ جلد دوم بحث اذان میں شامل ہیں تو حضور تاج الشریعہ نے تینوں کا فصیح عربی زبان میں ترجمہ فرما کر موضوع کے لحاظ سے تینوں کا مجموعی نام **الھاد الکاف فی احکام الضعاف** رکھا تا کہ عرب دنیا میں وھابیوں کو دین کا صحیح حکم پہنچ سکے جو احادیث ضعیفہ کو بہانہ بنا کر بہت سے دینی امور کا آسانی کے ساتھ انکار کر دیتے ہیں۔

آپ کی ان تحقیقات نادرہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت خوب واضح ہو جاتی ہے کہ واقعی آپ علوم اعلیٰ حضرت کے وارث تھے۔

یہاں تک کہ آپ کی اس علمی اور فقہی لیاقت کو دیکھتے ہوئے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا اختر میاں اب گھر میں بیٹھنے کا وقت نہیں یہ لوگ جن کی بھیڑ لگی ہوئی ہے کبھی سکون سے بیٹھنے نہیں دیتے، اب تم اس کام کو انجام دو میں تمہارے سپرد کرتا ہوں۔

پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا آپ لوگ اختر میاں سلمہ سے رجوع کریں انھیں کو میرا قائم مقام اور جانشین جانیں۔

(مفتی اعظم اور ان کے خلفا ج ص ۱۵۲)

اور تقویٰ و پرہیز گاری اور خشیت ایزدی کا یہ حال تھا کہ کیا مجال کہ کوئی غیر محرم خاتون بے پردہ سامنے آجائے بلکہ میں نے تو حضرت کو کبھی سر اٹھا کر چلتے دیکھا ہی نہیں ہمیشہ سر جھکا ہوتا اس خوف سے کہ کہیں کسی غیر محرم خاتون پر نگاہ نہ پڑ جائے۔

چنانچہ ۱۴۰۷ ہجری میں ایک بار چند عورتیں شرف بیعت حاصل کرنے کے لئے زنان خانہ میں حاضر ہوئیں جب آپ وہاں پہنچے تو کچھ عورتوں کو بے پردہ پایا آپ نے فوراً نگاہیں پھیر لیں اور پردہ کی تاکید فرماتے ہوئے ،**لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم** پڑھنے لگے۔

عورتوں نے فوراً نقاب ڈال لیا تب آپ نے بیعت سے مشرف فرمایا۔ (مفتی اعظم اور ان کے خلفا ج ص ۵۰)

شریعت کا ایسا پاس ولحاظ کہ چاہے سفر ہو یا حضر وقت ہوتے ہی نماز کے لئے بے چین ہو جاتے اور کبھی نماز کو قضا نہ ہونے دیتے۔

چنانچہ مولانا شہاب الدین رضوی تحریر کرتے ہیں: سفر چاہے جیسا بھی ہو نماز کا وقت ہوتے ہی نماز کی ادائیگی کے لئے بے چین ہو جاتے اکثر مجھے ہی مصلیٰ بچھانے کا حکم دیتے اور مجھ سے پوچھتے کہ نماز پڑھی ہے یا نہیں اگر معلوم ہو جاتا کہ نماز نہیں پڑھی ہے تو سخت ناراض ہوتے۔

اور میں نے ۱۹۹۱ء سے ۲۰۰۶ء تک تقریباً پندرہ سال حضرت کے ساتھ پورے ملک کا سفر کیا مگر آپ کی ایک نماز بھی قضا

ہوتی ہوئی میں نے نہ دیکھی۔ (حیات تاج الشریعہ ص ۴۸)

اور دور حاضر میں آپ کی ذات مبارکہ تقویٰ شعاری کے لئے مثالی نمونہ تھی کہ ظالم و جابر شخص کے پاس بھی حق بولنے سے ہرگز گریز نہ کرتے اور دین و سنیت پر عمل کرنے کے لئے نہ کسی سے خوف کھاتے اور نہ کسی کی ناراضگی کی کوئی پرواہ ہوتی چنانچہ جب بھی حج بیت اللہ کے لئے جاتے تو وہاں کے نجدی امام کے پیچھے ہرگز نماز نہ پڑھتے ۱۹۸۶ء میں جب وہاں پہنچے تو سعودی حکومت کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ آپ یہاں کے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تو اکتیس اگست کو تین بجے رات میں آپ گرفتار کر لئے گئے اور کچھ سوالات کے بعد جیل بھیج دیئے گئے لیکن وہاں کا تفتیشی عملہ کئی دنوں تک آپ کے عقائد و نظریات کے تعلق سے سوالات کرتا رہا تو اس نازک موڑ پر بھی آپ خاموش نہ رہے اور مصلحت کا بہانہ بنا کر سعودی حکومت کی فرماں برداری کا اقرار نہ کئے بلکہ سنیت و وہابیت کے درمیان فرق اور وہابیوں سے اہل سنت کے اختلافات کی وجوہات پر تفصیلی روشنی ڈالتے رہے اور ساتھ ہی وہابیوں کے افکار کی تردید اور اہل سنت کے عقائد و نظریات کی حقانیت پر دلائل و براہین دینے سے بھی گریز نہ کئے کہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف اچھی طرح بس جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا وہ بندہ تصلب فی الدین اور تصلب فی السنیہ کی نعمت سے سرفراز کر دیا جاتا ہے پھر اسے اللہ کے سوا کسی اور کا خوف نہیں ہوتا۔

آئینہ جواں مردی حق گوئی و بے باکی — اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

جب دنیا میں آپ کی بے جا گرفتاری کی خبر پھیلی تو سعودی حکومت کے خلاف ہر طرف زوردار احتجاج شروع ہوگیا جس سے مجبور ہو کر گیارہ دنوں کے بعد آپ کو رہا کر دیا گیا۔ اور سعودی حکومت کو یہ اعلان کرنا پڑا کہ اب ہر مذہب و مسلک کے لوگ آزاد ہو کر اپنے طریقوں سے عبادت کر سکتے ہیں اور سنی حجاج کے ساتھ کوئی بھی زیادتی نہ ہوگی۔

(حیات تاج الشریعہ ص ۴۹ بحوالہ روزنامہ الاحرام قاہرہ ۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۷ ھج)

اور اگر کوئی دینی و علمی تحقیق یا کوئی اہم شرعی فتویٰ ہی جاری کرنا ہوتا تو کافی محتاط ہو کر جاری فرماتے غیر محتاط علماء کی طرح ہرگز جلدی نہ کرتے۔ اور اگر کہیں کسی مفتی کی طرف سے غیر احتیاطی ظاہر ہو جاتی تو فوراً صحیح حکم شرع سے روشناس فرماتے۔

یہاں تک کہ چنتالیس سال کے بعد جب مصر کا دورہ ہوا تو آپ کی انھیں دینی خدمات عالیہ اور علم و فضل سے متاثر ہو کر جامع ازہر مصر نے ۵ رمئی ۲۰۰۹ء ۱۰ بجے دن میں فخر ازہر ایوارڈ سے بھی نواز دیا۔ اور یہ اعلان کیا گیا کہ الشیخ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری نے اپنی بے مثل علمی و روحانی خدمات سے دنیا بھر میں ازہر کا نام روشن کیا۔ (سوانح تاج الشریعہ)

اور آپ اپنی ان دینی خدمات عالیہ اور تقویٰ و پرہیزگاری کی وجہ سے اور بھی تقرب الی اللہ اور بارگاہ ایزدی میں قبولیت کی نعمت سے سرفراز کر دیئے گئے تھے جس پر عالم حیات ہی میں لوگوں کے درمیان زبردست مقبولیت پھر بعد وفات آپ کی نماز جنازہ کے لئے ہر چہار جانب سے بیشمار لوگوں کا بریلی شریف پہنچ جانا بہت ہی واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے کو اپنی بارگاہ میں قبولیت کا شرف عطا فرماتا ہے اسے دنیا میں مقبولیت عامہ کی دولت سے نواز دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا ۝ (مریم ۹۶)

بیشک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب ان کے لئے رحمان محبت کر دے گا یعنی اپنا محبوب بنائے گا، اور اپنے

بندوں کے دل میں ان کی محبت ڈال دے گا۔

اور حدیث شریف میں ہے: جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو محبوب بنالیتا ہے تو حضرت جبریل سے فرماتا ہے اے جبریل فلاں بندہ میرا محبوب ہے تو بھی اس سے محبت رکھ تو حضرت جبریل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اس کے بعد حضرت جبریل آسمان میں اعلان کردیتے ہیں کہ اے آسمان والو! فلاں بندہ اللہ تعالیٰ کا پیارا ہے تم بھی اسے محبت رکھو تو آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر زمین میں اس کی مقبولیت عام کردی جاتی ہے۔ (مشکوۃ ۴۲۵)

''زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو''

***

حضور تاج الشریعہ اور ''کار افتاء'' کی ذمہ داری

مولانا محمد شمشاد حسین رضوی، مدرسہ شمس العلوم گھنٹہ گھر، بدایوں

سرکار مفتی اعظم ہند...... عارف باللہ اور مرد حق آگاہ تھے...... جن آنکھوں نے انہیں دیکھا ہے آج بھی ان میں ان کے فیوض و برکات کی چمک پائی جاتی ہے...... اور جن لبوں نے ان کے مقدس ہاتھوں کا بوسہ لیا ہے وہ ہاتھ آج بھی ہر قسم کے خرد برد سے محفوظ ہیں...... میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ ان ہاتھوں کے پاس سے جہنم کی آتش بھی نہ گزر پائے گی...... سرکار مفتی اعظم ہند کے وصال کو تقریباً ۳۹ رسال ہو چکے ہیں...... اس کے باوجود ان کا نام ہر ایک کی زبان پر ہے اور ان کے چرچوں کی بات کیجئے تو ان کا چرچہ کہاں کہاں نہیں ہے...... علم و ادراک اور فکر و شعور کی ہر ایک محفل میں ان کا ذکر خیر ہوا کرتا ہے...... اور ان کی محفلوں میں بھی ان کا چرچا ہوا کرتا ہے جنہیں ہم نہیں دیکھ پاتے ہیں کیونکہ ان کے چاہنے والوں میں ان دیکھی مخلوقات بھی شامل ہیں...... میرے سرکار مفتی اعظم ہند ایسی نادر و نایاب شخصیت کا نام ہے جن کی طرف آج تک کسی نے انگلی اُٹھا کر اشارہ تک نہیں کیا ہے...... ان پر تنقید کرنا تو بڑی بات ہے...... اور جب بھی کسی نے بدنیتی سے ان کا نام لیا ہے میں جانتا ہوں کہ وہ بری موت مرا ہے اور ایسی حالت میں مرا ہے کہ ان کے مرنے کی کیفیت درس عبرت بن گئی ہے...... خدا کے محبوب بندوں کی شان میں گستاخی کرنے کا یہی انجام ہوا کرتا ہے...... سرکار مفتی اعظم ہند نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

اختر میاں! اب گھر میں بیٹھنے کا وقت نہیں...... یہ لوگ جن کی بھیڑ لگی ہوئی ہے بیٹھنے نہیں دیتے اب تم اس کام (فتوی نویسی) کو انجام دو...... میں ''دارالافتاء'' تمہارے سپرد کرتا ہوں...... موجود لوگوں سے مخاطب ہو کر حضرت مفتی اعظم ہند نے فرمایا: اب آپ اختر میاں سے رجوع کریں انہیں کو میرا قائم مقام اور جاں نشیں جانیں...... (حیات تاج الشریعہ ص ۱۳)

''سرکار مفتی اعظم'' نے فرمایا: ''اختر میاں اب گھر میں بیٹھنے کا وقت نہیں'' اس لئے فرمایا کہ اس وقت تک ''حضور تاج الشریعہ'' کسی ''دارالافتاء'' سے متعلق نہ تھے بلکہ اپنے گھر بیٹھ کر ہی فتاوے لکھتے تھے اور ''سرکار مفتی اعظم ہند'' سے اصلاح لیا کرتے تھے...... جب میرے ''مفتی اعظم ہند'' نے مناسب جانا ''حضرت قبلہ ازہری میاں'' کو گھر میں بیٹھنے سے منع کیا...... اور ان کے ذمہ ''دار الافتاء'' کر دیا گیا...... صرف آپ نے اپنے ''اختر میاں'' کو ''دارالافتاء'' ہی کا ذمہ دار نہیں بنایا بلکہ صریح لفظوں میں ارشاد فرمایا: انہیں کو میرا قائم مقام اور جاں نشیں جانیں...... یہاں مقام غور یہ ہے کہ ''دالافتاء'' اس قدر ذمہ دار ادارہ ہوا کرتا ہے کہ اس کا کوئی نہ کوئی ذمہ دار بنایا جاتا ہے...... ذمہ داری دی ''سرکار مفتی اعظم ہند'' نے اور قبول کی ''حضور تاج الشریعہ'' نے...... انہوں نے ان میں کیا دیکھا اور خود ''تاج الشریعہ'' نے اپنے آپ میں کیا دیکھا...... یہ سمجھنے کی بات نہیں ہے بلکہ احساس کرنے کی بات ہے...... نانا اور نواسہ کے درمیان ''اخذ و عطا'' کی جو بات ہے وہ نہایت ہی غور طلب ہے...... اس بات کو ہم یا آپ کیا جانیں؟ ہاں! ہمارے بزرگوں نے اسے جانا...... حضور احسن العلماء اور حضرت برہان ملت نے جانا اور اپنے فیصلہ میں ''حضور تاج الشریعہ'' کو ''قائم مقام

بالافتاء سرکار مفتی اعظم" بنا دیا......کیا کہیں بھی کسی کو" کار افتاء" اس طرح سونپا گیا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں! اس کی وجہ یہ ہے کہ کہیں کا بھی "دارالافتاء" بریلی شریف کے" دارالافتاء" کی مانند نہیں ہے......اس لئے یہاں کا "انتخابی عمل" اپنے آپ میں منفرد اور بے مثال ہے......کوئی اپنے آپ کو کتنا ہی بڑا تصور کرے......اور چاہے وہ اپنے ادارہ کو کتنا ہی بڑا ذمہ دار بتائے......اور اوج ثریا کی بلندی کا دعوی کرے باوجود اس دعوے کے بریلی شریف اور اس کے علمی فقہی اور فکری شعوری ادارہ کے سامنے تو بہت چھوٹا ہے اور پھر بھی آنکھیں دکھانا کس قدر گھٹیا بات ہے......اس بات میں کوئی شک نہیں کہ بریلی شریف کا" دارالافتاء" کوئی عام" دارالافتاء" نہیں ہے......یہ شرعی علوم وفنون......فکر وشعور اور فقہ وتدبر کا ایک بڑا" اسکول" ہے......یہ وہ "اسکول" ہوا کرتا ہے جہاں انسانوں کو دینی مذہبی اور فقہی اور مسلکی صورتوں میں ڈھالا جاتا ہے......یہاں سے کیسے کیسے لوگوں کو ڈھالا گیا ہے؟ آپ سنیں گے تو حیرت میں پڑ جائیں گے......حضرت بحرالعلوم مفتی عبدالمنان صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

تنقیح مناط......تخریج دلائل دقت نظر اور حقیقت رسی تو اس اسکول کا خاصہ رہا ہے جس سے صدرالشریعہ کا تعلق رہا ہے۔

(فتاوی امجدیہ ص رض)

ایک" صدرالشریعہ" ہی نہیں......اس اسکول سے تعلق رکھنے والوں میں ملک العلماء، محدث اعظم ہند شیر بیشۂ اہل سنت اور مولانا عبدالعلیم صدیقی صاحب جیسی نایاب شخصیتیں بھی ہیں......جنہوں نے اس اسکول سے استفادہ تام کیا ہے اور کائنات کے افق پر آفتاب وماہتاب بن کر چمکے ہیں......ان کی ضیا بار کرنوں سے نہ جانے کتنوں کے دل منور ہوئے ہیں اس کے احساس ہی سے ذہن وفکر اور قلب وجگر میں کیف ونشاط کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے......اس اسکول کا افادی پہلو ہر دور میں درخشاں رہا ہے......اس دور سے اب تک اس کی روشنی کم نہیں ہوئی ہے......اور اگر کسی دور میں کسی قسم کا تغیر آیا ہے تو یہ تغیر فطری ہے......غیر فطری نہیں ہے......اہل علم سے یہ بات مخفی نہیں کہ" فطری تغیر" کوئی عذر روا نہیں ہوتا ہے بلکہ اسے "عصری معنویت" سے تعبیر کیا جاتا ہے......حضرت بحرالعلوم نے بریلی کے" دارالافتاء" کو مدرسہ نہیں فرمایا کیونکہ انہیں اس بات کا علم تھا کہ مدرسہ کہنے میں وہ لذت نہیں جو اسکول کہنے میں ہے جس طرح ادب وشاعری کی دنیا میں لکھنو کو ادب کا مدرسہ نہیں بلکہ اسکول کہا جاتا ہے اسی طرح دہلوی مزاج کی شاعری کے پیش نظر" دہلوی اسکول کہا جاتا ہے دہلوی مدرسہ نہیں......ٹھیک اسی طرح فتاوی کے مزاج کو جانتے ہوئے حضرت مفتی صاحب قبلہ نے اسے مدرسہ نہیں کہا ہے اسکول کہا ہے......فتاوی تو دارالعلوم دیوبند اور ندوۃ العلماء لکھنو میں بھی لکھے جاتے ہیں مگر ان مقامات کو اسکول کا درجہ حاصل نہیں......اپنے مدرسوں سے بھی فتاوی صادر کئے جاتے ہیں مگر انہیں بھی اس فن کا اسکول نہیں کہا جاتا ہے بلکہ بریلی اور صرف بریلی کے دارالافتاء کو اسکول کہا گیا ہے......بس اسی اسکول کی ذمہ داری حضور تاج الشریعہ کو سونپی گئی ہے......جس طرح بریلی کے اس اسکول کو اہمیت وانفرادیت حاصل ہے ٹھیک اسی طرح کی اہمیت اس کے ذمہ دار کو بھی حاصل ہوگی اور اب اس کے ذمہ دار کون قرار دیئے گئے......؟ یہ ظاہر ہے! یعنی میرے اور سب کے محبوب ومہرباں قائد ورہنما" حضور تاج الشریعہ"......جب تک سرکار مفتی اعظم ہند حیات ظاہری میں رہے" تاج الشریعہ" کو مروجہ طریقوں سے ذمہ داری کا احساس دلاتے رہے اور کار افتاء کے اسرار ورموز سے بھی آگاہ کرتے رہے یہاں تک کہ ان کی صحبت میں رہنے سے وہ تمام خوبیاں حاصل ہوگئیں اور تاج الشریعہ کی شخصیت میں اس طرح سما گئیں کہ ان کی شخصیت سے کسی وقت بھی الگ نہیں کی جاسکتیں......اور نگاہوں سے وہ

فیض عطا کیا کہ زندگی کے کسی موڑ پر میرے تاج الشریعہ کو تشنگی کا احساس تک نہ رہا......

کار افتا کی اہمیت و انفرادیت: میری اوپر کی تحریر سے اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ "افتاء" کا کام کوئی آسان کام نہیں ہوتا ہے اس کے لئے شعوری طور پر کسی کو تیار کیا جاتا ہے...... تب کہیں جا کر "افتاء" کے مشکل ترین کاموں کو حل کیا جاتا ہے...... اسلامی مدارس سے بہت سارے بچے فارغ ہوا کرتے ہیں...... سب کو عالم ہونے کی سند دی جاتی ہے...... ان میں مدرس بھی ہوتے ہیں اور شاعر و خطیب بھی...... مگر ہر ایک کو فتوی لکھنے کی شدھ بودھ نہیں ہوتی ہے...... کسی بھی مدرسہ میں آپ چلے جائیں...... ایک سے بڑھ کر ایک قابل اور اعلیٰ صلاحیت والے مدرسین دستیاب ہو جائیں گے...... لیکن انہیں فتوی لکھنے کے لئے کہیے تو بہت سے فارغین انکار کر بیٹھیں گے...... ایسا اس لئے کرتے ہیں کہ انہوں نے "کار افتاء" کے بارے میں کچھ سیکھا ہی نہیں...... کار افتا بھی ایک فن ہے جو ریاض سے حاصل ہوتا ہے اور اس فن کے اسرار و رموز کے حاصل کرنے کے بعد ہی فتوی لکھنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے بلکہ اس کے لئے "تخصص فی الفقہ" کے ساتھ ساتھ کسی مفتی کی نگرانی میں بہت کچھ سیکھنا پڑتا ہے اس کے بعد ہی فتوی لکھنا آتا ہے۔

محنت کئے اور ریاضت کا سہارا لئے بغیر کسی بھی حال میں فتوی لکھنے کی صلاحیت نہیں ہو سکتی ہے...... اس تناظر میں کہا جا سکتا ہے کہ ہر فقیہ عالم ہوتا ہے مگر ہر عالم فقیہ نہیں ہوتا ہے...... محدث ہونا اور بات ہے مفسر ہونا اور بات اس کے علاوہ کسی فن میں کمال حاصل کرنا اور بات ہے اور فتوی نویسی کے فن میں درک تام حاصل کرنا دوسری بات ہے...... فتوی لکھنے کی اہمیت و انفرادیت سے کسی کو انکار نہیں...... مگر اس دور میں کچھ ایسے فتنے پیدا ہو رہے ہیں جو اس فن کی اہمیت کو جانتے ہی نہیں...... اور اگر جانتے ہیں، پھر بھی ایسا کر رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اس فن کی توہین کر رہے ہیں...... کسی نے کہا تفقہ فی الدین کا مطلب علم فقہ میں کمال حاصل کرنا نہیں...... کسی نے کہا عالم کا یہ معنی نہیں کہ دس سال تک مدرسوں میں رہ کر پورا نصاب پڑھا جائے بلکہ اس کے پاس جس چیز کا علم ہے...... وہ عالم ہے اور کسی نے کہا مفتی کا کام صرف مسئلہ بتانا ہے اس کے علاوہ ان کا اور کوئی کام نہیں...... یہ تمام باتیں اوہام و اباطیل ہیں...... بلکہ یہ ضلالت گمراہیت کی نشانیاں ہیں...... حضور تاج الشریعہ کے جد مکرم حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا صاحب فرماتے ہیں کہ

مقدمہ اولی...... مسلمانو! میں پہلے تمہیں ایک سہل پہچان گمراہوں کی بتاتا ہوں جو خود قرآن مجید اور حدیث حمید میں ارشاد ہوئی۔ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں اتارا: تبیانا لکل شیئ یعنی جس میں ہر چیز کا روشن بیان...... تو کوئی ایسی بات نہیں جو قرآن میں نہ ہو مگر ساتھ ہی فرمادیا: وما یعقلہا الا العلمون یعنی اس کی سمجھ نہیں مگر عالموں کو اس لئے فرماتا ہے لــا فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون یعنی علم والوں سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے ہو...... اور پھر یہی نہیں کہ علم والے آپ سے آپ کتاب اللہ کے سمجھ لینے پر قادر ہوں نہیں بلکہ اس کے متصل ہی فرمایا: وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم یعنی اے نبی ہم نے یہ قرآن تیری طرف اس لئے اتارا کہ تو لوگوں سے اس کی (شرح) بیان فرمادے اس چیز کی جو ان کی طرف اتاری گئی۔

اللہ اللہ قرآن عظیم کے لطائف و نکات منتہی نہ ہونگے ان دو آیتوں کے اتصال سے رب العلمین نے ترتیب وار سلسلہ فہم کلام الٰہی کا منتظم فرمادیا۔ کہ اے جاہلو! تم کلام علماء کی طرف رجوع کرو اے عالمو تم ہمارے رسول کا کلام دیکھو تو ہمارا کلام سمجھ میں آئے

غرض ہم پر تقلید ائمہ واجب فرمائی اور ائمہ پر تقلید رسول اور رسول پر تقلید قرآن۔ وللہ الحجۃ البالغۃ والحمد للہ رب العلمین۔ اللہ ہی کے لئے حجت بالغہ ہے اور اللہ ہی کے لئے حمد ہے جو رب العالمین ہے......امام عارف باللہ عبد الوھاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب مستطاب "میزان الشریعۃ الکبری" میں اس معنی کو جا بجا تفصیل تام بیان فرمایا از اں جملہ فرماتے ہیں۔

لولا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصل بشریعۃ ما أجمل فی قرآن بقی علی اجمالہ کما ان الائمۃ المجتھدین لولم یفصلوا ما اجمل فی السنۃ لبقیت علی اجمالھا فھکذا الی عصرنا ھذا پس اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شریعت سے مجملات قرآن کی تفصیل نہ فرماتے تو قرآن یوں ہی مجمل رہتا اور اگر ائمہ مجتہدین مجملات حدیث کی تفصیل نہ کرتے تو حدیث تو یوں ہی مجمل رہتی۔ اور اسی طرح ہمارے زمانہ تک کہ اگر کلام ائمہ کی علمائے مابعد شرح نہ فرماتے تو ہم اسے سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتے۔ تو یہ سلسلہ ہدایت رب العزت کا قائم فرمایا ہوا ہے جو اسے توڑنا چاہے وہ ہدایت نہیں چاہتا بلکہ صریح ضلالت کی راہ چل رہا ہے اسی لئے قرآن عظیم کی نسبت ارشاد فرمایا: یضل بہ کثیرا و یھدی بہ کثیرا اللہ تعالی اسی قرآن سے بہتیروں کو گمراہ کرتا اور بہتیروں کو سیدھی راہ عطا فرماتا ہے......جو سلسلے سے چلتے ہیں بفضلہ تعالی ہدایت پاتے ہیں اور جو سلسلہ توڑ کر اپنی ناقص اوندھی سمجھ کے بھروسے قرآن عظیم سے بذات خود مطلب نکالنا چاہتے ہیں چاہ ضلالت میں گرتے ہیں اسی لئے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: سیاتی ناس یجادلونک بشبھات القرآن فخذوھم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ یعنی قریب ہے کہ کچھ لوگ ایسے آئیں گے جو تم سے قرآن عظیم کے مشتبہ کلمات سے جھگڑیں گے تم انہیں حدیثوں سے پکڑو کہ حدیث والے قرآن کو خوب جانتے ہیں رواہ الدارمی وابو نصر المقدسی فی الحجۃ واللالکائی فی السنۃ وابن عبد البر فی العلم وابن ابی زمنین فی اصل السنۃ والدارمی والدار قطنی والاصبھانی فی الحجۃ وابن النجار۔ یعنی دارمی نے ابو نصر مقدسی نے "حجۃ" میں اور لالکائی نے "سنۃ" میں اور ابن عبد البر نے "العلم" میں اور ابن ابو زمین نے "اصول السنۃ" میں اور دار قطنی اور اصبہانی نے "حجۃ" میں اور ابن نجار نے اس حدیث پاک کو روایت کیا۔ اسی لئے امام سفیان بن عیینہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: الحدیث مضلۃ الا الفقھاء یعنی حدیث گمراہ کر دینے والی ہے مگر ائمہ مجتہدین کو......تو جو وہی ہے کہ قرآن مجمل ہے جس کی توضیح حدیث نے فرمائی اور حدیث مجمل ہے جس کی تشریح ائمہ مجتہدین نے کر دکھائی......تو جو ائمہ کا دامن چھوڑ کر قرآن و حدیث سے اخذ کرنا چاہے بہکے گا۔ اور جو حدیث چھوڑ کر قرآن مجید سے لینا چاہے وادی ضلالت میں پیاسا مرے گا۔

تو خوب کان کھول کر سن لو اور لوح دل پر نقش کر رکھو کہ جسے کہتا سنو "ہم اماموں کا قول نہیں جانتے ہمیں تو قرآن و حدیث چاہیے" جان لو وہ گمراہ ہے اور جسے کہتا سنو کہ ہم حدیث نہیں جانتے ہمیں تو قرآن درکار ہے سمجھ لو یہ بددین، دین خدا کا بدخواہ ہے............

مسلمانو! تم ان گمراہوں کی ایک نہ سنو اور جب تمہیں قرآن میں شبہ ڈالیں تم حدیث کی پناہ لو اگر اس میں این و آں نکالیں تم ائمہ کا دامن پکڑو اس تیسرے درجے پر آ کر حق و باطل صاف کھل جائے گا اور ان گمراہوں کا اڑایا ہوا سارا غبار حق کے برستے ہوئے بادلوں سے دھل جائے گا اس وقت یہ ضال مضل طائفے بھاگتے نظر آئیں گے۔ کانھم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ یعنی گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہوں کہ شیر سے بھاگے ہوں۔۔۔اول تو حدیثوں ہی کے آگے انہیں کچھ نہ بنے گی اور وہاں کچھ چون و چرا کی

توارشادات ائمہ معانی حدیث کوایسا روشن کردیں گے کہ پھرانہیں یہی کہتے بن آئے گی کہ ہم حدیث کونہیں جانتے یا اماموں کونہیں مانتے اس وقت معلوم ہوجائے گا کہ ان کا امام ابلیس لعین ہے جوانہیں لئے پھرتا ہے الخ۔ (فتاویٰ حامدیہ ص ۱۲۹ تا ۳۳۲)

”فتاوی حامدیہ“ کی اس پوری عبارت کے پڑھنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ من جانب اللہ قائم کردہ سلسلہ ہدایت کی ایک اہم کڑی ہمارے علمائے کرام کی ذات گرامی ہے اور مفتیان کرام کی شخصیتیں ہیں ...... کیونکہ ائمہ کرام اور دوسرے ماہرین علم فقہ کے مجملات کی تشریح کا حق صرف انہیں مفتیان عظام کو حاصل ہے ..... جولوگ اس دور میں اجتہاد کی بات کرتے ہیں گویا ان کے نزدیک علم فقہ کی کوئی اہمیت نہیں ہے ...... یہ بات تو ہمارے، ائمہ کرام کو بھی معلوم تھی کہ آنے والے دنوں میں علم وفن کا اسقدر انحطاط ہوجائیگا کہ کوئی بھی انسان قرآن وحدیث سے مسائل کا استنباط نہیں کرسکتا ایسی صورت میں کیا ہوگا اس لئے حضرت امام اعظم...... حضرت امام شافعی ...... حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام مالک جیسی عبقری شخصیتوں نے علم فقہ کی بنیاد رکھی اور اس کے ساتھ ساتھ اصول وکلیات نیز مسائل کا ایک ذخیرہ جمع کر کے ہمارے حوالہ کردیا تاکہ امت محمدیہ قیامت تک پیش آنے والے نت نئے حوادث کا شرعی حل نکال سکے ...... اس لئے کوئی بھی علم فقہ کی ضرورت کا انکار نہیں کرسکتا اور نہ ہی کوئی اس کی اہمیت وافادیت سے نظریں چرا سکتا ہے ..... اس علم کے جوافراد حامل ہوا کرتے ہیں وہی علماء کہلائے جاتے ہیں اور انہیں کو فقہاء کے لقب سے پکارا جاتا ہے اور مفتیان عظام بھی اسی زمرہ میں آتے ہیں ...... یہ ضرورت دارالافتاء سے پوری کی جاتی ہے اس لئے اس کی بھی زمانے میں ضرورت پڑتی ہے ...... وہ ادارہ جو انسانوں کی شرعی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے اسے تنقید کا نشانہ بنانا کہاں تک درست ہے؟

حضور تاج الشریعہ نے نہایت ہی کامیابی کے ساتھ ”دارالافتاء“ کی ذمہ داری نبھائی ...... خود بھی فتاوے تحریر کئے اور دوسرے لوگوں سے بھی فتاوے تحریر کروائے اس لئے آپ نے ملک کے کونے کونے سے آئے ہوئے سوالات کے جوابات دیئے اور ان کی ضرورتوں کو بھرپور انداز میں پورا کیا ...... میں ان کی ان خدمات کو کیسے فراموش کردوں؟ ...... اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انہوں نے اپنی خدمات کے عوض میں قوم سے اور سوال لے کر آنے والوں میں سے کسی سے بھی ایک حبہ تک کا مطالبہ نہ کیا ...... یہ ان کا خلوص اور ان کا پیار ہے اور امت کے ساتھ ان کی ہمدردی ہے ..... حضور تاج الشریعہ کے انہیں اوصاف وکمالات نے ان کی شخصیت کو اوج ثریا کی بلندی عطا کردی ...... اور ان کی شخصیت کی خوشبوؤں کو گھر گھر تک پہونچادی ہے ...... یہ مقام تو انہیں ان کی حیات پاک میں حاصل ہوگیا تھا ...... اور بعد وصال ان کی شخصیت کا جو جادو دیکھنے کو ملا اس نے تو ہر دانشور کو حیرت ہی میں ڈال دیا اور یہ بلندی کیوں نصیب نہ ہو کہ

جہاں بانی عطا کردیں وہیں جنت عطا کردیں
نبی مختار کل ہیں جس کو جو چاہیں جو عطا کردیں

اس بات میں کیا شک؟ کہ نبی مختار کل صلی اللہ علیہ وسلم نے ”حضور تاج الشریعہ“ کو آسماں کردیا ہے اور ان کے مخالفین کو ثرا کردیا ہے ...... یہ کوئی میرا حسن عقیدت نہیں ہے بلکہ حقیقت او رآنکھوں دیکھا حال ہے جسے دنیا والوں نے اپنے ماتھے کی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے ...... اور آج بھی مشاہدہ کررہے ہیں۔

"افتاء کی" تعریف و توضیح: لوگوں نے کارِ افتاء کو آسان سمجھ لیا ہے...... حالانکہ یہ اتنا آسان نہیں ہے جتنا کہ لوگوں نے سمجھ رکھا ہے...... آسان سمجھنے سے کیا ہوتا ہے؟ مزہ تو جب ہے کہ کوئی میداں میں آ کر اس کام کو انجام دے اور پھر بتائے کہ یہ آسان ہے یا دشوار ہے...... جوئے شیر جاری کرنے کو لوگ آسان کہا کرتے ہیں فرہاد سے پوچھیے کہ یہ کس قدر آسان ہے...... اب ذیل میں اس کی توضیح کی جارہی ہے......

"افتاء" کا مطلب فتویٰ دینا ہے اور فتویٰ مشتق ہے فتی سے اور فتی کا معنی نوجوان طاقت والا...... لسان العرب میں ہے۔

قال: الفتیا تبیین المشکل من الاحکام. اصله من الفتی وھو الشاب الحدث الذی شب وقوی فکأنه یقوی ما اشکل ببیانه فیشب ویصیر فتیاً قویاً افتی المفتی اذا حدث حکما. (لسان العرب ۳۳۴۸)

فتویٰ احکام میں سے مشکل کو بیان کرتا ہے اور اس کی اصل "فتیٰ" ہے...... "فتی" کا معنی "نوعمر، قوی، جوان" ہے گویا فتویٰ مشکل امر کو اپنے بیان سے قوی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ مشکل امر قوی اور جوان ہو جاتا ہے...... اور جب مفتی حکم بیان کرتا ہے تو بولا جاتا ہے "افتی المفتی" یعنی "مفتی" نے فتویٰ دیا۔

اور اسلامی شریعت میں...... صورت مسئلہ کے جواب کو فتویٰ کہا جاتا ہے...... فتویٰ دینا ایک مشکل امر ہے اور خطروں سے بھرا ہوا ہے...... ذرا سی خطا واقع ہونے سے فتویٰ صادر کرنے والا لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے یہ ایسا کٹھن کام ہے کہ ہمارے بہت سے اسلاف نے فتویٰ لکھنے سے پہلو تہی فرمائی ہے۔

عن عبد الرحمن بن ابی لیلی قال ادرکت عشرین ومائة من الانصار من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم یسئل احدھم عن المسئلة فیردھا ھذا الی ھذا وھذا الی ھذا حتی ترجع الی الاول وفی روایة ما منھم من یحدث بحدیث الا ود ان اخاہ کفاہ ایاہ ولا یستفتی عن شئی الا ود ان اخاہ کفاہ ایاہ.

ترجمہ...... عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ۱۲۰/ انصاری صحابہ کو اس طرح پایا کہ جب ان سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو وہ دوسرے کی جانب بھیج دیا کرتے تھے اور وہ دوسرا کسی تیسرے کے پاس...... اور تیسرا چوتھے کے پاس یہاں تک کہ وہ لوٹ پھیر کر پھر پہلے کے پاس آ جاتا...... انہیں سے ایک اور روایت میں ہے کہ ان میں سے کوئی بھی کوئی حدیث بیان نہیں کرتے تھے مگر وہ یہی کہتے کہ اس کے لئے میرا بھائی کافی ہے ان میں سے کوئی بھی کسی مسئلہ کا جواب نہیں دیتے مگر یہ کہ وہ یہی چاہتے کہ اس کے لئے میرا بھائی کافی ہے۔

عن الشعبی والحسن وابی حصین التابعین قالو: ان احدکم لیفتی فی المسئلة ولو وردت علی عمر رضی الله تعالی عنه لجمع لھا اھل بدر

ترجمہ ...... شعبی حسن اور ابی حصین تابعی نے فرمایا: بیشک تم میں سے ہر ایک ہر مسئلہ کا جواب دے دیتے ہو اگر یہ مسئلہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش کیا جاتا تو اس کے جواب دینے کے لئے حضرت عمر تمام بدری صحابہ کو جمع کرتے۔

ہمارے بعض اسلاف جب کسی مسئلہ کا جواب دیا کرتے تو ان کے اوپر اس قدر دہشت طاری ہو جاتی کہ لرزہ براندام ہو جایا کرتے تھے اور بہت سے افراد اس بات کو کہنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتے کہ ہم جانتے ہی نہیں ہیں...... اسی لئے مفتی کے

لئے یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ وہ ہر مسئلہ کا جواب نہ دے بلکہ جواب دینے سے پہلے اس بات کو خوب سوچ سمجھ لے کہ کہیں سائل میرے اس جواب سے قوم میں کوئی انتشار تو نہیں پھیلائے گا اور لوگوں میں میرے اس جواب سے کوئی غلط پیغام تو نہیں دے گا...... اسی لئے "افتاء" کے اصولوں میں سے یہ بھی ہے کہ من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل کہ جو اہل زمانہ کے مزاج کو نہ پہچانے...... وہ جاہل ہے حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس نے فرمایا من افتی عن کل ما یسئل فھو مجنون کہ جو ہر مسئلہ کا جواب دے وہ مجنوں ہے...... کسی بھی مفتی کے لئے یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ کسی مسئلہ کے تعلق سے "لا ادری (میں نہیں جانتا) کہنے سے عار نہ سمجھے کہ ہمارے اکابر اور اسلاف سے لا ادری کہنے کی روایت ملتی ہے...... حضرت امام مالک کے سامنے ۳۳ مسائل پیش کئے گئے ان میں سے صرف آپ نے ایک مسئلہ کا جواب دیا اور بقیہ مسائل کے بارے میں امام مالک نے فرمایا لا لا ادری یعنی میں نہیں جانتا...... ان تمام عبارتوں کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ افتاء کا کام بہت مشکل اور خطروں کا کام ہے...... اس دور میں تو اور بھی زیادہ خطرے کا کام ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہندوستان میں جس قدر بھی دارالافتاء ہیں...... ان میں سے کسی میں بھی جواب دینے کی کوئی اجرت نہیں لی جاتی ہے...... بر بنائے ہمدردی اور خلوص کے جذبوں سے سرشار ہو کر جواب دیا جاتا ہے...... اور اگر کوئی مفتی اپنے کسی جواب میں پھنس جاتا ہے اور اس بنا پر مقدمہ درج ہو جاتا ہے تو کوئی اس کا پرسان حال نہیں ہوتا...... مفتی بیچارہ خود روپے خرچ کرتا ہے اور مقدمہ کی پیروی میں بھاگ دوڑ کرتا ہے کوئی جھوٹ کو تسلی دینے بھی نہیں آتا ہے...... اس کے علاوہ عوام و خواص کی زبانیں مانند تیشہ چلتی ہیں وہ الگ مسئلہ ہے...... اس کے باوجود کوئی مفتی اور کوئی دارالافتاء ہمت نہیں ہارتا ہے اور جہاں جواب دینا ضروری سمجھتا ہے وہ جواب دیتا ہے...... میں کسی اور دارالافتاء کی بات نہیں کرتا ...... بلکہ میرے ساتھ جو معاملہ پیش آیا اسی کو بیان کر دینا مناسب سمجھتا ہوں......

واقعہ نمبر (۱)...... میرے سامنے ایک صاحب نے تحریری صورت میں ایک سوال پیش کیا...... جس میں لکھا ہوا تھا کہ زید نے بیوی کی بدزبانی سے تنگ آ کر اپنی بیوی سے تین مرتبہ کہا: میں تجھے طلاق دیتا ہوں...... میں تجھے طلاق دیتا ہوں...... میں تجھے طلاق دیتا ہوں...... سائل نے زبانی طور پر کہا جو بات صحیح ہے وہ میں نے بیان کر دی ہے اس میں کوئی بات جھوٹی نہیں ہے اور مجھے یہ حکم چاہئے کہ کوئی طلاق واقع نہیں...... روپے بتاؤ کتنے پیش کروں...... چونکہ میں سائل کو جانتا تھا۔ میں نے ان سے کہا: یہ دارالافتاء ہے جو کبھی بکتا نہیں ہے اور نہ ہی اسے خریدا جا سکتا ہے...... کسی وکیل کے پاس جائیے ان سے جیسا چاہیں لکھوا لیں اور جیسا چاہیں آڈر کر والیں...... اور سماج کا کوئی فرد وکیل سے کچھ نہیں کہتا ہے اور نہ اسے کوئی برا سمجھتا ہے اس کے جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بنانے کے عمل کو ہنر جانا جاتا ہے...... اور جب کوئی مفتی کسی مسئلہ میں سچ بات کہتا ہے تو اسے نہ جانے کیا سے کیا کہا جاتا ہے؟

واقعہ نمبر (۲)...... ایک اور صاحب سوتھ بدایوں سے تین طلاق کا مسئلہ لے کر آئے میں نے طلاق مغلظہ کا حکم بیان کر دیا...... چونکہ یہ جواب اس کے مزاج اور نفس کے موافق نہ تھا...... اس وقت ان کے غصہ کا عالم یہ تھا کہ انہوں نے اسی وقت جواب کے ٹکڑے ٹکڑے کیا اور میرے ہی دارالافتاء میں پھینک کر چلا گیا...... بتائیے یہ کس قدر بڑی جرأت ہے...... میں نے انہیں اپنی زبان سے کچھ نہ کہا اور خاموش رہا اور کہتا بھی کیا؟

واقعہ نمبر (۳)...... تین چار لوگ پھر تین طلاق کا مسئلہ پوچھنے آئے اور میں نے زبانی طور پر بتا دیا کہ تینوں طلاقیں واقع ہو

گئیں...... وہ سب کے سب یہاں سے اُٹھ کر اہل حدیث یعنی وہابی کے مدرسہ میں چلے گئے انہوں نے کہا صرف ایک طلاق ہوئی ...... وہاں سے پھر میرے دارالافتاء میں آئے اور انہوں نے اس قدر ہنگامہ کیا کہ بس مت پوچھئے اور ہم خاموش تماشائی بنے بیٹھے رہے۔

یہ اور اسی قسم کے خطرات ہر" دارالافتاء" اور ہر "مفتی" کے سامنے پیش آتے ہی رہتے ہیں...... اس دور میں" دارالافتاء" چلانا اور مسئلہ کا جواب دینا آگ کی چنگاریوں پر کھڑے ہونے کے مترادف ہے......

"حضور تاج الشریعہ" اور ان کا" دارالافتاء" تو مرکزی حیثیت کا حامل ہے...... نہ صرف ملکی پیمانے پر بلکہ اسے عالمی پیمانہ پر مرکزی حیثیت حاصل ہے...... تو ظاہری بات ہے ان کے سامنے بھی خطرات آتے ہونگے اور پریشانیاں بھی لاحق ہوتی ہونگی...... باوجود اس کے بریلی شریف کا یہ علمی فکری مذہبی مسلکی اور فقہی اسکول اپنی سج دھج اور تاب وتوانائی کے ساتھ برقرار ہے اور انشاء اللہ اس کی یہ توانائی برقرار ہی رہے گی...... اس اسکول کو کامیاب بنانے اور اس چمنستان کو ہرا بھرا رکھنے کے لئے "حضور تاج الشریعہ" نے اپنے خون جگر کو صرف کیا ہے...... اور ان کی رگ رگ میں اپنے خون کی ایک ایک بوند لگا دی ہے...... اس فقہی اسکول کے درو دیوار کے گرانے میں جہاں اوروں نے ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا ہے وہیں کچھ اپنے لوگوں نے بھی کچھ کم ستم نہیں ڈھایا ہے مگر اس کا کون کیا بال بیکا کرسکتا ہے؟ جس کی بنیاد میں خلوص و پیار...... ایثار وقربانی اور بے لوث جذبوں کے گارے لگے ہوں...... ہم سلام کرتے ہیں اور اس کے درو دیوار کو...... خراج عقیدت پیش کرتے ہیں جس کے درودیوار سے عشق ومحبت اور جان جاناں کی نکہتیں اُٹھتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں......

اس فقہی اسکول کی سب سے بڑی خصوصیت: بریلی شریف کا یہ ادارہ نظریہ ساز ادارہ ہے یہاں سے جو پیغام جاتا ہے پورے عالم اسلام میں پھیل جاتا ہے اپنے لوگ جہاں اس پیغام کا استقبال کرتے ہیں غیروں نے بھی اس کا استقبال کیا ہے...... یہ اور بات ہے کہ اس کے استقبال کرنے کی وجہ یہ ہو کہ اس پیغام کے متبادل غیروں کے پاس کوئی پیغام نہیں ہے...... علم فقہ کے کتب متون اور شروح میں سے کسی عبارت کے نقل کردینے کا نام "فتویٰ" نہیں ہے کوئی بھی اور کہیں بھی کسی کتاب کی کسی عبارت کو نقل کردیتا ہے باوجود اسکے اس نقل کو فتویٰ نہیں کہا جاتا ہے اگر نقل عبارت کا نام ہی فتویٰ ہوتا تو کوئی مفتی اپنے فتویٰ کا ذمہ دار نہیں ہوتا...... لیکن زمینی حقیقت یہ ہے کہ کسی فتویٰ میں قرآن مقدس کی آیت پیش کی جاتی ہے...... احادیث پیش کئے جاتے ہیں در مختار...... بحر الرائق اور فتاویٰ عالمگیری کی عبارتوں سے فتاویٰ سجائے جاتے ہیں مگر کوئی ان کتابوں کے مصنفین کو ذمہ دار نہیں ٹھہراتا ہے بلکہ اس کا الزام بیچارے مفتیوں پر عائد کیا جاتا ہے...... رسائل وجرائد والے تو یہ کہہ کر اپنا دامن بچالیتے ہیں کہ ان میں جس قدر مشمولات ہیں ان سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں...... مگر مفتی ایسا نہیں کرتا ہے بلکہ وہ سب کی ذمہ داری اپنے سر لے لیتا ہے ...... یہی خصوصیت اس اسکول کی ہے جو برسوں سے بریلی کی سرزمین پر قائم ہے اسی نظریہ کو بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ارشاد فرماتے ہیں:

الافتاء لیس حکایة قول افتاء به فانا نحکی اقوالاً خارجة عن المذهب ولایتوهم احدانا نفتی بها انما الافتاء ان تعتمد علی شئی تبیین لسائلك ان هذا حکم الشرع فی ما سألت وهذا لا یحل لاحد من دون یعرفه عن دلیل شرعی

والا کان ذالک جزافاً وافتراء علی الشرع ودخولاً تحت قولہ عز وجل ام تقولون ما لا تعلمون وقولہ تعالٰی قل اللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون۔ (فتاوی رضویہ ۱/۳۸۲)

قاضی شہید عالم صاحب اس عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ترجمہ...... محض کسی قول کو بیان کر دینا اس کا فتوی دینا نہیں اس لئے کہ ہم بہت سے ایسے اقوال بیان کرتے ہیں جو مذہب (مفتی بہ) سے خارج ہوتے ہیں اور کوئی بھی اس بات کا وہم نہیں ہوتا کہ ہم ان اقوال کا فتوی دے رہے ہیں بلکہ فتوی دینا یہ ہے کہ کسی چیز پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے سائل کے لئے یہ بیان کیا جائے کہ تم نے کسی واقعہ سے متعلق جو سوال پیش کیا ہے اس بارے میں حکم شرع یہ ہے...... اس معنی کر فتوی دینا کسی کے لئے اس وقت تک حلال و روا نہیں جب تک کہ دلیل شرعی کی کامل معرفت نہ ہو ورنہ جزاف اور شریعت پر افترا اور اللہ تعالی کے مندرجہ ذیل اقوال و آیات کی وعیدوں کے تحت داخل ہوتا ہے...... اللہ تعالی فرماتا ہے تم اللہ پر وہ بات کہتے ہو جو جانتے نہیں...... اور اللہ تعالی فرماتا ہے۔ تم فرماؤ کیا اللہ نے تمہیں اجازت دے دی یا تم اللہ تعالی پر افترا کرتے ہو۔ (فتاوی تاج الشریعہ ۱/۱۵۴)

ہر مفتی اپنے فتوے میں سند کے طور پر جو عبارتیں پیش کرتا ہے وہ محض حکایت نہیں بلکہ ایک قسم کی انشاء ہے اور اس پر اعتماد کرتا ہے...... اور پھر دلیل شرعی سے ثابت کرتا ہے کہ سائل نے جو کچھ پوچھا ہے یہی اس کا حکم شرعی ہے...... فتوی میں جو بات یا جو حکم بیان کیا جاتا ہے وہ ایک مستحکم بات ہوتی ہے اور مضبوط حکم ہوا کرتا ہے اس لئے مفتی اپنے فتوی کا ذمہ دار ہوا کرتا ہے...... مفتی کا کام صرف حکم بیان کرنا ہی نہیں ہوتا ہے بلکہ "صورت مسئولہ پر" اس "حکم شرعی" کا انطباق بھی ہوا کرتا ہے اگر مفتی اس عملی انطباق سے کام نہ لے تو پھر دار الافتاء سے رجوع کا کیا معنی؟ علامہ جرجانی تحریر کرتے ہیں:

ان عمل الفقھیۃ لا یقتصر علی العلم بالاحکام الفقھیۃ وفھمھا وانما یتعدی الی الکشف عن علل الاحکام وماخذھا ومقاصدھا وغیر ذالک مما یساعد فی عملیۃ استنباط الاحکام الشرعیۃ ولذالک عرف الفقہ بانہ الاصابۃ والوقوف علی المعنی الذی یتعلق بہ الحکم (التعریفات ۱۰۹۸)

ترجمہ...... فقہی عمل صرف احکام شرعیہ کے جاننے اور اس کے سمجھنے پر مصور نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کی رسائی احکام شرعیہ کی علتوں اور اس کے ماخذوں اور مقاصد کی وضاحت تک ہوا کرتی ہے اور اس کے علاوہ ان امور کی تشریح تک ہوا کرتی ہے احکام کی توضیح میں مدد کرے اسی لئے علامہ جرجانی نے فرمایا: فقہ نام ہے اس معنی خفی تک پہونچنے کا جس سے حکم متعلق ہوا کرتا ہے۔

ایک مفتی میں کیا کیا خوبیاں ہونی چاہئے: اس کی وضاحت کرتے ہوئے قاضی شہید عالم صاحب لکھتے ہیں:

امام احمد رضا قدس سرہ کے اس فرمان کے مطابق ایک جلیل القدر فقیہ اور مفتی کے لئے مندرجہ ذیل خوبیاں ہونا ضروری ہیں:

☆...... اصول فقہ و اصول افتاء پیش نظر ہو۔

☆...... فقہ کے متون و شروح اور فتاوی کے جزئیات پر استحضار ہو۔

☆...... احوال زمانہ سے کامل آگاہی ہو۔

☆...... فتوی تحریر کرنے میں سوال کے تمام پہلوؤں پر نظر ہو اور جواب سب کو محیط ہو......

☆......بعض مسائل میں حکم شرع کا اظہار دوسرے علوم وفنون کے اصول وقواعد پر مبنی ہوتے ہیں اس لئے ان علوم وفنون کے اصول وقواعد پر گہری نظر ہو۔

☆......جزئیات فقہ سے استناد کرے۔

یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ''حضور تاج الشریعہ'' ان تمام خوبیوں کے جامع تھے......ان کے جس قدر فتاوے دستیاب ہیں ان کا مطالعہ کرنے سے یہ تمام خوبیاں ثابت ہوتی ہیں......اوروں کی تو میں اس وقت بات نہیں کرتا......البتہ جہاں تک میں نے جانا ہے اور ''حضور تاج الشریعہ'' کو جاننے کی کوشش کی......اس سے میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ''کار افتاء'' کے تمام تقاضوں کو اسی وقت پورا کیا جا سکتا ہے جب کسی کی شخصیت میں ''فقہی ملکہ'' پایا جائے......''حضور تاج الشریعہ'' کی ذات مقدسہ میں یہ ملکہ بدرجہ اتم پایا جاتا ہے......اسی لئے کسی بھی مسئلہ کا جواب تحریر کرنے میں انہیں کسی طرح کی دشواری محسوس نہیں ہوتی تھی......سوال کی نوعیت کو اور ان کے تمام گوشوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے فوری طور پر قلم برداشتہ جواب تحریر فرما دیا کرتے تھے......ان کے فتاوی کا ایک مجموعہ میرے پاس ہے جو عقائد وکلام سے متعلق ہے......اس میں مختصر فتاوے بھی ہیں اور طویل سے طویل فتاوے بھی......ان تمام فتاوی میں فقہی ملکہ دیکھا جا سکتا ہے......اس کے علاوہ ان کے فتاوے میں تنقیدی شعور اور علمی تعاقب بھی پائے جاتے ہیں......تنقیدی شعور سے فن میں نکھار پیدا ہوتا ہے اور کسی بھی تحریر میں پائے جانے والی جوہری خصوصیت بھی ابھر کر نمودار ہوتی ہے جس کی کشش اور رونق و بہار اہل فکر کے دلوں کو باغ و بہار کر دیتی ہے اور جہاں تک علمی تعاقب کی بات ہے حضور تاج الشریعہ نے اس علمی تعاقب کے سہارے سماج و معاشرہ میں پیدا ہونے والے غیر مفید اور مضر جراثیموں کو روکا ہے......اب ہم ذیل میں حصور تاج الشریعہ کی کچھ ایسی خصوصیات پیش کرنے جا رہے ہیں جن کی وجہ سے فتاوے تحریر گراں قدر اور بیش بہا ہو جایا کرتی ہے......کیونکہ یہ خصوصیات کسی بھی شخصیت کے لئے مقومات کی حیثیت رکھتی ہیں اور خاص طور سے ''فقہی ملکہ'' کے لئے......

اول......عقلی استعداد......ایک فقیہ اور ایک مفتی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی عقلی استعداد کامل ہو......ادراک کی قوت میں سرعت پائی جائے جب اس کے سامنے کوئی لفظ بولا جائے یا کوئی تحریر لائی جائے......اس کے معانی اور مفاہیم کے سمجھنے میں کسی طرح کی دقت نہ ہو...... چاہے قرائن موجود ہوں یا موجود نہ ہوں......اسی کو ذکاء اور سرعت فہم کہا جاتا ہے......اور علم فقہ کی اصطلاح میں ''فقہ النفس'' کہا جاتا ہے...... یہ کس قوت کا نام ہے یہ تو میں بتا ہی چکا ہوں مگر میں اس کی ایک مثال دکھانا چاہتا ہوں ......اسی سال، شرعی کونسل آف انڈیا'' کے فقہی سیمینار میں جو مولانا حسن رضا خاں ہال میں منعقد ہوا تھا......اسی میں یہ بحث چل رہی تھی کہ سود کے متحقق ہونے کی وجہ کسی بھی مال میں ''عصمت'' کا پایا جانا ہے......اور جہاں یہ عصمت نہیں پائی جاتی ہے اس میں سود متحقق نہیں ہوتا......ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے زیادہ مال لے تو یہ زیادتی سود ہے اور اس کا لینا اور دینا دونوں حرام کہ یہاں مال میں عصمت پائی جاتی ہے......حربی اور مسلمان کے مابین سود ثابت ہی نہیں اس لئے اس کا لینا جائز ہے......اس بحث میں حصہ لیتے ہوئے حضرت قاضی شہید عالم مدرس جامعہ نوریہ باقر گنج بریلی شریف نے کہا: حربی سے زیادہ مال لینا تو جائز ہے کہ اس کے مال میں عصمت نہیں پائی جاتی ہے لیکن کوئی مسلمان کسی حربی کو زیادہ مال دے یہ حرام ہے......اس لئے کہ مسلمان کے مال میں عصمت پائی جاتی ہے......اب تک عام تصور یہ رہا ہے کہ حربی اور مسلمان کے مابین لین دین میں زیادہ مال لیا بھی جا سکتا اور دیا بھی

جاسکتا ہے......لیا جاسکتا ہے اور دیا نہیں جاسکتا کا جو تصور قاضی صاحب قبلہ نے پیش کیا یہی ''فقہ النفس'' ہے......جن فتاوی میں حضور تاج الشریعہ نے تنقیدی شعور سے کام لیا ہے یا علمی تعاقب کا جلوۂ رنگیں پیش کیا ہے......ان میں حضور تاج الشریعہ نے ایک نہیں ''فقہ النفس'' کے ہزاروں جلووں کو پیش کیا ہے جن کا مطالعہ کرنے سے دلوں میں مسرت کی لہریں بیدار ہوتی ہیں......اور ذہن وفکر کے صحن میں اتنے اجالے پھیل جاتے ہیں کہ جسم و بدن کا انگ انگ نورانی بن جاتا ہے......خدا سلامت رکھے ان جلوؤں کو تاکہ مطالعہ کرنے والے اپنے قلب و ذہن کو منور و تاباں کرتے رہیں......حضور تاج الشریعہ کی اس خوبی کو دیکھ کر اعلی حضرت فاضل بریلوی کے علم وفن اور فکر وشعور کا خوبصورت جلوہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے......

دوم......روحانی استعداد: علم ایک نور ہے ایک خوبصورت روشنی ہے اور اس میں بھی سب سے زیادہ افضل واعلی اور اشرف و اکرم علم شرعی ہے اور اس میں بھی علم فقہ ہے......تمام انواع علوم میں باکمال اور حسن وخیر والا ہے......اسی کے تعلق سے حضرت امام شافعی فرماتے ہیں: ان العلم نور یقذفہ فی قلوب الطائعین ویحجبہ عن العاصین. فقال

شکوت الی وکیع سوء حفظی — فارشدنی الی ترک المعاصی

واخبرنی بان العلم نور — ونور اللہ لایھدی لعاصی

ترجمہ......علم ایک نور ہے جو نیک بندوں کے دلوں میں رکھا جاتا ہے اور گنہگاروں سے روک لیا جاتا ہے امام شافعی نے کہا میں نے وکیع سے اپنے کند ذہن ہونے کی شکایت کی......تو انہوں نے گناہوں کو ترک کرنے کی جانب رہنمائی کی اور مجھے خبر دی کہ علم نور ہے اور اللہ کا نور گنہگار کو نہیں دیا جاتا ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں کہ علم فقہ اور پھر اس میں مہارت تامہ تو اللہ تعالی کی جانب سے ایک قسم کا ہدیہ ہے نعمت اور فضل باری ہے......بایں سبب یہ اسی کو دیا جاتا ہے جس کا دل صاف وشفاف ہوا کرتا ہے......وہ لوگ اس کے مستحق ہی نہیں جن کے دلوں میں کدورت ہوا کرتی ہے اور جن کے سینے حسد وجلن کی تپش میں جلتے رہتے ہیں......اس تناظر میں دیکھا جائے تو مجھے کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں کہ حضور تاج الشریعہ کی روحانی استعداد کیسی تھی اور دل نازک کیسا صاف ستھرا تھا......یہ بات سب کو معلوم ہے کہ جب دل روشن ہوا کرتا ہے تو رخ زیبا چودھویں کا چاند بن جاتا ہے......اور جبین مبارک سے ایسی سنہری کرنیں نکلتی ہیں کہ مضطرب دلوں کو سکوں مل جاتا ہے......جس کسی نے تاج الشریعہ کو دیکھا ہے وہ جانتا ہے اور خوب جانتا ہے کہ آپ کا مبارک چہرہ کیسا تھا؟ بہر حال اس بات سے انکار نہیں کہ آپ کی روحانی استعداد لائق دید تھی......اور اس بات کا استحقاق رکھتی تھی کہ ان کی زیارت کی جائے اور ان سے شرف ملاقات حاصل کیا جائے......اسی لئے آپ کو اللہ تعالی نے ''فقہی ملکہ'' سے نوزا تھا......اور اس میں بھی آپ کو درجہ کمال حاصل تھا......

سوم......استعداد خلقی: استعداد خلقی......سے مراد کردار وعمل کی بلندی ہے اور اخلاق وآداب سے مزین ہوتا ہے......فرائض کو ان کے وقتوں پر ادا کرتا ہے اور آداب ومستحبات کے بجالانے میں لیت ولعل سے احتراز کرتا ہے......شیریں مقالی ان کی عادت میں شامل ہو......اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مفتی کا رابطہ قوم اور اس کے افراد سے ہوا کرتا ہے......بایں سبب ان میں ایسی کوئی بات نہ پائی جائے جس سے لوگوں کے دلوں میں ان کے تئیں کسی قسم کی نفرت پائی جائے......ہر قسم کے عیوب ونقائص سے دور رہیں اور

اپنے آپ کو بری عادتوں سے منزہ کریں...... تاکہ ان کا قلب وذہن اور ان کی شخصیت انوار وتجلیات کی آماجگاہ بن جائے...... حضور تاج الشریعہ کو اس تناظر میں دیکھیں تو یہ خوبیاں ان کی شخصیت میں جمع تھیں...... ان کی ذات سے کوئی ایسا کام صادر نہیں ہوا جس کی بنیاد پر ان کے بارے میں کچھ ایسا ویسا کہا جا سکے...... یہی سبب ہے...... انہیں زندگی میں بھی قبولیت عامہ حاصل تھی اور بعد وصال بھی لوگوں کے دلوں میں جو ان کی قدریں برقرار ہیں ان کی پیمائش نہیں کی جا سکتی ہے...... یہ بہت بڑی سچائی ہے کہ حضور تاج الشریعہ جن نگاہوں کے کرشموں سے ہو کر ہم تک پہونچے تھے اور جس آغوش تربیت میں رہ کر انہوں نے تربیت پائی تھی...... وہاں خاک بھی سونا بن جاتی ہے اور ذرہ بھی آفتاب بن جاتا ہے اس آغوش سے تاج الشریعہ نے کیا کیا نہیں پایا ہوگا...... میں کہتا ہوں کہ انہوں نے اسی آغوش سے ہر قسم کی استعدادیں لے کر ''دارالافتاء'' میں قدم رکھا اور انہیں استعدادوں نے ان کی شخصیت میں ''فقہی ملکہ'' کو شامل کر دیا پھر یہ کہ ان کی ذاتی کوششیں بھی کیا کم تھیں اور ذاتی مطالعہ نے ان کے ذہن وفکر میں کیا کیا جمع نہ کیا ہو؟ اس بارے میں کسی کو کوئی شک نہیں ہو سکتا ہے بلکہ ہر ایک کو اس بات کا یقین ہے کہ انہوں نے سرکار مفتی اعظم ہند سے وہ تمام چیزیں کشید کر کے اپنی شخصیت میں شامل کر لیا ہوگا جو فقہی ملکہ کے لئے ضروری تھا...... چونکہ اسی ملکہ فقہیہ پر کار افتاء کا دارو مدار ہوا کرتا ہے اور وہ حاصل ہے تو پھر تاج الشریعہ اپنے دور میں '' سرخیل مفتیان عظام ٹھہرے...... اور اس بات پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے......

دارالافتاء اور سوالوں کی کثرت: بریلی شریف کا دارالافتاء اس قدر اہمیت رکھتا ہے کہ ہم یا آپ اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے ہیں...... اس دارالافتاء میں نہ جانے کہاں کہاں سے سوالات آتے ہیں ہندوستان کے تمام علاقوں سے سوالات آتے ہیں اور ہندوستان سے باہر کے بھی سوالات آتے ہیں...... سائل بھی مختلف قسم کے ہوا کرتے ہیں ان کی نفسیات بھی الگ الگ ہوا کرتی ہے اور ان کی سوچیں بھی جداگانہ کیفیات کی حامل ہوا کرتی ہیں...... ایک مفتی کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ سوال پر اور اس کے مختلف پہلوؤں پر نظر رکھے...... اور اس بات پر غور کرے کہ سائل کس پہلو پر اضطراب کا شکار ہے اور وہ چاہتا کیا ہے؟ اور دریافت امر کے تحت سائل مفتی سے کیا مطالبہ کر رہا ہے...... جو سائل مطالبہ کر رہا ہے مفتی اسی کا جواب دے مگر اس بات کا خیال رہے کہ سوال کے تمام پہلو اس جواب میں سما جائیں...... اور سائل کو ایسا کوئی موقع نہ دیا جائے کہ جواب میں سے اپنے مطلب کی بات لے لے اور بقیہ پہلوؤں کو نظر انداز کر دے...... ایسے بہت کم سائل ہوا کرتے ہیں جو اپنے سوال میں صحیح صورت حال بیان کرتے ہوں...... اور حد تو یہ ہے کہ دارالافتاء میں حاضر ہو کر بھی دروغ بیانی سے نہیں چوکتے ہیں...... اسی طرح کا ایک واقعہ ہے...... حضور مفتی اعظم ہند کے دور میں ایک سائل آیا اور وہ بیان کرنے لگا...... سرکار مفتی اعظم ہند سر جھکائے اس کے بیانات سن رہے تھے...... اچانک آپ نے سر اٹھایا اور تیز نگاہ سے بیان کرنے والے کو دیکھا اور ارشاد فرمایا: آپ کیا کہہ رہے ہیں...... سائل لرز اُٹھا اور پھر وہ بیان کیا جو سچ تھا اس سے پہلے جو بتا رہا تھا وہ غلط تھا...... اسی بزرگ شخصیت نے میرے تاج الشریعہ کے حوالہ دارالافتاء کیا تھا...... تو بتایا جائے کہ میرے تاج الشریعہ کیا تھے اور کیسے تھے؟...... اور ان میں کیا کیا خوبیاں پائی جاتی تھیں؟ کیا کوئی بتا سکتا ہے؟ نہیں!...... یہی وہ مقام ہوا کرتا ہے جہاں کسی بھی دانشور کی زبان گنگ ہو جاتی ہے اور قلم خاموش ہو جاتا ہے...... میرے ''تاج الشریعہ'' سوال اور اس کے مختلف گوشوں اور سائل کی نفسیات پر نہایت ہی گہری نظر رکھتے تھے...... اب رہی بات جواب لکھنے کی...... تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ جواب

کوئی مفتی دے...... بڑا مفتی دے یا کوئی چھوٹا مفتی دے...... اور کسی بھی "دارالافتاء" کا مفتی دے...... وہ جواب کسی اجتہاد یا استنباط کا نتیجہ نہیں ہوسکتا...... کیونکہ اس دور میں اجتہاد کا کوئی بھی حامل نہیں...... حضرت امام احمد بن حنبل کے بعد کوئی مجتہد مطلق نہیں...... ہاں اجتہاد بمعنی کوشش ہے تو یہ اجتہاد کہیں بھی دستیاب ہوسکتا ہے...... ہاں اس کو انطباقی جواب کہا جاسکتا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ مفتی صاحبان کسی نئی صورت اور نئے حادثات پر حکم شرع کا انطباق کرتے ہیں اجتہاد نہیں...... جواب اس نوعیت کا حامل نہیں کہ کسی مقام سے اسے اٹھالیا جائے اور سوال پر اسے منطبق کردیا جائے بلکہ اس کے لئے کوشش کرنی پڑتی ہے اور کبھی کبھی تو بہت سی کتابوں کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے...... اس کے بعد ہی جواب دیا جاتا ہے...... اس لئے جواب کو "انطباقی حیثیت" حاصل ہے...... اس "انطباقی حیثیت" کو کون؟ اور کس قدر؟ خوبصورت بنا سکتا ہے...... یہ مفتیان عظام کی ظاہری اور باطنی صلاحیتوں پر منحصر ہوا کرتا ہے...... اور اس کا انحصار اس بات پر بھی ہوتا ہے کہ سائل کی نفسیات کیسی ہے؟ اور اس کا اضطراب کس قسم کا ہے؟...... کیا بالکل سادہ ہے؟ یا اس میں کسی طرح کی ژولیدگی پائی جاتی ہے؟...... اگر سادہ ہے تو اس کا جواب بھی اسی انداز میں دیا جاتا ہے...... اور ژولیدگی والا ہے...... تو اس کے جواب کے لئے ایسا جواب تیار کیا جاتا ہے جو فکروفن کے تقاضوں اور منطقی ترتیب پر مشتمل ہوا کرتا ہے اور اس میں دلائل وبراہین نیز جزئیات بھی کثیر تعداد میں پیش کئے جاتے ہیں...... جواب کیسا بھی ہو؟ مگر سوال کے عین مطابق ہونا چاہئے کیونکہ "السوال مناط للجواب" کہ سوال پر ہی جواب کا دارومدار ہوا کرتا ہے...... میرے "تاج الشریعہ" کو اللہ تعالی ایسی حساس طبیعت اور سرعت ذہن وفکر کے ساتھ ساتھ ایسا فقیہ النفس بنایا تھا کہ آپ اس منزل کو نہایت ہی آسانی کے ساتھ عبور کر جاتے تھے...... جیسے قصیدوں میں "گریز" کی کیفیت ہوا کرتی ہے جہاں شاعروں کے قدم پھسل جایا کرتے ہیں اور کچھ شاعر ایسے بھی ہوا کرتے ہیں جو تمہید سے مدح کی جانب اپنے رخ کو موڑ لیا کرتے ہیں...... اور کسی کو احساس تک نہیں ہوتا کہ اس نے تمہید کس طرح چھوڑی...... اور کس پامردی کے ساتھ مقام مدح پر آن کھڑے ہوئے...... کچھ اسی طرح کی کشمکش سوال اور جواب کے مابین کی کیفت میں ہوا کرتی ہے...... اس کشمکش والی حالت سے نکلنے کے لئے سرعت فہم کی ضرورت پڑتی ہے اور مختلف قسم کے استعدادوں کی بھی حاجت ہوا کرتی ہے اور میرے "تاج الشریعہ" کی شخصیت میں یہ دونوں خوبیاں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں......

"حضور تاج الشریعہ" کا جواب کیسا ہوتا تھا؟: "حضور تاج الشریعہ" نے ایک دو اور سیکڑوں نہیں بلکہ ہزارہا سوالوں کے جوابات تحریر فرمائے ہیں...... جو فتاوی کی شکل میں پائے جاتے ہیں...... ابھی تک اس کی دو جلدیں آئی ہیں اور ۹ رجلدیں اشاعت سے محروم ہیں...... دعا ہے پروردگار عالم انہیں بھی زیور طباعت سے آراستہ کردے...... اصل حقیقت یہ ہے فتاوے سوالوں کے جوابات ہوا کرتے ہیں لیکن "علم فقہ" کی اصطلاح میں ان جوابات کو "فتوی/فتاوی" کہا جاتا ہے...... فتاوے میں دعوے بھی ہوا کرتے ہیں جنہیں حکم شرع کہا جاتا ہے اور اس میں دلائل وبراہین بھی ہوا کرتے ہیں...... مگر یہ دلائل نہ منطقی قسم کے ہوا کرتے ہیں اور نہ ہی فلسفیانہ ہوا کرتے ہیں بلکہ یہ دلائل کتاب وسنت اور فقہ کی کتابوں سے لائے جاتے ہیں...... اصول افتاء اس بات کا تعین کرتے ہیں کہ دلائل کہاں سے لئے جائیں۔

ان الواجب علی من اراد ان یعمل او یفتی غیرہ ان یتبع القول الذی رجحہ علماء مذہبہ فلایجوز لہ العمل او

الافتاء بالمرجوح. (شرح عقود رسم المفتی ص ۴۳)

ترجمہ...... اس پر واجب ہے جو عمل کرنے یا کسی کو فتوی دینے کا ارادہ کرے کہ وہ اتباع اس قول کی کرے جسے علمائے مذہب نے ترجیح دی ہے...... پس جائز نہیں کہ قول مرجوح پر عمل کرے یا فتوی دے۔

ایک دوسرے مقام پر ہے:

وقولی (او ظاهر الرواية) معناه ان ما كان من المسائل فی الكتب التي رويت عن محمد بن الحسن رواية ظاهرة يفتى به وان لم يصرحوا بتصحيحه نعم لو صححوا رواية اخرى من غير كتب ظاهر الرواية يتبع ما صححوه.

(شرح عقود رسم المفتی ص ۷۰)

ترجمہ...... اور میرا قول ''او ظاهر الروایہ'' اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مسائل جو محمد بن الحسن سے ''روایت ظاہرہ'' کے طور پر روایت کئے گئے ہیں انہیں پر فتوی دیا جائے اگر چہ علمائے مذہب نے ان کے ''صحیح ہونے کی صراحت نہ کی ہو...... اور اگر ''کتب ظاہر الروایہ'' کے علاوہ کسی دوسری روایت کو علمائے مذہب نے صحیح فرمایا ہے تو اس پر عمل کیا جائے اور اسی پر فتوی دیا جائے۔

''حضور تاج الشریعہ'' نے اپنے تمام فتاوی میں اس بات کا زبردست التزام رکھا ہے...... وہ سب کے سب ''اصول افتاء'' کے آئینہ دار اور ترجمان ہوا کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اصول افتاء کے یہ اسرار اور اسی قسم کے دوسرے رموز ''حضور تاج الشریعہ'' کو گھوٹی میں گھول کر پلائے گئے تھے...... اور اس بابت آپ نے ذاتی طور پر جو کوششیں کی ہیں وہ آپ کی اضافی خوبیاں ہیں......

حضور تاج الشریعہ اور طرز استدلال: اہل علم اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ ''حضور تاج الشریعہ'' نے اپنے فتاوی میں جو باتیں کہی ہیں...... یوں ہی نہیں کہی ہیں بلکہ انہوں نے انہیں دلیلوں سے ثابت بھی کیا ہے کبھی قرآن مقدس کی آیتوں سے ثابت کیا اور کبھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پاک سے...... اور فقہ کی معتبر کتابوں سے بھی دلیلیں پیش کی ہیں...... دلائل پیش کرنے کے لئے ''طرز استدلال'' کا التزام ضروری ہوا کرتا ہے جب تک طرز استدلال کی خوبیاں نہیں پائی جاتی ہیں اس وقت تک تقریب تام نہیں ہوتی ہے...... طرز استدلال کے مضمون پر ہزارہا کتابیں لکھی گئی ہیں...... فقہ شافعی میں الگ کتابیں ہیں اور فقہ حنفی میں بھی کتابیں لکھی گئی ہیں اس کے علاوہ فقہ حنبلی میں اور فقہ مالکی میں بھی کتابیں تصنیف کی گئیں ہیں...... جنہیں ہم اصول فقہ کا نام دیتے ہیں...... اس فن کو پڑھنے اور اس میں مہارت حاصل کرنے کے بعد طرز استدلال کی تمام نوعیت سمجھ میں آجاتی ہے...... ''حضور تاج الشریعہ'' کو اس فن میں بھی کمال حاصل تھا...... اس لئے ان کے فتاوے میں طرز استدلال کا جوش وخروش دیکھنے کو ملتا ہے...... طرز استدلال میں کمال درس وتدریس سے بھی حاصل ہوتا ہے اور کتب فقہ کا مطالعہ کرنے سے بھی حاصل ہوا کرتا ہے...... حضور تاج الشریعہ نے ان دونوں ذرائع سے خوب خوب استفادہ کیا ہے اور اسے اپنے فتاوی میں برتا بھی ہے...... یوں تو استدلال کی مختلف نوعیں ہیں...... عام...... خاص...... مطلق...... مؤول...... مقید...... مشترک...... نص...... ظاہر...... مشکل...... محکم...... عبارۃ النص...... اشارۃ النص...... اقتضاء النص...... صیغۂ امر...... صیغۂ نہی وغیرہ...... اس کے علاوہ ضرورت وحاجت زینت اور اسباب ستہ وغیرہ بھی استدلال کی نوعیں ہیں...... کس مقام پر کس نوع سے کام لیا گیا ہے اس کا اندازہ ان کے فتاوی کا مطالعہ کرنے ہی سے ہو سکتا ہے......

اور جب کتابوں کے حوالے کی بات آتی ہے تو آپ اس قدر حوالے دیتے ہیں کہ عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں...... مسلسل سفر میں رہنے

کے باوجود فقہی کتابوں کا مطالعہ کرنے کا التزام ......اور بہت ساری جزئیات وفروعیات کا یاد رکھنا یقینی طور پر حیرت انگیز ہے...... کار افتاء کے تعلق سے جو کچھ بھی پیش کیا گیا یہ میری ناقص معلومات پر مبنی ہے......اس جہاں میں اور خود ہماری جماعت میں ایسے بہت سے اہل قلم حضرات ہیں جو اس موضوع پر بہتر لکھ سکتے ہیں......ایسوں سے میں گزارش کرتا ہوں کہ وہ میدان میں اور لکھیں تاکہ خراج عقیدت کا ایک معیار بن جائے......اس کے اور بہت گوشے ہیں جن سے اب تک نقاب کشائی بھی نہیں کی گئی ہے......

میں دعا کرتا ہوں کہ پروردگار عالم حضور تاج الشریعہ کی تربت پاک پر رحمت ونو کی برسات کرے اور ان کے وسیلے سے دو چار قطرے ہم جیسے بے علموں کو نصیب ہو جائے......اور ہماری قسمت کا ستارہ بھی بلند ہو جائے......آمین آمین ثم آمین

***

تاج الشریعہ اور تصلب فی الدین

مولانا محمد نسیم القادری تخصص فی الفقہ جامعۃ الرضا، بریلی شریف

تیرے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

اس دور قحط الرجال میں ایسی شخصیتیں جن پر نظر ٹھہر سکے اور جن کی طرف دل مائل ہوسکیں کم یاب ہیں۔ کیونکہ مشاہدہ شاہد ہے بعض دینی وعلمی مراکز اور بعض قدیم تربیت گاہوں کے بیشتر وارثوں کا حال بھی بہت ناگفتہ بہ ہے جہاں نسبت ماضی ہی پر سارا دارو مدار ہے، اور وہی ان کے لئے سامان افتخار ہے۔ انہیں نہ علم کی طرف احتیاج نہ عمل کی فکر حتی کہ ان کے لئے اپنے اسلاف کرام کی عظمت وشوکت کا ذکروبیان ہی گویا سب کچھ ہے۔ الا ماشاء اللہ

ہاں ہندوستان کے طول وعرض میں بہت سی وہ خانقاہیں بھی ہیں جو زمانہ اسلاف کی طرح بحمدہ تعالی اب بھی بافیض ہیں۔

ان ہی خانقاہوں میں سے ایک خانقاہ رضویہ بھی ہے جس کو خانقاہ اعلی حضرت کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے، اور خانقاہ رضویہ کے مشائخ کا ہمیشہ یہ طرۂ امتیاز رہا ہے کہ ایک طرف جہاں وہ شریعت کے محافظ ونگہبان رہے ہیں وہیں وہ تصلب فی الدین اور استقامت علی الحق کے پاسدار بھی رہے ہیں۔ اس لئے پورے عالم اسلام کے عوام وخواص علمی فقہی مسائل میں بریلی شریف کو اپنا مرکز سمجھتے ہیں وہیں رشد وہدایت اور روحانیت کے اعتبار سے بھی بریلی شریف کو برصغیر (ہندوپاک) ہی میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں ایک عظیم مرکز تسلیم کیا جاتا ہے۔

امام اہل سنت کی زندگی کا ایک خاص وصف ان کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرا تصلب فی الدین تھا۔ ان کے بعد ان کے شہزادگان حضرت حجۃ الاسلام علامہ مولانا مفتی محمد حامد رضا خان، اور ہم شبیہ غوث اعظم حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا الشاہ مصطفی رضا خان علیہما الرحمۃ والرضوان نے اپنے اپنے وقت میں ان تمام اوصاف سے متصف رہنے کی مکمل پابندی کی اور پاسداری بھی۔

اسی عظیم علمی وروحانی خانوادے کے ایک عظیم الشان فرد، آقائے نعمت حجۃ الخلف بقیۃ السلف، مرجع الفتاوی، مرجع العلماء والفضلا، شیخ الاسلام والمسلمین، شیخ المحدثین، سراج المفسرین، تاج شریعت، بدر طریقت، وارث علوم اعلی حضرت، عارف حقیقت ومعرفت، امیر الہند، مرشد کامل، آبروئے اہل سنت، حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج محمد اختر رضا خان قادری رضوی نوری ازہری علیہ الرحمہ (عرف ازہری میاں) مدفضلہ وکرمہ علینا، ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ حضور تاج الشریعہ کی شخصیت ملت اسلامیہ کے لئے ایک عظیم سرمایہ سے کم نہیں تھی وہ ہر زاویہ سے اپنی مثال آپ تھے۔ ظاہری شکل وشباہت میں اچھوتے، اور علمی وجاہت میں بھی یکتائے روزگار تھے۔

چمکتی ہوئی پیشانی سے نور ونکہت کی پھوار پھوٹتی ہوئی محسوس ہوتی تھی ،جھکی ہوئی باحیاء آنکھیں تقوی وطہارت ،شرافت ونجابت اور صبر وقناعت کی گواہی دیتی تھیں۔لب کشا ہوں تو حکمت ودانائی چہرے کی بلائیں لیتی محسوس ہوتی تھیں،اور خموش ہوں تو تھما ہوا سمندر،ویرانے میں قدم رنجہ فرمائیں تو اطراف وجوانب لالہ زار بن جاتے تھے،اور آبادیوں میں تشریف لے آئیں تو جوق در جوق لوگوں کا جم غفیر ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے قرار ہوکر ٹوٹ پڑتا تھا۔آپ کی زندگی کے شب وروز کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو بجا طور پر کہنا پڑے گا کہ مردان حق آگاہ کے کارواں کے یک فرد کامل آپ تھے۔ایمان وعقیدے کی پختگی اور استقامت علی الحق تو گویا ان کو گھٹی میں پلائی ہوئی تھی جو خاندانی وراثت کے اعلی تمغات کا حصہ تھی۔ بفضلہ تعالیٰ حضور تاج الشریعہ ان تمام اوصاف جمیلہ و صفات حمیدہ سے متصف تھے اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ استقامت علی الحق ہزار کرامت پر بھاری ہے جس کی شہادت قرآن کریم دے رہا ہے،(**ان الذین قالوا ربنااللّٰہ ثم استقاموا**) (سورہ حم سجدہ آیت ۳۰)

آپ کی زندگی کے بیشتر لمحات خلق خدا کی رشدوہدایت اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں بسر ہوئے ، عالمی سطح پر آپ کے تبلیغی دورے سے خلق خدا بھر پور مستفیض ہوتی تھی، آپ کی زندگی اسلاف کی زندگی کا مکمل نمونہ پیش کرتی تھی ،آپ نے کبھی بھی صداقت وحقانیت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا ،حکم شرع بیان کرنے فتوی دینے میں کسی اقتدار وطاقت کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ آپ ایک بے باک مخلص آمروناہی تھے۔حکم شرع بیان کرنے میں کبھی کسی کی رعایت نہیں برتی۔شریعت کے معاملہ میں کسی کا لحاظ ملحوظ نہیں رکھا۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلے میں آپ کی بے باکی اور جرأت ایمانی کی چند مثالیں قلمبند کی جاتی ہیں ملاحظہ ہوں:

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا سفر ہالینڈ: حضور تاج الشریعہ کا ایک سفر ہالینڈ کا ہوا، جلسہ میں بہت سے ڈاکٹرس اور پروفیسرس ٹائی لگا کر موجود تھے، آپ نے بے جھجک ٹائی کی حقیقت اور ٹائی کے تعلق سے عیسائیوں کے عقیدے پر بھر پور تقریر فرمائی اور ٹائی کے جتنے اقسام ہیں ان کی بھی وضاحت فرمائی۔ اس تعلق سے جلسہ کے بعد آپ سے استفتاء ہوا، آپ نے وطن آکر دلائل وبراہین کے ساتھ تشفی بخش جواب بشکل رسالہ تحریر کرکے ہالینڈ روانہ فرمایا، اسی سلسلہ میں آپ کی کتاب مسمی ''ٹائی کا مسئلہ'' وجود میں آئی۔حضور تاج الشریعہ نے وہاں چشم پوشی یا مداہنت یا مساہلت سے کام نہیں لیا۔ بلکہ حق گوئی کا مظاہرہ فرمایا۔یورپ کے دنیاوی منصب پر فائز اعلی تعلیم یافتہ حضرات جلسہ میں موجود تھے آپ نے یہ سوچے بغیر کہ یہاں عموماً ٹائی والے موجود ہیں اگر مسئلہ بیان کیا تو لوگ ناراض ہوجائیں گے،حکم شرع بیان کرکے اپنے اسلاف خصوصا اپنے جد کریم امام اہل سنت کی روش کو برقرار رکھا۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا ایک سفر دبئی: دبئی میں عبدالرزاق نامی ایک شخص تھا جو سونے کا بہت بڑا تاجر تھا۔سینکڑوں لوگ اس کے یہاں کام کرتے تھے بلاشبہ وہ تاجر کھرب پتی تھا اور تاج الشریعہ کے مریدوں میں سے تھا دبئی کے قیام کے دوران وہ حضور تاج الشریعہ سے ملنے آیا، کسی شخص نے تاج الشریعہ سے یہ بتادیا کہ ان کے یہاں تراویح کی امامت کوئی دیوبندی یا وہابی کرتا ہے۔اتنا سننا تھا کہ تاج الشریعہ کے جلال کا عالم نہ پوچھئے اس شخص سے مصافحہ نہیں کیا اور بہت سخت وسست کہا آخرکار اس نے معذرت کی اور توبہ کی اور عذر پیش کیا کہ ہمیں اس بابت علم نہیں تھا۔ کیونکہ ہماری کمپنی میں سیکڑوں لوگ کام کرتے ہیں ہمیں اس

کا علم نہ ہو سکا کہ کون امامت کرتا ہے، بہر حال آئندہ ایسا نہیں ہوگا، جب سب کے سامنے اس نے توبہ واستغفار کیا تو پھر تاج الشریعہ نے اسے نرمی سے سمجھایا اور عقائد وہابیہ بتائے اور مسائل شرعیہ اس کے سامنے پیش کیے، وہ شخص سراپا عاجزی وانکساری کا مجسمہ بنا رہا، موقع پا کر اس نے عرض کیا کہ حضور غریب خانے پر تشریف لے چلیں تو حضرت نے صاف لفظوں میں فرمایا کہ اس بار تو میں نہیں جا سکتا اگر تم توبہ پر قائم رہے تو آئندہ سفر میں چلوں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ جی ہاں وہ تاج الشریعہ تھے جو قاضی القضاۃ، شیخ الاسلام والمسلمین، عالموں کے عالم، مفتیوں کے مفتی، محققوں کے محقق، متقیوں کے متقی، استاذوں کے استاذ، شیخوں کے شیخ، پیروں کے پیر، مرشدوں کے مرشد، مخدوموں کے مخدوم، مسند افتاء کی بہار، اہل محبت کے دلوں کے قرار تھے، جب شاعری کرتے تو شعراء عش عش کرتے نظر آتے، جب نثر لکھتے تو نثر نگار رشک کرتے، جب تحقیق کرتے یا فتوی لکھتے تو محققین اور مفتیان کرام دانتوں تلے انگلی دبا لیتے، جب شریعت کا حکم بیان کرتے تو اپنے اور غیر کا پاس نہیں کرتے بلکہ جو حق ہوتا اسی کو بیان کرتے چاہے کسی کو اچھا لگے یا برا اس کی پرواہ کئے بغیر کہ وہ اپنا ہے یا بیگانہ، باہر کا ہے یا گھر کا۔

غالباً ۲۰۰۶ء میں بموقع عرس رضوی احمد رضا کانفرنس، جامعۃ الرضا بریلی شریف میں لاکھوں زائرین اور سینکڑوں جید علماء دین اور قدآور دینی شخصیتوں کی موجودگی میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنے نور نظر لخت جگر فرزندار جمند حضرت علامہ **منور رضا محامد (** معروف بہ عسجد میاں) کو سلسلہ قادریہ رضویہ کی اجازت وخلافت عطا کی اور اپنا جانشین نامزد کیا اور فرمایا کہ "یہ میرے بیٹے ہیں، جب تک یہ مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم ہیں آپ لوگ ان کا ساتھ دیں اگر یہ منحرف ہو جائیں تو ان کا ساتھ چھوڑ دیں"۔ حضرت نے یہ فرما کر تصلب فی الدین کے مظہر اتم اور اپنے اسلاف کے ہمہ گیر اخلاق واوصاف اور علم وفضل کے سچے جانشین ہونے کا ثبوت پیش کیا۔

اللہ رب العزت نے جانشین مفتی اعظم کو جن گوناگوں صفات سے متصف فرمایا تھا ان صفات میں سے حق گوئی، بے باکی، اور تصلب فی الدین کا یہ عالم تھا کہ ناگفتہ بہ حالات میں بھی پائے ثبات میں تزلزل نہ آیا بلکہ جہاں جہاں لوگ تاج الشریعہ کو جانتے تھے انہیں یہ بھی بخوبی معلوم تھا کہ تاج الشریعہ کسی دنیادار، حریص یا سیاستداں کا نام نہیں بلکہ ایک متصلب، داعی اور مبلغ اعظم کا نام ہے جس نے کبھی رشتے اور فائدے اور نقصان کی پرواہ نہیں کی بلکہ ہر حال میں عظمت شریعت اور اتباع سنت کو اختیار کیا تھا۔ کبھی یہ نہیں دیکھا کہ کون خوش ہوگا اور کون ناراض، اپنوں کی محفل ہو کہ غیروں کی حکومت، ہر جگہ خانوادہ رضا کے اس بطل جلیل نے بحسن خوبی اپنے فرض منصبی کو ادا کیا خواہ اس کی خاطر مظالم سہنا پڑے، لوگوں کے طعن وتشنیع سننا پڑے، اپنوں کو کھونا بھی پڑے، مگر اس مرد مجاہد کے قدموں میں ذرہ برابر جنبش نہ آئی۔

حکومت سعودیہ عربیہ کے مظالم اور حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی حق گوئی: اگست ۱۹۸۶ء، ۱۴۰۷ھ میں دوران حج آپ کو سعودی حکومت عرب نے مکہ مکرمہ میں بس اتنی سی بات پر کہ آپ نے نجدیوں کے اقتدا میں نماز ادا نہیں کی اور اپنی نماز خود پڑھی اور اپنے مقتدیوں کو پڑھائی گرفتار کر کے گیارہ دن نظر بند رکھا اور مزید ستم یہ کہ انہیں دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری سے بھی محروم کر دیا تھا لیکن آپ اپنے موقف اور مسلک پر قائم رہے اور اس کی پرواہ نہ کی کہ اس حق گوئی اور بے باکی سے انہیں کن نقصانات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، ہزار کوششوں کے باوجود ان کا ناپاک مقصد حاصل نہیں ہوا۔ حضرت کے پائے ثبات کو

متزلزل نہیں کر سکے۔ اور آخر کار حکومت سعودی آپ کے تصلب کے مقابلہ میں شکست کھا کر آپ کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئی۔ مندرجہ ذیل سطور میں حضرت کی زبانی رپورٹ کی تلخیص ملاحظہ فرمائیں:

"۳۱ راگست ۱۹۸۶ء شب میں تین بجے اچانک سعودی حکومت کے سی آئی ڈی پولس کے لوگ میری قیام گاہ پر آئے اور مجھے بیدار کر کے پاسپورٹ طلب کیا۔ پھر میرے سامان کی تلاشی کا مطالبہ کیا۔ میرے ساتھ میری پردہ نشیں بیوی تھیں۔ میں نے انہیں باتھ روم میں بھیج دیا۔ پھر سی آئی ڈی نے باتھ روم کو باہر سے مقفل کر دیا اور وہ لوگ سپاہیوں کے ساتھ میرے کمرے میں داخل ہوئے۔ مجھے روالور کے نشانے پر حرکت نہ کرنے کی وارننگ دی، میرے سامان کی تلاشی لی۔ میرے پاس حضرت مولانا سید علوی مالکی رضوی کی دی ہوئی چند کتابیں اور کچھ کتابیں اعلیٰ حضرت کی اور دلائل الخیرات تھی، ان تمام کتابوں کو اپنے قبضہ میں لیا، مجھ سے ٹیلیفون کی ڈائری مانگی۔ جو میرے پاس نہ تھی میرا، میری بیوی کا اور میرے ساتھیوں کے پاسپورٹ ٹکٹ اور وہ کتابیں ہمراہ لے کر مجھے سی آئی ڈی آفس لائے اور یکے بعد دیگرے میرے رفقاء محبوب اور یعقوب کو بھی اٹھالائے۔ مجھ سے رات میں رسمی گفتگو کے بعد پہلا سوال یہ کیا کہ آپ نے جمعہ کہاں پڑھا؟ میں نے کہا میں مسافر ہوں میرے اوپر جمعہ فرض نہیں۔ لہذا میں نے اپنے گھر میں ظہر پڑھی۔ مجھ سے پوچھا تم حرم میں نماز نہیں پڑھتے ہو؟ میں نے کہا میں حرم سے دور رہتا ہوں، حرم میں طواف کے لئے جاتا ہوں اسی لئے میں حرم میں نماز نہیں پڑھ سکتا۔ مجھ سے کہا آپ کیوں اپنے محلے کی مسجد میں نماز نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا کہ بہت سے لوگ ہیں جنہیں میں دیکھتا ہوں کہ وہ محلہ کی مسجد میں نماز نہیں پڑھتے اور بہت سے لوگوں کے متعلق مجھے محسوس ہوتا ہے وہ سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتے تو مجھ سے ہی کیوں باز پرس کرتے ہیں؟ مجھ سے پھر بھی اصرار کیا گیا تو میں نے کہا کہ میرے مذہب میں اور آپ لوگوں کے مذہب میں اختلاف ہے، آپ حنبلی کہلاتے ہیں اور میں حنفی ہوں۔ اور حنفی مقتدی کی رعایت غیر حنفی امام اگر نہ کرے تو حنفی کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔ اس وجہ سے میں نماز علاحدہ پڑھتا ہوں"۔

مختصر یہ کہ آپ کو قید کر دیا گیا حضرت والا فرماتے ہیں میرا جرم میرے بار بار پوچھنے کے بعد بھی مجھے نہیں بتایا گیا بلکہ یہی کہتے رہے کہ آپ کا معاملہ اہمیت نہیں رکھتا۔ لیکن اس کے باوجود میری رہائی میں تاخیر کی اور بغیر اظہار جرم مجھے مدینہ منورہ کی حاضری سے موقوف رکھا۔ اور گیارہ دنوں کے بعد جب مجھے جدہ روانہ کیا گیا تو میرے ہاتھوں میں جدہ ائیرپورٹ تک ہتھکڑیاں پہنائے رکھیں اور راستے میں نماز ظہر کے لئے موقع بھی نہ دیا گیا اس وجہ سے میری نماز ظہر قضا ہو گئی۔ مشتے نمونہ از خروارے حضور تاج الشریعہ قدس سرہ کے تصلب فی الدین کی یہ چند مثالیں پیش کی گئی ہیں تفصیل کے لیے دفتر درکار ہے۔ اخیر میں چلتے چلتے اتنا ضرور عرض کروں گا حضور تاج الشریعہ مسلک اہلسنت اور اپنے آباء واجداد کی روش ہی کے راہی تھے، پورے تصلب کے ساتھ اس پر گامزن رہے اور دوسروں کو بھی تصلب فی الدین کی زندگی بھر تاکید و تلقین برابر فرماتے رہے، جس پر چلنا صراط مستقیم پر چلنا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور تاج الشریعہ کے فیوض و برکات سے جملہ اہل سنت کو علی العموم اور ہم وابستگان سلسلہ کو بالخصوص مسلسل بہرہ ور فرمائے۔ آخرت میں آپ کی اور آپ کے آباء واجداد کی رفاقت مرزوق فرمائے اور آپ کے لگائے باغ علم (جامعۃ الرضا) کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے، خوب پھلے پھولے۔ قوم کو اس سے ہمیشہ فیضیاب کرے۔ مولائے کریم صاحب سجادہ، خلف رشید وسعید کی ہر قدم پر مدد فرما کر اس چمن کو ان کے ہاتھوں خوب پروان چڑھائے اور قوم کو برابر اس سے اچھے اچھے ثمرات و

برکات ملتے رہیں۔اور حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے لئے اور صاحب سجادہ حضرت علامہ مولانا الشاہ محمد عسجد رضا خان صاحب مدظلہ العالی کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔اور حضرت کے درجات بلند فرمائے(آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلوات والتسلیم)

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

***

حضور تاج الشریعہ کا زہد و تقویٰ

مولانا محمد وسیم رضا قادری تخصص فی الفقہ، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی ذات گرامی گوناگوں صفات و کمالات کی جامع تھی، عالم باعمل بھی زہد و تقویٰ کی اعلیٰ منزل پر فائز بھی تھی، آپ کی ہر ادا ادائے مصطفیٰ، آپ کی گفتار و کردار صحابہ کرام کا پرتو جمیل، آپ کا وجود پیکر صدق وصفا، آپ کا شب و روز شریعت مصطفیٰ کا صاف و شفاف آئینہ تھا، آپ کی ذات والا صفات نمونہ اسلاف، آپ کے تقویٰ کی کرن سیاہ فام قلب کو منور و مجلی اور آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی تھی، آپ کو اللہ رب العزت نے مرجع خاص و عام بنایا، آپ کی پند و نصیحت ہزاروں گمراہوں کی گمرہی اور فاسقوں کے فسق سے توبہ کا سبب بن جایا کرتی۔ گویا آپ ایسے عالم باعمل تھے جن کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے" انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء" ترجمہ: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام عالم ربانی کی شان اور اس کے مراتب اور مقام کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں" فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم" (مشکوٰۃ شریف) ترجمہ: عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت ادنیٰ صحابی پر۔

ایسے عالم ربانی کا ذکر مثل خشبو کے ہے جو دکھائی نہیں دیتی صرف محسوس ہوتی ہے۔ ہر شخص اس سے فیضیاب اور لطف اندوز ہوتا ہے۔

حضور تاج الشریعہ کا عہد شباب: آپ کی ذات عہد شباب میں ہی تقویٰ شعاری اور عبادت و ریاضت کا بڑا شوق رکھتی تھی، پیدائشی طور پر تنہائی پسند و یکسوئی آپ کی ذات میں پنہاں تھی۔ آپ لغو اور فضول باتوں سے دور رہ کر اپنی ابتدائی زندگی کا اکثر حصہ تحصیل علم میں صرف کرتے گویا کہ جوانی میں ہی آپ کی ذات میں اقبال بلندی اور تقویٰ طہارت کے ستارے چمک رہے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ اہل سنت کے ایک ممتاز ترین صاحب علم و بصیرت اور باقیادت صالحین میں سے ایک تھے جہاں آپ درس و تدریس اور فقہ و افتا، جیسے درجنوں علوم پر ید طولیٰ رکھتے تھے وہیں آپ علم تصوف و معارف میں بھی بے مثال تھے آپ کے علم و تقویٰ سے قادریت کی وہ نہر چلی جس سے کروڑوں علم و عمل کے پیاسوں نے سیرابی حاصل کی۔ آپ کی پوری زندگی شریعت مصطفیٰ کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ آپ کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا، بولنا سب سنت رسول کے مطابق تھا آپ شریعت و طریقت کی آخری منزل حقیقت پر فائز تھے۔ اسی لئے آپ کی زندگی عاشقوں کے ہجوم میں رہنے کے باوجود بھی زاہدوں کی سی تھی۔ آپ میں نہ ہی دنیا کی حرص و طمع تھی اور نہ ہی آپ نے اپنے علم کے ذریعہ فانی دنیا میں سے کچھ حاصل کیا۔ بلکہ آپ کی غرض ہمیشہ تحصیل رضائے الٰہی ہی تھی۔

دین و دنیا کے معاملے میں اللہ کا خوف آپ کے قلب وجگر میں سب سے زیادہ جاگزیں تھا۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ ایک مضبوط دماغ خوف خدا سے سرشار دل رکھتے تھے۔ آپ کی ذات میں ایک طرف حضرت ابوبکر صدیق کی صداقت تھی تو دوسری جانب حضرت فاروق اعظم کا جلال تھا۔ ایک جہت حضرت عثمان غنی کی عفت و پارسائی اور سخاوت تھی تو دوسری سمت حضرت علی کی شجاعت و بہادری کی جھلک نظر آرہی تھی۔ اسلام کے انہیں عظیم بزرگوں کی برکت ہے کہ آپ نے بھی حق وصداقت کا دامن ہاتھ سے کبھی نہیں چھوڑا۔ چاہے کتنے ہی مصلحت کے تقاضے کیوں نہ ہوں، چاہے کتنے مصائب وآلام ہی کے پہاڑ کیوں نہ ٹوٹ پڑے ہوں۔ کبھی کسی کی رضا جوئی کی خاطر ان کی منشاء کے مطابق فتوی نہ دیا بلکہ احقاق حق وابطال باطل کے لئے صحیح فتوی تحریر فرمایا، ایضاح حق میں باطل کے مقابل آپ شمشیر بے نیام، قاطع شرک وبطلان تھے، آپ کے علم وتقوی کا سورج جہاں نمودار ہو جاتا وہاں جہل وگمرہی کی تاریکی چھٹ جاتی۔ قلوب اہل سنن میں عشق وعرفان کی ٹمٹماتی شمع کو افشائے نور کی تقویت مل جاتی۔ ساتھ ہی آپ کی ذات میں عفت و پارسائی اور سخاوت جیسی اعلی صفات موجود تھیں۔ آپ کے حسن جہاں آرا سے شرم وحیا کی بوندیں ٹپکتیں۔ آپ کی روش میانہ، نگاہیں سرنگی اور جھکی ہوئی ہوتیں۔ آپ سے فحش اور بے حیائی کوسوں دور تھی۔ آپ اپنے پرائے سب کے لئے دریادل تھے اور اپنے ذاتی مال سے ہزاروں گردونواح کے غریبوں کی حاجت روائی فرماتے۔ اللہ کی راہ میں بے دریغ خرچ فرماتے۔ آپ میں وہ شجاعت و بہادری تھی کہ آپ نے لومۃ لائم کی پرواہ کئے بغیر باطل کا ردبلیغ فرمایا۔ حتی کہ حکومت کے مقابل بھی شریعت کی پرچم کشائی کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ یہ تمام اوصاف آپ کی ذات میں محض زہد وتقوی کی بنیاد پر ہی تخلیق تھے۔ آپ پر معرفت خداوندی کی وجہ سے ہمیشہ خوف خدا طاری رہتا جس کی وجہ سے آپ ہمیشہ دین و دنیا کے معاملے میں عزیمت پر عمل فرماتے حتی کہ رخصت کو اپنے قریب بھی نہ آنے دیتے۔ عزیمت پر عمل اعلی تقوی کی نشانی ہے جو آپ کی ذات میں موجود تھی۔ آپ کی ذات مقدس تقوی طہارت میں آپ اپنی مثال تھی جن میں سے چند گوشے پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔

حالت سفر وحضر کے چند معمولات: آپ کے تقوی طہارت کی ایک ظاہری علامت آپ کے حالات سفر وحضر کے وہ معمولات ہیں جو اصول وضوابط کے مطابق ایک متقی شخص میں موجود ہونا اشد ضروری ہیں۔ معمولات کے تعلق سے حضرت مفتی محمد یونس رضا مونس اویسی صاحب قبلہ نے جو اپنا مشاہدہ اپنی کتاب "سوانح تاج الشریعہ" میں محفوظ کیا ہے اس کے چند گوشے میں اپنے الفاظ میں ضبط تحریر میں لاتا ہوں۔

"جب حضرت بریلی شریف میں ہوتے تو مندرجہ ذیل مصروفیات کے ساتھ ایام گزارتے۔ بعد نماز فجر تلاوت اور اوراد و وظائف و ناشتہ سے فارغ ہو کر کتابیں سنتے یا فتاوی تحریر کراتے یا فتاوی سن کر تصدیق کرتے، دوپہر ایک بجے تک ڈرائنگ روم میں تشریف رکھتے، زمانہ صحت میں تخصص فی الفقہ کے طلباء کو ۱۱ / یا ۱۲ / بجے کے بعد درس دیتے، بعد نماز ظہر پھر کتابیں سنتے یا کتابیں لکھواتے، بعد نماز عصر دلائل الخیرات شریف پڑھتے، بعد نماز مغرب وظیفہ وغیرہ سے فارغ ہو کر پھر کتابیں سنتے یا لکھواتے پھر بعد نماز عشاء کھانا تناول فرماتے بعدہ پھر تھوڑی دیر چہل قدمی فرماتے پھر کتابیں سنتے یا لکھواتے یہ سلسلہ رات ۱۱ / ۱۲ / بجے تک اسی طرح جاری رہتا اسی دوران ملاقاتی ملاقات بھی کرتے، مرید ہونے والے داخل سلسلہ بھی ہوتے یہاں تک

کہ سفر و حضر میں حتی المقدور حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ اپنے معمولات میں فرق نہیں آنے دیتے"۔اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کی ذات کس قدر اصول وضوابط کی پابند اور ضیاع وقت سے مکمل دور و نفور اور سیدی سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا عکس جمیل تھی۔

حضور تاج الشریعہ اور عزیمت پر عمل: آپ کے تقوی وطہارت کی جامعیت کا علم آنکھوں کے آپریشن کے وقت آپ کے اس عمل سے بھی معلوم ہوتا ہے جو رہتی دنیا تک آپ کے تقوی طہارت کی عمدہ مثال بنی رہے گی۔وہ قول وعمل بھی پیش کئے دیتے ہیں وہ کچھ اس طرح ہے کہ جب وقت آپریشن ڈاکٹروں نے بے ہوشی کا انجکشن دینا چاہا تو آپ نے ارشاد فرمایا انجکشن لگائے بغیر میری آنکھوں کا آپریشن کرو۔ڈاکٹروں نے کہا حضرت درد بہت ہوگا۔آپ نے فرمایا۔میں آپریشن سے پیدا شدہ درد کی تکلیف تو برداشت کرسکتا ہوں لیکن حرام وممنوع چیز میرے جسم میں جائے میں یہ تکلیف کبھی برداشت نہیں کرسکتا۔حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا یہ ارشاد بھی آپ کے ثبات قدمی اور بلندئی زہد،تقوی وطہارت کی غمازی کررہا ہے اور حال و مستقبل قریب میں ایک کثیر طبقہ کے لئے مشعل راہ بن گیا ہے۔

اور آپ اپنی عمر کے آخری وقت میں بھی بلا کسی کی مدد کے اپنے اعضاء وضو پر خود پانی ڈالتے اور نمازوں کو کھڑے ہوکر بغیر کسی سہارے کے ادا فرماتے۔جیسا کہ سید شاہد علی میاں مدظلہ العالی کا بیان ہے کہ حضور تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ انتہائی ضعف کی حالت میں بھی نماز کھڑے ہوکر ادا فرماتے رخصت پر عمل نہ فرماتے۔اور میرا خود کا مشاہدہ بھی اس پر شاہد ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت کے مکان پر حاضر تھا اور حضرت کو انتہائی ضعف کی حالت میں بھی کھڑے ہوکو نماز ادا فرماتے ہوئے دیکھ کر غرق حیرت ہوگیا اور آپ کی محبت میرے دل میں اور زیادہ بیٹھ گئی اور تقوی وطہارت کا مفہوم مجھے حضرت کے اس عمل سے اچھی طرح سمجھ میں آگیا۔

تصویر کشی اور ویڈیو گرافی حضور تاج الشریعہ کی نظر میں: یوں تو حضرت والا کی ذات ہر خلاف شرع امر کے سخت خلاف تھی مگر تصویر کشی اور ویڈیو گرافی سے انتہائی پرہیز کا اندازہ آپ کے اس آڈیو کلپ سے ہوتا ہے جسے میں یہاں من وعن نقل کررہا ہوں۔

حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں" مجھے یہ معلوم ہوکر بہت افسوس ہوا کہ میری تصویر کچھ لوگوں نے میری مرضی کے بغیر اور مرضی تو اس میں ہو ہی نہیں سکتی میرے انجانے میں کچھ لوگوں نے میری تصویر کھینچ لی ہے اور کچھ لوگ اس کو اپنے پاس رکھے ہوئے ہیں اس سے بڑھ کر کہ یہ بہت بری سازش ہے کہ اس کو انٹرنیٹ پر ڈالا اور یہ کہا جارہا ہے کہ ہم نے ان کی تصویر انٹرنیٹ پر ڈالی ہے اور وہ اس سلسلے میں خاموش ہیں لگتا ہے ان کو اس سلسلے میں تحقیق نہیں ہے الحمد للہ میں نے ویڈیو اور ٹی۔وی کی حرمت پر جو لکھا ہے پوری تحقیق کے بعد لکھا اور آج تک الحمد للہ وہ امر منقح اور محقق ہے اور یہ کوئی اختلافی مسئلہ نہیں ہے جس میں کسی کے اجتہاد کو یا اختلاف کو کوئی گنجائش ہو اور یہ دور اجتہاد کا نہیں ہے ہاں نام کے مفتی اور بہت بڑے بڑے بنے مجتہد دعویدار اب ضرور پیدا ہو گئے ہیں اور وہ شہرت پسندی کے لئے اور جدت پسندی کے طور پر ان معاملات میں اور ان مسائل میں جن میں آج تک ماضی قریب کے علماء میں اتفاق،اجماع واتحاد چلا آیا اس میں زبردستی مداخلت کرتے ہیں اور اختلاف کا دروازہ کھولتے ہیں ہرگز ان کا اختلاف قابل اعتبار نہیں ہے۔میں ان لوگوں سے جنھوں نے کسی طور پر میری تصویر کھینچی اور ان کی نمائش کرتے ہیں،اپنے پاس رکھے ہوئے ہیں میں ان سے بھی کہتا ہوں اور جن لوگوں نے انٹرنیٹ پر میری تصویر ڈالی ہوئی ہے میں ان سے بھی اپنی برہمی اور ناراضگی کا اظہار کرتا

ہوں اور سب سے یہ میرا مطالبہ ہے کہ میری تصویر ایکدم وہ ڈیلیٹ کریں، محو کریں ورنہ مواخذہ ان کے اوپر ہوگا مجھے جو کہنا تھا، میری جوذمہ داری تھی الحمدللہ وہ میں کہہ چکا اور فرض پورا کر چکا"۔ (ماخوذ از انٹرنیٹ)

یہ ہے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے تقویٰ اور اتباع شریعت کی عمدہ مثال کہ اس دور میں جب لوگوں نے شریعت کے خلاف حکم بدل کر نا جائز فعل کو مباح قرار دیا تو آپ نے پھر اصل حرمت کو ظاہر فرمایا اور انجانے میں بھی کھینچی گئی اپنی تصویروں کو محو کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ یہ آپ کا انتہائی درجہ کا اجتناب اور تقویٰ ہے۔ اللہ رب العزت حضرت کے قول پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے (آمین)

حضور تاج الشریعہ کا ایک دلچسپ واقعہ: آپ کی ذات میں تقویٰ کی ایک جھلک اس میں بھی نظر آتی ہے کہ آپ چھوٹے بڑے، امیر غریب، اپنے پرائے میں کوئی امتیاز نہ رکھتے۔ آپ سب سے بلا تفریق ملاقات فرماتے۔ اسی کی تائید میں ایک واقعہ یہاں ذکر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں جس کو میں نے استاذ محترم حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد جلال الدین نوری سابق استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور کی زبانی سماعت کی ہے وہ یہ ہے "ایک مرتبہ سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمہ ممبئی میں ایک مالدار مرید کے یہاں قیام پذیر تھے کہ شام کے وقت ایک پراگندہ شخص آیا اور میزبان سے شرف لقاء کی درخواست کی لیکن انہوں نے کسی وجہ سے جھڑک دیا اور ملانے سے منع کر دیا۔ وہ آدمی رات بھر گھر کے باہر روتا بلکتا پڑا رہا جب صبح نمودار ہوئی تو روانگی کے لئے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ رخت سفر باندھ کر گاڑی میں جلوہ گر ہوئے تو وہ دیوانہ دوڑتا ہوا گاڑی کے سامنے آکر لیٹ گیا اس کی یہ حالت دیکھ کر حضرت گاڑی سے باہر آگئے اسے اٹھایا، ماجرا دریافت فرمایا، اس غریب شخص نے کہا حضور میں کل شام آپ سے ملاقات کرنے آیا تھا لیکن میزبان نے مجھے جھڑک دیا تو میں نے آپ کے انتظار میں پوری رات یہیں کاٹی۔ حضرت کی آنکھیں پرنم ہو گئیں۔ آپ نے اسے تسلی دی دلجوئی فرمائی۔ پھر میزبان کی طرف غضب بھری نگاہ ڈالی اور فرمایا تم لوگ غریبوں کو ستاتے ہو اب تمہارے یہاں نہیں ٹھہروں گا۔ اس آدمی نے حضرت سے معافی مانگی پھر آپ وہاں سے روانہ ہو گئے۔

غریب و نادار کے لئے ایک متقی شخص کا دل جس قدر نرم ہونا چاہئے یہ وصف جمیل بھی آپ کی ذات میں مذکورہ بالا روایت کی روشنی میں بدرجہ اتم موجود ہے۔

آپ کی بے نیازی اور لوگوں کا ہجوم: آپ سفر و حضر جہاں کہیں بھی ہوتے آپ کی بارگاہ میں پروانوں کا ہجوم لگا رہتا لیکن آپ کی ذات میں نہ عجب پسندی کا کوئی پہلو نظر آتا اور نہ ہی کوئی امتیازی شان، اپنے ملاقاتیوں سے خندہ پیشانی سے ملتے اور جب نماز کا وقت ہوتا تو سختی کے ساتھ اپنے مریدین، متوسلین اور ملاقاتیوں سے فرماتے، جاکر نماز پڑھو نماز تم پر فرض ہے۔ حتیٰ کہ تواضع وانکساری کی وجہ سے دست بوسی سے بھی سخت برہمی کا اظہار فرماتے لوگوں کو اپنے پاس آنے سے روکتے لیکن اللہ رب العزت نے آپ کی ذات میں وہ مقناطیسی کیفیت رکھی تھی کہ جس نے آپ کی برہمی کے باوجود سارا عالم آپ کے گرد جمع کر دیا۔

حضور تاج الشریعہ شرم و حیا کے پیکر: حضرت تاج الشریعہ کی عظمت و بزرگی کا اندازہ ان کے زہد و تقویٰ کے حسین گوشے شرم و حیا کے ذریعہ بھی لگایا جا سکتا ہے۔ آپ کی شرم و حیا کا عالم یہ تھا کہ آپ استنجا خانہ اور غسل خانہ کے کھلے ہونے، چھت نہ ہونے کے سبب اس وقت تک استنجا اور غسل نہ فرماتے تھے جب تک کہ اوپر سے پردے کا انتظام نہ ہو۔ جیسا کہ مشاہدین کا بیان ہے کہ

ایک مرتبہ تاج الشریعہ اپنے ناناجان تاجدار اہل سنت سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے ہمراہ مغربی بنگال کے ضلع مالدہ کے کلیاچک کے ایک جلسے میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ کو استنجا کا احساس ہوا، جب استنجاخانہ پہنچے تو اس کا اوپری حصہ کھلا ہوا تھا اسی وقت آپ نے چھتری منگوائی پھر استنجے سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے حیرت میں آپ سے چھتری لگانے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا۔ بھائیو! تاکہ ستر عورت ہو اور حیا کا پاس ولحاظ برقرار رہے۔ (ماخوذ از تجلیات تاج الشریعہ)

حضور تاج الشریعہ کی نماز سے محبت: آپ تقویٰ شعاری کی بنا پر سفر وحضر ہر جگہ فرائض وواجبات، سنن ونوافل کی مکمل مواظبت فرماتے، نمازوں کو کسی بھی حال میں قضا نہیں ہونے دیتے تھے جبکہ آج کے دور میں فرائض ہی کی پابندی دوبھر ہے آپ تو مکمل پابند نظر آتے تھے یہ سب آپ کے تقویٰ وطہارت کا ہی نتیجہ تھا۔ بقول مولانا شہاب الدین رضوی (میں) حضور تاج الشریعہ کے ساتھ سفر میں تقریباً پندرہ سال رہا ہوں میں نے کبھی بھی کوئی فعل خلاف شریعت وسنت نہ دیکھا اور کسی وقت بھی نماز میں سستی نہ دیکھی گئی۔

(ماخوذ از تجلیات تاج الشریعہ)

مذکورہ بالا بیانات سے روز روشن کی طرح عیاں ہوگیا کہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی پرکشش، شش جہت اور علمی اور فقہی زندگی میں اوصاف زہد وتقویٰ طہارت کی مکمل جلوہ آرائیاں اور جھلکیاں دکھائی دیتی تھیں اور متبع شریعت، زہد وتقویٰ کے امین ومحافظ نظر آتے تھے۔ خاص طور سے اس پرفتن دور میں اپنی ذات کو منہیات شرعیہ، مکروہات اور افعال شنیعہ قبیحہ کے قرب سے بچالینا بہت بڑے زہد وکمال کی بات ہے اس ضمن میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی زندگی ایک مقتدیٰ اور پیشوائے کامل کی حیثیت سے نظر آتی ہے۔ تقویٰ طہارت کی یہ نادر مثالیں آج اس پرفتن دور میں نایاب ہیں جو لوگوں کے لئے درس عبرت اور نمونہ عمل ہیں۔

الحاصل: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے تقویٰ وطہارت سے متصف زندگی اخلاق وکردار اور بے شمار خصائل اور اوصاف حمیدہ کا روشن آئینہ تھی جو قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے رشد وہدایت کا ذریعہ بن گئی۔ آپ کے حسن جہاں آرا کو دیکھ کر اسلاف عظام اور اولیاء کرام کی یاد تازہ ہوجاتی اور حدیث رسول ''اذا رأوا ذکر اللہ'' کے دلکش مناظر نگاہوں کے سامنے گردش کرنے لگ جاتے۔ یہ سب زہد وتقویٰ، اتباع شریعت اور احیاء سنت کا نتیجہ تھا کہ ساری دنیا نے آپ کو رہنما تسلیم کیا۔

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ حضرت کے درجات میں بلندیاں عطا فرمائے اور ان کی تربت پر رحمت وانوار کی گہرباری کرے اور ہم اہل سنت وجماعت کو ان کے فیضان سے ہمیشہ سرشار فرمائے، اور ان کے نقش قدم پر گامزن رہنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیب المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

***

کرامت تاج الشریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مولانا انجم رضا رضوی فیضی پورنوی

غالباً 1995 یا 1996ء کا واقعہ ہے جب میں طفل مکتب تھا سرزمین بائسی ضلع پورنیہ بہار میں نعیمی کانفرنس حضور تاج الشریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صدارت میں منعقد ہوئی جس میں اس وقت کی بڑی بڑی نامور شخصیتیں موجود تھیں جیسے خانوادۂ مارہرہ کے ایک بزرگ، حضور شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ، رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ، علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ، علامہ اشتیاق عالم بھاگلپوری علیہ الرحمہ، حضور محدث کبیر مدظلہ العالی، جبکہ اناؤنسر کی حیثیت سے حضرت علی احمد سیوانی اور نامچیں شعراء حضرات شریک تھے۔ اس دورے میں سرکار تاج الشریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دارالعلوم تنظیم المسلمین بائسی بھی تشریف فرما ہوئے۔ یہ تنظیم المسلمین کی تعمیر و ترقی کا ابتدائی دور تھا اور وہاں کوئی عمارت نہیں تھی جس میں کسی معزز مہمان کو ٹھہرانے کا معقول انتظام ہو چنانچہ حضور تاج الشریعہ وہاں جس کمرے میں جلوہ افروز تھے اس کے اوپر بانس کھیر کا چھپرا اور پردے بھی انھیں گھانس پھونس کے بنے تھے یعنی حجرہ ہر چہار جانب سے خام اور بالکل کچا تھا، نہ اس میں بجلی کی رسائی تھی اور نہ کسی بلب و پنکھے کا انتظام!

حسن اتفاق کہ میں اس دن گھومتا پھرتا تنظیم کی طرف چل پڑا، تیز چلچلاتی دھوپ اور گرمی کی شدت تھی ہر فرد خود کو راحت پہنچانے کے لئے کسی سائبان کی تلاش میں تھا لہٰذا میں بھی اس حجرے کی طرف چلا گیا لیکن میں جب اس کے اندر داخل ہوا تو یہ دیکھ کر حیرت میں ڈوب گیا کہ ایک نورانی شکل والی شخصیت وہاں چارپائی پر لیٹ کر اپنے ہاتھ سے پنکھا جھل کر گرمی سے راحت حاصل کرنے میں مصروف ہے، اللہ اکبر! وہ نورانی صورت جیسے کوئی فرشتہ ہو، کبھی بھلائی نہیں جا سکتی۔

یہ نورانی صورت شخصیت حضور سیدی سرکار تاج الشریعہ رضی اللہ عنہ کی تھی جس کی زیارت سے میں شادکام ہو رہا تھا آپ اپنے ہاتھوں سے اپنے اوپر پنکھا جھل رہے تھے، میری نظر جب سرکار تاج الشریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نورانی چہرے پر پڑی تو مجھ پر ہیبت طاری ہو گئی اور حیرانی بھی ہوئی کہ یہ بزرگ کون ہیں جنکا چہرہ اتنا نورانی ہے؟

حضور تاج الشریعہ اپنے ہاتھ سے پنکھا جھل رہے تھے تو میرے دل میں خیال آیا کہ اس موقع پر اس ذات کی خدمت کرکے برکت حاصل کرنا چاہئے۔ چنانچہ میں نے ڈرتے ڈرتے اجازت حاصل کی اور خدمت میں لگ گیا تقریباً آدھا گھنٹہ تک خدمت کا شرف حاصل کیا الحمد للہ تعالیٰ اس وقت میں یہ سوچ رہا تھا کہ اتنی عظیم الشان شخصیت اور سادگی و بے تکلفی کا یہ عالم کہ ساتھ نہ کوئی خدمت گار نہ اس کی کوئی پرواہ! سخت دھوپ و گرمی میں بھی کسی سے کوئی شکوہ و شکایت نہیں۔ میں حضور تاج الشریعہ رضی اللہ عنہ کی اس پہلی زیارت اور خدمت پر آج بھی ناز کرتا ہوں کیونکہ یہی موقع تھا جب مجھے اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سچی محبت نصیب ہوئی اور آج بار بار یہ سوچتا ہوں کہ کاش اس طرح ایک دو مواقع اور نصیب ہو جاتے...

پھر میری یہ خواہش 2016ء میں پوری ہوئی جب میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ عرس رضوی کے موقع پر بریلی شریف پہنچا

دیدار کی تڑپ تو پہلے سے ہی تھی جب سے آپ کو تنظیم المسلمین بانسی میں دیکھا تھا کبھی سوچتا ہوں کہ کاش مقدر یاوری کرتا تو تا عمر آپ کے خدمت میں رہتا اور کبھی ساتھ نہ چھوڑتا خیر اللہ تعالیٰ کو جو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔ میں اسے تاج الشریعہ کی کرامت ہی کہونگا کہ جب میں کلی گوڑی سے عرس رضوی میں شرکت کے لئے جا رہا تھا تو بیوی بچوں کو بھی ساتھ لیا۔ لوگ کہہ رہے تھے مولانا کیوں بیوی بچوں کو پریشانی میں ڈالنے کے لئے ساتھ لے جا رہے ہو؟ تو میرے دل میں جو حسرت تھی وہ لوگوں سے بیان کر دیتا تھا کہ میں سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس پاک میں شرکت کرونگا اور تاج الشریعہ کی زیارت بھی کروں گا اور اپنی بچی کے سر پر حضور کا دست مبارک رکھوا کر اس کے بہتر مستقبل کے لئے حضور کی دعائیں حاصل کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ۔۔ اور الحمد اللہ ایسا ہوا بھی کہ میں جب بریلی شریف پہنچا تو اپنی اس دیرینہ تمنا کی تکمیل کے لئے حضرت کے کاشانہ مبارک کی طرف اپنی بچی کو گود میں اٹھا کر چل پڑا وہاں جا کر دیکھا تو نیاز مندوں کا جم غفیر حضرت کے در دولت پر دیدار کے لئے اکٹھی تھے۔ میں پریشان ہو گیا کہ اتنے لوگوں کی موجودگی میں مجھے شرف دیدو قدمبوسی کیسے حاصل ہوگا اور بچی کو میں جس مقصد کے لئے یہاں تک لایا، اس کی تکمیل کیسے ہوگی؟ اور اگر محروم رہ گیا تو لوٹ کر پوچھنے والوں کو کیا جواب دونگا؟ جب وہ پوچھیں گے کہ حضور تاج الشریعہ کی زیارت ہوگئی یا نہیں؟

اس وقت واقعی زیارت بھی نصیب نہ ہوئی اور یہی باتیں دماغ میں لیکر مایوس واپس ہو گیا! قیامگاہ واپس آیا تو میرے ساتھ کلی گوڑی سے ایک صاحب اور آئے تھے وہ کہنے لگے واہ مولانا صاحب آپ تو سینہ ٹھونک کر کہہ رہے تھے کہ آپ کو حضور تاج الشریعہ کی زیارت کراؤں گا! کہاں ہوئی زیارت؟ میں بڑی کشمکش میں تھا اور دل بہت افسردہ بھی ہو گیا تھا کہ ہائے افسوس میں محروم القسمت ہو گیا! میں دلی طور پر بہت ہی غمزدہ تھا اور اسی عالم میں گھر واپسی کی تیاری ہو رہی تھی۔ جس دن بریلی شریف سے میری واپسی تھی اس دن رات تقریباً 8 بجے بارگاہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں الوداعی حاضری کے لئے گیا حاضری سے فارغ ہونے کے بعد وہیں پر باہر مولانا محمد جمیل حسین صاحب کی دوکان میں کچھ سامان خرید رہا تھا کہ اسی دوران حضرت مفتی عبد الرحیم نشتر فاروقی صاحب کا فون آیا وہ فرمانے لگے کہ مولانا آپ واپس چلے گئے ہیں یا ابھی ٹھہرے ہوئے ہیں؟ میں نے کہا نہیں حضرت ابھی ہوں اور روانگی کی تیاری مکمل ہو چکی ہے حضرت مفتی صاحب قبلہ نے فرمایا کہ آپ کہاں ہیں؟ میں نے عرض کی کہ بارگاہ اعلیٰ حضرت کی زیارت کے بعد اب وہیں باہر کچھ ضروری سامان خرید رہا ہوں! پھر باتوں باتوں میں کہا کہ حضرت! افسوس میں جس مقصد سے آیا تھا وہ پورا نہیں ہوا حضرت مفتی صاحب نے پوچھا وہ کیا مقصد تھا آپ کا؟ تو میں نے کہا حضور تاج الشریعہ مدظلہ النورانی کی زیارت نہیں ہوئی ہے اس کے بعد بات چیت کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

کچھ دیر بعد دوبارہ فاروقی صاحب کا فون آیا کہ ابھی آپ کہاں ہیں میں نے کہا کہ ابھی تک مولانا جمیل حسین صاحب کی دوکان پر ہی ہوں! اس پر فاروقی صاحب فرمانے لگے کہ جلدی آ جایئے اس وقت حضور تاج الشریعہ کھانا تناول فرما کر چہل قدمی کے لئے باہر تشریف لائے ہیں موقع غنیمت ہے، جلدی کیجئے! یہ مژدہ سنتے ہی میرا دل مچل اٹھا اور تیزی سے اپنی بچی کو لیکر اُدھر دوڑ پڑا وہاں پہنچا تو یہ دیکھ کر مسرت میں جھوم گیا کہ حضور تاج الشریعہ ماہ نامہ سنی دنیا کے آفس کے نیچے چہل قدمی فرما رہے ہیں اور مولانا کشمیری کے ساتھ باتیں کر رہے ہیں اتنے میں بہت سارے مریدین بھی وہاں جمع ہو گئے اس وقت میرے دل میں یہ بات آئی کہ سرکار آپ تو اللہ والے ہیں روشن ضمیر ہیں آج میری آرزو پوری فرما دیجئے کہ کم سے کم میری بچی کے سر پر اپنا دست

مبارک رکھ دیجئے میں نے تنظیم المسلمین بائسی پورنیہ میں ایکبار آپ کی خدمت کا شرف حاصل کیا ہے۔ اتنے میں ایسا ہوا کہ میں حضرت کے قریب ہوتا چلا گیا حالانکہ لوگ بہت تھے اور دیکھتے ہی دیکھتے سرکار تاج الشریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری بچی کے سر پر اپنا دست انور رکھ دیا اور خوب دعائیں دیں۔ میں سمجھ گیا کہ یہی اللہ والوں کی شان ہوتی ہے کہ دل کے خطرات بھی جان لیتے ہیں۔

***

حضور تاج الشریعہ ایک عبقری شخصیت

مولانا محمد راحل رضا مرکزی، تخصص فی الفقہ، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

مدت کے بعد پیدا ہوتے ہیں کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

الحمد للہ رب العلمین والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

عالم اسلام کی آغوش سے ہزاروں ایسی شخصیتیں پروان چڑھیں اور رہتی دنیا تک چڑھتی رہیں گی جنہوں نے اپنے خون جگر سے دین اسلام کی آب پاشی کی اور اپنے علم سے مرجھائے ہوئے چمن کو لالہ زار کیا اور قلوب میں عشق رسالت کی بجھی ہوئی شمع کو پھر سے نور و نکہت کی روشنی عطا فرمائی۔ اور جب بھی کفر و ضلالت کی گھٹا ٹوپ تاریکی نے اپنا اندھیرا پھیلایا تو انھیں مخصوص بندگان خدا نے اپنی ذات کو ڈھال بنا کر پیش کیا۔ اور باطل کے خیمے کو خاکستر کر دیا۔ اور یہ سلسلہ بڑے ہی سرعت اندازی سے رواں دواں رہا۔ حتیٰ کہ پندرھویں صدی ہجری کے ماضی قریب میں ایک ایسی شخصیت گزری جس سے عشق و عرفان کی وہ نہر چلی جو صبح قیامت تک اپنے پیاسوں کو سیراب کرتی رہے گی۔

یہ وہ مقدس ذات تھی جس کے پردادا چودھویں صدی ہجری کے مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تھے، جن کے نانا زہد و تقویٰ کے تاجدار مصطفیٰ رضا خان (حضور مفتی اعظم ہند) علیہ الرحمۃ والرضوان اور دادا ثانی اعلیٰ حضرت حضور حجۃ الاسلام حامد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان تھے۔ اسی چمنستان رضا میں ایک ایسا پھول کھلا جس نے قوم مسلم کے قلوب و اذہان کو معطر کر کے اس میں سے فسق و ضلالت کا خاتمہ کر دیا۔ اس عظیم پیشوا کا نام وارث علوم اعلیٰ حضرت، نبیرۂ حضور حجۃ الاسلام، جانشین حضور مفتی اعظم ہند، شہزادۂ حضور مفسر اعظم ہند، قاضی القضاۃ فی الہند، حضور تاج الشریعہ علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان ہے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ اس وقت پیدا ہوئے جس وقت فقاہت، طریقت اور روحانیت میں جانشین اعلیٰ حضرت سیدی سرکار حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا ڈنکا بج رہا تھا۔ اور تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اپنے وصال سے قبل ہی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو افتاء، ودرس حدیث کی ذمہ داریاں دیگر اپنی خلافت اور روحانیت کا امین بنا دیا تھا۔ ایک ایسی شخصیت جو اہلسنت کے لئے مرکزی حیثیت رکھتی ہو اور علمائے عرب و عجم کا مرجع ہو اس کی نظر انتخاب ہی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے لئے سند کی حیثیت رکھتی ہے۔

اس آفتاب ولایت کا غروب کیا ہونا تھا کہ پس خاک حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی ذات میں اپنی جوت جگا ڈالی مرشد کامل عالم ربانی کو مرجع سنیت ہونے کے لئے کسی تحریک کی ضرورت نہ پڑی بلکہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا تبحر علمی، فقہی انفرادیت اور مسلک اعلیٰ حضرت پر پوری دیانت داری کے ساتھ استقامت نے صرف برصغیر ہی نہیں پوری دنیا کے سنیوں کو اہل سنت کا

قائد اعظم تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا۔ اور کیوں نہ ہو اس لئے کہ آپ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے علوم کے سچے وارث تھے چنانچہ مولانا شہاب الدین رضوی صاحب لکھتے ہیں "حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے مولانا ساجد علی خان بریلوی، مہتمم دار العلوم مظہر اسلام بریلی کو حکم دیا کہ ۱۵ ر جنوری ۱۹۶۲ء، ۸ ر شعبان ۱۳۸۱ھ کو صبح ۸ ربجے گھر پر محفل میلاد شریف کا انعقاد کیا جائے۔ میلاد خواں حضرات، علماء مشائخ اور طالبان مدارس و فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ کو دعوت شرکت دے دی جائے۔ شدید سردی کے موسم میں کئی ہزار لوگوں نے میلاد شریف کی اس خصوصی تقریب میں شرکت کی۔ محفل میلاد شریف کے آخر میں مفتی اعظم ہند حضرت مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ تشریف لائے اور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان ازہری (علیہ الرحمہ) کو بلوایا، اپنے قریب بٹھایا، دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر جمیع سلاسل عالیہ، قادریہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، چشتیہ اور جمیع سلاسل احادیث مسلسل بالاولیت کی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا تمام اوراد و وظائف، اعمال و اشغال، دلائل الخیرات شریف، حزب البحر تعویذات وغیرہ کی اجازت فرمائی"۔ (حیات تاج الشریعہ)

اور اس عطا کے بعد ہی آپ مرشد کامل، صاحب علم و فضل، زہد و تقویٰ، تدریس و تدوین میں یکتائے روزگار ہو گئے۔ علم و فضل، فقہ و افتاء، عربی ادب اور انشاء پردازی، زہد و تقویٰ، تصلب فی الدین، اور استقامت علی الشریعت میں سیدنا اعلیٰ حضرت، حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم ہند (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے عکس جمیل تھے۔ گلزار رضویت کے ایسے شگفتہ گل تھے جن کے علم و فضل، اخلاص و للّٰہیت، خوف و خشیت، علم و تدبر اور فقہ و بصیرت کی خوشبو سے پوری دنیائے سنیت معطر و مشکبار تھی۔ دین و سنیت و مسلک اعلیٰ حضرت کے ایسے روشن منارہ تھے جن کی تابشوں اور ضیا پاشیوں سے پوری دنیائے سنیت روشن تھی۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی علوم و فنون میں مہارت: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ ان علوم و فنون پر مہارت رکھتے تھے۔ علوم قرآن، اصول تفسیر، علم حدیث، اصول حدیث، اسماء الرجال، فقہ حنفی فقہ مذاہب اربعہ، اصول فقہ، علم کلام، علم صرف، علم نحو، علم معانی، علم بدیع، علم بیان، علم منطق، علم فلسفہ قدیم و جدید، علم مناظرہ، علم الحساب، علم ہندسہ، علم ہیئت، علم تاریخ، علم مربعات، علم عروض و قوافی، علم تکسیر، علم جفر، علم فرائض، علم توقیت، علم تقویم، علم تجوید و قرات، علم ادب (نظم و نثر عربی، نظم و نثر فارسی، نظم و نثر انگریزی، نثر ہندی، نظم و نثر اردو)، علم زیجات، علم خطاطی، علم جبر و مقابلہ، علم تصوف، علم سلوک، علم اخلاق،،۔ [ماخوذ از سوانح تاج الشریعہ ص ۳۱]

ہمارے مرشد کامل حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ ان تمام علوم عقلیہ و نقلیہ پر دسترس رکھتے تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو کمال ذہانت سے نوازا تھا۔ ان تمام علوم کے ساتھ ہی آپ نے اپنی ضعیفی کے عالم میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی مقدس کتاب قرآن مجید کا حفظ بھی مکمل کر لیا تھا۔ اور حفظ کرنے کا طریقہ کچھ اس طرح رہا جس کو (حضرت علامہ و مولانا مفتی سید شاہد علی رضوی قاضی شرع رامپور) بیان فرماتے ہیں کہ میں بارگاہ تاج الشریعہ میں بیٹھا ہوا تھا اسی اثناء میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے فرمایا کیا حافظ آ گئے اس پر لوگوں نے عرض کی جی ہاں حضور آ گئے۔ اس کے بعد ان حافظ نے قرآن کا ایک رکوع پڑھا اور حضرت نے سماعت فرمایا۔ ایک رکوع مکمل ہونے کے بعد حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے وہ پورا رکوع ان حافظ صاحب کو سنا دیا۔ پھر دوسرا رکوع بھی آپ نے اسی طرح سنایا۔ اور اس طرح سے آپ نے قرآن شریف حفظ کیا، اللہ تعالیٰ نے ایسا ذہن آپ کو عنایت فرمایا تھا کہ جو چیز ایک بار سن لیتے تھے وہ آپ کے ذہن میں نقش ہو جایا کرتی تھی۔ آپ بڑے صرف اس لئے نہیں تھے، کہ آپ مجدد اسلام

امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے نبیرہ تھے، اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے سچے جانشین تھے بلکہ جہاں آپ کو یہ شرف حاصل تھا وہیں آپ اپنے علم وفضل، تفقہ فی الدین، تقویٰ وطہارت نیز دینی خدمات اور عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیاد پر مشہور زمانہ تھے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ جس محفل میں جاتے تھے اس محفل کی حسن آرائیوں میں اضافہ ہو جاتا اور جس بزم میں آپ کی جلوہ گری ہوتی وہ بزم دوبالا ہو جاتی تھی، حق گو، حق پسند اور حق شناس تھے اور اس راہ میں اپنے اور بے گانے کی پرواہ نہیں کرتے تھے جو حق ہوتا بلا خوف وخطر سناتے تھے دین کے معاملہ میں نرمی اور کسی کی ناراضگی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے بلکہ اللہ عزوجل و رسول کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا وخوشنودی کو عزیز رکھتے تھے۔

آپ کی عبقری شخصیت کا اعتراف علمائے عرب وعجم کی زبانی:

(۱) محدث مکۃ المکرمہ شیخ سید محمد بن علوی عباسی مالکی۔۔ آپ نے حضور تاج الشریعہ (علیہ الرحمہ) کو محدث حنفی، محدث عظیم عالم کبیر وغیرہ کے القاب کے ساتھ یاد کیا۔ اور اپنی ایک تقریر میں فرمایا کہ میں حضرت تاج الشریعہ کو اس مقام پر فائز محسوس کرتا ہوں جس سے الفاظ اور حروف کی تعبیر آشنا نہیں۔ (تجلیات تاج الشریعہ ص ۵۹۴)

(۲) شیخ جمیل بن عارف حسینی شافعی فلسطینی۔۔ حضور تاج الشریعہ کی ذات وہ ذات ہے کہ ان کے توسل سے دعائیں مانگی جائیں تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبول فرمائے گا۔ آپ نے اپنی تقریر میں حضور تاج الشریعہ کے لئے شیخ الاسلام والمسلمین عارف باللہ شیخ الکامل جیسے القاب کا استعمال کیا۔ (تجلیات تاج الشریعہ ص ۵۹۵)

(۳) حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ۔۔ عرس قاسمی ۱۹۸۴ء کی تقریب میں حضور احسن العلماء نے جانشین مفتی اعظم ہند کا استقبال قائم مقام مفتی اعظم علامہ ازہری زندہ باد کے نعرہ سے کیا مجمع کثیر میں جانشین مفتی اعظم کو سلسلہ قادریہ برکاتیہ کی تمام خلافت واجازت عطا فرمائی۔ (تجلیات تاج الشریعہ ص ۶۰۰)

(۴) حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ۔۔ ہند و پاک میں ہماری مرکزی شخصیت حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان صاحب قادری رضوی (علیہ الرحمہ) ہیں جو نائب مفتی اعظم ہند کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی اپنے مریدوں پر کرم نوازی: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی ذات مبارکہ حسن وجمال اور جاہ وجلال کا پیکر تھی آپ دو متضاد طبیعتوں کے مالک تھے کبھی آپ جاہ وجلال میں ہوتے اور کبھی آپ کی طبیعت پر نرمی غالب ہوتی اس ملی جلی طبیعت کا ایک واقعہ میں یعنی راقم السطور سگ تاج الشریعہ (محمد راحل رضا مرکزی غفرلہ) اپنی آنکھوں دیکھا حال بیان کرتا ہے کہ عرس نوری کا موقع تھا سوداگران کی گلیوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہو رہی تھی اور اعلیٰ حضرت وحضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فیضان لوٹنے کے لئے آپ کے شیدائی جوق در جوق آستانہ پر حاضر ہو رہے تھے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا یہ معمول تھا کہ آپ نماز مغرب کے بعد لوگوں کو سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں داخل فرمایا کرتے تھے۔ اس عرس نوری کے دن بھی لوگوں کا ہجوم مرید ہونے کے لئے بعد مغرب حضرت کے ڈرائنگ روم جمع تھا یہ فقیر بھی اس وقت وہاں موجود تھا کثرت ہجوم کی وجہ سے حضرت نے کئی مرتبہ لوگوں کو مرید کیا۔ نماز عشاء سے کچھ قبل شہر (لدھیانہ) کے کچھ

لوگ حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور ہم لوگ مرید ہونا چاہتے ہیں کثرت ہجوم کی وجہ سے حضرت نے جلال میں فرمایا اب سب لوگ قل شریف کی محفل کے بعد ایک ساتھ مرید ہوں گے۔ اس پر انہیں میں سے ایک نے عرض کیا حضور ہماری ٹرین کا وقت ہونے والا ہے اور ہم سب لوگوں کو ابھی لدھیانہ کے لئے نکلنا ہے اس جملہ کو سنتے ہی ہمارے پیر و مرشد حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا جلال جمال میں تبدیل ہو گیا آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اور آپ نے اسی وقت ان سب کو داخل سلسلہ کر لیا۔ یہ تھی ہماری مرشد کامل کی اخلاق مندی جس نے ایک اچھی خاصی خلقت کو اپنا شیدائی بنا لیا تھا۔

آہ وہ چاند رخصت ہو گیا ۲۰ رجولائی بروز جمعہ ۲۰۱۸ء مطابق ۶ رذی قعدہ ۱۴۳۹ھ کو بعد مغرب یہ خبر ملی کہ اذان مغرب کے وقت دنیائے سنیت کا وہ عظیم پیشوا اس دنیائے فانی سے دنیائے باقی کی جانب کوچ کر گیا (انا للہ وانا الیہ راجعون) آپ کی رحلت سے ایک حسین عہد کا خاتمہ ہو گیا اور اب اس نقصان کی تلافی بہت مشکل ہے آپ اہلسنت کے اہم ستون تھے آپ امیر کارواں تھے آپ کی رحلت سے دنیائے سنیت کا وہ عظیم خسارہ ہوا جس کی تلافی مشکل ہے۔

افسوس آج سنیوں کے رہنما گئے
سب مقتدی کھڑے رہے وہ مقتدیٰ گئے
اب شمع علم کون جلائے گا ان کے بعد
وہ اپنے بعد چھوڑ کر اتنا خلا گئے
سارے مرید آنکھوں میں آنسو لئے ہوئے
بے چین مضطرب ہیں شہ با صفا گئے
فیض رضا کہوں یا کہ حسن ضیاء کہوں
تم سنیوں کو ٹھوس عقیدہ سکھا گئے

ہمارے پیر و مرشد حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے اور جاتے جاتے یہ درس دے دیا، اگر آپ اللہ اور اس کے رسول کے ہو گئے تو ساری مخلوق آپ کی ہو جائے گی۔ اور یہ بات آپ کے جنازے نے ثابت کر دی۔ لاکھوں لوگوں نے بریلی شریف پہنچ کر نماز جنازہ میں شرکت فرمائی۔ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائے، اور جانشین تاج الشریعہ حضرت علامہ ومولانا مفتی محمد عسجد رضا خان صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کو دنیائے سنیت کا عظیم پیشوا بنائے۔۔۔ آمین

***

حضور تاج الشریعہ کا علمی وفقہی استحضار

مولانا عبدالباقی مرکزی رضوی، استاذ جامعۃ الرضا بریلی شریف

اکابرین ملت علمائے امت جنہوں نے مذہب وملت کی نشر واشاعت کے لئے اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کو وقف کر دیا اور جن کی مساعی جمیلہ سے اسلام کی ضیاء بارکرنیں دنیا کے گوشے گوشے میں پہونچیں اور جن کی زبان وقلم سے امت مسلمہ کو رشد و ہدایت ملی ایسی ہی ہمہ گیر، ہمہ جہت، انقلاب آفریں برگزیدہ شخصیتوں میں سے ایک تاج الشریعہ، بدرالطریقہ، مرجع عالم، فقیہ اعظم، وارث علوم اعلیٰ حضرت جانشین مفتی اعظم شیخ الاسلام والمسلمین یادگار حجۃ الاسلام استاذی ومرشدی حضرت العلام المفتی محمد اختر رضا خاں الازہری القادری البریلوی علیہ الرحمہ، کی ذات بابرکت تھی جن کی مقناطیسی شخصیت عالم اسلام میں خصوصاً برصغیر ہندو پاک میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ ہر جہت سے اپنے آباؤ اجداد کے سچے وارث اور جانشین ہیں، علم وفضل زہد وتقویٰ، اور پاسداری شرع میں اپنے اسلاف کے عکس جمیل ہیں۔

مفتی عبدالحنان رضوی بناری صاحب قبلہ آپ کی فتویٰ نویسی کے سلسلہ میں رقم طراز ہیں: ”خانوادۂ تاج الشریعہ میں فتاویٰ نویسی کی ایمان افروز روایت تقریباً دو سو سالوں سے چلی آرہی ہے دنیا کے ایک خاندان اور ایک ہی نسل میں کئی صدیوں تک علم وفضل کا دریا موجزن رہا اور دس نسلوں تک بھی اس کے تسلسل کی کوئی کڑی ٹوٹنے نہ پائی۔ شجاعت جنگ محمد سعید اللہ خاں سے لیکر حضور تاج الشریعہ تک علم وفضل کا یہ دریا بلار کے بہتا رہا تاجدار اہل سنت شبیہ غوث اعظم، مفتی اعظم ہند، حضرت العلام الشاہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی بے پناہ خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر احیاء سنت واماتت بدعت اور دین وملت پر ہونے والے طاغوتی حملوں کے دفاع میں جو عظیم کارنامہ انجام دیا ہے دنیائے سنیت اس سے بے خبر نہیں کچھ ایسی صلاحیتوں اور خوبیوں کے حامل آپ اپنے جانشین کو دیکھنا چاہتے تھے جو صحیح معنوں میں آپ کی جانشینی کا حق ادا کر سکے تو آپ کی نظر انتخاب حضور تاج الشریعہ پر آکر مرکوز ہو گئی۔ آپ صاحب علم وفضل اور صاحب فتویٰ ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب تقویٰ بھی ہیں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کو اپنی ملی ومذہبی وراثت خصوصاً افتاء، وقضاء جیسی اہم ذمہ داری سونپتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ ’اختر میاں اب گھر میں بیٹھنے کا وقت نہیں یہ لوگ جن کی بھیڑ لگی ہوئی ہے سکون سے بیٹھنے نہیں دیتے اب تم اس کام کو انجام دو میں (دار الافتاء) تمہارے سپرد کرتا ہوں، پھر موجود لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر مفتی اعظم نے کہا آپ لوگ اب اختر میاں سلمہ سے رجوع کریں، انہیں کو میرا قائم مقام اور جانشین جانیں۔ اسی دوران سے لوگوں کا رجحان آپ کی طرف زیادہ ہو گیا۔“

[تجلیات تاج الشریعہ]

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے قلمی آبشار اور شان فقاہت وفتویٰ نویسی کی خوبیوں کو اجاگر کرتے ہوئے استاذ گرامی وقار خلیفہ تاج الشریعہ وخلیفہ رئیس الاتقیاء حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر محمد یونس رضا مونس اویسی دام ظلہ العالی اپنی کتاب سوانح

تاج الشریعہ میں کچھ یوں تحریر فرماتے ہیں: حضورتاج الشریعہ بدرالطریقہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی شان، فتاویٰ نویسی کی دنیا میں نہایت ممتاز ہے بلکہ آپ ہندوستان کے تنہا ایسے مفتی ہیں جو فتاویٰ نویسی کے مالہ وما علیہ پر گہری نظر رکھتے ہیں اور سہ لسانی زبان میں فتاوی ارقام فرماتے ہیں۔ [سوانح تاج الشریعہ]

فتاوی تاج الشریعہ کے مرتب استاذ گرامی حضرت علامہ مفتی محمد مطیع الرحمن نظامی صاحب عرض مرتب کے تحت لکھتے ہیں: ''ممدوح گرامی حضور تاج الشریعہ دام فیوضہ غالبا ہندوستان کے تنہا ایسے مفتی ہیں جو سہ لسانی جوابات ارقام فرماتے ہیں آپ کے فتاوی، اردو، عربی، انگلش میں موجود ہیں'' بے شک آپ کی شان، فتاوی کی دنیا میں کوہ ہمالہ کی طرح مضبوط اور مستحکم نا قابل انکار ایک مسلم الثبوت حقیقت ہے۔ آپ کے بعض فتاوی تو مستقل رسالہ کی شکل میں ہیں جیسے سنو چپ رہو، القول الفائق وغیرہ۔

[فتاوی تاج الشریعہ تحت عرض مرتب]

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے فقہی وعلمی استحضار کی ایک نظیر نظر نواز کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں اور اپنی آنکھوں کو جلا بخشیں۔ حضور نے کس طریقہ سے سائل کے عریضہ پر عربی میں شافی ووافی جواب عنایت فرمایا ہے:

مسئلہ: ''محترمی ومکرمی مفتی وقاضی صاحب دام لطفکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہم بفضلہ تعالیٰ خیریت سے رہ کر جناب کی خیریتیں نیک مطلوب خادم آپ کو ہمیشہ تکلیف دیتا ہے معاف فرماویں۔

(۱) ایک شخص جو حنفی المسلک ہے وہ شافعی مذہب کا بھی مسئلہ لے لیتا ہے اور کہتا ہے کہ سب مذاہب برابر ہیں ہم مسلمان ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ مذاہب تو نہیں تھے تو ہم کبھی یہ مسئلہ لے لیتے ہیں اور کبھی ان کے علاوہ مالکی اور حنبلی مذہب کے لوگوں کو مان لیتے ہیں اس میں کیا مضائقہ؟ کیا یہ صحیح ہے؟۔ مہربانی سے جناب کا فتوی کیا کہتا ہے۔ یعنی مفتیان اور اماموں کی کیا رائے ہے۔ اطلاع سے ممنون فرماویں، شکرا جزیلا۔

نوٹ: اگر اس مسئلہ کا جواب عربی لفظ میں ہو تو بہتر رہے گا اگر آپ کو تکلیف نہ ہو ورنہ کچھ نہیں۔ والسلام۔

مستفتی: خادم سلیمان حاجی ابراہیم قادری

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوھاب:

ان کان ذالک الشافعی یعمل فی مسئلۃ بمذھبہ وفی اخری بمذھبنا الحنفیۃ او باٰخر فان فعل ذلک باحد الشروط الثلاثۃ۔

احدھا: ان یترجح لہ بالنظر فی دلائل الکتاب والسنۃ فی خصوص تلک المسئلۃ فی المذھب الحنفی۔

والثانی: ان یکون مبتلی فیھا بالعمل بمذھبنا بحیث لا یکون لہ من محیص۔

والثالث: ان یکون رجلا من اھل التقوی ویرید ان یأخذ نفسہ بالحیطۃ وھی انما توجد فی تلک المسئلۃ خاصۃ عند الحنفیۃ۔ وفوق ذلک شرط آخر وھو ان لا یؤدی ذٰلک الی التلفیق بأن تحصل علی المذھبین صورۃ لاتصح فی ایما مذھب کأن لا یری النقض بالفصد ویصلی خلف امام من غیر قرأۃ للفاتحۃ فالوضوء باطل فی المذھب الحنفی والصلوٰۃ باطلۃ فی المذھب الشافعی فان فعل ذلک باحد الشروط المذکورۃ والا فلا یجوز لانہ تلاعب بالدین۔

ومعنی التلفیق أن یعمل فی عبادۃ واحدۃ علی مذھبین وھٰذا باطل باجماع جمیع العلماء ۔فقد قال فی الدر المختار:"وان الحکم الملفق باطل بالاجماع کذا فی الفتاوی العزیزیۃمترجمابتصرف"

[درمختار، ج ا،مقدمہ، ص ۷۷، دارالکتب العلمیہ بیروت]

قلت وباللہ التوفیق اذا امعنت النظرفیما ذکر من الشروط علمت ان ھٰذا لایجوز لطبقۃ الناس وانما یجوز لطائفۃ وقلیل ماھم دون العامی الذی لیس من اھل الترجیح ولا مبتلی بالعمل بغیرمذھبہ ولاممن یأخذ نفسہ بالحیطۃ انما یلزمہ تقلید معین ولیس لہ ان یقلدفی مسئلۃ ھٰذا وفی اخری ذاک ھٰذاھوالمختار الذی تظافرت علیہ اقوال العلماء من الحنفیۃ والشافعیۃ وغیرھم وسیوافیک بعضھا عما قلیل ان شاء اللہ تعالیٰ علی ان من العلماء من ضیق القطن واخذبالتقلید فی کل مسئلۃ ومنع التحول الی غیر مذھبہ ولو فی مسئلۃ واحدۃ حتی ما یترجح لہ مذھب غیرہ کھٰذا ھو الملا احمد جیون فی تفسیرہ قائلا:"و کما انہ لایجوز الانتقال من مذھب الی آخر کذالک لایجوز ان یعمل فی مسئلۃ علی مذھب وفی اخری علی آخر للعامی لاوجہ لہ فی ھٰذا الباب اما العالم فظاھر ان لاوجہ لہ الیہ الا بعلم بأن الامام قد اخطأ فی المسئلۃ الفلانیۃ واصاب فی الفلانیۃوالامام الفلانی علی عکس ھٰذا کما ان یدرء الحنفی الفاتحۃ عقیب الامام فانہ لا یجوز ان اعتقد انہ قد اصاب الشافعی فی ذالک بخلاف ابی حنیفۃ فانہ باطل بالضرورۃ وان ظن ان دلیل الشافعی وھو قولہ علیہ السلام لاصلوٰۃ الابفاتحۃ الکتاب"

[عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۶، کتاب الاذان باب ۹۵ تحت حدیث ۷۵۶، ص ۱۹، دارالکتب العلمیہ بیروت]

صریح فی ھٰذا المعنی فذالک موقوف علی معرفۃ ھٰذا الحدیث ومعرفۃ الحجج لابی حنیفۃ ومعرفۃ انہ لا حجۃ اسبق من ھٰذاوامثالہ وذالک مما ھو لیس من شان المقلد لان کل احد ینصب علی طبق مذھب دلائل وشواھد ولکل وجھۃ ھو مولیھا وفوق کل ذی علم علیم اھ بحروفہ قلت ایضامامر فی الشرط الثالث من ان یکون رجلا من اھل التقوی ویرید ان یأخذ نفسہ بالحیطۃ الخ فیہ ما فی التفسیر الاحمدی مما اذا امکن التطبیق قال غایۃ مافی الباب ان یعمل الصوفی بالاحوط انما لدفع الحرج وذالک فیماامکن التطبیق مثل ان لا یاکل الحنفیۃ الارنب فانہ یجوز اذابوحنیفۃ یبیحھاولایوجبھا والشافعی ینکر اباحتھافانہ لو لم یاکل یکون عملا علی کلا المذھبین وان اکل یحتمل ان یقع فی الحرام ویخالف مذھب الشافعی بخلاف ما اذالم یمکن التطبیق کما فی قرأۃ الفاتحۃ فان الشافعی یوجبھا وابوحنیفۃ یحرمھا فانہ لایجوز للحنفی العمل علی مذھب الشافعی من حیث انہ مذھب الشافعی وان کان یجوز من حیث ان محمدا استحسنہ لما عرفت اھ وھٰذا کلام صالح یلیق الاخذ بہ فالحنفی انما یجوز لہ العمل بغیر مذھبہ اذا امکن التطبیق والافالحق ان یعمل بمذھبہ قال العلامۃ الملاعلی القاری رحمہ اللہ بل یجب حتماً ان یعین مذھبا من ھٰذہ المذاھب اما مذھب الشافعی فی جمیع الوقائع والفروع و امامذھب مالک واما مذھب ابی حنیفۃ او غیرھم ولیس لہ ان یلتحل من مذھب الشافعی فی البعض ما یھواہ ومن مذھب غیرہ فی الباقی مایرضاہ لانا لوجوزنا ذلک لادی الی الخبط والخروج عن الضبط وحاصلہ ان یرجع الی تعیین التکلیف لان مذھب الشافعی اذا اقتضی تحریم

شیء ومذهب غيره اباحة ذلك الشيء بعينه او على العكس فهو ان شاء مال الى الحلال وان شاء مال الى الحرام فلا يتحقق الحل والحرمة وذالك باطل بالاجماع لان حفظ الدين واجب وذالك لا يحصل الا به فيكون واجبا لان مقدمة الواجب واجب بالاجماع فثبت ان تقليد المذهب الواحد واجب لان مقدمة الواجب واجب اه كذا نقل عنه رحمه الله في الفتح المبين قلت قوله بل يجب حتما ان يعين مذهبا من هذه المذاهب الخ اى من هذه المذاهب الاربعة وتخصيص التعيين بمذهب من هذه الاربعة لان الامة قد اجتمعت على اتباع لهذه الاربعة دون غيرها ففي التفسير الاحمدي مانصه لكن قد وقع الاجماع على ان الاتباع انما يجوز للاربع فلا يجوز الاتباع لغيرها.

لابي يوسف ومحمد وزفر وشمس الائمة اذا كان قولهم مخالفا للاربع وكذا لايجوز الاتباع لمن حدث مجتهدا مخالفا لهم وفي الطحطاوي على الدر المختار ما يلي من شذ عن جمهور اهل العلم والفقه والسواد الاعظم يدخل في النار فعليكم معاشر المؤمنين باتباع الفرقة الناجية المسماة باهل السنة والجماعة فان نصرة الله تعالى وحفظه وتوفيقه في موافقتهم وخذلانه وسخطه في مخالفتهم وهذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم في مذاهب اربعة وهم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون رحمهم الله تعالى ومن كان خارجا عن هذه الاربعة فان كنت بعد في فرية من هذا فارجع البصر في الاقطار هل ترى بغير هذه المذاهب عينا او اثرا في دار من الديار ثم ارجع البصر كرتين ينقلب اليك البصر خاسئا وهو حسير. قد اجتمعت الامة كما تلونا على الاتباع لهذه الاربعة فهل حسبت ايها القائل لم تكن هذه المذاهب في عهده عليه السلام ان تظن ان هذا السواد الاعظم قد اطبق على الضلالة. والعياذ بالله العزيز المتعال وقد قال الله تعالى: "ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولى ونصله جهنم وساءت مصيرا". [سورۂ نساء آیت-۱۱۵]

وقال عليه السلام: "لا تجمع امتي على ضلالة"

[المقاصد الحسنہ، باب حرف اللام الف، حدیث-۱۲۸۹، ص۵۲۹، برکات رضا پوربندر گجرات]

عن ابي عاصم في السنة من حديث انس بهذا اللفظ وعند الترمذي حديث ابن عمر: "لا يجمع الله هذه الامة على الضلالة ابدا" [المستدرک ج۱، ص۲۰۰، حدیث نمبر ۳۹۱/۱۰۲، دار الکتب العلمیہ بیروت]

كذا في الدر المنثور للسيوطي ان كنت تظن هذا فهو اويلك من خارق للاجماع ناكب طريق المسلمين هاو بنفسه في هوة من معين والا فلا وجه للانكار بل لا بد من الاقرار بان كل هذه المذاهب حق اذ لا واسطة بين الحق والباطل لكن لامساغ للتخليط بين هذه المذاهب وذاك لمجرد التشهي لما مر من انه تلاعب بالدين ومن انه يؤدي الى الخيبة والخروج عن الطيبة ويرجع الى انقص التكليف وبالجملة فلزم رد هذا الباب والاخذ بالتقليد في كل الوقائع والفروع معين حفظا للشريعة لاسيما في هذا الزمان الذي يجتهد فيه كل غمر غر لا يعرف هرا من بر فضلا ان يكون له راس بالفقه ظنا منه انه على هدى من ربه والامة مازالت في ضلال على تعاقب الاجيال نسأل الله السلامة لا يقال لم يلتزم احد في الصدر الاول تقليد معين لانا نقول انما حكم العلماء بتقليد معين حفظا للدين

لمّا كثرت العصبية بين الناس وأدت الى الدين عقارب الفساد من الوضع والكذب والدس فيه ما ليس منه اما في ذلك الزمان فكان الدين مصونا عن الوضع والكذب متدرّجا في الرقي موثوقا باهله لورعهم مأمونا عليهم من التقوّل والاختلاف فكان العامي يتلقى دينه عن رأه فلما عبّر ذلك القرن وأخذت من غير من الناس الحمية حمية الجاهلية الاولى وعدت في الدين المشاجرات عني اهل الدين بتقليد معين من الائمة المجتهدين حتى صار الجميع في القرن الثالث يقلدون اماما من الأئمة بعينه ووجب هذا النوع من التقليد في ذلك العصر قال المحدث الشاه ولي الله الدهلوي في الانصاف: وبعد المأتين ظهر فيهم التمذهب للمجتهدين باعيانهم وقل من كان لا يعتمد على مذهب مجتهد بعينه وكان هذا هو الواجب في ذلك الزمان اه

قال الامام عبد الوهاب الشعراني قدس سره الرباني في الميزان: "يجب على المقلد العمل بالارجح من القولين في مذهبه ما دام لم يصل الى معرفة هذه الميزان من طريق الذوق والكشف كما عليه عمل الناس في كل عصر" الخ

وقال الامام حجة الاسلام الغزالي قدس سره في الاحياء: "مخالفته للمقلد متفق على كونه منكرا بين المحصلين" [احیاء علوم الدین، ج، ۲، کتاب الامر بالمعروف، الباب الثانی، الرکن الثانی۔ الشرط الرابع، ص ۱۹۰، دار الصادر بیروت]

وفي شرح النقاية عن كشف الأصول للامام البزدوي: "من جعل الحق متعددا كالمعتزلة اثبت للعامي الخيار من كل مذهب ما يهواه ومن جعل واحدا كعلمائنا الزم العامي اماما واحدا" [شرح نقایہ کشف الاصول للامام البزدوی]

وفي الملل والنحل: "علماء الفريقين لم يجوزوا ان يأخذ العامي الحنفي الا بمذهب ابي حنيفة والعامي الشفعوي الا بمذهب الشافعي" [الملل والنحل]

وفي عقد الجيد المحدث ولي الله الدهلوي: "المرجح عند الفقهاء ان العامي المنتسب الى مذهب له مذهب فلا تجوز له مخالفته ولنورد بعض اقوال للسادة الشافعية على حدة مفيدة فيما نحن بصدده"

[عقد الجید، باب پنجم، اقسام مقلد مطبوعہ قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی، ص ۵۸]

قال الامام جلال الدين السيوطي رحمه الله في الاشباه والنظائر: قال السبكي: "اذا كان للحاكم اهلية الترجيح ورجح قولا منقولا بدليل جيد جاز ونفذ حكمه وان كان مرجوحا عند أكثر الاصحاب ما لم يخرج عن مذهبه وليس له ان يحكم بالشاذ الغريب في مذهبه وان ترجح عنده لانه كالخارج عن مذهبه وقد ظهر له رجحانه فان لم يشترط عليه الامام في التولية التزام مذهب جاز وان شرط عليه باللفظ او العرف كقوله على قاعدة من تقدمه او نحو ذلك لم يصح الحكم لان التولية لم تشمله وافتى ابن عبد السلام بان الحاكم المعلوم المذهب اذا حكم بخلاف مذهبه وكان له رتبة الاجتهاد او وقع الشك فيه فالظاهر انه لا يحكم بخلاف مذهبه فينقض حكمه.

وقال الماوردي: "اذا كان الحاكم شافعيا واداه اجتهاده في قضيته ان يحكم بمذهب ابي حنيفة جاز ومنع منه بعض اصحابنا لتوجه التهمة اليه ولان السياسة تقتضي مدافعة استقراء المذاهب وتمييز اهلها"

وقال ابن الصلاح: "لا يجوز لاحد ان يحكم في هذا الزمان بغير مذهبه فان فعل نقض لفقد الاجتهاد في اهل

هذا الزمان اه [الاشباہ والنظائر للسیوطی، ج ۱، ص ۱۰۲ / ۱۰۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، بحوالہ المکتبۃ الشاملۃ]

فانظر فی اقوال هولاء الاجلة كيف تخوطوا فی حكم الحاكم بغير مذهبه فاجازه بعضهم بشرط لا يكاد يوجد ومنعه بعضهم مطلقا فما ظنك بالعامی الذی ليس من العلم فی شئ ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظيم وقال جلال الدين المحلی فی شرحه علی جمع الجوامع: (و) الاصح انه (يجب) علی العامی وغيره ممن لم يبلغ رتبة الاجتهاد (التزام مذهب معين) من مذاهب المجتهدين (يعتقده الخ) من غيره (اومساويا) له ان كان فی نفس الامر مرجوحا علی المختار المعتقد اه" [جمع الجوامع]

ويجدر بالذكر هنا ما قاله امامنا الاعظم ابو حنيفة النعمان رضی الله تعالی عنه وارضاه عنا وصية للامام ابی يوسف رحمه الله: "قال رضی الله عنه لتلميذه لما ظهر منه الرشد والصلاح بالمعقول وقر السلطان وعظم منزلته واياك والكذب بين يديه الی قوله واذا عرض عليك شيئا من اعماله فلا تقبل منه الا بعد ان تعلم انه يرضاك ويرضی مذهبك فی العلم او القضايا كی لا تحتاج الی مذهب غيرك فی الحكومات الخ"

كذا فی اتحاف الابصار والبصائر بتبويب الاشباه والنظائر. وموضع الدلالة فی هذه المقالة لا يخفی علی اولی النهی اذ أن ابا يوسف رحمه الله كان مقلداً لابی حنيفة رضی الله عنه فی مذهبه مجتهداً فيه وليس مجتهدا مطلقا. ويقول الامام فليكن الختام اذ لا عطر بعد عروس والحمد لله الملك المنعام. وهو تعالی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم وصلی الله علی حبيبه السيد الفرد العلم وآله وصحبه نجوم الاهتداء مصابيح الظلم وعلی من تبعهم باحسان الی يوم تحشر الامم.

الفقير الی رحمة ربه الغنی اختر رضا خان الازهری غفر له ولابويه

فی ۲۶ من ربيع الاول سنه ۱۳۹۲ هجرية علی صاحبها ازكی تحية

هذا هو الجواب بالتحقيق بان لا مساغ فيه الی التخليط والتلفيق والله الموفق للهداية الی سواء الطريق

غلام مجتبی الاشرفی غفر له لقد اصاب من اجاب والله تعالی اعلم قاضی محمد عبد الرحيم بستوی غفر له القوی

حضرت علامہ مفتی اختر حسین علیمی محمد اشاہی صاحب قبلہ وارث علوم اعلیٰ حضرت جانشین مفتی اعظم ہند حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی فقہی بصیرت اور فقہی جزئیات پر استحضار کے تعلق سے تحریر فرماتے ہیں:

" آپ کی ہمہ جہت شخصیت ایک ایسا صاف وشفاف آئینہ ہے جس میں علوم ومعارف کے ہزاروں جلوے نظر آتے ہیں۔ آپ بیک وقت محدث، مفسر، شارح، محشی، متکلم محقق، مصنف، مترجم، مدرس، ناقد، ادیب، شاعر، سیاح، مرشد، خطیب، مفتی اور فقیہ جیسے اوصاف وکمالات کے جامع اور حامل ہیں۔ مگر ان تمام خوبیوں میں تفقہ فی الدین اور فتاویٰ نگاری آپ کا امتیازی وصف ہے جو آپ کو رب قدیر کے خزانۂ عامرہ سے خوب خوب عطا کیا گیا ہے۔ فقہی جزئیات کا استحضار، تاج الشریعہ دامت فیوضہم العالیہ کو حفظ وتیقظ، وسعت نظر وفکر اور فقہی استحضار کی ایسی عظیم دولت ملی ہے کہ عصر حاضر میں جس کی نظیر نہیں ملتی۔ کسی مسئلہ پر گفتگو بڑی برجستہ اور دلائل وشواہد سے مزین ہوتی ہے۔ فقہی جزئیات پر دسترس اور ارشادات ائمہ کا احاطہ بزم دانش میں بیٹھنے والوں پر خوب

ظاہر ہے۔ ایک مرتبہ فقہی سیمینار بورڈ دہلی میں یہ مسئلہ زیر بحث تھا کہ عورت کی آواز عورت ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں اکثر مندوبین فرمارہے تھے، عورت کی آواز مطلق عورت نہیں بلکہ جس میں نغمگی پائی جائے، وہ آواز عورت ہے۔ اس کا استدلال یہ تھا کہ فقہائے کرام نے فرمایا: ''نغمۃ المراۃ عورۃ''۔ راقم کا کہنا ہے کہ نغمگی کی قید نہیں ہے بلکہ جس آواز میں نغمگی، لچک اور جاذبیت ودلکشی ہو، وہ سب عورت کے حکم میں ہیں۔ بحث مکمل نہ ہوسکی اور سیمینار کا وقت ختم ہوگیا۔ راقم دہلی سے آستانہ رضویہ بریلی شریف حاضر ہوا اور حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی زیارت سے مشرف ہوکر سیمینار میں ہوئی بحث کا خلاصہ عرض کیا۔ آپ نے سنتے ہی برجستہ فرمایا کہ ''نغمۃ المرأۃ عورۃ'' میں نغمہ سے مراد نغمگی اور خوش الحانی نہیں بلکہ مطلق آواز ہے دیکھئے فقہائے کرام مطلق آواز کو بھی نغمہ سے تعبیر فرماتے ہیں چنانچہ فتاوی عالمگیری میں کتاب الشہادۃ میں ہے: ''اذ النغمۃ تشبہ النغمۃ'' یہاں نغمگی مراد نہیں ہے بلکہ مطلق آواز مراد ہے حضور والا کی اس برجستہ مدلل گفتگو سے حاضرین مجلس کی باچھیں کھل اٹھیں۔ اور بھلا ایسا کیوں نہ ہو بلکہ آپ نے اس علمی خاندان میں آنکھ کھولی ہے جو تقریباً دوسو سال سے فقہ وافتاء کا عظیم مرکز اور عالم اسلام کیلئے نہایت معتبر ومستند اور پروقار دار الافتاء کی حیثیت سے متعارف ومسلم اور فقہ حنفی کے عظیم نگہبان کے طور پر مشہور رہا ہے۔

اللہ کے محبوب کا محبوب عالم ربانی اپنے علم وفضل کا روشن ومنور سورج جس کی شعاعیں چاردانگ عالم کو اپنی ضوفشاں کرنوں سے چمکا رہی تھیں جن کی خدمات جلیلہ سے تمام دنیائے سنیت تا قیام قیامت مستفید ہوتی رہے گی، اچانک عالم اسلام کو داغ مفارقت دے گیا یعنی مورخہ ۶ رذیقعدہ ۱۴۳۹ھ بروز جمعہ مطابق ۲۰ رجولائی ۲۰۱۸ء بوقت شام بعد اذان مغرب وہ بلند وبالا سورج ہم اہل سنت کی نظروں سے روپوش ہوگیا۔ اللہ حضور کے فیوض وبرکات کو ہم تمامی اہل سنت وجماعت پر عام وتام فرمائے۔

***

حضرت تاج الشریعہ کی عربی شاعری

مولانا طفیل احمد مصباحی، سب ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

ہندوستان کی علمی و ادبی تاریخ پر نظر رکھنے والے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ یہاں کے علما و مشائخ نے مختلف علوم و فنون میں قابلِ رشک خدمات انجام دینے کے علاوہ عربی زبان و ادب میں بھی کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ اردو، فارسی اور عربی تینوں زبانوں میں ان کی گراں قدر نگارشات اور تحقیقی کتب و رسائل ہمارے درمیان موجود ہیں، جو اس بات کی دلیل ہے کہ ہمارے یہ علما و مشائخ اردو اور فارسی کے علاوہ عربی زبان کے بھی رمز شناس تھے۔ ہندوستان کے وہ علما و فقہا اور ادبا و شعرا، جنھوں نے عربی نظم و نثر میں اپنی بیش قیمت نگارشات یادگار چھوڑی ہیں، ان میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

ملا قاضی محب اللہ بہاری، قاضی شہاب الدین دولت آبادی، ملا احمد جیون امیٹھوی، شیخ امان اللہ بنارسی، شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی، شیخ علی متقی، میر عبد الواحد بلگرامی، شیخ مرتضیٰ زبیدی بلگرامی، شیخ عبد الحلیم فرنگی محلی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، علامہ فضلِ حق خیرآبادی، علامہ عبد الحی فرنگی محلی، امام احمد رضا محدث بریلوی، شیخ احسن اللہ عباسی بھاگل پوری، علامہ ظہیر احسن شوق نیموی، ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری، شاہ سلیمان قادری پھلواروی، صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی وغیرہم۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک مضبوط اور خوب صورت کڑی کا نام مرشدِ گرامی تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خاں قادری ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان ہے، جو ایک درجن سے زائد علوم و فنون پر مجتہدانہ بصیرت رکھنے کے علاوہ عربی زبان و ادب میں غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ اپنی مادری زبان کی طرح عربی بولتے تھے اور لکھتے تھے۔ آپ کی عربی دانی کا اعتراف جامعہ ازہر، مصر کے علما و اساتذہ نے بھی کیا ہے۔ زمانۂ طالب علمی میں جب آپ اپنے مصری اساتذہ سے عربی زبان میں گفتگو فرماتے تو وہ لوگ حیران رہ جاتے اور کہتے کہ ایک ہندوستانی عجمی طالب علم ایسی فصیح عربی بولتا ہے۔

عربی زبان و ادب میں حضرت تاج الشریعہ کا مقامِ امتیاز ایک مسلّمہ حقیقت ہے، عرب و عجم کے اہلِ علم و قلم نے آپ کی عربی دانی کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے اور آپ کو ''سلطان الادباء'' کا خطاب دیا ہے۔ آپ کا گراں قدر عربی'' حاشیہ بخاری'' ''قصیدہ بردہ شریف کی عربی شرح'' ''الفردہ'' اور عربی نعتیہ مجموعہ ''روح الفؤاد بذکری خیر العباد'' معروف بہ ''نغماتِ اختر'' آپ کے باکمال عربی ادیب و شاعر ہونے پر دال ہیں۔ آپ کے قادر الکلام عربی ادیب ہونے کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آج سے چار سال قبل جب راقم الحروف بریلی شریف گیا تھا اور آپ کے خادمِ خاص جناب مولانا عاشق حسین کشمیری مصباحی کے ساتھ حضرت کی ایک علمی نشست میں حاضری کا شرف حاصل ہوا تھا، اس وقت ''فتاویٰ رضویہ'' کی تعریب کا کام چل رہا تھا۔ راقم نے اس نشست میں دیکھا کہ مولانا عاشق صاحب اِدھر اردو عبارت پڑھتے، اُدھر حضرت تاج الشریعہ بڑی سلاست و روانی کے ساتھ

برجستہ اور فی البدیہہ اس کی عربی بناتے جاتے۔ ایسا معلوم ہوتا کہ عربی، حضرت کی مادری زبان ہے۔ راقم نے اپنی زندگی میں ایسا قادر الکلام اور زود گو عربی شاعر اور نثر نگار حضرت تاج الشریعہ کے علاوہ کسی دوسرے ہندوستانی عالم کو نہیں دیکھا۔ ماہر رضویات پروفیسر مسعود احمد مجددی، تاج الشریعہ کی عربی شاعری کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حضرت علامہ اختر رضا خان قادری ازہری بڑے متقی اور باعمل عالم دین ہیں۔ 1983ء میں پاکستان تشریف لائے۔ از راہِ کرم غریب خانے پر ٹھٹھہ بھی تشریف لائے۔ میں نے ایک عربی نعت کی فرمائش کی، آپ نے اسی وقت قلم برداشتہ ایک عربی نعت لکھ ڈالی۔ (اجالا، ص: ۸، ادارہ مسعودیہ کراچی)

عربی شاعری، عربی ادب کی سب سے پہلی شکل ہے۔ عربی شاعری کا سب سے پہلا نمونہ چھٹی صدی ہجری میں ملتا ہے مگر زبانی شاعری اس سے بھی قدیم ہے۔

حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی عربی شاعری میں کلاسیکی شاعری اور جدید شاعری دونوں کے نمونے پائے جاتے ہیں۔ آپ کی عربی شاعری، نعتیہ شاعری پر مشتمل ہے، جس میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چاشنی سطر سطر سے مترشح ہوتی ہے اور قارئین کے دامانِ دل کو اپنی جانب کھینچتی ہے۔ خواہ وہ کسی بھی زبان کی شاعری ہو، وہ حسیاتی صداقتوں کا لفظی اظہار اور قلبی میلانات کا معنوی بیان ہوا کرتی ہے۔ اگر اس اظہار میں حُبِّ صادق، عشق و وارفتگی اور جذبہ، عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عنصر شامل ہو جائے تو یہی قلبی اظہار "نعت" بن جایا کرتا ہے۔ حضرت تاج الشریعہ کی عربی شاعری سرتاپا "نعتیہ شاعری" ہے، جس میں لفظی اور معنوی لحاظ سے "نعت گو" کے جملہ اوصاف بدرجہ کمال موجود ہیں۔

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لبریز یہ اشعار ملاحظہ کریں:

رسول اللہ یا کنز الامانی
علیٰ اعتابکم وقف المعانی

بہذا الباب یعتز الذلیل!!
بہذا الباب یاتی کل عانی

رسول اللہ فاسمعنی وکن لی
معینا خیر عون فی الزمانی

رسول اللہ یا بدر التمام
الیک المفر من ھمّ الظلام

یُقصّر عند شعرك كُلّ بحرٍ
ویَقصر عن سماك بنی العمام

سماء کم علی الاقطار دامت
وبحرکم یُفیض علی التوام

(نغمات اختر، ص: 5/6)

مندرجہ بالا اشعار میں جہاں سلاست وروانی اور صفائی وبرجستگی ہے، وہیں عشقِ رسول کی چاشنی وسرمستی بھی ہے۔ شاعر نے اپنے ممدوح جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے مالک ومختار ہونے، ان کے جود وسخا، عطا وکرم اور آپ کے دربار گہربار کی فیض بخشیوں کا جس والہانہ انداز میں تذکرہ کیا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ خصوصیت کے ساتھ پانچواں شعر: **یقصر عدہ حصر ک**۔۔ تعبیر کی عمدگی کی بہترین مثال ہے۔

حضرت تاج الشریعہ کی عربی شاعری میں ایک عربی النسل ناظم اور عرب نژاد شاعر کی ادبی خصوصیات نظر آتی ہیں اور کسی بھی جہت سے اس میں عجمیت کی جھلک دکھائی نہیں دیتی۔ آپ ایک قادر الکلام، زود گو اور پُر گو شاعر ہیں۔ آپ کی عربی شاعری میں فصاحت و بلاغت، سلاست ومہارت، معنیٰ آفرینی، بلند خیالی، صنائع و بدائع، جذبات کی شدت، افکار کی ندرت، خوب صورت الفاظ، دلکش تراکیب، حُسنِ بیان اور عشقِ رسول کے جلوے جابجا نظر آتے ہیں۔

ذیل کے اشعار دیکھیں کہ شاعر نے اپنی جودتِ طبع کے سہارے فصاحت و بلاغت کے موتی لُٹاتے ہوئے کس طرح کے شعری گُل بوٹے کھِلائے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ صورت وسیرت اور ان کے علم وکرم کے تفوق وبرتری کا اظہار کرتے ہوئے دین وشریعت کی ایک اہم اور معرکۃ الآراء بحث ※※ مسئلہ امتناع النظیر ※※ کو کتنی خوب صورتی کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

یا مطلع الانوار فی کلِّ ازمانٍ
من یجزہ سارٍ فی کلِّ اکوانٍ!!

فاق النبیین فی خَلقٍ وفی خُلُقٍ
ولیس لہ فی علم و لا کرم ثانٍ

انت الذی مثلہ فی الکون ممتنع
صلّیٰ علیک اللہ یا خیر انسانٍ!!

(نغمات اختر: ص:۲۸)

حضرت تاج الشریعہ کے پردادا امام احمد رضا محدث بریلوی کی سیرت وسوانح سے متعلق کتابوں میں لکھا ہے کہ جب آپ نے اپنا عربی کلام جس کا مطلع ہے:

الحمد للمتوحد — بجلالہ المتفرد

علمائے عرب کے سامنے پیش کیا تو وہ لوگ ایک ہندی عالم کے عربی کلام کو سن کر پھڑک اٹھے۔ راقم الحروف کا وجدان کہتا ہے کہ علمائے عرب اگر حضرت تاج الشریعہ کا مندرجہ ذیل عربی کلام بغور سماعت کرلیں تو عربی زبان وادب میں شاعر کے مرتبۂ کمال پر فائز ہونے کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔ اشعار ملاحظہ کریں:

الحمد للجواد .... الواهب المراد

منّان یا عبادی .... شکرا علی الرشاد

وعلی ذہ الایادی .... فیہا علی التمادی

ثم الصلوٰۃ علی .... خیر الوریٰ الهادی

والاٰل معتمدی .... والصحب اسیادی

صلیٰ علیہ ربی .... ما جادت الجوادی

(نغمات اختر، ص:14)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت بلاشبہ گلشنِ ہستی کے لیے فصلِ نو بہار کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کی آمد آمد سے انسانیت کی مردہ رگوں میں فرحت و مسرت کا تازہ خون دوڑنے لگا اور کائنات کا چپہ چپہ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے جگمگانے لگا۔ آپ کی ولادت طیبہ کے وقت کے احوال کی منظر کشی کرتے ہوئے حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا خامہ فکر سلاست و فصاحت اور عشقِ رسالت کا یوں گوہر آب دار لٹاتا ہے:

حال العناء وحلّت السّرّاء
ولد الضیاء فالکون وضّاء

صدح الهزار وغرّدت ورقاء
ولد الهدیٰ فالکائنات ضیاء

المصطفیٰ تزهو به العلیا!!!
وعلی السماء تسمو به الغبراء

یا حبذا مولد المختار من بشر
ما قدّرت للمصطفیٰ النظراء!!

یا اوّل الکون انت ربیعه
روض الدّنی بربیعها زهراء

(نغمات اختر، ص:17)

عشق و محبت کی زبان میں لکھا گیا یہ عربی سلام بھی عربی زبان و ادب میں حضرت تاج الشریعہ کے مقامِ امتیاز کو اجاگر کرتا ہے:

هادی السبل یا منار سلام
عدد البر و البحار سلام

یا سراج المنیر من ربی
من به العالم امتاز سلام

یا معینا لکل ملهوف!!!!!
خیر جار لذی استجار سلام

یا صبا بلغی الیٰ جیی!!!
من بعید عن الدیار سلام

(نغمات اختر، ص:16)

حاصل کلام یہ کہ حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ صرف اردو ہی نہیں بلکہ عربی زبان کے بھی ایک عظیم شاعر و ادیب تھے۔ ان کی عربی نثر نگاری اور عربی شاعری ایک مستقل عنوان ہے، جس پہ بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے اور اسے ایم فل یا پی ایچ ڈی کا موضوع بنایا جا سکتا ہے۔ اللہ کرے کوئی اسکالر اس جانب پیش قدمی کرے اور کمال شرح و بسط کے ساتھ ان سادہ خاکوں میں رنگ بھر کے دنیائے علم و ادب کے سامنے پیش کرے اور اس طرح زبان و ادب کی ایک عظیم خدمت انجام پا سکے۔

***

حضور تاج الشریعہ پندرہویں صدی ہجری کی عبقری شخصیت

مولانا محمد خبیر عالم نوری دیناجپوری

کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت قدرت کا یہ ایک ایسا متفقہ فیصلہ ہے جس سے کسی کو نہ انکار ہے نہ اختلاف۔ یہ ایک ایسا جام ہے جسے ہر ایک کو نوش کرنا ہے، یہ ایک ایسا پل وراستہ جس پر سے ہر ایک کو گزرنا ہے۔اس دنیائے فانی میں جو بھی آیا ہے ایک نہ ایک روز اسے یہاں سے جانا ہی ہے اور یہ آنے جانے کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا، مگر اس جہان فانی سے جانے والوں میں کچھ ہستیاں و شخصیتیں ایسی ہیں کہ یہاں سے جانے کے بعد بھی دنیا میں انکا نام ونشان باقی رہتا ہے اور خلق خدا انکے تابندہ نقوش پر عمل پیرا ہوکر دارین کی کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہوتی رہتی ہے۔اولیا امت میں ان نامور وعظیم ہستیوں میں سے ایک نام حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ والرضوان کی ذات وشخصیت بھی ہے جن کی ذات ،دینی، تبلیغی، علمی، مسلکی ومشربی خدمات کو دنیا کبھی بھلا نہیں پائیگی اور آپ کے اسوہ پر عمل کر کے دونوں جہاں کی سعادتیں حاصل کرتی رہے گی۔

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے میر کارواں تجھ پر

یقینا عالم اسلام کی عظیم وعبقری شخصیت، فخر از ہر، رہبر راہ شریعت وطریقت، معارف اسرار علوم حقیقت ومعرفت، وارث علوم اعلیحضرت، جانشین حضور مفتیٔ اعظم عالم، مہمان کعبہ، دنیائے تصوف کے عظیم صوفی، حضور تاج الشریعہ علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری از ہری رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت ملت اسلامیہ کا عظیم سرمایہ وایک زریں علمی عہد کا خاتمہ اور دنیائے سنیت کا ناقابل تلافی نقصان وخسارہ ہے۔آپ کے انتقال پرملال سے جماعت اہل سنت میں ایک ایسا خلاء پیدا ہوا ہے جو شاید ہی پُر ہو سکے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خان قادری جیلانی میاں کے لخت جگر، سرکار مفتیٔ اعظم ہند کے سچے جانشین، حجۃ الاسلام کے مظہر اور امام اہل سنت کے علوم وفنون کے حقیقی وارث تھے ۔آپ کی ولادت باسعادت تیرھویں صدی کے نصف آخر وطن عزیز کے مشہور شہر بریلی شریف محلہ سوداگراں میں ہوئی ۔آپ کی زندگی کے، ہر ہر لمحات دینی، تبلیغی وعلمی خدمات سے معطر ولبریز ہیں، آپ کی پوری زندگی اسلام وسنیت کی تحفظ وبقاء، اصلاح امت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں گزری، آپ خاندان اعلیٰ حضرت کے رکن رکین، فرد فرید، مسلک اعلیٰ حضرت کے بے مثال ترجمان ونقیب، فکر امام احمد رضا کے معتبر ومؤقر اور موقع شناس شارح وعالم دین، اپنے اسلاف کے علمی وروحانی کارناموں کے پاسبان وامین، ملت اسلامیہ کے مخلص اور بے لوث قائد وسرپرست، جماعت اہل سنت کے میر کارواں تھے ۔آپ کی ذات وشخصیت میدان علم وعرفاں کے بحر بے کنار، یکتائے زمانہ، عالم ربانی، روحانیت وعرفانیت، تصوف وطریقت، حقیقت و معرفت، بصیرت وبصارت، حلم وبردباری، راست گوئی وحق شعاری، تصلب واستقامت فی الدین کے کوہ گراں تھی ۔آپ

زہد وتقوی، عبادت وریاضت، حسن اخلاق وکردار، تواضع وانکساری کے اعتبار سے اپنے آپ میں بے نظیر وروان صدی کے بے مثل وبے مثال متقی وپرہیزگار تھے۔ آپ کی علمی جلالت وفقہی بصارت وبصیرت کا شہرہ عرب وعجم میں یکساں تھا علم ظاہر وباطن میں آپ کو کامل عبور حاصل تھا، شعر وسخن، حمد باری ونعت گوئی کا علم وہنر آپ کو وراثت میں ملا تھا۔ آپ کی علمی جلالت، فقہی بصارت واعلی ذہانت کو تسلیم کرتے ہوئے عالم اسلام کی سب سے بڑی یونیورسٹی جامع ازہر نے آپ کو "فخر ازہر" کے ایوارڈ سے نوازا تھا، عرب وعجم کے علماء نے اپنا پیشوا اور وطن عزیز کے جید علماء وفقہاء نے قاضی القضاۃ فی الہند تسلیم کیا آپ کے علمی تبحر کا اعتراف اپنے تو اپنے غیروں نے بھی کیا ہے آپ کی دینی، تبلیغی وعلمی خدمات سے بہتوں گم گشتہ راہوں کو راہ راست وہدایت، گمراہوں کو دین حق کی حقانیت ومعرفت حاصل ہوئی، آپ نے سلسلۂ قادریہ کی خوب خوب ترویج واشاعت کی، دنیا کے مختلف ممالک میں آپ کے خلفاء وکثیر تعداد میں مریدین ومعتقدین موجود ہیں۔

آپکی تالیفات وتصنیفات، تحریرات وتقریرات، ارشادات وہدایات کے نایاب موتی متفرق زبانوں میں موجود وبکھرے ہوئے ہیں جن سے ہر خاص وعام استفادہ حاصل کرکے اپنی دنیوی واخروی زندگی سنوار رہے ہیں اور مستقبل میں بھی سنوارتے ومستفیض ہوتے رہیں گے۔ ایمان واسلام کا تحفظ، دین وسنیت کی اشاعت، مخلوق خدا کے دلوں میں تقرب الی اللہ وخشیت الہی کا جذبہ، صوم وصلوۃ کی پابندی، سنت وشریعت مصطفوی کی بجاآوری، صحابہ واسلاف کے تابندہ نقوش پر عمل اور معاصیات ومنہیات سے اجتناب کا ذوق وشوق پیدا کرنا، امت مسلمہ کے سینوں سے شمع عشق مصطفوی کو بجھنے نہ دینا اور محبوبین کی بارگاہ کی غلامی کا پٹہ مسلمانوں کی گردنوں سے اترنے سے بچانا، جہالت وگمراہیت، بدعقیدگی وبدمذہبیت اور صلح کلیت کا سماج ومعاشرہ سے خاتمہ کرنا، خانقاہوں کا تحفظ، مقامات مقدسہ ومزاراتِ اولیاء کے تقدس کی بقاء، مدارس اسلامیہ کا استحکام، تصوف وطریقت، سنیت ومعرفت کے لبادہ میں ہوائے نفس کی تکمیل کرنے والوں کو مذکورہ بالا منازل کی حقیقت سے آگاہی، فکر ملت واصلاح امت اور مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی بازیابی آپ کا مسلک ومشن تھا، یہی وجہ ہے کہ سماج ومعاشرے میں جب بھی کوئی حکومتی وجماعتی دجالی فتنہ یا غیر شرعی امور نے اپنا منہ کھولا یا جنم لیا تو آپ نے اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بلاخوف وخطر اس کا سدباب واپنی بیزاری کا اعلان کیا اور امت مسلمہ کو اس سے دور ونفور رہنے کا شرعی حکم سنایا اور یہی اللہ والوں کی شان وپہچان بھی ہے کہ وہ اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر وقت کی ہر فرعونی وطاغوتی طاقت کا مقابلہ کرتے ہوئے دین اسلام کے خوبصورت چہرے کو مسخ ہونے اور امت مسلمہ کو کفر وارتداد کے دلدل سے بچائے سو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی زبان وقلم سے اپنا فرض منصبی کو بخوبی انجام دیا۔

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی۔۔

اور اللہ کی عطا سے قیامت تک اپنے روحانی فیضان سے امت مسلمہ کو مالامال وانکی رہبری ورہنمائی فرماتے رہیں گے۔

ابر رحمت تیرے مرقد پہ گہرباری کرے　　　حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

اللہ تعالی ہمیں سرکار تاج شریعت کے فیض وبرکات سے مستفیض اور جماعت اہل سنت کو انکا نعم البدل عطا فرمائے آمین۔

***

حضور تاج الشریعہ: ایک منفرد شخصیت

مولانا غلام مرتضیٰ رضوی بنارسی، استاذ جامعۃ الرضا، بریلی شریف

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ مہک تیری گھر گھر لیے پھرتی ہے پیغام صبا تیرا

فرش گیتی پر ہر دور اور ہر زمانے میں خالق ارض وسماء، رب کائنات اپنے فضل وکرم سے کچھ ایسی عبقری شخصیتیں پیدا فرماتا ہے جو شریعت اسلام اور ملت بیضا کی حفاظت وصیانت اور بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہ حق پر لے جانے کے لیے کلیدی کردار ادا کرتی ہیں۔ان کے دم قدم سے ایک عالم فیض یاب ہوتا ہے۔ان کا علمی وروحانی فیضان ابر رحمت بن کر سارے عالم پر برستا ہے۔ان کے فیضان کرم سے دل کی دنیا بدل جاتی ہے اور قلب کے نہاخانے میں ایک ایسی روشنی پھوٹتی ہے جس سے جسم کا ہر عضو منور و مجلی ہو جاتا ہے۔اگر تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھا جائے تو یہ امر نصف النہار کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ خدائے قدیر وجبار کے ایسے مخصوص بندے سطح زمین پر رونما ہوتے رہتے ہیں جن کے سبب کاروان اسلام ترقی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے لوگ ان کے قدموں سے وابستہ ہو کر دین کی باتیں سیکھتے اور سمجھتے ہیں اور اپنے ایمان کو تابندگی بخشتے ہیں۔ہادی اکرم، نبی مکرم شفیع معظم حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی کے بعد صحابہ کرام کی مقدس انجم میں ایسی ایسی نابغۂ روزگار شخصیتیں موجود تھیں جن کی عظمتوں کا ایک عالم معترف تھا۔خلیفۂ اول یار غار رسول حضرت سیدنا صدیق اکبر،خلیفۂ ثانی حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم،پیکر سخاوت حضرت سیدنا عثمان غنی، حیدر کرار سیدنا مولیٰ علی ودیگر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین،ائمہ اربعہ، محدثین، مفسرین، اولیائے کاملین، سرکار غوث اعظم محی الدین سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی، سرکار غریب نواز خواجہ معین الدین اجمیری، سرکار نظام الملت والدین، سلطان الاولیاء سرکار صابر پاک اور چودہویں صدی ہجری کے اعلیٰ حضرت امام عشق ومحبت آیۃ من آیات اللہ معجزۃ من معجزات رسول اللہ سیدی سرکار امام احمد رضا خاں قادری، اور ان کے صاحبزادگان سرکار حجۃ الاسلام و مفتی اعظم رحمہم اللہ۔یہ وہ مقدس لوگ ہیں جن کے سینوں میں عشق الٰہی کی شمع روشن تھی، ہمیشہ محبت رسول سے سرشار آتش عشق الٰہی میں سوختہ، دنیا و مافیہا سے بے نیاز رہتے تھے۔ان کا جینا اور مرنا سب کچھ اللہ جل شانہ کے لیے ہوتا تھا۔انہوں نے کبھی اپنی دنیاوی زندگی کو سنوارنے اور نکھارنے کی تگ ودو نہیں کی بلکہ خدائے قدیر وجبار کے مقدس دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کی فکر کرتے رہے اور اپنی پوری حیات محض خدمت دین کے لئے وقف کر دی انکی ان قربانیوں پر رب ذوالجلال نے یہ انعام دیا کہ انہیں زندہ وجاوید کر دیا اور وہ حقیقی زندگی سے سرشار ہو کر اس شعر کے مصداق ہو گئے کہ:

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

کہ وہ شخص جس کا قلب عشق الٰہی سے زندہ ہوتا ہے وہ ہرگز نہیں مرتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا دوام اس عالم کی تختی پر ہمیشہ ہمیش

ثبت ہو گیا ہے بلکہ یوں کہیے کہ انہیں ہر زمانے میں ایک نئی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے کہ:

کشتگان خنجر تسلیم را — ہر زماں از غیب جان دیگر است

کہ جو تسلیم و رضا کہ خنجر سے ذبح ہو جاتے ہیں انہیں ہر زمانے میں غیب سے نئی زندگی ملتی ہے۔

یہ حق ہے کہ خدائے لم یزل اپنے جس بندے سے محبت کرتا ہے اس کی عظمت و شان اتنی بلند فرما دیتا ہے کہ وہ لوگوں کی نظروں میں اوج ثریا کی بلندی سے بھی اونچا ہو جاتا ہے اور ایسے رفعت و بلندی پر فائز ہو جاتا ہے جہاں تک رسائی ہر کس و ناکس کے لیے ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہوتی ہے۔ خلق خدا کے قلوب میں اس کی الفت و محبت کا چراغ روشن فرما دیتا ہے۔ عالم کے اطراف و اکناف میں اس کی شہرت ہو جاتی ہے۔ اور ہر چہار جانب اس کی عظمتوں کا سکہ چلتا ہے۔ جیسا کہ امام مسلم الصحیح لمسلم میں اور دیگر علمائے حدیث نے اپنے اپنے اسفار جلیلہ میں یہ روایت نقل فرماتے ہیں:

"عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ (تعالیٰ) اذا احب عبدا دعا جبرائیل فقال انی احب فلانا فاحبہ قال فیحبہ جبرائیل ثم ینادی فی السماء فیقول ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبہ اھل السماء ثم یوضع لہ القبول فی الارض۔

"حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے اے جبریل میں اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر پس جبرائیل بھی اس سے محبت کرنے لگتے۔ پھر وہ آسمان میں منادی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو پھر سب اہل آسمان اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اس کے بعد زمین میں اس کی مقبولیت کا چرچا ہو جاتا ہے۔ (اور لوگ اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں)"

عہد رسالت سے لیکر اب تک کوئی بھی دور ایسا نہیں گزرا جس میں دین اسلام کی حفاظت، شریعت اسلامیہ کے تحفظ، اور ملت بیضا کی بقا کے لیے کوئی مرد قلندر اور مرد حق آگاہ نہ کھڑا ہوا ہو۔ ہر زمانے میں ایسی مقتدر ہستیاں جلوہ گر ہوتی رہی ہیں۔

انہیں نابغۂ روزگار و عبقری شخصیتوں میں سے ایک عظیم شخصیت عاشقان اعلیٰ حضرت کے جسم کی روح، غلامان مفتی اعظم کے دلوں کی دھڑکن، وارث علوم اعلیٰ حضرت، مظہر حضور سرکار حجۃ الاسلام، جانشین مفتی اعظم ہند، نور دیدۂ مفسر اعظم، قاضی القضاۃ فی الھند، فخر ازہر، تاج الشریعہ، بدر الطریقہ، حضرت العلام الحافظ المفتی الشاہ محمد اختر رضا خاں قادری رضوی ازہری نور اللہ مرقدہٗ کی ذات بابرکات ہے جن کا نام نامی اسم سامی سنتے ہی غلامان اعلیٰ حضرت کے دلوں کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے اور زبان سے بے ساختہ یہ دعا نکلتی ہے کہ:

یا خدا چرخ اسلام پر تا ابد
اختر برج رفعت سلامت رہے

حضور تاج الشریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہرہ آفاق رفعت و بلندی اور ان کی عظمت و شان فقط خاندانی وجاہت کی بنا پر نہ تھی بلکہ ان کی کوشش اور جد و جہد کا نتیجہ اور خدائے برتر و بالا کی عطا تھی۔ ان کا تشخص، اللہ عز وجل کے محبوب دانائے غیوب ہادی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ نبوت کا ایک جلوہ تھا۔ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیض و برکات کا ایک حصہ تھا۔ اور سرکار مفتی اعظم

عالم مصطفی رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی نظر عنایت کی جلوہ گری تھی جبھی تو آپ تحدیث نعمت کے طور پر فرماتے ہیں:

نگاہ مفتی اعظم کی ہے یہ جلوہ گری
چمک رہا ہے جو اختر ہزار آنکھوں میں

نیز فرماتے ہیں:

مفتی اعظم کا ذرہ کیا بنا اختر رضا
محفل انجم میں اختر دوسرا ملتا نہیں

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ گوناگوں خوبیوں کے جامع اور بہت سے اوصاف وکمالات کے حامل تھے۔آپ کی ذات مقدسہ فی الحقیقۃ حق وباطل، صحیح وغلط کے مابین خط فاصل تھی ،تدبر وحکمت، حلم وبردباری، مکارم اخلاق اور سیرت کی پاکیزگی آپ کی ذات میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔آپ جہاں اپنوں کے لیے انتہائی نرم تھے، وہیں دشمنان دین اور گستاخان رسالت کے لیے شمشیر برہنہ تھے۔آپ کی عظمت کا سکہ پورے عالم میں چل رہا ہے۔آپ کو نہ تو کسی حوادث زمانہ کا ڈر تھا اور نہ تو دنیاوی مصائب وآلام کا خوف بس اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی زندگی کے ایام کو آپ نے ذکر الٰہی اور خدمت دین متین میں صرف کر دیا آپ خود فرماتے ہیں:

مجھے کیا فکر ہو اختر میرے یاور ہیں وہ یاور
بلاؤں کو میری جو خود گرفتار بلا کر دے

حضرت کی مبارک شخصیت متعدد اوصاف جمیلہ سے متصف تھی۔علم وعمل ، زہد وورع، اخلاص وللّٰہیت ، اور شریعت مطہرہ کی پاسداری میں آپ اپنے اسلاف کے عکس جمیل تھے۔آپ کی شخصیت اتنی جامع اور باوقار تھی کہ عوام تو عوام ،علمائے کرام ومفتیان ذوی الاحترام ،مشائخ عظام، محدثین، مفکرین، خطباء ومقررین، مصنفین، محققین اور مناظرین بھی آپ سے تعلق اور نسبت رکھنے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ان کی زندگی کا ہر ہر لمحہ مسلک حق اہل سنت وجماعت مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر واشاعت کے لیے وقف تھا۔آپ علمائے کرام وسادات کرام کا حد درجہ احترام فرماتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ سادات کرام اور علمائے ملت اسلامیہ بھی آپ کو اپنا رہبر، قائد اور پیشوا تسلیم کرتے تھے۔آپ کی علمی ،فنی لیاقت وفقہی استحضار واستعداد کو دیکھ کر ہی جملہ علمائے اہل سنت نے آپ کو قاضی القضاۃ فی الہند تسلیم کیا تھا۔آپ کی عبقریت اور رفعت وبلندی کے قائل نہ صرف برصغیر ہند وپاک وبنگلہ دیش کے علماء تھے بلکہ علمائے عرب، مصر، شام ودیگر ممالک کے مقتدایان قوم وملت وحامیان اہل سنت نے بھی آپ کی اس بالادستی وعروج کو بسر وچشم قبول کیا اور آپ کو اپنا قائد اور پیشوا تسلیم کیا۔اور آپ کے تعلق سے اپنے گراں قدر تاثرات ونظریات پیش کیے جن میں درج ذیل علمائے کرام خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

محدث مکۃ المکرمہ شیخ سید محمد ابن علوی عباسی مالکی:

آپ نے حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کو محدث حنفی، محدث عظیم، عالم کبیر وغیرہ القاب کے ساتھ یاد کیا اور اپنی ایک تقریر میں فرمایا کہ:

"میں حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کو اس مقام پہ فائز محسوس کرتا ہوں جس سے الفاظ اور حروف کی تعبیر آشنا نہیں"۔
[تجلیات تاج الشریعہ ص ۵۹۴]

حضور محدث مکۃ المکرمہ سید شیخ محمد ابن علوی عباسی مالکی کوئی معمولی آدمی نہیں۔ مکۃ المکرمہ میں آپ کی شخصیت سے بڑے بڑے علماء متعارف ہیں۔ آپ کے مذکورہ بالا جملے سے یہ حقیقت واشگاف ہوجاتی ہے کہ حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان ایسے مقام ومنصب پر فائز ہیں جہاں تک اوروں کی رسائی بمشکل ہوتی ہے۔ مگر جسے اللہ رب العزت چاہے عطا فرمادے اور ایسے علمی وروحانی مقام ومنصب کو درحقیقت وہی محسوس کرسکتا ہے جو علم ظاہری وباطنی سے آراستہ ہو کیوں کہ ولی را ولی می شناسد۔

جب محدث مکہ سید محمد ابن علوی عباسی جیسے بزرگ اور جلیل القدر عالم دین اور عظیم محدث کی رائے کے مطابق حضور قاضی القضاۃ فی الہند کی شخصیت ایسی ذروۂ کمال پر فائز ہے جس کو موسوم کرنے کے لیے الفاظ اور حروف کی تعبیر آشنا نہیں تو پھر ما وشما کی کیا بساط ہے جو اس رفیع المرتبت، عالی وجاہت وکرامت ہستی کی رفعت و بلندی کا اندازہ کرسکیں۔

حضرت شیخ جمیل ابن عارف حسینی شافعی فلسطین:

حضرت شیخ جمیل ابن عارف فلسطینی دام ظلہ النورانی نے اپنی تقریر میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے لیے شیخ الاسلام والمسلمین عارف باللہ شیخ کامل جیسے القاب کا استعمال کیا۔ آپ حضور تاج الشریعہ کے مقام ومنصب کی بلندی کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کی ذات وہ ذات ہے کہ ان کے توسل سے دعائیں مانگی جائیں تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبول فرمائے گا"۔
[تجلیات تاج الشریعہ ص ۵۹۴]

حضرت کی ذات اتنی بلند اور بارگاہ خداوندی میں اتنی مقبول ہے کہ اگر آپ کے توسل سے رب کی بارگاہ میں دعا کی جائے تو ضرور قبولیت سے مشرف ہوگی۔ اور بارگاہ ایزدی میں انہیں برگزیدہ ہستیوں کا توسل پیش کیا جاتا ہے جن کو اللہ جل شانہ محبوب بنالیتا ہے۔ شیخ جمیل ابن عارف کے قول سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت تاج الشریعہ بارگاہ صمدیت کے برگزیدہ اور مقبول بندے ہیں۔ اسی لیے عاشقان اعلیٰ حضرت آیت کریمہ "وابتغوا الیہ الوسیلۃ" کے تحت خدائے لم یزل کی بارگاہ میں حضرت کی ذات کو بطور وسیلہ پیش کرتے ہیں اور رب تعالیٰ سے اپنی مرادیں یوں مانگتے ہیں۔

یا خدا تاج الشریعہ کی عطا جاری رہے
راہ حق پر ہم چلیں اس رہنما کے واسطے

آسمان سنیت کو اور بھی اختر ملیں
اہل حق پھولیں پھلیں اختر رضا کے واسطے

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ ایک ایسے نیر تاباں کا نام ہے جس کی تابندگی سے صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ بیرون ممالک کے خطباء، علماء، فضلاء اور صوفیاء بھی فیض یاب ہوتے ہیں۔ ایک ایسے خورشید تاباں کا نام ہے جس کی چمک دمک سے ایک عالم منور تھا۔

حضور شہزادہ غوث اعظم ڈاکٹر عبدالعزیز الخطیب حفظہ اللہ

حضور شہزادۂ غوث اعظم ڈاکٹر عبدالعزیز الخطیب حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں نے تمنا کی تھی آرزو کی تھی اے کاش! آنے والے ان تمام صوفیائے کرام کی سرپرستی فرماتے العلامہ مفتی الامام الشیخ اختر رضا خاں الہندی حفظہ اللہ لیکن وہ اپنی مصروفیت اور دیگر مشکلات کے سبب نہ آسکے ان کا فیض ہم پر جاری ہے اور ان کے فیض کی یہ برکت ہے کہ آج یہ اکابر اجلہ صوفیا اتقیا حسنی حسینی شہزادے آپ کے سامنے کھڑے ہیں''۔

[اقتباس بیان بموقع انٹرنیشنل صوفی کانفرنس]

الشیخ محمد عمر بن سلیم الصدی الدباغ مدظلہ بغداد شریف:

آپ تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ وصدر العلماء کی تعریف وتوصیف بڑی عقیدت مندانہ انداز میں فرماتے تھے۔ شیخ صاحب نے حضرت دامت برکاتہم العالیہ کی شان میں عربی میں منقبت بھی لکھی آپ نے حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ سے سند الحدیث والا فتاءاور اجازت وخلافت لی۔ [تجلیات تاج الشریعہ۔ص ۵۹۵]

حضور سید پیر علاء الدین گیلانی قبلہ:

حضرت پیر صاحب نے علامہ اختر رضا صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی تعریف میں فی البدیہہ عربی میں ایک قطعہ پڑھا جس کا مفہوم یہ تھا کہ اختر رضا ستارہ کی طرح تابندگی بکھیرے گا۔ [تجلیات تاج الشریعہ۔ص ۲۵۰]

حضور احسن العلماء مارہروی علیہ الرحمہ:

عرس قاسمی ۱۹۸۴ء کی تقریب میں حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ نے جانشین مفتی اعظم کا استقبال قائم مقام مفتی اعظم علامہ ازہری زندہ باد کے نعرے سے کیا مجمع کثیر میں جانشین مفتی اعظم کو سلسلہ قادریہ برکاتیہ کی تمام خلافت واجازت عطا فرمائی۔

[تجلیات تاج الشریعہ۔ص ۹۹]

خلیفہ مفتی اعظم حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ:

سرزمین پاکستان سے شیخ المشائخ عمدۃ العلماء شہزادۂ رسول خلیفہ مفتی اعظم حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ نے سرکار تاج الشریعہ قدس سرہٗ کی ذات کو مرکزی شخصیت قرار دیا اور فرمایا:

''ہندو پاک میں ہماری مرکزی شخصیت حضرت علامہ ومولانا مفتی اختر رضا خاں صاحب قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ ہیں جو نائب مفتی اعظم ہند کے نام سے پہچانے جاتے ہیں''

حضرت علامہ سید عرفان مشہدی مدظلہ:

''دور حاضر میں اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام، مفتی اعظم کے سچے جانشین، افکار رضا کے کھرے وارث قائد حضور تاج الشریعہ مفتی اعظم علامہ الشاہ اختر رضا خاں قادری بریلوی دامت برکاتہم العالیہ ہیں۔'' [تجلیات تاج الشریعہ۔ص ۴۶]

خلیفہ مفتی اعظم حضرت مفتی سید شاہد علی حسنی محدث رامپوری:

''عصر حاضر میں اعلیٰ حضرت کے علوم وفنون کے سچے وارث حجۃ الاسلام ومفتی اعظم کے صحیح جانشین روحانیت کے تاجدار،

رضویت کے امین تاج الشریعہ فقیہ اسلام، قاضی القضاۃ فی الھند محمد اختر رضا خاں قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ ہیں، جو اہل سنت وجماعت کی عالمی سطح پر علمی ودینی، اعتقادی وفکری قیادت ورہبری فرمارہے ہیں جن کے آفتاب شہرت واستقبال کی کرنیں سارے عالم کو روشن ومنور کررہی ہیں۔'' [حیات تاج الشریعہ جدید اضافہ۔ص ۱۲]

حضرت سید شاہ فضل المتین چشتی قبلہ گدی نشین اجمیر معلی:

''تاج الشریعہ مفتی اختر رضا ازہری صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی ذات بابرکات علمی، دینی، روحانی، سماجی خدمات کے حساب سے ایک مثال ہے یہ اس وقت کی ایک اہم قابل ذکر اور قابل قدر شخصیت ہیں۔ اور ایسے حلقے کے سربراہ ہیں جس کے ذکر کے بغیر ہمارے عہد کی دینی مسلکی فقہی تاریخ مکمل ہو نہیں سکتی۔ یہ بذات خود شخصی اعتبار سے بلند مرتبت ہیں۔

[تجلیات تاج الشریعہ۔ص ۳۵]

حضرت مولانا سید اویس مصطفی واسطی بلگرام شریف:

فقیر قادری کو جانشین مفتی اعظم ہند علامہ ازہری میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے بار ہا ملاقات کا شرف حاصل ہوتا رہتا ہے یہ ملاقات وروابطے دیرینہ تعلقات کے باعث ہیں جو خانقاہ بلگرام وبریلی میں ہمیشہ سے رہے ہیں۔ موصوف کو خانقاہ رضویہ میں وہ مقام حاصل ہے کہ تاج الشریعہ اور قاضی القضاۃ جیسے القابات سے یاد کیے جاتے ہیں۔ [تجلیات تاج الشریعہ۔ص ۱۰۹]

حضرت علامہ سید فخر الدین اشرف اشرفی الجیلانی سجادہ نشین کچھوچھہ مقدسہ:

اسی (خانوادۂ رضویہ) عظیم روحانی خانوادے کے چشم وچراغ، طریقت وشریعت کے علم بردار فقیہ عصر جامع التقوی شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ ومولانا الحاج اختر رضا صاحب قبلہ ملقب بہ ازہری میاں دامت برکاتہم العالیہ کی ذات ستودہ صفات ہے جو علم وعمل، زہد وتقوی، شرم وحیا، صبر وقناعت، صداقت واستقامت وغیرہ عظیم صفات حسنہ سے متصف ہیں۔ یہ عصر حاضر کی وہ عظیم ہستی ہیں جس سے عوام وخواص یکساں طور پر مستفید ہورہے ہیں۔ [تجلیات تاج الشریعہ۔ص ۲۴۹]

نبیرہ میر عبد الواحد بلگرامی حضرت مولانا سید کمیل میاں قبلہ ولی عہد خانقاہ واحدیہ بلگرام شریف:

''ہم سب نے اس وقت حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کو عالم سنیت کی جماعت کا رہنما اور قائد مان لیا ہے ہم سب کو چاہیے کہ حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کا جو حکم ہو اس پر عمل کریں۔ حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کا قلم اس وقت قلم آخر ہے۔ [اقتباس تقریر امام احمد رضا کانفرنس بموقع عرس رضوی۔ ۲۰۱۵]

غیاث ملت حضرت سید غیاث الدین قادری ترمذی صاحب سجادہ خانقاہ کالپی شریف:

''حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کی جامع تصوف شخصیت ظاہر وباہر ہے آپ کی علمی، فقہی، مسلکی، ملی، تصنیفی اور روحانی خدمات نے آپ کو عالم اسلام کی آفاقی شخصیت بنادیا جس کو انصاف پسند جھٹلا نہیں سکتا۔ آج بھی حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ جملہ سنیوں کے آئیڈیل ہیں۔ [تجلیات تاج الشریعہ۔ص ۳۳]

جانشین مجاہد ملت حضرت مولانا سید غلام محمد حبیبی قبلہ اڑیسہ:

''حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ اعلی حضرت علیہ الرحمہ کے علمی سرمایہ کے امین ہیں اور عالمگیر شہرت ومقبولیت کے

حامل ہیں لاکھوں اہل طریقت کے قبلہ وعقیدت، شرعی کونسل کے ذریعہ امت مسلمہ کو درپیش دینی مسائل کا حل نکالنے والے اور سواد اعظم کے منتشر ارباب افتاء کو یکجہتی کا پیغام دینے والے قائد، قدیم علوم کے ساتھ جدید علوم کے ذریعہ عصری تقاضوں کی تکمیل کے لیے عظیم دانش گاہ کے بانی ہیں۔ [تجلیات تاج الشریعہ۔ص ۷۷]

حضرت سید امین القادری قبلہ مبلغ سنی دعوت اسلامی:

”حضور تاج الشریعہ بدر الطریقہ علامہ اختر رضا صاحب قبلہ ازہری دامت برکاتہم العالیہ اس وقت اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم علیہما الرحمہ کے قائم مقام ہیں جو ہم سنیوں کی آبرو ہیں۔ ہم سنیوں کی پہچان ہیں۔ الحمد للہ یہ فقیر قادری بھی حضرت کا غلام ہے۔ [اقتباس تقریر]

حضرت سید محمد اسماعیل گلزار میاں واسطی قبلہ سجادہ نشیں مسولی شریف:

”حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کا انتخاب (جو تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ) لاجواب ہے یہی وجہ ہے کہ آج تنہا ایک میرے شیخ اعظم حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کا ڈنکا بج رہا ہے اور جو مقدس درویش قطب زماں مفتی اعظم کے انتخاب تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ پر انگلی اٹھاتا ہے، وہ درحقیقت مفتی اعظم اور اعلیٰ حضرت علیہما الرحمہ پر انگلی اٹھاتا ہے۔ [اقتباس تقریر]

ذکر کردہ علمائے اسلام و رہبران قوم وملت کے نایاب اقتباسات وتاثرات اور نظریات سے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی عظمت ورفعت اور بالادستی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حضور تاج الشریعہ کی شخصیت ہمہ گیر اور ہمہ جہت تھی۔ ان کی عظمت وعبقریت کا اندازہ تو اسی سے ہوجاتا ہے کہ ان کی رحلت نے کروڑوں دلوں کو پارہ پارہ کردیا ہر چہار جانب غم واندوہ کے بادل چھاگئے۔ ہر آنکھ پرنم اور ہر دل مغموم تھا ایسا محسوس ہوتا تھا کہ سطح زمین پر تاریکی نے ڈیرہ ڈال دیا ہوں۔

چراغ لاکھ تھے لیکن کسی کے اٹھتے ہی\
برائے نام بھی محفل میں روشنی نہ رہی

افسوس صد افسوس کہ دین وملت کی ایک شمع تھی جو بجھ گئی، روشنی کا ایک منارتھا جو ماند پڑ گیا، علم کا ایک فانوس تھا جو بجھ گیا گلستان عمل کا ایک مہکتا ہوا شگفتہ پھول تھا جو خزاں کی نذر ہوگیا۔ تقویٰ و پرہیزگاری کا ایک مجسمہ تھا جو نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔ صدق وصفا کا ایک پیکر تھا جو روپوش ہوگیا۔ بلکہ یوں کہیے کہ ایک سچا عاشق رسول تھا جو عشق رسالت میں فنا ہوگیا۔ ایک طالب دیدار الٰہی تھا جو اس کے جلوؤں میں کھوگیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضور سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی برکات وعلمی وروحانی فیضان سے ہم سبھوں کو مستفیض ومستنیر فرمائے اور حضرت کے درجات کو بلندیاں عطا فرمائے اور ان کے مرقد پر رحمت ونور کی موسلا دھار بارش نازل فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

ابر رحمت تیرے مرقد پہ گہرباری کرے\
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

***

حضور تاج الشریعہ اور اُردو شاعری

مولانا محمد فیصل رضا صالح، استاذ جامعۃ الرضا، بریلی شریف

کروں مدح اہل دول رضا، پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارہ ناں نہیں

مدحت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی اصل سرمایہ حیات ہے۔ اگر بارگاہ اقدس میں نذر کئے گئے نعتیہ دو حرف بھی قبول ہو جائیں تو سامان شفاعت بن جائے۔ اس وسیع سرزمین پر یوں تو ہر دور میں ایسے بے شمار لوگ مل جائیں گے جو خود کو مداح رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گردانتے ہیں۔ لیکن صحیح معنوں میں اگر دیکھا جائے تو نعت کہنے کا حق ہر کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ نعت شاعری کی ایسی صنف ہے جسے سب سے زیادہ نازک صنف قرار دیا گیا ہے۔ اس میں نہ تو کمی کی گنجائش ہے نہ زیادتی کی اجازت، کمی سے تنقیص شان اور زیادتی سے غلو لازم آئے گا اور یہاں ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی قطعاً روا نہیں۔ اسی لئے بڑے بڑے شعرائے فن بھی اس راہ میں آنے سے گھبراتے ہیں۔ یہاں فکر و فن کی گہرائی و گیرائی کے ساتھ ساتھ عقل و شعور اور ہوش و ادب کے جام پینے پڑتے ہیں۔ یہاں دل و جان کی حضوری کے ساتھ ساتھ عشق کی وادیوں میں اترنے کے بعد ہی کچھ رقم کرنے کی ہمت ہو پاتی ہے۔ کیونکہ نعتیہ اشعار کہنے والے کے پیش نظر ہمہ وقت یہ تصور رہتا ہے کہ کسی ایسے ویسے کی تعریف و توصیف بیان نہیں کی جا رہی ہے بلکہ اس شہنشاہ کون و مکاں کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت پیش کیا جا رہا ہے جسے وجہ تخلیق کائنات ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جو محبوب رب العالمین جان ایمان و جان کون و مکان ہے۔ یہ فکر و فن یہ شعور شعر و سخن یہ قرطاس و قلم یہ روشنائی سب اسی کے تصدق سے ہیں۔ جس کی بارگاہ کی عظمت و رفعت بیان کرتے ہوئے شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا کہ:

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

یعنی زیر آسمان اس روئے زمین پر ایک ایسی ادب گاہ ہے جہاں حضرت جنید بغدادی اور حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہما جیسے بڑے بڑے عظیم الشان ولی بھی سانس روک کر آتے ہیں کہ کہیں سانس لینا بھی بے ادبی نہ ہو جائے، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ نعت کہنے کا حق صحیح معنوں میں اس عالم دین کو ہے جو سرکار کائنات علیہ التحیۃ والصلوات کی سیرت پاک کا علم رکھتا ہو اور جذبۂ عشق سے سرشار بھی ہو۔

سیدی مرشدی آقائی استاذی المکرم المعظم المحترم سرکار تاج شریعت علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات انھی مبارک ہستیوں میں سے ایک ہے جو علم و عرفان اور عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فیضیاب ہیں۔ آپ جہاں دیگر دینی و دنیوی علوم و فنون میں مہارت تامہ رکھتے ہیں یعنی آپ ایک عالم دین ہیں، ایک فقیہ عصر ہیں، ایک صوفی باصفا ہیں، ایک باخبر قلمکار ہیں، ایک دردمند

رہنما ہیں، آپ ایسے عاشق کہ جس کا معلم جمال مصطفیٰ ہے، آپ کی کتاب، درس اور سبق چہرہ مصطفیٰ ہے آپ کی آنکھیں مبدأ انوار الٰہیہ کے مستنیر جلووں سے روشن ہیں، جن کی وجہ سے آپ کا شہر آرزو جگمگا رہا ہے آپ کی شخصیت کی ان گنت جہتیں ہیں جو ارباب فکر وفن کو متوجہ کرتی ہیں نیز آپ ایک ایسے شاعر شیریں مقال کہ اردو شاعری میں اپنی مثال آپ ہیں، آپ کی نوک قلم سے عربی نعتیہ اشعار بھی کافی تعداد میں ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ لیکن فی الوقت میرا موضوع اردو شاعری ہے اس لئے عربی اشعار سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف اردو شاعری پر ہی گفتگو کروں گا۔

آپ کے اشعار کا اکثر و بیشتر حصہ نعتیہ ہے جس میں آپ کے اجداد کی فکری وفنی جھلک نمایاں ہے۔ کسی نے خوب ہی کہا ہے کہ آپ کی نعتیہ شاعری سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام کی گہرائی و گیرائی، استاد زمن کی رنگینی و روانی، حجۃ الاسلام کی فصاحت وبلاغت اور مفتیٔ اعظم کی سادگی وخلوص کا عکس جمیل نظر آتی ہے۔ آپ کے کلام میں ظاہری حسن فصاحت و بلاغت رمز و اشارہ تشبیہات واستعارات موزونیت الفاظ کی شائستگی و برخاستگی بدرجہ اتم موجود ہے۔ اور یہ سارا حسن فن آپ کو اپنے اجداد سے ورثے میں ملا ہے جسے آپ نے بخوبی سنبھالے رکھا۔ بقول علامہ عبد النعیم عزیزی آپ کے ایک ایک شعر کو پڑھنے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حسن معنی حسن عقیدت میں ضم ہو کر سرمدی نغموں میں ڈھل گیا ہے۔ آپ کے کلام کو پڑھ کر سلیم الطبع شخص اس بات کا اندازہ لگا سکتا ہے کہ آپ کی شاعری عشق رسالت مآب علیہ التحیۃ والصلوات کا نتیجہ تھی۔

شمع رسالت کے دیگر پروانوں کی طرح آپ نے بھی وہی لکھا جو عشق نے کہا۔ جگہ جگہ سوزش عشق ومحبت لفظوں کے دریچوں سے نمایاں ہے۔ یوں تو آپ کی اردو شاعری کا اکثر و بیشتر حصہ سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدحت سرائی میں ہے لیکن اس کے علاوہ آپ نے بزرگان دین کی بارگاہوں میں مناقب کے نذرانے بھی پیش کئے ہیں اور دیگر تقریبات کے مواقع پر بھی قلم فرسائی فرمائی ہے۔ عروضی اعتبار سے دیکھا جائے تو اردو میں رائج بحروں میں سے تقریباً اکثر بحور پر آپ نے طبع آزمائی فرمائی ہے اور ایک ماہر فن کی حیثیت سے ہر ہر وزن کو بخوبی نبھایا ہے۔ آپ باضابطہ قصد شعر نہیں فرماتے بلکہ جب فراق محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں دل بے تاب ہوتا ہے تو قرطاس فکر پر از خود شعر ابھرنے لگتے ہیں۔ کبھی بے قراری کے عالم میں دل کی کیفیت یوں بیان ہوتی ہے کہ

ے

داغ فرقت طیبہ قلب مضمحل جاتا
کاش گنبد خضریٰ دیکھنے کو مل جاتا

خلد زار طیبہ کا اس طرح سفر ہوتا
پیچھے پیچھے سر جاتا آگے آگے دل جاتا

موت لیکے آجاتی زندگی مدینے میں
موت سے گلے ملکر زندگی سے مل جاتا

کبھی جب شوق دیدار وحضوری دل میں جوش مارتا ہے تو بارگاہ رسالت مآب میں سراپا عجز وادب بن کر عرض گزار ہوتے ہیں ے

اپنے در پر جو بلاؤ تو بہت اچھا ہو
میری بگڑی جو بناؤ تو بہت اچھا ہو

یوں تو کہلاتا ہوں بندہ میں تمہارا لیکن
اپنا کہہ کر جو بلاؤ تو بہت اچھا ہو

عربی وانگریزی کے ساتھ ساتھ آپ کو فارسی زبان پر بھی عبور حاصل تھا، اس کا اثر آپ کی اردو شاعری میں بھی جھلکتا ہے کہیں کہیں اکادکا مصرعے مکمل بزبان فارسی برجستہ نوک قلم سے نکل جاتے ہیں۔ آپ کا مشہور زمانہ کلام جس کا مطلع اس طرح ہے۔

بوالہوس سن سیم و زر کی بندگی اچھی نہیں
ان کے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں

اس میں چند اشعار کے بعد کچھ مصرعے مکمل فارسی زبان میں ہیں جبکہ دوسرے مصرعے اردو ہی میں ہیں۔ میں انھیں ذیل میں پیش کر رہا ہوں۔

تاج خود را کاسہ کردہ گوید ایں جا تاجور
ان کے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں

مفتیٔ اعظم یکے از مردمان مصطفےٰ
اس رضائے مصطفےٰ سے دشمنی اچھی نہیں

حجۃ الاسلام اے حامد رضا بابائے ما
تم کو بن دیکھے ہماری زندگی اچھی نہیں

الغرض آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دل و دماغ حب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور سے منور تھے۔ اس روشن عقل اور پرعشق دل کو آپ نے امت مصطفیٰ کے لئے مشعل راہ بنایا اور صراط مستقیم پر قافلہ ہائے عشق کے آگے آگے حدی خوانی کرتے ہوئے وہ نغمات وجد آفریں گنگنائے کہ اب تک فضائے دہر رقص و سرور کے نشے میں مست ہے۔ خلاق کائنات آپ کو اپنا اور اپنے محبوب کا قرب خاص عطا فرمائے انکے فیوض و برکات سے ہم اہل زمانہ کو تا قیام قیامت سرفراز فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

***

نگارشات تاج الشریعہ کی خصوصیات

مولانا محمد عطاء النبی حسینی مصباحی جامعۃ المدینہ فیضان رضا، بریلی شریف

یوں تو ہندوستان کو یہ شرف حاصل ہے کہ ہر دور، ہر زمانے، ہر عہد، ہر صدی اور ہر قرن میں اسے ایسے ایسے عظیم وجلیل خانوادوں نے فیضیاب کیا جن کا شمار آج سواد اعظم اہل سنت سے ہوتا ہے۔ اسی ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش میں واقع شہر بریلی میں ایک پٹھان خاندان میں علم ومعرفت کا آفتاب امام العلماء حضرت علامہ شاہ رضا علی خان علیہ الرحمہ کی شکل میں تیرہویں صدی ہجری میں طلوع ہوا۔ اس کے بعد یہ خانوادہ علم وحکمت اور معرفت وطریقت کے نور سے ایسا روشن ومنور ہوا کہ خدا معلوم اب تک اس خانوادہ سے منسلک ہو کر کتنے خانوادے منور ہو چکے ہیں۔ یہ خانوادہ کون ہے؟ یہ وہی خانوادہ ہے جو آج اہل سنت و جماعت کے درمیان ''خاندان رضا اور خانوادۂ رضویہ'' کے خوش نما نام سے متعارف ہے۔ خانوادۂ رضویہ کے خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت یہ کہ اس خانوادے نے اہل سنت و جماعت کو دین اسلام کے احکام کی تشریحات وتوضیحات اور اہل سنت و جماعت کے عقائد ومعمولات پر مشتمل اس قدر تصنیفات وتالیفات سے نوازا کہ شاید اس کی مثال ملنی مشکل ہو۔ ذرا ایک سرسری نظر اس خانوادے کے افراد کی تصنیفات وتالیفات پر ڈالیں جس سے بخوبی واضح ہوجائے گا کہ خانوادۂ رضویہ اس میدان میں دیگر خانوادوں سے ممتاز ہے۔ خاتم المحققین امام المتکلمین علامہ نقی علی خان علیہ الرحمہ نے تقریباً ۴۰ کتابیں قوم وملت کو عطا فرمائی۔

(بحوالہ تاریخ مشائخ قادریہ ج: ۲، ص: ۲۹۹)۔

امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ عنہ نے ۱۰۵ علوم وفنون پر مشتمل علم وحکمت سے لبریز تقریباً ۱۰۰۰ رسے زائد کتابوں سے اہل سنت کو شاد کام کیا (بحوالہ امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری ص: ۵۹)۔ استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خان علیہ الرحمہ نے ۶ کتابیں نذر اہل سنت کیں، حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خان علیہ الرحمہ کے نوک قلم سے ۱۴ تصنیفات معرض وجود میں آئیں (بحوالہ کرو جمیل ص: ۱۸۴)۔ حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمہ نے بھی ملت اسلامیہ کو ۴۰ کتابوں کا تحفہ دیا (فتاویٰ مصطفویہ، ص: ۱۷۔ ۲۴) اور موجودہ جانشین مفتی اعظم ہند حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ نے بھی اپنے خاندانی طرۂ امتیاز کو باقی رکھتے ہوئے اپنی بے پناہ دعوتی وتبلیغی مصروفیات کے باوجود بڑی چھوٹی تقریباً ۷۰ ر سے زائد کتابیں تصنیف فرمائیں۔

حضور تاج الشریعہ کی تمام کتابوں کے مطالعہ کا شرف راقم کو حاصل نہیں ہوا لیکن تلاش بسیار کے بعد جن کتابوں تک رسائی حاصل ہوئی اور جس قدر بھی مطالعہ سے شاد کام ہوا وہ یہ ہیں۔ (۱) تعلیقات الازہری علیٰ صحیح البخاری وعلیٰ حواشی المحدث السہارنفوری (۲) آثار قیامت (۳) ٹائی کا مسئلہ (۴) ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن (۵) تحقیق اَن اَبا ابراہیم ''تارح'' لا ''آزر'' (۶) حقیقۃ البریلویۃ معروف بہ مرأۃ النجدیہ (۷) چلتی ٹرین میں فرض وواجب نمازوں کی ادائیگی کا حکم۔

مذکورہ کتب کے مطالعے کے دوران حضور تاج الشریعہ کے اسلوب نگارش کی جن خصوصیات کی معرفت حاصل ہوئی وہ یہ ہیں:

(۱) جوشِ بیان طنز و تعریض (۲) برمحل شعر یا مصرعہ کا استعمال (۳) تنقید و تعاقب، عقائد و معمولات اہل سنت کی جلوہ گری، عقائد باطلہ و افکار فاسدہ کا رد بلیغ (۴) پُرزور طرز استدلال اور دلائل و براہین کی کثرت (۵) کتب متداولہ کی طرف مراجعت (۶) کتب اعلیٰ حضرت سے استفادہ (۷) ازالۂ اعتراض و اوہام۔ اب ان خصوصیات کی روشنی میں حضرت کے اسلوب نگارش کا ایک مختصر جائزہ پیش کرتا ہوں:

جوشِ بیان اور طنز و تعریض

حضور تاج الشریعہ اسلوبیاتی خصوصیات میں سے ایک جوش بیان اور روانی ہے جس سے قاری کو سنجیدگی کے ساتھ ساتھ دلچسپی کا بھی احساس ہوتا ہے اور اسے پوری تحریر پڑھ جانے کے باوجود اکتاہٹ لاحق نہیں ہوتی بلکہ قاری پڑھتا ہے اور پڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ نیز اس جوش بیان میں جب اپنے مخاطب و مقابل پر بغیر نام و نمود کی خواہش کے طنز و تعریض کرتے ہیں تو جہاں بے باکی کی جھلک ملتی ہے وہیں قاری عش عش کر اٹھتا ہے۔ چند نمونے ملاحظہ کریں:

تعلیقات الازھری علیٰ صحیح البخاری و علیٰ حواشی المحدث السہارنفوری: حدیث نیت کی توضیح و تشریح کے بعد حضور تاج الشریعہ اس حدیث پاک سے اخذ ہونے والے فوائد کا ذکر کرتے ہوئے ایک مقام پر رقم طراز ہیں: ”لم ینقل عن النبی ﷺ و لا عن الصحابۃ الکرام: التلفظ بالنیۃ غیر أن اکثر الصلحاء قالوا باستحبابہ لجمع العظیمۃ کما تقدم۔ فالتلفظ بالنیۃ بدعۃ حسنۃ، من ھنا علم أنہ لا تنحصر البدعۃ فی السیئۃ، بل تکون البدعۃ حسنۃ أیضاً، فزعم الوھابیۃ أن کل بدعۃ سیئۃ، لا دلیل علیہ وھو عدوان علی المسلمین عظیم ـــ فزعم الوھابیۃ أن کل بدعۃ سیئۃ تحکم و اختراع“۔ (تعلیقات الازہری، ص: ۹۳-۹۲)

یعنی نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام سے زبان سے نیت کرنا نہیں منقول ہے حالاں کہ اکثر صالحین فرماتے ہیں کہ یہ مستحب ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔ اس لیے زبان سے نیت کرنا بدعت حسنہ ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ بدعت صرف سیئہ ہی نہیں ہوتی بلکہ حسنہ بھی ہوتی ہے، سو فرقہ وہابیہ کا یہ سمجھنا کہ ہر بدعت سیئہ ہے، اس پر کوئی دلیل نہیں اور یہ گمان (فاسد) مسلمانوں پر عظیم ظلم ہے۔۔۔ (چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں) اس لیے وہابیہ کا گمان کرنا کہ ہر بدعت سیئہ ہے (فساد کن) ذاتی رائے اور ایجاد ہے۔

آثار قیامت: غیر اللہ سے مدد چاہنا جائز ہے جس کی دلیل قرآن میں بھی موجود ہے اور احادیث میں بھی۔ اہل سنت و جماعت اسی کے قائل ہیں اور اسی پر عامل بھی لیکن گمراہ اور گمراہ گر دیابنہ اور وہابیہ وغیرہ فرقوں نے نہ صرف اسے ناجائز و حرام کہا بلکہ اسے شرک بھی قرار دیا۔ حضور تاج الشریعہ انہیں دیابنہ و وہابیہ وغیرہ پر طنز و تعریض کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”یہ وہابیہ کا ظلم ہے کہ ان عام محاورات (فصل بہار نے سبزہ اگایا، حاکم نے بچایا، اس مرض کا یہ شافی علاج ہے، یہ زہر قاتل ہے) سے آنکھیں میچتے ہیں اور ان کے بولنے کو تو مسلمان جانتے ہیں مگر اسی طور پر اولیا، انبیا کے لیے جو مسلمان تصرف و مدد ثابت کرے اسے مشرک گردانتے ہیں جس میں راز یہ ہے کہ ان کے نزدیک اولیا درکنار رسول ہی کی تعظیم شرک ہے“۔ (آثار قیامت، ص: ۸۳)

ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن: ناپائیدار عکوس کے تعلق سے قیاس کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے مدنی میاں صاحب نے لکھا:

"قیاس میں نے اس لیے کیا ہے کہ ناپائیدار عکوس کی حرمت کے تعلق سے ایک بھی نص موجود نہیں اور نہ اس سلسلہ میں کسی مجتہد کا کوئی قول ہے"۔ وضاحت مذکورہ پر حضور تاج الشریعہ نے جو طنز و تعریض فرمایا اسے ملاحظہ فرمائیں: "اس لیے آپ کو قیاس کرنے کی اجازت ہوگئی اور آپ مجتہد کے منصب پر فائز ہوگئے۔ یہ تو بتایئے کہ اس حادثہ غیر منصوصہ کو کون سے امر منصوص پر کون سی علت جامعہ سے قیاس فرمایا اور اگر کوئی امر منصوص مقیس علیہ ہے تو یہ کیا فرما رہے ہیں کہ "ناپائیدار عکوس کی حرمت کے تعلق سے ایک بھی نص موجود نہیں"۔ (ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن ص: ۸۲۔۸۳)

ذرا اس جوشِ بیان اور اندازِ طنز و تعریض کو بھی دیکھتے چلیں، لکھتے ہیں: "ناظرین بتائیں کہ میں نے اپنے اس سوال سے کتنے کیڑے علامہ مدنی کی عبارت میں نکالے اور کیا کھینچ تان کی اور جب یہ قید کہ لہو لعب کے قصد سے نہ دیکھا جائے ملحوظ تھی تو اسے کیوں چھوڑا گیا اور سہواً چھوٹ گئی تو اس پر تنبیہ کرنے والا تشکر کے بجائے اس کا مستحق ہے کہ اسے کھینچ تان کرنے والا، کیڑے نکالنے والا گردانا جائے؟۔۔۔ لہٰذا ضروری ہے کہ لہو و لعب والوں کے طور پر نہ دیکھی جائے اور اس پر بھی بس نہیں بلکہ ضروری ہے کہ اس سے بھی بے خوفی ہو کہ فلم دیکھنا لہو و لعب والوں کے لیے سند نہ ٹھہرے گا اور وہ لہو و لعب کو کارِ خیر نہ سمجھ بیٹھیں گے۔ اب اس کی ضمانت آپ لیں تو بے دھڑک فتویٰ دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم"۔ (ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن ص: ۸۴۔۸۵)

برمحل مصرع یا شعر کا استعمال

حضور تاج الشریعہ کی کتابوں میں جا بجا برمحل اور برجستہ اشعار سے بھی ملاقات ہوتی ہے جس سے مطالعہ کرنے والوں کو حضور تاج الشریعہ کے اشعار پر گہری نظر کا بھی علم ہوتا ہے اور ساتھ ہی عجیب قسم کی خوشگواری کا بھی احساس ہوتا ہے۔ جیسا کہ ذیل میں نقل کیے گئے اقتباسات میں اس اسلوب کو دیکھا جا سکتا ہے۔

ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن: تصویر و عکس پر صورت کا اطلاق حقیقتاً ہوتا ہے۔ اپنے اس دعویٰ کو مدلل کرتے ہوئے آپ "المعجم الوسیط" سے ایک عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "دیکھیے صورت کا معنیٰ شکل بتایا جو عام ہے پھر اس پر تمثال مجسم کو تخصیص بعد تعمیم کے طور پر معطوف کیا اور شکل بحکم عموم عکس کو بھی شامل۔ تو صورت عکس پر بھی صادق بلکہ عربی میں عکس و صورت کا فرق ہی نہیں۔ لہٰذا عربی میں عکس کو بھی صورت کہتے ہیں۔ اسی لیے کیمرے کے عکس کو بھی صورت کہا اور اردو میں بھی بکثرت عکس پر تصویر و صورت کا اطلاق ہوتا ہے۔ شاعر کہتا ہے:

پسینہ موت کا ماتھے پہ آیا آئینہ لاؤ
ہم اپنی زندگی کی آخری تصویر دیکھیں گے

نیز کسی نے کہا:

دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی"

(ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن ص: ۴۸)

حقیقة البریلویة المعروف بمرآة النجدیه: " أیها الناس ألم یأن لکم أن تعلموا أن الذی أذعنتم له

أخبرتم عن البریلویۃ علی زعمکم الابریاء ھذا الخبر الذی لا عین لہ و لا أثر ؟ فبھتم الأبریاء و أنتم لا تشعرون ھو اھل الضلال و ھو قائم بالاضلال ، قد شغفکم حبا و ملک لکم لبا ، فلم یمھلکم حتی تبینوا خبرہ ، فقلتم و أنتم لا تدرون ، و لئن دریتم لم تلبثتم من تعلمون فقد جئتم بھما لا یھون ، فانا للہ و انا الیہ راجعون:

ان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ
و ان کنت تدری فالمصیبۃ أعظم "

(حقیقۃ البریلویۃ، ص:۳۱)

ترجمہ: اے لوگو! کیا وقت قریب نہ آیا کہ تم جانو کہ بریلویت کے متعلق جس کا تم نے یقین کر کے لوگوں کو خبر دی وہ ایسی خبر ہے جس کی حقیقت ہے نہ کوئی نام ونشان۔۔۔ لھذا تم نے لوگوں کو حیران وششدر کر دیا، اور تمھیں اس بات کا علم نہیں کہ وہ گمراہ اور گمراہ گر ہیں۔۔۔ تم نے جلد بازی کی یہاں تک کہ اس کی خبر بیان کر دی۔ تو تم نے کہا حالاں کہ تمھیں علم نہیں اور اگر تم کھوج کرتے پھر جاننے والے کے پاس آتے تو ضرور غیر معمولی بات لاتے۔
اگر تمھیں نہیں معلوم تو یہ ایک مصیبت ہے (لیکن) اگر تمھیں معلوم ہے تو یہ اور بڑی مصیبت ہے۔

چلتی ٹرین میں فرض وواجب نمازوں کی ادائگی کا حکم: عمدۃ المحققین حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ ناظم تعلیمات و سابق صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ بلا اعادہ چلتی ٹرین میں نماز کے جواز پر دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "اس سے زیادہ واضح اور متفق علیہ مسئلہ شتربانوں کے قافلے کا ہے"۔ اس پر حضور تاج الشریعہ گرفت کرتے اور اسی ضمن میں ایک مصرع کا بھی استعمال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اسے متفق علیہ تو کہا، یہ کیوں نہیں بتاتے کہ محل وفاق کیا ہے؟ وہ مطلق ہے یا مقید؟ ع
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے"۔ (چلتی ٹرین، ص:۹۵)

تنقید وتعاقب

تعلیقات الازھری علی صحیح البخاری و علی حواشی المحدث السھارنفوری: عبدالرسول، عبدالنبی وغیرہ نام رکھنا درست ہے یا نہیں اس تعلق سے محشی بخاری، بخاری شریف کے "کتاب العتق" کے تحت "باب کراھیۃ التطاول علی الرقیق وقولہ: عبدی أو أمتی" پر حاشیہ رقم کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "فعلی ھذا لا ینبغی التسمیۃ بنحو عبدالرسول و عبدالنبی و نحو ذالک مما یضاف العبد الی غیر اللہ تعالی "۔(۳۸۹) یعنی: اس بنا پر عبدالرسول، عبدالنبی وغیرہ اس طرح کے نام رکھنا صحیح نہیں جس میں "عبد" کی اضافت غیر اللہ کی طرف ہو۔ یہ عبارت عقائد اہل سنت سے کس قدر متصادم ہے، مخفی نہیں۔ محشی بخاری کی اس عبارت پر حضور تاج الشریعہ کی تنقید بھی اور تعاقب بھی ملاحظہ فرمائیں جس سے محشی کے فکری اعتقاد سے بھی واقفیت حاصل ہوتی ہے آپ لکھتے ہیں: "أفصح المحشی عن توجھہ حیث منع التسمیۃ بعبدالرسول و عبدالنبی و کان الواجب علیہ أن یجیب عن الآیات و الأحادیث التی وردت فیھا "۔ (تعلیقات الازہری، ص:۳۸۹)

یعنی محشی نے یہاں اپنی وہابیت آشکار کر دی۔ کیوں کہ انہوں نے عبدالرسول اور عبدالنبی نام رکھنے سے منع کیا حالاں کہ ان پر ضروری تھا کہ وہ اس سلسلے میں وارد آیات واحادیث کا جواب دیتے۔

ٹائی کا مسئلہ: ٹائی کے مجوزین دلیل میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ کی حدیث پاک پیش کرتے ہیں جس میں ہے کہ: ''کان ابن عباس یصلی فی البیعۃ الا بیعۃ فیہا تماثیل''۔ حضور تاج الشریعہ اس استدلال پر تنقید پھر اس کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اس جگہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے استناد جس میں وارد ہوا۔۔۔

اصلاً مفید نہیں اور اس سے مفہومِ شعار میں وہ قید ثابت نہیں ہوتی بلکہ اسی جگہ شعار مذہبی کا تحقق ہی محل منع میں ہے کہ کنیسہ میں باختیار و رغبت جانا منع ہے اور وہی کفار کا طریقہ اور ان کا شعار ہے، حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کنیسہ میں جانا باختیار نہ تھا بلکہ بحالتِ اضطرار واقع ہوا''۔ (ٹائی کا مسئلہ، ص:۲۱)

اپنے موقف پر دلائل پیش کرنے کے بعد بطور نتیجہ فرماتے ہیں: ''یہاں سے ظاہر ہوا کہ 'مشی الی الکنائس' اسی وقت کفار کا شعار ہوگی جبکہ صاف انداز 'موافقت مع الکفار' آشکار ہو اور یہ کہ مدار کفار کے افعال کفری میں موافقت پر ہے اور یہ باجماع مسلمین کفر ہے اور کفار کے ساتھ ان کے افعال کفری میں موافقت معاذ اللہ کتنی ہی عام ہو جائے باجماع مسلمین کفر ہی رہے گی اور یہ ہرگز نہ ٹھہرایا جائے گا کہ ان کا فلاں فعل کفری عام ہونے کی وجہ سے ان کا شعار نہ رہا ورنہ نقض اجماع لازم آئے گا جو باطل و حرام ہے''۔ (مصدر سابق، ص:۲۲۔۲۳)

تحقیق أن ابا ابراهیم "تارح" لا "آزر": استاذ احمد شاکر نے دعویٰ بلا دلیل کے مصداق ایک جگہ قول کیا: ''أما ما نسب الی مجاهد أن آزر اسم صنم ۔۔۔ فغیر صحیح ۔۔۔ الخ'' یعنی جس روایت کی نسبت امام مجاہد کی طرف کی جاتی ہے کہ آزر بت کا نام ہے، وہ ضعیف ہے۔ استاذ شاکر کے اس دعویٰ پر تنقید کرتے ہوئے تاج الشریعہ نے فرمایا: ''لا ینهض حجۃ لدفع الوجه المذکور ولا دلیلا لتکذیب من أثر عن مجاهد القول المذکور''۔

(تحقیق أن ابا ابراهیم "تارح" لا "آزر"، ص:۷۵)

یعنی: اس وجہ مذکور کے رد میں نہ کوئی حجت قائم اور نہ امام مجاہد سے منقول والی اثر کی تکذیب پر کوئی دلیل۔ پھر اس ''غیر صحیح'' سے ''غیر'' کو غیر محل میں ہونا قرار دیتے ہوئے مختلف اسناد سے امام مجاہد کے چار اثر نقل فرمائے اور پھر استاذ شاکر کے قول کی قلعی کھولتے ہوئے تحریر فرمائی: ''و بهذا یعلم أن الاسناد متعاضد، تقوی بعضه ببعض و المعنی ثابت فسقط قول الأستاذ أحمد محمد شاکر''۔ (تحقیق أن ابا ابراهیم "تارح" لا "آزر"، ص:۷۶)

یعنی اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسناد ایک دوسرے کی مدد و معاون ہوتی ہیں کہ ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتی ہیں اور متن ثابت ہے اس لیے استاذ احمد شاکر کی بات ساقط و باطل ہو گئی''۔ (تحقیق ابا ابراہیم، ص:۷۶)

حقیقۃ البریلویۃ المعروف بہ مرآۃ النجدیہ: قاضی عطیہ محمد سالم نے غیر اللہ سے توسل و استعانت کو بدعت و شرک قرار دیا تھا جس کے جواب میں حضور تاج الشریعہ نے قاضی صاحب کی خوب خبر لی اور انہیں اپنے گھر کا راستہ بھی دکھایا۔ چناں چہ تاج الشریعہ کے ذرا اس تیور کو ملاحظہ کریں جس میں تنقید بھی ہے تعاقب بھی اور طنز و تعریض بھی۔ آپ لکھتے ہیں: ''فان قلتم نستغیث بالأحیاء الحاضرین و أنتم تستغیث بالأموات و الغائبین، قلنا لکم: هل عندکم من اللّٰه برهان علی أن الأحیاء شرکاء اللّٰه من دون الأموات؟ فان قلتم: لا، قلنا: فکیف ساغ عندکم هذا الهو الاستعانۃ بهم و هو عندکم شرک؟ أیجوز عندکم

الشرک بالأحیاء دون الأموات؟ وأی دلیل من الشرع علی جواز الشرک بالأحیاء دون المیتین؟ فان قلتم: سؤال الحي والاستعانة به لیس شرکاً اذا لم یعتقد الحي مستقلاً بالنفع والضر دون اللہ، بل اعتقد أن اللہ هو النافع والضار، وهو مالک الأمر کله وانما هذا الحي وسیلة للعون، قلنا: کذالک سؤال المیت والاستعانة به بهذه الشریطة لیس شرکاً"۔

(حقیقۃ البریلویہ ۳۳)

یعنی اگر تم کہو: ہم حاضر زندوں سے مدد مانگتے ہیں اور تم مردوں اور غائبین سے مدد چاہتے ہو۔ تو میں کہوں گا: کیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے کوئی دلیل ہے کہ زندے اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں مردے نہیں؟ اگر تم کہو: نہیں، تو ہم کہیں گے: تمہارے لیے کیوں کر جائز ہوگیا کہ تم زندوں سے سوال کرو، مدد طلب کرو جبکہ یہ بھی تمہارے مذہب میں شرک ہے؟ کیا تمہارے مذہب میں زندوں کے ساتھ شرک جائز اور مردوں کے ساتھ ناجائز ہے۔ شریعتِ مطہرہ کی طرف سے تمہارے پاس کون سی دلیل ہے کہ زندوں کے ساتھ شرک جائز اور مردوں کے ساتھ ناجائز ہے۔ اب اگر تم کہو: زندے سے مانگنا اور مدد طلب کرنا شرک نہیں ہے جبکہ اس کے مستقلاً نفع ونقصان پہنچانے کا اعتقاد نہ رکھے بلکہ یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہی نفع ونقصان کا مالک اور تمام معاملات کا مالک ہے اور یہ زندہ شخص مدد کا ذریعہ اور سبب ہے۔ (اس پر) ہم کہیں گے: اسی طرح ان شرطوں کے ساتھ مردے سے سوال اور استغاثہ بھی شرک نہیں ہے۔

چلتی ٹرین پر فرض وواجب نمازوں کی ادائیگی کا حکم: عمدۃ المحققین علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ نے چلتی ٹرین میں بلا اعادہ نمازوں کی ادائیگی کو شتربانوں کی دلیل سے واضح کرتے ہوئے فرمایا: ''اس سے زیادہ واضح اور متفق علیہ مسئلہ شتربانوں کے قافلے کا ہے''۔ مصباحی صاحب کے اس قول پر تنقید کرتے ہوئے علامہ ازہری میاں فرماتے ہیں: مصباحی صاحب نے چمک کر یہ دعویٰ تو کردیا کہ ''اس سے زیادہ واضح اور متفق علیہ مسئلہ شتربانوں کے قافلے کا ہے''، اس سے اگر آپ کا مقصود یہ ہے کہ شتربانوں کا مسئلہ چلتی ٹرین کی نظیر ہے، اس لحاظ سے کہ ٹرین اور اونٹوں کا قافلہ دونوں چلتی سواریاں ہیں مگر اتنی بات ہرگز کافی نہیں جب تک کہ دونوں کا ایک حکم ہونا ثابت نہ ہولے۔ اس جگہ مصباحی صاحب کو کتبِ معتمدہ سے یہ دکھانا تھا کہ دونوں کا حکم ایک ہے، کیوں نہ دکھایا؟ اس کے بجائے زبانی دعوے پر کس لیے اکتفا کیا؟ مزید یہ کہ اسے متفق علیہ تو کہا، یہ کیوں نہیں بتاتے کہ محلِ وفاق کیا ہے؟''۔

(چلتی ٹرین ص: ۶۴۔۶۵)

پختہ طرزِ استدلال اور دلائل وبراہین کی کثرت:

خانوادۂ رضویہ کا یہ ایک اہم وصف ہے کہ جس مسئلے پر گفتگو ہو اس پر سیر حاصل بحث کرتے ہیں اور اپنے موقف کے ثبوت میں انداز استدلال مضبوط و مستحکم اختیار کرتے ہیں ساتھ ہی دلائل و براہین کی کثرت بھی موجود ہوتی ہے جس سے مخاطب اور قاری دونوں کو موقف تسلیم کرنے میں پس وپیش کا سامنا نہیں ہوتا نیز دلائل کی کثرت کے سبب خود کو ایک جہانِ علم میں سیاحت کرتے ہوئے نظر آتا ہے اور علمی استحضار سے بھی واقف ہوجاتا ہے۔ ملاحظہ کریں تاج الشریعہ کے کتب سے آپ کا یہ موروثی اسلوب تحریر۔

تعلیقات الازھری علی صحیح البخاری و علی حواشی المحدث السھارنفوری: قبر کے گرد چبوترہ یا کوئی مکان بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلے میں حضور تاج الشریعہ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کی تحقیق کی روشنی میں کافی

طویل بحث فرمائی ہے اور مزارات وقبور پر قبوں اور اس کی گرد چہاردیواری کی تعمیر پر بھی خوب روشنی ڈالی ہے۔ چناں چہ آپ فرماتے ہیں: " أما بناء مكان عند القبر أو حول القبر فكما أن المنع من الصلوة على القبر لا يشمل المنع عن الصلوة بجنب القبر كذالك البناء حول القبر بمعزل عن النهي "۔ (تعلیقات الازہری ص:۲۰۸۔۲۰۹)

یعنی قبر کے پاس یا قبر کے گرد مکان بنانا تو جس طرح صلوٰۃ علی القبر کی ممانعت بجنب القبر کو شامل نہیں اسی طرح گرد قبر مکان بنانا نہی (علی القبر) سے بری ہے۔اس کے بعد آپ نے امام فقیہ النفس فخر الملۃ والدین اوزجندی کی کتاب "خانیہ"، امام طاہر بن عبدالرشید بخاری کی "خلاصہ"، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، مجمع بحار الانوار، بخاری شریف، ارشاد الساری، جذب القلوب، مطالب المومنین، نور الایمان، مراقی الفلاح وغیرہ متعدد کتب کی عبارتوں سے دلائل کے انبار لگا دیئے۔ کتاب کا مطالعہ کرکے اس سے شادکام ہونے کا شرف حاصل کیا جاسکتا ہے، یہاں گنجائش نہیں۔

آثار قیامت: اس کتاب میں "جب غیر اللہ کی قسم کھائی جائے" کے تحت حضور تاج الشریعہ نے غیر اللہ کی قسم کھانا شرعاً ممنوع ہونے اور غیر اللہ کی قسم کو قسم شرعی سمجھ کر قسم کھانے والے کے تعلق سے احکام شرعیہ بیان کرتے ہوئے اپنے موقف کا اظہار فرمایا ساتھ ہی، فیض القدیر، طبرانی، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، اشعۃ اللمعات، مشکوٰۃ المصابیح، جامع الصغیر، رد المحتار کے اقتباسات علاوہ ازیں مزید مختلف احادیث سے مدلل ومبرہن فرمایا۔ تفصیل کے لیے آثار قیامت صفحہ:۷۵ تا ۸۹ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

ٹائی کا مسئلہ: ٹائی حرام اشد حرام ہے،اس کے بارے میں بہت سے علماء نے فتوی، کتب اور رسائل لکھے ہیں انہیں علما میں سے ایک اہم اور معتبر نام حضور تاج الشریعہ کا ہے جنہوں نے اسے حرام اشد حرام فرمایا اور اس کی حرمت پر ایک الگ ہی زاویہ سے دلیل پیش فرمائی۔ چناں چہ آپ لکھتے ہیں: "ہم بعونہ تعالی اس فتویٰ مبارکہ کی تائید میں بنائے کار اس امر پر رکھیں گے جو سب کے نزدیک مسلم ہے اور وہ ہے کراس (cross) جسے مسلم وغیر مسلم سب بالاتفاق عیسائیوں کا نشان جانتے ہیں، اس کراس کا اطلاق جس طرح اس معروف نشان پر ہوتا ہے اسی طرح وہ تختہ جس پر بقول نصاریٰ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ پھانسی دی گئی بھی کراس کا مصداق ہے"۔ (ٹائی کا مسئلہ ص:۱۰۔۱۱)

پھر اپنے دعوے پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"انگریزی کی متداول لغت "Practical Advanced Twentieth Century Dictionary" میں "cross" کے تحت ہے:

Stake with a transverse bar used for crucifixion سولی، صلیب، چلیپا the Cross, wooden structure on which according to christion religious belife,jesus was crucified,

(ٹائی کا مسئلہ ص:۱۱)

مزید اپنے دعوے کو مبرہن کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"جو چیز اس کراس کی شکل پر ہو وہ بھی کراس کا مصداق ہے، چناں چہ اسی ڈکشنری میں اسی جگہ پر ہے:

Anything shaped like+or x.

(ٹائی کا مسئلہ، ص:۱۱)

اور پھر ٹائی کے تعلق سے اس تحقیق کے بعد کہ ٹائی مکمل "کراس" کی نشان ہے، ٹائی کے بارے میں اپنا موقف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"بالجملہ ٹائی مکمل "کراس" مع شئے زائد ہے کہ اس میں پھانسی کا پھندا بھی ہے اسی پر بوٹائی (Bowli) کو قیاس کر لیجیے، اس کے گلے میں بندھنے سے بھی کراس کی شکل بنتی ہے۔۔۔اور کراس اور شبیہ کراس عیسائیوں کا مذہبی نشان ہے تو ٹائی کو "کراس" مانو "شبیہ کراس" مانو بہر صورت وہ عیسائیوں کا مذہبی شعار ہے اور جو چیز کافروں کا مذہبی شعار ہو وہ ہرگز روا نہ ہوگی اگر چہ معاذ اللہ کیسی ہی عام ہو جائے"۔ (ٹائی کا مسئلہ، ص:۱۲)

ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن: ٹی وی اور ویڈیو کی حرمت کے قائلین اس کی حرمت پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اس میں نشر ہونے اور دیکھی جانے والی اشیاء تصویر ہیں اور تصویر کی حرمت احادیث اور اقوال ائمہ سے ثابت ہے۔ حضور تاج الشریعہ نے ٹی وی کی حرمت کی علت جہاں اس میں نشر ہونے والی چیزوں کا تصویر ہونا بتایا وہیں ایک دوسری وجہ بھی اس کی حرمت کی بیان فرمائی اور پھر اس وجہ کو مدلل و مبرہن کرتے ہوئے ایک دو نہیں کئی کئی دلیلیں ذکر فرمائیں۔ چناں چہ آپ دوسری وجہ بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: "قطع نظر اس سے کہ اس میں فوٹو ہوتا ہے یا نہیں یہی ایک وجہ کہ ٹی وی کا استعمال لہو ولعب کے لیے ہوتا ہے اس کے ناجائز ہونے کے لیے وجہ کافی ہے اور علمائے کرام کا یہ داب مستمر ہے کہ غلبہ فساد ولہو ولعب کے وقت مطلقاً ممانعت فرماتے ہیں اور شرع مطہرہ کا قاعدہ ہے کہ اغلب کا اعتبار فرماتی ہے اور حکم باعتبار اغلب ہی ہوتا ہے اور نادر ساقط الاعتبار ہوتا ہے"۔

(ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن، ص:۱۲۲)

اور پھر اس دعویٰ پر کہ" علمائے کرام کا یہ داب مستمر ہے کہ غلبہ فساد ولہو ولعب کے وقت مطلقاً ممانعت فرماتے ہیں اور شرع مطہرہ کا قاعدہ ہے کہ اغلب کا اعتبار فرماتی ہے اور حکم باعتبار اغلب ہی ہوتا ہے اور نادر ساقط الاعتبار ہوتا ہے" کو متعدد دلیلوں سے ثابت فرمایا۔ چناں چہ آپ فرماتے ہیں: "فقہا فرماتے ہیں: **لا عبرۃ بالنادر**۔ رد المحتار میں ہے: "**قالوا: الفتویٰ فی زمننا بقول محمد لغلبۃ الفساد**" اسی میں ہے "**لما کان الغالب فی ہذہ الأزمنۃ قصد اللہو لا التقویٰ علی الطاعۃ منعوا من ذالک أصلا**"۔

(ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن، ص:۱۲۲)

مزید دلیل پیش کرتے ہوئے "رد المحتار" ہی سے تین، "درمختار" سے بھی تین "فتاویٰ عالمگیری" سے بھی تین اور "طحطاوی علی الدر" سے ایک عبارت نقل فرمائی۔ اور اس تعلق سے مزید تفصیل کے لیے سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے رسالہ مبارکہ "ہادی الناس فی رسوم الاعراس" کے مطالعہ کی دعوت سے بھی نوازا۔

تحقیق أن أبا ابراهيم "تارح" لا "آزر": استاذ شاکر نے اس قول حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام "تارح" یا "تارخ" ہے کے تعلق سے کہا کہ یہ قول غلط ہے اور اس قول پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ استاذ شاکر کے اس دعویٰ کی تردید اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام "تارح" یا "تارخ" ہے کو ثابت کرتے ہوئے آپ نے اولاً قرآن کریم کی درج ذیل

تین آیات پیش کیں۔

(۱) وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ (ترجمہ: اور ابراہیم کا اپنے باپ کی بخشش چاہنا وہ تو نہ تھا مگر ایک وعدے کے سبب جو اس سے کر چکا تھا پھر جب ابراہیم کو کھل گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے اس سے تنکا توڑ دیا)

(۲) رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ (ترجمہ: اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نالے میں بسائی جس میں کھیتی نہیں)

(۳) رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ (ترجمہ: اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا)

پھر ان آیات کی روشنی میں تین سوالات قائم فرمائے جو یہ ہیں:

"الأول: متی وقع استغفار ابراھیم لأبیه؟

الثاني: و متی تبین له أنه عدو لله؟

الثالث: متی ھاجر سیدنا ابراھیم علیه الصلاۃ و السلام الی مکة؟ متی تبرأ من أبیه؟ أبعد القائه في النار و بعد ھلاک أبیه أم ھاجر الی مکة؟ (تحقیق ان اَبا ابراہیم "تارح" لا "آزر" ص:۲۰-۲۷)

اس کے بعد نہایت محققانہ انداز میں تفصیل کے ساتھ ان سوالات پر بحث فرمائی، قرآن کریم کی روشنی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات مبارکہ کے پہلوؤں کو بیان فرمایا، تاریخ کے اوراق سے حران، شام اور مکہ کی طرف آپ کی ہجرت کی وضاحت فرمائی اور اسی کے ضمن میں آپ علیہ السلام کے والد اور چچا کے زمانۂ وفات کی بھی تعیین فرمائی اور پھر ان تفصیلات سے ماخوذ ہونے والے آٹھ علمی نکات بیان فرمائے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ علیہ السلام کے والد کا نام "تارح" ہے "آزر" نہیں۔ تفصیل کے لیے کتاب "تحقیق ان ابا ابراہیم تارح لا آزر" کی طرف رجوع کیا جائے، یہاں اس کا ذکر طوالت کا سبب ہوگا۔

حقیقة البریلویة المعروف بمرآۃ النجدیه: "البریلویہ" کے مقدمہ نگار قاضی عطیہ نے ابن عبدالوہاب اجماع کی تعریف کا پل باندھتے ہوئے لکھا کہ ابن عبدالوہاب کتاب وسنت کے داعی تھے۔ اس کی تردید میں تاج الشریعہ رقم طراز ہیں کہ وہ کیوں کر کتاب وسنت کا داعی ہو سکتا ہے جبکہ وہ اجماع اور قیاس کا منکر تھا۔ اس کے بعد آپ نے اجماع کی حجیت ثابت کرتے ہوئے نہ صرف علما و مفسرین کے اقوال سے استدلال فرمایا بلکہ احادیث اور قرآن کریم سے بھی اس کی حجیت واضح فرمائی۔ فرماتے ہیں:"

ھٰذا القرآن اول دلیل علی حجیة الاجماع و لزوم عمل به و أنه لا یجوز مخالفته قال عز و جل من قائل: "وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا"۔

قال الامام حجة الاسلام احمد بن علی الجصاص الرازی المتوفی ۳۷۰ھ فی "احکام القرآن": و فی ھٰذہ الآیة دلالة علی صحة اجماع الأمة"۔ (حقیقۃ البریلویہ ۱۲۳)

یعنی قرآن کریم اجماع کی حجیت اور اس پر عمل کے لزوم پر پہلی دلیل ہے اور یہ اس کی مخالفت نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ۔

حجۃ الاسلام امام احمد بن علی جصاص رازی نے ''احکام القرآن'' میں فرمایا: اس آیت میں اجماع امت کی حجیت کی دلیل ہے۔

اس کے علاوہ آپ نے اجماع کے حجیت ہونے پر مزید کچھ اور آیتیں پیش فرمائیں اور امام جصاص کی ''احکام القرآن'' سے اس کی تفسیر نیز ''انوار التنزیل و اسرار التاویل، تفسیر النسفی، لباب التاویل للخازن، تفسیر ابی السعود اور التفسیر الکبیر'' سے بھی اجماع کی حجیت کو ثابت فرمایا۔

چلتی ٹرین میں فرض و واجب نمازوں کی ادائیگی کا حکم: محقق مسائل جدیدہ مفتی نظام الدین صاحب قبلہ نے چلتی ٹرین پر نماز بلا اعادہ کے جواز پر حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ کے تحریر کردہ ''التعليق المجلی لما فی منية المصلی'' سے ایک طویل اقتباس نقل فرمایا ہے اور ''احوطو اشبه'' کے مفہوم و مطلوب پر بڑے اچھے انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ اسی ''احوطو اشبه'' پر بحث کرتے ہوئے حضور تاج الشریعہ نے مفتی صاحب قبلہ کی توضیح کی تردید فرمائی ہے۔ چناں چہ پہلے آپ نے حضرت محدث سورتی کا وہ مکمل حاشیہ نقل فرمایا جسے مفتی صاحب نے اپنی دلیل میں پیش فرمایا۔ پھر ''احوط'' کے بارے میں بحث فرمائی کہ یہ الفاظ فتویٰ سے ہے اور اس کا مرتبہ استحباب میں ہونا محتاج بیان ہے۔ اس کے بعد بہترین طرز استدلال کے ساتھ ''فتاویٰ خیریہ سے ایک طویل پیراگراف، رد المحتار سے تین جگہوں کی عبارتیں، درمختار سے ایک، فتح القدیر سے ایک اور التعلیق المجلی سے بھی ایک اقتباس پیش فرما کر اپنے اس ایک موقف کو کثیر دلائل سے مزین فرمایا۔ تفصیل کے لیے آپ کی مذکورہ کتاب کے مطالعہ کی درخواست ہے۔

مراجعت کتب متداولہ:

حضور تاج الشریعہ کی تحریروں کی ایک خصوصیت ''کتب متداولہ کی طرف مراجعت'' بھی ہے اور یہ خصوصیت تو لازمی ہے کیوں کہ آپ اپنے موقف کی تائید میں دلائل و براہین کا انبار لگا دیتے ہیں جیسا کہ مذکورہ بالا خصوصیت ''پر زور طرز استدلال اور دلائل کی کثرت'' میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب دلائل کی کثرت ہوگی تو زیادہ سے زیادہ کتب کی طرف رجوع بھی ہوگا۔ اب ذیل میں حضور تاج الشریعہ کی مراجعتِ کتب کثیرہ کی جھلک ملاحظہ فرمائیں جس سے آپ کی وسعتِ نظر، وسعتِ مطالعہ اور استحضار علمی ہویدا ہے۔

تعلیقات الازہری علی صحیح البخاری و علی حواشی المحدث السہارنفوری: یہ کتاب حضور تاج الشریعہ کا ایک عظیم کارنامہ ہے جسے رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔ اس عظیم شاہکار کے لیے آپ نے ۱۹۳ کتب کی طرف رجوع فرمایا جن میں سے چند کے اسماء ملاحظہ فرمائیں: (۱) القرآن الکریم (۲) عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری (۳) ارشاد الساری شرح صحیح البخاری (۴) شرح الزرقانی علی موطأ الامام مالک (۵) مجمع بحار الانوار (۶) المستدرک علی الصحیحین (۷) الاتقان فی علوم القرآن (۸) الاشباہ والنظائر (۹) فتح المعین علی شرح الکنز (۱۰) رد المحتار (۱۱) لمعات التنقیح شرح مشکاۃ المصابیح (۱۲) درمختار (۱۳) فتاویٰ خیریہ (۱۴) شرح معانی الآثار (۱۵) فیض القدیر شرح الجامع الصغیر (۱۶) المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج (۱۷) الفتاویٰ الحدیثیہ (۱۸) احکام القرآن (۱۹) الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ (۲۰) اشعۃ اللمعات شرح مشکاۃ (۲۱) صحیح البخاری

(۲۲) مصنف عبد الرزاق (۲۳) سیر اعلام النبلاء (۲۴) انوار التنزیل واسرار التاویل (۲۵) مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر (۲۶) تحقیق الایمان المعروف المعتقد المنتقد مع المعتمد المستند (۲۷) فتاویٰ رضویہ (۲۸) سنن ابو داؤد (۲۹) سنن نسائی (۳۰) سنن ترمذی (۳۱) سنن ابن ماجہ (۳۲) صحیح مسلم (۳۳) جامع العلوم والحکم (۳۴) کنز العمال (۳۵) طبقات الشافعیۃ الکبریٰ وغیرہ۔

(۲) **آثار قیامت**: آثار قیامت کی توضیح وتشریح میں حضور تاج الشریعہ نے جن کتابوں سے استفادہ کیا ہے ان کی تعداد تقریباً بتیس ہے جن کے نام یہ ہیں: (۱) قرآن کریم (۲) تفسیر درمنثور (۳) تفسیر کبیر (۴) حاشیہ صاوی (۵) احکام القرآن (۶) الاتقان فی علوم القرآن (۷) اللآلی المصنوعہ (۸) صحیح بخاری (۹) صحیح مسلم (۱۰) جامع الترمذی (۱۱) سنن ابو داؤد (۱۲) سنن ابن ماجہ (۱۳) مشکوٰۃ المصابیح (۱۴) کنز العمال (۱۵) مستدرک للحاکم (۱۶) مجمع الزوائد (۱۷) مسند امام احمد (۱۸) الترغیب والترہیب (۱۹) مجمع البحار (۲۰) طبرانی (۲۱) تیسیر شرح جامع صغیر (۲۲) فیض القدیر شرح جامع صغیر (۲۳) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ (۲۴) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح (۲۵) رد المحتار (۲۶) درمختار (۲۷) فتاویٰ رضویہ (۲۸) الطیب الوجیز (۲۹) بہار شریعت (۳۰) نزہۃ المجالس (۳۱) تفسیر خازن (۳۲) کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن۔

تحقیق أن أبا ابراھیم "تارح "لا" آزر": اس کتاب کے مطالعہ کے دوران راقم نے اس کتاب یا اس کے حاشیہ میں جن جن کتابوں کے نام ملاحظہ کیے ان میں سے کچھ کے نام یہ ہیں: (۱) القرآن الکریم (۲) الحاوی للفتاوی (۳) قصص الانبیاء (۴) تفسیر کبیر (۵) صحیح بخاری (۶) جامع الترمذی (۷) فتح الباری (۸) تفسیر طبری (۹) الحاوی الکاف فی حکم الضعاف (۱۰) مرقاۃ شرح مشکاۃ (۱۱) موضوعات کبیر (۱۲) فتح القدیر (۱۳) میزان الشریعۃ الکبریٰ (۱۴) سنن کبریٰ (۱۵) التعقبات (۱۶) مقدمہ ابن صلاح (۱۷) المقدمۃ الجرجانیہ (۱۸) التقریب للنووی (۱۹) تدریب الراوی (۲۰) البحر المحیط (۲۱) روح البیان (۲۲) تفسیر سمرقندی (۲۳) روح المعانی (۲۴) حاشیہ جمل وغیرہ۔

حقیقۃ البریلویۃ المعروف بمرآۃ النجدیہ: اس گراں قدر کتاب کی تصنیف میں آپ نے جن کتابوں سے استفادہ کیا ہے اس کی تعداد تقریباً ۸۰ ہے۔ ان میں سے چند اہم اسماء یہ ہیں: (۱) القرآن الکریم (۲) صحیح البخاری (۳) صحیح مسلم (۴) جامع الترمذی (۵) سنن نسائی (۶) سنن ابو داؤد (۷) سنن ابن ماجہ (۸) القادیانیہ (قادیانیوں کے تعلق سے اعلیٰ حضرت کے رسائل کا مجموعہ) (۹) الکلمۃ الفیصل (۱۰) ازالۃ الاوہام (۱۱) البریلویہ (۱۲) فتاویٰ رشیدیہ (۱۳) براہین قاطعہ (۱۴) دعوت فکر (۱۵) اقبال اور علماء پاکستان وہند (۱۶) الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ (۱۷) الصواعق الالٰہیہ فی الرد علی الوہابیہ (۱۸) المعجم الاوسط (۱۹) الجوہر المنظم (۲۰) التاریخ الکبیر (۲۱) اتحاف السادۃ (۲۲) المصنف فی الاحادیث والآثار (۲۳) الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المشتہرہ (۲۴) المقالات السنیہ فی کشف ضلالات احمد ابن تیمیہ (۲۵) الشہاب الثاقب (۲۶) بہجۃ الاسرار (۲۷) تتمہ حقیقۃ الوحی (۲۸) لباب التاویل فی معانی التنزیل (۲۹) نوادر الاصول (۳۰) نزہۃ الخواطر (۳۱) نسیم الریاض (۳۲) ہدیۃ العارفین (۳۳) لسان المیزان (۳۴) البحر الرائق (۳۵) مدارج النبوۃ وغیرہ۔

کتب اعلیٰ حضرت سے استفادہ کا التزام:

حضور تاج الشریعہ کی ایک خصوصیت جو آپ کی تمام کتابوں میں مشترک ہے وہ یہ ہے کہ آپ اپنے خانوادے کے بزرگوں، خصوصیت کے ساتھ اپنے جد امجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ کی کتابوں سے ضرور استفادہ فرماتے ہیں اور ان کی عبارتوں کو اپنی تصنیف و تالیف اور کتب و رسائل میں ضرور بطور دلیل وحوالہ پیش فرماتے ہیں۔ اب ذیل میں تاج الشریعہ کی کتابوں میں جلوہ افروز اقتباسات وعبارات اعلیٰ حضرت نقل کیے جاتے ہیں تا کہ آپ کا یہ اسلوب بھی منظر عام پر آئے اور اعلیٰ حضرت کے کلمات سے آنکھ و دل کو ٹھنڈک پہنچے۔

(۱) تعلیقات الازہری علی صحیح البخاری و علی حواشی المحدث السہارنفوری: "قال جدنا الامام احمد رضا۔۔۔ وھذا آحد معانی قوله صلی اللہ علیہ وسلم: "أنا صاحب شفاعتهم" و المعنى الآخر الألطف الأشرف أن لا شفاعة لأحد بلا واسطة عند ذي العرش جل جلاله الا للقرآن العظيم و لهذا الحبيب المرتجى الكريم صلی اللہ علیہ وسلم۔

(تعلیقات الازہری، ص ۱۳۲)

آثار قیامت: حضور تاج الشریعہ اپنی اس کتاب میں ایک مقام پر اپنے جد امجد کی عبارت یوں نقل فرماتے ہیں: "امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: "والدین کے ساتھ نیکی صرف یہی نہیں کہ ان کے حکم کی پابندی کی جائے اور ان کی مخالفت نہ کی جائے بلکہ ان کے ساتھ نیکی یہ بھی ہے کہ کوئی ایسا کام نہ کرے جو ان کو ناپسند ہو اگر چہ اس کے لیے خاص طور پر ان کا کوئی حکم نہ ہو۔ اس لیے کہ ان کی "فرمابرداری" اور ان کو "خوش رکھنا" دونوں واجب ہیں اور نافرمانی اور ناراض کرنا حرام ہے"۔ (آثار قیامت، ص ۳۲،۳۳)

ٹائی کا مسئلہ: شعار کفار کے تعلق سے حضور تاج الشریعہ نے "ٹائی کا مسئلہ" میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا: "آخر میں سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ سے چند کلمات تبرکاً پیش ہیں۔۔۔ الجواب: جو بات کفار یا بد مذہبان اشرار یا فساق فجار کی ہو بغیر کسی حاجت صحیحہ کے برغبت نفس اس کا اختیار مطلقاً ممنوع و ناجائز و گناہ ہے اگر چہ وہ ایک ہی چیز ہو کہ اس سے وجہ خاص میں ضرور ان سے تشبہ ہوگا، اسی قدر منع کو کافی اگر چہ دیگر وجوہ سے تشبہ نہ ہو"۔ (ٹائی کا مسئلہ، ص ۱۳)

ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن: اس کتاب میں آپ اعلیٰ حضرت کے قول کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اب آخر میں "الملفوظ" کی عبارت سنتے چلیں جس سے ظاہر ہو کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے غلبہ لہو ولعب کا لحاظ بھی فرمایا ہے۔۔۔" (الملفوظ کی عبارت) گانے میں اصل کا حکم ہے، اگر اصل جائز یہ بھی جائز اگر اصل حرام یہ بھی حرام مثلاً عورت و اَمرد کی آواز نہ ہو مزامیر (یعنی ساز، ڈھول وغیرہ) کی آواز نہ ہو اشعار خلاف شرع نہ ہوں تو جائز ہے ورنہ نہیں اور قرآن عظیم کا سننا تو جُد (یعنی بے خودی کی کیفیت) ہے کہ عبادت ہے اور گراموفون سے سننا لہو ہے کہ وہ موضوع ہی اسی لیے ہے اگر چہ کوئی نیت لہو نہ کرے مگر اصل وضع (یعنی بناوٹ) کو تبدیل کوئی نہیں کرسکتا"۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت، دعوت اسلامی، ص ۲۱۸)

تحقیق أن أبا ابراھیم "تارح" لا "آزر": اپنی مذکورہ کتاب میں اپنے موقف پر بطور دلیل اعلیٰ حضرت کے رسالہ "الھاد الکاف فی حکم الضعاف" کی عبارت ان لفظوں میں بیان فرمائی: "قال: الامام الهمام سيدي و جدي الشيخ احمد رضا في رسالته الفذة "الهاد الكاف في حكم الضعاف": "الحديث اذا روي بطرق عدة و كانت كلها ضعيفة

۔۔۔فالضعیف لا جتماعہ بالضعیف یقوی "۔ (تحقیق اَن ابا ابراہیم تارح "لا" آزر"۷۷)

حقیقۃ البریلویۃ المعروف بہ مرآۃ النجدیہ: اس مایہ ناز کتاب میں فرقہ وہابیہ کے بارے لکھتے ہوئے اعلیٰ حضرت اور عبارت اعلیٰ حضرت یوں ذکر کرتے ہیں: "قال الشیخ فی الصحیفۃ المذکورۃ اللطیف المفیں المبارک بل کرھم: "منہم الوہابیۃ الشیطانیۃ وہم کالفرقۃ الشیطانیۃ من الروافض"۔ (حقیقۃ البریلویہ، ص ۳۸)

چلتی ٹرین میں فرض وواجب نمازوں کی ادائگی کا حکم: حضور تاج الشریعہ نے اس کتاب میں اپنے جد امجد کے فتوی سے استفادہ کرتے ہوئے بایں الفاظ نقل فرمایا: "اب ہم فتاویٰ رضویہ سے مسئلہ دائرہ کے متعلق ایک فتویٰ مع سوال جواب نقل کریں۔۔۔(سوال کا جواب دیتے ہوئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں) الجواب: فرض اور واجب جیسے وتر ونذر اور ملحق بہ یعنی سنت فجر چلتی ریل میں نہیں ہو سکتے اگر ریل نہ ٹھہرے اور وقت نکلتا دیکھے پڑھ لے پھر اعادہ کرے تحقیق یہ ہے کہ۔۔۔جب تک استقرار زمین پر اور وہ بھی بالکلیہ نہ ہو تو چلنے کی حالت کیسے جائز ہو سکتی ہے کہ نفس استقرار ہی نہیں بخلاف کشتی رواں جس سے نزول میسر نہ ہو کہ اسے روکیں گے بھی تو استقرار پانی پر ہوگا نہ کہ زمین پر لہذا سیر ووقوف برابر لیکن اگر ریل روک لی جائے تو زمین ہی پر ٹھہرے گی اور مثل تخت ہو جائے گی"۔ (چلتی ٹرین، ص۶۹)

ازالۂ اعتراض واوہام

آثار قیامت: اگر کوئی شخص اپنے نفس کے زجر وتہدید اور مکروہ وممنوع سے اجتناب کے لیے کوئی ایسی قسم کھائے جس کا ظاہری معنی کفر پر مشتمل ہو، ایسے شخص پر کیا حکم شرعی عائد ہوگا بیان کرتے ہوئے تاج الشریعہ فرماتے ہیں: "قائل جب تک حانث نہ ہو، کافر نہ ٹھہرے گا۔ہاں یہ ضرور ہے کہ ایسی قسم کھانا سخت شنیع اشد حرام ہے جس سے قائل پر توبہ لازم ہے اور احتیاطاً تجدید ایمان بھی ضرور"۔ (۸۵) اب اس مقام پر ایک سوال پیدا ہوتا تھا کہ اگر شخص مذکور حانث ہو جائے تو کیا اس پر کفارہ لازم ہوگا یا نہیں؟ تو اس سوال مقدر کا جواب دیتے ہوئے آپ آگے لکھتے ہیں: "رہی یہ بات کہ بصورت حنث اس پر کفارہ ہے یا نہیں تو ائمۂ حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ قسم توڑنے کی صورت میں اس پر کفارۂ قسم لازم ہوگا جب کہ کسی فعل آئندہ پر قسم کو معلق کیا ہو اور اس کی نظیر تحریم مباح ہے یعنی کسی فعل مباح کو اپنے اوپر بذریعہ قسم حرام کر لے"۔ (آثار قیامت، ص۸۶)

ٹائی کا مسئلہ: حضور تاج الشریعہ نے شعار کفری کے بارے میں "ٹائی کا مسئلہ" میں ایک جگہ رقم فرمایا کہ "شعار کفری ہمیشہ کفر ہی رہے گا کہ وہ اپنے وضع کو ملزوم ہے اور وہ کفر کے لیے ہے" اور آپ نے ثابت فرمایا کہ "ٹائی" عیسائیوں کا شعار ہے جیسا کہ کتاب مذکور سے واضح ہے تو اس سے اول نظر میں یہ وہم اپنا چہرہ دکھا رہا تھا کہ جب ٹائی شعار کفری ہے تو ان مسلمانوں پر کیا حکم شرعی عائد ہوگا جو اسے بخوشی اپنے گلے کا ہار بناتے ہیں۔کیا ان پر بھی حکم کفر ہوگا؟ اس وہم کا ازالہ فرماتے ہوئے تاج الشریعہ تحریر فرماتے ہیں: "البتہ شعار کفری اختیار کرنے کی صورت میں مسلم کی تکفیر قطعی اس وقت ہوگی جبکہ یہ ثابت ہو کہ اس نے اپنے قصد وارادہ سے اس کو شعار کفری جانتے ہوئے کافروں سے موافقت کے لیے اپنایا، اس صورت میں تشبہ التزامی ہوگا ورنہ مسلمان کو کافر نہ کہیں گے لیکن توبہ کا حکم دیں گے اور احتیاطاً تجدید ایمان کا بھی حکم ہوگا کہ کفار سے اس فعل کفری میں تشبہ قصداً نہ سہی صورۃً وضرور تا ہوا اور اظہر یہ ہے کہ تجدید ایمان کا حکم ایسی صورت میں دیا جائے گا جبکہ اس فعل کفری میں تشبہ ظاہر تر ہو۔ بہر

حال کسی فعل یا قول کا کفر ہونا اور ہے اور قائل و فاعل کو کافر قرار دینا اور"۔ (ٹائی کا مسئلہ، ص ۴۳)

ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن: شیخ الاسلام علامہ مدنی میاں مدظلہ العالی نے تصاویر کے تعلق سے حضور تاج الشریعہ دام ظلہ العالی سے سوال فرمایا تھا کہ ثابت کیجیے کہ جہاں جہاں نصوص میں تصاویر و تماثیل کا لفظ آیا ہے اس سے اس کا حقیقی معنی مراد نہیں۔ کیوں نہیں؟۔ اپنے اوپر ہونے والے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور تاج الشریعہ نے کیا فرمایا، ملاحظہ فرمائیں: "بے شک حقیقی معنی مراد ہے اور وہ معنی عام جو صورت و عکس دونوں کو شامل ہے۔ تو دونوں کا بنانا حرام ہے اور آپ کے اس "انداز مذکورہ" سے ادعائے حقیقت محض نا متصور اور اس سے عام نصوص میں دعوی خصوص قطعا نا معتبر"۔ (ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن ۹۳)

تحقیق أن ابا ابراھیم "تارح" لا "آزر": اس کتاب میں ایک مقام پر ایک وہم کی گنجائش تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کے نام "تارح" والی تمام روایات ضعیف ہیں جیسا کہ استاذ احمد شاکر نے بھی بیان کیا تو یہ معتبر نہیں کیوں کہ ضعیف کا اعتبار نہیں۔ اس وہم کا ازالہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: "و الحدیث الضعیف یقوی بکثرۃ الطرق، و یرقی الی درجۃ الحسن"۔ (تحقیق ان ابا ابراہیم، ص ۷۷)

یعنی حدیث ضعیف کثرتِ طرق کے سبب قوی ہو کر حسن کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔ پھر اپنے اس قول کو "الصادا لکاف فی حکم الضعاف، مرقاۃ المفاتیح، موضوعات کبیر، فتح القدیر، میزان الشریعۃ الکبری، تعقیبات علی الموضوعات، مقدمہ ابن صلاح، المقدمۃ الجرجانیہ، فتح المغیث بشرح الالفیہ، تقریب النووی، تدریب الراوی" کی عبارات سے مبرہن فرمایا۔

حقیقۃ البریلویۃ المعروف بمرآۃ النجدیۃ: قاضی عطیہ نے اہل سنت و جماعت پر الزام و بہتان تراشی کرتے ہوئے اپنے مقدمہ میں لکھا: "و الموقف الثانی: مع البریلویین فی مسلکھم، فقد جمعوا بین الافراط و التفریط، فافرطوا فی معتقداتھم فی معبوداتھم من دون اللہ، من أحیاء أو أموات حتی أعطوھم صفۃ القادر المقتدر، و وضعوا أیدی مشایخھم و دعاتھم علی خزائن الدنیا و بأیدیھم أقلام البراءۃ للآخرۃ"۔ (حقیقۃ البریلویہ، ص ۱۹۵)

یعنی دوسرا موقف بریلویوں کے ساتھ ان کے مسلک کے بارے میں ہے کہ ان لوگوں نے افراط و تفریط کو جمع کر لیا ہے۔ چناں چہ وہ اپنی فرط عقیدت میں اللہ تعالی کو چھوڑ کر اپنے زندہ اور مردہ معبودوں کے سلسلے میں افراط کے جال میں پھنس گئے ہیں۔ حتی کہ انہیں قادر و مقتدر جیسے اوصاف سے متصف کر دیا (یہیں تک نہیں بلکہ) اپنے مشائخ و دعاۃ کے ہاتھوں میں دنیا کے خزانے (کی کنجیاں) رکھ دیں اور ان کے ہاتھوں میں نجاتِ آخرت کے قلم بھی دے بیٹھے۔

ان بے بنیاد اور بے سر و پا الزامات اور سوال کا حضور تاج الشریعہ تحقیقی مدلل اور منہ توڑ جواب دیتے ہوئے اپنے قلم کو یوں حرکت دیتے ہیں: "و الجواب عن ھذا أن اللہ سبحانہ و تعالی ھو الذی جعل أو لیاءہ من عبادہ مدبرین لأمرہ بأمرہ، و ھو الذی أورثھم الأرض، حیث قال عز و جل من قائل: "وَ لَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ"۔۔۔ فاللہ ھو الذی أعطی أو لیاءہ صفۃ القادر و المقتدر، و وضع أیدی أو لیاءہ علی خزائن الدنیا، فلیتھم عطیۃ اللہ سبحانہ و تعالی - و العیاذ باللہ سبحانہ و تعالی - جعل من عبادہ شرکاء لہ، و ھو سبحانہ و تعالی یصنع ھذا الصنیع بأو لیاءہ تعالی فحسب"۔ (حقیقۃ البریلویہ، ص ۱۹۵)

یعنی اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی نے اپنے بندوں میں سے اولیاء کرام کو اپنے معاملات کا مدبر بنایا ہے چناں چہ فرمایا: اور بیشک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔۔۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ ہی نے بذات خود (اپنے) اولیا کو قادر و مقتدر جیسی صفت عطا فرمائی اور اپنے اولیا کے ہاتھوں میں دنیا کے خزانے دیے۔ اس لیے اے عطیہ (والعاذ باللہ) اللہ تبارک وتعالیٰ پر اعتراض کرنا چاہیے تھا کہ اس نے اپنے بندوں کو اپنا شریک ٹھہرا لیا حالاں کہ وہ اس سے پاک ومنزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے اولیا کے ساتھ ایسا کرنا ہی ہمارے لیے کافی ہے۔

چلتی ٹرین پر فرض وواجب نمازوں کی ادائگی کا حکم: محقق مسائل جدیدہ مفتی نظام الدین صاحب قبلہ نے چلتی ٹرین میں فرض و واجب نماز کے جواز میں اکابرین علمائے اہل سنت میں سے دو بڑی شخصیت کے فتاویٰ پیش فرمائے۔ اب سوال سر ابھارتا ہے کہ اگر چلتی ٹرین میں نماز جائز نہیں تو ان علمانے کیوں کر ایسا فتویٰ دیا۔ اس سوال مقدر کا جواب دیتے ہوئے تاج الشریعہ لکھتے ہیں: ”جہاں تک حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی اور حضرت مولانا نور اللہ نعیمی بصیر پوری کے فتویٰ کا سوال ہے تو ان حضرات نے چلتی ٹرین کا الحاق چلتی کشتی کے ساتھ کیا ہے جیسا کہ ان کی عبارت سے ظاہر ہے، گو کہ چلتی ٹرین کا الحاق چلتی کشتی کے ساتھ صحیح نہیں۔ کیوں کہ چلتی ٹرین جب ٹھہرے گی تو زمین پر ٹھہرے گی اور اس سے متصل باتصال قرار ہوگی اور مثل تخت ہوجائے گی جبکہ چلتی کشتی اگر روکی جائے تو پانی پر رکے گی اور پانی زمین سے متصل باتصال قرار نہیں۔ لہٰذا چلتی کشتی پر نماز کی صحت کے لیے استقرار علی الارض اور اتحاد مکان کی شرط کا حصول ناممکن ہونے کے سبب ساقط ہے، جبکہ ٹرین میں استقرار کی شرط کا حصول ممکن، اس لیے ساقط نہیں“۔

(چلتی ٹرین، ص ۴۵)

یہ ہیں حضرت تاج الشریعہ کے اسلوب نگارش کی خصوصیات، جن سے آپ کی علمی گہرائی اور فنی دسترس کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

✱✱✱

وہ غوث اعظم کی ایک کرامت تھے

مولانا انیس عالم سیوانی

کرامت کہتے ہیں اس خرق عادت کو جس کا ظہور اولیاء اللہ کے بدست ہوتا ہے، کرامت انسان کے عقل وفہم سے ماورا ہوتی ہے، جس تک سب کی رسائی نہیں ہوتی الا یہ کہ اللہ اپنے کرم سے جسے بہرہ ور فرمادے۔

آج کے دور میں جب ہم نبیرۂ اعلیٰ حضرت، سیدی، مرشدی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی ذات وشخصیت پر نظر ڈالتے ہیں تو یقین اور اذعان کی آخری منزل پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مرشد عرب وعجم حضور تاج الشریعہ جن اوصاف وکمالات اور محاسن کے جامع تھے کسی فرد واحد میں اُن خوبیوں کا مجتمع ہونا بہت کم دیکھنے یا سننے میں آتا ہے، بیک وقت ایک شخص عالم وفقیہ، مصنف ومحقق، محدث وادیب، حق گو حق پسند، بیباک ہو اور ان سب پر مستزاد یہ کہ وہ اپنے اقوال وفتاویٰ پہ عامل بھی ہو، حق بات کہنے میں اپنوں اور بیگانوں کا فرق نہ کرتا ہو، اہل زمانہ کی تعریفوں سے بے نیاز، حاسدین اور معاندین کے سب وشتم سے بے پرواہ، اہل سنت کے لیے نرم گوشہ اور خدا اور رسول کے باغی وہابیوں، دیوبندیوں، قادیانیوں، رافضیوں اور صلحکلیوں کے لیے اشداء علی الکفار کی تفسیر یہ شان اور مقام ماضی قریب میں صرف اور صرف میرے شیخ اور مربی، آقائے نعمت، حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کا ہے۔

اُن کی عزت وکرامت اور شرافت ونجابت کا منکر درحقیقت خائب وخاسر اور دنیا وآخرت میں ذلیل وخوار ہے، اُن کی ذات حق کی برہنہ شمشیر اور باطل کو خاکستر کرنے کے لیے شعلہ افگن تھی۔

دنیا میں شاید کوئی مذہبی، سیاسی یا سماجی ایسی شخصیت ہو جس کے چاہنے والے اور محبت کرنے والے اتنی بڑی تعداد میں ہوں، وہ یکجائی ویکسوئی کے خواہاں، دنیا سے بھاگنے والے لیکن ان کے فدائیوں اور جانثاروں کا کیا پوچھنا ایک جھلک دیکھنے کے لیے بے قرار نظر آتے تھے، ایسا لگتا ہے کہ مخلوق خدا کے دلوں میں اُن کی محبت کسی نے ڈال دی ہو، وہ سامنے ہوں تو عقیدت کیش اُن کے نورانی جلوؤں میں کھوئے رہتے، نظروں سے اوجھل ہوں تو اُنہی کی یادوں اور باتوں میں مشغول رہتے، آج بظاہر وہ نہیں ہیں لیکن اُن کی روحانیت اور ان کا تصرف واختیار زمین والوں کے قلوب میں جاری وساری ہے۔

اسی لیے مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ کوئی عام انسان نہیں، لیکن فرشتہ بھی تو نہ تھے، پھر گوناگوں خوبیاں اور کمالات نیز اس قدر ان کے نام کا مخلوق کی زبان پر جاری ہونا؟ یہ سب اس دریائے رحمت کا فیض عام ہے جس کے دربار میں صبح کا سورج ہر روز سلامی پیش کرتا ہے اور غروب ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے، جس کی حکومت اور سلطنت زمین کے گوشے گوشے میں جاری ہے، جن کی بولی خدا کی بولی، جن کی ناراضگی عتاب الٰہی کا باعث، جو غوث الثقلین، شہنشاہ ولایت، قطب الاقطاب، غوث اعظم کے منصب عظیم پر فائز ہیں یہ انہیں کی عطائے خاص ہے۔

ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی غوث اعظم کا نائب اور مظہر ہوتا ہے اور میرے قلب پر جیسے یہ بات کوئی القا کرتا ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی اپنے دور میں غوث اعظم کے نائب اور مظہر تھے، اعلیٰ حضرت کے جانشین حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں (۱۲۹۲ھ/ ۱۸۹۲ء متوفی ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) اپنے وقت میں نائب غوث اعظم تھے، سرکار مفتی اعظم علامہ محمد مصطفیٰ رضا خاں (۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۳ء متوفی ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) اپنے وقت کے نائب غوث اعظم تھے، سرکار مفتی اعظم کے جانشین اور علوم اعلیٰ حضرت کے وارث وامین حضور تاج الشریعہ بھی غوث اعظم کے نائب اور مظہر تھے، اسی لیے ہر موڑ پر ان بزرگوں کی تائید وحمایت سرکار بغداد سے ہوتی رہتی تھی، حالات چاہے جیسے ہوں، مخالفتوں کے طوفان میں بھی مشائخ بریلی وہی کہتے تھے جو حق ہوتا۔

بریلی شریف کے مخالفین کی تعداد اتنی بڑی اور فہرست اتنی طویل ہے کہ مخالفین کی کثرت کو دیکھتے ہوئے لگتا ہے کہ دنیا سے بریلی کا نام ونشان مٹ جائے گا، کتنے ادارے تعلیم وتربیت سے زیادہ زور بریلی کی مخالفت پہ صرف کر رہے ہیں، بہت سے وہ ہیں جن کی زندگی کا نصب العین اور مقصد حیات ہی بریلی شریف اور بالخصوص جانشین سرکار مفتی اعظم علامہ ازہری علیہ الرحمہ کی توہین وتحقیر ہے، کچھ وہ ہیں جو حالات دیکھ کر رنگ بدلتے رہتے ہیں، کہیں کچھ کہیں کچھ، متعدد خانقاہیں، حسد اور جلن کی آگ میں جل جل کر خاک ہو رہی ہیں، کچھ لوگ ''پدرم سلطان بوذ'' کے سہارے بریلی کی عظمت کے منکر ہیں۔

وہابیوں، دیوبندیوں، قادیانیوں، نیچریوں وغیرہ سے زیادہ اس وقت مرکز اہل سنت کو نام نہاد سنیوں سے نقصان پہنچ رہا ہے، لیکن ان سب کے باوجود مخالفین، بریلی شریف کی حیثیت عرفی کو ختم کیا کرپاتے، کہ کم کرپانے میں بھی بری طرح ناکام ہیں، بریلی شریف کے خلاف کئی تحریکیں، کئی تنظیمیں اور کتنے آستیوں کے سانپ کام کر رہے ہیں، بہت سے رسائل وجرائد، کتنے اوباش، لاخیرے شوشل میڈیا کے ذریعے، پروانچل کے ایک بڑے مدرسے کے ذمہ دار اپنے اساتذہ اور طلبہ کے ذریعہ عوام وخواص میں انتشار کی کیفیت پیدا کرنا چاہتے ہیں، لیکن اُن کے نشانے مسلسل خطا کر رہے ہیں، اُن کا ہر داؤ الٹا پڑ رہا ہے، ان کی تمام تر فریب کاریاں عبث ثابت ہو رہی ہیں، اور بریلی شریف کا سورج ہر صبح نئی آن بان شان کیساتھ طلوع ہو رہا ہے۔

حضور تاج الشریعہ کی شخصیت پر حملہ کرنے والے، اُن کی قدر ومنزلت کو گھٹانے کی کوشش کرنے والے، ان کے خلاف بکواس کرنے والے دنیا میں بھی رسوا ہو رہے ہیں اور آخرت میں تو ذلت وخواری ان کا مقدر ہے ہی۔

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، وارث علوم رضا، جلوۂ حجۃ الاسلام، مظہر مفتی اعظم، تاج الاسلام سیدی، سندی، مرشدی علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری علیہ الرحمہ کے وصال پرملال سے پہلے تک مخالفین بریلی شریف کا نظریہ اور پروپیگنڈہ یہ تھا کہ بریلی اپنے وجود کی جنگ لڑ رہا ہے، مرکز کی مرکزیت آخری سانسوں کے سہارے چل رہی ہے، جیسے ہی تاج الشریعہ کی آنکھ بند ہوگی تمام سنیوں کو ہم اپنے نرغے میں لے لیں گے اور صلح کل کا پرچم بلند ہوجائے گا، لیکن دنیا نے دیکھا کہ بریلی کی شان ہر صبح وشام دوبالا ہو رہی ہے، کیوں نہ ہو حکومت تو سرکار بغداد کی ہے، جو ان کے چہیتوں سے اور محبت کرنے والوں سے ٹکرائے گا برباد ہوجائے گا، ان کا کتا شیر کا جبڑا اپھاڑ ڈالتا ہے۔

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا — شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا

بریلی کی پشت پناہی سرکار بغداد رضی اللہ عنہ کی جناب سے ہو رہی ہے پھر کس کی مجال ہے جو بریلی والوں کا جھنڈا نیچا

کردے، اُن کی عظمت کا پھریرا آسمان کی بلندیوں پر لہرا رہا ہے۔ ان کے چاہنے والوں سے زمین کی وسعت تنگ پڑ رہی ہے اور ان کی رفعتوں کے ڈنکے چاردانگ عالم میں بج رہے ہیں، جس کی حمایت شہنشاہ ولایت، تاجدار اولیا، سیدنا سرکار شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی متوفی ۴۷۰ / ۵۶۱ھ فرمائیں اسے دنیا میں کوئی زیر کرنے والا نہیں، کیونکہ ان کی حکومت اور ان کا اختیار جن و بشر ہی نہیں ہواؤں اور سمندر کی لہروں پر بھی ہے، اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ میرے شیخ اور مرشد، ماویٰ و ملجا حضور تاج الشریعہ سرکار غوث اعظم کی کرامتوں میں سے ایک زندہ کرامت تھے۔

جن اوصاف وکمالات کے وہ حامل تھے ان کے تصور سے فکر وخیال کی دنیا عاجز ودرماندہ نظر آتی ہے۔

لوگوں کو اپنا بنانے کے لئے بعض لوگ چاپلوسی کرتے ہیں، پروپیگنڈہ کا سہارا لیتے ہیں تنخواہ دار ملازم رکھتے ہیں، جا بجا بزمیں قائم کرتے ہیں، دولت وحکومت اور سیاست کا سہارا لیتے ہیں، حرام حلال کی تمیز ختم کردیتے ہیں، اسلام اور کفر کا فرق مٹا دیتے ہیں، باطل فرقوں سے یارانہ اختیار کرتے ہیں تاکہ لوگوں کی نظروں میں محبوب بن جائیں لیکن نتیجہ رسوائی و نامرادی کے سوا کچھ نہیں۔

ان حالات میں ذرا نظر ڈالیں حضور تاج الشریعہ کی ذات پر تو آپ کو پتہ چلے گا کہ وہ کسی سیاسی آدمی یا سیاست سے کوسوں دور تھے، ملک کا وزیر اعظم بریلی آتا ہے لیکن آپ بریلی چھوڑ کر بہیڑی چلے جاتے ہیں کہ اس رسوائے زمانہ نامراد زمہاراؤ سے سامنا نہ ہو، اہل دولت وثروت کو کبھی خاطر میں نہیں لاتے، سیکڑوں اور ہزاروں کی بھیڑ عموماً دروازے کے باہر کھڑی رہتی کہ ایک جھلک دیکھنے کو مل جائے لیکن براہ راست اس کا بھی موقع کم ہی خوش نصیبوں کو مل پاتا، بیجا کسی کی شان بیان نہ کرتے، مخالفین تک کے بارے میں نازیبا کلمات نہ فرماتے، ایک ایسا گھرانہ جو اپنے وجود کے الف سے ی تک بریلی کا مرہون منت ہے، جن کو بریلی کا احسان مند ہونا تھا لیکن احسان فراموشی اور بیوفائی کی کوئی سرحد انہوں نے نہ چھوڑی بلکہ وہابیوں، دیوبندیوں ہی کو نہیں شیطان مردود کو بھی انھوں نے بے غیرتی اور بے مروتی میں ہزاروں میل پیچھے چھوڑ دیا ہے، حالانکہ بریلی کی ایک آواز پہ ان شرپسندوں کے ناپاک وجود سے دنیا پاک ہو جاتی لیکن کبھی بھی اس عالی ظرف محسن نے ان بدبختوں کے خلاف زبان نہ کھولی، آپ کی ذات کو نشانہ بنانے والے خواہ ناگپوری نابکار ہوں خواہ بھدرک کے سڑے دماغ عیاش مصنوعی پیر یا پھر کوئی غیر مہذب، بدتمیز بھیا، تاج الشریعہ نے ان کی بے حیائیوں اور بدتمیزیوں پر کوئی ایکشن نہ لیا، ہاں جس کسی نے مذہب ومسلک سے بغاوت کی، بدمذہبوں سے یارانہ گانٹھنے کی وکالت کی، اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم کو آنکھ دکھانے کی کوشش کی تو پھر تاج الشریعہ نے اسے برداشت نہیں کیا، حکم شرع سنانے میں کبھی رعایت نہیں برتی، کتنے لوگ غلطیاں کرکے اس خواب میں محو استراحت تھے کہ ہم فلاں ہیں فلاں کے بیٹے ہیں، ہم نے بریلی کا جھنڈا بلند کیا ہے اس لیے ہم سے محاسبہ نہیں ہونا چاہئے لیکن اس مرد حق آگاہ نے کبھی اس کی پرواہ نہیں کی کہ حکم شرع کی زد پہ کوئی سربراہ اعلیٰ آرہا ہے یا محقق فرسودہ خیال، یا خطیب کنگال یا داعی بے لگام، شریعت کے معاملے میں اس ذات نے صرف وہی کہا اور وہی لکھا جو اس کے نزدیک کتاب وسنت اور کتب فتاویٰ سے مستفاد تھا، اس کا ثمرہ یہ ملا کہ طوفانوں کی زد پہ، ہواؤں کی دوش پہ، موجوں کے تلاطم میں بھی اُس ذات کی عظمت ورفعت کا چراغ روشن رہا، جب وہ ذات دنیا سے گئی تو ایسا لگا کہ اس زمین پر ہی نہیں آسمان پر بسنے والے بھی اس شخصیت کے جلوس جنازہ میں شرکت کرنے کو سعادت سمجھ رہے تھے، خدایا! اس شمع ہدایت کی کرنوں کو اور منور فرمادے جس کے وجود مسعود کی برکتوں سے ایک عالم مستنیر ہو رہا تھا۔ ٭٭٭

حضور تاج الشریعہ! مقبولیت اور اسباب

مفتی محمد عبدالرحمن قادری رضوی، جامعہ اشرفیہ مسعود العلوم، بہرائچ شریف

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: "ان الذین اٰمنوا و عملوا الصلحٰت سیجعل لھم الرحمٰن ودا"۔

(پارہ ۱۶ آیت نمبر ۹۶، سورہ مریم)

بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب رحمن ان کے لئے محبت پیدا کردے گا۔" (کنز الایمان)

یعنی اللہ تعالیٰ اسے اپنا محبوب بنائے گا اور اپنے بندوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دے گا۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ "جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو محبوب کرتا ہے تو حضرت جبریل سے فرماتا ہے کہ فلاں میرا محبوب ہے، جبریل اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر حضرت جبریل آسمانوں میں ندا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو محبوب رکھتا ہے سب اس کو محبوب رکھیں، تو آسمان والے اس کو محبوب رکھتے ہیں، پھر زمین میں اس کی مقبولیت عام کردی جاتی ہے۔"

(خزائن العرفان)

مذکورہ آیت کریمہ اور اس کی تفسیر کی روشنی میں وارث علوم اعلیٰ حضرت، شیخ الاسلام والمسلمین، سیدی و مرشدی، آقائے نعمت حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے حالات زندگی کو آپ دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ آپ کی خاص مقبولیت کا کہنا ہی کیا ہے، عام مقبولیت کا عالم یہ تھا کہ ظاہری حیات میں آپ کے روشن چہرے کی ایک جھلک پانے کے لئے دنیا بے چین رہتی تھی، جس جگہ آپ تشریف لے جاتے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا ایک ہجوم آپ کی زیارت کرنے کے لئے سیلاب کی طرح امنڈ پڑتا، آپ کے دولت کدۂ اقدس پر ہمیشہ خلق خداوندی کی بھیڑ اکٹھا رہتی تھی، ایک محتاط اندازے کے مطابق آپ کے مریدین کی تعداد تین کروڑ سے بھی زائد ہے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی زمین میں عام مقبولیت کی حالت کو دیکھ کر مذکورہ بخاری و مسلم شریف کی حدیث کے حوالہ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ دنیا میں عام مقبولیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل سے یہ فرمایا ہوگا کہ اے جبریل! اختر رضا میرا محبوب ہے تو حضرت جبریل علیہ السلام بھی حضور تاج الشریعہ سے محبت فرمانے لگے ہوں گے پھر آسمانوں میں ندا کی ہوگی کہ "اے آسمان والو! اللہ تعالیٰ اختر رضا کو محبوب رکھتا ہے سب اس کو محبوب رکھیں تو آسمان والے بھی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے محبت کرنے لگے ہوں گے پھر زمین میں اللہ رب العزت نے آپ کی مقبولیت کو عام و تام فرمایا، یعنی زمین میں مقبولیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آسمان والوں میں ان کی مقبولیت کے ڈنکے بجوائے اس کے بعد زمین میں مقبولیت عام کی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے اس روئے زمین پر آپ کو وہ مقبولیت بخشی کہ اگر تذبذب کا شکار فرد آپ کے رخ روشن کو دیکھ لیتا تو وہ آپ کا گرویدہ ہو جاتا اور تذبذب کے دلدل سے نکل کر ایمان و یقین کی راہ پر آجاتا، حضرت مولانا مبشر الاسلام نوری صاحب دار العلوم فیض

الرسول ناتا (جھارکھنڈ) اپنی آپ بیتی خود تحریر فرماتے ہیں کہ "بلا شبہ حضرت (تاج الشریعہ علیہ الرحمہ) کی ذات اندھیری رات کے مسافروں کے لیے مشعل ہدایت اور مینارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہے، ان کا فضل وکمال و دل کش اور نکھری ہوئی شخصیت ہی کچھ ایسی ہے کہ دیکھنے والا فوراً متاثر ہو جاتا ہے۔

میری زندگی کا وہ تابناک اور نا قابل فراموش دن تھا جب مرشد برحق کا پہلا دیدار ہوا تھا اور دیدہ و دل کو جلا بخشتا تھا، دل کی تاریکی ہمیشہ کے لئے چھٹ گئی، راسخ الاعتقادی کی دولت لازوال مل گئی، بدعقیدگی کا سایہ مٹ گیا، جولائی ۱۹۸۵ء میری زندگی کا Turnig Point ثابت ہوا جب مدینۃ العلماء گھوسی میں عرس امجدی کے پر بہار موقع پر میری نگاہوں نے حضرت کا نورانی چہرہ دیکھا تھا۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب میں طفل مکتب تھا، عقل وشعور زیادہ نہیں تھا، میں پہلے دیوبندی مکتب فکر کے مدرسے میں زیر تعلیم تھا اور یوپی کے دیوبندی مدرسہ میں جانے کے لئے پر تول رہا تھا، مگر والد مرحوم صحیح العقیدہ سنی تھے، ان کی قطعی خواہش نہیں تھی کہ میں دیوبندی مدرسہ میں جاؤں، اس لئے انھوں نے مجھے ایک رشتہ دار حضرت مولانا محمد شہید الرحمن رضوی، مہتمم مدرسہ قادریہ نوریہ دمکا، اور مولانا قاری محمد منظور احمد مصباحی، صدر المدرسین مخدومیہ انوار العلوم اسہنا ضلع دیوگھر جو اس وقت فیض العلوم محمد آباد گوہنہ میں زیر تعلیم تھے اور دیوبندیوں کے عقائد باطلہ کی نشاندہی کی تھی، سمجھا بجھا کر لے گئے، دل میں سوچتا تھا کہ کسی طرح ایک سال گزاروں گا اس کے بعد دیوبندی مدرسہ میں داخلہ لے لوں گا۔

اسی دوران عرس امجدی کی تقریب سعید آ گئی اور ان دونوں کی معیت میں گھوسی چلا گیا، میں نے دیکھا کہ لوگوں کا بڑا ہجوم ہے تکبیر ورسالت اور ازہری کے فلک شگاف نعروں سے پوری فضا معمور ہو گئی اور ایک بزرگ نورانی ہستی، عشاق اور دیوانوں کے درمیان خراماں خراماں رواں دواں تھی، ان کی ایک جھلک پانے کے لئے کیا علماء، کیا طلبہ اور کیا عامۃ الناس سبھی ایک دوسرے پر ٹوٹ رہے تھے، سچ ہے ع

جو دلوں کو فتح کر لے وہی فاتح زمانہ

عصر کا وقت ہو چکا تھا، کریم الدین پور کی ایک مسجد میں حضرت نے عصر کی نماز پڑھائی اور بعد نماز وہیں جلوہ افروز ہے، میں نے بالکل قریب سے دیدار کا شرف حاصل کیا، آپ نے اسی جگہ لوگوں کو مرید کرنا شروع کر دیا، میرے کرم فرمانے مجھے بھی سامنے بٹھایا اور کہا تم بھی مرید ہو جاؤ، اس وقت نہ میں مریدی سے واقف تھا اور نہ ہی پیری سے اور نہ ہی اعلیٰ حضرت ومفتی اعظم ہند علیہما الرحمہ کے نام سے میرے کان آشنا تھے، براہ راست حضرت کے نورانی ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور بیعت کی سعادت سے بہرہ ور ہو گیا۔

حلقۂ ارادت میں آنا تھا کہ زندگی کی کایا ہی پلٹ گئی، ذہن ودماغ کے دریچے کھل گئے اور سارے شکوک وشبہات کا از خود ازالہ ہوتا چلا گیا، حضرت کے دیدار اور ایک نگاہ کرم نے جو ذرہ نوازی وکرم فرمائی کی کہ اسے تاحین حیات فراموش نہیں کیا جا سکتا ہے، ان کا دیا ہوا شجرہ جس میں دست مبارک سے حضرت نے اپنا دستخط فرمایا تھا بعد نماز فجر پڑھنا روز مرہ کا معمول بن گیا، پھر کیا تھا بد مذہبیت کے خندق میں جانے سے محفوظ و مامون ہو گیا۔ (بحوالہ تجلیات تاج الشریعہ ص ۲۷)

رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا ڈاکٹر غلام زرقانی صاحب قبلہ (ہیوسٹن،

امریکہ) حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی محبوبیت و مقبولیت سے متعلق اپنی آنکھوں دیکھا حال بیان فرماتے ہیں "اس میں شک نہیں کہ حضور تاج الشریعہ کی شخصیت ملت اسلامیہ کے لئے ایک عظیم سرمایہ سے کم نہیں، ویرانے میں قدم رنجا فرمائیں تو اطراف وجوانب لالہ زار بن جائیں اور آبادیوں میں تشریف لے جائیں تو جوق در جوق لوگوں کا گروہ ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے قرار ہو جائے۔

یہ بات نکلی تو مجھے یاد آیا کہ چند سال قبل جمشید پور میں ایک مسجد کی سنگ بنیاد کے جلسے میں حضرت موصوف (حضور تاج الشریعہ) کے ساتھ میں بھی شریک تھا، رانچی ایر پورٹ پر انسانوں کا ایک طوفان استقبال کے لئے حاضر تھا، جوں ہی حضرت موصوف باہر تشریف لائے لوگ دست بوسی کے لئے ٹوٹ پڑے، بڑی مشکلوں سے مجمع کو قابو میں کیا گیا، جب جمشید پور پہونچے تو یہی عالم تھا، لوگوں کا شوق جنوں خیز دیکھنے کے قابل تھا، جذبات کے تلاطم میں لوگوں کو اپنی سلامتی کی فکر نہ تھی، بس خواہش تھی تو یہی کہ حضرت سے مصافحہ کا موقع میسر آجائے، اس دیوانگی کی کیفیت سے میں بڑا متاثر ہوا اور جب خطابت کے لئے کھڑا ہوا تو میں نے کہا کہ میں جب حضرت موصوف اور آپ کی محبت کو دیکھتا ہوں تو مجھے افسوس بھی ہوتا ہے اور خوشی بھی، افسوس اس لئے کہ لوگ پروانہ وار اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں کہ حضرت کا سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے اور خوشی اس لئے ہوتی ہے کہ ہماری جماعت کا قائد ایسا ہر دل عزیز ہے کہ لوگ اپنی عزت نفس حضرت کے قدموں پر لٹانے میں فخر محسوس کرتے ہیں، اور یہ کیفیت صرف ہندوستان ہی میں نہیں ہوتی بلکہ بیرون ملک بھی حضرت موصوف کے ساتھ والہانہ شغف رکھنے والے جاں نثار اسی طرح اپنی عقیدتوں کا خراج پیش کرتے ہیں۔"

(ایضاً ص ۷۷)

حضور شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ جو ایک زمانہ تک تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت اقدس میں رہ کر آپ کی نگرانی میں فتاوے لکھتے رہے آپ فرماتے ہیں کہ "حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کو اپنی زندگی کے آخری پچیس (۲۵) سالوں میں جو مقبولیت و ہر دل عزیزی حاصل ہوئی وہ آپ کے وصال کے بعد ازہری میاں کو بڑی تیزی کے ساتھ ابتدائی سالوں میں ہی حاصل ہوگئی اور بہت جلد لوگوں کے دلوں میں ازہری میاں نے جگہ بنالی۔"

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی یہ ظاہری حیات کا کچھ حال تھا، اور جب آپ کا وصال پر ملال ہوا تو آپ سے عقیدت ومحبت کرنے والے انسانوں کا اس قدر ازدحام جنازے میں شرکت کرنے کے لئے اکٹھا ہو گیا کہ چشم فلک نے آج تک اتنے چاہنے والوں کی کثرت کسی جنازے میں نہ دیکھی ہوگی اور جوش عقیدت کی فراوانی اس قدر کہ بعض افراد کو تا چیز راقم الحروف (محمد عبدالرحمن قادری رضوی) نے خود دیکھا کہ وہ ایک ٹرانسفارمر کے چبوترے پر چڑھ گئے تا کہ ادھر سے جب جنازہ گزرے تو رخ روشن کی زیارت ہو جائے، ہزار منع کرنے کے باوجود کہ کہیں دوسرا حادثہ نہ ہو جائے وہ لوگ نیچے نہ اترے مجبوراً انتظامیہ کو بجلی کا کنکشن کاٹنا پڑا۔

یہ ہے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی وصال کے بعد کی عام مقبولیت کہ آپ کی عقیدت ومحبت میں آدمی اپنی جان سے بھی بے پرواہ ہو گیا اور کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کے مقبول ومحبوب بندوں کی نماز جنازہ پڑھنے میں وہ فضیلت ہے کہ خود پڑھنے والوں کی مغفرت

ہو جاتی ہے۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان حدیث پاک نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "مومن صالح کو پہلا تحفہ یہ دیا جاتا ہے کہ جتنے لوگوں نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی سب بخش دیے جاتے ہیں ،اللہ عزوجل حیا فرماتا ہے کہ ان میں سے کسی پر عذاب کرے۔" (فتاویٰ رضویہ مترجم ر۹ ص ۱۷۱)

جس طرح اہل دنیا نے دیکھا کہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے وصال پرملال پر زمین پر ماتم برپا ہو گیا، آسمان وعرش پر بھی آپ کی آمد آمد کی دھومیں مچی ہوں گی کہ کل جس کی محبوبیت ومقبولیت کا ڈنکا حضرت جبریل علیہ السلام نے آسمانوں میں بجایا تھا آج اسی مومن صالح کی تشریف آوری کا دن ہے۔

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا — فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب وطاہر گیا

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے مبارک جنازے میں کروڑ دے بھی زائد کی تعداد میں علماء ومشائخ وعوام اہل سنت کی شرکت نے یہ روز روشن کی طرح واضح کر دیا کہ بے شک آپ کی یہ مقبولیت عامہ وخاصہ ولایت کاملہ کی روشن دلیل ہے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی اس محبوبیت ومقبولیت کے مختلف اسباب وعلل ہیں مثلاً خلوص وایثار، بڑوں کا بالخصوص سادات کرام کا ادب واحترام اور چھوٹوں پر شفقت ورحمت، اعلیٰ حسن اخلاق، اپنے اجداد کرام کی نیک دعائیں اور سب سے اہم واعظم اپنے مذہب ومسلک پر وموقف پر سختی سے قائم رہنا اور احکام شرع پر مضبوطی سے عمل پیرا رہنا ہے۔ یہ چند وہ ظاہری اسباب ہیں جن سے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو کافی مقبولیت ملی۔ میں ان ظاہری اسباب میں سے صرف ایک سبب "اپنے مذہب ومسلک وموقف اور احکام شرع پر سختی سے قائم رہنے کی کچھ مثالیں پیش کرتا ہوں۔

(۱) حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنی پوری زندگی میں کبھی بھی مذہب ومسلک سے سمجھوتہ نہ کیا اور اہل وسنت وجماعت کے عوام وخواص حضرات کے اعتماد کو کبھی ٹوٹنے نہ دیا، بڑی سی بڑی طاقتوں سے کبھی مرعوب نہ ہوئے، اس پرفتن دور میں جب کہ بعض بنے پیر اپنے مالدار مریدوں کے سامنے حق بات کہنے سے ڈرتے ہیں کہ کہیں نذرانے نہ بند ہو جائیں، الحمد للہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات ایسی پاکیزہ ہے کہ آپ نے ایضاح حق وابطال باطل میں کسی کی کوئی پرواہ نہ کی، چاہے وہ کسی تنظیم وتحریک کا سربراہ ہو یا اپنے وقت کا کھرب پتی۔

ہزار بار رنتائج سے ہو کے بے پرواہ — اسی کا نام لیا جس کا نام لینا تھا

مناظر اہل سنت، خطیب ایشیا ویورپ، سیف رضا حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ صاحب قبلہ (سربراہ اعلیٰ دارالعلوم مخدومیہ رضویہ ردولی شریف یوپی) اس سے متعلق اپنے دو مشاہدے تحریر فرماتے ہیں (پہلا مشاہدہ) "دبئی میں ایک عبدالرزاق نامی شخص جو سونے کا بہت بڑا تاجر ہے، ہینکڑوں لوگ اس کے یہاں کام کرتے ہیں، بلاشبہ وہ تاجر کھرب پتی ہے، وہ تاج الشریعہ کے مریدوں میں سے ہے، دبئی کے قیام کے دوران وہ تاج الشریعہ سے ملنے آیا، کسی شخص نے تاج الشریعہ سے یہ بتادیا کہ ان کے یہاں تراویح کی امامت کوئی دیوبندی یا وہابی کرتا ہے۔

اتنا سننا تھا کہ تاج الشریعہ کے جلال کا عالم نہ پوچھئے، اس شخص سے مصافحہ نہیں کیا اور بہت سخت سست کہا، اخیر کار اس نے

معذرت کی اور توبہ کیا اور عذر پیش کیا کہ ہمیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ ہماری کمپنی میں سیکڑوں لوگ کام کرتے ہیں ،اس لئے ہمیں اس کا علم نہیں ہوسکا کہ کون امامت کرتا ہے ، بہر حال آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ جب سب کے سامنے اس نے توبہ واستغفار کیا پھر تاج الشریعہ نے اسے نرمی سے سمجھایا اور عقائد وہابیہ بتایا اور مسائل شرعیہ اس کے سامنے پیش کیا ، وہ شخص سراپا عجز وانکساری کا مجسمہ بنا رہا ، موقع پاکر اس نے عرض کیا ''حضور غریب خانے پر تشریف لے چلیں'' تو حضرت نے صاف لفظوں میں فرمایا کہ اس بار تو میں نہیں جاسکتا اگر تم توبہ پر قائم رہے تو آئندہ سفر میں چلوں گا ، حالانکہ اس سے پہلے کئی بار اس کے گھر جا چکے تھے۔

اس مشاہدہ کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تاج الشریعہ حقیقی معنوں میں اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم ہند کے علم وعمل اور فضل وکمال کے سچے وارث وامین ہیں اور موجودہ وقت میں ان کی شخصیت آفتاب وماہتاب کی طرح ہے جس سے سارا زمانہ فیض پاتا ہے ، سوا ان کے جو آنکھ رکھ کر بھی حسد میں بند کئے رہے۔

(دوسرا مشاہدہ) دبئی میں گولڈ مارکیٹ کے قریب ''النعیم الراس'' میں سنیوں کی مرکزی مسجد جس میں پاکستان کے قاری غلام رسول صاحب امام تھے ، جمعہ کا دن تھا باوجود یہ کہ وہاں مائک پر نماز ہوتی تھی ، بڑی مسجد تھی ، بھیڑ بھاڑ نمازیوں کی اتنی ہوتی تھی کہ مائک کے بغیر آواز پہونچنا مشکل تھا ، ان تمام باتوں کے باوجود نہ یہ کہ لوگ کیا کہیں گے اور کیا ہوگا ، جمعہ کی امامت فرمائی بغیر مائک کے ، نہ کوئی چوں چرا ، نہ کوئی ہنگامہ ، حالانکہ لوگوں کو سوال کرنے کا پورا پورا حق تھا کہ جب ہر جمعہ کو مائک پر نماز ہوتی ہے تو آج بغیر مائک کے کیوں؟

یہ سب فضل خداوندی اطاعت شرع کا ثمرہ اور نتیجہ ہے ، عوام بھی انہیں علما کو مطعون کرتی ہے جو شریعت کا مذاق بنائے ہوئے ہیں ، اگر کوئی پابند شریعت ہو تو قوم ضرور اس سے محبت کرتی ہے اور احترام بھی۔'' (تجلیات تاج الشریعہ ص ۵۵۲)

(۲) ۲۵ فروری ۲۰۱۲ء میں ممبئی کی ایک بہت بڑی کانفرنس میں کچھ ذمہ داران حضرات نے ڈاکٹر طاہر القادری کے بارے میں حکم شرع دریافت کیا ، تو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے بلاخوف لومۃ لائم جوایضاح حق وابطال باطل فرمایا ہے وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ میں اس بیان کا کچھ حصہ قارئین کے نذر کر رہا ہوں۔

بیان حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ

طاہر القادری کو میں آج سے نہیں بلکہ بہت لمبے عرصے سے جانتا ہوں ، جب طاہر القادری کی پاکستان میں بحیثیت ایک مقرر کے اس کی ابتداء ہوئی ، میں نے اس کے بعض بیانات بھی سنے اور علمائے اہل سنت وجماعت نے شروع شروع جس طرح پاکستان میں ایک شخص تھا اسرار الحق ، اس کو آگے بڑھایا تھا ، بعد میں اس نے اپنا رنگ دکھایا اور وہ بدمذہب نکلا ، اس نے اپنی بدمذہبی ظاہر کی۔

یہی کچھ حال طاہر القادری کا ہوا ، ~~۸۵~~ ء سے پہلے کراچی میں میں نے اس کے بعض بیانات سنے ، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کی تعریف میں اس نے ایک جلسے میں بہت اچھی تقریر کی لیکن اعلیٰ حضرت کا نام لینا یا ان کی تعریف کردینا یہ سنیت کا مدار نہیں ، حدیث میں آیا ہے ''اللہ تبارک وتعالیٰ کبھی اس دین کی تائید کافر کے ذریعے بھی فرماتا ہے۔'' تو وہ اہل سنت کے ساتھ رہا اور علمائے اہل سنت وجماعت کا دم بھرتا رہا ، اعلیٰ حضرت کا دم بھرتا رہا ، یہ سب اس کی طرف سے آپ یہ سمجھ

لیجئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل حق اور دین حق کی تائید میں کچھ وہ بلوا دیا جو آج اس کے خلاف حجت ہے۔ اور اس کے بعد ۸۵ء میں مجھے اس نے دعوت دی، لاہور میں اپنا ادارہ منہاج القرآن دیکھنے کے لئے، میں نے دعوت قبول کر لی تھی، گاڑی ابھی میری لاہور پہنچی نہیں تھی کہ مجھے "فرقہ پرستی کا خاتمہ کیوں کر ممکن ہو" طاہر القادری کی کتاب دکھائی گئی اس کا میں نے سرسری مطالعہ جب کیا تو اس کے اندر شروع ہی میں اس نے لکھا کہ بریلویت، دیوبندیت، شیعیت ان میں کوئی بڑا اختلاف نہیں ہے تعبیری اور تشریحی اختلاف ہے، اور سبھی ایک ہیں، پوری کتاب اسی مضمون سے بھری ہوئی تھی۔

وہ دن اور آج کا دن میں نے کبھی طاہر القادری کے کسی جلسے میں شرکت نہیں کی اور مجھ سے بہت اس کے ہمنوا اصرار کرتے رہے کہ اس کی دعوت پر میں جاؤں، میں نے کہا کہ پہلے یہ معاملہ صاف ہوگا اس کے بعد پھر بات کچھ آگے بڑھے گی، پھر ساؤتھ افریقہ میں جب کچھ عاقبت نا اندیشوں نے اس کو بلایا، ہم لوگوں نے اپنی برأت ذمہ کے لئے اس کی گمراہی اور اس کے کفریات سے ان لوگوں کو آگاہ کیا کہ اس کو بلانے سے باز آئیں، وہ بلا کر رہے اور دھوکے سے ہم کو بھی بلا لیا، اس موقع پر میں اسٹیفورڈ جوڈربن کی جامع مسجد ہے وہاں پر علمائے اہل سنت جن میں محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری رضوی امجدی مدظلہ العالی قابل ذکر ہیں، وہ اور میں اور دوسرے مقامی علماء وہاں پر حاضر ہوئے اور اس کو مناظرے کی دعوت دی، وہ مناظرہ نہ کر سکا اور میدان چھوڑ کر بھاگا اور اس جلسے میں خلفشار کروا دیا۔

اس کے بعد سے اس کا حال بد سے بدتر ہے، پہلے تو سنی وہابی، سنی دیوبندی، سنی شیعہ ان سب کو ایک کرنے کی مہم چلائی اور اب یہودی، عیسائی اور مسلمان سب اس کے نزدیک Beleiver ہیں یعنی یہودی اور عیسائی اس کے نزدیک اہل ایمان ہیں۔ اور اس کی کلپ (Clip) میں نے خود سنی ہے۔ یہاں اگر سعید نوری وغیرہ نے اس کلپ کو مہیا کیا ہو تو علما، اور عوام سن سکتے ہیں اور یہ میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ اس نے کہا کہ ہماری مسجد یہودیوں کے لیے عیسائیوں کے لیے کھلی ہوئی ہے اور ان سے کہا کہ آپ اپنے طور پر ہماری مسجد میں عبادت کر سکتے ہیں، یہ سب اس کے کھلے کفریات ہیں جن کی رو سے وہ صرف بدمذہب اور گمراہ نہیں بلکہ اس کا اسلام سے نام کا بھی رشتہ نہیں، وہ طاہر القادری نہیں بلکہ طاہر الپادری ہے۔

ہم لوگوں کو خصوصاً علمائے اہل سنت کو یہ لازم ہے کہ اپنے اپنے حلقے میں اس کی گمراہی سے، اس کی بدمذہبی سے بلکہ اس کے ان کفریات سے اور اس کفر و ارتداد سے آگاہ کریں۔" (بحوالہ تحفظ مسلک اعلیٰ حضرت ص ۱۰۹)

(۳) اسی طرح ایک موقع پر ایک سائل نے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے پاکستان کے الیاس قادری کے بارے میں سوال کیا کہ "مخدوم گرامی حضرت والا عظیم المرتبت نبیرۂ مفتیٔ اعظم علامہ اختر رضا خاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی ۔۔۔۔۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ضروری عرض یہ ہے کہ تنظیم "دعوتِ اسلامی" جس کے بانی مولانا الیاس قادری پاکستانی ہیں، اس تنظیم کے طریقۂ تبلیغ دین سے سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں میں شدید بے چینی پائی جارہی ہے، اس لئے کہ یہ بات دعوت اسلامی کے آئین سے ہے کہ بدمذہب بددین وہابیوں دیوبندیوں کے عقائد کے متعلق کچھ نہ کہا جائے، اور دعویٰ ان کا یہ ہے کہ ہم سنیت کی اشاعت اور تبلیغ کرتے ہیں۔ جب خدا اور رسول کے دشمنوں کے عیوب کو ظاہر نہ کیا جائے بلکہ ان کا نام لینے سے گھبرایا جائے کیا اسی کو سنیت کی تبلیغ کہتے

ہیں؟ کیا باطل کا رد کیے بغیر سنیت کی اشاعت ہو سکتی ہے؟ ان کے اس طریقہ تبلیغ سے کیا عوام اہل سنت کے حق و باطل کو ایک ہی سمجھ کر گمراہ ہو جانے کا خطرہ نہیں؟

لہٰذا حضور سے مؤدبانہ التماس ہے کہ بانیٔ دعوت اسلامی کو اپنی مقدس تحریر ہی کے ذریعہ سمجھا دیں کہ سنیت کی تبلیغ کس طرح کی جاتی ہے، خدا گواہ ہے کہ ہمارا مقصد انتشار و خلفشار ہرگز نہیں بلکہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ تبلیغ سنیت کا م صحیح طریقے سے ہوتا کہ ہم سب مل جل کر کام کر سکیں۔"

مولانا الیاس قادری باوجود اس کے کہ وہ ایک تنظیم کے بانی و سربراہ کہے جاتے ہیں، بلا خوف و خطر حق کی وضاحت کرتے ہوئے حضور تاج الشریعہ تحریر فرماتے ہیں کہ "مولانا الیاس قادری پر لازم ہے کہ وہ لوگوں کو تحریری طور پر مطمئن کریں، ورنہ لوگوں کا ان سے احتراز اور دوری حق بجانب ہے۔ والسلام

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہٗ (بحوالہ نوادرات تاج الشریعہ ص ۱۲۲)

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی استقامت علی الحق کی یہ (اور اس کے علاوہ بہت سی) ایسی مثالیں ہیں جس کے سبب آپ کو ایسی مقبولیت و محبوبیت عطا ہوئی کہ وہ لوگ جنھوں نے اپنی زندگی کے بیشتر سال آپ کی اور آپ کے موقف کی مخالفت میں گزاری، جن کے مدرسے میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا لکھا ہوا مشہور زمانہ سلام "مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" پڑھنے پر پابندی ہے اس مدرسے کے مفتی اور اپنے آپ کو بہت بڑے عالم و ادیب کہلانے والے قلم کاروں کو خود ناچیز راقم الحروف (محمد عبد الرحمن قادری رضوی) نے اپنی نگاہوں سے دیکھا کہ اتنی مخالفت کے باوجود بھی آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کرنے کے لئے جگہ تلاش رہے تھے، یہ مقبولیت آپ کی استقامت علی الحق کا ثمرہ تھی جس نے مقبول خاص و عام بنا دیا۔

یہ تو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی مقبولیت کے ظاہری اسباب تھے، لیکن اگر حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو آپ کی یہ مقبولیت کا سبب خدا و رسول جل وعلا و صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت خاص اور روحانیت ہے کیوں کہ بہت سارے لوگوں کو مختلف شہروں اور گاؤں میں میں نے خود دیکھا کہ انھوں نے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو دیکھا تک نہیں لیکن وہ بستی بستی قریہ قریہ تاج الشریعہ تاج الشریعہ کا نعرہ لگانے میں بڑی فرحت محسوس کرتے ہیں بلاشبہ یہ روحانی اور غیر مادی ہی سبب ہے جس نے بلا دیکھے لوگوں کے دلوں میں بھی آپ کی مقبولیت کو جگہ دی ہے۔ لیکن اتنا سب کچھ ہوتے ہوئے بھی کچھ دل کے اندھے اور عقل کے دشمن علم و فضل کے اس آفتاب و ماہتاب پر چاہتے ہیں کہ گرہن لگ جائے لیکن انشاء اللہ تعالیٰ ان کی آتش حسد یوں ہی بھڑکتی رہے گی اور اسی میں وہ جل کر مر جائیں گے اور حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد بھی لوگ ان کے فیضان کرم سے مالا مال ہوتے رہیں گے۔

ابر رحمت ان کی مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر
فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ بارگاہ الٰہی کے مخصوص بندے اور ولی کامل ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ولیوں سے عداوت اور دشمنی اللہ

رب العزت کی ناراضگی کا سبب ہے۔ حدیث پاک میں ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "من عادلی ولیا فقد اذنتہ بالحرب" جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے تو میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔" لہٰذا جن جن لوگوں نے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی شان میں گستاخی کی ہے یا جن کے دلوں میں آپ سے عناد ہے وہ صدق دل سے اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرلیں یہ ان کی آخرت کے لئے بہتر ہے۔ ورنہ آخرت میں پچھتانے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

آخر میں پیری اور مریدی کے تعلق سے ایک بات عرض کرکے اپنے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ ایک مرشد کامل کی ذات گرامی سے جن جن چیزوں کو نسبت حاصل ہے ان سب کا ادب واحترام مریدوں پر فرض ہے۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں" ائمۂ دین نے تصریح فرمائی ہے کہ مرشد کے حق باپ کے حق سے زائد ہیں، اور فرمایا کہ باپ مٹی کے جسم کا باپ ہے اور پیر روح کا باپ ہے، اور فرمایا کہ کوئی کام اس کے خلاف مرضی کرنا مرید کو جائز نہیں، اس کے سامنے ہنسنا منع ہے، اس کی بغیر اجازت بات کرنا منع ہے، اس کی مجلس میں دوسرے کی طرف متوجہ ہونا منع ہے، اس کی غیبت میں اس کے بیٹھنے کی جگہ بیٹھنا منع ہے۔ اس کی اولاد کی تعظیم فرض ہے، اگرچہ وہ بے جا حال پر ہوں، اس کے کپڑوں کی تعظیم فرض ہے، اس کی چوکھٹ کی تعظیم فرض ہے۔" (فتاویٰ رضویہ ج ۱۲/ص ۱۵۲ رضا اکیڈمی ممبئی)

ناچیز راقم الحروف (محمد عبدالرحمن قادری رضوی) اپنے مرشد گرامی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے مریدوں سے خصوصی طور پر اور آپ سے عقیدت ومحبت رکھنے والوں سے عمومی طور پر عرض کرتا ہے کہ آپ حضرات حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی ذات گرامی سے منسوب ہر چیز بالخصوص شہزادہ حضور تاج الشریعہ قائد ملت مخدوم گرامی وقار حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد عسجد رضا خان صاحب قبلہ مدظلہ العالی کو حضور تاج الشریعہ کا سچا جانشین مانیں اور ان کے ادب واحترام، تعظیم وتوقیر کو اپنے اوپر فرض جانیں (جیسا کہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ پیر کی اولاد کی تعظیم فرض ہے اور حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے پیغام یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کے پیغام کو عام کرنے کے لئے ان کے دست وبازو بنیں۔ اللہ تعالیٰ حق بات قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

جہاں میں عام پیغام شہ احمد رضا کردیں
پلٹ کر پیچھے دیکھیں پھر سے تجدید وفا کردیں
مجھے کیا فکر ہو اختر مرے یاور ہیں وہ یاور
بلاؤں کو جو میری خود گرفتار بلا کردیں

تاجدار ولایت تاج الشریعہ

مفتی محمد غلام سرور مصباحی، استاذ جامعہ قادریہ مدینۃ العلوم، بنگلور

اولیائے کرام کے وجود کا مطلب کفر و شرک، ضلالت و گمرہی، بدعات و خرافات، برے اور گندے رسومات اور معاشرے میں پھیلی بے حیائی اور عریانیت کو دور کرنا ہے۔ اولیائے کرام اپنی زبان، تحریر و تقریر، گفت و شنید اور چال چلن کے ذریعے ملت اسلامیہ میں ایک نئی اور خاص نشان چھوڑ تے ہیں غرض کہ اولیاء اللہ کی شخصیات اخلاق رسول ﷺ کی آئینہ دار ہوا کرتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی سنن، عادت، اطوار اور اداؤں کی جھلک اولیاء اللہ کی ذات میں من جانب اللہ ودیعت ہوتی ہے۔ ابتداء تا انتہا اولیائے کرام عیوب و نقائص سے دور ہوتے ہیں اور اپنے ذہن و فکر کو ہمہ وقت یاد الٰہی اور عشق مصطفوی میں مستغرق رکھتے ہیں انہیں نہ کسی کا خوف، نہ کسی جانور کا خدشہ، نہ کسی سرمایہ دار سے دہشت صرف خشیت ربانی کی آگ ہی ان کے دلوں میں جوش مارتی رہتی ہے۔ باقی دنیا و مافیہا سے ضرور خالی الذہن ہوتے ہیں اسمیں قدیم و جدید اولیاء کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ جو بھی خدا کا ولی ہوگا وہ ضرور ان صفات سے متصف ہوگا۔ جب ہم موجودہ زمانے کے اولیاء اللہ کا حال معلوم کرتے ہیں ان کی زیست کے ایام کا مطالعہ کرتے ہیں اور شبانہ روز کی مصروفیات اور خدمات کا جائزہ لیتے ہیں تو ذہن و فکر میں ایک ایسے نام کی بھی تصویر کھچتی ہے جو مذکورہ کمالات اور صفات سے مزین نظر آتی ہیں۔

یہ وہی ذات گرامی ہے جو عالم اسلام میں تاج الشریعہ، وارث علوم رضا، زہد و تقوی کے بحر بے کراں، واصل خالق ارض وسماں، علم و فن کے نیر تاباں، فصاحت و بلاغت کے موج طوفاں، اخلاق و کردار کے حسن تاباں، فکر عمیق و تحقیق انیق کے مہر و ماہ، صورت و سیرت کے بدر کاملاں، شعر و سخن کے سعدی زماں، زبان و بیان اور تحریر و تصنیف کے غزالی دوراں، فقہ و افتاء کے برج تاباں، تفکر و تدبر کے ساز و ساماں، یعنی اختر رضا خاں (قادری ازہری برکاتی بریلوی) کے نام معروف و مشہور ہے۔ میری نظر میں آپ اپنے وقت کے جید اور باکمال ولی ہیں آپ ولایت کے منصب پر بدرجہ اتم فائز ہیں بلکہ ولایت کے لوازمات و ضروریات سے ضرور مزین ہیں پوری زندگی میں ولایت کے آثار و علامات آپ کے روئے اقدس سے ظاہر ہوتے رہے آپ کے کارناموں سے قطع نظر خود چہرۂ انور ولایت کی دلیل پیش کر رہا ہے اور جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ولی وہ ہے جسے دیکھ کر خدا یاد آ جائے کیا یہ جملہ حضور تاج الشریعہ پر بدرجہ کمال صادق نہیں آتا ہے؟ ضرور آتا ہے! یہی تو وجہ ہے کہ رخ زیبا کی نورانیت اور شکل و شباہت کی موزونیت ہی نے کروڑوں متلاشیان حق و غیر متلاشیان حق کو فدا کر رکھا تھا جب ہم آپ کی زندگی کا غائرانہ مطالعہ کرتے ہیں تو یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ آپ پیدائشی ولی اور فطری عاشق نبی ہیں ولی کو جو ذمہ داریاں من جانب اللہ سونپی جاتی ہیں جیسے خدمت خلق، تبلیغ اسلام، فرائض خداوندی کی ادائیگی، اسلام اور تعلیمات اسلام کی ترقی و آبیاری، امر بالمعروف، نہی عن المنکر کی بجا آوری، عادت و اطوار میں ذات رسالت مآب کی تابعداری، کافروں اور مشرکوں کے یہاں کلمۂ اسلام کی فرستادگی یہ ساری خوبیاں ذات تاج الشریعہ میں قطعی

طور پر موجود تھیں۔ آپ کی زندگی کے چند گوشے جو آپ کی ولایت پر کامل دلیل ہیں ذیل میں اجاگر کرنے کی سعادت حاصل کی جاری ہے۔

(۱) اخلاق و کردار:

ایک ولی کے لیے تبلیغ اسلام کی خاطر جو چیز ضروری ہے وہ اخلاق و کردار ہے۔ آپ اکابر اولیاء کے اخلاق کا طائرانہ مطالعہ کر لیجئے اور میرے مرشد برحق سیدی تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان کے اطوار دیکھ لیجئے فرق تو در کنار مماثلت ضرور نظر آئے گی اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ پرچم اسلام کی بلندی کے لیے اخلاق کے دھنی اور خوگر ہونے پڑتے ہیں تاج الشریعہ کا بھی یہی حال تھا آپ نے فرزندان توحید کے درمیان اپنے اخلاق و کردار کی ایسی شمع فروزاں کی ہیں جو ایک ولی کے لیے لازم وضروری ہوتا ہے اپنوں اور غیروں کی طرف سے جو بھی حملے ہوئے تحریراً وتقریراً جو بھی آپ کی ذات پر جملے چست کیے گئے ان مواقع پر آپ نے عادت رسول اور خلق نبوی کی عملی تفسیر پیش فرمائی نہ آپ نے کبھی کسی کی ذات پر انگلی اٹھائی نہ آپ نے اپنی زبان سے کسی پر جارحانہ حملہ کیا اور نہ کسی سے کوئی انتقام لینے کی فکر کی "کما تدین تدان" کے تحت اخلاق رسول کی روشنی میں ان باتوں پر اصلاً توجہ نہیں فرمائی کیا یہ آپ کی ولایت پر بین دلیل نہیں؟ بلکہ ہم نے اپنے مربی واستاذ بحر العلوم والفنون استاذ الاساتذہ علامہ مفتی عبد المنان اعظمی نور اللہ مرقدہ سے بارہا سنا ہے کہ ان (تاج الشریعہ) کی ذات بے مثال ہے وہ اخلاق کے پیکر ہیں وہ بھی ذاتیات پر حملہ تو دور کی بات ان چیزوں میں پڑتے ہی نہیں ہیں۔ یہی بحر العلوم ہیں جنہوں نے تاج الشریعہ کی زندگی کا مشاہدہ کیا ہے جلسوں، محفلوں اور فقہی سیمناروں میں بالمشافہ ملاقات کی ہیں لہذا وہ ان کی ذات کو بحسن وخوبی جانتے ہیں اس لئے اپنی زبان فیض سے تاج الشریعہ کے کردار کی گواہی دے رہے ہیں۔

ہم نے تو صرف اپنی آنکھوں سے تاج الشریعہ کا دیدار کیا ہے مگر ان کے معاصر بزرگوں نے ان کے اخلاق علمی اور عملی زندگی کو دیکھا ہے اس لئے بحر العلوم کے یہ جملے تاج الشریعہ کی کردار کے اعلیٰ وارفع ہونے کی دلیل قاطع ہے جب ہم مذکورہ باتوں کو مدنظر رکھ کر احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپ کی ذات اخلاق کا نمونہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان فرامین رسالت مآب پر بھی کھری اترتی نظر آتی ہیں جن میں اللہ کے نبی نے اپنی امت کو اخلاق کی تعلیم دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ان من احبکم الی احسنکم اخلاقا" کہ میرے نزدیک تمہاری سب سے پسندیدہ چیز تمہارا اچھا اخلاق ہے۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں "ان اثقل شیء یوضع فی میزان المومن یوم القیامۃ خلق حسن" کہ مومن کی سب سے بھاری چیز جو قیامت کے روز میزان میں رکھی جائے گی وہ حسن اخلاق ہے۔ ایک دن حضور ﷺ نے صحابہ سے دریافت فرمایا کہ انسان کو جو چیز دی گئی ہے ان میں بہتر کیا ہے صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اسکے رسول بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا الخلق الحسن، کہ ان میں سب سے بہتر حسن خلق ہے (مشکوۃ) غرض کہ جہاں تاج الشریعہ اپنی خدمت اور کارہائے نمایاں کے ذریعہ دنیا میں مقبول ہیں وہیں آپ کے اخلاق حسنہ کو بھی اسمیں غیر معمولی دخل ہے جس نے آپ کو اوج ثریا تک پہونچایا ہے۔

(۲) امر بالمعروف نہی عن المنکر:

ایک ولی کی ولایت اس وقت تک تام نہیں جب تک وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو کما حقہ ادا نہ کرے

انفرادی طور پر یہ کام ہر شخص پر ضروری ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے ''من رأى منكرا فليغير بيده الخ'' اسی طرح اجتماعی طور پر یہ کام فرض کفایہ ہے قرآن مقدس فرماتا ہے ''ولتكن منكم امة يدعون الى الخير و يامرون بالمعروف وينهون عن المنكر و اولئك هم المفلحون '' (آل عمران آیت ۱۰۴) کہ تم میں ایک ایسا گروہ ہونا چاہیے جو بھلائی کی دعوت دیں نیکی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں اور وہی لوگ کامیابی پانے والے ہیں۔ آج کے موجودہ زمانے میں شریعت و طریقت کے اصول پر عمل کرنا، اسلامی تعلیمات کی روشنی میں زندگی گزارنا، فواحشات، لغویات، منکرات، خرافات، اور محرمات سے بچنا مٹھی میں انگار لینے کے مثل ہے ایسے سنگین حالات میں اپنی زندگی کو قوانین شریعت کے مطابق گذارنا کرامت سے کم نہیں اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ ایسے انحطاط کے دور میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مسئلہ بالکل ناپید ہوتا جا رہا ہے لیکن کچھ خاصان خدا اور سرفروشان حق ایسے بھی ہیں جو اپنی جان، مال، عزت و ناموس اور اپنے آپ کو راہ خدا میں وقف کر کے بغیر کسی لومۃ لائم کے بحسن و خوبی اس فریضے کو انجام دیتے ہیں، جب ہم تاج الشریعہ کو ان حالات میں دیکھتے ہیں تو یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ آپ نے اپنے دور حیات میں اس فریضے کو بدرجہاتم نبھایا اور پورا کیا ہے مثال کے طور پر تصویر کشی اور ویڈیو گرافی کو ہی دیکھ لیجئے آج وقت کے جید، اعلی، اوسط، مقرر، مفکر، مبلغ اور شیخ طریقت ہر کوئی تصویر سازی میں مبتلا ہی نہیں بلکہ اس میں فخر و شہرت محسوس کرتے ہیں اپنے بڑوں کی اور خود اپنی تصاویر آج فخریہ انداز میں سوشل میڈیا پر پیش کی جاتی ہیں۔ حتی کہ ان تصاویر کو باقاعدہ مضبوط فریمنگ کر کے مکانوں میں آویزاں کیا جا رہا ہے حالاں کہ حدیث رسول اس کی سخت ممانعت اور حرمت کا حکم دیتی ہے جیسا کہ ارشاد رسول ہے، ان اشد الناس عذابا يوم القيمة المصورون. (مشکوۃ المصابیح) کہ قیامت کے دن تصویر بنانے والوں کو سخت عذاب دیا جائے گا مگر تاج الشریعہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ دم واپسی تک مذکورہ حدیث پر عامل رہے بڑے، چھوٹے، ملکی اور غیر ملکی پروگراموں میں آپ نے اولا یہی فرمان جاری کیا کہ کوئی ویڈیو گرافی نہ کریں، تصویر لینے کی زحمت نہ کریں یہاں تک کہ آپ نے اس کی حرمت پر کئی بار زبان حال سے اعلان بھی فرمادیا ہے اور اپنے مریدین کو اسی پر قائم رہنے کی سخت تاکید فرمائی۔

میڈیا اور ٹیلی ویژن کے اس زمانے میں اپنے آپ کو ان چیزوں سے دور رکھنا اور معتقدین کو ان چیزوں سے کنارہ کشی کرنے کا حکم دینا تاج الشریعہ جیسے ولی کامل ہی کا حصہ ہے اس لیے برملا کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے ان مسائل پر دل، زبان، آنکھ، ہاتھ تحریر، تقریر اور قلم سے جہاد کیا ہے یقینا آپ کا یہ عمل اس حدیث کی عملی تفسیر ہے جس میں ایسے ہی لوگوں کی تعریف و تحسین کی گئی ہے اور انہیں نجات و بخشش کا مژدہ سنایا گیا ہے، رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں آخری زمانے میں میری امت کو اپنے حکمرانوں سے سخت تکلیفیں پہنچیں گی ان سے صرف وہی نجات پائیں گے جس نے اللہ کے دین کو پہچانا اور اس پر اپنی زبان، ہاتھ اور دل کے ساتھ جہاد کیا اور وہ شخص بھی نجات پائے گا جس نے اللہ کے دین کو پہچانا اور اس پر خاموش رہا اگر کسی کو نیکی کرتے دیکھا تو اس سے محبت کرنے لگا اور اگر کسی کو غلط کام کرتے دیکھا تو اس سے ناراض رہا (مشکوۃ المصابیح)

(۳) دلوں پر حکومت:

اللہ تعالیٰ نے مرشد برحق پیشوائے طریقت غواص بحر معرفت واقف اسرار حقیقت تاج شریعت علامہ شاہ اختر رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کو کچھ ایسی خوبیاں عطا فرمائی ہیں جن کی وجہ سے آپ اولیائے کاملین کے صف میں بہت ہی ممتاز نظر آتے ہیں

یہی وجہ ہے کہ شرق تا غرب پوری دنیائے اسلام میں آپ کی ذات پاک کو عوام، خواص، علما، فقہا، مفتیان دین، محرر و مصنفین اور مبلغین میں بے پناہ مقبولیت حاصل ہے اس میں صرف ہندوستان ہی کی تخصیص نہیں بلکہ امریکہ، افریقہ، برطانیہ، سعودیہ، مصر، عراق، شام، لیبیا، کویت، افغانستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور نیپال جیسے ممالک میں آپ کا سکہ جما ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ اپنوں کے علاوہ غیروں نے بھی آپ کی صداقت، شباہت، صلاحیت و لیاقت، علمی عملی جولانیت اور شخصیت و بزرگی کا لوہا مانا ہے۔ عقل و خرد کے ابتدائی دور سے لحد تک روز افزوں آپ کا ڈنکا چہار دانگ عالم میں بجا اور بجتا رہے گا ایسا اس لیے ہے کہ تاج الشریعہ زندگی بھر حب الٰہی اور عشق نبوی کی جھما جھم بارش میں نہاتے رہے دنیا و مافیہا سے ان کو کوئی سروکار نہیں تھا اٹھنا بیٹھنا سفر و حضر اکل و شرب حتی کہ زندگی کی سانسیں سب کچھ خدائے قدیر و جبار ہی کے لیے تھیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو چہار سو مقبول و معروف کر دیا اور ان کی محبت اور شخصیت کے احترام کو لوگوں کے دلوں میں ڈال دیا جیسا کہ خدائے لم یزل کا فرمان ہے، ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات سیجعل لهم الرحمن ودا (المریم آیت ۹۶) کہ بے شک جو ایمان لائے اور نیک کام کیے عنقریب اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت کو ڈال دے گا، آخر ایسا کیوں نہ ہو، کہ جس آدمی سے اللہ محبت فرمائے اور جبریل علیہ السلام جس سے محبت کریں وہ لامحالہ لوگوں کی نظروں میں محبوب ہوگا جیسا کہ بخاری، مسلم اور ترمذی میں ہے کہ جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت فرماتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ جبرئیل کو حکم دیتا ہے اے جبرئیل فلاں آدمی سے مجھ کو محبت ہے تو بھی اس سے محبت کر تو جبرئیل بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر جبرئیل سارے فرشتوں کو ان سے محبت کرنے کی تاکید کرتے ہیں تو سارے فرشتے ان سے محبت کرتے ہیں پھر زمین والوں میں اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ جس کی واضح دلیل آپ کی نماز جنازہ میں کروڑوں فرزندان توحید کی شرکت ہے۔

***

حضور تاج الشریعہ بحیثیت فقیہ

مولانا عبدالشکور مرکزی، تخصص فی الفقہ، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا فقیہ بناتا ہے یعنی دین کا فقیہ ہونا یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے ہے اور جو فقیہ ہوگیا گویا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے ساتھ خیر وبھلائی کا ارادہ فرمالیا۔

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ خانوادۂ اعلیٰ حضرت اپنی علمی وجاہت، فقیہانہ کروفر، اور عارفانہ جلال وجمال کے سبب صدیوں سے ممتاز اور یکتائے روزگار چلا آرہا ہے حدیث وفقہ وتصوف اور ادب میں اس خانوادہ کی جامعیت کی کوئی نظیر شاید ہی کہیں ملے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے بعد حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں، مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفی رضا خاں اور تاج الشریعہ بدر الطریقہ، مظہر السلف، حجۃ الخلف، فخر ازہر، وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی شاہ محمد اختر رضا خاں قادری ازہری رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح گلستان علم وفن کی آبیاری، چمنستان شعر وسخن کی سرسبز وشادابی اور میکدۂ عرفان آباد رکھنے میں خون جگر صرف کیا ہے اسے تاریخ ہمیشہ یاد رکھے گی۔

بالجملہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ گوناگوں خوبیوں میں بے جوڑ نظر آتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اپنے رسالہ "ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبد الباری" میں تحریر فرماتے ہیں: فقیہ ہونے کے لئے تیس بنیادی امور کا ہونا ضروری ہے۔ اور وہ یہ ہیں:

فقہ یہ نہیں کہ کسی جزیہ کے متعلق کتاب سے عبارت نکال کر اس کا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے، یوں تو ہر اعرابی ہر بدوی فقیہ ہوتا کہ ان کی مادری زبان عربی ہے بلکہ فقہ بعد ملاحظہ اصول مقررہ وضوابط محررہ ووجوہ تکلم وطرق تفاہم وتنقیح مناط ولحاظ انضباط ومواضع یسر واحتیاط وتجنب تفریط وافراط وفرق روایات ظاہرہ ونادرہ وتمیز درآیات غامضہ وظاہرہ ومنطوق ومفہوم وصریح وقول وجمہور ومرسل ومعلل ووزن الفاظ مفتیین وسیر مراتب ناقلین وعرف عام وخاص وعادات بلاد واشخاص وحال زمان ومکان واحوال رعایہ وسلطان وحفظ مصالح دین ودفع مفاسد مفسدین وعلم وجوہ تجریح واسباب ترجیح ومناہج توفیق ومدارک تطبیق ومسالک تخصیص ومناسک تقیید ومشارع قیود وشوارع مقصود وجمع کلام ونقد مرام وفہم مراد کا نام ہے کہ تطلع تام واطلاع عام ونظر دقیق وفکر عمیق وطول خدمت علم وممارست فن وتیقظ وافی وذہن صافی معتاد تحقیق مؤید بتوفیق کا کام ہے۔ اور حقیقت وہ نہیں مگر ایک نور کہ رب عزوجل بمحض کرم اپنے بندہ کے قلب میں القا فرماتا ہے۔ "وما یلقیھا الا الذین صبروا وما یلقیھا الا ذو حظ عظیم الآیۃ" (اور یہ دولت نہیں ملتی مگر صابروں کو اور اسے نہیں پاتا مگر بڑے نصیب والا) [فتاوی رضویہ مترجم ج ۱۹ ص ۳۷۷۔۳۷۹]

یہ تمام مذکورہ خصوصیات جس شخص کو حاصل ہوں حقیقت میں وہی فقیہ ہے اور یہ تمام خصوصیتیں حضور تاج الشریعہ کے اندر موجود تھیں ۔آپ بیک وقت مفسر، محدث، متکلم، شارح، محشی، اصولی، محقق، مصنف، مترجم، ناقد، ادیب، شاعر، مرشد، خطیب، مفتی شرع اور فقیہ جیسے اوصاف وکمالات کے جامع اور علم شریعت کے مہر وماہ بن کر آسمان طریقت پر روشن ہوئے۔آپ نہ صرف رموز طریقت سے آگاہ تھے بلکہ دقیق سے دقیق مسام علوم کے معانی اور مطالب واضح کر دینے میں مکمل درک رکھتے تھے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی حیات مبارکہ ہر گوشے کے اعتبار سے قابل تقلید اور مثال آپ ہے۔خوش رو، خوش لباس، نہایت کریم النفس، گفتگو نہایت شیریں آواز بڑی دلکش، اور قادر الکلام بھی تھے۔آپ کی عبادت، زہد وتقوی، جود وسخا، علم، حلم، دن کو علم اور رات کو عبادت میں بسر کرنا۔غرض آپ کی حیات مبارکہ کے بیشار گوشے ہیں جن کا احاطہ دشوار ہے۔

نسبندی کے خلاف فتویٰ:

اندرا گاندھی سابق وزیر اعظم ہند کا مزاج آمرانہ تھا، اس کے دور اقتدار میں عوام پر ظلم وجبر کیا گیا، کانگریس پارٹی کی ساری قوت کا نقطۂ ارتکاز صرف اور صرف اندرا گاندھی کی ذات تھی۔اس نے یہ سب بلا شرکت غیر اقتدار پر اپنی گرفت قائم رکھنے کے لئے ہی کیا تھا۔وہ سیاسی مخالفین کو بے دردی سے کچل دینے کے لئے سخت سے سخت اقدام کرنے میں بھی کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتی تھی ۔اندرا گاندھی کے ساتھ اس کے بیٹے سنجے گاندھی کا تانا شاہی نظریہ پس پردہ کام کر رہا تھا۔۱۹۷۵ء میں پورے ملک میں ہنگامی حالات کا اعلان کر دیا گیا، تمام شہریوں کے بنیادی حقوق سلب کر لئے گئے، رقیبوں کو قید سلاسل میں جکڑ کر نذر زنداں کر دیا گیا ''میسا'' جیسے جابر قانون کو نافذ العمل کر دیا گیا۔ان تمام حالات کے ساتھ ہی دو سے زیادہ بچہ پیدا کرنے پر سختی سے پابندی عائد کر دی گئی اور ان لوگوں پر نسبندی کرنا ضروری قرار دیا۔پولیس عوام کو جبراً پکڑ پکڑ کر نسبندی کرا رہی تھی، اسی اثناء میں نسبندی کے جواز یا عدم جواز پر شرعی نقطۂ نظر جاننے اور عمل کرنے کے لئے دار الافتاء بریلی سے عوام نے رجوع کرنا شروع کر دیا۔دوسری طرف دیو بند کے دار الافتاء سے قاری محمد طیب مہتمم دار العلوم دیو بند نے نسبندی کے جائز ہونے کا فتوی دے دیا۔ملک کی ہیجانی کیفیت اور امت مسلمہ میں انتشار کو دیکھتے ہوئے جابر وظالم حکمراں کے خلاف تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے حکم پر حضور تاج الشریعہ نے نسبندی کے حرام و ناجائز ہونے کا فتوی صادر فرمایا۔اس فتوی پر حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے علاوہ حضرت مولانا مفتی قاضی عبد الرحیم بستوی علیہ الرحمہ، مولانا مفتی ریاض احمد سیوانی قدس سرہ کے دستخط ہیں۔فتوٰی کی اشاعت کے بعد حکومت نے اس بات کے لئے دباؤ ڈالا کہ یہ فتوی واپس لے لیا جائے مگر حضرت نے فتوٰی سے رجوع کرنے سے انکار کر دیا اور نمائندگان حکومت سے صاف صاف کہہ دیا گیا کہ فتوی قرآن وحدیث کی روشنی میں لکھا گیا ہے کسی بھی صورت میں واپس نہیں لیا جا سکتا۔

[سوانح تاج الشریعہ]

حق گوئی اور بےباکی:

صاحب رسالہ'' حیات تاج الشریعہ'' لکھتے ہیں :اللہ رب العزت نے حضور تاج الشریعہ کو جن گوناگوں صفات سے متصف کیا تھا ان صفات میں ایک حق گوئی اور بے باکی بھی تھی۔آپ نے کبھی بھی صداقت وحقانیت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا چاہے کتنے ہی مصلحت کے تقاضے کیوں نہ ہوں۔چاہے کتنے قید وبند، مصائب وآلام اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہننا پڑیں کبھی کسی کو خوش کرنے

کے لئے اس کی منشا کے مطابق فتویٰ نہیں تحریر فرمایا جب بھی فتویٰ تحریر فرمایا تو اپنے اسلاف، اپنے آباء واجداد کے قدم بقدم ہو کر تحریر فرمایا جس طرح جد امجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی اور مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی بے خوف وخطر فتویٰ تحریر فرماتے اسی طرح اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جانشین مفتی اعظم نظر آتے ہیں۔ اس حق گوئی کے شواہد آج آپ کے ہزاروں فتاویٰ اور واقعات ہیں جو ملک اور بیرون ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ [حیات تاج الشریعہ]

استحضار علمی اور تفقہ:

حضور تاج الشریعہ فقہ وفتاویٰ میں یادگار اعلیٰ حضرت، حسن وجمال میں مظہر حجۃ الاسلام اور زہد وتقویٰ میں پرتو سرکار مفتی اعظم ہند تھے تنہا پوری جماعت کے مرجع تھے۔ پیر طریقت ایسے تھے کہ ہند و بیرون ہند میں جن کی مثال نہیں جزئیات فقہ پر کامل عبور حاصل تھا، بے شمار جزئیات نوک زبان پر تھے۔ ایک بار جبکہ آپ جمشید پور تشریف لے گئے تھے، جناب علیم الدین صاحب آسوی کے مکان پر رونق افروز تھے کہ استفتا آیا، آپ نے فوراً اس کا جواب ارقام فرمایا اور متعدد فقہی عبارات سے بھی مزین فرمایا اور دستخط کر کے حوالہ کر دیا جبکہ کوئی کتاب سامنے نہ تھی۔

حضور تاج الشریعہ علماء ومشائخ کی نظر میں□

محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ فرماتے ہیں" تاج الشریعہ حضرت علامہ ازہری صاحب زید مجدہ یگانہ روزگار محقق اور صاحب بصیرت عالم وفقیہ ہیں، علم وفضل اور زہد وتقوی میں آپ اپنے جد امجد امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے وارث منفرد ہیں، احقاق حق اور ابطال باطل کا تحقیقی انداز آپ کو وراثت میں ملا ہے۔ آپ خداداد وجاہت سے متصف ہیں اسی لئے علماء عرب وعجم کے عوام وخواص آپ کے حصول فیض کے مشتاق رہتے ہیں اور آپ کی زیارت کو تازگی ایمان کا ذریعہ مانتے ہیں۔

[تجلیات تاج الشریعہ]

حضرت مفتی قاضی عبدالرحیم بستوی علیہ الرحمہ آپ کے کمالات علمی وعملی پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں"شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا قادری بریلوی، حضرت مفسر اعظم مولانا محمد ابراہیم رضا خان قادری، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا قادری، مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا قادری سب ہی حضرات گرامی کے کمالات علمی وعملی سے آپ کو گراں قدر حصہ ملا ہے، فہم و ذکا، قوت حافظہ واتقا، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ سے، جودت طبع ومہارت تامہ (عربی ادب) حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ سے، فقہ میں تبحرو اصابت حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ سے، قوت خطابت وبیان پدر بزرگوار حضرت جیلانی میاں قدس سرہ سے۔ گویا مذکورۃ الصدر ارواح اربعہ سے وہ تمام کمالات علمی وعملی آپ کو ورثہ حاصل ہو گئے ہیں جس کی رہبر شریعت وطریقت کو ضرورت ہوتی ہے۔ [ایضاص ۱۸۰]

خلیفہ تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی قاضی شہید عالم رضوی مدظلہ العالی جامعہ نوریہ بریلی شریف فرماتے :"تاج الشریعہ بدر الطریقہ مرجع عالم فقیہ اعظم شیخ الانام یادگار حجۃ الاسلام حضرت العلام الحاج الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری برکاتی بریلوی کی مقناطیسی شخصیت عالم اسلام خصوصاً برصغیر ہند وپاک میں کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ ہر جہت سے اپنے آباو اجداد کے حقیقی وارث اور جانشین ہیں۔ علم وفضل، زہد وتقوی، خلوص وللہیت کے پیکر، پاسداری شرع میں اپنے اسلاف کے عکس جمیل ہیں" ولی وہ جسے دیکھ کر

خدایا د آجائے" یہ ایک مشہور مقولہ ہے۔ اب حضور تاج الشریعہ اس مقولہ کی منہ بولتی تصویر ہیں نور و نکہت برستے ہوئے حسین چہرے پر ایسی دلکشی و بانکپن ہے جس پر سج دھج اور بناؤ سنگار کی ہزاروں رعنائیاں نثار۔ اگر لاکھوں کے مجمع میں جلوہ بار ہوں تو اہل جمال کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں۔ آپ علم ظاہری کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اور علم باطنی کے کوہ گراں ہیں کشور علم و فضل کے شہنشاہ اور اقلیم روحانیت کے تاجدار ہیں"۔ [مقدمہ مترجم المعتقد المنتقد ص ۸۲]

آخیر میں دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے مریدین، معتقدین، متوسلین، محبین، و جملہ اہل سنت اور خصوصاً حضرت علامہ مولانا الشاہ عسجد رضا قادری مدظلہ العالی والنورانی کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے۔ اور حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے مرقد انور پر زیادہ سے زیادہ رحمت وانوار کی برکھا برسائے اور ہمیں ان کے فیض وبرکات سے نوازے۔ (آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم)

***

تاج الشریعہ اور علم حدیث

مولانا محمد یعقوب رضوی، رضوی دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف

۲۰ر جولائی ۲۰۱۸ء بروز جمعہ دردناک خبر ملی نبیرۂ اعلیٰ حضرت جانشین مفتی اعظم ہند شہزادۂ حضور مفسر اعظم ہند حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ دار فانی کو خیر آباد کہہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، خبر سنتے ہی دل ودماغ میں عجیب سی ویرانی کا احساس ہونے لگا، آنکھیں اشکبار ہوگئیں، بلندیوں پر لہرانے والے پرچم سرنگوں ہوگئے "کل نفس ذائقۃ الموت" کی روشنی میں ایک دن تو ایسا ہونا ہی تھا مگر یہ بھی طے تھا کہ جب بھی یہ دردناک سانحہ گزریگا دنیائے سنیت آنسوؤں میں ڈوب جائے گی دل کی دھڑکنیں بے قابو ہوجائیں گی معمولات زندگی ہچکولے کھانے لگیں گے اور "موت العالم موت العالم" کی صداقت پر فضائیں مغموم ہوجائیں گی آج دنیائے اسلام ایک سچے پیر ومربی کی شفقتوں اور نوازشوں سے محروم ہوگئی ایک عالم ربانی اور فقیہ ودرویش کے تصرفات ومکاشفات سے دور ہوگئی اور ایک عظیم الشان مدرس، مقرر، مصنف اور محرر اور مفتی ومدبر کے آگے سر نیاز خم کرنے سے محروم ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ اپنے کم ہی بندوں کو ہمہ جہت خصوصیات سے نوازتا ہے مگر اس نے اپنے بندۂ خاص حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنے فضل خاص سے ہمہ صفت بنایا۔ علم وفضل کی بلندیوں کے ساتھ ایسی ہمہ تن سادگی، تواضع وانکساری کا پیکر جمیل بنایا کہ وہ جہاں درسگاہی شہرت رکھنے والے استاذ کامل، عالم باعمل تھے وہیں ایک اعلیٰ درجہ صاحب قلم وانشاء پرداز اور ایک کامیاب محقق بھی تھے اور وہ اپنے زمانہ کے ایسے مرشد وخطیب تھے جس کا نام جلسوں اور کانفرنس کی کامیابی کی ضمانت تھا۔

اس زمانہ میں دینی ومذہبی جلسے جو ہوتے وہ خالص دین وسنیت کی اشاعت اور اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کی رضا وخوشنودی کے لئے ہوتے۔

علم حدیث کی دنیا میں بخاری شریف کو جو مقام حاصل ہے محتاج تعارف نہیں، حضرت امام بخاری نے دو لاکھ احادیث کریمہ صحاح سے انتخاب کرکے یہ نادر انمول کتاب مرتب کی، آپ نے ہی نہیں بلکہ صحاح ستہ کے جملہ مصنفین نے دوسرے محدثین کی بنسبت اپنی اپنی کتابوں میں صحیح ترین سندوں والی حدیثیں لانے کا التزام کیا، اسی سبب سے بخاری ومسلم یا دیگر صحاح کی کتابوں کو صحیح کہا جاتا ہے بہر حال بخاری شریف کو بڑا ہی اونچا مرتبہ حاصل ہے اور کیوں نہ ہو؟ یہ کتاب جنت کی کیاری میں بیٹھ کر تالیف کی گئی ہے۔ رب قدیر نے اسے قبولیت کا وہ شرف بخشا کہ قرآن کے بعد اسے سب سے اہم کتاب تصور کیا جاتا ہے چنانچہ علمائے حدیث نے کئی طرح سے اس کی خدمت کی اور راویوں پر کئی کتابیں لکھی گئیں، حواشی تحریر ہوئے، شرح، تفصیل اور تلخیص تحریر کی گئیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے اور انشاء اللہ جاری رہے گا۔

شرح حدیث نیت: حدیث مبارکہ "انما الاعمال بالنیات" کی شرح پر مشتمل حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ "شرح حدیث نیت" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جسے دیکھنے کے بعد یقین واعتماد کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ علم حدیث پر ان کی معلومات

وسیع اور حیرت انگیز ہے۔ اس حدیث کی تشریح میں انہوں نے دیگر دلائل وشواہد کے ساتھ محدثین، فقہاء، صوفیاء وغیرہ کے اقوال و آراء سے اس انداز میں استدلال فرمایا ہے کہ ہر شعبہ جات میں اس حدیث پر عمل ناگزیر معلوم ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے تو جب تک نیت میں استقامت نہ ہو تو کیا اعمال کا ثواب مرتب نہ ہوگا؟ کیونکہ مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث نیت کی تشریح جس علمی انداز میں کی ہے اسے چند خانوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے اسے ہم محدثانہ، فقیہانہ، صرفیانہ اور نحویانہ تشریحات سے موسوم کر سکتے ہیں۔

فقیہانہ تشریح:- مجھے یہ بتانا ہے کہ حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' کی تشریح میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے متعدد درجوں سے تحقیق وتوضیح فرمائی ہے حالانکہ یہ حدیث زبانوں پر رائج ومشہور اور اکثر محدثین کی کتابوں کا سرنامہ ہے اس کے باوجود اس کی شرح کے ضمن میں جن علمی ندرت وباریکیوں کو سپرد قرطاس کیا گیا ہے وہ حضور تاج الشریعہ رحمہ اللہ کا خاص حصہ ہے۔ اگر مقالہ کی طوالت کا خوف دامن گیر نہ ہوتا تو راقم اس کے زیادہ سے زیادہ اقتباسات نقل کر کے ہمہ جہتی وتبحر سے ان کی حدیث دانی اور علم حدیث پر مہارت کو واضح انداز میں پیش کرتا، زمانہ جانتا ہے کہ خاندان اعلیٰ حضرت میں حضور تاج الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ وہ ممتاز فرد ہیں کہ پوری جماعت اہلسنت ان کے علم وفضل کی قائل ہے، دلوں کی کائنات پر ان کی حکمرانی ہے، فقہ کے لئے قرآن وحدیث ضروری چیزیں ہیں قرآن ہی کے وہ مسلمات احکام مستند ومستخرج ہیں، یہی سرچشمہ ہدایت اور مخزن انوار الٰہیہ ہیں، یہ امر مسلم ہے کہ ایک محدث کا فقیہ ہونا ضروری نہیں بہت سارے محدثین ایسے گزرے ہیں جن کو علم حدیث پر دسترس حاصل تھی مگر فقہ میں وہ ائمہ مجتہدین کے مقلد وخوشہ چیں رہے لیکن ایک فقیہ کا محدث ہونا ضروری ہے اگر اسے احادیث اور ان کے ناسخ ومنسوخ، صحیح وضعیف، متواتر ومشہور وغیرہ کا علم نہ ہوگا تو اسے اجتہاد یا استخراج مسائل میں منزل نہ مل سکے گی، وہ اس اجنبی کی طرح راہ راست سے بھٹک جائے گا جسے راستہ کے پیچ وخم کا علم نہیں یا اس کا حال اس مسافر کی مانند ہوگا جو کسی شہر کی گلیوں میں کھو گیا ہو، فقہاء کاملین میں کوئی فقیہ ایسا نہیں ملے گا جو علم حدیث میں تہی دست رہا ہو۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی علم وفراست ان کی تصانیف فتاویٰ وغیرہ دیکھ کر یقین واذعان سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک عظیم محدث بھی ہیں اور جلیل القدر فقیہ بھی، ان کے معاصر علماء میں انہیں ان دونوں اوصاف میں تمغہ امتیاز حاصل ہے اور ان کی تصنیف ''شرح حدیث نیت'' سے بھی میرے اس دعوی کی تصدیق ہو سکتی ہے کہ جگہ جگہ محدثانہ تشریح کے ساتھ فقیہانہ فکر وبصیرت بھی پیش کی ہے، حدیث نیت کی توضیح کے ضمن میں حضور تاج الشریعہ رحمہ اللہ نے جس فکری بحث کو اٹھایا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ امام شافعی نے فرمایا کہ یہ حدیث دین کے ستر ابواب میں دخل رکھتی ہے اس سے امام موصوف کو یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ حدیث شریف دین میں بہت بڑا دخل رکھتی ہے اور یہ مقصود نہیں ہے کہ اس کا دخل صرف ستر ابواب میں ہو، اس لئے کہ عبادات، معاملات اور عادات کے اقسام بے گنتی اور بے شمار ہیں اور نیت کا ہر جگہ دخل ہے اور اعمال میں چونکہ نیت کا اعتبار ہے لہذا نیت صادقہ کی بنیاد پر ثواب مرتب ہوگا ورنہ نہیں، حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ اعمال کی قسمیں اور ان میں اعتبارات نیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اعمال کی دو قسمیں ہیں (۱) مقصود لذاتہ جیسے نماز وغیرہ عبادات بدنی، مالی۔ عبادت کی اس قسم میں بغیر نیت صحیح جب ثواب نہ ملے گا تو یہ عمل صحیح بھی نہ ہوگا (۲) دوسری قسم وہ عمل جو دوسرے عمل کا وسیلہ ہو جیسے وضو جو کہ بلا نیت جائز

ہے اور اس وضو سے نماز درست ہوگی یہی امام اعظم ابو حنیفہ کا مذہب ہے دوسرے ائمہ کے نزدیک وضو بلا نیت درست نہیں، ایسے وضو سے نماز درست نہ ہوگی حق اس مسئلہ میں اور ہر مسئلہ میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ اس لئے کہ قرآن عظیم نے وضو کا حکم مطلق دیا نیت کی قید نہ لگائی، اصول کا قاعدہ ہے کہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہے گا اور ظاہر ہے کہ حدیث کا مفہوم محتمل ہے، حکم اخروی یعنی ثواب کا اور حکم دنیوی یعنی صحت کا۔

ہمارے ائمہ کرام نے حدیث کو حکم اخروی یعنی ثواب پر محمول فرمایا مطلب یہ کہ اعمال کا ثواب نیتوں پر موقوف ہے اور شافعیہ وغیرہ نے صحت پر محمول فرمایا یعنی اعمال بغیر نیت کے نادرست ہیں، وہ وضو میں نیت کے شرط ہونے کے قائل ہوئے۔ جب حدیث دونوں معنی کی محتمل ہے اور کوئی معنی اس کا قطعی نہیں تو حدیث کا مفہوم ظنی اور ظنی سے مفہوم کتاب پر کہ قطعی ہے زیادتی جائز نہیں، لہذا ائمہ حنفیہ وضو میں نیت کے قائل نہ ہوئے کہ ازالہ نجاست (از قبیل ترک ہے) میں بھی نیت کے شرط ہونے کے قائل ہوں مگر یہاں وہ اس کے قائل نہیں، اور وہ فرماتے ہیں کہ وہ افعال جو ترک کے قبیل سے ہیں ان میں نیت ضروری نہیں، جس سے صاف ظاہر کہ وہ اعمال کے عموم سے ترک کو مستثنیٰ جانتے ہیں اور اس کا استثنا محتاج دلیل ہے اور ہماری تقریر سے ظاہر کہ ہمارے ائمہ کے نزدیک ہر فعل ترک حصول ثواب میں نیت کا محتاج ہے اور اعمال مقصودلذاتہ کی صحت بھی نیت پر موقوف ہے۔

حضور تاج الشریعہ قاضی القضاۃ فی الہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حدیث وفقہ پر لیاقت واستعداد موروثی وموہوبی معلوم ہوتی ہے وہ جس فیضان نظر کے پروردہ اور جس کے خوشہ چیں ہیں کئی صدیوں میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ انہیں تو علم لدنی اور علمی وہبی تھا۔ دنیا کے پردے پر ایسی مقتدر ہستیاں کبھی کبھی پیدا ہوتی ہیں۔

بریلی شریف کی زمین صدیوں سے علمائے عرفان کی آماجگاہ رہی، بریلی شریف میں صرف سرمہ نہیں علم وہنر کے شہسوار رضا پیدا ہوتے ہیں۔

علم حدیث پر حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کو عبور:

مرشد گرامی قاضی القضاۃ فی الہند، بدر الفقہا، حضور مفتی محمد اختر رضا خان ازہری عرف تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدا سے انتہا تک اپنے والدین کریمین کے زیر سایہ اپنے گھر کے دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں کہنہ مشق وباصلاحیت اساتذہ سے تعلیم حاصل کی، حصول علم میں محنت ولگن اور خداداد فکر وشعور کی بنا پر اپنے معاصرین وہمراہیوں پر سبقت لے گئے۔ ان فنون میں فن حدیث بھی ہے جس میں حضرت تاج الشریعہ کو مہارت حاصل تھی۔

فن اسماء الرجال:

فن اسماء الرجال علم حدیث کا اہم گوشہ ہے اس کی ضرورت، اہمیت اور افادیت کے لئے یہی کافی ہے کہ ائمہ محدثین نے اس کی طرف خصوصی توجہ فرمائی اور اس میدان میں خاصہ کام کیا ہے۔ چنانچہ تاریخ کبیر، تہذیب الکمال، میزان الاعتدال، لسان المیز ان وغیرہم ضخیم کتب وتصانیف اس فن کی اہمیت وافادیت پر شاہد عدل ہیں۔ حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ کی اس کتاب حدیث نیت کو پڑھ کر اس کے اعتراف واقرار میں کسی تامل کو قطعی دخل نہیں کہ فن اسماء الرجال میں بھی آپ ایک امتیازی شان کے مالک ہیں جعفر بن عبدالواحد جو حدیث "اصحابی کالنجوم" کی سند کے راوی ہیں، ان کے متعلق ائمہ محدثین کے مختلف

تاج الشریعہ بافیض شخصیت

حضرت مولانا مفتی بہاء المصطفیٰ قادری، جامعۃ الرضا بریلی شریف

کسی کی معیت میں اٹھتے بیٹھتے ایک زمانہ گزر جاتا ہے اس کے شب و روز کے معمولات نظر سے گزرتے رہتے ہیں اگر کوئی اس کے حالات کے بارے میں اچانک دریافت کرتا ہے تو عجیب کیفیت ہو جاتی ہے کہ کیا بتاؤں اور کہاں سے شروع کروں؟ یہی حال میرا بھی ہے کہ طویل مدت تک حضرت تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا قبلہ علیہ الرحمہ کی معیت میں اٹھنا بیٹھنا، آمد و رفت ہوتی رہی مگر میں نے اس کی طرف کبھی توجہ نہ دی کہ مجھے حضرت تاج الشریعہ کے بارے میں کچھ تحریر کرنا پڑے گا حضرت جامع الصفات ہیں اتنی خوبیوں سے آراستہ پیراستہ ہیں کہ کن کن محاسن کا ذکر کروں حضرت کا جلال بھی دیکھا ہے جمال بھی، چھوٹوں بڑوں سب پر ایسے شفقت و کرم فرماتے علماء کرام کی بہت تعظیم فرماتے اور لوگوں کو تعظیم و تکریم کا حکم بھی فرماتے۔ سفر و حضر، خلوت و جلوت، تعلیم و تعلم، درس و تدریس، مسند افتاء پر جلوہ افروزی غرض کہ ہر پہلو سے میں نے آپ کو دیکھا اور یکتا پایا۔ فتویٰ نویسی میں اگر کسی کو حوالہ جات کی ضرورت پیش آتی تو بلا تکلف پورا جزئیہ فر فر مع کتاب وصفحہ کے بیان فرما دیتے۔ خداداد قوت حافظہ میں ان کی نظیر اس دور میں نہیں ملتی اگر کسی صاحب سے ملاقات ہوئی پھر مدت دراز کے بعد اس سے ملنا ہوا تو نام و پتہ خود بیان فرما دیتے کہ آپ فلاں ہیں اور فلاں جگہ کے رہنے والے ہیں۔ اس پر فتن اور انحطاط علم کے دور میں فقہ اور دیگر علوم میں اپنا ثانی نہیں رکھتے اور آپ سچے نائب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے، علوم اعلیٰ حضرت کے امین، یہی وجہ ہے کہ ۲۰۰۷ء کے عرس رضوی کے موقع پر کثیر علماء کرام اور عوام کی موجودگی میں اخی الکریم حضرت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری شہزادۂ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ و بانی جامعہ امجدیہ رضویہ و کلیہ امجدیہ للبنات نے آپ کے لئے قاضی شرع اور حاکم اسلام کے خطاب کا اعلان فرمایا تو بلا کسی نکیر تمام علماء کرام نے تحسین فرمائی اور سب نے آپ کو قاضیٔ اسلام تسلیم کیا۔ آپ کی سرپرستی میں ہر سال جامعۃ الرضا میں فقہی سیمینار منعقد کرایا جاتا ہے اس مجلس میں پیچیدہ مسائل جو وقت کی ضرورت ہیں ان پر سیر حاصل بحث کی جاتی ہے اور متفقہ طور پر اس کا حل نکالا جاتا ہے اس کے بعد اس پر مہر تصدیق آپ کی ثبت ہوتی ہے۔

بشارتِ ولی:

مولانا عرفان علی صاحب عرفان شریعت بیسل پوری ضلع پیلی بھیت ان کے صاحبزادے حاجی قربان علی اور ان کے بچوں نے بیان کیا کہ دادا جان گھر کے لوگوں سے بیان فرماتے تھے کہ میری دعوت پر سرکار سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے گھر بیسل پور ایک بار تشریف لائے ہمراہ اور لوگ بھی تھے اور اعلیٰ حضرت کے پوتے مفسر اعظم حضرت ابراہیم عرف جیلانی میاں بھی جن کی اس وقت عمر چند سال کی تھی وہ بھی آئے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درمیان گفتگو یہ فرمایا کہ میری نسل سے ایک ولی پیدا ہوگا اور حضرت جیلانی میاں والد گرامی حضرت تاج الشریعہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا اس سے۔ جب مفسر اعظم حضرت جیلانی

میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی اولاد کی طرف ہماری نظر جاتی ہے اور غور کرتے ہیں تو صرف اور صرف آپ کی اولاد میں تاج الشریعہ ہی ولایت کے معیار پر پورے اترتے ہیں۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ مجدد اعظم جو قطب ہوتا ہے وہ پیدائش سے سالوں قبل ولایت کی بشارت دے رہا ہے تو یقیناً حضرت تاج الشریعہ ولایت کے مقام پر فائز تھے۔ مولا تعالیٰ آپ کے فیضان سے سب کو مالامال تو فرمائے اور ان کا فیض جاری وساری رہے آمین۔

میری مخدومہ والدہ ماجدہ علیہا الرحمۃ والرضوان فرماتی ہیں کہ میں چند دعائیں کرتی تھی ان سب کو اللہ تعالیٰ نے قبولیت سے سرفراز فرمایا پہلی یہ کہ میرے چاروں بچے عالم ہو جائیں، دوم گھوسی میں کوئی اپنا دینی ادارہ قائم ہو جائے جس میں بچے اور بچیاں دینی تعلیم حاصل کر کے دین متین کی خدمت انجام دیں۔ سوم میرے بچوں میں سے کوئی اپنے والد گرامی حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصنیف کردہ بہار شریعت طبع کرا کر دین کی خدمت اور صدر الشریعہ کے مشن کو آگے بڑھائے۔ چہارم ان میں سے کسی ایک کا مستقل قیام بریلی شریف میں ہوتا کہ صدر الشریعہ کا جو سرکار اعلیٰ حضرت اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت سے محبت وعقیدت کا سلسلہ ہے وہ قائم ودائم رہے اور مزید اس میں جلا پیدا ہو بحمدہ تعالیٰ مخدومہ والدہ ماجدہ کی تمام دعائیں مقبول ہوئیں اور سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت سے عقیدت ومحبت مزید دراز سے دراز تر ہوتا جا رہا ہے ہم چاروں بھائی اور ان کے بچے اور بچوں کے بچے سب اسی سلسلۂ ذہب سے وابستہ اور مربوط ہیں اور ان شاء اللہ قیامت تک یہ سلسلہ قائم ودائم رہے گا۔

میں ۱۹۶۸ء عیسوی میں بریلی شریف خدمت دین کے لئے حاضر آیا ۱۹۷۱ء تک دار العلوم مظہر اسلام میں درس وتدریس کا کام انجام دیتا رہا پھر ۱۹۷۲ء سے جامعہ منظر اسلام میں خدمت دین کرتا رہا یہاں تک کہ ۲۰۰۷ء میں جامعہ منظر اسلام سے ریٹائر ہوا، ریٹائر ہوتے ہی حضرت تاج الشریعہ نے اپنے جامعہ جامعۃ الرضا کی خدمت کے لئے صدر المدرسین کے عہدہ جلیلہ پر تقرر فرمایا تا ہنوز جامعۃ الرضا سے منسلک ہوں یہ حضرت علیہ الرحمہ کا میرے اوپر کرم خاص ہے جس کا شکر ادا کرنا کس زبان سے ممکن ہے۔ دوران قیام بریلی شریف میں حضرت آقائی ومولائی ومرشدی حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت بابرکت میں حاضری کا شرف حاصل کرتا اور حضور کے فیوض وبرکات سے دین ودنیا میں کامیابی وکامرانی سے فیضیاب ہوتا رہا۔ اور جو کچھ میرے پاس ہے وہ سب سرکار کا فیض کرم ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔ حضور سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعمت کدہ کی حاضری میں اکثر حضرت تاج الشریعہ علامہ اختر رضا ازہری صاحب قبلہ سے شرف نیاز حاصل ہوتا رہا پھر کچھ ایسا حضرت کا کرم خاص ہوا کہ بغیر ملاقات کے چین نہیں آتا ادھر حضرت کا بھی یہ حال تھا کہ اگر چند روز ملاقات نہیں ہوتی تو خود کرم فرما کر میرا جہاں بھی قیام ہوتا بغیر اطلاع کے جلوہ افروز ہو جاتے میں شرمندہ ہو کر معافی طلب کرتا مسکرا کر درگزر فرماتے اور ہر موضوع پر تبادلۂ خیال ہوتا کبھی سفر کی داستان کبھی ادھر اُدھر کی کبھی نجی معاملہ میں بھی تبادلۂ خیال ہوتا۔

میں حضرت سے اکثر عرض کرتا کہ اگر خدانا خواستہ سجادگی کے معاملے میں انتخاب کا موقعہ آیا تو میرا پہلا ووٹ ہوگا۔ بے تکلف ضرور تھا مگر حد ادب سے قدم آگے نہ بڑھا۔ جب جب آقائی ومرشدی سیدی سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کا وصال ہوا اور عرس چہلم میں نائب مفتی اعظم ہند جانشین مفتی اعظم ہند کا اعلان ہوا تو اس کے بعد میرا عمل بالکل بدل گیا بے تکلفی کی جگہ میں نے سنجیدگی کا لبادہ اوڑھ لیا اور اپنے شیخ کی طرح آپ کا ادب واحترام کرنے لگا۔ آمد ورفت میں بھی کمی کر دی کہ کہیں پرانی عادت کی وجہ

سے کوئی ایسا جملہ نہ نکل جائے جو حد ادب کے خلاف ہو مگر حضور تاج الشریعہ کا وہی انداز خسروانہ آخری دم تک باقی رہا۔ ایک بار خواجۂ علم وفن حضرت خواجہ مظفر صاحب علیہ الرحمہ پوچھنے لگے کہ اس کا کیا قصہ ہے کہ حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ آپ دونوں بھائیوں کا اتنا خیال رکھتے ہیں اور پورا اعتماد فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یہ تو آپ خود حضرت سے دریافت کریں اور حق تو یہ ہے کہ ابی الکریم حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے لے کر آج تک اس در سے ایسا وابستہ ہوئے ہیں کہ دوسرا در دکھتا ہی نہیں۔ اسی لئے تو سرکار مفتی اعظم ہند جب دوبارہ زیارت حرمین شریفین کے لئے جانے لگے تو صدر الشریعہ کو خط لکھا کہ میں زیارت حرمین شریفین کو جا رہا ہوں آپ بریلی شریف آکر اپنے نظم ونسق کی دیکھ بھال کریں سیاہ وسفید کے مالک ہیں آپ کا ہر حکم گھر والوں کو ماننا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

جب بھی زیارت کے لئے حاضر ہوتا سب کی خیریت دریافت فرماتے اور خادم سے فرماتے اندر کہدو مولانا صاحب آئے ہیں فوراً چائے وناشتہ لائیں کبھی بغیر ناشتہ کے رخصت کی اجازت نہیں دی۔ کبھی میرا نام لے کر نہیں پکارا ہمیشہ مولانا صاحب ہی فرماتے یہ انتہائی محبت کی دلیل ہے۔ ہمارے گھر کی پکوڑیاں بہت پسند تھیں جب تشریف لاتے ضیافت میں پکوڑی کے علاوہ دوسری چیزوں کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتے۔ جب بیماری نے طول پکڑا اور ضعف غالب ہوگیا تو عند الملاقات فرماتے آپ کے یہاں جانے کا بہت جی چاہتا ہے مگر کیا کروں معذور ہوں، عرض کرتا ہمارے لئے یہی کیا کم ہے کہ دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں۔ کیا کیا تحریر کروں تمہیں سو گئے داستاں کہتے کہتے۔ رضی اللہ عنہ کہتے کلیجہ منہ کو آتا ہے مگر تقدیر الٰہی کے سامنے سب سرنگوں ہیں۔ دعا ہے مولیٰ تبارک وتعالیٰ آپ کی تربت انور پر انوار ورحمت کی بارش فرمائے اور آپ کے فیوض وبرکات سے مجھ حقیر اور تمام مسلمانوں کو مستفیض ومستنیر فرمائے اور یہ بھی خصوصی دعا ہے کہ سلسلہ عقیدت ومحبت تا ابد باقی رہے۔ قاضی شرع امین علوم تاج الشریعہ شہزادہ ملت حضرت علامہ مولانا مفتی عسجد رضا قبلہ دام ظلکم اس چمن رضا میں بہار بن کر ہم غلاموں کے مشام جان کو معطر فرماتے رہیں۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔ بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم۔

***

حضور تاج الشریعہ کی آفاقی شخصیت

غلام مصطفیٰ رضوی، نوری مشن مالیگاؤں

20 جولائی کی شب مغموم کر گئی۔ علم وفضل کا کوہ گراں رخصت ہو گیا۔ حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری رخصت ہو گئے۔ آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کے علمی وفکری وارث اور روحانی امانتوں کے امین تھے۔ بریلی کے اس دارالافتاء کے مسند نشیں تھے جس کی خدمات کا دائرہ دو صدی کے لگ بھگ پھیلا ہوا ہے۔ ان کی ذات عالم اسلام کی نگاہوں کا محور تھی۔

مرجع علما:

آپ کی ذات مرجع علما تھی۔ پوری دنیا کے اساطین علم وفقہ آپ کی بارگاہ میں رجوع ہوتے اور اکتساب فیض کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے تلامذہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ سند واجازت حدیث طلب کرنے والے وقت کے جید علما وفضلاء عصر ہیں۔ جب کہ آپ نے دنیا بھر کی کثیر درس گاہوں کی سرپرستی کی اور بریلی میں اسلامی یونیورسٹی جامعۃ الرضا قائم کی جس کا فیض رواں دواں ہے۔

قاضی القضاۃ فی الہند:

حضور تاج الشریعہ قاضی القضاۃ فی الہند تھے۔ شرعی مسائل کے سلسلے میں ہند ہی کیا پورا عالم اسلام آپ سے رجوع ہوتا اور آپ کے فیصلوں کو قبول کرتا۔ استقامت فی الدین اور تفقہ کا یہ عالم کہ کبھی رجوع کی نوبت نہ آئی۔ بلکہ نازک وناگفتہ بہ حالات میں بھی شریعت کے تحفظ کے لئے بلا خوف لومۃ لائم حق کہہ سنایا اور بارہا اقتدار باطل اور فرقہ پرست طاقتوں کو جھکنا پڑا۔ علم وتفقہ کا یہ بحر عمیق استقامت وعزیمت کا پیکر بنا رہا۔ حکومت وقت بھی اس پیکر عزیمت سے خوفزدہ رہی۔

تصنیفی خدمات:

آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ ازہر الفتاویٰ کے نام سے شائع ہے۔ جب کہ مزید فتاویٰ جمع وتدوین کے بعد کثیر مجلدات میں سمائیں گے۔ آپ نے اعلیٰ حضرت کی درجنوں کتابیں عربی میں ترجمہ کیں اور کئی عربی تصانیف رضا کو اردو کے قالب میں ڈھالا۔ آپ کا معیار تحقیق بہت بلند تھا۔ اسلاف کے ترجمان اور علم وفضل کے وارث تھے۔ درجنوں کتابیں ہمہ جہت عنوانات پر مشتمل ہیں۔ عربی تصانیف نے علماء عرب کو متاثر کیا اور اس طرح کا تاثر بھی ملا کہ آپ کی عربی ایسی فصیح وبلیغ ہے کہ عجمیت کا گمان نہیں ہوتا، گویا خو بو عربی ہے۔ منتخب فتاویٰ انگلش میں بھی چھپ چکے ہیں۔ کئی کتابیں دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔

روحانی پیشوا:

حضور تاج الشریعہ دنیا کے سب سے بڑے قادری شیخ تھے۔ آپ نے غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے طریق کو اکناف عالم میں پھیلایا۔ آپ کے خلفا برصغیر کے علاوہ یورپ وامریکہ اور عرب ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں جن کے ذریعے مشائخ کی روحانی

امانتیں تقسیم ہو رہی ہیں، اور فیض کا دریا جاری ہے۔

یادیں تازہ ہیں:

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی یادوں کے نقوش طاق دل پر روشن رہیں گے۔ آپ کی رحلت پر پورا عالم اسلام سوگوار ہے۔ آپ کا مشن تازہ رہے گا، ایسے وقت میں جب کہ تمام اسلام مخالف قوتیں مل کر ناموس رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں توہین کی فضا ہموار کرنے پر آمادہ ہیں؛ آپ کے پیغام کی بازگشت ایماں کی وادیوں میں اسلامی قافلوں کو نوید مسرت ان لفظوں میں سناتی رہے گی:

نبی سے جو ہو بیگانہ اسے دل سے جدا کر دیں
پدر، مادر، برادر، مال و جاں ان پر فدا کر دیں

انھیں منظور ہے جب تک یہ دور آزمائش ہے
وہ چاہیں تو ابھی ختم یہ دور ابتلاء کر دیں

مجھے کیا فکر ہو اختر، مرے یاور ہیں وہ یاور
بلاؤں کو جو میری خود گرفتار بلا کر دیں

نوری مشن کا وفد شہر محبت بریلی شریف؛ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی تدفین میں شرکت کیلئے مسافرت کی منزل میں ہے۔ جب کہ سمتوں سے علما، مشائخ وسادات کرام کشاں کشاں بریلی شریف کی سمت رواں دواں ہیں، اشکوں کا سیل رواں جاری ہے، جذبات کا عالم مدوجزر ہے۔

***

حضور تاج الشریعہ ۔ ایک عبقری شخصیت

مولانا محمد مناظر حسین مرکزی تخصص فی الفقہ، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

حامداً و مصلیا ۔ اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات سیجعل لہ الرحمن ودا۔ (سورہ مریم آیت ۹۶)

ترجمہ: بیشک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب ان کے لئے رحمن محبت کردے گا۔ (کنز الایمان)

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ اذا احب عبدا دعا جبرئیل فقال انی احب فلانا فاحبہ قال فیحبہ جبرئیل ثم ینادی فی السماء فیقول ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبہ اہل السماء ثم یوضع لہ القبول فی الارض۔ (مشکوۃ المصابیح ص: ۴۲۵)

جلیل القدر صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بلاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام سے فرماتا ہے فلاں بندہ میرا محبوب ہے تو تم اس سے محبت کرو (حضور علیہ السلام) فرماتے ہیں کہ پس حضرت جبرئیل علیہ السلام اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر وہ آسمان والوں میں ندا کردیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو محبوب رکھتا ہے تم بھی اس کو محبوب رکھو تو آسمان والے اس کو محبوب رکھنے لگتے ہیں پھر زمین والوں میں اس کی مقبولیت عام کردی جاتی ہے۔

خدائے بزرگ و برتر نے اپنے بندوں کی فلاح و بہبود، رشد و ہدایت، جادۂ حق پر استقامت اور دین وسنت کی توسیع و اشاعت کے لئے ہر دور میں بعد انبیاء علیہم السلام اپنے کرم کریمانہ، نوازش فیاضانہ سے اپنے کسی خاص بندے کو دنیا میں کبھی غوث تو کبھی قطب و ابدال تو کبھی علمائے ربانیین کی شکل میں مبعوث فرماتا رہا اور وہ شخصیتیں حکمت و دانائی، طہارت و پاکیزگی، بلند کردار اور حسن اخلاق اور اعلیٰ سیرت کا پیکر مجسم بن کر اس طرح احکام خداوندی و فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دیپ جلاتے رہے کہ ان کے جانے کے بعد نگاہیں ان کی ایک جھلک کو ترستی ہیں، دل خود ان کی طرف کھنچے لگتے ہیں، اور قلوب ان کی یاد میں مچلنے لگتے ہیں، وہ روئے زمین کے لئے اللہ کی امانت اور نعمت عظمیٰ ہوا کرتے ہیں، ان کی رفاقت کے چشمہ صافی میں جو بھی شخص ایک بار غوطہ زن ہوتا ہے تو برسوں کا پاپ دھل کر زادیہ حیات منور و مجلی ہوجاتا ہے، ان کی حیات ظاہرہ میں اگر تھوڑی ساعت کے لئے صحبت میسر آجائے تو صد سالہ طاعت بے ریا پر یہ چند لمحے وزن دار ہوجاتے ہیں، نورونجات کی ایسی ہی ضامن شخصیتوں میں ایک عبقری الشرق، علم و فضل، زہد و ورع، صدق و صفا، اخلاص و وفا میں یگانہ، وارث علوم اعلیٰ حضرت، نمونہ مفتی اعظم ہند، یادگار حجۃ الاسلام، عکس مفسر اعظم ہند، تاج الاسلام والمسلمین، قاضی القضاۃ فی الہند، فقیہ اسلام، استاذنا الکریم الشاہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمہ کی

ذات والا صفات ہے۔ جو اپنی نوع بنوع، کثیر الجہات دینی و علمی، تدریسی و تبلیغی، تنظیمی و اخلاقی، سماجی و سیاسی، خدمات سے ایک دنیا کو روشناس اور منور و مجلی فرمارہے تھے، جن کے اصول کارنامے افق عالم پر آفتاب و ماہتاب کے مانند چمک رہے ہیں، جنھوں نے مسند افتاء و قضا پر جلوہ بار ہو کر اپنی دینی و فقہی خدمات کی ضیاء بار کرنوں سے برصغیر، ایشیا، و یورپ، افریقہ و امریکہ و برطانیہ میں علوم رضا کے گوہر نایاب سے تمام کو فیضیاب فرمارہے تھے۔

رسول گرامی وقار نے ایسے ہی با عمل علماء و فقہا و اولیاء کے بارے میں فرمایا جس کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں:

"العلماء ورثة الانبياء يحبهم اهل السماء و يستغفر لهم الحيتان في البحر اذا ماتوا الى يوم القيامة"۔

(کنز العمال، جلد ۱۰، ص: ۱۳۵)

یعنی علماء نبیوں کے وارث ہیں آسمان والے ان سے محبت کرتے ہیں اور وہ جب انتقال کر جاتے ہیں تو مچھلیاں پانی میں ان کے لئے قیامت تک دعائے مغفرت کرتی ہیں۔

حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز کی عبقری اور آفاقی شخصیت کے متعلق کچھ خامہ فرسائی کرنا اور وہ بھی ایسے وقت میں جبکہ آپ کی ہمہ جہت شخصیت پر ہزاروں ارباب نگارش و اصحاب قلم اپنے سریع السیر اور برق رفتار اقلام کو مہمیز دے چکے، ایسی صورت میں مجھ بے علم کا سپرد قرطاس کرنا انگلی کٹا کر شہیدوں کے دفتر میں نام لکھانے کے مترادف ہے، لیکن پروردہ تاج الشریعہ حتی الوسع ضرور بالضرور سعی سعید کرے گا۔

ولایت کا در حضور تاج الشریعہ:

لغت میں ولایت کے معنی ہیں، "قریب ہونا، مدد کرنا، محبت کرنا، دوست بنانا، اور تصرف و قوۃ والا ہونا"۔ اس اعتبار سے ولی کا معنی ہوا اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے والا، اس سے محبت و دوستی کرنے والا، یا وہ شخص جسے اللہ کی مدد و تائید حاصل ہو، اللہ تعالیٰ اسے دوست رکھتا ہو پھر وہ اس کی تائید سے تصرف و قوت والا ہو۔

اور اس کا شرعی مفہوم جیسا کہ حضرت علامہ تفتازانی قدس سرہ نے وضاحت فرمائی ہے: "الولي هو العارف بالله تعالى وصفاته بحسب ما يمكن. المواظب على الطاعات المجتنب عن المعاصي. المعرض عن الانهماك في اللذات و الشهوات"

(شرح عقائد، ص ۲۹۵)

یعنی ولی وہ ہے جو حتی المقدور اللہ کی ذات وصفات کا عارف ہو، اللہ کی اطاعت پر ہمیشگی برتتا ہو، گناہ کبیرہ کے ارتکاب اور صغیرہ پر اصرار سے بچتا ہو، مباح لذات و شہوات کی چیزوں میں مستغرق اور اس میں منہمک رہنے سے بھی بچتا ہو۔

ولی کی مذکورہ تعریف کے جس جز پر نظر ڈالئے حضور تاج الشریعہ ہر پہلو سے اس کے مصداق نظر آتے ہیں۔ آیئے تھوڑی دیر کے لئے یکسوئی کے ساتھ ان اجزاء و قیود کا تجزیہ کرتے ہوئے ہر قید کے اعتبار سے حضور تاج الشریعہ کی عبقری شخصیت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

{۱} تعریف کا پہلا جز ہے "حتی المقدور اللہ کی ذات وصفات کا عارف ہو"۔

اس پہلو سے دیکھا جائے تو آپ بلاشبہ عارف کامل واقف اسرار شریعت و طریقت تھے، آپ کا قلب اطہر ذکر الٰہی سے ایسا

معمور تھا کہ خاموش بیٹھے رہنے پر بھی دل سے الا اللہ کی صدا سنائی دیتی، لکھتے تو اللہ و رسول کی بات لکھتے بولتے تو اللہ و رسول کی بات بولتے، چلتے تو اللہ و رسول کے فرمان کے مطابق چلتے، بلفظ دیگر یوں کہیے کہ حضور تاج الشریعہ گروہ صالحین میں ممتاز تھے اور اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے۔

{۲}تعریف کی دوسری قید: ''اللہ و رسول کی فرمانبرداری پر ثبات و دوام برتنے والا ہو''

تعریف کی اس قید کے بھی تاج شریعت آئینہ دار نظر آتے ہیں، اور اسی پر پوری زندگی ثابت قدم دکھائی دیتے، خواہ سفر ہو یا حضر عبادت الٰہی، اتباع رسول اور استقامت فی الدین میں ذرہ برابر کوتاہی نہیں آنے دیتے خصوصا نماز کا اتنا اہتمام کرتے کہ کتنی بار ٹرین کے چھوٹ جانے کو گوارہ کرتے لیکن نماز کی قضا ہونے پر تیار نہ ہوتے۔

{۳}تعریف کا تیسرا جز: ''گناہوں کے ارتکاب سے بچتا ہو''

یہ بات بھی حضور تاج الشریعہ کی زندگی میں امتیازی حیثیت رکھتی ہے کہ آپ سے کسی طرح کے گناہ کے سرزد ہونے کا کوئی واقعہ نہیں ملتا، استقامت کے ایسے جبل مستقیم بنے رہے کہ جادہ شریعت سے ذرہ برابر قدم کو پھسلنے نہ دیا، تصویر کشی کو حرام جانا تو بس حرام جانا، اور آپ دم واپسی تک حرام ہی گردانتے رہے۔

{۴}ولی کی تعریف کی چوتھی قید: ''مباح لذات و شہوات میں منہمک ہونے سے بچتا ہو''

حضور تاج الشریعہ مباح لذتوں میں انہماک تو در کنار ولایت کے اعلیٰ سطح پر پہونچ کر تقویٰ پر عمل کرتے تھے، پھر آپ تو پوری زندگی کتب کی تصنیف و اشاعت، رشد و ہدایت، بیعت و خلافت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، اور بندگان خدا کی نفع رسانی اور عشق رسالت پناہی میں مشغول رہے تو کب یہ فرصت کہ مباح لذات و شہوات میں بھی مشغول و منہمک ہوں۔

مذکورہ بالا قدرے تفصیل کی روشنی میں حضور تاج الشریعہ کا ولی کامل اور عارف صادق ہونا آفتاب نیمروز کی طرح روشن و تاباں ہوجاتا ہے۔

مان لو احسن حقیقت میں یہی سچ بات ہے
رب کی ایک برہان ہے اختر رضا خان ازہری

آج آپ کی بین الاقوامی شہرت و مقبولیت اور پذیرائی اور داعی اجل کو لبیک کہنے کے بعد نماز جنازہ میں لاتعداد زدہام بعدہ خطہ عالم سے بے شمار تعزیت نامہ کا ہجوم اور یہ مقبولیت و محبوبیت کو دیکھ کر برملا دل اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ یہ مقبولیت اللہ جل شانہ کا خاص عطیہ اور فضل عظیم ہے اور مذکورہ حدیث ابو ہریرہ کے عین مصداق ہے۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا ہر شخص کے نصیب میں دار و رسن کہاں

حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی عبقریت کے چند گوشے:

زہد و تقویٰ:

حضور تاج الشریعہ جہاں علم و فضل، تحقیق و تدقیق کے مرد شہسوار تھے وہیں حزم و اتقاء، تقویٰ و طہارت اور اتباع شریعت و سنت، مذہب حق کے عظیم پاسباں تھے، آپ کا تقویٰ شعار اور اتباع شریعت کے تعلق سے مولانا محمد شہاب الدین رضوی اپنا مشاہدہ بیان

کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "یہ ۱۹۹۱ھ کی بات ہے کہ زنان خانہ میں عورتیں زیارت اور بیعت کے لئے حاضر ہیں جب آپ زنان خانہ میں تشریف لے گئے تو چند عورتوں کے نقاب الٹے اور منھ کھلے ہوئے تھے آپ نے فوراً اپنی آنکھیں دوسری جانب پھیر لیں اور فرمایا پردہ کرو بے حجابانہ گھومنا پھرنا سخت منع ہے، نقاب ڈالو سب عورتوں نے نقاب ڈال لئے پھر آپ نے بیعت فرمایا" سبحان اللہ تقوی ہو تو ایسا۔ (حیات تاج الشریعہ)

حضور تاج الشریعہ کا عشق رسول:

بارگاہ الٰہی سے جانشین حضور مفتی اعظم کو عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وافر حصہ عطا ہوا ہے عشق کا تقاضہ یہ ہے کہ "محبوب کے اعداء سے نفرت اور محبوب کے محبین سے محبت کی جائے" بلاشک وشبہ آپ اس جملے کے مصداق تھے امام احمد رضا نے عشق میں محو ہوکر حدائق بخشش کا بیش بہا سرمایہ قوم وملت کو دیا انہیں کے حقیقی جانشین نے عشق رسول سے سرشار ہوکر سفینۂ بخشش کا وہ تحفہ نایاب قوم کو دیا جس کے ہر شعر سے عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جھلکتا ہے اور اپنے اشعار میں انہوں نے یہ پیغام عطا فرمایا:

زندگی یہ نہیں ہے کسی کے لئے
زندگی ہے نبی کی نبی کے لئے

نبی سے ہو جو بیگانہ اسے دل سے جدا کردیں
پدر، مادر، برادر مال وجان ان پر فدا کردیں

نہاں جس دل میں سرکار دو عالم کی محبت ہے
وہ خلوت خانہ مولی ہے وہ دل رشک جنت ہے

آپ کی ہر ہر ادا سنت مصطفی کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی:

جس کی ہر اک ادا سنت مصطفی
اس خدا بھاتی سیرت پہ لاکھوں سلام

ایک ایمان افروز کرامت:

خرق عادت باتوں کا پیش آنا ولیوں کی خاصیتوں میں سے ہے چنانچہ مولانا حبیب النبی رضوی نوری، مدرس الجامعۃ الاسلامیہ رام پور نے اپنا ایک عینی مشاہدہ تحریر کیا ہے، لکھتے ہیں کہ یہ ایمان افروز واقعہ ۱۹۸۹ء کے اوائل کا ہے، جب خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت مفتی الحاج سید شاہد علی حسن رضوی قاضی شرع رامپور کی دعوت پر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ، مرکزی درسگاہ اہل سنت الجامعۃ الاسلامیہ پرانا گنج رامپور تشریف لائے، جہاں اراکین واساتذہ وطلبہ نے موصوف کا شایان شان خیر مقدم کیا۔

مجوزہ پروگرام کے تحت اسی دن حضرت تاج الشریعہ موضع عثمان نگر رامپور تشریف لے گئے، جہاں کثیر تعداد میں لوگ حضرت کے دست حق پرست پر شرف بیعت سے مشرف ہوئے، عثمان نگر میں دیر قیام کے بعد، حضرت وہاں سے رخصت ہوکر ایک کھلی ہوئی جیپ میں روانہ ہوئے، جیپ میں حضور تاج الشریعہ کے ساتھ حضرت علامہ سید شاہد علی رضوی اور ڈرائیور سمیت چھ افراد تھے، جیپ میں یہ سوار قافلہ رامپور بلاسپور شاہراہ پر "پیلا کھارندی" کے کنارے باندہ پر سے گزر رہی تھی کہ اچانک کھڑنجے کے کنارے

کی اینٹیں اکھڑ گئیں، جس سے جیپ کا توازن بگڑ گیا چنانچہ جیپ تین پلٹی کھاتے ہوئے حیرت انگیز طور پر تقریباً پچاس ساٹھ فٹ گہرائی میں، باندہ کے نیچے ایک گڑھے میں پہنچ کر ایک دم سیدھی کھڑی ہو گئی، جیپ میں موجود دوسرے لوگ حواس باختہ ہو گئے، جیپ جیسے ہی زمین پر سکون کے ساتھ کھڑی ہوئی، چند لمحوں کے بعد ہی آپ نے پوچھا سید صاحب آپ ٹھیک ہیں؟ آپ کو چوٹ تو نہیں آئی؟ نہیں حضور میں ٹھیک ہوں کوئی چوٹ نہیں آئی سید صاحب نے فوراً جواب دیا اور دریافت کیا حضرت آپ تو خیریت سے ہیں؟ حضرت نے فرمایا بحمدہ تعالیٰ میں بخیر ہوں، اس حادثہ میں کسی فرد کو بھی کوئی قابل ذکر چوٹ نہیں آئی سب لوگ بسبب فیضان تاج الشریعہ محفوظ رہے البتہ جیپ کی چھت کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا اور پہچاننے میں نہیں آرہا تھا کہ یہ جیپ ہے یا کوئی اور گاڑی ہے۔

روای کہتے ہیں کہ جیسے ہی جیپ نے پلٹی کھائی تو حضور تاج الشریعہ نے ''یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم'' کا ورد کرنا شروع کر دیا تھا اور جب جیپ ٹھہری تو لوگوں نے دیکھا کہ آپ سجدے کی حالت میں تھے۔ سبحان اللہ!

یہ واقعہ یقیناً خرق عادت تھا، اس لئے کہ اکثر اس قسم کے حادثات میں جانیں نہیں بچتیں، یہ حضور تاج الشریعہ کی کھلی ہوئی کرامت ہے۔

اللہ اللہ اس دور قحط الرجال میں، اللہ کے کیسے کیسے برگزیدہ بندے اس دنیا میں موجود ہیں جن کی برکتوں سے بڑے بڑے حادثے ٹل جاتے ہیں ایسے ہی نفوس قدسیہ کے لئے کہا گیا ہے۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستیو ں میں

(کرامات تاج الشریعہ ص: ۷۰)

وصال پر ملال:

بالآخر شریعت وطریقت کا چمکتا ہوا یہ ستارہ افق عالم سے ہمیشہ ہمیش کے لیے بتاریخ ۶ ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰ جولائی ۲۰۱۸ء بروز جمعہ شام ۷ بجکر ۲ منٹ پر عین اذان کی صدا کو سنتے اور اذان کا جواب دیتے ہوئے روپوش ہو گیا اور ۲۲ جولائی بروز اتوار دوپہر کے وقت اپنی آخری آرام گاہ میں جلوہ بار ہو گئے، انا للہ و انا الیہ راجعون نور اللہ مرقدہ، رب قدیر کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ ہمیں حضور تاج الشریعہ کے فیوض وبرکات سے مستفیض ومستنیر فرمائے اور دنیائے سنیت پر آپ کا سایہ کرم تا دیر قائم ودائم رکھے آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وسلامہ۔

اختر قادری خلد میں چل دیا
خلد وا ہے ہر ایک قادری کے لئے

***

حضور تاج الشریعہ کا تقویٰ

مولانا محمد اصغر علی مصباحی، دار العلوم مجاہد ملت دھام نگر شریف

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ ایک ایسے علمی، روحانی، مذہبی خاندان کے چشم و چراغ ہیں جس خاندان میں کئی پشتوں سے علم وعرفان اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری ہے آپ کے خاندان کی حق گوئی حق شناسی، جرأت و بے باکی اور عشق رسول وتقوی شعاری ہر زمانے میں مشہور ہے ظاہر سی بات ہے جو انسان پاکیزہ ماحول میں آنکھ کھولے گا اس کے اندر پاکیزگی وطہارت موجود ہوگی یوں تو دنیا میں بہت سے لوگ بہت مشہور و معروف ہوتے ہیں اور لوگوں کی شہرت ومقبولیت کے عوامل و اسباب بھی مختلف ہوتے ہیں کہ ان کی ذات میں نمایاں کمالات اور خوبیاں ہوتی ہیں، اور وہ اپنے کمالات اور خوبیوں کی وجہ سے لوگوں میں مقبول ہوتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی ذات میں کوئی کمال اور خوبی نہیں ہوتی ہاں ان کے خاندان میں قابلیت وصلاحیت ہوتی ہے جس کی وجہ سے ان کا خاندان مقبول ہوتا ہے اور شہرت کے بام عروج تک پہونچتا ہے تو وہ اپنے خاندان کی قابلیت ومقبولیت کا رعب جما کر خود بھی مقبول ہونے کا خواب دیکھتے ہیں اور اپنی مقبولیت وشہریت کے لئے طرح طرح کی کوششیں کرتے رہتے ہیں اور کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جن کا خاندان بھی باکمال ہوتا ہے اور خود اس کے اندر بھی بے حساب فضائل وکمالات ہوتے ہیں اس بنا پر وہ مقبول ومشہور ہوتے ہیں اس زاویہ سے جب ہم حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپ "آخری" گروہ کے لوگوں میں نظر آتے ہیں کیونکہ جس طرح ہر زمانے میں آپ کا خاندان علم وعرفان، زہد وتقوی، خلوص ومحبت، حق گوئی و بیباکی، میں ممتاز رہا ہے آپ بھی اپنے زمانہ میں ان چیزوں میں ممتاز رہے ہیں یہ اسباب تو دنیاوی مقبولیت وشہرت کے ہیں لیکن بارگاہ خداوندی میں جو چیز قابل تکریم ہے وہ انسان کا تقوی ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے (ان اکرمکم عند اللہ اتقکم) "یعنی بارگاہ الٰہی میں وہی معزز ومکرم ہے جس میں تقویٰ و پرہیزگاری ہے" اور جس میں جتنا زیادہ تقویٰ ہوگا اس کا مقام رب کی بارگاہ میں اتنا بلند و بالا ہوگا اور وہ بارگاہ الٰہی کا اتنا ہی مقبول ومحبوب بندہ ہوگا اور وہ جب رب کا محبوب ہو جاتا ہے تو اللہ زمین وآسمان والوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دیتا ہے پھر سارے لوگ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور اس کا نام مشہور ومقبول ہو جاتا ہے جب بارگاہ خداوندی میں مقبولیت کا دارو مدار زہد وتقوی پر ہے تو آیئے حضور تاج الشریعہ کا زہد وتقویٰ دیکھیے کہ آپ کی ذات میں تقویٰ کہاں کہاں دکھائی دیتا ہے آپ اس عظیم شخصیت کے جانشین ہیں جن کے زہد وتقویٰ اور اتباع شریعت وعمل بالسنۃ کے حوالے سے دنیائے سنیت کے ایک عظیم عالم شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ "جس طرح بخاری مسلم کا پڑھنے والا ایقان واذعان کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ میں نے حضور کی حدیث پڑھی ہے ایسے ہی حضور مفتیٔ اعظم کا زہد وتقوٰی اور اتباع سنت کو دیکھنے کے بعد یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ میں نے حضور کی حدیث کی عملی تفسیر حضور مفتیٔ اعظم میں دیکھتا ہوں" سرکار تاج الشریعہ حضور مفتیٔ اعظم ہند کی صحبت پاکر زہد وتقویٰ کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے آپ کا کوئی قدم خلاف شرع وسنت دکھائی نہیں دیتا آپ کے تقویٰ کے حوالے سے حضرت مولانا شہاب الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں، کہ آج کل پیر، فقیر، عالموں

عاملوں، کے ارد گرد عورتوں کا ہجوم لگا رہنا عام سی بات ہے مگر حضور تاج الشریعہ کا تقویٰ ہرگز اس کو برداشت نہیں کرتا ہے ۲۰۱۲ء کی بات ہے کہ زنان خانہ میں عورتیں زیارت و بیعت کے لئے حاضر ہوئیں جب آپ زنان خانہ میں تشریف فرما ہوئے تو جن عورتوں کے نقاب الٹے اور منہ کھلے ہوئے تھے آپ نے فوراً اپنی آنکھیں دوسری جانب پھیر لیں اور فرمایا پردہ کرو بے حجابانہ گھومنا پھرنا سخت منع ہے نقاب ڈالو۔ "لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم"

سب عورتوں نے نقاب ڈالنے کا اہتمام کیا پھر بیعت فرمایا یہ ہے حضور تاج الشریعہ کا زہد و تقویٰ کہ ایک لمحہ بھی بے پردہ رہنا گوارہ نہ فرمایا اہتمام نماز کے حوالے سے مولانا شہاب الدین فرماتے ہیں کہ سفر چاہے جیسا ہو ہوائی جہاز سے ہو چاہے ٹرین یا گاڑی سے نماز کا وقت ہوتے ہی نماز کی ادائیگی کے لئے بے چین و مضطرب ہو جاتے اکثر فقیر کو حکم فرماتے مصلیٰ بچھاؤ نماز ادا کروں گا اور آپ ہر جگہ نماز وقت پر ادا فرماتے میں نے پندرہ سال تک حضرت کے ساتھ پورے ملک کا سفر کیا مگر نماز حضرت کی کوئی قضا نہ ہوتے دیکھی یہ ہے حضور تاج الشریعہ کا اہتمام نماز۔

"اللہ ہم سب کو سرکار تاج الشریعہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین"

حضور تاج الشریعہ کے زہد و تقویٰ کے حوالے سے حضرت علامہ سید فخر الدین اشرفی مدظلہ العالی صاحب سجادہ آستانہ مخدوم سمنان کچھوچھہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ تاج الشریعہ مالدہ کلیا چک جلسہ میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے آپ کو قضا کی حاجت در پیش ہوئی آپ نے گھر والوں سے انتظام کرنے کو فرمایا گھر والوں نے ایک استنجا خانہ کو صاف ستھرا کر کے آپ کی بارگاہ میں عرض کی حضور تشریف لے چلیں حضرت جب استنجا خانہ میں تشریف لے گئے تو اتفاق سے استنجا خانہ کی چھت کھلی تھی آپ باہر نکل آئے اور فرمایا کھلی چھت کو کسی چیز سے ڈھانپ دیا جائے جب اس کو چھتری سے چھپایا گیا تو آپ نے اپنی ضرورت پوری فرمائی۔

حضور تاج الشریعہ کے اس عمل سے ہر کوئی اندازہ لگا سکتا ہے کہ وہ زہد و تقویٰ کی کس بلندی پر فائز تھے جس انسان کا تقویٰ کھلی فضا میں قضائے حاجت سے روک دے وہ انسان فرائض و واجبات اور دیگر احکام شرع کی پاسداری کتنی فرماتا ہوگا ہر کوئی اندازہ لگا سکتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے یوں ہی لوگوں کے دلوں میں حضرت کی محبت نہیں ڈالی ہے بلکہ آپ نے احکام خدا و فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق زندگی کا ایک ایک لمحہ گذارہ ہے تب یہ مقام و مرتبہ ملا ہے آپ کے زہد و تقویٰ کے حوالے سے اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں جن کو لکھا کیا جائے تو خود ایک مستقل کتاب بن جائے بس ایک واقعہ اور سماعت فرمائیں کہا جا رہا ہے حضرت علامہ الیاس فیضی صاحب جن کا شمار ہندوستان کے بڑے بڑے نقباء میں ہوتا ہے وہ حضور تاج الشریعہ کے تقویٰ کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں ان کا بیان حضرت علامہ مفتی عابد حسین نوری مصباحی صاحب نے اپنے ایک مقالہ میں درج فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ حضور تاج الشریعہ ٹرین میں سفر کر رہے تھے اتفاق سے فقیر بھی شریک ہو گیا میں نے دیکھا کہ حضور تاج الشریعہ کی جس جگہ سیٹ تھی اس کے قریب میں ایک سیٹ پر ایک عورت نیم برہنہ لباس میں ملبوس بیٹھی تھی حضرت نے دیکھتے ہی فرمایا میری سیٹ اور اس کی سیٹ کے درمیان پردہ کا انتظام کیا جائے کسی طرح چادر لگا کر پردہ کیا گیا تب حضرت تشریف فرما ہوئے عورت نے جب یہ منظر دیکھا تو خود اپنے آپ میں شرمندہ ہوئی اور وہاں سے ہٹ کر دوسری سیٹ پر جانے میں اپنی عافیت سمجھی۔

مختصر یہ کہ حضور تاج الشریعہ کی ذات جس طرح علمی اعتبار سے بلند و بالا تھی ویسے ہی آپ کی ذات روحانیت میں بھی بے مثال تھی آپ شریعت و طریقت دونوں کے جامع تھے آپ کے جانے سے علمی و روحانی دنیا میں عظیم خلا پیدا ہوا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کا روحانی سایہ جماعت اہل سنت پر تا قیامت قائم رہے۔ (آمین)

***

حضور تاج الشریعہ مقبولیت اور اسباب

مولانا محمد شکیل رضوی بریلوی پرنسپل جامعۃ الرضا، بریلی شریف

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ والرضوان کی ذات آج صرف برصغیر ہند و پاک ہی میں نہیں بلکہ اکناف عالم میں جہاں کہیں بھی مذہب اسلام کے ماننے والے رہتے ہیں ہر جگہ عوام وخواص میں یکساں متعارف تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کی شخصیت میں غیر معمولی جاذبیت رکھی تھی اسی جاذبیت ہی کا نتیجہ تھا کہ تاج الشریعہ کی ذات شمع فروزاں بن کر جہاں جلوہ فگن ہوتی وہاں عوام وخواص سب آپ کی طرف پروانہ وار کھنچے چلے آتے اب چاہے وہ جگہ ایسی ہو کہ جہاں حضرت کے قدوم میمنت اکثر پہونچتے تھے یا حضرت نے اس جگہ پر پہلی مرتبہ قدم رنجا فرمایا ہو، اللہ تعالیٰ نے آپ کو عوام وخواص میں وہ غیر معمولی شہرت ومقبولیت عطا فرمائی تھی جس کی نظیر ماضی قریب میں کہیں نہیں ملتی خانوادہ رضویہ میں آپ کے اجداد کریم میں اپنے زمانے میں جو شہرت ومقبولیت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو حاصل تھی آپ کی شہرت ومقبولیت اسی شہرت کی عکاسی کرتی تھی آپ کی مقبولیت کا عالم یہ تھا کہ ہند و پاک ہی نہیں بلکہ بہت سارے دیگر ممالک کے بھی صف اول کے علما مجالس علم وفن میں آپ کے تبحر علمی کے معترف تھے اور اسی اعتراف میں کہیں نہ کہیں ان مجالس میں آپ کی مقبولیت پنہا تھی اس کے علاوہ زہد وتقویٰ والوں کی صف آرائی ہو یا عشق ووفا والوں کی محفلیں ہوں یا شریعت و طریقت کے سنگم کی عصر حاضر میں نظیریں پیش کی جائیں یہ تمام ترمحفل حضور تاج الشریعہ کے ذکر جمیل کے بنا ناقص اور نا تمام ہی ہے۔

بلاشبہ درحقیقت یہ مقبولیت وشہرت اللہ رب العزت کی عطا سے ہی ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہے شہرت ومقبولیت کے اوج تک پہونچادے اور جسے چاہے گمنامی کے ورطہ عمیق میں ڈال دے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شہرت ومقبولیت او رنمرود کی گمنامی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شہرت ومقبولیت اور فرعون کی گمنامی امت محمدیہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہرت ومقبولیت اور یزید پلید کی گمنامی اللہ رب العزت کی اس قدرت کاملہ جس کا بیان خود خالق کائنات نے وتعز من تشاء وتذل من تشاء میں فرمایا ہے کا مظہر ہے یہ شہرت ومقبولیت یقیناً عطائے الٰہی ہی ہے مگر انسانی فطرت اس کو کچھ ظاہری اسباب وعوامل سے مربوط کرکے دیکھتی ہے اسی تقاضائے فطرت میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی اس مقبولیت وشہرت کے بھی کچھ عوامل واسباب ظاہری ہیں جن کا تذکرہ اس مضمون میں کیا جارہا ہے۔

اس مادی دنیا میں کسی بھی انسان کی مقبولیت کے لئے ایک ظاہر بیں کو جو عوامل نظر آتے ہیں وہ اس مقبول ذات کا حسب ونسب علم وفضل زہد وورع، پابندی شریعت، ایمانی جرأت، حق گوئی وبے باکی، پیکر اخلاق وکردار، نمونہ عشق ووفا عظیم دینی وملی قائد ورہنما ہوتا ہے۔

ان عوامل واسباب کے آئینہ میں اگر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی ذات بالا صفات کو دیکھا جائے تو یقیناً عصر حاضر میں آپ کی ذات اپنی مثال آپ ہے حسب ونسب اگرچہ مقبولیت کے عوامل میں سب سے کم تر درجے کا عامل ہے مگر حضور تاج الشریعہ کو اس

معاملے میں بھی اعلیٰ حسب ونسب حاصل ہے، آپ کا حسب ونسب قندھار افغانستان کے موقر قبیلہ بڑیچ سے ملتا ہے اور اصحاب ولایت کی صف آرائی میں آپ کے آباو اجداد نمایاں مقام پر نظر آتے ہیں۔

اللہ ورسول کی محبت:

قبولیت کے عوامل میں سے سب سے اہم عامل اللہ اور اس کے رسول سے عشق ومحبت ہے اور بندہ جب اپنے مالک حقیقی سے محبت کرتا ہے اس کے محبوب سے محبت کرتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ بھی س بندے سے محبت فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ جس بندے سے محبت فرماتا ہے اس بندے سے محبت کرنے کا فرمان اللہ اپنے ملائکہ مقربین کو سنا دیتا ہے اور وہ ملائکہ مقربین اس بندے کو اپنا محبوب بنا لیتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ اس بندے کی مقبولیت عامہ روئے زمین میں پھیلا دیتا ہے اس معیار پر اگر حضور تاج الشریعہ کی ذات ستودہ صفات کو دیکھا جائے تو حضرت کی ذات اس معیار پر کھری اترتی ہے حضور تاج الشریعہ کی اللہ ورسول سے محبت کا مظہر آپ کی حمد ونعت کا مجموعہ ہے جس سے آپ کے عشق کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے سلسلہ حمد میں اللہ کی محبت بیان کرنے والا آپ کا عربی قصیدہ اللہ اللہ اللہ مالی رب الا ھو ہے اس قصیدے کے ایک ایک شعر سے حب الٰہی کی خوشبو پھوٹتی ہے جو مشام جاں کو معطر کر دیتی ہے ،اور آپ کے عشق رسول پر تو وہ ایک قصیدہ ہی شاہد عدل ہے جس کا مطلع "جہاں بانی عطا کر دیں بھری جنت ہبہ کر دیں" ہے، یہ تو حضور تاج الشریعہ کے اللہ ورسول سے محبت کے قلمی اور تحریری شواہد ہیں ورنہ میدان عمل میں دیکھا جائے تو حضور تاج الشریعہ کی مکمل حیات الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کی عکاس تھی آپ نے اپنی حیات کا لمحہ لمحہ اسی کے آئینہ میں گزارا آپ نے اسی کو اپنا محبوب رکھا جو شریعت مطہرہ کا پابند اور اس کا پاس رکھنے والا ہو آپ نے اس سے کبھی سلام کلام نہ کیا جس نے شریعت مطہرہ سے انحراف کیا۔

علم وفضل:

حضور تاج الشریعہ کا خاندان ایک زمانے سے علمی میدان میں امت مسلمہ کی دست گیری کرتا رہا آپ کے آبا و اجداد میں حضرت علامہ مولانا رضا علی خاں اور حضرت مولانا نقی علی خاں علیہما الرحمہ نے اپنے زمانے میں بیش بہا علمی کارنامے انجام دیے لیکن آپ کے خاندان کو علمی میدان میں شہرت آپ کے جد کریم چودہویں صدی کے عظیم مجدد شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت عظیم البرکت شاہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے زمانے سے ملا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے اپنی مکمل حیات صرف دین متین کی علمی خدمت میں صرف کر دی اور آپ نے ۵۵ علوم فنون پر ایک ہزار سے زائد کتابیں تحریر فرمائیں نیز اسلام کے سپاہی تیار کرنے کے لئے جامعہ رضویہ منظر اسلام کا قیام فرمایا اعلیٰ حضرت کے بعد حضور حجۃ الاسلام وسرکار مفتی اعظم ہند علیہما الرحمہ سے ہوتا ہوا یہ موروثی سرمایہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو ملا آپ کے فضل وکمال کا عالم یہ تھا کہ ارباب فکر ونظر کی مجالس میں آپ الشمس بین النجوم کی مثال تھے جب ارباب فکر ونظر کسی مسئلے کی عقدہ کشائی میں اپنی تمام تر طاقتوں اور قوتوں کو صرف کر چکتے اور عقدہ کشائی نہ ہو پاتی تو اس وقت حسرت سے ان کی نگاہیں حضور تاج الشریعہ کی طرف اٹھتیں اور حضور تاج الشریعہ اس مسئلہ کا شافی وکافی حل پیش فرماتے اس کی بہت ساری نظیریں شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے زیر اہتمام ہونے والے فقہی سیمینار میں ملتی ہیں جن کو ان سیمینار کے حاضرین بخوبی جانتے ہیں اس کے علاوہ آپ کی بہت ساری کتب ورسائل آپ کے علم وفضل کا واضح ثبوت ہیں چاہے وہ آپکی تحریر

بنام سن المشارع علی من یقول ان الدین یستغنی عن الشارع و الصحابۃ نجوم الاھتداء و ابراہیم کے والد کون ؟ یا ابو طالب کے پیر کے دن عذاب میں تخفیف سے متعلق ہو یا دور حاضر کے محقق جدید کی حدیث افتراق امت کی شرح کی جوابی تحریر ہو آپ کی ہر ایک تحریر سے علم و تحقیق کے بیش قیمت موتی جھڑتے ہیں آپ کے اسی فضل و کمال کا اعتراف کرتے ہوئے ارباب فکر و نظر نے آپ کو اپنا مقتدا شریعت کا تاج مانا ہے۔

زہد و ورع:

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا زہد و تقویٰ اسی تربیت کا نتیجہ تھا جو آپ کو اپنے گھر پر ایک پاکیزہ ماحول میں ملی تھی آپ نے تربیت اپنے ناناجان کے زیر نگرانی پائی اور آپ کے ناناجان کے تقویٰ کا عالم یہ تھا کہ خود تقویٰ ان پر ناز کرتا تھا اپنے ناناجان کے تقویٰ کے بارے میں آپ خود ہی یوں گویا ہیں:

متقی بن کر دکھائے اس زمانے میں کوئی
ایک میرے مفتی اعظم کا تقویٰ چھوڑ کر

اور زہد و ورع و ترک دنیا کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

ایک تم دنیا میں رہ کر تارک دنیا رہے　　رہ کے دنیا میں دکھائے کوئی دنیا چھوڑ کر

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے زہد و ورع اور تقوے میں آپ کے ناناجان کے تقوے کا عکس تھا آپ کے صوم و صلوٰۃ کی پابندی کا عالم یہ تھا کہ سفر میں یا حضر میں جہاں کہیں بھی ہوتے کبھی آپ کی نماز قضا نہیں ہوئی اور جب تک ترک جماعت کے لئے معذور نہ ہوئے نماز کے لئے جماعت کی بھی پابندی کرتے اور نماز پنجگانہ کے لئے اپنے کاشانے سے متصل رضا مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے تشریف لاتے بلکہ مسجد میں جب بھی تشریف لاتے تو خود ہی امامت فرماتے اور نماز کی پابندی کا عالم یہ تھا کہ جب ۸ ستمبر ۲۰۱۸ء کو آپ کی طبیعت علیل ہوئی ہاسپٹل میں ایڈمٹ کیا گیا ڈاکٹروں نے چلنے پھرنے سے منع کر دیا مگر اس وقت بھی آپ نے نماز کو ترک نہ فرمایا اور اس کے بعد آپ کی علالت کا یہ عالم تھا کہ شریعت کی پابندی بھی اس وقت آپ کو نماز سے معذور رکھتی مگر آپ نے اس وقت بھی نماز کی پابندی کی اور جس وقت آپ کا آخری سفر ہوا اس وقت بھی آپ نماز کی ہی تیاری کر رہے تھے اور نماز کا وقت ہونے سے پہلے ہی اس کی تیاری میں مصروف ہو گئے اور چشم دیدوں کے مطابق اس کے علاوہ بھی آپ کا نماز کی پابندی کا یہ عالم تھا کہ رات کو سوتے وقت بھی اس کی فکر رہتی اور رات میں کئی کئی مرتبہ جاگ کر وقت معلوم کرتے، اور وقت ہونے پر نماز ادا فرماتے۔ الغرض آپ کے معاصرین میں آپ کی طرح زہد و تقوے کی مثال دور دور تک نظر نہیں آتی۔

پابندی شریعت:

آپ نے اپنی مکمل حیات میں صرف شریعت کے آئینے میں ہی اپنی زندگی گزاری اور ہر اس امر پر عمل پیرا رہے جس کی شریعت نے اجازت دی اور ہر اس کام سے بچتے رہے جس سے شریعت نے روکا، آپ نے پوری زندگی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تبلیغ قولاً ہی نہیں عملاً بھی کی، اسلام میں نشہ جس سے بیہوشی چھا جائے حرام ہے افریقہ میں آنکھ کا آپریشن کرتے وقت جب ڈاکٹر نے نشے کا انجکشن لگانا چاہا آپ نے فوراً انکار کر دیا اور ڈاکٹر کو بنا بیہوشی کے ہی آپریشن کرنے کو کہا آپ یونہی درود پاک کا

ورد کرتے رہے اور ڈاکٹر نے آپ کا آپریشن کیا آپریشن کے بعد خود ڈاکٹر بھی آپ کے اس جذبہ اتباع شریعت کو دیکھ کر حیران رہ گیا یہاں پر اس واقعہ کو بیان کر کے محض واقعہ کی طرف توجہ دلانا مقصود نہیں بلکہ ایسے مقام پر جہاں بہت سارے اصحاب علم وفضل شریعت کی عطا کردہ رخصت کا استعمال کر کے اپنے لئے راہ جواز نکال لیتے ہیں حضور تاج الشریعہ نے وہاں پر بھی عزیمت پر عمل کر کے اتباع شریعت کا یہ نمونہ پیش کر کے رہتی دنیا تک یہ درس دے دیا کہ جب تک عزیمت پر عمل ممکن ہے عزیمت پر عمل کیا جائے رخصت پر عمل ایسے ہی اوقات میں کیا جائے جس وقت عزیمت پر عمل کرنا متعذر ہو۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ والرضوان کے اتباع شریعت کی دوسری نظیر موجودہ زمانے میں آج ناسور کی حیثیت حاصل کر چکا مسئلہ تصویر کشی ہے اسلام میں تصویر کشی حرام ہے یہ آج ہر خاص وعام جانتا ہے کچھ معاملات میں گورنمنٹ نے بھی تصویر کو لازمی قرار دیا حتی کہ حج جیسے فرض کی انجام دہی بھی آج اس کے بنا ممکن نہیں کچھ گورنمنٹ کے امتحانات میں بھی شرکت اب بنا تصویر کے ممکن نہیں تو ایسے حالات میں علمانے ان معاملات میں کہ جہاں بنا تصویر کے معاملات تعطل کا شکار ہو جائیں بر بنائے ضرورت صرف ان ہی معاملات کے لئے وہ بھی ویسی تصویر جیسی کی ضرورت ہے کھنچوانا جائز قرار دی، اور جہاں پر تصویر کی حاجت نہ ہو وہاں آج بھی علمانے تصویر کو حرام قرار دیا، مگر آج کے اس مغرب زدہ زمانے میں میڈیا خاص کر سوشل میڈیا نے جب سے زور پکڑا علماء سے بھی احتیاط کا دامن چھوٹنے لگا اور آج علما بھی اس ناسور کی زد میں آگئے اور وہی حضرات جو کل تک اپنی تبلیغ کا نصب العین گھروں کو ٹی وی وغیرہ سے پاک کر کے ایک صالح معاشرہ تعمیر کرنا رکھتے تھے اور اس وقت ان کی تبلیغ سے متاثر ہو کر لوگوں نے اپنے ٹی وی وغیرہ توڑ دئے آج جب زمانہ بدلا اور مغربیت غالب آئی تو تبلیغ کے نئے ذرائع کا حوالہ دیکر وہی لوگ ٹی وی کی دعوت دیتے ہیں بلکہ اسی ٹی وی کو جس کو کل گھر میں رکھنا پسند نہیں کرتے تھے آج اسی ٹی وی کو مدارس اور مساجد کے منبر پر رکھتے ہیں اور اس کے اپنے مخصوص پروگرام کو دیکھنا اپنے حلقہ اثر کے لوگوں پر لازم کرتے ہیں، آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بھی حضور تاج الشریعہ کی ذات پاک ایسی ذات تھی کہ جس نے اپنے آپ کو اس ناسور سے بچایا اور اپنے متعلقین کو بھی اس امر قبیح سے دور رہنے کی تلقین کی۔

مذکورہ نظائر کے علاوہ اور بھی کئی ایسی نظیریں ملتی ہیں جو حضور تاج الشریعہ کی اتباع شریعت کا منھ بولتا ثبوت ہیں جن میں لاؤڈ اسپیکر پر اقتدا کا درست نہ ہونا اور کبھی بھی لاؤڈ اسپیکر پر اقتدانہ کرنا چلتی ٹرین میں نماز کا مسئلہ ہو یا پھر سوشل میڈیا یا تار و موبائل کے ذریعے چاند کی رویت کی خبر کا اعتبار ہو ان معاملات میں آپ کا سختی کے ساتھ حکم شرع پر کاربند رہنا آپ کے اتباع شریعت کا پتا دیتی ہیں۔

حق گوئی اور بے باکی:

یہ بات ہر ایک پر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مرد حق آگاہ حق بات کہنے میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے اس لئے کہ حق گوئی اور بے باکی بھی جہاد ہے اور وہ اس میں صرف رضائے الٰہی کے ہی متلاشی رہتے ہیں شاہی ٹکڑوں کی انکو کوئی پرواہ نہیں رہتی اس لئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ان من اعظم الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر، اور حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے جب بھی ضرورت پڑی یہ جہاد بھی اپنی نوک قلم اور زبان فیض سے کیا چاہے وہ ایمرجینسی کے دور میں نسبندی کا مسئلہ ہو یا اسلامی قانون میں مداخلت کی نیت سے گورنمنٹ کا شاہ بانو والا مسئلہ ہو یا موجودہ دور کا سلگتا ہوا تین طلاق کا مسئلہ ہو

حضور تاج الشریعہ نے ہمیشہ گورنمنٹ کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر وہی حکم صادر فرمایا جو کتاب وسنت سے ثابت شدہ ہے اور حکم شرع بتانے میں ذرہ بھر تامل نہ کیا اور ماہ نومبر ۲۰۱۶ میں ہونے والے عرس رضوی کے موقع پر اپنے ادارے مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا متھراپور بریلی شریف میں منعقد امام احمد رضا کانفرنس کے اسٹیج سے اپنے شہزادے شہزادہ گرامی وقار حضرت علامہ مولانا عسجد رضا خان مدظلہ العالی کی زبانی یہ اعلان کرا دیا کہ اپنے مذہبی معاملات میں شریعت پر عمل کرنا یہ ایسا حق ہے جو ہمیں آئین سے ملا ہے۔ لہٰذا اس آئین کی طرف سے ملے ہوئے حق میں اگر کوئی ہمارے مذہبی معاملات میں مداخلت کرے تو اس کی یہ بیجا مداخلت نہ کل برداشت کی گئی اور نہ آج برداشت کی جائے گی۔ اس کے علاوہ شریعت کے معاملے میں جہاں کہیں بھی حق گوئی کی بات آئی تو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے ہمیشہ بانگ دہل حق بیان کیا اب وہ چاہے حکومت کے کسی معاملے میں حق گوئی کا مسئلہ ہو یا کسی فرد خاص کے بارے میں حق گوئی کا معاملہ ہو، حضور تاج الشریعہ کا قلم ہر ایک کے بارے میں یکساں چلا۔

پیکر اخلاق وکردار:

چونکہ حضور تاج الشریعہ نے اپنی مکمل حیات کو اتباع شریعت کے آئینے میں گزارا ہمیشہ اللہ اور اس کے رسول کی رضا جوئی ہی آپ کا نصب العین رہا اور اپنے کردار ورفتار گفتار ہر ایک میں سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا آئیڈیل بنایا اور ہمیشہ سرکار دوعالم کی سنتوں کو اپنی حیات کا زیور بنایا اور اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کو اخلاق کا پیکر بنایا خود رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے **انک لعلی خلق عظیم**، اے محبوب ہم نے تمہیں اخلاق کا پیکر بنا کر بھیجا، یہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی اخلاق تھا کہ آپ نے پتھر کھانے کے بعد بھی طرح طرح کی اذیتیں برداشت کرنے کے بعد بھی کبھی کسی کے ساتھ بدسلوکی تو دور کسی کے حق میں اپنے رب کی بارگاہ میں بددعا نہ فرمائی بلکہ اگر کسی برائی کرنے والے کی مدد کی باری آئی تو اس کی مدد کی اور کبھی وہ بدخواہ بیمار ہوا تو اس کے حسن سلوک سے پیش آتے ہوئے آپ نے اس کی عیادت بھی کی یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار تھا اور چونکہ حضور تاج الشریعہ بھی اپنی مکمل حیات میں خدا اور رسول خدا کی رضا جوئی میں ہی رہے تو آپ کو بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ سے حصہ ملا اور آپ کا اخلاق وکردار بھی سنت رسول کے قالب میں ڈھلا ہوا تھا آپ نے بھی ہمیشہ نرم خوئی اور حسن اخلاق کا مظاہرہ کیا آپ بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پر شفقت آپ کے حسن اخلاق کا مظہر ہے حضور محدث کبیر حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ امجدی صاحب قبلہ یا دیگر موقر شخصیات کے ساتھ آپ کس طرح پیش آتے یہ کسی پر مخفی نہیں اور چھوٹوں پر شفقت کا یہ عالم کہ جب کبھی مریدوں کے ہجوم کے سبب تحریری یا دیگر ضروری امور میں رخنہ پڑنے کے سبب غصہ آجاتا یا مریدوں کی عقیدت جب بوسے کی شکل میں غالب آجاتی جو اہم امور میں رخنہ ڈالتی تو اس وقت حضرت کبھی اگر غصہ فرماتے تو اس غصے کو ٹھنڈا کرنے کے لئے بچوں کا سہارا لیا جاتا اور خدمت کا حاضر باش کسی بچہ کو سامنے کرکے حضرت کو دست شفقت رکھنے کو کہتا تو حضرت کا وہ غصہ فوراً کافور ہو جاتا اور پھر بچوں کے دست شفقت رکھنے یا بچوں کے دست بوسی کرنے میں چاہے جتنی تاخیر ہوتی آپ کبھی اس پر ناراضگی کا اظہار نہ فرماتے۔

یہ وہ چند عوامل تھے جو حضور تاج الشریعہ کے عوام وخواص میں یکساں مقبولیت کا ظاہری سبب بنے اور اللہ تعالیٰ نے آپکو غیر

معمولی شہرت عطا فرمائی آپ کی مقبولیت کا عالم یہ ہے کہ جب آپ بریلی شریف میں قیام پذیر ہوتے تو کاشانے پر زیارت کے لئے آنے والے حضرات کے ہجوم کا یہ عالم ہوتا کہ محلہ سوداگران کی گلیاں دیکھ کر ہی معلوم ہو جاتا کہ حضرت بریلی شریف میں ہیں یا نہیں اور منظر بزبان حال یہی ہوتا کہ۔ ع

موسم ہو کوئی پھر بھی رہتی وہاں بہار ہے

حضور تاج الشریعہ کے دیدار اور آپ سے شرف ملاقات کا شوق لئے پروانے اکناف عالم سے آپ کی بارگاہ میں کشاں کشاں چلے آتے چہ عوام چہ خواص ہر ایک پروانہ وار کھنچا چلا آتا ،آپ کی شہرت اور مقبولیت کا عالم یہ تھا کہ آپ کا اگر کسی مقام پر جانا ہوتا تو اس مقام پر لوگوں کا سیلاب ہی نظر آتا بہت سارے مقامات پر جب حضرت پروگرام میں تشریف لے گئے تو سیکڑوں کلومیٹر سے لوگ سفر کر کے حضور تاج الشریعہ کی ایک جھلک پانے کے لئے بے تاب رہتے اور بس ایک جھلک پالینے کو ہی اپنی زندگی کی معراج سمجھتے، حضور کی آمد کے ایک واقعے کی میں چشم دید ہوں جس وقت میں صوبہ اتراکھنڈ کے مشہور قصبہ جسپور کی ایک دینی درسگاہ میں تدریسی ذمہ داریوں کی انجام دہی میں مصروف تھی وہاں پر ایک قدیم دینی درسگاہ جامعہ عربیہ بدر العلوم کے نام سے ملکی سطح پر شہرت یافتہ ہے اس دینی درسگاہ کی جو قدیم عمارت ہے وہ آبادی کے درمیان ہے جس کی توسیع کی وہاں پر کوئی صورت نظر نہیں آتی دیکھ جامعہ کے ذمہ دار حضرات نے جامعہ کی ہی آبادی سے باہر واقع آراضی پر جامعہ کی نئی عمارت کی تعمیر کا ارادہ کیا اور اس کا سنگ بنیاد حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ والرضوان کے دست اقدس سے کرانے کا عزم کیا تو اراکین نے میرے رفیق سفر جو بھی اس جامعہ میں تدریسی فرائض انجام دے چکے تھے (جو فی الحال حضور تاج الشریعہ کی عظیم دینی یادگار مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا بریلی شریف میں خدمت دین میں مصروف ہیں) سے حضرت کے پروگرام کے لئے رابطہ کیا حضور تاج الشریعہ اس سے پہلے کبھی جسپور تشریف نہیں لے گئے تھے یہ بھی حضرت کا اہل جسپور پر نہایت کرم تھا کہ جہاں لوگ سالہا سال سے تاریخ کے لئے کوشاں رہتے اور بمشکل تمام ان کو یہ موقع میسر آتا اہل جسپور کو محض ۱۵ دن کے وقفے سے ہی تاریخ مل گئی اور ۱۶ر مارچ ۲۰۱۵ء کو بعد نماز ظہر حضرت کی آمد کا پروگرام طے ہو گیا۔

۱۶ر مارچ ۲۰۱۵ء کا دن جسپور کی تاریخ میں ایک نیا باب جوڑ رہا تھا آج اہل جسپور کی زندگی کی معراج تھی اور ہو بھی کیوں نہ جس ذات بالا صفات کے دیدار کے لئے لوگ سیکڑوں کلومیٹر کا سفر طے کر کے حاضر خدمت ہوتے آج وہ ذات ستودہ صفات اپنے وجود مسعود سے سرزمین جسپور کو گلزار بنانے والی تھی اہل جسپور میں آج ایک عجیب سا ماحول تھا ہر طرف کیف و سرور چھایا ہوا تھا ہر زبان پر بس ایک ہی چرچا تھا کہ آج سرزمین جسپور کی قسمت بدلنے والی ہے آج ایک اللہ کے ولی کی آمد ہونے والی ہے،آج صبح سے ہی لوگوں نے اپنے اپنے کاروبار بند کر دئے اور یہ میری معلومات کے مطابق ایسا پہلا موقع ہے کہ جب کسی کی آمد کی خوشی میں مارکیٹ بند ہو، آج سارے لوگ کاروبار بند کر کے صبح سے ہی حضور تاج الشریعہ کی آمد کے لئے سراپا انتظار بنے ہوئے تھے کیا بوڑھا کیا جوان ہر ایک شوق دیدار میں بے چین تھا گھر کی خواتین کا عالم یہ تھا کہ انہوں نے آج امور خانہ داری سے فراغت بھی قبل از وقت حاصل کر لی تھی اور وہ بھی اپنے اپنے گھروں میں ہمہ تن شوق سراپا انتظار بنی ہوئی تھیں اور حضور تاج الشریعہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونے کے لئے بے قرار تھیں جوں جوں ظہر کا وقت قریب آتا گیا لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہوتا گیا اور جیسے جیسے وقت گزرتا گیا یہ

انتظار شدت اختیار کرتا گیا بالآخر نماز ظہر کی نماز سے فارغ ہوئے اور لوگوں کی تجویز ی زمہ داران سے بزبان حال حضرت کی آمد کے سلسلے میں سوال کرنے لگی چونکہ اس پروگرام کے تعین میں باشندگان جسپور میں سے کوئی عریضہ پیش کرنے کے لئے حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہو تھا اس لئے لوگوں کی تشویش اور بڑھتی گئی اور اللہ رب العزت بھی اپنے ان بندوں کے صبر کی آزمائش کر رہا تھا حضور تاج الشریعہ کا پروگرام دن میں گیارہ بجے کاشانہ اقدس سے روانہ ہونے کا تھا آپ وقت مقررہ پر اپنے ملبوسات فاخرہ زیب تن فرما کر جانے کے لئے ڈرائنگ روم میں تشریف لائے، ڈرائیور کو گاڑی نکالنے کا حکم دیا گیا اچانک ڈرائیور نے باہر سے آ کر خبر سنائی کہ حضور باہر کوئی بارات نکل رہی ہے اور جانے کے تمام راستے بند ہیں یہ جانکاہ خبر سنتے ہی رفیق حیات کے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی اور بے چینی بڑھ گئی کہ کہیں یہ بارات کا معاملہ کہیں دراز ہو گیا اور حضرت نے جانے کا ارادہ ملتوی فرما دیا تو اس ذمہ داری کا کیا جواب ہوگا جوں جوں وقت گزر رہا تھا پیشانی پر پریشانی کی شکنیں بڑھ رہی تھیں، مگر اللہ کو آج منظور ہی کچھ اور تھا حضرت اپنے بستر پر استراحت کی غرض سے لیٹ گئے اور بار بار آپ اس بارات کے گزرنے کی بابت معلوم کرتے رہے اس لئے کہ آج حضرت کا دریائے رحمت جوش میں تھا آپ کافی دیر تک اپنے ان ملبوسات فاخرہ ک زیب تن فرمائے رہے کافی وقت گزر جانے کے بعد بالآخر ۴ بجے کے قریب جب نکلنے کا راستہ ہوا تو حضرت اپنے کاشانے سے روانہ ہوئے اس وقت تک اہل جسپور کی تجویز اپنے چرم پر پہونچ چکی تھی جب حضرت کے روانہ ہونے کی خبر ان کو دی گئی تو ان کی جان میں جان آئی، ان لوگوں نے حضرت کے استقبال کے لئے قصبہ جسپور سے ۱۸ کلومیٹر قبل ہی آپ کے استقبال کا پروگرام بنایا تھا مگر تاخیر کے سبب جو پروگرام دن کے اجالے میں ہونا چاہئے وہ رات کی تاریکی میں ہوا اور سارے استقبالیے چھوڑ کر جلد از جلد منزل تک پہونچنے کا ارادہ ڈرائیور کے ذہن میں تھا تو ڈرائیور بھی نہایت برق رفتاری سے گاڑی چلا رہا تھا، آخر کار جلسہ گاہ تک حضرت تشریف لے گئے، حضرت کی گاڑی کو دیکھتے ہی پژمردہ کلیاں مسکرانے لگیں مرجھائے ہوئے چہروں پر خوشی کی چمک دوڑ گئی اور چشمدیدوں کے مطابق ان کے جذبہ شوق اور آپ سے الفت کا یہ عالم تھا کہ گاڑی ابھی جلسہ گاہ تک پہونچ بھی نہیں پائی تھی کہ شوق دیدار میں تڑپتے لوگ پروانہ وار آپ کی گاڑی کی طرف دوڑ پڑے ہر کوئی آپ کی زیارت سے مشرف ہونے اور دست بوسی وقدم بوسی کے لئے دوڑ پڑا اور یہ الفت اس حد کو پہونچ گئی کہ اب یہ زحمت کا سبب بننے لگی حضرت کا گاڑی سے اتر کر جائے سنگ بنیاد تک جانا بھی دشوار ہو گیا آخر کار حضرت نے شہزادہ بالا تبار حضرت علامہ مولانا مفتی عسجد رضا خان دام ظلہ کو یہ کار خیر انجام دینے کے لئے بھیجا ادھر شہزادہ گرامی تعمیل حکم کے لئے گئے اور لوگوں کے اژدہام نے ادھر رخ کیا تو حضرت کو کسی طرح اسٹیج تک پہونچایا گیا اسٹیج پر مرید کرنے کے بعد جب واپسی کرنے لگے تو پھر لوگوں کے شوق نے جوش مارا اور الوداعی دیدار وزیارت کے لئے جی توڑ کوشش کرنے لگے یہ کوشش مجمع میں بدنظمی کی ضامن ہو گئی اور اس بدنظمی کے ماحول میں جذبات کے طوفان کو کنٹرول کرنے کے لئے کچھ طاقت کا بھی استعمال کرنا پڑا تب لوگ دور ہوئے اور حضرت کو گاڑی میں بٹھایا، حضرت کی آمد پر اس طرح کے واقعات صرف جسپور میں ہی نہیں بلکہ حضرت جہاں بھی تشریف لے جاتے تھے کم وبیش ہر جگہ پیش آتے تھے اور اس میں لوگوں کا مقصد اپنے مرشد ومقتدا کو ایذا دینا نہیں بلکہ شرف دیدار سے مشرف ہونے کا ہوتا، اور آپ کے دیدار کے لئے لوگوں کے جذبات کا بے قابو ہو جانا یہ صرف آپ کے اپنے تمام اوصاف حمیدہ کے ساتھ قبولیت عامہ سے مقبول ہو جانے کے سبب تھا یہاں پر صرف یہ

واقعہ بیان کرنا مقصود نہیں تھا بلکہ اس واقعہ کے پس منظر میں آپ کی شہرت اور مقبولیت کی ایک جھلک دکھانی مقصود تھی کہ حضور تاج الشریعہ کی مقبولیت کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں پھیلا دیا تھا جسکے سبب ہر خاص عام آپ کی طرف کھنچا چلا آتا تھا۔

یہ وہ شواہد تھے جو حضور تاج الشریعہ کی حیات جسمانی سے متعلق تھے اور آپ کی شہرت اور مقبولیت کا پتا دے رہے تھے، اور ۶ ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰ جولائی ۲۰۱۸ء کو بوقت غروب آفتاب یہ علم وفضل اور زہد وورع کا نیر تاباں جب افق عالم پر ہمیشہ ہمیش کے لئے غروب ہوا اور اس مہر درخشاں کے غروب ہونے کی خبر جب چار دانگ عالم میں پھیلی اور عالم اسلام میں جو ہیجان پیدا ہوا وہ بھی آپ کی مقبولیت کی واضح دلیل ہے اور اس کے بعد آپ کے آخری دیدار کے لئے جو لوگوں کا سیلاب شہر محبت کی طرف بہا اور آپ کے جنازے میں شرکت کرنے والے پروانوں نے جو شہر بریلی کی سانسیں تھمادیں اس سے تو آپ کی مقبولیت کا اعتراف صرف اپنوں ہی نے نہیں بلکہ غیروں نے بھی کیا اور ہر ایک زبان یہی کہہ رہی تھی کہ آج تک تاریخ میں کسی کے جنازے میں شرکت کرنے والوں کی اتنی بڑی تعداد نہیں دیکھی گئی۔

قارئین کرام مذکورہ بالا احوال واسباب سے حضور تاج الشریعہ کی مقبولیت کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو شہرت ومقبولیت کے بام اوج تک پہونچایا اور آپ کو وہ شہرت ومقبولیت اللہ رب العزت نے عطا فرمائی کہ آپ کی شہرت ومقبولیت کے اس بلند منارے تک ماضی قریب میں کوئی پہونچا اور نہ ہی مستقبل قریب میں کوئی پہنچتا نظر آرہا ہے الا ان یشاء اللہ ربنا۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولیٰ اپنے حبیب پاک علیہ التحیۃ والثناء کے صدقے میں حضور تاج الشریعہ کی مرقد پر انوار پر انوار وتجلیات کی موسلا دھار بارش برسائے اور تمام مسلمانوں کو عموماً اور ہم وابستگان سلسلہ کو خصوصاً تعلیمات حضور تاج الشریعہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کے فیضان سے ہم تمام وابستگان کو مستفیض فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ واکرم التسلیم

***

تاج الشریعہ اور عربی ادب

مولانا محمد شاہد القادری، چیئرمین امام احمد رضا سوسائٹی، کلکتہ

اللہ نے خانوادۂ امام احمد رضا پر یہ فضل فرمایا کہ آپ کی نسل پاک میں اپنے وقت کے جید عالم دین اور آفتاب و مہتاب پیدا ہوئے۔ ان میں ایک نمایاں نام مرشد اعظم عارف باللہ حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری قادری بریلوی مدظلہ العالی والنورانی کا ہے، جو آج مسند رضویت پر بیٹھ کر عالم اسلام کی دستگیری فرما رہے ہیں۔ ایک نظر آپ کی مقناطیسی شخصیت پر ڈال لی جائے تاکہ امت مسلمہ کی کشتی کے اس دینی اور روحانی ناخدا کی آفاقیت سے ذہن وفکر کو معطر کیا جا سکے۔

''ایں ہمہ خانۂ آفتاب'' کے نیر اعظم بلاشبہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان رہے۔ اعلیٰ حضرت کے دو صاحبزادے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں اور ان سے سترہ سال چھوٹے مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا خاں (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) آسمان علم ومعرفت کے تابندہ ستارے ثابت ہوئے۔ حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے صاحبزادے مفسر اعظم مولانا ابراہیم رضا خاں اور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی صاحبزادی کے درمیان رسم مناکحت ادا ہوئی اور انہیں دونوں حضرات کے آنگن میں ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۶۱ھ --- ۲۳ نومبر ۱۹۴۳ء کو ایک پھول کھلا محمد اسمٰعیل رضا خاں نام رکھا گیا اور اختر رضا خاں کی عرفیت ملی۔

بسم اللہ خوانی سے جس علم کی ابتدا، حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے کرائی، ظاہر ہے کہ اس کی تکمیل بھی عالی شان ہوتا تھی۔ والدہ ماجدہ نے قرآن ختم کرایا تو والد گرامی نے اردو کی کتابیں پڑھائیں۔ ابتدائی درسی کتابوں سے لے کر اعلیٰ معیار کی ادبیات کے مطالعے کا شرف حاصل کیا۔ دس سال کی عمر میں ایف آر اسلامیہ انٹر کالج میں داخلہ لیا، جہاں انگریزی اور ہندی زبانوں نیز ریاضیات اور دوسرے علوم جدیدہ سے آشنائی حاصل کی، عربی زبان وادب پر دستگاہ کامل حاصل کرنے کا جذبہ شروع سے سینے میں پنپ رہا تھا، وقت کے ساتھ وہ جذبہ اور زیادہ توانا ہو گیا۔ قسمت سے ایک ایسے استاد کا دامن بھی ہاتھ آ گیا جو خود عرب تھے۔ دار العلوم منظر اسلام میں تدریسی خدمات کی انجام دہی کے لئے فضیلۃ الشیخ مولانا عبد التواب مصری کی تقرری ہوئی۔ ایک اچھے استاد کو قابل شاگرد ملا تو دونوں کے قلوب مسرتوں سے بھر گئے۔ زبان پر مہارت کے حصول کی جو تدبیر نکالی گئی وہ مزے کی تھی۔ آپ عربی اخبارات پڑھ کر استاد گرامی کو سناتے، مشکلات زبان کا حل نکالا جاتا پھر اردو اور ہندی کے اخبارات پڑھ کر ان کا عربی ترجمہ فرماتے۔ کچھ عرصہ بعد ہی آپ عربی اہل زبان کی طرح بولنے پر قادر ہو گئے۔ آپ کی ذہانت سے متاثر ہو کر استاد گرامی نے حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ سے گزارش کی کہ وہ اپنے لاڈلے کو جامعہ ازہر میں داخل کرائیں۔ معقول مشورہ مانا گیا ۱۹۶۳ء میں آپ کا داخلہ جامعہ ازہر مصر کے کلیہ اصول الدین میں کرا دیا گیا۔

داخلے کے وقت اساتذہ کرام کو ایک نیا تجربہ ہوا، جب آپ نے عربی زبان میں بے تکلف گفتگو فرمائی۔ عام طور سے عجمی طلبہ شروع کے ایام میں عرب اساتذہ کے سامنے زبان کھولتے ہوئے بھی گھبراتے ہیں، یہ تجربہ اساتذہ کے لئے اتنا خوش کن رہا کہ

انہوں نے اس عجمی طالب علم کو اپنی توجہ کا مرکز بنالیا۔ پہلے سالانہ امتحان میں تحریری امتحان کے ساتھ جنرل نالج کا زبانی امتحان لیا گیا۔ زبانی امتحان میں ایک استاد نے علم کلام کا ایک سوال پوچھ لیا۔ سارے طلبہ خاموش رہے مگر اعلیٰ حضرت کے خانوادے کے چشم و چراغ نے نہ صرف سوال کا جواب دیا بلکہ اتنی صراحت کے ساتھ جواب دیا کہ استاد کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ انہوں نے پوچھا کہ ایسا کیوں کر ممکن ہے اصول حدیث کا طالب علم، علم کلام پر اپنی دسترس کا مظاہرہ کرے۔ آپ نے بتایا کہ دارالعلوم منظر اسلام کے زمانہ طالب علمی میں ہی انہوں نے چند کتابیں اس علم کی سرسری پڑھ لی تھیں، وہ حافظے میں تھیں، استاذ گرامی کی حیرت میں مزید اضافہ کرتے ہوئے یہ بتایا گیا سوال بہت آسان تھا اگر مشکل سوالات بھی ہوتے تو ان کے تشفی بخش جواب دیئے جاتے۔ ظاہر ہے کہ ایک ایسا طالب علم جو شامل نصاب مضامین سے آگے کی ایسی معلومات فراہم کرے، اسے تو اپنے درجے میں اول ہونا تھا۔ اولیت کا یہ تاج جو پہلے سال سرچڑھا فضیلات کے حصول تک چڑھا رہا۔ ۱۹۶۶ء میں ایک عجمی طالب علم نے اپنی نمایاں کارکردگی کی بنیاد پر جامعہ ازہر ایوارڈ حاصل کیا جو بعض تذکرہ نگاروں کے مطابق اس وقت کے مصری صدر جمال عبدالناصر کے ہاتھوں دیا گیا۔ جمال عبدالناصر کے لئے یہ اور مسرت کی بات تھی کہ وہ اپنے آنجہانی دوست پنڈت جواہر لال نہرو کے ملک سے آئے ہوئے ایک طالب علم کو وہ ایوارڈ سونپ رہے تھے۔ ایک اور امتیاز یہ حاصل ہوا کہ کلیہ اصول الدین کے طالب علم کو مجموعی بہتر کارکردگی کی بنیاد سند الفراغت و التحصیل علوم الاسلامیہ کی اضافی ڈگری بھی دی۔

انتباہ

فقیر قادری نے "تجلیات تاج الشریعہ" (رسم اجراء ۲۰۰۹ء) کو زیور طباعت سے آراستہ کر کے قوم کے سامنے پیش کیا تو بعض احباب نے یہ اعتراض کہ حضور تاج الشریعہ کو جامعہ ازہر مصر سے کوئی "تعلیمی ایوارڈ" صدر مصر جمال عبدالناصر نے نہیں دیا ہے، راقم کی خوش قسمتی کہ ایک مرتبہ حضرت مرشد گرامی کی خدمت کا موقع کاشانہ اقدس میں ملا، دوران خدمت عرض کیا گیا کہ حضور تعلیمی فراغت کے بعد اعلیٰ نمبرات ملنے پر جامعہ ازہر مصر سے "تعلیمی ایوارڈ" سے حضرت سرفراز کئے گئے تھے؟ حضرت نے ارشاد فرمایا: نہیں! مجھے کوئی ایوارڈ نہیں ملا تھا۔

دارالعلوم منظر اسلام سے لے کر جامعہ ازہر تک کے سفر میں جن اساتذہ کرام نے آپ کی علمی تشنگی کو چشمہ ہائے فیض سے سیراب کیا۔ ان کے اسماء حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضور مفتی اعظم مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی رضی اللہ عنہ
۲۔ مفسر اعظم حضرت علامہ ابراہیم رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ
۳۔ بحر العلوم حضرت مفتی سید افضل حسین مونگیری علیہ الرحمہ
۴۔ فضیلت الشیخ مولانا محمد سماحی شیخ الحدیث والتفسیر جامعہ ازہر (مصر)
۵۔ حضرت مولانا عبد الغفار استاذ الحدیث جامعہ ازہر (مصر)
۶۔ فضیلۃ الشیخ مولانا عبد التواب مصری استاذ جامعہ منظر اسلام
۷۔ مولانا حافظ انعام اللہ خان تسنیم حامدی بریلوی

مختلف علوم کے علاوہ اردو، فارسی، عربی، انگریزی اور ہندی زبانیں اہل زبان کی طرح تحریر وتقریر میں استعمال پر قادر ہیں۔ یورپی ممالک کے اپنے دوروں میں آپ انگریزی زبان میں تقریر فرماتے ہیں، عرب اور افریقی ممالک میں تقریر کی زبان عربی ہوتی تھی۔ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب کے اس شیدائی پر نوازشات کی بارش فرمادی۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی علمی، فقہی، اور لسانی صلاحیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ بالخصوص اردو اور عربی زبان وادب پر آپ کو مکمل دسترس حاصل تھی۔ عربی زبان پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ہی پیاری اور محبوب زبان تھی۔ اسی لئے رب کائنات نے جنتیوں کی زبان عربی قرار دیا۔ حضور تاج الشریعہ نے اس زبان کو اسی لئے سیکھا، پڑھا کہ یہ میرے مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ زبان ہے۔ اور اسلامی ماخذ ومراجع بھی عربی زبان میں بہت زیادہ ہیں۔ آپ کو ایام طالب علم ہی سے عربی زبان پڑھنے اور لکھنے کا ذوق تھا۔ یہی سبب ہے کہ ۲۱ رسال کی عمر میں بغرض اعلی تعلیم عالم اسلام کی عظیم عربی یونیورسٹی جامعہ ازہر (مصر) کا سفر کیا۔ قبل اس کے کہ آپ کی عربی دانی پر گفتگو کی جائے کچھ باتیں اس فن کے تعلق سے کی جائے تاکہ ایک ادیب کی ادبی خوبیوں کو اسی کسوٹی پر پرکھا جاسکے۔

مشہور عربی مفکر جاحظ نے ایک ادیب کے لئے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ جملہ فنون کے اصول اور مبادیات اسے ضرور معلوم ہوں تاکہ وہ حسب ضرورت ان سے مدد لے سکے۔

ادب کی تعریف کرتے ہوئے مولانا نفیس احمد رضوی رقم طراز ہیں "اور ادب کسی زبان کے شعراء ومصنفین کا وہ نادر کلام جس میں نازک خیالات وجذبات کی عکاسی اور باریک معانی ومطالب کی ترجمانی کی گئی ہو۔ اس زبان کا "ادب" کہلاتا ہے۔

مزید لکھتے ہیں "اسی ادب کی بدولت نفس انسانی میں شائستگی، اس کے افکار وخیالات میں جلا، اس کے احساسات میں نزاکت وحسن اور زبان میں سلاست وزور پیدا ہوتا ہے۔ ادب کا اطلاق ان تصانیف پر بھی ہوتا ہے جو کسی علمی، ادبی شعبے میں تحقیق کا نتیجہ ہوں۔ اس لحاظ سے گویا لفظ ادب ان تمام تصانیف کو اپنے احاطہ میں لے لیتا ہے۔ محقق علماء کے انکشافات، مضمون نگاروں کے افکار، شاعروں کے انوکھے تخیلات اور نازک تصورات پر مشتمل ہوں۔

ادب میں جہاں مافی الضمیر کی ادائگی کے لئے منثور کی افادیت تسلیم کی گئی ہے وہیں منظوم کو بھی تفوق وکمال حاصل ہے۔ ایک شاعر بہت ہی اچھوتے انداز میں قافیہ وردیف کے پیرائے میں زبان کی شگفتگی کو برقرار رکھتے ہوئے اپنی باتیں دوسروں تک پہنچاتا ہے کسی شاعر کا شعر کن خوبیوں سے آراستہ وپیراستہ ہو، چنانچہ ناقدین شعر کی تعریف یوں کرتے ہیں شعر وہ فصیح وبلیغ کلام ہے جس میں وزن کے علاوہ نادر اور اچھوتے خیالات اور لطیف جذبات واحساسات کی عکاسی اسی طرح کی گئی ہو کہ انسان کے دل ودماغ پر براہ راست اس کا اثر پڑے (یادگار رضا ۲۰۰۸)

چودھویں صدی کے مجدد اعظم سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کا گھرانہ علم وادب کا گہوارہ ہے تقریباً دو صدی سے یہ علمی خانوادہ مسائل شرعیہ کا سینٹر ہے لاکھوں کی تعداد میں یہاں سے ملک وبیرون ملک فتاویٰ روانہ کئے گئے ہیں مستفتین میں علماء، فقہا، مشائخ، ڈاکٹرس، انجینئرس، وکلاء جج اور روزراء شامل ہیں۔

حضور تاج الشریعہ کی علمی حیثیت اپنی جگہ مسلم ہے یہی سبب ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند نے فرمایا تھا کہ اختر میاں اب گھر

میں بیٹھنے کا نہیں ہے کام کرنے کا ہے۔ (خلفاء مفتی اعظم ہند)

ماہر رضویات پروفیسر مسعود احمد مظہری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں ''ایک مرتبہ سفر پاکستان کے موقع پر نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری صاحب قبلہ کو اپنے مکان میں مدعو کیا دوران گفتگو حضرت سے میں نے چند عربی اشعار سنانے کو کہا آپ نے فی البدیہہ کئی اشعار سنا ڈالے۔ (اُجالا)

حضرت مسعود ملت علیہ الرحمہ کے اس قول سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت تاج الشریعہ عربی زبان وادب کے ایک کامیاب ادیب تھے اور عربی ادب کے نوک و پلک سے اچھی طرح واقفیت رکھتے ہیں ورنہ فی البدیہہ عربی زبان میں اشعار پیش کرنا ایک مشکل امر تھا۔

آپ کی عربی تصنیفات، تراجم اور قصائد و اشعار سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے اپنی صلاحیت ومہارت کے جلوے کہاں کہاں دکھائے ہیں اور نثر و نظم میں زبان وادب کی شگفتگی کے کیسے کیسے جوہر درخشندہ وتابندہ نظر آرہے ہیں۔ آپ کی عربی زبان میں علمی و ادبی خدمات کا جائزہ حسب ذیل حیثیت سے لیا جاسکتا ہے۔(۱) نثر (۲) نظم (۳) ترجمہ نگاری

نثر نگاری: حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کی عربی زبان میں مہارت اور زبان وادب پر قدرت پر قاری محمد افروز قادری چریا کوٹی یوں رقم طراز ہیں "بخاری شریف پر حضرت کا بزبان عربی پرزور حاشیہ حضرت کی جودت طبع، مکانت علمی اور قوت استحضار کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ہر زبان میں حضرت کی طوطی بولتی ہے۔ اردو، فارسی، عربی زبان وادب میں الفاظ کے دروبست اور جملوں کی سجاوٹ دیدنی اور شنیدنی ہوتی ہے ایک شہادت دیکھیں:

کسی موقع پر میں نے حضرت سے قصیدہ بردہ شریف پڑھنے کی اجازت طلب کی تو حضرت نے زبانی عنایت فرمادی۔ میں نے عرض کیا حضور تحریری درکار ہے۔ فرمایا تب لکھئے میں اس پر دستخط کئے دیتا ہوں میں نے لکھنا شروع کیا، حضرت نے فی البدیہہ ایسا مقفّٰی اور مسجّع اجازت نامہ املا کروایا کہ میں تو عش عش کر اٹھا۔ ذرا جملوں کے زیر وبم دیکھیں بلکہ سیاق وسباق کی تفہیم کے لئے پورا اجازت نامہ ہی نقل کئے دیتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم. الحمدللہ الملک المنعام، والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد النعمۃ المهداۃ رحمۃ للانام، وعلیٰ آلہ الکرام وصحبہ العظام، ومن تبعهم باحسان الیٰ قیام الساعۃ وساعۃ القیام، وبعد!

فقد استجزت لقراءۃ بردۃ المدیح فہا أنا ذا اجیز المستجیز بہا وبکل ما اجزت من مشائخی الکرام رحمہم اللہ تعالیٰ، وأسئل اللہ سبحانہ وتعالیٰ أن یسدد خطای وخطاہ ویوفقنا لما یحبہ ویرضاہ اوصیہ بملازمۃ السنۃ ومصاحبۃ اهلها ومجانبۃ البدعۃ ومفارقۃ أهل الهویٰ والاستقامۃ علی نهج الهدیٰ.

نظم نگاری: عربی نثر نگاری کے ساتھ ساتھ حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ عربی نظم نگاری پر بھی کامل دسترس رکھتے تھے، جس طرح اردو زبان کی شاعری میں آپ کو انفرادیت حاصل تھی، اسی طرح عربی شاعری میں بھی ممتاز نظر آتے تھے۔ برادر طریقت حضرت مولانا انیس عالم سیوانی رضوی مقیم حال لکھنؤ جب بغداد شریف سے اپنی تعلیم مکمل کرکے ہندستان تشریف لائے تو آپ کا کلکتہ بھی آنا ہوا راقم سے ملاقات کے لئے غریب خانہ تشریف لائے دوران گفتگو مولانا سیوانی صاحب نے فرمایا مرشد گرامی حضرت

تاج الشریعہ مدظلہ العالی بغداد شریف تشریف لے گئے، سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے حضرت سے ملاقات ہوئی دست بوسی قدم بوسی کے بعد میں نے آئندہ کا پروگرام معلوم کیا، حضرت نے فرمایا نجف اشرف کا پروگرام ہے۔ طے شدہ پروگرام کے تحت حضرت کے ساتھ میں اور چند مقامی عراقی طلباء نجف اشرف کے لئے چل پڑے۔ سیدنا علی مرتضیٰ مشکل کشا رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضری ہوئی۔ کسی نے کہا کہ حضور چند کلمات عالیہ ارشاد فرما دیجئے۔

حضرت نے فی البدیہہ اشعار عربی میں پیش کئے۔ جن سے حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کی عربی زبان وادب پر گرفت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ اللّٰـــہ اللّٰـــہ   مـــــالی رب الاھو

من کان لربی دیاہ   عاش شھیدا آخراہ

من مات یقول اللہ   ذاک الخالد محیـــاہ

الـــرضوان لــہ نزل   جنۃ خلد مـــاواہ

مکمل اشعار سفینۂ بخشش میں ملاحظہ کریں، حضرت مفتی محمد عیسیٰ رضوی (قنوج) لکھتے ہیں:

"تاج الشریعہ کو عربی ادب پر ایسی دسترس حاصل ہے کہ وہ فی البدیہہ عربی میں اشعار اور قصیدے کہتے ہیں، ان کی عربی تصانیف کو دیکھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ انہیں عربی زبان پر کتنا عبور ہے۔ ان کی عربی دانی سے بعض علماء عرب انگشت بدنداں رہ گئے کہ انہیں کہنا پڑا کہ ہندستان کا ایسا عربی داں عالم ہمیں آج تک نظر نہیں آیا۔ ان سے گفت وشنید کے بعد وہ ان کی عربی دانی کے معترف ومداح ہوگئے۔

مولانا محمد توفیق احسن برکاتی (جامعہ اشرفیہ) لکھتے ہیں "سفینۂ بخشش میں نعت ومنقبت، سلام، غزل، نظم، رباعی وغیرہ اصناف کا ایک جہاں آباد ہے، ۹۶ صفحات پر مشتمل یہ نعتیہ دیوان دنیائے شعروادب میں ایک مقام رکھتا ہے، ادبیت کی چاشنی اور شریعت وطریقت کی نوازشات کا حسین امتزاج قاری کو جہاں عشق وعقیدت کے حقائق دریافت کراتا ہے وہیں ادب وفن کے باریک رموز ونکات سے آگاہی دیتا ہوا نظر آتا ہے، بزبان عربی گیارہ کلام موجود ہیں جن میں نعتیں، منقبتیں، سلام اور نظمیں ہیں ان کے مطالعہ سے آپ کی عربی زبان میں مہارت تامہ کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے۔

ھادی السبل یامدار سلام
عدد البر والبحار سلام

قدر السماء والارض
عدد اللیل والنھار سلام

یاصبا بلغی الی حی
من بعید عن الدیار سلام

اجعلونی من اهل بلدتکم
وعلیکم ذوی الفخار سلام

أختر المجتدی یبلغکم
سائلا منکم الجوار سلام

***

رسول اللہ یاکلأ الأمانی
علی أ عتابکم وقف المعانی

بهذا الباب یعتز الذلیل
لهذا الباب یأتی کل عان

رسول اللہ انی مستجیر
لدی أ عتابکم من کل جان

وکم فاضت بحارك کل حین
وکم جادت سماء ك کل آن

***

کیف الوصول صاح لدی الشامخ الأشم
من أ عجز الشوامخ العلیا من الشمم

فاق المجاهدین هذا المجاهد
هذا الفتی بذاکم شهد الشواهد

قالو متی مضی ارأیت اختر
نادیت خاض فی الدهماء یجیر

ترجمہ نگاری:

ترجمہ نگاری ایک مشکل امر ہے ترجمہ کرتے وقت دونوں زبانوں پر مہارت حاصل ہونا اشد ضروری ہے ورنہ ترجمہ ناقص ہونے کے ساتھ ساتھ زبان وبیان کی چاشنی اور ندرت سے ایک قاری محروم ہوجاتا ہے۔ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ اردو اور عربی زبانوں پر یکساں دسترس رکھتے تھے اور دونوں زبان کے نوک وپلک اور ادبیت پر مکمل عبور حاصل تھا یہی سبب ہے کہ ایام علالت میں ہونے کے باوجود سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی کئی کتابوں کا اردو سے عربی زبان میں ترجمہ کرکے امت مسلمہ پر احسان فرمایا تا کہ اہل عرب سیدنا مجدد اعظم کے افکار ونظریات اور ان کی اسلامی تعلیمات سے واقف ہوسکے۔

☆مندرجہ ذیل کتابوں کا اردو سے عربی میں ترجمہ فرمایا ہے۔

(۱) تیسر الماعون للسکن فی الطاعون(۲)شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام (۳)العطایا القدیر فی حکم التصویر(۴) الھادی الکاف فی حکم الضعاف(۵)اھلاك الوھابیین علی توھین لقبور المسلمین(۶) فقہ شہنشاہ(۷) آخر تحقیق کے آئینے میں(۸)برکات الامداد(۹) الامن و العلی لناعتی المصطفی بدافع البلاء(۱۰) سبحان السبوح عن عیب کذب المقبوح(۱۱)حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین

☆حسب ذیل کتابوں کا عربی سے اردو میں ترجمہ کیا:۔

(۱) المعتمد المستند(۲)قصیدتان رائعتان(۳)انوار المنان فی توحید القرآن(۴)الزلال الانقی بحر سبقة الاتقی

☆مستقل عربی تصانیف:۔

۱۔ الحق المبین۲۔ الصحابة نجوم الاھتداء۳۔شرح حدیث الاخلاص۴۔ نبذة حیاة الامام احمد رضا

۵۔سد المشارع۶۔حاشیة عصیدة الشھدة شرح القصیدة البردة۷۔ تعلیقات زاھرة علی صحیح البخاری۔

۸۔تحقیق أن أبا سیدنا ابراھیم (تارح)لا(آزر) ۹۔مرأة النجدیة بجواب البریلویة

۱۰۔نھایة الزین فی التخفیف عن ابی لھب یوم الاثنین ۱۱۔ الفردة فی شرح قصیدة البردة۔

***

حضور تاج الشریعہ: صدف رضا کا انمول ہیرا

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری پٹنہ

تپ کر تو غم میں اور نکھر آیا اس کا رنگ
اشکوں کے درمیان گہر ہو گیا وہ شخص

اس نوازشِ خداوندی کے ہم سب قربان جائیں کہ اس نے مذہب مہذب دین اسلام کی دولت سے ہم سب کو سرفراز فرمایا تو زمانہ کی دست برد سے حفاظت کا سامان بھی خود ہی یہ کہہ کر مہیا کر دیا کہ" انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون. ہم نے ہی قرآن (دین) نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کر رہے ہیں ۔اس ذمہ کرم خداوندی نے ایسی فولادی دیوار اسلام کے گرد کھینچ دی ہے کہ لاکھ یزیدی طوفان اٹھے، ماسوئی بلائیں آئیں، طاغوتی آندھی چلے۔ ہر دور بلا خیز میں اسلام مسکراتا رہا اور مسکراتا ہی رہیگا۔ یہ اپنے مالہ و ماعلیہ کے ساتھ جیسا پہلے تھا ویسا ہی اب بھی ہے اور جیسا اب ہے ایسا ہی رہیگا۔ ہاں نظام قدرت کا حسین انتظام یہ ہے کہ حسب ضرورت و موقع وہ اپنے بندوں میں سے کسی کو چنتا ہے اور جس کو چنتا ہے اس کو نور علم و فکر، وفور درک وعقل، شعور زندگی و بندگی، سرور شریعت و طریقت، معاملہ فہمی، دور اندیشی، تحمل مزاجی، باریک بینی، ژرف نگاہی، سخن دل نواز، اور جان پرسوز کی دولت فراواں سے مالا مال کر دیتا ہے۔ وہ بندہ مومن ہاتھ میں کتاب وسنت کا جھنڈا لیکر، دل میں عشق رسول کی تڑپ لیکر، دماغ میں اسلام کی حفاظت کا تخیل لیکر اور نظر میں نشان منزل مقصود کا خمار لیکر یہ کہتا ہوا آگے بڑھ جاتا ہے کہ

میں ظلمت شب میں لیکے نکلوں گا در ماندہ قافلہ کو
شرر فشاں ہوگی آہ میری نفس میرا شعلہ بار ہوگا

زمانہ کے سرد و گرم ماحول، حالات کی سرد مہری و بے رخی، گرد و پیش کی برافروختگی و ژولیدگی کی پرواہ کئے بغیر بس اپنے کام کی دھن، مشن کی تکمیل کی لگن میں مگن، اپنے منصب سے انصاف کی فکر میں یہ کہتا ہوا سوئے منزل رواں دواں رہتا ہے کہ

ہاں ہمارا فرض ہے اعلان حق
حکم دیں سب کو سناتے جائیں گے

ہو ہی جائے گی فضا روشن ضرور
خون دل سے لو بڑھاتے جائیں گے

اس تناظر میں تاریخ کا تسلسل بول رہا ہے کہ مختلف ادوار میں مختلف شخصیتوں نے جان جوکھم میں ڈال کر اپنی جد و جہد، کد و کاوش اور تب و تاب کا عرق نچوڑ کر اسلام کی جڑ میں ڈال دیا جس سے اسلام کا مرجھاتا ہوا پودا نئی تازگی و برنائی پا کر پھر لہلہانے اور عالم کو اپنا حقیقی جلوہ دکھانے لگا۔ ہم دور کیوں جائیں اپنے ملک ہندوستان ہی کی بات کریں تو اس حوالے سے چند خاندانوں کے چند افراد کا نام اب بھی اسی جلوہ سامانی کے ساتھ جگمگا رہا ہے جیسا اپنے دور میں جگمگا رہا تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالحق

محقق دہلوی، علامہ فضل حق خیرآبادی، علامہ عبدالعلی فرنگی محلی، حضرت شاہ عبدالقادر بدایونی یہ وہ مبارک اسماء ہیں جو آفاق قلب پر آج بھی کل کی طرح درخشاں وفروزاں ہیں۔ ان مجاہدین اسلام ومحافظین کتاب وسنت کے تتمہ اور تکملہ کے طور پر انگریزوں کے دور قیامت میں ۱۸۵۶ء میں بریلی شریف کی سرزمین پر احمد رضا کی شکل میں ایک بچے نے آنکھیں کھولی اٹھان ایسی امید افزا تھی کہ دلیز شباب پر قدم رکھتے رکھتے جس کے علم وفضل، ذہانت وفطانت، تفقہ وتفرد، طباعی ودراکی کا شہرہ چاردانگ عالم میں پھیل گیا۔ مذکورۃ الصدر شخصیتوں اورامام احمد رضا میں نمایاں اور ممتاز فرق یہ ہے کہ وہاں ایک ایک یا دو دو نام جگمگا رہا ہے یہاں دوسو سال کے طویل دورانیے میں پورا خاندان جگمگا رہا ہے اوردوسرا فرق یہ ہے کہ ان حضرات کے فکرواعتقاد اورمسلک ومشرب کے تصلب کی لہریں زیادہ دنوں تک مواج نہ رہ سکیں خود ان کے بعد یا ان کی ایک نسل کے بعد اعتقادی تشخص میں لوچ وزمی آگئی۔ مثلاً حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے گھر میں اسمٰعیل دہلوی کی پیدائش سے جو فکری تصادم وپیکار کا دور شروع ہوا اسے دیکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

علامہ فضل خیرآبادی کے بعد جنہوں نے "من شك في كفره وعذابه فقد كفر" کہہ کر وہابیت ودیوبندیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھوک دی تھی مگر ان کے بعد ان کے شہزادۂ گرامی حضرت شاہ عبدالحق خیرآبادی کے خیال میں جو نزاکت آئی ہے وہ حیات اعلیٰ حضرت (مولف ملک العلماء علامہ سید ظفر الدین بہاری) کے اوراق پر موجود ہیں۔ بدایوں اور لکھنو کا کیا حال ہوا اس کی تفصیل کیلئے میری کتاب ''حضور امین شریعت حیات اور کمالات'' کا مطالعہ مفید ومعلومات افزا۔ مگر یہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا مجدد اعظم بریلوی کے دادا حضرت علامہ مفتی رضا علی خان بریلوی کا گھرانہ ہے کہ دین وشریعت کی صیانت واشاعت کی جو مسند انہوں نے سجائی تھی آج تک اس کی رونق سلامت ہے۔ دوسو سال سے زیادہ کا عرصہ ہو رہا ہے زمانہ کی قیادت وامامت کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے ہیں مگر پروردگار عالم نے اس خاندان کی عظمت کے سورج کو کبھی گہن نہیں لگنے دیا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت علامہ رضا علی خان سے لیکر حضور تاج الشریعہ تک دین پر سختی کے معاملہ میں نہ کہیں پر کوئی مصلحت ہے نہ نزاکت، نہ حالات سے سمجھوتہ ہے نہ معاملات میں گراوٹ بلکہ سب نے اپنے اپنے زمانے میں اس شمع تصلب کی لو کو تیز ہی کیا مدھم نہیں ہونے دیا۔ ایسا نہیں ہے کہ طوفان نہیں آئے۔ آئے! مخالفتیں نہیں ہوئیں۔ ہوئیں! قیامتیں کھڑی نہیں کی گئیں! مصائب کے پہاڑ نہیں ٹوٹے۔ ٹوٹے! رنج وغم کی گھٹائیں نہیں چھائیں۔ چھائیں مگر کیا مجال کہ پائے استقامت میں ذرہ برابر لغزش آجائے مداہنت اپنا کام کرجائے یہ ان سب حضرات کی استقامت علی الشریعۃ، حق گوئی وبے باکی، جواں مردی واولوالعزمی، ثابت قدمی وولولۂ جاں نثاری کا مبارک انجام ہے کہ آندھیوں کی زد پر بھی مذہب ومسلک کا چراغ مسکرا رہا ہے۔
آیئے اپنے دور کی ساتویں رضوی کڑی حضور تاج الشریعہ قاضی القضاۃ فی الہند، فخر ازہر، جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ الشاہ اختر رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ والرضوان کے گلشن حیات وخدمات کی سیر کو چلتے ہیں اوراس حوالے سے ان کی عظمتوں کے تاباں سورج

تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ابھی ابھی ۲۰ر جولائی ۲۰۱۸ء کو جن کی وفات نے پوری دنیا کو ہلا اور رُلا کر رکھ دیا ہے۔

وہ تاج الشریعہ۔۔۔جن کا وجود جماعت اہل سنت کیلئے محفوظ سائبان تھا تو گروہ صلح کلیت کیلئے زلزلہ کا سامان۔

وہ تاج الشریعہ۔۔۔جن کی نگاہیں مسائل کے نئے نئے آفاق کی تلاش و تسخیر میں ہمہ دم مصروف رہتی تھیں۔

وہ تاج الشریعہ۔۔۔جن کا دل اذعان و ایقان کے نور سے شرابور تھا۔

وہ تاج الشریعہ۔۔۔جن کے ایک ہاتھ میں قرآن وسنت کا علم تھا تو دوسرے ہاتھ میں حکمت و دانش کا قلم۔

وہ تاج الشریعہ۔۔۔جن کا سینہ محبت خدا کا گنجینہ تھا تو دل عشق مصطفی کا مدینہ۔

وہ تاج الشریعہ۔۔۔جن کے دل میں سودا تھا تو دین کی سربلندی کا اور دماغ میں تخیل تھا تو قوم وملت کی فیروزمندی کا۔

وہ تاج الشریعہ۔۔۔جن کی آواز میں مکے کا جلال تھا تو مدینے کا جمال۔

وہ تاج الشریعہ۔۔۔جن کے انداز میں بغداد کا سوز وگداز تھا تو اجمیر کا ناز و نیاز۔

وہ تاج الشریعہ۔۔۔جو وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت کے اوصاف سے مزین تھے۔

وہ تاج الشریعہ۔۔۔جو جدید لاینحل مسائل کا حل چٹکی بجاکے پیش کرنے کی غیر معمولی صلاحیتوں کا مرقع تھے اگر یہ کہا جائے تو انہیں کو سجتا ہے کہ

اے رہبر کامل تیرا ہر نقش کف پا
ارباب نظر کیلئے منزل کا نشاں ہے

مجھے یہ فخر ہے کہ میں نے اپنے ممدوح کو اپنے پڑھنے کے زمانہ ۱۹۷۲ء سے دیکھا ہے اور اب تک دیکھا ہے میں نے حضرت کے قدیم گھر محلہ خواجہ قطب میں قیام کیا ہے ان کے دسترخوان سے ریزہ چینی کی ہے، بازار کا سودا سلف کیا ہے اور میں نے حضرت سے ۲ر کتابیں (۱) زہارالعرب (۲) اور نخبۃ الفکر پڑھی ہیں میں برملا یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ اٹھے تو اٹھتے چلے گئے، بڑھے تو بڑھتے چلے گئے، چھائے تو چھاتے چلے گئے اور ایسا چھائے کہ جس خانقاہ میں چلے جاتے صاحب سجادہ بھی حیران رہ جاتے کہ لوگ سب کو چھوڑ کر حضور تاج الشریعہ کے گرد پروانہ وار نثار ہوتے تھے۔ قبول فی الارض کا یہ عالم کہ غیر معروف علاقہ میں بھی بغیر کسی اطلاع کے دیوانوں کی بھیڑ لگ جاتی۔ جہاں ٹھہر جاتے عاشقوں کے انبوہ سے زمین تنگی داماں کا گلہ کرنے لگتی۔ تاج الشریعہ ایک علمی اور عملی کاشانہ معلیٰ تھے جہاں بے قراروں کو قرار اور بے چینوں کو چین ملتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ فضائیں گنگنا اٹھتی تھیں

جنونِ بے خودی میں پائے استقلال رکھتا ہوں
صراط عشق سے لغزش نہیں کرتا قدم میرا

آپ کی اس محبوبیت عامہ اور مقبولیت تامہ نے آپ کو محسود بھی کیا۔ حالانکہ آپ مرنجاں مرنج صفت کے حامل کامل درویش تھے۔ جس کی شان استغنا پر بے نیازی کو بھی ناز تھا۔ جو دیکھتا تو کتاب وسنت کے اوراق دیکھتا تھا یا حکمت و دانش کا چہرہ دیکھتا تھا۔ اسی لئے آپ نے کبھی کسی کا مکھڑا دیکھ کر فیصلہ نہیں کیا بلکہ جو کیا شریعت مطہرہ کا ضابطہ دیکھ کر کیا۔ انہیں فکر تھی تو بس یہ تھی کہ کسی حرکت وعمل سے کہیں رضائے مصطفیٰ کے چہرے پر بل نہ پڑ جائے۔ اسی احتیاط میں آپ زہرہ گداز حالات سے بھی گزرے۔ مگر جب بھی

گزرے فرحاں وشاداں ہی گزرے اور یہی کہتے رہے کہ ؎

راہ خود بڑھ کے بتاتی ہے نشان منزل
چلنے والا بھی تو ہو گردشِ ایام کے ساتھ

نو پید مسائل میں ان کی تنقیح اور احتیاط دیدنی ہوتی۔ اپنے اسلاف کی روش سے کبھی بھی انحراف نہیں کیا۔ جو کہتے یا لکھتے کامل تحقیق کے بعد لکھتے یا کہتے۔ اسی لئے ان کو دوسروں کی طرح مسائل سے رجوع کی نوبت نہیں آئی۔ جو کہہ دیا اس پر جم گئے جو لکھ دیا اس پر ڈٹ گئے۔ اب لاکھ آندھی چلے ہزار طوفان اٹھے انہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ پیشانی پر کوئی بل نہیں پڑتا۔ طوفان سے کھیلنا اور مسکرانا ان کی فطرت تھی۔ آپ کے مورث اعلیٰ حضرت مفتی رضا علی خاں بریلوی نے تحفظ شریعت وسنت کا جو صور پھونکا تھا اور تحریک احیائے عشق رسالت کا جو بیڑا اٹھایا تھا اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام، مفتی اعظم سے ہوتا ہوا آپ تک پہنچا تھا آپ نے اس کی لے میں لے ملا کر اس کی لہر کو تیز سے تیز تر کر دیا۔ جیسے ان کی ادائیں بول رہی ہوں ؎

میری ہمت کو سرا ہو میرے ہمراہ چلو
میں نے ایک شمع جلائی ہے ہواؤں کے خلاف

آپ جبریلی اعلان کے فیض سے فیضیاب محبوبیت کبریٰ کے عظیم منصب پر فائز تھے۔ جو اس منصب پر فائز ہوتا ہے اللہ تعالیٰ لوگوں کے قلوب اس کی مٹھی میں کر دیتا ہے۔ حیات ظاہری میں تو محبوبیت کا یہ عالم کہ جلسے جلوس میں آپ موجود ہوں یا نہ ہوں آپ کے نام کا نعرہ لگتا اور جونہی آپ کے نام کا نعرہ لگتا پورا مجمع ہمہ تن گوش ہو جاتا۔ اس وقت رنگ و نور کا جو عالم ہوتا دیکھنے کے قابل ہوتا۔ بعد وفات جو محبوبیت کبریٰ کا حسین منظر سامنے آیا اس نے دنیا کو غرق حیرت کر دیا۔ ہائے افسوس گونا گوں اوصاف وکمالات کی یہ حامل شخصیت خاندان رضویہ کی گنج گراں مایہ شخصیت مومنین صالحین کے دل کی دھڑکن ۲۰ر جولائی ۲۰۱۸ء بروز جمعہ جس وقت آسمان کا سورج غروب ہو رہا تھا مغرب کی اذان کا جواب دیتے ہوئے اللہ اکبر اللہ اکبر کہتے ہوئے یہ زمین کا سورج بریلی کے افق سے غروب ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

پوری دنیا نے بیک وقت آپ کی رحلت کے غم کو محسوس کیا۔ سب نے روتے ہوئے دل اور برستی ہوئی آنکھوں سے کہا کہ استقامت علی الحق کا جبل شامخ ڈوب گیا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بدر کامل ڈوب گیا۔ باطل کو حق سے چھانٹ دینے والا صداقت کا روشن ستارہ ڈوب گیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے دو دن کے اندر محتاط اندازے کے مطابق تقریباً ایک کروڑ لوگ تاج الشریعہ کی نماز جنازہ پڑھ کر اپنی آخرت کی زلف سنوارنے کے لئے قدموں میں حاضر ہو گئے۔ کیا حنفی کیا شافعی کیا مالکی کیا حنبلی کیا قادری کیا چشتی کیا سہروردی کیا نقشبندی کیا رضوی کیا اشرفی کیا حشمتی کیا حبیبی سب نے اپنی اپنی عقیدتوں کا خراج تعزیت کی شکل میں اپنے عرش جاہ محبوب کی بارگاہ میں پیش کیا۔ اور ہزاروں حسرتوں اور ارمانوں کے سائے میں اپنے اس فردوسی مہمان کو بادیدہ نم رخصت کیا۔ اتحاد امت کا اتنا بڑا مظاہرہ شاید دنیا کی بوڑھی آنکھوں نے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ یہ بھی اپنے آپ میں ایک عالمی ریکارڈ ہے۔ یہ استقامت علی الشریعۃ جو خاندان رضویہ کا طرۂ امتیاز اور طغرائے افتخار ہے، یہ اس کا فیضان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مخالفین وحاسدین کو بھی ان کی قدم بوسی پر مجبور کر دیا۔ اب عالمی سطح پر اتنی بزم تعزیت سج اور سج رہی ہیں کہ ان کے عرس ان کا

چہلم تک تو گننا دشوار ہو جائے گا کہ کتنی دھومیں مچیں اور کتنی محفلیں سجیں۔ گویا کہ اب سب کو احساس ہو رہا ہے کہ حضور تاج الشریعہ کیا تھے، علمی طنطنہ، فکری تخلخہ، عملی کروفر، شعوری ولولہ کیا تھا۔ اس دنیائے ہست وبود، آنی اور جانی، بے ثبات وفانی میں ہر روز نہ جانے کتنے آنے والے آتے اور جانے والے جاتے ہیں مگر زمانہ ایک لمبی مدت تک حضور تاج الشریعہ کے دنیا میں رہنے کے منہاج اور جانے کے انداز کو یاد کرتی رہے گی اور برجستہ کہے گی کہ۔

ہزار مجمع خوبان ماہ رو ہوگا
نگاہ جس پہ ٹھہر جائے گی وہ تو ہوگا

بریلی شریف کی فکر اور بریلی شریف کے مشن کو جس طرح آپ نے آگے بڑھایا دنیا کے گوشے گوشے میں پہونچایا یہ آپ کی زندگی کا بڑا اصول اور عظیم کارنامہ ہے۔ جہاں جہاں آپ کے قدم پڑ گئے وہ جگہ سنیت کی لالہ زار ہوگی۔ کروڑوں لوگ اگر آپ کے دست گرفتہ ہو کر آپ کے حلقہ غلامی میں شامل ہو گئے تو اتنے لوگوں کے دلوں میں نہ صرف یہ کہ آپ کی محبت وعقیدت جاگزیں ہوئی بلکہ ان تمام کے قلوب بریلی شریف کی محبت کے انوار سے بھی گلنار ہے۔ اس طرح بریلی شریف کی مرکزیت کو بھی آپ سے بڑی تقویت پہونچی۔ دنیا سے رخصت ہوتے ہوتے حضور تاج الشریعہ نے صرف اپنی عظمت کا نہیں بریلی شریف کی مرکزیت کا لوہا بھی منوا دیا۔ یہ گلشن بریلی ہے جس میں کبھی حامد رضا کے نام سے ایک پھول کھلا تھا اور اس نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیا کہ دنیا نے حجۃ الاسلام کہا۔ دوسرا پھول کھلا اس نے وہ خوشبو پھیلائی کہ عالم اسلام معطر ومعبر ہوگیا۔ دنیا نے اسے حضور مفتی اعظم کے نام سے جانا پہچانا اور مانا۔ اسی طرح کوئی پھول مفسر اعظم کے نام سے کوئی پھول ریحان ملت کے نام سے کھلا جس نے اپنی فکری صلابت علمی وسعت سے وہ مشکباری کی کہ دنیا پکار اٹھی۔

چمن میں پھول کا کھلنا تو کوئی بات نہیں
زہے وہ پھول جو گلشن بنائے صحرا کو

ان کے بعد دنیا سمجھ رہی تھی کہ اب بریلی کا آسمان ستاروں سے خالی ہوگیا۔ بریلی کی سرزمین پر کوئی گل رعنا نہ رہا۔ مگر حضور مفتی اعظم کے بعد گلشن رضا میں وہ پھول کھلا جس میں اعلیٰ حضرت کا علم، حجۃ الاسلام کی بصیرت، اور مفسر اعظم کا تحمل، حضور مفتی اعظم کا تقفہ اس طرح موجود تھا کہ ان تینوں اوصاف نے مل کر آپ کو دنیائے سنیت کا کا تاجدار اور چمنستان بریلی کا شہکار بنا دیا۔ اسی پھول کو دنیا حضور تاج الشریعہ کے نام سے جانتی پہچانتی اور دل وجان سے مانتی ہے۔ دنیا کو بریلی کی چوکھٹ پر پہونچا دینا اور دو دن کے اندر اپنے تصرفات روحانی سے بیک وقت لوگوں کو حاضر کر دینا اس روحانی کمال کو زمانہ مدتوں یاد رکھے گا۔ اور ایک دوسرے سے بیان کرے گا کہ خانوادہ رضا میں کیسی بے مثال اور باکمال شخصیت کا نام تاج الشریعہ ہے۔ وہ تاج الشریعہ جو اپنی حیات ظاہری میں تو دلوں کی دھڑکن بنے ہی رہے بعد وفات پوری دنیا کو اپنے قدموں میں سمیٹ لیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

***

پرتو مفتی اعظم

مفتی محمد عبید الرحمٰن رضوی شیخ الحدیث دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف

حضور تاج الشریعہ پرتو مفتی اعظم علیہ الرحمہ آپ کی شخصیت ایسی قدآور شخصیت تھی کہ جس نے اپنی عمر عزیز کا لحہ لحہ مسلک اعلیٰ حضرت جو عین اسلام ہے اس کی ترویج و اشاعت میں نچھاور کر دیا علم و عمل اور فضائل و کمالات میں آپ یکتائے روزگار تھے رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالیشان کے من وعن آپ مصداق بنکر ملک اور بیرون ملک آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے آپ کی ضیاء پاشیاں ملک کے اندر بھی تھیں تو بیرون ملک بھی رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ان اللہ اذا احب عبدا دعا جبرئیل فقال انی احب فلانا فاحبہ قال فیحبہ جبرئیل ثم ینادی فی السماء فیقول ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبہ اہل السماء ثم یوضع لہ القبول فی الارض۔

یعنی جب اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے کسی بندے کو اپنا محبوب بنالیتا ہے تو جبرئیل سے فرماتا ہے کہ فلاں بندے کو میں محبوب رکھتا ہوں تم بھی اسے اپنا محبوب بنالو تو جبرئیل بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر آسمان میں وہ اعلان کرتے ہیں کہ فلاں سے اللہ محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو پھر اہل آسمان میں اس کی محبت پیدا ہو جاتی ہے پھر وہ مقبول فی الارض ہو جاتا ہے بلاریب وارتیاب اس فرمان عالیشان کے آپ مصداق بن کر افق دنیا پر چھا گئے اللہ اور اس کے رسول کی عطا اور بزرگان دین خاص طور سے حضور مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ کے دربار اور وسیلے سے اس قدر کثیر و وافر علمی و عملی فیضان آپ پر جاری ہوا وہ اپنی مثال آپ ہے اس لئے یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست　　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اور یہ بھی بیجا نہیں، یقینا بیجا نہیں۔

جمال ہمنشیں درمن اثر کرد　　　وگرنہ من ہما خاکم کہ ہستم

حضور مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ کو آپ سے غایت درجہ الفت ومحبت تھی اس لئے بذریعہ کشف آپ اس بات سے واقف تھے کہ میرا اختر اپنے وقت میں دین حق کی اشاعت کیلئے کوئی کسر نہ چھوڑے گا جب آپ نے جامعہ ازہر مصر سے فراغت حاصل کر کے سر زمین بریلی شریف پر قدم رکھا دلّی سے بذریعہ ٹرین بریلی جنکشن پر پہونچے تو جہاں خانوادۂ رضویہ کے افراد جنکشن پر موجود تھے وہیں حضور مفتیٔ اعظم بھی استقبال کرنے والوں کی صف میں تھے جیسے ہی حضور تاج الشریعہ ٹرین سے اترے حضور مفتیٔ اعظم نے والہانہ محبت کیساتھ ان سے معانقہ فرمایا اور پھر ساتھ لیکر سوداگران پہونچے یہ حضور مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ کی ان سے غایت درجہ الفت ومحبت ہی تھی کہ جب مصر سے تشریف لانے کے کچھ مدت بعد آپ کو علمائے سنبھل خاص طور سے حضرت علامہ مولانا چراغ عالم صاحب علیہ الرحمہ ان کو اپنے دار العلوم میں لے جانا چاہتے تھے تاکہ وہاں کے طلباء بھی اکتساب فیض کر سکیں بات چیت مکمل ہو چکی علمائے

سنبھل ان کے شاندار استقبال کی تیاری میں لگ گئے ہر طرف اشتہار شائع کر دیئے گئے پورے سنبھل میں خاص طور سے دار العلوم کے اساتذہ خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے کہ خاندان اعلیٰ حضرت کے ایک چشم و چراغ ہمارے دار العلوم کو فیضیاب کرنے کے لئے تشریف لا رہے ہیں لیکن حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ نے انکار فرمادیا حضرت علامہ مولانا چراغ عالم صاحب علیہ الرحمہ تشریف لائے دربار حضور مفتیٔ اعظم میں عرض گزار ہوئے حضور ہم نے استقبال کی پوری تیاری کر لی ہے اشتہارات شائع کروا دیئے ہیں آپ نے جانے سے منع فرمادیا ہے ہماری بہت بدنامی اور بے عزتی ہوگی حضور ان کو اجازت فرمادیں تا کہ ہماری رسوائی نہ ہو حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ نے فرمایا ٹھیک ہے لے جایئے آپ کی رسوائی میں نہیں چاہتا لیکن ان کی تنخواہ جو آپ نے مقرر کی ہے وہ میں خود اپنی جیب خاص سے دوں گا آپ کا یہ جملہ سن کر سب کے سب آبدیدہ ہو گئے خاص طور سے تاج الشریعہ علیہ الرحمہ جب آپ کو پتہ چل گیا کہ حضرت ناپسندیدگی کا اظہار فرما رہے ہیں تو پھر حضور تاج الشریعہ نے بھی گوارا نہیں فرمایا کہ اپنے نانا جان کو ناراض کر کے ان کی صحبت سے علیحدہ ہو کر زندگی بسر کریں تو پھر آپ نے بھی وہاں جانے کا ارادہ ترک فرمادیا یہ تھی آپ کی ایک دوسرے سے الفت ومحبت اور کرم نوازی۔

حضور مفتیٔ اعظم جب بستر علالت پر تھے اور بستر علالت کیا آپ تو اللہ اور اس کے رسول کی یاد میں مستغرق ہو کر فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول کے درجہ میں ہو چکے تھے اس وقت لوگوں کی زبان پر یہ بات جاری تھی کہ اب تو بریلی کی روشنی مدھم ہوتی جا رہی ہے اسکی روشنی اب ختم ہو چکی حاسدین ومعاندین کی زبان پر بھی ایسی ہی گفتگو تھی وہ سمجھ رہے تھے کہ اس روشنی کے بعد پھر تو ہم ہی ہم ہیں۔ لیکن دنیا نے دیکھا کہ روشنی بریلی کی کم نہیں ہوئی بلکہ تاج الشریعہ نے اپنے علم وعمل سے تصنیف وتالیف سے اردو عربی میں نعت ومنقبت اور قصیدہ سے بریلی شریف کی روشنی کو اتنا بڑھایا اتنا بڑھایا کہ آج دنیا انگشت بدندان ہے امام مالک کے متبع ایک عالم دین جامعۃ الرضا میں تشریف لائے حضور تاج الشریعہ نے بریلی شریف کے تمام مدرسین کو ان کے استقبال کیلئے مدعو فرمایا اس مجمع میں آپ نے عربی میں بہترین قصیدہ سامعین کے سامنے پیش فرمایا تو آنیوالے مہمان عالم دین نے بہت خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا ھذہ قصیدۃ عظیمۃ کہ یہ قصیدہ عظیمہ ہے اردو تو اردو ہی ہے عربی اور انگریزی میں بھی آپ کو عبور حاصل تھا بہت ساری تصنیفات وحواشی عربی میں ہے۔

افتاء میں بھی آپ کو پوری مہارت تھی جو علماء پر ظاہر ہے اور کیوں نہ ہو کہ آپکو ایسی صحبت حاصل تھی جو اپنے وقت کا مجدد تھا حضور مفتیٔ اعظم نے آپ کو ایسا نوازا کہ دنیا بھر میں آپ آفتاب وماہتاب بن کر چمکے خود بھی چمکے اور مسلک اعلیٰ حضرت جو عین اسلام ہے اس کو بھی ساری دنیا میں چمکا دیا غرضیکہ تاج الشریعہ گوناگوں خصوصیات میں منفرد اور ممتاز تھے آپ کی جلالت قدر آپ کا وفور علم دین میں آپ کی پختگی آپ کا تفقہ اور آپ کا ثقہ ان علماء کو تسلیم ہے جو دین متین کے مقتدیٰ مانے جاتے ہیں، آپکی بلند پایہ شخصیت عظیم شان وشوکت تقویٰ وطہارت علمی بصیرت فقہی استقامت مسلم ہے۔ آپ اسلام کے بطل جلیل اور استقامت کے ایسے جبل عظیم تھے کہ نازک سے نازک وقت میں بھی آپکے پیروں میں لغزش نہ آسکی جیسا کہ سعودی عرب کے واقعات شاہد ہیں اللہ اور اس کے رسول نے ان کو ایسا نوازا کہ آج دنیا حیران ہے ایسا کیوں اس لئے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے لئے اسلام کا کام کیا اللہ اور اس کے رسول کی عظمت کو لوگوں کے دلوں میں بیٹھا دیا اور اپنی آنیوالی نسل کو خدا کے سپرد کیا تو

خدانے ان کی نسل کو اپنی حفاظت میں لے لیا اس طرح کہ حاسدین اور معاندین ان کا کچھ بگاڑ نہ سکے جو اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے لئے کام کرتا ہے اور اپنی اولاد کو خدا کے سپرد کردیتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کا وکیل وکارساز ہوجاتا ہے آج اس وقت پھر یہ لوگوں کی زبان پر جاری ہے کہ اب بریلی خالی ہے اب تاج الشریعہ کے بعد کون ہوگا پورے وثوق اور اعتماد سے کہتا ہوں کہ پھر کوئی روشن ستارہ ضرور افق بریلی سے طلوع ہوکر افق دنیا پر چھاجائیگا اور اعلیٰ حضرت کا فیض ان شاء اللہ جاری رہے گا حاسدین اور معاندین کچھ سوچیں اور کچھ کہیں اللہ اور اس کے رسول کی عطا کے سامنے کچھ ہونے والا نہیں ۔

نور حق شمع الٰہی کو بجھا سکتا ہے کون
جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون

آج بظاہر پرتو مفتیٔ اعظم ہمارے سامنے موجود نہیں لیکن ان کا علمی فیضان اب بھی موجود ہے اولیاء مرتے نہیں زندہ ہیں اور ان سے فیض ملتا رہتا ہے اور ملتا رہیگا۔ بس اب اس شعر پر میں اپنے نذرانۂ عقیدت کو ختم کرتا ہوں ۔

اذا مات ذو علم و فتوی. فقد وقعت من الاسلام ثلمۃ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نبی کریم ﷺ کے صدقہ وطفیل ان کی مرقد پر رحمت وانوار کی بارش برسائے اور ان کی خوابگاہ کو وسیع سے وسیع تر فرمائے ۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ واصحابہ اجمعین۔

***

بلبلِ بُستانِ مدینہ......اختر رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری

ڈاکٹر محمد حسین مُشاہد رضوی، مالیگاؤں

علامہ مفتی محمد اسماعیل رضا المعروف اختر رضا قادری برکاتی ازہری بریلوی عالمِ اسلام کی عظیم روحانی شخصیت تھے۔ علم وعمل، زہد وتقویٰ، استقامت علی الدین، خشیتِ الٰہی، اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ آپ کی دینی وعلمی، تبلیغی وتدریسی اور تعلیمی واصلاحی خدمات عالم گیر شہرت ووسعت رکھتی ہیں۔ آپ کی ولادت عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں طرۂ امتیاز رکھنے والے "خانوادۂ رضا" میں 26 محرم الحرام 1362ھ بمطابق 2 / فروری 1943ء کو ہوئی۔ اور آپ نے 20 جولائی 2018ء بمطابق 6 ذوالقعدہ 1439ھ کو سفرِ آخرت فرمایا۔ امام احمد رضا بریلوی، علامہ حسن رضا بریلوی، علامہ حامد رضا بریلوی، علامہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی کی پُرنور امانتوں کے آپ ایک سچے وارث وامین اور جانشین تھے۔ بریلی شریف سے ابتدائی تعلیم وتربیت سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے جامعہ ازہر، مصر میں اعلا تعلیم سے فراغت پائی اور گولڈ میڈلسٹ بھی رہے۔ علاوہ ازیں جامعہ ازہر کے سب سے ممتاز اعزاز "فخرِ ازہر ایوارڈ" سے بھی آپ کو نوازا گیا۔

علامہ اختر رضا ازہری بریلوی بیک وقت عظیم محدث وفقیہ، مفکر ومدبر، ادیب وخطیب، تصوف وولایت کے دُرِّ نایاب، دعوت وتبلیغ کے آفتاب وماہ تاب، رشد وہدایت کے گلِ خوش رنگ، اور بافیض معلم ومصلح ہونے کے ساتھ ساتھ مقبولِ زمانہ نعتیہ کلام کے عمدہ اور مشہور ومعروف نعت گو شاعر بھی تھے۔ آپ کا اشہبِ قلم نثر ونظم میں یکساں رواں دواں رہا۔ اردو کے علاوہ آپ کو عربی وفارسی پر بھی عالمانہ وفاضلانہ دسترس حاصل تھی۔ آپ کی عربی دانی کو دیکھ کر اہلِ زبان عش عش کر اُٹھتے تھے۔ آپ کے علمی اثاثے میں ایک معتد بہ حصہ عربی نثر ونظم پر مشتمل ہے۔ آپ کو اپنے اسلاف کرام سے علوم وفنون اور شریعت وطریقت کے ساتھ عشقِ نبوی علیہ الصلاۃ والتسلیم کی دولتِ عظمیٰ بھی ملی۔ عشقِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو گھٹی میں پلایا گیا۔ اسی عشق کے اظہار کے لیے آپ نے نعتیہ شاعری کو وسیلہ بنایا اور اپنے اجدادِ عظام کی طرح دنیائے علم وادب کو "سفینۂ بخشش" کے نام سے ایک گراں قدر تحفہ عنایت کیا۔

آپ کا مجموعۂ کلام "سفینۂ بخشش" عشقِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبی ہوئی نعتوں کا ایک حسین وجمیل اور روح پرور گل دستہ ہے۔ جس میں مدحتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدت مندانہ بیان ہے۔ علامہ اختر رضا بریلوی کی نعت گوئی کو بھی دبستانِ بریلی کے دیگر شعرا کی طرح محض عشقِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار کا مرقع نہیں کہا جاسکتا بل کہ آپ کا کلام فکر وفن، جذبہ وتخیل، زبان وبیان، فنی گیرائی وگہرائی، جدتِ ادا، زورِ بیان، حُسنِ کلام، تشبیہات واستعارات اور صنائع لفظی ومعنوی جیسے شعری وفنی محاسن کا آئینہ دار بھی ہے۔ "سفینۂ بخشش" سے چیدہ چیدہ اشعار نشانِ خاطر ہوں ؎

عفو وعظمتِ خاکِ مدینہ کیا کہیے
اسی تراب کے صدقے ہے اعتلائے فلک

اک اشارے سے کیا شق ماہِ تاباں آپ نے
مرحبا صد مرحبا صلِ علا شانِ جمال

گرمیِ محشر گنہ گارو ہے بس کچھ دیر کی
ابر بن کر چھائیں گے گیسوے سلطانِ جمال

جو تُو اے طائرِ جاں کام لیتا کچھ بھی ہمت سے
نظر بن کر پہنچ جاتے تجلی گاہِ سرور میں

خاکِ طیبہ کی طلب میں خاک ہو یہ زندگی
خاکِ طیبہ اچھی اپنی زندگی اچھی نہیں

زبان و بیان کی پختگی ،ندرتِ خیال ،جدتِ اظہار ،اختصار و جامعیت، معانی آفرینی ،سنجیدگی و شگفتگی ،اور برجستگی وغیرہ عناصر ایک اچھے اور خوب صورت کلام کی خوبیاں ہیں جو کہ ''سفینۂ بخشش'' کے اشعار میں بدرجہ اُتم موجود ہیں۔ یہ شعری خصوصیات ''سفینۂ بخشش'' کی نعتوں کو تاثیر کے جوہر سے آراستہ و مزین کرتی ہیں۔ حضرت اختر رضا بریلوی نے حمد یہ و نعتیہ شاعری کے جملہ لوازمات کی پاس داری کا مکمل اہتمام کیا ہے۔ اسی طرح پاکیزہ اوصاف کے حامل ''دبستانِ بریلی'' کے جید شعراے کرام کے کلام بلاغت نظام کے گہرے مطالعہ کی وجہ سے آپ کے کلام کی زیریں رو میں فصاحت و بلاغت ،حلاوت و ملاحت ،حزم و احتیاط ،حُسنِ معنی اور رقادر الکلامی کا جو لہریں لیتا دریا موجزن ہے اُس میں آپ اپنے اسلاف کے پرتو نظر آتے ہیں۔ ''سفینۂ بخشش'' کے نعتیہ کلام میں جو گہرائی رچاو ہے وہ قاری و سامع کو دیر تک مسحور کیے رہتا ہے اور انھیں ایک کیف آگیں لطف و مسرت سے سرشار کر دیتا ہے۔

جہاں بانی عطا کر دیں بھری جنت ہبہ کر دیں
نبی مختارِ کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کر دیں

تبسم سے گماں گزرے شبِ تاریک پر دن کا
ضیاے رُخ سے دیواروں کو روشن آئینہ کر دیں

دامنِ دل جو سوے یار کھنچا جاتا ہے
ہو نہ اس نے مجھے آج بُلایا ہوگا

سرفرازیِ ازل اُن کو مِلا کرتی ہے
نخوتِ سر جو ترے در پہ جھکا جاتے ہیں

اپنے در پر جو بُلاؤ تو بہت اچھا ہو
میری بگڑی جو بناؤ تو بہت اچھا ہو

گردشِ دَور نے پامال کیا مجھ کو حضور
اپنے قدموں میں سلاؤ تو بہت اچھا ہو

جہاں کی بگڑی اسی آستاں پہ بنتی ہے
میں کیوں نہ وقفِ درِ آں جناب ہوجاؤں

اختر رضا بریلوی کی شاعری تصوفانہ آہنگ کی عکاسی اور حالِ دل کی ترجمانی کرنے میں جمالیاتی طرزِ اظہار لیے ہوئے ہے۔غزلیہ انداز میں تقدیسی شاعری کرتے ہوئے آپ نے بڑی ادیبانہ مہارت اور عالمانہ ہنرمندی کا مظاہرہ کیا ہے؛ کہیں بھی لب ولہجہ بوجھل محسوس نہیں ہوتا اور نہ ہی شریعتِ مطہرہ کے تقاضوں کے برعکس کوئی مضمون آپ کے کلام میں نظر آتا ہے۔ داخلیت یعنی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں والہانہ وارفتگی کے ساتھ ساتھ بے ساختگی ،جذب وکیف ،نغمگی وموسیقیت ،سلاست وصفائی ،ترکیب سازی ،پیکریت ،اور سوز وگداز جیسے اعلاترین جوہر کلامِ اختر بریلوی میں پنہاں ہیں۔ جسے پڑھ کر اہلِ نقد ونظر یقیناً دادو تحسین کے لیے مجبور ہوجائیں گے۔

جس کی تنہائی میں وہ شمعِ شبستانی ہے
رشکِ صد بزم ہے اُس رندِ خرابات کی رات

پینے والے دیکھ پی کر آج اُن کی آنکھ سے
پھر یہ عالم ہوگا کہ خود کا پتا ملتا نہیں

مہرِ خاور پہ جمائے نہیں جمتی نظریں
وہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو

میری خلوت میں مزے انجمن آرائی کے
صدقے جاؤں میں انہیں شبِ تنہائی کے

دشتِ طیبہ میں گمادے مجھے اے جوشِ جنوں
خوب لینے دے مزے بادیہ پیمائی کے

شامِ تنہائی بنے رشکِ ہزاراں انجمن
یادِ جاناں دل میں یوں دھومیں مچائے خیر سے

چھوٹی بحور میں نعت گوئی کرتے ہوئے موثر پیرایۂ اظہار میں معانی آفرینی ،تراکیب ،پیکریت ،روانی اور نغمگی جیسے عناصر کے جوہر دکھانا آسان نہیں۔ مگر علامہ اختر رضا بریلوی کو اس وصف میں بھی یدِ طولیٰ حاصل ہے۔ آپ کے چھوٹی بحور پر مشتمل اشعار نہایت معنی خیز ہیں۔ ان میں پوشیدہ غنائیت قاری وسامع کے قلب وذہن کو براہِ راست متاثر کرتی ہے۔

اے مکینِ گنبدِ خضرا سلام
اے شکیبِ ہر دلِ شیدا سلام

مصطفائے ذاتِ یکتا آپ ہیں
یک نے جس کو یک بنایا آپ ہیں

جانِ گلشن سے ہم نے منہ موڑا
اب کہاں وہ بہار کا عالم

ہر گھڑی وجد میں رہے اختر
کیجیے اُس دیار کی باتیں

ہر گُل گلستاں معطر ہے
جانِ گل زار کے پسینے سے

روئے انور کے سامنے سورج
جیسے اک شمع صبح گاہی ہے

ہر عاشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ چاہتا ہے کہ اُسے دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے شاد کامی حاصل ہو جائے اور وہ اپنی نظروں میں جمالِ جہاں آرائے گنبدِ خضرا بسالے! اختر رضا بریلوی نے کس درجہ حُسن وخوبی اور والہانہ انداز میں اپنے سوز دروں کو پیش کیا ہے۔ نشانِ خاطر ہوشہ پارہ۔

داغِ فرقتِ طیبہ قلبِ مضمحل جاتا
کاش گنبدِ خضرا دیکھنے کو مل جاتا

سبحان اللہ! مصرعۂ ثانی ع

"کاش گنبدِ خضرا دیکھنے کو مل جاتا"

کی بار بار تکرار کرنے کو جی چاہتا ہے! ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہ صرف اختر رضا بریلوی کی آواز نہیں بلکہ "میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے" کے مصداق ہر عاشق کی آواز ہے۔

اور جب بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کا مژدۂ جاں فزا حاصل ہو گیا تو قسمت کو گویا معراج مل گئی؛ فرشِ گیتی سے اُٹھ کر عاشق فرازِ عرش پر پہنچ گیا۔ دل کی بے قراریوں اور اضطراب کو ڈھارس بندھاتے ہوئے چشمِ شوق کو آنسو نہیں؛ بلکہ موتی لُٹانے کا پیغام دیتے ہوئے حضرت اختر بریلوی رقم ہیں۔

سنبھل جا اے دلِ مضطر مدینہ آنے والا ہے
لُٹا اے چشمِ تر گوہر مدینہ آنے والا ہے

اور جب جمالِ سبز گنبد پیشِ نظر ہو گیا تو عاشق کا اندازِ والہانہ یوں نکھر کر سامنے آتا ہے۔ منظر کشی اور تصویریت کا حُسن متاثر کن ہے۔

وہ چمکا گنبدِ خضرا وہ شہرِ پُرضیا آیا
ڈھلے اب نور میں پیکر مدینہ آنے والا ہے

مدینہ آگیا اب دیر کیا ہے صرف اتنی سی
تُو خالی کر یہ دل کا گھر مدینہ آنے والا ہے

اختر رضا بریلوی نے اپنی نعتوں کے ذریعہ عقیدہ وعقیدت، فضائل وشمائلِ نبوی اور محبت و اُلفتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اظہار کے ساتھ سیرتِ طیبہ کے اہم گوشوں کو اجاگر کرنے کی سعی فرمائی ہے۔ سنت وشریعت سے دوری کی وجہ سے جو تباہی و بربادی ہمارا مقدر بنتے جارہی ہے اس کی طرف اشارا کرتے ہوئے الحاد و بے دینی اور مغربی کلچر کی یلغار سے اُمتِ مسلمہ کو دور رہنے کی تلقین بھی کی ہے۔ اور یہ بتایا ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی پر عمل کرنا، آپ کی تعظیم وتوقیر اور آپ کے اسوۂ حسنہ سے والہانہ وارفتگی ہی ہماری دنیوی اور اُخروی نجات کا وسیلۂ عظمیٰ ہے۔ کلامِ اختر رضا بریلوی کے مطالعہ کے بعد ماننا پڑتا ہے کہ آپ کے یہاں عصری حسیت بھی نمایاں ہے جو ایک سچی شاعری کا توصیفی پہلو ہے؛ اس لحاظ سے "سفینۂ بخشش" کے شاعرِ محترم ہر اعتبار سے لائقِ تحسین وآفرین ہیں۔

ریت آقا کی چھوڑ دی ہم نے
اپنی مہمان اب تباہی ہے

طوقِ تہذیبِ فرنگی توڑ ڈالو مومنو!
تیرگی انجام ہے یہ روشنی اچھی نہیں

عبث جاتا ہے تُو غیروں کی جانب
کہ بابِ رحمتِ رحماں یہیں ہے

فریبِ نفس میں ہمدم نہ آنا
بچے رہنا یہ مارِ آستیں ہے

الغرض علامہ اختر رضا ازہری بریلوی کی نوکِ قلم سے نکلے ہوئے نعتیہ نغمات عقیدت ومحبت کا مرقع ہونے کے ساتھ ساتھ شعریت کے بناؤ سنگار سے بجے سنورے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج عالمِ اسلام میں آپ کے کلام کی دھوم مچی ہوئی ہے، دنیا بھر کے اہلِ عقیدت ومحبت آپ کے نعتیہ اشعار کو ذوق وشوق سے گنگناتے ہیں؛ عالمی شہرت یافتہ نعت خواں حضرات بھی علامہ اختر رضا بریلوی کے نعتیہ کلام کی نغمگی وموسیقیت اور جذب وکیف سے عاشقانِ رسول کو لطف اندوز کررہے ہیں۔ تاہم مقامِ حیرت واستعجاب ہے کہ عالمی مقبولیت کے حامل اس عظیم نعت گو شاعر کا ادبی دنیا میں کہیں تذکرہ نہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ناقدینِ ادب کی تحریریں اس عظیم نعت گو شاعر کے ذکر سے عاری کیوں؟ اس موقع پر پہنچ کر ڈاکٹر محمود حسن الٰہ آبادی کا یہ چشم کشا خیال پیش کرنا غیر مناسب نہ ہوگا:

"اسلام پسند شاعروں کی یہ کم نصیبی رہی ہے کہ اپنے بھی انہیں ایک محدود فکر کا شاعر گردانتے ہیں۔ ادب اور فن کا جو وسیع کینوس ہے اس کی رنگ آمیزی میں شاعری فکر کے عمق پر ان کی نگاہ نہیں جاتی۔ غیر تو ان سے اس لیے صرفِ نظر کرتے ہیں کہ انہیں ایسی فکر کو ابھرنے سے روکنا ہوتا ہے۔ اپنے بھی انہیں مذہب اور اسلام کی اعلا قدروں کے ترجمان کی حیثیت سے پیش کرکے مطمئن ہوجاتے ہیں۔ اردو کے دو عظیم شاعر حفیظؔ میرٹھی اور شفیقؔ جون پوری اسی تعصب کے شکار رہے۔"

(اردو بک ریویو جنوری تا مارچ ۲۰۰۹ء ص ۴۱)

ڈاکٹر محمود حسن الٰہ آبادی کی یہ بات بالکل درست اور مبنی بر صداقت ہے۔ محض حفیظ میرٹھی اور شفیق جون پوری ہی نہیں بل کہ حضرت رضا بریلوی، حسن رضا بریلوی، جمیل بریلوی، نوری بریلوی، اجمل سلطان پوری، راز الٰہ آبادی، نظمی مارہروی جیسے کئی اہم شعرا بھی ہمارے ناقدین کے تعصب کا شکار ہوئے ہیں۔ آخر کب تک اسلام پسند شاعروں اور ادیبوں سے ہمارے ناقدین گریز کرتے رہیں گے؟ جب کہ فکر و فن، زبان و بیان کی وسعت اور شعریت کے اعتبار سے ان شاعروں اور ادیبوں نے زبان و ادب کی جو گراں قدر خدمت انجام دی ہے وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ کے نظریہ کے مطابق "شاعر کا مقام و مرتبہ فن کے وسیع تناظر میں ہونا چاہیے"۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو ہمارے ناقدین کو اپنے تنقیدی رویّوں میں وسعت لاتے ہوئے نعتیہ ادب پر بھی خامہ فرسائی کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو یہ بھی ایک طرح سے زبان و ادب اور لسانیات کی خدمت ہی ہوگی۔ علامہ اختر رضا بریلوی جیسے عظیم نعت گو شاعر کی شعری کائنات پر اپنی طالب علمانہ تبصراتی کاوش کو انہیں کے ایک شعر پر روکتا ہوں۔

گوش بر آواز ہوں قدسی بھی اس کے گیت پر
باغِ طیبہ میں جب اختر گنگنائے خیر سے

٭٭٭

حضور تاج الشریعہ ---- ایک ہمہ جہت شخصیت

مولانا شبیر مصباحی، دراس کرگل، لداخ

آپ کا نام محمد نسبتاً اسمٰعیل رضا عرفی نام اختر رضا ہے اسی سے مشہور ہیں اختر ان کا تخلص اور علمی دنیا میں ازہری کے نام سے مشہور ہوئے۔ عوام الناس کے درمیان "تاج الشریعہ ازہری میاں" کے نام سے جانے و پہچانے جاتے تھے۔ والد ماجد سے ناظرہ اور ابتدائی تعلیم حاصل فرمائی اس کے بعد درس نظامی کی تکمیل منظر اسلام سے فرمائی۔ دنیاوی علوم فضل الرحمن اسلامیا انٹر کالج بریلی سے حاصل کئے۔ اپنے والد ماجد کی خواہش اور لوگوں کے اصرار پر آپ ۱۹۶۳ء میں مشہور یونیورسٹی جامعہ ازہر، قاہرہ مصر روانہ ہوئے۔ اپنی خداداد ذہانت سے پوری یونیورسٹی میں اول پوزیشن حاصل کی تو مصر کے صدر کرنل جمال عبدالناصر صاحب نے آپ کو گولڈ میڈل اور بی۔ اے کی سند عطا فرمائی۔ جامعہ ازہر سے فراغت کے بعد منظر اسلام میں مدرس مقرر ہوئے اور ۱۹۷۸ء میں آپ منظر اسلام کے صدر المدرسین کے عہدے سے سرفراز کئے گئے پھر ۱۹۸۱ء میں جب مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا انتقال ہوا تو آپ کی مصروفیات اور ذمہ داریاں بڑھ گئیں اور آپ تدریسی خدمات سے الگ ہو گئے۔

تاج الشریعہ حضور اختر رضا ازہری میاں نہ صرف عالم اسلام بلکہ اس پوری دنیا میں ایک منفرد و ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے، کیوں نہ ہوں کہ حضرت ہر جہت سے ایک مکمل انجمن تھے۔ حضرت علامہ مولانا محمد یونس رضا مونس اُویسی کے مطابق "حضرت قرآت عشرہ کے ماہر ہیں تلاوت قرآن مصری لہجے میں لاجواب کرتے ہیں اور کئی زبانوں پر مہارت رکھتے ہیں۔ عربی، فارسی، انگریزی، اُردو میں تو آپ کے شہ پارے ہیں۔ اس کے علاوہ ہندی، سنسکرت، میمنی، گجراتی، مراٹھی، پنجابی، بنگالی، تیلگو، کنڑا، ملیالم، بھوجپوری بولتے اور سمجھتے ہیں۔" ایک علمی شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ملت کی رہنمائی بھی کرتے تھے چاہے وہ شاہ بانو کیس ہو یا کہ تحفظ مسلم پرسنل لا کی تحریک ہوں حضور تاج الشریعہ نے پوری مستعدی کے ساتھ قوم کی رہنمائی فرمائی ان کی ہمہ جہت شخصیت کا اندازہ آپ اس بات سے بخوبی لگا سکتے ہیں کہ اتر پردیش کے سابق وزیر اعلیٰ نارائن دت تیواری آپ کو ایم۔ ایل۔ سی بنانے کیلئے کوشاں رہے لیکن آپ نے ان کو منع کر دیا ۱۹۸۹ء میں اتر پردیش کے گورنر آپ کے در میں حاضر ہو کر آپ کو ایم۔ ایل۔ سی بنانے کی منشا ظاہر کر دی تو حضرت نے پھر منع کیا۔ ۱۹۸۹ء میں اتر پردیش کے سابق وزیر اعلیٰ نارائن دت تیواری اور وزیر اعظم راجیو گاندی کے سیاسی صلاح کار مسٹر ایم۔ ایل۔ بھوتے نے بابری مسجد کے معاملے میں آپ سے مفاہمت کی کوشش کی لیکن ان مذاکرات میں انہیں مایوسی ملی۔ ۱۹۹۵ء کو وزیر اعظم پی وی نرسمہا راؤ کے خصوصی سیکریٹری حضور تاج الشریعہ کی خدمت میں حاضر ہو کر وقت کے وزیر اعظم کا یہ دیتے ہیں کہ وزیر اعظم آپ سے ملاقات کے خواہاں ہیں لیکن چونکہ نرسمہا راؤ بابری مسجد مسئلے میں ملوث تھے تو حضرت نے ان سے ملاقات کے لئے وقت دینے سے صاف انکار کیا۔ یہ تو ان کی عظیم شخصیت کی چند مثالیں تھیں کہ کیسے حضرت کو اتنے بڑے بڑے عہدے پیش کئے گئے مگر آپ نے ان ٹھکرا دیا۔ اگر ہم ان کی شخصیت کے دوسرے پہلوؤں پر غور کریں

توہم محسوس کرتے ہیں کہ آپ یوں ہی ایک ہمہ جہت مقبول و مشہور شخصیت کے مالک نہیں تھے بلکہ آپ کی محنت و دین وملت کی خدمت نے آپ کو بلندیوں کی معراج کرائی۔ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے اپنی زندگی دین وملت کے نام قربان کر رکھی تھی۔قوم کی علمی تشنگی مٹانے کے خاطر نہ صرف آپ نے کتابیں لکھیں بلکہ مرکزی دارالافتاء، مرکزی دارالقضاء، شرعی کونسل آف انڈیا اور مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا کی شکل میں ملت کو ایسے ادارے فراہم کر گئے ہیں کہ قوم تا قیامت آپ کی ان یادگاروں کو اپنے نقش خیال نہیں مٹاسکتی اور تا قیامت ان اداروں سے آپ کا فیض جاری وساری رہے گا۔اس کے علاوہ آپ کی سینکڑوں کتب، وہ ادارے جو ہندوستان و بیرون ہندوستان آپ کی سرپرستی میں چلتے تھے وہ رسائل، مجلّے واخبارات جن کی ادرات یا جو آپ کی سرپرستی میں چلتے تھے۔ان کی تفصیل بیاں کرنے کے لئے یہ مختصر سا مضمون کافی نہیں ہوسکتا اس کے لئے دفاتر کے دفاتر مطلوب ہیں۔آپ کی تقاریر بھی بہت اثر پذیر ہوا کرتی تھی جن کا خود ایک سلسلہ ہے اور لوگ بہت دلچسپی سے سنتے تھے اور پسند کرتے تھے، یہیں وجہ ہے کہ آپ ہمیشہ دین اسلام کی تبلیغ ونشرواشاعت کے سلسلے میں سفر میں ہوتے تھے۔بیرون ملک بھی آپ کے چاہنے والے والوں کی ایک کثیر تعداد رہتی تھی جس کی وجہ آپ ہمیشہ کسی نہ کسی ملک کے سفر میں ضرور ہوتے تھے۔غرض کہنا یہ ہے کہ یہ مقبولیت یوں نہیں تھی آپ تھے ہی ایسی شخصیت کے مالک۔علم کا معاملہ ہو تو ملک تو ملک تمام سنی مسلم دنیا کے بڑے بڑے جید علمائے کرام کے لئے آپ مرجع وماخذ کی حیثیت رکھتے تھے اور کسی بھی اہم مسئلے میں ملت کے علماء حضرات کو آپ کے فیصلے کا انتظار ہوتا تھا اور جو فیصلہ بریلی کی دھرتی سے تاج الشریعہ فرماتے تھے پھر پوری دینا کے کسی عالم دین یا مفتی وقت کی یہ مجال نہیں ہوتی کہ آپ کے فتوی کو رد کرے۔بس ان تمام باتوں کی وجہ سے حضور تاج الشریعہ سنی مسلم دنیا میں از حد مقبول پیشوا تھے وہ لوگوں کے دلوں میں راج کرتے تھے، کیوں نہ ہو کہ ایسا پیشوا اور رہنما قوموں کو صدیوں میں ملتا ہے۔اور ان کی مقبولیت کی ایک جھلک پوری دنیا نے ان کے انتقال پر دیکھی جب ہندوستان کے بریلی شہر میں انسانی سیلاب آیا تھا کروڑوں کی تعداد میں لوگ ان کے آخری دیدار کے لئے جمع ہوئے۔تعداد میں اضافے کے باعث حکومت ہند کے سامنے لا اینڈ آرڈر کا مسئلہ درپیش آیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضور تاج الشریعہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔میں یہ چند سطور ان کو خراج عقیدت کے طور پر لکھ رہا ہوں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس حقیر کی کوشش کو قبول فرمائے اور روز قیامت یہ چند سطور میرے لئے باعث رحمت ومغفرت بنیں۔آمین ثم آمین۔

***

تاج الشریعہ کے فضائل وکمالات

مولانا محمد حبیب اللہ خان مصباحی، دار العلوم فضل رحمانیہ پچپڑوا، بلرام پور، یوپی

اختر قادری خلد میں چل دیا
خلدوا ہے ہر اک قادری کے لئے

اللہ رب العزت جل جلالہ کا بے پناہ احسان ہے کہ اپنے بندوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے کچھ لوگوں کو منتخب فرما کر اپنے فضل وکرم سے بہت ساری خوبیوں وکمالات سے نواز کر پیدا فرماتا ہے جب دنیا میں وہ آتے ہیں تو کوئی نہیں جانتا ہے لیکن جب جاتے ہیں تو سارا زمانہ انہیں جان لیتا ہے ہر طرف غم کا بادل چھا جاتا ہے ایک ہنگامہ محشر برپا ہوتا ہے پوری دنیا میں اس ہنگامے کی گھن گرج سنائی دیتی ہے بچہ بچہ کی زبان پر ان کا نام اور کام ہوتا ہے حصول برکت کے لیے ان کے نام کی بہت ساری محفلیں سجائی جاتی ہیں دھوم دھام سے ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے ان کی زندگی کے ہر دور کو سراہا جاتا ہے اور زندگی کے ہر باب کے ہر ورق کو بڑے غور سے پڑھا جاتا ہے ان کے قول وفعل کو جواز وعدم جواز کے لیے بطور حجت ودلیل پیش کیا جاتا ہے اس لیے کہ ان کے فرمودات وارشادات شرعی دائرہ میں رہ کر ہی گردش کرتے تھے اور ان کی زندگی کا ہر گوشہ وپہلو مجلی ومصفی ومنقی ہوتا تھا جو کچھ کرتے وکہتے تھے وہ سب الحب للہ والبغض للہ ہی کی روشنی میں کرتے تھے دوستی ودشمنی سب اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کی رضا وخوشنودی کے لیے کرتے تھے اپنی ذات وعزت کے لیے نہیں کرتے تھے اور نہ ہی اپنا کوئی دنیوی نفع ومفاد وابستہ رہتا تھا۔ حق گوئی وحق بیانی میں اپنے اور پرائے کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے جو حق ہوتا برملا اس کا اظہار کردیتے کسی بھی شخصیت سے کبھی بھی مرعوب نہ ہوتے تھے بس اپنی مثال آپ تھے۔

وارث علوم اعلیٰ حضرت جانشین مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اسماعیل عرف اختر رضا خان قادری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان قاضی القضاۃ فی الہند انہیں پاک باز نفوس اور مقدس ہستیوں میں سے ایک ایسے فقید المثال فرد فرید تھے کہ جب تک اس دنیائے فانی میں تھے لوگ آپ کی زیارت ودیدار وشرف ملاقات کے لیے ٹوٹ پڑتے تھے دنیا کے جس بھی حصہ وخطہ وملک میں جاتے لوگوں کا ہجوم لگ جاتا شہر ودیہات ہر جگہ یکساں آپ کی مقبولیت وشہرت وپذیرائی تھی بغیر اطلاع واشتہار کے بھی اگر کہیں اچانک آپ پہنچ جاتے تھے تو آنا فانا آپ کی زیارت کے لیے ایسی بھیڑ لگ جاتی کہ جسے دیکھ کر لوگ حیران وششدر رہ جاتے کہ یا اللہ یہ کیا ہو گیا اور تعجب وحیرت میں ڈوب کر پوچھتے کہ یہ کون آ گیا ہے؟ حضرت قاری ذاکر علی قادری پرنسپل مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن شاہی مسجد بڑا چاند گنج لکھنؤ کا بیان ہے کہ جب حضرت علامہ قاری احمد ضیا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا اور آپ کو اطلاع ملی تو مولانا شہاب الدین صاحب سے فون کرایا کہ میں فلاں تاریخ کو فلاں ٹرین سے قاری صاحب مرحوم کی تعزیت کے لیے آ رہا ہوں آپ انتظام رکھیں اور کسی کو میرے آنے کی اطلاع نہ دیں۔ میں نے حضرت کے حکم کے مطابق

آپ کا آنا صیغۂ راز ہی میں رکھا۔ کچھ ہی لوگوں کو آپ کے آنے کی اطلاع دی، حضرت پچھلے پہر رات میں تشریف لائے صبح فجر کی نماز مسجد میں پڑھنے آئے تو نمازیوں کی تعداد اتنی زیادہ ہو گئی کہ مسجد تنگ ہو گئی اور سڑک پر لوگوں کا اتنا اژدحام لگ گیا کہ آمد و رفت بند ہو گئی۔ یہ حضرت تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت و مقبولیت کا آنکھوں دیکھا حال ہے۔ اسی طرح حج و عمرہ میں دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ حضرت تاج الشریعہ جب حج و عمرہ کے لیے جاتے تو حرمین طیبین "شرفہما اللہ" میں بھی آپ کی وہی مقبولیت رہتی تھی، وہاں بھی لوگوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی اور جب خانہ کعبہ کا طواف کرتے تو مطاف میں لوگ آپ کے ساتھ ہالہ بنا کر طواف کرتے۔ تا کہ آپ پر بھیڑ کی کوئی آنچ نہ آنے پائے۔ آپ جب طواف کرتے تو سب کی نظریں آپ پر ہوتیں اور سب آپ کو مسرت بھری نگاہ سے دیکھتے اور رشک کرتے۔ اسی طرح منیٰ، مزدلفہ و عرفات میں جب آپ وقوف فرماتے جب کہ وہ مقام ایسا ہے کہ جہاں بادشاہان وقت بھی ایسے گم ہو جاتے ہیں جیسے ہیں ہی نہیں۔ وہاں بھی آپ کی شان بہت نمایاں و ممتاز رہتی تھی۔ الحاصل اللہ رب العزت جل جلالہ نے اپنے حبیب ﷺ کے صدقہ و طفیل میں آپ کو اس دنیائے فانی میں بھی ایسی شہرت و مقبولیت عطا فرمائی تھی کہ کسی اور کے لیے نہ آنکھوں نے دیکھا اور نہ کانوں نے کبھی سنا لگتا تھا۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

کسی بھی انسان کی شہرت و مقبولیت اور قابل تعظیم و تکریم ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی ذات میں کوئی خوبی ضرور ہو ورنہ وہ قابل تعظیم و تکریم نہ ہوگا اس اعتبار سے بھی اگر تاج الشریعہ کی شخصیت کا جائزہ لیا جائے تو آپ کے اندر ذاتی و اضافی دونوں طرح کی خوبیاں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔ اضافی خوبی تو یہ ہے کہ امام اہل سنت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پردادا ہیں اور حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ آپ کے دادا اور حضور مفتی اعظم ہند محمد مصطفےٰ رضا خاں بریلوی آپ کے سگے نانا اور مفسر قرآن حضرت علامہ ابراہیم رضا خاں بریلوی عرف جیلانی میاں آپ کے والد ماجد ہیں۔ یہ چار چار ایسی اضافی خوبیاں ہیں کہ جو آپ کی عزت و عظمت، شہرت و مقبولیت کے لیے اس میں سے ایک ہی کافی ہے چہ جائے کہ چار، اس لیے کہ ان مذکورہ بزرگوں کی شہرت و مقبولیت کا ڈنکا ایک صدی قبل سے بجتا رہا لیکن میں کہتا ہوں کہ ان اضافی خوبیوں کو اگر ایک منٹ کے لیے الگ کر دیا جائے تو آپ کے اندر جو ذاتی خوبیاں ہیں وہ آپ کی شہرت و مقبولیت قابل تعظیم و تکریم ہونے کے لیے بہت کافی و وافی ہیں۔

آپ مروجہ علوم و فنون پر کامل دسترس رکھتے تھے ہر فن کے ہر باب پر کڑی نظر رکھتے تھے، مشکل و آسان ہر مسئلہ کو خوب سمجھتے تھے اور اس کی تہ میں اتر کر اس کے مقصود تک رسائی حاصل کر لیتے تھے آپ ایسے عالم و فاضل تھے کہ آپ پر جامع علوم و فنون معقول و منقول کا اطلاق بجا تھا اس لیے کہ آپ کو علوم کسبی کے ساتھ ساتھ علوم وہبی بھی حاصل تھے، آپ کے خاندان کے بزرگوں نے آپ کو بہت کچھ عطا کیا تھا جو کسی اور کو نہیں ملا ہوگا یہی وجہ ہے کہ آپ جب درس گاہ میں ہوتے تو فقہ حنفی کی ترجمانی مسلک اعلیٰ حضرت کے دائرہ میں رہ کر ایسی کرتے کہ امام اعظم کے مظہر بن جاتے، امام ابو یوسف اور امام محمد کا عکس جمیل نظر آتے اور میدان مناظرہ میں ہوتے تو آپ اپنے مقابل مناظر کو دلائل سے مبہوت کرتے ہوئے ایسا نقض و ایرادات پیش کرتے کہ راہ فرار کے لیے

تا کہ بندی ہو جاتی اور مقابل خاموش و چپ ہو جاتا۔ واضح رہے کہ یہ صرف غیروں ہی کے لیے نہیں تھا بلکہ اپنوں سے بھی جب ایسی کوئی بات پیش آجاتی اور کسی مسئلہ شرعیہ واجماعیہ کے خلاف کوئی قلم اٹھاتا تو آپ اس کی تردید ورد کے لیے ہمہ تن متوجہ ہو کر برق خاطف بن کر ایسا چمکتے کہ آپ کے دلائل وبراہین کو دیکھ کر وہ چکا چوندھ ہو جاتا اور حقانیت اس پر ایسی واضح ہوتی کہ جواب ورد کے لیے کبھی سوچتا بھی نہیں۔ یہی آپ کے وہ اوصاف ہیں جس کی وجہ سے آپ شرق وغرب، شمال وجنوب میں سب سے نمایاں وممتاز نظر آتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلا کا ذہن عطا فرمایا تھا جو سفر وحضر، بیماری وتندرستی میں کبھی تھکتا ہی نہیں تھا، ہمیشہ آپ کا ذہن بیدار رہتا تھا۔ علم کا استحضار ایسا کہ جہاں بھی کوئی عالم یا جاہل مسئلہ شرعیہ کے بارے میں سوال کرتا تو آپ فوراً وہیں اس کا شافی جواب عطا فرماتے اور جو فرماتے اس سے کبھی رجوع نہ کرتے اور نہ کبھی آپ کو توبہ کرنے کی نوبت پیش آئی، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا علم ہمیشہ جوان وتوانا رہتا تھا اور علم افتا کے لیے جو شرائط وضوابط ضروری تھے وہ آپ میں بدرجۂ اتم تھے۔ اسی لیے آپ کے فتویٰ کی حیثیت قول فیصل کی ہوتی تھی اور پوری دنیا میں آپ کے فتویٰ کو قدر وشرف کی نگاہ سے دیکھا وسنا جاتا تھا۔ بڑے سے بڑا عالم بھی آپ کے فتویٰ کی مخالفت کرنے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ اسی طرح آپ تصنیف وتالیف اور ترجمہ نگاری میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کی ہر تصنیف وتالیف یا ترجمہ عمدہ تحقیق وتدقیق سے لبریز ہوتی تھی۔ جس نے آپ کی تصنیفات کا مطالعہ کیا ہے اس پر یہ حقیقت آشکارا وواشگاف ہے۔ اور اگر آپ مسند ارشاد پر جلوہ فگن ہوتے تو ایک مرشد کے لیے جن شرطوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب آپ میں بغیر کسی کم وکاست کے مکمل طور سے پائی جاتی تھیں یہی وجہ ہے کہ آپ کے دست حق پرست پر اتنی تعداد میں لوگ بیعت ومرید ہوئے ہیں جن کو تفصیلا شمار کرنا مشکل ترین ہے بلکہ سچ اور حق تو یہ ہے کہ سب پیران عظام کے جتنے بھی مرید ہیں اس سے کہیں زیادہ لوگ آپ کے مرید وعقیدت مند ہیں اس لیے کہ آپ سچے مسلمان اور اچھے متقی و پرہیزگار عالم تھے اور آپ کا سلسلہ بیعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک بغیر کسی انقطاع کے ملتا تھا مولانا شہاب الدین رضوی جو آپ کے اچھے مرید وسچے خادم رہ چکے ہیں ان کا بیان ہے کہ تقریباً پندرہ سال تک میں آپ کے ساتھ سفر وحضر میں رہا کبھی بھی آپ کو نماز سے غافل نہیں پایا جیسے ہی نماز کا وقت ہوتا جہاں رہتے وہیں نماز کا اہتمام کرتے اور نماز کو وقت پر ادا کرتے قضا نہیں ہونے دیتے۔

آپ بہترین شاعر بھی تھے آپ کی شاعری آج کل کے شعرا کی طرح نہیں ہوتی تھی۔ آپ کی شاعری صحابی رسول حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت کے مطابق ہوتی تھی آپ کے اشعار میں کوئی شرعی نقص نہیں پایا جاتا تھا رسول پاک کے اختیارات و تصرفات کا ذکر بڑے اچھے انداز میں کرتے تھے اور آپ کے اشعار کے ہر ہر شعر بلکہ ہر ہر کلمہ وجملہ سے عشق رسالت کی مہک پائی جاتی ہے زبان عقیدت پر وہی اشعار جاری ہوتے تھے جو قرآن وحدیث اور اقوال بزرگان سے ماخوذ ومنقول ہوتے تھے کبھی بھی اپنے اشعار میں راہ اعتدال سے نہ ہٹے بلکہ اس پر بڑی مضبوطی سے قائم رہے شان الوہیت ورسالت میں کبھی حد سے متجاوز نہ ہوئے ہر ایک کا پاس ولحاظ ویسے رکھا جیسے رکھنا چاہیے جب کہ اس راہ میں کتنے لوگ بہک گئے اور کبھی سنبھلے ہی نہیں آپ کی شاعری کے چند اشعار بطور نمونہ پیش خدمت ہے ملاحظہ فرمائیں ؎

جہاں بانی عطا کر دیں بھری جنت ہبہ کر دیں
نبی مختار کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کر دیں

جہاں میں ان کی چلتی ہے وہ دم میں کیا سے کیا کردیں
زمیں کو آسماں کردیں ثریا کو ثریٰ کردیں

مجھے کیا فکر ہو اختر مرے یاور ہیں وہ یاور
بلاؤں کو جو میری خود گرفتار بلا کردیں

وہ مر کے جی گئے جو مدینہ گئے
آؤ ہم بھی وہاں مر کے جینے چلیں

اسی طرح آپ کی شاعری کے تمام اشعار جو قرآن وحدیث کے میزان پر اترتے چلے جائیں گے کہیں عقیدہ کا بیان ہے اور کہیں سرکار دو عالم ﷺ سے عشق ومحبت کا بیان ہے یہی آپ کے خصائص وامتیازات ہیں جس کی وجہ سے اللہ ورسول جل جلالہٗ وﷺ کی بارگاہ سے آپ کو یہ تحفہ وسوغات ملا کہ آپ کی عزت وعظمت کا سکہ لوگوں کے دلوں میں بیٹھ گیا۔ آپ کے اساتذہ بھی آپ کی عزت وعظمت کے قائل تھے اور آپ کے علمی تبحر ومقبولیت کو دیکھتے ہوئے جامعہ ازہر مصر کے ارباب حل وعقد نے فخر ازہر ایوارڈ دیا جب کہ جامعہ ازہر میں پوری دنیا کے لوگ تحصیل علم کے لیے حاضر ہوتے ہیں لیکن یہ خطاب واعزاز کسی کو نہ ملا، ملا تو صرف آپ ہی کو ملا۔ اور خانہ کعبہ کے اندرونی حصہ میں داخل ہونے کا شرف وسعادت آپ کو ملا جب کہ وہاں نجدیوں، سعودیوں اور گمراہوں بدمذہبوں کا تسلط ہے۔ نیز اس طرح کا اعزاز واکرام بادشاہوں کو بھی جلدی نہیں مل پاتا ہے جو آپ کو بڑی آسانی سے مل گیا تھا۔ اسی لیے خلیفہ تاج الشریعہ حضرت مفتی شمشاد احمد صاحب مصباحی استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، مئو، آپ کے علمی جاہ وجلال سے متاثر ہوکر آپ کی شخصیت کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں: "حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی ان نابغہ روزگار شخصیتوں میں سے ایک ہیں جنھیں اللہ رب العزت نے بے شمار محاسن وکمالات سے سرفراز فرمایا ہے۔ خاندانی وجاہت وکرامت، پاکیزہ اخلاق وسیرت، بحث وتحقیق کی اعلیٰ بصیرت، زبردست علمی استحضار، فنی صلاحیت وبلاغت لسان پر حد درجہ قدرت، فقہ وافتا پر غیر معمولی مہارت وحذاقت جیسی صفات فاضلہ سے مزین وآراستہ فرمایا ہے۔ آپ کے جود ونوال، فضل وکمال کا ایک عالم معترف ہے۔ آپ کے پرکشش وپرنور چہرہ کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے دنیائے انسانیت بے چین رہتی ہے، جس آبادی سے گزر جاتے ہیں انسانوں کا ہجوم امنڈ پڑتا ہے، جس کانفرنس میں شریک ہوجاتے ہیں جملہ حاضرین کی توجہ کا مرکز بن جاتے ہیں۔ مسند تدریس پر بیٹھ کر حدیث کا درس دیں تو امام بخاری کی یاد تازہ ہوجائے۔ معقولات پڑھائیں تو امام رازی کی یاد آنے لگے۔ دار الافتا میں بیٹھ کر مسائل شرعیہ کی تحقیق فرمائیں اور فقہ حنفی کے اثبات واظہار اور ترجیح راجح پر محققانہ کلام فرمائیں تو امام بدر الدین عینی اور امام ابن الہمام کی تحریروں کا شبہہ گزرنے لگے۔ بارگاہ الوہیت ورسالت کے گستاخوں کا رد وابطال فرمائیں تو امام احمد رضا کی جانشینی کا کما حقہٗ حق ادا کردیں۔ اس عبقری، نادر المثال، مجمع الفضائل اور جامع الکمالات شخصیت کا نام ہے اختر رضا خاں قادری بریلوی جو تاج الشریعہ کے لقب سے مشہور اور علامہ ازہری سے معروف ومشہور ہیں۔"

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے   حشر میں شان کریمی ناز برداری کرے

***

وحید العصر تاج الشریعہ

(۱۴۳۹ھ)

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری، پرنسپل ماہر علمی انسٹی ٹیوٹ اوف اسلامک ایجوکیشن، نارتھ کراچی

۷ رذی القعدہ ۱۴۳۹ھ/ ۲۰ رجولائی ۲۰۱۸ء کی شام اختران فلک کا اچانک بادلوں کی اوٹ میں چھپ جانے کا عقدہ تب کھلا جب عالم اسلام میں یہ جان کاہ خبر بجلی کی طرح پھیلتے ہوئے فقیر تک پہنچی کہ ؎

رفت اختر رضا خان ذی احترام
چرخِ ادراک و دانش را ماہِ تمام

دنیا سے سنیت کا سکندر چلا گیا
آہ و بکا ہے چار سو اختر چلا گیا

وارثِ علوم رضا' جانشین مفتی اعظم ہند' سیدی وسندی' مرشدی ومولائی' قطب وقت' مخدوم دوراں ''وحید العصر تاج الشریعہ'' (۱۴۳۹ھ) حضرت علامہ مفتی محمد اسماعیل رضا خاں المعروف بہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری الازہری میاں ابن مفسر اعظم علامہ شاہ محمد ابراہیم رضا خاں قادری ابن حجۃ الاسلام علامہ محمد حامد رضا خاں قادری ابن مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی نور اللہ مرقدہم کیا گئے قلبِ مضطرب پر قیامت گزر گئی، اناللہ وانا الیہ راجعون، گرفتار غم، اسیر غم دلی کیفیت کس طرح بیاں کرے!

کھویا کھویا سا پھر رہا ہوں میں
گویا صحرا میں لٹ گیا ہوں میں

آنکھوں سے آنسو رواں، کیا کروں کیا نہ کروں، آنسو ہیں کہ تھمتے ہی نہیں! ہمارا یہ حال ہے تو پھر اہل خانہ کس کیفیت میں ہوں گے! جب جب خیال آتا ہے دل غم میں ڈوب ڈوب جاتا ہے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

یہ غم کسی ایک خاندان کا غم نہیں، یہ غم، عالمی غم ہے، پورے عالم اسلام کا غم، یہ غم اس دور کا غم عظیم ہے، دنیائے اہل سنت افسردہ ہے...... ہر آنکھ اشکبار ہر دل سوگوار...... وہ جنہیں دیکھے بنا اور جن کی آواز سنے بنا قرار نہ تھا، اب ان کی یادیں اور ان کی باتیں ہی دلوں کا قرار ہیں...... ان کی شخصیت باغ و بہار تھی، صد حیف! یہ بہار نذر خزاں ہوگئی، اناللہ وانا الیہ راجعون...... وہ ہمیشہ دلوں میں رہیں گے، وہ بظاہر آنکھوں سے دور ہوگئے مگر دل کے قریب رہیں گے...... قریب ہاں اتنے قریب کہ ؎

دل میں بھی ہے تصویر یار کی
جب نگاہ نیچی کی دیدار ہوگیا

مولیٰ کریم ان کی تربت انور کو اپنے انوار وتجلیات سے معمور فرمائے...... ہم سب کو اس صدمہ جانکاہ پر صبر واستقامت عطا

فرمائے اور ہم سب کو اپنی اور اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد و محبت میں ایسا محو کردے کہ دنیا کے سارے غم و آلام سے بے نیاز کردے۔ آمین۔

کیا کہوں تم سے بے قراری کی ‏ ‏ ‏ ‏ بے قراری سی بے قراری ہے

اس میں شک نہیں کہ خاندانِ رضویہ کا ملت اسلامیہ پر بڑا احسان ہے خاص کر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے مسلمانوں کے دلوں میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حیرت انگیز و عالمگیر انقلاب برپا کیا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

عشق را دامن دراز ست از ثریا تا ثریٰ
شہرۂ آفاق خواہی بلبل و پروانہ باش

سیدی مرشدی حضور تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ کی زیارت کیے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا ان کے نورانی چہرے اور روحانی سراپا کی دید سے آج تک قلب و نظر میں اُجالا ہے...... یقین نہیں آتا کہ وہ تشریف لے گئے۔

جمالک فی عینی وذکرک فی فمی

ان کی اصاغر نوازی اور علم پروری کا کیا کہنا...... ضعف و بیماری سے قبل آپ ہر سال کراچی تشریف لایا کرتے تھے' آپ کا آنا ہمارے لیے مثل عید ہوا کرتا، فقیر آفس سے چھٹیاں لے کر ہر روز و شب آپ کی صحبت و خدمت میں گزارتا اس دوران اپنی بعض علمی کاوشوں پر اصلاح اور مشورہ بھی لیتا رہتا' آپ فقیر کی کتب و رسائل کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور دعاؤں سے نوازتے' ایک مرتبہ کراچی ہوتے ہوئے حرمین شریفین جا رہے تھے اس دوران فقیر نے اپنے تیس رسائل کا سیٹ یہ عرض کر کے آپ کے سامان میں رکھ چھوڑا کہ جب فرصت ہو ملاحظہ فرمالیجیے گا...... اللہ اکبر! وہاں جا کر جب کسی نے وہ رسائل دکھائے تو مدینہ منورہ سے اپنی تقریظ ارسال فرما کر اصاغر نوازی اور علم پروری کی ایسی مثال قائم کی جس کی نظیر کم ہی ملے گی اس تقریظ میں تحریر فرمایا:

"مدینہ منورہ حاضر ہوا تو ایک عزیز نے عزیزی ڈاکٹر محمد اقبال احمد اختر القادری کے متعدد رسائل دکھائے جنہیں فقیر نے اہل سنت کے لیے نہایت مفید پایا۔ موصوف اپنی دلنشیں تحریروں میں مسلک اعلیٰ حضرت کی خوب احسن انداز میں ترجمانی کرتے ہیں، ان کا انداز سہل ہونے کے ساتھ ساتھ متاثر کن بھی ہے۔ تبلیغ دین متین میں اکثر سفر پر رہتا ہوں میں نے ہندوستان کے مختلف شہروں کے علاوہ برطانیہ، افریقہ، ھالینڈ اور سری لنکا وغیرہ ممالک میں بھی ان کی نگارشات کو مقبول عام پایا۔ موصوف کو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ سے والہانہ عقیدت ہے فقیر جب بھی پاکستان گیا ان کو ہر جگہ اپنے گرد و پیش ہی پایا جو کہ ان کی فاضل بریلوی سے عقیدت و محبت کی دلیل ہے۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس صالح نوجوان کو دنیائے اہل سنت کے لیے چشمۂ علم بنائے۔ آمین"

وحید العصر حضرت تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ کی روحانی فیض رسانی بے پناہ شفقت و محبت، بیکراں عنایات اور بے پایاں نوازشات نا قابل فراموش ہیں...... افسوس یہ پیکر محبت وصفا ہم سے جدا ہو گیا۔

می روی و گریہ می آید مرا ‏ ‏ ‏ ‏ ساعتے بنشیں کہ باراں بگزرد

"وحید العصر تاج الشریعہ" حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری الازہری نور اللہ مرقدہ کے ایوانِ علم و عمل اور ان کی

تابناک زندگی کے گوشوں کو چند اوراق میں بیان کرنا محال ہے' وہ شہر عشق ومحبت' مرکز اہل سنت بریلی شریف کی آن، بان، جان اور شان تھے...... ۲ رفروری ۱۹۴۳ء کو بریلی شریف ہی میں پیدا ہوکر اپنے قدوم لزوم سے خانوادے کو رونق بخشی اور سارے عالم کو اپنے اختر علوم سے منور کرتے ہوئے ۶ رذی القعدہ ۱۴۳۹ھ/ ۲۰ رجولائی ۲۰۱۸ء کی شام وہیں فلک موت کی آغوش میں چھپ گئے...... انا للہ وانا الیہ راجعون

وہ عالم اسلام کی ان قدآور شخصیات میں تھے جنھیں ماضی وحال کے بے پناہ علم وفضل اور تقویٰ وطہارت کی لازوال دولت سے نوازا گیا تھا...... اُن کی سب سے بڑی خدمت' خود اُن کی اپنی تابناک اور قابل عمل زندگی ہے جو اتباع شریعت وسنت کا چلتا پھرتا نمونہ تھی...... انہوں نے عہد حاضر کے فتنہ پرور ماحول میں اپنی تحریر وتقریر سے ملت اسلامیہ کی قدروں کی جو حفاظت فرمائی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں...... ان کی نورانی شخصیت میں روحانیت کا جمال بھی تھا اور شریعت کا جلال بھی...... اُن کے پیکر میں استحکام کا سکون بھی تھا اور انقلابی شرارے بھی...... بحیثیت مفتی' دینی فیصلوں کے نفاذ میں اُن کی پرشکوہ اور مبسوط شخصیت جب ایک بار اپنی رائے پیش کردیتی تو کسی کو تنقید اور تبصروں کی مجال نہ تھی...... اُن کے فکر ونظر کی اصابت، علم وفن کا تبحر، فضل وکمال کی انفرادیت اور شریعت وسنت کے ارتقاء کی راہوں میں ان کے جذبہ ایثار کی عظمت کو اہل عجم ہی نہیں عرب کے علماء ومشائخ نے بھی تسلیم کیا...... اُن کے معاصرین میں دور دور تک اُن کی علمی وروحانی اور فقہی صلاحیتوں کے اعتبار سے کوئی ہم پلہ نظر نہیں آتا...... اعلیٰ ذہانت، دور اندیشی، استحضار علمی، معاملہ فہمی، فقہ میں مہارت اور حاضر دماغی انھیں اپنے اجداد کرام' خاص کر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور مفتی اعظم ہند شاہ محمد مصطفی رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہم سے ورثہ میں ملی تھی...... علوم متداولہ میں ید طولیٰ اور فقہ کی جزئیات پر بلا خیز وقت نظر دیکھ کر بڑے بڑے افتاء کے مسند نشین خوشگوار حیرت میں پڑجایا کرتے...... قرآن، تفسیر، حدیث، ادب، تاریخ، فلسفہ، منطق، کلام اور جمیع علوم پر گہری نظر اور وسیع مطالعہ تھا...... درس وتدریس اور عالمی تبلیغی دوروں کے علاوہ انہوں نے اردو کے ساتھ ساتھ عربی میں بھی تصنیفی کام کیا جسے پڑھ کر اہل عرب بھی دنگ رہ گئے، کراچی کی عالمی میلاد کانفرنس منعقدہ ۲۰۰۲ء کے موقع پر اس فصاحت و بلاغت سے عربی خطاب فرمایا کہ اُن کی عربی سلاست کلام سے ایسا محسوس ہوا کہ وہ عجمی نہیں کوئی عربی عالم ہیں، گویا عربی زبان و ادب اُن کی ذاتی میراث بن چکے تھے جس کا اظہار اُن کی انشاء پردازی اور عربی خطابت میں مقتضائے حال مقولے، مقفّی ومسجع عبارات اور موزوں اشعار کے فی البدیہہ استعمال سے صاف ہوتا تھا...... ان کی لکھی قصیدہ بردہ شریف کی شرح ''الفردۃ فی شرح البردۃ'' عربی زبان وادب میں ایسا شاہکار ہے جسے پڑھ کر ان کی عالمانہ ندرت' عربی زبان وسخن پر گرفت اور انداز کلام کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے ساتھ ہی اُن کی اعلیٰ ذہانت کے نقش ونگار، زبان وبیان کی سلاست، عربی جملوں کی ترتیب وتہذیب میں فصاحت وبلاغت اور معنی خیز استعارے، تخیل ومحاکات کی فراوانی، جذبات دل کے انکشافات، عشق کا فیضان اور دردمند دل کا الہام بڑے بڑوں کو ایک لمحے کے لیے ورطہ حیرت میں ڈال دیتے ہیں...... لوح وقلم کے ان تمام مراحل سے گزرتے ہوئے ان کی معقولیت پسند دل نوازی، اجتہاد فکر اور جرأت رندانہ ہر ہر لفظ سے نمایاں ہے...... عشق کی منزل یقینی طور پر ایک دشوار منزل ہے، اس سے سرخرو ہوکر گزرنا اتنا آسان نہیں ہوتا ترجمانی کے لیے الفاظ ان کا بار اُٹھا ہی نہیں سکتے...... ''الفردۃ فی شرح البردۃ'' کو پڑھیں تو سطر سطر پر عشق بے نیاز کا چہرہ نظر آئے گا جو حضرت تاج الشریعہ کی داخلی زندگی کا حسن وکمال بھی تھا...... ''قصیدہ بردہ

شریف'' کی شرح کے ایک ایک لفظ سے کوثر وتسنیم کے چشمے پھوٹے پڑتے ہیں' اگر یہ کہا جائے کہ آپ نے اس قصیدہ کی عربی شرح لکھ کر حضرت امام بوصیری کے جذب ومستی ، فکر وفن ، ان کے بے پناہ عشق اور ذوق تصوف کو دوبارہ زندہ کر دیا ہے' تو بے جا نہ ہوگا۔

وحید العصر حضرت تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ نے عالمی تبلیغی دوروں میں مصروفیت کے باوجود قلمی میدان کو بھی تشنہ نہ چھوڑا ان کی تصنیفات نے اپنے دامن سیماب میں معلومات وحقائق کے جتنے اقلیم اور آفاق تلاش کیے یہ انہیں کا حصہ ہے...... ان کی تمام تحریروں میں موضوع سے متعلقہ مباحث سے مظاہرات فن کا عکس پھیلا نظر آتا ہے......

وحید العصر حضرت تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ نثر کے ساتھ ساتھ دبستان رضا کے نہایت ہی پر جوش' معتبر اور بلند پایہ شاعر بھی تھے ، ان کے اشعار کا ایک ایک لفظ ادب لطیف کے عرق دوآتشہ میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے ، وہ جس جذبہ ء بے خودی اور سوز دروں سے اپنے محبوب حقیقی کو پکارتے ہیں ، اس میں بظاہر کسی اور ترفع کی گنجائش نظر نہیں آتی...... کشور نور کے پیکر لطیف اور عرش اولی کے مسند نشین کی بارگاہ ناز میں ان کی اجابت کا حال' اللہ اکبر ! مدحت سرکار دو عالم ﷺ کرتے وقت وہ افکار وخیالات کی مشاطگی کے بجائے اپنے عشق لازوال تک براہ راست رسائی حاصل کر کے اپنے اعجاز ہنر سے اصناف سخن کے ماہرین کو دیدۂ حیرت میں گم کر دیتے ہیں...... فن شاعری میں زبان وبیان کی اہمیت کیا ہے ، ترسیل وابلاغ کی راہوں میں کس قدر دشواریاں درپیش ہوتی ہیں ، ایک سخنور کو زندگی کی تزئین وتعمیر اور اس کی بقا کے لیے کیا کردار ادا کرنا چاہیے ، حضرت تاج الشریعہ کا سیال قلم فطرت کی حنا بندیوں سے خوب واقف تھا ، وہ غیر مرئی سے مرئی کی صورت پذیری کا ہنر جانتے تھے...... فن شاعری اور نعت گوئی ان کے لیے کوئی نئی چیز نہ تھی کہ یہ تو انہیں گھٹی میں ملی تھی...... ''الفردۃ فی شرح البردۃ'' کے علاوہ ان کے مجموعہ ہائے کلام'' نغمات اختر'' اور '' سفینۂ بخشش'' پاک وہند سے متعدد بار شائع ہو کر اہل سخن سے مسلسل داد پا رہے ہیں۔

وحید العصر حضرت تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ کی تصنیفات کی ایک گرانقدر فہرست ہے...... عربی ہو یا فارسی ، اردو ہو یا انگریزی' ان سب زبان وادب پر انہیں مکمل دسترس حاصل تھی...... ان کی جامع اور وقیع تصانیف سے ہر صنف سخن پر ان کی گہری نظر اور وسیع مطالعہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ تحقیق وتدقیق کے حوالے سے ان کا رنگ دوسروں سے حد درجہ منفرد اور اثر پذیر ہے......

انہوں نے اپنی وقیع ومؤثر نگارشات کے ذریعے ملک وبیرون ملک کی جدید کلیات وجامعات کا رشتہ اسلاف کرام کی خانقاہوں سے جوڑنے میں اہم کردار ادا کیا...... خاص کر ان کی عربی تصانیف نے عالم عرب میں اہل سنت وجماعت کا حقیقی تعارف پیش کیا' جن میں معمولات اہل سنت کو پہلی بار استدلال کی سطح پر پیش کیا گیا تھا' آپ کی اس حکیمانہ روش سے عالمی سطح پر مسلک حق اہل سنت اور خانوادۂ رضویہ کا وقار بلند ہوا۔

اپنے اجداد کرام کی طرح وحید العصر حضرت تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ کی بحر علوم شخصیت عالم اسلام میں مرجع فتاوی بھی رہی ہے اور رہتی بھی کیوں نہ کہ ان کی ذات مرکز علم وفن تھی...... وہ مفتی بھی تھے...... وہ قاضی بھی تھے...... وہ مفسر بھی تھے...... وہ محدث بھی تھے...... وہ فقیہ بھی تھے...... وہ فلسفی بھی تھے...... وہ مایہ ناز مفکر بھی تھے...... وہ ایک عظیم دانشور بھی تھے...... وہ کہنہ مشق شاعر بھی تھے...... وہ ادیب بے بدل بھی تھے...... وہ دعوت وعزیمت اور جرأت واستقامت کی تمام تر خوبیوں سے مرصع ومسجع بھی تھے تو بھلا پھر کیوں نہ

مرجع فتاوی ہوتے ......ان کے فتاوی کے مجموعہ کی اب تک پانچ جلدیں بنام ''المواہب الرضویہ فی الفتاوی الازہریہ'' مدون ہو چکی ہیں اور مزید پر کام جاری ہے......اس سے قبل فتاوی تاج الشریعہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

وہ صفات حسنہ کے جامع اور کوہ ہمت واستقامت تھے......وہ شہید تسلیم ورضا تھے کہ انہوں نے نہ صرف غیروں بلکہ اپنوں کی حکمت اور ضبط وتحمل کا مظاہرہ فرمایا وہ ان کا خاص امتیاز رہا......فقیر نے انہیں یونہی شہید تسلیم ورضا نہیں کہہ دیا' بلکہ اس پر ساری دنیا گواہ وشاہد ہے کہ وہ رضائے الہی میں فنا ہو کر شہید تسلیم ورضا کے منصب عالی پر اس شان سے متمکن وفائز ہوئے کہ کروڑوں انسانوں کا اژدحام دیکھنے کو امنڈ آیا۔

قسمت نگر کہ کشتہ شمشیر عشق یافت
مرگے کہ زندگاں بہ دعا آرزو کنند

خم ہیں یہاں جمشید وسکندر اس میں کیا حیرانی ہے
ان کے غلاموں کا اے اختر رتبہ ہی کچھ ایسا ہے

وحید العصر حضرت تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ کا چلے جانا' عالم اسلام اور خاص کر دنیائے اہل سنت کے لیے سخت جان کا غم ہے......اللہ کریم حضرت تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ کو جوار قدس میں مقام رفیع عطا فرمائے......ان کی تربت پاک کو اپنے انوار وتجلیات سے معمور فرما کر کروڑہا رحمتوں اور برکتوں کی بارش فرمائے، آمین......مولائے کریم ہم سب کو ہمت واستقامت اور صبر وشکیب ارزانی عطا فرمائے......حضرت تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ کے لائق وصالح جانشین حضرت علامہ مفتی صاحبزادہ محمد عسجد رضا خان قادری مدظلہ العالی کو اپنے اجداد کرام کا مظہر کامل بنائے......ان کے وجود عسجد سے فیض رضا کا چشمہ جاری وساری رہے......

اللہ کریم وحید العصر حضرت تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ کے ارادت مندوں اور تمام اہل سنت کا اختر بلند فرمائے۔ آمین

یا الہی دو جہاں میں سرخ روئی ہو عطا
کر بلند اختر' حضور اختر رضا کے واسطے

***

محفل انجم میں اختر دوسرا ملتا نہیں!!

مولانا محمد ارشد مرکزی، ریسرچ اسکالر، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی لکھنؤ کیمپس، لکھنؤ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان خاندان اعلیٰ حضرت میں بریلی شریف واقع علامہ ابراہیم رضا خاں کے گھر ۲۳ نومبر ۱۹۴۳ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کا اسم گرامی محمد اسمٰعیل رضا خاں رکھا گیا اور اختر رضا خاں کی عرفیت سے سرفراز ہوئے۔ دنیائے اہل سنت آپ کو ازہری میاں کے نام سے جانتی ہے۔ آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی، استاذ زمن علامہ حسن رضا، حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا اور مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے سچے وارث وجانشین ثابت ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی اور ابتدائی تعلیم کے بعد آپ نے دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں ہی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ بریلی شریف سے فراغت کے بعد استاد محترم مولانا عبدالتواب مصری کے مشورے سے آپ کو مزید حصول تعلیم کی غرض سے جامعہ ازہر مصر میں داخلہ کرادیا گیا۔

جامعہ ازہر میں تقریری امتحان کے دوران آپ نے اپنے علمی وعقلی جوابات سے اساتذہ کو حیرت واستعجاب میں ڈال دیا تھا۔ مزید یہ کہ دنیا کی اس قدیم وعظیم یونیورسٹی یعنی جامعہ ازہر مصر میں ابتدا سے ہی اولیت کا تاج اپنے سر پر سجائے رکھا۔ آپ کو نمایاں وبہترین کارکردگی کی بنا پر جامعہ ازہر کے ممتاز ترین ایوارڈ ''فخر ازہر ایوارڈ'' سے نوازا گیا۔ آپ کی اس کامیابی پر پوری دنیائے سنیت فخر کرتی ہے۔ ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے ایڈیٹر اپنے ایک مضمون بعنوان ''کوائف آستانہ رضویہ'' میں لکھتے ہیں:

''نبیرۂ اعلیٰ حضرت وحجۃ الاسلام علیہما الرحمہ اور حضرت مفسر اعظم کے فرزند ارجمند مولانا اختر رضا خاں صاحب نے بی۔اے کی سند نہایت نمایاں اور ممتاز حیثیت سے حاصل کی۔ مولانا اختر رضا خاں صاحب نہ صرف جامعہ ازہر میں بلکہ پورے مصر میں اول نمبروں سے پاس ہوئے۔ مولا تعالیٰ ان کو اس سے زیادہ بیش از بیش کامیابی عطا فرمائے اور انہیں خدمات کا اہل بنائے اور وہ صحیح معنی میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے جانشین کہے جائیں''۔ [ماہنامہ اعلیٰ حضرت، جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵]

جامعہ ازہر سے واپسی کے چند ماہ بعد ہی دارالعلوم منظر اسلام (بریلی شریف) میں مسند درس وتدریس کے کو رونق بخشی۔ گیارہ سال بعد حضرت رحمانی میاں نے آپ کو ایک اور ذمہ داری دے دی اور آپ کو دارالعلوم منظر اسلام میں صدر المدرسین بنا دیا گیا۔ آپ کے اس عہدے پر فائز ہوتے ہی دارالعلوم کی تعلیمی وتنظیمی سرگرمیوں میں چار چاند لگ گئے اور دارالعلوم آفاق شہرتوں کا حامل ہو گیا۔ جب آپ کی مصروفیتوں کا سلسلہ مزید بڑھ گیا تب آپ درس قرآن وحدیث گھر پر ہی دینے لگے۔ درس وتدریس کی افادیت اس قدر بڑھ گئی کہ منظر اسلام، مظہر اسلام اور جامعہ رضویہ کے طلبا آپ کے فیضان علمی سے مستفیض ہونے لگے۔ ان

۲۰۰۰ء میں مفتی اختر رضا خاں کی نگرانی میں ''مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا'' کا قیام عمل میں آیا (جہاں ملک اور بیرون ملک سے کثیر تعداد میں طلبا اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے آتے ہیں) جامعہ نے چند سالوں میں ہی اپنی علمی خدمات کا لوہا منوالیا، دور حاضر میں جامعہ کا شمار ہندوستان کے بڑے اداروں میں ہونے لگا۔ جامعہ میں فضیلت کے طلبا کو بھی آپ نے بخاری کا درس دیا، (راقم بھی ان ہی طلبا میں سے ہے) اس کے علاوہ بھی آپ نے ہندوستان اور دیگر بیرونی ممالک میں ختم بخاری شریف کا درس دیا۔ اور بنارس کے جامعہ فاروقیہ میں ختم بخاری کے دوران صاحب بخاری اور بخاری کی آخری حدیث پر لگ بھگ ڈھائی گھنٹہ سیر حاصل گفتگو کی، جہاں ملک کے نامور علماء و مشائخ جیسے علامہ ارشد القادری، مولانا غلام آسی، مولانا عبدالحفیظ وغیرہ موجود تھے۔

فتویٰ نویسی جو ایک احتیاط طلب اور مشکل ترین امر ہے، آپ کے خاندان کا بہترین مشغلہ رہا ہے۔ راقم کو حاصل ہوئی جانکاری کے مطابق آپ کے خاندان میں فتویٰ نویسی کے آغاز کا سہرا مفتی رضا علی کے سر جاتا ہے جنھوں نے خدمت خلق کے اس اہم صنف کی ابتداء ۱۸۳۱ء میں کی، پھر مفتی نقی علی نے آپ کی وراثت کو سنبھالا اور جو کچھ اپنے والد اور دیگر مشائخ سے پایا، اس کے جام سے اپنے بیٹے مولانا احمد رضا خان کو سیراب کردیا، پھر مولانا احمد رضا خاں نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیے جن کی بنا پر دنیا نے انہیں ''اعلیٰ حضرت'' کہا اور تسلیم کیا۔ آپ نے بھی اس وراثت کو امانت جانا اور آگے منتقل کیا۔ اعلیٰ حضرت کے بعد ان کے بیٹے حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں بریلوی نے اس روایت کو ۱۸۹۵ء میں مزید آگے بڑھایا، پھر حضور مفتی اعظم ہند نے اس سلسلے کو ۱۹۱۰ء سے ۱۹۸۱ء تک جاری رکھا۔

وارثِ علوم اعلیٰ حضرت، جانشین حضور مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ بدر الطریقہ حضرت مفتی الشاہ محمد اختر رضا خاں علیہ الرحمہ نے چودہ سال کی عمر میں اس کار خیر کا آغاز کردیا۔ فتویٰ نویسی میں آپ نے اپنے نانا جان حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے خوب خوب فیضان پایا۔ ماہنامہ استقامت ۱۹۸۳ء میں آپ اپنے فتویٰ نویسی کے بارے میں فرماتے ہیں:

''میں بچپن سے ہی حضرت (مفتی اعظم) سے داخل سلسلہ ہو گیا ہوں۔ جامعہ ازہر سے واپسی کے بعد میں نے اپنی دلچسپی کی بنا پر فتویٰ کا کام شروع کیا، شروع شروع میں مفتی سید افضل حسین صاحب علیہ الرحمہ اور دوسرے مفتیان کرام کی نگرانی میں یہ کام کرتا رہا اور کبھی کبھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر فتویٰ دکھایا کرتا تھا، کچھ دنوں کے بعد اس کام میں میری دلچسپی اور زیادہ بڑھ گئی، اور پھر میں مستقل حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگا، حضرت کی توجہ سے مختصر مدت میں اس کام میں وہ فیض حاصل ہوا کہ جو کسی کے پاس مدتوں بیٹھنے سے بھی نہیں ہوتا ہے''۔ [بحوالہ، خورشید جہاں تاب کی ضو تیرے ذرے میں، از پروفیسر شاہد اختر]

تاج الشریعہ کی فتویٰ نویسی میں آپ کا وہ فتویٰ آپ کے فقہی کمالات کی اعلیٰ مثال پیش کرتا ہے جب گاندھی خاندان کے سر نسبندی کا بخار چڑھ گیا۔ اور مردوں کی نسبندی کا حکم عام صادر کردیا جس میں آپ نے نسبندی کو شرعی طور پر حرام قرار دیا۔ فتویٰ جاری ہوتے ہی حکومت پریشان ہوگئی تھی، حکومت کی جانب سے فوراً اس کا ردعمل ظاہر ہوا اور فتویٰ واپس لینے کی تجاویزیں پیش کی جانے لگیں۔ لیکن آپ نے کسی دھمکی اور انجام کی پرواہ کیے بغیر فتویٰ واپس لینے سے انکار کردیا۔

فتویٰ نویسی کے علاوہ خاندان اعلیٰ حضرت کی ایک اور روایت عام رہی ہے جس سے خاندان کو ایک امتیازی حیثیت حاصل

ہے۔۔۔اور ''وہ ہے عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم''۔ یہ آپ کے خاندان کی ایسی دولت ہے جو آپ کو ورثے میں ملی تھی۔ سیدنا اعلی حضرت کے عشق رسول نے ان کی شاعری کو جو بلندی وانفرادیت بخشی، اس کی مثال دور حاضر میں ڈھونڈے نہیں ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کو شعرائے دہر اور ادبائے عصر نے ''امام نعت گویاں'' کہا اور آپ کی شاعری کو ''کلام الامام'' کہا گیا اور ''امام الکلام'' کا درجہ ملا۔ آپ عشق مصطفی پر یوں نازاں ہوتے ہیں۔

جان ہے عشق مصطفی روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ، ناز دوا اُٹھائے کیوں

اپنے پرنانا اور پردادا سیدی اعلیٰ حضرت کی اس دولتِ عظمیٰ سے حضور تاج الشریعہ نے بھی وافر حصہ پایا۔ آپ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بلند مرتبے پر فائز تھے۔ آپ کا مجموعۂ کلام ''سفینۂ بخشش'' آپ کے دل میں جلوہ گر عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا عکاس ہے جس میں ایک عاشق رسول کی سچی تصویر نظر آتی ہے۔ آپ کے اس مجموعۂ کلام میں ''حدائق بخشش'' کے فنی جواہر بھی جابجا نظر آتے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

جہاں کی بگڑی اسی آستاں پہ بنتی ہے
میں کیوں نہ وقف درِ آں جناب ہو جاؤں

آپ کو جب بھی اپنے محبوب پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد آتی تو دل مضطرب ہو جاتا۔ ایسے میں دل کے قرار کی خاطر آپ کے لبوں پر نعت نبی جاری ہو جایا کرتی جو نبیٔ پاک سے بے پناہ عشق کی دلیل ہے۔ فرماتے ہیں:

داغ فرقت طیبہ قلب مضمحل جاتا
کاش گنبد خضریٰ دیکھنے کو مل جاتا

جب فراقِ طیبہ کا غم بہت پریشان کرتا تو فرماتے:

اپنے در پر جو بلاؤ تو بہت اچھا ہو
میری بگڑی جو بناؤ تو بہت اچھا ہو
گردشِ دور نے پامال کیا مجھ کو حضور
اپنے قدموں میں سلاؤ تو بہت اچھا ہو

عشق نبی میں غمِ روزگار کو برطرف رکھتے ہوئے یوں نغمہ سرا ہوتے ہیں:

جہاں بانی عطا کردیں بھری جنت ہبہ کردیں
نبی مختار کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کردیں

عبادتِ خالق اور خدمتِ خلق کی اس پُرخار وادی میں جب بھی آپ کو کچھ پریشانی لاحق ہوتی، آپ فرماتے:

مجھے کیا فکر ہو اختر مرے یاور ہیں وہ یاور
بلاؤں کو جو میری خود گرفتار بلا کردیں

آپ کی نعتیہ شاعری قاری اور سامع کے ذہنوں پر سیدھے طور پر نقوش مرتب کرتی ہے جس میں مدحت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدت مندانہ بیان ہے جو آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ آپ نے اپنی نعتیہ شاعری میں شاعری کے تمام تر لوازمات کا خیال رکھا ہے جس کی وجہ سے آپ کے کلام میں اپنے اسلاف کی شاعری کی جھلک نظر آتی ہے۔''سفینۂ بخشش'' کا فنی رچاؤ بساؤ قاری کے ذہنوں پر دیرپا نقش رہتا ہے۔ مثلاً دیکھیں

دُور اے دل رہیں مدینے سے
موت بہتر ہے ایسے جینے سے

حضور تاج الشریعہ اختر رضا خاں ہمہ جہت علمی شخصیت کے مالک تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ بیک وقت عظیم محدث وفقیہ، مفکر و مدبر، ادیب وخطیب، تصوف کے ماہر اور بے مثال شاعر تھے۔ آپ کا قلم نظم ونثر دونوں میں یکساں چلتا تھا۔ مادری زبان کے علاوہ آپ انگریزی، عربی اور فارسی زبان پر بھی عالمانہ دسترس رکھتے تھے۔ اہل عرب آپ کی فصیح وبلیغ عربی سن کر کر عش عش کرتے تھے اور انگشت بدنداں رہ جاتے۔

ہندوستان اور دیگر ممالک کے نامور علماء وفضلاء نے آپ کو متعدد القابات سے نوازا۔ جن میں امیر شریعت حاجی نور محمد رضوی مارفانی نے ''تاج الاسلام'' کا لقب دیا۔ مولانا مفتی سید شاہد علی رضوی رام پوری نے ''سید المحققین اور فقیہ الاسلام'' کہا۔ مولانا حکیم محمد مظفر احمد رضوی بدایونی نے ''مفکر اہل سنت، فقیہ اعظم اور شیخ المحدثین'' جیسے القابات دیے۔

آپ نے خدمت خلق اور تبلیغ دین کی خاطر متعدد ممالک کے سفر کئے۔ آپ کے مریدین ہندوستان و پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ، سعودی عربیہ، ماریشش، سری لنکا، برطانیہ، ہالینڈ، جنوبی افریقہ، امریکہ، عراق، ایران، شام، ترکی، جرمنی، لبنان، مصر، کناڈا اور ان کے علاوہ دنیا کے دیگر ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں جن کی تعداد کروڑوں میں بیان کی جاتی ہے۔

آپ نے خانوادۂ رضویہ کے علمی اور روحانی امور کو بخوبی انجام دیا۔ آپ کو اللہ نے وہ علمی صلاحیت عطا کی تھی جس کی بنا پر آپ ماہر اللسان، کامل البیان تھے۔ آپ جس موضوع پر قلم اٹھاتے بے تکلف روانی کے ساتھ لکھتے چلے جاتے گویا تحریر اس موضوع کا حق ادا کر دیتے۔ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی لکھتے ہیں:

''علامہ ازہری کے قلم سے نکلے ہوئے فتاوی کے مطالعہ سے ایسا لگتا ہے کہ ہم اعلیٰ حضرت کی تحریر پڑھ رہے ہیں۔ آپ کی تحریر میں دلائل اور حوالہ جات کی بھرمار یعنہ ویسی ہی ہوتی ہے۔'' [ماہنامہ اعلیٰ حضرت، جمادی الاولی ۱۳۸۵]

حضور تاج الشریعہ تا عمر سیاست سے دور رہے لیکن آپ کی قائدانہ صلاحیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا آپ نے ہمیشہ ملی جذبات کی ترجمانی کی۔ جب آپ نے نسبندی کے خلاف فتوی دیا تھا تو حکومت کے ہوش اڑ گئے تھے اور ان کے اس غیر ذمہ دارانہ فیصلے پر پانی پھر گیا، پھر دور حاضر میں طلاق ثلاثہ کا مسئلہ پیش آیا، ۱۹۸۵ء کے دوران شاہ بانو کیس میں سپریم کورٹ نے شریعت اسلامیہ کو نشانہ بنایا، سپریم کورٹ کا فیصلہ شرعی قوانین کے خلاف تھا جو امت مسلمہ کو کسی بھی صورت تسلیم نہیں تھا۔ اس وقت مسلم پرسنل لا کانفرنس کے بینر تلے ہندوستان بھر میں احتجاجی جلسے منعقد ہوئے۔ ان تمام جلسوں میں تاج الشریعہ نے شرکت کر کے امت مسلمہ کی مستحکم قیادت فرمائی۔ بابری مسجد معاملے میں بھی آپ نے اپنے موقف کو برقرار رکھا، اس معاملے میں سابق

وزیر اعظم نرسمہا راؤ کو بریلی تک آنا پڑا لیکن آپ نے ملنے سے انکار کر دیا۔ آپ نے مختلف اداروں کی سر پرستی کے ساتھ ساتھ سنی جمعیۃ العلماء کی صدارت بھی فرمائی۔

لیکن افسوس کہ میدان علم کا وہ عظیم شہسوار، دنیائے سنیت کا تاجدار، ۲۰ر جولائی ۲۰۱۸ء مطابق ۶ر ذی القعدہ ۱۴۳۹ھ بروز جمعہ بوقت مغرب ہمیں داغ مفارقت دے گیا۔ وقت مغرب نے دنیا کو بتایا کہ یہ تمہاری کائنات کا ایک روحانی آفتاب تھا جو ظاہری سورج کے ساتھ غروب ہو چلا۔

راقم یہ کہہ سکتا ہے کہ جس طرح سورج زمین کے ایک حصے کو روشنی دے کر دوسرے حصے کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے، اسی طرح ہمارے مرشد بھی ظاہری عنایتوں کے بعد ہمیں اپنے روحانی فیضان سے نوازتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

ابرِ رحمت ان کے مرقد پر گہرباری کرے
حشر تک شانِ کریمی ناز برداری کرے

***

تاج الشریعہ-مظہر اسلاف

مولانا مختار احمد قادری، ہیپری ضلع بریلی شریف

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کودو عظیم المرتبت شاہزادے عطا فرمائے تھے جو علم وعمل میں اپنے والد گرامی کے سچے جانشین تھے۔

ایک حجۃ الاسلام حضرت مولانا الشاہ حامد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: دوسرے مفتی اعظم ہند حضرت علامہ الشاہ مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاہزادے مفسر اعظم ہند حضرت مولٰینا الشاہ ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بچپن میں ہی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شاہزادی کے ساتھ رشتہ نکاح میں منسلک فرمادیا تھا۔حضور تاج الشریعہ انہیں کے فرزند عالی وقار ہیں۔

اب آپ غور کریں کہ حضور تاج الشریعہ کو نسب کے اعتبار سے کتنی عظیم ورفیع نسبتیں حاصل ہیں، ان کے والد حضرت مفسر اعظم ہند ہیں، دادا حضرت حجۃ الاسلام ہیں، نانا حضور مفتی اعظم ہیں اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ ان کے پردادا بھی ہیں اور پرنانا بھی، یعنی والد اور والدہ دونوں کی طرف سے حضرت تاج الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سلسلہ نسب امام احمد رضا تک پہونچتا ہے۔ان بافیض نسبتوں کی تاثیر نے آپ کو کمال سیرت، جمال صورت، علمی جلالت اور باطنی طہارت کا حسین گلدستہ بنادیا تھا۔آپ کے آبائے کرام کے فیضان کرام نے آپ کو ایسا نوازا کہ آپ کی ذات ان کے محاسن وکمالات کا مظہر کامل نظر آتی تھی۔

تاج الشریعہ کے والد ماجد حضرت مولٰینا ابراہیم رضا خان جیلانی میاں کو قدرت نے قوت خطابت اور زور بیان کے ساتھ نکتہ آفرینی کی وہ صلاحیت عطا فرمائی تھی کہ اپنی تقریر میں آیات واحادیث سے ایسے علمی نکات بیان کرتے تھے جو دنیائے علم میں دھوم مچادیتے تھے۔

حضور تاج الشریعہ میں اپنے والد ماجد حضور مفسر اعظم کا یہ وصف پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ بار نظر آتا تھا،آپ جب مسند خطابت پر جلوہ گر ہوتے تھے تو آپ کی شان خطابت دیکھ کر مفسر اعظم کی یاد تازہ ہوجاتی تھی، آپ کے خطابات میں نہ عامیانہ سطحی باتیں ہوتی تھیں نہ لچھے دار الفاظ کی بھر مار، آپ کا ہر خطاب ایسے علمی نکات پر مشتمل ہوتا تھا جن کو سن کر سامعین کی روح ایمانی جھوم جاتی تھی اور اہل علم وفضل بے ساختہ نعرہائے داد وتحسین بلند کرنے لگتے تھے۔

تاج الشریعہ کے نانا تاجدار اہلسنت، قطب عالم، حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے تقویٰ وپرہیزگار، پابندی شریعہ، ارشادوہدایت کی ہمہ گیری اور خداداد مقبولیت کو کون نہیں جانتا،متقی ایسے کہ ان کے دور میں ان کے تقوے کی کوئی مثال نہ تھی، جو دیکھتا اسے ماننا پڑتا کہ یہ اس دور کے مفتی اعظم ہی نہیں، متقی اعظم بھی ہیں۔وقت کے حکمرانوں نے آپ سے ملاقات کی کتنی ہی کوششیں کیں مگر آپ کا یہ کمالی تقویٰ ہی تھا کہ آپ نے ان سے ملنا تک گوارہ نہ کیا۔ ۱۹۷۲ء میں اتر پردیش کے گورنر اکبر علی آپ

سے ملاقات کے لئے بریلی آئے، آپ کو ان کی آمد کے بارے میں معلوم ہوا تو ان کے آنے سے پہلے ہی پرانا شہر تشریف لے گئے، گورنر صاحب آئے، اعلیٰ حضرت مزار شریف پر حاضر ہو کر فاتحہ خوانی کی، کافی دیر آپ کی واپسی کا انتظار کیا، بالآخر ملاقات سے محرومی پر افسوس کرتے ہوئے واپس لوٹ گئے۔ اس واقعہ کا میں خود عینی شاہد ہوں۔ وہ میری طالب علمی اور نوعمری کا دور تھا مگر پورا منظر آج بھی یادداشت میں محفوظ ہے۔

مفتی اعظم کی پابندیٔ شریعت کا یہ عالم تھا کہ زندگی کے کسی موڑ پر آپ کا قدم شریعت کی حدود سے باہر نہیں نکلا، آپ کی پوری زندگی احکام شریعت کا عملی نمونہ تھی۔ یہ پابندیٔ شریعت کا اہتمام ہی تھا کہ دوران سفر بھی کبھی آپ کی کوئی نماز قضا نہ ہوئی، نماز کے وقت ٹرین کسی اسٹیشن پر رکتی تو باہر نکل کر ہمراہیوں کے ساتھ جماعت سے نماز شروع کر دیتے، ٹرین چھوٹے، چھوٹ جائے مگر نماز نہ چھوٹنے پائے۔

بحیثیت مرشد آپ کی ہمہ گیری کی یہ شان تھی کہ دنیا کا شاید ہی کوئی ایسا ملک ہو جس میں آپ کے مریدوں کی اچھی خاصی تعداد موجود نہ ہو، ملک ہندوستان میں تو آپ کے مریدین کی کوئی حد وشمار ہی نہ تھی، آپ کے دور کے تمام پیروں کے ملا کر اتنے مرید نہ تھے جتنے تنہا آپ کے مرید تھے۔

پروردگار عالم نے مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کو مقبولیت ایسی عطا فرمائی تھی کہ جہاں پہونچ جاتے مخلوق خدا کا ازدحام جمع ہو جاتا، آدھی رات کے وقت، بلا اطلاع، کسی چھوٹے سے گاؤں میں بھی تشریف لے جاتے تو صرف وہی گاؤں ہی نہیں بلکہ آس پاس کے دیہات کے لوگ بھی امنڈ پڑتے، رکشہ پر بیٹھ کر راستوں سے گزرتے تو دیکھنے والے پروانہ وار رکشہ کے پیچھے دوڑ پڑتے، اسی خداداد قبولیت کا وہ حیران کن نظارہ بھی دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ کے وصال کے وقت نہ ٹی وی چینل تھے، نہ موبائل عالم وجود میں آیا تھا، نہ ٹیلیفون میں ایس، ٹی، ڈی اور آئی، ایس، ڈی کی سہولت تھی مگر پھر بھی آپ کی نماز جنازہ میں دنیا بھر آنے والے تقریباً پچیس لاکھ دیوانوں کا سیلاب ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے پیارے نواسے حضور تاج الشریعہ کو اپنے کرم سے ایسا نوازا کہ ان کی ذات ان اوصاف عالیہ میں اپنے نانا سرکار مفتی اعظم کا عکس جمیل بن گئی۔

ہندوستان کے وزیر اعظم نرسمہا راؤ نے اپنی وزارت عظمیٰ کے دور میں بریلی شریف آنے کا پروگرام بنایا، مقصد صرف اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضری اور حضور تاج الشریعہ سے ملاقات کر کے دعائیں حاصل کرنا تھا۔ آپ کو جب وزیر اعظم کے اس پروگرام کا علم ہوا تو آپ نے اس موقع پر بریلی شریف سے باہر چلے جانے کا ارادہ بنا لیا اور یہ آپ کا لطف کریمانہ تھا کہ آپ نے اس موقع پر اپنے قیام کے لئے ہمارے شہر بہیڑی کو منتخب فرمایا جو بریلی شریف سے بجانب شمال تقریباً پچاس کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔

جس دن وزیر اعظم کو بریلی آنا تھا اس سے ایک دن پہلے حضرت نے اس خادم کو بذریعہ فون اپنی تشریف آوری کی اطلاع دی اور اسی دن دوپہر بعد بہیڑی تشریف لے آئے۔

اہل بہیڑی تو کب سے اپنے شہر میں آپ کے طویل قیام کے آرزومند تھے، اس بہانے اللہ نے ان کی دلی مراد پوری

فرمادی۔ ایسا لگنے لگا کہ تاج الشریعہ تشریف نہیں لائے بلکہ بھیڑی میں رحمت ونور کی بہار آ گئی، ہر دیوانہ خوشی سے جھومنے لگا اور ہر عقیدت مند کے دل میں مسرت وانبساط کا گلشن لہلہا اٹھا۔ اہل بھیڑی نے آپ کا زبردست استقبال کیا اور جلوس کی شکل میں پرجوش نعرے لگاتے ہوئے قیام گاہ لے گئے۔

حضور تاج الشریعہ نے اگلے دن مغرب تک بھیڑی میں قیام فرمایا اور جب دوسرے دن مغرب کے بعد یقینی اطلاع ملی کہ وزیر اعظم کی بریلی شریف سے روانگی ہوگئی تب آپ بھیڑی سے بریلی شریف کے لئے روانہ ہوئے۔ موجودہ دور میں کتنے پیر اور علما ایسے ہیں جن کو عوام بہت بلند مرتبہ اور قابل احترام سمجھتے ہیں مگر ان کا حال یہ ہے کہ کوئی منسٹر تو بڑی بات اگر کوئی ایم ایل اے یا ایم پی بھی ان سے ملاقات کے لئے ان کے گھر آ جائے تو اس کے لئے دیدہ ودل فرش راہ کر دیتے اور اس کی آمد کو اپنے لئے باعث فخر اور ذریعہ عزت افزائی سمجھتے ہیں۔ مگر حضرت تاج الشریعہ نے سرکار مفتی اعظم کے کمال تقوی شعاری کا ایسا پرتو پایا تھا کہ دیگر اہل اقتدار تو کیا وقت کے وزیر اعظم سے بھی آپ نے ملنا پسند نہیں کیا، اور ملنا تو بڑی بات اس کی موجودگی میں شہر کے اندر یا آس پاس رہنا بھی آپ کو گوارہ نہیں ہوا۔ بھیڑی میں آپ کے قیام کا وہ زمانہ اگر چہ بہت زیادہ طویل نہ تھا مگر اس کا ہر منظر دیکھنے والوں کو ہمیشہ یادرہے گا۔

۱۹۷۲ء میں قطب عالم حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھیڑی کو مسلسل اٹھائیس دن اپنے قیام سے سرفراز فرمایا تھا، ان مبارک دنوں کو اس دور کا کوئی سنی مسلمان آج تک نہیں بھلا سکا ہے۔ ایسا لگتا تھا کہ ہر وقت شہر پر رحمت و برکت کی موسلا دھار بارش ہو رہی ہے جس میں ہر سنی شرابور ہوتا چلا جا رہا ہے سرکار مفتی اعظم کے بعد ان کے جانشین حضور تاج الشریعہ نے اپنے اس قیام کے دوران مفتی اعظم کے قیام کی یادوں کو دوبارہ تازہ کر دیا۔ ہر وقت مشتاقان دید، طالبان ہدایت اور داخل سلسلہ ہونے والوں کا تانتا لگا رہتا، اس وقت چونکہ آپ مکمل طور پر جسمانی اعتبار سے صحت مند تھے اس لئے بغیر کسی ناگواری کے آنے والوں کو اپنی عنایتوں سے نوازتے رہتے۔ تاج الشریعہ کے اس قیام کے دوران کئی واقعات ایسے سامنے آئے جن کو کبھی نہیں بھولا جا سکتا۔

صبح کے وقت بذریعہ فون اطلاع ملی کہ بریلی میں پرائم منسٹر کی آمد ہو چکی ہے اور قیام گورنمنٹ گیسٹ ہاؤس میں ہے۔ وزیر اعظم کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ تاج الشریعہ بریلی شریف سے باہر ہیں، ان سے ملاقات نہیں ہوسکتی، اب وزیر اعظم کی خواہش اعلیٰ حضرت کے دربار میں حاضری دینے کی ہے اور بریلی کا پرشاسن اس کا انتظام کرنے کی کوشش میں لگا ہے۔ یہ اطلاع ملنے کے بعد اتفاق سے بھیڑی کی ایس ٹی ڈی فیل ہوگئی۔ اس زمانہ میں موبائل فون تو تھے نہیں، اس لئے بریلی شریف سے بار بار کوشش کے باوجود کوئی رابطہ نہیں ہو سکا۔

بابری مسجد چونکہ نرسمہاراؤ کے دور حکومت میں ہی شہید کی گئی تھی اور اس نے جان بوجھ کر مسجد کی حفاظت میں تغافل ولا پرواہی سے کام لے کر شرپسندوں کو اسے شہید کرنے کا موقع فراہم کیا تھا اس لئے مسلمانوں کے دلوں میں اس کی طرف سے شدید نفرت تھی اور لوگ نہیں چاہتے تھے کہ وہ درگاہ اعلیٰ حضرت میں اپنا قدم رکھے۔ تاج الشریعہ کے سامنے متعدد مرتبہ لوگوں نے اس بات کو لے کر اپنی تشویش اور فکر مندی کا اظہار کیا، ایک بار جب میں نے عرض کیا کہ حضور کہیں وزیر اعظم کے قدم درگاہ شریف میں نہ پہونچ

جائیں تو حضور تاج الشریعہ پر ایک جلالی کیفیت سی طاری ہوگئی اور پر جلال انداز میں ارشاد فرمایا کہ "مختار فکر مت کرو وہ درگاہ شریف کے اندر نہیں جاسکتا، میں جب بریلی شریف سے بہیڑی کے لئے روانہ ہوا تھا تو چلتے وقت پہلے درگاہ شریف میں حاضری دی تھی، اور نانا سے عرض کرکے آیا تھا کہ حضور آپ نے اپنی ظاہری زندگی میں ایسے لوگوں کو اپنے پاس نہیں آنے دیا تھا، میرا عقیدہ ہے آپ اب بھی زندہ ہیں اور صاحب تصرف بھی ہیں، اس وزیر اعظم کو اپنی درگاہ میں نہ آنے دیں، مجھے یقین ہے کہ نانا جان اسے درگاہ میں قدم نہیں رکھنے دیں گے"

اب اسے مفتی اعظم کی کرامت کہیے یا تاج الشریعہ کی زبان کی تاثیر کہ جب مغرب بعد بہیڑی کی ایس ٹی ڈی بحال ہوئی اور بذریعہ فون بریلی شریف سے رابطہ ہوا تو معلوم ہوا کہ دن بھر گورنمنٹ گیسٹ ہاؤس میں وزیر اعظم کا قیام رہا اور اس کے حکم پر افسران بھرپور کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح وزیر اعظم کی درگاہ اعلیٰ حضرت میں حاضری کرادی جائے مگر نواسہ مفتی اعظم حضرت مولٰینا منان رضا خاں صاحب، منانی میاں کی قیادت میں اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم کے دیوانوں نے ایک بڑی تعداد میں جمع ہوکر مسجد رضا اور اس کے سامنے کی گلی میں بیٹھ کر لاحول شریف کا ایسا ورد کیا کہ افسران کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہوسکی اور ملک کا وزیر اعظم اپنے ہی ملک میں واقع درگاہ اعلیٰ حضرت تو کیا اعلیٰ حضرت کی گلی میں بھی قدم نہ رکھ سکا۔ اسی موقع پر ایک اور ایسا واقعہ ہوا جس نے دیکھنے والوں کو سرکار مفتی اعظم کی یاد دلادی۔ حضور تاج الشریعہ کا قیام جس گھر میں تھا وہ کافی بڑا تھا، ناشتہ سے فراغت کے بعد برآمدہ میں ایک تخت پر حضرت کی مسند لگادی گئی۔ عقیدت مندوں کا کافی ہجوم جمع ہوچکا تھا۔ لوگ مصافحہ ودست بوسی کی سعادت حاصل کررہے تھے، کوئی داخل سلسلہ ہورہا تھا، کوئی دعا کی درخواست پیش کررہا تھا، کوئی دینی مسئلہ دریافت کرنے میں لگا تھا، غرض کہ ہر عقیدت مند اپنی ضرورت کے مطابق فیضیاب ہورہا تھا۔ میں اور چند لوگ حضرت کو عقیدت مندوں میں مصروف چھوڑ کر صحن کے ایک گوشہ میں کرسیوں پر آکر بیٹھ گئے۔ اتنے میں بہیڑی کے ایک نیتا آگئے جو اندرونی طور پر بدعقیدہ تھے اور اپنے خاص لوگوں کی محفل میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ اور علمائے اہلسنت کی شان میں گستاخانہ جملے بولتے رہتے تھے۔ وہ اس وقت برسر اقتدار پارٹی کے ایم ایل اے تھے، حضرت کی قیام گاہ میں داخل ہوکر انہوں نے اپنی جیب سے سو، سو کے کئی نوٹوں کی گڈی نکالی اور ہاتھ میں لے کر نذر کرنے کے لئے حضور تاج الشریعہ کی طرف بڑھے، ۱۹۷۲ء میں انہوں نے بغرض امتحان سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں بھی خطیر نذرانہ پیش کیا تھا مگر حضور مفتی اعظم نے کوئی ظاہری تعارف نہ ہونے کے باوجود اپنی نگاہ ولایت سے ان کی بدعقیدگی کو پہچان کر ان کا نذرانہ قبول کرنے سے انکار کردیا تھا، جب کہ سرکار مفتی اعظم عقیدت مندوں کے نذرانوں کو شرف قبولیت عطا فرمارہے تھے۔

یہی صاحب اب حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں نذرانہ پیش کرنے جارہے تھے، کئی حاشیہ برداران کے ساتھ تھے، جو عقیدت مند حضرت کا ہالہ کئے ہوئے تھے، انہوں نے ادھر ادھر ہٹ کر ایم ایل اے کے لئے حضرت تک پہونچنے کا راستہ خالی کردیا، ہم لوگ باہر باتوں میں مصروف تھے، ادھر توجہ نہ دے سکے، ہماری نظر اس منظر پر اس وقت پڑی جب ایم ایل اے حضور تاج الشریعہ کے قریب پہونچ چکے تھے، ہم لوگ اس منظر کو پریشان نظروں سے دیکھنے لگے اور سب کے ذہنوں میں یہی خیال گردش کرنے لگا کہ اگر حضرت نے ان کے نذرانے قبول کرلیا تو صورت حال بے حد خطرناک ہوجائے گی، پورے شہر میں بدنام کیا جائیگا کہ یہ

لوگ جنہیں اسلام سے خارج بتاتے ہیں انہیں کا نذرانہ قبول کر لیتے ہیں۔ حضور تاج الشریعہ انہیں پہچانتے نہ تھے، وہ حضرت کے قریب پہونچ چکے تھے، اتنا موقع نہ تھا کہ حضرت کو حقیقت بتائی جا سکتی۔ سب لوگ تشویش میں تھے مگر یہ دیکھ کر واقف حال لوگوں کے ذہنوں میں سرکار مفتی اعظم کا واقعہ تازہ ہو گیا کہ جب انہوں نے حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں اپنا نذرانہ پیش کیا تو آپ نے لینے سے صاف انکار فرما دیا، انہوں نے بہت اصرار کیا مگر آپ ان کا نذرانہ قبول کرنے پر تیار نہیں ہوئے، بالآخر وہ اپنی رقم جیب میں رکھ کر واپس لوٹ گئے۔

بعد میں تنہائی ملنے پر میں نے عرض کیا کہ حضور ان کا نذرانہ سرکار مفتی اعظم ہند نے بھی رد فرما دیا تھا، آپ تو ان سے متعارف نہ تھے پھر آپ نے ان کا نذرانہ کیوں واپس کر دیا، تو حضرت نے کوئی جواب نہیں دیا اور مسکرا کر خاموش ہو گئے۔

تاج الشریعہ کی زندگی میں پابندئ شریعت نمایاں حیثیت رکھتی ہے جس کی گواہی آپ کی بارگاہ کے حاضر باش ہی نہیں بلکہ ہر وہ شخص دے سکتا ہے جس کو کچھ دیر بھی آپ کی رفاقت کی سعادت حاصل رہی ہو، آپ نے کبھی اپنے سامنے کسی غیر محرم عورت کی بے پردگی گوارہ نہیں کی، ہمیشہ نماز با جماعت کی پابندی فرمائی، سفر حضر میں کبھی نماز قضا ہونے دی اور عملی طور پر دنیا کو اپنے نانا کی پابندئ شریعت کا جلوہ دکھا دیا۔

بحیثیت شیخ طریقت آپ کے سلسلہ ارادت و بیعت کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ آپ کے رشد و ہدایت کا دائرہ تمام دنیا کا احاطہ کئے ہوئے ہے، دنیا کا کوئی ملک مشکل سے ایسا ہوگا جس میں ہزار با تعداد میں آپ کے مرید نہ ہوں، دنیا بھر میں آپ کے مرید کروڑوں کی تعداد میں ہیں جن کا صحیح شمار کسی عام انسان کے بس کی بات نہیں۔

مقبولیت آپ کو ایسی ملی تھی کہ جس محفل میں پہونچ جاتے سب کی نگاہیں آپ کے چہرے کا طواف کرنے لگتیں، جہاں بیٹھ جاتے پروانوں کا سیلاب امنڈنے لگتا، جدھر سے گزر جاتے دیدار کے لئے لوگ دیوانوں کی طرح ٹوٹ پڑتے اور جس کو زیارت میسر ہو جاتی مبہوت ہو کر دیکھتا ہی رہ جاتا۔ آپ کے جنازہ مبارکہ میں تقریباً ایک کروڑ دیوانوں کا امنڈتا ہوا سیلاب جس نے پوری دنیا کو حیرت زدہ کر دیا آپ کی مقبولیت عامہ کی روشن دلیل ہے۔

تقویٰ و پرہیزگاری، پابندئ شریعت، عالمگیر مرشدانہ حیثیت، اور عام مقبولیت، ان اوصاف میں حضور تاج الشریعہ کا یہ بلند مقام، جس کا ساری دنیا کو اعتراف ہے، ان کے پیارے نانا جان کی خاص عطا ہے جن کو زمانہ مفتی اعظم ہند کے نام سے یاد کرتا ہے۔

حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جد امجد (دادا جان) حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان عربی مہارت میں یگانۂ روزگار اور حسن و جمال اور نورانیت میں اپنے دور میں بے مثال تھے، عربی زبان پر ایسا عبور حاصل تھا کہ عرب کے اکابر علما سے عربی زبان میں گفتگو فرماتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ کوئی عربی النسل ماہر زبان ان سے مصروف گفتگو ہے، چہرہ ایسا حسین و جمیل اور نورانی کہ سرخ و سپید قوم سے تعلق رکھنے والے انگریز بھی انہیں دیکھتے تو حیران و ششدر رہ جاتے اور ان میں سے کتنے کلمہ توحید پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو خصوصیت کے ساتھ یہ دونوں کمال حضرت حجۃ الاسلام کی بارگاہ سے عطا ہوئے تھے، یہ حضور حجۃ

الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کا ہی فیضان تھا کہ حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عربی زبان کی مہارت تامہ کا شاہکار، حسن وجمال اور نورانیت کا مرقع نظر آتے تھے۔

آپ کی عربی زبان میں مہارت تامہ کا اندازہ لگانا ہو تو آپ کی عربی تصنیفات حاشیۃ البخاری، شرح حدیث الاخلاص، الحق المبین، مرآۃ النجدیۃ وغیرہ کا مطالعہ کریں، آپ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی متعدد عربی تصنیفات کا اردو میں اور بہت سی اردو تصنیفات کا عربی میں جو ترجمہ کیا ہے ان سے آپ کی عربی زبان میں مہارت تامہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حسن وجمال اور چہرے کی نورانیت کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے علماء ومشائخ کی محفل میں جب جلوہ گر ہوتے تو بالکل ایسا لگتا کہ ستاروں کی انجمن میں چودھویں کا جگمگاتا چاند طلوع ہو گیا ہے، بڑی سے بڑی وجیہ اور پر جمال شخصیت آپ کے سامنے ماند پڑ جاتی اور لوگوں کی نگاہیں سب کو چھوڑ کر صرف آپ کے ہی نظارے میں محو ہو جاتیں۔

دنیا نے آپ کے نورانی جمال کی یہ اثر انگیزی بھی بارہا دیکھی کہ آپ کے چہرے کی آب وتاب کو دیکھ کر کتنے ہی بد مذہبوں نے مسلک اعلیٰ حضرت کی حقانیت کا اعتراف کرکے بد مذہبی سے توبہ کر لی اور نہ جانے کتنے غیر مسلم اسلام کی صداقت کو مان کر دولت ایمان سے مالا مال ہو گئے۔

برسوں پہلے کی بات ہے گونڈہ شہر میں ایک عظیم الشان جلسہ تھا سرپرستی جانشین مفتی اعظم ہند حضور تاج الشریعہ کی تھی، خصوصی خطیب کی حیثیت سے یہ خاکسار بھی مدعو تھا، حضور تاج الشریعہ بکمال عنایت دن میں وہاں تشریف لے آئے تھے، میں بھی جلد ہی پہونچ گیا تھا۔ شہر گونڈہ کی مشہور شخصیت جناب ڈاکٹر لائق علی صاحب رضوی کے دولت خانہ پر قیام تھا، حضور تاج الشریعہ ایک بڑے کمرے میں تشریف فرما تھے، اس کے سامنے ایک نسبتا چھوٹے کمرے میں میرا انتظام تھا، حضور تاج الشریعہ مغرب تک عقیدت مندوں کے درمیان مصروف رہے، میں بھی خدمت میں حاضر رہا، نماز مغرب سے فراغت کے بعد حضرت کے آرام کے لئے کمرہ خالی کرکے دروازہ بھیڑ دیا گیا، سب لوگ باہر نکل آئے، میں بھی اپنی قیام گاہ میں جاکر آرام کرنے لگا، وہ پارلیامنٹ کے الیکشن کا زمانہ تھا تھوڑی ہی دیر کے بعد ڈاکٹر صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ایک پارٹی کا غیر مسلم امیدوار حضرت سے ملاقات کے لئے آیا ہے، آپ ہی اس کی تمنا پوری کرا سکتے ہیں۔ میں اٹھ کر حضرت کی آرامگاہ پر آیا اور آہستہ سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور حضرت کو ملاقاتی کے بارے میں بتا کر اندر لانے کی اجازت طلب کی، حضرت نے اجازت دیدی تو میں باہر آیا، اس کے ساتھ پورا لاؤ لشکر تھا، میں تنہا اسے لے کر کمرے میں داخل ہوا۔ ہلکی سردی کا موسم تھا، حضرت گہرے نیلے رنگ کی رضائی یا کمبل اوڑھے تھے۔ آہٹ محسوس کرکے آپ نے اس کی ایک جانب سے صرف چہرہ باہر نکال لیا، اللہ اکبر وہ منظر آج تک میرے پردۂ ذہن پر نقش ہے، بالکل ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کالے بادلوں کے درمیان چودھویں کا چاند جھانکنے لگا ہو، اس کی نظر پڑی تو چند لمحوں کے لئے ہکا بکا ہو کر کھڑا رہ گیا۔ پھر ہمت کرکے قدم بڑھائے، قریب پہونچا اور دست بوسی کرکے دعا کا خواستگار ہوا، آپ نے اس کا نام اور اس کی پارٹی کے بارے میں دریافت کیا، اس نے بتایا تو آپ نے دعا فرمائی "اللہ وہ کرے جو بہتر ہو" میں نے کہا چلئے آپ کا کام ہو گیا۔ وہ اپنے عقیدے کے مطابق کہنے لگا "مولیٰنا صاحب یہ تو بھگوان کا روپ ہیں [معاذ اللہ] میں کچھ دیر ان

کے درشن کرنا چاہتا ہوں، کونے میں خاموشی سے بیٹھا درشن کرتا رہوں گا اور کسی طرح ڈسٹرب کیے بغیر آہستہ سے نکل جاؤں گا" میں اسے ایک گوشہ میں بٹھا کر اپنی آرام گاہ میں آ گیا، معلوم نہیں وہ کتنی دیر بعد رخصت ہوا۔

یہ تھی اثر انگیزی اس نورانی حسن و جمال کی جو حضرت حجۃ الاسلام مولٰنا الشاہ حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کا عکس جمیل تھا۔

حضور تاج الشریعہ کے پر دادا و پر نانا، امام اہلسنت، دریائے علم و حکمت، مجدد دین وملت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجمع کمالات تھے، جدید تحقیقات کے مطابق تقریبا ایکسو پانچ علوم وفنون میں آپ کی تصنیفات آپ کی شان عبقریت کی روشن دلیل ہیں، پوری دنیا میں آپ کی تفقہ اور فتوی نویسی کی دھوم مچی ہوئی ہے، حضور تاج الشریعہ کو امام اہلسنت کی بارگاہ فیض سے فقہ میں ایسا تبحر عطا ہوا تھا کہ آپ کے فتووں کو پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ ہم اعلیٰ حضرت کی کسی تحریر کا مطالعہ کر رہے ہیں۔

آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، آثار صحابہ وتابعین، اور جزئیات فقہیہ کا استحضار، تنقیح مسائل، دقت نظر، جودت طبع، مہارت علوم، اور حالات شناسی وغیرہ لوازم افتا میں امام احمد رضا کے فیضان سے آپ کا مقام کتنا عظیم تھا اس کا اعتراف خود آپ کے ہم زمانہ اکابر مفتیان کرام اور ارباب علم وفضل نے بھی کیا ہے۔

سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے بعد اگر امام احمد رضا قدس سرہ کی شان افتا کا نظارہ کرنا ہو تو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے فتاوی کا مطالعہ کریں۔ فقہیات آپ کے ذہن میں کس طرح مستحضر تھے اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیں۔

حضور مفتی اعظم کے وصال کے بعد ایک بار حضور تاج الشریعہ بہیڑی میں منعقد ہونے والے سالانہ عرس اعلیٰ حضرت کے ممبر پر جلوہ افروز تھے، ایک صاحب نے میرے ذریعہ ممبر پر ہی ایک استفتا آپ کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے قلم لے کر اسی وقت اس کا جواب لکھ کر مجھے عنایت فرما دیا، میں نے اسے پڑھا تو یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ منبر پر گرجدار آوازوں کے طوفان میں لکھے ہوئے اس فتوے میں صرف حکم مسئلہ ہی نہ تھا بلکہ اس میں ایک حدیث اور فقہ کی کئی کتابوں کی اصل عربی عبارتیں کتابوں کے حوالہ کے ساتھ لکھی ہوئی تھیں۔

یقینا یہ سب امام احمد رضا کا فیضان تھا جس نے آپ کو اپنے زمانہ کے مفتیان کرام میں سب سے ممتاز مقام اور نمایاں حیثیت پر فائز کر دیا تھا۔ حضور تاج الشریعہ کے آباؤ اجداد صرف دنیائے علم وفضل کے تاجدار ہی نہ تھے بلکہ جہان طریقت و روحانیت کے شہریار بھی تھے۔ آپ کے خاندان میں پشتہا پشت سے صاحبان کرامت وتصرف، اہل باطن بزرگوں کا سلسلہ چلا آ رہا تھا جو اپنے اپنے دور میں حقائق طریقت ومعرفت کے رمز شناس ہونے کے ساتھ ساتھ آسمان علوم وفنون سے آفتاب و ماہتاب تھے۔

حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی سلسلہ زریں کی ایک حسین و روشن کڑی تھے۔ آپ کی ذات میں علوم شریعت اور اسرار طریقت کا پر کیف سنگم نظر آتا تھا، دنیا نے جہاں آپ میں علم وفضل کا عظیم کمال دیکھا وہیں روحانیت وکرامت کا ایمان افروز جمال بھی، یقینا آپ اپنے اسلاف کرام کا مظہر کامل اور نمونہ اتم تھے اور آپ کی ذات ایک ایسا آئینہ تھی جس میں آپ کے آباؤ اجداد کے کمالات ومحاسن کے حسین جلوے نظر آتے تھے۔

***

حضور تاج الشریعہ بحیثیت مترجم

مولانا محمد شاہد رضا، استاذ جامعۃ الرضا بریلی شریف

خالق کائنات اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے خدمت دین کے لئے چن لیتا ہے، ان مخصوص بندوں کے مراتب و درجات ہوتے ہیں، اسی طرح کام کی نوعیت بھی مختلف ہوا کرتی ہے، بعض شخصیات ایسی بھی معرض وجود میں آئیں جو گونا گوں خوبیوں کی حامل تھیں اور انہوں نے متعدد شعبوں میں کارہائے نمایاں انجام دئے۔

انہی شخصیات میں سے حضوت تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان ازہری جانشین حضور مفتی اعظم ہند علیہما الرحمۃ کی ذات بابرکات بھی ہے، آپ نے مختلف شعبوں میں کارہائے نمایاں انجام دیکر چمن اسلام کی آبیاری کی، اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت میں میر کارواں رہے۔ جہاں ایک طرف لاکھوں فرزندان توحید کو اپنے دست حق پرست پر بیعت کرکے اعمال صالحہ کی تلقین اور مسلک اعلیٰ حضرت پر استقامت کی تاکید فرما کر وہابیت وصلح کلیت کے دام فریب سے بچاتے رہے تو دوسری جانب ہر اٹھنے والے فتنے اور عقائد و معمولات اہلسنت پر کیے جانے والے اعتراض کا دندان شکن جواب دیکر مخالفین مذہب و مسلک کو لاجواب کرتے رہے۔

حضور تاج الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے متعدد وقیع مقالات ورسائل عربی، اردو اور انگریزی زبانوں میں تحریر کئے مثلاً سد المشارع، تحقیق ان ابا ابراہیم علیہ السلام تارح لیس آزر، الصحابۃ نجوم الاھتداء، ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن وغیرہ۔

ترجمہ نگاری:

آپ نے اسلاف کرام کی تصانیف کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرکے افادہ کو عام وتام کیا خاص کر سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت سے اردو رسائل کا عربی زبان میں ترجمہ کرکے عربوں کے سامنے پیش کیا اہل عرب مطالعہ کے بعد متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے لہذا انہوں نے تقاریظ لکھیں اور تاثرات بھیجے۔

ترجمہ نگاری کوئی آسان کام نہیں بلکہ مشکل ترین کاموں میں سے ایک ہے، اس کا صحیح اندازہ وہی لگا سکتا ہے جس نے اس میدان میں قدم رکھا ہے۔ کیونکہ ترجمہ نگاری ایک فن ہے محض دو یا زیادہ زبانوں کا سیکھ لینا ترجمہ نگاری کے لئے کافی نہیں، ترجمہ کا کام انشاء پردازی اور مستقل تحریر سے زیادہ مشکل ہے کیونکہ انشاء پرداز کسی کے طرز بیان کا پابند نہیں ہوتا جبکہ ترجمہ نگاری میں اصل عبارت کی خوبی، جاذبیت، سخن وزری اور اصل کے انداز بیان کو ملحوظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ محض ایک زبان کے اصلی معنی کو دوسری زبان میں منتقل کر دینے سے حق ترجمہ ادا نہیں ہوتا بلکہ اس کے چند اصول ہیں جن کا لحاظ ضروری ہے۔

اصل زبان جس سے دوسری زبان میں ترجمہ کرتا ہے اس کی لغت، استعمال اور محاورات سے مترجم کما حقہ واقف ہو، صاحب تصنیف کے طرز بیان، خاص ذہنیت اور رجحانات کو بھی سمجھتا ہو۔

دوسرا مرحلہ اس دوسری زبان کا ہے جس میں ترجمہ کیا جارہا ہے، اس زبان میں مترجم کو ایسا عبور اور اتنی مہارت ضروری ہے کہ از خود بھی لکھ سکتا ہو، اور اس زبان کی ادبیات سے وافر حصہ ملا ہو، اس زبان کے رموز واسرار کو جانتا ہو، اس کے محاورات اور ماخذ و مراجع کا علم ہو، معنی حقیقی ومجازی میں فرق وامتیاز کی صلاحیت رکھتا ہو، صلات وغیرہ کے اختلاف سے معنی کی تبدیلی پر آگاہ ہو۔

تیسرا درجہ فن اور موضوع کا ہے، مترجم جس کتاب یا رسالہ یا مقالہ کا ترجمہ کررہا ہے اس کے فن اور موضوع سے مناسب درجہ تک واقفیت شرط ہے، کیونکہ فن اور موضوع کے بدلنے سے الفاظ کے اصطلاحی معانی بدل جاتے ہیں، پس اگر فن کی اصطلاح اور نوعیت حکم کو سمجھے بغیر ترجمہ کردیا تو بسا اوقات ترجمہ مقاصد ومطالب کے خلاف ہوجائے گا۔

حضور تاج الشریعہ کو متعدد زبانوں پر دسترس ومہارت:

ترجمہ نگاری کے اصول وشرائط کی روشنی میں جب ہم حضور تاج الشریعہ کی ذات بابرکات کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپ کو نہ صرف ان شرائط کا جامع بلکہ اردو، عربی اور فارسی زبانوں پر مہارت تامہ سے متصف پاتے ہیں، اردو تو آپ کی مادری اور گھر کی زبان ہے جس میں آپ کے نعتیہ کلام کا ایک دیوان بھی شائع ہوکر قبولیت عوام وخواص حاصل کرچکا ہے، عربی زبان پر بھی آپ اہل زبان جیسا عبور رکھتے ہیں جس کی گواہی خود اہل زبان آپ کے مقالات اور ترجمہ کو پڑھنے کے بعد تقاریظ لکھ کر اور اپنی مجلسوں میں بیان کرکے دیتے ہیں، حضور تاج الشریعہ سے گفتگو کرنے کے بعد شیخ عمر سلیم مہدی بغدادی نے راقم السطور سے فرمایا تھا کہ کوئی عربی شخص شیخ یعنی تاج الشریعہ کو دیکھے گا تو وہ ہرگز انہیں ہندی گمان نہیں کرے گا بلکہ یمنی عربی سمجھے گا۔

استحضار معانی وذکاوت:

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ ترجمہ کا املا کراتے تھے، املا نویس اصل کتاب کی عبارت پڑھ کر سناتا، آپ پورا جملہ سنتے، وہ جملہ کیسا ہی پیچیدہ یا کتنا ہی طویل کیوں نہ ہو، سنانے والا جیسے ہی خاموش ہوتا آپ فوراً ترجمہ کی شکل میں الفاظ کے موتی بکھیر دیتے، عربی الفاظ ومعانی اور محاورات اس طرح مستحضر تھے کہ شاذ ونادر ہی لغت دیکھنے کا حکم دیتے، یہ بات میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ راقم السطور کو بھی املا نویسی کا شرف حاصل ہے، املا کرانے کے بعد کبھی کبھی پوچھتے کہ کتنے صفحات ہوگئے؟ پھر فرماتے یہ سب اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیض ہے۔ اور مزار پاک کی جانب اشارہ کرکے فرماتے سب کچھ وہیں سے مل رہا ہے میرا کچھ نہیں ہے۔ سخت علالت کے باوجود ترجمہ کا عمل جاری رہتا۔

ترجمہ کی بعض خوبیاں:

حضور تاج الشریعہ کا ترجمہ خواہ عربی سے اردو ہو یا اردو سے عربی بامحاورہ وسلیس ہے نیز ندرت وشگفتگی اور جاذبیت ودل کشی بھی ہے آپ نے مراتب اذہان کا خیال کرتے ہوئے تسہیل کا التزام کیا نیز مشکل مقامات اور وضاحت طلب جملوں کی توضیح بھی آپ کے ترجمہ میں قوسین کے اندر پائی جاتی ہے، بہت سے مقامات پر مصطلحات کے مطالب کو ترجمہ میں ہی ادا کردیا ہے ترجمہ میں الفاظ ومعانی کا حسین تناسب پایا جاتا ہے۔ حضور تاج الشریعہ نے فن ترجمہ کا مکمل لحاظ رکھا ہے لہٰذا اسے اصل کا خلاصہ یا تشریح سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا، اور یہ امر بڑی اہمیت کا حامل ہے، حضرت کے ترجمہ میں مافی الاصل کی ادائیگی بدرجہ اتم موجود ہے۔

حضور تاج الشریعہ نے اردو کتب ورسائل کا بھی ترجمہ کیا ہے جن میں سے بعض یہ ہیں: شمول الاسلام، الهاد الكاف

حاجز البحرین الفی الأکین، یونہی عربی کتب وحواشی کا بھی اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے۔

بطور نمونہ دونوں ترجمے سے اقتباس ذکر کیا جارہا ہے تاکہ قارئین ترجمہ کی خوبی وکمالات سے مزید لطف اندوز ہوں اور اہل نظر صحیح اندازہ بھی لگاسکیں۔

پہلے الهاد الکاف سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اردو عبارت اور پھر حضور تاج الشریعہ کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

بات دور کی پہونچی، کہنا یہ تھا کہ سند پر کیسے ہی طعن وجرح ہوں ان کے سبب بطلان حدیث پر جزم نہیں ہوسکتا ممکن کہ واقع میں حق ہو اور جب صدق کا احتمال تو عاقل جہاں نفع بے ضرر کی امید پاتا ہے اس فعل بجالاتا ہے، دین ودنیا کے کام امید پر چلتے ہیں، پھر سند میں نقصان دیکھ کر ایکدست اس سے دست کش ہونا کس عقل کا مقتضی ہے کیا معلوم اگر وہ بات سچی تھی تو خود فضیلت سے محروم رہے اور جھوٹی ہو تو فعل میں اپنا کیا نقصان۔ فافهم وتثبت ولا تكن من المتعصبين. انصاف کیجئے! مثلاً کسی کو نقصان حرارت غریزی وضعف ارواح کی شکایت شدید ہو زید اس سے بیان کرے کہ فلاں حکیم حاذق نے اس مرض کی لئے سونے کے ورق، سونے کے کھرل میں سونے کی موسلی سے عرق بید مشک یا ہتھیلی پر انگلی سے شہد میں سحق بلیغ کرکے پینا تجویز فرمایا ہے تو عقل سلیم کا اقتضا نہیں کہ جب تک اس حکیم تک سند صحیح متصل کی خوب تحقیقات نہ کرلے اس کا استعمال طبا حرام جانے۔ بس اتنا دیکھنا کافی ہے کہ اصول طبیہ میں میرے لئے اس میں کچھ مضرت تو نہیں، ورنہ وہ مریض کہ نسخہ ہائے قرابادین کی سندیں ڈھونڈتا اور حال رواۃ تحقیق کرتا پھریگا قریب ہے کہ بے عقلی کے سبب ان ادویہ کے فوائد ومنافع سے محروم رہے گا نہ عراق تنقیح سے تریاق تصحیح ہاتھ آئے گا نہ یہ مارگزیدہ دوا پائے گا، بعینہ یہی حال ان فضائل اعمال کا ہے جب ہمارے کان تک یہ بات پہنچی کہ ان میں ایسا نفع ذکر کیا گیا اور شرع مطہر نے ان افعال سے منع نہ کیا، تو اب ہمیں تحقیق محدثانہ کیا ضرور ہے، اگر حدیث فی نفسہ صحیح ہے فبہا ورنہ ہم نے اپنی نیک نیت کا اچھا پھل پایا۔

[منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین][فتاوی رضویہ مترجم ج ۵ ص ۴۹۳]

| ||||| ا: قد بَعُدَ القول، كان القصد أن أقول: انه مهما كان من طعن وجرح في السند لا يمكن من أجله ان يجزم ببطلان الحديث فانه يحتمل أن يكون حقا في الواقع، واذا احتمل الصدق فيما ارتجى العاقل نفعا بغير ضرر عمل بذلك الفعل وامور الدين والدنيا تجري على الأمل فأي عقل يقتضي التنصل عن ذلك العمل بعد رؤية النقصان في السند؟ ما يدريك ان كان ذلك الحديث حقا فقد أبقيت بنفسك محروما عن الفضل وان كان كذبا فما عليك من العمل به من نقصان، فافهم وتثبت ولا تكن من المتعصبين.

انصف! لأضرب لك مثلا رجلا اشتكى النقصان في الحرارة الغريزية وضعف الأرواح فيقول له زيد: ان فلانا الطبيب الحاذق وصف لهذا المرض دواء بأن تدق اوراق الذهب بعرق خيار الة المسك ادواء يوجد في الهند في هاوون من الذهب بمدقة من الذهب او تسحق في العسل على الكف سحقا بليغا وتشرب.

فليس مقتضى العقل السليم ان يعتقد استعمال الدواء المذكور حراما ما لم يجد السند الصحيح المتصل الى ذلك الطبيب وانما يكفي انه لا ضرر في ذلك عليه بحسب الاصول الطبية، والا فهو يظل يفتش نسخا في قرابا دين كتاب يشتمل على الأدوية وصفة استعمالها ويثبت من حال الرواة واوشك من سفاهته أن يحرم فوائد

تلك الأدوية ومنافعها. ولا يصيب الترياق من العراق ولا ينال هذا اللديغ الدواء.

هذا بعينه شأن فضائل الأعمال فان طرق اسماعنا خبر ذكر فيه مثل هذه الفائدة ولم يدبه الشرع المطهر عن تلك الأفعال فما يلجئنا الى التحقيق على منهج المحدثين وان كان الحديث صحيحا فبها ونعمت والا وجدنا ثمرة طيبة من حسن نيتنا (هل تربصون بنا الا احدى الحسنيين) التوبة: الآية: ٥٢ [الهاد الكاف عربي ص ١٠٢، ١٠٣]

المعتقد المنتقد کی عربی عبارت اور اس کا اردو ترجمہ ملاحظہ فرمائیں: ومنه انه قدير أي يصح منه ايجاد العالم وتركه، فليس شيء من ايجاد العالم وتركه لازما لذاته بحيث يستحيل انفكاكه عنه. والى هذا ذهب المليون. وقد انكرت الفلاسفة القدرة بهذا المعنى فقالوا: ايجاده العالم على النظام الواقع من لوازم ذاته فيمتنع خلوه عنه وليس هذا خلافا منهم في تفسير القادر بأنه الذي ان شاء فعل وان لم يشأ لم يفعل الا انهم زعموا ان مشيئة الفعل الذي هو الفيض والجود لازمة لذاته كلزوم سائر الصفات لتوهمهم ان ذلك وصف كمال. قال ابن ابي الشريف في شرح المسايرة: انه لايمكن في مقدورات الله ماهو ابدع من العالم المشاهد على طريق الفلاسفة والعقيدة ان مقدوراته تعالى لاتتناهى كما صرح به حجة الاسلام في العقيدة المعروفة بترجمة عقيدة أهل السنة والجماعة وتكرر في الاحياء. فما وقع في بعض كتب الاحياء ككتاب التوكل مما يدل على خلاف ذلك فالله أعلم. صدر من ذهول عن ابتنائه على طريق الفلاسفة وقد انكره الأئمة في عصر حجة الاسلام وبعده. نقله الذهبي في تاريخ الاسلام. [المعتقد المنتقد ص ٢٢، ٢٥]

ترجمہ: انہیں عقائد میں سے یہ عقیدہ ہے کہ وہ قدیر ہے یعنی اس کی جانب سے عالم کو موجود کرنا اور ترک ایجاد دونوں صحیح ہیں، لہٰذا ایجاد عالم اور ترک ایجاد کچھ بھی اس کی ذات کو لازم نہیں کہ اس کی ذات سے اس کا انفکاک (جدا ہونا) محال ہو، اور یہی مذہب سب ملت والوں کا ہے، اور فلاسفہ نے اس معنی قدرت کا انکار کیا تو فلاسفہ نے کہا کہ اس نظام واقع پر اللہ کا عالم کو ایجاد کرنا اس کے لوازم ذات سے ہے، تو اس لازم ذاتی سے اس کا خالی ہونا محال ہے، اور ان کا یہ قول قادر کی تفسیر کہ وہ ایسا ہے کہ اگر چاہے تو کرے اور اگر نہ چاہے تو نہ کرے، ان کی طرف سے اختلاف نہیں، ہاں ان کا گمان یہ ہے کہ فعل جو فیض و جود ہے اس کی مشیت اس کی ذات کے لئے لازم ہے جیسے تمام صفتیں اس کے لئے لازم ہیں، اس توہم کی وجہ سے کہ اس کا لزوم ان کے نزدیک صفت کمالیہ ہے۔

ابن ابی شریف نے شرح مسایرہ میں فرمایا: کہ فلاسفہ کے مذہب کے مطابق اللہ تبارک وتعالیٰ کے مقدورات میں وہ ممکن نہیں جو اس عالم مشاہد سے زیادہ بدیع ہو اور عقیدۂ حق یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا مقدور متناہی نہیں، جیسا کہ حجۃ الاسلام غزالی نے ترجمہ عقیدہ اہل سنت و جماعت سے معروف عقیدہ میں تصریح فرمائی اور یہ عقیدہ احیاء العلوم میں بار بار بیان ہوا تو احیاء العلوم میں بعض مقام پر جیسے کتاب التوکل میں اس عقیدہ کے خلاف پر دلالت کرنے والی جو بات واقع ہوئی۔ اللہ خوب جانتا ہے۔ وہ اس بات سے غفلت کی بناء پر صادر ہوئی کہ یہ طریقہ فلاسفہ پر مبنی ہے، اور ائمہ دین نے اس پر حجۃ الاسلام کے زمانہ میں اور ان کی وفات کے بعد انکار کیا، اس کو علامہ ذہبی نے تاریخ الاسلام میں نقل کیا ہے۔

تاج الشریعہ! آسمان فقہ و تحقیق کا نیر تاباں

مفتی محمد رفیق عالم رضوی استاذ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، وارث علوم امام عشق ومحبت، جانشین تاجدار اہل سنت، افقہ الفقہا، مرجع العلما، حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان خانوادۂ رضا کے چشم و چراغ اور ایسے شہرۂ آفاق عالم دین تھے جن کے فضل وکمال اور علمی سطوت وجلالت کا دبدبہ ملک و بیرون ملک کے چپے چپے میں ہے۔ علم وفضل، فکر ودانش، عرفان وآگہی، شعروادب اور فقہ وتحقیق میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔ جہان اہل سنت کے ایسے آفتاب ومہتاب تھے جس کی ضیا بار کرنوں سے عالم کا گوشہ گوشہ منیر ومستنیر نظر آتا ہے۔ چہار دانگ عالم میں انہوں نے مسلک اعلیٰ حضرت کا پیغام پہنچا کر ان کے باشندوں کے ایمان وایقان کی حفاظت کی۔ عشق رسول اور حب نبی کا جام پلا کر انہیں دین وسنت کا پکا وفادار اور نبی کا سچا غلام وجانثار بنایا، خدا نے انہیں شہرت دوام اور مقبولیت تام کی نعمتوں سے نوازا تھا۔ وہ گلستان رضا اور بوستان مفتیٔ اعظم کے ایسے حسین وجمیل گل سرسبد تھے جن کی بھینی بھینی اور دل آویز خوشبوؤں نے بلا داہل سنت کو مشکبار بنادیا۔ عشق رسول کی دولت انہیں ان کے آبا واجداد سے وراثت میں ملی تھی، عشق رسول نے ہی ان کے جد امجد امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کو بریلی شریف کی سرزمین سے اٹھا کر شہرت کے آسمان پر چمکا دیا اور وہ عالمی سطح پر امام عشق ومحبت سے متعارف ومشہور ہوئے۔ عشق رسول نے ہی ان کے نانا حضور مفتیٔ اعظم ہند کو بے پناہ مقبولیت اور عظیم شہرت عطا کی تھی، علم و ادب، حکمت ودانائی، عشق رسول ومحبت نبی، اتباع شریعت، تقویٰ وطہارت، اخلاص وللّٰہیت، تبلیغ دین اور خدمت خلق میں وہ اپنے آبا واجداد کرام کے نقوش قدم پر رواں دواں تھے۔ ان کی نشست وبرخاست، جلوت وخلوت، اسلوب کلام، انداز گفتگو بلکہ ان کی زندگی کا لمحہ لمحہ سنت نبوی کا آئینہ دار تھا۔

انہیں مفتیٔ اعظم ہند کا جانشین بنایا گیا تھا، یقیناوہی ان کے سچے جانشین تھے۔ علمی جاہ وجلال، روحانی فضل وکمال، فقہی بصیرت وتدبر، وسعت مطالعہ وتحقیق، اتباع شریعت، استقامت فی الدین اور خدمت خلق میں مقبول عوام اور مرجع علمائے انام ہونے میں وہ مفتیٔ اعظم ہند کے عکس جمیل تھے۔ انہوں نے مفتیٔ اعظم ہند کی جانشینی کا حق ادا کر دیا، وہ علم وادب کے شہنشاہ تھے، بڑے بڑے اصحاب علم وادب ان کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور اپنی علمی الجھنوں کو دور کرتے تھے۔ وہ اپنے وقت کے فقیہ اعظم اور دور حاضر کے مفتیٔ اعظم تھے، ان کا فتویٰ تمام فتووں پر بھاری ہوتا تھا، ماہرین فقہ وافتا کو ان کی بارگاہ فقہ وتحقیق میں زانوئے ادب طے کرتے دیکھا ہے۔ وہ ایک عظیم اور بلند پایا محقق تھے، جس مسئلہ پر قلم اٹھاتے اسے تحقیق کے عرش کمال تک پہنچا دیتے، پھر کسی ادیب ومحقق کو اس پر قلم رکھنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور وہی اس باب میں حرف آخر ہوتا۔ ان کی عبقری شخصیت شریعت وطریقت کا مجمع البحرین تھی۔ ان کا دربار متعلمین ومعلمین، عوام وخواص صاحبان درسگاہ وخانقاہ، صوفیا واذکیا سب کی توجہات کا مرکز تھا۔ علم وحکمت اور عشق وعرفاں کے ہر کارواں کے وہ میر کارواں اور صدر انجمن تھے، بلکہ ان کی ذات خود ایک انجمن

بلکہ رشک صد انجمن تھی۔ وہ جدھر سے گزرتے ان کے عقیدتمند ان پر پروانہ وار نثار ہوتے اور ان کی ایک جھلک پانے کے لیے مضطرب و بیقرار رہتے۔ ان کی نماز جنازہ میں عقیدتمندوں کا ہجوم اور انسانوں کے ایک عظیم سیلاب نے عالمی ریکارڈ بنا دیا، سچ ہے "من کان للہ فکان اللہ لہ" جو بندہ خدا کا ہو جاتا ہے خدا اس بندے کا ہو جاتا ہے پھر ساری خدائی اس بندے پر سو جان سے قربان ہو جاتی ہے۔ آج اگرچہ وہ ہماری نظروں کے سامنے نہیں ہیں لیکن آج بھی کشور اہل سنت کے چپے چپے پر ان کا روحانی فیضان برس رہا ہے، ملک و بیرون ملک میں ان کی خداداد شوکتوں کے پرچم لہرا رہے ہیں، عشق و عرفان کی ہر انجمن میں ان کے جلووں کے سحر کا اجالا پھیلا ہوا ہے، ہر چہار طرف ان کے آباو اجداد کا چرچہ ہے اور انکی عظمت و شوکت کا ڈنکا بج رہا ہے۔ خداوند کریم ان کے درجات کو بلند سے بلندتر فرمائے۔ ان کی مرقد پر صبح و شام رات و دن اپنی رحمتوں کی بارش برسائے، ان کے فیض و برکات سے جہان اہل سنت کو فیضیاب فرمائے آمین۔

دوسری اور خوبیوں کی طرح فقہی بصیرت و تحقیق کی دولت حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو ان کے جد امجد امام عشق محبت اور تاجدار اہل سنت علیہما الرحمہ سے وراثت میں ملی تھی۔ علمی تحقیق اور فقہی بصیرت پر مشتمل ان کی تحریروں میں اعلیٰ حضرت اور حضور مفتی اعظم ہند علیہما الرحمہ کے حسن تفقہ و تحقیق کا عکس جمیل نظر آتا ہے۔ جب وہ کسی مسئلہ پر لکھتے تو اسے فقہ و تحقیق کے بام عروج تک پہنچا دیتے، پھر ان کے مقابل کسی مفتی و فقیہ کی تحقیق آفتاب کو چراغ دکھانے کے مترادف ہوتی۔ مد مقابل کی دلیلوں پر ایسا فقیہانہ و محققانہ کلام فرماتے تھے جس سے ان کے دلائل کا بطلان واضح ہو جاتا اور آپ کے موقف کی صحت و حقانیت اظہر من الشمس ہو جاتی۔ لفظ "شاھدا" اخ، اور؛ نبی؛ کے معنی کی لغوی و شرعی تحقیق اور کلمات قرآنیہ "ما تقدم من ذنبک و ما تاخر، ووجدک ضالا فھدیٰ، اور "انما انا بشر مثلکم" پر فقیہانہ اور محققانہ گفتگو، حدیث قلتین اور حدیث نیت کی شاندار تشریح و توضیح، ٹی۔وی، ٹائی، چلتی ٹرین پر فرض و واجب نمازوں کی ادائیگی، موبائل وغیرہ سے تحقق استفاضہ، کتاب القاضی اور حدود قضا میں اعلان رویت کے مسائل پر فقیہانہ تعاقب اور محققانہ کلام اور ان پر کیے گئے اعتراضات کا تسلی بخش جواب نیز اس کے علاوہ آپ کی دیگر تصانیف و فتاویٰ اس پر شاہد ہیں، یقیناً آپ آسمان فقہ و تحقیق کے آفتاب و ماہتاب تھے۔

راقم السطور فقہی بصیرت اور علمی تحقیقات پر مشتمل آپ کی کچھ تحریریں بطور نمونہ زینت قرطاس کر رہا ہے:

لفظ شاہد کے معنی کی تحقیق:

امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے آیت کریمہ "انا ارسلنا شاھدا" میں شاھدا کا معنی حاضر و ناظر کیا ہے، ایک دیوبندی مولوی نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ شاھدا کا معنی حاضر و ناظر نہیں ہے بلکہ شاہد کا معنی گواہ ہے۔ حضور تاج الشریعہ نے اس پر برجستہ قلم اٹھایا اور اپنی علمی تحقیق کا دریا بہاتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ شاہدا کا ترجمہ حاضر و ناظر لغت و شریعت کے عین مطابق ہے اور یہی مفسرین کرام کے اقوال کا خلاصہ ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: شہادت، شہود، شاہد، شہید، کے معنی میں حضور غالب ہے، ہم ان کے معانی ذیل میں درج کریں۔ شہد، حاضر ہوا، شاہد۔ حاضر، شہد لزید بکذا۔ زید کے لیے گواہی دی، اللہ کی راہ میں قتل ہونے والا اسے شہید اس لیے کہتے ہیں کہ ملائکہ رحمت اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں، یا اس لیے کہ اللہ اور اس کے فرشتے اس کے لیے جنتی ہونے کے گواہ ہیں، یا اس لیے کہ وہ اگلی امتوں پر قیامت کے دن گواہ ہوگا، یا اس لیے کہ وہ شاھدہ (زمین) پر گرتا ہے، زمین کو

شاهدہ کہا گیا، اس لیے کہ وہ قیامت کے دن گواہی دیگی۔ قال تعالیٰ: ''یومئذ تحدث اخبارھا'' یا اس لیے کہ وہ اللہ کی ملکوت و ملک کا مشاہدہ کرتا ہے۔ شاھدہ، عاینہ، کسی چیز کا مشاہدہ ومعائینہ کرنا۔ امرأۃ مشہدۃ۔ وہ عورت جس کا شوہر حاضر ہو، شاہد حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا نام نیز فرشتہ، یوم جمعہ، ستارہ، گھوڑے کی جودت کی علامت، جسے مجازاً شاہد کہا گیا۔ جلد ہونے والا کام اسے بھی مجازاً شاہد بمعنی حاضر سے تعبیر کیا گیا، گویا وہ جلد ہونے کی وجہ سے حاضر ہی ہے۔ اشھدت الجاریۃ لڑکی کا بلوغ کو پہنچنا۔ المشھد ۃ، لوگوں کے حاضر ہونے کی جگہ۔ دیکھو! ان تمام معانی میں حضور ملحوظ ہے اور یہ معانی لغت میں غالب ہے تو لاجرم شہود کا حقیقی معنی حضور ٹھہرا، اس لیے کہ یہی معنی عند الاطلاق متبادر ہوتے ہیں اور تبادر امارات حقیقت سے ہے جیسا کہ فتح القدیر اور درمختار سے مستفاد ہے، حاشیہ منار للشامی میں ہے التبادر من امارات الحقیقۃ ملتقطا لہٰذا کہنے دو کہ شاہدا کا ترجمہ حاضر و ناظر ٹھیک لغوی معنی کے مطابق ہے بلکہ شرعاً بھی یہ اس کا حقیقی معنی ہے، اسی لیے قرآن عظیم میں جا بجا شہود کے مشتقات بمعنی حضور وارد ہیں۔ فمن شھد (حضر) منکم الشھر: الآیۃ۔ جو رمضان کو پائے تو اس میں روزہ رکھے۔ ولیشھد عذابھما: الآیہ اور زانی مرد وعورت کے کوڑے مارے جانے کو مسلمانوں کی ایک جماعت آکر دیکھے۔ ام کنتم شھداء اذ حضر یعقوب الموت کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب علیہ السلام کو موت آئی۔ وکنت شھیدا علیھم: الآیۃ (رقیباً)۔ ان آیات کریمہ سے ثابت ہو گیا کہ شہود بمعنی حضور حقیقت لغویہ ہی نہیں بلکہ شرعیہ بھی ہے بلکہ پچھلی آیت نے تو خاص شاھداً کا فیصلہ کر دیا کہ جب شھیداً بمعنی نگہبان ٹھہرا اور اس کے لیے حضور ضروری اور وہ اسم فاعل کے معنی میں ہے 'کما لا یخفیٰ' تو شاھداً بھی بمعنی نگہبان وحاضر ہے، یہیں سے ظاہر کہ حاضر شاہد کا اسلامی معنی ہے۔

اس دیوبندی مولوی نے شاھد کا معنی گواہ بتایا تھا، اس پر فقیہانہ تعاقب کرتے ہوئے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ شاھداً سے محض گواہ بلا لحاظ معنیٰ دیگر مراد ہے تو تمہیں کیا مفید اور ہمیں کیا مضر؟ ارے گواہ کے لیے بھی تو حضور ضروری۔ فقہائے کرام کے ارشادات دیکھنے کی فرصت نہ ملی تو ہم سے سنو۔ تنویر الابصار ودر مختار میں ہے ''وشرائط التحمل ثلاثۃ العقل الکامل وقت التحمل والبصر ومعاینۃ المشھود بہ''۔ اسی میں ہے ''ورکنھا لفظ اشھد لا غیر لتضمنہ معنی المشاھدۃ'' رد المحتار میں اسی کے تحت ہے ''وھی الاطلاع علی الشیء عیاناً'' نیز آگے اسی میں ہے۔ ''ولا یشھد احد بما لم یعاینہ بالاجماع''۔ دیکھو! یہ عبارتیں تصریح فرما رہی ہیں کہ شہادت میں بینائی اور امر مشہود کو آنکھوں دیکھنا شرط ہے اور صاف بتا رہی ہے کہ معاینہ مشہود بہ اصل ہے اور اصل سے عدول بے دلیل جائز نہیں اسی لیے اس کا رکن لفظ اشھد ٹھہرا کہ وہ مشاہدہ و معاینہ کو متضمن ہے، لاجرم ثابت کہ شاھد و حاضر میں منافات نہیں تو جو شاہد مانے گا وہ ضرور حاضر مانے گا۔

تفسیر بیضاوی میں ہے ''وھذہ الشھادۃ وان کانت لھم لکن لما کان الرسول علیہ السلام کالرقیب المھیمن علی امتہ عدی بعلی'' اور تفسیر نسفی میں ہے ''لما کان الشھید کالرقیب جئی بکلمۃ الاستعلاء کقولہ تعالیٰ کنت انت الرقیب علیھم''۔ دیکھو یہ دونوں علماء صاف بتا رہے ہیں کہ اگرچہ شہادت مؤمنین کے لیے ہے تو صلہ لام ہونا چاہیے تھا مگر چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر رقیب ونگہبان ہیں اس لیے علی سے متعدی کیا گیا لہٰذا کہنے دو کہ اسی لیے مفسر کرام نے نگہبانی کو ملحوظ رکھتے ہوئے مطلقاً علی من بعثت الیھم فرمایا۔ لاجرم، علامہ ابو سعود نے اسی لیے فرمایا (ترجمہ: یعنی ہم نے بھیجا گواہ ان لوگوں پر

جن کے لیے تمہیں نبی بنایا گیا کہ تم ان کی حالت پر نگاہ رکھتا اور ان کے اعمال کا مشاہدہ کرتا ہے اور ان کی تصدیق وتکذیب، ھدایت وگمراہی کی شہادت کا حامل ہے اور قیامت کے دن تو اس شہادت کو ادا فرمائے گا۔ بحمدہ تعالیٰ یہاں سے ظاہر ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید بھی ہیں اور اپنی امت پر نگہبان و رقیب بھی ہیں اور دونوں وجوہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا ظاہر و باہر و للہ الحمد۔ اسی لیے تفسیر کبیر میں فرمایا: "ثالثها انه شاهد في الدنيا باحوال الأخرة من الجنة والنار و الصراط والميزان و شاهد في الأخرة باحوال الدنيا من الطاعة و المعصية والصلاح والفساد" یعنی تیسری توجیہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں آخرت کے احوال (جنت ودوزخ، پل صراط ومیزان) پر حاضر ہیں اور آخرت میں دنیا کے احوال طاعت ومعصیت، صلاح و فساد پر حاضر ہیں، دیکھو کیسی صریح عبارتیں ہیں کہ سرکار حاضر و ناظر ہیں۔

مجمع بحر الانوار میں ہے" انا فرطكم وانا شهيد" کی توجیہ میں فرماتے ہیں"اي اشهد عليكم باعمالكم فكاني باق معكم" یعنی میں تمہارے اعمال کی گواہی دوں گا تو میں تمہارے ساتھ باقی ہوں۔ نیز اسی میں ہے"والشاهد من اسماء النبي صلى الله عليه وسلم لانه يشهد للانبياء بالتبليغ و يشهد على امته و يزكيهم او هو بمعنى الشاهد للحال كانه الناظر اليها" یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام شاہد ہے اس لیے کہ وہ قیامت میں انبیا کے لیے تبلیغ کی گواہی دیں گے اور اپنی امت کے لیے گواہی دیں گے اور انہیں عدل (صالح شہادت) فرمائیں گے، یا اس معنی کر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حال کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ دیکھو کیسا صاف ارشاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔ بولو کس کا عقیدہ غلط بتاؤ گے اور اگر یہ خیانت ہے تو بولو کسے خائن بتاؤ گے۔ اور سنو! علامہ اسماعیل حقی رومی تفسیر روح البیان میں "ويكون الرسول عليكم شهيدا" کے تحت فرماتے ہیں:"ومعنى شهادة الرسول عليكم اطلاعه على رتبة كل متدين بدينه و حقيقته التي هو عليها من دينه و حجابه الذي هو به محجوب عن كمال دينه وهو يعرف ذنوبهم و حقيقة ايمانهم و اعمالهم و حسناتهم و سيأتهم و اخلاصهم و نفاقهم وغير ذالك بنور الحق "شاہ عبد العزیز صاحب فتح العزیز میں بعینہ یہی فرما رہے ہیں۔ (ترجمہ) یعنی قیامت میں تمہارے رسول تم پر گواہ ہوں گے اس لیے کہ وہ مطلع ہیں نور نبوت سے اپنے دین سے ہر متدین کے رتبہ پر کہ وہ میرے دین میں کس درجہ پر پہنچا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور وہ حجاب جس کی بدولت وہ ترقی سے محجوب رہا کیا ہے، تو وہ جانتے ہیں تمہارے گناہوں کو اور تمہارے درجات ایمان کو اور تمہارے اچھے برے اعمال کو اور تمہارے اخلاص ونفاق کو لہذا ان کی شہادت امت کے حق میں دنیا وآخرت میں بحکم شرع مقبول وواجب العمل ہے۔

شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی کی یہ شہادت بھی سنتا چل، وہ اقرب السبل میں فرماتے ہیں"باچندیں اختلاف وکثرت مذاهب کہ در علماء امت است یک کس دریں مسئلہ خلاف نیست کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز وتوھم تاویل دائم وباقی است و بر اعمال امت حاضر و ناظر و مر طالبان حقیقت را ومتوجهاں آں حضرت را مفیض ومربی است" اب آنکھوں کی پٹی اتار کر بغور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھو یہ شیخ محقق کیسا صاف تحریر فرما رہے ہیں کہ اس میں کسی کو خلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حیات حقیقی کے ساتھ جس میں نہ مجاز کا شائبہ اور تاویل کا وہم دائم وباقی ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں کہ ان کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور طالبان حقیقت اور متوجہان درگاہ کے لیے فیض رساں ومربی ہیں۔ (ملخصاً وملتقطاً)

انما انا بشر مثلکم کی تحقیق:

امام اہل سنت علیہ الرحمہ نے آیت کریمہ "قل انما انا بشر مثلکم" کا ترجمہ کرتے ہوئے فرمایا: تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں، اس ترجمہ کو غلط بتاتے ہوئے ایک دیو بندی مولوی نے یہ لکھ مارا کہ یہ ترجمہ شاہ عبد القادر محدث دہلوی اور شاہ رفیع الدین دہلوی کے ترجموں کے خلاف ہے کیونکہ شاہ رفیع الدین نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے' کہ میں آدمی ہوں مانند تمہارے' اور شاہ عبد القادر نے یہ ترجمہ کیا' میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم' اس لیے فاضل بریلوی کا ظاہری صورت بشری کی عبارت لا نا غلط ہے۔ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنی علمی تحقیقات کی روشنی میں ثابت کیا کہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ بالکل صحیح اور قرآن کریم اور احادیث کریمہ کے موافق ہے اور شاہ رفیع الدین محدث دہلوی اور شاہ عبد القادر محدث دہلوی کے ترجموں کے مخالف نہیں، چنانچہ فرماتے ہیں' اقول و باللہ التوفیق'۔ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ظاہر صورت بشری" کلام پر زائد ہے اس لیے کہ پر ظاہر کہ انما انا بشر مثلکم (میں تم جیسا بشر ہوں) میں تشبیہ ہے اور تشبیہ کے ارکان چار ہیں۔ مشبہ۔ مشبہ بہ۔ اداۃ تشبیہ اور وجہ تشبیہ۔ میں تم جیسا بشر ہوں" میں بشریت حضور مشبہ اور لوگوں کی بشریت مشبہ بہ اور جیسا اداۃ تشبیہ ہے۔ رہی وجہ تشبیہ تو وہ لفظ میں موجود نہیں بلکہ محذوف ہے اور محذوف حقیقت میں لفظ ہے۔ شرح جامی میں ہے۔ والمحذوف لفظ حقیقۃ الخ اور محذوف حقیقۃ لفظ ہے۔ معترض صاحب اب بتائیں کہ یہ ترجمہ میں زیادتی ہوئی یا اس محذوف وجہ تشبیہ کا اظہار ہوا جو جزء تشبیہ ہے اور جس کے بغیر کلام صحیح نہیں۔ اسی منہ سے عربی پڑھانے چلے تھے، پھر یہ کہ آیت کریمہ میں بشر مثلکم اور اس وجہ تشبیہ کے محذوف ہونے پر قرینہ ہے جو یہ سمجھا جا رہا ہے کہ تشبیہ ظاہری بشریت میں ہے نہ کہ باطن اور روح میں، مگر سمجھنے کا قرینہ تو چاہیے۔ معترض صاحب اب بتائیں کہ جبکہ وجہ تشبیہ یہاں ضروری اور اس پر خود قرینہ لفظیہ موجود تو شاہ رفیع الدین و شاہ عبد القادر علیہما الرحمہ کے ترجمہ میں اور ترجمۂ رضویہ میں سوائے اس خصوصیت کے کہ ترجمۂ رضویہ میں وجہ تشبیہ صراحتاً مذکور ہے اور ان دونوں میں نہیں؟ کیا فرق ہوا؟ "ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون"۔

یہ تو اس صورت پر تھا جب بشریت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مشبہ بنائیں اب اگر کہو کہ بشر خود معنیً وجہ تشبیہ ہے تو اس صورت میں" ظاہر صورت بشری" اس وجہ تشبیہ کی تفسیر ہوگی کہ یہاں بشریت میں تشبیہ محض باعتبار ظواہر اور اعراض بشری کے ہے نہ کہ باعتبار کل وجوہ کے، بلکہ ذہین وفطین پر روشن کہ یہ بشر کے وجہ تشبیہ ہونے کی طرف اشارہ کے ساتھ اس کے معنی کا بطرز لطیف بیان بھی ہے اس لیے کہ بشر میں ظہور ملحوظ ہے۔ شرح شفا میں ہے "وسموا بشراً لظھور جلودھم لان البشرۃ ظاھر الجلد" یعنی انسان کو بشر اس کے جلد کے ظاہر ہونے کی وجہ سے کہتے ہیں۔ اس لیے کہ بشرہ ظاہری جلد ہے تو اسے زیادتی کہنا زیادتی ہے، کوئی معقول آدمی ہوتا تو امام احمد رضا کا شکر گذار ہوتا کہ ایسا ترجمہ فرمایا کہ جس نے شبہات کا ازالہ کر دیا اور اس خصوصیت کو سمجھتا کہ ان کا ترجمہ ترجمہ ہی نہیں بلکہ مختصر اور جامع تفسیر بھی ہے جو اس کے دیکھنے والوں کو بڑی بڑی کتابوں میں دیدہ ریزی کی مشقت سے بچا لیتی ہے مگر معترض سے اس کی کیا امید ؏

دیدۂ کور کو آئے نظر کیا دیکھے۔

چلو میں تمہارا جی رکھنے کے لیے یہ تسلیم کر لوں کہ تمہارے بقول ترجمہ میں زائد الفاظ بڑھا دیے مگر اے عقلمند ہر زیادتی ناجائز

نہیں ہوتی۔ زیادتی وہ ناجائز ہوتی ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو اور جس پر صحت کلام موقوف ہو وہ حقیقت میں زیادتی ہی نہیں چہ جائیکہ ناجائز ہو۔ اور یہاں تم جسے زیادتی سمجھے ہو وہ زیادتی ضروری ہے اور خود اس کی ضرورت اس کی دلیل ہے۔ اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضور سے فرماتا ہے: قل انما انا بشر مثلکم یعنی فرمادو میں تم جیسا بشر ہوں اور حضور کی ازواج مطہرات سے فرمایا: یا نساء النبی لستن کاحد من النساء۔ اے نبی کی بیو یو تم عورتوں میں کسی کی طرح نہیں ہو بھلا کوئی ایمان والا کہہ سکتا ہے کہ نبی تو ہم جیسے بشر ہوں اور نساء نبی جنہیں ساری فضیلت و برتری نساء نبی ہو کر ملی وہ کسی کی طرح نہ ہوں۔ اور خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لست کھیئتکم ۔ میں تمہاری صفت پر نہیں، لست کاحد منکم ۔ میں کسی جیسا نہیں، ایکم مثلی تم میں کون مجھ جیسا ہے۔ تو کیا کوئی یہ کہے گا کہ سرکار نے بشریت کا انکار فرمادیا، والعیاذ باللہ، ہرگز نہیں، تو پھر اس تعارض کا کیا تدارک ہوگا؟ ظاہر کہ یہاں ترجیح کی طرف راہ نہیں تو لامحالہ تطبیق ضروری، اور وہ اسی طرح ہوگی کہ مثلیت کا اقرار باعتبار ظاہر جسمیت واعراض کے ہو اور مثلیت کا انکار باعتبار باطن وروح محمدی کے ہو، دور کیوں جاؤ اسی آیت کو لے لو جسے تم لوگ بشر کہنے کی دلیل بنائے ہوئے ہو خود اس میں اس پر دلیل موجود ہے، ہم سے سنو" قل انما انا بشر مثلکم " کے متصل ہی فرمایا گیا" یوحیٰ الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد" میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے۔ یہ ارشاد خود فرق کی روشن دلیل ہے اور اس وجہ تطبیق کی طرف راہ نما ہے جو امام احمد رضا نے "ظاہر صورت بشری" فرماکر افادہ فرمائی۔

ماکان و ما یکون کی بحث:

اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم عطائے خداوندی سے عالم ماکان وما یکون ہے، اس عقیدۂ حق کو کسی دیوبندی مولوی نے مصنوعی عقیدہ بتایا۔ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے اس کا بھرپور رد کیا اور اپنی علمی تحقیق پیش کرتے ہوئے قرآن کریم، احادیث کریمہ اور اقوال علما سے ثابت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعطائے خداوندی عالم ماکان وما یکون ہیں۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عالم ماکان وما یکون ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل ہر نبی کو علم وماکان وما یکون عطا ہوا، بحمد اللہ ہمارا جو عقیدہ ہے وہی قرآن وحدیث کا ارشاد ہے، وہی ائمۂ اعلام کا فرمان واجب الانقیاد ہے" قال اللہ تعالیٰ: و نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی و ھدی و رحمۃ وبشریٰ للمؤمنین" ترجمہ: اتاری ہم نے تم پر کتاب ہر چیز کا روشن بیان ہے، اور مسلمانوں کے لیے ہدایت ورحمت وبشارت۔ وقال اللہ تعالیٰ: "ماکان حدیثا یفتریٰ ولکن تصدیق الذی بین یدیہ و تفصیلا لکل شئی" قرآن وہ بات نہیں جو بنائی جائے، بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور ہر شئی کا صاف صاف، جدا جدا بیان۔ وقال تعالیٰ: "مافرطنا فی الکتاب من شئی"۔ اقول وباللہ التوفیق، جب قرآن مجید ہر شئی کا بیان ہے اور بیان بھی کیسا روشن اور روشن بھی کس درجہ کا مفصل، اور اہل سنت کے مذہب میں شئی ہر موجود کو کہتے ہیں تو عرش تا فرش تمام کائنات جملہ موجودات اس بیان کے احاطے میں داخل ہوئے اور منجملہ موجودات کتابت لوح محفوظ بھی ہے تو بالضرورۃ یہ بیانات محیط اس کے مکتوبات کو بھی بالتفصیل شامل ہوئے، اب یہ بھی قرآن عظیم ہی سے پوچھیے، دیکھیے کہ لوح محفوظ میں کیا کیا لکھا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:" وکل صغیر و کبیر

مستطر" چھوٹی بڑی چیز سب لکھی ہوئی ہے۔ وقال اللہ تعالیٰ: "احصیناہ فی امام مبین" ۔ہر شئی ہم نے ایک روشن پیشوا میں جمع فرمادی۔ وقال اللہ تعالیٰ: "ولا حبۃ فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ کوئی دانہ نہیں زمین کے اندھیروں میں اور نہ کوئی تر نہ کوئی خشک مگر یہ کہ سب ایک روشن کتاب میں لکھا ہوا ہے، اور اصول میں مبرہن ہو چکا کہ نکرہ حیز نفی میں مفید عموم ہے اور لفظ کل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا اور عام افادۂ استغراق میں قطعی ہے اور نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گے، بے دلیل شرعی تخصیص وتاویل کی اجازت نہیں ورنہ شریعت سے امان اٹھ جائیگا تو بحمد اللہ تعالیٰ کیسے نص قطعی سے روشن ہوا کہ ہمارے حضور صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ عز وجل نے تمام موجودات، جملہ ما کان و ما یکون اور جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا اور شرق وغرب وسماء وارض اور عرش وفرش میں کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا، وللہ الحجۃ السامیہ۔ اور جب کہ یہ علم قرآن عظیم کے تبیانا لکل شئی ہونے نے دیا اور یہ ظاہر ہے کہ یہ وصف تمام قرآن مجید کا ہے نہ ہر آیت نہ ہر سورۃ کا تو نزول جمیع قرآن شریف سے پہلے اگر بعض انبیا علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی نسبت ارشاد ہو لم نقصص علیك یا منافقین کے بارے میں فرمایا جائے لا تعلمھم ہر گز ان آیات کے منافی اور احاطۂ مصطفوی کا نافی نہیں۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہما، صحاح وسنن ومسانید کی احادیث صریحہ صحیحہ کثیرہ شہیرہ اس عموم اطلاق کی تاکید وتائید فرما رہے ہیں، صحیحین بخاری ومسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ قام فینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقاما ماترك شیئا یکون فی مقامہ ذالك الی قیام الساعۃ الا حدث بہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ہم میں کھڑے ہو کر جب سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب بیان فرمادیا کوئی چیز نہ چھوڑی یاد رہا جسے یاد رہا بھول گیا جو بھول گیا۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ہے" قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم واھل النار منازلھم حفظ ذالك من حفظہ و نسیہ من نسیہ" ایک بار سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک کا حال ہم سے بیان فرمایا یاد رکھا جس نے یاد رکھا بھول گیا جو بھول گیا۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت عمر بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کے بعد غروب آفتاب تک خطبہ فرمایا بیچ میں ظہر وعصر کی نمازوں کے سوا کچھ کام نہ کیا۔ فاخبرنا بما کائن الی یوم القیامۃ فاعلمنا احفظنا۔ اسمیں سب کچھ ہم سے بیان فرمادیا جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا، ہم میں زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ یاد رہا۔

جامع ترمذی شریف وغیرہ کتب کثیرہ میں باسانید عدیدہ وطرق متنوعہ دس صحابۂ کرام رضوان اللہ عنہم سے ہے، اور حدیث ترمذی میں معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ سے ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، فرأیتہ عزوجل وضع کفہ بین کتفی فوجدت الخ میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا اس نے اپنا دست قدرت مری پشت پر رکھا کہ میرے سینے میں اسکی ٹھنڈک محسوس ہوئی اس وقت ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لیا۔

معراج منامی کے بیان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **فعلمت ما فی السمٰوٰت والارض**۔ جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب کچھ میرے علم میں آگیا۔ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں: پس دانستم ہر چہ در آسمان ہا و ہر چہ در زمین ہا بود عبارت است از حصول عامۂ علوم جزوی وکلی و احاطہ آں۔

طبرانی معجم کبیر اور نعیم ابن حماد کتاب الفتن اور ابو نعیم حلیہ میں حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا و الی ما ھو کائن فیہا الی القیامۃ کانی انظر الی کفی ھٰذا**۔ بیشک اللہ عزوجل نے میرے سامنے دنیا اٹھائی تو میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والے ہے سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے میں اپنے اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں اس روشنی کے سبب جو اللہ نے اپنے نبی کے لیے روشن فرمائی جیسے مجھ سے پہلے انبیا کے لیے روشن کی تھی۔

ٹی۔ وی اور ویڈیو کا مسئلہ:

ماضی قریب میں بعض علمائے ذوالاحترام نے ٹی۔ وی پر نظر آنے والی صورتوں کو آئینہ میں نظر آنے والی صورتوں پر قیاس کرتے ہوئے انہیں دیکھنے اور بنانے کی مشروط اجازت دے دی، جس سے عوام وخواص کے درمیان ایک بے چینی سی پھیل گئی اور کہا جانے لگا کہ اب ٹی۔ وی دیکھنا کیا جائز ہو گیا؟۔ ٹی۔ وی پر نظر آنے والی صورتوں کے بارے میں ان علمائے کرام نے یہ کہا تھا۔

ٹی وی ویڈیو کیسٹ میں کسی طرح کی کوئی تصویر نہیں چھپتی بلکہ اس کے ذریعہ اس کے سامنے والی چیزوں کے ریز شعاؤں کرنوں کو ٹیپ کر لیا جاتا ہے، ٹیپ ہو جانے کے بعد جس طرح آواز کی کوئی صورت نہیں ہوتی بلکہ وہ غیر مرئی ہوتی ہے اسی طرح ان ریز کی بھی کوئی صورت نہیں ہوتی جنہیں دیکھا جا سکے، الختصر وی ڈیو کیمرے کا کام انہیں غیر مرئی ریز اور آوازوں کو ٹیپ کرنا ہے لہذا اس کو ان فلمی فیتوں پر قیاس کرنا صحیح نہیں جن میں باقاعدہ تصویریں چھپتی ہیں جو دیکھی بھی جا سکتی ہیں اور جنہیں پردہ سیمیں پر بڑا کر کے دکھایا جا سکتا ہے۔ وی ڈیو کیسٹ کے ٹیپ مقناطیسی ہوتے ہیں جو مذکورہ ریز کرنوں کو جذب کر لیتے ہیں پھر جب انہیں ٹی وی سے متعلق کیا جاتا ہے تو ٹی وی ان ریز کو صورت میں بدل کر اپنے آئینہ سے ظاہر کر دیتا ہے، کیوں کہ یہ صورت متحرک اور غیر قار ہوتی ہے اس لیے اس کو عام آئینوں کی صورت پر قیاس کیا جا سکتا ہے، جب تک آئینہ کے روبرو ہے اس میں صورت رہے گی اور ہٹ جانے کی شکل میں ختم ہو جائیگی، یونہی جب تک وی ڈیو کا رابطہ ٹی وی سے رہیگا تصویر نظر آئے گی اور رابطہ منقطع ہوتے ہی تصویر فنا ہو جائے گی"۔

جانشین مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ نے برجستہ قلم اٹھایا اور اپنی فقہی وعلمی تحقیقات کا دریا بہاتے ہوئے اور مجوزین کے کلام کا فقیہانہ تعاقب کرتے ہوئے یہ ثابت فرمایا کہ ان صورتوں کو آئینہ کے عکوس وظلال پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

یہ صحیح ہے کہ عکوس وظلال اپنے ارباب کے تابع ہیں جس طرح کہ رائی جب تک مرآۃ کے سامنے ہے مرئی ہے اس کے ہٹتے ہی اس کا مرئی ہونا مفقود بس مرآۃ مرئی ہے۔ ویڈیو سے قطع نظر ٹی وی کے عکوس کا بھی یہی حال ہے۔ الی قولہ اس کے کیمرے کے

سامنے سے ہٹتے ہی اس کا مرئی ہونا مفقود ہو جاتا ہے بس ٹی وی ہی ٹی وی مرئی رہ جاتا ہے۔ڈائریکٹ والی صورت میں ہوتا یہ ہے کہ مثلاً آپ کیمرے کے سامنے کھڑے ہوگئے اس کے ذریعہ آپ کے ریز ٹی وی ٹاور تک پہنچ گئے۔ٹی وی ٹاور نے انہیں ٹی وی بکس تک پہنچا دیا اور پھر ٹی وی بکس کے آلات نے انہیں متحرک عکوس کی شکل میں ظاہر کر دیا'' اس کا بھی حاصل وہی آئینہ پر قیاس ہے جو بار بار رد ہو چکا پھر گزارش ہے کہ یہ قیاس ممنوع ہے۔

اولاً۔آئینہ میں ریز بے صنع انسان پڑتی ہیں اور کیمرے میں بے صنع انسان نہیں پڑتیں۔

ثانیاً۔آئینہ میں جو ریز پڑتی ہیں وہ ذی صورت کے تابع ہوتی ہیں اور کیمرہ جو محفوظ کرتا بھیجتا ہے وہ ذی صورت کے تابع نہیں ہوتا ورنہ بے شرط مقابلہ عکس نہ بنتا تو یہ ریز ہی نہیں جو آئینہ میں پڑتی ہے بلکہ اس سے جداگانہ کوئی بلا ہے اور اس پر شاہد عدل یہ ہے کہ کیمرے کے ذریعہ جو تصویر لی جاتی ہے اس میں محض ذی صورت کی شعاع کافی نہیں ہوتی۔بلکہ اس میں روشنی کی کیمیائی تاثیر شامل ہوتی ہے۔یہ عام کیمروں کا حال ہے اور ٹی وی کے کیمرے میں بہت زیادہ روشنی درکار ہوتی ہے۔تو جب اس میں روشنی کی تاثیر بھی شامل ہوگئی تو اب ذی صورت کی شعاع نہ رہی بلکہ اس سے جداگانہ شے بن گئی جن کے بننے میں صنع انسانی کا دخل ہے۔تو اسے آئینہ وٹی وی کے عکوس کی اصل قریب بتانا غلط ہے۔

ثالثاً۔ٹی وی کے وہ ریز خود عکس نہیں بنتے بلکہ ٹی وی کے آلات انہیں عکس میں بدلتے ہیں۔اگر وہ آلات نہ ہوں تو ٹی وی کے شیشہ پر کچھ نظر نہ آئے اور آئینہ میں ذی صورت کی شعاعیں کسی آلہ کی محتاج نہیں ہوتیں جو انہیں عکس میں بدلے۔تو آپ ہی کا قول کھلا اقرار ہے کہ ٹی وی کے یہ ریز نہ ذی صورت کی ریز ہیں نہ ٹی وی کا شیشہ آئینہ نہ اس میں چمکتا عکس،عکس آئینہ بلکہ قطعاً اس کے بننے میں جعل انسانی دخیل ہے اور اس عکس کو ذی صورت کے تابع بتانا غلط کہ ذی صورت کے تابع وہی عکس ہے جو شرط مقابلہ ذی صورت بے جعل جاعل آئینہ سے نظر آئے نہ کہ وہ جسے انسان بنائے۔تو یہ کہنا کہ ''ٹی وی کے عکوس بھی بنیادی طور پر اپنے ارباب ہی کے تابع ہوئے'' نادرست اور جن صنع انسانی کا دخل عکس میں موجود تو اتنی مماثلت جو فاضل گرامی نے یوں ظاہر کی کہ ''اب آپ جب کیمرے کے سامنے سے ہٹ گئے تو ٹی وی تک ریز پہنچنے کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔لہٰذا ٹی وی سے آپ کا عکس غائب ہوگیا'' باوجود صنع انسانی جواز کے لیے ہرگز کافی نہیں وللہ الحمد۔

رابعاً۔آئینہ میں جو عکس چمکتا ہے اس کا رنگ وہی ہوتا ہے جو ذی صورت کا ہوتا ہے اور عام ٹی وی میں نیلا اور رنگین میں رنگ برنگا نظر آتا ہے۔

خامساً۔آئینہ میں ساکن کا عکس ساکن ہی نظر آتا ہے اور ٹی وی میں لرزہ براندام۔اب فاضل گرامی خود سوچ کر بتائیں یا سائنسی ماہرین سے پوچھ کر بتائیں کہ یہ عکس متحرک کیوں نظر آتا ہے؟ آیا اس لیے کہ برقی کرنیں اس پر مسلسل پڑتی ہیں اور اسے ہلاتی ہیں تاکہ وہ نمایاں رہے اور مٹنے نہ پائے اگر یہ برقی کرنیں نہ ہوں تو وہ نمایاں نہیں رہ سکتا۔اس لیے وہ دم بدم خود کار وسریع العمل کیمرہ عکس کشی اور ٹی وی بکس کا آلہ تصویریں بناتا نمایاں کرتا رہتا ہے اور وہ دم بدم بننے والی تصویریں یکے بعد دیگرے ٹی وی کے شیشے پر اس تیزی سے نظر آتی ہیں کہ نظر کو ایک معلوم ہوتی ہیں۔بہر صورت یہ ماننا لازمی کہ ٹی وی پر اس ذی صورت کے عکس کی نمائش میں یا تو ان برقی کرنوں کا دخل ہے جو انسانی صنعت ہیں یا ایسا تجدد امثال کے سبب ہوتا ہے۔اور اگر ایسا نہ ہو تو ذی

صورت ٹی وی سینٹر میں کھڑا رہے مگر ٹی وی پر اس کا عکس نظر نہ آئے۔ تو یوں کہنا چاہیے تھا کہ آپ کے کیمرے سے ہٹتے ہی اور اس برقی کارفرمائی یا کیمرے اور بکس کے آلہ کی کارروائی میں خلل پڑتے ہی آپ کا عکس غائب ہو گیا مگر کیوں کہتے کہ آئینے سے مماثلت بتاتا ہے۔

سادساً۔ آئینہ میں آپ خود کو دیکھتے ہیں اور ٹی وی کے شیشہ پر آپ خود کو نہیں دیکھ سکتے (ڈائریکٹ والی صورتوں میں) بلکہ دوسرا آپ کو دیکھتا ہے، تو مماثلت کہاں؟ پھر قیاس کیسا؟

سابعاً۔ اور جب آپ ٹی وی کے شیشہ پر خود کو نہیں دیکھ سکتے بلکہ دوسرے کو اپنی شکل دکھا سکتے ہیں تو یہ آپ ہی بتا دیجئے کہ یہ رونمائی اتنے پردوں میں کیسے ہو جاتی ہے اور یہ آپ کے چہرہ زیبا کی شعاعیں کیسے سامنے کا راستہ چھوڑ کر کیمرے کے بس میں آتیں، برقی روشنی میں گھل مل جاتیں، چھپتی چھپاتی ٹی وی کی پیٹھ میں سماتی ٹی وی بکس کے آلہ میں جا کر صورت میں بدلتی، پھر ٹی وی کے شیشہ سے نمایاں ہوتی ہیں؟ یہ سب آئینہ کی طرح خود بخود ہو جاتا ہے یا اس کے لیے آپ کے ٹی وی کا کیمرہ اور وہ آلہ ذمہ دار ہیں؟ اگر ایسا ہے اور ضرور ایسا ہے تو آئینہ کو الزام یہ سائنسی ماہرین بلا وجہ دیتے ہیں۔ اپنے کیمرے اور اس آلہ کو ذمہ دار ٹھہرائیں۔ اور خود کو قصوروار مانیں۔

ثامناً۔ آئینہ میں فرنٹ ویو (سامنے کا منظر) یکبارگی پورا آجاتا ہے اور ٹی وی کے شیشہ پر ایسا نہیں ہوتا بلکہ جب کسی شے کو قریب کر کے دکھاتے ہیں تو وہی شے نظر آتی ہے دوسری نظر نہیں آتی اور جب پورا منظر دکھاتے ہیں تو وہ دور سے نظر آتا ہے اور اس کے لیے کیمرے کو پیچھے کرنا پڑتا ہے اور قریب میں قریب لاتے ہیں اور قریب میں تصویر نظر آتی ہے اور دور میں دور جاتی نظر آتی ہے۔ اور قریب و دور کے مناظر کے لیے تین شاٹ درکار ہوتے ہیں۔

۱) لانگ شارٹ (دور کی منظر کشی)۔ ۲) میڈیم شارٹ (درمیانی منظر کشی)۔ ۳) کلوز شارٹ (قریب کی منظر کشی)

اور دیکھنے والوں سے معلوم ہوا کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی شئے کی بیک وقت دو تصویریں ایک شیشہ پر نظر آتی ہیں۔ ایک شیشہ پر نظر آتی رہتی ہے دوسری بنتی نظر آتی ہے۔ ان تمام امور سے ظاہر ہے کہ ٹی وی کا شیشہ آئینہ نہیں ہے اور اس پر جو نظر آتا ہے وہ عکس آئینہ نہیں بلکہ حقیقی تصویر ہے جو مخصوص سطح پر کیمرے سے بنتی ہے اور ٹی وی کے شیشہ پر نمایاں کر کے دکھائی جاتی ہے۔

تاسعاً۔ جب ٹی وی کے شیشہ پر تصویر کو یوں دکھانا ممکن ہے کہ اسے قریب کر کے دکھائیں ہٹا لیں، دور کر کے دکھائیں تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان تصویروں کے شیشہ پر نمائش انسان کے بس میں ہے۔ جب تک وہ چاہتا ہے تصویر شیشہ پر نظر آتی ہے اور قائم رہتی ہے۔ جب چاہتا ہے تصویر ہٹ جاتی ہے یا مٹ جاتی ہے۔ تو یہ تصویریں بھی انہیں عام تصویروں کی طرح ہیں جنہیں انسان بناتا ہے نہ کہ آئینہ کے عکوس کی طرح جنہیں انسان نہیں بناتا۔ یہاں سے ظاہر ہے کہ آپ کا وہ ''تفرقہ پائیدار و ناپائیدار'' از خود ناپائیدار۔ وللہ الحمد ولہ الحجۃ السامیۃ۔

عاشراً۔ آئینہ میں ذی صورت کا عکس جوں کا توں نظر آتا ہے اور ٹی وی میں عکس، ذی صورت سے مختلف نظر آتا ہے جیسا کہ کلوز شارٹ اور میڈیم شارٹ وغیرہ کی تفصیل سے ظاہر ہے۔ تو قطعاً ظاہر کہ ٹی وی کیمرہ چھوٹی تصویر بناتا ہے اور ٹی وی کا شیشہ اسے (Inlarge) بڑا کر کے دکھاتا ہے تو اس میں اور پردۂ فلم میں اس لحاظ سے فرق نہیں۔

ثانی عشر۔اور جب ان وجوہ سے ٹی وی کا عکس آئینہ کے عکس سے جدا ہے تو جو حرکت ٹی وی کے عکس میں نظر آتی ہے وہ بھی قطعاً جعلی ہے۔آئینہ کا عکس خلقی ہے اور اس میں جو حرکت نظر آتی ہے وہ بھی خلقی وغیر جعلی۔اسی لیے ایسا ہوتا ہے مثلاً ٹی وی پر کار چلتی نظر آتی ہے تو زمین بھی سرکتی نظر آتی ہے۔

چلتی ٹرین میں فرض وواجب نمازوں کی صحت ادائگی کا مسئلہ

ابھی چند سال قبل مفتیان کرام کی ایک جماعت نے چلتی ٹرین میں فرض وواجب نمازوں کی صحت ادائگی اور بعد میں عدم اعادہ کا قول صادر فرمایا اور اس کے ثبوت میں فتاویٰ رضوی کی ایک عبارت کے مفہوم مخالف سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا:

''اس کی ایک دلیل خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی مذکورہ بالا عبارت ہے یعنی (ریل) انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لیے روکی جاتی ہے اور نماز کے لیے نہیں تو منع من جہۃ العباد ہوا اور ایسے منع کی حالت میں حکم وہی ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعد زوال مانع اعادہ کرے''۔

اس لیے کہ حنفیہ کے نزدیک مفہوم مخالف نصوص کتاب وسنت میں اگرچہ معتبر نہیں مگر عبارت فقہاء وکلام علما میں ضرور معتبر ہے۔اس عبارت سے واضح ہے کہ اول کے لیے روکنے اور دوم کے لیے نہ روکنے کے سبب منع من جہۃ العباد ہونے کا حکم ہے، اس کا مفہوم یہ ہوا کہ ''اگر دونوں کے لیے روکی جائے تو سرے سے منع ہی نہیں اور اگر دونوں کے لیے نہ روکی جائے تو منع من جہۃ العباد نہیں''۔

خود اسی عبارت سے مفہوم ومستفاد ہوا کہ اب ٹرین چونکہ کسی فرد یا افراد کے کام کے لیے نہیں روکی جاتی تو منع من جہۃ العباد نہ رہا،لہٰذا چلتی ٹرین پر ادائے نماز کے بعد اعادۂ نماز کا حکم بھی نہ رہا۔

جانشین مفتیٔ اعظم ہند حضور تاج الشریعہ نے اس پر علمی محاسبہ کرتے ہوئے اس کے رد وبطلان پر ایک مضمون تحریر فرمایا جس کی ہر ہر سطر فقہی بصیرت کا شاہکار اور علمی تحقیق کا آئینہ دار ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

''اقول: مفہوم مخالف کی طرف اتنی جلدی کیوں دوڑے، اس عبارت کا ایک مفہوم وہ بھی تو ہے جو ذہن کی طرف سبقت کرتا ہے نفس جس کو فوراً قبول کرتا ہے اس متبادر مفہوم کا نام موافق رکھئے اور وہ یہ ہے کہ ٹرین روکنا اس محکمہ کے اختیار میں تھا تو انگریزوں کے معمولی کام کے لیے ٹرین روکتے تھے اور مسلمانوں کے اہم دینی فریضے کے لیے ٹرین نہیں روکتے تھے، مفہوم موافق کے ہوتے مخالف پر عمل کی کس نے ٹھہرائی؟ یہی صورت آج بھی موجود ہے یعنی ٹرین کا روکنا اپنے اختیار میں ہے، قانون اسی اختیار سے بنے ہیں، نماز کے لیے ٹرین روکنا اسی اختیار سے ناشی ہے یہ نہیں کہ ٹرین کوئی شریر چوپایہ ہے جسے اپنے قابو میں کرنا دشوار ہے، منع من جہۃ العبد ہونے کے لیے یہ کب ضروری ہے کہ خاص فرد یا افراد کے حق میں ممانعت ہو، اگر ممانعت عام ہو تو منع من جہۃ العبد نہ رہے گا؟ کتب اصول سے یہ دکھایا جائے کہ منع عام اگرچہ من جہۃ العبد ہو عذر مکتسب نہ ٹھہرے گا بلکہ عذر سماوی ہو جائے گا۔۔۔۔

اب بتایا جائے ''تو منع من جہۃ العباد ہوا'' کا تعلق اقرب مذکور سے ہے جو بلا فصل اس سے لگا ہوا ہے یعنی ''نماز کے لیے نہیں (روکی جاتی)'' کہ جملہ اخیرہ ''تو منع من جہۃ العباد ہوا'' سے مربط اور متصل ہے یا جملہ ''تو منع من جہۃ العباد ہوا'' کا تعلق ابعد

مذکور سے ہے جس کے درمیان "نماز کے لیے نہیں (روکی جاتی)" فاصل ہے۔ برتقدیر ثانی ابعد مذکور کو اختیار کرنے کی کیا وجہ؟ حالاں کہ جملہ "نماز کے لیے نہیں (روکی جاتی)" اس کو منفصل کر رہا ہے کیا ان دونوں جملوں میں یعنی "انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لیے" اور "منع من جہۃ العباد ہوا" میں کوئی ربط ہے؟ اگر ہے تو بالدلیل واضح کیا جائے، پھر "نماز کے لیے نہیں (روکی جاتی)" کہہ کر متصلاً فرمایا "تو منع من جہۃ العباد ہوا" کیا اس کا حاصل یہ نہیں کہ نماز کے لیے نہ روکنا یہی منع من جہۃ العباد ہے اور اختیار عبد سے یہ ناشی ہے جس طرح انگریزوں کے کھانے کے لیے روکنا اختیار عبد سے ناشی ہے تو یہ دونوں یعنی (۱) روکتے) انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لیے روکتے ہیں، (۲) نماز کے لیے نہیں (روکتے)، دونوں ایک علت کے معلول ہیں اور وہ اختیار عبد ہے یہ نہیں کہ انگریزوں کے کھانے کے لیے روکتے ہیں یہ منع من جہۃ العباد میں تفصیل وتقیید کا فائدہ دے رہا ہے نہ ہرگز یہ مفہوم ہے کہ خاص نماز کے لیے نہیں روکتے، تو یہی صورت اختیار عبد سے ناشی ہے اور بالخصوص یہی منع من جہۃ العباد ہے، یہ اختیار عبد سے ناشی ہے دونوں کے لیے ٹرین نہ روکی جائے تو اب معاملہ اختیار عبد سے باہر ہو گیا اور منع سماوی ہو گیا۔ یہ اس عبارت کا ہرگز مفہوم نہیں تو سرے سے مزعوم مفہوم مخالف جس پر اس خیال کی بنا رکھی محقق ہی نہیں برتقدیر تسلیم یہ مفہوم متعین نہیں کہ دوسرا مفہوم اس کا مزاحم ہے، اب جب کہ متعین نہیں مزاحم موجود ہے تو بلا دلیل ایک مفہوم کو متعین کرنا کیا معنی؟ پھر مفہوم جبکہ مختلف ہیں تو کیا وہ مفہوم لیا جائے گا جو مفہوم موافق معاند اور یکسر اس کا رافع ہو یا وہ مفہوم لیا جائے جو مفہوم موافق کے مساعد اور اس کے ساتھ رواں دواں ہو؟ اگر شق اول مختار ہو تو اس دعوے کو مبرہن کیجئے اور اس صورت میں "الصریح یفوق الدلالۃ" کا کیا جواب ہے بیان کیجئے اگر شق دوم مختار ہے تو اب ذرا سوچ کر بتائیے کہ آپ کی یہ تقریر مزعوم جس کا مبنی اس مفہوم خیالی پر ہے کیا اعلیٰ حضرت کی عبارت کے مساعد ہے اور اس کے مفہوم کے ساتھ جاری ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں، کیا اس سے نہ کھل گیا کہ آپ کی بنا بے بنا ہے اور چنائی بے اساس ہے، آپ نے اس جگہ مفاہم کتب کے حجت ہونے کی بات کہی مگر کیا مفاہیم۔

کتب مطلقاً حجت ہوں گے اگرچہ صریح عبارت ان کی منافی ہو؟ کیا دلالات کو صریح عبارات پر فوقیت ہوگی اور وہ یعنی دلالتیں صریح کی نافی و رافع ہوں گی؟ ہرگز نہیں، اب یہاں سے آپ کے اس دعویٰ کا کہ "مفاہم کتب حجت ہیں" جواب مل گیا، اور وہ یہ کہ مفاہم کتب ضرور حجت ہیں مگر نہ "یوں کہ مفہوم عبارت بالکل اٹھ جائے۔ ذرا سوچ کے بتائیے کہ خیالی مفہوم مخالف کا سہارا لے کر آپ نے یہی تو کیا ہے جس سے اعلیٰ حضرت کی عبارت کا مفہوم بالکل بدل گیا، اور یہ اس لیے کیا تا کہ آپ یہ کہہ سکیں کہ اس میں جو حکم ارشاد ہوا وہ اس زمانے کے لحاظ سے تھا اس زمانے کے لحاظ سے نہیں۔

اب منع عام ہو یا خاص، قضیہ مطلقاً "نماز کے لیے نہیں (روکی جاتی)" صادق ہے یا نہیں؟ اگر صادق ہے اور ضرور صادق ہے تو یہ ضرور منع من جہۃ العباد ہے اور ضرور اسی سے ناشی ہے، اور جب اس عبارت کا یہ مفہوم بہرحال صادق ہے اور یہی اس کا مفہوم موافق ہے تو اگر خیالی مفہوم مخالف مان بھی لیا جائے تو خیالی مفہوم مخالف سے اس پر کیا اثر؟ اور موافق کے ہوتے مخالف کے پیچھے دوڑنا کس نے ٹھہرایا اور یہ کہاں سے نکلا کہ منع من جہۃ العباد اسی وقت ہوگا جب کہ منع خاص چند افراد کے حق میں ہو اور اگر قانون عام ممانعت کرے تو منع من جہۃ العباد نہ رہے گا بلکہ منع سماوی ہو جائے گا؟ کیا بندوں کا قانون قانون الٰہی ہو جائے گا؟

آپ کی فقہی بصیرت اور علمی تحقیقات پر مشتمل یہ چند عبارتیں بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں، آپ کی تصانیف ومضامین کا بغور مطالعہ

کرنے والا یہ کہنے پر مجبور ہوگا کہ تاج الشریعہ اپنے وقت کے مفتیِ اعظم اور فقیہ اعظم تھے اور فقہ و تحقیق میں دور دور تک ان کا کوئی ثانی نہ تھا، مولیٰ تعالیٰ انکے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے، اور ان کے علمی و روحانی فیض و برکات سے جہان اہل سنت کو فیضاب فرمائے آمین۔

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

***

حضور تاج الشریعہ: ایک عبقری شخصیت

مولانا محمد عبد الواحد قادری رضوی حبیبی، مدرس جامعہ حبیبیہ الہ آباد

حامداً ومصلیاً ومسلماً

وارث علوم اعلیٰ حضرت، آبروئے اہل سنت، تاج شریعت وطریقت، قاضی القضاۃ فی الہند، جانشین مفتی اعظم ہند، فخر ازہر الشاہ علامہ مفتی الحاج محمد اختر رضا خاں ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان خاندان عالیہ رضویہ کے وہ روشن چراغ تھے جس سے لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں فرزندان توحید کے تاریک دل جگمگا رہے تھے۔ آپ چمنستان اعلیٰ حضرت کے وہ شگفتہ خوشبودار پھول تھے جس کی مہک سے ان کروڑوں کی مشام جاں معطر تھی، آپ حضور حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کے فرزند دلبند تھے تو حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کے معتمد ودل پسند تھے۔ آپ مسلک اعلیٰ حضرت یعنی مذہب اہل سنت کے پابند تھے آپ کروڑوں دلوں کی دھڑکن تھے آپ اہل عرب وعجم کے مرشد برحق تھے اور یقیناً اہلسنت کا چمن آپ ہی کے دم سے سرسبز وشاداب تھا۔ ایسی ذات بابرکات کے بارے میں کوئی کیا لکھے اور لکھے بھی تو کیا لکھے.......... سچ ہے!

میں لب کشائی کروں میری بات ہی کیا ہے
زمانہ جانتا ہے شان آپ کی کیا ہے

آپ کے فضائل ومناقب کے سیکڑوں گوشے ہیں ان میں سے کسی گوشہ کے بارے میں لب کشائی کرنا یا اس پر قلم اٹھانا ہم جیسوں کا ان کے حق میں ایک خراج عقیدت ہی ہے نہ کہ اس گوشے کی مکمل وضاحت۔

اللہ عزوجل عزت والا ہے، بڑا فضل والا ہے وہ جسے عزت دے اسے کوئی ذلیل نہیں کرسکتا، اگر پوری دنیا اس کی تنقیص شان میں جٹ جائے اس کی عزت میں سرمو فرق نہ آئے گا۔ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی عزت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مرمٹنے کا صلہ ہے جو کہ اگلے زمانے سے ان کے آبا واجداد ذوی الاحترام کا حصہ بنتا چلا آرہا ہے اب اگر کسی کو چون وچرا کی سوجھتی ہے تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے اس کے سینے میں حسد کی آگ جل رہی ہے ہدایت اللہ ہی کی جانب سے ہے۔ اسے چاہئے کہ ان کے جد کریم سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ شعر بار بار پڑھ کر سینے پر دم کرے۔ وہ شعر یہ ہے:

عطائیں مقتدر غفار کی ہیں
عبث بندوں کے دل میں غل ہے یا غوث

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ پر اللہ عزوجل کا فضل عظیم رہا ہے اللہ جل شانہٗ اپنے بندوں میں سے بعض کا ازل ہی میں اپنے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے دین کی خدمت کے لئے انتخاب فرمالیتا ہے، انہیں بعض خوش نصیبوں میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی ذات تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ کا انتخاب یوں ہی نہیں ہوتا وہ جس کو کسی کام کے لئے منتخب فرماتا ہے اسے اس کام کی مکمل صلاحیت عطا فرماتا ہے۔ حضور تاج الشریعہ کن کن صلاحیتوں کے جامع تھے ان کے دور کے جلیل القدر علماء

کرام اور فضلاء عظام کے دیے ہوئے القابات اور خطابات سے ان صلاحیتوں کا اندازہ بخوبی ہوجاتا ہے جن میں سے بعض یہاں مندرج ہیں:

''مفسر، محدث، فقیہ، متکلم، منطقی، اصولی، مناظر، مصنف، مفکر، شاعر، مدرس، مفتی، قاضی، علامہ، فہامہ، تاج الشریعہ، فخر ازہر، فاتح عرب وعجم، مرشد برحق، مبلغ مسلک اعلیٰ حضرت، وارث علوم اعلیٰ حضرت، یادگار حجۃ الاسلام، جانشین حضور مفتی اعظم ہند، رہبر شریعت وطریقت وغیرہ''۔

ان تمام صلاحیتوں کا ایک فرد خاص میں جمع ہوجانا ایک زندہ جاوید کرامت ہی ہے۔ علاوہ ازیں اس دور پرفتن میں کفر وگمراہی کی سخت ترین آندھیوں کے بیچ ایک مضبوط پہاڑ کی طرح ڈٹے رہنا اور مسلک اعلیٰ حضرت کے جھنڈے کو سربلند رکھ کر اہلسنت کی رہنمائی اور رہبری کرنا اس کرامت سے کہیں بڑھ کر ہے، جو فضل الٰہی کے سوا کچھ نہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس ذات بابرکات کا اس دار فانی سے کوچ کرجانے سے اگرچہ عرش پر دھومیں مچی ہوئی ہیں اور اس مومن صالح کے ملنے سے اہل عرش پھولے نہیں سماتے ہوں گے اور شادیانے بج رہے ہیں، لیکن فرش پر اس طیب وطاہر کے چلے جانے سے غم کا ماحول ہے اور ہر طرف ماتم چھایا ہوا ہے یقیناً عالم کی موت عالم کی موت ہے جیسا کہ سیدی سرکار اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب وطاہر گیا

بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ حضرت والا شان کی رخصت نے ہمیں نڈھال کر دیا ہے اور ہم غرباء مسلک اعلیٰ حضرت کے دلوں پر مصائب دینی ودنیوی کا پہاڑ توڑا ہے اب ہم بہت ساری عظیم نعمتوں سے یکسر محروم ہو چکے ہیں۔ اب کون ہے! جو ملکی سطح پر ہماری رہنمائی کرے گا، کون ہے! جو قوم کے مسائل کو سن کر اس کا حل تلاش کرے گا، اب کس کے دم سے صحیح معنی میں مسلک اعلیٰ حضرت کا تحفظ ہوگا۔ ھوالحافظ ھوالمعین

جانشین حضور مجاہد ملت، جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول، بحر العلوم والفنون، ماہر ہفت لسان، وحید الزمان، حضرت علامہ مفتی محمد عاشق الرحمان دامت برکاتہم العالیہ کو حضور تاج الشریعہ کی ذات سے بڑی محبت تھی اور یہ محبت یکطرفہ نہیں بلکہ دوطرفہ تھی یعنی حضور تاج الشریعہ کو بھی حضرت سے بڑی محبت تھی۔ جب بھی مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف کوئی تحریر یا تقریر رونما ہوتی تھی، استاذ محترم مدظلہ کی زبان پر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا نام سب سے پہلے آتا تھا اور فرماتے تھے ''ان کا ہونا اہلسنت کے لئے کتنا مفید ہے کہ اردو ہو یا عربی فارسی ہو یا انگریزی جس زبان میں ہو مخالفین مسلک کے ہر تحریر اور تقریر کا جواب عنایت فرمارہے ہیں ایک طرف فتویٰ نویسی ہے تو دوسری طرف منصب قضا پر جلوہ افروزی ہے۔ اتنی عمر میں اس قدر جسمانی تکالیف کے ساتھ ان کا ذہن اپنی جگہ پر مستقل ہے اور وہ ہر قسم کے مسائل کا حل عنایت فرما رہے ہیں۔ ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذوالفضل العظيم۔

***

حضور تاج الشریعہ: ایک عظیم فقیہ

ڈاکٹر عبد السلام جیلانی، شعبہ تاریخ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

۲۰ر جولائی کی شام موبائل پر ایک آواز سنائی پڑی، آواز جانی پہچانی تھی مگر گلوگیر تھی، قدرے سکوت کے بعد متکلم نے بتایا کہ حضور تاج الشریعہ کا وصال ہوگیا ہے۔ ایسا لگا کہ دنیا ٹھہر گئی لیکن ایسا نہیں تھا۔ اصل میں میرے جسم وذہن پر ٹھہراؤ آگیا تھا۔ وہ آواز تھی برادر عزیز مولانا محمد فاروق اعظم استاذ دارالعلوم شیخ احمد کھٹو، احمد آباد کی۔

حضرت علامہ اختر رضا خان ملقب بہ تاج الشریعہ معروف بہ ازہری میاں (وصال ۲۰ر جولائی ۲۰۱۸ء) خانوادۂ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے روشن چراغ اور آپ کے علوم کے وارث تھے۔ آپ کے انتقال پر نہ صرف ہندوستان کے اسلامی حلقوں میں کرب واضطراب پایا گیا بلکہ عالم اسلام میں بے چینی و بے قراری محسوس کی گئی۔ اور یہ سچ بھی ہے کہ "موت العالِم موت العالَم"۔ تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ عالم تھے، عامل تھے، فقیہ تھے، مفسر تھے، محدث تھے، محقق تھے، شاعر تھے اور یہ سب کچھ آپ کو ورثے میں ملا تھا۔

تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی پوری زندگی بدعقیدگی وگمراہی کے دور کرنے، دین اسلام کی اشاعت کرنے اور علم دین کو فروغ دینے میں گزری، اس کے لئے آپ نے اپنی تحریر اور تقریر دونوں کو بروئے کار لایا، آپ کے مخطوطات فتاوے، مقالات اور ملفوظات اس کے شاہد ہیں۔

ناچیز کو حضور تاج الشریعہ سے دوبار ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ پہلی مرتبہ ۱۹۸۹ء میں جب آپ الجامعۃ الرضویہ، پٹنہ سیٹی (بہار) کے سالانہ جلسہ میں شرکت کے لئے تشریف لائے تھے۔ بعد نماز عصر تا مغرب دارالعلوم کے صحن میں عقیدت مندوں کی ملاقات کے لئے وقت مقرر کیا گیا تھا۔ عقیدت مند آرہے تھے، دست بوسی کرکے وہیں بیٹھ رہے تھے اور آپ کے وعظ ونصیحت کے بول کو اپنے دامن میں سمیٹ رہے تھے۔ ناچیز بھی جو اس وقت پٹنہ سیٹی کے اورینٹل کالج میں بارہویں درجے میں تعلیم پا رہا تھا۔ حاضر خدمت ہو کر دست بوسی کرکے وہاں بیٹھ گیا اور آپ کے مواعظ حسنہ سے مستفیض ہوا۔ اسی درمیان نماز مغرب کے لئے اذان دی گئی اور تمام حاضرین نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ اس کے بعد آپ قیام گاہ پر تشریف لے گئے اور پھر رات کے دوسرے پہر رونق اسٹیج ہوئے۔ سیدھے سادے انداز میں فضیلت علم پر گفتگو فرمائی اور جلسہ آپ کی دعاء پر ختم ہوا۔ دوسری مرتبہ ۵ نومبر ۱۹۹۵ء میں عرس قاسمی کے موقع پر مارہرہ مطہرہ یوپی میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا جو صرف دیدار و دست بوسی تک محدود رہا۔

حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا سانحہ ارتحال اہل سنت وجماعت کے لئے ناقابل تلافی تو ہے ہی مگر ملت اسلامیہ کے لئے بھی ایک عظیم خسارہ ہے۔ بلا تفریق مسلک ومشرب ہندوستان کے علمی حلقوں نے اس کمی کا اعتراف کیا ہے اور برملا اس کا اظہار کیا ہے۔

مولوی ابرار قاسمی:

''مفتی اختر رضا کا انتقال دینی وعلمی حلقوں کا عظیم خسارہ ہے جس کا پر ہونا مشکل ہے، ان کا انتقال امت مسلمہ کے لئے ایک سانحہ ہے''۔

(بحوالہ روزنامہ راشٹریہ سہارا، نئی دہلی، ۲۳ رجولائی، ص ۴)

مولوی برہان قاسمی، صدر یونائیٹیڈ مسلم آف انڈیا:

''مولانا اختر رضا اتحادِ ملت کے علمبردار تھے''۔ (بحوالہ روزنامہ راشٹریہ سہارا، نئی دہلی، ۲۰ رجولائی، ص ۹)

مولوی عطاء الرحمن وجدی، امیر تحریک وحدت اسلامی ہند:

''مولانا ازہری میاں کا انتقال عالم اسلام کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ ان کی فقہی بصیرت اور دینی جرأت و اسلامی حمیت سے انکار نہیں۔ مختلف مواقع پر اس کا اظہار ان کے عمل سے ہوتا رہا ہے۔ انھوں نے شاتم رسول رشدی کا معاملہ ہو یا طلاق ثلاثہ پر فرقہ پرستوں کی ہائے توبہ سب پر اپنی بے باک رائے دی اور اسلام دشمن کا منھ توڑ جواب دیا''۔

(بحوالہ روزنامہ راشٹریہ سہارا، ۲۹ رجولائی، ص ۵)

گویا اپنوں نے تو مانا ہی غیروں نے بھی آپ کے علم وفضل کا اعتراف کیا۔ بلاشبہ! جب بھی دشمنوں نے اسلامی شریعت اور پیغمبر اسلام کی شخصیت کو مجروح کرنے کی کوشش کی تو سب سے پہلے آپ نے اپنے نوکِ قلم اور لب کو جنبش دیا اور ان کا دندان شکن جواب دیا، ایسے وقت پر آپ نے مصلحت اور سیاست کو کوئی راہ نہیں دی۔ ملت اسلامیہ کو آپ کے اس دار فانی سے کوچ کرنے کا جو ملال اور نقصان ہوا ہے اس کا احساس سب کو ہے اور یہ احساس اس وقت ہوتا رہے گا جب تک کہ آپ کے وارثین میں سے کوئی آپ کا جانشین نہ ہو جائے۔ آپ کے وارثین، متوسلین اور عقیدت مندوں کا آپ کے مشن کو آگے بڑھانا آپ کو سب سے بڑی خراج عقیدت پیش کرنا ہوگی۔

***

حضور تاج الشریعہ کی عربی دانی

نبیرۂ خلیل العلماء، صاحبزادہ محمد جواد رضا خان برکاتی الشامی نائب مہتمم دار العلوم احسن البرکات، حیدر آباد، سندھ

دُنیا بھر میں ایسے بہت سے اہل فن ہوئے ہیں، جن کی عربیت پر خود عربی کو ناز ہے، امام اہلسنت، اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت، امام احمد رضا خان حامل الھدایۃ والبرکات ہمارے زمانے میں، ایک ایسی ہی شخصیت ہیں جن کی عربی کی فصاحت و بلاغت تک واقفان لُغت ہی پہنچ سکتے ہیں۔ سید الانبیا مجتبیٰ و مصطفیٰ محمود الاذکیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عطا اور کرم بے انتہاء سے سیدی رضا، کمالات کی بلندیوں پر ہیں، اور مرشد آل رسول برکاتی رضی اللہ عنہ کی بصارت وبصیرت سے فیض پاکر ان کی ذات امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقاہت کے عکس کو پاکر ثریا کی طرح ہے۔ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ عنہ کا تحریر فرمودہ خطبہ کتاب ہی بڑے بڑے اہل علم وفن کے سروں کو جھکا دیتا ہے۔۔ فتاویٰ رضویہ، کی جلد اول کا خطبہ، جو پڑھ لے، اور صحیح سمجھ جائے وہ بھی اختر شماری کی قطار میں آجائے۔

یہ تو امام کا مقام ہے حضرت امام کے ہی بڑے صاحبزادے حضور حجۃ الاسلام علامہ مفتی حامد رضا خاں قادری برکاتی نوری علیہ رحمۃ الباری کی عربیت بھی، عرب وعجم میں مشہور ہے۔۔ فاضل اجمیر شریف بھی جب ان کی عربی پڑھنے بیٹھے تو کتب لُغت، ان کے سامنے بکھری ہوئی تھیں تب کہیں جا کر وہ عربی کا ترجمہ اردو میں کر سکے۔۔ امام اہلسنت کی ایک کتاب "حسام الحرمین" پر بھی حجۃ الاسلام کی عربی، جبل نور کی طرح ہے اس تک پہنچنے کیلئے۔۔ آج کا جبل علم بھی لُغت کو ضرور دیکھے گا۔۔ ان ہی حجۃ الاسلام کی اولاد میں ہمارے اس زمانے میں، ایک علم کا پہاڑ اور عمل کا سمندر، علامہ مولانا و بالفضل اولانا الشاہ مفتی محمد اختر رضا خاں علیہ الرحمۃ بھی ہیں۔۔ اس ہستی کو اہل فہم ودانش نے "تاج الشریعہ" یوں ہی تو نہ کہہ دیا ہوگا۔۔ جہاں فتویٰ، تقویٰ سے پیچھے رہ جائے۔۔ وہ تو تاج ہی ہوگا۔۔ پھر لوگ اس تاج سے جُڑ گئے، وہ بھی راج میں حصہ پاگئے۔

علامہ مفتی محمد اسماعیل رضا عرف محمد اختر رضا خاں "اختر القادری" علیہ الرحمہ کو مادر علمی" جامعۃ الازہر" سے "فخر ازھر" ایوارڈ ملا جس نے اور علماء عرب کو بھی حیرت میں ڈال دیا۔۔ ان چند سطور میں، حضرت کے عربی کلام میں سے ایک عربی نظم اور ایک نثری کلام پر گفتگو مقصود ہے۔ تاج الشریعہ کے "شیخ اجازۃ" سیدی ومرشدی حضرت مفتی سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی اولاد رضی اللہ عنہ ہیں۔۔ حضرت کی شان میں، تاج الشریعہ نے جو منتخب اشعار تحریر فرمائے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

غِبْتَ فِیْ مَارَهْرَةَ مِصْبَاحُ الدُّنٰی شَمْسَ الْاَنَامِ
یَا زُکَاهْ مُصْطَفَانَا بَعْدَكَ الدُّنْیَا ظَلَامْ

اے کائنات کے چراغ اور مخلوق کے سورج آپ مارہرہ مطہرہ میں چھپ گئے۔

اے ہمارے کفایت کرنے والے اے ہم سب کی پسند، آپ کے جانے کے بعد دنیا اندھیری ہے۔

يَا سَمَاءَ الْمَجْدِ دُمْتُمْ مَا لَدَيْكُمْ سَمَا
ذَلَّ مَنْ عَزَّ عَلَيْكُمْ مَنْ لَكُمْ ذَلَّ سَمَا

اے بزرگی کے آسمان آپ ہمیشہ باقی رہیں جب تک آسمان آپ پر سایہ فگن رہے
آپ پر غالب آنے والے پست ہوگئے، آپ وہ ہیں جن کے لئے بلندی بھی نیچے ہوگئی۔

جُوْدُكُمْ فَاقَ الْجَوَادِيْ وَبِكُمْ جَادَتْ سَمَا
خَيْرُكُمْ مَلَأَ الْبَوَادِيْ نَفْعُكُمْ عَمَّ الْوَرٰى

آپ کی سخاوت تو تیز سواری سے بلند ہے، بلندی آپ سے ہی ملی ہے۔
آپ کی بھلائی نے بیابانوں کو بھی (برکت سے) بھر دیا آپ کا فائدہ ساری مخلوق کو عام ہوا۔

إِنَّمَا الْمَيْتُ جَهُوْلٌ ذُوْ هَوًى لَا أَنْتُمْ
قَدْ فَنِيْتُمْ عَنْ هَوَاكُمْ لِلْخُلُوْدِ نِلْتُمْ

ہر میت بے خبر ہوتی ہے مشتاق لقا ہوتی ہے مگر آپ منفرد ہیں۔
آپ نے اپنی خواہش سے فنا کو عبور کیا اور خلود کو پالیا۔

قَبْلَ مَوْتٍ مُتُّمْ وَبَعْدَ مَوْتٍ دُمْتُمْ
جِسْرَ مَوْتٍ جُزْتُمْ وَبِالْوِصَالِ فُزْتُمْ

آپ وصال سے پہلے رہے اور بعد میں بھی رہیں گے۔
آپ نے جب موت کا پل عبور کیا تو وصل میں کامیاب ہوگئے۔

عَوْنَ دِيْنِ الْمُصْطَفٰى يَا مُخْلِصُ يَا شَمْسَ الرِّضَا
جُدْ عَلَيْنَا يَا سَمَاءَ الْجُوْدِ يَا جَوْدَ النَّدٰى

اے مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم تک ہمارے دستگیر اے خالص النسب اے ہر رضا کے سورج،
اے آسمان سخاوت، اے موسلا دھار بارش ہمیں بھی عطا ہو۔

(بحوالہ برکاتی کرمیں)

ان اشعار میں ''مِصْبَاحَ الدُّجٰى۔۔شَمْسَ الْاَنَامِ۔۔سَمَاءَ الْمَجْدِ۔۔فَاقَ الْجَوَادِيْ۔۔مَلَأَ الْبَوَادِيْ۔۔پانچویں شعر میں دُمْتُمْ کی تکرار۔۔اور جُزْتُمْ وَفُزْتُمْ کا سنگم قابل صد مدح ہی سَمَاءَ الْجُوْدِ۔۔اور جَوْدَ النَّدٰى کے کلمات قابل توجہ ہیں۔اب آئیں: نثر کی طرف، تاج الشریعہ نے ۲۸، جمادی الاولی ۱۴۰۶ھ/ ۹، فروری ۱۹۸۶ء میں حضور مجاہد العلماء مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ کے خلافت نامے پر عربی میں جو تہنیت رقم فرمائی وہ بھی اپنی مثال آپ ہے: فرماتے ہیں: الحمدللہ الولی العلی الجلیل والصلوٰۃ والسلام۔الاتمان الاکملان الایمان الارکیان المقرونان بالتعظیم والتبجیل علی جمیع الأنبیاء الکرام لاسیما نبیہ الجمیل محمد الخلیل المحبوب الحبیب شفاء العلیل ورواء الغلیل وعون الکلیل

المأذون بالشفاعة لأمثالنا أولي الكبائر والشفاعة المجاز بالإجازة العامة يوم تقوم الطامة وبعد فإني أجزت حبرا ذا الهدى الأحمد المولوي أحمد ميان البركاتي عما دال من بركات مشايخنا الكرام على يد والده الكريم وكان به أحرى وأهله بارك الله لي وله وحقق أملي وأمله وأصلح عملي وعمله وبلغني وإياه مدارج السعادة ورزقنا الحسنى وزيادة آمين وصلى الله تعالى على حبيبه محمد الأمين وآله الغر وصحبه الميامين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين۔

الفقير إلى رحمة ربه الغني

محمد اختر رضا خان الأزهري القادري غفر له

۲۸، جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ/ ۹ فروری ۱۹۸۶ء

تمام تعریفیں اللہ کے لئے، جو ولی، علی اور جلیل ہے۔ اور درود وسلام، ایسے کہ جو، دونوں مکمل، اور تام ہیں۔۔ دونوں بابرکت، صاف ستھرے۔۔ جو تعظیم وتکریم سے جڑے ہوئے ہیں، تمام مقدس انبیاء پر ہوں، خصوصا اس محبوب نبی پر جو جمیل بھی ہیں، خلیل بھی ۔۔ محبوب بھی ہیں، حبیب بھی ۔۔ جو بیمار کی شفا بھی ہیں اور پیاسے کی سیرابی بھی،۔۔ جن کو شفاعت کا اذن مل چکا ہے۔ ہم جیسے گنہگاروں اور بروں کے لئے ۔۔۔ ان کو اس دن کی اجازت عام مل چکی ہے، جس دن مصیبت قائم ہوگی۔۔ حمد وسلام وصلوۃ کے بعد میں اس عالم کو مبارکباد دیتا ہوں جو احمد مرسل کی ہدایت کا حامل ہے یعنی مولوی احمد میاں برکاتی، انہوں نے ہمارے مشائخ کرام کی برکات کو اپنے والد کریم کے ہاتھ سے پایا اور وہ اسکے لائق اور اہل بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو برکت دے اور ان کی اور میری آرزو کو ثابت فرمائے ،۔۔ اور ان کا اور میرا عمل درست فرمائے۔ مجھے اور ان کو سعادت کے مرتبوں تک پہنچائے۔ اور ہم کو زیادہ اچھائی عطا فرمائے۔ اور درود وسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے، اسکے حبیب محمد، پر جو امین ہیں اور ان کی روشن آل اور بابرکت صحابہ پر اور ان پر بھی جو اچھے کاموں پر ان کے پیروکار رہیں، قیامت تک۔

محمد اختر رضا خاں القادری الازہری غفرلہٗ

اللہ عزوجل حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی مرقد انور پر کروڑوں برکتیں، رحمتیں نازل فرمائے، اور آپ کے فیضان کو مزید عام فرمائے، آپ کے جانشین قاضی بریلی شریف حضرت مولانا محمد عسجد رضا خان قادری برکاتی مدظلہ کو اپنے حفظ وامان میں رکھے، آمین بجاہ النبی الکریم الامین، صلی اللہ علیہ وسلم۔

***

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی حق گوئی و بے باکی

مولانا محمد قاسم رضا نوری مصباحی ،مدرسہ برکاتیہ تحسینیہ قصبہ شیش گڑھ بریلی شریف

نظام قدرت کا مطالعہ کرنے والے بحسن وخوبی جانتے ہیں کہ عقائد باطلہ سے نسبت وتعلق رکھنے والی گمراہ جماعتوں نے شریعت مطہرہ کے خلاف آوازیں بلند کرنے کی کوششیں کیں یا خوش عقیدہ سنی مسلمانوں کو سیدھی راہ (صراط مستقیم) سے بھٹکا کر افراط وتفریط کا شکار بنانا چاہا تو اس بے راہ روی کے ماحول میں عظیم سے عظیم تر شخصیات پروردگا عالم پیدا فرماتا رہا ہے جو مذہب وملت کی آبرو بن جایا کرتی ہیں آسمان رشد وہدایت کے آفتاب کی طرح چمکتے ہیں سیادت شرافت ودیانت حق گوئی وبے باکی بالغ نظری فکری اصابت درویشانہ اوفقیرانہ شان محققانہ صلاحیتیں الغرض حق پرستی حق آگاہی اورحق نوازی جیسی تمام خصوصیات ایک ہی شخص میں سمو دیتا ہے جومنشائے الہی کے مطابق اپنی بالغ نظری اور علمی مہارت کو بروئے کار لا کر سر اٹھانے والے باطل فرقوں کی سرکوبی کرتے نظر آتے رہے ہیں اور افراط وتفریط کے شکار سنی مسلمانوں کو رشد وہدایت کے ایک ہی پلیٹ فارم کھڑا کرنے میں اپنی پوری استعداد وصلاحیت صرف کرتے ہیں انہیں رہبران قوم وملت کی فہرست میں ایک نام امام عاشقاں، محقق دوراں، مقصد عالماں، معلم فقیہاں، تاج العلماء، تاج الحکماء، سراج العلماء، سراج الفقہاء، صاحب فہم وذکا، امام المشائخ والفقہاء، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، تاج الفحول، کشتۂ عشق رسول، جامع معقول ومنقول محب اولاد بتول، فاضل جلیل، محدث عدیل، شمشیر بے نیام، رہنمائے ہر خاص وعام، سید العلماء والاعلام، قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، حجۃ العارفین، علم وحکمت کے بحر بیکراں، جبل استقامت، صاحب رشد وہدایت، مخزن علوم ومعرفت، مؤید ملت طاہرہ، صاحب حجت قاہرہ، مطلع انوار رحمانی، منبع اسرار صمدانی، نائب غوث جیلانی، وارث علوم اعلی حضرت، جانشین حضور مفتی اعظم، عالم، فاضل، محدث، مفسر، مدقق، مفکر، مقرر، مورخ، حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں قادری حنفی ماتریدی نور اللہ مرقدہ کا ہے۔

وہ ۲۴ رذی القعدہ ۱۳۶۲ھ/ ۲۳ رنومبر ۱۹۴۳ء بروز منگل ایک معزز اور علمی خاندان میں سریر آرائے بزم عالم ہوئے ۱۹۶۶ء/ ۱۳۸۶ھ میں انہوں نے علوم وفنون میں مہارت حاصل کرکے سند فراغت لی اور پوری زندگی دعوت وارشاد اور حق گوئی وبے باکی کے میدان میں سرگرم عمل رہے، وہ امور خیر کے داعی تھے اور اس پر کاربند بھی، انہیں گناہ کے کاموں سے سخت نفرت تھی اور دوسرے لوگوں کو بھی ان سے نفرت پر برانگیختہ کرتے، اس کے لئے انہوں نے حسب موقع اپنی زبان وقلم کی حتی المقدور توانائیاں صرف کردیں اگر وہ کسی منکر کا دفاع اپنے ہاتھ سے کرسکتے تو ایسا کرنے سے باز نہ آتے، انہوں نے کسی دنیاوی جاہ وحشمت والے کے کروفر یا کسی زورآور کے زور بازو سے خائف ہوکر حق وانصاف کی بات کے اظہار میں کسی ٹال مٹول سے کام نہ لیا، وہ حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی عملی تصویر تھے۔

ان من اعظم الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر. [کنز العمال، ج، حدیث ۵۵۱۴ بیت الافکار الدولیۃ، الریاض]

کسی ظالم بادشاہ کے سامنے حق وانصاف کی بات کہنا بلا شک وشبہ عظیم ترین جہاد ہے اور ارشاد فرمایا: من رای منکم منکرا فلیغیرہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذالک اضعف الایمان۔

[مشکوۃ المصابیح باب الامر بالمعروف ص ۴۳۶ مجلس البرکات مبارک پور]

تم میں کوئی شخص اگر کوئی ایسی بات دیکھے جو شرعاً ناپسندیدہ وقبیح ہو، اسے ہاتھ سے تبدیل کرے اور اگر وہ اس کی استطاعت نہ رکھے تو اپنی زبان سے اسکا ازالہ کرے اور اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو اسے دل سے ہی بدل دے یعنی اپنے دل میں اسے ناپسند کرے اور برا جانے مگر ایسا شخص ایمان کے اعتبار سے سب سے کمزور ہے کیوں کہ اگر وہ اپنے ایمان میں پختہ ومضبوط ہوتا تو صرف دل سے برا جاننے پر بس نہ کرتا۔

یوں حضرت والا مرتبت کی زبان وقلم سے نکلنے والی ہر صدا وآواز اور ہر تحریر حق گوئی وبے باکی کی زندہ اور پائندہ مثال ہے مگر کچھ ایسی تحریریں اور واقعات بھی آپ کی حیات مبارکہ سے وابستہ ہیں جو اپنی امتیازی خصوصیات کی وجہ سے الگ ذکر کرنے کے قابل ہیں اور جن میں حق گوئی وبے باکی کا پہلو نمایاں ہے اس سلسلے میں یہاں ایک واقعہ ذکر کرتا ہوں جس سے آپ کے حسن تدبر دور اندیشی اور حق گوئی وبے باکی کا صحیح صحیح اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

آپ کئی بار حج وزیارت سے مشرف ہوئے پر تیسری بار ۱۹۸۶ء/۱۴۰۶ھ حج کے موقع پر سعودی حکومت نے آپ کو بے جا گرفتار کرلیا۔ اس موقع پر آپ نے جس طرح حق گوئی وبے باکی کا مظاہرہ کیا، وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ سعودی مظالم کی مختصر سی جھلک جسے خود حضور تاج الشریعہ رحمہ اللہ نے بیان فرمایا:

مختصر یہ کہ مسلسل سوالات کے باوجود میری رہائی میں تاخیر کی اور بغیر اظہار جرم مجھے مدینہ منورہ کی حاضری سے موقوف رکھا اور گیارہ دنوں کے بعد جب مجھے جدہ روانہ کیا گیا تو میرے ہاتھوں میں جدہ ایئر پورٹ تک ہتھکڑی پہنائے رکھا اور راستے میں نماز ظہر کے لئے موقع بھی نہ دیا گیا اس کی وجہ سے میری نماز ظہر قضا ہوگئی۔ [مفتی اعظم ہند اور ان کے خلفا، ص ۱۵۰، ج ۱]

درج ذیل اشعار میں حضور تاج الشریعہ نے اسی واقعہ کا ذکر فرمایا ہے:

نہ رکھا مجھ کو طیبہ کی قفس میں اس ستم گر نے — ستم کیسا ہوا بلبل پہ یہ قید ستم گر میں
ستم سے اپنے مٹ جاؤ گے تم اے ستم گارو — سنو ہم کہہ رہے ہیں بے خطر دور ستم گر میں

سعودی حکومت کے اس رویے پر عالم اسلام میں احتجاج ومظاہرے کئے گئے اور اخبار ورسائل میں شدید مذمت کی گئی آخر کار اہل سنت کی یہ قربانیاں رنگ لائیں اور سعودی حکومت کو سر جھکانا پڑا۔ اس وقت کے سعودی فرماں روا شاہ فہد نے لندن میں ہی اعلان کیا کہ حرمین شریفین میں ہر مسلک کے لوگوں کو ان کے طریقے پر عبادت کرنے آزادی ہوگی۔

الغرض از ابتدا تا انتہا پوری زندگی حق گوئی وبے باکی کے ساتھ دین اسلام کی تبلیغ اور شجر اسلام کی آبیاری کرتے رہے۔ رب کریم اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل میں ہم سب مسلمانوں کو جانشین حضور مفتی اعظم عالم حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم۔

***

تاج الشریعہ موجودہ صدی کی عظیم شخصیت

(Man Of The Century)

مولانا محمد رابع نورانی بدری استاذ دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف سدھارتھ نگر (یوپی)

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

حضرت تاج الشریعہ رحمہ اللہ تعالی کی شخصیت عالم اسلام کے لئے محتاج تعارف نہیں، وہ بلا اختلاف عالمی شخصیت تھے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک فرد اپنی قوم میں نمائندہ قوم کی حیثیت حاصل کر لیتا ہے حضرت کو یہی حیثیت حاصل تھی، وہ ایک فرد نہیں ایک قوم، ایک شخص نہیں ایک ملت، تنہا نہیں مجموعہ صفات وکمالات تھے، ایسی شخصیت کسی قوم کے لئے بے حد قیمتی ہوتی ہے، اپنی اس حیثیت کی بنا پر آپ پوری قوم کے لئے شیرازۂ اتحاد، اور مرجع قوم تھے، ہر حلقہ اور ہر گروہ میں یکساں طور پر عزت واعتماد واعتبار کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، آپ کو بلاشبہ رجل القرن یعنی: صدی کی شخصیت (Man Of The Century) کہا جا سکتا ہے کہ حضرت کا کارنامۂ حیات نصف صدی سے زیادہ پر محیط ہے، وہ اپنی ذات میں ایک متحرک صدی تھے، آپ نے نہ صرف یہ کہ اپنے عہد کو متاثر کیا بلکہ آپ کے زریں کارناموں سے صدیاں منور رہیں گی، یقینا آپ اس عہد کی شناخت ہیں، تاریخ میں آپ اس دور کی علامت وپہچان کے طور پر یاد رکھے جائیں گے۔

حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ ایک ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے ان کے اندر بیک وقت مختلف اور متنوع خصوصیات موجود تھیں، وہ ایک فرد تھے مگر انھوں نے کئی اداروں کے برابر کام کیا۔

حدیث شریف میں ہے کہ من کان الآخرۃ همه جعل اللہ غناہ فی قلبه وجمع له شمله واتته الدنیا وهی راغمة۔

(رواہ الترمذی)

یعنی: جس کا مقصود زندگی آخرت ہو، اللہ تعالی اس کے دل میں استغناء اور بے نیازی پیدا فرما دیتا ہے، اسے دل جمعی عطا فرماتا ہے اور دنیا اس کے پاس ذلیل وخوار ہو کر آتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے: وإن العبد المؤمن بین مخافتین. بین أجل قد مضی لا یدری ما اللہ صانع به. وبین أجل قد بقی لا یدری ما اللہ قاض فیه. فلیتزود العبد من نفسه لنفسه. ومن حیاته لموته. ومن شبابه لکبرہ. ومن دنیاہ لآخرته. فإن الدنیا خلقت لکم. وأنتم خلقتم للآخرۃ فوالذی نفسی بیدہ. ما بعد الموت من مستعتب. ولا بعد الدنیا دار إلا الجنة أو النار۔ (احیاء علوم الدین للغزالی)

یعنی: مومن دو خوف کے درمیان ہے، وہ نہیں جانتا کہ جو مدت گزر چکی ہے اللہ اس کے درمیان اس کے ساتھ کیا کرے گا اور جو مدت باقی ہے وہ نہیں جانتا کہ اللہ اس کے بارے میں کیا حکم جاری فرمائے گا، بندے کو چاہئے کہ وہ اپنے نفس کے لئے اپنے نفس سے اپنی آخرت کے لئے اپنی دنیا سے اپنے موت کے لئے اپنی زندگی سے اور اپنے بڑھاپے کے لئے اپنی جوانی سے

توشہ لے لے کیوں کہ دنیا تمھارے لئے پیدا کی گئی ہے(یعنی تمہاری لونڈی ہے)اور تم آخرت کے لئے پیدا کئے گئے ہو،اس ذات کی قسم جس کی قبضے میں میری جان ہے موت کے بعد معافی چاہنے کی کوئی جگہ نہیں ہے اور نہ دنیا کے بعد جنت اور دوزخ کے علاوہ کوئی گھر ہے۔

سید نا سرکار غوث اعظم فرماتے ہیں:

دنیا میں سے اپنا مقسوم اس طرح مت کھاؤ کہ وہ بیٹھی ہو اور تم کھڑے ہو، بلکہ اس کو بادشاہ کے دروازہ پر اس طرح کھاؤ کہ تم بیٹھے ہو اور اپنے سر پر طباق لئے کھڑی ہو، دنیا اس کی خدمت کرتی ہے جو حق تعالی کے دروازہ پر کھڑا ہوتا ہے، اور جو دنیا کے دروازہ پر کھڑا ہوا ہوتا ہے اس کو ذلیل کرتی ہے۔ (فیوض یزدانی مجلس ۲ ص/۱۳۵)

دنیا کے تعلق سے حضرت علیہ الرحمہ کا رویہ عین حدیث شریف اور ارشاد غوث اعظم کے مطابق تھا، مضمون حدیث پاک آپ کی زندگی پر منعکس تھا، حضرت کا مقصود حیات آخرت، دل استغناء اور بے نیازی سے معمور، اور دنیا لونڈی کے مانند قدموں میں جھکی پڑی تھی، دنیا سے اپنا مقسوم اسی طرح لیا کہ آپ بیٹھے تھے اور وہ سر پر طباق لئے بصد ادب و احترام کھڑی تھی۔

حضرت نے اپنی زندگی میں محیر العقول کارنامے انجام دیئے، جس میں ایک عظیم الشان کارنامہ ان فتنہ وفساد کا استیصال ہے جو کسی خارجی اسباب کی بنا پر دل آویز اور سحر انگیز بن جاتے ہیں اور اپنی قوت ونفوذ میں وہ کسی سلطان جائر سے کم نہیں ہوتے کہ حق نہ ہو کر حق کا ٹائٹل لگا کر اپنے جلو میں ایک مجمع کثیر، دل کش نعرے، خوب صورت مظاہر، ظاہری عبا جبہ، مذہبی رنگ و آہنگ لئے ہوتے ہیں۔

ایسے فتنوں کا مقابلہ عام فتن کے مقابل میں بڑا دشوار اور اہل حق کے لئے صبر آزما ہوتا ہے کسی نے لکھا ہے کہ:

تاریخ کی شہادت اور انسانی نفسیات کا بار بار کا تجربہ ہے کہ جب بھی بڑے سے بڑے فساد عقیدہ، ضلالت اور کج روی کے ساتھ حوصلہ مندی، مہم جوئی اور تقشف وجفاکشی کے مظاہر جمع ہو جاتے ہیں تو اس تحریک و دعوت میں ایسی دلکشی اور ساحری پیدا ہو جاتی ہے کہ اچھے اچھے عاقل و ذکی، دین پسند اور صاحب مطالعہ ونظر اشخاص کو اس کے اثر سے محفوظ رکھنا اور اس کی ثنا خوانی اور مداحی سے روکنا مشکل ہو جاتا ہے، قرن اول کے خوارج کی تحریک، چھٹی ساتویں صدی میں باطنیوں کی تحریک، اور حسن بن صباح اور قلعة الموت کے فدائیوں کے کارناموں اور خود ہندوستان کی بعض نیم عسکری تحریکوں اور تنظیموں کے بارہ میں حوصلہ مند نوجوانوں اور اقتدار وسیاسی طاقت کی شمع کے پروانوں کی والہانہ وخود فراموشانہ کیفیات (جن کو زیادہ زمانہ نہیں گزرا) اس کی گواہ ہیں، اور یہی مرحلہ حق وہدایت کو معیار سمجھنے والوں اور عقیدۂ صحیحہ اور منصوصات قرآنی کے بارہ میں حمیت وغیرت رکھنے والوں کے امتحان کا موقعہ ہوتا ہے اور ان کو اس اعلان حق کی دعوت دیتا ہے جو سحر انگیزی کی اس فضا میں کلمة حق عند سلطان جائر کا ثواب و مقام دلانے کا ضامن ہوتا ہے۔

حضرت تاج الشریعہ رحمہ اللہ تعالی جیسے صاحب کردار وعزیمت شخصیت کی اہم ترین دینی خدمت اسی قسم کے دل آویز فتنوں کی بیخ کنی اور استیصال ہے اور اسی سلطان جائر سے مقاومت اور پامردی سے مقابلہ ہے، جو وقت کا بڑا جہاد اور عظیم کارنامہ ہے۔

یہ وہ شان عزیمت ہے جس نے اسلام کی چودہ برس کی تاریخ میں مختلف تاریک ماحول اور مایوس کن حالات میں، تاریخ

کا دھارا بدل دیا، زمانے کی کلائی موڑ دی اور دنیا کو نیا رخ اختیار کرنے پر مجبور کر دیا:

دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی

آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

آپ کا وصال سچ پوچھیے تو عالمی خسارہ ہے، واقعی موت العالِم ہے ایک عہد کا خاتمہ، نا قابل تلافی نقصان ہے اور ایسا خلا کہ پر نہ ہو سکے، ایک عرب شاعر نے کہا ہے کہ

ما کان قیس هلکه هلك واحد
ولکنه بنیان قوم تهدما

یقیناً بے شمار ادارے، تنظیمیں اور انجمنیں بے رونق ہو گئی ہیں، امت مرحومہ کا سرمایۂ اعتماد جاتا رہا، عالم اسلام کا سہارا ختم ہو گیا، تباہ وخستہ حال ہندوستان کا غم خوار چلا گیا، آہ! وہ پر درد آواز خاموش ہو گئی جو نصف صدی تک ہندوستان اور دنیائے اسلام کے ہر سانحہ پر صدائے صور بن کر بلند ہوتی تھی، واحسرتا! وہ بے قرار دل ساکت ہو گیا جو مسلمانوں کی ہر مصیبت پر تڑپتا اور تڑپاتا تھا، واسفاہ! وہ اشک آلود آنکھیں بند ہو گئیں جو دین وملت کے ہر غم میں خوں بار رہا کرتی تھیں۔

اخیر میں بس یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے، اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے آمین

ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم

***

حضور تاج الشریعہ کی صد رنگ شخصیت

مولانا محمد ساجد رضا مصباحی، استاذ دارالعلوم غریب نواز، ضلع کشی نگر، یوپی

چودھویں صدی کے نصف اخیر میں بریلی شریف کے آسمانِ علم وحکمت پر ایک ایسا سورج طلوع ہوا جس کی ضیا بار کرنوں نے صرف برصغیر ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کو منور کر دیا، جس کی برکتوں سے علم وفضل اور معرفت وطریقت کی گلیاں مشک بار ہو گئیں، جن کے علم وفضل کا ڈنکا چہار دانگ عالم میں بجا، جن کے فضائل ومحاسن کا اعتراف اپنوں نے تو کیا ہی غیروں نے بھی ان کی عظمتوں کے خطبے پڑھے، جن کی نگہ التفات نے نہ جانے کتنے غیر آباد دلوں کو عشق رسالت مآب کی آماجگاہ بنادیا، جن کے لبوں کی ایک جنبش نے ہزاروں دلوں کی دنیا بدل ڈالی، جن کے قدم ناز نے ہزاروں آبادیوں میں نہ جانے کتنے عشق وعرفاں کے گلستاں آباد کر دیے، جن کے قلم حق رقم نے باطل افکار ونظریات کی دھجیاں اڑادیں، جن کی علمی وفقہی تحقیقات نے اربابِ فکر ودانش کو انگشت بدنداں کر دیا، جن کی جرأت وبے باکی نے شاہان زمانہ کو بے بس ومجبور کر دیا، اباحت پسندی کے اس دور میں جن کی عزیمت واستقامت نے اہل جہاں کو حیرت واستعجاب میں ڈال دیا، جن کے زہد وتقویٰ نے اسلاف کی یادیں زندہ کر دیں، جن کے توکل واستغنا کا مشاہدہ پوری دنیا نے کیا، جن کی مرجعیت اور مرکزیت کو دیکھنے والوں نے چشم حیرت سے دیکھا، جن کی فضیلتوں کا اعتراف دنیا کی سب سے بڑی اسلامی یونی ورسٹی جامعہ ازہر مصر نے بھی کیا، جن کو برصغیر کے اہل ایمان نے اپنا مقتدا اور رہنما تسلیم کیا، یہ وہ محاسن وکمالات ہیں جو کم ہی لوگوں کے حصے میں آتے ہیں، بلاشبہ ایسی شخصیتیں برسوں میں جنم لیتی ہیں۔ وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین مفتی اعظم ہند، تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی الشاہ اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمہ خانوادۂ رضویہ بریلی شریف کے وہ چشم وچراغ تھے، جنھوں نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی علمی، فکری اور روحانی تحریک کو پوری شان وشوکت کے ساتھ آگے بڑھایا، جنھوں نے، تاج دار اہل سنت، مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے مسند ارشاد وہدایت کی جلوہ سامانیوں میں چار چاند لگا دیا اور ان کی جانشینی ونیابت کا حق صحیح معنوں میں ادا کیا۔

مرشدِ طریقت، تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خاں قادری ازہری علیہ الرحمہ کی ذات درحقیقت علم وفن، شعر وادب، شریعت وطریقت اور معرفت وروحانیت کی ایک انجمن تھی، وہ ایک طرف جلیل القدر اور عبقری عالم دین تھے، تو دوسری طرف بلند پایہ محقق، مایہ ناز مصنف، بافیض مدرس، باکمال شاعر، بے مثال ادیب، کمیاب مناظر، سحر انگیز واعظ وخطیب، کامل شیخ طریقت اور عظیم داعی ومبلغ بھی تھے۔ معرفت وروحانیت کی دولت تو انہیں ورثے میں ملی تھی۔ زہد وتقویٰ ان کی حیات مبارکہ کے گوشے گوشے سے عیاں تھا، سنت مصطفیٰ کی پیروی ان کی فطرت تھی، عشق رسالت مآب ان کا سرمایہ حیات تھا، گویا وہ ہر جہت سے عبقری اور بے مثال تھے۔

علم وفضل کا یہ آفتاب بریلی شریف، محلہ سوداگران کے آسمان علم وحکمت پر مورخہ ۲۴ ذی قعدہ ۱۳۶۲ھ ۲۳ نومبر ۱۹۴۳ء

بروز سہ شنبہ طلوع ہوا۔ آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے پر پوتے، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان کے پوتے، مفتی اعظم ہند قدس سرہ کے نواسے، مفسر اعظم حضرت علامہ ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں کے فرزند ارجمند تھے۔

حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی تربیت جن روحانی شخصیتوں کے سائے میں ہوئی، ان میں سب سے نمایاں نام مفتی اعظم ہند، تاج دار اہل سنت، حضرت علامہ مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی علیہ الرحمہ کا ہے، فتویٰ نویسی کی مشق بھی آپ نے انہی کی خدمت بابرکت میں رہ کر فرمائی، حضرت مفتی اعظم ہند کی تربیت، ذاتی جد و جہد، اور خاندانی ذہانت وفطانت نے ایسا اثر دکھایا کہ آپ اپنے عہد میں برصغیر کے سب سے عظیم مفتی و قاضی کی حیثیت سے متعارف ہوئے، پھر آپ دیار ہند کے قاضی القضاۃ کے منصب اعلیٰ پر بھی فائز ہوئے۔ کسی بھی مسئلے پر آپ کا فتویٰ حرف آخر ہوتا تھا، نہ جانے کتنے دقیق اور پیچیدہ مسائل کا آسان حل ڈھونڈ کر آپ نے امت مسلمہ کی رہنمائی فرمائی اور ملت اسلامیہ کو انتشار سے بچایا، آپ کے مطبوعہ فتاویٰ کے مطالعہ سے فقہ وافتا کے میدان میں آپ کے کمالات کا اندازہ ہوتا ہے۔

تصنیف و تالیف کا ذوق آپ کو خاندانی وراثت کے طور پر ملا تھا، آپ کے جد امجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ مغرب و مشرق میں اپنی تصانیف اور اپنی علمی تحقیقات کے حوالے سے پہچانے گئے۔ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی تصانیف میں بھی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے طرز تصنیف کے جلوے نظر آتے ہیں، اردو عربی دونوں زبانوں میں اس قدر شستہ نثر تحریر فرماتے ہیں کہ قاری کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ آپ عربی زبان وادب پر زیادہ قدرت رکھتے ہیں یا اردو نثر ونظم پر۔ آپ کی تصانیف وتحقیقات مختلف علوم وفنون پر مشتمل ہیں۔ تحقیقی انداز، مضبوط طرز استدلال، کثرت حوالہ جات، روانی وسلاست آپ کی تحریروں کے امتیازی اوصاف ہیں۔ دعوت وتبلیغ، افتا و قضا، کثیر اسفار اور دیگر علمی مصروفیات کے باوجود آپ نے مختلف زبانوں میں متعدد تصانیف یادگار چھوڑیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی متعدد تصانیف کا اردو سے عربی اور عربی سے اردو میں ترجمہ فرمایا۔

ملکی وبین الاقوامی سطح پر دین کی دعوت وتبلیغ کا کام آپ نے بہت ہی وسیع پیمانے پر انجام دیا، اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان میں بڑی تاثیر عطا فرمائی تھی، آپ کی شخصیت کی جاذبیت بھی دعوت وتبلیغ کی مشکلات کو آسان کرنے میں معاون ہوتی، جو آپ کی زیارت کر لیتا وہ آپ کا ہو جاتا، آپ جس علاقے میں تشریف لے جاتے لوگ آپ کا وعظ سننے اور آپ کی زیارت کے لیے پروانہ وار ٹوٹ پڑتے، آپ کے خطاب کا ایک ایک جملہ دل کے نہاں خانوں میں محفوظ کرنے کی کوشش کرتے، آپ نے ہندو پاک کے علاوہ دنیا کے بیشتر ممالک میں تبلیغی دورے فرمائے، ہزاروں افراد کو داخل سلسلہ فرمایا، داخل سلسلہ فرمانے سے پہلے شریعت پر استقامت اور گناہوں سے باز رہنے کی تلقین فرماتے، آپ کا وعظ بہت ہی مصلحانہ اور اثر انگیز ہوا کرتا تھا، دل کو موہ لینے والا انداز، صاف وشفاف اسلوب بیان، قرآن وحدیث سے ایسا استدلال کہ سامعین محو ساعت ہو جاتے اور اپنے اندر ایک عجیب تبدیلی کی کیفیت محسوس کرتے۔

تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمہ کو شعر و سخن کا ذوق بھی خانوادہ رضا سے ورثے میں ملا تھا،

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی، علامہ حسن رضا خاں بریلوی، مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خان نوری بریلوی قدست اسرارہم کی نعت گوئی اور اقلیم سخن کی شہنشاہی کا اعتراف ہر طبقے نے کیا ہے۔ حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ خانوادہ رضویہ کے نعت گو شعرا کی ایک اہم کڑی تھے، اردو کے ساتھ عربی زبان میں بھی آپ نے شاعری کے جلوے بکھیرے، آپ کے نعتیہ اشعار میں عجب سوز وگداز، حیرت انگیز سوز دروں اور عشق ومحبت کی ترجمانی کے جوہر نظر آتے ہیں، آپ کی لکھی نعتوں کا اک اک مصرعہ دل میں عشق رسول کی شمع فروزاں کرتا ہے۔ شعری معنویت، پیکر تراشی، سرشاری وشیفتگی، فصاحت وبلاغت، حلاوت وملاحت، جذب وکیف سے بھرپور آپ کے نعتیہ اشعار زبان زد عام وخاص ہیں۔ ''سفینۂ بخشش'' کے نام سے آپ کے نعتیہ کلام کا مجموعہ عوام وخواص میں محبوب ومقبول ہے۔

معروف ادیب، شاعر، نقاد حضرت ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی رقم طراز ہیں:

''علامہ اختر رضا ازہری بریلوی بیک وقت عظیم محدث وفقیہ، مفکر و مدبر، ادیب و خطیب، تصوف و ولایت کے دُرِّ نایاب، دعوت وتبلیغ کے آفتاب وماہ تاب، رشد وہدایت کے گلِ خوش رنگ اور بافیض معلم ومصلح ہونے کے ساتھ ساتھ مقبول زمانہ نعتیہ کلام کے عمدہ اور مشہور ومعروف نعت گو شاعر بھی ہیں۔ آپ کا اشہب قلم نثر ونظم میں یکساں رواں دواں ہے۔ اردو کے علاوہ آپ کو عربی وفارسی پر بھی عالمانہ وفاضلانہ دسترس حاصل ہے۔ آپ کی عربی دانی کو دیکھ کر اہل زبان عش عش کر اٹھتے ہیں۔ آپ کے علمی اثاثے میں ایک معتد بہ حصہ عربی نثر ونظم پر مشتمل ہے۔ آپ کو اپنے اسلاف کرام سے علوم وفنون اور شریعت وطریقت کے ساتھ عشقِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی دولت عظمیٰ بھی ملی۔ عشقِ رسولِ مقبول ﷺ آپ کو گھٹی میں پلایا گیا۔ اسی عشق کے اظہار کے لیے آپ نے نعتیہ شاعری کو وسیلہ بنایا اور اپنے اجداد عظام کی طرح دنیائے علم وادب کو ''سفینۂ بخشش'' کے نام سے ایک گراں قدر تحفہ عنایت کیا۔

آپ کا مجموعۂ کلام ''سفینۂ بخشش'' عشق رسول مقبول ﷺ میں ڈوبی ہوئی نعتوں کا ایک حسین وجمیل، روح پرور گل دستہ ہے جس میں مدحت رسول ﷺ کا عقیدت مندانہ بیان ہے۔ علامہ اختر رضا بریلوی کی نعت گوئی کو بھی دبستانِ بریلی کے دیگر شعرا کی طرح محض عشقِ رسالت مآب ﷺ کے اظہار کا مرقع نہیں کہا جاسکتا بلکہ آپ کا کلام فکر وفن، جذبہ وتخیل، زبان وبیان، فنی گیرائی وگہرائی، جدت ادا، زورِ بیان، حسن کلام، تشبیہات واستعارات اور صنائع لفظی ومعنوی جیسے شعری وفنی محاسن کا آئینہ دار بھی ہے۔''

(''بلبلِ بستانِ مدینہ: علامہ اختر رضا ازہری بریلوی'' ص ر ۳)

آپ کے چند معروف نعتیہ اشعار جو مجھے بے حد پسند ہیں، جن کو سن کر دل ودماغ میں ایک عجیب کیف وسرور پیدا ہوتا ہے، یہاں پیش کیے جاتے ہیں:

منور میری آنکھوں کو میرے شمس الضحیٰ کر دیں
غموں کی دھوپ میں وہ سایۂ زلف دوتا کر دیں

جہاں بانی عطا کر دیں، بھری جنت ہبہ کر دیں
نبی مختار کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کر دیں

داغ فرقت طیبہ قلب مضمحل جاتا
کاش گنبد خضریٰ دیکھنے کو مل جاتا

دم مرا نکل جاتا ان کے آستا نے پر
ان کے آستانے کی خاک میں میں مل جاتا

حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا خاص وصف یہ تھا کہ انہوں نے شرعی معاملات میں کبھی بھی حالات سے سمجھوتہ نہیں کیا، مشکل سے مشکل حالات میں انہوں نے استقامت کی وہ اعلیٰ مثال پیش کی جس کی نظیر دور دور تک نظر نہیں آتی، حق گوئی و بے باکی اور جرأت و ہمت کے کئی مناظر لوگوں نے کی آپ کی حیات مبارکہ میں دیکھے۔

ستمبر ۱۹۸۶ء/ ۱۴۰۷ھ میں دوران حج سعودی حکومت نے آپ کو بلا سبب بتائے گرفتار کر لیا، اور گیارہ دنوں تک قید و بند میں رکھا، اس دوران وہاں کی خفیہ پولیس ایجنسی نے آپ سے معمولات و معتقدات اہل سنت کے بارے میں بہت سارے سوالات کیے۔ علم غیب رسول، توسل واستمداد اور شفاعت وغیرہ مسائل پر آپ سے طرح طرح کے سوالات کیے گئے، آپ نے عربی زبان میں قرآن وحدیث کی روشنی میں ان معتقدات اہل سنت کو واضح کیا اور یہ باور کرادیا کہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے کسی نئے مذہب کی بنیاد نہیں ڈالی بلکہ ان کا مذہب وہی تھا جو سرکار محمد مصطفیٰ ﷺ کا اور صحابہ و تابعین کا اور ہر زمانے کے صالحین کا مذہب ہے۔ ساری تفتیش کے بعد سی آئی ڈی آفیسر نے کہا: میں آپ کا، آپ کے علم، عمر اور شخصیت کی وجہ سے احترام کرتا ہوں اور آپ سے مخصوص اوقات میں دعاؤں کا طالب ہوں۔ گیارہ دنوں کے بعد آپ کو مدینہ منورہ کی حاضری کے بغیر ہی ہندوستان واپس بھیج دیا گیا۔

ہندوپاک سمیت پوری دنیا میں آپ کی گرفتاری کی خبر پھیل چکی تھی، پوری دنیا میں سعودی حکومت کے خلاف احتجاج کا سلسلہ شروع ہو گیا، ورلڈ اسلامک مشن لندن، رضا اکیڈمی ممبئی، جمعیۃ علمائے اسلام پاکستان اور چھوٹی بڑی انجمنوں نے پورے برصغیر میں زبردست احتجاجی مظاہرے کیے، علامہ ارشد القادری، مولانا عبد الستار خاں نیازی، مولانا شاہد رضا نعیمی، مولانا شاہ احمد نورانی، وغیرہ اکابر علما و قائدین نے لندن میں سعودی حکمراں شاہ فہد، شہزادہ عبد اللہ اور ترکی بن عبد العزیز سے ملاقاتیں کیں اور سعودی حکومت کی اس قبیح حرکت پر معافی کا مطالبہ کیا اور جملہ عازمین حج و عمرہ کو اپنے مسلک کے مطابق ارکان ادا کرنے اور نماز ادا کرنے کی اجازت کے لیے میمورنڈم پیش کیا۔ زبردست احتجاجی مظاہروں کو دیکھ کر سعودی حکومت نے فوراً ان مطالبات کو قبول کر لیا اور سعودی سفیر برائے ہندوستان فواد صادق مفتی کے توسط سے حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں یہ خبر پہنچائی کہ گزشتہ معاملات کے لیے سعودی حکومت آپ سے معذرت خواہ ہے اور زیارت مدینہ منورہ کے لیے آپ کو ایک مہینے کا خصوصی ویزہ پیش کرتی ہے۔ آپ نے ۲۴ رمئی ۱۹۸۷ء/ ۱۴۰۷ھ کو حجاز مقدس کا سفر فرمایا، روضہ رسول پر حاضری دی اور مکمل اطمینان کے ساتھ ہندوستان واپس تشریف لائے۔

مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا کا قیام، شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کی تاسیس، مختلف علاقوں میں مدارس اور مساجد کا قیام، ملک کے سیکڑوں اداروں کی قیادت و سرپرستی، اہل علم وفن کے بے شمار پیچیدہ مسائل کی عقدہ کشائی، ہزاروں

مریدین وخلفا کی تربیت، درس حدیث وتفسیر، افتا وقضا کی ذمے داریاں یہ وہ اہم خدمات ہیں جن کے تفصیلی تذکرے کے لیے باضابطہ مبسوط تصنیف کی ضرورت ہے۔ ہم بس اتنا کہہ کر ختم سخن کرتے ہیں کہ وہ علم وفن، تصوف وروحانیت اور طریقت ومعرفت کے عظیم تاج دار تھے، دنیا انھیں ان کے انھی اوصاف کی وجہ سے تاج الشریعہ، وارث علوم اعلیٰ حضرت، قاضی القضاۃ فی الھند جیسے عظیم القابات سے یاد کرتی تھی، اور ان شاء اللہ صبح قیامت تک ان کی عظمتوں کے چرچے یوں ہی زندہ وتابندہ رہیں گے۔

۲۰ر جولائی ۲۰۱۸ء/ ۷ر ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ کو ملت اسلامیہ کے اس عظیم قائد ورہنما نے اس دنیا کو خیرباد کہا اور ہمیشہ کے لیے خلد آشیاں ہو گئے۔

آپ کے وصال کی خبر سے پوری جماعت اہلسنت سکتے میں آ گئی، رنج وغم، کرب والم اور اضطرابی وبے چینی کا ماحول پیدا ہو گیا، آنا فانا آپ کے وصال کی خبر چہار جانب پھیل گئی، مدارس اہل سنت میں قرآن خوانی وایصال ثواب کا سلسلہ شروع ہو گیا، مختلف تنظیموں، تحریکوں، اور دینی اداروں، خانقاہوں، سجادہ نشینوں اور ہندوستان کے مایہ ناز علمی وادبی شخصیتوں کی طرف سے تعزیتی بیانات سوشل میڈیا میں آنے لگے آہ وبکا کی سسکیوں سے سوشل میڈیا لرز اٹھا، چند گھنٹوں کے اندر ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ سارا انظام درہم برہم ہو گیا ہے، زندگی تھم گئی ہے، سانسیں رک گئی ہیں، فضائیں سوگوار ہو گئی ہیں، ہوائیں ماتم کناں ہیں، کیا مغرب کیا مشرق، کیا شمال، کیا جنوب، ہر جگہ انھیں کے تذکرے ہیں، ہر زبان پر انھیں کے مناقب ہیں، ہر دل میں انھیں کی یادیں ہیں، ہر آنکھ میں انھیں کے آنسو ہیں، ہر بزم میں انھیں کے جلوے ہیں، ہر شخص حیران وپریشان ہے، سب کی خواہش ہے، کہ مرشد طریقت کا آخری دیدار ہو جائے، ہر عاشق کی تمنا ہے کہ ان کے جنازے میں شرکت کی سعادت نصیب ہو جائے، ہر ساعت گوش برآواز ہے کہ جنازے کا صحیح وقت معلوم ہو جائے، سوشل میڈیا پر ہزاروں نگاہیں لگی ہیں کہ بریلی شریف سے کوئی اعلان نشر ہو، بریلی کے احباب کو فون لگایا جا رہا ہے، بریلی شریف پہنچنے کی صورتیں نکالی جا رہی ہیں، چند گھنٹوں میں لکھنؤ اور دہلی کی ساری فلائٹس بک ہو چکی ہیں، ٹرینوں میں ریزرویشن کے لیے تگ ودو کیا جا رہا ہے، پرائیوٹ گاڑیوں کی بکنگ کا سلسلہ جاری ہے، شب کے کسی حصے میں سوشل میڈیا میں ایک خبر آئی کہ نماز جنازہ ۲۲ جولائی کو بعد نماز ظہر اسلامیہ انٹر کالج بریلی شریف میں ادا کی جائے گی، لیکن کچھ گھنٹوں کے بعد ہی اس خبر کی تردید کر دی گئی اور اعلان کیا گیا کہ نماز جنازہ کا صحیح وقت ۲۲ جولائی ۲۰۱۸ء دس بجے دن ہے۔

بس کیا تھا عاشقوں کے قافلے سوئے بریلی روانہ ہونے لگے، دہلی، گجرات، مہاراشٹر، کرناٹک، تمل ناڈو، اڑیسہ، راجستھان، ہریانہ، جموں کشمیر، اتر پردیش، مدھیہ پردیش، ہماچل پردیش، چھتیس گڑھ، اتراکھنڈ، جھارکھنڈ بہار، بنگال، آسام وغیرہ صوبوں سے بس، کار، ٹرین اور فلائٹ سے اہل عقیدت بریلی شریف کے لیے روانہ ہو گئے، امریکہ، برطانیہ، آسٹریلیا، افریقہ، سعودیہ، ماریشش، عمان وغیرہ سے غمزدہ قافلے پہنچنے لگے، ادھر بریلی شریف کا حال یہ تھا کہ اہل عقیدت آپ کے وصال کے بعد ہی سے محلہ سوداگران پہنچنا شروع ہو گئے تھے، کچھ دیر میں گویا پورا بریلی محلہ سوداگران میں سما گیا تھا، گلیوں، سڑکوں اور راستوں میں تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔

عاشقوں کی ایک جماعت کی معیت میں راقم الحروف بھی بھیگی پلکوں کے ساتھ کشی نگر سے گورکھ پور، بستی، لکھنؤ، سیتاپور، شاہ جہاں پور کے راستے شہر محبت بریلی شریف کے لیے ۲۱ جولائی ۲۰۱۸ء کو بعد نماز عصر روانہ ہوا، نیشنل ہائی وے پر اکثر کاروں اور

بسوں میں علمائے کرام اور خوش عقیدہ سنی مسلمان ہی نظر آرہے تھے، جس پٹرول پمپ یا ہوٹل پر رکتے، چاروں طرف تاج الشریعہ کے عقیدت مندوں کی بھیڑ نظر آرہی تھی، ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ آج پورا ہندوستان بریلی شریف کے لیے پابہ رکاب ہے، ہر عاشق اپنے عشق کی سوغات پیش کرنے کے لیے بے چین و مضطرب ہے، چہروں سے غموں کے آثار نمایاں ہیں، سفر کا تکان ظاہر ہے، لیکن حوصلوں میں عجیب تازگی ہے، دلوں میں عجیب ذوق وشوق ہے، سر میں عجیب سودا سمایا ہوا ہے، ہر شخص بریلی شریف پہنچ کر نماز جنازہ میں شرکت کو یقینی بنانا چاہتا ہے، رات کے تین بجے سیتا پور کے ایک ڈھابے پر ہماری گاڑی رکی تو دیکھا طویل وعریض ڈھابے میں ہر طرف ٹوپی ہی ٹوپی نظر آرہی ہے، لوگوں کا اژدحام ایسا کہ کہیں بیٹھنے کی جگہ نہیں ہے، چائے، منرل واٹر اور ہوٹل کے تمام ماکولات ومشروبات ختم ہو چکے، یک بارگی اس قدر بھیڑ اور انسانوں کے نہ تھمنے والا سلسلہ دیکھ کر ہر کوئی حیران و پریشان ہے، برادران وطن سوالوں پر سوال کر رہے ہیں، آخر آج اس قدر انسانوں کا سیلاب کہاں جا رہا ہے، کس عظیم ہستی کے جنازے میں شرکت کے لیے ہر کوئی عازم سفر ہے؟

فجر کی نماز ادا کرنے کے لیے صبح چار بجے شاہ جہاں پور کے قریب ایک ڈھابے میں رکے تو یہاں بھی وہی منظر تھا، سیکڑوں گاڑیاں شاہراہ عام کے کنارے لگی تھیں، کچھ لوگ وضو کر رہے تھے، کچھ نمازوں میں مصروف تھے، لائن لگا کر کسی طرح میدان میں رکھے ایک تخت پر ہم لوگوں نے نماز فجر ادا کی، اور اس خیال سے وہاں سے جلدی روانہ ہو گئے کہ اسلامیہ انٹر کالج میں مناسب جگہ مل جائے گی، شاہ جہاں پور کے معروف قصبہ کٹرہ میراں پور سے کچھ آگے بڑھے ہی تھے کہ شاہراہ عام جام ہو گیا، کئی کئی کلومیٹر تک گاڑیاں قطار میں کھڑی نظر آئیں، ساری گاڑیاں جنازہ میں شرکت کے لیے بریلی شریف جا رہی تھیں، لمبا جام دیکھ کر، ہمارے احباب مایوس ہونے لگے کہ شاید اب جنازے میں شرکت نہیں ہو پائے گی، یہاں سے بریلی شریف تقریباً چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر تھا، تقریباً دو گھنٹے تک جام میں پھنس کر اسی کش مکش میں الجھے رہے، یہیں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے متعدد طلبہ سے ملاقات ہوئی، طلبہ نے بتایا کہ سات آٹھ بسیں جامعہ اشرفیہ سے آئی ہیں اور ابھی کئی بسیں اسی جام میں پھنسی ہوئی ہیں۔ خیر پولیس محکمہ کی کڑی محنت کے بعد راستہ صاف ہوا، ہم لوگ ٹھیک ساڑھے نو بجے بریلی شریف پہنچ گئے، اسلامیہ انٹر کالج سے پانچ کیلومیٹر دور ہی گاڑیاں روک دی گئیں، آٹو رکشہ سے روڈویز بس اسٹینڈ تک پہنچے، وہاں سے پیدل اسلامیہ انٹر کالج کے لیے روانہ ہوئے تو چاروں طرف عاشقوں کا ہجوم تھا، گلیوں اور سڑکوں پر پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں تھی، ہر طرف تا حد نگاہ انسانوں کا سیلاب نظر آرہا تھا، اسلامیہ انٹر کالج کے علاوہ جی آئی سی گراؤنڈ، ضلع اسپتال، آریہ سماج یتیم خانہ گراؤنڈ، کہاڑا پیر مین روڈ سے کتب خانہ چوک ہوتے ہوئے چوپلہ پل سے آگے تک، ہائیوے پر پولیس لائن سے سٹی ریلوے اسٹیشن ہوتے ہوئے شمسان بھومی ریلوے کراسنگ سے آگے تک، کتب خانہ چوک سے ایوب خاں چوک ہوتے ہوئے مشن اسپتال اور کالی باڑی تک، نومحلہ مسجد، ناولٹی چوراہا، پرانا روڈویز بس اسٹاپ اور اس کے آس پاس کے روڈ اور گلیاں اور آس پاس کے خالی پلاٹ، بہت سی عماتوں کی چھتیں نماز جنازہ میں شرکت کرنے والوں سے بھری ہوئی تھیں۔ ۲۲ رجولائی ۲۰۱۸ء بروز اتوار تقریباً گیارہ بجے دن اسلامیہ انٹر کالج میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔

ہمیں جنازہ میں شریک ہونے والوں کی تعداد کا صحیح علم تو نہیں اور نہ تعداد سے ہمیں کوئی بحث ہے، لیکن اتنا کہنے میں کوئی

تامل بھی نہیں ہے کہ بریلی کی نظروں نے انسانوں کا ایسا سیلاب ماضی میں کبھی نہیں دیکھا ہوگا، جنازے تو بہت دیکھے ہوں گے لیکن یہ شان وشوکت کم ہی دیکھی ہوگی، عاشقوں کا جنازہ ایسا ہی ہوتا ہے، اللہ کے نیک بندوں کی یہی پہچان ہوتی ہے، خلق خدا کشاں کشاں ان کی طرف کھنچی چلی آتی ہے، اللہ اپنے نیک بندوں کی محبت مخلوق کی دلوں میں ڈال دیتا ہے، یہ محبت کسی کے کم کرنے سے کم نہیں ہوتی، نہ کسی کے گھٹانے سے گھٹتی ہے، بلکہ ان کی محبت اور پختہ ہوجاتی ہے۔

یہ بات خاص طور سے نوٹ کرنے کی ہے کہ حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے جنازے میں اہل سنت کے ہر طبقے نے شرکت کی، مختلف خانقاہوں کے سجادگان، مختلف سلاسل کے صوفیہ کرام، مختلف دار الافتا کے مسند نشینان، مختلف اداروں کے علمائے کرام وطلبہ عظام، مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے سنی مسلمانان بھی اپنے رہبر ورہنما کے جنازے میں شریک تھے، یہاں نہ تو سلاسل کا اختلاف تھا، نہ خانقاہی چشمک، یہاں نہ تو علم وفن کا غرہ تھا نہ ہی کج کلاہی کا غرور، قادری، چشتی، نقش بندی، سہروردی، عالم، فاضل، محقق، مصنف،، مدرس، قاضی، مفتی، مناظر، شاعر، ادیب، صحافی، امام بھی ایک صف میں کھڑے ہوکر سورج کی تمازت اور گرمی کی شدت کو برداشت کرتے ہوئے، یہ سعادت حاصل کرنے کے لیے بے تاب تھے۔ اہل سنت کے انتشار اور گروہ بندی کے اس دور میں تمام سلاسل کی خانقاہوں کا ایک جگہ جمع ہوجانا، مختلف مسائل میں اختلاف رکھنے والے علمائے کرام کا ایک جا ہوجانا یقیناً خوش آئند ہے۔ حضرت تاج الشریعہ کی ذات گرامی یقیناً ایسی ہی تھی کہ ان کے نام پر جزوی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر سب ایک نقطہ اتحاد بن کر جمع ہوجائیں۔ اس عظیم اجتماع کو اسی نظر سے دیکھنا چاہیے اور اسے تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا روحانی پیغام سمجھنا چاہیے کہ بعض مسائل میں اختلاف کے باجود اہل سنت کا اتحاد ضروری ہے اور سرخروئی کا باعث بھی، اور اختلاف رسوائی اور بربادی کا ذریعہ ہے اور ذلت کا سامان بھی۔

اللہ جل شانہ ہمیں ان کے روحانی فیوض وبرکات سے مالا مال فرمائے، اور خانوادہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی جلوہ سامانیوں کو ہمیشہ قائم ودائم رکھے، آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین۔

***

وارث علوم اعلیٰ حضرت میرے سرکار تاج شریعت

مفتی محمد عاصم رضا قادری، استاذ جامعۃ الرضا، بریلی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد! اس خاکدان گیتی پر ہزروں لاکھوں لوگ آتے ہیں اور چندروزہ زندگی گزار کر چلے جاتے ہیں، کوئی ان کا نام لیوا نہیں ہوتا ہے لیکن کچھ ہستیاں وہ ہوتی ہیں جن کا سینہ خوف الہی سے مملو اور عشق رسول سے پر ہوتا ہے اور ہر گھڑی اور ہر لحہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی فکر دامن گیر ہوتی ہے۔ وہ اپنے رب قدیر جل جلالہ سے بے پناہ محبت فرماتے ہیں اور رب تبارک وتعالیٰ بھی ان سے محبت فرماتا ہے اور ساری کائنات میں فرشتوں کے ذریعہ اعلان عام کرا دیتا ہے کہ میں اپنے فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں تم سب بھی محبت کرو۔ پھر اس سے محبت ومروت ایمان اور مومن کی پہچان ہو جاتی ہے۔

انہی ہستیوں میں سے شبیہ غوث اعظم امام زمانہ سلطان زمانہ وارث علوم اعلیٰ حضرت جانشین حضور مفتی اعظم ہند تھے۔ آقائے نعمت تاج العلماء والعظماء، قاضی القضاۃ سیدنا ومرشدنا واستاذنا حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان، ایک باکمال عالم دین، عمدہ فقیہ تقویٰ وطہارت کے منبع اور خانوادۂ رضویہ کے وارث تھے، بلاشبہ میرے استاذ ومرشد گرامی ومرشد اجازت، تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تاجدار ولایت حضور مفتی اعظم ہند کے بعد عقائد حقہ اور سلسلہ رضویہ کو فروغ دینے میں شب وروز مصروف عمل رہے اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضون کے روحانی فیوض برکات کو ملک وبیرون ملک عام وتام کیا، اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت مقصد کو حیات مانتے رہے ہیں خود ارشاد فرماتے ہیں؛

مسلک اعلیٰ حضرت کی قائم رہو زندگی دی گئی ہے اسی کے لئے

اور فرماتے ہیں:

جہاں میں عام پیغام شہ احمد رضا کر دیں پلٹ کر پیچھے دیکھیں پھر سے تجدید وفا کر دیں

۱۹۸۷ء یا ۱۹۸۸ء کی بات ہے جب کہ میری عمر ۸ یا ۱۰ سال کے قریب تھی اور علم دین کے حصول میں مصروف تھا اس دوران حضرت مرشد علیہ الرحمۃ والرضوان ناگپور مہاراشٹرہ تشریف لے گئے تھے حاجی انیس کانچ والے کے گھر پر چاند محلہ بنگالی پنجہ میں حضرت کا قیام تھا تب میرے بڑے بھائی ومربی حضرت مولانا محمد قاسم رضا صاحب قبلہ امجدی مدظلہ النورانی نے مجھے میرے مرشد حضور تاج الشریعہ کا دیدار کرایا۔ دیدار کیا خوب کیا، جی بھر کر کیا، بار بار دیدار سے مشرف ہوا۔ پہلی ہی نظر میں دل کو موہ لیا نظر ہے کہ ہٹتی ہی نہیں، کیا نورانی چہرہ، خوبرو، پاکیزہ صورت وسیرت کے مالک، علمی جاہ وجلال تقویٰ و پرہیزگاری کے آثار روئے انور پر نمایاں۔ علماء وعوام زانوئے ادب طے کئے خاموش، کسی کو تکلم کی مجال نہیں۔ فوراً میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم ہے میرے حضرت پر اتنے میں حضرت کے خادم نے عرض کیا کہ حضور کچھ طلبا داخل سلسلہ ہونا

چاہتے ہیں حضرت تخت پر اور سارے لوگ نیچے زانوئے ادب طے کئے ہوئے تھے حضرت نے فرمایا پڑھو "لا الہ الا اللہ" اور دیگر کلمات پڑھوا کر ہاتھوں میں ہاتھ لے کر مجھے اور میرے دیگر ساتھیوں کو مرید فرما کر نجات کا پروانہ عطا فرمایا۔ داخل سلسلہ ہونے سے قبل ایک بار اور داخل سلسلہ ہونے کے بعد برابر بریلی شریف سال میں دو تین حاضری ہوتی رہی اور حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے فیوض و برکات سے مستفیض و مستنیر ہوتا رہا۔ جب ۱۹۹۸ء میں اہل سنت کی عظیم درس گاہ الجامعۃ الاشرفیہ سے فارغ ہوا میرے برادر اکبر اور سرپرست حضرت مولانا محمد قاسم رضا اور میرے والدین کریمین اور خود میرے شوق نے مجھے علم کی راہ پر مزید گامزن کر دیا۔ کافی فکر و تدبر کے بعد ۲۰۰۰ء کے اوائل ماہ میں تخصص فی الفقہ کرنے بریلی شریف حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا حضور استاذ الفقہا تاج الشریعہ، بدر الطریقہ، علیہ الرحمۃ والرضوان نے چند سوالات اور ردالمحتار کی عبارت پوچھی ناچیز نے بتایا تو حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے پھر حضرت نے مجھ سے میرا نام پوچھا میں نے عرض کیا محمد عاصم رضا ازہری تو حضرت نے فرمایا بلکہ یہ نام بولا اور لکھا کرو "محمد عاصم رضا قادری" پھر میں نے حضرت سے قیام و طعام کے متعلق عرض کیا تو حضور پیر و مرشد نے فرمایا مہمان خانہ میں رہیں، داخلہ اور حضرت کی شاگردی ملنے پر اور اپنے مرکز عقیدت میں بار بار حاضری کا موقع ملنے پر میری خوشی کی انتہا نہ رہی سرکار حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کی مواجہ میں جہاں میرے مرشد برحق علیہ الرحمۃ والرضوان آرام فرما ہیں قیام کا موقع ملا۔ اب میں اور میرے دو ساتھی خلیفہ حضور تاج الشریعہ مولانا عبد الرحیم نشتر فاروقی صاحب و خلیفہ تاج الشریعہ مفتی یونس صاحب اویسی مدظلہما حضرت سے درس لینے لگے ساتھ ہی درس اس وقت تک شروع نہ ہوتا جب تک شہزادہ تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ تشریف فرما نہ ہوتے کبھی ناچیز اور کبھی بلکہ زیادہ تر شہزادہ گرامی وقار بخاری شریف اور دیگر کتابوں کی عبارت پڑھا کرتے عبارت کی صحت اور روانی ایسی ہوتی حضرت کے سارے تلامذہ اور سامعین عش عش کرتے اور کیوں نہ ہو کہ شہزادہ تاج الشریعہ الولد سر لابیہ کے تحت ماشاءاللہ علم و فضل، زہد و تقوی، تدین و پرہیزگاری میں بے مثال ہیں ضلع بریلی کے قاضی ہیں، پابندی وقت کے ساتھ حضرت کی زندگی ہی سے مسند افتا پر جلوہ گر رہا کرتے ہیں، خاندانی رسم و رواج کے مطابق مسئلہ رضاعت اور اس کے علاوہ دیگر فتاوے تحریر فرماتے ہیں اور اپنے خانوادہ کے علم و عمل کے سچے جانشین ہیں والحمدللہ علی ذالک حضور پیر و مرشد علیہ الرحمۃ والرضوان جب بریلی شریف میں تشریف فرما ہوتے تو روزانہ پابندی وقت سے بخاری شریف اور دیگر کتابوں کا درس دیتے درس و تدریس میں ایسا پیرایہ بیان کہ طالب علم کو شرح صدر ہو جاتا اور کتاب کے مقصد پر پورے طور سے مطلع ہو جاتا، یہ میرے تاج الشریعہ کا کمال ہے کہ آپ محض عبارات کا ترجمہ ہی نہیں کرتے بلکہ ایک محرم راز کی حیثیت سے حدیث شریف اور دیگر مضامین کے مطالب و مفاہیم بیان بھی کرتے تھے، آپ نے محض الفاظ کا لفظی لغوی تقاضا ہی پورا نہیں کرتے بلکہ عبارات کے منشا اور مدلول کو بھرپور انداز سے اجاگر کرتے، ہر ترجمہ شستہ زبان و شائستہ بیان کا حامل اور حشو و زوائد سے پاک ہوتا تھا جس کا بین ثبوت آپ کی موجودہ کتابیں ہیں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان جب بخاری شریف کی کسی حدیث کا درس دیتے تو اتنی کتابوں سے ناقدین و حاسدین کے اعتراضات کا جواب دیتے کہ وہ لوگ ماننے پر مجبور ہو جاتے عینی کی ساری جلدوں کی اکثر عبارتیں آپ کو زبانی یاد تھیں درس حدیث کے دوران ہمارے مذکورہ ساتھیوں کے علاوہ جامعہ منظر اسلام کے اکثر اساتذہ، طلبہ حاضر رہتے مثلاً مرحوم مولانا ایوب صاحب جامعہ منظر اسلام افروز بھائی و اقبال بھائی و دیگر زائرین، آواز رضا مسجد کے گیٹ تک جاتی آواز و انداز سے معلوم ہوتا تھا جیسے امام

بخاری اور اعلیٰ حضرت و سرکار مفتی اعظم ہند کا علم بول رہا ہو اور جب حدیث پاک کی شرح فرماتے تو معلوم ہوتا جیسے ڈائریکٹ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ سے فیضان ہو رہا ہے جس کا بین ثبوت حضرت پیر و مرشد کی کتاب حاشیہ الازہری اور شرح حدیث نیت لائبریری میں موجود ہے جن میں آپ نے ایک ہی حدیث ،انما الاعمال بالنیات کی ایسی تشریح و توضیح فرمائی جس میں موجودہ دور کے نام نہاد اہل حدیث اور ان کے علاوہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے استدلال کا تسلی و تشفی بخش جواب دے کر مذہب حنفی کی فوقیت اجاگر کر دی ہے اور ایسی شرح و بسط کہ ایک کتاب کی شکل اختیار کر لی ہے، کیا یہ کتاب استاذ الفقہا سلطان الفقہا علیہ الرحمہ کے محدث ہونے پر دال نہیں ہے؟ ہے اور ضرور ہے اس کے علاوہ سیکڑوں کی تعداد میں درس کی کیسٹیں ہیں جو درس بخاری شریف و دیگر درسوں سے مزین و موجود ہیں اسی طرح آپ کی کتاب آثار قیامت ہے جس میں ایک کنز العمال جلد ۱۴ رکی حدیث کی ایسی تشریح فرمائی ہے کہ ۹۴ رصفحے کی کتاب بن گئی ہے جسے پڑھ کر علما و طلبہ اور عوام الناس اپنے آپ کو خوف خدا اور اعمال صالحہ سے مزین کرتے ہیں اور یہ سب کتابیں آپ کے محدث اور مفکر ہونے پر شاہد ہیں۔

ناچیز نے سیدی مرشدی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان سے بخاری شریف کے علاوہ سراجی، رسم المفتی، زبدۃ التوقیت، اور سیدی و سندی سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کا رسالہ اجل الاعلام ان الفتوی علی قول الامام بھی بلاناغہ و بالاستیعاب پڑھا ہے یہ رسالہ اور اسکا انداز بیان ہمارے لیے کچھ دشوار تھا مگر استاذنا المکرم حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سہل سے سہل تر کرکے پڑھاتے اور سمجھاتے تھے تدریب افتا کراتے جوابات کی صحت و فساد کی نشان دہی فرماتے تھے۔ جزئیات کی طرف اشارہ فرماتے اور اس کے تلاش کا حکم دیتے کبھی کچھ کتابوں کا املا کراتے جلدی میں کچھ غلطی ہوتی تو سمجھاتے اور صحیح لکھنے کی تلقین کرتے ،اکثر علما حضرت کے سامنے کچھ بولنے اور لکھنے سے گھبراتے تھے۔ ایک مرتبہ میرے ایک ساتھی نے حضرت سے عرض کیا کہ حضور رات کی طرح دن میں بھی پڑھا دیں تو حضرت نے فرمایا میں دین ہی میں پڑھاتا ہوں (یعنی دین کی باتیں پڑھاتا ہوں دنیا کی نہیں) ایک مرتبہ مجلس میں ایک صاحب متدیَّن کو متدِیّن پڑھ رہے تھے تو حضرت نے فوراً ارشاد فرمایا: متدیّن نہیں، متدیَّن ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کئی زبانوں پر آپ کو ملکہ خاص عطا فرمایا انگریزی، اردو، اور عربی جس پر آپکی اردو اور عربی نعتیہ شاعری شاہد عدل ہیں ،عربی زبان کے جدید و قدیم اسلوب پر آپ کو ملکہ راسخ حاصل تھا ،علماء تحریر فرماتے ہیں جامعہ ازہر کے دور طالب علمی میں جب آپ کا عربی کلام ازہر کے شیوخ سنتے تو کلام کی سلاست و نزاکت اور حسن ترتیب و بیان پر جھوم اٹھتے اور کہتے کہ یہ کلام کسی غیر عربی کا محسوس ہی نہیں ہوتا ،استاذنا المکرم حضور محدث کبیر دامت برکاتہم العالیہ تحریر فرماتے ہیں 'حضرت علامہ ازہری کو میں نے انگلینڈ' امریکہ' ساؤتھ افریقہ' زمبابے وغیرہ میں برجستہ انگریزی زبان میں تقریر و وعظ کرتے ہوئے دیکھا۔ اور وہاں کے تعلیم یافتہ لوگوں سے آپ کی تعریفیں بھی سنی اور یہ بھی سنا کہ حضرت کو انگریزی کے اسلوب پر عبور حاصل ہے۔

غرض میرے تاج الشریعہ علیہ الرحمہ والرضوان جملہ علوم و فنون کے جامع اور تقویٰ و طہارت کے نیر تاباں تھے، آپ قطب زمانہ، غوث زمانہ اور خانوادہ رضا کے علمی وراثت کے سچے امین تھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے علوم و فنون عطائی تھے، بہت سے پرانے علوم جسکے افراد ناپید ہو گئے ہوں، اس پر بھی دسترس رکھتے تھے۔

جب' قصیدتان رائعتان' سنیوں کی عالمی درسگاہ جامعۃ الرضا میں پہلے پہل داخل نصاب ہوئی تھی، کسی نے اس کتاب کے

ایک شعر کا مطلب پوچھا تو آپ نے برجستہ اسکا ترجمہ بتایا اور تشریح فصیح وبلیغ انداز میں فرمائی، ساتھ ہی سرکار اعلی حضرت کے حواشی کے علاوہ دوسرے لوگوں کے حواشی پر بھی تنقید فرمائی تو شیخ سید عمر سلیم بغدادی دام ظلہ العالی جو مجلس میں موجود تھے برجستہ فرمایا: 'ھٰذا ینوز من اٰبائک' یہ سب آپ کے آباو اجداد کا فیضان ہے سیدی سندی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے حضور مفتی اعظم کے لئے فرمایا تھا۔

یہ نوری چہرہ یہ نوری ادائیں سب یہ کہتے ہیں
شبیہ غوث ہو، نوری میاں ہو اور رضا تم ہو

آج میں یہ شعر مستعار لیکر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں نذر کرتا ہوں۔ کہ بیشک آپ غوث و رضا اور نوری میاں ہیں۔

اس نعمت کا اعتراف میرے مرشد علیہ الرحمہ نے خود اپنے مقطع میں کیا ہے:

جناب مفتی اعظم کے فیضان تجلی سے شبستان رضا خیر سے اختر رضا تم ہو

ازہری گیسٹ ہاؤس میں سوال و جواب کی محفل جو ہر ہفتہ منعقد ہوتی اور انٹرنیٹ وغیرہ پر جو سوالات ہوا کرتے آپ فورا اسکا جواب تشفی بخش دلائل و براہین سے بھر پور دیتے۔ عوام وخواص سبھی آپ سے محبت کرتے اور آپ بھی سبھی سے محبت کرتے، علماء تلامذہ مہمان وغیرہ جب آپ کے پاس آتے تو آپ انکے لئے ناشتہ منگاتے اور ضد کر کے کھلاتے معذوری سے پہلے کبھی کبھی خود بھی چائے ناشتہ کی ٹرے اندر سے باہر لاتے۔

حضور کے مزاج میں جلال کے ساتھ جمال بھی تھا، کبھی کبھی آپ خوش مزاجی فرماتے ایک مرتبہ خادموں سے فرمانے لگے عسجد بھائی کہاں ہیں؟ کیوں کہ انکے درمیان یہی محاورہ جاری تھا، یہ جملہ سن کر سننے کو جی چاہتا تھا، سوداگران کے لوگ اکثر کہا کرتے تھے کہ جیسے ہم لوگ حضرت کی جوانی کے عالم میں حضرت سے ڈرتے اور حضرت کا احترام بجالاتے تھے اب بھی ہمارے دل اس سے پُر ہیں، بہر حال حضرت کی ذات ستودہ صفات مرجع خلائق تھی جہاں جاتے عوام وخواص کی بھیڑ امنڈ پڑتی اور اپنے سارے کام چھوڑ کر حضرت کی ملاقات اور زیارت کو دوڑ پڑتے تھے، ۱۸ جولائی ۲۰۱۸ کا دن تھا اپنے احباب سے معلوم ہوا کہ حضرت مشن ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہیں جناب قاری غلام مرتضی صاحب سے معلوم ہوا کہ ہاں تھوڑی نمک کی کمی واقع ہوئی تھی اور گھر واپس آنے والے ہیں میں سوچا کہ کل جمعرات کا دن ہے حضرت کے کاشانہ مبارک پر زیارت کرلیں گے پھر جمعرات کو معلوم کیا تو پتہ چلا کہ حضرت ابھی کسی وجہ سے تشریف نہیں لائے ہیں بہر حال حضرت بعد مغرب تشریف لائے اور اس دن زیارت نہ ہوسکی۔ کل ہو کر جمعہ کی صبح چار بجے نیند کھل گئی فجر پڑھ کر نہانے دھونے کی تیاری شروع ہوگئی وضع قطع سب درست کرالیا ذہن میں ایک ہی بات تھی حضرت سے ملاقات کو جانا ہے سارے کام بڑی تیزی سے ہوگئے اور بعد نماز جمعہ تین بجکر پچیس منٹ پر روانہ ہوا، درگاہ شریف پہنچ کر عصر کا وقت ہوا نماز پڑھی اور جناب قاری مرتضی صاحب سے ملاقات سے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آج ملاقات مشکل ہے، کچھ ہی دیر کے بعد مرکزی دارالافتاء میں پہنچ کر میں اور کرناٹک کے کچھ مہمان چائے پی کر فارغ ہوئے اتنے میں مغرب کی اذان ہونے لگی اور معاخبر آئی کہ حضرت کی طبیعت ناساز ہوگئی ہے اندر جاکر دیکھا تو کہرام برپا ہے سبھی کی آنکھیں نم ہیں اور حضرت تاج الشریعہ محو استراحت ہیں سینے پر نعلین شریفین ہیں اور سارے احباب کی زباں پر جاری ہے۔

کعبے کے بدرالدجیٰ تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

کافی دیر تک افراتفری اور آہ و فغاں کا ماحول تھا، اسی عالم میں شہزادہ تاج الشریعہ علامہ عسجد رضا خاں قادری مدظلہ النورانی سے کیفیت معلوم کی تو آپ نے ارشاد فرمایا حضرت مغرب کی نماز کی تیاری کر رہے تھے وضو کے لئے تشریف لے گئے تھے مگر سانس تیز چلنے لگی، اللہ کا فرستادہ فرشتوں کی بارات لیکر زمین پر اتر پڑا اور اسکے برگزیدہ بندے کی روح کو لیکر فرشتوں کی جھرمٹ میں عرش علی کی طرف رواں دواں ہوگیا معلوم ہوا کہ ۲۲:۷ منٹ پر اللہ اللہ کی صدائیں لگاتے جان جاں آفریں سے مل گئی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

تا مجھ مرتے ہیں زندگی کے لئے　　جینا مرنا ہے سب کچھ نبی کے لئے
اختر قادری خلد میں چل دیا　　خلد وا ہے ہر اک قادری کے لئے

اس سے کچھ دنوں قبل تفسیر سورہ الم نشرح کا مطالعہ کیا تھا اس میں سرکار اعلیٰ حضرت نے اپنے والد گرامی کے انتقال کے وقت کے حالات تحریر فرمائے ہیں اور ہو بہو یہی تحریر فرمایا ہے میرے ذہن میں وہ بات یاد آ گئی، اور بے ساختہ زبان سے نکلا واہ رے رضا کا لاڈلا زندگی میں تو اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہی رہے اور کردار و عمل سے انکی خوب خوب جانشینی کی وصال کے وقت انکی جانشینی فرما گئے۔

ابر رحمت انکے مرقد پر گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

من مات یقول اللہ　　ذالک الخالق محیاہ
رسل اللہ تلقاہ　　البشر عند محسناہ
الرضوان لہ نزل　　جنۃ خلد ماواہ

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان شرعی کونسل آف انڈیا، مرکز الدراسات اسلامیہ جامعۃ الرضا و مرکزی دارالافتاء کے بانی اور سربراہ اعلیٰ اور پورے ملک کے اکابر واصاغر علماء اہل سنت کے مرجع، ملک وبیرون ملک میں اہل سنت و جماعت کے پھیلے ہوئے ہزاروں لاکھوں اداروں مدارس و جامعات اور مذہبی منصوبوں کے سرپرست وصدر تھے لاکھوں لاکھ طالبان حق کے مرشد کامل اور استاذ ہیں، حضرت جب بریلی شریف سے باہر ہوتے سوداگران کی گلیاں یکسر خالی ہوتی اور جب تشریف لے آتے چاہے صبح ہو چاہے شام چاہے رات ہو خلق خدا حاضر اور یہ صرف بریلی شریف ہی کی بات نہ تھی بلکہ ہر جگہ ہر بستی، ہر محلہ میں یہی حال ہوتا اور آپ ہی کی گونج ہوتی۔

بستی بستی قریہ قریہ　　تاج الشریعہ تاج الشریعہ

الحمد اللہ اب تو یہ نعرہ سچے سنیوں کی پہچان ہوگئی ہے۔ ھذا فضل اللہ یوتیہ من یشاء، اسی لئے عوام وخواص بلکہ اپنے طلبا سے یہ کہتا ہوں کہ خانوادہ رضا پر بالخصوص حضور تاج الشریعہ پر اللہ کا فضل خاص ہے، حاسدین اور معاندین جتنے ہو جائیں، لیکن اللہ کے

فضل کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اور آپ سبھی کا مشاہدہ ہے کہ جس نے بھی ٹکر لینے کی کوشش کی خود ہلاک ہوا برباد ہوا گمنام ہوا ☐

سب ان سے جلنے والوں کے گل ہو گئے چراغ
احمد رضا کی شمع فروزاں ہے آج بھی

مجھے کیا فکر ہو اختر میرے یاور ہیں وہ یاور
بلاؤں کو جو میری خود گرفتار بلا کر دے

یہ بھی حقیقت ہے کہ آدمی جس کسی کے جتنا قریب ہوتا جاتا ہے دوری کی راہ ہموار ہوتی جاتی ہے لیکن میرے مرشد کی وہ ذات ہے، آدمی جتنا قریب آپ سے ہوتا گیا عقیدت میں اضافہ ہوتا گیا، دوری کی راہ نہ ملی، اس چوکھٹ کی غلامی اختیار کرنے کے بعد کہیں کی غلامی راس نہ آئی، میرے مرشد مختلف الجہات تھے، زمانہ نے آپ کو غوث، قطب، ولی، تاج العلماء، تاج الفقہا، جانشین اعلیحضرت، وجانشین مفتی اعظم ہند وقاضی القضاۃ فی الہند کے القابات سے یاد کیا، اور پوری دنیا آپ سے اکتساب فیض کو اپنے لئے فخر سمجھتی تھی، میرے مرشد کی عنایات بہت ہیں، چند سالوں قبل مفتی یونس صاحب قبلہ کے دور صدارت میں جامعۃ الرضا کے اساتذہ اور خود مفتی یونس صاحب قبلہ کی موجودگی میں سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ برکاتیہ نوریہ کی اجازت وخلافت سے بھی سرفراز فرمایا، اپنے اس محسن کی جدائی کا غم کیسے بھلاؤں؟ دل کو کیسے سمجھاؤں؟ کیا سمجھاؤں؟ دنیا کی چمک دمک ماند پڑ گئی ہے، احباب کی محفل کا رنگ پھیکا پڑ گیا ہے، کل تک رضوی دولھا کے آمد کی دھوم تھی، نگاہیں ہر سو ڈھونڈتی تھیں، آج وہ دولھا کہاں ہے؟ ہر چمن ہرا انجمن اجڑا ہوا دیار لگتا ہے۔

کہاں ہے وہ مرشد جو غم کا مداوا تھا بے سہاروں کا سہارا تھا حاجتمندوں کی حاجت روائی کرتا تھا جس کا دیدار پژمردہ دلوں کو خوشی بخشتا تھا اور گمراہوں کو راہ راست پر لا کر کھڑا کرتا تھا جس کا جلال، جلال فاروقی تھا جو چاند تھا، سورج تھا، جس سے سارا عالم منور تھا جسکی ایک جھلک سے کفر کی تاریکی چھٹ جاتی تھی، اور کفر والحاد کی زنجیریں ٹوٹ جایا کرتی تھیں، جو ہمارا ماوا تھا ملجا تھا، یہ چند جملے ہیں۔ گر قبول افتد زہے عز وشرف۔

اللہ تعالیٰ حضور پیر ومرشد کی قبر پر رحمت ونور کی بارش فرمائے اور ان کے درجات مزید بلند فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

***

تاج الشریعہ اور تفقہ فی الدین

مولانا محمد عارف حسین رضوی مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم جلالپورہ بنارس یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی نور و شرف ھذہ الامۃ الضعیفۃ بوجود محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وآدم منجدل منہ مج فی الطین والصلوٰۃ علی افضل البشر المخصوص بطیب التشر وعلی آلہ واصحابہ الغر قال تبارک وتعالیٰ فی کتابہ الاعلیٰ یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات۔

تاج الشریعہ جیسی نابغۂ روزگار شخصیت جو اپنے زمانے میں حق آگاہ حق پسند اور حق گو کی حیثیت سے وحید عصر اور فرید دہر ہے اس بلند پایہ ہستی کے تعلق سے مجھ جیسے ناچیز کے لئے کچھ زیب قرطاس کرنا سعادت مندی کے سوا کچھ نہیں۔ تفقہ فی الدین ایسا اثاثہ ہے کہ اس دولت گراں مایہ کو دل کی تجوری میں مقفل نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس کا رشتہ و ناطہ کسب وحصول کے تانے بانے تک محدود ہے اس کا آشیانہ اتنا بلند ہے کہ ہر صاحب فضل وکمال اپنی جلالت علم اور فکری بلندیوں کے بل بوتے پر اس پر کمند نہیں ڈال سکتا اگر قرآن وحدیث کا عمیق نظر سے مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت واشگاف ہو جاتی ہے کہ تفقہ فی الدین کا تعلق کسب وحصول سے پہلے مشیت ایزدی اور ارادۂ الٰہی سے وابستہ ہے اس تعلق سے نبوی صراحت ہے من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین رب قدیر جس بندے کے ساتھ خیر وبھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے تفقہ فی الدین کی دولت لازوال سے مالا مال فرماتا ہے اس سے یہ بات یقین کے اجالے میں آجاتی ہے کہ علم صرف بندے کی کوششوں تک محدود نہیں رکھا گیا ہے بلکہ یہ دولت گراں قدر ارادۂ الٰہی اور مشیت ایزدی کی توفیق اور تفویض کا نتیجہ ہے یہی وجہ ہے کہ فقیہ اپنے منصب کے لحاظ سے قرآن وحدیث کی روشنی میں اخذ مسائل میں کسی خارجی دباؤ کو قبول نہیں کرتا ہے بلکہ قیاس کی متعینہ حدود کی پابندی کرتا ہے نیز صرف عملی احکام جاننے والوں کو فقیہ یا راسخ العلم نہیں کہا جاتا بلکہ علوم شرعیہ کی معلومات ومہارت کے بعد جو علمی بصیرت حکیمانہ بالغ نظری جلا، فکری احساس ذمہ داری پیدا ہوتا ہے اسی کو تفقہ فی الدین کہتے ہیں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے فتاویٰ میں بار بار اس کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ تفقہ کا رکن اعظم مقصد شرع کا ادراک اور احوال بلاد پر نظر ہے چونکہ نیرنگی زمانہ کی وجہ سے ہر دور میں گوناگوں مسائل کا پیدا ہونا لوازم عالم سے ہے۔ لہٰذا ہر نئے پیدا ہونے والے مسئلے کا حل نکالنے کے لئے اللہ کی رحمتوں سے مجتہدین کا سلسلہ قائم رہنا ضروری ہے مجتہد مطلق کا وجود ہر دور میں ضروری نہ سہی لیکن مجتہدین فی المذاہب یا مجتہدین فی المسائل کے وجود کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا امام ابن ہمام کے بعد اعلیٰ حضرت میں اک عظیم فقیہ کی خصوصیات اجتماعی طور پر نظر آتی ہیں اعلیٰ حضرت کے ہزاروں فتاوے اس پر شاہد ہیں کہ آپ اصحاب تمیز کے خواص سے یقیناً متصف تھے اور اصحاب تمیز کی جھلک نبیرۂ اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ کی ذات ستودہ صفات میں پائی جاتی ہے آپ کے فتاویٰ تاج الشریعہ ودیگر رسائل بالخصوص جدید ذرائع ابلاغ سے رویت ہلال کا ثبوت، چلتی ٹرین کا مسئلہ، وحدۃ الوجود کا مسئلہ، لاؤڈ اسپیکر پہ نماز کا مسئلہ، **التحقیق ان ابا ابراھیم تارح لا آزر، الصحابۃ نجوم**

الاھتدا، نهایة الزین فی تخفیف عذاب ابی لهب یوم الاثنین اس پر دال ہیں کہ آپ اعلیٰ حضرت کے پرتو ہیں۔

رہتا ہے نام علم سے زندہ ہمیشہ داغ
اولاد سے تو بس یہی دو پشت چار پشت

وہ کیا تھے؟۔۔۔۔۔کیسے تھے؟۔۔۔۔۔سنو! وہ نمونۂ سلف تھے۔۔۔۔۔دلیل خلف تھے۔۔۔۔خوش ادا تھے۔۔۔۔۔خوش مزاج تھے۔۔۔۔عظیم الشان اک سیف قضا تھے۔۔۔۔۔اندھیروں کے لئے شمع ضیاء تھے۔۔۔۔وہ کیسے تھے کیا بتاؤں وہ کیسے تھے۔۔۔۔وہ ایسا تھے کہ ع جو کچھ کہا تو ترا حسن ہو گیا محدود

اس دنیائے ناپائے دار میں رنگ برنگ کے پھول کھلتے ہیں اور اپنے خوشنما رنگ و بو سے انسانوں کے دل و دماغ کو معطر و مفرح کر کے اپنی ناپائے داری کا اعلان کرتے ہوئے مرجھا جاتے ہیں بلا تمثیل اس بزم گیتی میں کیسے کیسے پھولوں کی شکل میں مقتدر علماء، فضلاء، صلحاء، اولیاء، اتقیاء، اصفیاء، نقباء، نجباء، منصۂ شہود پر جلوہ بار ہوتے رہے اور ہر ایک نے اپنے اپنے علمی فیضان اور باطنی علم و نور سے اہل زمانہ کو روشنی و تابندگی بخش کر منارۂ نور و ہدایت بنادیا جنکی علمی ضیاء سے لوگ آج بھی مستفیض ہو رہے ہیں اور رہتی دنیا تک یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا آنے والا آتا ہے اور چند روز بہاریں لٹا کر یہاں سے چلا جاتا ہے مگر جو قوم اپنے ان محسنوں کے علمی فیضان اور کارناموں کو تاریخ کے دامن میں محفوظ کر لیتی ہے وہ قوم زندہ اور تابندہ رہتی ہے اور جو قوم اپنے ان محسنوں کے کارناموں کو بھلا دیتی ہے دنیا ان کو بھلا دیتی ہے اور وہ قوم گمنامی کی وادیوں میں گم ہو جاتی ہے ایک تاریخی بات ہے بلکہ نظام قدرت ہے کہ جس دور میں جس صلاحیت و قوت کے مبلغ کی ضرورت تھی اور زہر کو جس تریاق کی حاجت تھی وہ اس امت کو عطا ہوا۔

چنانچہ ان نفوس قدسیہ، گلہائے شریعت میں سے ایک جاذب نظر گل قادری گلشن میں کھل اٹھا جنہیں تاج الشریعہ کہا جاتا ہے فخر ازہر کہا جاتا ہے وارث علوم اعلیٰ حضرت کہا جاتا ہے جانشین حضور مفتی اعظم ہند کہا جاتا ہے جو بتوسط حضور مفتی اعظم ہند سلاسل اربعہ کی خوشبو لے کر ملک و بیرون ملک کے خواص و عوام کے دل و دماغ کو معطر و مفرح کر کے اس ناپائے دار دنیا سے یہ اعلان کرتے ہوئے ”کہ اے لوگو اسے پائے دار نہ سمجھنا اس پر بھروسہ مت کرنا“ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون

اختر قادری خلد میں چل دیا۔۔۔خلد وا ہے ہر اک قادری کے لئے

ہزاروں خوش عقیدہ پا گئے ایماں میں تابانی۔۔۔۔رخ پژمردہ پہ رنگ حنا تھے حضرت اختر
جہاں جہاں جدھر جدھر وہ ذات معتبر گئی۔۔۔۔تجلیات علم سے وہ سرزمیں نکھر گئی

آپ بلا خوف لومۃ لائم خواص و عوام میں سے جس کو بھی خلاف شرع عمل کرتے دیکھتے ان کی اصلاح فرماتے معاصرین میں آپ کا یہ طرۂ امتیاز رہا آپ کی بارگاہ میں جو آتا مطمئن و مسرور ہو کر جاتا چنانچہ ایک مرتبہ علماء سنبھل جن کے ہمراہ ناچیز بھی تھا حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں دربارۂ ثبوت رویت ہلال بذریعۂ ٹیلیفون و موبائل، حاضر ہوئے حضرت نے وقت فراہم کیا گفت و شنید ہوئی اور ناچیز بھی، قسمیوا اور دیگر مسائل کے تعلق سے عرض داشت رہا حضرت نے تشفی بخش جواب ارشاد فرمایا اور پھر ناچیز پہ کرم فرمایا اور پوچھا کی آپ کیا کرتے ہیں میں نے کہا اجمل العلوم میں درس و تدریس کی خدمت انجام دے رہا ہوں پھر حضرت نے پوچھا کہ آپ کون کون سی، کتاب پڑھاتے ہیں میں نے شرح عقائد، ترمذی شریف اور اس کے علاوہ چند اور

کتابوں کے نام بتائے تو حضرت نے تبسم فرما کر خوشی کا اظہار کیا اور اپنی مقبول دعاؤں سے نوازا یہ حضرت کی میرے اوپر نوازش اور کرم فرمائی تھی۔ الغرض حضرت کے جواب باصواب سے مطمئن ہو کر سبھی علماء خوشی خوشی اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو گئے۔ یہ ہیں حضور تاج الشریعہ جن کے اندر سیدی سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی ظاہری و باطنی جھلک نظر آتی تھی۔

کون تاج الشریعہ؟۔۔۔ جن کی حیات کا گوشہ گوشہ خدمت خلق، تعمیر انسانیت احقاق حق، ابطال باطل، امر بالمعروف، نہی عن المنکر کے جذبات سے لبریز اور معمور تھا، سربلندی کے خیالات سے بھی اونچا ہے ترے کردار کے اعمال کا ہر قدم، جواب کیا ترے ایثار واستقامت کا ترا یقین مکمل کمال ٹھہرا آپ ایک درویش دور اندیش۔ سنجیدہ مزاج، روشن خیالات، دیدہ ور، صاحب فہم وفراست، بیعت وارشاد کی جی دنیا میں پاکباز شیخ طریقت تھے، چنانچہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے پندرہویں صدی کے مجدد کے سلسلے میں متعدد حضرات کے صدائیں بلند ہو رہی تھیں کچھ پروفیسر مسعود کے لئے، کچھ الیاس قادری کے لئے کچھ طاہر القادری کے لئے اور کچھ حضور مفتی اعظم ہند کے لئے نعرہ لگاتے تھے، عرس رضوی کے موقعہ پر حضور تاج الشریعہ ازہری مہمان خانے میں قل شریف کا اہتمام فرمایا کرتے تھے اور ناچیز کبھی کبھی ازہری مہمان خانے میں قل شریف میں شرکت کرتا حسب دستور قل شریف کی محفل منعقد ہوئی اور ناچیز کی بھی شرکت تھی پروگرام شروع ہوا حضور تاج الشریعہ جلوہ بار تھے اناؤنسر صاحب نے ان سب کا ذکر کرتے ہوئے جن کے لئے مجددیت کے نعرے لگ رہے تھے حسین انداز سے حضور تاج الشریعہ کی طرف مجدد ہونے کا اشارہ کیا تاکہ حضور خوش ہو جائیں اور خوب خوب داد وتحسین ملے ناچیز کے دل میں خطرہ گزرا کہ آج حضور تاج الشریعہ اس اشارے کو پسند فرما کر خوش ہوتے ہیں یا اس کی تردید فرماتے ہیں اگر واقعی اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں تو یقیناً رد فرمائیں گے ورنہ ایسا نہ ہو کہ کہیں میری عقیدت مجروح ہو جائے۔ اناؤنسر صاحب نے کسی مقرر کا اعلان فرمایا اور حضرت پہلے ہی سے کرسی پہ جلوہ بار تھے آپ کے لئے اعلان بھی نہیں ہوا تھا جیسے ہی اناؤنسر صاحب بیٹھے حضرت نے فرمایا مائک لاؤ اور خود حضرت نے ہی دست اقدس بڑھایا اور گفتگو کی ابتدا اردو ہی سے ہوئی جس کو میرے دونوں کانوں نے سنا اور آنکھوں نے دیکھا اور دل نے محفوظ رکھا آپ فرما رہے تھے، میں کچھ نہیں ہوں مجدد وہ ہوگا جو کہ اعلیٰ حضرت کے معیار پر اترے گا، یہ ہیں تاج الشریعہ جنکو خود نمائی پسند نہیں اور برگزیدہ بندوں کی یہی شان ہوتی ہے۔

کس قدر سادہ اور بے داغ ہیں اوراق حیات۔۔۔ کس درجہ روشنی بخش ہیں ترے نقش قدم

اللہ رب العزت جملہ مسلمانان عالم بالخصوص پسماندگان کو صبر کامل اور اہل سنت وجماعت کو نعم البدل عطا فرمائے نیز آپ کے درجات کو بلند فرمائے آپ کی مرقد پر نور افشانی کرے آپ کے فیضان سے جملہ مریدین متوسلین متعلقین کو بہرہ ور فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

***

شاہکار زہد و تقویٰ۔ میرے تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد ساجد علی رضوی مصباحی، دار العلوم غوثیہ ضیاء القرآن، کراچی

شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر جگر گوشۂ حضور مفتی اعظم تاج الشریعہ علامہ شاہ محمد اختر رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے منظوم خراج عقیدت میں کہا تھا:

متقی بن کر دکھائے اس زمانے میں کوئی
ایک میرے مفتی اعظم کا تقویٰ چھوڑ کر

اس دور میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ کے زہد و تقویٰ کو دیکھ کر یہ شعر آپ کی ذات پر پوری طرح صادق آتا ہے:

متقی بن کر دکھائے اس زمانے میں کوئی
ایک میرے حضرت اختر کا تقویٰ چھوڑ کر

تقویٰ تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے۔ اسی لیے ہر دور میں اصحاب زہد و تقویٰ ہی اہل زمانہ کے پیشوا رہے ہیں۔ عقیدت مندوں کے ساتھ مخالفین کو بھی اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ اس دور میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ کی زندگی تقویٰ و پرہیز گاری میں اپنی مثال نہیں رکھتی۔ بلکہ اگر نظر دقیق سے دیکھا جائے تو اپنوں کی طرف سے آپ کی مخالفت کا ایک بڑا سبب آپ کا تقویٰ تھا۔ حضور تاج الشریعہ کی کوشش رہی کہ شریعت میں بندوں کے لیے جو رخصتیں حسب ضرورت موجود ہیں، ان کو وقت ضرورت ہی عمل میں لایا جائے، اور باب رخصت اتنا کشادہ نہ کیا جائے جو مزاج شرع کے خلاف ہو، اسی نیک جذبہ کو ارباب رخصت نے اپنی مخالفت گمان کر کے آپ سے دوری اختیار کی۔ حالانکہ آپ کی اس اعلیٰ فکر اور مستقبل بینی کو قبول نہ کرنے والے بھی آج کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ حفظ شرع اسی موقف میں ہے جسے حضور تاج الشریعہ نے اختیار کیا ہے۔ آپ نے اپنے اور پرائے کی تمیز کے بغیر شریعت کی بالادستی قائم رکھی۔

اور رہی آپ کی ذاتی زندگی تو وہ تقویٰ کے اس اعلیٰ معیار پر تھی جہاں کم ہی لوگوں کی رسائی ہوتی ہے۔ آپ نے تقویٰ کی جن باریکیوں کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا وہ اس دور میں کہیں اور دیکھنے کو نہیں ملتا۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ کی تقویٰ شعار حیات طیبہ سے چند پہلو یہاں پیش ہیں، جو اس سراپا تقویٰ ہستی کی حیات کے صرف چند گوشے ہیں۔ بارگاہ تاج الشریعہ کے حاضر باشوں نے جو کچھ دیکھا وہ اس سے زیادہ ہے۔ اور جو پہلو پوشیدہ رہ گئے وہ الگ ہیں، بہر حال ان کے مطالعہ سے آپ کی تقویٰ شعار زندگی کا اجمالی خاکہ نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے اور قاری کے دل میں تقویٰ اختیار کرنے کی للک پیدا ہوتی ہے۔

عزیمت پر عمل

زخم کی جگہ پر پٹی بندھی ہے اور اسے کھول کر پانی بہانے سے ضرر ہو تو پٹی پر مسح کرے، یہ فتویٰ ہے۔ اور تقویٰ کیا ہے وہ ذرا حضور تاج الشریعہ کی زندگی میں ملاحظہ کریں۔

جب آپ کی آنکھ کا آپریشن ہوا تو ڈاکٹر نے آنکھ پر پٹی باندھ کر اسے پانی سے بچانے کی سخت تاکید کی۔ فتویٰ کی رو سے پٹی پر مسح کر لیتے تو کوئی حرج نہ تھا، مگر ارباب عزیمت نے رخصت کے دامن میں پناہ لینے کے بجائے تقویٰ ہی کو اپنا شعار بنایا ہے۔ لہٰذا جب بھی وضو کی ضرورت ہوتی آپ اس پٹی کو ہٹا دیتے اور آنکھ پر پانی لگاتے، نہ اندیشہ ضرر ہے نہ خوف تکلیف۔ حکم شرع کی پاسداری اور تقویٰ کے جذبہ دروں نے اندیشہ ضرر سے بے نیاز کر دیا تھا۔

شدت تکلیف میں طہارت کا اہتمام

جب پے در پے امراض کے سبب اخیر عمر میں نقاہت بڑھ گئی۔ اسی حالت میں ہاسپلائز ہونا پڑا، اور حالت یہ تھی کہ حرکت کرنے سے بھی تکلیف ہوتی، اس کے باوجود نماز کے لیے تیمم نہیں کرتے بلکہ وضو کر کے ہی نماز ادا فرماتے۔

بڑھتی عمر اور بیماری کے بعد انسان کو طہارت کیا دوسری چیزوں کا بھی خیال نہیں رہ جاتا، مگر اللہ اکبر! وضو کے اہتمام کا یہ حال تھا، ایک دن خادم نے وضو کرایا اور پاؤں پر پانی ڈالا، پاؤں میں سینسبلیٹی (Sensibility) کم ہونے کی وجہ سے آپ کو احساس نہیں ہوا کہ پاؤں پر پانی ڈال دیا گیا ہے، فرمایا: پاؤں پر پانی ڈالو۔ خادم نے دوبارہ پانی ڈالا مگر آپ کو احساس نہیں ہوا، پر جلال ہو کر فرمایا: پاؤں پر پانی ڈالو! خادم نے محسوس کر لیا کہ حضرت کو پانی کا احساس نہیں ہو رہا ہے تو عرض کیا: حضور! میں نے پاؤں پر پانی ڈال دیا ہے مگر سینسبلیٹی (Sensibility) کمزور ہونے کی وجہ سے آپ کو احساس نہیں ہوا۔ جب اتنا سنا تو چہرۂ اقدس پر بشاشت کے آثار نمایاں ہو گئے۔ اس کمزوری اور شدت تکلیف میں طہارت کا یہ اہتمام دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے۔

بیماری اور قیام نماز

سفر حرمین کے دوران حضرت کا قیام جدہ میں تھا۔ باتھ روم میں پھسلن تھی، حضرت جب اندر تشریف لے گئے پاؤں پھسل گیا، جس کے سبب اٹھنے بیٹھنے اور حرکت کرنے سے درد کا صاف پتا چلتا تھا، مگر اس قدر احساس تکلیف کے باوصف نماز کھڑے ہو کر ہی ادا کرتے۔ خدام نے عرض حضور! نماز بیٹھ کر ہی ادا فرمالیں۔ مگر آپ نے اسے قبول نہ کیا اور نماز مکمل کھڑے ہو کر ادا کرتے رہے۔ اس شدت تکلیف کے سبب اگر نوافل ترک کر دیتے تو حرج نہ تھا، مگر اس دوران نوافل بھی پابندی سے ادا کرتے رہے۔

نماز کی حیران کن پابندی

حیات ظاہری کے اخیر سال میں جب آپ کو دہلی ہاسپٹل میں ایڈمٹ کیا گیا، وقت معلوم کیا تو پتا چلا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے، فرمایا: مجھے وضو کراؤ! جب تاخیر کا احساس کیا تو اگرچہ آپ " آئی، سی، یو وارڈ" میں ایڈمیٹ تھے، اور حد درجہ نقاہت اور قسم قسم کی مشینوں اور تاروں میں گھرے ہوئے تھے، اس تقویٰ کے شاہکار نے کسی کی پرواہ کیے بغیر سارے تاروں کو اپنے جسم سے جدا کر کے نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ دیکھنے والے حیران رہ گئے اور اپنے رب کی بارگاہ میں حاضری کا وفور شوق دیکھ ڈاکٹر نے ہتھیار ڈال دیے اور " آئی، سی، یو" کی پابندیوں کو ہٹا دیا۔

حضرت کے بیڈ سے کچھ فاصلہ پر امریکہ کا ایک مریض موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا تھا، کڈنی فیل ہو چکی تھی، ڈاکٹر بھی

جواب دے چکے تھے، اور اہل خانہ کے ساتھ مریض بھی نا امیدی کے اندھیرے میں ڈوب چکا تھا، جب اس حالت میں نماز کے ساتھ حضرت کی کمال وارفتگی دیکھی تو وہ اپنی ماں سے بولا: یہ بزرگ جس جگہ اپنی پیشانی رکھ رہے ہیں اس جگہ کو چوم لو اور وہاں ہاتھ لگا کر کے مجھ پر پھیر دو! اب یہ تو وہی جانے کے اسے کیا کچھ نظر آ رہا تھا۔ اس نے کہا: مجھے اس طرح لٹاؤ کہ میں انہیں دیکھ سکوں، اسے کمر کے سہارے اونچا کر کے لٹا دیا گیا۔ کہنے مجھے ان کی دید سے طاقت محسوس ہو رہی ہے، اور اب مجھ میں جینے کی امنگ نظر آ رہی ہے میں جینا چاہتا ہوں۔ اور پھر یہ حیرت انگیز منظر نگاہوں کے سامنے آیا کہ وہ شخص شفایاب ہو کر وطن لوٹ گیا۔

اڑیسہ کا سفر اور اہتمام نماز

نماز کا وقت ہونے کے بعد ادائے نماز کے لیے حضرت کی بے چینی قابل دید ہوتی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ اب کسی اور کام کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہ گئی۔ اڑیسہ کے سفر میں نماز کا وقت تنگ ہو گیا۔ حضرت جلال میں آ گئے اور فرمایا: جلدی گاڑی روکو! جلال دیکھ کر سب سہم گئے۔ قریبی ہوٹل کا کمرہ کھلوا کر نماز ادا کی، نماز سے فارغ ہوتے ہی چہرے پر خوش گواری کے آثار نمودار ہوئے، ورنہ جلال ایسا کہ بات کرنا مشکل۔ اور بار بار دیکھا گیا کہ نماز سے پہلے کیسا بھی جلال کیوں نہ ہو، نماز کی ادائیگی کے بعد وہ جلال، جمال میں بدل جاتا تھا۔

ٹرین چلی جائے اور نماز نہ چھوٹنے پائے

حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمن صاحب کا بیان ہے کہ ۱۹۷۲ء میں جب حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے بہار کا سفر فرمایا، اس سفر میں ہم خواجہ تاشان رضویت کی خواہش پر حضرت تاج الشریعہ کو بھی ہمراہ ہونا تھا، حضور مفتی اعظم ہند کا پروگرام کلکتہ ہوتے ہوئے کشن گنج پہنچنے کا ہو گیا، اور تاج الشریعہ نے طے کیا کہ تاریخ مقررہ کی صبح براہ راست گوہاٹی میل سے کشن گنج پہونچیں گے۔ جب مقررہ تاریخ آئی تو استقبال کے لیے سیکڑوں علما و عوام کشن گنج اسٹیشن پہنچے۔ حضور مفتی اعظم ہند کی تشریف آوری تو کلکتہ سے صبح پہنچنے والی ٹرین سے ہو گئی۔ مگر گوہاٹی میل سے حضور تاج الشریعہ نہیں پہنچے، ٹرین کے مسافروں نے استقبال کے لیے پہنچنے والے لوگوں کا ہجوم دیکھ کر وجہ دریافت کی تو ان کو بتایا گیا کہ اس ٹرین سے ہمارے ایک بزرگ تشریف لانے والے تھے، مگر وہ نہیں نظر آ رہے ہیں، تو انہوں نے بتایا کہ سورج ڈوبنے کے قریب ہو رہا تھا کہ ٹرین مظفر پور پہنچی تھی، اور حلیہ بتا کر کہا کہ اس شکل و صورت کے ایک صاحب بڑی بے تابی سے اتر کر نماز پڑھنے لگ گئے۔ ٹرین روانہ ہونے لگی تو بھی وہ صاحب نماز ہی پڑھتے رہے، بالآخر ٹرین روانہ ہو گئی۔ اگر آپ لوگ انہیں کو لینے آئے ہیں تو یہ ہے ان کا سامان، اتار لیجیے! ہم لوگوں نے سامان اتار لیا اور حضرت تاج الشریعہ کئی ٹرینیں بدلتے ہوئے شام کو پہنچ سکے۔

اہتمام نماز کی ایسی مثالیں ان تقویٰ شعار بزرگان دین کی حیات طیبہ کے علاوہ اور کہاں دیکھنے کو ملیں گی۔ ٹرین ہو یا فلائٹ، نماز کا وقت ہونے کے بعد حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے سواری کی کوئی پرواہ نہ کی۔ پہلے نماز ادا کی۔

ایک بار فلائٹ میں سوار ہونے لگے اور نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ فرمایا: پہلے نماز ادا کریں گے۔ جہاز کے عملہ نے سیٹوں پر بیٹھنے پر زور دیا کہ روانگی کا وقت ہو چکا ہے۔ مگر حضرت نے کسی بات پر کان نہ دھرا۔ جب نماز ادا کر لی تو دل کو تسلی ہوئی۔

مصر میں عزیمت کی داستاں رقم کی

۲۰۰۹ء میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ مصر کے دورے پر تھے۔ ۵/ مئی کی صبح ۱۱/ بجے شیخ الجامعہ شیخ علی طنطاوی سے ملاقات طے پائی۔ مگر حضرت کو پہنچنے میں تاخیر ہوئی، پونے بارہ بجے آپ وہاں پہنچے۔ حضرت کو مخصوص راستے سے لے جایا گیا۔ خدام ویزیٹنگ ہال میں پہلے ہی پہنچ گئے، جہاں بڑے بڑے کیمرے نصب تھے۔ خدام کو تشویش ہوئی کہ حضرت تصویر سے سخت پرہیز کرتے ہیں اور یہاں تو کیمرے لگے ہوئے ہیں۔ وہاں موجود شیخ الجامعہ کے پی اے سے بات کی، اس نے کیمرے بند کرنے سے انکار کر دیا۔ ابھی گفتگو جاری تھی کی شیخ الجامعہ حضور تاج الشریعہ کا ہاتھ تھامے سامنے سے برآمد ہوئے، شیخ الجامعہ نے پی اے اور خدام کو گفتگو کرتے دیکھا تو ماجرا معلوم کیا۔ بتایا گیا کہ شیخ تاج الشریعہ کے نزدیک تصویر ممنوع ہیں، یہ لوگ کیمرہ بند کرانے کے خواہش مند ہیں، شیخ الجامعہ نے سنا تو حکم دیا: "کیمرے بند کر دو! شیخ کا احترام ضروری ہے"۔ پھر پرسکون ماحول میں پچاس منٹ گفتگو ہوئی۔ چشم حیرت کھلی رہ گئی کہ شیخ الجامعہ سے بغیر تصویر ملاقات نہیں ہوتی تھی مگر آج اس اصول کو توڑ دیا گیا۔ انداز قلندرانہ کے آگے اصول شاہی دھرے کے دھرے رہ گئے۔ بندہ جب خشیت الٰہی کا پیکر بن جائے تو رب تبارک وتعالیٰ خود اس کا حامی و ناصر ہو جاتا ہے۔

مریدوں کو تنبیہ

آج جب کہ تصویر کشی اور ویڈیو گرافی عام ہو چکی ہے اور بہت سے نیک لوگ بھی اس بلا میں گرفتار ہو رہے ہیں۔ اور یہ سمجھنے لگے ہیں کہ اس سے بچنا ناممکن سا ہو گیا ہے۔ مگر ان حالات میں بھی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے مواضع ضرورت کے سوا اس سے خود بھی اجتناب کیا اور اپنے مریدین کو بھی اجتناب کی تاکید کرتے رہے۔ ایک موقع پر اپنی تصویر کے بارے میں سخت لہجہ میں **تنبیہ فرمائی:**

"مجھے یہ معلوم ہو کر بہت افسوس ہوا کہ۔۔۔ میرے انجانے میں کچھ لوگوں نے میری تصویر کھینچ لی ہے، اور کچھ لوگ اس کو اپنے پاس رکھے ہوئے ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر یہ بری سازش ہے کہ اس کو انٹرنیٹ پر ڈالا ہے۔۔۔ میں ان لوگوں سے جنہوں نے کسی طور پر میری تصویر کھینچی، اور اس کی نمائش کرتے ہیں، اور اپنے پاس رکھے ہوئے ہیں، میں ان سے بھی کہتا ہوں جن لوگوں نے میری تصویر انٹرنیٹ پر ڈالی ہے، میں ان سے بھی اپنی برہمی کا اور ناراضگی کا اظہار کرتا ہوں، اور سب سے یہ میرا مطالبہ ہے کہ میری تصویر یک لخت وہ ڈیلیٹ کریں، محو کریں۔ ورنہ مواخذہ ان کے اوپر ہوگا۔ مجھے جو کہنا تھا اور جو میری ذمہ داری تھی، الحمد للہ! وہ میں کہہ چکا اور پوری کر چکا۔"

عقل کو حیرت ہے یہ رنگ تقویٰ دیکھ کر

میڈیکل سائنس کی ترقی کے اس دور میں ہر کوئی ایلوپیتھی علاج اور ادویات پر منحصر ہو کر رہ گیا ہے۔ اس میں فوائد کے ساتھ ایک تاریک پہلو یہ ہے کہ اس کی کچھ ادویات اور طریقہ علاج میں حرام چیزوں سے سابقہ پڑتا ہے، مریض کا ان سے بچنا انتہائی مشکل ہے۔ مگر حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی بھی ناجائز آمیزش والی اشیا کو قریب نہیں آنے دیا۔

جب آپ ساؤتھ افریقہ کے دورے پر ڈربن پہونچے تو آنکھ میں تکلیف زیادہ ہو گئی۔ ۲۲/ اپریل ۲۰۱۵ء کو ماہرین سے رابطہ کیا گیا اور ہاسپٹل لے جا کر تجربہ کار ڈاکٹر کو دکھایا، ڈاکٹر نے آپریشن کا مشورہ دیا، پہلے بھی اس آنکھ کا آپریشن ہو چکا تھا، بعد

میں جب آنکھ سے خون جاری ہوگیا تو ڈاکٹر نے کہا: آپریشن کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ ۲۴ر اپریل کو مقررہ وقت پر جب آپ کو ہاسپٹل لے جایا گیا اور آپریشن کی کاروائی کا آغاز ہوا تو ڈاکٹر نے حضرت کو آپریشن سے پہلے بے ہوشی کا انجکشن لگانا چاہا، مگر آپ نے سختی سے منع کر دیا کہ اس طرح کے انجکشن میں ناجائز چیزوں کی ملاوٹ ہوتی ہے، لہٰذا میں یہ انجکشن نہیں لگوا سکتا۔ ڈاکٹر اصرار کرتا رہا اور آپ انکار۔ بالآخر سب ڈاکٹرز نے مل کر آپ کو قائل کرنے کی کوشش کی کہ اس انجکشن کے بغیر آپریشن ممکن نہیں۔ آپ نے کمال متانت اور جوش یقین کے ساتھ فرمایا: آپ لوگ اپنا کام کریں، ان شاء اللہ تعالیٰ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔

آخر کار ڈاکٹروں نے اس شاہکار تقویٰ کے کوہ شکن عزم کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور آپریشن کا آغاز کیا۔ ڈاکٹرز بے ہوشی کا انجکشن لگائے بغیر اپنے کام میں لگ گئے، اور آپ کے لب جنبش کرتے رہے۔ عموماً آپریشن کے وقت ڈاکٹرز کے علاوہ کسی کو اندر رہنے کی اجازت نہیں ہوتی مگر معاملہ کی سنگینی کو دیکھ کر حضرت کے دو خادموں کو اندر رہنے کی اجازت تھی۔ ایک خادم کا بیان ہے: پورے آپریشن کے دوران مجھے حضرت کے چہرے پر درد والم کا ہلکا سا اثر بھی نظر نہیں آیا۔ آپ پورے اطمنان کے ساتھ لیٹے رہے۔ آپریشن کے بعد ڈاکٹر نے کہا: مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ میں نے بے ہوش کئے بغیر آپریشن کیا ہے! میں مان نہیں سکتا کہ میں نے یہ کیسے کر لیا!!!

مشکوک چیزوں سے پرہیز

آج کے اس صنعتی دور میں حلال و حرام کی تمیز مفقود ہو چکی ہے۔ ہر کمپنی اپنا پروڈکٹ عام کرنا چاہتی ہے خواہ اس کے لیے اس پروڈکٹ کو کیسے بھی اجزاء سے تیار کرنا پڑے، اور عام حالات میں اس طرح کی اشیا سے بچنا ایک مشکل امر ہے۔ خاص طور سے اگر اس پروڈکٹ کے اجزا کے بارے میں معلومات نہ ہو تو اس سے پرہیز کا خیال بھی نہیں آتا، مگر حضرت اس چیز پر نظر رکھتے، اسی لیے غلط اجزا پر مشتمل چیزوں سے سخت پرہیز رکھا۔ یہاں تک کہ صابون بھی حلال اجزا سے بنا استعمال فرماتے۔ عموماً حضرت کے لیے ایک صاحب حلال اجزا سے بنا صابون لے کر آتے تھے جسے حضرت استعمال فرماتے تھے۔

ایک بار کسی نے ڈیٹول (Dettol) صابون لا کر رکھ دیا۔ حضرت نے اسے استعمال کرنے سے منع کیا اور فرمایا: یہ مت لے کر آیا کرو۔ یہ آپ کے کمال تقویٰ کی روشن دلیل ہے۔

الکوحل آمیز دواؤں سے اجتناب

میڈیکل سائنس کے عروج کے اس زمانے میں الکوحل آمیز دواؤں سے بچنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے تقویٰ کے اس پہلو کو بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور زندگی بھر الکوحل آمیز دواؤں سے دوری اختیار کی، حتیٰ کہ انجکشن سے پہلے روئی میں اسپریٹ لگا کر انجکشن کی جگہ لگایا جاتا ہے، آپ نے اس کو بھی نہ لگوایا، جب اصرار کیا گیا تو فرمایا پانی میں تر کر کے لگا دو۔ کہا جاتا کہ اس سے کیسے کام چلے گا حضرت؟ فرماتے: ہو جائے گا!

غیر محرم بے پردہ نہ آئے

لاکھوں جوان اور بوڑھی عورتیں آپ کے سلسلہ ارادت میں داخل ہوئیں۔ مگر کیا مجال کہ کوئی بے پردہ عورت آپ کے سامنے آ جائے اور آپ کو چھو لے۔ حضرت نے خدام کو تنبیہ کر رکھی تھی کہ کوئی غیر محرم مجھے مس نہ کر سکے اور کوئی عورت بے پردہ یہاں نہ

آنے پائے۔

دبئی میں حضرت گاڑی میں سوار ہو کر روانہ ہونے لگے تو ایک خاتون آپ کا بوسہ لینے کے لیے قریب آنے لگی، اسے روک دیا گیا۔ حضرت نے پوچھا: کیا ہوا؟ بتایا کہ حضور ایک خاتون دست بوسی کرنے آ رہی تھی تو فرمایا: نہیں، نہیں!

فلائٹ کے سفر میں بارہا ایسا ہوا کہ ایئر ہوسٹس نے معمر وضعیف سمجھ کر مدد کے لئے آگے بڑھنا چاہا تو اسے روک دیا گیا۔ جب وہ کہتی ایسے لوگوں کی مدد کرنا ہماری ذمہ داری ہے تو بتا دیا جاتا کہ ہمارے مذہب میں غیر عورت کا مرد کو چھونا جائز نہیں ہے۔

اور دوران سفر ایئر ہوسٹس کے ہاتھ سے کوئی چیز نہیں لیتے تھے۔ یہ خدمت بھی خدام ہی سپرد کی جاتی تھی۔

غیر محرموں سے صد درجہ احتیاط

جوہانس برگ ایئرپورٹ پر لیمن کلر کا عمامہ سر پر سجائے ویل چیئر پر سوار جب آپ کا گزر ہوا تو دیکھنے والے دیکھتے رہ گئے۔ انہیں میں دو خواتین نے حضرت کے خادم سے آپ کے بارے میں پوچھا۔ جب بتایا گیا تو انہوں نے حضرت کو چھونے کی خواہش ظاہر کی۔ جب حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے عرض کیا گیا کہ حضور! یہ دو خواتین آپ کو چھونے کی اجازت طلب کر رہی ہیں تو آپ نے بڑی سختی سے منع فرما دیا۔ اگرچہ وہ دونوں آپ کو مس کر کے برکت حاصل کرنا چاہتی تھیں مگر حضور تاج الشریعہ کا تقویٰ اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کوئی غیر محرم آپ کو ہاتھ لگائے۔

بے پردہ عورتوں کے سامنے آنے پر جلال

ایک بار حضرت زنانہ خانے میں تشریف لائے، وہاں کچھ عورتیں زیارت اور بیعت کے لئے حاضر تھیں، جب آپ نے عورتوں کے نقاب الٹے اور منہ کھلے دیکھے فوراً آنکھیں بند کر لیں، اور فرمایا: نقاب ڈالو! لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ جب عورتوں نے نقاب ڈال لیے تب آپ نے بیعت فرمایا۔

ٹائی والوں سے ملنے سے انکار

۲۰۰۸ء میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے بغداد شریف کا دورہ فرمایا اور بزرگان دین کے مزارات پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔ اس سفر میں فاروق درویش نے بغداد شریف کے کچھ علما کی حضرت سے ملاقات کا ارادہ بنایا۔ حضور تاج الشریعہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو یوسف بھائی سے بلا کر پوچھا: جو لوگ ملنے آ رہے ہیں وہ ٹائی والے تو نہیں؟ یوسف بھائی نے کہا: حضرت! یہاں تو عام رواج ہے، اس سے کیسے منع کیا جا سکتا ہے! جب حضرت نے سنا تو جلال کا اظہار فرمایا۔ فاروق درویش تیزی کے ساتھ خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے فرمایا: درویش یہ تم نے کیا کیا؟ فاروق درویش سہم گئے۔ وہ جانتے تھے کہ وہ کوئی اور ہوگا جو مال و دولت سے مرعوب ہو جائے، یہ زاہد زمانہ ہیں، ان کی بارگاہ میں مال و دولت کی پرسش نہیں ہے۔ فوراً عرض کیا: حضور! وہ لوگ ٹائی لگا کر نہیں آئیں گے، سارے علا قاتی ٹائی کے بغیر ہوں گے۔ تب جا کر آپ کو سکون ہوا۔

چین دار گھڑی نکلوا دی

ممبئی میں حضرت کے مرید حاجی مظہر صاحب خدمت میں حاضر ہوئے، مصافحہ کے وقت آپ کی نظر چین دار گھڑی پر پڑی تو فوراً اسے نکالنے کا حکم دیا۔

اخیر عمر میں ایک صاحب حاضر خدمت ہوئے، مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا تو حضرت کا ہاتھ اس کی کلائی پر بندھی چین دار گھڑی سے مس ہوا تو آپ نے فوراً اسے ہاتھ سے جدا کرنے کا حکم دیا۔ اس طرح کے مواقع بارہا پیش آئے کہ خلاف شرع کام دیکھا تو اپنے اور پرائے کی کوئی رو رعایت نہ کی، بلکہ جو حکم تھا وہ بیان کر دیا۔

سادات کا ادب

اسلاف اور اہل محبت کا طریقہ کار رہا ہے کہ وہ سادات کرام سے محبت کرتے اور ان کے آداب ملحوظ رکھتے ہیں۔ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی سادات سے محبت وتعظیم کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ مگر ادب کا یہ انداز کس قدر دل کشا ہے کہ آپ وصال سے دو دن قبل مشن ہاسپٹل میں زیر علاج تھے، ممبئی سے سید عبدالصمد صاحب کا فون آیا، موبائل کانوں سے لگاتے ہی حضرت نے پاؤں سمیٹ لیے، جب کہ نقاہت بہت زیادہ تھی۔ معمولی حرکت بھی تکلیف دہ تھی۔ اس کے باوجود جب تک سید صاحب سے فون پر گفتگو کرتے رہے، حضرت نے پاؤں نہ پھیلائے۔ جب بات مکمل ہوئی تب پاؤں دراز کئے۔ سادات کی تعظیم کے واقعات بہت دیکھے سنے ہیں، مگر صرف فون سے ربط پر غائبانہ تعظیم کا یہ انداز دیکھ کر بے ساختہ دل پکار اٹھا کہ ان باریک آداب کو بجالانا آپ ہی کا خاصہ ہے۔

نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی بارگاہ کے خدام نے بار بار یہ منظر دیکھا کہ آپ لیٹے ہوتے اور کوئی مداح رسول صلی اللہ علیہ وسلم ترانۂ نعت چھیڑ دیتا تو باوجود نقاہت کے پاؤں سمیٹ لیتے۔ جب تک یہ سلسلہ جاری رہتا، پاؤں دراز نہیں کرتے تھے۔ اگر نقاہت غالب آتی تو پہلے اشارے سے سلسلۂ نعت کو اختتام تک پہنچاتے، بعد میں پاؤں دراز کرتے۔ ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے یہ مناظر دلوں میں عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جوت جگا دیتے تھے۔

ذکر ودعا کا ادب

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں مرید ہونے کے لیے لوگ آتے رہتے تھے۔ ممبئی میں بارہا خود میں نے دیکھا کہ دامن تاج الشریعہ سے وابستہ ہونے کا جذبہ لے کر آنے والے جب جمع ہو جاتے اور حضرت لیٹے ہوئے ہوتے، اور عبداللطیف (ماموں) کلمات ارادت پڑھانے کے بعد رومال کا ایک سرا حضرت کے ہاتھ میں دے کر لوگوں کو داخل سلسلہ کراتے۔ پھر جب حضرت دست بدعا ہوتے تو پاؤں سمیٹ لیتے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ دعا کے وقت آپ نے پاؤں نہ سمیٹے ہوں۔ بلکہ کیسی بھی نقاہت کیوں نہ ہو، جب دعا فرماتے تو پاؤں ضرور سمیٹ لیتے۔

اتباع سنت کا جذبہ

اولیائے کرام حتی المقدور سنتوں کو بجالانے میں کسی طرح کی کوتاہی روا نہیں رکھتے۔ سنتوں پر عمل ان کی زندگی کا خاص عنصر رہا ہے۔ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر نہ صرف عمل کیا بلکہ اس کا عملی درس بھی لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ ایک بار آپ استنجا کے لیے تشریف لے جانے لگے تو خادم نے غلطی سے بائیں پاؤں کی چپل پہلے آگے بڑھا دی، جب حضرت نے قدم آگے بڑھایا تو ناراضگی کا اظہار کیا اور تنبیہ فرمائی کہ پہلے داہنے پاؤں میں پھر بائیں پاؤں میں چپل پہننا چاہئے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے تقویٰ کی یہ چند مثالیں فوری طور پر کسی خاص تبصرہ کے بغیر سپرد قرطاس کر دی گئی ہیں۔ آپ کے زہد کا تذکرہ رہ ہی گیا اور صفحات سمٹ گئے۔ ان شاء اللہ پھر کسی موقع پر اس زاہد زمانہ کی مقدس زندگی کا یہ پہلو بھی قلمبند کرنے کی کوشش کروں گا۔ تقویٰ و پرہیزگاری کے ان واقعات کی روشنی میں اس شعر کی صداقت بے غبار ہو جاتی ہے۔

متقی بن کر دکھائے اس زمانے میں کوئی
ایک میرے حضرت اختر کا تقویٰ چھوڑ کر

٭٭٭

حضور تاج الشریعہ کی عربی شاعری

مولانا رضوان احمد نوری شریفی جامعہ برکاتیہ گھوسی

عربی زبان بہت ہی وسیع اور مشکل زبان ہے۔اس لیے کہ اس کے اصول وضوابط قوانین وقواعد اور زبانوں کی بہ نسبت بہت زیادہ اور مشکل ہیں اسی لیے عام طور سے عجمی کے لیے عربی قواعد وقوانین کو سیکھنے، سمجھنے، پڑھنے اور بولنے کے لیے ایک طویل مدت درکار ہوتی ہے، پھر بھی کافی تعداد ان لوگوں کی ہوتی ہے جو کوشش کے باوجود نہ عربی سمجھتے ہیں اور نہ ہی بول پاتے ہیں اور کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو اپنی ذہانت وفطانت اور فطری صلاحیت ورغبت کی وجہ سے بہت جلد اس زبان میں مہارت حاصل کر لیتے ہیں انہیں لوگوں میں حضور تاج الشریعہ قدس سرہ کی ذات گرامی بھی ہے جنھوں نے اپنی ذہانت وفطانت اور فطری صلاحیت وقلبی میلان کی وجہ سے بہت جلد عربی زبان وادب کے اصول وفروع میں ایسا کمال حاصل کر لیا کہ جب وہ بولتے اور لکھتے تو زبان وبیان اور لہجے سے نہ جاننے والوں کو عربی نژاد ہونے کا گمان ہوتا۔عربی زبان میں مہارت تامہ اور ید طولیٰ کی بہترین دلیل عربی زبان میں آپ کی تصنیفات، تعریبات اور تراجم کی لمبی فہرست ہے خاص طور سے وہ تصنیفات ومقالات جو اخیر عمر کے ہیں جب کہ آپ بصارت کی وجہ سے معذور ہو چکے تھے۔"**الصحابة نجوم الاهتداء**" جس میں "**اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم**" (میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جن کی اقتدا کروگے ہدایت پاؤگے) حدیث کے منکر کا رد فرماتے ہوئے قوی دلائل سے اس کا حدیث ہونا ثابت کیا ہے، اسی طرح بخاری شریف کی روایت سے یہ ثابت ہے کہ ابولہب نے اپنی لونڈی "ثویبہ" کو اس لیے آزاد کر دیا کہ اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوش خبری دی تھی جس کی وجہ سے دوشنبہ کو اس کے عذاب میں کچھ تخفیف ہو جاتی ہے۔بخاری کی اس روایت کے منکر سے مدینہ منورہ میں ۱۸ ذو الحجہ ۱۴۳۱ھ کو بالمشافہ عربی زبان میں گفتگو فرماتے ہوئے دلائل کی روشنی میں اس روایت کا صحیح ہونا ثابت فرمایا اس کے بعد ان دلائل کو کتاب کی شکل دے دی تا کہ اس کا نفع عام ہو جائے۔یونہی جب راوی حدیث اسماعیل بن عیاش کو غیر ثقہ کہا گیا تو آپ نے تیرہ طریقوں سے ان کا ثقہ ہونا ثابت کیا۔مذکورہ کتابوں اور مقالوں سے جہاں عربی زبان میں آپ کے کمال ومہارت تامہ کا پتہ چلتا ہے وہیں آپ کی محدثانہ شان بھی ظاہر ہوتی ہے عربی زبان وادب میں ید طولیٰ کی دلیل یہ بھی ہے کہ آپ اس زبان میں بلا تکلف شعر کہا کرتے تھے، بلا تکلف شعر کہنا ہر ادیب ہی کا کام ہے، آپ کی عربی شاعری، عربی زبان وادب کا بہترین نمونہ ہے، آپ نے مختلف اصناف سخن میں طبع آزمائی فرمائی ہے، چناں چہ آپ کی عربی شاعری کا دیوان جس کو آپ کے نور نظر حضرت مولانا عاشق حسین کشمیری زید مجدہ نے مرتب کیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت، آپ کی بارگاہ میں درود وسلام، استمداد واستغاثہ، بارگاہ غوثیت میں استغاثہ، تعزیت، حماسہ اور ہجو کے اشعار پر مشتمل ہے۔

پورا دیوان فصاحت و بلاغت سے لبریز کوثر و سلسبیل میں ڈوبا ہوا، اور شمیم جاں فزا میں بسا ہوا ہے جس کی سطر سطر ورق ورق عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے معطر ہے جس کا اسلوب بیان بڑا پیارا اور دلکش ہے، مشکل الفاظ سے اجتناب، آسان الفاظ کا استعمال، زبان کی شائستگی سلاست وروانی سے آراستہ ہے، اس میں تخیلات کی رفعت بھی ہے، الفاظ کی شوکت بھی تشبیہ کی ندرت بھی ہے، بیان کی لطافت بھی، قرآنی آیات واحادیث کے معانی بھی، اہل سنت وجماعت کے عقائد بھی، بدمذہبوں کا رد بھی اور مشکل مسائل کا حل بھی ہے۔

حضور تاج الشریعہ قدس سرہ نے واردات قلبی کو جس خوش اسلوبی سے اشعار کا جامہ پہنایا ہے یہ انہیں کا حصہ ہے دیوان میں جو قصائد ہیں وقت کی تنگی کی وجہ سے ان پر تفصیلی روشنی نہیں ڈالی جاسکتی اس لیے اختصار کے ساتھ چند اشعار کے محاسن بیان کیے جارہے ہیں۔ ان پر روشنی ڈالنے سے پہلے چند اصطلاحی کلمات کی وضاحت کردوں جو تقریباً پورے دیوان میں حسن میں اضافے کے سبب ہیں۔

ائتلاف اللفظ مع المعنی: اس کا مطلب یہ ہے کہ الفاظ، معانی کے مطابق، موافق ہوں یعنی فخر اور بڑائی بہادری اور دلیری کے لیے بھاری بھرکم الفاظ اور عشق ومحبت، الفت وعقیدت کے لیے نرم ونازک عمدہ کلمات استعمال کیے جائیں۔

عقد: اس کا مطلب یہ ہے کہ نثر کو منظوم کی صورت میں پیش کیا جائے خواہ وہ نثر قرآن ہو، حدیث ہو، مثل ہو یا حکم مشہورہ میں سے کوئی حکمت ہو، اس کے علاوہ پورے دیوان میں اکثر اشعار میں طباق، ایجاز، اور اطناب وغیرہ محاسن موجود ہیں۔

پہلے قصیدے میں حضرت نے تین فنون کو اکٹھا فرمایا ہے سب سے پہلے ساری کائنات کے خالق اللہ تبارک وتعالی کا ذکر اور اس کی حمد وثنا کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اللہ اللہ اللہ مالی رب الا ھو

(اللہ اللہ میرا رب وہی ہے)

یفنی الکل و یبقی ھو لیس الباقی الا ھو

(سب فنا ہو جائیں وہی باقی رہے گا اس کے علاوہ کوئی باقی رہنے والا نہیں)

ان دونوں شعر میں زبان کی سلاست و برجستگی کے ساتھ عقد کی صنعت اور یفنی اور یبقی میں طباق کی صنعت بھی ہے پہلے شعر میں جو معنی ہے قرآن مجید کی بے شمار آیتوں کا معنی ہے "الحمد للہ رب العلمین" (سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا) "والھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم" (اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی بڑی رحمت والا مہربان) "یوحی الی انما الھکم الہ واحد" (مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے) ان آیتوں کے علاوہ بہت سی آیتوں میں یہ معنی بیان ہوا ہے جس کو حضور تاج الشریعہ نے پہلے شعر میں بیان کیا ہے لہٰذا اس میں عقد کی صنعت ہے اور دوسرے شعر میں بھی قرآن مجید کی بہت سی آیتوں کا معنی ہے، ان میں سے ایک آیت یہ ہے "کل من علیھا فان و یبقی وجہ ربک ذو الجلال و الاکرام" (زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والا)

من کنت الیہ مولاہ کل الناس تولاہ

(اے میرے معبود تو جس کو محبوب بنالیتا ہے سب اس سے محبت کرتے ہیں اور اسے دوست بناتے ہیں)

حضرت نے زیادہ معانی کو مختصر عبارت میں بیان فرمایا ہے اس لیے اس میں ایجاز کے ساتھ عقد کی صنعت بھی پائی جاتی ہے اس لیے کہ قرآن مجید کی آیت "ان الذین امنوا و عملوا الصلحت سیجعل لھم الرحمن ودا" (بے شک جو ایمان لائے اور نیک کام کیے عنقریب ان کے لیے رحمن (اللہ) محبت کردے گا) کا معنی اور حدیث کا معنی بھی بیان کیا گیا ہے چنانچہ بخاری اور مسلم کی حدیث میں ہے جس کا مفہوم یہ ہے اللہ تعالیٰ جس کسی کو اپنا محبوب بنالیتا ہے تو جبریل امین سے فرماتا ہے فلاں بندہ میرا محبوب ہے تو حضرت جبریل اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور اہل آسمان میں ندا فرماتے ہیں کہ فلاں بندہ اللہ کا محبوب ہے تو اہل آسمان اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور اہل زمین میں بھی اس کی مقبولیت عام ہوجاتی ہے۔

من مات یقول اللہ　　ذاك الخالد محیاہ

(جو اللہ کہتے ہوئے مرتا ہے تو وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے)

رسل اللہ تلقاہ　　ابشر عبد بحسناہ

(اللہ کے فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور اسے بشارت دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے بندے تجھے اللہ کی جنت مبارک ہو)

شعر میں حسنیٰ سے مراد جنت ہی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے "کلا وعداللہ الحسنی" ہر ایک سے اللہ نے جنت کا وعدہ فرمایا۔

ان دونوں شعر میں بھی کثیر معانی کو مختصر الفاظ وکلمات میں بیان فرمایا اور یہ معانی قرآن سے ماخوذ ہیں چنانچہ ارشاد ربانی ہے "ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملٰئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون" (بے شک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا) اس لیے دونوں اشعار کا مطلب یہ ہے کہ جو ایمان کی حفاظت کے ساتھ فرائض وواجبات وسنن و مستحبات کو وقت پر ادا کرتے ہوئے اس دنیا سے جاتے ہیں تو مرتے وقت فرشتے ان کے پاس آتے ہیں اور جنت کی بشارت دیتے ہیں۔

الواحد لیس بلاجزء　　لا واحد حقا الا ھو

(اکیلا ہے جز والا نہیں ہے واجبی طور پر سچ مچ وہی اکیلا ہے)

اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے بارے میں اس عقیدہ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم وجسمانیت اور اجزا سے پاک ہے وہی اکیلا ہے اس کے علاوہ کوئی اکیلا نہیں ہے اور یہ معنی سورۂ اخلاص سے ماخوذ ہے جس میں اللہ کی وحدانیت، اس کی بے نیازی اور بے مثل و بے نظیر ہونے کا بیان ہے لہٰذا اس میں بھی ایجاز اور عقد صنعت موجود ہے۔

الخلق مرایا موجود　　لا موجود الا ھو

(ساری مخلوق، موجود کا آئینہ ہے اس کے سوا کوئی موجود نہیں ہے)

والکل مظاھر مشھود　　لا مشھود الا ھو

(سب اس ذات کے مظہر ہیں جس کے معبود برحق ہونے کی گواہی دی گئی ہے اس کے سوا کسی کے معبود برحق ہونے کی گواہی نہیں دی گئی ہے)

ان دونوں شعر میں وحدت الوجود کے مسئلے کو سمجھایا گیا ہے کہ وجود ایک موجود ایک باقی سب اس کے ظل، آئینے اور مظاہر ہیں۔ دوسرا شعر پہلے شعر کی تاکید ہے اس لیے اطناب کی صنعت بھی پائی جاتی ہے۔

واہطل صلاۃ اللہ علی　　　من لیس شفیعا الا ھو

(اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ملہ برابر نازل ہوتی رہے اس ذات پر جس کے سوا کوئی سفارش کرنے والا نہیں ہے)

موقع ومحل کے اعتبار سے یہ شعر بہت مناسب ہے اس لیے کہ اس سے پہلے اشعار میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان ہوئی اور حمد وثنا کے بعد بارگاہ رسالت میں درود کا نذرانہ پیش کرنا سلف صالحین کا طریقہ ہے اس لیے آپ نے بارگاہ رسالت میں درود پیش کرتے ہوئے نعت کے اشعار کہے ہیں اس شعر کے پہلے مصرع میں اہطل کا لفظ بہت ہی مناسب ہے اس لیے کہ معنی مراد کو پورے طور سے ادا کر رہا ہے کیوں کہ اس کے معنی برابر موسلا دھار بارش ہونے کے ہیں اور شاعر کا مقصود یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کا درود موسلا دھار بارش کی طرح برابر نازل ہوتا رہے۔

دوسرے مصرع میں الا کے ذریعہ حصر اس لیے ہے کہ باب شفاعت سرکار ہی کھلوائیں گے پھر دوسرے لوگوں کو اذن شفاعت ملے گا چنانچہ بخاری مسلم اور مشکوۃ میں اس سے متعلق ایک طویل حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اہل محشر قیامت کے دن آدھا دن گذر جانے کے بعد باہمی مشورے سے حضرت آدم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور کہیں گے کہ آپ اللہ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت فرمایئے وہ معذرت کے ساتھ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے وہ بھی معذرت کے ساتھ حضرت موسیٰ کے پاس وہ حضرت ابراہیم کے پاس، وہ حضرت عیسیٰ کے پاس بھیجیں گے اور وہ حضور اقدس کے پاس بھیجیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے "انا لھا" میں شفاعت کروں گا "انا صاحبکم" میں وہی ہوں جسے تم ساری جگہ ڈھونڈ آئے ہو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ خداوندی میں سجدہ کریں گے اور اس کی حمد وثنا بیان کریں گے ارشاد ربانی ہوگا "یا محمد ارفع راسک سل تعط واشفع تشفع" اے محمد اپنے سر کو اٹھاؤ مانگو تمہیں دیا جائے گا سفارش کرو تمہاری سفارش قبول کی جائے گی پھر آپ شفاعت فرمائیں گے باب شفاعت کھلنے پر دوسرے انبیاء ومرسلین بھی اپنی اپنی امت کے لیے شفاعت کریں گے اور علما، قراء، حفاظ، اور حجاج اپنے اپنے عزیز ورشتے دار اور متعلقین کی سفارش کریں گے اسی لیے سیدنا اعلیٰ حضرت اور میرے پیر ومرشد حضور مفتی اعظم ہند علیہما الرحمۃ والرضوان نے بھی حصر فرمایا ہے چنانچہ سرکار اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں۔

شفاعت کرے حشر میں جو رضا کی　　　سوا تیرے کس کو یہ قدرت ملی ہے

اور حضور مفتی اعظم قدس سرہ فرماتے ہیں۔

سب سے پھر کر آئے ہیں اب شہ والا کے حضور　　　جز تمہارے شافع روز جزا ملتا نہیں

بلا شبہ حضور تاج الشریعہ قدس سرہ نے مختصر عبارت میں زیادہ معانی بیان فرمایا لہٰذا ائتلاف اور ایجاز کی صنعت سے یہ شعر مزین ہے۔

واز دان بلا دالله به — فالكل ظلام لولاه

(آپ کی وجہ سے اللہ کے ملک اور شہر سنور گئے اگر آپ نہ ہوتے تو سب تاریک رہتے)

واز دان بلا دالله به — فالكون ظلام لولاه

(آپ کی ذات سے اللہ کے شہر اور ملک مزین ہو گئے اگر آپ نہ ہوتے تو دنیا تاریک رہتی)

ان دونوں شعر میں اطناب کی قسم تکریر اور تذئیل دونوں صنعت ہوسکتی ہے اس لیے کہ سابق شعر کا جو معنی و مفہوم ہے وہی معنی و مفہوم بعد والے شعر کا ہے صرف ایک لفظ کی تبدیلی ہے۔

قد نيط حياة الكون به — فالكون عديم لولاه

(آپ ہی کی وجہ سے عالم وجود کو زندگی ملی ہے اگر آپ نہ ہوتے تو کائنات نہ ہوتی)

اس شعر میں تضاد کی صنعت کے ساتھ تذئیل کی بھی صنعت موجود ہے اس لیے کہ ماقبل کے دونوں شعر کے معنی و مفہوم کو بیان کر رہا ہے۔ ان تینوں اشعار میں احادیث قدسیہ کے معانی کو بیان کیا گیا ہے چنانچہ حدیث قدسی میں ہے "لولاك لما خلقت الدنيا" (اے محبوب اگر تو نہ ہوتا تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا) اور "انا و انت و ما سوی ذلك خلقت لاجلك" (اے محبوب میں ہوں اور تو اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے میں نے تیری وجہ سے پیدا فرمایا)

اسی لیے سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو — جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

اور فرماتے ہیں۔

زمین و زماں تمہارے لیے، مکین و مکاں تمہارے لیے — چنین و چناں تمہارے لیے، بنے دو جہاں تمہارے لیے

دہن میں زباں تمہارے لیے، بدن میں ہے جاں تمہارے لیے — ہم آئے یہاں تمہارے لیے، اٹھیں بھی وہاں تمہارے لیے

ان النعمة احمدنا — يا طالب نعمة مولاه

(اے مولی کی نعمت کے طلب گار ہمارے آقا و مولا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ بڑی اور کامل اور مکمل نعمت ہیں)

ان النعمة احمدنا — الله اليا اهداه

(بے شک کامل اور بڑی نعمت تو ہمارے حضور احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ہدیہ بھیجا ہے)

ان دونوں اشعار میں "النعمة" مطلق ہے جس سے فرد کامل مراد ہے اس لیے ترجمہ بڑی نعمت اور کامل نعمت سے کیا گیا ہے بلاشبہ ان اشعار میں الفاظ کی سلاست و روانی اور برجستگی کے ساتھ عقد کی صنعت بھی ہے اس لیے کہ قرآن مجید کے معانی اور حدیث کے معنی کو ان میں بیان کیا گیا ہے، قرآن مجید میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد ہے "لقد من الله على المومنين اذ بعث فيهم رسولا منهم" (بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا) منت نعمت عظیمہ کو کہتے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ ایک نعمت عظیمہ ہیں اس لیے کہ آپ ہی کے

طفیل ایمان، اسلام، عقل و دانائی، علم و حکمت، اور دنیا کی ساری نعمتیں ملیں اور آخرت میں جو نعمتیں ملیں گی وہ بھی آپ ہی کے طفیل ملیں گی اس لیے بلاشبہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑی نعمت اور کامل و مکمل نعمت ہیں۔ اور ارشاد ربانی ہے۔ ''وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعلمین'' (اور ہم نے تجھ کو نہیں بھیجا مگر سارے جہان کے لیے رحمت) اور خود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''انما انا رحمۃ مھداۃ'' (میں ہی رحمت ہوں جس کو ہدیہ کے طور پر بھیجا گیا۔

ادرک عبدک جیلانی　　　　من غیرک یدفع بلواہ

(اے شیخ المشائخ سیدنا عبدالقادر جیلانی اپنے اس غلام کی خبر لیجئے آپ کے علاوہ کون اس کی بلاء و مصیبت کو دور کرے گا)

اس شعر میں ایجاز کے ساتھ موقع و محل کے مطابق بارگاہ غوثیت میں تواضع و انکساری مسکینیت اور بے چارگی کے الفاظ کے ذریعہ استغاثہ پیش کیا گیا ہے اور ساتھ ہی مذہب اہل سنت و جماعت کے عقیدے کی وضاحت بھی ہے اور بدمذہبوں کا رد بھی ہے دوسرے قصیدے میں فرماتے ہیں رسول اللہ یا کلا الامانی علی اعتابکم وقف المعانی (اے اللہ کے رسول اے امن و شانتی کے گہوارہ اور خزانہ آپ کی چوکھٹ پر مصیبت زدہ پریشان کھڑا ہے)

بھذا الباب یعتز الذلیل　　　　لھذا الباب یاتی کل عان

(اسی در سے ذلیل کو عزت ملتی ہے اسی در پر ہر مصیبت زدہ حاضر ہوتا ہے)

رسول اللہ فامنعنی و کن لی　　　　معینا خیر عون فی الزمان

(اے اللہ کے رسول مجھے بچائیے میری حفاظت فرمایئے اور زمانے میں میرے بہترین مددگار ہو جایئے)

پہلے شعر الامانی میں اشباع ہے اس لیے کہ نون کے کسرہ کو ی کی صورت دے دی گئی ہے اور معانی معاناۃ سے اسم فاعل ہے جس کے معنی مصیبت زدہ اور پریشانی جھیلنے والے کے ہیں اس اعتبار سے کنزالامان کا استعمال بہت ہی مناسب ہے اس لیے کہ مصیبت زدہ کو امن و امان کے خزانہ اور امن و شانتی کی جگہ ہی کی تلاش ہوتی ہے۔ دوسرے شعر میں بھذا الباب اور لھذا الباب کی تقدیم حصر کے لیے ہے یعنی اسی در سے عزت ملتی ہے اور اسی در سے بلائیں ٹلتی ہیں۔ اسی لیے سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں۔

بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر مقر　　　　جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں وہ وہاں نہیں

اور فرماتے ہیں۔

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائیں کیوں　　　　دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائیں کیوں

اور فرماتے ہیں۔

جو تیرے در سے یار پھرتے ہیں　　　　در بدر یونہی خوار پھرتے ہیں

یہ دونوں اشعار قرآنی آیتوں کے معانی پر مشتمل ہیں ''ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما'' (اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائیں تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں) ''وللہ العزۃ ولرسولہ و

للمؤمنين'' (اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے) ان دونوں اشعار میں معانی کے مطابق الفاظ وکلمات بھی ہیں کم الفاظ میں زیادہ معانی بھی بیان ہوئے ہیں لہٰذا ان میں کئی صنعتیں جمع ہو گئیں ساتھ ہی کنز الامانی اور معانی میں، یعتز اور اللذلیل میں طباق وتضاد بھی ہے۔

فداکم مهجتی انتم عمادی مرادی بغیتی کنزی امانی

(یا رسول اللہ آپ پر میری جان قربان ہو آپ ہی پر میرا بھروسہ ہے آپ ہی میری مراد ہیں آپ ہی میرے خزانہ اور امان ہیں)

اس میں حذف وایجاز کے ساتھ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں خودسپردگی بھی ہے جو عاشق صادق کے دل کی آواز ہوتی ہے چنانچہ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔

آنے دو یا ڈبو دو اب تو تمہاری جانب کشتی تمہیں پہ چھوڑی لنگر اٹھا دیے ہیں

اور فرماتے ہیں۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

اور فرماتے ہیں۔

اپنے دل کا ہے انہیں سے آرام سونپے ہیں اپنے انہیں کو سب کام
لو لگی ہے کہ اب اس در کے غلام چارۂ درد رضا کرتے ہیں

فهل لی فی مدینتکم قرار وهل بعد یبدل من تدانی

(یا رسول اللہ کیا آپ کے شہر مقدس میں قیام پذیر ہونے کی اجازت ملے گی اور کیا جسمانی دوری، نزدیکی سے بدل جائے گی)

اس شعر میں بعد اور تدانی میں طباق کی صنعت ہے۔ حضور تاج الشریعہ قدس سرہ کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالک ومختار ہیں جو چاہیں عطا فرمادیں چناں چہ فرماتے ہیں۔

جہاں بانی عطا کردیں بھری جنت ہبہ کردیں نبی مختار کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کردیں
جہاں میں ان کی چلتی ہے وہ دم میں کیا سے کیا کردیں زمیں کو آسماں کردیں ثریا کو ثریٰ کردیں

اس عقیدہ کے ساتھ آپ نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں مدینہ طیبہ میں ٹھہرنے اور بعد کو قرب سے بدلنے کی عرضی پیش کی ہے اسی عرضی کو قبول فرمانے کے لیے عرض کرتے ہیں۔

رسول الله جودوا بالوصال کفی من هجرکم ماقد اعانی

(یا رسول اللہ جلد وصال عطا فرما دیجیے آپ کے فراق میں بہت مصیبت جھیل چکا ہوں)

اس شعر میں وصال اور ہجر میں طباق وتضاد ہے محب اور عاشق کے لیے محبوب ومعشوق کے وصال سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں اور فراق اور جدائی سے زیادہ تکلیف دہ چیز کوئی نہیں ہوتی اسی لیے جودوا بالوصال فرمایا اس سے دائمی وصال کی خواہش کا اظہار ہو رہا ہے اور ما قد اعانی فرمایا جس میں لفظ ما سے جدائی کا بہت بڑی مصیبت ہونے اظہار ہو رہا ہے اس معنی کی تائید

دوسرے قصیدہ میں اسی معنی و مفہوم کو ادا کرنے والے شعر سے بھی ہو رہی ہے چناں چہ فرماتے ہیں۔

فهل لی فی مدینتکم قرار　　و هل قرب يدوم لدى المقام

(تو کیا یا رسول اللہ آپ کے شہر مقدس میں ٹھہرنے اور قیام کرنے کی اجازت ہے اور کیا ٹھہرنے کے وقت قرب ہمیشہ حاصل ہوتا رہے گا)

اذا ما صادف الليل ابتساما　　تجلت ابرة عند ابتسام

(جب رات کی تاریکی میں آپ مسکرائے تو مسکرانے کے وقت سوئی اچھی طرح ظاہر ہوگئی)

اس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ رات میں حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سوئی گم ہوگئی تاریکی کی وجہ سے نظر نہیں آ رہی تھی لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مسکرائے تو وہ کھوئی ہوئی سوئی نظر آ گئی لہٰذا اس شعر میں انتلاف کے ساتھ تلمیح کی صنعت بھی ہے۔

أيا شوق حرك مطى المنى　　فأن اللقا عبر جسر الفنا

(اے شوق (آرزو) موت کی سواری کو حرکت دے (تیز چلا)

اس لیے کہ ملاقات اور وصال، فنا کے پل کو پار کرنے کے بعد ہی نصیب ہوگا) شوق کو سوار سے تشبیہ دینا استعارہ بالکنایہ اور اس کے لیے سواری ثابت کرنا استعارہ تخییلیہ ہے اور دوسرا مصرع حدیث کے معنی کو بیان کر رہا ہے یعنی قبر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوتی ہے جب فرشتے پوچھتے ہیں ما کنت تقول فی ھذا الرجل (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تم ان کے بارے میں کیا کہتے تھے) اور حدیث میں ہے" الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب" (موت ایک پل ہے جو ایک محبوب کو دوسرے محبوب سے ملاتا ہے) اسی لیے سیدنا اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے　　جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی

لہٰذا یہ شعر کئی حسن و جمال سے مزین ہے۔

طلع البدر علينا　　واختفت منه البدور

(ہم پر بدر کامل (چودھویں کا چاند) طلوع ہوا اور دوسرے چودھویں کے چاند چھپ گئے)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو چودھویں کے چاند سے تشبیہ دیتے ہوئے "بدر" فرمایا اور دوسرے انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بدر کی جمع بدور فرمایا لہٰذا ان دونوں میں استعارہ ہے اور طلع اور اختفت میں تضاد کی صنعت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارے آقا و مولیٰ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے جب کہ دوسرے انبیاء و مرسلین دنیا سے تشریف لے جا چکے تھے۔

یہی معنی سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس طرح بیان فرمایا۔

بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں　　شمع وہ لے کر آیا ہمارا نبی

کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے　　پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی

فی بنانکم عیون قد جری منہا النمیر

(آپ کی انگشتہائے مبارک میں ایسے چشمے ہیں جن سے خالص اور شیریں پانی جاری ہوا)

اس میں اس معجزہ کی طرف اشارہ ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں دست مبارک کو رکھا اور انگشتہائے مبارک سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔ جس سے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ نے اپنی پیاس بجھائی۔ لہٰذا اس شعر میں تلمیح کی صنعت ہے۔

اسی معجزہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

ایک قصیدہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے لیے، بھائیوں اور دوست و احباب کے لیے مغفرت اور دخول جنت دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

و جنبنا عذاب النار ربی فان عذابها کان غراما

(اور اے میرے رب ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا اس لیے کہ بے شک اس کا عذاب گلے کا غل ہے)

اس شعر کے پہلے مصرعے میں ''وقنا عذاب النار'' کا معنی ہے اور دوسرے مصرع میں ''ان عذابها کان غراما'' قرآنی آیت ہے لہٰذا اس میں عقد بھی ہے اور اقتباس بھی اس لیے کہ قرآن یا حدیث کے کلمات کو کلام میں استعمال کرنے کو اقتباس کہتے ہیں۔

اور اسی قصیدہ میں اپنے شیخ جلیل حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے حق میں دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وابق المفتی الشیخ الجلیلا علیٰ اعدائہ دو ما حساما

و متعنا بہ دھرا طویلا وبارك فیہ وارفعہ مقاما

بجاہ المصطفیٰ من جاء فینا رسولا ھادیا یجلوا لظلاما

(اور اے میرے رب، شیخ جلیل مفتی اعظم کو ان کے دشمنوں کے لیے ہمیشہ کاٹنے والی تلوار بنا کر باقی رکھ اور ہمیں ان کے ذریعہ لمبے زمانے تک نفع پہونچا ان کی عمر میں برکت عطا فرما اور بلند مقام عطا فرما اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل میں جو ہم میں ایسے رہنما رسول بن کر تشریف لائے جو ظلمت اور تاریکی کو دور کر رہے ہیں)

ان اشعار میں استعارہ، تضاد اور اختلاف کے ساتھ کس قدر برجستگی اور سلاست و روانی ہے ساتھ ہی اس بات کی تعلیم بھی ہے کہ صرف اپنے لیے دعا نہیں کرنی چاہیے بلکہ اپنے لیے، اپنے عزیز و رشتہ دار، دوست و احباب اور جمیع مؤمنین و مومنات کے لیے بھی کرنی چاہیے اور یہ تعلیم قرآن کی آیت ''ربنا اغفرلی و لوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب'' سے ماخوذ ہے۔ اپنے مرشد برحق شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کی رحلت کے موقع پر فرماتے ہیں۔

سماء الفضل بدر سمائنا ایادیہ فینا کالسماء المدرار

(وہ فضل کے آسمان ہمارے آسمان کے بدر کامل ہیں ہم میں ان کے احسانات اور فیوض و برکات بہت زیادہ برسنے والے بادل کی

طرح ہیں)

فضل وکمال کے بلند مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے آپ کو "بدر" (چودہویں کا چاند) کہا اس لیے ان دونوں میں استعارہ ہے اور آپ کے احسانات کی کثرت کو بہت برسنے والے بادل سے تشبیہ دی۔ اور فرماتے ہیں۔

رحیلک هیخی ثلمۃ بہا الدین جلت عن الاظہار

(اے مرشد برحق آپ کی رحلت سے اس دین میں زبردست رخنہ پیدا ہو گیا ہے جو بیان کے قابل نہیں ہے)

یقیناً حضور مفتی اعظم قدس سرہ مرجع العلماء والفضلا تھے آپ کا علمی رعب و دبدبہ لوگوں کے دلوں پر طاری تھا آپ کے ارشاد و تبلیغ سے اسلام وسنیت کو فروغ ہو رہا تھا، حق گوئی و بے باکی میں آپ کا جواب نہ تھا۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

اس شعر کے یقیناً آپ مصداق تھے اس لیے آپ کی رحلت سے جو خلا پیدا ہوا آج تک وہ پر نہ ہو سکا۔

مجاہد ملت حضور الشاہ مولانا حبیب الرحمن صاحب علیہ الرحمہ کے سانحۂ ارتحال کے موقع پر فرماتے ہیں۔

ما رئی مثلہ فی الفضل و الثنا فہو السماء لیست من فوقہا سما

(فضل وثنا میں آپ کے مثل دیکھا نہیں گیا اس لیے کہ وہ ایسے اونچے آسمان ہیں جس سے اونچا کوئی آسمان نہیں)

حضور مجاہد ملت شریعت وتقوی، مجد وشرف، فضل وکمال اور حق وصداقت کے بلند مقام پر فائز تھے اس لیے آپ کو سب سے اونچا آسمان کہا اس لیے اس میں استعارہ ہے اور لیست من فوقہا سما سے السماء میں جو اونچا ہونے کا مفہوم ہے اس میں زور اور تاکید ہو رہی ہے اس لیے اطناب بھی ہے۔

ھل ذاکم حبیب الرحمن ثاویا فی الرمس ام سراج فی الترب خافیا

(کیا یہ حبیب الرحمن قبر میں مدفون ہوئے یا چراغ مٹی میں چھپ گیا)

حضور مجاہد ملت علیہ الرحمۃ والرضوان سے ہزاروں لوگوں کو ہدایت ملی ہزاروں ویران دل آباد ہوئے اور آپ کی ذات با برکات سے کفر وضلالت اور فسق وفجور کی تاریکیاں چھٹ گئیں اور علم ودانش کی روشنی پھیلی اس لیے آپ کو سراج (چراغ) کہا اس لیے کہ چراغ سے بھی تاریکی چھٹتی ہے اور روشنی پھیلتی ہے لہٰذا اس میں استعارہ کی صنعت ہے۔

حضور احسن العلما مارہروی کے سانحۂ ارتحال کے موقع پر حضور تاج الشریعہ نے تعزیت اور رثاء کے اشعار کہے جن میں سے صرف دو اشعار پیش کر رہا ہوں۔

غبت فی مارہرہ مصباح الدنی شمس الانام یا زکاء مصطفانا بعدک الدنیا ظلام

(اے دنیا کے چراغ مخلوق کے سورج تو مارہرہ مطہرہ میں غروب ہو گیا، اے ہمارے مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ، نیک اور صالح اولاد تیرے بعد دنیا تاریک ہو گئی)

حضور احسن العلما حضرت علامہ مولانا حافظ وقاری شیخ المشائخ مصطفی حیدر حسن صاحب قبلہ مارہروی قدس سرہ زندگی بھر ارشاد و تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہے، کفر وشرک، فسق وفجور اور جہل کی تاریکیوں کو دور کرتے رہے، ہزاروں لوگوں کے دلوں کو نور

ایمان سے منور فرماتے رہے ویران دلوں کو آباد کرتے رہے بدخلقوں کو اخلاق حسنہ سے آراستہ فرماتے رہے۔ اس لیے حضور تاج الشریعہ قدس سرہ نے آپ کو دنیا کا چراغ اور مخلوق کا سورج کہا لہٰذا اس میں استعارہ ہے اور دوسرے مصرع میں آیت کریمہ "انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا" (اے اہل بیت یعنی اے نبی کے گھر والو! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے) کے پیش نظر "یاز کاء مصطفاانا" فرمایا اور بعدک الدنیا ظلام سے انتہائی غم واندوہ کا اظہار فرما رہے ہیں کہ آپ کی رحلت سے ہمارے سروں پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیا جائے جس طرح سے تاریکی میں کچھ سوجھائی نہیں دیتا کہ کہاں جائیں کیا کریں۔

یہ شعر ایجاز، استعارہ، طباق، اور اختلاف وغیرہ کے حسن و جمال سے مزین ہے۔

قبل موت متم وبعد موت دمتم　　　جسر موت جزتم و بالوصال فزتم

(موت سے پہلے آپ مرے (نفس کو مار ڈالا) اور موت کے بعد حیات جاودانی سے محظوظ ہوئے موت کے پل کو پار کر کے وصال محبوب سے محظوظ ہو کر کامیاب ہو گئے)

متم، دمتم، جزتم اور فزتم یہ سارے افعال نصر کے باب سے ہم وزن ہیں یہ سجع کی بہترین مثال ہے اس شعر میں ائتلاف اللفظ مع المعنی، طباق و تضاد، عقد اور ایجاز کا حسن و جمال موجود ہے اس شعر کے پہلے مصرع میں "موتوا قبل ان تموتوا" (مرنے سے پہلے مر جاؤ) یعنی اپنے نفس کو مار ڈالو اور دنیا کو چھوڑ دو تاکہ عبادت اور تقرب الی اللہ کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ رہے۔ اسی کے پیش نظر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے حضور احسن العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا "قبل موت متم وبعد موت دمتم" "موت آنے سے پہلے آپ نے ترک دنیا کر کے نفس کو مار ڈالا اور ایسے لوگ اس دنیا سے کوچ کرنے کے بعد ہمیشہ زندہ رہتے ہیں لہٰذا آپ کو ہمیشگی کی زندگی نصیب ہوئی۔

اور دوسرے شعر میں حدیث شریف "الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب" (موت ایسا پل ہے جو ایک محبوب کو دوسرے محبوب سے ملا دیتا ہے) کا معنی بیان کیا گیا ہے جس پر گذشتہ صفحات میں مختصری روشنی ڈالی جا چکی ہے۔

عراق پر خمینی نے جب حملہ کیا تھا اس وقت آپ نے حماسہ (دلیری اور بہادری) کے اشعار پر مشتمل ایک قصیدہ کہا تھا اس کے چند اشعار ذکر کیے جاتے ہیں جن میں سلاست و روانی کے ساتھ ائتلاف وطباق کا جمال موجود ہے۔

الا یا خمینی یا فاجر　　　افق من ضلالک یا خاسر

(خبردار اے خمینی اے فاجر بدکار تو اپنی گمراہی سے باز آ جا اے نامراد)

أفیضوا بھیجاء او اقصروا　　　فجیش العراق ھو الظافر

(تم جنگ کرو یا جنگ سے باز رہو بہر صورت عراق کا لشکر ہی فتح یاب ہوگا)

و یردی الخمینی و أحزابہ　　　اذ لا ء لیس لھم ناصر

(خمینی اور اس کے گروہ ذلیل و رسوا ہو کر برباد ہو جائیں گے ان کا کوئی معین و مددگار نہیں ہوگا)

خلاصہ کلام یہ کہ عربی شاعری کا پورا دیوان جس کا نام "روح الفؤاد بذکری خیر العباد" ہے۔ عربی شاعری کا بہترین

نمونہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل میں اسے قبول فرماتے ہوئے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو بہترین جزا عطا فرمائے اور مرقد انور پر رحمت وغفران کی بارش نازل فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ واصحابہ واہل بیتہ اجمعین

***

حضور تاج الشریعہ ایک عظیم فقیہ

مفتی سید کفیل احمد ہاشمی قادری، دارالافتاء، منظر اسلام بریلی شریف

اجڑی سی آرہی ہے نظر ہر بساط دل — کرکے دیار علم کو ویراں چلا گیا
ہیں بلبلان گلشن تحقیق سوگوار — جان چمن وہ فخر گلستاں چلا گیا

قرآنی آیات باہرات ونبوی ارشادات کے مطابق ارباب فقہ وافتاء اہل خیر وسعادت ہوا کرتے ہیں سورۂ بقرہ میں ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے "ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا (البقرہ پ ۳) اور جسے حکمت دی گئی اسے بہت بھلائی دی گئی۔ اور حدیث شریف میں ہے "من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین" اللہ تبارک وتعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے۔ مذکورہ نصوص شرعیہ سے ظاہر ہوگیا کہ حکمت و دانائی اور تفقہ فی الدین ہر کس و ناکس کو حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ رب ذوالجلال جس کے ساتھ خیر وسعادت کا ارادہ فرماتا ہے اسے اس نعمت غیر مترقبہ سے مالامال کردیتا ہے۔

سرکار تاج الشریعہ بدر الطریقہ وارث علوم امام احمد رضا جانشین حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ کی فقاہت، علمی بصیرت، ژولیدہ مسائل کی تحقیقات وتنقیحات دیکھ کر یہ یقین ہوجاتا ہے کہ آپ علیہ الرحمۃ والرضوان خداوند کریم کے ان نیک بندوں میں شامل ہیں جن کے ساتھ رب کریم نے خیر کا ارادہ فرمایا ہے۔ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات عہد حاضر میں فقید المثال مفتی وفقیہ لاثانی کی حیثیت سے متعارف تھی۔ سمناروں وفقہی مجالس ومذاکرات میں بحث وتمحیص کے بعد آپ کا قول قول فیصل ہوا کرتا تھا۔ جن لاینحل مسائل میں فقہاء ومفتیان کرام مضطرب وسرگرداں نظر آتے آپ علیہ الرحمہ چند ساعتوں میں دلائل وبراہین کے ساتھ حل فرمادیا کرتے تھے۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ راقم الحروف (فقیر قادری) اپنے احباب کے ساتھ حضرت کی مزاج پرسی کے لئے حاضر خدمت ہوا۔ حضرت تازہ تازہ آنکھ کا آپریشن کرا کر تشریف لائے تھے۔ ڈاکٹر نے مطالعہ وغیرہ کیلئے سختی کے ساتھ منع کردیا تھا۔ کاشانۂ اقدس میں حضرت تاج الشریعہ جلوہ افروز تھے تو ہم نے کیا دیکھا کہ ہندوستان کے ایک جید عالم دین ومفتی شرح متین علم الکلام کا ایک فتوی جو تقریبا ڈھائی صفحات پر مشتمل تھا لکھ کر بارگاہ تاج الشریعہ میں سنانے لگے جب وہ مفتی صاحب اپنا لکھا ہوا فتوی سنا رہے تھے تو حضرت جگہ جگہ اصلاح فرماتے جاتے اور مزید حوالہ جات کی نشاندہی فرماتے جاتے اور کہیں فرماتے کہ یہ جزئیہ تام نہیں ہے اور کہیں فرماتے کہ اس جزئیہ کو اس مقام پر ذکر کرنا بے محل اور غیر مناسب ہے۔ حضرت کے اس تبحر علمی کو دیکھ کر حاضرین محو حیرت تھے اور ایسا لگ رہا تھا کہ علم وفضل کا بحر بیکراں اپنے شباب پر ہے اور مفتی موصوف حضرت کے اس علم پر عش عش کررہے تھے۔

جب پورا فتوی سماعت فرمالیا تو عمدۃ المحققین حضرت علامہ قاضی عبد الرحیم بستوی علیہ الرحمہ سے فرمایا کہ قاضی صاحب فلاں فلاں کتاب نکال کر فلاں فلاں مقامات سے جزئیات نکال کر دیدیجئے۔ جب قاضی صاحب نے مطلوبہ کتابوں کے متعینہ مقامات کو

کھول کر جزئیات کو دیکھا تو حیران و ششدر رہ گئے کہ زیر بحث فتویٰ سے مطابقت ان جزئیات کو کس قدر حاصل ہے جن سے مفتی موصوف غافل رہ گئے تھے۔ عقل و فہم یہ فیصلہ کرنے سے قاصر تھی کہ یہ علم کسبی ہے یا وہبی؟ یہ خداداد ذہانت و فطانت ہے یا علم لدنی کا ایک حصہ؟ میں تو بس اتنا سمجھ سکا کہ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ اور

ایں سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اسی طرح ایک بار کا ذکر ہے کہ جامعہ منظر اسلام میں کچھ نو پید مسائل آگئے ہزار کوششوں کے باوجود جب حل نہ ہو سکے تو حضرت والا تبار کی طرف مجھ فقیر قادری نے رجوع کیا آپ نے سوالات سماعت کرنے کے بعد تا تسلی بخش نفیس جواب مع دلائل کے عنایت فرمایا کہ ہمیں انشراح صدر حاصل ہو گیا اور تمام شکوک وشبہات مرتفع ہو گئے متذکرہ بالا واقعات کی روشنی میں ہم یقین و اذعان کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے جد امجد مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ میں جو یہ ارقام فرمایا ہے کہ (زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ فہم ہے اور انشاء اللہ العزیز زمانہ ان بندگان خدا سے نہ خالی ہوگا جو مشکل کی تسہیل معضل کی تحصیل صعب کی تذلیل مجمل کی تفصیل کے باہر ہوں بحر سے صدف، صدف سے گہر بذر سے درخت، درخت سے ثمر نکالنے پر باذن اللہ تعالیٰ قادر ہوں۔ (ج ۴ صفحہ ۵۲۹)

آپ علیہ الرحمہ ضرور ضرور اسکے مصداق ہیں۔ اس امر پر آپ کے ارقام کردہ فتاویٰ، تحقیقات وتنقیحات شاہد ہیں۔ آپ کی تحقیقات، تحقیقات رضا کی آئینہ دار ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمہ نے جس طرح مسائل شرعیہ کو قرآن و حدیث و اجماع واقوال ائمہ وفقہا، وفقہ واصول کی ضیاء میں حل فرما کر امت مسلمہ پر احسان فرمایا ہے۔ سرکار تاج الشریعہ نے بھی اسی طریق ومنہج پر قائم رہ کر حق تحقیق ادا کی ہے۔ علامہ ابن حجر ہیثمی فرماتے ہیں: لا یجوز لہ ان یفتی من کتاب و لا من کتابین فقہاء کرام کے مقرر کردہ اس اصل کے تحت سیدی امام احمد رضا فاضل بریلوی عند الضرورۃ حوالہ جات کے انبار لگا دیتے ہیں۔

اسی روش پر چل کر سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے بھی اپنے فتاویٰ میں حوالہ جات کے انبوہ کثیر کو جمع فرما دیا ہے اور جانشین کا حق ادا فرما دیا ہے۔ بلاشبہ آپ علوم ومعارف میں امام احمد رضا کے آئینہ دار اور صورت و جمال فصاحت و بلاغت میں حضور حجۃ الاسلام کے پرتو اور تقویٰ وطہارت میں سرکار مفتی اعظم ہند کے سراپا عکس بلکہ سچے جانشین تھے۔ حضرت متواتر دو سال تک حبیبیہ مسجد پر لا شہر جمعہ کے دن بعد نماز مغرب تشریف لاتے دور دراز سے لوگ حضرت سے سوال کرنے کے لئے آتے، حضرت کے ہمراہ ان کے شہزادۂ ذی وقار علامہ حضرت عسجد رضا قادری یا حضرت مولانا عاشق حسین کشمیری ہوتے لوگ اپنے اپنے سوالات ذکر کرتے حضرت اس کا دلائل و براہین اور قرآن وحدیث واقوال فقہا اور علماء کی روشنی میں جواب اس انداز سے دیتے کہ سائل فوراً مطمئن ہو جاتا وہاں موجود علماء میں فقیر قادری کے علاوہ حضرت مولانا قاضی نظام الدین امام حبیبیہ مسجد و دیگر علمائے کرام استفادہ کے لئے حاضر رہتے۔ اس مختصر تحریر میں آپ کے جملہ اوصاف حمیدہ کو بیان کرنا متعذر ہے بس خامۂ خام کو یہ کہہ کر روکتا ہوں۔

شکار ماہ کہ تسخیر آفتاب کروں
کسے میں ترک کروں کس کا انتخاب کروں

***

حضورتاج الشریعہ اورانکی فقاہت

مولانا خورشید عالم برکاتی مصباحی،طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو

عصر حاضر میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کے علوم وفنون کے سچے وارث ومفتی اعظم ہند کے صحیح جانشین فقیہ اسلام قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں قادری کی ذات بابرکات ہے جو ایک ایسے علمی وروحانی اور مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے جو برسوں سے علم وعمل تقویٰ وطہارت نیز تصلب فی الدین میں اعلیٰ درجہ پر فائز تھا۔ یہ علمی ورثہ منتقل ہوتا ہوا آپ تک پہونچا آپ کی ولادت باسعادت شہر بریلی میں ۲۳ رنومبر ۱۹۴۳ء میں ہوئی آپ کے گھر والوں نے دنیاوی تعلیم دلوانے کے بجائے دینی تعلیم سے آراستہ کیا کیونکہ بزرگان دین جانتے تھے جو دینی تعلیم سے مزین ہوجاتا ہے وہ دنیا وآخرت دونوں کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے۔

حضرت تاج الشریعہ نے اپنے والدین کریمین ومفتی اعظم اور مفتی سید محمد افضل حسین مونگیری، مولانا عبدالتواب مصری، مفتی محمد احمد عرف جہانگیری وغیرہا کی بارگاہ میں حاضر ہوکر درس نظامیہ کی تکمیل فرمائی پھر مزید حصول علم اور عربی میں مہارت حاصل کرنے کے لئے دنیا کی عظیم ترین یونیورسٹی جامعۃ الازہر مصر تشریف لے گئے وہاں کلیۃ اصول الدین میں داخلہ لیا اور مسلسل تین سال تک جامعہ ازہر مصر میں رہ کر فن تفسیر وحدیث کے ماہر اساتذہ سے اکتساب علم کیا، اور اول پوزیشن سے فراغت حاصل کی جس کی وجہ سے بطور انعام وہاں کے صدر مملکت کے ہاتھوں جامعہ ازہر ایوارڈ سے بھی شرف یاب ہوئے جو آپ کی ذہانت وفطانت اور قوت حافظہ کی روشن دلیل ہے۔

تعلیم مکمل ہوجانے کے بعد ۱۹۶۷ء میں آپ درس وتدریس کے منصب پر فائز ہوگئے اور دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا میں آسمان علم پر آفتاب وماہتاب بن کر چمکنے لگے اور اتنے چمکے کہ خلق خدا آپ کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے تاب نظر آنے لگی ہمارا عنوان چونکہ ایک عظیم فقیہ کے فقہی کارناموں سے ہے اسلئے مناسب یہ ہے کہ پہلے میں فقہ کے تعلق سے کچھ بنیادی باتیں بطور تمہید پیش کروں۔

فقہ کا لغوی معنی:۔فقہ کا لغوی معنی اس سمجھ بوجھ کے ہیں جس سے آدمی کسی امر کی حقیقت اور نتیجہ تک پہنچ جائے۔اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ کے لغوی معنی مفہوم وتدبیر اور دینی بصیرت کے بیان کئے ہیں۔

اصطلاحی معنی:۔ارباب اصطلاح اور فقہائے عظام سے فقہ کی متعدد تعریفیں منقول ہیں چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی اور عام فقہاء نے یہ تعریف کی ہے ”العلم بالاحکام الشریعۃ العملیۃ عن ادلتہا التفصیلیۃ“شریعت کے عملی احکام کو ان کے ماخذ اور تفصیلی دلائل کے ذریعہ جاننے کا نام فقہ ہے صاحب بحرالرائق کچھ ترمیم کے ساتھ فقہ کی تعریف یوں کرتے ہیں:”العلم بالاحکام الشرعیۃ العملیۃ المکتسبۃ من ادلتہا التفصیلیۃ بالاستدلال“فقہ ان شرعی عملی احکام کے علم کا نام ہے جو تفصیلی

دلائل سے بطور استدلال حاصل ہوں۔امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک فقہ کی تعریف اس طرح منقول ہے،"والفقہ معرفۃ النفس مالہا وما علیہا" فقہ ان چیزوں کی معرفت کو کہتے ہیں جو نفع ونقصان پہونچائیں۔خواہ یہ امور اعتقادیات سے تعلق رکھتے ہوں یا عملیات سے یا وجدانیات سے۔

فقہ کا ماخذ:۔شریعت اسلامیہ اور ملت طاہرہ کے جملہ احکام ومسائل کے بنیادی ماخذ ومراجع چار ہیں۔(۱) کتاب اللہ، (۲) سنت رسول، (۳) اجماع امت، (۴) قیاس ،ان چاروں پر تمام علما وفقہا کا اتفاق واجماع ہے کہ یہ شریعت کے تمام احکام کی بنیادیں ہیں۔

فقہ اور فقیہ کے تعلق سے ایک بحث یہ بھی آتی ہے کہ طبقات فقہاء کتنے ہیں؟ اور کس فقیہ کا درجہ کیا ہے؟ حضرت علامہ ابن عابدین شامی نے فقہاء کے سات طبقات بیان فرمائیں ہیں۔(۱)طبقۃ المجتھدین فی الشرع(۲)طبقۃ المجتھدین فی المذھب(۳)طبقۃ المجتھدین فی المسائل (۴)طبقۃ اصحاب التخریج من المقلدین(۵)طبقۃ اصحاب الترجیح من المقلدین(۶)طبقۃ المقلدین القادرین علیٰ التمیز (۷)طبقۃ المقلدین الذین لا یقدرون علیٰ ماذکر۔

مذکورہ تفصیلات کی روشنی میں جب ہم حضرت تاج الشریعہ کی ذات بابرکات کو دیکھتے ہیں تو آپ کا فقہی مقام آفتاب نیم روز کی طرح سامنے آجاتا ہے سرکار تاج الشریعہ جہاں ایک شاندار فقیہ ہیں وہیں آپ کے اندر زہدوورع ،تقویٰ و طہارت،تواضع وانکساری،خلوص وللٰہیت ،عمل بالسنت،صبر وشکر استغنا ،وتوکل بھی اعلیٰ درجہ کا پایا جاتا ہے نیز مقتضیات زمانہ پر نظر اور اکثر مروجہ علوم و فنون پر کامل دستگاہ ومہارت جیسے اوصاف کے جامع بھی نظر آتے ہیں جو ایک فقیہ کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔

آپ نے سب سے پہلا فتویٰ ۱۹۶۶ء میں لکھ کر مفتی سید افضل مونگیری صدر شعبہ دارالافتاء منظر اسلام کو دکھایا آپ نے فرمایا میں نے دیکھ لیا لیکن اپنے نانا محترم کو بھی دکھا آیئے پھر آپ نے اپنے نانا تاجدار اہلسنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کی خدمت میں پیش کیا حضرت نے ملاحظہ فرما کر مسرت کا اظہار کیا اور حوصلہ افزائی فرمائی اور ہدایت کی کہ دارالافتاء میں آکر فتویٰ لکھا کرو اور مجھے دکھایا کرو۔آپ جب بھی فتویٰ کی اصلاح کے لئے مفتی اعظم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو حضرت آپ کو اپنے قریب بٹھاتے فتویٰ ملاحظہ فرماتے اور ضرورت کے مطابق کچھ اضافہ اور ترمیم کر کے دستخط فرمادیتے۔حضور تاج الشریعہ صرف فقہ اسلامی کے کلیات وجزئیات پر کامل دسترس نہیں رکھتے تھے بلکہ آپ کو رسم افتا کے اصول وقوانین کا پورا پورا ادرک بھی حاصل تھا،یہی وجہ تھی کہ مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے اپنی ظاہری حیات ہی میں آپ کو فتویٰ نویسی کی عظیم اور اہم ذمہ داری تفویض کردی اور حکم فرمایا کہ: اختر میاں اب گھر میں بیٹھنے کا وقت نہیں یہ لوگ جن کی بھیڑ لگی ہوئی ہے کبھی سکون سے بیٹھنے نہیں دیتے اب تم اس کام کو انجام دو یہ میں تمہارے سپرد کرتا ہوں (پھر لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا) آپ لوگ اب اختر میاں سلمہٗ سے رجوع کریں اور انہیں میرا قائم مقام اور جانشین جانیں۔ {ماہنامہ استقامت ۱۹۸۳ء ص ۱۵۱}

حضور تاج الشریعہ خود فرماتے ہیں حضرت کی توجہ سے مختصر مدت میں اس کام سے مجھے وہ فیض حاصل ہوا کہ جو کسی کے پاس مدتوں بیٹھنے سے بھی نہ ہوتا۔ {ماہنامہ استقامت کانپور ۱۹۸۳ء ص ۱۵۱}

اسی لئے بڑے بڑے علمائے کرام ومفتیان عظام جو فقہ وفقاہت میں درک ومہارت رکھتے وہ آپ کے فتاویٰ کو دیکھ کر

فرماتے ہیں کہ فقہ کے میدان میں اگر آپ کو دیکھا جائے تو موجودہ دور میں آپ کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو فقہی بصیرت اور بصارت سے نوازدیتا ہے، من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین

حضور تاج الشریعہ فقہ کے جزئیات پر ایسے حاوی تھے کہ جیسے ایک حافظ قرآن ناظرہ پڑھنے پڑھانے پر حاوی ہوتا ہے میں نے سیمینار پر کئی مرتبہ دیکھا کہ جب مفتیان کرام کسی مسئلہ پر الجھ جاتے اور بحث مباحثہ کے بعد کوئی حل کی صورت نظر نہیں آتی تو حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں رجوع کیا جاتا تو آپ اس مسئلہ کو ایسے حل فرمادیتے جیسے وہ پہلے ہی سے تیار بیٹھے تھے کہ ہم سے یہی سوال کیا جائے گا، مرکزی دارالافتاء بریلی شریف میں باہر سے آئے ہوئے جن سوالوں کے جوابات مفتیان کرام حل کرنے میں متردد رہتے اور نتیجہ تک رسائی نہیں ہو پاتی تو ان تمام مشکل مسائل کو اکٹھا کردیا جاتا اور حضور تاج الشریعہ جب باہر کے دورے سے تشریف لاتے یا باہر دورے پر جاتے تو وہ سوالات ساتھ ہوتے ٹرین وغیرہ میں ان سوالات کے جوابات قلم بند کرتے۔

مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب فرماتے ہیں آپ کی ذات پوری جماعت اہل سنت کے لئے مرجع کی حیثیت رکھتی ہے تفقہ فی الدین میں جو وراثت آپ کو حاصل ہے یکتائے زمانہ ہیں فقہی جزئیات نوک زبان رہتے ہیں، ایک بار جب آپ جمشید پور تشریف لے گئے تھے، جناب علیم الدین صاحب آسوی کے مکان پر رونق افروز تھے کہ استفتاء آیا آپ نے فوراً اس کا جواب تحریر فرمایا اور متعدد فقہی جزئیات سے بھی مزین فرمایا اور دستخط کرکے حوالہ کردیا جب کہ کوئی کتاب سامنے نہ تھی۔

میں نے بہت سارے اہل علم و مفتیان کرام سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ فقہ و افتاء کے میدان میں بھی تاج الشریعہ سرکار اعلیٰ حضرت و مفتی اعظم کے سراپا سچے جانشین ہیں، حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری نائب قاضی القضاۃ فی الہند نے امام احمد رضا کانفرنس میں فرمایا: علامہ ازہری کے قلم سے نکلے ہوئے فتاویٰ کے مطالعہ سے ایسا لگتا ہے کہ ہم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریر پڑھ رہے ہیں آپ کی تحریر میں دلائل اور حوالہ جات کی بھر مار سے یہی ظاہر ہوتا ہے،

{تقریر امام احمد رضا کانفرنس بریلی ۲۳ صفر ۱۴۲۵ھ}

آپ سوال و جواب کو ایسے دلائل و براہین سے مزین فرماتے کہ پڑھنے والا دم بخود رہ جاتا جہاں اختصار کی ضرورت محسوس کرتے وہاں اختصار سے جواب تحریر فرماتے اور جہاں مفصل جواب کی ضرورت ہوتی وہاں تفصیل کے ساتھ مثلاً آئل پینٹ کے بارے میں آپ سے سوال ہوا کہ اس میں اسپرٹ کی آمیزش بتائی جاتی ہے اسے مسجد میں لگانا کیسا ہے؟ اسکے جواب میں حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں جسے پڑھ کر آپ کے استحضار جزئیات کا پتہ چلتا ہے۔

جواب میں تحریر فرماتے ہیں: اگر شرعی طور پر ثابت ہو کہ اس کے ڈبہ میں اسپرٹ کی آمیزش ہے تو اس کا استعمال مطلقاً حرام ہے کہ یہ نجس ہے اور مسجد میں اسے داخل کرنا بھی حرام ہے چہ جائیکہ اس سے در و دیوار مسجد کا آلودہ کرنا۔ در مختار میں ہے، "تحریما ادخال نجاسۃ فیہ وعلیہ فلا یجوز الاستصباح بدھن نجس فیہ ولا تطیینہ بنجس۔ ردالمحتار میں ہندیہ سے ہے "یکرہ ان یطین المسجد بطین قد بل بماء نجس"۔ مگر ان اشیاء کے استعمال پر ابتلائے عام ہے اور ثبوت شرعی مفقود اور اصل طہارت متیقن اور نجاست محتمل و موہوم لہٰذا فتویٰ جواز پر اور بچنا بہتر ہے۔ {ماہنامہ سنی دنیا ستمبر ۲۰۰۲ء}

حضور تاج الشریعہ اور سفینۂ بخشش

مولانا محمد سہیل رضا امجدی سراج العلوم ڈھبورہ طیہر شاہجہانپور

عالم اسلام کی عبقری شخصیت مفکر اسلام محقق اعظم منبع علم وفضل بطفیل رسول اکرم، صدر العلماء شیخ الاسلام والمسلمین حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا صاحب قبلہ قادری المعروف ازہری میاں علیہ الرحمہ والرضوان کی وہ ذات ہے جو محتاج تعارف نہیں اپنے ہوں یا بیگانے عرب کے ہوں یا عجم کے حضور تاج الشریعہ کے لقب سے موسوم کئے جاتے تھے۔

یہ آپ ہی کا خاصہ تھا اس لئے کہ فقہا پر آپکا تفقہ دین والوں میں تصلب فی الدین علم والوں میں علمی وجاہتیں ایسے ظاہر و باہر تھیں جیسے مہ و انجم کی محفل میں شمس و قمر کی تابانیاں وہ اہلسنت اور سواد اعظم کی موجودہ پہچان تھے ان کی پیشانی سے طہارت نفسی اور کردار کے تقدس کا نور جھلکتا تھا ان کی خدا رسیدہ صورت دیکھ کر خدا کے رسول کی پاکیزہ زندگی یاد آتی ایسے باوقار حسین چہرے والے کہ ایک بار دیکھنے کے بعد بار بار شوقِ ملاقات کی آرزو پیدا ہوتی جدھر سے وہ گزر جاتے نگاہوں کے چراغ جلنے لگتے غیرت کے بوجھ سے انکی پلکیں جھکی رہیں۔

بارگاہ رسالت سے انہیں بے پناہ عقیدت تھی گنبد خضریٰ کے تصور میں پہروں ان کی پلکیں بھیگی رہتی تھیں صلاۃ وسلام کی محفلوں میں ان کی سوز وگداز اور محویت شوق کا عالم بڑا ہی رقت انگیز تھا مزارات اولیاء اور محبوبان حق کے ساتھ ان کے دل کا گہرا انس کسی تلقین کا نتیجہ نہیں بلکہ خود ان کے ضمیر کا عقیدہ تھا اسی لیے تو آپ نے فرمایا تھا اگر میں داعی اجل کو لبیک کہوں اور میری حیات ظاہری ختم ہو چکی ہو تو میں کثرت سفر کی بنا پر اپنے وطن کی علاوہ کہیں دوسری جگہ پر ہوں تو وہیں میرا دفن کسی مرد کامل خدا رسیدہ بزرگ کے بازو میں بنانا۔

یہ جملہ آپ کا ہے جس کی تفسیر عالم اسلام میں فضاؤں کی مانند پھیل گئی، مبدأ فیاض سے فکر رسا اور اخاذ طبیعت پائی جاتی تھی عربی، اردو، فارسی کے آپ ایک قادر الکلام صنف سخن کی ہر نوع شاعر بھی تھے اور شہسوار بھی تھے غزل، رباعی، قصیدہ، مثنوی، قطعہ، سلام اور نظم پر کامیاب طبع آزمائی کی ہے نعت میں شوقیانہ خیالات اور عامیانہ جذبات سے ہمیشہ اجتناب ہی برتا ہے تکلف اور تصنع سے ہمیشہ دور رہے۔ وہ اعلیٰ حضرت کے سچے امین تھے ان کا سلسلہ ارادت سرکار کی ذات سے وابستہ تھا انھیں تصوف کا ذوق اور عارفانہ مزاج میسر آیا تھا عشق حقیقی اور اس کی صداقتوں کا اظہار اپنی نعت ومنقبت میں کیا کرتے تھے جو اسلوب کی خوبصورتی سے مل کر دلوں کو متاثر کرتی ہے۔

الغرض آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عقل اور آپکا دل جب نبی کے نور سے منور تھا اسی روشن وجمیل دل کو آپ نے امت مسلمہ کے لیے مشغل راہ بنایا انہوں نے وہ نغمات وجد آفریں گنگنائے کہ آج فضائے دہر بہجت وانبساط کے نشے میں مست ہے عشق مصطفیٰ میں صحرائے بلاغت کی وہ خاک چھانی کہ ذرہ ذرہ ان سے واقف ہو گیا مختلف موضوعات کی جہتوں کو دیکھتے دیکھتے جب رخ تکلم قبلہ

فصاحت کی طرف ہوا تو میں نے ان کو میزاب کعبہ بلاغت کے نیچے دیکھا جہاں ان پر فضل الٰہی کا پانی ٹپک رہا تھا ایک صوفی باصفا ایک باخبر قلمکار ایک دردمند رہنما تھے ایک شاعر شیریں مقال تھے آپکی شخصیت بہت جہت کی حامل تھی جو ارباب فکر کو متوجہ کرتی ہے تحفظ شان رسالت آپکا مقصد حیات تھا اس میں پورا انہماک دکھایا لمحہ بھر کی مداہنت گوارہ نہ کیا اور بال سے زیادہ باریک سوء ادب کو نور ایقان سے بے نقاب کرتے تھے صیانت عقیدہ آپ کا مشن اول تھا اس حوالے سے کئی تحقیقی رسائل بھی قلم بند کیے ہیں نظم اور شعر میں اپنی سطوت کو ثابت کیا فقہی بصیرت آپکا محبوب فنی فکروفن وفکر کے حوالے سے چند اقتباس پیش کرتا ہوں۔

صنعت تکریر یا تکرار:

یعنی شی کو بار بار کرنا۔ التکریر من کرر الشیء۔ ابن اثیر نے اپنی کتاب میں اسی کی تعریف کرتے ہوئے کہا تکریر یہ ہے کہ ایسے لفظ کو بار بار لایا جائے جو ایک ہی معنی پر دلالت کرے اور مفہوم الگ ہو بدائع الافکار میں اس کی تعریف یہ کی گئی کہ دو لفظوں کو جو ایک ہی معنی رکھے مصرعوں یا شعر میں برابر جمع کرنا اس کی کئی قسمیں ہیں یہاں پر چھوٹی بحر عمدہ کلام حضور تاج الشریعہ تکریر کے ساتھ گویا ہوئے ہیں۔

تجھے کیا فکر ہو اختر تیرے یاور ہیں وہ یاور
بلاؤں کو میری جو خود گرفتار بلا کر دیں

تو شعر میں یاور کی تکرار اور بلا کی تکرار معنی خیز انداز میں سماعت کو مسرور کر رہی ہے سماعت میں کوئی گرانی محسوس نہیں ہوئی ہے اس شعر میں سرکار ذی وقار کے دربار گہربار میں اپنے آپ کو عشق ومستی کا رنگ دیکر سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے کر دیا کہ اب مجھ کو کوئی پریشان نہیں کر سکتا اس لئے کہ وہ میرے آقا ملجا وماوی اور میرے پناہ گاہ ہیں کہ دنیا اور آخرت میں جس کی کوئی مثال پیش نہیں کر سکتا اس لیئے کہ رب نے فرمادیا۔ حریص علیکم بالمومنین رؤف الرحیم دوسری جگہ فرماتے ہیں

کس سے کروں بیان غم کون سنے فغان غم
پاؤں کہاں امان غم امن واماں تم ہی تو ہو

بلاغت شعر میں بیان غم، فغان غم، امان غم، امن واماں صنعت تکریر ہے۔ اور اس حسین انداز سے موتیوں کو لڑی میں پرو دیا ہے گویا کہ سمندر کو کوزے میں سمو دیا۔ اور کہا مجھے یا رسول اللہ آپ کے سوا کون ہے جو میرا غم داستان سنے اور غموں کو دور کرے امن سکون تو آپ ہی کی بارگاہ سے ملتا ہے

آپکی نعتیہ شاعری میں وارفتگی شوق علمی ثقافت سوز گداز اور بے ساختگی کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے و آپکی شاعری میں محسنات بدیع کی نمایاں جھلک بھی دکھائی دیتی ہے جسے صنعت اقتباس کہتے ہیں کہ نظم یا نثر میں کلام خدا یا احادیث رسول یا اقوال بزرگان دین کو الگ زبان میں لانا دوسرے شعر میں مفہوم بیاں کرنا یہ ہر شاعر کی بس کی بات نہیں بلکہ علم بدائع سے روشناس اور قرآن وحدیث کے علوم پر مہارت رکھنے والے ہی جانتے ہیں ویسے تو ہر شخص نوک قلم سے صفحہ قرطاس پر اتارنے کی کوشش کرتا ہے مگر یہ صنعت اختیار کرنا بڑا مشکل امر ہے اشعار میں صنعت اقتباس دیا جاتا ہے۔ بلاغت شعر :

ابتغوا فرما کے گویا رب نے یہ فرما دیا — بے وسیلہ نجدیو! ہرگز خدا ملتا نہیں

یہاں اقتباس وابتغوا الیہ الوسیلۃ کولائے کلام خداوندی سے ہے اور اسکا مفہوم اپنے شعر میں بیان فرمادیا۔

کردیا قاسم ادا دونوں جہاں کے شاہ نے

بلاغت شعر۔اس میں حدیث شریف سے اقتباس سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول مبارک کو نقل کیا۔واللہ معطی و انا قاسم۔ مفہوم دوسرے شعر میں بیان فرمادیا وہ ہیں ان میں جو کہیں ارواحنا اجسامنا صورت روح رواں ہے دوسرا مثال نہیں ان کے علاوہ بہت سے اشعار ہیں۔

جیسے۔ دید کے ہوں جب خدا سے موسیٰ ان سے لن ترانی کہے رب تمہارا

پر تمہارے رب سے تمکو میرے ہے پیام وصلت یا رسول اللہ

یہاں صنعت اقتباس کلام خداوندی سے لایا گیا ہے جب موسیٰ علیہ السلام نے کہا قال رب ارنی انظر الیک۔تو رب العزت نے فرمایا: قال لن ترانی و لکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ۔ تو دوسرے شعر میں مصطفیٰ جان رحمت کی ذات کی طرف اشارہ ہے پیام وصلت سے یہاں۔ سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ کی طرف اشارہ ہے، آپکا ذوق سخن بزرگان دین اور صوفیان کرام کی روشنی پر تھا جیسا کہ شیخ سعدی فرماتے ہیں:

نہ نازم بر مایہ فضل خویش

بدریوزہ آوردہ ام دست پیش

شنیدم کہ در روز امید و بیم

بداں رابہ نیکاں بہ بخشد کریم

مجھے اپنی بزرگی پر ناز نہیں ہے اے پروردگار میں نے اپنا ہاتھ تیری بارگاہ میں پھیلا دیا ہے۔ میں نے سنا کل قیامت کے دن تو نیکوں کے صدقے بروں کو بخشے گا تو مجھے بھی ان نیکوں کے صدقے میں بخش دے۔

حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں۔الہی فاغفرلی ما مضیٰ من ذنوبی ان القی حمام و لطف اللہ أوسع ان یضیقا عملی فاسمعوا او دعوا الھلاما۔ یعنی اے میرے پالنے والے جو کچھ میری نادانی میں گناہ ہوئے ہوں انھیں موت سے پہلے معاف فرما دے۔اے خداوند قدوس تیری مہربانی وسیع تر ہے اس سے کہ تنگ ہو میرے عمل تو یہ سنو اور ملامت چھوڑ دو۔

ایسے مرد حق صاحب دل لیکن پھر بھی اپنے رب کے حضور گریہ وزاری کرتے ہوئے "وھم من خشیۃ ربھم مشفقون" کو اپنی رگ جان کر قریب رکھ کر عرض گزار ہوئے جبکہ انکا جنازہ یہ بتا رہا تھا کہ میرے حق میں جس بارے میں امام احمد ابن حنبل نے پہلے فرمادیا تھا کہ ہم اہل حق کے جنازہ ہی بتادینگے کہ حق پر کون ہے صحیح کہا میرے امام نے کہ انکے جنازے نے دنیا والوں کو درس فنا دیتے ہوئے بتادیا کہ ہم اہل حق ہیں چھپ کر بھی زندہ رہتے ہیں دلوں پر حکومت کیا کرتے ہیں۔

***

کلام تاج الشریعہ کی فنی پیمائش

مولانا محمد گلزار احمد خان رضوی، خادم التدریس جامعۃ الرضا، بریلی شریف

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو مختلف صفات کا حامل بنا کر دنیا میں بھیجا کچھ گمنامی کی زندگی گزار کر چلے گئے اور کچھ ایسے نقوش مبارکہ چھوڑ گئے کہ رہتی دنیا تک زمانے والے ان سے ہدایت پاتے رہیں گے خانوادہ رضویہ کے چشم و چراغ وارث علوم اعلی حضرت تاج الشریعہ حضرت علامہ شاہ اختر رضا خاں قادری علیہ الرحمۃ والرضوان انہیں مبارک شخصیات میں سے ایک ہیں جنکے تابندہ نقوش تاقیام قیامت گم کشتگان راہ کے لئے منارہ نور ہیں، آپکی ذات بابرکات عصر حاضر میں کسی تعارف کی محتاج نہیں برصغیر، ہند پاک، یورپ وافریقہ اور عرب دنیا میں آپ کا شہرہ عام ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو مختلف علوم وفنون میں مہارت تامہ عطا فرمائی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کو علوم وفنون تقوی وطہارت اور عشق رسول کی جو دولت بارگاہ خداوندی سے عطا ہوئی اس میں سے ایک وافر مقدار حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے حصے میں بھی آئی۔ آپ ایک بہترین مفسر محدث مصنف محقق فقیہ شاعر اور انشا پرداز تھے درس وتدریس فقہ وافتاء میں ایسی مہارت کہ ہمعصر جید علماء پیچیدہ مسائل کی عقدہ کشائی کے لئے آپکی بارگاہ میں حاضری دیا کرتے تھے عبارات فقہاء پر ایسی گرفت کہ مشکل ترین مسائل قرآن وسنت کی روشنی میں چند لمحوں میں حل کر دیا کرتے تھے۔

آپ نے شریعت کے معاملات میں کبھی کسی سے سمجھوتہ نہیں کیا جس نے جیسا کیا اس پر ویسا ہی حکم لگایا خواہ اپنا ہو یا بیگانہ تصلب فی الدین میں امتیازی شان پابندی شریعت میں الگ پہچان رکھتے تھے تاحیات زمانے والوں کو عشق وعرفان کا جام پلاتے رہے اور ان کے ایمان وعقیدہ کی حفاظت کرتے رہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر عام وخاص کے دل میں آپ کی محبت کو ڈال دیا تھا اگر ویرانے میں بھی نکل جاتے تو سروں کا لامتناہی سلسلہ باریابی کے لیے پروانوں کی طرح دیوانہ وار پیچھے پیچھے چلا آتا جسے دیکھ کر حدیث قدسی ۔ یاجبریل انی احب فلانا فاحبہ کا ترانہ ذہن ودماغ میں گردش کرنے لگتا اور زبان بے ساختہ پکار اٹھتی ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

جملہ علوم وفنون میں مہارت کے ساتھ ساتھ آپ ایک سچے عاشق رسول تھے آپ کے لیل ونہار یاد الٰہی اور عشق رسول کے جلووں سے پر نور تھے آپ جملہ علوم وفنون میں مہارت کے ساتھ ساتھ فن شاعری میں بھی بلند مرتبہ رکھتے تھے جس طرح آپ کے جد امجد اعلی حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے فن شاعری میں طبع آزمائی کی اور اردو نعتیہ شاعری کو اوج کمال تک پہنچایا نیز حدائق بخشش کی شکل میں عشق رسول کے جذبات سے لبریز ایک نعتیہ دیوان قوم کو عطا کیا اسی طرح حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے فن شاعری میں طبع آزمائی کی اور سفینہ بخشش کی صورت میں قوم کے لیے عشق رسول میں سرشار ہو کر

کہا گیا نعتیہ دیوان چھوڑا۔

نعتیہ شاعری دیگر اصناف سخن کے مقابلے سب سے زیادہ محترم ومحبوب اور پاکیزہ صنف ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مقدس میں جابجا اپنے محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف وکمالات بیان فرماکر نعت گوئی کا سلیقہ وشعور بخشا ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں سے ایک بڑے طبقے نے بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی عقیدت ومحبت کے نذرانے بشکل نعت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیش کیے ہیں۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسول کے مشہور شاعر ہیں بخاری شریف میں ہے کہ مسجد نبوی میں حضرت حسان کے لیے منبر بچھایا جاتا تھا وہ اس پر کھڑے ہوکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مفاخر پڑھتے تھے اور کفار ومشرکین کی بدگوئیوں کا جواب دیتے تھے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے حق میں دعا فرماتے جاتے ان کی اس خدمت سے خوش ہوکر حضور نے فرمایا: ان اللہ یؤید حسانا بروح القدس مادام ینافح عن رسول اللہ۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں نعت گوئی کا فن خوب پھولا پھلا اور عرب سے ایران کے راستے ہوکر ہندوستان پہنچا ہندوستان میں اردو نعتیہ شاعری کا باضابطہ طور پر آغاز سلطان شمس الدین التمش کے زمانے میں ہوا اور امیر خسرو خواجہ بندہ نواز گیسو دراز علامہ کفایت علی کافی مرادآبادی لطف بدایونی فخر الدین نظامی احمد نوری مارہروی نیاز بریلوی سے ہوتا ہوا مجدد اعظم اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تک پہنچا آپ نے نعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس انداز سے بیان فرمایا کہ زمانے والے آپ کی قادر الکلامی کو دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے یوں تو آپ جملہ علوم وفنون میں سب سے ممتاز اور جداگانہ انداز رکھتے تھے فن نعت گوئی کے بھی امام قرار پائے آپ کا نعتیہ کلام اتنا مقبول ہوا کہ اہل محبت کے دل کی دھڑکن بن گیا ہر گلی ہر محلے میں پڑھا جانے لگا اور ایسا کیوں کر نہ ہوتا کہ یہ ایک سچے عاشق رسول کے دل کی آواز تھی۔ ایک عاشق کے دل میں جذبات عشق کا جو سمندر موجزن ہوتا ہے جب وہ جذبات لہروں کے ساتھ ساحل سے ٹکرا کر الفاظ کا لبادہ اوڑھے باہر نکلتے ہیں تو اشعار بنتے ہیں۔ ہر شاعر کی شاعری اس کے جذبات دل کی عکاسی کرتی ہے، اس کے کلام سے دلی کیفیات کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

انسان کا عشق دو طرح کا ہوتا ہے (۱) عشق حقیقی۔ (۲) عشق مجازی۔ لہٰذا اب یہ دیکھنا بڑا اہم ہے کہ اس عاشق کے دلی جذبات عشق حقیقی کے تحت ہیں یا عشق مجازی کے تحت؟ عشق حقیقی قابل تحسین ہے بلکہ جان ایمان اور روح روان زندگی ہے کیوں کہ اس کا اطلاق ذات باری تعالیٰ کے ساتھ اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یا دین اسلام اور بزرگان دین کے ساتھ الحب للہ کے جذبہ صادق کے تحت کیے جانے والے عشق پر ہوتا ہے اور عشق مجازی کا اطلاق دنیا اور دنیاداروں کے ساتھ کیے جانے والے عشق پر ہوتا ہے قدیم اردو شاعروں کے کلام میں عشق مجازی کا پہلو غالب تھا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا کلام عشق حقیقی سے لبریز ہے آپ کے علوم کے وارث جانشین مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کو بھی اللہ تعالیٰ نے عشق حقیقی کی دولت سے مالا مال فرمایا تھا آپ کے نعتیہ اشعار اس بات پر واضح دلیل ہیں آپ نے اپنی نعتیہ شاعری میں ایک عاشق رسول کے تخیلات تصورات تفکرات جذبات قلبی کیفیات جذبہ عشق جوش ایثار وارفتگی دلبستگی شائستگی کو حسن اسلوبی سے سلک اشعار میں پرو دیا ہے آپ کے اشعار کا ایک ایک لفظ علم وعرفان کا گوہر نایاب معلوم ہوتا ہے آپ کی شاعری میں

اردو ادب کی بہت سی صنعات مثلاً مراعات النظیر مبالغہ اقتباس استعارہ تلمیح مقابلہ تجنیس وغیرہ بکثرت موجود ہیں اشعار میں الفاظ کی بندش ترتیب روانی معنویت پیکر تراشی اور ندرت کا بہترین امتزاج ہے ہر ہر شعر میں جذب وکیف سوز وگداز فکر کی جولانی بلند پروازی عشق رسول کی چاشنی آپ کی قادر الکلامی اور عظیم صلاحیتوں کی مظہر ہے آپکی شاعری محض فکر منظوم کا نمونہ نہیں ادبی وفنی شہ پاروں سے بھی مزین ہے آپکی شاعری جہاں شریعت کی پاسبان ہے وہیں فن عروض کی نزاکتوں کی محافظ بھی آپ کی نعتیں الفاظ کے پیکر میں عقیدت ومحبت کی دلی آواز ہے جس میں عشق وسرمستی کا عنصر پورے طور پر نمایاں ہے نوعمری ہی سے آپ نے نعت لکھنا شروع کر دی تھی تقریباً 20 سال کی عمر میں لکھی گئی ایک نعت کے اشعار سے الفاظ کی بندش اور بلند خیالی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اس طرف بھی ایک نظر مہر درخشان جمال
ہم بھی رکھتے ہیں بہت مدت سے ارمان جمال

اک اشارے سے کیا شق ماہ تاباں آپ نے
مرحبا صل علی صل علی شان جمال

سفینۂ بخشش کے اندر نعت منقبت سلام غزل رباعی وغیرہ اصناف سخن کا ایک جہاں آباد ہے جس میں عربی اردو اور فارسی زبان میں کہے گئے کلام ہیں ایک سو چون ۱۵۴ صفحات پر مشتمل آپ کا نعتیہ دیوان شعر وادب کی دنیا میں خوبصورت اضافہ ہے جو محبان رسول کے جذبۂ عشق میں شوق دیدار کی کیفیت کو دوبالا کر دے گا۔ پیش نظر سطور میں موضوع بحث تاج الشریعہ الرحمۃ والرضوان کی شاعری کا فنی جائزہ لینا ہے آپ نے کن کن صنعتوں پر طبع آزمائی فرمائی ہے سفینۂ بخشش کے بعض اشعار کی فنی پیمائش سے علم البدیع میں آپ کے مقام ومرتبہ کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے اگر بدائع صنائع کلام کے اندر خود بخود آجائیں تو اس سے کلام کے حسن میں چار چاند لگ جاتے ہیں اور شاعری کا معیار بلند ہو جاتا ہے شاعری صرف قافیہ پیمائی کا نام نہیں ہے اور نہ ہی خوبصورت الفاظ اور مسحور کن تعبیرات کے استعمال کا نام ہے بلکہ اس میں حسن صوری کے ساتھ ساتھ حسن معنوی بھی ہو صنائع لفظی کے ساتھ ساتھ صنائع معنوی بھی ہو بلند خیالی کے ساتھ ساتھ جذبۂ عشق بھی ہوتا کہ ہر ہر لفظ کانوں میں رس گھولتا ہوا دل میں اتر جائے تاج الشریعہ کی شاعری ان تمام خوبیوں کو جامع ہے۔

تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کو شاعری کا فن وراثت میں ملا۔ بفضل رب ذوالجلال اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان اور استاذ من علیہ الرحمۃ والرضوان کے فیضان اور مفتی اعظم ہند کی نگاہ ناز نے آپکو با کمال شاعر بنا دیا آپ خود ایک شعر میں لکھتے ہیں:

نگاہ مفتی اعظم کی ہے یہ جلوہ گری
چمک رہا ہے جو اختر ہزار آنکھوں میں

ایک ماہر شاعر کے کلام میں جو خوبیاں ہونا چاہیے آپ کے کلام میں وہ ساری خوبیاں اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ حسن کلام کو دوچند کر رہی ہیں۔ زیر نظر مضمون میں مقصود تاج الشریعہ کی شاعری کا فنی جائزہ لینا ہے کہ آپ کے کلام میں کون کون سی صنعتیں پائی جاتی ہیں۔ سفینۂ بخشش کو سامنے رکھ کر ہم نے کچھ اشعار کا فنی جائزہ لیا ہے۔ جس میں یہ اسلوب اختیار کیا ہے کہ پہلے صنعت کی تعریف بیان کی ہے پھر اس صنعت پر کہے گئے مختلف اشعار ذکر کیے ہیں۔ پھر تاج الشریعہ کے کلام سے مذکورہ صنعت

پر چند مختلف اشعار مختصر فنی وضاحت کے ساتھ پیش کیے ہیں تاکہ فن عروض میں آپ کا مقام ومرتبہ اہل خرد پر عیاں ہو جائے۔

صنعت مقابلہ:

کلام کے اندر دو یا دو سے زیادہ ایسے الفاظ لانا جو ایک دوسرے کی ضد نہ ہوں پھر ان کے بعد اسی قدر ایسے الفاظ لائیں جو اول الذکر کی ضد ہوں جیسے رات گزری دن ہوا رات کے مقابلے میں دن ہے اور گزری کے مقابل ہوا ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان

حسن یوسف پر کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پر مردان عرب

اس شعر میں پہلے حسن، انگشت اور زنان کا تذکرہ آیا ہے پھر حسن کے مقابل نام، انگشت کے مقابل سر، اور زنان کے مقابل مردان آیا ہے۔

تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کا کلام بھی صنعت مقابلہ کی ادبی تابانیوں سے مزین وآراستہ ہے جس کی چند مثالیں بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں:

(۱)

گل طیبہ میں مل جاؤں گلوں میں مل کے کھل جاؤں
حیات جاودانی سے مجھے یوں آشنا کردیں

اس شعر میں پہلے گل اور مل کا ذکر آیا ہے پھر گل کے مقابلے میں گل اور مل کے مقابلے میں کھل آیا ہے۔

(۲)

ڈوبے رہتے ہیں تیری یاد میں جو شام وسحر
ڈوبتوں کو وہی ساحل سے لگا دیتے ہیں

پہلے شام وسحر کو ذکر کیا پھر ان کے مقابل ڈوبنا اور لگانا

(۳)

سحر دن ہے اور شام طیبہ سحر ہے انوکھے ہیں لیل ونہار مدینہ

اس شعر میں اولاً دن اور شام کا تذکرہ ہے پھر دن کے مقابل لیل اور شام کے مقابل نہار آیا ہے

(۴)

اس شعر میں پہلے دن اور شب کا تذکرہ کیا پھر دن کے مقابل پھرنا اور شب کے مقابل آنا۔

صنعت تضاد وطباق:

کلام میں ایسے الفاظ استعمال کرنا جن کا معنی ایک دوسرے کا متضاد ہو جیسے مشرق ومغرب جلنا بجھنا رونا ہنسنا وغیرہ۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان

جب آگئی ہیں جوش رحمت پہ ان کی آنکھیں
جلتے بجھا دیے ہیں روتے ہنسا دیے ہیں

اس شعر میں جلتے کی ضد بجھا دیے ہے اور روتے کی ضد ہنسا دیے ہے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی شاعری میں صنعت طباق کا استعمال کثرت سے کیا ہے چند اشعار بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱)

جہاں میں ان کی چلتی ہے وہ دم میں کیا سے کیا کر دیں
زمیں کو آسماں کر دیں ثریا کو ثری کر دیں

تاج الشریعہ کے اس شعر میں زمین کی ضد آسمان ہے اور ثریا کی ضد ثری ہے جو صنعت طباق کا بہترین نمونہ ہے

(۲)

کفر ہے دیکھ یہ خوف اور رجا ان سے ندیم
بت بھی کیا تجھ کو بھلا سود وزیاں دیتے ہیں

تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس شعر میں خوف اور رجاء سود اور زیاں کا استعمال بڑے خوبصورت انداز میں کیا ہے خوف کی ضد رجا ہے اور سود کی ضد زیاں ہے۔

(۳)

بھلا دشت مدینہ سے چمن کو کوئی نسبت ہے
مدینے کی فضا رشک بہار باغ جنت ہے

اس شعر میں دشت وچمن ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

صنعت مراعات النظیر:

اس کا دوسرا نام صنعت تناسب وتوفیق بھی ہے۔ کلام کے اندر ایسے الفاظ استعمال کرنا جن کے معنی ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت رکھتے ہوں جیسے چمن کے ذکر کے ساتھ گل وبلبل اور باغباں وغیرہ کا ذکر کرنا۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان:

نظر اک چمن سے دو چار ہے نہ چمن چمن بھی نثار ہے
عجب اس کے گل کی بہار ہے کہ بہار بلبل زار ہے

اس شعر کے اندر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے چمن کے ذکر کے ساتھ گل وبلبل اور بہار کا تذکرہ کیا ہے جو صنعت مراعات النظیر کی بہترین مثال ہے۔

تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں مرات النظیر کی جلوہ پاشیاں۔

(۱)

سر ہے سجدے میں خیال رخ جاناں دل میں
ہمیں آتے ہیں مزے ناصیہ فرسائی کے

اس شعر میں سر اور سجدہ میں مناسبت ہے اور سر کے ساتھ سجدہ کا استعمال مراعاۃ النظیر ہے۔

(۲)

یہی کہتی ہے رندوں میں نگاہ مست ساقی کی
در میخانہ وا ہے میکشوں کی عام دعوت ہے

میخانے کی مناسبت سے میکش ساقی اور رند کا استعمال مراعات النظیر ہے۔

(۳)

سوز نہاں اشک رواں آہ وفغاں دیتے ہیں
کیوں محبت کا صلہ اہل جہاں دیتے ہیں

اس شعر میں سوز نہاں اشک رواں اور آہ وفغاں میں مناسبت ہے۔

صنعت حسن تعلیل:

شاعر کا اپنے تخیل سے کسی چیز کی کوئی ایسی علت بیان کرنا جو درحقیقت اس کی علت نہ ہو۔

اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان

خم ہوگئی پشت فلک اس طعن زمیں سے
سن ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا

آسمان کو اپنی بلندی پر ناز ہوا تو زمین نے اسے طعنہ دیا کہ مت میرا مرتبہ تجھ سے بلند ہے کہ مجھ پر مدینہ ہے اور مدینے میں وہ ذات آرام فرما ہے جس کے صدقے میں کائنات کو وجود بخشا گیا زمین کا طعنہ سنکر فلک کی پشت ٹیڑھی ہوگئی یہی وجہ ہے کہ جب ہم آسمان کی طرف دیکھتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کے کنارے زمین سے ملے ہوئے ہیں۔ اس شعر میں اعلی حضرت نے فلک کے خمیدہ ہونے کی جو علت بیان کی ہے وہ حقیقی نہیں ہے عشق رسول میں ڈوبا ہوا ایک پاکیزہ تخیل ہے۔

امیر

بے سبب زلزلہ عالم میں نہیں آتا ہے
کوئی بے تاب تہہ خاک تڑپتا ہوگا

زلزلے کا آنا فی نفسہ ثابت ہے لیکن جو علت شاعر نے اسکی بیان کی ہے وہ اس کا خیال ہے۔

حضور تاج الشریعہ کے کلام میں حسن تعلیل۔

(۱)

جھکے نہ بار صد احساں سے کیوں بنائے فلک
تمہارے ذرّے کے پرتو ستار ہائے فلک

دنیا گول ہے اسلئے دیکھنے میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آسمان چاروں طرف جھکا ہوا ہے تاج الشریعہ نے آسمان کے جھکنے کے علت یہ بیان کی کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ذروں کے پرتو ستاروں کی شکل میں آسمان پر جلوہ بار ہو گئے ہیں اس بار کی وجہ سے آسمان جھکا رہتا ہے یہ علت اگرچہ حقیقی نہیں ہے لیکن شاعرانہ ادیبانہ علت ہے جو شاعری کے حسن میں چار چاند لگا رہی ہے۔

(۲)

عرصہ حشر میں کھلی ان کی وہ زلف عنبریں
مینہ وہ جھوم کر گرا چھائی وہ دیکھئے گھٹا

اس شعر میں بارش کے برسنے اور گھٹا کے چھانے کے علت زلف عنبریں کے کھلنے کو بتایا ہے جو ایک بہترین شاعرانہ تخیل ہے۔

(۳)

جھک کے مہر و ماہ گویا دے رہے ہیں یہ صدا
دوسرا میں کوئی تم سا دوسرا ملتا نہیں

مہر و ماہ کا آسمان پر بلند ہونا نظام کائنات کی وجہ سے ہے لیکن اس شعر میں بلند ہونے اور جھکنے کی علت یہ بیان کی گئی ہے کے مہر و ماہ جھک کر آقا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ میں عرض کر رہے ہیں یا رسول اللہ دونوں جہان میں آپ جیسا بلند مرتبہ کوئی نہیں ہے۔

صنعت تلمیح

شاعر کا اپنے کلام میں کسی آیت حدیث یا مشہور قصے کہانی کی طرف اشارہ کرنا۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

اس شعر میں مشہور واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا

غالب

میری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی
ہیولی برق خرمن کا ہے خون گرم دہقاں کا

اس شعر میں فلسفہ کی اصطلاح کی طرف اشارہ ہے فلاسفہ کے نزدیک ہیولی ایک جوہر ہے جو صورت کا محل بنتا ہے۔

حضور تاج الشریعہ کے کلام میں صنعت تلمیح

(۱)

غم شادی میں مرنے والے تیرا کیا کہنا — تجھے لاتحزنوا کی تیرے مولا سے بشارت ہے

اس شعر میں قرآن کی مشہور آیت ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين کی طرف اشارہ ہے

(۲)

کہہ دیا قاسم انا دونوں جہاں کے شاہ نے
یعنی در حضور پہ بٹتی ہے رحمت خدا

اس شعر میں حدیث پاک انما انا قاسم واللہ یعطی کی طرف اشارہ ہے۔

(۳)

خدا نے یاد فرمائی قسم خاک کف پا کی
ہوا معلوم طیبہ کی دو عالم پر فضیلت ہے

اس شعر میں قرآن کی آیت لا اقسم بهذا البلد وانت حل بهذا البلد کی طرف اشارہ ہے

صنعت اشتقاق

شاعر کا اپنے کلام میں ایک اصل کے چند لفظ ذکر کرنا اس طرح کہ ان لفظوں میں اصل کے حروف ترتیب وار موجود ہوں اور معنی میں بھی باہم اتفاق رکھتے ہوں۔ اشتقاق کی مثال:

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

حبیب محبوب اور محب تینوں لفظ حب سے مشتق ہیں

غالب

اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے
حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں

غالب کے اس شعر میں شہود شاہد مشہود اور مشاہدہ چاروں کا مادہ اشتقاق شہد ہے

(۱)

آسماں تجھ سے اٹھائے نہ اٹھیں گے سن لے
ہجر کے صدمے جو عشاق اٹھا جاتے ہیں

اس شعر میں اٹھائے اٹھیں اور اٹھا اٹھنا سے مشتق ہیں

(۲)

ہوا طالب طیبہ مطلوب طیبہ
طلب تیری اے منتظر ہو رہی ہے

ہوا طالب طیبہ مطلوب طیبہ طلب تیری اے منتظر ہو رہی ہے
اس شعر میں طالب و مطلوب و طلب میں صنعت اشتقاق ہے

(۳)

مجھے کھینچے لیے جاتا ہے شوق کوچہ جاناں
کھنچا جاتا ہوں میں یکسر مدینہ آنے والا ہے

کھینچے اور کھنچا کھینچنا سے مشتق ہیں۔

صنعت تجنیس

صنعت تجنیس یہ ہے کہ دو لفظ تلفظ میں مشابہ ہوں اور معنی میں مغایر تجنیس کی مشہور دو قسمیں ہیں تجنیس تام اور تجنیس ناقص۔ تام یہ ہے کہ دو لفظ انواع حروف اعداد حروف ترتیب حروف اور حرکات و سکنات میں متفق ہوں اور معنی میں مختلف اس کو جناس کامل بھی کہا جاتا ہے اقسام جناس میں اس کا مرتبہ سب سے اعلیٰ ہے۔ ناقص یہ ہے کہ دونوں لفظ حروف میں یکساں ہوں لیکن حرکات و سکنات اور معنی میں مختلف ہوں۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

اعلیٰ حضرت کے اس شعر میں پہلا لفظ سخن گفتگو کے معنی میں ہے اور دوسرا اعتراض کے معنی میں اسی طرح پہلا لفظ بیان وعظ و تقریر کے معنی میں ہے اور دوسرا لفظ بیان وضاحت کے معنی میں۔

تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں صنعت تجنیس کا استعمال بڑے حسین پیرائے میں ملتا ہے جس کی چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں۔

(۱)

وہ خرام ناز فرمائیں جو پائے خیر سے
کیا بیاں وہ زندگی ہو دل جو پائے خیر سے

تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے اس شعر میں پہلا لفظ پائے بمعنی پیر ہے اور دوسرا لفظ پائے فعل ماضی ہے پانا مصدر سے۔

(۲)

مفتی اعظم کا ذرہ کیا بنا اختر رضا
محفل انجم میں اختر دوسرا ملتا نہیں

اس شعر میں پہلے اختر سے تاج الشریعہ نے اپنی ذات کو مراد لیا ہے اور دوسرا اختر بمعنی ستارہ ہے۔

(۳)

تمہارے نام میں یوں ہیں رضا و مصطفیٰ دو جز
رضا والے یقیناً مصطفیٰ کے مصطفیٰ تم ہو

اس شعر میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا مصطفیٰ کے مصطفیٰ تم ہو پہلے لفظ مصطفیٰ سے مراد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے اور دوسرا لفظ مصطفیٰ بمعنی چنندہ ہے۔

صنعت ترصیع

وہ کلام جس میں دونوں مصروں کے الفاظ ہم وزن ہوں یعنی دوسرے مصرعے کے تمام الفاظ پہلے مصرعے کے ہم قافیہ ہوں۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی   سب سے بالا و والا ہمارا نبی

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی اپنے کلام میں صنعت ترصیع کا استعمال کیا ہے جس کی چند مثالیں بطور نمونہ نذر قارئین ہیں۔

(۱)

اے مدینے کے شہریار سلام   اے زمانے کے تاجدار سلام

صنعت ترصیع کی یہ دو مثالیں تاج الشریعہ کے عربی کلام سے ہیں۔

(۲)

وکم فاضت بحارك كل حين
وكم جادت سماءك كل آن

(۳)

فدالك مهجتي انتم عمادي   مرادي بغيتي كلاي اماني

صنعت تنسیق الصفات

کسی کا ذکر صفات متواترہ کے ساتھ کرنا خواہ وہ صفات مدح ہوں یا مذمت۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان

شافی و نافی ہو تم کافی و وافی ہو تم
درد کی کرو دوا تم پہ کروڑوں درود

اس شعر میں اعلیٰ حضرت نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر صفات متواترہ شافی نافی کافی وافی کے ساتھ کیا ہے۔

سودا

گوہر بحر حقیقت لعل کان معرفت
نور مہر لامکاں چشم و چراغ قدسیاں

شاعر نے اس شعر میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات متواترہ کا ذکر کیا ہے۔

حضور تاج الشریعہ کے کلام میں صنعت تنسیق الصفات

(۱)

نازش عرش و وقار عرشیاں   صاحب قوسین واوئی آپ ہیں

(۲)

تم سے جہاں کا رنگ و بو تم ہو چمن کی آبرو   جان بہار گلستاں سرو چماں تم ہی تو ہو

(۳)

وہی تبسم وہی ترنم وہی نزاکت وہی لطافت
وہی ہیں دزدیدہ سی نگاہیں کہ جن سے شوخی ٹپک رہی ہے

مذکورہ پانچوں اشعار میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے ممدوح کا تذکرہ متواتر صفات کے ساتھ کیا ہے۔

صنعت استعارہ

شاعر کا اپنے کلام میں لفظ کے معنی حقیقی کو ترک کر کے معنی مجازی میں استعمال کرنا بایں طور کہ معنی حقیقی ومجازی کے درمیان علاقہ تشبیہ ہو۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

اس شعر میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے گل سے اسکا معنی حقیقی مراد نہیں لیا ہے بلکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بابرکات مراد ہے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں صنعت استعارہ کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں جن میں سے چند نذر قارئین ہیں۔

(۱)

منور میری آنکھوں کو میرے شمس الضحیٰ کر دیں
غموں کی دھوپ میں وہ سایہ زلف دوتا کر دیں

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے اس شعر میں شمس الضحیٰ ذات رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استعارہ ہے

(۲)

وہ ظل ذات رحماں ہیں نبوت کے مہ تاباں   نہ ظل کا ظل کہیں دیکھا نہ سایہ ماہ و اختر کا

اس شعر میں ظل ذات رحماں اور نبوت کے مہتاباں سے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں

(۳)

ہمارے باغ ارماں میں بہار بے خزاں آئے
کبھی جو اس طرف خنداں وہ جان گلستان آئے

جان گلستاں ذات رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استعارہ۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مرشد گرامی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کو فن شاعری میں بھی ید طولیٰ عطا فرمایا تھا جس کی واضح مثال آپ کا نعتیہ دیوان "سفینۂ بخشش" ہے۔ اب تک جو کچھ لکھا گیا، وہ حضور تاج الشریعہ کے علمی سمندر کے چند قطرے تھے۔ اگر تفصیل سے لکھا جائے تو ایک دفتر بھی ناکافی رہے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو حضور تاج الشریعہ کے فیوض وبرکات سے مالا مال فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ واکرم التسلیم۔

***

حضور تاج الشریعہ ایک ہمہ گیر شخصیت

مولانا محمد شہزاد رضا استاذ جامعۃ الرضا بریلی شریف

اس عالم رنگ وبو، دنیا کے کاف ونون میں ان گنت افراد آتے اور چلے جاتے ہیں، مرور زمانہ کے ساتھ ان کے نقوش بھی صفحہ ذہن سے محو ہو جاتے ہیں اور عقل ناداں یہ ماننے کو تیار نہیں ہوتی کہ کبھی وہ وجود فانی سے ہم کنار بھی ہوئے ہوں، تاہم دوسری جانب وہ خدا ترس، نیک طینت پاکباز اور تقوی شعار افراد ہیں جو اپنی گراں قدر خدمات، پایہ دار تعلیمات نایاب تحقیقات اور مختلف الجہات شخصیات کے سبب گمنامی کا شکار نہیں ہو سکتے۔ ہر نئی صبح ان کی یادوں سے دلوں کو آباد اور مشام جان کو معطر کرتی رہتی ہے، انہیں ہمہ گیر ہشت پہلو شخصیات میں وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی اختر رضا خان قدس سرہ العزیز بھی شامل ہیں جو گوناں گوں صفات کے مالک تھے۔ قسام ازل نے جن کی جبین مبارک پر لکھ دیا تھا کہ وہ بیک وقت تبحر عالم، بلند پایہ شاعر، نکتہ سنج ادیب، وسیع النظر مورخ، بالغ شعور فقیہ، مفسر ومحدث، مدبر ومحقق اور متدین صوفی ہوں گے، جن کے فیضان صحبت سے گم گشتگان راہ ہدایت پائیں گے۔ جن کی پاکیزہ زندگی اپنی شمع اخلاق کے پرتو سے تہذیب اخلاق، تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس کے سامان ایک عالم کو فراہم کرے گی، اور وہ اپنے علم باطن کے ذریعہ لوگوں کے دلوں سے یاس وحرماں کے بادل ہٹائیں گے اور مردہ قلوب میں عرفان حق کی بے شمار شمعیں فروزاں کریں گے نیز کوئی دوسرا عالم ہمہ گیریت وفکر ونظر کی جامعیت میں آپ کا ہم پلہ نہ ہوگا وہ نہ صرف باریاب بلکہ صدر نشیں ہوں گے۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

علمی شعور کے بالغ ہوتے ہی آپ تحریری کاموں میں تیز گام ہو گئے تھے اور جامع ازہر سے واپسی کے بعد تو وہ اتنے برق رفتار نظر آتے تھے گویا تعمیری، تخلیقی، تحقیقی اور فکری مہمات ان میں فروکش ہو گئی ہوں۔ بحث وتمحیص اور مشکل مسائل پر خامہ فرسائی آپ کا محبوب مشغلہ تھا ایسا لگتا تھا جیسے آپ کی زندگی چلتی پھرتی لائبریری اور شب وروز تحقیق وتفتیش ہوں۔

آپ کا شاعرانہ مقام:

آپ بوقلموں اور ہشت پہلو شخصیت کے مالک تھے جہاں آپ نے اپنی تصانیف سے لوگوں کے آئینہ قلب صیقل فرمائے، اور مردہ دلوں میں عشق وعرفان کی روح پھونکی وہیں آپ نے اپنی باکمال شاعری سے فقہ وافتا، تفسیر وحدیث اور معانی وبیان کی زلفیں سنواریں، آپ کی شاعری میں بلند تخیل، مضمون آفرینی، سوز وگداز، بلا کی سلاست وروانی اور عشق وعرفان کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ملے گا۔ ان خوبیوں سے بغل گیر ہونے کے لئے آپ کا نعتیہ دیوان "سفینۂ بخشش" ادب کے شائقوں، اور معرفت کے بادہ کشوں کو دعوت مطالعہ دے رہا ہے۔ آپ نے اردو عربی دونوں زبانوں میں طبع آزمائی کی ہے آپ کا عربی دیوان "روح الفؤاد بذکری خیر العباد المعروف بہ نغمات اختر" منصۂ شہود پر آکر خوب داد وتحسین بٹور چکا ہے۔ اس عجلت طلب تحریر اور زود آمیز تعبیر میں

آپ کی جملہ علمی اور تخصصی خوبیوں کو اجاگر کرنا گویا سمندر کے تمام آبدار موتیوں کو نکالنے کے مترادف ہے جو اس قلم ناتوں پر گراں بار اور تفصیل کے لئے ڈھیروں دفتر درکار، البتہ "ہذا غیض من فیض" کی روش پر چل کر آپ کی شخصیت کے بعض علمی پہلوؤں پر روشنی ڈالوں گا۔

حسن ازل کائنات کے ذرہ ذرہ میں عکس فگن اور ضوفشاں ہے اور یہی حسن جب پیکر انسانی میں نمایاں اور مشہود ہوتا ہے تو وجود کے حسن کی نقاب کشائی کرتا ہے۔ یہ عشق کی آگ اسی حسن کے شعلہ فشانی سے بھڑکتی اور آخر سلگ سلگ کر وجود عاشق کو خاک کرتی اور مٹی متاتی ہوئی بس صرف سراپا ناز کو مقام یک رنگی کا مسند نشیں کر دیتی ہے اور پھر اس میں "العشق نار یحرق ما سوی المحبوب" کی جلوہ سامانیاں ہوتی ہیں اس حقیقت کو حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے کچھ یوں آشکارہ کیا ہے:

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا　　جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

اب ذرا ہمارے موصوف کی عکاسی بھی ملاحظہ ہو:

میرا دم نکل جاتا ان کے آستانے پر　　ان کے آستانے کی خاک میں میں مل جاتا

عشق حقیقی کا وتیرہ یہ ہے کہ وہ اپنے فداکاروں کو دائمی زندگی سے ہم کنار کر دیا کرتا ہے بلکہ خود موت انکی حیات جاودانی کا سبب بن جاتی ہے۔ اسی فلسفہ کو نظم کا جامہ پہناتے ہوتے حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

موت لے کے آجاتی زندگی مدینے میں　　موت سے گلے مل کر زندگی میں مل جاتا

غم ہستی کے پردے کو چاک کر کے غم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مست رہنا، اور ان کی یادوں سے دل آباد رکھنا اور اس کی بقا کی خاطر ہر جتن کرنا، ایک عاشق صادق کا امتیازی وصف ہے، چونکہ یہ غم ہی اس کی کامیابیوں کا سربستہ راز ہے، اس غم سے دوری غم ہستی کے خطرہ کا الارم ہے، اسی معنی خیزی اور زمینی حقیقت کو ہمارے موصوف شاعر کی زبانی سنو:

جب بھی ہم نے غم جاناں کو بھلایا ہوگا　　غم ہستی نے ہمیں خون رلایا ہوگا

تمام علمائے نقد و نظر کا ماننا ہے کہ جملہ اصناف سخن میں مشکل ترین نعت گوئی ہے، اور اس راہ کا سفر بڑا پر خطر ہے، جس کو طے کرنے کے لئے اقلیم عشق کا تاجور، اسرار شریعت کا راز دار اور مدد ایزدی سے ہم کنار ہونا ضروری ہے، کیوں کہ یہاں خیالی کی بندش کو فنی قالب میں ڈھالنے سے پہلے احتیاط کی غربال میں سو بار چھاننا پڑتا ہے۔ ورنہ افراط و تفریط کی تیز و تند آندھیاں چلیں گی اور شاعر کے ایمان کا شجر زمیں بوس ہو جائے گا، ہمارے شیخ میں یہ فنی کمالات بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ آپ کی شاعری قرآن و حدیث کی آئینہ دار، اور جماعت اہل سنت کی ترجمان ہوا کرتی ہے، جہاں فنی شرائط کے معیار پر پوری اترتی ہے وہیں شرعی اصولوں کی بھی پابند ہوتی ہے۔ آپ کے بعض کلام از اول تا آخر پیام درس عبرت دے رہے ہیں اور سر گشتگان سوئے ضلالت کو جھنجھوڑ کر جگا رہے ہیں اور صور اسرافیل بن کر اس حیات کی سورش اور حشر سامانی کا حال بیان کر کے فکر آخرت کی طرف متوجہ کر رہے ہیں، حیات انسانی کے اسباب فانی ہیں کہیں کسی وقت بزم عیش کی عشرت سامانیاں ہیں اور کہیں غم و ماتم کی صفیں بچھی ہیں ان واقعات سے بے ثبات زندگی کی بصیرت حاصل ہوتی ہے اور فہم و دانش کی نشوونما ہوتی ہے۔ مندرجہ ذیل اشعار اسی پند و نصیحت کی سرگوشی کر رہے ہیں:

زندگی یہ نہیں ہے کسی کے لئے — زندگی ہے نبی کی نبی کے لئے
نا سمجھ مرتے ہیں زندگی کے لیے — زندگی تو بنی نبی کے لئے
عیش کرلو یہاں منکروں چار دن — مر کے تم سوگئے اس زندگی کے لئے
صلح کلی نبی کا نہیں سنیو — سنی مسلم ہے سچا نبی کے لئے
اختر قادری خلد میں چل دیا — خلد وا ہے ہر اک قادری کے لئے

مرشد گرامی وقار کی نعتیہ شاعری کو حیات مستعار میں ہی مقبولیت حاصل ہوگئی تھی، جس کا راز آپ کا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق اور حد درجہ وارفتگی ہے کیوں کہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر الفاظ کا مینار تو کھڑا کیا جا سکتا ہے لیکن نعت گوئی کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا، اور نہ ہی قبول عام کی بہاریں حاصل ہو سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اردو کے عظیم شعراء زبان کی صناعی، مضمون کی رفعت، زبان کی سلاست، خیال کی بندش اور برجستگی وشستگی کی اساس پر بلند پایہ اور نامور شعراء کی صف میں جا بیٹھے مگر سپاہ نعت گویاں میں کھڑے ہونے کا شرف نصیب نہ ہوا، چونکہ ان کے یہاں سوز وگداز اور شیفتگی کا فقدان تھا جبکہ ہمارا ممدوح کوچہ عشق جاناں سے کافی راہ ورسم رکھتا تھا، اور اسے کوئے جاناں کا غم فراق ہمیشہ ستا تا رہتا تھا جس کی تصویر کشی ان الفاظ میں کی ہے:

تلاطم ہے یہ کیسا آنسوؤں کا دیدۂ تر میں — یہ کیسی موجیں آتی ہیں تمنا کے سمندر میں
ہجوم شوق کیسا انتظار کوئے دلبر میں — دل شیدا سماتا کیوں نہیں اب پہلوو بر میں
تجسس کروٹیں کیوں لے رہا ہے قلب مضطر میں — مدینہ سامنے ہے بس ابھی پہنچا میں دم بھر میں
ہر گھڑی وجد میں رہے اختر — کیجئے اس دیار کی باتیں

آپ کی شاعری میں اردو محاورات کا استعمال بھی بکثرت ملتا ہے دعوی بلا دلیل سے بچنے کے لئے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن میں محاورات خط کشیدہ ہوں گے اور ان کے معانی کا بیان ہوگا۔

جہاں میں ان کی چلتی ہے وہ دم میں کیا سے کیا کر دیں
زمیں کو آسماں کر دیں ثریا کو ثری کر دیں

(چلنا: اثر ورسوخ پایا جانا)

بھٹکتا یوں پھرے کب تک تمہارا اختر خستہ — دکھا دو راستہ اس کو خدارا شہر الفت میں

(بھٹکتا پھرنا: ڈانواں ڈول پھرنا، آوارہ پھرنا)

جب بھی ہم نے غم جاناں کو بھلایا ہوگا — غم ہستی نے ہمیں خون رلایا ہوگا

(خون رلانا: حد سے زیادہ رلانا، خون کے آنسو رلانا، بہت ستانا)

تیری چوکھٹ پہ جا کے سر جھکا جاتے ہیں — ہر بلند کو وہی نیچا دکھا جاتے ہیں

(نیچا دکھانا: مغلوب کرنا، ذلیل کرنا، شرمندہ کرنا)

ذکر سرکار بھی کیا آگ ہے جس سے سنی　　بیٹھے بیٹھے دل نجدی کو جلا جاتے ہیں

(دل جلانا: سخت رنج دینا)

جن کو شیرینی میلاد سے گھن آتی ہے　　آنکھ کے اندھے انہیں کو اکھلا جاتے ہیں

(آنکھ کا اندھا ہونا: نادان و بے وقوف ہونا)

خاک طیبہ کی طلب میں خاک ہو یہ زندگی　　خاک طیبہ اچھی اپنی زندگی اچھی نہیں

(خاک ہونا: گل کر مٹی ہو جانا، بوسیدہ ہو جانا، مرمٹنا)

حضور تاج الشریعہ کی شاعری میں جس طرح محاورات وامثال بکھرے ہوئے ہوتے ہیں اسی طرح صنعات بلاغت بھی شاعر کی لسانی مہارت، اور وسعت نظر کا پتہ دے رہی ہیں دلیل کے ثبوت کے طور پر عربی، اردو دونوں زبانوں میں موجود چند صنعات کا تذکرہ کرنا اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں۔

صنعت تجنیس: اس صنعت کو کہتے ہیں جس میں دولفظوں کا تلفظ یکساں ہوتا ہم معنی میں مغایر ہوں۔اس کی دوقسمیں ہیں (۱) تجنیس تام (۲) تجنیس غیر تام۔ تجنیس تام کا مطلب ہے کہ دولفظوں کا انواع حروف، اعداد حروف، ترتیب حروف، حرکات وسکنات میں متفق ہونا اور معنی میں مختلف ہونا۔اس کی مثال حضور تاج الشریعہ کے کلام میں دیکھیں:

وہ خرام ناز فرمائیں جو پائے خیر سے　　کیا یہاں وہ زندگی ہو دل جو پائے خیر سے۔

صنعت تضاد: اس صنعت کو کہتے ہیں جو دو متضاد المعنی کلموں پر مشتمل ہو، اس کا دوسرا نام طباق بھی ہے،اس کا استعمال اردو عربی دونوں میں پایا جاتا ہے اپنے ممدوح کے ادبی شہ پاروں سے چند اشعار نذر قارئین کئے دیتے ہیں محل استشہاد کلمات کو خط کی مدد سے جان لیجئے گا۔

عربی اشعار:

یفنی الکل ویبقی ھو۔ سب فنا ہو جائیں گے باقی رہنے والا صرف وہی ہے۔

لیس الباقی الا ھو۔ صرف وہی باقی رہنے والا ہے

بھذا الباب یعتز الذلیل لھذا الباب یاتی کل عان

اسی دروازہ پر بے وقعت کو قعت ملتی ہے، ہر پریشاں حال سی در پر حاضر ہوتا ہے۔

اما للشمس لی لیلی شروق الا یجلو محیاکم کیالی

کیا میری تاریکی کا نور نہیں ہوگی　　کیا آپ کا رخ تاباں میرے وجود کو منور نہیں کرے گا؟

اردو اشعار:

کسی کو وہ ہنساتے ہیں کسی کو وہ رلاتے ہیں　　وہ یونہیں آزماتے ہیں وہ اب تو فیصلہ کر دیں

موت لے کے آجاتی زندگی مدینے میں　　موت سے گلے مل کر زندگی میں مل جاتا

آپ فن بلاغت کے صرف واقف کار ہی نہیں تھے بلکہ شہسوار تھے یہی وجہ کہ آپ نے ''الفردہ شرح قصیدہ البردہ'' میں جگہ

جگہ بلاغیوں کے خلاف رائے قائم کی ہے، اوران کی لغزشوں سے پردہ ہٹایا ہے اختصار کے پیش نظر صرف ایک مقام کا ذکر یہاں کئے دیتے ہیں۔ اہل بیان کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ استعارہ میں طرفین (مشبہ اور مشبہ بہ) کا ذکر ایک ساتھ نہیں ہوتا بلکہ کسی ایک کا حذف ضروری ہے اگر دونوں عبارت میں مذکور ہوں تو یہ تشبیہ ہے نا کہ استعارہ۔ تشبیہ کی متعدد صورتیں ہیں ان میں ایک صورت ادات تشبیہ اور وجہ شبہ دونوں کو حذف کر کے مشبہ بہ کو مشبہ کی طرف مضاف کرنا ہے جیسے لجین الماء (پانی چاندی کی طرح ہے) امام بوصیری علیہ الرحمۃ نے اپنے قصیدے میں اس قسم کی ترکیب وتشبیہ کا استعمال کیا ہے: ولا اعارتك لوئی عبرة وضنی ذکری الخیام و ذکری ساکن الخیم:

(یہ شعر ماقبل سے مرتبط ہے) اگر تجھے محبت نہ ہوتی تو خیموں اوران کے مکینوں کی یاد آنسو اور بیماری کے لباس نہ پہناتی۔

اس شعر میں محل استشہاد "لوئی عبرة وضنی" ہے جس میں لوئی مشبہ بہ اور "عبرة مشبہ ہے، اور مشبہ بہ کو مشبہ کی طرف "**احجار ناس**" کی طرف مضاف کر دیا گیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ شعر میں تشبیہ ہے نا کہ استعارہ لیکن بردہ کے شارح نے اس میں استعارہ مکنیہ مانا ہے جبکہ اس کے برعکس حضور تاج الشریعہ اپنا عندیہ ظاہر کرتے ہوئے گویاں ہیں: "واظن انه ليس ههنا استعارة بل ههنا المشبه به و المشبه كلاهما موجودان و ان في قوله لوئي عبرة وضنى فقوله لوئي مشبه به وعبرة مشبه"

یعنی میرا ماننا ہے کہ یہاں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں کے پائے جانے کی وجہ سے تشبیہ ہے استعارہ نہیں چونکہ عبارت میں مشبہ بہ (لوئی) کو مشبہ (عبرة) کی طرف مضاف بنایا گیا ہے اور اہل بیان کا مسلمہ ضابطہ ہے کہ استعارہ میں دونوں ایک ساتھ مذکور نہیں ہوتے۔

آپ کے اشعار میں عقائد اہل سنت کا اظہار اور حدیثوں کی ترجمانی بھی ملا کرتی ہے۔ ہم اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ خداوند قدوس نے سرور کائنات فخر موجودات جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں جہان کا مالک مجازی بنایا ہے۔ اور زمین وآسمان کے خزانے آپ کے قدموں میں ڈھیر کر دئے ہیں۔ آپ کو اختیار ہے جسے چاہیں نوازیں اور جسے چاہیں نہ نوازیں۔ زمین وآسمان، جنت ودوزخ سب کی کنجیاں آپ کے دست مبارک میں دے دی گئیں ہیں جس پر بے شمار احادیث شاہد عدل ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے بعد ان الفاظ میں اعلان ہوا:

"قبض محمد على الدنيا كلها لم يبق خلق من اهلها الا دخل في قبضه" (الزرقانی ج ۱، ص ۱۱۴)

ساری دنیا آپ کے قبضہ میں ہے اور زمین وآسمان کی کوئی مخلوق آپ کے قبضہ سے باہر نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"و الی مفاتیح الجنة یوم القیامة ولا فخر"۔ بروز قیامت جنت کی چابیاں میرے پاس ہوں گی لیکن مجھے کوئی فخر نہیں۔

حضرت انس کے الفاظ یوں ہیں: "لواء الکرامة و مفاتیح الجنة و لواء الحمد یومئذ بیدی"۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۱، ص ۶۴-۶۵)

روز قیامت عزت وکرامت اور حمد وثنا کا جھنڈا نیز جنت کی چابیاں میرے پاس ہوں گی۔

ان احادیث کابیان کردہ عقیدہ، اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، کی حکمرانی کابیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

جہاں بانی عطا کردیں بھری جنت ہبہ کردیں　　نبی مختار کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کر دیں

جس طرح عروض کی بڑی بحروں کو آپ نے مشق سخن بنایا ہے اسی طرح چھوٹی بحروں کو بھی اپنے کلام میں جگہ دی ہے، آپ کو ذوق سلیم کے ساتھ فن عروض کا بھی وافر حصہ ملا ہے کوئی شعر بحر سے خارج نہیں ہوتا ہے بلکہ اس فن کے جملہ تقاضوں کی رعایت کرتا نظر آتا ہے، علم عروض میں **فاعلاتن مفاعلن فعلن** کا وزن مانوس ہے اس پر طبع آزمائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نت روز ایک الجھن ہے　　اف غم روزگار کا عالم

کیف ومستی میں غرق یہ دنیا　　جانے کیا دل فگار عالم

حضور تاج الشریعہ ایک صاحب طرز ادیب اور فی البدیہہ ترجمہ نگار بھی ہیں:

انشاء پردازی اور ترجمہ نگاری دونوں ہی مشکل اور پیچیدہ فن ہیں، لیکن ترجمہ کچھ زیادہ ہی مشکل ہے کیوں کہ کسی خیال کو تخلیق کا جامہ پہنانے میں اتنا زیادہ نہیں سوچنا پڑتا جتنا کہ کسی ایک زبان سے دوسری زبان میں تخلیق کو منتقل کرنے میں غور وخوض کی ضرورت ہوتی ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی فن ترجمہ کی دقت طلبی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ترجمے کا کام یقیناً ایک مشکل کام ہے اس میں مترجم، مصنف کی شخصیت اور فکر واسلوب سے بندھا ہوتا ہے ایک طرف اس زبان کا کلچر، جس کا ترجمہ کیا جارہا ہے اسے اپنی طرف کھینچتا ہے اور دوسری طرف اس زبان کا کلچر جس میں ترجمہ کیا جارہا ہے یہ دوئی خود مترجم کی شخصیت کو توڑ دیتی ہے''۔ (ارسطو سے ایلیٹ تک، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد طبع ہفتم ۲۰۰۳ء ص ۱۳)

حضور تاج الشریعہ نے اس میدان میں بھی اپنی انفرادیت کا لوہا منوایا ہے۔ اور مجدد اعظم حضور اعلیٰ حضرت کے مشکل ترین اردو زبان کو اس کے متوازن عربی زبان میں منتقل کیا ہے جس کو دیکھ کر بڑے بڑے ترجمہ نگار انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔ ذیل میں کچھ اقتباسات اردو عبارت اور انکی عربی ترجمانی کے ساتھ پیش کئے جارہے ہیں تاکہ اس فن کا بادہ نوش براہ راست مے نوشی کر سکے۔ مجدد دین وملت امام اہل سنت علیہ الرحمہ نے درود تاج اور دلائل الخیرات شریف کو شرک محض اور بدعت سیۂ کہنے والوں کے دندان شکن جواب اور دافع البلاء، والوبا، والقحط کے اطلاق پر انگشت نمائی کرنے والوں کے رد میں ''الامن والعلی'' نامی گراں قدر رسالہ تصنیف فرمایا ہے، جس میں قرآن وحدیث اور اقوال علمائے سلف سے اپنے موقف مبرھن کیا ہے نیز دیوبندی پیشواؤں کی فساد انگیز ی اور اسلام مخالف عبارتوں سے بھی پردہ اٹھایا ہے۔ ایک مقام پر زمانہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ میں آنے والے اعرابی کی طلب (جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے **سل ما شئت یا اعرابی** فرمانے کے باوجود سواری کا اونٹ اور زاد راہ مانگا تھا) اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں یوسف علیہ السلام کی قبر کا پتہ دینے والی بڑھیا کے سوال (جس میں اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جنت مانگی تھی آپ نے پہلوتہی کی تو رب نے وحی فرمائی **اعطھا ذلك**) کا مکمل بیان کرنے کے بعد نتائج برآمد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''وحی آئی تو کیا آئی کہ **اعطھا ذلك** موسیٰ جو یہ مانگ رہی ہے تم اسے عطا کردو اس بخشش فرمانے میں تمہارا کیا نقصان واہ رے قسمت یہاں اوپر کا حکم تو سب سے بہتر رہا یہ نہیں فرمایا جاتا کہ موسیٰ تم ہو کون بڑھ بڑھ کر باتیں مارنے والے ہمارے یہاں کے معاملے کا ہمارے حبیب کو تو ذرہ بھر اختیار ہے ہی نہیں یہاں تک کہ خود اپنی صاحب زادی کو

دوزخ سے نہیں بچا سکتے تم ایک بڑھیا کو جنت بخشا کے دیتے ہو اپنی گرم جوشی اتارکھو تقویۃ الایمان میں آ چکا ہے کہ ہمارے یہاں کا معاملہ ہر شخص اپنا درست کرے بلکہ علی الرغم الٹا یہ حکم آتا ہے کہ موسیٰ تم اسے جنت کا یہ عالی درجہ عطا کر دو اب کہئے یہ بیچارہ کس کا ہو کر رہے جس کے لئے توحید بڑھانے کو تمام انبیاء سے بگاڑی دین و دنیا پر دولتی جھاڑی صاف کہہ دیا کہ خدا کے سوا کسی کو نہ ماں اوروں کو ماننا محض خبط ہے اسی خدا نے یہ سلوک کیا اب وہ بیچارہ ازیں سو ماندہ وزاں سو راندہ سوا اس کے کیا کرے کہ اپنی اکلوتی چہیتی توحید کا ہاتھ پکڑ کر جنگل کو نکل جائے اور سر پر ہاتھ دھر کر چلا جائے:

ما زیاراں چشم یاری داشتیم — خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم"

(الامن والعلی، ص۔۱۹۵۔۱۹۶، رضا اکیڈمی ۲۶ کامیکر اسٹریٹ)

عربی ترجمانی:

ماذا اوحی الیہ اذ اوحی ان اعطها ذلک؛ وما یدرک محبذا الجد هذا الحکم العالی فوق الکل. لا یقول ربنا: من انت یا موسی حتی تتصرف مجیبا لا یملک ذرۃ فی معاملۃ ما عدنا حتی انه لا یستطیع ان ینجی ابنته صلی الله علیه وسلم من النار و انت تهب الجنة تجورا امسک حفاوتک فقد جاء فی تقویۃ الایمان: لیصلح کل امرء معاملۃ ما عدنا بنفسه بل علی الرغم یاتی الامر بالعکس ان یا موسی اعطها هذه الدرجۃ العالیۃ من الجنۃ. قولوا الآن لمن یکون هذا المسکین؛ من اجل الذی اسقط جمیع الانبیاء لاعظام التوحید و عفی اثر الدین والایمان و قال جهارا: لا تؤمن باحد سوی الله الایمان بالغیر محض خبط. هذا الله نفسه صنع به هذا الصنیع ماذا یصنع هذا المسکین غیرانه یاخذ بید توحیده القرین الشنیع و یخرج الی الصحراء ویصیح واضعا یده علی راسه: انی اتخذت قرینا فبئس القرین".

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی مایہ ناز تصنیف (النہی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید) غیر مقلد امام کے پیچھے نماز کے عدم جواز کے سلسلے میں ہے گرچہ اس کتاب کا واقعہ خاص ہے البتہ حکم عام ہے ایک جگہ امام اہل سنت (رضا بالکفر کفر) کی خاص اصطلاح کو فقہ حنفی کی روشنی میں سمجھانے اور اس کے مرتکب امام کا حکم (جس کے پیچھے نماز ناروا ہے) بتانے کے بعد فرماتے ہیں: جب اس متکلم کے پیچھے نماز ناجائز ہوئی جس کے انداز سے کفر غیر پر رضا نکلتی ہے تو یہ صریح متعصبین جن کا اصل مقصد تکفیر مسلمین دن رات اسی میں ساعی رہیں اور جب تقریراً و تحریراً اس کی تصریحیں کر چکے اور مکابر ہر طرح اپنی ہی بات بالا چاہتا تھا تو قطعاً ان کی خواہش یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو مسلمان کا فر ٹھہریں اور شک نہیں کہ اپنے زعم باطن میں انکی طرف کچھ راہ پائیں تو خوش ہو جائیں اور جب بحمد اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا کفر سے محفوظ ہونا ثابت ہو غم و غصہ کھائیں تو ان کا حکم کس درجہ اشد ہوگا اور ان کی اقتدا کیونکر روا واللہ الھادی الی طریق الھدی)۔ (النہی الاکید، ص:۳۳، رضا اکیڈمی ممبئی)

عربی ترجمانی:

اذا لم تجز الصلاۃ خلف ذلک المتکلم الذی یخرج من اسلوبه الرضا بکفر غیرہ فهولاء المتعصبون صریحا الذین اصل قصدهم تکفیر المسلمین یظلون یسعون له لیل نهار، و قد صرحوا بذلک تقریرا و تحریرا، والمکابر انما

یریدان تکون مقالته هی الاصل فانما رغبتهم یقیناً اتخاذ المسلمین کفرة مهما امکن، ولا شك انهم یفرحون اذا وجدوا کذالك سبیلا فی زعمهم الباطل واذا اثبت بحمد الله ان المسلمین محفوظون من الکفر یحزنون ویغتمون اذا لم تجز الصلاة خلف ذلك المتکلم فحکمهم اشد ای شدة فکیف یجوز الاقتداء بهم) والله الهادی الی طریق الهدی

(النھی الاکید مترجم ص ۸۷، دارالنعمان للعلوم)

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر یقین رکھنا اور اسکو تمام عیوب ونقائص سے منزہ وبری ماننا مومن کا اولین فریضہ ہے، اس جناب میں کسی ادنیٰ سے ادنیٰ عیب کے امکان کا اثبات بھی کفر ہے، چہ جائے کہ کذب جیسی صفت مقبوح کے امکان کو اس کے لئے کمال کا ذریعہ تصور کیا جائے۔ لیکن کچھ صدیوں سے عقل کے اندھوں، اور نفس کے پیروں نے نام نہاد توحید کا دام مزرق وساکوس پھیلا رکھا ہے اور شب وروز سادہ لوح مسلمانوں کے شکار میں لگے ہیں۔ صد حیف باری تعالیٰ کے لئے امکان کذب کی ترویج کرتے آنکھ شرماتی نہیں زباں کو ستی نہیں اور کان تھکتے نہیں۔ صد شکر اس امام اہل سنت کا کہ جس نے ایسے نازک حالات میں امت کی مسیحائی کی اور ہزاروں لاکھوں بلکہ بے شمار افراد کو اس دلدل میں پھنسنے سے بچا لیا، اور وہابیہ و دیابنہ کے اس عقیدہ کی قلعی کھولتے ہوئے ”سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح“ رسالہ تصنیف فرمایا اور ان پیشہ ور مبلغوں، جھوٹے پرستاروں، اور توحید پرستی کا ڈھنڈورہ پیٹنے والوں کی نقاب کشائی فرمائی، اور ہم کو بارگاہ خداوند قدوس کا صحیح ادب سکھایا، ایک مقام پر التماس ہدایت اساس کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”میں جانتا ہوں کہ فقیر کے اس رسالے پر حسب معمول سخن پروری وبحکم دستور تعصب وخودسری اگر بعض سلیم خاطرین شرمائیں گے، قبول وانصاف کو کام فرمائیں گے تو بہت عنادی طبیعتیں گرمائیں گی جبلی نزاکتیں غصہ لائیں گی جاہلی حمیتیں جوش دکھائیں گی، تعصبی حمایتیں ہمت پر آئیں گی“۔ (سبحان السبوح عن کذب عیب مقبوح ص، ۲۷۳ فتاویٰ رضویہ ج ۱۵، رضا اکیڈمی)

عربی ترجمانی

العبارۃ: ”انی لا علم ان بعض الخواطر بعد الاطلاع علی رسالۃ الفقیر تستحی و تتصف بینهم یغلو کثیر من الطبائع المعاندۃ علی وفق المعتاد من تبریر القول. و بحکم دعب العصبیۃ والطغیان وتشتعل الثورات الجبلیۃ. و تفور الحمایات الجاهلیۃ. وتستنجد الحمایات العصبیۃ“۔

یہ تو ترجمہ نگاری کی ادبی جھلکیاں تھیں اب آئندہ سطور ادب کے تینوں اسالیب (علمی، ادبی، خطابی) کے نمونے پیش خدمت کئے دیتے ہیں تاکہ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان بن سکیں اور عقیدت کو جلا ملے۔

اسلوب علمی

اس انداز تحریر میں مصنف کی نگاہ معانی کے بیان پر ہوتی ہے، اور مقصود زیادہ سے زیادہ علمی مطالب کا ذکر کرنا ہوتا ہے، جملوں کو رنگ برنگ لاتا نہیں۔ ہمارے شیخ اس راہ میں بھی سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں عبارت ملاحظہ ہو:

”و فی البیت التفات من الخطاب الی الغیبۃ حیث قال ا یحسب الصب والظواهر کلها من قبیل الغائی یعنی من قبیل الالتفات من الخطاب الی الغیبۃ“۔ (الفردۃ ص ۱۲)

اسلوب ادبی

کسی بھی زبان کا ادب اس زبان کے بیان انداز، جملوں کی ساخت، اور عبارت کو حسین قالب میں ڈھالنے پر زور دیتا ہے بلفظ دیگر اس اسلوب میں معانی پر کم عبارت سازی پر زیادہ توجہ ہوتی ہے۔ ہمارے شیخ کا یہ پہلو بھی دیکھیں:

أ كذوبة النشاة في ظل الاستعمار البريطاني

اما ما رددتموه مرات عدة في هذه الكلمة من نشاة البريلوية تحت ظل الاستعمار البريطاني فاخيرا قلتم انها نشات في احضان الاستعمار البريطاني الصليبي الحاقد فهذا كذب وما ينبغي لعاقل ان يلقي له سمعا فضلا ان يذعن له فنحن ايضا في غنى عن رده وما ذكرنا من كلام الشيخ الامام احمد رضا خان ادل دليل على كذبه ساحتنا عن هذه التهمة الا انه لا باس بان ترفع الستار عن وجه الاستعمار. (حقیقۃ البریلویہ ص ۵۵ مطبع دار المقطم)

اسلوب خطابی

اس اسلوب نگارش میں قائل زبان وبیان اور معانی ومفاہیم سب پر برابر نظر رکھتا ہے، چونکہ اس کا مقصد مخاطب کو اپنے پر اثر اور دلکش انداز سے کھینچنا اور اپنی قادر الکلامی کا معترف کا بنانا ہے حضور تاج الشریعہ اس وصف میں بھی نمایاں حیثیت رکھتے ہیں مثال پیش نظر ہے: ليت شعري ما هي محاولتها للكيد للاسلام. و متى تطاولنا على معتقداته؛ و كيف اضللنا السذج من الناس على زعمكم؛ ايها الناس الم يان لكم ان تعلموا ان الذي اذعتم لهفا خبرتم عن البريلوية على زعمكم الابرياء هذا الخبر الذي لا عين له ولا اثر؛ فهتم الابرياء وانتم لا تشعرون. هو اهل الضلال. و هو القائم بالاضلال قد شغفكم حبا. و ملك لكم لبا. فلم يمهلكم حتى تتبينوا خبره فقلتم و انتم لا تدرون. ولكن فريتم ثم تليتم من تعلمون فقد جئتم بما لا يهون فانا لله وانا اليه راجعون.

فان كنت لا تدري فتلك مصيبة وان كنت تدري فالمصيبة اعظم" (الحقیقۃ البریلویہ ص ۳۲ دار المقطم)

اردو ادب میں آپکی قلمی جولانیت اور ترجمہ نگاری میں امتیازی شان دیکھنی ہے تو کتاب ''آثار قیامت'' اور ''المعتقد المنتقد'' کا سلیس اردو ترجمہ یا پھر سیمینار اور علمی مباحث کے موقع پر لکھے گئے مقالات کا مطالعہ کریں۔ انداز تدریس اور شرح حدیث میں یکتائی اور انفرادیت ملاحظہ کرنا ہو تو ''منحۃ الباری فی حل صحیح البخاری'' (جو دروس بخاری کا مجموعہ ہے) کو مطالعہ کی میز پر لائیں، وہیں حدیث اور اصول حدیث میں آپکی کامل دسترس کا بھی علم ہوجائے گا۔ یہ تو فقیر اسطور نے علمی گوشوں پر روشنی ڈالی ہے جن میں فقہی پہلو کو واشگاف کرنا اب بھی باقی ہے۔ زمانہ واقف ہے کہ آپ قاضی القضاۃ فی الھند کے منصب پر فائز تھے اور ہر طرح کے سوال کا بفضلہٖ تعالیٰ تشفی بخش جواب عنایت فرماتے تھے، مزید معلومات کیلئے آپ کے فتاوی مجموعہ ''فتاوی تاج الشریعہ'' سے براہ راست استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ رہے آپ کے اخلاقیات، تبلیغی دوروں کے دلچسپ واقعات۔ احترام سادات اور آپکے دست حق پرست پر ان گنت لوگوں کے قبول اسلام کی داستانیں ابھی تک نوک قلم سے آشنا ہو سکی ہیں، رشحۂ فکر کی گرہیں کھلتی جارہی ہیں ''هذا غيض من فيض'' کا تصور بار بار ذہن پر دستک دے رہا ہے اور یہ شعر گنگنا رہا ہے: قليل منك يكفيني ولكن قليلك لا يقال له قليل.

***

حضور تاج الشریعہ کی اردو شاعری: ایک جائزہ

مولانا توقیر احمد مرکزی، بہرائچ شریف

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ ذکر خدا عز وجل کے بعد ثنائے مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کائنات کا سب سے عظیم مشغلہ ہے۔ مدحت خیر الانام علیہ الصلوۃ والسلام کی دولت بے بہا سب کو نہیں عطا ہوتی۔ اللہ تعالی جن پر اپنا خاص فضل و کرم فرماتا ہے ان خوش نصیبوں کو نعت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے اور پڑھنے کا اعزاز نصیب فرماتا ہے۔ وارث علوم اعلی حضرت جانشین حضور مفتی اعظم شیخ الاسلام والمسلمین علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری اختر بریلوی علیہ الرحمہ بھی انہیں سعادت مندوں میں سے ایک تھے، آپ کو توصیف مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا وظیفہ ورثے میں ملا تھا۔ آپ کے آبا و اجداد نے ثنائے مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے وہ ترانے گنگنائے ہیں جنہیں سن کر آج بھی عاشقان رسول جذبہ حب رسول میں سرشار ہو کر وجد کرنے لگتے ہیں۔ آخر ذکر رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی وہ کون سی محفل ہے جس میں آپ کے جد امجد امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے لکھے ہوئے قصیدے نہ پڑھے جاتے ہوں۔ استاذ زمن علامہ حسن رضا علیہ الرحمہ کا نعتیہ کلام قاری اور سامعین کو بیک وقت بے خودی کے عالم میں پہنچا دیتا ہے۔ حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے بے پناہ جذبہ عشق رسالت سے سرشار اشعار سے بھلا کون آشنا نہیں ہے۔ اس طور سے کہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو ثنائے مصطفی و توصیف مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا وظیفہ ورثے میں ملا تھا اور آپ نے اس کو عاشقان رسول کے درمیان خوب عام فرمایا۔ آپ کے اجداد کرام نے عموما چار زبانوں میں شاعری فرمائی ہے۔ جہاں تک اردو زبان کی بات ہے وہ تو آپ کے خاندان میں پلی اور بڑھی ہے اور خانوادہ رضویہ سے اسے بہت ہی زیادہ فروغ و استحکام حاصل ہوا ہے۔ یہ ایسی حقیقت ہے جس سے انکار دن کے وقت سورج کے وجود کے انکار کے مترادف ہے یا عدم واقفیت کا ثبوت۔ آخر عربی میں انہیں مہارت تامہ کیوں حاصل نہ ہوتی جو دین اسلام کی زبان ہے کیونکہ دین کا اصل سرمایہ اسی زبان میں موجود ہے اور ان کی زندگیاں خدمت دین کے لیے وقف تھیں اور فارسی ماضی قریب کے اہل علم کی زبان مانی جاتی تھی اور آپ کے اجداد کرام صرف اہل علم و فضل ہی نہیں بلکہ ان کے ماوی و ملجا تھے پھر انہیں اس میں درک کیوں نہیں حاصل ہوتا ان کی تصنیفات و تالیفات اس پر شاہد عدل ہیں۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے بھی اپنے آبا و اجداد کی اتباع کرتے ہوئے ثنائے مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے وہ گلشن کھلائے جن کی خوشبو سے دماغ عالم معطر ہے۔ آپ نے عربی فارسی اور اردو زبان میں مدحت مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے وہ ترانے گائے ہیں کہ سارا زمانہ گوش بر آواز ہے آپ بطور تحدیث نعمت فرماتے ہیں:

گوش بر آواز ہو قدسی بھی اس کے گیت پر   باغ طیبہ میں جب اختر گنگنائے خیر سے

میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے دیوان سفینہ بخشش کے صرف اردو کلام کا معائنہ علم معانی و بیان و بدیع کے عدسے سے نہ

کر کے، اس کا ایک موضوعاتی مطالعہ آپ حضرات کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے!

سفینۂ بخشش میں حدائق بخشش کی جھلک:

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے آباؤ اجداد خود ہی ایسے قادر الکلام شاعر اور ادیب تھے کہ آپ کو کسی اور شاعر اور ادیب سے استفادے کی چنداں ضرورت نہیں تھی۔ آپ کے اجداد کا اتنا لٹریچر مختلف زبانوں خاص طور سے اردو زبان میں موجود ہے کہ اسے پڑھنے کے لیے زندگیاں درکار ہیں۔

اگر آپ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی شاعری کا جائزہ لیں گے تو معلوم ہوگا کہ آپ نے جا بجا اپنے آباؤ اجداد سے استفادہ کیا ہے اور صرف معانی ہی مستعار نہیں لیے بلکہ ان حضرات کی زمینوں میں بھی کامیاب شاعری فرمائی ہے جو سفینۂ بخشش کے ہر قاری پر عیاں ہے۔ ذیل میں چند ایسے اشعار ہدیہ ناظرین ہیں جن میں حدائق بخشش کی جھلک صاف نظر آ رہی ہے۔ مزہ دو چند کرنے کی غرض سے حدائق بخشش کے اشعار بھی ساتھ میں نقل کیے جا رہے ہیں:

امام اہلسنت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اے خدا کو دیکھنے والے نبی
کون سی شے تجھ سے عالم میں چھپی

امام اہلسنت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

جو مستغنی ہوا ان سے مقدر اس کا خبیث ہے
خلیل اللہ کو ہنگام محشر ان کی حاجت ہے

امام اہلسنت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اسی در پر تڑپتے ہیں مچلتے ہیں بلکتے ہیں
اٹھا جاتا نہیں کیا خوب اپنی ناتوانی ہے

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

دشت طیبہ میں چلوں چل کے گروں گر کے چلوں
ناتوانی میری صد رشک توانائی ہو

امام اہلسنت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

طیبہ سے ہم آتے ہیں کہیے تو جناں والو
کیا دیکھ کے جیتا ہے جو واں سے یہاں آیا

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

نہیں جچتی جنت بھی نظروں میں ان کی
جنھیں بھا گیا خارزار مدینہ

اسی طرح آپ نے استاذ زمن علامہ حسن رضا، حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم ہند علیہم الرحمہ کے کلام سے بھی خوب استفادہ فرمایا ہے۔

کلام تاج الشریعہ میں قرآنی مضامین:

آپ نے جابجا قرآنی مضامین اور احادیث مبارکہ کے مفاہیم کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ اشعار کے قالب میں ڈھال کر اس کمال کے ساتھ پیش کیا ہے کہ سن کر طبیعت جھوم اٹھتی ہے۔ ذیل میں چند اشعار جو کسی نہ کسی قرآنی پیغام کو عام کرنے کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں اور آپ کی قادر الکلامی کی داد دیں۔

آیت وسیلہ کی تلاوت کرکے یہ شعر پڑھیے۔ کتنے نفیس انداز میں منکرین وسیلہ کو جواب دیا ہے، فرماتے ہیں:

ابتغوا فرما کے گویا رب نے یہ فرمادیا
بے وسیلہ نجدیو ہرگز خدا ملتا نہیں

سورہ بلد کو مد نظر رکھ کر یہ شعر ملاحظہ کیجئے اور مضمون آفرینی کی داد دیجئے:

خدا نے یاد فرمائی قسم خاک کف پا کی
ہوا معلوم طیبہ کی دو عالم پر فضیلت ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدعائے زیارت اور شب معراج مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لامکاں میں دعوت سے متعلق آیات کریمہ کو نگاہوں میں بسا کر یہ اشعار ملاحظہ فرمائیے:

دید کے ہوں طالب جب خدا سے موسیٰ
ان سے لن ترانی کہہ دے رب تمہارا
پر تمہارے رب کو تم سے میرے مولا
ہے پیام وصلت یارسول اللہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت للعلمین کو بیان فرمانے والی آیت مبارکہ کو سامنے رکھ کر آپ نے نجدیوں کو کمالات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نظارہ کرنے کے لیے آنکھوں سے عناد دشمنی حبیب خدا کا چشمہ اتارنے کی جو دعوت دی ہے، وہ قابل دید بھی ہے اور قابل داد بھی ملاحظہ فرمائیں:

وہی جو رحمت للعلمیں ہیں جان عالم ہیں
بڑا بھائی کہے ان کو کوئی اندھا بصیرت کا

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۔اس آیت مبارکہ سے مستفید یہ شعر دیکھیں:

انت فیھم کے دامن میں منکر بھی ہیں
ہم رہے عشرت دائمی کے لیے

کلام تاج الشریعہ میں مضامین احادیث مبارکہ:

قرآن پاک کے بعد آپ کے اشعار کا سب سے بڑا ماخذ احادیث مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہیں ،بہت سے اشعار میں احادیث کریمہ کی ترجمانی فرما کر آپ نے لوگوں کے قلوب واذہان کو منور فرمانے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے۔ذیل میں چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں:

حدیث نور کو سامنے رکھتے ہوئے یہ شعر دیکھیے:

آب وگل میں نور کی پہلی کرن
جان آدم جان حوا آپ ہیں

حدیث لولاک کی روشنی میں لکھا گیا یہ شعر پڑھ کر لطف حاصل کیجیے:

آپ کی خاطر بنائے دوجہاں
اپنی خاطر جو بنایا آپ ہیں

حدیث ایکم مثلی کو سامنے رکھیے اور یہ شعر دیکھیے:

آپ جیسا کوئی ہوسکتا نہیں
اپنی ہر خوبی میں تنہا آپ ہیں

حدیث پاک انا حبیب اللہ ولا فخر کو نگاہوں میں بسا کر یہ شعر دیکھیے:

آپ کو رب نے کیا اپنا حبیب
ساری خلقت کا خلاصہ آپ ہیں

انا اول من یقرع باب الجنۃ کی روشنی میں یہ شعر دیکھیے:

اگلے پچھلے سبھی خلد میں چل دیے
روز محشر کہا جب نبی نے چلیں

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو صرف دنیا ہی نہیں آخرت میں بھی ہر طرف حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی سلطنت نظر آتی ہے۔چنانچہ فرماتے ہیں:

زمیں پر وہ محمد ہیں وہ احمد آسمانوں میں یہاں بھی ان کا چرچا ہے وہاں بھی ان کی مدحت ہے

الٰہی وہ مدینہ کیسی بستی ہے دکھا دینا
جہاں رحمت برستی ہے جہاں رحمت ہی رحمت ہے

ہمیں کیا حق تعالیٰ کو مدینے سے محبت ہے
مدینے سے محبت ان سے الفت کی علامت ہے

ذرا خاک مدینہ طیبہ کو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی نگاہوں سے دیکھیے:

عُلو وعظمت خاک مدینہ کیا کہیے
اسی تراب کے صدقے ہے اعتلائے فلک

یہ خاک کوچہ جاناں ہے جس کے بوسے کو
نہ جانے کب سے ترستے ہیں دیدہائے فلک

حضور تاج الشریعہ اور فرقت طیبہ:

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ مدینہ طیبہ سے فرقت کے اوقات کس طرح گزارتے تھے۔ ملاحظہ کریں:

داغ فرقت طیبہ قلب مضمحل جاتا
کاش گنبد خضرا دیکھنے کو مل جاتا

فرقت طیبہ کی وحشت دل سے جائے خیر سے
میں مدینے کو چلوں وہ دن پھر آئے خیر سے

فرقت مدینہ نے وہ دیئے مجھے صدمے
کوہ پر اگر پڑتے کوہ بھی تو ہل جاتا

آپ دیار حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دور رہ کر گزرنے والی زندگی پر موت کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

دور اے دل رہیں مدینے سے
موت بہتر ہے ایسے جینے سے

فرقت طیبہ کے ہاتھوں جیتے جی مردہ ہوئے
موت یا رب ہم کو طیبہ میں جلائے خیر سے

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ اور تمنائے مدینہ:

درج ذیل اشعار کو پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ آپ ہر وقت دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کے متمنی رہا کرتے تھے۔ رب تعالیٰ ہمیں بھی یہ دولت بے بہا نصیب فرمائے!

یہ شعر یقیناً آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے:

زندہ باد اے آرزوئے باغ طیبہ زندہ باد　　　تیرے دم سے ہیں زمانے کے ستائے خیر سے

وہ بلاتے ہیں کوئی یہ آواز دے
دم میں جا پہنچوں میں حاضری کے لیے

اگر طلب سچی ہو تو آقا صلی اللہ علیہ اللہ علیہ وسلم ضرور کرم فرماتے ہیں:

طلب گار مدینہ تک مدینہ خود ہی آجائے
تو دنیا سے کنارہ کر مدینہ آنے والا ہے

مدینہ آگیا اب دیر کیا ہے صرف اتنی سی
تو خالی کر یہ دل کا گھر مدینہ آنے والا ہے

آپ کسی بھی حال میں در سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دور نہیں ہونا چاہتے تھے:

دشت طیبہ چھوڑ کر میں سیر جنت کو چلوں
رہنے دیجے شیخ جی دیوانگی اچھی نہیں

دشت طیبہ کے فدائی سے جناں کا تذکرہ
جو رلا دے خون ایسی دل لگی اچھی نہیں

دیارِ حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں سن کر وجد میں آجانا، یقیناً عاشقِ رسول ہی کی شان ہے:

ہر گھڑی وجد میں رہے اختر
کیجیے اس دیار کی باتیں

بلاشبہ جسے دیارِ حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں موت آجائے، وہ مر کر بھی امر ہو جاتا ہے:

ہے یہ طیبہ کا پیام طالب عیش دوام
جنت طیبہ میں آ ہستی مٹائے خیر سے

مدینے کی وہ مرگ جاں فزا گر ہے مقدر میں
امر ہو جائیں گے مر کر دیار روح پرور میں

اہلِ دنیا کی بے وفائی وخود غرضی کلامِ تاج الشریعہ کی روشنی میں ہیں:

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے اور حضور تاج الشریعہ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

***

نقش پنجم

علمی افادات، تصنیفات وتالیفات

حضور تاج الشریعہ - عظیم محدث "الفردۃ" کی روشنی میں

ابو یوسف محمد قادری، جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے چودہویں صدی میں خاندان اعلیٰ حضرت، امام عشق ومحبت، امام احمد رضا فاضل بریلوی کو جو مقام ومرتبہ اور فضیلت وخصوصیت عطا فرمائی دور دور تک اس کی مثال نہیں ملتی۔ آسمان علم وحکمت پر جو ستاروں کی انجمن سجی ہے، اس میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدر منیر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کے علوم ومعارف کے سمندر سے ہی ساری نہریں سیراب ہیں۔ آپ کی اولاد واحفاد نے آپ سے حظ وافر حاصل کیا کہ کوئی حجۃ الاسلام ہوا، کوئی مفتی اعظم عالم بنا اور کوئی مفسر اعظم کہلایا، اور جب ان بزرگان دین کے علوم ومعارف کا سنگم ہوا تو وہ تاج الشریعہ بنا۔

سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمہ بلا مبالغہ سارے علوم وفنون پر مہارت تامہ رکھتے تھے، اور اردو، عربی اور انگریزی زبان پر آپ کو یکساں عبور حاصل تھا، آپ کی تقریر وتحریر اس پر شاہد عدل ہیں۔ دعوت وتبلیغ اور عوام اہل سنت بلکہ عوام تو عوام علمائے اہل سنت کے ایمان کی حفاظت اور علم دین کی نشر واشاعت میں آپ نے اپنی پوری زندگی وقف کر دی، آپ کی خدمات دینیہ کو بارگاہ الٰہی ورسالت میں قبولیت کا شرف حاصل ہوا اور آپ مینارۂ ہدایت کے منصب پر فائز ہوئے۔ یقیناً آپ کی رحلت عالم اسلام کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے۔ اللہ آپ کی تربت پاک پر ہمہ وقت انوار ورحمت کی بارش برسائے اور سرکار کے فیوض وبرکات سے ہم سب کو مالا مال فرمائے۔ آمین بطفیل رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم۔

آپ نے امام بوصیری کی تصنیف لطیف قصیدہ بردہ کی ایک جامع شرح عربی زبان میں بنام "الفردۃ" تحریر فرمایا، بلاشبہ یہ شرح علوم ومعارف کا گنجینہ ہے جس کو آپ نے علوم قرآن، علوم حدیث، علوم نحو وصرف، علوم کلام وبلاغت اور حکایات وواقعات سے مزین فرمایا ہے۔

سرکار تاج الشریعہ نے قصیدہ بردہ کی تشریح وتوضیح میں احادیث مبارکہ سے استدلال فرمایا ہے اور اپنے موقف کے اثبات میں کثرت احادیث کا جو گلدستہ پاک سجایا ہے انھیں کی روشنی میں آپ کی محدثانہ شان وبصیرت کو قارئین کے نظر نواز کرنے کی کوشش ہے۔ الفردہ میں سرکار تاج الشریعہ نے جتنی حدیثیں جمع کی ہیں ان سب پر کلام کرنے کے لیے ایک دفتر درکار ہے، اس لیے میں نے چند اشعار کا انتخاب کیا ہے تاکہ مضمون طوالت سے بچ جائے۔

الفردۃ کی چند نمایاں خصوصیات:

(۱) ہر شعر کی شرح سے پہلے تسمیہ اور حمد وصلوٰۃ وسلام کا التزام۔

(۲) ہر شعر کے الفاظ کی جامع تشریح کر کے نثری پیرایہ میں ڈھالنا تاکہ شعر کا مطلب بالکل واضح ہو جائے۔

(۳) شعر سابق اور شعر لاحق کے درمیان ربط ومناسبت۔

(۴) قرآن وحدیث سے مبرہن کرنا۔

(۵) علم بلاغت ومعانی اور بدیع کی اصطلاحات کی طرف جا بجا اشارہ۔

(۶) علم کلام کے پیچیدہ مسائل پر سیر حاصل بحث۔

(۷) شارحین قصیدہ کے درمیان اختلاف آرا کی صورت میں تطبیق وتصفیہ۔

(۸) عقائد اہل سنت کی تائید میں قرآن وحدیث اور اقوال صحابہ کو پیش کرنا۔

(۹) دوران تشریح عنوان کے متعلق معتبر ومستند واقعات کا ذکر۔

(۱۰) فرق باطلہ کے رد بلیغ میں قرآن وحدیث سے استدلال۔

(۱۱) علوم ومعارف اور علمی نکات کے انمول خزانے سے پُر ہونا۔

ذیل میں "الفردۃ" سے چند مثالیں پیش خدمت ہیں ملاحظہ فرمائیں:

مثال (۱)

هو الحبيب الذي ترجى شفاعته
لكل هول من الاهوال مقتحم

اس شعر میں امام بوصیری علیہ الرحمہ نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے حبیب ہونے کا دعویٰ کیا تو کیا شرع میں اس پر کوئی دلیل ہے؟ سرکار تاج الشریعہ نے آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حبیب خدا ہونے پر کتاب وسنت اور اقوال صحابہ سے ثابت کیا ہے۔

اما الكتاب فقوله تعالى: ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ وذلك لانه لما بلغ من اتبعه بشرف متابعته صلى الله عليه وسلم مرتبة المحبوبية لالله فهو صلى الله عليه وسلم احرى ان يكون حبيب الله (ص:۷۳)

یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ کا محبوب بننے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی وغلامی ضروری ہے تو جس کی اتباع سے محبوبیت کے مرتبہ پر فائز ہوا جائے یقیناً وہ ذات حبیب خدا ہے۔

دس سے زائد حدیثوں سے یہ ثابت کیا کہ آپ حبیب اللہ ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس کی ایک طویل روایت کو نقل فرمایا:

جلس ناس من اصحاب رسول الله فخرج عليهم وهم يعلا كرون قال بعضهم ان الله تعالى اتخذ ابراهيم خليلا ......
ألا وأنا حبيب الله ولا فخر ......الخ. (ص:۷۳)

اس پوری حدیث مبارک میں سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی خصوصیات کا ذکر فرمایا ہے۔

پھر حضور تاج الشریعہ اقسام شفاعت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ولہ صلی اللہ علیہ وسلم اقسام من الشفاعة (۱) الشفاعة لاراحة الخلائق من هول الموقف (۲) ادخال ناس الجنة بغير حساب (۳) عدم دخول النار بعد الحساب وثبوت الاستحقاق لدخول النار (۴) اخراج بعض الموحدين من النار (۵) زيادة الدرجات (۶) التجاوز عن التقصير في الطاعات (۷) تخفيف العذاب لمن استحق خلود النار في بعض الاماكن والاوقات كأبي طالب ....الخ.

تقریباً آپ نے رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے شفاعت کے سولہ اقسام کا ذکر کیا اور سب کو حدیث کی روشنی میں ثابت کیا اور دلائل کے انبار لگا دیے۔

مثال (۲)

جاءت لدعوته الاشجار ساجدة
تمشي اليه على ساق بلا قدم

اس شعر میں امام بوصیری نے یہ دعویٰ کیا کہ درخت بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر آپ کا سجدہ کرتے تھے، اس دعویٰ کی دلیل میں سرکار تاج الشریعہ نے تقریباً نو حدیثیں پیش فرمائیں اور یہ بھی فرمایا کہ یہ تمام واقعات مختلف اوقات میں ہوئے۔

صح انه صلی اللہ علیہ وسلم طلب من رجل الایمان فقال له هل من شاهد فقال هذه الشجرة فدعاها صلی اللہ علیہ وسلم وهی علی شاطیٔ الوادی فاقبلت تخد الارض خداً فقامت بين يديه فاستشهدها ثلاثاً فشهدت ثم رجعت الی منبتها. (ص: ۱۵۳)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص سے ایمان لانے کا مطالبہ کیا تو اس نے عرض کیا: کیا کوئی گواہ ہے؟ یعنی معجزہ دکھائیں تو حضور نے فرمایا: ہاں یہ درخت ہے، پھر آپ نے اس درخت کو بلایا اور وہ میدان کے کنارہ پر تھا وہ درخت اپنی جڑوں کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا، سرکار نے اس سے تین بار شہادت دینے کو کہا تو درخت نے گواہی دی اور اپنی جگہ لوٹ گیا۔

مثال (۳)

لا تنكر الوحي من رؤياه ان له
قلباً اذا نامت العينان لم ينم

شعر مذکور کی شرح میں حضور تاج الشریعہ نے وحی کے اقسام کو بیان کیا، پھر ایک حدیث اس دعویٰ کے ثبوت میں پیش کیا کہ اگرچہ سید الانام علیہ التحیۃ والثناء آرام فرما ہوں مگر آپ کا دل بیدار رہتا ہے، اسی لیے انبیائے کرام کی نیند ناقض وضو نہیں ہے اور انبیا کے خواب وحی الٰہی ہیں۔

من قوله صلی اللہ علیہ وسلم تنام عيناي ولا ينام قلبي. (ص: ۱۷۰)

ترجمہ: کہ میری آنکھیں سوتی ہیں دل بیدار رہتا ہے۔

مثال (۴)

فان من جودك الدنيا وضرتها
ومن علومك علم اللوح والقلم

اس شعر کی تشریح میں علوم و معارف کے خزانے کھول دیے گئے ہیں، سب سے پہلے تو دنیا و آخرت ایک دوسرے کی ضد ہیں پر چند احادیث کو پیش کیا گیا اور یہ کہ یہ شعر حدیث "لولاک لما خلقت الأفلاک" کی ترجمانی ہے۔ لوح و قلم کی حقیقت پر سیر حاصل

کلام کیا گیا پھر اسی ضمن میں علوم خمسہ پر بھی بحث کی گئی اور قرآن وحدیث اور اقوال صحابہ وائمہ سے یہ ثابت کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علوم خمسہ عطا کیے گئے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث کہ جس میں آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام فضل زوجۂ حضرت عباس سے فرمایا کہ تمہارے پیٹ میں جو حمل ہے اس سے بیٹا پیدا ہوگا اور وہ ابوالخلفاء ہے۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی کی حدیث غزوۂ خیبر کے موقع والی کہ حضور نے فرمایا: کل جھنڈا اس کو دیا جائے گا جس کے ہاتھ پر اللہ نے فتح لکھا ہے۔ اسی طرح غزوۂ بدر میں مشرکین کے قتل کیے جانے کی جگہوں پر نشان لگا نا کہ فلاں یہاں مرے گا، فلاں ابن فلاں یہاں مرے گا۔

اور حضرت معاذ بن جبل کو جب یمن کا قاضی بنا کر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تو فرمایا: اے معاذ! اس سال کے بعد تم مجھ سے ملاقات نہیں کر پاؤ گے تم میری مسجد اور قبر کے پاس سے گزرو گے۔

اور بزرگوں کے واقعات سے بھی یہ ثابت کیا کہ بہت سارے بزرگان دین خاص طور سے غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اَن گنت واقعات اس پر شاہد عدل ہیں۔

٭٭٭

تعلیقات ازہری اور ایمان افروز نکات

ڈاکٹر غلام زرقانی قادری

قرآن کریم کے مفاہیم ومعانی کی وضاحت تفسیر کہلاتی ہے، جب کہ حدیث مقدس کے مطالب کی نقاب کشائی تشریح کے ضمن میں آتی ہے۔ اور یہ بات کہنے کی نہیں کہ تفسیر اور تشریح؛ دونوں نہایت ہی مشکل اور حددرجہ ذمہ داری کا کام ہے، اس لیے کہ قرآن کریم اللہ رب العزت کا کلام ہے، جب کہ حدیث پاک مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے کلمات ہیں۔ اس طرح اگر قرآن کریم کی درست وضاحت نہ ہو، تو اللہ رب العزت کے مقصود ومطلوب سے روگردانی کے سبب کذب وافترا کے الزامات لگ جاتے ہیں اور حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مفہوم کی مناسب ترجمانی نہ ہو، تو ہدایت وبندگی کے راستے سے بھٹک جانے کا خوف دامن گیر ہوتا ہے۔

تاہم یہ بات بہت حد تک درست ہے کہ صعب ودشوار گزار مراحل کے باوجود تفسیر وتشریح کے مقابلے میں نکتہ آفرینی کہیں زیادہ مشکل مرحلہ ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ تفسیر وتشریح کا تو متن کے الفاظ وتراکیب کی وضاحت سے براہ راست متعلق ہے، جب کہ نکتہ آفرینی کے لیے ایک مصنف متون کے بین السطور میں جھانک کر قیمتی اشارات قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیں کہ تفسیر وتشریح سطح آب سے قدرے نیچے اتر کر مچھلیاں پکڑنے کے مترادف ہے، جب کہ نکتہ آفرینی ہزاروں فٹ گہرائی میں اتر کر جواہرات تلاش کرنے کی پر خطر مہم جوئی ہے۔

اچھا پھر یہ بھی پیش نگاہ رہے کہ نکتہ آفرینی ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے، بلکہ اس مرحلے سے کامیاب وکامراں وہی گزر سکتا ہے، جسے زبان وبیان پر بھی ملکہ حاصل ہو اور موضوع سے متعلق گہری واقفیت بھی ہو، نیز یہ کہ وہ اپنے افکار وخیالات کو خوبصورتی کے ساتھ اور قارئین کے لیے قابل قبول بنا کر پیش کرنے کی ضروری صلاحیتیں بھی رکھتا ہو۔ ظاہر ہے کہ زبان وبیان کی نزاکتوں سے مطلوبہ واقفیت نہ ہو، تو نکتہ آفرینی مضحکہ خیز ثابت ہوگی اور اگر متعلقہ موضوع کے بارے میں پہلے سے ٹھوس معلومات نہ ہوں، تو نکتہ آفرینی ہو ہی نہیں سکتی کہ ایک مصنف نکتہ آفرینی کرتے ہوئے اپنے حافظے میں پہلے سے موجود معلومات کی مزید تائیدات پیش کرتا ہے، لہٰذا جب علم وآگہی، فکر ونظر اور موضوع سے متعلق گہری معلومات نہ ہوں، تو یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ ایک مصنف کوئی نکتہ قارئین کے سامنے پیش کر سکے۔

متذکرہ تمہیدی گفتگو سے یہ امر آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہو جاتا ہے کہ بخاری شریف پر حاشیہ لکھتے ہوئے، تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری نور اللہ مرقدہ کی جگہ جگہ خوبصورت نکتہ آفرینی یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے وہ نہ صرف زبان وبیان پر عبور رکھتے تھے، بلکہ اپنے مافی الضمیر کو خوبصورتی کے ساتھ پیش کرنے پر پوری قدرت رکھتے تھے، اور اسلامی شریعت کے جملہ علوم وفنون، نشیب وفراز اور بیانات وارشادات سے گہری واقفیت بھی رکھتے تھے۔

یقین نہیں آتا تو "تعلیقات الازھری علی صحیح البخاری"[۱] اٹھایئے اور بطور مثال دو چار مثالیں دیکھیے۔

پہلی مثال:

موصوف "کتاب الجہاد والسیر" میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں:

" فنام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ثم استیقظ وھو یضحک قالت: فقلت: ما یضحکك یا رسول اللہ؟ قال: ناس من امتی، عرضوا علی غزاۃ فی سبیل اللہ، یرکبون ثبج ھذا البحر ملوکا علی الاسرۃ، او: مثل الملوك علی الاسرۃ شك اسحاق قالت: فقلت: یا رسول اللہ ادع اللہ ان یجعلنی منھم، فدعا لھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ثم وضع راسہ، ثم استیقظ وھو یضحك، فقلت: وما یضحکك یا رسول اللہ؟ قال: ناس من امتی عرضوا علی غزاۃ فی سبیل اللہ کما قال فی الاول، قالت: فقلت: یا رسول اللہ، ادع اللہ ان یجعلنی منھم، قال: انت من الاولین، فرکبت البحر فی زمان معاویۃ بن ابی سفیان، فصرعت عن دابتھا حین خرجت من البحر، فھلکت۔"[۱]

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام حرام بنت ملحان کے یہاں آرام فرما رہے تھے کہ اتنے میں ہنستے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گئے۔ انھوں نے عرض کیا کہ کس بات نے مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر مسکراہٹیں بکھیر دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ میری امت کے کچھ لوگ راہ خدا میں جہاد کرتے ہوئے دکھائی دیے، جو تخت نشیں بادشاہوں کی طرح سمندر میں محو سفر ہوں گے، یا فرمایا کہ بادشاہوں کی طرح تخت نشیں ہوں گے، راوی حدیث شیخ اسحاق مشکوک ہیں۔ بہر کیف، حضرت ام حرام عرض کرتی ہیں کہ یا رسول اللہ، میرے لیے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان کے ساتھ یہ سعادت عطا فرمائے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی اور پھر سو گئے۔ اتنے میں پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اب کس بات نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی چہرہ پر مسکراہٹیں بکھیر دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر راہ خدا میں جہاد کرتے ہوئے پیش کیے گئے۔ ٹھیک وہی بات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے فرمائی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ مجھے بھی اس کی سعادت نصیب فرمائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پہلے گروہ میں شامل کیے جاؤ گی۔ راوی حدیث کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان کے عہد خلافت میں حضرت ام حرام بنت ملحان نے جہاد میں شرکت کرتے ہوئے سمندری سفر کیا۔ اس کے بعد کشتی سے اتر کر گھوڑے پر سواری کرتے ہوئے گر پڑیں اور خالق حقیقی سے جا ملیں۔"

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے حدیث لکھنے کے بعد قدرے وضاحت فرمائی اور اس کے بین السطور میں پوشیدہ ایمان افروز نکات کی نقاب کشائی فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: "وفیہ آیۃ من اعلام نبوتہ وذلك انہ اخبر فیہ بضروب الغیب قبل وقوعھا:

ومنھا: جہاد امتہ فی البحر ....ومنھا الاخبار ببقاء امتہ من بعدہ، وان یکون لھم شوکۃ، ان ام حرام تبقی الی ذلك الوقت، وکل ذلك لا یعلم الا بوحی، اوحی بہ الیہ فی نومہ...وفیہ ان رؤیا الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام حق ..... وفیہ ان الضحك المبشر اذا بشر بما یسر.... قال المھلب: وفیہ فضل لمعاویۃ وان اللہ قد بشر بہ نبیہ صلی اللہ

علیہ وسلم فی النوم. لانہ اول من غزا فی البحر. وجعل من غزا تحت رایتہ من الاولین.... وفیہ ان الموت فی سبیل اللہ شہادۃ وفیہ دلالۃ علی ان من مات فی طریق الجہاد من غیر مباشرۃ ومشاہدۃ لہ من الاجر مثل ما للمباشر وفیہ ان الموت فی سبیل اللہ والقتل سواء۔ ۲۰

اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے، یہاں متذکرہ عبارت کا ترجمہ پیش کرنے کی بجائے توضیحی کلمات لکھنے کو ترجیح دی جارہی ہے۔ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے جن علمی اور فکری، نیز عقائد اہل سنت و جماعت کے مستحکم دلائل و براہین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، جو نکات لکھے ہیں، انہیں نمبر شاریوں کہہ سکتے ہیں۔

۱۔ مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی خبر دیتے ہوئے صاف فرمادیا کہ مستقبل میں میری امت، نہ صرف خشکی کے راستوں پر سوار ہوتے ہوئے، بلکہ سمندری لہروں کی آغوش میں کشتی پر سوار ہوکر جہاد کرنے کی سعادت حاصل کرے گی۔

۲۔ سمندری جہاز میں وہ بادشاہوں کی طرح سفر کریں گے۔

۳۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی آپ کی امت باقی رہے گی۔

۴۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا اس وقت تک بقید حیات رہیں گی۔

۵۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بنفس نفیس جہاد میں شرکت کریں گی۔

۶۔ انبیائے کرام کے خواب حقیقت ہوتے ہیں۔

۷۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکراہٹ سے اشارہ کہ مسلمان جہاد میں فتحیاب ہوں گے۔

۸۔ سمندری جہاد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہوا،لہذا اس فضیلت کے حقدار وہ ہوئے۔

۹۔ اللہ کے راستے میں موت آجائے، تو درجہ شہادت مل جاتا ہے۔

۱۰۔ یہ اشارہ بھی کہ جو براہ راست جہاد میں شرکت کرے، یا بالواسطہ، بہرکیف سبھی جہاد کے اجر وثواب سے نوازے جاتے ہیں۔ اور یہ اس لیے کہ ایک خاتون کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد میں شرکت کی خوشخبری سنائی اور عورتیں براہ راست دشمن کا مقابلہ نہیں کرتیں، بلکہ وہ زخمی مجاہدین کی مرہم پٹی، اہتمام طعام اور پانی پلانے میں لگی رہتی ہیں، جو بالواسطہ جہاد میں شرکت ہے۔

۱۱۔ اللہ کے راستے میں نکلنے کے بعد دشمن قتل کردے، یا خود ہی موت آجائے، دونوں یکساں ہیں۔

خیال رہے کہ میں نے اختصار وایجاز کے پیش نظر اپنے موضوع سے متعلق متذکرہ حدیث کے ضمن میں مذکور صرف علمی نکات کی طرف اشارہ کیا ہے، تاہم حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے تو بین السطور میں پوشیدہ نکات کی وضاحت کے لیے قرآن وحدیث سے دلائل بھی نقل کیے ہیں۔ مثال کے طور پر راہ خدا میں نکلنے کے بعد دشمن کے ہاتھوں قتل ہونے اور فطری موت ہوجانے کی فضیلت ذکر کرتے ہوئے موصوف کے دلائل پر توجہ دیجیے۔

۱۔ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں فرمایا ہے: ''وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْا اَوْ مَاتُوْا لَیَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًاؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ '' ۳

۲۔ ایک دوسرے مقام پر: ''وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوراً رَّحِيماً ''۴

۳۔ حضرت عبداللہ بن عتیک روایت کرتے ہیں: ''من خرج مجاهدا فی سبیل اللہ فخر عن دابته اولدغته حية او مات حتف انفه فقد وقع اجره علی اللہ ''۵

۴۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''من قتل فی سبیل اللہ فھو شھید ''۶

۵۔ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''من وقصه فرسه او بعيره اولدغته هامة اومات علی فراشه، علی ای حتف شاء اللہ، فھو شھید '' ۷

۶۔ حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان للشھداء سادۃ واشرافا وملوکا، وان ھذا منھم ''۸

دوسری مثال:

عوام وخواص کے درمیان بہت ہی مشہور حدیث لکھتے ہیں: ''وانما لکل امرئ مانوی ''۹

متذکرہ حدیث کے ذیل میں خوبصورت نکتہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک دوسری روایت میں لفظ ''کل'' ہے۔ اس طرح یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ کسی نیک کام کے حوالے سے ایک نیت بھی کی جاسکتی ہے اور ایک سے زیادہ بھی۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ جب کسی عمل صالح میں ایک سے زیادہ نیت کی گنجائش موجود ہو، لیکن صاحب عمل کسی ایک ہی پہلو کے پیش نظر نیت کرے، تو اسے اسی پہلو کے اعتبار سے اجروثواب ملے گا، جیسے کسی نے اپنے غریب رشتہ دار کی مدد کا ارادہ کیا اور نیت یہ کی کہ ایک غریب کو صدقہ کر رہا ہے، تو اسے صلہ رحمی کا ثواب نہیں ملے گا اور اگر نیت یہ کی کہ وہ صلہ رحمی کر رہا ہے اور اس کی غربت کی طرف توجہ نہ رہی، تو اسے صدقہ کرنے کا ثواب نہیں ملے گا۔ تاہم اگر وہ کسی عمل میں ایک سے زیادہ نیتیں کرلے، تو اسے ہر نیت پر ثواب ملے گا۔ ۱۰

تاہم اگر کسی عمل صالح میں ایک سے زیادہ کی نیت کی گنجائش موجود ہو اور وہ ایک سے زیادہ کی نیت کرلے تو اسے ایک ہی عمل پر ایک سے زیادہ نیتوں کے اعتبار سے اجروثواب سے نوازا جائے گا۔ یہاں پر مسجد جانے کی مثال دیتے ہوئے تاج الشریعہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں ۱۱

۱۔ حدیث میں ہے کہ جو مسجد میں آئے تو گویا وہ اللہ رب العزت سے ملاقات اور اس کے قرب کے حصول کے لیے آیا ہے۔ لہٰذا وہ مسجد آتے ہوئے یہ نیت کرلے، تو اسے یہ فضیلت حاصل ہوجائے گی۔

۲۔ نماز کے لیے انتظار کرنے کا ثواب۔

۳۔ گلی، کوچہ اور بازار کے مقابلے میں، مسجد میں آنکھ، کان اور دوسرے اعضائے جسم گناہوں سے دور رہیں گے۔

۴۔ اعتکاف کی نیت کرنے کا ثواب۔

۵۔ مسجد میں داخل ہوتے ہوئے اور وہاں سے باہر آتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور دوسرے اوراد ووظائف

پڑھنے کا ثواب

۶۔ ذکر الٰہی، تلاوت قرآن، وعظ ونصیحت سننے کا ثواب

۷۔ حدیث کے مطابق جو باوضو مسجد میں داخل ہوکر دو رکعتیں پڑھ لے تو اسے حج وعمرہ کا ثواب ملےگا۔

۸۔ حصول علم، نیز دوسروں کو اعمال صالحہ کی رغبت دلانے اور گناہوں سے اجتناب کی کوشش کرنے کی نیت۔

۹۔ مسلمان بھائیوں سے ملاقات کی نیت۔

۱۰۔ مسجد میں بیٹھے ہوئے مسلمانوں کو سلام کرنے اور ان کے سلاموں کا جواب دینے کی نیت۔

۱۱۔ استغفار، مراقبہ اور فکر آخرت کرنے کی نیت۔

۱۲۔ اللہ رب العزت کی یاد میں غرق رہنے کی نیت۔

۱۳۔ فطری اعمال کو بہتر رکھنے کی نیت پر اجر وثواب، جیسے جمعہ اور دوسرے ایام میں خوشبو لگا کر جائے، تاکہ بدبو دور ہو جائے اور عام لوگوں کے ساتھ ساتھ فرشتے بھی خوشی محسوس کریں۔ ۱۱

متذکرہ نکات کی نقاب کشائی کرتے ہوئے یہاں بھی تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے جابجا احادیث سے دلائل پیش کیے ہیں، تاکہ کوئی بھی بات بغیر بے بنیاد نہ رہ جائے۔

خیال تو تھا کہ کچھ دیر اور اسی طرح حکم ودانائی، فہم وفراست اور ایمان ویقین کے اجالے میں آپ سے گفتگو ہوتی رہتی، تاہم دو چار دنوں میں حج وزیارت کے مقدس سفر پر نکل رہا ہوں، اس لیے وقت بہت تنگ ہو گیا ہے۔ کاش کچھ دنوں کی مزید مہلت مل جاتی، تو زیر مطالعہ کتاب کے دوسرے پہلوؤں کے حوالے سے بھی کچھ عرض کرنے کی جسارت کرتا۔

بہرکیف، اس مختصر سی گفتگو سے یہ حقیقت پورے طور پر اجالے میں آجاتی ہے کہ تاج الشریعہ علامہ اختر رضا ازہری علیہ الرحمہ نے جابجا ایسے نکات بیان فرمائے ہیں، جو ایمان ویقین کو تازگی بھی بخشتے ہیں اور اعمال صالحہ کی جانب رغبت بھی دلاتے ہیں۔ دوسری طرف یہ امر بھی آفتاب نیم روز کی طرح اجالے میں آجاتا ہے کہ ممدوح مکرم کو نہ صرف زبان وبیان پر قدرت حاصل تھی، بلکہ احادیث کریمہ، آیات قرآنیہ اور اسلامی شریعت کے مصادر ومراجع بھی حافظے میں تازہ رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی مناسب سمجھا، ناقابل انکار دلائل وبراہین کے سائے علمی نکات کے انبار لگاتے گئے۔

یہاں پہنچ کر کہنے دیجیے کہ "تعلیقات ازہری علی صحیح البخاری" بخاری شریف پڑھنے پڑھانے والوں، نیز دینی سرمایہ پر تحقیق کرنے والے علمائے کرام، فقہائے عظام اور مدارس اسلامیہ کے طلبہ وطالبات کے لیے ایک نہایت ہی گرانقدر تحفہ ہے۔

۱) بخاری، کتاب الجہاد، حدیث نمبر: ۱۵۲۴

۲) تعلیقات الازہری، ج: ۲، ص: ۲۰، ۲۱

۳) سورہ حج، آیت: ۵۸

۴) سورہ نساء، آیت: ۱۰۰

۵) مسند ابن ابی شیبہ کے متذکرہ حوالہ میں عبارت حدیث یوں ہے:

"من خرج مجاهدا في سبيل الله . ثم جمع اصابعه الثلاثة. ثم قال: واين المجاهدون: فخر عن دابته فمات فقد وقع اجره على الله او لسعته دابة فمات. فقد وقع اجره على الله، او مات حتف انفه فقد وقع اجره على الله. ومن قتل فقط فقد استوجب المآب" اسی سے ملتی جلتی عبارت سنن بیہقی، مستدرک، معجم کبیر الاحاد و المثانی لابن ابی عاصم میں بھی ہے۔

مسند ابن ابی شیبہ، حدیث: ۸۹۷، ج: ۲، ص: ۳۷۹

۶) ابن ماجہ، حدیث: ۲۸۰۴، ج: ۲، ص: ۹۳۷

۷) امام حاکم کی مستدرک میں عبارت یوں ہے: "من فصل في سبيل الله، فمات او قتل فهو شهيد او وقصه فرسه او بعيره او لدغته هامة، او مات على فراشه باي حتف شاء الله، فانه شهيد وان له الجنة"۔

المستدرک، حدیث: ۲۴۱۹، ج: ۲، ص: ۸۸

۸) یہ عبارت یوں ہے: "ان للشهداء سادة واشرافا وملوكا. وان هذا يا عمر منهم"۔

المستدرک، حدیث: ۲۴۰۶، ج: ۲، ص: ۵۳۲

سیاق وسباق بتاتے ہیں کہ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے یہ حدیث، شہدائے اسلام کے درمیان مختلف درجات کے ثبوت کے لیے لکھی ہے۔ واقعہ دراصل یہ ہے کہ مقام روحا میں ایک دیہاتی نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ وہ اپنی اہلیہ سے حاجت پوری کرنے کے بعد جہاد میں شریک ہونا چاہتے ہیں، تو آپ نے اجازت دے دی۔ وہ گئے اور اپنی حاجت پوری کر کے واپس آئے، جنگ میں شریک ہوئے اور جام شہادت نوش کرلیا۔ اختتام جنگ پر جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم شہداء کے قریب سے گزر رہے تھے، تو حضرت عمر بھی آپ کے ساتھ تھے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دیکھو عمر! تم جوانی سے محبت کرتے ہو، حالانکہ حقیقت میں بزرگی، شرافت اور بادشاہت شہداء کے لیے ہے، اور اے عمر! یہ شخص بھی انہیں میں سے ہے۔

۹) بخاری، حدیث: ۱، ج: ۱، ص: ۱۵

۱۰) دیکھیے، تعلیقات الازہری، ج: ۱، ص: ۶۵

۱۱) دیکھیے، تعلیقات الازہری، ج: ۱، ص: ۶۶-۶۹

***

تاج الشریعہ اپنے ملفوظات کے آئینہ میں

شبیر احمد عرف شاہر رضا: راج محل: جھارکھنڈ

نیل گوں آسمان کے نیچے مخملی زمین کے اوپر اس دار فانی پر تخلیق آدم علیہ السلام سے لیکر تا ایں دم لا تعداد انسانوں نے جنم لیا اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری وساری رہے گا اور اللہ تعالی عزوجل نے ہر دور میں اپنے بندوں کی ہدایت ورہبری کے واسطے ایسے ایسے نیک بندے بھی پیدا فرمایا جن پر زمین وآسمان کو بھی فخر ہے جن پر اسلام اور دین وسنیت کو فخر حاصل ہے ان شخصیات کو اگر چہ حکم ربی وقانون الٰہی کے تحت اس دار فانی کو خیر آباد کہنا پڑتا ہے لیکن رب قدیر اپنے بندوں کے قلب وجگر میں اپنے اُن محبوب بندوں کی الفت و محبت اس طرح رچا بسا دیتا ہے اپنے اُن نیک بندوں کی محبوبیت کو روئے زمین پر اس قدر عام کر دیتا ہے کہ صبح قیامت تک ان نیک بندوں کا نام زندہ رہتا ہے اللہ عزوجل کے اُن نیک بندوں کی فہرست میں ایک نام وارث علوم اعلی حضرت، جانشین مفتی اعظم ہند صاحب تصانیف کثیرہ مرجع الخلائق ،مدعا ہند المتکلمین ،سند المفسرین ،سند المفکرین ،علامہ مولانا مفتی محمد اختر رضا خان المعروف ازہری میاں الملقب تاج الشریعہ القادری النوری الازہری نور اللہ مرقدہ کا بھی ہے الحمد للہ آپ علیہ الرحمہ کی ذات عالی مرتبت محتاج تعارف نہیں آپ علیہ الرحمہ کو اللہ تبارک وتعالی نے بیک وقت بیشمار خوبیوں اور اوصاف حمیدہ سے مشرف فرمایا تھا اگر آپ علیہ الرحمہ کے جملہ اوصاف حمیدہ کو رقم قرطاس کرنے کی کوشش کی جائے تو دفتر کے دفتر کم پڑ جائے راقم الحروف آپ علیہ الرحمہ کے ملفوظات شریف سے چنداُن خوبیوں کا ذکر کرنے جا رہا ہے جن خوبیوں کا فقدان ہمارے چند کرم فرماوں کو آپ علیہ الرحمہ کی ذات عالی میں نظر آتا جبکہ اگر ہمارے وہ کرم فرما حضرات اگر آپ علیہ الرحمہ کی تصانیف وملفوظات ہی کو تعصب کی عینک اُتار کر پڑھ لیں تو مجھے یقین کامل ہے کہ اُنھیں حضرات کو اُن تمام خوبیوں کی جامع آپ علیہ الرحمہ کی ذات نظر آئے گی (ان شاء اللہ) تو اس سے قبل کہ تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان الازہری نور اللہ مرقدہ کی ذات پاک کو آپ ہی کے ملفوظات شریف کی روشنی میں دیکھا جائے راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ مجھے اپنی کم علمی کا احساس بھی ہے اور اپنے قلم میں خطاء کا امکان بھی تو راقم الحروف تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ کے ملفوظات شریف میں سے چند ملفوظ کو نقل کیا ہے اور پھر نتیجہ اخذ کیا اور پھر پیغام کے نام پر راقم الحروف نے چند پیغامی باتیں بھی درج کی ہے اگر آپ حضرات میں سے کسی بھی صاحب علم کو راقم الحروف کے نتیجہ آخذی میں اور پیغامی باتوں میں کچھ خامی نظر آئے تو کم علم سمجھ کر معاف کیجئے گا چلیں اب رخ کرتے ہیں تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے ملفوظات شریف کی طرف چنانچہ وارث علوم اعلی حضرت علامہ اختر رضا خان ازہری نور اللہ مرقدہ سے 21 مئی 2010ء کو سرزمین ممبئی ہند میں ایک سوال ہوا کہ (آپ نے فرمایا کہ TV پر اسلامی چینل بھی نہ دیکھے جائیں تو کیا جو علماء TV پر آتے ہیں اس سے ان کے عقائد پر فرق پڑتا ہے اور کیا اس عمل سے وہ لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں؟) تو جواباً آپ علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا کہ (یہ سوال بے بنیاد ہے اور TV کے اوپر پروگرام دیکھنا جائز نہیں ہے اب جو علماء اس پر آتے ہیں یہ سوال ان سے کیا جائے اور ہم کو اس بحث

میں اُلجھانے کی ضرورت نہیں ہے ہمارا جو موقف ہے وہ ہم نے بتادیا اور دوسروں کے فعل کے ہم ذمہ دار نہیں ہیں)۔

[بحوالہ: انوار تاج الشریعہ: ملفوظات مفتی محمد اختر رضا خان قادری نوری ازہری: بمقام ممبئی ہند 21 مئی 2010ء]

نتیجہ: اس ملفوظ پر غور کریں تو تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ کی کئی خوبیاں نظر آتی ہیں مثلاً (1) تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ اپنے موقف پر بہت سختی سے کاربند تھے عملاً وقولاً (2) اختلافی مسائل میں اپنا موقف دوٹوک الفاظ میں بیان کر دیتے تھے دوسروں پر طعن وتشنیع کے بغیر (3) مختلف فیہ مسائل میں زیادہ پڑتے نہیں تھے اور نہ مختلف فیہ مسائل کو زیادہ اچھالنا پسند کرتے تھے (4) دوسرے پر اپنا موقف تھوپتے نہیں تھے نہ تھوپنے کا حکم دیتے تھے (5) مختلف فیہ مسائل کے سبب دوسروں پر حکم فسق وفجور نہیں لگاتے تھے (6) اور اپنے مریدین ومعتقدین کو مختلف فیہ مسائل میں اُلجھنے منع کرتے تھے۔

پیغام: تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ کے اس ملفوظ شریف میں ان حضرات کیلئے نصیحت ہے جو مختلف فیہ مسائل میں زیادہ اُلجھے پڑے رہتے ہیں اور مختلف فیہ مسائل بیان کرتے ہوئے فریقین میں سے کسی ایک کی تائید کرتے ہوئے دوسرے فریق کی کردارکشی کرتے رہتے ہیں اور انکے لیئے بھی نصیحت ہے جو یہ الزام لگاتے ہیں کہ تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ اپنا موقف زبردستی منوانے کی کوشش کرتے ہیں اور جو اُن کو نہ مانے انکی تذلیل وتفسیق کرتے رہتے ہیں (معاذ اللہ)۔ اسی طرح دیکھیں کہ جب وارث علوم اعلی حضرت علامہ اختر رضا خان ازہری نور اللہ مرقدہ سے کسی نے عرض کیا کہ (جو حضرت عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو غوث اعظم نہ مانے کیا وہ گمراہ ہے؟) تو جواباً آپ علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا کہ (حضرت غوث اعظم رضی اللہ تبارک وتعالی عنہ سلطان الاولیاء ہیں اور بلاوجہ شرعی اور بے دلیل شرعی اُنکے مرتبے سے انکار یہ اہل سنت وجماعت کی ایک عظیم جماعت سے اپنے آپ کو الگ کرنا ہے اور کم سے کم جو جمہور اہل سنت اور مسلمانوں کی ایک عظیم جماعت کا اعتقاد ہے اس سے بلاوجہ مخالفت یہ مناسب نہیں ہے موافقت اُنکی چاہیئے اور یہ کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تبارک وتعالی عنہ پر اعتراض یا اُنکے مرتبے سے انکار یہ سخت خطرناک ہے اور گمراہی کا حکم اس میں جلدی نہیں کی جاسکتی گمراہی کا حکم نہیں دیا جائے گا)

(بحوالہ: انوار تاج الشریعہ: ملفوظات مفتی محمد اختر رضا خان قادری نوری الازہری: 30 مئی 2010ء بمقام بریلی شریف ہند)

نتیجہ: حضور تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ کے اس ملفوظ شریف میں بھی غور وفکر کریں تو کئی خوبیاں نظر آتی ہیں مثلاً (1) تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ کو سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پاک سے بڑی غایت درجہ کی عقیدت ومحبت تھی (2) آپ جمہور اہل سنت وجماعت کے موقف ہی کو ترجیح دیتے ہیں (3) آپ کی تعلیم ہے کہ ہر مسئلے پر جمہور اہل سنت وجماعت کا ہی دامن پکڑے رہو (4) آپ کی تعلیم ہیکہ کسی پر حکم گمراہی لگانے میں جلد بازی نہ کرو (5) آپ میں کمال کا احتیاط تھا۔

پیغام: تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ کے اس ملفوظ شریف میں نصیحت ہے ان حضرات کے لئے جو جمہور اہل سنت وجماعت کے موقف سے انحراف کرتے ہیں اور ان کے لئے بھی جو فروعی مسائل میں ایک دوسرے کی تذلیل وتفسیق کرتے رہتے ہیں اور انکے لئے بھی جو کہ چھوٹے چھوٹے اختلافات یا مخالفت کے سبب ایک دوسرے پر حکم گمراہی لگاتے رہتے ہیں اور ان کے لئے بھی جو تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی تحریرات اور تقریرات کو آڑ بنا کر دوسرے پر حکم گمراہی لگاتے رہتے ہیں ان حضرات کیلئے بھی جو یہ الزام لگاتے ہیں کہ تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ فتوی بازہیں فوراً اپنے سے اختلاف رکھنے والے پر حکم گمراہی لگا دیتے ہیں (معاذ اللہ)

جبکہ تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ کے احتیاط کا عالم یہ ہے کہ ایک وہ انسان جو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو اللہ کا ولی تو مانتا ہے اپنا اکابر تو مانتا ہے لیکن غوث اعظم نہیں مانتا جو کہ جمہور اہل سنت و جماعت کے موقف کے خلاف ہے کیونکہ اہل سنت و جماعت تو حضرت سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو غوث اعظم بھی مانتے ہیں پھر بھی کمال احتیاط دیکھیں کہ تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ نے اس انسان پر بھی حکم گمراہی نہیں لگاتے صرف اتنا فرمایا کہ یہ مناسب نہیں ہے پھر بھی آپ علیہ الرحمہ پر فتوی بازی کا الزام کیسے درست ہوسکتا ہے؟

اسی طرح یہ بھی دیکھیں کہ جب وارث علوم اعلیٰ حضرت علامہ اختر رضا خان قادری نوری الازہری نور اللہ مرقدہ سے جب عرض کیا گیا کہ(کچھ لوگوں کا گروہ جنہیں عوام آپ کا مرید اور معتقد جانتے ہیں اور وہ خود بھی آپ سے وابستگی کا برملا اظہار کرتے ہیں وہ اس بات کا زور و شور سے پرچار کر رہے ہیں کہ جب بدمذہبوں نے خود کو مسلک اہل سنت و جماعت کہنا شروع کر دیا تو امتیاز کے لئے مسلک اعلی حضرت کہنا پڑا اور اب جبکہ بریلی شریف اور اعلی حضرت سے اختلاف کرنے والے و دیگر صلح کلی بھی مسلک اعلی حضرت کا نعرہ لگاتے ہیں اس لئے آج کی تاریخ میں دین حق کی پہچان مسلک اعلی حضرت نہیں رہا اور اب صرف اور صرف مسلک تاج الشریعہ ہی کا نعرہ لگنا چاہیے حضرت اس معاملہ پر کیا ارشاد فرماتے ہیں ؟) تو جوابا حضرت تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ نے ارشاد فرمایا کہ(میں اس قسم کے اعلان سے بری اور بیزار ہوں مسلک اعلی حضرت مسلک اہل سنت و جماعت کی صحیح پہچان ہے اور آج بھی مسلک اعلی حضرت جب کہا جاتا ہے تو صلح کلی، دیوبندی، وہابی، رافضی، سب سے ممتاز اور ایک پہچان ابھرتی ہے)

[بحوالہ: آن لائین سوال وجواب سیشن: یہ کلپ NET پر موجود ہے]

نتیجہ: تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ کے اس ملفوظ شریف پر بھی غور کریں تو کئی خوبیاں نظر آتی ہیں مثلا(1) تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ کو یہ بات بالکل پسند نہ تھی کہ آپ کے مریدین ومعتقدین اور خلفاء آپ کی ذات کے تعلق سے غلو کریں(2) آپ نے جب بھی دیکھا کہ بات غلط ہے یا کسی غلط بات کی خبر آپ کو ہوئی تو فورا برأت وبیزاری کا اعلان کر دیا(3) آپ کی تعلیم تھی کہ سنیت میں اور دیگر باطل فرقہ مثلا دیوبندی، وہابی، رافضی، صلح کلی، میں کوئی مماثلت نہیں ہونا چاہئے (4) آپ غلو فی الشخصیت سے سخت بیزار تھے(5) آپ نے اپنے مریدین ومعتقدین اور خلفاء کو یہ تعلیم دی کہ ماضی میں جس طرح مسلک اعلی حضرت کا نعرہ لگتا تھا آج بھی مسلک اعلی حضرت کا ہی نعرہ لگتا ہے اور مستقبل میں بھی مسلک اعلی حضرت کا ہی کا نعرہ لگانا ہے(6) آپ کو یہ بات قطعا پسند نہ تھی کہ جس طرح اعلی حضرت کے نام سے مسلک اعلی حضرت کا نعرہ لگتا ہے کوئی میرے نام سے بھی مسلک تاج الشریعہ کا نعرہ لگائے۔

پیغام: تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ کے اس ملفوظ شریف میں نصیحت ہے ان حضرات کیلئے جو آپ کی ذات کے تعلق سے غلو کا شکار ہیں یا غلو کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کے لئے بھی نصیحت ہے جو حضرات مسلک تاج الشریعہ نعرہ لگانے کی سوچ وفکر کر رہے ہیں ان کے لئے بھی جو صلح کلیت کا شکار ہیں یا صلح کلیت کا پرچار کر رہے ہیں ساتھ ہی ان حضرات کیلئے بھی نصیحت ہے جو تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہٗ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ آپ شخصیت پرستی کے داعی ہیں(معاذ اللہ) غلو فی الشخصیت کو عام کرنے والے ہیں (معاذ اللہ) بھلا بتائیں جو ذات شخصیت پرستی اور غلو فی الشخصیت کے خلاف ہو ان کو ہی شخصیت پرستی کا داعی کہہ دینا کتنا بڑا ظلم ہے ذرا دیکھیں تو صحیح کہ تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ نے کس طرح غلو فی الشخصیت اور مبالغہ آرائیوں کا رد فرمایا ہے۔ چنانچہ جب

آپ علیہ الرحمہ سے عرض کیا گیا کہ (ایک سنی عالم نے فرمایا: اس پیشانی کی پاکیزگی کا اس چہرے کی خوبصورتی کا حال تو یہ ہے کہ احمد رضا دامن نچوڑیں تو عرش اعلی کے فرشتے وضوء کرنے زمین پر آجائیں) تو جوابا تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ نے ارشاد فرمایا کہ (یہ اچھی تعبیر نہیں ہے اور یہ بہت مبالغہ ہے اور اس میں فرشتوں کی توہین ہے)

[بحوالہ ※ انوار تاج الشریعہ: ملفوظات مفتی محمد اختر رضا خان قادری نوری الازہری: 90: مئی 2010ء عام بریلی شریف ہند]

پھر بھی آپ علیہ الرحمہ پر اس قسم کا بے بنیاد الزام کیا صحیح ہو سکتا ہے؟ بالکل نہیں

اور ساتھ ہی اُن کے لئے بھی نصیحت ہے جو یہ الزام لگاتے ہیں کہ آپ نے اپنے مریدین ومعتقدین وخلفاء کو جذباتی نعرہ کے سوا کچھ بھی نہ دیا (معاذ اللہ) ذرا دیکھیں جب جذباتی نعرہ کی بات آئی کہ لوگ مسلک تاج الشریعہ لگانے کی بات کر رہے ہیں اس نعرہ کو لگانے پر زور دے رہے ہیں تو آپ علیہ الرحمہ نے سختی سے منع فرمادیا اور اس قسم کی جذباتی نعرہ سے اپنی برأت وبیزاری کا اعلان کردیا (الحمد للہ!) پھر بھی آپ علیہ الرحمہ پر اس قسم کا اعتراض تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟

(نوٹ) بہتر معلوم ہوتا ہے کہ تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ کے نزدیک مسلک اعلی حضرت سے کیا مراد ہے فروعیات یا اعتقادیات یا دونوں وہ بھی بتادیا جائے تاکہ یہ مسئلہ بھی صاف وشفاف ہو جائے کہ مسلک اعلی حضرت مسلک امام اعظم کی تعبیر ہے یا مسلک اہل سنت کی؟ چنانچہ جب حضور تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہٗ سے کسی نے عرض کیا کہ (مسلک اور فقہ میں کیا فرق ہے؟ اور فقہ کے امام کون ہیں اور مسلک کے امام کون ہیں؟) تو جوابا تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ نے ارشاد فرمایا کہ (مسلک اور مذہب میں باہم کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا کبھی مسلک کا اطلاق عقیدے پر ہوتا ہے جیسے آج کل مسلک اہل سنت وجماعت کہا جاتا ہے یہ عقائد کے اعتبار سے ہے اس کی شناخت اور پہچان مسلک اعلی حضرت کے نام سے ہوتی ہے اور مذہب کا اطلاق یہ زیادہ تر فروعی مسائل میں ائمہ مذاہب اربعہ پر مذہب کا اطلاق ہوتا ہے یہ فرق ہے اور فقہ کا تعلق فروعی مسائل سے ہے اور مسلک کا تعلق عقیدے سے ہے۔

[انوار تاج الشریعہ ملفوظات مفتی محمد اختر رضا خان قادری نوری الازہری: 21: مئی 2010ء: ممبئی ہند]

نتیجہ: یعنی تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ کا نظریہ یہ ہے کہ اصطلاح مسلک اعلی حضرت یہ تعبیر ہے اصطلاح مسلک اہل سنت وجماعت کی اور اصطلاح مسلک اہل سنت وجماعت جو بولا جاتا ہے اسکا تعلق ہے صرف عقائد سے معلوم ہوا کہ یہ جو اصطلاح بولی جاتی مسلک اعلی حضرت یہ بطور عقائد کے بولی جاتی ہے نا کہ بطور فروعیات کے اور نہ بطور عقائد وفروعیات دونوں کے۔

پیغام: گویا کہ تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ کا یہ ملفوظ شریف بھی نصیحت ہے ان حضرات کے لئے جو فروعی مسائل میں اختلاف کے سبب ایک دوسرے کو مسلک اعلی حضرت یعنی مسلک اہل سنت وجماعت سے خارج کردیتے ہیں اور اُن کیلئے بھی جو مسلک اعلی حضرت کو فروعیات سے جوڑتے ہیں۔ (فقط والسلام)

***

حضور تاج الشریعہ اور فن اسمائے رجال

راویٔ حدیث ''اسماعیل بن عیاش'' کی ثقاہت کی بحث

مفتی شمشاد احمد مصباحی جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

امام ترمذی نے ایک حدیث بیان کی :حدثنا علی بن حجر والحسن بن عرفة قالا: حدثنا اسماعیل بن عیاش عن موسی بن عقبة عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:لایقرأ الحائض ولا الجنب شیأً من القرآن قال :وفی الباب عن علی وقال ابو عیسی حدیث ابن عمر حدیث لا نعرفه الا من حدیث اسماعیل بن عیاش عن موسی ابن عقبة عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:لایقرأ الحائض ولا الجنب وهو قول اکثر اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین ومن بعدهم مثل سفیان الثوری وابن المبارک والشافعی واحمد واسحاق قالوا لا تقرأ الحائض ولا الجنب من القرآن شیئاً الا طرف الآیة والحرف ونحو ذالک ورخصوا للجنب والحائض فی التسبیح والتهلیل۔ (ج ا ص ۳۴)

اس حدیث کے رواۃ میں ایک مشہور راوی اسماعیل بن عیاش بھی ہیں جن پر کلام کیا گیا ہے۔اور حدیث کو نا قابل احتجاج ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔حضور تاج الشریعہ نے کل تیرہ وجہوں سے اسماعیل بن عیاش کی ثقاہت اور حفظ واتقان کو ثابت فرما کر حدیث کو قابل حجت قرار دیا ہے،بحث کے دوران اصول روایت ودرایت اور قواعد جرح وتعدیل کا پورا پورا لحاظ فرمایا ہے اور ائمہ جرح وتعدیل کے کلام سے استناد واستدلال کرتے ہوئے نہایت حزم واحتیاط کے ساتھ اپنے موقف کو ثابت کرنے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے،بلاشبہ تاج الشریعہ کا علمی وتحقیقی حاشیہ اس دور کے تحقیق طلب علما کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔۔تاج الشریعہ نے بحث کا آغاز کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ اسماعیل بن عیاش کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے اس سے قطع نظر، حدیث مذکور کی اصل ہے اور صحابہ وتابعین میں اکثر اہل علم کے نزدیک حدیث،معروف ومقبول ہے اور علمائے فحول کی ایک جماعت نے اس سے احتجاج فرمایا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ متن حدیث صحیح اور ثابت الاصل ہے۔۔۔اس حیثیت سے بھی غور کرنے کی ضرورت ہے کہ جب امام ترمذی نے اس حدیث کی تخریج فرمائی تو ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرمایا "وهو قول اکثر اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والتابعین ومن بعدهم مثل سفیان الثوری وابن المبارک والشافعی واحمد واسحاق" یہ امام ترمذی کی طرف سے صراحت نہیں تو مثل صراحت ضرور ہے کہ حدیث،صحیح اور اہل علم کے نزدیک متعدد طرق سے مروی ہے اگر چہ اس مقام پر ایک ہی طریق سے مروی ہے مگر اس قسم کی مشہور روایتوں میں راوی کا تفرد حدیث کے ضعف کو مستلزم نہیں،بالخصوص جبکہ راوی ثقہ ہو اور اسماعیل بن عیاش ثقہ ہیں کیوں کہ ائمہ اربعہ اور طحاوی

نے ان کی توثیق فرمائی۔۔۔

بعض افاضل کو امام ترمذی کے اس قول "سمعت محمد بن اسماعیل یقول: إن اسماعیل بن عیاش یروی عن أهل الحجاز و أهل العراق أحادیث مناکیر کأنه ضعف روایته عنهم فیما ینفرد به وقال: إنما حدیث إسماعیل بن عیاش عن أهل الشام. وقال: أحمد بن حنبل: إسماعیل بن عیاش أصلح من بقیة ولبقیة أحادیث مناکیر عن الثقات" سے اسماعیل بن عیاش کے ضعف کا شبہ ہوا لیکن تاج الشریعہ کا کمال فہم و فراست دیکھیں کہ امام ترمذی کے اسی قول سے اسماعیل بن عیاش کی توثیق پر استدلال فرما رہے ہیں، تاج الشریعہ کی دقت نظر اور قوت استدلال کی ایک ہلکی سی جھلک دکھانے کے لیے میں حاشیہ کا یہ حصہ ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، تاج الشریعہ تحریر فرماتے ہیں: "أمعن النظر وفكر كيف نقل عن البخاري ما نقل، ثم عقبه لحكى عن احمد بن حنبل ما حكى وهو قوله: إنّ إسماعيل أصلح من بقية" وأقر الإمام احمد على ما قال، فتحصل من هذا أن توثيق إسماعيل بن عياش هو المعتمد عند الترمذي وأنه لم يسلم ما حكى عن البخاري ... تاج الشریعہ نے امام ترمذی کے قول سے اسماعیل بن عیاش کی توثیق پر نہ صرف استدلال فرمایا بلکہ انہیں کے قول سے پیدا ہونے والے شبہ کو خود انہیں کے قول سے دفع فرما دیا، حاشیہ کا اقتباس دیکھیں اور تاج الشریعہ کی وسعت علم، قوت نظر، اور طریقۂ استدلال کی داد دیں، "وإذ قد استقر آخر كلام الترمذي على توثيق إسماعيل بن عياش كما ترى فلا عليك من قول الترمذي فيه "حديث ابن عمر حديث لا نعرفه إلّا من حديث إسماعيل بن عياش عن موسى بن عقبة عن نافع عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا يقرأ الجنب ولا الحائض" كيف وقد هوّن الأمر في ذالك الترمذي نفسه حيث جاء بما ينفي النكارة عن حديثه ويُعلن أنّه لم يأت بحديث مُنكرٍ أبداً وإنّما جاء بما هو معروف عند أهل العلم مستفيض فهم يعلمونه ولا ينكرونه... بهذا ظهر أنّ حديث إسماعيل بن عياش هذا ليس بمُنكرٍ بل هو معروف لدى أهل الحجاز و العراق جميعاً فانتفت عنه التهمة في الجملة بأنه يروي عن أهل الحجاز وأهل العراق أحاديث مناكير" (حاشیہ تاج الشریعہ ص ۱۱ر ۲)

تاج الشریعہ نے اس نکتہ پر بھی تفصیلی بحث فرمائی ہے کہ امام ترمذی کے اس قول "حديث ابن عمر حديث لا نعرفه إلّا من حديث اسماعيل ابن عياش" سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ حدیث، منکر اور اسماعیل ابن عیاش ضعیف ہیں، اگر قول مذکور نکارت حدیث اور ضعف راوی کو مستلزم ہو تو لازم آئے گا کہ ان تمام جگہوں پر حدیث، منکر اور راوی ضعیف ہو جائے جہاں جہاں امام ترمذی نے قول مذکور کا اطلاق کیا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ امام ترمذی کی عادت ہے کہ جابہ جا اس قول کا اطلاق کرتے ہیں، ترمذی شریف میں بیشتر مقامات پر دیکھا جا سکتا ہے کہ وہ "غریب" کے فوراً بعد فرماتے ہیں "صحیح"۔۔۔ تاج الشریعہ نے عمدۃ القاری سے اس کی ایک نظیر بھی نقل فرمائی ہے جو درج ذیل ہے، ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث ہے "كانت النفساء تجلس على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم أربعين يوماً" وقال الحاكم صحيح الإسناد وقال الترمذي لا نعرفه إلّا من حديث سهيل عن مسة الازدية عن أم سلمة وحسّنه البيهقي والخطابي وقال الأزدي حديث مسة أحسنها. العيني. (عمدۃ القاری ۳ ص ۲۹۳)

تاج الشریعہ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اپنے موقف پر انتہائی محققانہ انداز میں استدلال فرماتے ہوئے مخالفین پر معارضہ بھی قائم فرمادیا ہے، حاشیہ کا یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں: وھذا أدل دلیل علی أنّ مجرّد التفرد لا یستلزم ضعفاً فی الراوی ولا فی الحدیث لا سیّما إذا جاء الراوی بما یعرفه أھل العلم کما ھو الشأن فیما نحن فیه ولو کان مجرّد التفرد أو الإغراب یوجب الضعف فما عسیٰ أن تقول فی غرائب مالك وفی أحادیث فردة وردت فی صحیح البخاری وغیرہ لم یتابع علیھا

تاج الشریعہ نے بحث کے اخیر میں اسماعیل بن عیاش کے بارے میں میزان الاعتدال اور تذکرۃ الحفاظ کے حوالے سے ائمۂ جرح وتعدیل کے بیانات کو تفصیل سے نقل کرنے کے بعد ان کا زبردست علمی وتحقیقی جائزہ لیا ہے اور ائمۂ جرح وتعدیل کے کلام سے اسماعیل بن عیاش کی توثیق پر محققانہ انداز میں استدلال فرمایا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ائمۂ کرام کے ان کلمات کا جواب بھی تحریر فرمایا ہے جس سے راویٔ حدیث کے ضعف کا شبہ پیدا ہورہا تھا بعض بعض جگہوں پر انداز بالکل مناظرانہ ہوگیا ہے جس سے بحث میں اور جان پیدا ہوجاتی ہے ضیافت طبع کے لیے کچھ مثالیں پیش خدمت ہیں۔ قوله: وقال النسائی ضعیف. أقول: قد مرّ أنه روی له الأربعة ورواية ھؤلاء ومن بینھم النسائی توثیق لحدیثه وتوثیق له فی ضمن توثیق مرویاته وعلی ھذا فقوله عنه "ضعیف" یشبه الاضطراب فالمصیر الی ما جری علی وفق الأصیل ووافق الظاھر وھو التوثیق. قوله: قال أبو حاتم لین. قلت: الأمر ھین وانت خبیرٌ بأن التعبیر إنما ینبئ عن ضعف یسیر والیسر من الضعف وقلة الضبط ینبئ علی کثیر ضبط یضمحلّ دونه الیسر. قوله: قال یحیی بن معین: "لیس به بأس فی أھل الشام" قلت: ھذا اعتراف منه رحمة الله تعالیٰ بأنه ثقة فی أھل الشام. فانه رحمة الله تعالیٰ إذا قال فی رجل لیس به بأس فانما یرید أنه ثقة کما حکی عنه ابن الصلاح فی مقدمته. وقوله: قال ابن عرفة: ھذا الحدیث تفرد به اسماعیل بن عیاش وروایته عن أھل الحجاز ضعیفة لا یحتج بها أقول أمّا مجرّدُ التفرد فلیس بقادح کما فصلنا وقوله: وروایته عن اھل الحجاز ضعیفة لا یحتج بها أقول: لایقوم به حجة عند من صحح حدیثه وروی له کالأربعة والطحاوی واصحاب أبی حنیفة کما مرّ مفصلاً قال ابن عدی فی "الکامل": ھذا الاسناد لھذا الحدیث لا یروی عن غیر اسماعیل بن عیاش وضعّفه أحمد والبخاری وغیرھما" أقول ھذا تصریح بأن السند ضعیف دون المتن وقوله: ضعّفه أحمد والبخاری وغیرھما: أقول: قد مرّ عن الامام أحمد ما یشعر بتوثیقه وکذا تقدم من الإمام ما یقاربه فما ذکرہ عنھما ممنوع وعلی تقدیر أنّھما ضعّفاہ فکلامھما مضطرب لا یقوم به حجّةٌ. قوله: وصوّب أبو حاتم وقفه علی ابن عمر رضی الله عنھما أقول: کلا الوجھین صواب قد مرّ الجواب. (حاشیہ تاج الشریعہ ص۵/۹/ ۷/ ۸)

وقال عبد الله بن أحمد بن حنبل: عرضت علی أبی حدیثا حدثناہ الفضل بن زیاد الطستی حدثنا ابن عیاش عن موسی بن عقبة عن نافع عن ابن عمر. مرفوعا: لا تقرأ الحائض ولا الجنب شیئاً من القرآن فقال أبی: ھذا باطلٌ یعنی أن إسماعیل وھم... حضور تاج الشریعہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

أقولُ: مدلوله أنه لم یعرف حدیثه فإنّما حکم علی المنکر ونظیرہ ما وقع من ابن حزم حیث حکم علی حدیث

"أخفاني كالنجوم" بأنه موضوع بناء على أنه لم يعرف. وقوله "وهم" "نشأ من نفس المنشأ" وقد مر أنه عرف من غيره فالرواية بالاخرى اعتضدت وإلى الرفع بالاخرى استندت فالجهة بالوهم هوت أو وهت (حاشیہ ص ۱۰)

حضور تاج الشریعہ نے اس پر یہ معرکۃ الآرا حاشیہ تحریر بھی فرمایا ہے ☐ "تفكر مرة اخرى فيما نقله الإمام الترمذي من قول الإمام أحمد: إسماعيل بن عياش أصلح من بقية" تجده يفيد أن إسماعيل بن عياش اكثر حديثا صالحا من بقية. ثم انظر فيه مع ما يقابله من قوله "لبقية احاديث مناكير عن الثقات" تعثر على مزيد من التاكيد بتوثيق إسماعيل بن عياش ونفي ما نسب اليه من الضعف وغير خاف عند اولي التحصيل أن قولك في الرجل "صالح" من الفاظ التوثيق و التعديل.

حضور تاج الشریعہ دوسری جگہ مزید فرماتے ہیں:

قد مر عن الإمام أحمد ما يشعر بتوثيقه و كذا تقدم من الإمام البخاري ما يقاربه فما ذكره عنهما ممنوع. وعلى تقدير أنهما ضعفاه فكلامهما مضطرب لا يقوم به حجة۔ (حاشیہ ص ۸)

اس قسم کی مثالیں حاشیہ تاج الشریعہ میں بے شمار ہیں جن کو بخوف طوالت ذکر کرنے سے میں گریز کرتا ہوں، بلا شبہ تاج الشریعہ کا یہ حاشیہ آپ کے دوسرے حواشی کی طرح نہایت وقیع، فکر انگیز اور معلومات افزا ہے، جس میں آپ نے نقد و نظر، بحث و مناظرہ اور جرح و تعدیل کے اصول و ضوابط کی روشنی میں اپنے موقف کا نہایت محققانہ اور محدثانہ انداز میں اثبات و اظہار فرمایا ہے، آپ نے جس اختصار و جامعیت کے ساتھ کثیر مفاہم و مطالب اور علمی و تحقیقی مباحث کو بیان فرمایا ہے وہ آپ کے علمی کمالات اور فنی مہارت پر شاہد عدل ہے، حاشیہ تاج الشریعہ سے بعض اقتباسات جو نقل کیے گئے ہیں وہ اس سے بہت کم ہیں جو چھوڑ دیے گئے ہیں مگر انہیں مختصر حواشی کو پڑھکر ایک منصف مزاج قاری کو یہ اندازہ لگانے میں دیر نہ لگے گی کہ محشی علام علم حدیث، اصول حدیث، فن جرح و تعدیل اور اسمائے رجال کے مباحث و مسائل کے فہم و ادراک اور ان کی تشریح و توضیح پر نہ صرف مہارت تامہ رکھتے ہیں بلکہ ائمۂ جرح و تعدیل کے کلام کی باریکیوں پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ نہایت فصیح و بلیغ عربی زبان میں اپنے مطالب اور مافی الضمیر کی ادائیگی پر اس درجہ قدرت رکھتے ہیں کہ ذرہ برابر عبارت میں شکستگی و بے ربطی کا احساس نہیں ہوتا، آپ کے حواشی میں اگر ایک طرف معانی کا تلاطم ہوتا ہے تو دوسری طرف الفاظ و عبارات میں اس قدر سلاست و روانی اور فصاحت و بلاغت ہوتی ہے کہ آپ کی تحریر پر امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی تحریر کا گمان ہونے لگتا ہے۔ اللہ رب العزۃ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے فیوض و برکات سے پورے عالم اسلام کو مالا مال فرمائے اور آپکی تربت انور پر انوار و تجلیات کی برسات فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین۔

***

حضور تاج الشریعہ کے ایک فتوے کا تقابلی مطالعہ

مفتی محمد مزمل برکاتی، دار العلوم غوث اعظم پوربندر، گجرات

وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین مفتی اعظم ہند حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ شاہ اسمٰعیل رضا خاں ازہری میاں علیہ الرحمۃ والرضوان ان عبقری شخصیات میں سے ایک تھے جنہیں جمال صوری کے ساتھ ساتھ کمال معنوی سے بھی حصہ وافر ملا تھا۔ علوم و معرفت کے آپ بحر ذخار تھے اور آپ کے خامہ زرنگار سے مختلف موضوعات پر نگارشات منصۂ شہود میں آئیں جن سے آپ کے علمی تبحر اور کمالات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے مگر آپ اپنی خاندانی روایات کی طرح رد بدمذہباں اور فقہ وافتا سے خصوصی شغف رکھتے تھے اور آپ کے ذخیرۂ فتاوی میں قدیم اور جدید مسائل پر کئی ایسے فتاوی ہیں جو مستقل رسائل کی شکل اختیار کیے ہوئے ہیں جن میں آپ نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے آیات واحادیث سے استناد، کثیر در کثیر فقہی جزئیات سے استشہاد، اقوال فقہا کی تنقیح وترجیح اور ان میں باہم تطبیق وتوفیق اس طرح فرمائی ہے جن کو پڑھنے سے انصاف پسند قاری کے یقیناً ذہن وفکر کے بند دریچے کھل جاتے ہیں اور حق پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر ہوجاتا ہے۔ پیش نظر مقالہ میں آپ کے ایک رسالہ ”القول الفائق بحکم الاقتداء بالفاسق“ کا تقابلی مطالعہ قارئین خصوصا علمائے کرام ومفتیان عظام کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس سے بخوبی واضح ہوجائیگا کہ حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی فقہی بصیرت کتنی رسا اور بلند تھی اور یہ کہ صحیح معنی میں آپ جانشین مفتی اعظم تھے۔

تفصیل اس کی کچھ اس طرح ہے کہ جنوبی افریقہ سے چند حضرات نے ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے والے امام کے متعلق چار سوالات پر مشتمل ایک استفتاء 1991ء میں جامعہ رضویہ، ماڈل ٹاؤن، پاکستان میں ارسال کیا پھر وہی سوالات مع جوابات حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں پیش کیے گئے۔ اولاً سطور ذیل میں ان سوالات کو ذکر کرتا ہوں:

(1) کیا ایک امام مسجد کے لیے شرعاً داڑھی مطلوب ہے؟

(2) ایسا شخص جس کی داڑھی ایک مشت سے کم ہے، نماز پڑھا سکتا ہے؟

(3) جنوبی افریقہ میں پوری داڑھی والے حفاظ کا تلاش کرنا بہت مشکل ہے کیوں کہ حفاظ کی اکثریت پوری داڑھی نہیں رکھتی۔ ان مشکل حالات میں کیا ایسے حفاظ تراویح کی نماز پڑھا سکتے ہیں جن کی داڑھی ایک مشت سے کم ہے؟

(4) کچھ لوگوں کی رائے ہے کہ نماز پڑھانے والے امام کے لیے داڑھی کی لمبائی وغیرہ کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ شریعت کی روشنی میں کیا ان لوگوں کی رائے صحیح ہے؟ بہت سارے سنی علما کو ہم دیکھتے ہیں جن کی داڑھیاں مختلف سائز کی ہوتی ہیں؟ کسی کی بڑی، کسی کی چھوٹی اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

مذکورہ سوالات کے جوابات میں جامعہ رضویہ کے دار الافتاء کے ایک مفتی صاحب نے جو فتوی تحریر کیا وہ کچھ اس طرح ہے:

موصوف پہلے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: "داڑھی ہر مسلمان کے لیے مطلوب، اس میں امام اور غیر امام کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ: "وَفِّرُوا اللُّحٰی وَقُصُّوا الشَّوَارِبَ" کہ داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کتاؤ، یہ حکم ہر مسلمان کے لیے ہے"۔

پھر دوسرے اور تیسرے سوال کے جواب میں رقمطراز ہیں کہ: "اگر کوئی امام داڑھی کتراتا اور ایک مشت سے کم رکھتا ہے تو اسے کسی نے امام مقرر کر دیا، دوسروں کو اس کے پیچھے نماز پڑھ لینی چاہیے، جماعت نہیں چھوڑنی چاہیے۔ البتہ! جس نے ایسے شخص کو امام مقرر کیا، اگر اسے پوری داڑھی والا امام ملتا تھا تو اس کے ہوتے ہوئے کم رکھنے، کترانے والے کو امام مقرر کرنا مکروہ ہے کما فی الکافی: "یُکْرَہُ تَقْدِیْمُہٗ الْفَاسِقِ"۔ یاد رہے کہ تقدیم کو مکروہ کہا ہے، نماز کو مکروہ نہیں۔ لہذا دوسروں کا اس کے پیچھے نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے کہ حدیث میں ہے: "صَلُّوْا خَلْفَ کُلِّ بَرٍّ وَّفَاجِرٍ" یعنی ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لو، جماعت نہ چھوڑو جب کہ وہ صحیح العقیدہ ہو"۔

خلاصۂ عبارت یہ ہے کہ داڑھی کترانے والا یا ایک مشت سے کم رکھنے والا امام اگرچہ فاسق ہے مگر اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے جماعت کا ثواب مل جائیگا۔ لہذا اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا تنہا پڑھنے سے بہتر ہے۔ ہاں! بغیر کسی مجبوری کے یعنی کہ جب دوسرا باشرع شخص صالح امامت بآسانی مل سکے تو ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تنزیہی ہے ورنہ بالکل کراہت سے خالی ہے۔

پھر موصوف چوتھے سوال کے جواب میں کہتے ہیں: "داڑھی کی حد کسی حدیث قولی سے ثابت نہیں کہ کتنی لمبی ہو، البتہ! دو فعلی حدیثیں اس کی حد کو واضح کرتی ہیں۔ ایک یہ کہ ترمذی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک ایک قبضہ تھی، آپ بڑھے ہوئے بال مبارک قینچی سے کاٹ لیتے تھے، قبضہ بھر رکھتے تھے۔ دوسری صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر حج کے موقع پر منیٰ میں حجاج سے فرماتے: میری داڑھی قبضہ میں لے لو زائد کو کاٹ دو۔ اس سے ثابت ہوا کہ قبضہ بھر ہونا چاہیے۔ نیز فتاویٰ درمختار میں ہے: "وَاَمَّا دُوْنَ الْقَبْضَۃِ فَلَمْ یُبِحْہُ اَحَدٌ" کہ قبضہ سے کم کو کسی نے مباح نہیں ٹھہرایا۔ لہذا معلوم ہوا کہ قبضہ بھر واجب ہے، اس سے زائد ایک دو انگشت تک کوئی حرج نہیں مگر بہت لمبی ہونا جمہور کے نزدیک مستحب ہے، جہاں تک ہو مگر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بہت لمبی داڑھی نہ رکھی جائے کہ لوگ اس کا مذاق اڑائیں گے، لہذا قبضہ سے زائد کا کاٹنا واجب ہے"۔

(فتاویٰ مرکزی دار الافتاء، ص: 41 تا 42)

اس جواب پر حضور تاج الشریعہ نے جو جواب الجواب ارقام فرمایا اور جس طرح محققانہ کلام فرمایا ہے اسے ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں، یقیناً اس سے ان کے دیدہ و دل محظوظ ہوں گے۔

اولاً آپ نے اصل حکم واضح کرتے ہوئے فرمایا: "داڑھی منڈانے یا حد شرع سے کم کرانے والا فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے کہ پڑھنی گناہ اور اس کو پھیرنا واجب"۔

(القول الفائق بحکم الاقتداء بالفاسق مشمولہ فتاویٰ مرکزی دار الافتاء، ص: 42)

پھر مجیب کے جواب پر اصولی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "پیش نظر فتوے میں ایک قول مرجوح کو اختیار کیا گیا ہے اور قول مرجوح پر فتویٰ دینا جائز نہیں ہے۔ درمختار میں ہے: " أما نحن فعلينا اتباع ما صححوه ورجحوه كما لو أفتونا فی

حیا تھم۔" اس کے برعکس اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جمہور علمائے کرام نے جو قول اختیار کیا وہ راجح ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب کہ اس قول کو فاسق معلن کے بارے میں قرار دیں ورنہ کوئی اختلاف نہیں"۔ (ملخصا)

یعنی کہ فقہا کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے کہ فاسق کی تقدیم مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ بعض فقہائے کرام مثل صاحب کنز، بحر، مجتبی، سراج وہاج، درمختار، معراج الدرایہ وغیرہ اس طرف گئے ہیں کہ مکروہ تنزیہی ہے اور فاسق کی اقتدا میں نماز پڑھنا تنہا پڑھنے سے بہتر اور افضل ہے چنانچہ کنز میں ہے: كُرِهَ إِمَامَةُ الْعَبْدِ وَالْأَعْرَابِيِّ وَالْفَاسِقِ۔

اور بحر الرائق میں ہے: أَطْلَقَ الْكَرَاهَةَ فِي هٰؤُلَاءِ وَفِي الْمُجْتَبٰى وَهٰذِهِ الْكَرَاهَةُ تَنْزِيهِيَّةٌ لِقَوْلِهِ فِي الْأَصْلِ إِمَامَةُ غَيْرِهِمْ أَحَبُّ إِلَيَّ وَهٰكَذَا فِي مِعْرَاجِ الدِّرَايَةِ وَفِي الْفَتَاوٰى لَوْ صَلّٰى خَلْفَ فَاسِقٍ أَوْ مُبْتَدِعٍ يَنَالُ فَضْلَ الْجَمَاعَةِ لٰكِنْ لَا يَنَالُ كَمَا يَنَالُ خَلْفَ تَقِيٍّ وَرِعٍ وَفِي السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ فَإِنْ قُلْتَ فَمَا الْأَفْضَلِيَّةُ أَنْ يُصَلِّيَ خَلْفَ هٰؤُلَاءِ أَوِ الْانْفِرَادُ قِيلَ أَمَّا فِي حَقِّ الْفَاسِقِ فَالصَّلَاةُ خَلْفَهُ أَوْلٰى لِمَا ذُكِرَ فِي الْفَتَاوٰى كَمَا قَدَّمْنَاهُ فَالْحَاصِلُ أَنَّهُ يُكْرَهُ لِهٰؤُلَاءِ التَّقَدُّمُ وَيُكْرَهُ الْاقْتِدَاءُ بِهِمْ كَرَاهَةَ تَنْزِيهٍ فَإِنْ أَمْكَنَ الصَّلَاةُ خَلْفَ غَيْرِهِمْ فَهُوَ أَفْضَلُ وَإِلَّا فَالْاقْتِدَاءُ أَوْلٰى مِنَ الْانْفِرَادِ۔۔۔اھ۔۔۔ملتقطا

حضرت تاج الشریعہ فرماتے ہیں کہ یہ قول مرجوح ہے اور قول مرجوح پر فتویٰ دینا جائز نہیں ہے۔ راجح یہی ہے کہ فاسق کی تقدیم مکروہ تحریمی ہے اور اس کی اقتدا میں نماز پڑھنی گناہ اور واجب الاعادہ ہے جیسا کہ کثیر ائمۂ احناف اور اعلیٰ حضرت کا موقف ہے اور یہ اختلاف بھی اسی وقت ہے کہ جب ان مشائخ کے قول کو جنھوں نے فاسق کی تقدیم کو مکروہ تنزیہی لکھا ہے، فاسق معلن پر محمول کریں ورنہ اگر کراہت تنزیہی کو فاسق غیر معلن اور کراہت تحریمی کو فاسق معلن پر محمول کریں تو سارا اختلاف ہی ختم ہو جائے گا۔ اور داڑھی منڈا چوں کہ فاسق معلن ہے لہٰذا اس کی تقدیم و امامت مکروہ تحریمی ہوگی اور ان فقہا کی عبارات کے مخالف نہ ہوگی اور ان فقہا کی عبارت سے داڑھی منڈے کی تقدیم کے مکروہ تنزیہی ہونے پر استدلال ساقط۔ پھر اس کے بعد آپ اسی بحر الرائق سے جس سے مجیب نے استشہاد کیا ہے چند احادیث اور فقہا کے نصوص کو ذکر کر کے قول راجح کو مؤید فرماتے ہیں چنانچہ ابو داؤد کی ایک حدیث ذکر فرماتے ہیں کہ «ثَلَاثَةٌ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُمْ صَلَاةً مَنْ تَقَدَّمَ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ» یعنی تین لوگ ایسے ہیں کہ اللہ ان کی کوئی نماز قبول نہیں کرتا، ایک وہ جو قوم میں سے نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھے اور وہ اسے ناپسند کرتے ہوں۔

قارئین کرام! اس حدیث کا مقتضا کیا ہے، اسے خود آپ صاحب بحر کے الفاظ میں ذکر کرتے ہیں:

چنانچہ رقمطراز ہیں: "اسی لیے بحر الرائق میں فرمایا: "وَيَنْبَغِي أَنْ تَكُونَ تَحْرِيمِيَّةً فِي حَقِّ الْإِمَامِ فِي صُورَةِ الْكَرَاهَةِ" یعنی امام کے ناپسندیدہ ہونے کی صورت میں یہ کراہت امام کے حق میں تحریمی ہونا چاہیے۔"

پھر بحر الرائق سے مستدرک حاکم کی روایت ذکر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا «إِنْ سَرَّكُمْ أَنْ يَقْبَلَ اللّٰهُ صَلَاتَكُمْ فَلْيَؤُمَّكُمْ خِيَارُكُمْ۔ فَإِنَّهُمْ وَفْدُكُمْ فِيمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ» یعنی اگر تمہاری یہ خوشی ہے کہ اللہ تمہاری نماز قبول فرمائے تو تمہاری امامت تمہارے اچھے لوگ کریں اس لیے کہ وہ تمہارے درمیان اور تمہارے رب کے درمیان قاصد ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ حدیث بھی اسی کا تقاضا کرتی ہے کہ باشرع کو امام بنانا ضروری ہے۔

احادیث طیبہ سے اپنے موقف کو مبرہن کرنے کے بعد اب آپ اسی بحر الرائق سے ایک مسئلہ ذکر فرماتے ہیں: "ذَكَرَ الشَّارِحُ وَغَيْرُهُ أَنَّ الْفَاسِقَ إِذَا تَعَذَّرَ مَنْعُهُ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ خَلْفَهُ وَفِي غَيْرِهَا يَنْتَقِلُ إِلَى مَسْجِدٍ آخَرَ وَعَلَّلَ لَهُ فِي الْمِعْرَاجِ بِأَنَّ فِي غَيْرِ الْجُمُعَةِ يَجِدُ إِمَامًا غَيْرَهُ فَقَالَ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ وَعَلَى هَذَا فَيُكْرَهُ الِاقْتِدَاءُ بِهِ فِي الْجُمُعَةِ إِذَا تَعَدَّدَتْ إِقَامَتُهَا فِي الْمِصْرِ عَلَى قَوْلِ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْمُفْتَى بِهِ؛ لِأَنَّهُ بِسَبِيلٍ مِنَ التَّحَوُّلِ حِينَئِذٍ" یعنی شارح کنز وغیرہ نے ذکر کیا کہ فاسق کو اگر منع کرنا ممکن نہ ہو تو اس کے پیچھے جمعہ پڑھ لے اور جمعہ کے علاوہ اور نمازوں میں دوسری مسجد کی طرف منتقل ہو جائے اور معراج الدرایہ میں اس کی حکم کی وجہ یہ بتائی کہ جمعہ کے علاوہ نمازوں میں دوسرا امام مل جاتا ہے۔ لہٰذا فتح القدیر میں کہا کہ اس تقدیر پر فاسق کی اقتدا جمعہ میں بھی مکروہ و ناجائز ہوگی جب کہ جمعہ شہر میں متعدد مقامات پر قائم ہوتا ہو۔ شہر میں تعدد جمعہ کا جواز امام محمد کے قول پر ہے اور یہی مفتی بہ ہے۔ اس لیے کہ اس صورت میں دوسری مسجد میں جانے کا اختیار رکھتا ہے۔

اس عبارت سے حضرت تاج الشریعہ کے طرز استدلال اور دقت نظر کو ملاحظہ کریں، فرماتے ہیں: "جمعہ میں فاسق کو امامت سے روکنا ناممکن ہو تو اس کی اقتدا کی اجازت ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اجازت بشرط ضرورت ہے اور بلا ضرورت اس کی اجازت نہیں اسی لیے فتح القدیر میں فرمایا کہ جب متعدد مقامات پر جمعہ قائم ہو تو ایسی صورت میں فاسق کی اقتدا مکروہ ہے اور اس مکروہ سے مراد ضرور مکروہ تحریمی ہے اس لیے کہ جواز اقتدا کو محض جمعہ میں ضرورت سے مشروط کیا اور عدم ضرورت کی صورت میں بھی اس کی اجازت نہ دی"۔

ناظرین غور فرمائیں! آپ کس دقت نظر سے عبارت مذکورہ سے امامت فاسق کے کراہت تحریمی ہونے پر استدلال فرماتے ہیں۔ یقیناً یہ آپ کے ایک کہنہ مشق مفتی اور فقیہ ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اب جب کہ صاحب بحر کی عبارات سے دونوں طرح کے اقوال ثابت ہوئے اور دونوں ایک دوسرے کے معارض ہیں اور انہوں نے واضح طور پر نہیں لکھا کہ کون سا قول راجح ہے بلکہ دونوں ہی اقوال جمع فرما دیے تو اب ایک مفتی پر فتویٰ لکھتے وقت کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟ آپ ہی کے الفاظ میں پڑھیں: "مفتی کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اس بات کا اطمینان کرلے کہ کون سا قول راجح ہے اور دلیل سے کس قول کی تائید ہوتی ہے پھر راجح قول پر فتویٰ دے۔ یہ نہیں کہ محض اپنی خواہش نفس سے گزشتہ و پیوستہ سے آنکھیں میچ کر جو بات اپنے مطلب کی پائے اسے نقل کرلائے، یہ محض اتباع ہوا ہے نہ کہ اقتدائے شریعت"۔

بعدہ آپ مجیب کی پیش کردہ حدیث "صَلُّوا خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ" پر تفصیلی کلام کرتے ہیں اور فتاویٰ رضویہ سے اس حدیث کا صحیح مطلب واضح کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں: "اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ زمانہائے خلافت میں سلاطین خود امامت کرتے اور حضور عالم ماکان وما یکون صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ ان میں فساق وفجار بھی ہوں گے کہ "سَتَكُونُ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ يُؤَخِّرُونَ الصَّلَاةَ عَنْ وَقْتِهَا" اور معلوم تھا کہ اہل صلاح کے قلوب ان کی اقتدا سے تنفر کریں گے اور معلوم تھا کہ ان سے اختلاف، آتش فتنہ کو مشتعل کرنے والا ہوگا اور دفع فتنہ دفع اقتدائے فاسق سے اہم و اعظم تھا۔ قال اللہ تعالیٰ: وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ۔ لہٰذا دروازہ فتنہ بند کرنے کے لیے ارشاد ہوا "صَلُّوا خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ" یہ اس باب سے ہے: "مَنِ ابْتُلِيَ بِبَلِيَّتَيْنِ اخْتَارَ أَهْوَنَهُمَا" اور فقہا کا قول:

"تَجُوْزُ الصَّلَاةُ خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ" "اسی معنی پر ہے جو اوپر گزرے کہ نماز فاسق کے پیچھے بھی ہو جاتی ہے اگر چہ غیر معلن کے پیچھے مکروہ تنزیہی اور معلن کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی"۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لو، عام حالات کے لیے نہیں ہے بلکہ وقت ضرورت پر محمول ہے کہ جہاں فساق و فجار کے ہاتھ میں زمام سلطنت آجائے اور وہ خود نماز پڑھائیں اور صلحا ان کی اقتدا میں نماز نہ پڑھیں تو فتنہ اشتعال انگیز ہو جائے تو ایسی نازک صورت میں بدرجہ مجبوری ان کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے کیوں کہ اگر تنہا نماز پڑھیں تو فتنے کی آگ بھڑک جائے جس سے ہزاروں صالحین و پیشوایان کا کشت و خون ہو اور ان کی اقتدا میں نماز پڑھیں تو فاسق کی اقتدا لازم آئے لہذا حکم دیا گیا کہ ان کی اقتدا میں نماز پڑھ لو کہ فتنے کا ضرر اور نقصان، فاسق کی اقتدا کے ضرر سے کہیں زیادہ ہے، اسی کو فقہا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دو مصیبتوں میں گرفتار ہو جائے تو ہلکی اور کم درجہ کی مصیبت کو اختیار کر لے۔ اور مشائخ کرام کے قول "تَجُوْزُ الصَّلَاةُ خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ" کا صحیح محمل جسے اعلی حضرت نے بیان فرمایا ہے اسے حضرت تاج الشریعہ ہی کے الفاظ میں پڑھیں کہ آپ نے کیسی زرف نگاہی سے اس کی تشریح فرمائی ہے۔

چنانچہ رقمطراز ہیں: "یہاں جواز بمعنی صحت کے لیے یا اجازت وارد ہوئی اور جواز صحت و اباحت دونوں معنی میں بولا جاتا ہے لہذا: "تَجُوْزُ الصَّلَاةُ خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ" کا معنی "تَصِحُّ الصَّلَاةُ خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ" ہوگا اور "لَا تَصِحُّ الصَّلَاةُ خَلْفَ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ" کا معنی "لَا تَحِلُّ" قرار پائے گا۔ اس کی نظیر اذان جمعہ کے وقت بیع ہے جس کی بابت فقہا فرماتے ہیں: "تَجُوْزُ الْبَيْعُ عِنْدَ أَذَانِ الْجُمُعَةِ" یعنی جمعہ کی اذان کے وقت خرید و فروخت جائز ہے اور مکروہ ہے اور مراد یہ ہوتی ہے کہ بیع صحیح ہے مگر مکروہ تحریمی و ممنوع ہے اور جواز بمعنی حلت و اباحت کی نظیر فقہا کا قول: "لَا تَجُوْزُ الصَّلَاةُ فِي الْأَرْضِ الْمَغْصُوْبَةِ" یعنی نماز زمین غصب میں جائز نہیں مطلب یہ ہے کہ زمین غصب میں نماز پڑھنا حلال نہیں اگر چہ نماز ہو جائیگی"۔

مطلب یہ ہے کہ فقہائے کرام جواز بول کر کہیں صحت مراد لیتے ہیں اور کہیں حلت، چنانچہ بحر الرائق میں ہے: "وَالْمَشَايِخُ تَارَةً يُطْلِقُوْنَ الْجَوَازَ بِمَعْنَى الْحِلِّ وَتَارَةً بِمَعْنَى الصِّحَّةِ" اھ

اوّل کی مثال یہ ہے کہ اذان جمعہ کے وقت بیع جائز اور مکروہ ہے۔ یہاں جائز بول کر صحیح مراد لیا گیا ہے یعنی کہ جمعہ کی اذان ہو رہی ہو اس وقت بیع فی نفسہ درست ہے مگر مکروہ ضرور ہوگی اور ثانی کی نظیر یہ ہے کہ غصب شدہ زمین میں نماز جائز نہیں ہے۔ یہاں جائز سے حلال مراد ہے لہذا مطلب یہ ہوا کہ مغصوبہ زمین میں نماز پڑھنا حلال نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔ پس اس قول میں کہ ہر نیک و بد کے پیچھے نماز جائز ہے، جائز صحیح سے عبارت ہے تو مفہوم یہ ہوا کہ ہر نیک و بد کے پیچھے نماز فی نفسہ صحیح ہو جائے گی کہ اس طرح فرض ذمہ سے ساقط ہو جائے گا مگر مکروہ ضرور ہوگی نہ کہ حلال مراد ہے حتی کہ مجیب کا مدعیٰ ثابت ہو کہ ہر نیکوکار اور بدکار کے پیچھے حلال ہے اور یہ قول کہ بدمذہب کے پیچھے نماز جائز نہیں، یہاں جائز حلال سے عبارت ہے تو خلاصہ یہ ہوا کہ کسی بدمذہب کی اقتدا میں نماز حلال نہیں بلکہ حرام ہے اور یہی ہمارا موقف ہے نا کہ جواز اس قول میں صحت کے معنی میں ہے کہ مفہوم یہ بنے کہ کسی بدمذہب کی اقتدا میں نماز سرے سے درست و صحیح نہیں۔ لہذا یہ ہمارے معارض نہیں۔

پھر آپ مبسوط سرخسی کی عبارت کا جواب ارشاد فرماتے ہیں جس میں ہے کہ تَقْدِيْمُ الْفَاسِقِ جَائِزٌ عِنْدَنَا وَيُكْرَهُ یعنی کہ

فاسق کی تقدیم جائز مع الکراہت ہے۔ ملاحظہ ہو: "یہاں سے مبسوط کی عبارت کا جواب ہو گیا کہ فاسق کی تقدیم صحیح ہے یعنی نماز اس کی اقتدا میں ہو جائے گی اگرچہ مکروہ وممنوع ہے اور مکروہ جب مطلق بولتے ہیں تو اس سے اکثر وبیشتر مکروہ تحریمی ہی مراد ہوتا ہے جیسا کہ خود صاحب بحر الرائق نے تصریح کی ہے کما فی رد المحتار وغیرہ تو عبارت مبسوط، جمہور علمائے کرام کی تصریحات کے اصلاً مخالف نہیں" ا ھ۔ (ملخصاً)

تنقیح وترجیح کی دقیق اور پر پیچ وادیوں کو سر کرنے کے بعد آپ کا رہوار قلم اب تطبیق کی راہ لیتا ہے اور فقہا کے بظاہر متعارض اقوال کا ایک صحیح محمل متعین کر کے حق تحقیق ادا کرتا ہے۔

فرماتے ہیں: "فاسق معلن وغیر معلن کا حکم الگ الگ معلوم ہوا اور وہ یہ کہ فاسق معلن کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے اور غیر معلن کی اقتدا مکروہ تنزیہی ہے۔ لہٰذا اگر بحر الرائق کے اس فرمان آخر کو فاسق غیر معلن پر محمول کیا جائے تو باہم علما کے درمیان اختلاف ہی نہیں رہتا"۔

یعنی جن مشائخ نے فاسق کی تقدیم کو مکروہ تنزیہی لکھا ہے اور اس کی اقتدا میں نماز پڑھنے کو تنہا نماز پڑھنے سے افضل بتایا ہے، ان کے قول کو فاسق غیر معلن پر محمول کیا جائے اور جن ائمہ نے فاسق کی تقدیم کو مکروہ تحریمی کہا اور اس کے پیچھے نماز کو ناجائز فرمایا، ان کے قول کو فاسق معلن پر محمول کیا جائے تو دونوں اقوال میں تعارض دفع ہو جائے گا اور پھر مجیب کا داڑھی منڈے کی امامت کے جائز ہونے پر بحر الرائق سے استدلال کرنا درست نہ ہوگا کہ وہ فاسق غیر معلن سے متعلق ہے اور داڑھی منڈانے والا فاسق معلن ہے۔

پھر مزید برآں فساق کی امامت سے ممانعت پر دو حدیثیں نقل فرماتے ہیں:

(1) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: لَا يَؤُمَّنَّ فَاجِرٌ مُؤْمِنًا إِلَّا أَنْ يَقْهَرَهُ بِسُلْطَانٍ يَخَافُ سَيْفَهُ وَسَوْطَهُ یعنی کہ ہرگز کوئی فاسق کسی مسلمان کی امامت نہ کرے مگر یہ کہ وہ اس کو بزور سلطنت مجبور کردے کہ اس کی تلوار یا کوڑے کا ڈر ہو۔

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: تَقَرَّبُوا إِلَى اللهِ تَعَالٰى بِبُغْضِ أَهْلِ الْمَعَاصِي وَالْقَوْهُمْ بِوُجُوْهٍ مُكْفَهِرَّةٍ وَالْتَمِسُوْا رِضَا اللهِ بِسَخَطِهِمْ. وَتَقَرَّبُوْا إِلَى اللهِ بِالتَّبَاعُدِ عَنْهُمْ یعنی کہ اللہ کی طرف تقرب کرو فاسقوں کے بغض سے اور ان سے ترش رو ہو کر ملو اور اللہ کی رضامندی ان کی خفگی میں ڈھونڈو اور اللہ تعالیٰ کی نزدیکی ان کی دوری سے چاہو۔

تحقیقات کے کثیر در کثیر جواہر پارے اور گوہر آبدار لٹانے کے بعد اب تاج الشریعہ سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا ایک فتویٰ ذکر کرتے ہیں جس میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ان ائمہ احناف کے حوالہ جات کو زینت قرطاس فرمایا ہے جنھوں نے فاسق کی تقدیم کو مکروہ تحریمی لکھا ہے۔ یہاں بخوف طوالت اُسی فتوے سے صرف ایک عبارت پیش کی جا رہی ہے۔

علامہ محقق حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں: لَوْ قَدَّمُوْا فَاسِقًا يَأْثَمُوْنَ بِنَاءً عَلٰى أَنَّ كَرَاهَةَ تَقْدِيْمِهِ كَرَاهَةُ تَحْرِيْمٍ لِعَدَمِ اعْتِنَائِهِ بِأُمُوْرِ دِيْنِهِ وَتَسَاهُلِهِ فِي الْإِتْيَانِ بِلَوَازِمِهِ فَلَا يَبْعُدُ مِنْهُ الْإِخْلَالُ بِبَعْضِ شُرُوْطِ الصَّلٰوةِ وَفِعْلُ مَا يُنَافِيْهَا بَلْ هُوَ الْغَالِبُ بِالنَّظَرِ إِلٰى فِسْقِهِ.

یعنی کہ اگر لوگ فاسق کو امامت کے لیے آگے بڑھائیں گے تو گنہگار ہوں گے اس بنا پر کہ اسے امامت کے لیے آگے بڑھانا مکروہ تحریمی ہے کیوں کہ وہ امور دینیہ کی پروا نہیں کرتا ہے اور دین کے ضروری احکام کی تعمیل میں سستی سے کام لیتا ہے تو شرائط نماز میں سے کسی میں خلل ڈالنا اور منافی نماز افعال کرنا اس سے کیا بعید ہے؟ بلکہ اس کے فسق کو دیکھتے ہوئے یہی غالب گمان ہے۔

اس کے علاوہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے مزید پانچ کتابوں کی عبارتیں ذکر کیں جن میں امامت فاسق کے مکروہ تحریمی ہونے کی تصریح یا تلویح فرمائی گئی ہے۔ راقم الحروف صرف ان کتب کے نام، جلد اور صفحہ کی نشان دہی کر دیتا ہے۔

إمداد الفتاح شرح نور الإيضاح (ص: 319)، حاشیہ مراقي الفلاح (1/ 303)، حاشیہ الطحطاوي علی الدر المختار (1/ 243)، تبیین الحقائق (1/ 345)، فتح الله المعین علی شرح الکنز لملا مسکین (1/ 208)

پھر حضرت تاج الشریعہ مجیب کے فتوے میں اس عبارت پر کہ "یاد رہے کہ تقدیم کو مکروہ کہا ہے، نماز کو مکروہ نہیں لہذا دوسروں کا اس کے پیچھے نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے" شدید گرفت فرماتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اس عبارت سے مجیب کا منشا واضح کر دوں تا کہ سطور ذیل کو سمجھنے میں آسانی رہے۔

مجیب کے بقول فقہائے کرام نے صرف فاسق کو نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھانا مکروہ لکھا ہے، یہ نہیں لکھا ہے کہ اس کی اقتدا میں پڑھی گئی نماز بھی مکروہ ہے لہذا کراہت صرف اس فعل میں ہوگی نا کہ نماز میں۔

اب اس پر حضور تاج الشریعہ کی گرفت ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں: "اس کا جواب اسی غنیۃ کی عبارت سے ظاہر ہے جس کا صاف مفاد یہ ہے کہ مقتدی فاسق معلن کو امامت کیلیے آگے بڑھائیں گے تو گنہگار ہوں گے اس لیے کہ فاسق معلن کی تقدیم مکروہ تحریمی ہے اور کراہت تحریم کے ساتھ جو نماز ادا کی جائے اس کا اعادہ واجب ہے۔ درمختار میں ہے: كُلُّ صَلَاةٍ أُدِّيَتْ مَعَ كَرَاهَةِ التَّحْرِيمِ تَجِبُ إِعَادَتُهَا لہذا یہ حکم لگانا کہ دوسروں کا اس کے پیچھے نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے، غلط اور فقہا کے فرمان کے صریح خلاف ہے"۔

یعنی غنیۃ المستملی کی عبارت سابقہ سے واضح ہو گیا کہ فاسق معلن کی تقدیم محض تعظیم کی وجہ سے ممنوع نہیں بلکہ اس کے ساتھ یہ وجہ بھی ہے کہ شرائط نماز میں سے کسی شرط کا ترک یا منافی نماز افعال میں سے کسی فعل کا صدور قصداً اس کی ذات سے بعید ہی نہیں بلکہ گمان غالب ہے کیوں کہ جب وہ علانیہ احکام شرع کی تعمیل نہیں کرتا ہے تو نماز پڑھانے کی صورت میں اس سے کیا امید کی جا سکتی ہے کہ شرائط کی رعایت کرے اور منافی نماز کا ارتکاب نہ کرے بلکہ اس سے کبائر علی الاعلان صادر ہوتے دیکھ کر یہی غلبہ ظن ہوگا کہ کسی شرط کی رعایت نہ کی ہوگی یا وہ کام کیا ہوگا جو نماز کے منافی ہے مگر چوں کہ اس کا ایسا کرنا قطعی طور پر متیقن نہیں لہذا نماز کے فساد کا تو حکم نہ ہوگا مگر مکروہ تحریمی ضرور ہوگی۔

الغرض آپ نے روایتاً اور درایتاً ہر طرح اس مسئلہ کو منقح کر دیا کہ داڑھی منڈے کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور اس کی اقتدا میں پڑھی گئی نماز واجب الاعادہ ہوگی۔

پھر مجیب نے سوال 4 کے جواب میں ایک مشت سے بہت لمبی داڑھی کے بارے میں امام اعظم کا مذہب یہ بیان کیا کہ

قبضہ سے زائد کا کاٹنا واجب ہے اور جمہور کا مذہب یہ بتایا کہ مستحب ہے چاہے جہاں تک ہو، اس پر حضرت تاج الشریعہ فرماتے ہیں: ''سوال نمبر 4 کے جواب میں مفتی نے جو یہ لکھا کہ قبضہ سے زائد کا کاٹنا واجب ہے، محل نظر و نا قابل تسلیم ہے۔ یونہی جمہور کا مذہب جو بایں الفاظ بیان کیا کہ بہت لمبی داڑھی ہونا جمہور کے نزدیک مستحب ہے جہاں تک ہو، اس پر تصحیح نقل مطلوب ہے''۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ

(الف) بعض فقہائے احناف مثلاً امام سغناقی صاحب نہایہ نے کہا کہ ایک مشت سے زائد داڑھی کا کاٹنا واجب ہے اور دلیل میں ترمذی کی حدیث پیش کی کہ حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب داڑھی ایک مشت ہو جاتی تو اسے طول و عرض سے تراش لیتے تھے۔ اور صاحب فتح القدیر امام ابن الہمام نے اسے ذکر کرنے کے بعد اسے برقرار رکھا جس سے اس قول کی تقویت مستفاد ہوتی ہے۔ چنانچہ فتح القدیر میں ہے: "اَلْقَدْرُ الْمَسْنُوْنُ فِي اللِّحْيَةِ الْقَبْضَةُ. قَالَ فِي النِّهَايَةِ: وَمَا وَرَاءَ ذٰلِكَ يَجِبُ قَطْعُهُ هٰكَذَا عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ «أَنَّهُ كَانَ يَأْخُذُ مِنَ اللِّحْيَةِ مِنْ طُوْلِهَا وَعَرْضِهَا» أَوْرَدَهُ أَبُوْ عِيْسٰى يَعْنِي التِّرْمِذِيَّ فِيْ جَامِعِهِ رَوَاهُ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ۔" مگر جمہور احناف نے اسے قبول نہیں کیا اور فرمایا کہ اس حدیث سے وجوب مستفاد نہیں ہے بلکہ صرف اتنا کہ حضور ایسا کرتے تھے لہٰذا اس کا مسنون ہونا ثابت ہوا جس کا ترک مکروہ تنزیہی اور صاحب نہایہ کے قول کی توجیہ میں فرمایا کہ ان کے قول "يَجِبُ قَطْعُهُ" میں وجوب، ثبوت کے معنی میں ہے نہ کہ وجوب اصطلاحی کے معنی میں تو حاصل عبارت یہ ہوا کہ مشت بھر سے زائد داڑھی کا کاٹنا حضور ﷺ سے ثابت ہے جیسے کہ قبضہ بھر داڑھی کے بارے میں جو مسنون کا لفظ وارد ہوا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ایک مشت داڑھی رکھنا سنت سے ثابت ہے اور سنت اصطلاحی مراد نہیں جس کا درجہ واجب کے بعد ہے جیسا کہ در مختار میں ہے: "(لَا يُكْرَهُ (دَهْنُ شَارِبٍ وَ) لَا (كُحْلٌ) إِذَا لَمْ يَقْصِدِ الزِّيْنَةَ أَوْ تَطْوِيْلَ اللِّحْيَةِ إِذَا كَانَتْ بِقَدْرِ الْمَسْنُوْنِ وَهُوَ الْقَبْضَةُ وَصَرَّحَ فِي النِّهَايَةِ بِوُجُوْبِ قَطْعِ مَا زَادَ عَلَى الْقَبْضَةِ وَمُقْتَضَاهُ الْإِثْمُ بِتَرْكِهِ إِلَّا أَنْ يُحْمَلَ الْوُجُوْبُ عَلَى الثُّبُوْتِ اهـ" اور علامہ شامی نے فرمایا: "(قَوْلُهُ: وَصَرَّحَ فِي النِّهَايَةِ إِلَخْ) وَمِثْلُهُ فِي الْمِعْرَاجِ وَقَدْ نَقَلَهُ عَنْهَا فِي الْفَتْحِ وَأَقَرَّهُ ملتقطا. (قَوْلُهُ: إِلَّا أَنْ يُحْمَلَ الْوُجُوْبُ عَلَى الثُّبُوْتِ) يُؤَيِّدُهُ أَنَّ مَا اسْتَدَلَّ بِهِ صَاحِبُ النِّهَايَةِ لَا يَدُلُّ عَلَى الْوُجُوْبِ لِمَا صَرَّحَ بِهِ فِي الْبَحْرِ وَغَيْرِهِ أَنَّ كَانَ يَفْعَلُ لَا يَقْتَضِي التَّكْرَارَ وَالدَّوَامَ. وَلِذَا حَذَفَ الزَّيْلَعِيُّ لَفْظَ يَجِبُ وَقَالَ: وَمَا زَادَ يُقَصُّ. وَفِي شَرْحِ الشَّيْخِ إِسْمَاعِيْلَ: لَا بَأْسَ بِأَنْ يَقْبِضَ عَلَى لِحْيَتِهِ فَإِذَا زَادَ عَلَى قَبْضَتِهِ شَيْءٌ جَزَّهُ كَمَا فِي الْمُنْيَةِ وَهُوَ سُنَّةٌ كَمَا فِي الْمُبْتَغٰى وَفِي الْمُجْتَبٰى وَالْيَنَابِيْعِ وَغَيْرِهِمَا لَا بَأْسَ بِأَخْذِ أَطْرَافِ اللِّحْيَةِ إِذَا طَالَتْ اهـ" فتاوی رضویہ میں ہے: ''ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا حاصل مسلک یہ ہے کہ ایک مشت تک بڑھانا واجب اور اس سے زائد رکھنا خلاف افضل اور اس کا ترشوانا سنت''۔

اسی لیے حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ کہنا کہ قبضہ سے زائد کا کاٹنا امام اعظم کے نزدیک واجب ہے، محل نظر و نا قابل تسلیم ہے۔

(ب) اسی طرح مجیب کا داڑھی میں طول فاحش کے استحباب کا قول جمہور کی طرف منسوب کرنا، نادرست ہے کیوں کہ یہ صرف بعض علما مثلاً امام نووی، ابن الملک، امام حسن بصری اور حضرت قتادہ وغیرہم کا مذہب ہے۔ جمہور کا مذہب وہی ہے جو

ائمہ احناف کثرہم اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے۔ چنانچہ فتاوی رضویہ میں ہے: "ریش ایک مشت یعنی چار انگل تک رکھنا واجب ہے اس سے کمی ناجائز، اس سے زائد اگر طول فاحش حد اعتدال سے خارج بے موقع بدنما ہو تو بلاشبہ خلاف سنت ومکروہ کہ صورت بدنما بنانا، اپنے منہ پر دروازہ طعن مسخریہ کھولنا، مسلمانوں کو استہزا وغیبت کی آفت میں ڈالنا ہرگز مرضی شرع مطہر نہیں، نہ معاذ اللہ زنہار کہ ریش اقدس حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم عیاذا باللہ کبھی حد بدنمائی تک پہنچی، سنت ہوتا اس کا معقول نہیں۔ وَاِنْ ذَهَبَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ مِنْ غَيْرِ أَصْحَابِنَا إِلٰى إِعْفَاءِ اللِّحْيَةِ جُمْلَةً وَاحِدَةً وَكَرَاهَةِ أَخْذِ شَيْءٍ مِنْهَا مُطْلَقًا وَهُوَ الَّذِي اخْتَارَهُ الْإِمَامُ الْأَجَلُّ النَّوَوِيُّ وَالْعَجَبُ مِنْ ابْنِ مُرْشِدِنَا (ابن الملك) حَيْثُ تَابَعَهُ عَلٰى ذٰلِكَ مُسْتَدِلًّا بِهِ عَلٰى قَوْلِ نَفْسِهِ: إِنَّ الْأَخْذَ مِنْ أَطْرَافِ اللِّحْيَةِ طُولِهَا وَعَرْضِهَا لِلتَّنَاسُبِ حَسَنٌ كَمَا نَقَلَ عَنْهُ الْمَوْلٰى عَلِيٌّ الْقَارِيْ فِيْ كِتَابِ الطَّهَارَةِ مِنَ الْمِرْقَاةِ امام حجۃ الاسلام غزالی احیاء العلوم پھر مولانا علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں: قَدِ اخْتَلَفُوْا فِيْمَا طَالَ مِنَ اللِّحْيَةِ فَقِيْلَ: إِنْ قَبَضَ الرَّجُلُ عَلٰى لِحْيَتِهِ وَأَخَذَ مَا تَحْتَ الْقَبْضَةِ فَلَا بَأْسَ بِهِ وَقَدْ فَعَلَهُ ابْنُ عُمَرَ وَجَمَاعَةٌ مِنَ التَّابِعِيْنَ وَاسْتَحْسَنَهُ الشَّعْبِيُّ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَكَرِهَهُ الْحَسَنُ وَقَتَادَةُ وَمَنْ تَبِعَهُمَا. وَقَالُوْا: تَرْكُهَا عَافِيَةً أَحَبُّ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: «أَعْفُوا اللِّحٰى». لٰكِنَّ الظَّاهِرَ هُوَ الْقَوْلُ الْأَوَّلُ فَإِنَّ الطُّوْلَ الْمُفْرِطَ يُشَوِّهُ الْخِلْقَةَ وَيُطْلِقُ أَلْسِنَةَ الْمُغْتَابِيْنَ بِالنِّسْبَةِ إِلَيْهِ فَلَا بَأْسَ لِلِاحْتِرَازِ عَنْهُ عَلٰى هٰذِهِ النِّيَّةِ. قَالَ النَّخَعِيُّ: عَجِبْتُ لِرَجُلٍ عَاقِلٍ طَوِيْلِ اللِّحْيَةِ كَيْفَ لَا يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ فَيَجْعَلُهَا بَيْنَ لِحْيَتَيْنِ أَيْ طَوِيْلٍ وَقَصِيْرٍ. فَإِنَّ التَّوَسُّطَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ أَحْسَنُ وَمِنْهُ قِيْلَ: خَيْرُ الْأُمُوْرِ أَوْسَطُهَا وَمِنْ ثَمَّ قِيْلَ: كُلَّمَا طَالَتِ اللِّحْيَةُ نَقَصَ الْعَقْلُ"۔ اھ ملتقطا

اسی لیے حضور تاج الشریعہ نے مجیب سے اس قول پر تصحیح نقل کا مطالبہ فرمایا: اور پھر آخر میں خلاصہ بحث وعطر تحقیق بیان فرماتے ہیں: "تراویح میں ختم قرآن سنت مؤکدہ ہے جب کہ امام جامع شرائط امامت کی اقتدا میسر ہو تو اس فضیلت کا حاصل کرنا خوب اور شرعا مطلوب مگر امام جب کہ فاسق معلن ہو اور ترک اقتدا میں کوئی فتنہ نہ ہو تو اس فضیلت کی تحصیل کے لیے مکروہ تحریمی کے ارتکاب کی کس نے ٹھہرائی اور اس کی اجازت کہاں سے آئی؟ ہاں! اگر وہ فاسق معلن ہی جماعت موجودین میں قرآن صحیح طور پر پڑھتا ہو تو اس صورت میں فرض وتراویح سب میں تصحیح صلاۃ کے لیے اسی کی اقتدا فرض ہے، یا ترک اقتدا میں فتنے کا صحیح اندیشہ ہے تو اقتدا کی اجازت ہے مگر اس صورت میں اعادہ ضروری ہے"۔

الغرض پورے رسالہ میں تحقیقات کے گلہائے رنگارنگ نظر آتے ہیں جن کی نکہت سے مشام جاں معطر ہوتا ہے اور حق پسند دل یقینا یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ آپ کی تحقیقات میں سیدنا اعلیٰ حضرت اور سرکار مفتی اعظم کی تحقیقات کے جلوے نظر آتے ہیں۔

***

تصانیف تاج الشریعہ: ایک تعارف

مولانا محمد عطاء النبی حسینی مصباحی جامعۃ المدینہ فیضانِ رضا، بریلی شریف

ملک ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش کے شہر بریلی شریف میں خانوادۂ رضا ایک نہایت ہی مشہور و معروف خانوادہ ہے جس کی خصوصیات ماوشما کیا بیان کر پائیں لیکن ان خصوصیات کی جھرمٹ میں تین خصوصیات امتیازی حیثیت رکھتی ہیں:

(۱) عشقِ رسول مقبول ﷺ (۲) فقہ وفتاویٰ (۳) تصنیف و تالیف۔

عشق رسول مقبول ﷺ کا جائزہ لینا ہو تو اس خانوادے کے افراد کی تمام زندگی کو چھوڑ صرف ان کے نعتیہ دیوان ہی دیکھ لیا جائے تو بات اظہر من الشمس ہو جائے گی۔ رئیس المتکلمین علامہ نقی علی خان کا کوئی نعتیہ دیوان تو نہیں لیکن اگر آپ کا عشق رسول ﷺ دیکھنا ہو تو آپ کی صرف ایک تصنیف "تفسیر الم نشرح" دیکھیے۔

امام اہل سنت کے تعلق سے بیان کرنے کی کوئی ضرورت تو نہیں پھر بھی اگر کسی کو دیکھنا ہو تو صرف "حدائق بخشش" کا ایک نظارہ کرلے۔ استاذ زمن کے عشق رسول ﷺ کی جھلک دیکھنے کے لیے "ذوقِ نعت" دیکھا جا سکتا ہے، حضور حجۃ الاسلام کی محبت رسول ﷺ کے لیے "بیاضِ پاک" ملاحظہ کیا جا سکتا ہے، حضور مفتی اعظم ہند کیسے عاشقِ رسول ﷺ تھے؟ جاننے کے لیے صرف "سامانِ بخشش" پر ایک نظر کرلی جائے، ریحان ملت محبت رسول میں کیسے سرشار تھے؟ اس کے لیے "ریحانِ بخشش" کا مطالعہ کافی ہے۔

فقہ وفتاویٰ میں اس خانوادے کی کارکردگی کی بھی ایک جھلک دیکھیے:

"حضرت مولانا رضا علی خاں کی فتویٰ نویسی کا آغاز 1246ھ/ 1831ء، انجام 1282ھ/ 1865ء، امام احمد رضا کی فتویٰ نویسی کا آغاز 1286/ 1869ء، انجام 1340ھ/ 1921ء، حجۃ الاسلام مفتی محمد حامد رضا خاں کی فتویٰ نویسی کا آغاز 1312ھ/ 1895ء، انجام 1362ھ/ 1942ء، مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا نوری کی فتویٰ نویسی کا آغاز 1338ھ/ 1910ء، انجام 1402ھ/ 1981ء"۔ (ماہنامہ فیض الرسول براؤں ص 28/ بابت جمادی الاولیٰ، 1410ھ/ دسمبر 1989ء، شمارہ جلد ۱۷ مضمون از علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی رضوی افریقی)

تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی اس خانوادے کا کوئی ثانی نہیں ایک نظر ذرا اس پر بھی کیجیے:

خاتم المحققین امام المتکلمین علامہ نقی علی خان علیہ الرحمہ نے تقریباً ۴۰ کتابیں قوم وملت کو عطا فرمائی (بحوالہ تاریخ مشائخ قادریہ، ج:۲، ص:۲۹۶) امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ عنہ نے ۱۰۵ علوم وفنون پر مشتمل علم وحکمت سے لبریز تقریباً ۱۰۰۰ کتابوں سے اہل سنت کو شاد کام کیا (بحوالہ امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری، ص:۵۹)۔ استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خان علیہ الرحمہ نے ۹ کتابیں نذر اہل سنت کیں، حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خان علیہ الرحمہ

کے نوکِ قلم سے ۱۴ تصنیفات معرضِ وجود میں آئیں (بحوالہ کرو جمیل، ص: ۱۸۴)۔ حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمہ نے بھی ملت اسلامیہ کو ۴۰ کتابوں کا تحفہ دیا (فتاویٰ مصطفویہ، ص: ۱۷۔۲۴)۔

درج بالا مختصر تجزیہ کے بعد اب لاکھوں دلوں کی دھڑکن اور آنکھوں کی ٹھنڈک حضور تاج الشریعہ کا بھی مذکورہ خصوصیات کا ایک مختصر جائزہ دیکھتے چلیے۔ حضور تاج الشریعہ کی محبت رسول ﷺ "سفینہ بخشش" سے عیاں ہے، آپ نے فقہ و فتاویٰ کا سلسلہ ۱۹۶۷ء میں شروع فرمایا اور تاحین حیات کسی نہ کسی طرح یہ سلسلہ جاری رہا، گویا آپ کے فقہ و فتاویٰ کی خدمات کا دائرہ تقریباً پچاس سالوں کو محیط ہے اور آپ کی تصنیفات و تالیفات کی تعداد مفتی یونس رضا اویسی صاحب قبلہ کی تیار کردہ فہرست کے مطابق ۶۱ رہیں۔

اس مختصر جائزہ کے بعد سر دست ہم اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں چوں کہ راقم کا موضوع "حضور تاج الشریعہ کی تصانیف کا تعارف" ہے جس میں حضور تاج الشریعہ کی تصانیف کی فہرست نمائی کے ساتھ ساتھ میسر کتابوں کا ایک مختصر تعارف پیش کرنا ہے اس لیے پہلے حضور تاج الشریعہ کی تصانیف کی فہرست پیش کی جاتی ہے۔ واضح رہے کہ یہ فہرست مفتی یونس رضا مونس اویسی صاحب قبلہ کی کتاب "سوانح تاج الشریعہ" کے صفحہ 100 تا 103 سے ماخوذ ہے:

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	مطبع
۱	شرح حدیث نیت	اردو	مطبوعہ ادارہ سنی دنیا، ادارہ معارف رضا پاکستان
۲	ہجرت رسول ﷺ	اردو	مطبوعہ المجمع الرضوی، ادارہ معارف رضا، پاکستان
۳	آثار قیامت	اردو	مطبوعہ المجمع الرضوی، ادارہ معارف رضا، پاکستان
۴	سنو! چپ رہو!	اردو	مطبوعہ ادارہ معارف رضا، پاکستان/ برکاتی پبلیشرز، کراچی
۵	ٹائی کا مسئلہ	اردو	مطبوعہ المجمع الرضوی، سوداگران بریلی
۶	تین طلاقوں کا شرعی حکم	اردو	مطبوعہ اختر بکڈپو، خواجہ قطب، بریلی
۷	تصویروں کا حکم	اردو	مطبوعہ اختر بکڈپو، خواجہ قطب، بریلی
۸	دفاع کنز الایمان ۲ جز	اردو	مطبوعہ ادارہ سنی دنیا، سوداگران بریلی
۹	الحق المبین	اردو	مطبوعہ ادارہ سنی دنیا، سوداگران بریلی
۱۰	ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن مع شرعی حکم	اردو	مطبوعہ ادارہ سنی دنیا، سوداگران بریلی
۱۱	القول الفائق بحکم اقتداء الفاسق	اردو	مطبوعہ المجمع الرضوی، سوداگران بریلی
۱۲	حضرت ابراہیم کے والد تارخ یا آزر	اردو	المجمع الرضوی، سوداگران، بریلی
۱۳	کیا دین کی مہم پوری ہو چکی؟ مقالہ	اردو	المجمع الرضوی، سوداگران، بریلی
۱۴	جشن عید میلاد النبی ﷺ، مقالہ	اردو	المجمع الرضوی، سوداگران، بریلی
۱۵	متعدد فقہی مقالات	اردو	مطبوعہ/ غیر مطبوعہ

۱۶	سعودی مظالم کی کہانی اختر رضا کی زبانی	اردو	مطبوعہ ماہنامہ سنی دنیا، سوداگران، بریلی
۱۷	المواہب الرضویہ فی الفتاوی الازہریہ	اردو	مطبوعہ دو جلد/ غیر مطبوعہ
۱۸	منحۃ الباری فی شرح البخاری	اردو	جامعۃ الرضا، بریلی شریف
۱۹	تراجم قرآن میں کنز الایمان کی فوقیت	اردو	اس پر کام جاری ہے
۲۰	الحق المبین	عربی	مطبوعہ المجمع الرضوی
۲۱	الصحابۃ نجوم الاھتداء	عربی	مطبوعہ دار المقطم، مصر
۲۲	شرح حدیث الاخلاص	عربی	المجمع الرضوی
۲۳	سد المشارع علی من یقول ان الدین یستغنی عن الشارع	عربی	دار المقطم، قاہرہ، مصر
۲۴	تحقیق ان ابا ابراھیم تارخ لا آزر	عربی	مطبوعہ دار المقطم، قاہرہ، مصر
۲۵	نبذۃ حیاۃ الامام احمد رضا	عربی	دار المقطم، قاہرہ، مصر
۲۶	مرآۃ النجدیہ بجواب البریلویہ (حقیقۃ البریلویہ)	عربی	دار المقطم، قاہرہ، مصر
۲۷	حاشیۃ الازھری علی صحیح البخاری	عربی	مطبوعہ مجلس برکات، مبارکپور
۲۸	حاشیہ المعتقد والمنتقد	اردو	مطبوعہ المجمع الرضوی، بریلی
۲۹	سفینۂ بخشش (دیوان)	عربی/ اردو	مطبوعہ متعدد بار، المجمع الرضوی، بریلی
۳۰	انوار المنان فی توحید القرآن	اردو	المجمع الرضوی، بریلی
۳۱	المعتقد المنتقد مع المعتمد المستند (ترجمہ)	اردو	المجمع الرضوی، بریلی
۳۲	الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی (ترجمہ)	اردو	ادارہ سنی دنیا، بریلی
۳۳	اھلاک الوھابیین علی توھین القبور المسلمین (تعریب)	عربی	المجمع الرضوی، بریلی
۳۴	شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام (تعریب)	عربی	شائع از سعودی، مطبع کا نام نہیں ہے
۳۵	الھاد الکاف فی حکم الضعاف (تعریب)	عربی	دار السنابل، دمشق
۳۶	برکات الامداد لاھل الاستمداد (تعریب)	عربی	جمعیۃ رضائے مصطفی، کراچی
۳۷	عطایا القدیر فی حکم التصویر (تعریب)	عربی	المجمع الرضوی، بریلی
۳۸	تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون (تعریب)	عربی	المجمع الرضوی، بریلی
۳۹	قوارع القھار فی رد المجسمۃ الفجار (تعریب)	عربی	دار النعمان للعلوم، دمشق
۴۰	سبحان السبوح (تعریب)	عربی	دار النعمان للعلوم، دمشق
۴۱	القمع المبین لآمال المکذبین	عربی	دار النعمان للعلوم، دمشق

۴۲	النبی الاکید (تعریب)	عربی	دارالنعمان للعلوم، دمشق
۴۳	حاجز البحرین (تعریب)	عربی	دارالنعمان للعلوم، دمشق
۴۴	فقہ شہنشاہ وآن القلوب بید المحبوب بعطاء اللہ (تعریب)	عربی	المجمع الرضوی، سوداگران، بریلی
۴۵	ملفوظات تاج الشریعہ	اردو	غیر مطبوعہ/قلمی
۴۶	تقدیم تجلیۃ السلم فی مسائل نصف العلم	اردو	اختر بکڈپو خواجہ قطب، بریلی
۴۷	ترجمہ قصیدتان رائعتان	اردو	غیر مطبوعہ/قلمی
۴۸	Few English fatawa	انگلش	ادارہ سنی دنیا، بریلی
۴۹	ازہر الفتاوی	انگلش	حبیبی دارالافتاء ڈربن، ساؤتھ افریقہ
۵۰	ٹائی کا مسئلہ	انگلش	ادارہ سنی دنیا، بریلی
۵۱	A Just Answer to the biased author	انگلش	سنی پبلکیشن ڈربن، ساؤتھ افریقہ
۵۲	فضیلت نسب (ترجمہ اراءۃ الادب لفاضل النسب)	اردو	مکتبہ سنی دنیا، بریلی
۵۳	ایک غلط فہمی کا ازالہ	اردو	برکات رضا، پور بندر، گجرات
۵۴	حاشیہ انوار المنان	عربی	المجمع الرضوی، سوداگران بریلی
۵۵	الفردۃ فی شرح قصیدۃ البردۃ	عربی	دارالنعمان للعلوم، دمشق الشام
۵۶	رویت ہلال	اردو	مشمولہ، ماہنامہ سنی دنیا، شمارہ جنوری ۲۰۱۲ء
۵۷	چلتی ٹرین پر نماز کا حکم	اردو	مشمولہ، ماہنامہ سنی دنیا، شمارہ جنوری ۲۰۱۲ء
۵۸	افضلیت صدیق اکبر و فاروق اعظم	اردو	جامعۃ الرضا بریلی شریف
۵۹	تعریب فتاوی رضویہ، جلد اول	عربی	زیر طبع
۶۰	لغات اختر	عربی	جامعۃ الرضا، بریلی شریف
۶۱	صلات الصفا بنور المصطفیٰ (تعریب)	عربی	زیر طبع

اب راقم کو حاصل ہونے والی کتابوں کا تعارف بھی پیش خدمت ہے۔ واضح رہے کہ راقم کے پاس حضور تاج الشریعہ کی کتابوں کی برقی فائل یعنی پی ڈی ایف ہیں اور جو دستیاب ہو سکیں ہیں ان کا ہی تعارف شامل مضمون کیا جا رہا ہے۔

آثار قیامت: قیامت برحق ہے جس پر ہر مسلمان کا یقین و اعتقاد ہے لیکن قیامت کا وقوع کب ہوگا یہ صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کی عطا سے نبی کریم ﷺ کو معلوم ہے۔ البتہ وقوع قیامت سے قبل کچھ علامات ظاہر ہوں گی جن کا ذکر نبی کریم ﷺ نے متعدد احادیث میں فرمایا ہے۔ اس رسالہ میں حضور تاج الشریعہ نے آثار قیامت ہی پر مبنی "کنز العمال" کی ایک حدیث کو موضوع بنایا ہے اور علامات قیامت کے تعلق سے بڑی نفیس گفتگو فرمائی ہے۔ مولانا عبد الرحیم نشتر فاروقی اس کتاب کا تعارف پیش کرتے ہوئے خامہ فرسا ہیں:

''زیر نظر کتاب ''علامات صغریٰ'' سے متعلق ''کنز العمال'' کی ایک ایسی حدیث پر مشتمل ہے جو تقریباً قیامت کی ۷۲ نشانیوں کو محیط ہے۔

مرشدی، ملاذی و استاذی حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج الشاہ المفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری بریلوی مدظلہ النورانی نے سب سے پہلے اس حدیث پاک کا سلیس ترجمہ فرمایا ہے، اس کے بعد صرف ان آثار و علامات پر کلام فرمایا ہے جو عام فہم نہ تھے اور جو علامات عام فہم اور واضح تھے اس کا ترجمہ ہی اس انداز میں فرمایا ہے کہ مزید کسی تشریح و توضیح کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔

حضور تاج الشریعہ نے جن علامات و آثار کی تشریح و توضیح کی ہے انھیں خاص طور پر ان کی مؤید احادیث کریمہ ہی سے واضح فرمایا ہے۔ اس طرح یہ کتاب'' آثار قیامت'' پر مشتمل حدیثوں کا ایک مبسوط اور نادر و دل آویز گلدستہ بن گئی ہے۔۔۔ اس کتاب کی سب بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں جو بھی بات کہی گئی ہے اسے حوالوں سے مدلل و مبرہن کیا گیا ہے''۔ (آثار قیامت، ص: ۹۔۱۰)

ٹائی کا مسئلہ: فقہ کا یہ مسلم اصول ہے کہ تشبہ بالکفر کفر ہے لیکن غفلت بھرے اس پر فتن دور میں مسلمان دانستہ یا غیر دانستہ طور پر شعار کفری اور مشابہت بالکفر اختیار کرنے میں دریغ بھی نہیں کرتے۔ انہیں میں ایک ''ٹائی'' بھی ہے جو عیسائیوں کا شعار مذہبی ہے اور جب یہ شعار مذہب نصاریٰ ہے تو اس کا شریعت میں کیا حکم ہوگا بالکل واضح ہے۔ اسی ٹائی کے مسئلے پر حضور تاج الشریعہ نے ''ٹائی کا مسئلہ'' نامی کتاب رقم فرما کر مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کی مکاریوں اور چال بازیوں سے آگاہ فرمایا اور مدلل انداز میں ٹائی کی شرعی حیثیت کی وضاحت فرمائی۔ اس رسالہ کی اہمیت و افادیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے احسن العلما حضرت سید مصطفی حیدر معروف بہ حسن میاں قادری برکاتی قدس سرہ لکھتے ہیں:

''اس (ٹائی کے) مسئلہ پر عزیز موصوف زید مجدہ نے بڑے اچھے اور سلجھے ہوئے انداز میں تحقیق فرماتے ہوئے اس کے سارے پہلوؤں کو سامنے رکھ کر نہ صرف یہ کہ خود اپنی کاوش سے دلائل شرعی و فقہی کی روشنی میں حکم شرعی کو واضح فرمایا ہے بلکہ اس موضوع پر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان اور ان کے والد ماجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کچھ فرمایا تھا اسے بھی ناظرین کے سامنے شرح و بسط سے بیان کر دیا ہے''۔ (ٹائی کا مسئلہ، ص: ۳)

ہجرت رسول: سیرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک انقلاب آفریں حصہ ''ہجرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' ہے بلکہ تاریخ اسلام نہیں نہیں بلکہ تاریخ عالم کا ایک روشن و منور باب ''ہجرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' ہے جس کے بعد اسلام و تعلیمات اسلام کے فروغ کا انوکھا دور شروع ہوا۔ سیرت رسول کے اس اہم موضوع ''ہجرت رسول'' پر حضور تاج الشریعہ نے اپنے قلم فیض رقم سے لکھا اور مختصر لکھا لیکن جامع اور مستند و معتبر کتب کی روشنی میں لکھا جو ایمان افروز بھی ہے اور انداز دل پذیر اور انوکھا ہے جس سے قاری کو ایک خوش گوار لطف کا احساس ہوتا ہے۔ ساتھ ہی حضور تاج الشریعہ نے ایک اعتراض کا جواب بھی اس رسالہ کے آخر میں عطا فرمایا۔ اعتراض یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تو مدینہ منورہ ہی کی طرف کیوں؟ کسی اور مقام کا انتخاب کیوں نہیں؟ اور پھر اسی جواب کے تحت کتب متقدمین کی روشنی میں دیگر مقدس مقامات پر مدینہ منورہ کی فضیلت بیان فرمائی۔ چناں چہ آپ اپنے رسالہ کو اس جملہ پر ختم شد فرماتے ہیں:

"جب مدینہ منورہ کی یہ خصوصیت ہے تو اس لحاظ سے مدینہ منورہ کو مکہ معظمہ پر فضیلت ثابت ہوئی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

طیبہ نہ سہی افضل، مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

(ہجرت رسول، ص:۳۱)

تصویروں کا حکم: تصویر کی حرمت احادیث مبارکہ اور اقوال علمائے کرام سے ثابت ہے۔ حرمت تصویر کی حدیث متواتر ہے جسے ۱۸/ سے زائد محدثین کرام نے اپنی تصنیف میں نقل فرمایا اور ۲۱/ سے زیادہ صحابہ کرام و تابعین سے یہ مروی ہے نیز اس کی حرمت چالیس سے زیادہ فقہ کی معتبر کتابوں سے ثابت ہے۔ حضور تاج الشریعہ کا رسالہ "تصویروں کا حکم" حرمت تصاویر پر مشتمل ہے جس کی تالیف کا سبب کیا بنا؟ خود مصنف اس تعلق سے لکھتے ہیں:

"اس شمارے (ماہ نامہ "المیزان" ممبئی فروری ۱۹۷۶ء) میں نہایت حیرت انگیز امر جس نے سب کو چونکا دیا اور جس پر تمام اصحاب فکر بلکہ ہر دینی شعور رکھنے والے کی نظریں جم گئیں، وہ عکسی تصاویر کے متعلق ایک استفتا ہے جو صورۃً استفتا ہے مگر انداز و اطوار کے اعتبار سے گویا فتویٰ ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ غازی ملت حضرت ہاشمی میاں صاحب صاحب زادۂ گرامی حضرت محدث اعظم صاحب کچھوچھوی علیہ الرحمہ کی طرف اس کی نسبت کی گی ہے۔ تصویر سازی کی حرمت کا مسئلہ متواتر المعنی احادیث مبارکہ و اقوال صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین و جماہیر سلف و خلف کی روشنی میں ایسا ظاہر ہے کہ اس کے متعلق خفا گمان کسی مسلمان پر نہیں ہو سکتا، چہ جائے کہ اس پر جو غازی ملت ہے اور مسلمان جسے اپنا مقتدا و پیشوا جانتے ہیں، کیا ایسا متواتر و ظاہر و باہر مسئلہ ہی محل نظر ہونے کو رہ گیا تھا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون،.... بہر کیف جب دعوت سخن دی گئی ہے تو ہم بھی حسب الحکم اس استفتا کا جواب لکھنے پر مجبور ہیں۔ ان شاء اللہ المولیٰ تعالیٰ مسئلہ حقاً آشکار کیا جائے گا۔ آگے اختیار بدست مختار۔ (تصویروں کا شرعی حکم، ص:۶۔۵)

اس رسالے کا معیار کیا اور علمائے اہل سنت نے اس رسالہ کو کس نگاہ سے دیکھا اس تعلق سے اسی کتاب کی تصدیق کرنے والے علمائے کرام حضور مفتی اعظم ہند اور بحر العلوم حضرت سید افضل حسین کی تصدیقی تحریر کا دو اقتباس پیش ہے۔ حضور مفتی اعظم ہند لکھتے ہیں:

"الحمد للہ، ماشاء اللہ "تصویروں کا شرعی حکم" میں نے سنا، بہت خوب لکھا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ قبول فرمائے اور جزائے خیر دے اور قبول فرمائے اور خدمت دین کی ایسی ہی مزید توفیق عطا فرمائے"۔ (ایضاً، ص:۳)

بحر العلوم تحریر فرماتے ہیں:

"جاندار کی تصویر بنانے کی حرمت میں احادیث کثیرہ شہیرہ ہیں۔ عزیزم محترم فاضل مکرم جناب علامہ اختر رضا خان سلمہ ربہ کا فتویٰ اس بارے میں نہایت قوی دلائل پر مشتمل ہے جو اوہام ضعیفہ اور شبہات خفیفہ کے ازالہ کے لیے کافی و وافی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اتباع حق کی توفیق بخشے۔ ھو الہادی"۔ (ایضاً، ص:۴)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد محترم کا اسم گرامی کیا تھا؟ اس تعلق سے بھی بحث کا سلسلہ رہا۔ بعض کو آیت کریمہ "وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً" سے اشتباہ ہوا کہ حضرت ابراہیم

کے والد کا نام" آزر" تھا لیکن یہ بھی محقق ہے کہ آزر حالت کفر میں مرا اور یہ بھی ثابت شدہ امر ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے تمام آبا و اجداد و امہات سب کے سب موحد تھے اور ان میں سے کوئی بھی کفر میں ملوث نہیں تھے۔اس وجہ سے ایک لوح انسان کشمکش کا شکار ہو جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم کے والد آزر تھے یا کوئی اور؟ اسی طرح کے ایک واقعہ اسلام پورہ بھیونڈی میں پیش آیا جس کے بعد حضور تاج الشریعہ سے استفتا کیا گیا جس کے جواب میں آپ نے کچھ تفصیلی جواب لکھا اسی فتویٰ کو" حضرت ابراہیم کے والد کا نام" کے نام سے مولانا شہاب الدین رضوی نے ترتیب دے کر رسالہ کی شکل میں"اسلامک ریسرچ سینٹر" کے تحت شائع کیا ۔راقم کے پیش نظر اس کی برقی فائل ہے جس کے صفحات ۳۹ رہیں لیکن ان میں بھی مکمل رسالہ حضور تاج الشریعہ کے فتویٰ پر مشتمل نہیں بلکہ صفحہ ر ۳ سے صفحہ ر ۱۲ تک حضور تاج الشریعہ کی تحریر ہے جس پر قاضی ملت حضرت قاضی عبد الرحیم بستوی قدس سرہ کی تصدیق بھی ہے۔ بقیہ کتاب میں حضرت مفتی غلام مجتبےٰ اشرفی بھیونڈی کی تحقیق و تحریر ہے۔اس رسالہ میں حضور تاج الشریعہ نے قوی دلائل سے ثابت فرمایا کہ حضرت ابرہیم کے والد صاحب" آزر" نہ تھے ساتھ ہی نبی کریم ﷺ کے اکابر کرام و امہات کریمہ کا مؤحد ہونا مضبوط حوالوں سے ثابت فرمایا۔ یہ رسالہ ضخامت میں تو مختصر ہے لیکن اس کے اندر کافی مواد جلوہ گر ہے جس سے ایک قاری کو صحیح نتیجہ تک رسائی بآسانی ہو جاتی ہے۔

دفاع کنز الایمان ج1،2: یہ کتاب کنز الایمان پر ہونے والے اعتراضات کے مسکت جواب پر مشتمل ہے۔اس کتاب میں حضور تاج الشریعہ نے دلائل و براہین کی روشنی میں امام احمد رضا کے محتاط اور عشق رسول ﷺ میں سرشار قلم سے ہونے والے ترجمۂ قرآن" کنز الایمان" کو مفسرین کرام کی تفاسیر، محققین حضرات کی تحقیق انیق کے عین مطابق اور مخالفین و معاندین کے اعتراضات بے جا کو بے اصل و بے بنیاد ثابت فرمایا ہے۔مزید اس کی خصوصیات مطالعہ کے بعد قارئین کو خود بخود معلوم ہو جائے گا۔ اس لیے اب مزید اپنی طرف سے کوئی تبصرہ نہ کر کے اس کتاب کے بارے میں ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی صاحب کی تحریر نذر قارئین ہے جو کتاب کے پس منظر، کتاب کی کتابت سے طباعت تک کے تمام مراحل اور پریشانیوں کی عکاسی کر رہی ہے۔ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

"زیر نظر کتاب مسمّی" دفاع کنز الایمان" جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب کا معرکۃ الآرا مقالہ ہے، جسے انہوں نے ۱۹۷۶ء میں دیو بندی مولوی امام علی قاسمی رائے پوری کی گمراہ کن کتاب" قرآن پر ظلم" شائع کردہ مدرسہ رئیس العلوم رائے پور ضلع کھیری لکھیم پور کے جواب میں قلم بند فرمایا تھا اور جو المیزان کے "امام احمد رضا نمبر" میں" امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن حقائق کی روشنی میں" کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔المیزان والوں نے علامہ موصوف کا پورا مقالہ بھی نہیں چھاپا تھا اور اس میں جگہ جگہ سے عربی عبارتیں اور حوالے بھی اڑا دیے تھے، البتہ اردو ترجمہ کو برقرار رکھا تھا۔

المیزان میں اس کی اشاعت کے بعد اس کی مانگ بڑھی تو علامہ موصوف نے اپنا مسودہ کتابت کے لئے دیا مگر کاتب صاحب اور پریس والوں نے سارا میٹر تباہ کر دیا اس طرح کتابی شکل میں یہ مقالہ نہ آسکا۔تقریباً ۱۱/سال بعد فقیر نے پرانا لکھا ہوا خستہ مسودہ حضرت علامہ موصوف سے حاصل کیا، اور مہینوں اس پر محنت کی تب جا کر کہیں مقالہ ترتیب میں آیا۔لیکن پھر اس پر ایک آفت آئی کہ نئے کاتب صاحب نے عربی کی عبارتیں جو الگ تھیں اور جن کے لئے تاکید تھی کہ انہیں بھی لکھنا ہے انہیں لکھا

ہی نہیں اور تین چوتھائی مقالہ کی کتابت جب لیکر آئے تب یہ راز کھلا کہ عربی عبارتیں انہوں نے بھی غائب کر دیں۔ اب لوگوں نے مشورہ دیا کہ عربی عبارت کو رہنے دیجئے۔ اس کتاب کو صرف علما ہی کے لئے تو شائع نہیں کرنا ہے، بلکہ طلبا اور عوام سب کے افادہ کے لئے اس کی اشاعت کرنی ہے۔ اس لئے عربی عبارات کے بغیر بھی مضمون پر کوئی اثر نہیں پڑیگا۔ بدقت تمام حضرت علامہ اس پر راضی ہوئے۔

اب دوسری آفت اور آن پڑی کہ تقریباً تیس صفحات کی کتابت کا تب صاحب حضرت علامہ اور فقیر کی غیر موجودگی میں گھر پر کسی غیر ذمہ دار شخص کو دے آئے اور اس نے وہ کتابت شدہ میٹر ہی غائب کر دیا۔ بڑی چھان بین کی گئی لیکن نہ ملنا تھا نہ ملا، لہٰذا مزید چند صفحات کا اضافہ کر کے مقالہ پھر سے مکمل کیا گیا اور اب موجودہ صورت میں فاضل گرامی مخدوم مکرم جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ ازہری صاحب قبلہ کی یہ تصنیف قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہے۔

زیر نظر کتاب اس حالت میں بھی کافی علمی و تحقیقی اور قیمتی ہے اور اس سے علما، طلبا، عوام سبھی فائدہ حاصل کریں گے۔ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن "کنزالایمان" کے سلسلہ میں لکھے جانے والے متعدد مضامین و مقالوں میں اس کی ایک نئی اور علمی شان ہے جس نے آج سے گیارہ سال قبل کنزالایمان کے سلسلہ میں فرزندان دیوبند کے کھولے گئے فتنے کا سد باب کر دیا تھا اور آج بھی اس طرح کے فتنوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے اور ان کے حملوں کو توڑنے کے لئے اس مقالہ کو ایک مستحکم قلعہ کی روپ میں کھڑا ہوا پائیں گے۔

(نوٹ) دہلی کے ایک دیوبندی مولوی قاسمی نے الجمعیۃ نامی اخبار میں چند سال قبل چند اعتراضات کنزالایمان کے سلسلے میں اور بھی اٹھائے تھے۔ ان کا بھی مسکت جواب حضور علامہ ازہری صاحب قبلہ نے دفاع کنزالایمان کے نام سے دیا تھا جو ماہنامہ سنی دنیا کے علاوہ دیگر سنی رسائل میں بھی شائع ہوئے تھے اور جن کی دو ایک قسطوں کو رضا اکیڈمی بمبئی اور سنی تبلیغی جماعت باسنی ناگور نے کتابی شکل میں بھی شائع کیا تھا۔ دفاع کنزالایمان کی ان دو قسطوں کو دفاع کنزالایمان حصہ دوم کے نام سے جلد ہی علاحدہ کتابی شکل میں پیش کیا جائے گا"۔

(دفاع کنزالایمان ص: ۹۳۔۱۳۵)

شرح حدیث نیت: مذہب اسلام میں نیت کو ایک خاص مقام حاصل ہے، بعض اعمال و اشغال ایسے ہیں کہ اگر نیت ہو تو اس پر ثواب مرتب ہوتے ہیں ورنہ نہیں، اور نیت میں بھی اگر خلوص ہے تو وہ نیت قابل قدر ہے ورنہ بے سود۔ شرح حدیث نیت حضور تاج الشریعہ کی ایک اہم تصنیف ہے جسے حضور تاج الشریعہ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب کو وقتاً فوقتاً لکھوایا کرتے اور ڈاکٹر صاحب اسے ماہنامہ "سنی دنیا" میں قسط وار شائع کر دیا کرتے پھر اسی قسط وار مضمون کو ڈاکٹر صاحب نے یکجا کر کے رسالہ کی شکل میں پیش کر دیا۔ راقم کے پیش نظر اسلامک ریسرچ سینٹر کے زیر اہتمام شائع ہونے والا نسخہ ہے جو چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ صفحہ ۴ پر حضور تاج الشریعہ کا پیش لفظ، صفحہ ۵ تا ۷ قاضی عبدالرحیم بستوی کا پیش گفتار ہے پھر حضور تاج الشریعہ کے ژرف نگار قلم سے حدیث "انما الاعمال بالنیات" کی عالمانہ، فاضلانہ، صوفیانہ توضیح و تشریح شامل ہے جس میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے نیت کسے کہتے ہیں، اس کے اثرات کن اعمال پر مرتب ہوتے ہیں، اس کے فوائد کس قدر بصیرت افروز ہیں، علمائے کرام کی اس بابت کیا رائے ہے اور ان کے مختلف خیالات کے ثمرات۔ اور صاحب پیش گفتار اس کتاب کے تعلق سے لکھتے ہیں:

"اگرچہ آپ کے معمولات کا دائرہ وسیع تر ہے، دورہ تبلیغ وفتویٰ نویسی جیسے اہم امور کے سبب آپ کی زندگی بے حد مصروف ہے ،لیکن اس کے باوجود زیر نظر رسالہ "شرح حدیث نیت" آپ کے وسعتِ علمی وبصیرت دینی کا حسین مرقع ہے، حدیث نیت کے بارے میں بہت عمدہ وگراں مایہ سرمایہ ہے اور اردو زبان میں نادر تحفہ ہے"۔ (شرح حدیث نیت، ص:۹)

تین طلاقوں کا شرعی حکم: نام سے ہی واضح ہے کہ کتاب کس موضوع پر ہے۔ کتاب شاندار لب ولہجہ اور فصیح وبلیغ اردو کا مرقع ہے۔ علاوہ ازیں اس کتاب میں کیا ہے اور اس کتاب کی تالیف کا سبب کیا بنا؟ اس کا جواب مولانا شہاب الدین صاحب کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں:

"۱۴۱۰ھ/ ۱۹۸۹ء میں پاکستان سے ایک غیر مقلد کا ایک کتابچہ اور اس کے ساتھ کچھ سوالات بغرض جواب جانشین مفتی اعظم کی خدمت میں آئے، آپ نے فوری طور پر جواب قلم بند فرمادیا، ان جوابات کو کتابی شکل میں پیش کیا جارہا ہے، مگر افسوس کہ ذخیرہ ڈاک میں وہ سوالات گم ہوگئے۔ کافی تلاش وجستجو کے بعد بھی دستیاب نہ ہوسکے۔ ان سوالات کا لب لباب یہ ہے کہ کیا بیک وقت تین طلاقیں دینے سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی یا تین؟ کتابچہ میں غیر مقلد نے لکھا کہ ایک ہی واقع ہوگی۔ جانشین مفتی اعظم نے مفصل ومدلل طور پر غیر مقلد کی بہتان طرازی، ذہنی اختراع، آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور متقدمین کی کتابوں سے کتر بیونت اور اس کی خیانتوں سے نقاب کشائی کی ہے؛ اور آپ نے قرآن کریم، احادیث، خلفائے راشدین، ائمہ مجتہدین اور علمائے سلف وخلف کے اقوال واعمال سے ثابت کیا ہے کہ یک بارگی تین طلاقیں دینے کی صورت میں بیوی پر تین ہی واقع ہوں گی۔ مزید برآں جانشین مفتی اعظم نے ان کی تضاد بیانیوں پر مضبوط گرفت بھی فرمائی ہے اور غیر مقلدین پر سوالات قائم کیے ہیں جو ان شاء اللہ قیامت تک ان کے سروں پر شمشیر برہنہ کی طرح لٹکتے رہیں گے اور وہ جواب دینے سے عاجز وقاصر رہیں گے "۔

(تین طلاقوں کا شرعی حکم، ص: ۴۔۳)

ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن: ٹی وی پر دینی پروگرام دیکھنا، دکھانا اور دینی پروگرام کی ویڈیو بنانا جائز ہے یا ناجائز؟ اس بارے میں علمائے اہل سنت کی تحقیقات مختلف ہیں اور ہر ایک کے پاس اپنے اپنے موقف پر دلائل ہیں نیز ہر ایک نے اپنے موقف پر کتابیں بھی تصنیف فرمائیں ہیں۔ انھیں کتابوں میں سے ایک حضور تاج الشریعہ کی "ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن" ہے جس کے نام ہی سے ظاہر ہے کہ صاحب کتاب نے اس میں مجوزین کے دلائل کا آپریشن کیا ہے۔ اس کتاب میں کیا ہے احسن العلما حضرت سید مصطفی حیدر حسن علیہ الرحمہ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

"حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضاخان صاحب برکاتی زید مجدہ قائم مقام حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ (فاضل ازہر) کا فتویٰ نافع تقویٰ، قاطع طغویٰ، دافع بلویٰ، زیر عنوان "ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن" لگ بھگ دیکھا، پڑھا اور سمجھا۔ بحمدہ تعالیٰ اپنے موضوع پر وہ نہایت ہی واضح اور مفصل انداز میں لکھا گیا ہے اور فاضل مجیب سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ہر ہر گوشہ پر دلائل شرعیہ کی روشنی میں بہترین اور عام فہم انداز میں گفتگو فرمائی ہے۔ مکابرہ اور مجادلہ، سخن پروری اور ہٹ دھرمی جیسی لایعنی چیزوں کو پرے ڈال کر پورے خلوص کے ساتھ احقاق حق اور ابطال باطل کی سعی بلیغ کی گئی ہے۔ مسئلہ کی پورے طور پر تحقیق فرمائی گئی ہے۔ لہٰذا اگر میں یہ کہتا ہوں کہ زیر نظر فتویٰ اپنے موضوع پر حرفِ آخر ہے تو یہ بات میرے نزدیک مبالغہ یا شاعری، بے جا حمایت یا طرف داری

نہیں بلکہ حقیقت واقعی کا کھلے دل سے اعتراف ہوگا"۔ (ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن، ص:۸۹)

چلتی ٹرین میں فرض وواجب نمازوں کا حکم: اس کتاب میں کیا ہے اس کو بیان کرتے ہوئے کتاب مذکور کے مقدمہ نگار مفتی شمشاد صاحب لکھتے ہیں: "حضور تاج الشریعہ نے اپنی اس کتاب میں مجلس شرعی کے فیصلے کے ہر حصہ پر مضبوط گرفت فرمائی ہے اور ان کے دلائل کا مختلف حیثیتوں سے منصفانہ جائزہ لیا ہے، مفہوم مخالف سے استدلال کی کمزوری کو بھی خوب خوب آشکار فرمایا ہے۔ کتاب کا سطر سطر حضور تاج الشریعہ کے علم واستدلال دقت نظر کا آئینہ دار ہے، مختلف جزئیات وشواہد سے اپنے موقف پر استدلال آپ کے تفقہ فی الدین اور قوت استنباط پر روشن دلیل ہے"۔ (چلتی ٹرین میں فرض وواجب نمازوں کا حکم، ص:۱۱)

جدید ذرائع ابلاغ سے رویت ہلال کے ثبوت کی شرعی حیثیت: یہ رسالہ حضور تاج الشریعہ کے آخری رسائل سے ایک ہے جس میں آپ نے دلائل وبراہین کی روشنی میں اس بات کو ثابت فرمایا ہے کہ متعدد ٹیلیفون اور موبائل سے حاصل شدہ خبر، خبر مستفیض نہیں اور اس بات کا بھی بیان ہے کہ قاضی کا اعلان اس کے پورے حدود قضا میں معتبر نہیں بلکہ شہر اور اطراف شہر تک محدود رہے گا۔ مذکورہ موضوعات پر آپ نے جہاں علمی تحقیقات کے جلوے بکھیرے ہیں وہیں قائلین جواز کے دلائل کا بھی بھرپور علمی جائزہ لیا اور ان کے شکوک وشبہات کا ازالہ فرمایا ہے۔ اس رسالہ کے تعلق سے مفتی شبیر حسن رضوی صاحب جامعہ اسلامیہ روناہی لکھتے ہیں:

"آج بعض تجدد پسند حضرات، فقہائے کرام کے متعین کردہ استفاضہ کے معنی ومفہوم میں تبدیلی اور بے جا تاویل کے درپے ہیں جو ہرگز قابل التفات نہیں، ایسے حالات میں حقیقت حال اجاگر کرنے اور امت مسلمہ کی صحیح رہنمائی کے لیے جانشین علوم امام احمد رضا تاج الشریعہ قاضی القضاۃ فی الہند علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ نے وہ فقہی وعلمی جواہر پارے بکھیرے اور نصوص فقہا سے مزین مقالہ سپرد قلم فرمایا کہ ہر انصاف پسند بلا چون وچرا تسلیم کرتا نظر آئے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ"۔

(جدید ذرائع ابلاغ سے رویت ہلال کے ثبوت کی شرعی حیثیت، ص:۲۸)

ایک غلط فہمی کا ازالہ: اردو زبان میں حضور تاج الشریعہ کا نہایت ہی مختصر کتابچہ جس میں خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سے امام اہل سنت کی محبت وعقیدت اور بعض کی طرف سے لگائے گئے بے بنیاد الزامات کا جواب ہے اس مختصر سے کتابچہ میں۔ راقم کے زیر نظر اسلامک ریسرچ سینٹر کے زیر اہتمام شائع نسخہ ہے جس میں ۶۴ رصفحات ہیں لیکن صفحہ ۴ تا ۱۰ ہی اصل موضوع پر ہے اس کے بعد حضور خواجہ غریب نواز کے حالات ڈاکٹر عاصم اعظمی کی کتاب "سلطان الہند خواجہ غریب نواز" سے ماخوذ ہے لیکن اخذ حضور تاج الشریعہ نے فرمایا یا کسی اور نے اس کی کوئی صراحت نہیں۔

ثبوت جلوس محمدی: ۷۴ رصفحات پر مشتمل یہ رسالہ کوئی مستقل رسالہ نہیں بلکہ ایک استفتا کا جواب ہے۔ اس میں بھی حضور تاج الشریعہ کی تحریر ص ۹ تا ۲۳ ہے اور علمائے اہل سنت کی تصدیق ہے پھر قاضی ملت قاضی عبد الرحیم صاحب قبلہ کا اسی استفتا کا جواب ہے اور آخری جواب مولانا سید شاہد علی رامپوری صاحب کا ہے۔ اس استفتا اور اس کے جواب کے پس منظر کو مولانا شہاب الدین رضوی صاحب اس طرح بیان کرتے ہیں:

"بریلی ضلع کے قریب ہلدوانی میں فروری ۱۹۸۰ء کو جلوس محمدی پر حکومتی طور پر پابندی لگادینے کے بعد مسلمانوں میں اضطراب پیدا ہوگیا، اور احتجاجی مظاہرہ کے بعد اجازت مل گئی، بعدہ یہی صورت حال رام پور شہر میں پیدا ہوئی تھی۔ نواب کلب علی

خان والی ریاست کے زمانہ میں عرصہ دراز تک جلوس نکلتا رہا، پھر مولوی وجیہ الدین احمد خان نے بدعت اور ناجائز قرار دے دیا۔ ۱۹۸۳ء/ ۱۴۰۴ھ میں آستانہ جمالیہ نقشبندیہ کے سجادہ نشین حضرت حافظ شاہ لئیق احمد جمالی نے اس پر علمائے کرام ومفتیان عظام سے استفتا قائم کیا جس پر ملک وبیرونِ ممالک مفتیانِ عظام نے فتاویٰ صادر فرمائے۔" (ثبوت جلوس محمدی، ص:۷)

سنو چپ رہو: کتب فقہ میں قرأت اور آداب قرأت کے باب بھی شامل ہوتے ہیں۔مذکورہ کتاب اسی سے متعلق ہے، اس کے معرض وجود میں آنے کا سبب مولانا ابوالسخا محمد عبدالرشید نوری ایم اے کے قلم سے سنیے:

" مسئلہ "حق نبی" صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے۔پانچ سال، دس سال، پندرہ سال پہلے بھی یہ مسئلہ علما سے پوچھا گیا ہے اور اس پر محقق علما نے جو جواب زبانی عطا فرمایا یہ وہی تھا جواب آپ تحریری شکل میں، کتاب ھذا میں پڑھ لیں گے۔ہاں بلاد عرب اور بلاد ہند کے علما کے سامنے یہ ایک نیا مسئلہ تھا، چنانچہ خانقاہ رضویہ کے ایک خانوادے، امام اہلسنت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے نبیرہ، اور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے نائب وجانشین، فاضل کل حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری الازہری دامت فیوضہم، جب پاکستان تشریف لائے اور انہوں نے یہاں لوگوں کو دیکھا کہ وہ دعا میں، امام وخطیب اور مقرر کی تقریر میں آیت درود شریف پڑھتے وقت ::دوران قرآت::حق النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نعرہ لگاتے ہیں تو مسئلہ بتائے بغیر نہ رہ سکے اور علی الاعلان جلسہ عام میں، مسئلہ ضرور یہ بیان فرمادیا، لوگوں نے یہ مسئلہ سنا اور سر تسلیم خم کر دیا، جو علما وہاں موجود تھے انہوں نے سراہا کہ حضرت نے صحیح وقت پر رہنمائی فرمائی ہے۔اسی مجمع میں صاحبزادے محمد زبیر صاحب بھی موجود تھے، موصوف کو اکابر سے اختلاف کا بہت شوق ہے۔کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ بعض اکابر علما نے ان کی تحریر کی اصلاح فرمائی مگر صاحبزادے اپنی رائے پر مصر رہے اور اکابر کی رائے کو تسلیم نہیں کیا، موصوف کو خود اپنے والد ماجد مرحوم ومغفور سے بعض مسائل میں عملاً اختلاف ہے۔چنانچہ اسی عادت قدیمہ مستمرہ کے تحت، صاحبزادے صاحب نے ایک سوال حضرت کو لکھ کر بھیج دیا جس کا جواب حضرت نے فوری دیا پھر اور سوال وجواب ہوئے، یہ تمام سوالات وجوابات من وعن، کتاب ھذا کی زینت ہیں۔قارئین اسے خود ہی پڑھ لیں گے، موصوف کے آخری سوال کے جواب میں حضرت ابھی لکھ ہی رہے تھے کہ صاحبزادے صاحب نے اپنی جلد بازی کی عادت کے تحت، خود ہی اپنے گھر کے ایک فرد کے نام سے سوال ترتیب دے کر جواب لکھا، اور بہت سے علما سے تصدیقات کرا کے رسالہ شائع کرایا۔موصوف نے اپنے رسالہ میں جو دلائل پیش کئے ہیں، ان میں سے کئی کا جواب تو حضرت ان کو پہلے دے چکے تھے۔باقی کے جواب بھی حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں مدظلہ نے اس رسالہ پر اب تک کی آخری گفتگوئے ھذا میں مرحمت فرمادئے ہیں۔جن کو قارئین پڑھ لیں گے۔ (سنو چپ رہو، ص:12۔13)

المعتقد المنتقد اور المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد کا اردو ترجمہ: المعتقد المنتقد علم کلام میں ایک معرکۃ الآرا کتاب ہے اس کتاب کا نام تاریخی ہے جس سے ۱۲۷۰ھ برآمد ہوتی ہے۔یہ کتاب عالم جلیل حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی (۱۲۱۳ھ/م ۱۲۸۹ھ) کی تصنیف ہے اور اس کتاب پر حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی کی فرمائش پر مولانا احمد رضا خاں صاحب نے حواشی تحریر کئے جس کا تاریخی نام المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد (۱۳۲۰ھ) ہے۔یہ دونوں عربی زبان میں ہیں۔حضرت نے معاصر علما کے اصرار پر اس کا اردو ترجمہ کیا ہے۔اس کتاب کے اردو ترجمے کی ضرورت اور اہمیت کا اندازا اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ اس پر

ہندوپاک کے ۲۲ جید علمائے کرام کی تقریظیں اور آرا شامل ہیں۔ اس ترجمہ کی ضرورت واہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے قاضی شہید عالم رضوی، جامعہ نوریہ بریلی شریف لکھتے ہیں:

"الحمدللہ! یہ دونوں (المعتقد المنتقد اور المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد) کتابیں بعض مدارس میں داخل درس ہیں اور باقاعدہ تعلیم دی جاری رہی ہے لیکن بعض مدارس اہل سنت میں اب بھی داخل درس نہیں ہیں۔ ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ ایک تو علم کلام میں فلسفیانہ مباحث داخل ہو جانے کی وجہ سے یہ فن دیگر فنون کے مقابلہ میں ادق اور مشکل سمجھا جاتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان دونوں کتابوں کے ادق مباحث کے حل کے لیے اب تک کوئی عام فہم حاشیہ یا شرح نہیں لکھی گئی جس میں تمام عبارتوں کی تشریح اور مشکل الفاظ وتراکیب کی تنقیح اور تحلیل کی گئی ہو۔

رہا امام احمد رضا کا حاشیہ تو وہ درحقیقت مسائل کلامیہ کی تحقیق وتدقیق پر مشتمل ہے، اس میں محشی علام قدس سرہ نے خاص خاص مقامات میں تنقیح وتشریح فرمادی ہے، تمام الفاظ وعبارات کی تنقیح وتشریح کا التزام نہیں فرمایا ہے۔ اس لیے ضرورت تھی کہ متن وحاشیہ دونوں کی تشریح یا حاشیہ یا ترجمہ تحریر کیا جائے تاکہ داخل درس کرنے میں جو رکاوٹ ہے وہ دور ہو سکے۔

مجاہد سنیت قائد اہل سنت عالی جناب حضرت مولانا شعیب صاحب (جو تاج الشریعہ، فقیہ اسلام جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب قبلہ مدظلہ کے خویش بھی ہیں اور خلیفہ بھی) نے اس ضرورت کو محسوس کیا اور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں متن وحاشیہ دونوں کا ترجمہ تحریر فرمانے کی گزارش کی اور حضور تاج الشریعہ نے بھی ان کی گزارش کو منظور فرمالیا، چوں کہ حضرت کو اطمینان وسکون کے ساتھ بریلی کی سرزمین پر رہنے کا موقع بہت کم ہی میسر ہوتا ہے لہٰذا جب تبلیغ وارشاد کے دورے پر سری لنکا کے سفر پر روانہ ہوئے حسن اتفاق کہ حضرت مولانا شعیب صاحب اور تاج الشریعہ کے خلف الرشید حضرت مولانا محمد عسجد رضا صاحب مدظلہ ہمراہ ہوئے، کتاب "المعتقد المنتقد" ساتھ رکھ لی گئی۔

بالآخر مورخہ 7/ جمادی الآخرہ ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۳/ اگست ۲۰۰۳ء بروز ہفتہ بعد نماز مغرب لنکن گھڑی سے سات بج کر ۲۵/ منٹ پر اور انڈین ٹائم سے چھ بج کر ۵۵/ منٹ پر بر مکان الحاج عبدالستار صاحب رضوی کولمبو سری لنکا، ترجمہ تحریر کرنے کے اس عظیم کام کا آغاز کر دیا گیا"۔ (المعتقد المنتقد، ص:8۔ 9)

اس طرح اس عظیم متن وحاشیہ کے ترجمہ کا کام شروع ہوا۔ شروع تو ہوا اور اس کا طریقہ کار کیا ہوتا؟ اس کو بیان کرتے ہوئے قاضی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"جس طرح یہ کتاب اپنے موضوع میں منفرد ولاثانی ہے اسی طرح ترجمہ کا انداز بھی عام تراجم سے بالکل مختلف اور منفرد ہے۔ ایک تو حضرت کی نگاہ کمزور، دوسری بات کتاب کا خط نہایت باریک، حضرت کے لیے عبارت دیکھ کر ترجمہ کرنا مشکل امر تھا۔ لہٰذا عالی جناب حضرت مولانا شعیب صاحب عبارت پڑھتے جاتے اور تاج الشریعہ فی البدیہہ ترجمہ بولتے جاتے اور مولانا شعیب صفحہ قرطاس پر تحریر کرتے جاتے، جہاں جہاں موقع میسر ہوتا ترجمہ کا عمل جاری وساری رہتا، حتیٰ کہ ٹرین اور پلین پر بھی یہ مبارک کام موقوف نہ رہا۔ اس طرح اس ترجمہ کا بعض حصہ لنکا میں لکھا گیا اور بعض حصہ ملاوی اور بعض حصہ ٹرین اور پلین پر اور کچھ حصہ بریلی شریف میں قیام کے دوران لکھا گیا"۔ (ایضاً، ص:10)

اور پھر یہ عظیم کام کب اور کتنے ماہ میں پایہ تکمیل کو پہنچا، قاضی صاحب قبلہ لکھتے ہیں:

"ان گوناگوں مصروفیات کے باوجود چھ ماہ کی قلیل مدت میں ترجمہ کا کام مکمل فرما دیا لیکن بعض وجوہات کے پیش نظر اشاعت میں اتنی تاخیر ہوئی"۔ (ایضا،ص:۱۵)

الوہ المنان فی توحیدالقرآن: یہ علم کلام کے موضوع پر حضور سیدی اعلی حضرت کی لاجواب کتاب ہے جو کلام لفظی اور کلام نفسی کی تحقیق پر مشتمل ہے۔ دراصل یہ کتاب آواز کی حقیقت سے متعلق رسالہ "الکشف شافیا حکم فونو جرافیا" میں آنے والے علم کلام کی معرکۃ الآرا اور نہایت دقیق مسئلہ "کلام لفظی وکلام نفسی" پر بحث ہے جس کا آپ نے الکشف شافیا میں ضمناً شامل فرمایا۔ اس اہم رسالہ کو حضور تاج الشریعہ نے اردو کا جامہ پہنایا تاکہ اس سے استفادہ آسان تر ہو، ساتھ ہی مشکل اور مغلق مقامات کی تشریح حضرت نے قوسین کے درمیان کی ہے اور بعض مقامات پر حاشیہ بھی تحریر کیا ہے۔ یہ کتاب المعتقد مع المعتمد کے ترجمہ کے ساتھ ضم کر کے جامعۃ الرضا، بریلی نے شائع کیا ہے۔ یہ کتاب ص ۲۱۸ تا ۲۷۴ صفحات پر مشتمل ہے پہلی بار ۲۰۰۸ء میں شائع ہوئی تھی۔

القول الفائق بحکم الاقتداء بالفاسق: ایسا شخص جس کی داڑھی حد شرع سے کم ہو، وہ امامت کا اہل ہے یا نہیں؟ اس کا جواب پاکستان کے مفتی حضرت مولانا ڈاکٹر غلام سرور قادری جامعہ رضویہ ماڈل ٹاؤن، پاکستان نے لکھا۔ اس میں انہوں نے جواز کا قول کیا وہی سوال وجواب حضور تاج الشریعہ کے پاس بھیجے گئے۔ حضرت نے اس کا جواب لکھا اور مفتی صاحب کی سخت گرفت فرمائی اور بدلائل ثابت فرمایا کہ داڑھی منڈانے یا حد شرع سے کم کرانے والا فاسق معلن ہے جس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے ۔ یہ رسالہ "فتاوی بریلی" میں شامل ہے۔ جس کی ترتیب مولانا عبدالرحیم نشتر فاروقی اور مفتی یونس رضا مونس صاحبان نے دی ہے ۔ الرضا مرکزی دارالاشاعت، ۸۲ سوداگران، بریلی نے ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ء میں شائع کیا ہے۔ فتاوی بریلی میں یہ رسالہ صفحہ ۴۰ر سے شروع ہوکر صفحہ ۵۲ر پر ختم ہے۔

تعلیقات الازہری علی صحیح البخاری وعلی حواشی المحدث السہارنفوری: حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کی دینی خدمات میں سے سب سے اہم اور عظیم حاشیۂ بخاری ہے۔ اس حاشیہ میں کون کون سی خوبیاں پوشیدہ ہیں، اس کی نقاب کشائی کرتے ہوئے مولانا سلمان ازہری استاذ جامعہ اسلامیہ روناہی، فیض آباد رقم طراز ہیں:

"اس میں آپ نے نہ صرف احادیث کریمہ کے معانی ومفاہیم کو بیان فرمایا ہے بلکہ اسماء الرجال، جرح وتعدیل، اور فقہی مذاہب کو پر کشش انداز بیان میں پیش کرنے کے ساتھ ساتھ معمولات اہل سنت وجماعت کو احادیث کریمہ اور اقوال واعمال صحابہ وعلما کی روشنی میں اجاگر کرتے ہوئے بدمذہبوں کے عقائد فاسدہ ونظریات باطلہ کا رد بلیغ فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں صحیح بخاری کے محشی محدث احمد علی سہارن پوری کا علمی وفکری تعاقب بھی کیا ہے"۔ (تجلیات تاج الشریعہ،ص:۲۷۶)

حقیقۃ البریلویہ المعروف بہ مرآۃ النجدیہ: تاج الشریعہ کی ایک نہایت اہم کتاب ہے جو بدنام زمانہ مصنف "احسان الٰہی ظہیر" کی ہفوات واتہامات سے لبریز بدنام زمانہ کتاب "البریلویہ" اور اس کے مقدمہ نگار "قاضی عطیہ محمد سالم" کی طرف سے مصنف کی بے جا تعریف اور اہل سنت پر غلط الزامات سے بھری تقدیم کا نہ صرف رد بلیغ ہے بلکہ منہ توڑ جواب بھی ہے۔ علاوہ ازیں اس

کتاب میں عقائد و معمولات اہل سنت کے صحیح خدوخال کی وضاحت اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ کی شخصیت کا مختصر مگر صحیح تعارف بھی ہے۔ اس کتاب کے بارے میں ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی صاحب لکھتے ہیں: "مرآۃ النجد یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے ہے، اس کتاب میں ان کے تمام عقائد و خیالات کی وضاحت ہے جن پر ان کا عمل ہے اور جو کتاب و سنت سے متصادم ہیں"۔ (تجلیات تاج الشریعہ، ص: ۴۰۵)

تحقیق أن أبا ابراہیم "تارح" لا "آزر": اس رسالہ میں حضور تاج الشریعہ نے کیا تحریر فرمایا ہے، اس کی تفصیل خود آپ نے ان الفاظ میں بیان فرمائی: "ابھی ۲۰۰۰ء کے بعد امام ابومنصور موہوب بن ابوطاہر احمد بن محمد بن خضر المعروف "امام جوالیقی" اللغوی بغدادی (ولادت: ۴۶۶ھ، وفات: ۵۳۹ھ، بغداد) کی کتاب "معرب من الکلام الاعجمی علی حروف المعجم" پر نظر پڑی جس پر شیخ احمد شاکر کی تعلیق ہے۔ اس کی تعلیق میں شیخ شاکر نے یہ لکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام "آزر" ہے۔ میں نے اس تعلیق کے رد میں اپنا رسالہ "تحقیق أن سیدنا أبا ابراہیم تارح علیہ السلام ولیس آزر" لکھا"۔ (تجلیات تاج الشریعہ، ص: ۴۰۹)

اور غلام مصطفیٰ رضوی صاحب مالیگاؤں اس کتاب پر تعارفی تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "زیر تبصرہ کتاب میں تاج الشریعہ نے جہاں والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے موحد ہونے کا ثبوت پیش کیا ہے وہیں سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد ماجد کے نام کی بھی تحقیق بیان فرمائی ہے اور کتب تفاسیر و احادیث سے بہترین انداز میں دلائل و براہین سے بات کو باوزن کیا ہے۔ چوں کہ قرآن کریم کی آیت سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے والد "آزر" تھے اور اس طرح کفر کی بنیاد بتاتے ہیں۔ چناں چہ تاج الشریعہ کا رضوی قلم مسئلہ کی حقیقت واضح کرنے کے لیے اٹھا اور مستحکم دلائل سے ثابت کر دیا کہ "آزر" ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا اور آپ کے والد کا نام "تارح" تھا"۔ (تجلیات تاج الشریعہ، ص: ۴۳۴-۴۳۵)

فقہ شہنشاہ و ان القلوب بید المحبوب بعطاء اللہ: امام اہل سنت کی بارگاہ میں کان پور سے سید آصف صاحب نے ایک سوال ارسال فرمایا جس کا تعلق امام ہی کے نعتیہ دیوان کے دو مصرع سے تھا۔ سوال یہ تھا:

"التماس مرام اینکہ ان دنوں جناب والا کا دیوان نعتیہ کمترین کے زیر مطالعہ ہے۔ بصد آداب ملازمان کی خدمت بابرکت میں ملتمس ہوں کہ وہ مصرع کے الفاظ شرعاً قابل ترمیم معلوم ہوتے ہیں اور غالباً اس ہیچمدان کی رائے سے ملازمان سامی بھی متفق ہوں اور در صورت عدم اتفاق جواب باصواب سے تشفی فرمائیں ؎

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو

اس مصرع میں لفظ "شہنشاہ" خلاف حدیث ممانعت در بارۂ قول ملک الملوک ہے بجائے "شہنشاہ" اگر "مرے شاہ" ہو تو کسی قسم کا نقصان نہیں، دوسرا یہ مصرع حضرت غوث اعظم قدس سرہ کی تعریف میں ؎

بندہ مجبور ہے خاطر پہ ہے قبضہ تیرا

صحیح حدیث شریف سے ثابت ہے کہ دل خداوند کریم کے قبضۂ قدرت میں ہیں، اور وہی ذات مقلب القلوب ہے، چونکہ اس ہیچمداں سراپا عصیان کو ملازمان جناب والا سے خاص عقیدت و ارادت ہے۔ لہٰذا امیدوار ہے کہ یہ تحریر محض الدین النصح (دین نصیحت ہے ۔ت) پر محمول فرمائی جائے، بندہ فدوی نے کسی اور غرض سے نہیں لکھا"۔ (فتاویٰ رضویہ، ج: ۲۱، ص: ۳۳۹-۳۴۰)

سید آصف صاحب کے مذکورہ سوال کے جواب میں امام اہل سنت نے ایک طویل جواب رقم فرمایا جسے آپ نے "فقہ شہنشاہ وان القلوب بید المحبوب بعطاء اللہ" کے نام سے موسوم فرمایا۔ جس میں آپ نے لفظ "شہنشاہ" کا مفہوم اور نبی کریم ﷺ کے لیے لفظ "شہنشاہ" کے استعمال کو بدلائل صحیح ثابت فرمایا اور یہ بھی ثابت فرمایا کہ بیشک محبوبان خدا کا بعطاء الٰہی دلوں پر قبضہ ہے۔

نہایت اہم اور قیمتی ابحاث پر مشتمل اس اردو رسالہ کو حضور تاج الشریعہ نے عربی زبان میں منتقل فرمایا۔ راقم کے پیش نظر اس کے دو نسخے ہیں۔ ایک نسخہ "المجمع الرضوی" بریلی شریف کے زیر اہتمام شائع ہوا ہے جو ۵۴ صفحات پر مشتمل ہے اور صفحہ ۳ سے اصل رسالہ شروع ہے۔ دوسرا نسخہ "دار المقطم للنشر والتوزیع" کے تحت شائع ہوا ہے جس میں صفحہ ۱۳ تا ۲۷ اصل رسالہ ہے اور "کلمۃ الاعداد" نے دو صفحے اپنے نام کیے ہیں۔ اس کے بعد سات صفحات میں امام اہل سنت اور حضور تاج الشریعہ کی حیات وخدمات کی مختصر جھلک پیش کیے گئے ہیں اور صفحہ ۴۷ تا آخر مصادر ومراجع کی فہرست ہے۔

الأمن و العلی لناعتي المصطفی بدافع البلاء: رسول گرامی وقار ﷺ کی ایک صفت "دافع البلاء" ہے۔ جب اس صفت کے ماننے کو شرک سے تعبیر کیا گیا تو امام احمد رضا خان نے حضور ﷺ کے دافع البلاء ہونے کے اثبات میں یہ رسالہ تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ ایک مقدمہ، دو باب اور ایک خاتمے پر مشتمل ہے۔ جیسا کہ اس رسالے میں ہے:

"یہ مختصر جواب موضع صواب متضمن مقدمہ و دو باب وخاتمہ۔
مقدمہ اتمام الزام وتمہید مرام میں عائدہ قاہرہ وفائدہ زاہرہ پر مشتمل۔" (رسائل رضویہ الامن والعلی، ص:۲۰۲)

اس رسالے کے مضامین کے بارے میں منیر العین فی تقبیل الابہامین میں ہے:

"یہ حدیثیں حضرات وہابیہ کی جان پر آفت ہیں انہیں دو ۲ پر کیا موقوف فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے بجواب استفتائے بعض علمائے دہلی ایک نفیس وجلیل وموجز رسالہ مسمیٰ بنام تاریخی "الأمن و العلی لناعتي المصطفی بدافع البلاء" (۱۳۱۰ھ) ملقب بلقب تاریخی "إکمال الطامة علی شرک سوی بالأمور العامة" تالیف کیا۔

نیز اس رسالہ میں کیا ہے اس تعلق سے منیر العین میں ہے:

"یہ مختصر رسالہ کہ چار ۴ جز سے بھی کم ہے ایک سو تیس ۱۳۰ سے زیادہ فائدوں اور تیس ۳۰ آیتوں اور ستر ۷۰ سے زیادہ حدیثوں پر مشتمل ہے جو اس کے سوا کہیں مجتمع نہ ملیں گے بحمد اللہ تعالیٰ اُس کی نفاست، اُس کی جلالت، اُس کی صولت، اُس کی شوکت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔" (ایضا منیر العین، ص)

حضور نبی کریم ﷺ کے مشکل کشا، حاجت روا، دافع بلا اور صاحب عطا ہونے پر مشتمل امام اہل سنت کے اس قیمتی رسالہ کی حضور تاج الشریعہ نے تعریب کی اور ساتھ ہی تحقیق وتعلیق بھی اس پر لکھی ہیں۔ دنیائے عرب میں بے حد مقبول ہے۔ دار النعمان للعلوم، دمشق سادات سے ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء میں چھپی ہے۔ کتاب درمیانی بڑے سائز میں ۲۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ صفحہ ۹ تک مصنف کے حالات درج ہیں اور صفحہ ۱۰ تا ۱۳ حضور تاج الشریعہ کے حالات قلم بند ہیں۔ صفحہ ۱۴ تا ۱۶ دمشق کے محدث حضرت شیخ عبد الجلیل العطا البکری کی تقدیم شامل اشاعت ہے۔

شمول الإسلام لأصول الرسول الكرام: یہ رسالہ اواخر شوال المکرم ۱۳۱۵ھ میں معرض تحریر میں آیا، جیسا کہ اسی رسالے کے آخر میں ہے:

"الحمدللہ یہ موجز رسالہ اواخر شوال المکرم ۱۳۱۵ھ کے چند جلسوں میں تمام اور بلحاظ تاریخ "**شمول الإسلام لأصول الرسول الكرام**" نام ہوا۔" (فتاوی رضویہ ج:۳۰ ص:305)

اس رسالے میں کیا ہے خود امام اہل سنت کی زبانی سنئے، آپ لکھتے ہیں:

"مذہب صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے والدین کریمین حضرت سیدنا عبداللہ اور حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالی عنہما اہل توحید و اسلام و نجات تھے، بلکہ حضور کے آباء و امہات حضرت عبداللہ و آمنہ سے حضرت آدم و حوا تک مذہب ارجح میں سب اہل اسلام و توحید ہیں۔ قال اللہ تعالی: اَلَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ۲۱۸ وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ۲۱۹

اس آیہ کریمہ کی تفسیر سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا نور ایک نمازی سے دوسرے نمازی کی طرف منتقل ہوتا آیا۔ اور حدیث میں ہے کہ رب عزوجل نے نور اقدس کی نسبت فرمایا کہ اسے اصلاب طیبہ و ارحام طاہرہ میں رکھوں گا اور رب عزوجل بھی کسی کافر کو طیب و طاہر نہ فرمائے گا، اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ۔ اس بارے میں ہمارا ایک خاص رسالہ ہے شمول الإسلام لأصول الرسول الكرام۔ اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خاص اس باب میں چھ رسالے لکھے۔" (فتاوی رضویہ ج:۱۳ ص:۲۷۳)

امام اہل سنت کے اس رسالہ کی بھی حضور تاج الشریعہ نے تعریب و تحقیق کی ہے اور حضرت کے صاحب زادے اور جانشین مولانا عسجد رضا قادری نے اپنے صرفہ سے چھپوائی ہے۔ مراجع کتب و مآخذ کی تخریج و تفتیش مولانا محمد شعیب رضا قادری نے کی ہے۔ پیش نظر جو نسخہ ہے اس میں مطبع کا نام نہیں اور کتاب ۱۲۸ صفحات کو محیط ہے۔

الصحابة نجوم الاهتداء: یہ رسالہ حضور تاج الشریعہ کی علم حدیث میں درک پر دال ہے۔ اس رسالے کے معرض وجود میں آنے کا سبب حضرت قاضی عیاض مالکی کی مشہور و معروف کتاب "الشفاء بتعریف حقوق المصطفی" پر تعلیق کرنے والے نے حدیث پاک "**اصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم**" پر تعلیق کرتے ہوئے اسے موضوع قرار دیا ہے۔ اس کی تردید کرتے ہوئے حضور تاج الشریعہ نے اس رسالہ کو ترتیب دیا۔ جیسا کہ تاج الشریعہ تحریر فرماتے ہیں:

"وبعد فقد عثرت لبعض الحدثاء، على كلام في حديث اورده في الشفاء، وهو "اصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم" ادعى في تعليقه على الكتاب المذكور أن الحديث موضوع، ولا يتم له هذا الادعاء. ها أنا ذا أنقل فيما يلي كلامه ثم أتبعه بما يقطع مرامه وبالله أستعين هو حسبي ونعم المعين.

قال تحت الحديث المذكور في الشفاء: موضوع: ذكره الذهبي في الميزان (۱/۱۴۱) في ترجمة جعفر بن عبد الواحد الهاشمي، ونقل قول الدار قطني عنه: يضع الحديث، وقال ابو زرعة: روى أحاديث لا اصل لها، وذكر هذا الحديث من بلاياه، وانظر: التلخيص الحبير لابن حجر (۲۰۹۸)، والاحكام لابن حزم (۶/۶۱)"۔

یعنی مجھے بعض روایات کی بنا پر اس حدیث کے بارے میں کلام (اعتراض) کا علم ہوا جو شفا شریف میں وارد ہے اور وہ یہ

ہے کہ اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم ہے۔ اس نے کتاب مذکور پر اپنی تعلیق میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے حالاں کہ ان کا یہ دعویٰ مکمل نہیں۔ لو میں مندرجہ ذیل ان کے کلام کو نقل کرتا ہوں پھر اس کے بعد اس کو ذکر کروں گا جو ان کے مقصود کا رد کرے گا اور میں اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں وہ مجھے کافی ہے اور اچھا مددگار ہے۔

انہوں نے حدیث مذکور کے تحت شفا میں موضوع کہا ہے ذہبی نے اس کو میزان میں ذکر کیا ہے جعفر بن عبد الواحد ہاشمی کے ترجمے میں، اور انہوں نے دار قطنی کا قول اس کے بارے یضع الحدیث نقل کیا ہے یعنی یہ اس حدیث کو موضوع کہتے ہیں، اور ابو زراعہ نے کہا ہے ایسی چند احادیث روایت کی گئی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں اور اس حدیث کو بے اصل روایتوں کا حصہ ذکر کیا ہے۔ ابن حجر کی التلخیص الحبیر اور ابن حزم کی احکام ملاحظہ فرمائیں۔

حضور تاج الشریعہ نے اس میں صحابہ کرام کی عظمت واہمیت اچھے لب ولہجہ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ بالخصوص حدیث پاک "**اصحابی کالنجوم بأیہم اقتدیتم اہتدیتم**" پر تفصیل سے بحث کی اور اس مفہوم کی متعدد حدیثوں کو زیر بحث لے کر آئے اور اس حدیث کی فنی حیثیت کیا ہے، موضوع ہے یا نہیں، فن اصول حدیث کے ساتھ اس کا جائزہ لیا ہے۔ دار المقطم للنشر والتوزیع نے اس کو شائع کیا ہے۔ راقم السطور کے پیش نظر رسالے کا جو نسخہ ہے اس میں مذکورہ رسالہ کے ساتھ ساتھ "تحقیق ان آبا ابراہیم" تارح "لا" آزر" بھی ضم ہے اس طرح اس مجموعہ کے مکمل صفحات ۱۰۸ رہیں جن میں سے از ابتدا تا ۶۲ زیر تبصرہ کتاب ہے۔

الحق المبین: ابوظبی سے ایک مجلہ "الھدیٰ" نکلتا تھا۔ جس میں مذہب حقہ کے خلاف نظریات سامنے آئے۔ اس کا رد حضور تاج الشریعہ نے عربی میں لکھا ہے اور اسے الحق المبین کے نام سے موسوم کیا ہے۔ جیسا کہ حضور تاج الشریعہ لکھتے ہیں:

"فقد مر بنظری کلمة مؤلمة فی مجلة "الهدیٰ" الصادرة من ابو ظبی ملأی بالاکاذیب و الافتراءات علی اهل السنة و امام اهل السنة مولانا احمد رضا خان قدس سره و لاشك أن كل هذه الاكاذيب انما تلقته المجلة من اناس من الهند همهم الافتراء علی اهل السنة و الجماعة و علمائها لاسیما امام اهل الاسلام شیخ المسلمین العلامة احمد رضا خان اکرم الله مثواه فی الدار المقام و قد زعم قائل هذه الكلمة ما نصه: ظهرت فی البلاد بدعة جديدة من بدع الطوائف الخارجة عن الاسلام و المسلمين وهی البريلوية و رداً علیه اقول: نسبتنا اهل السنة و الجماعة الی البریلویة دون الدیوبندیة من الهند و الذی اهمهوا به من الخروج عن الاسلام و المسلمین هم احق به و اجدر و هذه التهمة بهم الصق و نحن نحمد الله عن هذه التهمة براء"۔ (الحق المبین، ص:۳)

یعنی اہل سنت اور امام اہل سنت پر افترا وجھوٹ سے بھرپور ابوظبی سے شائع ہونے والا مجلہ "الھدیٰ" کی اندوہ ناک باتیں میرے نظر سے گزری۔ اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ یہ جھوٹی باتیں کچھ ہندوستانی (دیو مذہب) کی طرف سے مجلہ کو پہنچی جنہوں نے اہل سنت وجماعت اور علمائے اہل سنت وجماعت خصوصاً شیخ الاسلام والمسلمین علامہ احمد رضا خان پر بہتان کا ارادہ کیا ہے اور اس نظریہ کے قائل نے گمان کیا کہ بلاد ہندوستان میں اسلام ومسلمان سے خارج بدعتی فرقہ جدیدہ، بریلویہ ہیں۔ اس کا رد کرتے ہوئے میں کہتا ہوں کہ ہم اہل سنت کی نسبت بریلویہ کی طرف ہندوستانی دیو بندیوں کی مرہون منت ہے اور جس کے

سبب وہ دیو بندی ہمیں اسلام اور مسلمان سے خارج گردانتے ہیں وہی اس کے مستحق اور سزاوار ہیں اور یہ تہمت ان کے ساتھ چسپاں ہے اور الحمد للہ! ہم تو اس تہمت سے بری الذمہ ہیں۔

اس رسالہ کے مکمل صفحات ۴۵ رہیں۔ اور مفتی یونس رضا مونس اویسی نے اسے مرتب فرمایا جبکہ مولانا شعیب نعیمی صاحب نے اس کی تصحیح کی اور مولانا عبد رضا صاحب نے اس کتاب کی طباعت واشاعت کا اہتمام کیا۔

عطایا القدیر فی حکم التصویر: امام اہل سنت کی بارگاہ میں شہر احمد آباد سے ایک استفتا آیا جس کے الفاظ اس طرح ہیں:

"ان دنوں شہر احمد آباد میں کا پیاں فوٹو گراف کی قیمت ۲۰/ کے بک رہی ہیں اور نمونہ اصل خدمت میں آپ کی مرسل ہے آپ اس کو ملاحظہ فرمائیں، یہ فوٹو حضرات پیر ابراہیم بغدادی عم فیضہ الصوری ولہ حموی سجادہ نشین خانقاہ حضرت غوث اعظم حضرت پیران پیر قدس سرہ العزیز کا ہے اس کو احمد آبادی وغیرہ تبرک کے طور پر رکھتے ہیں اس کا رکھنا مکانوں میں حرام ہے یا نہیں؟ اور جن مکانوں میں یہ فوٹو ہوگا ان میں رحمت کے فرشتے آئیں گے یا نہیں؟ اور اس فوٹو کے رکھنے سے برکت نازل ہوگی یا نہیں؟ اور تصور شیخ جمانے کے لئے فوٹو شیخ کا سامنے رکھ کر اس کا تصور جمانا شریعت وطریقت میں جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بیانا شافیا توجروا اجرا وافیا۔

(فتاویٰ رضویہ ج: 24، ص:)

اس استفتا کے جواب میں آپ نے دلائل وبراہین حرمت تصاویر ثابت فرمائی اور یہ جواب اس قدر طویل ہوا کہ ایک رسالہ کی شکل اختیار کر گیا۔ یہ رسالہ اردو زبان میں امام اہل سنت نے تحریر فرمایا تھا لیکن اس کے استفادہ کو عرب ممالک میں آسان بنانے کی غرض سے حضور تاج الشریعہ نے اس کی تعریب اور تحقیق فرمائی۔ راقم کے پیش نظر جو نسخہ ہے وہ ۵۵ رصفحات کو شامل ہے۔ اس کی بھی ترتیب مفتی یونس رضا مونس اویسی اور تصحیح مفتی شعیب رضا نعیمی نے کی اور مولانا عبد رضا صاحب نے "المجمع الرضوی" کے زیر اہتمام اس کی طباعت واشاعت کا فریضہ انجام دیا۔

الھاد الکاف فی حکم الضعاف: امام اہل سنت کی بارگاہ میں سوال آیا کہ اذان میں کلمہ اشھد ان محمداً رسول اللہ سُن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟ تو اس کے جواب میں امام اہل سنت نے رسالہ بنام "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" پیش کر دیا جو "الہاد الکاف فی حکم الضعاف" کے نام سے مشہور ہوا۔ اس رساہ کی تعریب کا فریضہ حضور تاج الشریعہ نے عربوں کی فرمائش پر انجام دیا۔ راقم کے پاس حضور تاج الشریعہ کی تعریب کردہ مذکورہ کتاب نہیں بلکہ مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر گجرات کا نسخہ ہے جس کی تعریب مولانا منظر الاسلام ازہری نے کی ہے۔ اس لیے اس رسالہ پر کوئی تبصرہ نہ کر کے مفتی یونس رضا مونس اویسی صاحب کا تبصرہ پیش ہے، آپ لکھتے ہیں:

"یہ اعلیٰ حضرت کی اردو تصنیف ہے۔ حدیث ضعیف، اصول حدیث پر لاجواب کتاب ہے۔ اس کا ترجمہ بھی حضرت نے عربوں کی فرمائش پر کیا ہے۔ یہ کتاب دار السنابل، دمشق، سوریا اور دار الحادی، بیروت لبنان سے ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء میں شائع ہوئی۔ عرب دنیا نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور عربی علما نے اس پر تقریظیں لکھیں۔ بعض کی تحریریں کتاب کے آخر میں درج ہے۔ یہ کتاب ۲۸۰ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ شائع ہوئی ہے"۔ (سوانح تاج الشریعہ، ص: ۱۲۱)

قوارع القہار علی مجسمۃ الفجار: قرآن مجید کی آیات متشابہات پر آریہ اعتراضات کے تحقیقی جواب پر مشتمل اور

جسمیتِ باری تعالیٰ کے قائل فاجروں پر قہر فرمانے والے (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے سخت مصیبتیں ڈھانے والا یہ رسالہ "قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار" کے نام سے موسوم ہے جبکہ تاریخی لقب "ضربِ قہاری" ہے۔ اس رسالہ کو امام اہل سنت نے کس قدر مصروفیت کے باوجود تحریر فرمایا نیز اس میں کیا کیا تحریر فرمایا، امام اہل سنت خود فرماتے ہیں:

"الحمدللہ کہ یہ مختصر اجمالی جواب پانزدہم شہر النور والسرور ماہ مبارک ربیع الاول ۱۸ ۱۳ھ ہجریہ قدسیہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ کو باوصف کثرتِ کار و ہجوم اشغال تعلیم و تدریس و مجالس مبارکہ میلاد سراپا تقدیس وقت فرصت کے قلیل جلسوں میں تمام اور بلحاظ تاریخ قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار نام ہوا اس التزام کے ساتھ کہ مسئلہ مکان میں صرف اسی شخص کی سنداً گنائی ہوئی کتابوں کی عبارتیں پیش کروں گا، عدد ڈھائی سو ضرب تک پہنچا اور اس کی مستند کتابوں میں بھی تفسیر ابن کثیر موجود نہ تھی ورنہ ممکن تھا کہ عدد اور بڑھتا، یونہی کتاب العلو مضطرب متہافت اور اس کے علاوہ پاس بھی نہ تھی اور اگر قلم کو اس مخالف کی اس قدر جائے تنگ میں محصور نہ کیا جاتا تو ضربوں کی کثرت لطف دکھاتی، پھر بھی ان معدود سطور پر ڈھائی سو کیا کم ہیں۔ وباللہ التوفیق، واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ الہادی الی سواء الطریق وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی الکریم محمد وآلہ وبارک وسلم اجمعین"۔ (فتاویٰ رضویہ ج:۲۹،ص:)

استفادہ عام کے لیے حضور تاج الشریعہ نے اس رسالہ کو بھی عربی کا جامہ پہنایا۔ راقم کے زیر مطالعہ "دار المقطم للنشر والتوزیع" کا نسخہ ہے جس کی تحقیق و ترتیب کا کام مولانا محمد اسلم رضا شیوانی نے کیا ہے جو کہ ۲۷۷ رصفحات پر پھیلا ہوا ہے۔

سد المشارع فی الرد علی من یقول ان الدین یستغنی عن الشارع: یہ کتاب بھی اپنی مثال آپ ہے اس میں حضور تاج الشریعہ نے ایک باطل نظریہ اور ناقص فتویٰ کا کارد کیا ہے۔ نظریہ یہ کہ مذہب اسلام کسی کا محتاج نہیں یہاں تک کہ شارع علیہ السلام حضرت محمد مصطفی ﷺ کا بھی نہیں اور ظلم تو اس وقت ہوا کہ اس باطل فتویٰ کو کتاب و سنت سے ثابت اور صحیح بتایا گیا۔ اور یہ نظریہ سراسر اسلام کے خلاف ہے اور یہودی ذہن رکھنے والوں کا ہے۔ یہ کتاب کل ۱۰۳ رصفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کو **دار المقطم للنشر والتوزیع** نے شائع کیا ہے۔

تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون: طاعون کے خوف سے مقام خوف سے فرار ہونا کیسا ہے؟ جواز فرار کی صورت میں، حدیث فرار عن الطاعون (جو بخاری میں عبدالرحمن بن عوف سے مروی ہے) کے کیا معنی ہوں گے؟ عدم جواز کی صورت میں، فرار عن الطاعون کس درجے کی معصیت ہے، کبیرہ یا صغیرہ؟ گناہ کبیرہ یا صغیرہ پر اصرار کرنے والا شرعاً کیسا ہے؟ طاعون سے جان کے خوف سے فرار کرنے والے یا فرار کی ترغیب دینے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ عدم جواز کی صورت میں فرار عن الطاعون، سے فرار کرنے والا اور ترغیب دینے والا ایک درجہ میں معصیت کے مرتکب ہوں گے یا کم زیادہ؟ طاعون سے فرار کو بمقابلۂ حدیث حرمت فرار عن الطاعون، جائز ہی نہیں بلکہ بلا دلیل شرعی احسن سمجھنا شرعاً کیسا ہے؟ بمقابلہ حدیث صحیح کے کسی صحابی کا قول یا فعل جو مخالف حدیث صحیح کے ہو کیا اصول احکام شریعت کے اعتبار سے قابل تقلید یا عمل ہوگا؟ قولی حدیث کے مقابلہ میں کیا صحابی کے فعل کو ترجیح دی جائے گی؟

اس طرح کے اور بھی کئی سوالات کے جواب پیش کرتا ہوں۔ امام اہل سنت کا ایک اہم رسالہ "تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون" ہے جس کی تعریب و تحقیق نیز جا بجا تقریر مفید حضور تاج الشریعہ کے قلم سے المجمع الرضوی بریلی شریف کے

زیر اہتمام شائع ہوا۔ اس کی ترتیب مفتی یونس اویسی صاحب اور تصحیح مفتی مظفر حسین رضوی اور مفتی عبدالرحیم نشتر فاروقی نے کی۔ یہ رسالہ ۷۴ صفحات کو شامل ہے۔ اس رسالہ کے بارے میں مرتب صاحب قبلہ لکھتے ہیں:

"مجھے اتنا ہی کہنا کافی ہوگا کہ حضور تاج الشریعہ کی تبحر علمی کسی سے مخفی نہیں اس رسالہ کی تعریب پڑھ کر یہ محسوس کریں گے کہ ہم کسی عرب عالم کی تحریر سے لطف اندوز ہو رہے ہیں"۔ (تیسیر الماعون، ص: ۴)

شرح حدیث الاخلاص: حدیث "انما الاعمال بالنیات" کی تشریح وتوضیح کرتا ہوا حضور تاج الشریعہ کا ایک انوکھا رسالہ ہے جس سے علم حدیث میں آپ کی وسعت نظر کا بھی علم ہوتا ہے ساتھ ہی یہ رسالہ آپ کی فقہ وفتاویٰ، تصوف اور نحو ولغت اور کتب اسلاف پر آپ کی گہری نظر کا منہ بولتا ثبوت ہے کیوں کہ اس رسالہ میں آپ نے جہاں مذکورہ حدیث کی محدثانہ تشریح فرمائی ہے وہیں فقیہانہ، صوفیانہ، نحویانہ اور عارفانہ کلام بھی فرمایا ہے۔ یہ رسالہ المجمع الرضوی سے مولانا محمد عسجد رضا خان صاحب کے زیر اہتمام شائع ہوا ہے جو ۳۴ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کو داماد تاج الشریعہ مفتی محمد شعیب رضا نعیمی صاحب نے مرتب فرمایا اور مفتی مطیع الرحمٰن رضوی نظامی صاحب نے اس کی تصحیح کا کام انجام دیا۔

اہلاک الوہابیین علی توہین قبور المسلمین: یہ رسالہ راقم کے پیش نظر نہیں ہے اس لیے مفتی یونس رضا مونس اویسی صاحب کی معلومات پر اکتفا کیا جاتا ہے، آپ لکھتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت کی اردو تصنیف ہے حضرت نے اس کا عربی ترجمہ کیا ہے۔ اس میں وہ مسائل درج ہیں جن کی اشاعت شیخ نجدی محمد بن عبدالوہاب نے کی تھی۔ اعلیٰ حضرت اس نظریہ سے متفق نہیں ہیں۔ لہٰذا انہوں نے اپنے نظریات کو قرآن واحادیث کی روشنی میں پیش کیا ہے۔ المجمع الرضوی ۸۲ سوداگران، بریلی نے شائع کی ہے۔ اس نسخہ میں حضرت نے بخاری شریف پر جو حاشیہ لکھا ہے وہ موضوع کی مناسبت سے اس کے شروع میں ضم ہے۔ یہ کتاب ۸۰ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ سن طباعت درج نہیں ہے"۔

(سوانح تاج الشریعہ، ص: ۱۲۲)

برکات الامداد لاہل الاستمداد: اہل اللہ سے مدد طلب کرنا ایک جائز امر ہے نہ کہ شرک۔ اسی تعلق سے امام احمد رضا خان کی بارگاہ میں اس طرح سوال ہوا:

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آیہ ایاک نستعین کے معنی وہابی یوں بیان کرتا ہے کہ استعانت غیر حق سے شرک ہے۔

دیکھ حصر نستعین اے پاک دیں استعانت غیر سے لائق نہیں
ذات حق بیشک ہے نعم المستعان حیف ہے جو غیر حق کا ہو دھیان

اور علمائے صوفیہ کرام کا عقیدہ یوں ظاہر کرتا ہے کہ حضرت مصلح الدین سعدی شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی ایمان تھا کہ ؎

ندارم غیر از تو فریاد رس
(ہم تیرے سوا کوئی فریاد کو پہنچنے والا نہیں رکھتے۔ ت)

اور حضرت مولانا نظامی گنجوی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی دعا میں عرض کرتے تھے۔

بزرگا بزرگی دہا بیکسم　　توئی یاوری بخشش ویاری رسم

(اے بزرگ! بزرگی عطا فرما کہ میں بیکس ہوں، تو ہی حمایت کرنے والا اور میری مدد کو پہنچنے والا ہے)

اور حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا قصہ دلچسپ وعبرت دلہا بیان کرتا ہے جو تحفۃ العاشقین میں لکھا ہے کہ ایک روز آپ نماز پڑھ رہے تھے جب نستعین پر پہنچے بیہوش ہوکر گر پڑے، جب ہوش ہوا فرمایا: جب رب العالمین ایاک نستعین فرمائے اور میں غیر حق سے مانگوں مجھ سے زیادہ بے ادب کون ہوگا، دوسری آیت شریف جناب ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے قصہ کی کہ انی وجہت وجھی للذی سے بیان کرتا ہے اور بہت سی آیت شریفہ اور حدیث پاک اور قول علماء وصوفیہ بتاتا ہے لہذا مستدعی خدمت عالی ہوں کہ تردید اس کی مرحمت ہو کہ اس وہابی سے بیان کروں جواب قرآن کا قرآن سے، حدیث کا حدیث سے، اقوال کا اقوال سے، ارشاد فرمایئے گا اور معنی لفظی ہوں"۔　　(فتاویٰ رضویہ، ج:۲۱، ص:)

مذکورہ سوالات کے جواب میں جب امام اہل سنت نے قلم اٹھایا تو مکمل ایک رسالہ ہی معرض وجود میں آ گیا لیکن یہ رسالہ اردو میں ہونے کے سبب عرب ممالک میں اس سے استفادہ آسان نہیں تھا اس لیے" برکات الامداد" کی برکتوں سے مالا مال کرنے کے لیے حضور تاج الشریعہ نے اس کی تعریب فرمائی اور جمعیۃ رضاء مصطفیٰ، کراچی، پاکستان نے شائع کیا ہے۔ اس کی تخریج ابوالبرکات محمد ثاقب اختر القادری صاحب نے کی اس کتاب پر حضرت کا اصلی نام محمد اسماعیل الازہری درج ہے۔ یہ کتاب ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

الفردۃ فی شرح البردۃ: مدحت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں امام عشق حضرت علامہ امام بوصیری کی مشہور ومعروف کتاب "قصیدۃ البردۃ" کی اب تک ایک نہیں بلکہ کئی ایک اچھی اور قیمتی شروحات منظر عام پر آ ئیں، ان میں ایک نہایت اہم شرح حضور تاج الشریعہ کے رضوی قلم سے منصۂ شہود پر آنے والی کتاب "الفردۃ فی شرح البردۃ" ہے جس میں علمی وفنی گفتگو بھی ہے اور علوم متداولہ مثلاً نحو وصرف، معانی وبیان، ادب ومنطق، علم کلام وعلم حدیث اور علم فقہ واصول فقہ وغیرہ کی اصطلاحات اور انکی تعریفات بھی ہیں اور اکابر علمائے اہلسنت کی کتابوں سے عقائد اہلسنت کا اثبات بھی۔ خصوصاً جابجا اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کی تصنیفات سے معمولات اہلسنت کی وضاحت بھی ہے نیز دگر شارحین کے تسامحات پر تنبیہ بھی گو یا حضور تاج الشریعہ کی یہ شرح "الفردہ فی شرح البردہ" سابقہ تمام شروح کی جامع اور قاری کی تشنگی کو دور کرنے والی ہے۔

قصیدہ بردہ شریف میں کل دس فصلیں ہیں۔ پہلی فصل غزلیات میں ہے۔ اس فصل میں حضرت تاج الشریعہ نے علم نحو وصرف اور علم معانی وبیان کے اعتبار سے شرح فرمائی ہے۔ دوسری فصل نفس امارہ کے بیان میں ہے۔ اس میں حضرت نے مذکورہ علوم وفنون کے ساتھ ساتھ علم تصوف وروحانیت سے بھی کام لیا ہے۔ تیسری فصل مدح نبوی علیہ الصلوۃ والسلام پر مشتمل ہے۔ اس میں حضور والا نے اپنے جد کریم سیدی اعلیٰ حضرت اور دگر اکابر علمائے اہل سنت کی کتب سے عشق رسالت کا درس دینے کے ساتھ عقائد ومعمولات اہلسنت کا واضح بیان فرمایا ہے اور احادیث مبارکہ سے حضور علیہ السلام کے فضائل وشمائل بیان فرمائے ہیں۔ چوتھی فصل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں ہے۔ اس میں میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم منانے کی مشروعیت پہ بحث کی ہے۔ اور دلائل وبراہین سے ثابت فرمایا ہے کہ میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم منانا ایسا نیک عمل ہے جسے مسلمانوں نے اپنے آباؤ اجداد سے ورثے میں پایا ہے

۔پانچویں فصل حضور اکرم ﷺ کے معجزات کے بیان میں ہے۔اس فصل کی شرح میں کثرت کے ساتھ آیات واحادیث نقل کی ہیں۔چھٹی فصل شرف قرآن کے بیان میں ہے۔اس کے اشعار کی شرح میں علم عقائد کی مشہور ومعرکۃ الآرا بحث کلام باری کے تعلق سے انتہائی فاضلانہ اور پرمغز بحث کی ہے اور کلام نفس وکلام لفظی کی بحث میں اعلیٰ حضرت کے رسالے"انوار المنان فی توحید القرآن" سے نقول پیش کئے ہیں اور شرف قرآن کے متعلق بحث امام اہل سنت کی تصنیف لطیف" انباء الحی ان کلامه المصون تبیان لکل شئی" سے پیش فرمائی ہے۔ساتویں فصل معراج کے بیان میں ہے اس کے اشعار کی شرح میں آپ نے واقعہ معراج میں مذاہب مختلفہ ،معراج کے متعلق روایات مختلفہ میں جمع وتطبیق، واقعہ معراج کے رات میں ہونے کی حکمت اور رویت باری تعالیٰ سے متعلق قیمتی ابحاث شامل ہیں۔آٹھویں فصل نبی کریم ﷺ کے جہاد کے بیان میں ہے،نویں فصل حبیب خدا ﷺ کی ذات بابرکت کو وسیلہ بنانے کے بیان میں ہے اور دسویں فصل مناجات اور عرض حاجات کے بیان میں ہے۔

درج بالا اردو عربی کتب ورسائل تاج الشریعہ راقم الحروف کے پاس برقی فارمیٹ (یعنی پی ڈی ایف) میں دستیاب تھے جس سے حضور تاج الشریعہ کے کتب ورسائل کا مختصر مختصر تعارف پیش کیا گیا۔مزید کتب راقم کے پاس نہیں اور نہ فی الوقت کہیں سے حاصل ہونے کی سبیل اس لیے مزید چند کتب ورسائل کا تعارف مفتی یونس رضا اویسی صاحب قبلہ کی کتاب "سوانح تاج الشریعہ" سے من وعن نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

فضائل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق: یہ سیدی اعلیٰ حضرت کی عربی تصنیف "الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی" (سب سے بڑے تقوی والے کی سبقت کے دریا کا صاف ستھرا پاکیزہ ترین پانی) کا اردو میں بامحاورہ ترجمہ ہے۔

پیش لفظ کے تحت مولانا عبد المبین نعمانی لکھتے ہیں:

" یہ کتاب اب تک زیور طبع سے محروم تھی، جانشین مفتی اعظم ،وارث علوم مجدد اعظم ،مرجع اہلسنت امام ملت حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری قادری بریلوی دامت برکاتہم القدسیہ صدر مفتی مرکز اہلسنت بریلی کا خدا بھلا کرے کہ انہوں نے اس کتاب عظیم وجلیل کو سنبھال کر رکھا اور اس کی اشاعت کا انتظام کیا اور اردوداں طبقے کے افادے کی غرض سے اس کا نہایت سلیس اور رواں اردو ترجمہ بھی فرمایا جو ہم پر موصوف کا احسان عظیم ہے"۔

یہ کتاب پہلی بار ادارہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران ،بریلی نے صفر ۱۴۱۵ھ/ اگست ۱۹۹۴ء میں شائع کی ہے۔ یہ کتاب ۲۱۶ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔اس کتاب کو ادارہ معارف نعمانیہ ،لاہور، پاکستان نے کمپوز کرا کے شاندار ٹائٹل کے ساتھ صفر ۱۴۲۸ھ/ مارچ ۲۰۰۷ء میں شائع کیا ہے۔یہ نسخہ ۲۱۴ صفحے پر پھیلا ہوا ہے۔ (سوانح تاج الشریعہ،ص:117)

تقدیم مجلیۃ الاسلم فی مسائل من نصف العلم: "مجلیۃ الاسلم" اعلیٰ حضرت کی اردو تصنیف ہے۔اس پر حضور تاج الشریعہ کی بڑی زوردار تقدیم ہے۔حضرت تقدیم میں لکھتے ہیں:

ان (اعلیٰ حضرت) کی یہ تصنیف بھی فوائد گراں قدر کا خزانہ اور تنقیح وتصحیح کا مجلی آئینہ ہے ہمارا قصد بعونہ تعالیٰ یہ ہے کہ یہاں بعض فوائد نفیسہ کا اجمالی بیان کردیں اور بعض ابحاث عالیہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ جو عربی عبارت میں ہیں ان کا ترجمہ وخلاصہ کریں۔

یہ رسالہ حضور تاج الشریعہ کی کوشش سے پہلی بار زیور طبع سے آراستہ ہوا، وہ لکھتے ہیں:

سیدنا اعلیٰ حضرت کے گنجینۂ جواہر کا ایک اور انمول موتی ہدیہ ناظرین ہے۔ میری مراد رسالہ مبارکہ ؛؛ تجلیۃ السلم فی مسائل من نصف العلم ؛؛ سے ہے جواب تک زیور طبع سے آراستہ نہ ہوا تھا رسالہ کیا ہے مسائل میراث میں اپنے نام کے مصداق مشعل راہ ہدایت ہے جس سے نہ مبتدی کو بے نیازی نہ منتہی کو استغنا۔

یہ رسالہ اعلیٰ حضرت کا تحریر کیا ہوا ہے مگر اس کی ابتدا میں تقدیم حضور تاج الشریعہ کی تحریر کردہ ہے۔ (ایضا،ص:۱۱۸)

النھی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید : یہ اعلیٰ حضرت کی اردو تصنیف ہے۔ حضرت نے اس کی تعریب کی ہے۔ فضیلت الشیخ عبد الجلیل العطا البکری محدث دمشق نے کتاب پر تقدیم اور مصنف و معرب کے مختصر حالات لکھے ہیں یہ کتاب بھی دار النعمان للعلوم، دمشق نے ۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء میں طبع کرائی۔ ٹائٹل نہایت عمدہ ہے ٹوٹل صفحات ۹۶ ہیں درمیانی سائز سے بڑی ہے۔ (ایضا،ص:122)

نہایۃ الزین فی التخفیف عن ابی لھب یوم الاثنین : یہ عربی زبان میں ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے۔ ولادت کی خوشخبری ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے ابولہب کو دی۔ اس خوشی میں ابولہب نے ثویبہ کو آزاد کر دیا۔ اس عمل کی وجہ سے پیر کے دن ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔ اس کو بعض حضرات نے کہا کہ یہ جھوٹ ہے۔ اس پر حضور تاج الشریعہ نے اپنی تحقیق پیش کی۔ ۱۸ ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ/ ۲۸ نومبر ۲۰۱۰ء کو مدینہ منورہ میں یہ سوال در پیش ہوا۔ (ایضا،ص:127)

حضرت خطبہ کے بعد لکھتے ہیں:

"فقد سئلت وانا بالمدینۃ المنورۃ یوم الاحد ۱۸ ذی الحجہ ۱۴۳۱ الموافق ۲۸ نوفمبر ۲۰۱۰ء عما یزعمہ المعترض علی ما ورد فی الحدیث عن ثویبۃ مرضعۃ النبی ﷺ وانہ یخفف عنہ العذاب یوم الاثنین لذالک زعم المعترض أن الحدیث کذب لما زعم من معارضۃ الأیات والاجماع"

اس کتاب پر دمشق کے محدث شیخ عبد الجلیل العطا البکری نے تقدیم اور مصنف کے مختصر حالات لکھے ہیں۔ اس میں ٹوٹل ۴۸ صفحات ہیں۔ کتاب بڑے سائز میں ہے۔ سن اشاعت ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲ء درج ہے۔

ترجمہ قصیدتان رائعتان: اعلیٰ حضرت کے عربی قصیدے ہیں، قصیدتان رائعتان کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ یہ مدارس کی درس نظامی میں فن ادب میں پڑھائے جاتے ہیں۔ مولانا محمد مطیع الرحمن نظامی، استاذ جامعۃ الرضا، بریلی شریف کے اصرار پر حضرت نے اس قصیدے کا اردو ترجمہ املا کروایا ہے۔ ترجمہ قلمی شکل میں جامعۃ الرضا بریلی میں محفوظ ہے۔ (ایضا،ص:128)

العطایا الرضویہ بالفتاوی الازہریہ : یہ حضرت سے کیے گئے عربی سوالات کے عربی میں جوابات ہیں۔ اس میں بیشتر مستفتی علما ہیں یا عربی حضرات ہیں۔ مرکزی دار الافتاء، ۸۲ سوداگران، بریلی کے نقل فتاوی رجسٹر میں قلمی صورت میں محفوظ ہیں۔ ان میں سے کچھ کمپوز کئے جا رہے ہیں تا کہ جلد زیور طباعت سے آراستہ کیا جا سکے۔ (ایضا،ص:128)

ملفوظات تاج الشریعہ: اس میں وہ علمی شہ پارے ہیں جن کا تعلق فرمودات و ارشادات سے ہے۔ تقریباً تین سو صفحات پر مشتمل ہے۔ کمپوز ہو چکا ہے۔ جلد ہی مطبوع ہو کر منظر عام پر لایا جائیگا۔ قلمی صورت میں مرکزی دار الافتاء میں محفوظ ہے۔ یہ ملفوظات

اردو زبان میں ہیں۔ (ایضا،ص:129)

مبدۃ حیاۃ الامام احمد رضا: یہ عربی زبان میں ہے۔حضور تاج الشریعہ نے اس میں سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی سوانح عمری بڑے مختصر انداز میں تحریر کی ہے۔حضرت نے اعلی حضرت کی جن کتابوں کی تعریب کی ہے ان کے شروع میں یہ سوانح عمری شامل اشاعت ہے۔ (ایضا،ص:129)

سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح ،دامان باغ سبحان السبوح ،القمع المبین لآمال المکذبین:
یہ تینوں کتابیں اعلی حضرت کی تصنیف لطیف ہیں۔جن کی تعریب وتحقیق حضرت نے کی ہے۔ہر سہ رسالہ کا تعلق اس مسئلہ سے ہے کہ ایک گروہ اس عقیدہ کا حامل ہے جو کہتا ہے کہ(معاذ اللہ) خدا جھوٹ بول سکتا ہے بلکہ یہاں تک لکھ دیا کہ جھوٹ بول چکا ۔اس ناپاک عقیدے کی اسلام میں کوئی جگہ نہیں۔اسی نظریہ کے بطلان میں سیدنا امام احمد رضا نے یہ مذکورہ کتابیں لکھی ہیں۔یہ معرب کتاب دار النعمان للعلوم ،دمشق نے ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲ء میں یکجا طبع کرائی ہے۔ان تینوں کتابوں پر محدث شیخ عبد الجلیل العطا البکری کی تقدیم اور مصنف ومعرب کے حالات درج ہیں۔سبحان السبوح میں ٹوٹل ۱۷۰ صفحات ہیں۔دامان باغ میں ۱۸ صفحات ہیں اور القمع المبین ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔کتاب کے بیک ٹائٹل پر تعارف کتاب مکتوب ہے۔کتاب درمیانی بڑے سائز میں ہے۔ (ایضا،ص:129)

نموذج حاشیۃ الازہری علی صحیح البخاری: قرآن شریف کے بعد سب سے اصح کتاب بخاری شریف ہے۔حضرت نے بعض مقام پر حاشیہ لکھا ہے اور بعض پر محشی احمد علی صاحب کی عبارت پر گرفت کی ہے۔جس کا ایک حصہ ؛؛نموذج حاشیۃ الازہری؛؛ کے نام سے المجمع الرضوی ۸۲ سوداگران ،بریلی سے طبع کرایا ہے۔ٹوٹل ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں عربی میں مفتی قاضی عبد الرحیم بستوی علیہ الرحمہ کی تقریظ ہے۔اور کلمۃ المرتب کے نام سے راقم نے محدث ازہری کی بعض خوبیوں کو اجاگر کیا۔رسالہ کی ترتیب کا کام راقم السطور نے کیا ہے۔

سفینۂ بخشش: یہ حضور تاج الشریعہ کا دیوان ہے جس میں اردو کے علاوہ عربی اور فارسی میں اشعار کہے گئے ہیں۔اختر تخلص ہے۔حضرت قادر الکلام شاعر ہیں۔شاعری حضرت کو ورثے میں ملی ہے۔زبان وبیان سلیس شستہ اور رواں دواں ہے۔حضرت کے کلام میں اعلی حضرت،حضور مفتی اعظم ہند،اور استاذ زمن علامہ حسن کا رنگ بجا طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔حضرت کا دیوان نہایت مقبول ہے ۔ہند وپاک سے متعدد مرتبہ منظر عام پر آچکا ہے۔اسے پاکٹ سائز میں المجمع الرضوی ۸۲ سوداگران ،بریلی نے بھی شائع کیا ہے ۔سن اشاعت درج نہیں ہے۔اسی نسخہ کو ادارہ معارف نعمانیہ ،لاہور ،پاکستان نے بھی شائع کیا ہے ۱۴۱۴ھ میں کیل کومبئی۔۳ نے بھی شائع کیا ہے۔یہ دیوان درمیانی سائز میں ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

A JUST ANSWER TO THE BASED AUTHOR:

یہ حضور تاج الشریعہ کی انگلش میں شاندار کتاب ہے۔علم کلام وعقائد کے موضوع پر ہے اور اس میں ایمان،کفر،اور تکفیر کے مباحث دلائل وبراہین کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔نوح حامیم کیلر کے چند اٹھائے گئے بے جا اعتراض کا علمائے حرمین کے حوالے سے عمدہ تعاقب بھی حضرت نے کیا ہے۔اس کتاب کو حضرت نے بذات خود اپنے صرفے سے شائع کیا ہے۔اس میں مکمل

۱۱۲ صفحات ہیں۔ کتاب درمیانی سائز میں دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ چھپی ہے۔ مطبع کا نام اور سن اشاعت درج نہیں ہے۔

:FEW ENGLISH FATWA

اس کتاب میں تاج الشریعہ سے بعض انگلش میں پوچھے گئے سوالات کے جوابات ہیں۔ داڑھی کی شرعی حیثیت، داڑھی منڈے کی امامت، داڑھی منڈے حفاظ کی اقتدا میں نماز تراویح، دار الحرب اور دار الاسلام کا حکم، بینک اور ڈاکخانہ میں جمع شدہ رقوم پر زیادتی لینا جائز ہے یا نہیں۔ ولی اور ولایت کیا چیز ہے وغیرہ اہم مسائل کے شرعی جوابات ہیں۔ کتاب کے ابتدائیہ میں ڈاکٹر عبد النعیم نے حضور تاج الشریعہ کا انگلش میں تعارف لکھا ہے۔ ادارہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران، بریلی نے شائع کیا ہے۔ مکمل ۱۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ سن اشاعت درج نہیں ہے۔

ازہر الفتاوی، ۲۳: یہ فتاوی بھی انگلش زبان میں ہے۔ حضور تاج الشریعہ نے اس میں ان سوالوں کے جوابات درج کئے ہیں جن کا تعلق بیرون ممالک کے مسائل سے ہیں۔ علامہ ازہری کی شخصیت ایسی مرجع ہے کہ ملک وبیرون ممالک سے بیشتر حضرات دینی مسائل میں رجوع کرتے ہیں۔ اس میں مختلف موضوعات کے مسائل درج ہیں۔ یہ مکمل ۳ حصوں میں ہے۔ ازہری اسلامک مشن پوسٹ باکس نمبر ۳۸۹۲۸-کل برٹ ۴۰۷۸ ڈربن ساؤتھ افریقہ سے طبع ہوئی ہے۔ یہ متعدد بار شائع ہوئی ہے۔ ۱۹۹۸ء سے لیکر ۲۰۰۸ء تک ۱۰ مرتبہ چھپی ہے۔ اس میں ٹوٹل ۸۴ صفحات ہیں۔

The Fatawa on wearing of Tie:

ٹائی پہننا مسلمانوں کے لئے جائز ہے یا نہیں اس سلسلے میں حضرت نے اردو میں اور انگلش میں حکم شرعی لکھا ہے۔ ٹائی عیسائیوں کا مذہبی شعار ہے اور وہ لوگوں کو مغالطہ میں رکھ کر ہر طبقہ کے گلے میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے اسے فیشن کے طور پر فروغ دے رہے ہیں۔ لیکن علامہ ازہری نے اس کا پردہ فاش کیا اور حکم شرعی کو اجاگر کیا تاکہ نصاری کی اس عیاری سے بچا جاسکے۔ ۲۵ مارچ ۲۰۰۶ء/ ۲۵ صفر ۱۴۲۷ھ میں رضوی فاؤنڈیشن، لاہور، پاکستان نے شائع کیا ہے۔ اس میں ٹوٹل ۲۴ صفحات ہیں۔ کتاب درمیانی سائز میں ہے۔ یہ انگلش والا رسالہ متعدد مطابع سے متعدد مرتبہ منظر عام پر آچکا ہے۔

***

حضور تاج الشریعہ اور شرح قصیدہ بردہ

مولانا محمد ارسلان رضا خان قادری برکاتی (کلیہ اصول الدین، جامعہ ازہر مصر)

امام شرف الدین بوصیری (۶۰۸ھ۔ ۶۹۶ھ) کے مبارک و مسعود قصیدے کے متعدد نام ہیں، کوئی اسے 'قصیدہ میمیہ' کہتا تو کوئی 'قصیدۃ البراۃ'، کوئی ''الکواکب الدریۃ فی مدح خیر البریۃ'' نام سے موسوم کرتا تو کوئی 'قصیدۃ البردۃ' سے، مگر موخر الذکر اسم سے وہ زبان زد خواص و عوام ہوا، اس مشہور زمانہ قصیدے کو قصیدہ بردہ کے نام سے اس لئے شہرت ملی کہ عربی زبان میں 'بردہ'، ردا (یعنی چادر) کو کہتے ہیں اور اس چادر (بردہ) کا حضور علیہ السلام کی مدح وثنا میں کہے جانے والے قصائد و مدائح کے ساتھ بڑا گہرا ربط رہا ہے۔ صحابیٔ رسول حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شان میں جب اپنا قصیدہ لامیہ (بانت سعاد) پیش کرکے اپنے کلام کو حسن و زینت بخشی اور گویا بزبان حال یہ کہتے ہوئے کہ **ما ان مدحت محمدا بمقالتی لکن مدحت مقالتی بمحمد**، اپنا قصیدہ لے کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو کونین کی زیب و زینت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے سماعت فرما کر انہیں بطور تحفہ اپنی ردائے مبارک یعنی اپنی بردہ شریف عطا فرمائی، اسی وجہ سے ان کے قصیدہ، بانت سعاد کو بھی قصیدہ البردۃ کہا جاتا ہے وجہ تسمیہ جاننے کے لئے ایک یہ حدیث پاک بھی ملاحظہ فرمائیں، جسے امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں نقل فرمایا ہے: عن ابی عمرو بن العلاء ان کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لما انشد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قصیدتہ بانت سعاد رمی الیہ ببردۃ کانت علیہ فلما کان زمن معاویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتب الی کعب بعنا بردۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعشرۃ آلاف درہم . فابی علیہ فلما مات کعب بعث معاویۃ الی اولادہ بعشرین الف درہم واخذ منہم البردۃ التی ہی عند الخلفاء آل العباس وھکذا قال خلائق آخرون۔ [تاریخ الخلفاء ص:۲۱]

(۱) ترجمہ: حضرت ابوعمرو سے مروی ہے کہ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا قصیدہ بانت سعاد سنایا تو اس وقت حضور کے جسم اطہر پر جو چادر مبارک تھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن زہیر کو بطور تحفہ عطا فرمادی پھر جب حضرت امیر معاویہ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے حضرت کعب کو پیغام بھیجا کہ حضور کی وہ چادر مبارک تم مجھے دس ہزار درہم میں بیچ کردو، انہوں نے حضرت امیر معاویہ کی اس پیش کش کو قبول نہ فرمایا مگر جب ان کا وصال ہوگیا تو حضرت امیر معاویہ نے ان کی اولادوں کے پاس بیس ہزار درہم بھجوا کر وہ ردائے مبارک حاصل کرلی جو عباسی خلفاء کے پاس تھی۔

اسی سے ملتا جلتا ایک واقعہ امام شرف الدین بوصیری علیہ الرحمہ کے ساتھ عالم رویا میں پیش آیا جس کی وجہ سے ان کے قصیدے کا نام بھی قصیدہ بردہ شریف پڑا، عصیدۃ الشہد اشرح قصیدۃ البردۃ میں ہے: کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

امام شرف الدین بوصیری کے قصیدے کو عالم خواب میں سماعت فرمایا اور خوش ہو کر اپنی ردائے مبارک (بردہ شریف) ان کے بیمار جسم پر ڈالی اور اپنا دست شفا پھیرا جس کی برکت سے وہ فوراً شفایاب ہو گئے (سب طبیبوں نے دے دیا ہے جواب آ مسیحا اگر دوا نہ کرے)

خود امام شرف الدین بوصیری اسی قصیدے کے ایک شعر میں اس طرف یوں اشارہ کرتے ہیں:

کم ابرأت وصبا باللمس راحته　　　واطلقت اربا من ربقة اللمم

(ترجمہ: حضور علیہ السلام کے کف مبارک نے نہ جانے کتنے بیماروں کو چھو کر اور مسح فرما کر شفا بخشی ہے اور نہ جانے کتنے محتاجوں کو پریشانی اور گناہوں کے پھندے سے نجات دی ہے۔)

لہٰذا اس چادر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت سے اس قصیدہ کا نام بھی قصیدہ بردہ شریف مشہور ہوا۔

یہ قصیدہ میمیہ ہے وہ قصیدہ لامیہ ہے، نام دونوں کا ہی قصیدہ بردہ ہے فرق یہ ہے کہ صاحب قصیدہ لامیہ (حضرت کعب بن زہیر) کو حضور علیہ السلام کی ردائے مبارک (بردہ شریف) عالم بیداری میں ملی اور صاحب قصیدہ میمیہ (امام بوصیری) کو چادر مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا عالم رویا میں نصیب ہوئی، حضور کی اس چادر مبارک کی برکت سے امام شرف الدین بوصیری کے اس قصیدے کو اتنی مقبولیت نصیب ہوئی کہ آج اسلامیان عالم کے سینوں میں عشق رسالت کی جوت جگانے کے لئے دنیا کے گوشے گوشے سے ان کے قصیدے کے اشعار کی صدا سنائی دیتی ہے:

مولای صل وسلم دائما ابدا　　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

ھو الحبیب الذی ترجی شفاعته　　　لکل ھول من الاھوال مقتحم

محمد سید الکونین والثقلین　　　والفریقین من عرب ومن عجم

عشق رسالت کی ہر درسگاہ میں اسے شامل نصاب رکھا گیا ہے، اسے عشق رسالت کی تکمیل کا ذریعہ تصور کیا گیا بلکہ عشق رسالت کی سند مانا گیا۔

قصیدہ بردہ شریف جو عربی زبان میں مدح نبوی ﷺ پر مشتمل، علوم وفنون کا جامع، عربی ادب کا شاہکار اور زبان وبیان کے لحاظ سے انتہائی فصیح وبلیغ قصیدہ ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ یہ قصیدہ بارگاہ رسالت میں مقبول اور اتنا مقبول ہے کہ اس کے اشعار دربار خداوندی میں مستجاب اور روحانی فوائد کا خزینہ ہیں، اس قصیدہ مبارکہ کی اتنی ساری خصوصیات کی وجہ سے اکابر علما وائمہ نے اس کی عربی زبان میں شرح فرمائی ہے جن میں سر فہرست، ملا علی قاری (المتوفی ۱۰۱۴ھ) کی ''زبدۃ''، علامہ عمر بن آفندی خرپوتی (م ۱۲۹۹ھ) کی ''عصیدۃ الشہدۃ''، علامہ ابراہیم بیجوری (م ۱۲۷۶ھ) کی ''شرح بردہ''، علامہ شیخ زادہ (م ۹۵۱ھ) کا ''حاشیہ بردہ''، امام ابن حجر مکی (م ۹۷۴ھ) کی ''عمدۃ''، امام قسطلانی (م ۹۲۳ھ) کی ''الانوار المضیۃ فی شرح الکواکب الدریۃ''، علامہ ابن ھشام (م ۷۶۱ھ) کی ''الکواکب الدریۃ''، امام زکریا انصاری (م ۹۲۶ھ) کی ''الزبدۃ الرائقۃ فی شرح البردۃ الفائقۃ''، علامہ ابن علان صدیقی مکی کی ''الذخر والعدۃ فی شرح البردۃ'' ہیں۔ اور ان علمائے کبار کے علاوہ جن عظمائے اسلام کا نام بطور شارح بردہ آتا ہے مگر ان کی شروح دستیاب نہ ہو سکیں ان میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں: امام جلال الدین محلی (م ۸۶۴ھ)

(صاحب تفسیر جلالین)، امام زرکشی (م ۷۹۴ھ) (صاحب کتاب "البرہان فی علوم القرآن")، علامہ ابن العماد حنبلی (م ۸۰۸ھ) (صاحب کتاب "شذرات الذھب")، محمد بن عبداللہ بن مرزوق مالکی (م ۷۸۱ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

لیکن ان میں سے اکثر شروح میں یا تو محض فنی گفتگو ہے یا محض لفظی و معنوی اور پھر یہ کہ یہ تمام شروح آج سے کئی کئی سو سال پہلے کی ہیں جو شارح کے اپنے زمانے کے حالات و مقتضیات کے مطابق ہیں اور اس دور کے تناظر میں لکھی گئی ہیں، اس زمانے میں ایسی عربی شرح کی ضرورت تھی جو اس زمانے اور اس دور کے حالات اور تقاضوں کے مطابق ہو جس میں اشعار کی شرح کے ساتھ ساتھ عقائد و معلومات اہل سنت کا کامل بیان اور فرقہائے باطلہ کی تردید بھی ہو، نیز علوم متداولہ کی جامع ہونے کے ساتھ سابقہ تمام شروح کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے بھی ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں ہوں جد کریم وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین مفتی اعظم شارح قصیدہ بردہ حضور تاج الشریعہ کی قبر انور پر کہ آپ نے اس ضرورت کو محسوس فرماتے ہوئے قصیدہ بردہ کی ایک ایسی عربی شرح فرمائی جو یقیناً علما و طلبہ کے لئے یکساں مفید ہے، جس میں علمی و فنی گفتگو بھی ہے، اور علوم متداولہ مثلاً نحو و صرف، معانی و بیان، ادب و منطق، علم کلام و حدیث اور علم فقہ و اصول فقہ کی اصطلاحات اور ان کی تعریفات بھی ہیں اور اکابر علمائے اہل سنت کی کتابوں سے عقائد اہل سنت کا اثبات بھی، خصوصاً جا بجا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی تصنیفات سے معمولات اہل سنت کی وضاحت بھی ہے اور دیگر شارحین کے تسامحات پر تنبیہ بھی، گویا حضور تاج الشریعہ کی شرح "الفردۃ فی شرح البردۃ" سابقہ تمام شروح کی جامع اور قاری کی تشنگی کو دور کرنے والی ہے۔

قصیدہ بردہ شریف میں کل دس فصلیں ہیں۔ پہلی فصل غزلیات میں ہے: اس فصل میں حضرت تاج الشریعہ نے علم نحو و صرف اور علم معانی و بیان کے اعتبار سے شرح فرمائی ہے اور نحوی و صرفی ادوات و حروف کی جگہ جگہ مکمل تحقیق بیان فرمائی ہے مثلاً فصل اول کا یہ شعر:

نعم سری طیف من اھوی فارقنی   والحب یعترض اللذات بالالم

ترجمہ: ہاں ہاں (میں اقرار کرتا ہوں کہ) مجھے اپنے محبوب کی یاد اور اس کا خیال خواب میں آیا جس نے مجھے بے چین اور بے خواب کر دیا اور محبت ایسی چیز ہی ہوتی ہے جو خوشی میں رکاوٹ بن جاتی ہے (حائل ہو جاتی ہے) درد و الم کے ساتھ۔)

اس شعر کے تحت حضور تاج الشریعہ لفظ "نعم" اور "بلیٰ" کے درمیان فرق واضح فرماتے ہیں اور شارح کے ایک تسامح پر تنبیہ بھی فرماتے ہیں اور پھر حاصل کلام کے طور پر امام جلال الدین سیوطی کی کتاب "ھمع الھوامع" سے اپنے دعوے کو مدلل و مبرہن کر کے تحریر فرماتے ہیں: ہم نے مختصر الفاظ میں زیادہ معانی و مفاہیم کے ساتھ "ھمع الھومع" سے کچھ مباحث قارئین کرام کے گوش گزار کئے اور جو کچھ مقاصد و مطالب کی توضیح اور ابہام کا انکشاف اس میں کیا گیا تھا، ہم نے یہاں بیان کر دیا نیز (شارح قصیدہ بردہ) علامہ خرپوتی نے جو شعر 'نعم' کے متعلق نقل کیا تھا اس کی درست صورت یوں ہو سکتی ہے، جو میں عرض کر رہا ہوں:

بعد نفی قل نعم او عند اعلام کذا   بعد ایجاب نعم لا بعد ایجاب بـلی

شعر کی اس صورت کو تسلیم کر لینے سے علامہ خرپوتی نے جو وجہیں "نعم" کے متعلق شروع میں بیان کیں وہ صحیح و درست ہو جائیں گی۔ الخ

(ترجمہ از اردو فی شرح الفردہ صفحہ فقیر راقم الحروف، ص ۹۱، ۹۲)

المختصر حضور تاج الشریعہ نے فصل اول میں علم نحو وصرف، علم بدیع، معانی و بیان کی اعلیٰ بحثیں اور ائمہ علوم وفنون کی کتابوں سے نقول پیش فرمائے ہیں، دوسری فصل نفس امارہ کے بیان میں ہے: چوں کہ نفس امارہ تصوف کا ایک اہم باب ہے لہذا اس فصل کی شرح میں حضرت نے مذکورہ علوم وفنون کے ساتھ ساتھ علم تصوف وروحانیت سے بھی کلام کیا ہے مثلا یہ شعر ملاحظہ ہو:

وراعها وهي في الاعمال سائمة　　　وان هي استحلت المرعى فلا تسم

(ترجمہ: تو نفس کی نگرانی کر اس حال میں کہ وہ چرنے میں مصروف ہو اور اگر وہ اس چراگاہ عمل کو لذیذ جانے تو اس کو تو چرنے نہ دے)

حضور تاج الشریعہ اس شعر کی صوفیانہ تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اے عارف باللہ! اپنے نفس کو معرفت الٰہی اور اللہ کی محبت میں فنا کر دے اور اس کی رضا حاصل کر اور اعمال کی تعداد گننے میں نہ رہ اس لئے کہ اعمال میں باقی رہنا صلحا اور زہاد کا مرتبہ ہوتا ہے بلکہ تو ملاحظۂ واجب الوجود میں مستغرق ہو جا اور اپنے قعود وجود پر نظر کرنا چھوڑ دے اس لئے کہ اگر کہ تو گنتیوں میں پھنسا رہا تو محجوب ہو جائے گا اور اگر تو اس کو چھوڑ کر اس سے بالاتر منزل کو پہنچ جائے گا تو تو مطلوب ہو جائے گا، کیوں کہ اعمال واستدلال سے ماورا اصول کمال کی منزل ہوتی ہے اور یہی حقیقت وصال ہے، تو نفس اپنی خباثت کی وجہ سے ذکر وفکر میں پڑا رہنا چاہتا ہے فعليك بالتحول ولو بالتحمل۔ (ترجمہ از: اردو ص ۱۳)

تیسری فصل مدح نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مشتمل ہے: اس میں جد کریم حضور تاج الشریعہ نے اپنے جد کریم سیدنا اعلیٰ حضرت اور دیگر اکابر علمائے اہل سنت کی کتب سے عشق رسالت کا درس دینے کے ساتھ عقائد ومعمولات اہل سنت کا واضح بیان فرمایا ہے اور احادیث مبارکہ سے حضور علیہ السلام کے فضائل وشمائل بیان فرمائے ہیں اور حضور کے حسن صورت وسیرت کا نقشہ کھینچتے ہوئے، حضور علیہ السلام کے جمال طلعت کا احادیث سے تفصیلی بیان فرمایا ہے۔ مثال کے طور پر قصیدہ بردہ شریف کا انتہائی معروف شعر ملاحظہ ہو:

هو الحبيب الذي ترجى شفاعته　　　لكل هول من الاهوال مقتحم

(ترجمہ: وہی اللہ کے حبیب ہیں جن کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے اور جن کی شفاعت ہی سے تمام سختیوں اور ہولناکیوں کے آپڑنے کے وقت توقع ہے)

اس شعر کی شرح میں حضرت تاج الشریعہ پہلے حضور علیہ السلام کے حبیب اللہ ہونے پر قرآن وحدیث سے شواہد پیش فرماتے ہیں پھر آپ ﷺ کے محبوبیت کے ساتھ آپ کی شفاعت کے معانی ومفاہیم کی وضاحت، المعتقد المنتقد اور المعتمد المستند سے کر کے، شفاعت کے اقسام بیان فرماتے ہیں اور چوں کہ اقسام شفاعت میں سے بعض کفار کے اوپر سے تخفیف عذاب کی شفاعت بھی ہے اور اس کی مثال میں ابو طالب ہیں۔ لہذا یہاں سے ابو طالب کے کفر وایمان کی بحث چل پڑتی ہے تو شرح المطالب فی مبحث ابی طالب کے مباحث لائے جاتے ہیں اور اس ایک شعر کی شرح تقریبا بارہ تیرہ صفحات میں جا کر مکمل ہوتی ہے، اس فصل میں ایک مقام پر حضرت تاج الشریعہ حبیب وخلیل کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے علامہ ابو بکر بن فورک کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

’’اس کلام میں متکلمین بیان فرماتے ہیں کہ ’’خلیل‘‘ بالواسطہ واصل حق ہوتا ہے، فرمان باری تعالیٰ کے بموجب {وکذالک نری ابرٰھیم ملکوت السمٰوٰت والارض} (الانعام ۷۵) لیکن اس کے برعکس حبیب اپنے رب کی بارگاہ میں بغیر کسی واسطے کے پہنچتا ہے اس فرمان باری تعالیٰ کے بموجب {فکان قاب قوسین اوادنیٰ} (النجم ۹) اور بعض علماء کا کہنا ہے کہ خلیل وہ ہوتا ہے جس کی مغفرت حد طمع میں ہوتی ہے رب تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے {والذی اطمع ان یغفرلی خطیئتی یوم الدین} (الشعراء ۸۲) اور حبیب وہ ہوتا ہے جس کی مغفرت حد یقین میں ہوتی ہے بوجہ ایں فرمان باری تعالیٰ {لیغفرلک اللّٰہ ماتقدم من ذنبک وما تأخر} (الآیۃ الفتح: ۲) خلیل نے کہا {ولاتخزنی یوم یبعثون} (الشعراء ۸۷) اور حبیب سے کہا گیا {یوم لایخزی اللّٰہ النبی} (التحریم: ۸) یعنی مانگنے سے پہلے ہی بشارت سنا کر آغاز کیا گیا۔ خلیل نے آزمائش میں کہا {حسبی اللّٰہ} اور حبیب سے کہا گیا {یاایھا النبی حسبک اللّٰہ} (الانفال: ۶۴) خلیل نے عرض کیا {واجعل لی لسان صدق فی الآخرین} (الشعراء: ۸۴) اور حبیب سے فرمایا گیا {ورفعنالک ذکرک} (الانشراح: ۴) یعنی بغیر مانگے عطا کیا گیا، خلیل نے دعا کی {واجنبنی وبنی ان نعبدالاصنام} اور حبیب کو بشارت سنائی گئی {انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت} (الاحزاب: ۳۳)

(ترجمہ از اردو ص ۲۷۰، ۲۷۱)

مذکورہ بالا سطور میں ایک جگہ علماء کا یہ قول نقل ہوا کہ حضرت خلیل کی مغفرت حد طمع میں ہے، حضور تاج الشریعہ اس قول پر یوں تنبیہ فرماتے ہیں:

تنبیہ: قارئین کرام کو طمع کے معنی پر آگاہ کردینا ضروری سمجھتے ہیں جس کا ذکر ابھی ماسبق میں گزرا!

یہ بات جاننا انتہائی ضروری ہے کہ کسی بھی نبی کا طمع کرنا (خواہش اور تمنا کرنا) (صلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی سائر النبیین) درجۂ یقین سے نہیں گرتا اس لئے کہ انبیائے کرام کی امید و رجا وہ پایۂ ثبوت اور یقین کی منزل میں ہوتی ہے اور آیت پاک کے دوسرے پہلو کے متعلق قارئین کرام کا متفکر اور فکرمند ہونا لازمی ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تو معصوم عن الخطاء ہیں تو آیت پاک میں ’خطیئۃ‘ مؤول ہے اور اپنے ظاہری معنی میں نہیں ہے اور معاملہ تواضع پر محمول ہے یا پھر خطایا خطیئۃ سے حضرت ابراہیم کے اصحاب وخواص کی خطائیں مراد ہیں جیسا کہ اس فرمان کے متعلق کہا گیا ہے {واستغفرلذنبک وللمومنین} تو اب معنی یہ ہوگا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بارے میں خبر دی کہ ان کو اس مغفرت کا یقین ہے جو مغفرت کہ انبیائے کرام کے ساتھ مختص ہے اور قربی کی مغفرت سے جدا اور الگ ہے یا پھر وہ اس بات کی خبر دے رہے ہیں کہ وہ مرتبۂ شفاعت کے خواہاں اور متمنی ہیں جو کہ سید الانبیاء کے وسیلے اور وساطت سے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ اور حضور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضور سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے بایں طور ممتاز اور منفرد ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور کو یہ فرما کر بشارت دی {لیغفرلک} یعنی اس کو حضور کے سپرد اور حضور کے ذمے پہ باقی نہ چھوڑا برخلاف حضرت خلیل کے علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ (اردو شرح قصیدہ ص ۲۷۱، ۲۷۲)

چوتھی فصل میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان میں ہے: اس میں میلاد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا منانے کی مشروعیت پہ بحث کی گئی ہے اور دلائل و براہین سے ثابت فرمایا ہے کہ میلاد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا منانا ایک ایسا نیک عمل ہے جس کی بنیاد قرآن وسنت اور سلف صالحین کا تواتر عملی ہے اور جسے مسلمانوں نے اپنے آباء واجداد اور اسلاف سے ورثے میں پایا ہے۔ آغاز

فصل میں حضرت تاج الشریعہ یوں رقم طراز ہیں:

”شاعرِ ذی فہم اس شعر میں جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منا رہے ہیں اسی وجہ سے وہ بہت ہی عمدہ اور نرالے طریقے سے جشن میلاد النبی منانے کی مشروعیت پر تنبیہ کر رہے ہیں کہ وہ ایسی سنت جمیلہ ہے کہ مسلمانوں نے اسے اپنے آبا و اجداد سے ورثے میں پایا ہے اور ہر زمانے و عصر میں نسلاً بعد نسل مسلمانوں میں جاری و ساری رہی ہے۔لہٰذا قارئین کرام کے لئے امام بوصیری جیسی شخصیت بحیثیت امام و مقتدا کافی ہے کہ ان کی بات مانی جائے۔

جیسا کہ اس سے قبل ناظم نے حضور کے نسب شریف کی شرف و بزرگی اور شرک کی نجاست سے اس کے پاکی وطہارت پر تنبیہ کی تھی! تو حضور کے آبا و اجداد اور امہات میں حضرت آدم و حوا سے لے کر حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک کوئی بھی مشرک نہ تھا بلکہ سب موحد تھے اور پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مزید فضل پر فضل فرمایا کہ اس نے آپ کے والدین کریمین کو دوبارہ زندہ فرمایا اور پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تو انہیں توحید کی فضیلت کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی بھی فضیلت نصیب ہوئی، جد کریم امام ہمام شیخ احمد رضا قدس سرہ کا اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ ہے جس کا نام ”شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام“ ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے اس کی تعریب و تحقیق اور اس پر اہم تقریرات کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے، فالحمدللہ علی ذالک۔“ (اردو، ص ۳۳۷، ۳۳۸)

پانچویں فصل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے بیان میں ہے: اس فصل کی شرح میں کثرت کے ساتھ حضور کے معجزات، آیات و احادیث کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں، ایک مثال ملاحظہ ہو:

اقسمت بالقمر المنشق ان له من قلبه نسبة مبرورة القسم

(ترجمہ: میں شق ہونے والے چاند کی سچی قسم کھاتا ہوں کہ بے شک اس شق قمر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب شریف سے ایک مشابہت و مناسبت ہے)

اس شعر کے تحت حضور کے معجزہ شق القمر کی ایک روایت غریبہ ان الفاظ میں نقل فرماتے ہیں: ”علامہ خرپوتی نے شق قمر کے متعلق ایک حکایت نقل کی ہے جس میں غرابت ہے مگر ان کی روایت پر بھروسہ و اعتماد کرتے ہوئے ہم اسے یہاں نقل کئے دیتے ہیں“

مذکورہ شعر میں امام شرف الدین بوصیری نے چاند کی قسم اٹھائی ہے، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانا جائز ہے یا ناجائز؟ اس کا جواب دیتے ہوئے حضرت تاج الشریعہ رقم طراز ہیں: یہ قسم جو امام شرف الدین بوصیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے صادر ہوئی بتا رہی ہے کہ مؤمن سے جب، اللہ تبارک وتعالیٰ کے شعائر اور نشانیوں کی تعظیم و اجلال کے طور پر قسم صادر ہو، مشرکوں کے طریقے اور بے تکی باتیں کرنے والوں سے بچتے ہوئے اور تفاخر ممنوع سے دور رہتے ہوئے، تو یہ قسم اس قسم میں سے نہیں جو ہر طرح ممنوع ہے، اور اس طرح قسم کھانا کیوں کر ممنوع ہو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے (و من یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب) اور فرماتا ہے (و من یعظم حرمٰت اللہ) تو ان شعائر کی تعظیم رب تعالیٰ کی تعظیم ہے۔

(اردو، ص ۴۰۷)

چھٹی فصل شرف قرآن کے بیان میں ہے: اس کے اشعار کی شرح میں علم عقائد کی مشہور معرکۃ الآرا بحث، کلام باری تعالیٰ

کے تعلق سے انتہائی فاضلانہ اور پر مغز بحث کی ہے اور کلام نفسی وکلام لفظی کی بحث میں اعلیٰ حضرت کے رسالہ ''انوار المنان فی توحید القرآن'' سے نقول پیش کیے ہیں اور شرف قرآن کے متعلق بحث امام اہل سنت کی تصنیف لطیف ''انباء الحی بان کلامہ المصون تبیان لکل شیٔ'' سے پیش فرمائی ہے۔ خوف طوالت سے مثالیں پیش کرنے سے گریز کرتے ہوئے کلام کو سمیٹنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر حضور تاج الشریعہ کی شرح بردہ کے تعرف میں مذکورہ بالا سطور کافی ہیں، **فقس علی هذا الباقیات۔**

الغرض حضور تاج الشریعہ کی یہ عربی شرح ''الفردۃ'' یقیناً اسم با مسمیٰ ہے اور قصیدہ بردہ شریف کی ایک منفرد و بے مثال شرح ہے جو پڑھنے پڑھانے جانے کے لائق ہے۔

جس طرح عالم عرب کی محافل مولد وقیام میں قصیدہ بردہ کی تلاوت نہایت محبت سے کی جاتی ہے بالکل اسی طرح یہاں برصغیر ہندو پاک میں اہل سنت کی کوئی محفل حدائق بخشش کے بغیر مکمل نہیں ہوتی، امام شرف الدین بوصیری اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کے مابین جو چیز مشترک تھی اسے عشق رسالت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ عشق رسالت ہی کا صدقہ ہے کہ اس مبارک ومسعود قصیدے کی بزبان عربی شرح کرنے کی سعادت سرخیل خانوادۂ اعلیٰ حضرت حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے حصے میں آئی، عشق رسالت کی جس شاہ راہ پر امام شرف الدین بوصیری اور امام اہل سنت اعلیٰحضرت چلے اسی پر حضور تاج الشریعہ نے رواں دواں رہتے ہوئے یہ شرح فرمائی۔

حضور تاج الشریعہ کی ایک عادت کریمہ یہ بھی تھی کہ آپ اس مبارک ومسعود قصیدے کی خلوت وجلوت میں کثرت کے ساتھ تلاوت فرماتے تھے محافل میں ترنم سے گنگنا کر اہل دل کے قلب وروح کو کیف وسرور کی لذتوں سے آشنا کر دیتے۔

بڑے بڑے علماء، حضرت سے قصیدہ بردہ شریف پڑھنے کی اجازت طلب کرتے اور حضرت انہیں اجازت سے مشرف بھی فرماتے، حضرت مولانا افروز قادری چریا کوٹی اپنا واقعہ یوں تحریر فرماتے ہیں: ''کسی موقع پر میں نے حضرت سے قصیدہ بردہ شریف پڑھنے کی اجازت طلب کی تو حضرت نے زبانی عنایت فرما دی۔ میں نے عرض کیا حضور! تحریری درکار ہے۔ فرمایا تب لکھئے میں اس پر دستخط کیے دیتا ہوں، میں نے لکھنا شروع کیا، حضرت نے فی البدیہہ ایسا مقفّٰی اور مسجّع اجازت نامہ املاء کروایا کہ میں تو عش عش کر اٹھا۔ ذرا جملوں کے زیر وبم دیکھیں بلکہ سیاق وسباق کی تفہیم کے لئے پورا اجازت نامہ ہی نقل کیے دیتا ہوں۔:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الملک المنعام، والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد النعمۃ المھداۃ رحمۃ للانام، علی آلہ الکرام وصحبہ العظام، ومن تبعھم باحسان الی قیام الساعۃ وساعۃ القیام وبعد!

فقد استجزت لقراءۃ بردۃ المدیح فھا انا ذا اجیز المستجیز ......بھا وبکل ما اجزت من مشائخی الکرام رحمھم اللہ تعالیٰ. اسئل اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان یسدد خطای وخطاہ ویوفقنا بما یحبہ ویرضاہ اوصیہ بملازمۃ السنۃ و مصاحبۃ اھلھا ومجانبۃ البدعۃ ومفارقۃ اھل الھوی والاستقامۃ علی نھج الھدیٰ)'' (تجلیات تاج الشریعہ ص۲۱۱،۲۱۲)

اس شرح کی انفرادیت وخصوصیت قارئین کرام مذکورہ بالا سطور میں ملاحظہ فرما چکے، اس کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر

فقیر راقم الحروف کے ذہن میں زمانہ طالب علمی ہی میں یہ خیال آتا تھا کہ کیوں نہ اس کا اردو زبان میں ترجمہ اور کہیں کہیں مناسب تشریح کردی جائے، اللہ تبارک وتعالی نے فقیر راقم الحروف کو توفیق مرحمت فرمائی اور فقیر نے اپنے دور طالب علمی ہی میں الفردہ کا ترجمہ اور اس کی شرح بنام ’الوردۃ فی شرح الفردہ‘ بحول اللہ تعالی مکمل کردی جو پچھلے سال عرس رضوی کے موقعے پر چھپ کر شائع بھی ہو گئی، فقیر نے حضور تاج الشریعہ سے اس بات کا جب ذکر کیا تو حضرت نے مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا تھا۔

اس کام کا آغاز راقم الحروف نے ہدایہ، حسامی اور مدارک وغیرہ (یعنی جماعت سادسہ کی کتابوں) کا درس لینے کے وقت کردیا تھا اور اختتام توضیح وتنقیح، بخاری، مسلم وغیرہ یعنی جماعت ثامنہ کی کتابوں کا درس لینے کے وقت کردیا اور مقصد صرف یہ تھا کہ فقیر کو بھی قصیدہ بردہ شریف کے فیوض وبرکات نصیب ہوں، اللہ تعالی فقیر کی اس کاوش کو قبول فرمائے اس کے لکھنے میں میری نیت وارادے میں خلوص کی کوئی کمی رہ گئی ہو تو معاف فرمائے، اور اپنے حبیب کے ثناخوانوں میں فقیر راقم الحروف کا نام بھی قصیدہ بردہ شریف کے شارح ومترجم کی حیثیت سے قبول فرمائے نیز شارح قصیدہ بردہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی قبر انور اور مرقد منیف پر صبح وشام انوار وتجلیات کی بارش نازل فرمائے۔

تیرے دامن کرم میں جسے نیند آگئی ہے
جو فنا نہ ہوگی ایسی اسے زندگی ملی ہے

ترا دل شکستہ اختر اسی انتظار میں ہے
کہ ابھی نوید وصلت تیرے در سے آرہی ہے

***

تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے ایک فتویٰ شرعی پر بیجا اعتراض کا تنقیدی جائزہ

مولانا محمد محبوب رضا نوری بدر القادری، دار العلوم رضائے مصطفےٰ ناگپور مہاراشٹر

امام اہلسنت کنز الکرامت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خاں قدس سرہ العزیز نے اپنے دور میں لسانی وقلمی جہاد فرما کر دین متین کی جو خدمت انجام دی ہے وہ تاریخ کا عظیم باب ہے، آپکے قلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حفاظت میں لے لیا تھا اسلئے آپکے فتاویٰ وتحقیقات میں کوئی خطاء وزلات کی آمیزش نظر نہیں آتی۔ مگر اعدائے دین وحاسدین نے آپکی ذات کو بھی نہ چھوڑا، بے غبار عبارتوں پر لایعنی اعتراض کرنا اپنا محبوب مشغلہ بنالیا، اغیار تو اغیار اپنوں نے بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی، خود اعلیٰحضرت فرماتے ہیں ⊓

اک طرف اعدائے دیں ایک طرف حاسدیں
بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کروڑوں درود

آج تاریخ اپنے آپکو پھر سے دوہرا رہی ہے کہ امام احمد رضا کی طرح آپکے علوم کا سچا وارث سرکار تاج الشریعہ قدس سرہ کے بے غبار فتووں کو کچھ ناخواندہ مولویوں نے مشق ستم بنالیا ہے، اسکی ایک مثال محفل میلاد شریف میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے تعلق سے لکھا گیا فتویٰ ہے، کچھ ناخواندہ حشمتیوں اور ناگپور کے چند جھولا چھاپ مولویوں نے اتنا واویلا مچایا کہ آسمان سر پر اٹھالیا، اور تاج الشریعہ کو یہ کہکر بدنام کرنے کی کوشش کی، کہ تاج الشریعہ نے محفل میلاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا انکار کیا ہے، جو عقیدہ اہلسنت کے خلاف ہے، لہٰذا آپ حضرات پہلے فتاویٰ تاج الشریعہ جلد دوم صفحہ 93 کی عبارت بلاحذف واضافہ ملاحظہ فرمالیں بعدہ اکابر اہل سنت کی تحریرات بھی دیکھیں اور دیانت داری کے ساتھ فیصلہ کریں کہ موقف تاج الشریعہ اپنے اسلاف کے موقف کے عین مطابق ہے، یا انکے موقف سے ہٹا ہوا ہے؟ سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے سوال ہوا، کہ حضور میلاد شریف میں کب تشریف لاتے ہیں اور جس وقت آتے ہیں تو آپکو کیسے معلوم ہوتا ہے؟ جواب میں لکھتے ہیں کہ، یہ کسی کا عقیدہ نہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم میلاد شریف میں ضرور تشریف لاتے ہیں ہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو قدرت دی گئی ہے جہاں چاہیں اور جب چاہیں تشریف لائیں اہل کشف انہیں اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں جو کہ مدارج النبوۃ وغیرہ کتب سے ظاہر ہے۔۔ اتنی صاف ستھری اور واضح عبارت جس میں موقف اہلسنت کی ترجمانی ہے، حاسدین تاج الشریعہ فہم وورک سے عاجز و درماندہ رہ گئے، عبارت بالا میں مطلقاً تشریف آوری کی نفی نہیں ہے بلکہ مدارج النبوۃ وغیرہ کے حوالہ سے تشریف آوری کا ذکر فرمایا ہے، یہ اور بات ہے کہ تشریف لانا سرکار علیہ السلام کی چاہت وکرم پر موقوف ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو تشریف لائیں نہ چاہیں تو نہ لائیں، البتہ انکار اس بات کا ہے جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم محفل میلاد میں ضرور تشریف لاتے ہیں، مطلب یہ ہوا کہ نفی عقیدہ التزام آمد کی ہے نہ کہ آمد کی، اس مسئلہ کو ذرا اور آسان کردوں، وہابیہ دیابنہ مطلقاً انکار کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میلاد شریف میں تشریف نہیں لاتے

اور کچھ لوگوں کا گمان یہ ہے کہ سرکار ہر مجلس میں یا محفل میلاد میں ضرور تشریف لاتے ہیں اور اہل سنت کا موقف اس افراط وتفریط کے مابین ہے یعنی تشریف آوری ہوتی ہے مگر کوئی ضروری نہیں التزام آمد کا قول نہ ہمارا دعوی ہے اور نہ ہی عقیدہ، یہ تو پیارے آقا کے کرم پر منحصر ہے اگر غلام پر کرم فرمادے تو زہے مقدر، الحاصل تاج الشریعہ کا مبارک فتوی اکابر اہلسنت کے موقف کے عین مطابق ہے، سر مو فرق نہیں، چنانچہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فتاوی امجدیہ میں فرماتے ہیں، یہ عقیدہ نہیں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر مجلس میں تشریف لاتے ہیں، نہ اس کا کہیں سے ثبوت ہے۔ ہاں اگر اپنے کسی غلام پر کرم فرمائیں تو یہ حضور کا ایک کرم خاص ہوگا۔ اور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ کسی مجلس خیر میں تشریف نہیں لاتے کہ بعض موقع پر تشریف لانے کی روایتیں موجود ہیں، ج ۱ ص 133 ،اور دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ یہ بات کہ وقت بیان ولادت حضور ضرور تشریف لاتے ہیں۔ ثابت نہیں۔ مگر یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ نہیں تشریف لاتے اگر وہ کسی اپنے غلام پر کرم فرمائیں اور تشریف لائیں تو کچھ بعید نہیں۔ بعض ارباب کشف نے ایسے مواقع پر زیارت کی ہے ،ج 4 ص 204۔ اور ایک جگہ فرماتے ہیں ہر مجلس میلاد شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا ثابت نہیں ہاں اگر اپنے کسی خاص غلام پر ایسا کرم فرمائیں تو زہے قسمت ج 4 ص 4 / 2 اور امام ہمام علامہ قمقام الشاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ فتاوی رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ، ہم مدعی نہیں کہ ہر مجلس مبارک میں تشریف آوری ضرور ہے ہاں ہوتی ہے اولیاء اکابر نے بارہا مشاہدہ کیا ہے۔ (ج 11 ص 117)

للہ انصاف سے بتائیں کہ فتاوی تاج الشریعہ کی عبارت اور امجدیہ ورضویہ کی عبارات کے مفہوم ومآل میں کوئی فرق ہے؟ کیا اب بھی تاج الشریعہ پر الزام عائد کرنا درست ہوگا؟ بعض لوگ امام جلال الدین سیوطی کی مندرجہ ذیل عبارت ان اعتقد الناس ان روحه ومثاله فی وقت قراءة المولد وختم رمضان وقراءة القصائد یحضر جاز، سے مذہب غلو کو ثابت کرنا چاہتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ منقول عبارت سے مذہب اعتدال ہی ثابت ہوتا ہے۔ کما لا یخفی علی من له بصیرة فی العلم هذا ما ظهر لی والعلم بالحق عند ربی العظیم

***

حضور تاج الشریعہ کے افادات علمیہ

مولانا محمد صلاح الدین رضوی مصباحی جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس

وارث علوم امام احمد رضا جانشین مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا علامہ شیخ مفتی اختر رضا خان ازہری علیہ الرحمۃ القوی ان نابغہ روزگار ہستیوں میں ہیں جو کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ بیعت وارشاد کی مصروفیت اور ملکی وغیر ملکی اسفار کی کثرت کے باوجود تصنیف وتالیف کا ایک جہاں آباد کر رکھا تھا، اپنی تحقیقی تصانیف کے علاوہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کی کئی کتابوں کا اردو اور عربی میں ترجمہ کر کے قوم مسلم پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ آپ کی تصانیف میں اعلیٰ حضرت کا طمطراق، حجۃ الاسلام کی عربیت اور مفتی اعظم ہند کے حزم واحتیاط کا جلوہ بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔ اپنی تصانیف میں ایک تصنیف ''التعلیقات الزاہرہ'' بھی ہے جو بخاری شریف پر حاشیہ ہے، جسے مجلس برکات الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے بڑے آب وتاب کے ساتھ طبع کر کے شامل بخاری کر دیا ہے۔

وجہ تالیف: ایک زمانے سے بخاری شریف پر ''الحواشی النافعہ'' کے نام سے محدث شہیر احمد علی سہارن پوری کا حاشیہ مرقوم ہے جس سے علمائی استفادہ کرتے رہے ہیں لیکن بعض مقامات پر محدث احمد علی صاحب نے یا تو تساہل برتا ہے یا اشتباہ والتباس کا شکار ہو گئے ہیں، اس بارے میں حضرت علامہ مفتی نظام الدین صاحب قبلہ صدر مدرس وصدر شعبۂ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور لکھتے ہیں:

"ومن عادته الغالبة انه يكتفي بالنقل في شرح الحديث ولا ينطق سواه الا قليلا وما ينقل من الشروح فهو اما عين ما فيها من الالفاظ او تلخيصه وهو فيما اظن ثقة في النقل لكن لا يفرق بين غث وسمين فهو ردئ حواشيه آراء متفرقة ووجوها مختلفة فيما ثبت بالحديث او استنبط فيه من غير تمييز بين القوي والضعيف والصحيح والسخيف"

زیادہ تر ان کی عادت یہ ہے کہ حدیث کی شرح میں بس نقل پر اکتفا کرتے ہیں، اس کے علاوہ پر بہت کم لب کشائی کرتے ہیں اور دوسری شرحوں سے یا تو بعینہ وہی الفاظ یا اس کی تلخیص پیش کر دیتے ہیں جہاں تک میرا خیال ہے وہ نقل کے معاملہ میں قابل اعتماد ہیں لیکن لاغری وفربہی میں تفریق نہیں کرتے، درست ونادرست اور قوی وضعیف کا امتیاز کئے بغیر حدیث یا اس سے مستنبط متفرق رایوں اور مختلف احتمالوں کو درج کر دیتے ہیں۔

میں اس مقام پر محدث شہیر احمد علی سہارن پوری کا وہ حاشیہ نقل کرتے ہوئے اس پر علامہ ازہری علیہ الرحمہ کا جواب اور تبصرہ پیش کرتا ہوں۔ اس سے پہلے وہ حدیث ملاحظہ فرمائیں جس پر محدث سہارن پوری نے حاشیہ رقم فرمایا ہے۔

حدیث (۱) عن ابن عباس قال مر النبي صلى الله عليه وسلم بحائط من حيطان المدينة او مكة فسمع صوت انسانين يعذبان في قبورهما فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يعذبان وما يعذبان في كبير ثم قال بلى كان احدهما لا يستتر من بوله وكان الآخر يمشي بالنميمة ثم دعا بجريدة فكسرها كسرتين فوضع في كل قبر منهما كسرة فقيل له يا رسول الله لم فعلت هذا قال لعله ان يخفف عنهما ما لم تيبسا (بخاری شریف ج ۱)

ابن عباس سے مروی فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ یا مکہ کے ایک باغ سے گزرے تو دو انسانوں کی آواز سنی جنہیں قبر میں عذاب ہو رہا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو عذاب ہو رہا ہے اور انہیں کسی بڑے معاملہ میں عذاب نہیں دیا جا رہا ہے پھر فرمایا کہ ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا تھا پھر ایک شاخ منگوایا اور اسے دو حصوں میں چیر دیا اور دونوں قبروں پر ایک ایک شاخ رکھ دیا پوچھا گیا یا رسول اللہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا کہ جب تک یہ شاخ خشک نہ ہو جائے ان کے عذاب میں کمی ہوگی۔

محدث شہیر احمد علی سہارن پوری اس پر حاشیہ رقم فرماتے ہیں عبارت ملاحظہ ہو: "ولیس فی الجریدۃ معنی یخصہ وانما ذالک ببرکۃ یدہ ولذا انکر الخطابی وضع الناس الجریدۃ ونحوہ علی القبر" اور شاخ چوبیں میں کوئی خصوصیت نہیں تھی وہ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست انور کی برکت کے سبب عذاب میں تخفیف ہوئی اسی لئے امام خطابی نے قبر پر لکڑی کی شاخ وغیرہ رکھنے کو ناپسند فرمایا اس حاشیہ کا رد فرماتے ہوئے علامہ ازہری علیہ رحمۃ ربہ القوی نے عربی حاشیہ تحریر فرمایا ہے اسے اختصار کے ساتھ نقل کرتا ہوں: "قلت وقع من المحشی ھھنا اختصار عبارۃ المجمع وھا انا اذا نقل تمام کلامہ لیتضح الامر وینکشف الحجاب عن وجہ الصواب قال صاحب المجمع ما نصہ قال بعد قولہ. والمحققون علی تعمیم الشی وتسبیحہ دلالتہ علی الصانع واستحبوا قراۃ القرآن عند القبر لانہ اذا خفف للتسبیحۃ فبعلاوۃ القرآن اولی وقد انکر الخطابی ما یفعلہ الناس علی القبور بھذا الحدیث وقال لا اصل لہ ولا وجہ ومر فی الجریدۃ وعقب قولہ ولذا انکر الخطابی الخ. میں کہتا ہوں محشی نے "المجمع" کی مختصر عبارت پیش کیا ہے، لیجئے میں پورا کلام نقل کرتا ہوں تاکہ یہ امر واضح ہو جائے اور درنگی کے چہرے سے پردہ اٹھ جائے، صاحب مجمع نے فرمایا عبارت یہ ہے، ان کے قول کے بعد فرمایا، محققین شی کی عمومیت کے قائل ہیں اور شئی کی تسبیح کی دلالت صانع پر ہے اور محققین نے قبر کے پاس قرآن کی تلاوت کو مستحب قرار دیا ہے کیونکہ جب تسبیح سے عذاب میں کمی ہوئی تو قرآن کی تلاوت سے بدرجہ اولی کمی ہوگی اور خطابی نے ناپسند کیا وہ کام جو لوگ قبروں پر کرتے ہیں اس حدیث کی وجہ سے اور کہدیا کہ اسکی کوئی اصل نہیں اور شاخ کے بارے میں حدیث گذری اور اس قول (**ولذا انکر**) کے بعد یہ ہے اور کہا گیا کہ تر شاخ تسبیح پڑھے تو اس کی برکت سے عذاب میں کمی ہوتی ہے تو یہ حکم عام اور جاری ہوگا تمام پھولوں اور سبزوں میں، کیونکہ ہر شئی تسبیح پڑھتی ہے یعنی زندہ چیز اور ہر شئی کی زندگی کا الگ الگ معیار ہے۔

علامہ ازہری علیہ الرحمہ نے طویل حاشیہ لکھا ہے آگے کا خلاصہ لکھتا ہوں فرماتے ہیں: اور حضرت بریدہ نے وصیت کی تھی کہ ان کی قبر میں شاخ چوبیں رکھی جائے لہذا صحابی کے مقابلہ میں امام خطابی کا قول سزاوار قبول نہیں، رہی بات حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دست انور کی برکت کا تو اس پر ہر مومن کا ایمان ہے اب جبکہ شاخ کے قبر پر رکھنے کا ذکر حدیث میں آگیا اور صحابی کا فعل بھی پایا گیا تو یہ دونوں (حدیث اور فعل صحابی) مسلمانوں کے عمل کی اصل اور بنیاد ہے اسی لیے فقہا فرماتے ہیں کہ قبروں سے گھاس وغیرہ نہ کاٹیں جائیں۔

دوسری حدیث: باب الجریدۃ علی القبر واوصی بریدۃ الاسلمی ان یجعل فی قبرہ جریدان ورای ابن عمر فسطاطا علی قبر عبد الرحمن فقال انزعہ یا غلام فانما یظلہ عملہ۔ (بخاری، ج/۱ ص:۱۸۱)

یہ باب ہے قبر پر شاخ رکھنے کا اور بریدہ اسلمی نے وصیت کیا تھا کہ ان کی قبر میں دو شاخ رکھ دی جائیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن بن ابی بکر کی قبر پر سائبان دیکھا تو فرمایا اے غلام اس سائبان کو ہٹا دو ان کا عمل انہیں سایہ دے گا۔

اس حدیث پر محدث احمد علی سہارن پوری نے جو حاشیہ لکھا ہے اس کی عبارت ملاحظہ فرمائیں: "غرض المؤلف من وضع هذه الترجمة الاشارة الى ان وضع الجريدة على القبر لا ينفع الميت كما لا ينفعه ظل الفسطاط بل ينفعه عمله الصالح"۔ (بخاری، ج/۱، ص: ۱۸۲ حاشیہ نمبر۱)

امام بخاری کا یہ باب باندھنے کا مقصد اشارہ کرنا ہے اس طرف کہ قبر پر شاخ رکھنا مردے کو نفع نہیں دیتا جس طرح خیمہ کا سایہ مردے کو نفع نہیں پہونچاتا بلکہ اس کا نیک عمل اسے فائدہ پہنچاتا ہے۔

محدث شہیر احمد علی کا حاشیہ پڑھ لیا اب علامہ ازہری علیہ الرحمہ کا حاشیہ بھی ملاحظہ بھی فرمائیں، یہ حاشیہ تحقیقی بھی ہے اور تفصیلی بھی، تفصیل سے اعراض کرتے ہوئے بس حاشیہ کا ایک ٹکڑا تفریح طبع کے لئے نقل کرتا ہوں جس سے مقصود واضح ہو جائے گا۔

فرماتے ہیں: "اقول هذا ينادي باعلى صوته ان ضرب الفسطاط اذا كان عن اعتقاد ان ذالك يظل الميت فهو ممنوع لما تضمن ذالك من سوء اعتقاد و صرف المال في عبث بخلاف ما اذا كان ذلك يستظل به الجلوس عند القبر للتسبيح والتهليل و قراة القران فلا مانع منه شرعا بل هو حسن وقد تقرر في الشرع ان الامور بمقاصدها وقد وضع نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم امرا جامعا لشتات المهمات من انواع العبادات والمعاملات فقال انما الاعمال بالنيات وانما لكل امرء ما نوى او كما عليه افضل الصلوات واذكى التحيات و في الفسطاط خاصة ورد قوله صلى الله عليه وسلم افضل الصدقة ظل فسطاط و منحة خادم۔" میں کہتا ہوں یہ بانگ دہل اعلان کرتا ہوں کہ خیمہ لگانا اس بنا پر ہو کہ یہ مردے کو سایہ دے گا تو یہ منع ہے کہ یہ سوء اعتقاد کو متضمن اور مال کو فضول کام میں خرچ کرنا ہے لیکن اگر خیمہ اس لئے لگایا جائے کہ اس کے سایہ میں بیٹھ کر قبر کے پاس تسبیح وتہلیل اور قرآن کی تلاوت کی جائے تو شرعا کوئی ممانعت نہیں بلکہ یہ تو عمل حسن ہے اور شریعت میں یہ امر مسلم ہے کہ تمام اموروں کو ان کے مقاصد کے آئینہ میں دیکھا جائے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادات ومعاملات جیسے اہمیت والے امور مختلفہ کے لئے ایک پیمانہ مقرر فرمادیا ہے کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر آدمی کے لئے وہی ہے جو نیت کرے یا جیسا کہ حضور نے فرمایا ان پر افضل درود اور پاکیزہ تحیت ہو اور خیمہ کے بارے میں خاص طور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "بہترین صدقہ خیمہ کا سایہ اور غلام کا عطیہ ہے"۔

محترم قارئین ہم نے علامہ ازہری کے حاشیہ علی البخاری کے صرف دو نمونے پیش کئے ہیں کہنے کو تو یہ حاشیہ ہے ورنہ حقیقت میں یہ ایک مستقل تصنیف ہے، یہ حاشیہ اگرچہ بخاری کے دو حصص کا استیعاب واحاطہ نہیں کرتا لیکن جتنا ہے وہ ایسا تحقیقی تشریحی اور معلوماتی ہے جو بخاری شریف کے افہام وتفہیم اور درس وتدریس کے لئے کافی ہے اگر در خانہ کس است یک حرف بس است۔

رب قدیر سے دعاء ہے کہ اس حاشیہ کے فیوض کو عام وتام اور مقبول انام کردے اور صاحب حاشیہ کو اپنی خاص جوار رحمت میں جگہ مرحمت فرمائے آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ وصحبہ و اولیاء امتہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

***

حضور تاج الشریعہ اور استحضار علم

مولانا سید اولاد رسول قدسی، نیو یارک، امریکہ

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات بلاشبہ رب کائنات کی ایک عظیم نعمت تھی۔ آپ کے اندر قادر مطلق نے اس قدر خوبیاں ودیعت فرمائی تھیں کہ انہیں اس مختصر مقالہ کے چند صفحات پر سمیٹا نہیں جاسکتا۔ عزیز القدر صحافی عصر، محافظ مسلک اعلیٰ حضرت حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی صاحب کا پیہم اصرار کہ حضور تاج الشریعہ کی پاکیزہ حیات و خدمات پر معارف تاج الشریعہ کی تیاری مکمل ہو چکی ہے اور یہ پریس کے حوالے ہوا چاہتا ہے۔ لہذا آپ اپنا مقالہ فوراً ارسال کریں۔

احباب کو معلوم ہے کہ ابھی دو ڈھائی ماہ پہلے نیو یارک میں میری چودہ ۱۴ گھنٹے کی میجر سرجری ہوئی ہے۔ اب بھی علاج جاری ہے اس پر مستزاد حضور تاج الشریعہ کے سانحۂ ارتحال نے نڈھال کر رکھا ہے۔ اس کے باوجود قلم کاپی لیکر بیٹھا تو میرے ذہن میں محفوظ حضور تاج الشریعہ سے متعلق بہت ساری اہم علمی باتیں اس طرح یاد آنے لگیں کہ اب قلم ہے کہ رکنے کا نام نہیں لیتا۔ اب میرے سامنے یہ انتہائی مشکل مرحلہ حائل ہو گیا ہے کہ باتوں کو سمیٹوں تو کیسے سمیٹوں اور اس مقالہ کا عنوان رکھوں تو کیا رکھوں۔ فوراً ذہن نے یہ فیصلہ کیا کہ کیوں نہ اس مقالہ کا نام حضور تاج الشریعہ اور استحضار علم رکھا جائے اور ۱۹۹۸ء میں ہرارے، زمبابوے کے اندر حضرت سے تفصیلی ملاقات پر جو علمی گفتگو ہوئی تھی اسے صفحہ قرطاس کی زیب و زینت بنا دیا جائے یہ چنداں بتانے کی ضرورت نہیں کہ رب قدیر نے حضور تاج الشریعہ کو کس قدر غیر معمولی مقبولیت عطا کی تھی۔ میرے اس دعویٰ کی پشت پناہی آپ کے جنازہ میں متوسلین، معتقدین اور مریدین کا امنڈتا ہوا سیلاب ہے۔ آپ کی حیات ظاہری میں یہ منظر بارہا دیکھا گیا ہے کہ آپ جہاں جلوہ بار ہوتے لوگوں کی بہت بڑی بھیڑ اس طرح جمع ہو جاتی جیسے شمع کے ارد گرد پروانے، ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ہندوستان میں جب بھی حضرت سے ملاقات کی سعادت ہوتی تو تفصیلی گفتگو کا بہت ہی کم موقع فراہم ہو پاتا حتیٰ کہ ۱۹۹۰ء میں جب حضور تاج الشریعہ میرے والد گرامی حضور مفتی اعظم اڑیسہ حضرت علامہ مفتی سید شاہ عبد القدوس علیہ الرحمہ کے عرس چہلم کے موقع پر تشریف لائے تھے اور اپنے مقدس ہاتھوں سے ہزاروں کے مجمع میں بندۂ احقر کے سر پر دستار خلافت باندھی تھی اور دو دن قیام بھی فرمایا تھا مگر بھیڑ بھاڑ کے سبب ہم چاہ کر بھی حضرت سے علمی استفادہ نہ کر سکے یہی حال ممبئی کے قیام کے دوران بھی رہا، میری انتہائی فیروز بختی رہی کہ ملازمت کے زمانے میں ہرارے، زمبابوے (جس کی لوساکہ سے کم و بیش ۵/ گھنٹے کی بائی روڈ مسافت ہے) میں حضور تاج الشریعہ تقریباً ہر سال تشریف لاتے تھے۔ دراصل ہرارے میں سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے نامور خلیفہ حضرت مفتی محمد جان، جودھ پوری، علیہ الرحمہ کے داماد قاری احمد رضا صاحب کی فیملی رہتی ہے۔ مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے نواسے الحاج منصور رضوی صاحب اور ان کے برادران ہر سال عرس اعلیٰ حضرت بڑے ہی تزک و احتشام کے مناتے ہیں۔ ۱۹۹۸ء کی بات ہے

کہ الحاج منصور رضا صاحب نے عرس اعلیٰ حضرت کے زریں موقع پر ناچیز کو مقرر خصوصی کے طور پر دعوت دی اور بتایا کہ اس بار حضور تاج الشریعہ کی تشریف آوری ہو رہی ہے، حضرت کی آمد کی نوید جانفزا سن کر مجھے بے حد مسرت ہوئی اور میں نے بخوشی دعوت قبول کر لی۔ میں نے سوچا کہ اس سے بڑھ کر پھر شاید کوئی اور سنہرا موقع میرے لئے میسر آئے حضرت سے علمی استفادہ کا کیوں کہ یہ افریقہ ہے نہ کہ ہندوستان کہ جہاں لوگوں کا انبوہ کثیر ہو میں نے کیا کیا قلم اور کاغذ لیکر بیٹھ گیا ان سوالوں کو ترتیب دینے لگا جو میرے لئے تردد کے باعث تھے اور کتابوں کی قلت کی بنیاد پر جوابات کی تشفی بخش تحصیل ہو نہیں پائی تھی۔ میں قلبی طور پر بہت خوش تھا چلو اس بہانے حضرت کی زیارت سے بہرور ہو جاؤں گا اور ساتھ ساتھ جوابات حاصل کر کے اپنے ذوق نمو کو تسکین کی دولت فراہم کر لوں گا۔ علاوہ ازیں میں نے سوچا کہ کیوں نہ اپنے وقت میں انگریزی میں کوئی ایسی کتاب لکھی جائے اور اس کی رسم اجرا حضور تاج الشریعہ کے مقدس ہاتھوں سے کرائی جائے۔ معاً خیال آیا کہ گذشتہ سال الحاج منصور رضا صاحب نے اپنے نانا حضرت مفتی جان علیہ الرحمہ کی تصنیف "ذکر رضا" دی تھی (جو سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی اردو منظوم سوانح ہے) کا انگریزی میں ترجمہ کر دیا جائے میں نے ابھی اس کا ترجمہ شروع ہی کیا تھا کہ اچانک میرے کرم فرما جناب عبد المجید عثمان (جو انگریزی زبان و ادب میں بہت مہارت رکھتے ہیں) سے لوساکہ کی غوثیہ مسجد کے آفس میں ملاقات کی۔ انہیں میں نے ترجمہ شدہ چند صفحات دکھائے تو موصوف نے مشورتاً کہا کہ حضرت بہتر یہ ہوگا کہ آپ اس کا انگریزی میں منظوم ترجمہ کریں تاکہ اردو منظوم کتاب سے اس کی مطابقت رہے۔ جناب کا مشورہ مجھے پسند آیا اور میں نے انگریزی میں اس کا بھر پور یفکیشن کرنا شروع کیا۔ گو کہ یہ کام بہت مشکل تھا مگر حضور سیدی اعلیٰ حضرت کے فیضان کرم سے یہ کام تکمیل تک پہونچا۔ جناب منصور رضا نے ہرارے میں اسے شائع بھی کرا دیا۔

جوں توں کر کے وقت گزرتا گیا اور وہ مسعود و مبارک عرس اعلیٰ حضرت آپہنچا۔ الحمد للہ حضور تاج الشریعہ کے متبرک ہاتھوں سے میری ترجمہ شدہ کتاب "دی ریمیبرینس آف رضا" کی رسم اجرا عمل میں آئی۔

پہلی بار ہرارے میں حضور تاج الشریعہ کی انگریزی زبان میں جب تقریر سنی تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ جلسہ کے اختتام پر جب حضرت جناب منصور رضا صاحب کے دولت کدہ پر تشریف لائے تو مجھ سے فرمایا کہ چھوٹے سید صاحب! (حضرت مجھے چھوٹے سید صاحب کہہ کر مخاطب ہوتے تھے) آپ نے میری انگریزی تقریر سنی؟ کوئی غلطی تو نہیں ہوئی؟ کیوں کہ میں نے صرف ۸ ر جماعت تک انگریزی پڑھی ہے اور جب کہ آپ نے انگریزی میں ایم اے کیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! آج آپ کا انگریزی خطاب سن کر ایسا محسوس ہوا گویا آپ نے انگریزی میں ایم اے کیا ہے اور میں نے آٹھ جماعت انگریزی پڑھی ہے۔ یہ جواب سن کر حضرت مسکرا پڑے۔

ابھی باتیں چل ہی رہی تھیں کہ ایک شخص آیا اور آپ سے کہنے لگا کہ آپ بتائیں کہ اعلیٰ حضرت نے اپنے وصیت نامہ میں جو یہ لکھا ہے کہ وہ تمہارا کیسا ہی عزیز و معظم ہو اگر اسے گستاخ رسول پاؤ تو اسے اس طرح نکال دو جیسے دودھ سے مکھی نکالی جاتی ہے کیا اس میں تشدد نہیں ہے؟، کیا یہ انسانیت، رواداری، اور بھائی چارگی کے منافی نہیں ہے؟۔ حضرت تاج الشریعہ نے انتہائی متانت وسنجیدگی کے ساتھ فرمایا کہ جناب آپ حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کو جانتے ہیں؟ اس نے کہا نہیں، پھر آپ نے فرمایا کہ

حضرت ابو یوسف رضی اللہ عنہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے جلیل القدر شاگرد گزرے ہیں۔ ان کا واقعہ سننے سے پہلے ''بخاری شریف'' جسے اصح الکتب بعد کتاب اللہ تعالیٰ کہا جاتا ہے کی جلد ثانی ''کتاب الاطعمہ باب المرق'' کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سنئے۔ حضور تاج الشریعہ نے پہلے باضابطہ عربی زبان میں پوری حدیث پڑھی پھر اس کا اردو زبان میں سلیس ترجمہ پیش فرمایا۔ جب حضرت حدیث پیش فرمارہے تھے تو میں حیرت زدہ آپ کے رخ زیبا کو دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ آپ کی زندگی ایک مشینی زندگی سے کم نہیں۔ اکثر ایام سفر میں گزرتے ہیں دنیا بھر کا آپ تبلیغی دورہ کرتے ہیں، گوناگوں مصروفیات کے باوجود آپ کے استحضار علم کا یہ عالم کہ مع اسماء الرجال پوری حدیث اس انداز سے پڑھ رہے تھے گویا آپ کے سامنے صحیح البخاری کی جلد ثانی موجود ہے۔ اور ''کتاب الاطعمہ'' کا باب المرق کھلا ہوا ہے۔

قارئین بھی ذیل میں پوری حدیث مع ترجمہ ملاحظہ کریں اور اپنے ایمان کو جلا بخشیں۔

عن عبداللہ بن ابی طلحۃ انہ سمع انس بن مالک ان خیاطا دعا النبیﷺ لطعام صنعہ فذھبت مع النبیﷺ فقرب خبز شعیر ومرقافیہ دباء وقدید فرأیت رسول اللہﷺ یتتبع الدباء من حوالی القصعۃ فلم ازل احب الدباء بعد یومئذ۔

یعنی حضرت عبداللہ ابن طلحہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت انس کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ میں ایک درزی کی دعوت پر حضور سید عالم ﷺ کے ہمراہ اس کے گھر پہونچا تو جو کی روٹی اور شوربہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا جس میں خشک گوشت کی بوٹیاں اور کدو کے ٹکڑے تھے۔ میں نے دیکھا کہ حضور پرنور ﷺ پیالے کے اطراف سے کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے تناول فرماتے تھے اس لئے میں اس دن سے کدو سے بڑی محبت کرتا ہوں۔

مذکورہ حدیث مع ترجمہ پیش کرنے کے بعد حضور تاج الشریعہ نے فرمایا کہ جب امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کے سامنے اس حدیث کا ذکر آیا تو مجلس کے شرکاء میں سے ایک شخص نے کہا "انا لا احبہ" یعنی میں اسے (کدو) پسند نہیں کرتا۔ اتنا سنتے ہی حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ غضب وجلال کے پیکر بن گئے اور میان سے تلوار نکال کر فرمانے لگے "جدد الایمان والا لاقتلنک" یعنی دوبارہ ایمان لا ورنہ میں ضرور بالضرور تجھے قتل کردوں گا۔ حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان کرنے کے بعد حضور تاج الشریعہ نے انتہائی محبت آمیز اور شفقت خیز لب ولہجہ میں فرمایا کہ انسان کی طبیعت کی بات ہے۔ کسی کو کچھ پسند ہے کسی کو کچھ اور یہاں معاملہ بھی کچھ اور ہے۔ چونکہ سرکار ابد قرار ﷺ نے کدو کو محبوب رکھا ہے تو ہمیں بھی محبوب رکھنا ہے۔ یہ محبت عقلی اور محبت ایمانی کا تقاضہ ہے۔ پھر آپ نے صحیحین شریفین کی ایک اور حدیث جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے پیش فرمائی۔ قال رسول اللہﷺ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔ تک یعنی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے والدین اور اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔ اس حدیث کے بعد آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ والی حدیث اشک بار آنکھوں کے ساتھ سنائی کہ ایک مرتبہ سرور عالم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے استفسار فرمایا کہ اے عمر! یہ بتاؤ! کیا تم مجھ سے محبت کرتے ہو؟ حضرت عمر فاروق نے عرض کیا "بلی یارسول اللہ ﷺ" یعنی کیوں نہیں اے اللہ کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ سے بے حد محبت کرتا ہوں یہاں تک کہ دنیا کے تمام لوگوں سے بھی زیادہ محبت کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! تمہارا ایمان اب بھی نامکمل ہے۔ اتنا سننے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ آب دیدہ ہوئے اور عرض کرنے لگے آقا! آپ پر میرے والدین قربان ہوں آپ بتائیں کہ میرا ایمان کیسے مکمل ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا کہ جب تک میں تمہارے نزدیک تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں اس وقت تک تمہارا ایمان تام نہیں ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب میں اپنی جان سے بھی زیادہ آپ سے محبت کرتا ہوں۔ یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب تمہارا ایمان مکمل ہوگیا۔

حضور تاج الشریعہ کی زبان فیض ترجمان سے یہ ساری باتیں سن کر وہ شخص جس نے سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی وصیت پر سوال اٹھایا تھا آپ کے قدموں میں گر گیا اور رہا تک دہل کہنے لگا حضور اب میں نے ایمان کی اہمیت وافادیت سمجھ لی، میرے سارے شبہات دور ہوگئے اس سے پہلے میں مذبذب اور متزلزل تھا۔ اب میرا ایمان مستحکم اور راسخ ہوگیا۔ حضور دعا فرمائیں کہ میں تاحیات مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی سے قائم رہوں۔ حضرت نے اسے دعاؤں سے نوازا پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ شخص اپنے گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔

میں نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اپنے چند مرتب سوالوں سے پہلا سوال یوں پیش کیا کہ حضرت میرے ذہن میں بہت دنوں سے ایک خلجان ہے کہ اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی کیا مشیت ہے کہ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کا نام موسیٰ اور سامری کا نام بھی موسیٰ تھا۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی پرورش اور موسیٰ سامری کی پرورش حضرت سیدنا حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنی نورانی انگلی سے دودھ پلا کر کی مگر اس کے باوجود موسیٰ سامری ایسا کافر بنا کہ اس نے بنی اسرائیل سے بچھڑے کی پرستش کروائی اور برخلاف اس کے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام منصب نبوت پر فائز کیے گئے۔ حضرت تاج الشریعہ نے اس کے جواب میں برجستہ مع حوالہ صاوی شریف کی جلد اول صفحہ ۲۱ میں مرقوم ایک عارف باللہ کے دو شعر عربی میں پڑھے۔ ؎

اذا المرأ لم يخلق سعيدا من الازل
فقد خاب من ربى وخاب المؤمل

فموسى الذى رباه جبريل كافر
وموسى الذى رباه فرعون مرسل

انتہائی سلیس اردو میں اس کا ترجمہ بیان فرمایا کہ جب کوئی شخص ازلی شقی ہوتا ہے تو نہ صرف یہ کہ وہ نامراد ہوتا ہے بلکہ اس کی پرورش کرنے والا بھی۔ جیسے موسیٰ سامری جس کی پرورش حضرت جبریل علیہ السلام نے کی وہ کافر ٹھہرا اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام جو فرعون کی پرورش میں رہے وہ خداوند قدوس کے برگزیدہ رسول ہوئے۔ میں نے عرض کیا حضور اگر اس کی مزید تشریح ہوجائے تو یہاں موجود دیگر اشخاص کے اذہان بھی صیقل ہوجائیں کیوں کہ اس قسم کا سوال لوگ آئے دن ہم سے بھی کرتے رہتے ہیں۔ حضرت نے اس کی مختصر اور جامع یوں تشریح فرمائی کہ عارف کے ان اشعار کا لب لباب اور ماحصل یہ ہے کہ موسیٰ سامری چونکہ ازلی طور پر بد بخت تھا اس لئے حضرت جبریل علیہ السلام کی پرورش نے اسے کوئی فائدہ نہ دیا اور وہ کافر کا کافر ہی رہا۔ اس کے برعکس حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام چونکہ ازلی سعید الحظ یعنی نیک بخت تھے اس لئے فرعون جیسے سڑے ہوئے کافر کی

پرورش سے انہیں کسی قسم کا ضرر نہیں پہونچا۔

میں نے حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں دوسرا سوال کیا کہ سورہ مائدہ میں جس دسترخوان کا ذکر ہے اس سلسلہ میں تفسیر جلالین کے اندر یہ لکھا ہے کہ اس میں سات مچھلیاں اور سات روٹیاں تھیں کیا وہ مچھلیاں اور روٹیاں دنیا کے کھانوں میں سے تھیں یا یہ آخرت کے کھانوں کی قبیل سے ؟ آپ نے اس سوال کے جواب سے پہلے تفسیر جلالین کے حوالے سے فرمایا کہ تفسیر جلالین کی روایت کے علاوہ دیگر روایتیں بھی آئی ہیں۔مثلا رئیس المفسرین حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس دسترخوان پر سات نہیں بلکہ پانچ روٹیاں تھیں اور مچھلیوں کے بجائے گوشت تھا اور بعض روایتوں میں سات مچھلیاں نہیں بلکہ ایک ہی ایسی مچھلی تھی جس میں کانٹے کا وجود نہیں تھا۔اس میں گوشت ہی گوشت تھے اور اس میں سے تیل ٹپک رہا تھا اور اس کے سرہانے نمک اور دم کے پاس سرکہ اور اس کے اطراف میں مختلف انواع کی سبزیاں تھیں۔اسی طرح روٹیاں سات نہیں بلکہ پانچ تھیں۔مزید برآں ان روٹیوں میں کوئی بھی روٹی فقط روٹی نہیں تھی بلکہ ہر روٹی کے اوپر رب قدیر کی کوئی نہ کوئی نعمت ضرور تھی۔مثلاً ایک روٹی پر زیتون کا تیل، دوسری پر شہد، تیسری پر گھی، چوتھی پر پنیر اور پانچوی پر گوشت کی بوٹیاں تھیں۔

یقین جانئے حضرت بولے جارہے تھے اور میں حیرت واستعجاب کی انوکھی تصویر بنا پیہم یہ سوچے جارہا تھا کہ یا اللہ! جب حضور تاج الشریعہ کے استحضار علم کا یہ عالم ہے تو پھر سیدنا حضور اعلیٰ حضرت کے وفور علم کی کیا کیفیت رہی ہوگی۔

حضور تاج الشریعہ نے اسی تفسیر کی پہلی جلد کا صفحہ نمبر بتاتے ہوئے فرمایا کہ وہ کھانا نہ دنیاوی تھا اور نہ اخروی بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی وقت اس کھانے کو ایجاد فرما کر بھیجا تھا جیسا کہ تفسیر جمل میں یہ بھی قلمبند ہے کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ نے ان کے ایک حواری (جس کا نام شمعون تھا) کے مذکورہ سوال پر یہ جواب مرحمت فرمایا تھا۔

میرے والد گرامی حضور مفتی اعظم اڑیسہ علیہ الرحمہ کی عادت کریمہ تھی کہ آپ نماز فرض کے بعد استغفار پڑھتے تھے پھر کلمۂ طیبہ۔ میں نے بھی یہ عادت بنالی۔لوساکہ غوثیہ مسجد میں امامت کے زمانہ میں بعد فرض نماز حسب عادت میں استغفار پڑھتا پھر کلمۂ طیبہ کا ورد۔ایک بار ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا کہ مولانا صاحب ہم نے علماء سے سنا ہے کہ سرور عالم ﷺ بعد فرض لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے مگر آپ استغفار پڑھتے ہیں۔اس سلسلے میں کوئی حدیث ہو تو بتائیں۔غوثیہ مسجد لوساکہ کی چھوٹی سی لائبریری میں کچھ کتابیں ہیں مگر تلاش بسیار کے باوجود مجھے ایسی کوئی حدیث نہیں مل پائی جو میرے عمل کی پشت پناہی کرسکے۔ میں نے موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے حضور تاج الشریعہ سے اس سلسلے میں پوچھا تو آپ نے فوراً فرمایا کہ حضور مفتی اعظم اڑیسہ کا یہ عمل بلاشبہ حدیث کی روشنی میں صحیح تھا بلکہ آپ کا یہ عمل لائق تقلید بھی ہے۔کیوں کہ احادیث میں دونوں روایتیں یعنی استغفار اور کلمہ کی موجود ہیں۔ پھر اس کے بعد آپ نے استغفار والی حدیث مع حوالہ پیش فرمایا کہ مشکوۃ المصابیح صفحہ ۸۸/میں باب الذکر بعد الصلوۃ میں موجود ہے۔

"کان رسول اللہ ﷺ اذاانصرف صلوتہ استغفر ثلثا وقال اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذاالجلال والاکرام" یعنی جب رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرمالیتے تو تین بار استغفار پڑھتے اور یوں کہتے اللھم انت السلام الخ

حضور تاج الشریعہ نے اس حدیث کے پہلو بہ پہلو دو حدیثیں اور بیان فرمائیں۔حوالہ جات مجھے یاد نہیں رہے مگر عربی عبارتیں

اب بھی میری ڈائری میں محفوظ ہیں وہ عبارتیں من وعن قارئین کی نذر ہیں۔

کان رسول اللہ ﷺ اذا سلم من صلوتہ یقول بصوتہ الاعلیٰ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیء قدیر لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذالجد منک الجد

اس حدیث کے بعد دوسری حدیث پیش فرمائی۔ ان النبی کان یقول فی دبر کل صلوتہ مکتوبۃ لا الہ الا اللہ وحدہ

جونہی آپ نے مذکورہ حدیث بیان فرمائیں میں نے عرض کیا حضور یہ بھی فرمائیں کہ کون سی اوقات میں ہماری دعائیں زیادہ سنی جاتی ہیں۔ آپ نے برجستہ فرمایا کہ ترمذی کی دوسری جلد صفحہ ۳۶۳ر میں آپ دیکھ لیجئے گا کہ یہ حدیث سوال و جواب کے ساتھ اس طرح موجود ہے "قلنا یا رسول اللہ ﷺ ای الدعا ما سمع قال جوف اللیل ودبر الصلوۃ المکتوبۃ" یعنی ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کون سی دعا زیادہ سنی جاتی ہے فرمایا رات کے نصف آخر میں اور فرض نمازوں کے بعد۔

مسجد غوثیہ لوساکہ کی بات ہے ایک بار ایک دیوبندی آپہنچا اس نے میری اقتدا میں نماز عصر پڑھی وہاں میرا طریقہ یہ تھا کہ بعد عصر میں ایک مختصر حدیث مع تشریح و ترجمہ، انگلش اور اردو میں پیش کرتا تھا۔ درس حدیث میں وہ بھی بیٹھتا۔ درس حدیث کے بعد میں نے دعا مانگی جیسا کہ ہمارا طریقہ ہے کہ ہم بزرگوں کے وسیلے سے دعائیں مانگتے ہیں۔ دعا ختم ہوتے ہی اس نے کہا کہ وسیلے سے دعا مانگنا شرک ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے "ادعونی استجب لکم" یعنی تم مجھ سے دعا مانگو میں اسے پورا کروں گا۔ میں نے بہت سی دلیلیں قرآن مقدس اور حدیث نبویہ ﷺ سے دیں لیکن اس نے کہا کوئی ایک ایسی حدیث آپ پیش کریں کہ خود نبی کریم ﷺ نے وسیلے سے دعا کی ہو یا کسی کو تلقین کی ہو۔ معاً میرے ذہن میں حضور پرنور ﷺ کی چچی مولائے کائنات کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بعد وصال والا واقعہ یاد آگیا اور میں نے کہا کہ بالکل ایسی روایت موجود ہے سرور کائنات ﷺ نے اپنی مشفقہ چچی حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد جب ان کی قبر تیار ہوگئی تو اپنے دست مبارک سے ان کی قبر کی لحد کھودی پھر قبر میں لیٹ کر یہ دعا کی کہ اے اللہ اپنے نبی اور گذشتہ انبیاء کے وسیلے سے میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے۔ علاوہ ازیں ترمذی شریف کی نابینا صحابی رسول والی حدیث پیش کی کہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ایک بار ایک نابینا صحابی حاضر ہوئے اور عرض گذار ہوئے یا رسول اللہ آپ دعا فرمادیں کہ میری بینائی واپس آجائے آپ نے فرمایا کہ صبر کر صبر تیرے حق میں اچھا ہے مگر بے حد اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم اچھی طرح وضو کرکے اس طرح دعا کرو "اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہت بک الیٰ ربی فی حاجتی ھذہ لتقضیٰ لی اللھم فشفعہ فیّ" یعنی اے اللہ میں تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں اور تیرے رحمت والے نبی حضرت محمد ﷺ کا وسیلہ پیش کرتا ہوں اے محمد ﷺ میں نے اپنے رب کے دربار میں آپ کو وسیلہ پیش کیا ہے اپنی اس ضرورت کے لئے تاکہ اس کی تکمیل ہوجائے یا اللہ تو میرے حق میں ان کی یعنی رسول اللہ ﷺ کی سفارش قبول فرمایا۔

میرے مذکورہ دلائل سننے کے بعد اس دیوبندی مولوی نے کہا کہ آپ نے نبی کریم ﷺ کی چچی سے متعلق جو حدیث بیان کی ہے وہ کہاں ہے مع عربی عبارت بتایئے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے تلاش کرکے بتلاؤں گا۔ ہندوستان ہوتا تو بآسانی میں حوالہ

کو ڈھونڈ لیتا لیکن باہر کے ملکوں میں کتابوں کی بڑی قلت ہوتی ہے ہر چند کہ میں نے جستجو کی مگر ناکام رہا۔

میں نے مرتب سوالوں میں یہ بھی لکھ رکھا تھا کہ حضرت تاج الشریعہ سے ملاقات پر اس کا حوالہ پوچھوں گا۔ میں نے جونہی آپ سے اس کا حوالہ جاننا چاہا تو آپ نے فوراً وفاء الوفا کی جلد اور اس کا صفحہ بتاتے ہوئے عربی عبارت پڑھی۔

"اللّٰھم بحق نبیک والانبیاء من قبلہ ان تغفرلی لامی فاطمۃ" یعنی اے اللہ اپنے نبی اور گذشتہ نبی کے وسیلے سے میری ماں فاطمہ کو بخش دے۔

اس طرح غوثیہ مسجد لوسا کہ میں محفل نعت منعقد ہوئی تو کچھ بد مذہب لوگ نعت خوانی پر اعتراض کرتے تو میں جواباً کہتا کہ نعت کہنا صحابۂ کرام کی سنت ہے اور نعت سننا خود سرورِ عالم ﷺ کی سنت ہے اس پر کچھ لوگ دلیل طلب کرتے تو میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ والا واقعہ پیش کرتا۔ آقائے نامدار ﷺ ان کے لئے مسجد نبوی میں منبر بچھائے اس پر کھڑے ہوکر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی طرح نعت پاک سناتے اور کافروں کی ہجو کرتے اور سرکار ابد قرار ﷺ ان کے لئے دعائے خیر فرماتے کہ اے اللہ حسان کی جبرئیل امین کے ذریعہ مدد فرما۔

کسی نے حوالہ طلب کیا تو میں نے موجودہ کتب احادیث دیکھیں تو مجھے حوالہ مل نہ پایا۔ میں نے جونہی حضرت سے اس سلسلے میں پوچھا تو آپ نے برجستہ فرمایا کہ مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۶ ر میں یہ حدیث اس طرح موجود ہے۔ "کان رسول اللہ ﷺ یضع لحسان منبراً فی المسجد یقوم علیہ ویفاخر عن رسول اللہ ویقوم رسول اللہ ﷺ ان اللہ یؤید حسان بروح القدس ما تفاخر عن رسول اللہ"

یعنی رسول اللہ ﷺ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مسجد میں منبر رکھواتے جس پر کھڑے ہوکر حضرت حسان نبی کریم ﷺ کی مدح فرماتے اور کافروں کی ہجو کا جواب دیتے تو آقا کریم ﷺ فرماتے کہ اللہ اس کار خیر میں حسان کی جبرئیل امین کے ذریعہ مدد فرما۔ مشکوٰۃ شریف میں باب الاستغفار کے مطالعہ کے وقت جب یہ مندرجہ ذیل حدیث آئی ☐ قال رسول اللہ ﷺ انہ لیغان علیٰ قلبی وانی لاستغفر اللہ فی الیوم مائۃ مرۃ" یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک جب میرے دل پر پردہ چھا جاتا ہے بے شک میں اللہ سے ایک دن میں ایک سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

تو میرے ذہن میں یہ سوال ابھرا کہ نبی کریم ﷺ سید المعصومین ہونے کے باوجود سو مرتبہ روزانہ استغفار کرتے تھے۔ اس کی وجہ عام طور پر علماء بیان کرتے آئے ہیں کہ یہ استغفار امت کی تعلیم کے لئے تھا لیکن اس عبارت میں لفظ "لیغان فی قلبی" آیا ہے یعنی میرے دل پر پردہ چھا جاتا ہے آخر اس سے کیا مراد ہے۔ میں نے کافی غور وخوض کیا لیکن اس کی معقول وجہ سمجھ میں نہیں آئی تو میں نے یہ سوال حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں پیش کیا تو آپ نے اس کی ایسی وجوہات بیان فرمائیں کہ میں عش عش کرتا رہ گیا اور مجھے یہ ماننے میں ذرہ برابر بھی تامل نہ ہوا کہ آپ صحیح معنوں میں صرف جانشین مفتی اعظم ہند ہی نہیں بلکہ وارث علوم رضا بھی ہیں۔

حضرت نے فرمایا کہ حدیث میں علیٰ قلبی سے مراد عند ارادۂ ربی ہے یعنی سرکار دو عالم ﷺ یہ فرما رہے ہیں کہ میں اس وقت استغفار کرتا ہوں جب کوئی چیز تو جہ الی اللہ کے وقت میرے سامنے حائل ہوجاتی ہے۔ میں نے عرض کیا حضور! کون سی چیزیں ہوسکتی

تھیں جو حضور اکرم ﷺ کی توجہ اللہ کی راہ میں حائل ہوتی تھیں۔ آپ نے فرمایا ان چیزوں کا تعلق بشری تقاضے اورانسانی ضروریات سے تھا جیسے کھانا پینا وغیرہ۔

آپ نے مزید اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ سرور عالم ﷺ چاہتے تھے کہ ہر لمحہ ذکر الٰہی میں مستغرق و منہمک رہیں۔

پھر حضور تاج الشریعہ نے ایک اور بڑی اہم وجہ بیان فرمائی کہ جب آپ گناہگار امتوں کے حالات پر نگاہ ڈالتے تو آپ پر درد و غم کے اثرات مرتب ہونے لگتے تو اس کو زائل کرنے کے لئے بھی آپ استغفار کرتے تھے۔

یوں تو اگر حضور تاج الشریعہ کی عظمت، شان، تبحر علمی اور تفقہ فی کو تحریر کروں تو کئی ہزار صفحات لکھے جا سکتے ہیں مگر یہاں خوف طوالت دامن گیر ہے۔ یقیناً حضرت والا تبار کی رحلت عالم اسلام کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے، میں اپنا یہ مختصر سا مقالہ اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔ ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

***

حضور تاج الشریعہ کی علم حدیث میں عبقریت

مولانا محمد ناظم علی مصباحی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

راس الفقہا والمحدثین، سند المحققین، برہان الحق والدین، جامع شریعت وطریقت وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین سرکار مفتی اعظم، یادگار حضور حجۃ الاسلام، قاضی اسلام، مرجع انام، حجۃ الخلف تاج الشریعہ حضرت مفتی شاہ محمد اختر رضا قادری علیہ الرحمۃ و الرضوان آفتاب عالم تاب خدا رسیدہ شخصیتوں میں سے تھے جنھیں قدرت نے گوں ناگوں اوصاف وکمالات، فضائل ومناقب اور اسلاف کی امانتوں کا حامل بنایا تھا، آپ کی پرکشش وبارعب ہمہ جہت شخصیت شریعت وطریقت کا حسین سنگم اور اسلاف کا کامل نمونہ تھی آپ نے بیعت وارادت اور سلوک راہ طریقت کے ذریعے جہان اسلام میں دین اسلام کی وہ نمایاں خدمات انجام دیں جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ آپ زہد وتقوی، اتباع سنت وشریعت، اخلاص واستغنا، ایثار ووفا، حزم واحتیاط، مکارم اخلاق کے روشن آئینہ دار، ولی صورت، ولی سیرت یقین محکم، عمل پیہم کی روشن تفسیر اور "اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ" کے کامل مصداق تھے۔ آپ کے جمال جہاں آرا کو دیکھ کر اللہ ورسول کی یاد سے دل معمور ہو جاتا۔ آپ کی طلعت زیبا کی زیارت، آپ سے بیعت وارادت، اکتساب فیض اور طلب جام عرفان کے لیے ہمہ وقت عقیدت کیشوں اور ارادت مندوں کا ہجوم لگا رہتا تھا آپ مختلف علوم وفنون کے جامع اور ان میں یکتائے روزگار تھے علوم قرآن وحدیث، علوم فقہ واصول فقہ، علم عقائد وکلام وغیرہ میں دست گاہ تام اور ید طولیٰ رکھتے تھے۔

کاملان طریقت وعالمان شریعت آپ کو اپنا مرجع ومقتدا اور ہادی ورہنما تسلیم کرتے اور آپ کے حضور بصد ادب واکرام سر تسلیم ونیاز خم کرتے آپ کی زیارت، دست بوسی وقدم بوسی کو اپنی سعادت وارجمندی اور سرمایہ افتخار سمجھتے اور آپ سے اکتساب فیض کو اپنے اقبال کی بلندی تصور کرتے آپ کی روشن تحقیقات کو حرز جان بناتے، انھیں اعتماد کی نگاہوں سے دیکھتے، ان سے سرمو انحراف نہ کرتے، آپ نے علم حدیث کی جو روشن خدمات انجام دی ہیں وہ رہتی دنیا تک یادگار رہیں گی، آپ نے درس حدیث کے ذریعے جو شمع اسلام فروزاں فرمائی اس کی ضوبار شعاعیں اور ضیا پاش کرنیں طالبان علم حدیث کے سینوں کو جلا بخش رہی ہیں اور ان کے اذعان وایقان کو مستحکم کر رہی ہیں آپ نے اپنے زمانہ میں علم حدیث کے متعلق پیدا کیے جانے والے شکوک وشبہات، اوہام وخیالات اور رکیک استدلالات کی بے خوف لومۃ لائم، جرات ایمانی کے ساتھ ایسی بیخ کنی فرمائی کہ اس سے رونما ہونے والا فتنہ صبح قیامت تک دفن ہو گیا اور محکم دلیلوں اور واضح قرینوں سے ایسا مزین ومبرہن فرمایا کہ کسی منصف کے لیے مجال دم زدن نہیں چاہے وہ متن حدیث کے متعلق ہو یا رجال حدیث کے متعلق۔ حضرت تاج الشریعہ جب حدیث اور راویان حدیث کی تحقیق وتوضیح فرماتے تو امام احمد رضا قدس سرہ کی روشن تحقیقات کی جلوہ آرائیوں سے ذہن وفکر اور شعور وادراک روشن ہو جاتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ بارگاہ رسالت سے القا فرمایا جا رہا ہے جس پر روشن شاہد آپ کا وقیع وگراں قدر حاشیہ صحیح بخاری، درس بخاری اور مختلف حدیث و

رجال حدیث پر آپ کی گراں قدر تحقیقات ہیں آپ نے "اصحابی کالنجوم" "حدیث ثقلین" اور "حدیث افتراق امت" وغیرہ کی ایسی ایمان افروز تحقیق انیق فرمائی کہ حق و باطل اور نور و نار کا فرق آفتاب روز روشن سے زیادہ آشکارا ہو گیا اور "جاء الحق و زھق الباطل" کے روشن جلوے نظر آنے لگے۔ رسول پاک سید عالم ﷺ کے ارشاد پاک: "کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ" میں "کلھم فی النار" اور "ملۃ واحدۃ" دونوں کا مصداق ایک ہے یا الگ الگ یہ افتراق امت افتراق ملت ہے یا افتراق عمل؟ صرف دخول فی النار ہی مراد ہے یا اور کچھ۔۔۔ حضرت تاج الشریعہ قدس سرہٗ نے اس امر کی کامل تحقیق فرمائی اور اسے عرش تحقیق تک پہنچا کر رکیک استدلالات کی نقاب کشائی فرمائی۔

حدیث افتراق امت میں جن بہتر فرقوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ سب جہنم میں رہیں گے، وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے جیسے کفار و مشرکین یا جہنم میں ہمیشہ نہ رہیں گے بلکہ جہنم میں صرف ان کا دخول ہوگا؟ پھر امتی سے امت اجابت مراد ہے یا امت دعوت؟ اگر امت اجابت مراد ہے تو کیا وہ دین اسلام پر ہمیشہ قائم رہے گی یا یہود و نصاریٰ کی طرح دین حق سے برگشتہ و منحرف ہو کر جہنم رسید ہوگی؟ اور " ثلاث و سبعین ملۃ" میں ملت سے کیا مراد ہے؟ ملت اسلام یا ملت اسلام سے جدا ملت؟ اس پر حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے ایسی محققانہ بحث فرمائی جس سے حدیث پاک کا معنی آفتاب روشن سے زیادہ آشکارا ہو جاتا ہے اور اس بات کا اذعان تام ہوتا ہے کہ صرف "دخول فی النار" ہی مراد نہیں بلکہ فرقۂ ناجیہ سے منفرد و ممتاز یہ اسلام مخالف فرقے اپنی بدعقیدگی اور بدمذہبی کے سبب جہنم میں ہمیشہ رہیں گے ان کی بدعقیدگی حد کفر تک پہنچی ہوگی جیسا کہ فرماتے ہیں:

بہتر فرقے جن کی پیشین گوئی حدیث پاک میں کی گئی وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، بحکم خلود فی النار سے سوائے اہل سنت و جماعت کے کوئی ایسا فرقہ جس کی بدمذہبی حد کفر تک پہنچی اور جو بعینہ کفر کا مرتکب ہوا مستثنیٰ نہیں ہے، حدیث اپنے قرائن مقالیہ سے صاف بتا رہی ہے کہ صادق و مصدوق دانائے غیوب خدا کے محبوب نے یہ غیب کی خبر دی کہ ان کی امت اجابت میں سے کچھ لوگ کلمہ پڑھ کر یہود و نصاریٰ کی طرح انکار ضروریات دین و تکذیب سید المرسلین ﷺ کے مرتکب ہو کر دین سے نکل جائیں گے، مرتد ہو جائیں گے اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اس پر حدیث مذکور کے چند الفاظ صاف قرینہ ہیں از اں جملہ صدر حدیث کا وہ جملہ ہے جس سے حدیث افتراق شروع ہوئی ہے: "عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ لیاتین علی امتی ما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل حتی ان کان منھم من اتی امہ علانیۃ لکان فی امتی من یصنع ذلک وان بنی اسرائیل تفرقت علی اثنتین و سبعین ملۃ وتفترق امتی علی ثلث و سبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا: من ھی یا رسول اللہ قال: ما انا علیہ واصحابی"۔

"لیاتین علی امتی ما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل" یعنی میری امت پر ہلاکت خیز زمانہ آئے گا جس طرح بنی اسرائیل پر ایسا زمانہ آیا، یا میری مخالفت میری امت پر مسلط ہوگی جس طرح بنی اسرائیل پر اپنے نبی کی مخالفت مسلط ہوئی جو ان کی ہلاکت کا باعث ہوئی چناں چہ ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں: "فاعل لیاتین مقدر یدل علیہ سیاق الکلام والکاف منصوب عند الجمہور علی المصدر ای لیاتین علی امتی زمان اتیانا مثل الاتیان علی بنی اسرائیل او لیاتین علی امتی مخالفۃ لما انا علیہ مثل المخالفۃ التی اتت علی بنی اسرائیل حتی اھلکھم"۔

ہلاکت خیزی اور مسلط ہونے کا معنی لفظ "علی" نے دیا ہے جو اس جگہ "لیاتین" کا صلہ ہے۔ علی استعلا و غلبہ اور معنی اضرار کے لیے آتا ہے۔ لہٰذا ہم نے ترجمہ ان الفاظ سے کیا جو ابھی مذکور ہوئے، یہ اس کا خلاصہ ہے جو ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرمایا ہے۔

دوسرا قرینہ خود اسی حدیث پاک میں "حذو النعل بالنعل" ہے جس کا معنی یہ ہے کہ مذکورہ فرقوں میں بنی اسرائیل سے ایسی مطابقت ہوگی جیسی ایک نعل دوسری نعل کے مطابق ہوتی ہے۔

تیسرا قرینہ خود یہ جملے ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ بنی اسرائیل بہتر ملت ہو گئے اور میری امت تہتر ملت پر متفرق ہوگی۔ اور ایک روایت میں یوں فرمایا کہ یہودی اکہتر یا بہتر فرقے ہو گئے اور نصرانی اکہتر یا بہتر فرقے ہو گئے، میری امت تہتر فرقے ہو جائے گی۔

یہ جملے صاف بتا رہے ہیں کہ ان فرقوں میں کمال مشابہت و تمام مطابقت کمیت و کیفیت کے اعتبار سے ہوگی جس طرح یہود و نصاریٰ تحریف و تبدیل کے مرتکب ہو کر متعدد فرقے ہوئے اور اس طرح ایک فرقے کے سوا جس نے تحریف و تبدیل نہ کی سب دین سے خارج ہوئے، اسی طرح میری امت میں بہتر فرقے ہوں گے جن کا حال تمام و کمال یہود و نصاریٰ کی طرح ہوگا اور صرف فرقہ ناجیہ کے عقائد اسلام کے مطابق ہیں۔ حدیث کا ایک ایک کلمہ اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ بہتر کے بہتر دوزخ میں رہیں گے اور ایک گروہ جو اس حکم سے مستثنیٰ ہوگا وہ اہل سنت و جماعت ہیں، جن کے عقائد کی حضور سرور عالم ﷺ کی یہ حدیث خبر دے رہی ہے۔ جو اسلام مخالف فرقے یہود و نصاریٰ کی طرح دین سے نکل جائیں گے انہی کے بارے میں یہ فرمایا: "کلھم فی النار" سب کے سب ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، یہ جملہ اخیرہ بھی ان لوگوں کے حق میں "خلود فی النار" کی تصریح اور بجائے خود یہ مستقل قرینہ ہے کہ حدیث امت اجابت میں سے نکلنے والے ان فرقوں کی خبر دے رہی ہے جن کے اعتقادات و اقوال بعینہ کفر ہوں گے اور وہ ان کے سبب مرتد ہو جائیں گے، "کلھم فی النار" جملہ اسمیہ ہے جو مفید ثبوت و دوام و استمرار ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ ان فرقوں کے لیے یہ حکم ثابت و دائم و مستمر ہے یہ کس پر پوشیدہ ہے کہ "فی النار" ظرف مستقر ہے جس کا عامل "کائنون" یا اس کے مناسب اس کے ہم معنی کوئی لفظ ہے، اس جگہ عامل ظرف "داخلون" مقدر ماننا قرائن حدیث کے خلاف اور عربیت سے بیگانہ ہے۔

یہاں ایک اور قرینہ خود نفس حدیث میں یہ ہے کہ دوسری روایت میں فرقہ کے بجائے ملت فرمایا گیا جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حدیث یہ خبر دے رہی ہے کہ متفرق ہونے والے لوگ بہتر ملتوں پر متفرق ہوں گے، یہ ملتیں، ملت اسلام سے جدا ہوں گی جیسا کہ حکم استثنا سے ظاہر ہے۔

اور اس طرح "فی النار" کو ظرف لغو قرار دینا قرائن حدیث کے خلاف ہے جو "خلود فی النار" پر دلالت ظاہرہ کر رہے ہیں اور یہ جملہ "کلھم فی النار" ان قرائن کا مزید مؤید ہے، ان جملہ قرائن سے صرف نظر بے قرینہ صارفہ وبلا عذر معنی متبادر کو زبردستی چھوڑنا ہے۔ یہاں تک وہ قرائن بیان ہوئے جو "خلود فی النار" کے مقتضی ہیں۔

حضرت تاج الشریعہ قدس سرہ نے ان بہتر فرقوں کے ملت اسلام سے جدا و بیگانہ ہونے اور جہنم میں ہمیشہ رہنے پر

روشن قرائن پیش فرمانے کے بعد ایسے قرائن ذکر فرمائے جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ان فرقوں کا صرف "دخول فی النار" مراد نہیں اس لیے کہ یہ ملتیں باطل اور اسلام مخالف ہوں گی ان کے اعتقادات و اقوال بعینہٖ کفر ہوں گے جن کے سبب وہ مرتد ہو جائیں گے۔ ملت حقہ صرف ایک ہوگی جس کا بیان "ما انا علیہ واصحابی" سے فرمایا: اب اگر صرف "دخول فی النار" مراد ہو تو دونوں فرقوں کے درمیان مشترک ہوگا اور حکم استثنا لغو قرار پائے گا کہ دونوں فرقوں کا ناجی ہونا لازم آئے گا کہ دونوں کا مآل نجات ہے اور دونوں متحد الجزا ہیں۔ جیسا کہ فرماتے ہیں:

اب "دخول فی النار" سے مانع قرینہ لیجیے، وہ یہ ہے کہ اگر "دخول فی النار" برخلاف اصل مقدر مانیں اور "فی النار" کو ظرف لغو قرار دیں اور ارتکاب حذف کریں تو بات نہیں بنتی، اس لیے کہ "دخول فی النار" فرقوں کے درمیان اور افراد اہل سنت کے درمیان مشترک ٹھہرے گا، اور حکم استثنا جو مستثنیٰ منہ کے لیے مستثنیٰ سے فرق و امتیاز پاتا ہے لغو قرار پائے گا۔ اس کا یہ تدارک جو علامہ فرنگی محلی نے کیا کہ فرقے من حیث الاعتقاد اور عصاۃ مومنین من حیث العمل داخل نار ہوں گے، رافع اشتراک نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ تو حکم استثنا "خلود فی النار" مقدر ہے، بلفظ دیگر جو تکذیب و انکار ضروریات دین کے مرتکب ہو کر مرتد و بے دین ہو جائیں گے، اسی معنی کی تعیین "و تفترق امتی علی ثلاث و سبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ . قالوا : من ھی یا رسول اللہ ﷺ! قال : ما انا علیہ واصحابی" سے ہوتی ہے۔ جس میں بہتر ملتوں سے ایک ملت کا استثنا فرمایا، یعنی ان کی ملت جو اس دین پر ہوں جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ ملتیں باطل و مخالف اسلام ہوں گی، ملت حقہ ایک ہوگی جس کا بیان "ما انا علیہ و اصحابی" سے فرمایا، یہاں سے ظاہر ہوا کہ حدیث کے یہ لفظ دوسری روایت میں "فرقہ" کی تفسیر مراد ہیں ملت کا اطلاق جس طرح دیانت پر ہوتا ہے اسی طرح اہل دیانت پر بھی آتا ہے اور حدیث میں ملت سے مراد اہل ملت ہیں اس پر قرینہ "کلھم فی النار" دوسرا قرینہ "من ھی" اور "الا ملۃ واحدۃ" ہے قال الطیبی: "الا ملۃ واحدۃ ای اھل ملۃ واحدۃ."

(۲۳۶/۱)

ان الفاظ حدیث نے قرائن سے جو معنی مستفاد ہوئے ان کو مزید مؤکد و مفسر کر دیا، بلکہ اگر کہا جائے کہ یہ الفاظ حدیث اسی معنی کو متعین کر رہے ہیں تو بے جا نہ ہوگا علامہ طیبی، نے اسی معنی کو مقدم فرمایا اور دوسرے معنی کو بطور احتمال ذکر کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ پہلا معنی ان کا مختار ہے جس پر انہیں جزم ہے، دوسرا معنی صرف بطور احتمال ذکر کر گئے جس پر انہیں جزم نہیں اسی لیے تو "واذا حمل" کہہ کر ذکر کیا، چناں چہ فرماتے ہیں: "الملۃ فی الاصل ما شرع اللہ تعالی لعبادہ علی السنۃ الانبیاء ولیتوصلوا بہ الی جوار اللہ ویستعمل فی جملۃ الشرائع دون آحادھا ثم اتسعت فاستعملت فی الملل الباطلۃ فقیل: الکفر ملۃ واحدۃ. "والمعنی انھم یفترقون فرقا یتدین کل واحد منھا بخلاف ما یتدین بہ الاخری فسمی طریقھم ملۃ مجازا واذا حمل الملۃ علی اھل القبلۃ فمعنی قولہ "کلھم فی النار" انھم متعرضون لما یدخلھم النار من الافعال الردیۃ. او المعنی انھم یدخلونھا بذنوبھم. ثم یخرج منھا من لم یفض بہ بدعتہ الی الکفر برحمتہ. (طیبی/۱ ، ۲۳۶،۲۳۵)

ترجمہ: ملت اصل میں وہ دین ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے انبیا کی زبانوں پر مقرر فرمایا تا کہ اس کے ذریعہ اللہ کی نزدیکی تک پہنچیں اور ان کا استعمال احکام شریعت کے مجموعہ میں ہوتا ہے آحاد میں نہیں، پھر اس میں وسعت ہوئی تو ملت کا

استعمال باطل ملتوں کے لیے ہوا تو کہا گیا: سارا کفر ایک ہی ملت ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ وہ لوگ فرقوں میں بٹ جائیں گے اور ہر ایک فرقہ دوسرے کے برخلاف دین پر ہوگا، تو ان کے طریقے کو مجازاً ملت کا نام دیا، اور اگر ملت کو اہل قبلہ پر محمول کیا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "کلھم فی النار" کے معنی یہ ہوں گے کہ ان افعال ردیہ کے درپے ہوں گے جو انہیں دوزخ میں داخل کریں گے، یا معنی یہ ہے کہ وہ دوزخ میں اپنے گناہوں کے ساتھ جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وہ باہر آئیں گے جن کی بدعت نے انہیں کفر تک نہ پہنچایا۔ انتھی

علامہ طیبی کی عبارت جو ان الفاظ سے شروع ہوئی: "والمعنی انھم یفترقون فرقا یتدین کل واحد منھا بخلاف ما یتدین بہ الاخری" سے صاف ظاہر ہے کہ یہ فرقے عقائد میں دین اسلام کے مخالف ہوں گے اور خلاف اسلام عقائد باطلہ کو اپنا دین ٹھہرائیں گے۔ اسی لیے انہوں نے "یتدین" سے تعبیر فرمایا، اس توجیہ کو مقدم فرمایا یہ قرینہ اختیار ہے نیز یہ اس امر کا قرینہ ہے کہ "ملۃ" سے یہی معنی متبادر ہے جس کی طرف ذہن سبقت کرتا ہے، یہ اس بات کی علامت ہے کہ ملت بمعنی دین، حقیقت ہے جس کے لیے عندالاطلاق کوئی قرینہ درکار نہیں، اس کے برخلاف ملت بمعنی افعال ردیہ مجاز ہے، جس کے لیے قرینہ درکار ہے اور یہاں متعدد قرائن، ملت کے حقیقی معنی پر موجود ہیں اسی لیے علامہ طیبی کی طرح دوسرے شارحین نے بھی اس معنی کو مقدم رکھا، علامہ طیبی کے کلام میں دوسرا قرینہ یہ ہے کہ جب دوسری توجیہ ذکر کی تو یوں فرمایا: "واذا حمل الملۃ علی اھل القبلۃ" الخ یہاں افعال ردیہ کا ذکر کیا جو پہلے معنی کو بقرینہ مقابلہ مؤکد کر رہا ہے اس لیے کہ افعال یہاں بمقابلہ عقائد باطلہ بولا گیا اور اہل قبلہ سے مراد وہ گنہگار مسلمان ہیں جو اپنے افعال ردیہ کے سبب فسق کے مرتکب ہوں گے، اور ایک مدت تک بمشیت الٰہی دوزخ میں رہیں گے اہل قبلہ کے مصداق وہ لوگ نہیں جو منافی اسلام عقیدہ رکھیں اگرچہ رو بہ قبلہ ہو کر نماز پڑھیں اور بظاہر عبادت گزار و اطاعت شعار ہوں اس لیے کہ اہل قبلہ کا اطلاق عبادت میں فساق مؤمنین پر ان لوگوں کے مقابل جن کا ذکر "یتدین" کہہ کر فرمایا تو سیاق و سباق سے متعین ہے کہ اہل قبلہ وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین پر ایمان رکھیں اور ان کے عقائد اسلامی ہوں، وہ نہیں جو تکذیب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم وانکار ضروریات دین کے مرتکب ہوں۔

پھر علامہ طیبی کی مذکورہ دوسری توجیہ محل نظر ہے کہ خلاف ظاہر ہے بلکہ ملت کے حقیقی معنی جو خود ان کی عبارت سے اور سیاق کے تقابل سے واضح ہے اس نے ظاہر متبادر کو مرجوح بعض میں رکھا ہے اور مخالف اسلام امور باطلہ کو مراد ہونے کے لیے معین کر دیا ہے پھر اس حمل سے مانع وہی ہے، جو گذرا کہ اس صورت میں "دخول فی النار" مشترک ٹھہرے گا اور حکم استثنا لغو قرار پائے گا۔ لفظ "امتی" جس میں امت کی اضافت سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف کی، اس سے ظاہر ہے کہ یہ فرقے امت اجابت سے نکلیں گے چنانچہ طیبی لکھتے ہیں: "المراد بالامۃ من تجمعھم دائرۃ الدعوۃ من اھل القبلۃ لانہ اضافھم الی نفسہ" (۱/۲۳۵)

دوسرا قرینہ خود علامہ طیبی کے ختم بحث پر یہ الفاظ ہیں: "ثم یخرج منھا من لم یفض بہ بدعتہ الی الکفر برحمتہ"

اور یہ بھی احتمال ہے کہ امت سے مراد امت دعوت ہو مگر اول الذکر معنی ظاہر تر ہے اسی لیے طیبی نے اس کو مقدم فرمایا، مرقاۃ شرح مشکوۃ ملا علی قاری میں ہے: "قیل یحتمل امۃ الدعوۃ و یحتمل امۃ الاجابۃ والثانی ھو الاظھر ونقل الابھری ان المراد بالامۃ الاجابۃ عند الاکثر۔" (۱/۳۸۰)

ابہری نے فرمایا کہ اکثر علما کے نزدیک امت اجابت ہی مراد ہے۔ تنبیہ: "ان کے طریقے کو مجاز املت کا نام دیا" اس سے مراد مجاز متعارف ہے جس پر قرینہ طیبی کا قول: "اتسعت" (اس میں وسعت ہوگئی) ہے۔ اور مجاز متعارف اور ملت سے مراد اصول دین کی مخالفت اور ضروریات دین کا انکار ہے جس پر قرینہ: "ثم اتسعت فاستعملت فی الملل الباطلة فقیل: الکفر ملة واحدة" ہے، تو اس کا مآل عقیدے میں مخالفت اسلام ہے۔

اس کے بعد آپ نے اس امر کی کامل تحقیق فرمائی کہ "کلهم فی النار" سے "من حیث الاعتقاد" (از روئے اعتقاد) مراد ہے یا "من حیث العمل" (از روئے عمل)، پھر اس اعتقاد سے ہر قسم کا اعتقاد مراد ہے یا اسلام مخالف اعتقاد مراد ہے؟ یہ حدیث اہل قبلہ واہل ایمان کے بارے میں ہے یا اہل کفر وارتداد کے بارے میں؟

علامہ طیبی، علامہ جلال الدین دوانی اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے اس مقام پر کیا افادہ فرمایا؟ حضرت تاج الشریعہ قدس سرہٗ ان تمام امور کا احاطہ اور ان کی تنقیح وتحقیق کرتے اور عرش تحقیق تک پہنچاتے اور قول اظہر واکثر کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: علامہ طیبی سے زیادہ اختصار کے ساتھ علامہ جلال الدین دوانی نے حکما صراحت کے ساتھ افادہ فرمایا کہ یہاں اعتقاد مخالف اسلام مراد ہے اسی طرح شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے افادہ فرمایا جیسا کہ ہماری تقریر آئندہ سے ظاہر ہے چناں چہ شرح جلالی میں ہے: "کلها فی النار من حیث الاعتقاد فلا یرد انه لو ارید الخلود فیها فهو خلاف الاجماع فان المؤمنین لا یخلدون فی النار وان ارید به مجرد الدخول فیها فهو مشترك بین الفرق اذ ما من فرقة الا وبعضهم عصاة"

شیخ محقق فرماتے ہیں: "ہمہ ایشاں مستحق در آمدن دوزخ باشند بجہت سوء اعتقاد والا بجہت عمل شاید کہ فرقہ ناجیہ نیز در آیند قول آں کہ ذنوب فرقہ ناجیہ مطلق مغفور است سخن بے دلیل است۔"

علامہ جلال الدین دوانی کی جامع ومختصر عبارت میں ادنی تامل سے یہ خوب روشن ہے کہ پہلی توجیہ جو انہوں نے ان الفاظ سے کی: "کلها فی النار من حیث الاعتقاد" یہی متعین ہے اور دوسرے احتمال کی گنجائش نہیں جس کو انہوں نے یہ کہہ کر مسترد فرمادیا: "وان ارید به مجرد الدخول فیها فهو مشترك بین الفرق الخ"

بحمدہ تعالیٰ یہ اسی معنی کی تصریح ہے جو ہم پہلے مفصل بیان کر آئے۔

علامہ دوانی کی عبارت میں اعتقاد سے ہر گونہ اعتقاد مراد نہیں بلکہ وہ اعتقاد مراد ہے جو ان فرقوں کو مستثنیٰ منہ سے ممتاز وجدا کر دے جیسا کہ مقتضائے استثنا کہ معنی اشتراک ہے، سے ظاہر ہے لہٰذا الف لام عہد کے لیے ہے اور معنی یہ ہے: "کلهم فی النار من حیث الاعتقاد المکفر الموجب لخلودهم فی النار"

مزید برآں علامہ دوانی کے کلام میں اس پر جداگانہ قرینہ مقالیہ ہے کہ "خلود" کے مقابل انہوں نے یہ فرمایا: "وان ارید الدخول" اور اپنی عبارت سے صاف بتایا کہ "دخول فی النار" مراد نہیں ہوسکتا کہ اس تقدیر پر مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ میں قدر مشترک لازم آئے گی اور حکم استثنا کہ مستثنیٰ منہ کے لئے مستثنیٰ سے جدائی وامتیاز کا متقاضی ہے لغو ٹھہرے گا۔ کما مر۔ یہ قرینہ واضحہ اعتقاد مکفر (اسلام مخالف اعتقاد) کو متعین کررہا ہے۔

علامہ دوانی کا جملہ مذکورہ سے متصل "فلا یرد انه لو ارید الخلود فیها فهو خلاف الاجماع" فرمانا دفع دخل مقدر ہے اور

اس سوال کا تشفی جواب ہے کہ "کلھم فی النار" بظاہر خلاف اجماع ہے، اس لیے کہ اس پر اجماع قائم ہے کہ مؤمن ہمیشہ دوزخ میں نہ رہیں گے۔ من حیث الاعتقاد کی قید لگا کر اس دخل مقدر کو دفع فرمایا پھر اس پر یہ تفریع فرمائی جس کا حاصل یہ ہے کہ جب حکم مذکور فی الحدیث اعتقاد مکفر کی حیثیت سے ہے تو حدیث مؤمنین کے بارے میں نہیں بلکہ اہل کفر وارتداد کے بارے میں ہے اور ان کے لیے "خلود فی النار" ہے اب یہ اعتراض نہ ہوگا کہ اگر خلود مراد ہو تو یہ خلاف اجماع ہے اس لیے کہ مؤمنین دوزخ میں ہمیشہ نہ رہیں گے۔

یہاں سے ظاہر ہوا کہ امام دوانی کے قول میں "فا" تفریع کے لیے ہے یا فائے فصیحہ ہے جو شرط مقدر کو ظاہر کر رہی ہے، اب تقدیر عبارت یہ ہوگی: "کلھم فی النار من حیث الاعتقاد المکفر واذا کان الحکم المذکور فی الحدیث من حیث الاعتقاد المکفر فلا یرد...الخ"

اسی طرح شیخ محقق کی عبارت میں سوے اعتقاد سے اعتقاد مکفر مراد ہونا متعین ہے جس پر ان کی عبارت کے متاخر فقرے قرینۂ واضحہ ہیں چناں چہ وہ فرماتے ہیں: "والا بجہت عمل شاید کہ فرقہ ناجیہ نیز درآیند" یہاں عقیدے کے مقابلے میں عمل ارشاد فرمایا اور اس جہت سے "دخول فی النار" فرقہ ناجیہ و دیگر فرق میں مشترک ٹھہرایا یہ دخول خلود کے مقابل ہے جو اصحاب کفر وارتداد کا خاصہ ہے، بخلاف دخول کہ یہ عصاۃ مؤمنین (نافرمان مومنوں) کے لیے بھی بمشیت الٰہی ہوگا پھر وہ اللہ کی رحمت سے دوزخ سے باہر آئیں گے۔

اس تحقیق بلیغ و تدقیق جمیل کے بعد آپ نے منع وارد کرتے ہوئے یہ فرمایا، کہ اس مقام پر یہ کہنا کہ ملا جلال الدین محقق دوانی نے بھی یہاں "کلھا فی النار" سے "دخول فی النار" مراد لینے کو ترجیح دی ہے، محل منع میں ہے، ملا جلال الدین دوانی کی عبارت میں کون سا لفظ ایسا ہے جو اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ ملا جلال الدین محقق دوانی نے بھی یہاں "کلھا فی النار" سے "دخول فی النار" مراد لینے کو ترجیح دی ہے جیسا کہ فرماتے ہیں:

من حیث الاعتقاد میں کون سا ایسا قرینہ ہے جو "دخول فی النار" کو متعین کر رہا ہے وہ قرینہ بتایا جائے، "خلود فی النار" کس کے پیش نظر مراد نہیں ہو سکتا؟ "دخول فی النار" دونوں فرقوں: فرقہ ہالکہ و فرقہ ناجیہ میں مشترک ہے، خواہ دخول من حیث الاعتقاد ہو یا من حیث العمل، اشتراک سے مفر نہیں اور استثنا مانع اشتراک و مقتضی امتیاز ہے، اس کے برخلاف قدر مشترک کہ دخول فی النار ہے اس امتیاز کی رافع ہے، اس صورت میں لازم آتا ہے کہ فرق باطلہ اور فرقہ ناجیہ دونوں ناجی ہوں، آخر ایک مدت کے بعد عذاب سے نکالے جائیں اس کا مآل نجات ہی تو ہے جو دونوں میں اس طور پر مشترک قرار پاتا ہے۔

اس کے بعد آپ نے یہ فرمایا کہ محقق دوانی نے "من حیث الاعتقاد" کی قید سے جو افادہ فرمایا وہ قید کس قسم کی ہے احترازی یا اور کوئی، بہر صورت اس سے کیا فائدہ برآمد ہوا جیسا کہ فرماتے ہیں:

یہ قید کس قسم کی ہے؟ احترازی ہے تو اس سے کیا فائدہ برآمد ہوا کہ دخول فی النار دونوں میں مشترک اور وہ رافع امتیاز ہے اور اس کا مآل وہی ہے جو ابھی گزرا کہ دونوں ناجی ٹھہرتے ہیں اگر چہ ایک مدت کے بعد، تو دونوں کا مآل ایک ہے اور قید احترازی امتیاز کی مقتضی ہے اور جب یہ قید احترازی نہیں تو پھر یہ کیسی قید ہے اور اسے قید کہنا کیوں کر درست؟ پھر اس تقدیر پر جب کہ

اشتراک سے مفر نہیں تو اعتراض کا جواب کیسے ہو گیا اور ایراد کیسے دفع ہو گیا؟

اب یہیں سے کیا کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ محقق دوانی کا یہ لفظ: "وان ارید الدخول فھو مشترک بین الفرق" خود اس کا بات کا قرینہ مقالیہ ہے کہ حدیث عصاۃ المؤمنین کے بارے میں نہیں عام ازیں کہ وہ عاصی من حیث الاعتقاد ہوں یا عاصی من حیث العمل ہوں کہ اشتراک جس کے وہ لوازم فاسدہ جو مذکور ہوئے حدیث کے مفہوم کے یکسر رافع ہیں اور اس صورت میں حکم استثنا کہ مقتضی امتیاز ہے، لغو ٹھہرتا ہے، اور ایراد مندفع نہیں ہوتا، تو مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی کا یہ کہنا: "وجه عدم الورود الخ" کیا وجہ صحت رکھتا ہے کہ اشتراک تو بہرحال باقی رہتا ہے اور یہ اعتراض: "وان ارید الدخول فھو مشترک" بدستور قائم ہے۔

اس کے بعد آپ نے تحقیق مقام و تنقیح مرام کے لیے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی "تحفۂ اثنا عشریہ" کی عبارت ذکر فرما کر "خلود فی النار" کی ترجیح اور "دخول فی النار" کی تضعیف فرمائی، اور یہ روشن فرمایا: دخول سے دخول موقت نہیں بلکہ دخول مؤبد مراد ہے اور حدیث نے جن بہتر فرقوں کی خبر دی ہے وہ اہل ایمان نہیں بلکہ اسلام مخالف فرقے مراد ہیں جن کے اسلام مخالف باطل اعتقاد، فرقہ ناجیہ کے اسلام موافق اعتقاد حق سے ممتاز و جداگانہ ہیں جیسا کہ فرماتے ہیں:

شاہ صاحب مذکور فرماتے ہیں: "تکفیر و حکم بارتداد شیعہ بلا اختلاف منطبق است بر حال غلاۃ و کیسانیہ و اسماعیلیہ اما زیدیہ و روافض کہ خود را امامیہ می گویند در تکفیر آنہاں اختلاف است۔" (ص،۱۱)

اور اس پر سوال ہے کہ یہ فرقے جنھیں شاہ صاحب بالاتفاق کافر فرما رہے ہیں حدیث مذکور نے ان فرقوں کی خبر دی کہ نہیں؟ شق اول مختار ہے تو بتایا جائے کہ اب مجرد "دخول فی النار" بالمعنی المذکور کا یہاں کیا احتمال ہے؟ اور "کلھم فی النار" کہ جملہ اسمیہ مفید دوام و استمرار ہے کا مفاد کیا خلود فی النار نہیں؟ ہے اور ضرور ہے۔ شق دوم اگر مختار ہے تو اس دعوی پر کیا دلیل ہے کہ یہ فرقے مراد نہیں؟ بلکہ وہ فرقے مراد ہیں جو گنہ گار مسلمانوں کی طرح ہیں ایک مدت تک داخل دوزخ ہو کر بالآخر باہر آئیں گے۔

اس کے متصل شاہ صاحب نے زیدیہ کے نو فرقے گنائے جن میں فرقہ اولی زیدیہ کے علاوہ باقی فرقوں میں تکفیر صحابہ قدر مشترک ہے اور متاخرین زیدیہ کہ اعتقاد میں موافق اہل سنت تھے، سے معتزلہ اور دیگر شیعوں سے گھال میل کے سبب اپنے مذہب میں تحریف کے مرتکب ہوئے اور بہت دور جا پڑے۔ اور فرقہ یعقوبیہ رجعت اموات کا قائل ہے چنانچہ "تحفۂ اثنا عشریہ" میں ہے:

"اول زیدیہ کہ اصحاب زید بن علی بودند با وے بیعت کردند در خروج بر اولاد عبدالملک بن مروان و اصول مذہب از وے آموختند بلکہ بعض از فروع نیز ز وے روایت کنند و تبرا از صحابہ کبار جائز ندارند و نصوص متواترہ از زید بریں مدعا نقل نمایند و ہمہ را بہ نیکی یاد کنند و گویند کہ امامت حق مرتضی بود و او خود برائے شیخین و ذوالنورین گذاشت و نیز گویند کہ بیعت خلفائے ثلاثہ خطا نہ بود زیرا کہ مرتضی باں راضی بود و معصوم بخطا و باطل راضی نہ شود و مذہب ایشاں موافق مذہب اہل سنت بود در جمیع مسائل امامت الا دریں قدر کہ ایشاں فاطمی بودن امام را شرط دانند و بہ تفویض او دیگری را امام قرار دہند و گویا اصل زیدیہ فرقہ ثانیہ است از شیعہ اولی لیکن متاخرین ایشاں بسبب اختلاط با معتزلہ و شیعہ دیگر تحریف مذہب خود کردند و نہایت دور افتادند" (ص،۱۴)

ہشتم یعقوبیہ: یاران یعقوب برجعت قائل اند و امامت ابوبکر و عمر انکار کنند بلکہ بعضے از ایشاں تبرا نمایند۔ (ص ۱۵۰)

صحابہ پر تبرا اکثر فقہا کے نزدیک کفر ہے اور رجعت اموات کا قول کفر اجماعی ہے، ہندیہ میں ہے: "الرافضی اذا کان یسب الشیخین یلعنهما والعیاذ بالله فهو کافر وان کان یفضل علیا کرم الله تعالی وجهه علی ابی بکر رضی الله تعالی عنه لا یکون کافرا الا انه مبتدع ولو قذف عائشة رضی الله عنها بالزنا کفر بالله ویجب اکفار الروافض فی قولهم برجعة الاموات الی الدنیا وبتناسخ الارواح وبانتقال روح الاله الی الائمة وبقولهم: فی خروج امام باطن وبتعطیلهم الامر والنهی الی ان یخرج الامام الباطن وبقولهم :ان جبریل علیه السلام غلط فی الوحی الی محمد ﷺ دون علی بن ابی طالب رضی الله عنه وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحکامهم احکام المرتدین۔

یعنی رافضی اگر شیخین کو دشنام دیتا ہے اور ان پر لعنت بھیجتا ہے والعیاذ باللہ تو وہ کافر ہے، اور اگر حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتا ہے تو کافر نہیں ہوگا ہاں وہ بدعتی ہے اور اگر عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کو زنا کی تہمت لگاتا ہے تو اس نے اللہ سے کفر کیا۔

اور روافض کی تکفیر اس لیے واجب ہے کہ وہ عثمان، علی، طلحہ، زبیر اور عائشہ رضی اللہ عنہم کو کافر سمجھتے ہیں اور تمام زیدیہ کو کافر جاننا واجب ہے اس لیے کہ وہ ایک نبی کے منتظر ہیں جو عجم سے مبعوث ہوگا اور ہمارے نبی ﷺ کی شریعت کو منسوخ کرے گا۔

اور رافضیوں کو کافر جاننا واجب ہے اس لیے کہ وہ دنیا میں مردوں کے واپس آنے کے قائل ہیں اور تناسخ ارواح کا عقیدہ رکھتے ہیں اور یہ مانتے ہیں کہ اللہ کی روح ائمہ میں منتقل ہوگئی اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ ایک امام باطن ظاہر ہوگا اور یہ کہ امر و نہی احکام شرع اس کے ظاہر ہونے تک معطل ہیں اور یہ مانتے ہیں کہ جبریل نے علی کو چھوڑ کر محمد ﷺ کے پاس وحی لانے میں غلطی کی۔ تو یہ قوم ملت اسلام سے خارج اور ان کے احکام مرتدین کے احکام ہیں۔

ہندیہ کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ روافض زمانہ سب شیخین و تکفیر دیگر صحابہ و قذف عائشہ و دیگر کفریات قطعیہ کے قائل ہیں لہٰذا روافض زمانہ بالعموم مدت دراز سے اجماعی کافر چلے آرہے ہیں۔

آگے چل کر شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے "امامیہ" کے فرقوں کی تفصیل فرمائی اور ان کے مختلف عقائد خلاف اسلام شمار فرمائے جو یقینا اجماعی کفر ہیں، کچھ فرقوں کو بالاتفاق کافر بتایا اور "اسماعیلیہ" کے چند فرقوں کو صراحۃ ملحد بتایا اور باقی کے وہ عقائد جو صراحۃ الحاد اور بے دینی ہیں گنوائے جیسے انکار معاد و بہشت و دوزخ اور قول برجعت اموات اور ظواہر نصوص پر عمل کو حرام جاننا محرمات قطعیہ کی تحلیل، نماز وغیرہ کے معانی شرعیہ کا رد و ابطال اور امام مہدی کی نبوت کا دعوی اور بعض انبیا کی نبوت کا انکار اور باری تعالی کے بارے میں یہ عقیدہ کہ وہ ازل میں حیات و سمع و بصر و ارادہ سے متصف نہ تھا اور اس کے لیے جسم و اعضا ماننا اور اس کو صورت انسان پر جسم ماننا اور یہ کہ وہ عرش پر مستوی ہے اور ملائکہ اس کو اٹھائے ہوئے ہیں اور یہ کہ وہ کوئی کام کرتا ہے پھر اس پر نادم ہوتا ہے اور یہ کہ عالم، محمد ﷺ یا علی کا مخلوق ہے اور بہت سے ائمہ کے لیے خاصہ الوہیت "حی لا یموت" کا اعتقاد کرنا یعنی وہ زندہ ہیں انہیں موت نہ آئے گی۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام عقائد کفریہ ہیں اور ان کے معتقدین اجماعی کافر ہیں اور یہ سب حدیث "تفترق امتی" کا مصداق ہیں، شاہ صاحب کی تصریح کے بموجب ان کے حق میں "دخول فی

النار" نہیں ہوسکتا، ان کے لیے خلود متعین ہے۔ دیکھو (تحفہ اثناعشریہ ص ۱۵ تا ۱۸)

واضح رہے کہ شاہ صاحب کی مذکورہ تفصیل جس میں انہوں نے روافض کے مختلف فرقوں کے وہ عقائد ذکر کیے جو اجماعا کفر ہیں، ان کے پیش نظر اور خود شاہ صاحب کی فرقوں کے بارے میں سابق ولاحق تصریحات کے بموجب روافض زمانہ بالاتفاق کافر ہیں نیز سارے روافض قرآن کو ناقص مانتے ہیں جیسا کہ بلا اختلاف روافض کے مطاعن میں شاہ صاحب نے ذکر کیا تو اس وجہ سے بھی روافض زمانہ کی تکفیر میں کوئی اختلاف نہیں اور جس طرح نقصان قرآن کا عقیدہ سارے رافضیوں میں مشترک ہے اسی طرح سارے رافضی حضرت علی کو نبی آخر الزماں کے سوا جملہ انبیا و رسل سے افضل مانتے ہیں اسی لیے شاہ صاحب نے بلا استثنا جملہ روافض کا یہ قول نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: "کید چہل وچہارم آن کہ جناب امیر را تفضیل دہند بر سائر انبیا و رسل غیر از پیغمبر آخرین"۔

مقتضی اور مانع تمام قرائن حدیث کو پیش نظر رکھ کر بتایا جائے کہ حدیث میں اس احتمال کی گنجائش ہے بھی کہ نہیں "امتی" سے وہ فرقے مراد ہیں جن کا مآل فرقہ ناجیہ کی طرح بالآخر جنت میں جانا ہے۔

اور اب وہ سوال پھر عود کرتا ہے کہ یہاں اشتراک سے یہ لازم آتا ہے کہ بحسب المآل دونوں گروہوں میں کوئی امتیازی جدائی نہ ہو کہ آخر ایک مدت تک جہنم میں رہ کر باہر آئیں گے اور جنت میں جائیں گے یہ یکسر سیاق حدیث کے خلاف اور حکم حدیث کا رافع ہے۔

"شرح سفر السعادۃ" کی مندرجہ عبارت پر اجمالی اشکال بصورت سوال گزشتہ نمبر میں گزرا، یہاں مندرجہ عبارت پر ہم سوال کرتے ہیں "مراد بہ دخول نار ونجات از اں بجہت عقیدہ است نہ عمل والا دخول فرقہ ناجیہ در نار بجزائے عمل نیز جائز است"۔

فرقہ کہ مشعر تفرق وجدائی وامتیاز ہے اور استثنا مذکور در حدیث کہ مقتضی عدم اشتراک واختصاص ہریک از مستثنیٰ ومستثنیٰ منہ بحکم جداگانہ ہے، قاضی ہے کہ شیخ محقق کی عبارت میں اعتقاد سے وہ اعتقاد مراد ہو جو مختلف الجزاء ہے اس پر ان کی عبارت کا یہ جملہ: "والا دخول فرقہ ناجیہ در نار بجزائے عمل نیز جائز است" قرینۂ مقالیہ ہے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ سوے اعتقاد کی وجہ سے ان فرقوں کی جزا دخول نار ہوگی۔ دوسری طرف فرقہ ناجیہ کے بدعمل لوگوں کو یہی جزا دی جائے گی دونوں کی جزا میں کیا فرق ہے؟ اگر کہا جائے کہ فرق یہ ہے کہ یہ فرقے من حیث الاعتقاد دخول نار کے مستحق ہوں گے اور بدعمل فرقہ ناجیہ کے افراد کو ان کے عمل کی یہی جزا ان کے عمل کے سبب دی جائے گی، اس پر وہی سوال عود کرے گا کہ دخول فی النار دونوں کے درمیان مشترک ٹھہرے گا اور دونوں متحد الجزا ہوں گے ان دونوں میں کوئی فرق نہ ہوگا اور فرق ضرور ہے جس کا اقتضا یہ عبارت کرتی ہے اور وہی حدیث کا حکم ہے، وہ فرق کیا ہے سوائے اس کے کہ سوے اعتقاد جداگانہ از اعتقاد فرقہ ناجیہ کی جزا دخول مؤبد ہے اور بدعملی کی جزا دخول مؤقت ہے، اس کے بغیر اس صدر کلام کی تصحیح نہیں ہوسکتی اور تصحیح کلام ہر عاقل بالغ ضروری ہے اور الغا سے بچانا لازم ہے، شیخ کی عبارت بدرجہ اولی اس کی مستحق ہے اور جب بمقتضائے تصحیح کلام شیخ کی صدر عبارت کا یہ محمل ٹھہرا تو اب جملہ مابعد: "ایں فرق ہمہ اہل قبلہ اند ہو تکفیر آنہا مذہب اہل سنت وجماعت نہ، اگرچہ کفر بر آنہا لازم آمد" کی کیا گنجائش اور دونوں ایک ساتھ

کیوں کر قابل استناد ہو سکتے ہیں کہ صدر عبارت جملہ مابعد سے متناقض ہے، کیا مستند کی یہ ذمہ داری نہیں کہ استناد سے پہلے خوب غور کر لے کہ کون سا جملہ قابل استناد ہے اور کون سا نہیں؟

شیخ محقق کے جملہ مابعد: "ایں فرق ہمہ اہل قبلہ اند" پر یہ سوال ہے کہ "تحفہ اثنا عشریہ" میں جو فرقے گنائے اور ان میں بعض کو بالاتفاق کافر فرمایا جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ بعض دیگر فرق مذکورہ کی تکفیر متفق علیہ نہیں بلکہ وہ جمہور فقہا کے طور پر کافر ہیں، کیا یہ تمام فرقے اہل قبلہ سے نکلے اور جن کی تکفیر جمہور فقہا کے طور پر ہے کیا اس تکفیر کی نسبت یہ جملہ صادق ہے کہ "تکفیر آنہا مذہب اہل سنت وجماعت نہ"

یوں ہی "ملل ونحل" میں بہت فرقے گنائے اگر سب کی تکفیر متفق علیہ تو پہلا سوال عود کرتا ہے کہ کیا یہ اہل قبلہ نہ تھے؟ اور اگر بعض کی تکفیر مختلف فیہ ہے تو پھر دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا مذہب اہل سنت وجماعت کے خلاف ہے؟ اور مکفر اہل سنت سے نہیں یوں ہی سیف اللہ المسلول نے "المعتمد المستند" میں جن کی تکفیر کی، دیکھو (المعتمد ص:۱۰۸)

کیا یہ امت اجابت واہل قبلہ میں سے نہ تھے؟ یوں ہی "المعتمد المستند" میں جن فرقوں کا ذکر کیا ہے اور انہیں کافر قرار دیا اور ان کی تصدیق وتائید علمائے حرمین شریفین نے کی اور اس حکم میں موافقت کی چنانچہ سب نے "المعتمد المستند" میں مذکور فرقوں کو بالاتفاق کافر فرمایا اور اس کے متعلق یہ فرمایا: من شك في كفره وعذابه فقد كفر" کیا یہ فرقے کافر اصلی تھے، اہل قبلہ نہ تھے؟ اور جب یہ سب اہل قبلہ تھے تو ان پر یہ حکم کہ "ایں فرق ہمہ اہل قبلہ اند وتکفیر آنہا۔۔۔الخ" کیوں کر چسپاں ہو سکتا ہے؟ اب اس عبارت سے بغیر سوچے سمجھے استناد کا کیا حاصل ہے سوائے اس کے کہ محض دخول فی النار اور دخول موقت کے قائل ان سب کی تکفیر سے ہاتھ دھو بیٹھے اور ان میں وہ بھی ہیں جن کو ان کے لکڑ دادا سیف اللہ المسلول نے کافر فرمایا تو اس استناد کا یہی تو حاصل ہے کہ پوتا لکڑ دادا کے خلاف آواز اٹھا رہا ہے۔

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کی عبارت سے ہم نے بھی استناد کیا جو یوں ہے: "ہمہ ایشاں مستحق در آمدن دوزخ باشند بجہت سوء اعتقاد وإلا بجہت عمل شاید کہ فرقہ ناجیہ نیز در آیند قول بآں کہ ذنوب فرقہ ناجیہ مطلق مغفور است سخن بے دلیل است"۔

یہ عبارت ملا جلال الدین دوانی کے نہج پر ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور ہم پہلے ہی ان دونوں عبارتوں کی توجیہ کر آئے اور سوء اعتقاد کا مفاد بتا آئے مزید یہاں ہم وہی سوال دہراتے ہیں جو "شرح سفر السعادۃ" کی صدر عبارت پر ہم نے کیا: "شرح سفر السعادۃ" کی مندرجہ عبارت پر اجمالی اشکال (الی ان قال) تصحیح کلام ہر عاقل بالغ ضروری ہے اور الغا سے بچانا لازم ہے شیخ کی عبارت بدرجہ اولی اس کی مستحق ہے۔۔۔الخ

اب ہم پوچھتے ہیں کہ بمقتضائے تصحیح کلام جب یہ ضروری ٹھہرا کہ اعتقاد سے وہ اعتقاد مراد ہو جو فرقہ ناجیہ کے اعتقاد سے ممتاز وجدا اور مختلف الجزا ہے تو ماننا پڑے گا کہ حدیث اپنے سیاق وسباق سے منادی ہے کہ یہ فرقے بالکلیہ فرقہ ناجیہ سے جدا ہوں گے اور ان کی جزا فرقہ ناجیہ سے بالکل مختلف ہوگی وہ کیا ہے وہ ہے دخول مؤبد بجزائے اعتقاد بد، اسی کو "كلهم في النار" بتا رہا ہے یہی اس جملے کا مفاد ہے خواہ "فی النار" کو ظرف مستقر مانو یا ظرف لغو ٹھہراؤ اور داخل مقدر مانو، کہ جملہ

اسمیہ مفید ثبوت ودوام واستمرار ہے تو لا جرم "داخلون" کا معنی "داخلون ابدا" ٹھہرے گا۔ اس کے لیے کسی امر خارجی کی حاجت نہیں کہ یہ اس ترکیب سے خود ظاہر ہے، اس کے برخلاف دخول موقت محتاج قرینہ صارفہ ہے جہاں صارف متحقق ہوگا وہاں ظاہر سے عدول کی اجازت ہوگی، یہاں کون سا صارف ہے جس کی بنا پر ظاہر سے عدول کیا جائے اور خواہی نخواہی کیوں یہ ٹھہرایا جائے کہ حدیث ان فرقوں کے بارے میں ہے جو اسلام سے خارج نہیں حالاں کہ ایک یہی قرینہ نہیں متعدد قرائن بتا رہے ہیں کہ حدیث مخالفین اسلام کے بارے میں ہے اور آخری قرینہ جو بارہا مذکور ہوا قرینہ استثنا تو قاضی ہے کہ دخول موقت مراد نہیں ہوسکتا اور حدیث کے مصداق اہل ایمان نہیں۔

پھر شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کی عبارت: "ہمہ ایشاں مستحق درآمدن دوزخ باشند بجہت سوء اعتقاد والا بجہت عمل شاید کہ فرقہ ناجیہ نیز درآیند" کی توجیہ وجیہ فرمائی اور "شرح سفر السعادۃ" کی عبارت کا مفاد ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"تقریر بالا کے پیش نظر محقق کی عبارت کی توجیہ اس کے سوا کیا ہوگی کہ یہ تمام فرقے مخالف اسلام عقیدے کی وجہ سے دوزخ میں جانے کے مستحق ہوں گے۔ یہ توجیہ حدیث کے سیاق وسباق کے موافق ہے جیسا کہ ظاہر ہے اب اس عبارت کو "شرح سفر السعادۃ" کے ان جملوں: "ایں فرق ہمہ اہل قبلہ اند" سے ملا کر دیکھو اور بتاؤ دونوں میں تناقض ہے کہ نہیں؟ ہے اور ضرور ہے تو کیا دخول موقت کے قائل کی ذمہ داری نہ تھی کہ شیخ محقق کی اس عبارت کا کچھ تدارک کر لیتے پھر "شرح سفر السعادۃ" کے جملوں سے سند لاتے؟ دونوں عبارتوں کو خوب دیکھ کر پھر بتاؤ کہ کون سی عبارت سے حدیث کی صحیح توجیہ ہوتی ہے؟ پھر بتایا جائے کہ عبارت وہ لی جائے گی جس سے حدیث کا مفہوم قائم رہے یا وہ عبارت لی جائے گی جس سے مفہوم یکسر اٹھ جائے، تفرق وجدائی ثابت نہ ہو اور حکم استثنا لغو ٹھہرے۔

نیز دخول موقت کے قائل سے سوال ہے کہ "شرح سفر السعادۃ" کی عبارت کا یہ فقرہ: "تکفیر آنہا مذہب اہل سنت وجماعت نہ" مرتبہ روایت میں شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی اس کی نقل میں متفرد ہیں یا اس کے کچھ متابعات وشواہد ہیں؟ برتقدیر ثانی وہ کیا ہیں، مذکور کیوں نہ ہوئے اور اگر متفرد ہیں تو شیخ محقق اس کی روایت میں جملہ ثقات کے مخالف ہیں یا یہ تفرد مخالفت کے قبیل سے نہیں بلکہ اگرچہ یہ شیخ کا قول صوری ہے مگر سب کا قول ضروری ہے، اگر مخالف ہیں تو جملہ ثقات کی مخالفت کیا موجب ضعف نہیں؟ نہیں، تو کیسے نہیں؟ اور ہے تو پھر اس سے احتجاج واستناد چہ معنی دارد؟ اور اگر یہ مخالفت کے قبیل سے نہیں تو ضرور دوسروں کو مسلم ہوگی، دخول موقت کے قائل کو بتانا چاہیے تھا کہ یہ تفرد، قادح صحت اور موجب مخالفت نہیں بلکہ عند الجمیع مقبول ومسلم ہے اور جب ایسا نہیں اور ضرور ایسا نہیں جس پر ہمارے سوالات گزشتہ شاہد ہیں تو اس امر غیر مسلم سے حجت لانے کی کس نے ٹھہرائی؟

پھر "شرح سفر السعادۃ" کی عبارت اور اس جیسی دوسری عبارتوں کا مفاد یہ ہے کہ جس صورت میں کفر لازم آتا ہے مفتی کو چاہیے کہ کلام کو اس پہلو پر رکھے جو مانع کفر ہو اور تکفیر سے زبان کو روکے، اب اگر قائل کی نیت وہی ہے جو مانع کفر ہے تو وہ مسلم ہے ورنہ قائل کو اس کے خلاف مراد معنی پر کلام کو ڈھالنے سے فائدہ نہ پہنچے گا وہ عند اللہ کافر ٹھہرے گا اس لیے کہ اس نے وہ معنی مراد نہ لیا جو مانع کفر ہے، "در مختار" میں "درر" سے ہے: "اذا کانت فی المسألۃ وجوہ توجب الکفر وواحد

یمنعه فعلی المفتی المیل لما یمنعه ثم لو نیته ذلك فمسلم والا لم ینفعه حمل المفتی علی خلافه۔

"ردالمحتار" میں ہے: "قوله: "وجوه" ای احتمالات لما مر فی عبارة البحر عن التاتارخانیة انه لا یکفر بالمحتمل قوله: "والا" ای وان لم تکن لی نیة ذلك الوجه الذی یمنع الکفر بان اراد الوجه المکفر او لم تکن له نیة اصلا لم ینفعه تأویل المفتی لکلامه وحمله ایاه علی المعنی الذی لا یکفر، کما لو شتم دین مسلم وحمل المفتی الدین علی الاخلاق الردیئة لنفی القتل عنه فلا ینفعه ذلك التأویل فیما بینه وبین ربه تعالی الا اذا نواه۔ (۵/۳۶۸)

اس تقریر سے کھلا کہ "کلھم فی النار" مجملاً ایسے فرقوں کے حق میں بھی بحیثیت مجموعی صادق ہے اگرچہ بعض افراد جنہوں نے بالفعل تاویل کی اور وجہ مانع کفر مراد لی، اس حکم سے خارج ہوں۔

اس کے بعد حضرت تاج الشریعہ نے حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری کی "مرقاۃ شرح مشکوۃ" سے کچھ کلمات اخذ کیے جن سے یہ افادہ فرمایا کہ "کلھم فی النار" میں مذکورہ باطل فرقے یہود کے مساوی اور بالکلیہ ان کے مماثل وموافق ہیں تو یہ ان باطل فرقوں کی تکفیر ہوئی جو عند الاکثر، امت اجابت سے نکلے یہ اس امر کا شاہد ہے کہ مدعیان اسلام میں جو کفری اعتقاد رکھیں ایسے لوگ "خلود فی النار" کے مستحق ہیں اور ان کی تکفیر اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے جیسا کہ مسئلہ خلق قرآن پر معتزلہ کی تکفیر اسلاف اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے۔۔۔۔ جیسا کہ فرماتے ہیں:

اب ہم ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری کی "مرقاۃ" سے کچھ کلمات اخذ کرتے ہیں، ملا علی قاری "حذو النعل بالنعل" کی شرح میں فرماتے ہیں: "حذو النعل استعارة فی التساوی ..ای: تلك المماثلة المذکورة فی غایة المطابقة والموافقة۔"

نیز فرماتے ہیں: "کلهم فی النار "لانهم یتعرضون لما یدخلهم النار "فکفارهم مرتکبون ما هو سبب فی دخولها المؤبدة علیهم ومبتدعتهم مستحقة لدخولها الا ان یعفو الله عنهم (۱/۳۸۰)

ملا علی قاری نے صدر عبارت میں ان فرق باطلہ کو یہود کے مساوی اور بالکلیہ ان کے مماثل وموافق بتایا اور یہی حدیث کا مفاد اپنی تقریر سے ٹھہروایا، جیسا کہ ظاہر ہے، تو یہ ان کی تکفیر ہوئی جو عند الاکثر امت اجابت واہل قبلہ سے نکلے، آخر میں "فکفارهم مرتکبون ما هو سبب فی دخولها المؤبدة علیهم" کہہ کر اس معنی کو اور مؤکد کیا اور یہ افادہ فرمایا کہ "ان فرقوں میں کچھ کفار مستحق "خلود فی النار" ہیں اور کچھ اہل بدعت مستحق دخول ہیں کیا یہ ایک اور شاہد اس امر کا نہیں کہ مدعیان اسلام میں جو اعتقاد مکفر رکھیں ان برائے نام اہل قبلہ کی تکفیر مذہب اہل سنت وجماعت ہے۔

اب میں "المعتقد المنتقد" سے قول تخلق قرآن پر معتزلہ کی تکفیر پر شاہد پیش کروں جس سے ظاہر ہو کہ خلق قرآن پر معتزلہ کی تکفیر اسلاف اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے: "المعتزلة قالوا "کلامه اصوات وحروف ویخلقها فی غیره کاللوح المحفوظ وجبریل والرسل وهو حادث عندهم"۔ (المعتقد المنتقد: ۹۰)

"منکر اصل الکلام کافر لثبوته بالکتاب والاجماع وکذا منکر قدمه ان اراد المعنی القائم بذاته تعالی واتفق السلف علی منع ان یقال: القرآن مخلوق وان ارید به اللفظ، والاختلاف فی التکفیر کما قیل۔ (ص ۹۱)

مسئلۃ: صفات اللہ تعالیٰ فی الازل غیر محدثۃ ولا مخلوقۃ فمن قال انہا مخلوقۃ او محدثۃ او وقف فیہا بأن لایحکم بانہا قدیمۃ او حادثۃ او شک فیہا او تردد فی ھذہ المسئلۃ و نحوھا فھو کافر باللہ تعالیٰ (ص۷۱)

ترجمہ: معتزلہ نے کہا کہ کلام باری حروف و آواز ہے جسے اللہ اپنے ما سوا میں پیدا فرماتا ہے جیسا کہ "لوح محفوظ، جبریل اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور کلام باری معتزلہ کے نزدیک حادث ہے"۔

اصل کلام کا منکر کافر ہے، اس لیے کہ اس کا ثبوت کتاب اور اجماع مسلمین سے ہے اور یوں ہی کلام الٰہی کے قدیم ہونے کا منکر بھی کافر ہے جب کہ معنی قائم بذاتہ تعالیٰ مراد لے، اور سلف کا اس امر کی ممانعت پر اتفاق ہے کہ یہ کہا جائے: قرآن مخلوق ہے اگرچہ کلام سے مراد کلام لفظی ہے اور تکفیر میں اختلاف ہے جیسا کہ کہا گیا۔

مسئلہ: اللہ تعالیٰ کی صفتیں ازل میں نہ حادث ہیں نہ مخلوق تو جو یہ کہے کہ وہ مخلوق ہیں یا محدث یا ان میں توقف کرے بایں طور کہ نہ یہ حکم لگائے کہ وہ قدیم ہیں اور نہ یہ حکم کرے کہ وہ حادث ہیں یا ان کے بارے میں شک کرے یا اس طرح کے مسئلہ میں تردد کرے تو وہ کافر باللہ ہے۔

اس کے بعد حضرت تاج الشریعہ قدس سرہ نے تحقیق مرام کے لیے "شرح سفر السعادۃ" کی منقولہ عبارت کے مقابل شیخ ابن حجر مکی کی عبارت پیش فرمائی جیسا کہ فرماتے ہیں: "اب میں "شرح سفر السعادۃ" کی منقولہ عبارت کے مقابل شیخ ابن حجر مکی کی عبارت درج کروں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کفری کلمہ بولنے والا حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک مطلقاً کافر ہے اور شافعیہ کے نزدیک بھی جب کہ لفظ، کفری معنی میں ظاہر ہو تو ظہور لفظ کے ساتھ نیت کی حاجت نہیں جیسا کہ فروع کثیرہ سے ظاہر ہے اور اگر تاویل کرے قبول کی جائے گی"۔

نیز فرماتے ہیں کہ: "ہم اس معنی پر عمل کریں گے جس پر لفظ صراحۃ دلالت کرتا ہے اور قائل سے کہیں گے کہ جب تو نے مطلق بولا اور تاویل نہ کی تو کافر ہو گیا، اگرچہ تو نے اس معنی کا قصد نہ کیا ہو اس لیے کہ ہم ظاہر کے اعتبار سے حکم کفر لگاتے ہیں، اور اگر لفظ چند معانی کو محتمل ہو اور بعض میں ظاہر تر ہو تو اسی ظاہر پر محمول ہوگا یوں ہی اگر معانی محتملہ برابر ہوں اور ایک معنی کے لئے ایک امر مرجح ہو اور مراد لیا یا نہیں ہمیں اس سے سروکار نہیں۔

چناں چہ "اعلام" میں فرماتے ہیں: "الذی یتحرر انہ بالنسبۃ لقواعد الحنفیۃ والمالکیۃ و کثیرین انھم یکفر عندھم مطلقا واما بالنسبۃ لقواعدنا وما عرف من کلام ائمتنا فاللفظ ظاھر فی الکفر عند ظھور اللفظ فیہ لا یحتاج الی نیتہ کما علم من فروع کثیرۃ وان اول قبل منہ۔"۔ نیز فرماتے ہیں: "عملنا بما دل علیہ لفظہ صریحا وقلنا لہ: انت حیث اطلقت ھذا اللفظ ولم تؤول کنت کافرا وان کنت لم تقصد ذلک لانا انما نحکم بالکفر باعتبار الظاھر وقصدک وعدمہ انما ترتبط بہ الاحکام باعتبار الباطن فاللفظ اذا کان محتملا لمعان فان کان فی بعضھا اظھر حمل علیہ و کذا ان استوت او وجد لاحدھا مرجح والارادۃ وعدمھا لا شغل لنا بہا"۔

اس کے بعد آپ نے یہ روشن فرمایا کہ: "شرح سفر السعادۃ" کی عبارت علامہ ابن حجر کی عبارت کے صریح منافی ہے اور علامہ ابن حجر کی عبارت "شرح سفر السعادۃ" کی عبارت کی قطعاً نافی ہے تو ترجیح کسے ہے؟ جیسا کہ فرماتے ہیں:

تازمانیکہ انکار ضروریات الخ، دیکھ کر بتاؤ کہ وہابی دیوبندی رافضی اور متعدد ایسے فرقے جو انکار ضروریات دین ورڈ شرع مبین کرتے اور جو بعینہٖ کفر بکتے ہیں، کیا یہ عبارت اس مطلق دعوے پر بطور دلیل پیش کرنے کے قابل ہے جو شروع سے کیا، کہ فلاں فلاں نے "دخول فی النار" مراد لینے کو ترجیح دی ہے، اگر یہ عبارت مدعی کے نزدیک آج کل کے فرقوں پر چسپاں نہیں پھر کیوں اسے مطلق دعوے کی دلیل پر ذکر کیا اور تفسیر کیوں نہ کی؟

آگے لکھتے ہیں: امام ابو المظفر الاسفرائنی (متوفی ۴۷۱ ھ) جن کا شمار اشاعرہ کے طبقۂ رابعہ میں ہوتا ہے انہوں نے بھی اسی موقف کو اختیار کیا ہے کہ یہ "۷۲" فرقے ملت اسلامیہ میں ہی شمار کیے جائیں گے، اپنی مشہور کتاب "التبصیر فی الدین وتمییز الفرقۃ الناجیہ عن الفرق الھالکین" میں انہوں نے پہلے ان "۷۲" فرقوں پر کلام کیا ہے پھر تیرہواں باب ان فرقوں کے بیان کے لیے خاص کیا ہے جو ملت اسلامیہ سے خارج ہیں فرماتے ہیں: "الباب الثالث عشر فی بیان فرق اھل البدع الذین ینتسبون الی الاسلام ولا یعدون فی زمرۃ المسلمین ولا یکونون من جملۃ الاثنین والسبعین." (۷۰)

تیرہواں باب ان مبتدع فرقوں کے بیان میں جو خود کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں حالاں کہ ان کا شمار مسلمانوں کے زمرے میں نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی وہ من جملہ "۷۲" فرقوں میں سے ہیں۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ امام اسفرائنی کے نزدیک وہ "۷۲" فرقے جن کو حدیث میں دوزخی یا "الھالکۃ" کہا گیا ہے وہ زمرۂ مسلمین میں شمار کیے جائیں گے ،اس باب میں امام اسفرائنی نے "سبائیہ" جیسے فرقوں کا ذکر کیا ہے جو بالاجماع کافر ہیں، لہٰذا وہ ان "۷۲" میں شامل ہی نہیں ہیں۔ انتہی

ہم پوچھتے ہیں کہ امام اسفرائنی کے "الباب الثانی عشر" سے وہ کلام یہاں کیوں نہ درج ہوا جس کا نتیجہ بزعم مدعی یہ ہے کہ: یہ "۷۲" فرقے ملت اسلامیہ میں ہی شمار کیے جائیں گے۔

حدیث میں اس پر کیا قرینہ ہے کہ یہ "۷۲" فرقے الخ۔ وہ ذکر کیوں نہ ہوا کہ اس پر نظر کی جاتی، ایک طرف حدیث کا یہ مفاد ٹھہراتا کہ یہ "۷۲" فرقے الخ، اور دوسری طرف مفہوم استثنا کو مقرر رکھنا جو صاف منادی ہے کہ ایک فرقہ ناجی ہے "۷۲" ہالکی و دوزخی ہیں جیسا کہ خود عبارت بالا کے آخری فقرے سے ظاہر ہے، اب اگر اس کو تسلیم کیا جائے تو اب حدیث کا مفاد یہ ٹھہرتا ہے کہ نہیں، کہ یہ فرقے نظر بہ استثنا غیر ناجی ہیں اور نظر بہ مفاد مزعوم ناجی بھی ہیں کیا یہ جمع بین النقیضین نہیں؟

اسی جگہ لکھتے ہیں: اس سے صاف ظاہر ہے کہ امام اسفرائنی کے نزدیک الخ

ہم پوچھتے ہیں کہ کس سے صاف ظاہر ہے، وہ کون سی دلیل ہے جس سے ہالک غیر ہالک (ناجی) اور دوزخی کو جنتی کر دیا اور سب کا مآل ایک ہو گیا "الاواحدۃ" کا مفہوم لغو ہو گیا۔

عبارت بالا کے آخری فقرے "اس باب میں اسفرائنی نے سبائیہ جیسے فرقوں کا ذکر کیا ہے جو بالاجماع کافر ہیں، لہٰذا وہ ان "۷۲" میں شامل ہی نہیں ہیں " پر یہ سوال ہے کہ وہ ان "۷۲" میں کس لیے شامل نہیں ہیں؟ وہ دلیل جس کی رو سے یہ فرقے "۷۲" فرقوں سے خارج ہیں ذکر کیوں نہ کی گئی حالاں کہ مقام، مقام تفصیل ہے جس کے رو سے یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ حدیث میں مذکورہ "۷۲" فرقے ان فرق مذکورہ سے جدا ہیں اور وجہ امتیاز و جدائی یہ ہے، نیز اس وجہ امتیاز و جدائی

کا پتہ اسی حدیث میں دینا لازم ہے، اب بتایا جائے کہ حدیث کے کن جملوں سے یہ تفصیل معلوم ہوئی اور کس لفظ نے یہ بتایا کہ حدیث ان فرقوں کے بارے میں نہیں، بلکہ ان فرقوں پر صادق ہے جو بزعم مدعی ملت اسلامیہ میں ہی شمار کیے جائیں گے" ان جملوں کی نشاندہی کیوں نہیں کی جاتی جو تفصیل پر دلالت کر رہے ہیں اور وجہ امتیاز و جدائی بتا رہے ہیں، اگر کوئی جملہ ایسا نہیں جس کا وہ مفہوم متعین ہو کہ یہ "۷۲ "فرقے ملت اسلامیہ میں ہی شمار کیے جائیں گے" اور ضرور نہیں، اس کے برخلاف بلا تفصیل اجمالاً تمام فرقوں پر یہ حکم لگایا گیا کہ "**کلهم في النار الا واحدة**" جس کا مفاد نظر بہ قرآن معہودہ در حدیث اور جملہ اسمیہ کہ مطلقاً بے احتیاج قرینہ، دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہے اور وہی اس کا مفہوم متبادر ہے اور استثنا اس کا مؤید و مؤکد اور دخول موقت مراد ہونے سے مانع ہے۔ اجمال کو تفصیل پر مبہم ڈھالنا ہتبادر بلکہ متعین سے بغیر صارف عدول کرنا چہ معنی دارد؟

اگر کہیے کہ حدیث میں لفظ "امتی" اس کا قرینہ ہے کہ "۷۲ "فرقے ملت اسلامیہ میں ہی شمار کیے جائیں گے" اس لیے کہ امت سے امت اجابت مراد ہے ہم پوچھیں گے کہ امت اجابت مراد ہونا مسلّم ہونے کے باوجود تنہا لفظ "امتی" سے حدیث کے یہ معنی کیسے ٹھہریں؟ یہاں سے صاف ظاہر ہے کہ تنہا لفظ "امتی" سے مفہوم ادا نہیں ہوتا جب تک کہ یوں تقریر نہ کی جائے کہ امت سے امت اجابت مراد ہے اور امت اجابت کافر نہ ہوگی۔ کیا اب یہاں سے نہ کھلا کہ یہ معنی حدیث کے مفہوم میں ایک امر دیگر کو ضم کیے بغیر ادا نہیں ہوتا؟

اور یہ ضمیمہ، حدیث پر قطعاً زائد ہے، اب ہم پوچھتے ہیں مفہوم حدیث پر زائد اس ضمیمہ کی کیا ضرورت ہے؟ کیا یہ اقتضاء النص ہے جس کے بغیر مفہوم حدیث کی تصحیح نہیں ہو سکتی؟

بالفرض اگر تنہا لفظ "امتی" سے یہ معنی، امر زائد کو ضم کیے بغیر ادا ہوتا ہے تو یہ محتاج دلیل ہے اس پر دلیل قائم کی جائے کہ امت اجابت، امت اجابت ہی رہے گی اس کے افراد امت اجابت سے باہر نہ آئیں گے؟

اگر یہ امر محقق ہے جس کی بنا پر تنہا لفظ "امتی" کے پیش نظر جملہ قرآن حدیث و حکم استثنا سے صرف نظر کر کے یہ ٹھہرایا گیا کہ "۷۲ "فرقے ملت اسلامیہ میں ہی شمار کیے جائیں گے" تو ہم پوچھتے ہیں کہ امت اجابت کا مصداق تو پہلے سبائیہ بھی تھے جن کے متعلق خود مدعی نے لکھا کہ وہ بالاجماع کافر ہیں لہذا وہ ان "۷۲ "میں شامل ہی نہیں ہیں"

آخر یہ فرقے امت اجابت سے ہی نکلے اور ان کا مآل یہ ہوا کہ امت اجابت میں نہ رہے اگر چہ باعتبار سابق امت اجابت میں سے تھے، خود عبد اللہ بن سبا اس فرقے کا بانی پہلے امت اجابت میں داخل ہوا پھر امت سے نکلا۔ "تحفہ اثنا عشریہ" میں عبد اللہ بن سبا کے متعلق ہے: عبد اللہ بن سبا اول مذہب رجعت آورد و او مردے بود جہود از زمین یمن و کتب ہائے پیشین بسیار خواندہ بود بیامد و گفت: من بر دست عثمان مسلمان شوم و چنان طمع داشت کہ چوں مسلمان شود عثمان را نیکو دارد چوں مسلمان شد عثمان او را ہر گز التفات نکرد و او ہر کجا نشستے عیب عثمان گفتے الخ (ص ۲۳)

اس کے بعد آپ نے یہ روشن فرمایا کہ امت اجابت کا معنی ہمہ وقت ایمان و اسلام پر قائم و دائم رہنا نہیں بلکہ کافر ہو کر امت اجابت سے نکل جانا ممکن بلکہ واقع ہے جیسا کہ خود عبد اللہ بن سبا (فرقہ سبائیہ کا بانی) پہلے امت اجابت میں داخل ہوا پھر امت اجابت سے نکلا جو بالاجماع کافر ہے۔ قیامت تک اصول عقائد میں فرقہ ناجیہ سے جدا تمام فرقے اس حدیث کے مصداق ہیں۔

حدیث پاک نے اس بات کی خبر دی کہ امت اجابت سے کچھ ایسے فرقے نکلیں گے جو اصول دین وضروریات اسلام میں فرقہ ناجیہ کے مخالف ہوں گے جن کے سبب وہ "خلود فی النار" کے مستحق ہوں گے۔

علقمی نے فرمایا: کہ ہمارے شیخ نے کہا کہ امام ابو منصور عبد القاہر بن تمیمی نے اس حدیث کی شرح میں ایک کتاب تالیف فرمائی اور اس میں یہ فرمایا کہ حضور نے انہی فرقوں کی بالقصد مذمت فرمائی جو اصول توحید شروط نبوت ورسالت اور خیر وشر کی تقدیر اور موالات صحابہ کے معاملہ اور اسی منہج پر دیگر امور میں اہل حق کے مخالف اور ان سے جدا ہیں جیسا کہ فرماتے ہیں:

"اگر امت اجابت کا معنی ہمہ وقت "ملازم ایمان علی الدوام" ہے تو یہ فرقے بالاجماع کیسے کافر ٹھہرے؟ نیز آج کل کے وہابی دیوبندی رافضی وغیرہم جن کی تکفیر "المعتقد المنتقد، والمعتمد المستند" میں مصرح ہے اور علمائے عرب وعجم کے نزدیک متفق علیہ ہے جیسا کہ "حسام الحرمین" سے ظاہر ہے، یہ سب امت اجابت کا مصداق ہونے کے باوجود کیوں کر مرتد، بے دین ٹھہرے! کیا یہاں سے نہیں کھلتا کہ امت اجابت کا علی الدوام مومن رہنا ضروری نہیں، کافر ہو کر امت اجابت سے نکل جانا ممکن بلکہ واقع ہے، اور کیا یہ فرقے اس تفرق کے حامل نہیں جس کی خبر حدیث نے "تفترق امتی" فرما کر دی اور کیا حدیث ان پر صادق نہیں آتی، بر تقدیر نفی، دلیل دی جائے جس کی وجہ سے یہ فرقے حدیث کا مصداق نہیں اور اگر کوئی دلیل نہیں تو متعین ہو گیا کہ قیامت تک اصول عقائد میں جو فرقے فرقہ ناجیہ سے جدا ہوں گے سب اس حدیث کے مصداق ہیں اور حدیث نے پہلے ہی ان فرقوں کی خبر دی کہ اصول دین میں فرقہ ناجیہ کے مخالف اور ان سے جدا ہوں گے اسی لیے جامع صغیر کی شروح تیسیر فیض القدیر، سراج منیر، میں ہے: واللفظ للسراج المنیر: قال العلقمی: قال شیخنا الف الامام ابو منصور عبد القاھر بن طاھر التمیمی فی شرح ھذا الحدیث کتابا قال فیہ قد علم اصحاب المقالات انہ ﷺ لم یرد بالفرق المذمومۃ المختلفین فی فروع الفقہ من ابواب الحلال والحرام وانما قصد بالذم خالف اھل الحق فی اصول التوحید وفی تقدیر الخیر والشر وشروط النبوۃ والرسالۃ وفی موالاۃ الصحابۃ وما جری مجری ھذہ الابواب۔" (۱/۲۵۶)

علقمی نے فرمایا: ہمارے شیخ نے کہا: امام ابو منصور عبد القاہر بن طاہر تمیمی نے اس حدیث کی شرح میں ایک کتاب تالیف کی اس میں فرمایا امور دینیہ میں قول کرنے والے اصحاب جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذموم فرقوں سے ان لوگوں کو مراد نہ لیا جو ابواب حلال وحرام کے فقہی مسائل فرعیہ میں اختلاف رکھتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کی بالقصد مذمت فرمائی جو اصول توحید، شروط نبوت ورسالت اور خیر وشر کی تقدیر، موالات صحابہ کے معاملے اور دیگر ان چیزوں میں جو اسی منہج پر جاری ہیں اہل حق سے جدا ہیں۔

کیا یہاں سے نہ کھلا کہ لفظ "امتی" سے ان فرقوں کو جن کے امت اجابت سے نکلنے کی خبر سیاق حدیث سے معلوم ہوئی، جس مفہوم کی حدیث میں موجود پے در پے قرائن نے تاکید کی اور استثنا نے اس مفہوم کو متعین کیا جیسا کہ بارہا ہماری تقریر میں گزرا۔

"عصاۃ مومنین" میں شمار کرنا سیاق حدیث وقرائن حدیث سے صرف نظر اور مفہوم استثنا کا الغا ہے لہذا یہ دعوی کہ اس حدیث سے "عصاۃ مومنین" مراد ہیں محض لفظ "امتی" پر مبنی ہے جس سے استدلال بے ضم امر زائد ناتمام ہے۔

اگر یہ استدلال صحیح ہے کہ "امتی" سے امت اجابت مراد ہے اس کا مصداق اہل قبلہ ہیں اور اہل قبلہ کے لیے "خلود فی النار" نہیں ان میں اہل معاصی کے لیے "دخول فی النار" ہے جب تک امت اجابت سے نکل کر امت دعوت میں نہ ہوں

سبائیہ فرقہ ہی نہیں جو بالاجماع کافر ہے۔ پھر مدعی کا اسی کتاب میں بالاجماع کافر لوگوں میں تنہا سبائیہ اور قادیانی گروہ پر اقتصار کرنا تفصیل کا پتہ دے کر تفصیل سے فرار ہے کہ نہیں؟ (۷۰)

باضی کے فرقے سے قطع نظر وہابیہ کے متعدد فرقے جن میں دیوبندی بھی شامل ہیں جن کی تفصیل "المستند المعتمد" و "المعتمد المستند" میں ہے یوں ہی روافض زمانہ جن کی تکفیر اسی معتقد ومعتمد میں مصرح ہے نیز دیگر رسائل تاج الفحول وغیرہ میں مذکور ہے۔ مقام تفصیل میں ان کے ذکر سے فرار چہ معنی دارد؟ اور تفصیل سے گریز کرتے ہوئے تنہا سبائیہ اور قادیانی کو نامزد کر کے بالاجماع کافر بتانا کیا اس کا صاف مفہوم یہ نہیں کہ وہابی دیوبندی رافضی نیچری اجماعی کافر نہیں؟ امام اشعری کی "مقالات الاسلامیین" کی عبارت درج کر کے یہ نتیجہ تو نکالا" کہ امام اشعری کا یہ موقف ان کی کتاب کے نام سے بھی ظاہر ہے انہوں نے اپنی کتاب کا نام "مقالات الاسلامیین" رکھا ہے، یعنی اہل اسلام کے مقالات، اور پھر اس کتاب میں خوارج، روافض اور معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقوں کے عقائد اور مقالات ذکر فرمائے ہیں، اگر ان فرقوں کو وہ اسلام سے خارج سمجھتے تو کتاب کا نام "مقالات الاسلامیین" نہ ہو کر "مقالات المرتدین" ہونا چاہیے تھا۔ (ص:۴۹)

مدعی کے "مقالات الاسلامیین" سے اس طرز استدلال کا جواب خود "التبصیر فی الدین" کی عبارت "الباب الثالث عشر فی بیان فرق اهل البدع الذین ینتسبون الی الاسلام ولا یعدون فی زمرة المسلمین ولا یکونون من جملة الاثنین و السبعین۔" (ص:۹۴) سے ظاہر تھا وہ یہ کہ "اسلامیین" کہنا اس اعتبار سے نہیں ہے کہ خوارج و روافض معتزلہ وغیرہم امام اشعری کے نزدیک بقول مدعی اسلام سے خارج نہیں۔

بلکہ بلحاظ انتساب ان کو "اسلامیین" کہا ہے جس پر خود یہ نسبت قرینہ ہے یعنی اس کتاب کا موضوع ان فرقوں کے مقالات ہیں جو اسلام کی طرف منسوب ہوتے ہیں عام از یں کہ وہ حقیقۃً مسلم ہوں یا اسلام کی طرف منسوب ہیں۔

"مقالات اشعری" ہمارے یہاں موجود نہیں، اس مجمل عبارت، جسے مدعی نے اپنے مطلب پر ڈھالا، کو ذکر کرنا اور امام اشعری کی وہ عبارتیں چھپا لینا جن سے مختلف گروہوں کے احوال وعقائد معلوم ہوں کیا یہی حق تحقیق وتقاضائے دیانت ہے۔

پھر سبائیہ بھی سرگروہ روافض ہیں اور وہ بقول مدعی امام اشعری کے نزدیک اسلام سے خارج نہیں تو سبائیہ بالاجماع کیسے کافر ٹھہریں گے؟ کیا یہ ایک طرف کھلا تضاد اور دوسری طرف امام اشعری پر بہتان طرازی نہیں؟ جس کے لیے حیلہ یہ تراشا کہ ان کی ایک عبارت ذکر کی اور اسے اپنے مطلب پر ڈھالا اور اس کی نسبت امام اشعری کی طرف کر دی اور وہ عبارت جس میں مختلف فرقوں کی تفصیل تھی چھپالی تاکہ کھلنے نہ پائے کہ امام اشعری نے کن فرقوں کو اسلام سے خارج بتایا ہے اور کون سے فرقے کو داخل اسلام مانا ہے، اسی طرح مدعی نے اپنے مصری استاد دیوی کی بدمذہبی اور خیالی آوارگی ان الفاظ میں نقل کی: "میں نے اسلامی فرقوں کے مسائل خلافیہ اور ان کے دلائل کا لگ بھگ تیس سال تک نہایت گہرائی اور سنجیدگی سے مطالعہ کیا، اس کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ان میں سے ۹۰ رفیصد اختلافات فروعی ہیں یا پھر نزاع لفظی کے قبیل سے ہیں، دوسرا یہ کہ کسی فرقہ کے تمام عقائد واعمال سے از اول تا آخر اتفاق کرنا ذرا مشکل ہے، کیوں کہ افراط وتفریط ہر طرف ہوتی ہے اور عصمت انبیا کے لیے ہے"

پھر کہا: "بظاہر یہ بات آزاد خیالی پر مبنی معلوم ہوتی ہے، ضروری نہیں کہ ہمیں بھی استاذ محترم کی اس بات سے اتفاق ہو مگر

ہمارے اتفاق یا اختلاف سے قطع نظر اگر بغور اس بات کا جائزہ لیا جائے تو کیا یہ امام غزالی کے مذکورہ بالا نظریات کی صدائے باز گشت نہیں معلوم ہوتی ؟۔ (ص:۷۵)

اس طرح دبے لفظوں میں در پردہ استاذ کی بات کو قبول کیا آگے پردہ اٹھادیا اور صاف استاذ کی تائید کی اور سخن کا مقبول ہونا صاف ظاہر کیا چنانچہ بطور استفہام تقریری لکھتے ہیں اور امام غزالی کے سر یوں تہمت دھرتے ہیں : " کیا یہ امام غزالی کے مذکورہ بالا الخ

ہم یہاں امام غزالی کی عبارت درج کرتے ہیں جو یوں ہے: "و لعل صاحبه يميل من سائر المذاهب الى الاشعرى و يزعم ان مخالفته في كل ورد و صدر كفر من الكفر الجلى . فاسأله من اين يثبت له ان يكون الحق وقفا عليه حتى قضى بكفر باقلانى اذ خالفه فى صفة البقاء لله تعالى و زعم ان ليس هو وصفا لله تعالى زائدا على الذات و لم صار الباقلانى اولى بالكفر بمخالفته الاشعرى من الاشعرى بمخالفته الباقلانى و لم صار الحق وقفا على احدهما دون الثانى ا كان ذلك لاجل السبق فى الزمان فقد سبق الاشعرى غيره من المعتزلة فليكن الحق للسابق عليه ام لاجل التفاوت فى الفضل و العلم فبأى ميزان و مكيال قدر درجات الفضل حتى لاح له ان لا افضل فى وجود من متبوعه و مقلده فان رخص للباقلانى فى مخالفته فلم حجر على غيره و ما الفرق بين الباقلانى و الكرابيسى والقلانسى و غيرهم وما مدرك التخصيص بهذه الرخصة و ان زعم ان خلاف الباقلانى يرجع الى لفظ لا تحقيق وراءه كما تعسف بتكلفه بعض المتعصبين زاعما انهما جميعا متوافقان على دوام الوجود . الخلاف فى ان ذلك يرجع الى الذات او الى وصف زائد عليه خلاف قريب لا يوجب التشديد، فما باله يشدد القول على المعتزلى فى نفيه الصفات و هو معترف بان الله تعالى عالم محيط بجميع المعلومات قادر على جميع الممكنات . و انما يخالف الاشعرى فى انه عالم و قادر بالذات او بصفة زائدة فما الفرق بين الخلافين" (ص:۷۷)

"لعلك ان انصفت علمت ان من جعل الحق وقفا على واحد من النظار بعينه . فهو الى الكفر و التناقض اقرب اما الكفر . فلانه نزله منزلة النبى المعصوم من الزلل الذى لا يثبت الايمان الا بموافقته ولا يلزم الكفر الا بمخالفته" (ص:۷۸)

یعنی : شاید وہ تمام مذاہب میں سے مذہب اشعری کی طرف مائل ہے اور گمان یہ کرتا ہے کہ جو کچھ اشعری نے کہا ہے اس کی مخالفت کفر جلی ہے، میں اس سے سوال کرتا ہوں کہ یہ بات کہاں سے ثابت ہوئی کہ حق صرف اشعری پر منحصر ہے، یہاں تک کہ باقلانی کے کفر کا فیصلہ کردیا جائے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت بقا، یہ وصف زائد علی الذات نہیں ہے تو آخر باقلانی اشعری کی مخالفت کرکے کفر کے مستحق کیوں ہیں؟ اس کے برعکس کیوں نہیں ہے؟ (یعنی اشعری باقلانی کی مخالفت کرکے کفر کے مستحق ہوں) اور پھر آخر حق ان دونوں میں سے کسی ایک پر منحصر کیسے ہوگیا؟ کیا اس لیے کہ اشعری باقلانی سے زمانہ کے اعتبار سے سابق ہیں؟ (اگر یہ بات صحیح ہو تو) بعض معتزلی اشعری سے بھی سابق ہیں تو پھر تو حق اشعری سے سابق ہوا، یا پھر اشعری اور باقلانی کے درمیان علم وفضل کے تفاوت کی بنیاد پر حق کا فیصلہ کیا جائے، تو آخر وہ کون سے ترازو ہیں جس سے آپ علم وفضل کے درجات تولیں

گے اور اگر اشعری سے مخالفت کے باوجود باقلانی کو رعایت دی جاسکتی ہے تو پھر دوسروں پر (اشعری کی مخالفت کی وجہ سے) سختی کیوں کی گئی؟ باقلانی، الکرابیسی اور القلانسی وغیرہ میں آخر کیا فرق ہے؟ تو پھر باقلانی کے ساتھ رعایت کی تخصیص چہ معنی دارد؟ اگر کوئی یہ گمان کرتا ہے کہ باقلانی کا اشعری سے اختلاف، نزاع لفظی ہے، اختلاف حقیقی نہیں جیسا کہ بعض متعصبین کہتے ہیں یہ دلیل دیتے ہوئے کہ "دونوں (یعنی اشعری اور باقلانی) وجود کے دوام پر متفق ہیں اختلاف اس میں ہے کہ یہ دوام ذات کی طرف راجع ہے یا وصف زائد علی الذات ہے، اور یہ نزاع لفظی ہے۔ لہذا باقلانی پر سختی نہیں کی جائے گی" تو پھر وہ (متعصب) ایک معتزلی پر نفی صفات کے معاملہ میں کیوں سختی کرتا ہے، کیوں کہ معتزلی بھی اس بات کا معترف ہے کہ اللہ کا علم تمام معلومات کو محیط ہے اور وہ تمام ممکنات پر قادر ہے، بس وہ اشعری کی مخالفت اس بارے میں کرتا ہے کہ اللہ عالم بالذات ہے یا عالم بصفۃ زائد علی الذات ہے، (یہ بھی نزاع لفظی ہے) تو پھر ان دونوں مخالفتوں (یعنی باقلانی کی اشعری سے اور معتزلی کی اشعری سے) میں آخر کیا فرق ہے؟

(۱۰۹)

کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں: "اگر تم انصاف سے کام لو تو تم جانو گے کہ حق کو بعینہ کسی ایک پر موقوف مان لینا یہ کفر اور تناقض سے زیادہ قریب ہے، کفر تو اس لیے کہ اس شخص کو نبی معصوم کے درجہ کو پہنچا دیا، یہ انہیں کا مرتبہ کہ ان کی موافقت سے ایمان ثابت ہوتا ہے اور ان کی مخالفت سے کفر لازم ہوتا ہے۔ (۱۱۰) (ترجمہ: از اسید الحق)

ہر منصف کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ وہ دونوں عبارتوں کو ملا کر دیکھے اور یہ بتائے کہ امام غزالی کی عبارت بیوی کی عبارت کے کس طرح مطابق ہے اور اس کا ظاہر اوہ معنی ہونا در کنار غزالی کے کن لفظوں سے یہ جھلکتا ہے کہ تمام فرقوں کے جملہ اختلافات فروعی اور اختلاف لفظی ہیں؟ اور جب دونوں عبارتوں کا مفاد الگ ہے امام غزالی کی عبارت میں اس خیال فاسد کی تصریح در کنار تلویح بھی نہیں تو بیوی کی بدمذہبی جس کا مفاد یہ ہے کہ ضال مضل واہل حق سب ایک ہیں ان کا نزاع محض لفظی ہے کو امام غزالی کے سر دھرنا بہتان طرازی ہے کہ نہیں؟ ہے اور ضرور ہے، اس سے قطع نظر کہ دخول راجح ہے یا خلود، سوال یہ ہے کہ اس کفر منتشر کے زمانے میں اس بحث کو اٹھانے کی کیا ضرورت؟ اور اس زمانے میں کون سے وہ فرقے ہیں جو محض مبتدعہ و "عصاۃ مومنین" ہیں؟ یہ کیوں نہیں بتایا جاتا اور کس لیے حکم مطلق لگایا جاتا ہے؟ جواب صاف ظاہر ہے کہ مقصود دائرہ خلود کو تنگ کرنا ہے اور اس کو وسعت دینے والے بقول مدعی غیر محتاط و متشدد لوگ ہیں، چناں چہ رقم طراز ہیں: ہمارے ایک استاذ پروفیسر عبد المعطی بیومی (صدر شعبہ عقیدہ فیکلٹی آف اصول الدین الازہر (شریف) فرمایا کرتے تھے الخ۔

کہنے کو یہ کہہ گئے مگر سیف اللہ المسلول، تاج الفحول و دیگر علماے بدایوں جن کے نزدیک وہابی، دیوبندی، نیچری، اور رافضی بالاتفاق کافر بے دین ہیں ان کی کچھ فکر کر لیتے۔ بالجملہ یہاں سے ظاہر ہوا کہ دخول موقت کے قائل کے دل میں روافض خصوصا دیوبندی وغیرہ دیگر فرقوں کے لیے عموما نرم گوشہ ہے اور سنیت کے جام میں صلح کلیت کی زہر آلود شراب پلانا مقصود ہے۔ مدعی کا یہ ادعا ہے کہ "بہت سے فرقے ایسے ہیں کہ ان کی تکفیر نہ کرنے پر علما کا اتفاق ہے مثلا شیعوں میں زیدیہ یا خوارج میں اباضیہ فرقہ وغیرہ الخ۔"

یہاں اس دعوے پر بطور دلیل کسی معتمد کتاب کا نہ تو نام ہی لیا اور نہ حوالے میں کوئی عبارت درج ہوئی اور بلا حوالہ یہ دعوی کر دیا کہ بہت سے فرقے ایسے ہیں کہ ان کی تکفیر نہ کرنے پر علما کا اتفاق ہے۔" الخ۔ یعنی بلفظ دیگر وہ اجماعا اہل ایمان ہیں، ہم

نے شرح مواقف کی طرف مراجعت کی تو معلوم ہوا کہ زیدیہ کے تین فرقے ہیں: "جارودیہ" جن کا عقیدہ یہ کہ حضرت علی کی امامت پر نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی نص ہے اور صحابہ، علی کی مخالفت کرکے کافر ہو گئے اور اس وجہ سے کہ انھوں نے نبی کے بعد علی کی اقتدا چھوڑی وہ کافر ہیں۔

دوسرے سلیمانیہ: انہوں نے حضرات عثمان، طلحہ، زبیر و عائشہ صدیقہ کو کافر کہا۔

تیسرے بتیریہ ہیں: جنھوں نے سلیمانیہ کی صحابہ مذکورین کی تکفیر میں موافقت کی، صرف حضرت عثمان کے بارے میں توقف کیا۔

چنانچہ شرح مواقف میں ہے: اما الزیدیۃ فثلاث فرق: "الجارودیۃ قالوا بالنص من النبی فی الامامۃ علی علی والصحابۃ کفروا بمخالفتہ وترکھم الاقتداء بعلی بعد النبی. السلیمانیۃ: کفروا عثمان وطلحۃ والزبیر وعائشۃ"۔ البتیریۃ: وافقوا السلیمانیۃ الا انھم توقفوا فی عثمان (ملخصا) (۸/۳۹۱،۳۹۲)

اسی شرح مواقف میں اباضیہ کے متعلق ہے کہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اہل قبلہ میں سے ہمارے مخالفین کفار ہیں مشرک نہیں اور علی اور اکثر صحابہ کو کافر جانتے ہیں اور ان کا ایک فرقہ یہ کہتا ہے کہ عجم سے ایک نبی کتاب کے ساتھ مبعوث ہوگا وہ کتاب آسمان میں لکھی جائے گی اور یک بارگی اس نبی پر نازل ہوگی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو چھوڑ کر ملت صابیہ کو اختیار کرے گا جس کا ذکر قرآن میں ہے۔

الاباضیۃ: قالوا: مخالفونا من اھل القبلۃ کفار غیر مشرکین و کفروا علیا و اکثر الصحابۃ۔ الیزیدیۃ: قالوا: سیبعث نبی من العجم بکتاب یکتب فی السماء وینزل علیہ جملۃ واحدۃ یترک شریعۃ محمد الی ملۃ الصابیۃ المذکورۃ فی القرآن، ملخصا۔ (۸/۳۹۳)

یہ عبارتیں دیکھیے اور دعوی بالا ملاحظہ کیجیے اور سوچیے کہ مدعی نے کس طرح ایک ناگفتنی تمام علما کے اوپر تھوپ دی۔

محیہ: پھر ہمیں تحفہ اثنا عشریہ و ہندیہ سے زیدیہ و روافض کے متعلق کچھ تفصیل ملی جسے ہم نے ترتیب میں مقدم کیا وہ یاد رکھی جائے۔

اس کے بعد حضرت تاج الشریعہ قدس سرہ نے ایک حدیث پاک ذکر کی جس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ "**کلھم فی النار**" سے وہ اسلام مخالف باطل فرقے مراد ہیں جو اپنی بدعقیدگی کی وجہ سے کفر تک پہنچنے کے سبب امت اجابت سے نکل کر دین سے بالکل نکل جائیں گے اور "خلود فی النار" کے مستحق ہوں گے امام اہل سنت مجدد دین وملت سیدنا اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ اس حقیقت کی نقاب کشائی اور جادۂ حق کی رہ نمائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "خبثائے مبتدعین مثل وہابیہ، رافضیہ وغیر مقلدین، امت اجابت سے نہیں کافروں کی طرح امت دعوت سے ہیں ولہذا اجماع میں ان کا اختلاف معتبر نہیں"۔

"صاحب الھوی: المشھور لیس من الامۃ علی الاطلاق" (اصول بزدوی، باب الاھلیۃ ص: ۲۴۳)

"توضیح" مطبع قسطنطنیہ جلد دوم ص: ۵۰۶ میں ہے: "صاحب البدعۃ یدعو الناس الیھا لیس ھو من الامۃ علی الاطلاق" (توضیح علی التنقیح مع التلویح باب الاھلیۃ ۲/ ۲۳۷)

"تلویح" علامہ تفتازانی ص: ۵۰۶ و مرقاۃ شرح مشکاۃ جلد پنجم ۴ ۶۵ میں ہے:

"لان المبتدع و ان کان من اھل القبلۃ فھو من امۃ الدعوۃ دون المتابعۃ کالکفار۔ (مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر جلد ا

ص:۹۵۵ باب المرتد"۔(فتاویٰ رضویہ کتاب السیر ج:۶ص:۴۰۳ رضا اکیڈمی ممبئی)

آپ نے اخیر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث پاک ذکر کی کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سیکون فی امتی اختلاف و فرقۃ قوم یحسنون القیل و یسیئون القیل یقرءون القرآن لا یجاوز تراقیھم یمرقون من الدین مروق السھم من الرمیۃ لا یرجعون حتی یرتد السھم علی فوقہ ھم شر الخلق و الخلیقۃ طوبی لمن قتلھم وقتلوہ یدعون الی الاکتاب ولیسوا منا فی شیئ من قاتلھم کان اولی باللہ منھم قالوا: یارسول اللہ! ماسیماھم قال: التحلیق"

(رواہ ابوداؤد)

اور فرمایا کہ یہ احادیث، "حدیث افتراق امت" کی تفسیر ہیں اور یہ حدیث مطلق عن العدد وارد ہوئیں ان کے ملاحظہ سے اس رائے کی تائید ہوتی ہے کہ فرقے بہتر ہی پر منحصر نہیں بلکہ زیادہ بھی ہو سکتے ہیں۔

ان روشن تحقیقات کے مطالعہ سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ آپ علم فقہ کی طرح علم حدیث میں بھی امامت کے منصب پر فائز نظر آتے ہیں اور اس فن میں اپنا ثانی نہیں رکھتے اور معانی حدیث کی تحقیق و تفہیم میں اپنے جد اعلیٰ امام احمد رضا قدس سرہ کی شان تحقیق رکھتے ہیں کہ کوئی گوشہ تشنہ تحقیق نہیں چھوڑتے اور تحقیق حق میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ اپنے قلم حقیقت رقم اور زبان حق بیاں سے تحقیق و تدقیق کے جواہر پاروں کو بکھیرتے اور طالبان تحقیق کو تحقیق کا جام لبالب عطا فرما کر ان کی مشام جاں کو معطر کرتے اور معانی حدیث کے چہروں پر پڑے ہوئے حجاب کو واشگاف فرماتے اور اپنے اسلاف کے کلام کو ناقص معنیٰ و مفہوم اور الفاظ پر محمول کرنے کے بجائے اس کی توجیہ وجیہ فرما کر اسے صحیح محمل پر محمول فرماتے اور شواہد قرآنی سے مزین و مبرہن فرماتے۔ آپ کی اس علمی جلالت اور فنی عبقریت کے سبب علمائے عرب و عجم آپ کے حضور خراج عقیدت و محبت پیش کرتے ہیں۔ گویا آپ اس کے حسین مصداق ہیں۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

حضرت تاج الشریعہ قدس سرہ نے اس طرح حدیث افتراق امت کے متعلق پیدا کیے جانے والے شکوک و شبہات کو نہ صرف تار عنکبوت سے کمزور تر ثابت فرمایا بلکہ اس کے بطن سے پیدا ہونے والے فتنہ کی ایسی بیخ کنی فرمائی کہ کسی طالب حق منصف مزاج کے لیے مجال دم زدن نہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

✱✱✱

حضرت تاج الشریعہ اپنے فتاوے کی روشنی میں

مفتی سید شہباز اصدق چشتی دارالعلوم قادریہ غریب نواز، لیڈی اسمتھ ساؤتھ افریقہ

ایک عظیم فقیہ اور کامل واکمل مفتی کی معرفت کے لیے فقیہ اعظم ہند، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کا درج ذیل اقتباس منارۂ نور ہے۔ ’’فقہ یہ نہیں کہ کسی جزئیہ کے متعلق کتاب سے عبارت نکال کر اس کا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے۔ یوں تو ہر اعرابی ہر بدوی فقیہ ہوتا کہ ان کی مادری زبان عربی ہے بلکہ فقہ بعد ملاحظہ اصول مقررہ وضوابط محررہ ووجوہ تکلم وطرق تفاہم وتنقیح مناط ولحاظ انضباط ومواضع یسر واحتیاط وتجنب تفریط وافراط وفرق مرویات ظاہرہ وتمیز درآیات غامضہ وظاہرہ ومنطوق ومفہوم وصریح وقول جمہور ومرسل ومعلل ووزن الفاظ مفتیین وسبر مراتب ناقلین وعرف عام وخاص وعادات بلاد واشخاص وحال زمان ومکان واحوال رعایا وسلطان وحفظ مصالح دین ودفع مفاسد مفسدین وعلم وجوہ ترجیح واسباب ترجیح ومناہج توفیق ومدارک تطبیق ومسالک تخصیص ومناسک تقیید ومشارع قیود وشوارع مقصود وجمع کلام ونقد مرام فہم مراد کا نام ہے کہ تطلع تام واطلاع عام ونظر دقیق وفکر عمیق وطول خدمت علم وممارست فن وتیقظ وافی وذہن صافی معتاد تحقیق مؤید بتوفیق کا کام ہے۔ اور حقیقۃً وہ نہیں مگر ایک نور کہ رب عزوجل بمحض کرم اپنے بندہ کے قلب میں القا فرماتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۹، ص ۷۷-۶۷۳، مطبع مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر گجرات)

مذکورہ بالا اقتباس میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے ایک عظیم مفتی اور جلیل القدر فقیہ کے لیے جن علمی وفنی گہرائی وگیرائی کا تذکرہ فرمایا ہے اس کی کامل واکمل تنویر جانشین مفتی اعظم ہند حضور تاج الشریعہ علامہ الحاج الشاہ مفتی اختر رضا خاں المعروف ازہری میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات ہے۔ یہ نہ مبالغہ ہے اور نہ عقیدت کے بول ہیں بلکہ ایک مسلم حقیقت ہے جس کا اعتراف معاصر علما نے انشراح صدر کے ساتھ کیا ہے۔ استاذ گرامی ممتاز الفقہا محدث کبیر علامہ الحاج الشاہ مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری صاحب قبلہ مدظلہ العالی [طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ گھوسی] حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے علم وفضل کا والہانہ تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ’’تاج الشریعہ حضرت علامہ ازہری صاحب زید مجدہ یگانۂ روزگار محقق اور صاحب بصیرت عالم وفقیہ ہیں۔ علم وفضل اور زہد وتقویٰ میں آپ اپنے جد امجد امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے وارث منفرد ہیں۔ احقاق حق وابطال باطل کا تحقیقی انداز آپ کو وراثت میں ملا ہے۔ آپ خداداد وجاہت سے متصف ہیں۔ اسی لیے علمائے عرب وعجم کے عوام وخواص آپ سے فیض کے مشتاق رہتے ہیں اور آپ کی زیارت کو تازگی ایمان کا ذریعہ مانتے ہیں۔ (تجلیات تاج الشریعہ، ص ۷۲)

حضرت ازہری میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی شان فقاہت کے حوالے سے سرزمین ہند کی عظیم وعبقری شخصیت کا تاثر ملاحظہ کر لینے کے بعد مرکز عقیدت ومحبت، جائے ولادت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ المکرمہ کے ایک عظیم عالم حضرت علامہ محمد خالد مکی صاحب کا تاثر بھی چشم سرور سے پڑھیں: ان دار الافتاء بمدینۃ بریلی و الذی یدیرہ الشیخ بنفسہ لایحیز دار الافتاء لمنطقتہ الجغرافیہ فقط و انما ساھم فی تقدیم الفتویٰ الی سائر العالم علی طریقۃ اہل السنۃ والجماعۃ و قد بلغ

عدد فتاوی الدار مایربو علی خمسة الاف فتوی۔ان الشیخ العلامة ادام اللہ برکاتہ لیس بارعا فی اللغتین العربیة و الاردویة فحسب بل ان لہ ملکة عظیمة فی اللغة الانجلیزیة و قد ساھم سماحتہ بالافتاء بالانجلیزیة و صدر لہ کتاب فیہا۔

یعنی بے شک شہر بریلی کا دار الافتاء جسے شیخ [حضرت علامہ اختر رضا ازہری میاں صاحب] چلا رہے ہیں یہ دار الافتاء صرف اس علاقہ میں ہی معتبر نہیں یہ اہل سنت و جماعت کے طریقہ پر فتویٰ دے کر باقی عالم کو بھی اپنا فیض پہونچا رہا ہے۔اس دار الافتاء سے آپ کے فتاوے پانچ ہزار سے زائد ہیں یقیناً شیخ علامہ پر اللہ تعالیٰ اپنی برکتوں کو ہمیشہ برقرار رکھے۔صرف دو زبان عربی و اردو میں ہی ممتاز نہیں بلکہ انگلش زبان میں بھی آپ کو عظیم ملکہ حاصل ہے۔ان کے فیض سخاوت ان فتووں کے ذریعہ بھی ہے جو انگلش املا کے ساتھ ہیں اس زبان میں آپ کی ایک کتاب بھی ہے۔

(فتاوی تاج الشریعہ ج ۱ ص ۱۲۸ ناشر مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا متھرا پور بریلی شریف)

لاریب حضرت تاج الشریعہ علامہ ازہری میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ علوم اعلیٰ حضرت کے حقیقی وارث، جلیل القدر محدث، عظیم الشان مفسر، ممتاز مناظر، بالغ نظر فقیہ، نکتہ سنج مفتی، بلند پایہ ناقد و محقق اور رضوی مسند افتا کے سچے وارث تھے۔اگر یہ کہا جائے تو بڑی ناانصافی ہوگی کہ تاج الشریعہ ہندوستانی فقہا میں عظیم فقیہ اور ممتاز مفتی تھے حق تو یہ ہے کہ آپ عرب و عجم کے فقہا میں ممتاز اور سرخیل تھے۔فقہ و فتویٰ نویسی میں آپ کی ثقاہت اور مہارت کے ثبوت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ نے عالم اسلام کے عظیم فقیہ سیدی مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے زیر تربیت رہ کر فتویٰ نویسی کی مشق فرمائی ہے اور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اپنی حیات میں رضوی دار الافتا بریلی شریف کا آپ کو مفتی نامزد کر کے اپنا نائب اور قائم مقام فرمایا ہے۔مفتی اعظم کی سرپرستی میں آپ نے سیکڑوں فتاوے تحریر فرمائے۔ان میں بعض فتاوے تاریخی اہمیت کے حامل ہیں چنانچہ نسبندی کے خلاف مفتی اعظم ہند کا فتویٰ قبلہ تاج الشریعہ کے زرنگار قلم سے منصۂ شہود پر آیا تھا۔اس سلسلے میں حضرت مولانا محمد یونس رضا اویسی صاحب نائب صدر المدرسین جامعۃ الرضا بریلی شریف کی درج ذیل تحریر ملاحظہ فرمائیں۔"اندرا گاندھی وزیر اعظم ہند کا مزاج آمرانہ تھا۔ان کے دور اقتدار میں عوام پر ظلم و جبر کیا گیا۔کانگریس پارٹی کی ساری قوت کا نقطۂ ارتکاز صرف اور صرف اندرا گاندھی کی ذات تھی۔اس نے یہ سب بلا شرکت غیر اقتدار پر اپنی گرفت قائم رکھنے کے لیے ہی کیا تھا۔وہ سیاسی مخالفین کو بے دردی سے کچل دینے کیلئے سخت سے سخت اقدام کرنے میں بھی کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتی تھی۔اندرا گاندھی کے ساتھ اس کے بیٹے سنجے گاندھی کا تانا شاہی نظریہ پس پشت کام کر رہا تھا۔۱۹۷۵ء میں پورے ملک میں ہنگامی حالات کا اعلان کر دیا گیا۔تمام شہریوں کے بنیادی حقوق سلب کر لیے گئے۔رقیبوں کو قید سلاسل میں جکڑ کر نذر زنداں کر دیا گیا۔میسا جیسے جابر قانون کو نافذ العمل کر دیا گیا۔ان تمام حالات کے ساتھ ہی دو سے زیادہ بچہ پیدا کرنے پر سختی سے پابندی عائد کر دی گئی اور ان لوگوں پر نسبندی کرنا ضروری قرار دیا۔پولیس عوام کو جبراً پکڑ پکڑ کر نسبندی کرا رہی تھی۔اسی اثناء میں نسبندی کے جواز یا عدم جواز پر شرعی نقطۂ نظر جاننے اور عمل کرنے کے لیے دار الافتاء بریلی شریف سے عوام نے رجوع کرنا شروع کر دیا۔دوسری طرف دیوبند کے دار الافتاء سے قاری محمد طیب مہتمم دار العلوم دیوبند نے نسبندی کے جائز ہونے کا فتویٰ دے دیا۔ملک کی ہیجانی کیفیت اور امت مسلمہ میں انتشار کو دیکھتے ہوئے جابر و ظالم حکمراں کے

عدم جواز کا مدعی ہے بار ثبوت اس پر ہے جس سے وہ ہر گز قیامت تک عہدہ برآ نہ ہو سکے گا۔یہی نہیں بلکہ بلا دلیل محض زور زبان سے ایک امر جائز و معمول اہل سنت کو ناجائز کہہ کر اللہ و رسول پر افترا ان کے حکم سے سرتابی ان کے فرمان واجب الاذعان کی تکذیب کا وبال شدید اس کے سر پر رہے گا۔افترا یہ کہ اللہ و رسول نے رضی اللہ عنہ کہنا منع نہ فرمایا نہ کسی گروہ کے لیے خاص فرمایا اور یہ ممانعت کا قائل۔حکم سے سرتابی یہ کہ بے دلیل بزور زبان کسی شے کو حلال و حرام کہنا ممنوع فرمایا گیا۔قال تعالیٰ ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال و ھذا حرام [سورہ نحل آیت ۱۱۶] اور یہ بے دلیل حرام کہنے پر مصر۔فرمان کی تکذیب یوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم فرماتے ہیں لـما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن۔[المقاصد الحسنۃ للسخاوی ،ص ۴۲۲] جسے مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے۔اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان خدا کا فرمان ہے۔قال تعالیٰ: ان ھو الا وحی یوحی۔[سورہ النجم، آیت ۴] اور حضور جسے اچھا فرمائیں یہ اسے ناجائز کہے۔یہ تکذیب خدا اور رسول ہوئی ۔پھر حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "لا تجتمع امتی علی ضلالۃ" [المقاصد الحسنۃ ،ص ۵۲۶] میری امت گمراہی پر اکٹھی نہ ہوگی۔تو جو کسی معمول اہل سنت کو بے دلیل ناجائز کہتا ہے وہ امت محمدیہ کو گمراہ کہتا ہے حالانکہ حضور علیہ السلام فرما چکے ۔میری امت گمراہی پر مجتمع نہ ہوگی یہ خدا اور رسول کی تکذیب بالائے تکذیب ہوئی۔اور یہ طریقہ سنیہ اہل سنت و جماعت کو چھوڑنا اور خدا اور رسول کی دشمنی مول لینا اور جہنم کی راہ لینا ہے۔قال تعالیٰ "و من یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ و یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولیٰ و نصلہ جھنم و ساءت مصیرا ۔[سورہ نساء، آیت ۱۱۵] اور جو اللہ و رسول سے دشمنی کرے اور مسلمانوں کی راہ سے جدا چلے ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جدھر وہ پھر گیا اور جہنم میں جھونک دیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔پھر قرآن عظیم خود صحابہ اور ان کے جملہ اتباع کو بالعموم بے تخصیص بشارت دے رہا ہے "رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ۔[سورہ بینہ ،آیت ۸] تو بزرگان دین کے لیے رضی اللہ عنہ کہنا قرآن عظیم کی اقتدائے حمید ہے جسے وہابیہ بزور زبان ناجائز و حرام کہتے ہیں تو ان کا یہ طعن اہل سنت پر نہیں بلکہ خدا کی بارگاہ میں اساءت ادب ہے۔

اصولی انداز میں قرآن مجید سے استدلال کرنے کے بعد غیر صحابی کے لیے رضی اللہ عنہ کے جواز پر ۸ رکتب مشائخ سے ۱۳ رحوالے اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔"بالجملہ بزرگان دین کے لیے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا جائز اور اس میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی تخصیص کا دعویٰ غلط و نامسموع علمائے اسلام اپنی کتب میں تابعین و تبع تابعین کے لیے رضی اللہ عنہم تحریر کرتے آئے ہیں تبیین الحقائق زیلعی میں ہے "و الفرق لابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ" (تبیین الحقائق ج ۷،ص ۳۲۱)

اسی میں ہے: "و ذکر الحاکم ابو محمد روایۃ عن ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہما" (تبیین الحقائق ،ج ۷،ص ۳۴۷)

اسی میں ہے: "و رضی اللہ تعالیٰ عن اصحاب رسول اللہ و عن التابعین و تابع التابعین لھم باحسان الی یوم الدین" (تبیین الحقائق ،ج ۷،ص ۵۱۲)

بیضاوی میں ہے "و عن ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ" (تفسیر بیضاوی ج ۱،ص ۱۲)

حاشیہ میر سید شریف علی الکشاف میں ہے "و المشھور من مذھب ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ و اتباعہ" رد المحتار میں ہے:

"قولہ (التستری) امام اعظم رضی اللہ عنہ" (رد المحتار ج ،ص ۱۳۹)

اسی میں ہے: "لا سیما الامام الشافعی رضی اللہ عنہ" (رد المحتار، ج ۱، ص ۱۴۹)

درمختار میں ہے: "و مما قال فیہ ابن المبارک رضی اللہ عنہ" (درمختار، ج ۱، ص ۱۵۷)

حدیقہ ندیہ میں ہے: "اتباع النبی صلی اللہ علیہ و سلم و الصحابۃ و التابعین و ائمۃ الھدیٰ رضی اللہ عنہم" (الحدیقۃ الندیہ، ج ۱، ص ۳۰۵)

نہایۃ الزین میں ہے "یجب علی من لم یکن فیہ اہلیۃ الاجتہاد المطلق ان یقلد فی الفروع واحدا من الائمۃ الاربعۃ المشہورین وھم الاما م الشافعی و الامام ابو حنیفۃ و الامام مالک و الامام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم"۔ (نہایۃ الزین، ج، ص ۷)

اسی لیے تنویر و درمختار میں تصریح فرمائی کہ صحابہ و تابعین بزرگان دین وغیرھم کے لیے رضی اللہ عنہم کہنا جائز ہے "و ھذا نصہ و یستحب الترضی للصحابۃ و کذا من اختلف فی نبوتہ و الترحم للتابعین و من بعدھم من العلماء و العباد و سائر الاخیار کذا یجوز عکسہ الترحم للصحابۃ و الترضی للتابعین و من بعدھم علی الراجح" (درمختار، ج ۱۰، ص ۴۸۵)

حدیقہ ندیہ میں فرمایا: "ھل یجوز عکسہ؟ فقال بعضھم لا یجوز بل الترضی مخصوص بالصحابۃ و قال النووی ھذ اخیر صحیح بل الصحیح الذی علیہ الجمہور استحبابہ و دلائلہ اکثر من ان تحصی" (الحدیقۃ الندیہ، ج ۱، ص ۳۷)

یہ کثیر حوالے حضور تاج الشریعہ کے وسیع علم اور عمیق مطالعہ کی غمازی کرتے ہیں۔ فتویٰ کے اخیر میں مناظرانہ انداز میں لکھتے ہیں "آخر میں دیوبندیوں کے مستند مولوی عاشق الٰہی میرٹھی کی چند عبارتیں پیش کر دینا مناسب۔ تذکرۃ الرشید ج ۲، ص ۲۲ میں ہے "جس زمانہ میں احقر حضرت مرشدنا مولانا محمد رفیع الدین صاحب نقشبندی مجددی خلیفہ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر رہتا تھا"۔ اسی میں صفحہ ۲۴ پر ہے "اور مقولہ حضرت مجدد الف ثانی قیوم ربانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ"۔ صفحہ ۲۵ پر ہے "الی آخر ما قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ"۔ (فتاویٰ تاج الشریعہ ج ۱، ص ۲۷۴ تا ۲۷۵)

تاج الشریعہ کے فتاوے کا اسلوب محققانہ ہے۔ آپ صرف نفس مسئلہ نہیں بیان فرماتے بلکہ قرآن و احادیث اور اس کے متعلقات سے برہان قائم کرتے ہیں۔ اقوال علما و فقہا سے فتویٰ کو مزین فرماتے ہیں اور بوقت ضرورت اصحاب لغت سے بھی استناد کر کے مسئلہ مسؤلہ کو محقق فرماتے ہیں۔ یہاں اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں جس سے تاج الشریعہ کی محققانہ شان و عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ سائل نے سوال کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر تھا یا تارح؟۔ پھر آزر کے والد ہونے پر راغب اصفہانی تفسیر ابن کثیر اور اتقان کے درج ذیل حوالے درج کیے۔

[۱] "قیل کان اسم ابیہ (ای ابراھیم) تارح فعرب فجعل آزر" (راغب اصفہانی ص ۱۳)

[۲] "قال ابن الجریر الطبری فی تفسیرہ و قد یکون لہ (ای الآزر) اسمان کما لکثیر من الناس او یکون احدھما لقبا و ھذا الذی قالہ جید قوی" (تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص ۱۵)

[۳] "و ھو (ای ابراھیم) ابن آزر اسمہ تارح" (الاتقان فی علوم القرآن، ج ۲، ص ۱۳۸)

تاج الشریعہ اس کا فاضلانہ اور محققانہ جواب دیتے ہوئے رقم فرماتے ہیں "آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہ تھے ان

کے والد کا نام تارح تھا اور آزر آپ کے چچا کا نام ہے جو کافر تھا۔ یہی مسلک بکثرت نسابین (یعنی وہ لوگ جو شجرہ نسب بیان کرتے ہیں) کا ہے اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور سلف کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے چنانچہ مسالک الحنفا میں امام سیوطی فرماتے ہیں "و هذا القول اعني ان آزر ليس ابا ابراهيم ورد عن جماعة من السلف اخرج ابن ابي حاتم بسند ضعيف عن ابن عباس في قوله "و اذ قال ابراهيم لابيه آزر" قال ان ابا ابراهيم لم يكن اسمه آزر و انما كان اسمه تارح "یعنی یہ قول کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہ تھا، ایک جماعت سلف سے وارد ہوا ابن حاتم نے اسند ضعیف ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت "واذقال ابراهيم لابيه آزر" ان کے باپ کا نام تارح تھا۔ اسی میں مجاہد سے ہے "ليس آزر ابا ابراهيم" آزر ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام نہ تھا۔ اسی میں ابن جریج سے بسند صحیح بروایت ابن المنذر ہے کہ ابن جریج نے فرمایا "ليس آزر بابيه انما هو ابراهيم بن تيرح او تارح بن شاروح بن ناحور بن فالخ"۔ اسی میں سدی سے بسند صحیح بطریق ابن ابی حاتم مروی ہوا "انه قيل له اسم ابي ابراهيم آزر؟ فقال بل اسمه تارح" یعنی سدی سے کہا گیا ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر ہے، انہوں نے فرمایا بلکہ ان کے والد کا نام تارح ہے"۔ (فتاویٰ تاج الشریعہ جلد اول ص ۳۱۸۔۳۱۹)

اس کے بعد باعتبار لغت اس مسئلہ کی توجیہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں "اس مسلک کی توجیہ باعتبار لغت یوں ہے کہ لفظ اب کا اطلاق چچا پر شائع وذائع ہے اور اس کی نظیر قرآن کریم میں موجود ہے قال تعالیٰ "ام كنتم شهداء اذ حضر يعقوب الموت اذ قال لبنيه ما تعبدون من بعدي قالوا نعبد الهك واله آبائك ابراهيم و اسماعيل و اسحاق" (سورہ بقرہ آیت ۱۳۳)

کیا تم اس وقت حاضر تھے جب (حضرت) یعقوب (علیہ السلام) کی وفات کا وقت تھا، جبکہ انہوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بعد تم کسے پوجوگے تو بولے ہم آپ کے خدا اور آپ کے آبائے کرام ابراہیم و اسماعیل و اسحاق (علیہم السلام) کے خدا کو پوجیں گے۔ آیت کریمہ میں اسماعیل علیہ السلام کو اب (باپ) فرمایا حالانکہ وہ چچا ہیں۔ (فتاویٰ تاج الشریعہ ص ۳۲۰)

حضرت تاج الشریعہ نے باعتبار لغت مسئلہ حقہ کو منقح فرمانے کے بعد امام سیوطی قدس سرہ سے نقل کرتے ہوئے سلیمان بن صرد کے اثر سے حجت قائم فرمائی۔ آپ لکھتے ہیں "امام جلال الدین سیوطی نے ایک اثر سے ثابت فرمایا ہے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہی تھا جس کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعائے مغفرت فرمائی تھی پھر جب آپ کو اس کا حال روشن ہوا تو آپ اس سے بیزار ہوگئے چنانچہ اسی مسالک الحنفا میں ہے "لما و يرشحه ايضا ما اخرجه ابن المنذر في تفسيره بسند صحيح عن سليمان بن صرد قال لما ارادوا ان يلقوا ابراهيم في النار جعلوا يجمعون الحطب حتى ان كانت العجوز لتجمع الحطب فلما ان ارادوا ان يلقوه في النار قال حسبي الله و نعم الوكيل فلما القوه قال الله يا نار كوني بردا و سلاما على ابراهيم فقال عم ابراهيم من اجلي دفع عنه فارسل الله عليه شرارة من النار فوقعت على قدمه فاحرقته . فقد صرح في هذا الاثر بعم ابراهيم و فيه فائدة اخرى و هو انه هلك في ايام القاء ابراهيم في النار و قد اخبر الله سبحانه في القرآن بان ابراهيم ترك الاستغفار له لما تبين له انه عدو لله و وردت الآثار بان ذلك تبين له لما مات مشركا و انه لم يستغفر له بعد ذالك" (مسالك الحنفا ص ۲۱۰)

اس کے بعد اس مسئلہ پر علما کی کتب سے استناد فرمایا بعدہ سوال میں مذکور ان حوالوں کے جواب کی طرف توجہ فرمائی جن

سے بظاہر آزر کا والد ہونا ثابت ہوتا ہے ان عبارات کا جواب جس خوش اسلوبی سے رقم فرمایا ہے وہ آپ کی اعلی نثر نگاری، وسعت علمی اور اعلی فقہی بصیرت کا آئینہ دار ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں" رہی مفردات کی عبارت تو وہ قیل سے شروع ہے اور قیل سے قول ضعیف کو تعبیر کرتے ہیں اور کبھی مجرد قول کی حکایت مقصود ہوتی ہے مگر غالب ضعف کی طرف اشارہ کرنے کے لیے مستعمل ہوتا ہے تو باعتبار غالب امام راغب کے نزدیک بھی یہ قول ضعیف معلوم ہوتا ہے اور علی الاقل احتمال تو ہے اور محتمل کو مستدل بنانا صحیح نہیں۔

اور ابن کثیر کی عبارت جو یہاں تحریر ہوئی اسی تفسیر ابن کثیر میں اس سے پہلے یوں تحریر فرمایا :"قال الضحاك عن ابن عباس ان ابا ابراهيم لم يكن اسمه آزر انما كان اسمه تارح رواه ابن ابي حاتم و قال ايضا حدثنا احمد بن عمرو بن ابي عاصم النبيل حدثنا ابو عاصم النبيل حدثنا ابي حدثنا ابو عاصم شبيب عن ابن عباس في قوله "واذ قال ابراهيم لابيه آزر "يعني بآزر الصنم و ابو ابراهيم اسمه تارح و امه اسمها مثاني و امراته اسمها سارة و ام اسماعيل اسمها هاجرة و هي سرية ابراهيم و هكذا قال غير واحد من علماء النسب ان اسمه تارح"۔

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ آزر کی تفسیر میں ضحاک نے ابن عباس سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہ تھا بلکہ تارح تھا اور ضحاک ہی نے اپنی سند سے حضرت ابن عباس سے آزر کی تفسیر میں روایت کی کہ انہوں نے فرمایا: آزر صنم کا نام ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارح تھا اور ماں کا نام مثانی اور بیوی کا نام سارہ تھا اور آپ کی کنیز ام اسماعیل کا نام ہاجرہ ہے اور اسی طرح بہت سے علمائے نسب کا قول ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارح ہے۔

تو ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما اور اکثر علماء کے مقابل تنہا ابن جریر علیہ الرحمہ یا ابن کثیر کا قول کیونکر لائق تحسین ہے اور اتقان کی عبارت کا جواب خود تصریحات امام سیوطی علیہ الرحمہ سے ہوگیا پھر خود اسی اتقان میں ہے "و لو الذي امم ابيه تارح و قيل آزر و قيل يازر و اسم امه مثاني و قيل نوفا و قيل ليوفا" (الاتقان في علوم القرآن في ذكر اية المبهمات)

یعنی ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارح تھا اسی لیے اسے مقدم کیا اور آزر کو قیل (کہ مشعر ضعف ہے) سے تعبیر کیا۔ یہاں سے ظاہر کہ اتقان کی وہ عبارت جو اس تصریح کے خلاف ہے ناسخ کی طرف سے زلت قلم یا سہو ونسیان کا نتیجہ ہے۔

(فتاوی تاج الشریعہ ج ۱ ص ۳۲۲ تا ۳۲۱)

سوال سے سائل کا مقصد خیر وشر سمجھنا اور اس کے پیش نظر جواب تحریر فرمانا ایک ماہر، نباض اور دقیقہ سنج مفتی کی علامت ہے۔ تاج الشریعہ کے فتاوے کے مطالعہ سے یہ بات عقل سلیم پر روشن ہوتی ہے کہ تاج الشریعہ میں یہ وصف بدرجہ اتم موجود تھا، آپ ایک ماہر ونباض فقیہ اور صاحب عرفان مفتی تھے۔ سوال کی باریکیاں آپ کے پیش نظر ہوا کرتی تھیں اور اس کے مطابق ہی آپ فتوی قلمبند فرماتے تھے۔ ایک مثال ملاحظہ کریں۔ مہیش پور سے ایک صاحب نے استفتا کیا۔ سوال زید وبکر کے فرضی ناموں پر مشتمل تھا۔ اس میں اعلی حضرت کا نام ذکر نہیں کیا گیا تھا۔ سوال تھا کہ جملہ پیغمبر علیہم السلام اور خصوصا حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اپنی اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں حتی کہ اپنی اپنی بیویوں سے مباشرت بھی کرتے ہیں اور ان کو صرف ایک عارضی موت ہوتی ہے۔ کیا اس عقیدہ کو رکھنے والا، اپنی تصنیف میں طبع کرانے والا خارج از اسلام ہے۔

جب سوال حضور تاج الشریعہ کے ملاحظہ میں آیا تو آپ کی نگاہ دور بیں نے سوال کی مقصدیت کو ملاحظہ کیا پھر جس لب ولہجہ میں آپ کے اشہب قلم نے جواب قلم بند کیا اس سے شمشیر رضا کی باریک بینی دقیقہ سنجی علمی جلالت ،اور فقہی بصیرت ظاہر ہے ۔آپ تحریر فرماتے ہیں۔"بے شک مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں حیات حقیقی روحانی وجسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اس لیے ان کا رزق منقطع نہیں ہوتا ۔حدیث شریف میں ہے "ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی فی قبرہ یرزق" (مشکوۃ المصابیح ص ۱۲۱)

اللہ تعالی نے زمین پر حرام فرمادیا کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے تو اللہ کا نبی اپنی قبر میں زندہ ہے انہیں رزق دیا جاتا ہے۔اور یہ کہ انبیائے کرام پر ان کی ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں اور وہ ان سے شب باشی فرماتے ہیں ۔اس قول کی تصریح علامہ زرقانی نے فرمائی اور ائمہ دین نے اسے مقرر رکھا ہے ۔تو اس پر تکفیر اعلی حضرت قدس سرہ سے ان تمام کی تکفیر ہوگی اور فی الحقیقت یہ وہابیہ کے دین وایمان کی بربادی ہے کہ اپنی گستاخی پر ڈٹے ہوئے ہیں اور اپنی گستاخانہ عبارتوں پر پردہ ڈالنے کو ایسی بات پر اعلی حضرت کی تکفیر کیا چاہتے ہیں جس میں نہ اصلا کسی مسئلہ ضروریہ دینیہ کا انکار نہ کسی طرح قرآن وحدیث کے خلاف بلکہ خود حدیث کے مفاد سے ثابت ہے کہ وہاں "یرزق" فرماتے ہیں اور "یرزق" تمام مواہب الہیہ کو شامل ہے اور اسے محض کھانے پینے سے خاص کرنا وہابیہ کی تنگ سمجھدانی ہے۔اسی لیے علامہ شرنبلالی نے نورالایضاح میں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے متعلق فرمایا "ممتع بجمیع الملاذ و العبادات" (نورالایضاح ص ۲۰۷)

یعنی حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو تمام لذتیں اور تمام عبادتوں سے قبر انور میں بہرہ حاصل ہے ۔جی اب ہوش ہوا؟ تکفیر ملت پوری کیجیے اور شرنبلالی کو بھی خارج از اسلام کیجیے بلکہ حدیث وصاحب حدیث صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر بھی حکم کیجیے اور پھر دیکھیے کہ کون مسلمان رہتا ہے۔ (فتاوی تاج الشریعہ ج ۱،ص ۳۲۵)

مذکورہ سوال کا جو جواب حضرت تاج الشریعہ نے تحریر فرمایا اور یہ کہ" انبیائے کرام پر ان کی ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں اور وہ ان سے شب باشی فرماتے ہیں" اس عقیدہ کے حوالے سے جس طرح اعلی حضرت کی تائید میں امام زرقانی اور صاحب نورالایضاح علامہ شرنبلالی علیہما الرحمہ کا حوالہ پیش کر کے دیابنہ وہابیہ کا تعاقب کیا ہے اس سے آپ کی بالغ نگاہی، دقیقہ سنجی اور باریک بینی کا اندازہ ہوتا ہے۔

اسی طرح آقا علیہ السلام کی حیات طیبہ کے اجمالی تذکرہ پر مشتمل ایک اشتہار آپ کی خدمت میں بطور استفتاء پیش کیا گیا۔ بعد ملاحظہ بطور اصلاح اس پر آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ بھی آپ کی باریک بینی اور دقیقہ رسی کا بین ثبوت ہے ۔آپ لکھتے ہیں" کلینڈر ملاحظہ ہوا ۔اس میں حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کو افضل الانبیاء لکھا ہے اور وہ بے شک افضل الانبیاء السابقین ہیں اور سب سے افضل ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام ہیں مگر کلینڈر کا ظاہر اس کے خلاف ہے اس سے حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے افضل ہونا اور ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا مفضول ہونا ظاہر ہوتا ہے جبکہ قرآن کریم صاف صاف حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی سب رسولوں پر فضیلت بتاتا ہے "تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض منھم من کلم اللہ ورفع بعضھم درجات" یعنی یہ رسول ہیں جنھیں ہم نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی

ہے۔ان میں وہ ہیں جن سے خدانے کلام فرمایا اور ایک کو سب پر درجوں بلند کیا۔تفسیر امام فخر الدین رازی میں ہے: اجمعت الامة علی ان بعض الانبیاء افضل من بعض و علی ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم افضل من الکل۔

(التفسیر الکبیر للرازی ج ۶ ص ۱۶۵)

اسی میں ہے: "المراد بهذه الآية محمد عليه السلام لانه هو المفضل على الكل" (التفسیر الکبیر للرازی ج ۶ ص ۱۶۱)

اور احادیث بھی اس مضمون سے مالا مال ہیں۔غرض یہ قرآن وسنت اور اجماع امت کی مخالفت کا موہم ہے جس سے احتراز ضروری تھا۔کلینڈر میں یوں لکھتے: "افضل الانبیاء الاولین" (فتاوی تاج الشریعہ ج ص ۳۶۰)

ایک دقیقہ سنج اور نکتہ شناس مفتی کی شان یہ بھی ہے کہ اس کے سامنے جو سوال پیش کیا جائے اسے بغور پڑھے، سوال کا منشا کیا ہے اسے سمجھنے کی کوشش کرے ضرورت ہو تو سائل سے مخفی گوشوں کے متعلق وضاحت بھی طلب کرے۔راقم کے دادا استاذ صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی رضی اللہ عنہ رقم فرماتے ہیں "بارہا ایسا بھی ہوتا ہے کہ سوال میں پیچیدگیاں ہوتی ہیں جب تک مستفتی سے دریافت نہ کیا جائے سمجھ میں نہیں آتا، ایسے سوال کو مستفتی سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔اس کی ظاہری عبارت پر ہرگز جواب نہ دیا جائے۔اور یہ بھی ہوتا ہے کہ سوال میں بعض ضروری باتیں مستفتی ذکر نہیں کرتا اگر چہ اس کا ذکر نہ کرنا بد دیانتی کی بنا پر نہ ہو، بلکہ اس نے اپنے نزدیک اس کو ضروری نہیں سمجھا تھا۔مفتی پر لازم ہے کہ ایسی ضروری باتیں سائل سے دریافت کرلے تاکہ جواب واقعہ کے مطابق ہوسکے اور جو کچھ سائل نے بیان کر دیا ہے مفتی اس کو اپنے جواب میں ظاہر کر دے تاکہ یہ شبہ نہ ہو کہ جواب وسوال میں مطابقت نہیں ہے" (بہار شریعت، حصہ ۱۲، ص ۷۲، ۱۷)

اس زاویے سے بھی فتاوی تاج الشریعہ کی شان نرالی ہے۔تاج الشریعہ ان باتوں کا از حد خیال رکھا کرتے تھے، آپ کسی بھی استفتاء کا جواب غور وفکر کے بعد تحریر فرماتے تھے۔اگر سوال میں کسی قسم کی پیچیدگی یا پوشیدگی ہے تو آپ سائل سے ان مخفی گوشوں سے متعلق دریافت فرماتے تھے۔بعض ضروری مقامات پر شقیں قائم کر کے مناظرانہ انداز میں جواب تحریر فرماتے تھے۔اس طرح کی کئی مثالیں اس مجموعے فتاوی میں مل جائیں گی۔میں یہاں صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں۔اڑیسہ سے سوال آیا "اگر کوئی مسلمان کسی صحابی کو منافق کہے خاص کر بدری صحابی رضی اللہ عنہ کو اور اس کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم کی اس آیت سے "ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ" لفظ "ما استطعت" کو حذف کر دے اور اس کے اس فعل پر اگر اسے توبہ کرنے کو کہا جائے تو وہ بجائے توبہ کرنے کے یہ کہے کہ تحریر تقریر اور دعا میں قرآن حکیم کی آیت میں حذف بھی کیا جاسکتا ہے اور اضافہ بھی ہوسکتا ہے۔تو ایسے مسلمان پر شریعت کا کیا حکم ہے؟"

تاج الشریعہ نے اس کا جو جواب تحریر فرمایا وہ آپ کی اعلی بصیرت، نکتہ شناسی، دقیقہ رسی کا غماز ہے۔آپ لکھتے ہیں۔"صاف صاف لکھا جائے وہ کون صحابی ہیں جنہیں منافق کہا گیا اور یہ تفصیل بھی لکھی جائے کہ آیت کریمہ تقریر و تحریر بقصد تلاوت لکھی پڑھی گئی یا بطور اقتباس درمیان میں آئی؟ اگر بقصد تلاوت پڑھی گئی تو قصدا حذف کیا یا سہوا اور اگر بطور اقتباس آیت کریمہ کو متکلم اپنے کلام میں لایا تو اس نے قصد تلاوت ہی کب کیا کہ اس پر تحریف کا الزام آئے اور اگر وہابیہ دیابنہ مخذولین اقتباس ہی کو ممنوع جانتے ہوں تو جملہ مصنفین پر الزام اٹھائیں اور جو اعتراض اس سنی عالم پر کرتے ہیں ان سب پر کریں اور ان

سب کو کافر گردانیں پھر اپنے ایمان کی خیر نہ جانیں کہ ان میں کے اکثر ان کے معتمد و مستند و امام و پیشوا ہیں۔ فریقین کی مستند کتاب ردالمحتار میں ہے کہ فقہا کا یہ قول "ان تضع الحرب اوزارھا" قرآن عظیم سے اقتباس ہے اور یہ ہمارے نزدیک اقتباس کے جائز ہونے کی دلیل ہے: "وھذا نصہ قولھم ان تضع الحرب اوزارھا اقتباس من القرآن وبہ یستدل علی جوازہ عندنا کما بسطہ الشارح فی الدر المنتقی فراجعہ"
(ردالمحتار ج۹ ص ۲۵۴)

اس عبارت میں دیوبندی بول چلیں۔ اولاً تمہارے نزدیک یہ سب فقہا کافر ہوئے۔ ثانیاً۔ علامہ ابن عابدین شامی فقہا کی اس عادت کو دلیل جواز بنا کر کافر ہوئے۔ ثالثاً۔ بلکہ سب سے بھاری کفر یہ کہ "ان تضع الحرب اوزارھا" آیت قرآن کو قولھم کہہ دیا۔ رابعاً۔ فقہا نے بھی آیت کریمہ میں حذف کا ارتکاب کیا جیسا کہ ظاہر ہے تو یہ دیوبندیوں کے طور پر دوسرا کفر ہوا۔ خامساً۔ جب دیابنہ کے طور پر فقہا حذف و تحریف کے مرتکب ہوئے اور فقہائے کرام ان دیابنہ کے بھی مانے ہوئے امام اور کافروں کو امام بنانا خود کفر تو دیابنہ کو اپنے کافر ہونے کا اقرار لازم۔ بالجملہ اقتباس جائز ہے اور اقتباس چونکہ مقتبس کا کلام ہوتا ہے لہٰذا اس میں اسے تصرف کا اختیار ہے جس پر جزئیہ مذکورہ دلیل واضح ہے اور اس پر تکفیر خود کفر میں اسیر ہونا ہے"۔

(فتاوی تاج الشریعہ ج۱ ص ۲۰۔۲۱۹)

زمانہ کے حالات پر نظر رکھنا اور زمانے کے شرعی تقاضے کے مطابق مسائل کی گرہ کشائی کرنا ایک بالغ نظر مفتی کا منصب ہے۔ اس سلسلے میں حضور تاج الشریعہ کی الگ شان ہے، اس مقام پر مفتی یونس رضا صاحب کا درج ذیل اقتباس من وعن ملاحظہ کریں' ۱۹۹۵ء میں حکومت ہند کے شعبہ 'الیکشن کمیشن' نے تمام باشندگان ملک کے لیے "شناختی کارڈ" کا رکھنا اور استعمال کرنا ضروری قرار دے دیا تھا۔ اس شناختی کارڈ میں نام ولدیت اور پورا پتہ و عمر درج ہوتی ہے۔ ساتھ ہی فوٹو چسپاں ہوتا ہے۔ فوٹو حرام ہونے کی وجہ سے آستانہ عالیہ رضویہ کے مرکزی دارالافتا میں شناختی کارڈ بنوانے یا نہیں بنوانے کے لیے سوالات کا انبار لگ گیا۔ دوسری طرف الیکشن کمیشن نے بھی سختی کرنا شروع کردی کہ ہر کام میں مثلاً بینک اکاؤنٹ، خرید و فروخت ملازمت تعلیم و تدریس اور ووٹنگ وغیرہ میں اسی شناختی کارڈ کے استعمال کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اسی دوران الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں مجلس شرعی کی میٹنگ کا اہتمام ہوا۔ حضرت تاج الشریعہ نے مجلس شرعی کی صدارت فرمائی۔ رئیس التحریر علامہ ارشد القادری کی تجویز پر آپ نے "شناختی کارڈ بنوانے کی ان الفاظ کے ساتھ اجازت دی کہ "اس صورت میں عندالطلب ضرورت ملجیہ یا حاجت شدیدہ متحقق ہوگی، لہٰذا خاص شناختی کارڈ کے لیے تصویر کھنچوانے کی اجازت ہوگی"۔
(فتاوی تاج الشریعہ ج۱ ص ۴۳)

فن اسماء الرجال پر بھی آپ کو دستگاہ حاصل تھی۔ اس فن میں کمال و تبحر پر آپ کے فتاوے برہان قوی ہیں۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ مولوی محمد ٹانڈوی نے الملفوظ کے حوالے سے لکھا ہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے صحابی رسول کو کافر قرار دیا ہے [معاذ اللہ]۔ اس استفتاء کا جواب آپ تحریر فرماتے ہیں "قول مشہور ماخوذ یہ ہے کہ عبدالرحمن قاری مذکور تابعی ہیں الاکمال میں ہے: "المشہور انہ تابعی و ھو من جملۃ تابعی المدینۃ و علماءھا"۔
(الاکمال فی اسماء الرجال ص ۶۰۹)

وہابیہ نے انہیں از راہ جہل صحابی بتایا ہے اور اعلیحضرت قدس سرہ پر تبرا کرتے رہے کہ صحابی کو کافر کہہ دیا اہل سنت کے علمائے کرام کے بار بار مطالبہ کے باوجود وہابیہ جب شخص مذکور کا صحابی ہونا ثابت نہ کر سکے تو شرم مٹانے کو یہ کہنے لگے کہ صحابی یا تابعی

کوکافر کہہ دیا۔ مندرجہ سوال مضمون میں نور محمد ٹانڈوی آنجہانی نے بھی یہی رٹ باندھی ہے اور یہ دیوبندیوں کا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پر کھلا بہتان ہے۔ انہوں نے ہرگز ہرگز کسی صحابی کو یا تابعی کو کافر نہیں کہا بلکہ عبدالرحمن فزاری کو کافر فرمایا ہے جسے ناقل یا مرتب نے غلطی سے قاری لکھ دیا ہے۔ اس پر اس کے وہ افعال جو اسی الملفوظ میں مفصل درج ہوئے مثلاً سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کے چرواہے کو قتل کرنا، سرکاری اونٹ لے جانا، صحابہ کرام کا حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی معیت میں اسے اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرنا شاہد عدل ہیں کہ وہ کافر تھا نہ کہ صحابی یا تابعی مگر دیوبندی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پر اعتراض کے جوش میں ایسے اندھے ہیں کہ ایسے شقی کو صحابی یا تابعی بتا رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو کافر ٹھہرانے کی فکر میں اس کافر کو صحابی یا تابعی بتا کر دین و ایمان سے ہاتھ دھوئے بیٹھے ہیں۔ یہ دھاندلی کا نتیجہ ہے اور بہتان کا ثمرہ ہے۔ پھر فزاری کی جگہ قاری ہو جانے سے اعلیٰ حضرت کی تکفیر کے لیے یہ تو گڑھ لیا کہ انہوں نے صحابی یا تابعی کو کافر کہہ دیا مگر اپنے مذہب کی کچھ خبر ہے۔ دیوبندی دھرم میں صحابی کو کافر کہنے والا مسلمان ہے چنانچہ فتوٰی رشیدیہ میں ہے ”جو شخص صحابہ کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے اور وہ اس کبیرہ کے سبب سنت و جماعت سے خارج نہ ہوگا“۔

(فتوٰی رشیدیہ ص ۱۳)

اسی میں ہے ”جو شخص حضرات صحابہ کی بے ادبی کرے وہ فاسق ہے“۔ (فتاوٰی رشیدیہ ص ۱۰۹)

اب دیوبندیوں سے رشید احمد گنگوہی کے ایمان و اسلام کی خبر پوچھیے بلکہ سب دیوبندی اپنے بابت بتائیں کہ ایمان کہاں رہا؟

واللہ تعالیٰ اعلم (فتاوٰی تاج الشریعہ ج ا ص ۳۳۰-۳۲۹)

مذکورہ استفتاء کا جواب حضرت تاج الشریعہ علامہ ازہری میاں صاحب قبلہ نے جس انداز میں تحریر فرمایا وہ فن اسماء الرجال میں آپ کی مہارت تامہ کا بین ثبوت ہے، ساتھ ہی جواب کی سطر سطر سے مناظرانہ شان بھی اپنی تمام تر عظمتوں کے ساتھ ہویدا ہے۔

حضرت علامہ ازہری میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ جہاں ایک متبحر عالم دین، ممتاز مفسر، بے مثال محدث، بے نظیر مفتی، عظیم محقق ہیں وہیں وہ ایک باکمال اور بے مثال ناقد تھے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو نقد و نظر میں ایک خاص قسم کی استعداد عطا فرمائی تھی۔ آپ کے مجموعۂ فتاوی میں بہت سارے تنقیدی فتاوی ملتے ہیں جن میں آپ کے نقد و نظر کے اعلیٰ نمونے باصرہ نواز ہوتے ہیں۔ مجموعۂ فتاوی سے ایک فتوی بطور مثال پیش خدمت ہے۔ اس قسم کا سوال آیا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ چاروں اماموں مثلاً امام اعظم امام شافعی، امام حنبل اور امام مالک رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی ضرورت نہیں۔ ہم قرآن و حدیث خود سمجھیں گے اماموں کی ضرورت نہیں۔ اماموں کی تقلید قرآن و حدیث سے ثابت ہے یا نہیں۔

تاج الشریعہ جواب کے آغاز میں غیر مقلدوں پر تیکھی تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”ان کا قول باطل ہے اور بے تقلید چارہ کار نہیں ہے اور غیر مقلدین نے تقلید کا انکار کر کے ایسے مسائل گڑھے ہیں جن کا کوئی بھی مسلمان قائل نہیں ہے۔ چند مسائل حاضر مطالعہ ہے۔

”پانی کتنا ہی کم ہو نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک رنگ یا بو یا مزہ نہ بدلے“۔ (طریقہ محمدیہ جمدرربہیہ ص ۶-۷)

اس کا یہ مطلب ہوا کہ اگر لوٹے میں اپنا یا کتے کا پیشاب یا دو تہائی ماشے نجاست پڑ جائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔ یہ تقلید نہ کرنے کا انجام ہے۔ روضہ ندیہ کے ص ۱۲ پر یہ لکھ دیا ہے ”شراب و مردار و خون کی حرمت ان کی نجاست پر دلیل نہیں جو انھیں

ناپاک بتائے دلیل پیش کرے"۔ (روضہ ندیہ ج اص ۲۳)

ان کی کتاب فتح المغیث ص ۶ میں ہے" کافی ہے مسح کرنا پگڑی پر" یعنی وضو میں سر کا مسح نہ کیجیے پگڑی پر ہاتھ پھیر لیجیے وضو ہو گیا اگر چہ قرآن مجید "وامسحوا برءوسکم" اپنے سر کا مسح کرو فرمائے۔ یہ تقلید نہ کرنے کا انجام ہے۔ بلکہ فتاوی ابراہیمیہ ص ۲ مطبوعہ دھرم پرکاش الہ آباد میں وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح کو فرض بتایا ہے۔ اس مسئلہ میں وہ رافضیوں سے بڑھ گئے ہیں کہ وہ صرف مسح کو جائز مانتے ہیں اور فتح المغیث کے ص ۵ اور طریقہ محمدیہ کے ص ۵ میں نجاست کو صرف سات چیزوں میں منحصر کر دیا ہے باقی کو اصل اشیاء میں طہارت پر جاری کیا ہے جب تک نقل خبر معارض وارد نہ ہو۔ اس عبارت سے مرغی کا گوہ یا سوئر کا موت یا کتے کا پیشاب ان کے طور پر نجس نہیں ہے۔ یہ تقلید نہ کرنے کا سبب ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ (فتاوی تاج الشریعہ ج ۲ ص ۵۳)

الغرض فتاوی تاج الشریعہ کی مطبوعہ دو جلدوں کے مطالعہ سے ہر صاحب علم یہ رائے با آسانی قائم کر سکتا ہے کہ تاج الشریعہ اس عہد کے بالغ نظر فقیہ، دقیقہ سنج مفتی اور اعلی حضرت فاضل بریلوی کے علوم وفنون کے حقیقی وارث اور سچے جانشین تھے۔ ان گوناگوں خوبیوں کی وجہ سے آپ قاضی القضاۃ فی الہند کے منصب جلیلہ پر فائز اور تاج الشریعہ کے معزز لقب سے ملقب تھے۔ اور بلا شبہ یہ منصب اور یہ لقب آپ کے شایان شان تھا۔

اخیر میں فقیہ کے تعلق سے امام غزالی قدس سرہ کی درج ذیل تحریر پڑھیں "فقیہ وہ ہے جو دنیا سے دل نہ لگائے اور آخرت کی طرف ہمیشہ راغب رہے، دین میں کامل بصیرت رکھتا ہو، طاعات پر مداومت اپنی عادت بنالے، کسی حال میں بھی مسلمانوں کی حق تلفی برداشت نہ کرے، مسلمانوں کا اجتماعی مفاد ہر وقت اس کے پیش نظر ہو، مال کی طمع نہ رکھے، آفات نفسانی کی باریکیوں کو پہچانتا ہو، عمل کو فاسد کرنے والی چیزوں سے بھی باخبر ہو، راہ آخرت کی گھاٹیوں سے واقف ہو، دنیا کو حقیر سمجھنے کے ساتھ ساتھ اس پر قابو پانے کی قوت بھی اپنے اندر رکھتا ہو، سفر وحضر اور خلوت وجلوت میں ہر وقت دل پر خوف الہی کا غلبہ ہو۔ (احیاء العلوم)

مذکورہ اقتباس میں ایک فقیہ کے لیے جو اوصاف وکمالات بیان ہوئے ہیں وہ تمام فقیہانہ اوصاف وکمالات قبلہ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات میں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ آپ کی پاکیزہ زندگی کے روز وشب معمولات صوفیا کے آئینہ دار ہیں۔ بلاشبہ تاج الشریعہ لباس فقیہ میں ایک پر سوز مفتی اور جلیل القدر درویش تھے۔ جس طرح آپ فقہ وافتا میں عوام وخواص کا آپ کی طرف مرجوعہ تھا اسی طرح اصلاح باطن اور تزکیہ نفس کے لیے آپ عوام وخواص کے ہر دل عزیز شیخ طریقت تھے۔

حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے مجموعہ فتاوی میں صوفیانہ مسائل پر مشتمل فتاوے بھی موجود ہیں۔ جلد دوم کا پہلا باب "باب عقائد متعلقہ بیعت وارشاد" ہے۔ جس کا تعلق تصوف سے ہے۔ اس باب کا پہلا استفتاء ہے جس میں سائل نے علم عشق بلفظ دیگر علم تصوف کے متعلق سوال کیا ہے کہ وہ کون سا علم ہے؟ آپ جواب تحریر فرماتے ہیں "وہ علم دین ہے اور دین اللہ ورسول کی اطاعت کا نام ہے۔ قال اللہ تعالی: ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما۔ (سورہ احزاب آیت ۷۱)

یعنی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔ اسی کو فرمایا: ان الدین عند اللہ الاسلام۔ (سورہ آل عمران۔ آیت ۱۹)

یعنی بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔

اوراطاعت کومحبت لازم اس لیے قرآن وحدیث میں صراحۃً محبت کاحکم فرمایااور بے علم اطاعت نامتصوراسی لیے بہ قدرضرورت علم دین سیکھنا ہرمرد وعورت پرفرض ہے قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ۔ (مشکوٰۃ ص ۳۴)
اسی کوشاعرنے علم عاشق کہا"۔ (فتاویٰ تاج الشریعہ ج ۲ ص ۳)

سوال مذکورکا جواب جن الفاظ سے آپ نے تحریر فرمایا ہے اس سے ظاہر ہے کہ آپ خشک فکر عالم نہ تھے بلکہ ایک درویش کامل اورصوفی صافی فقیہ تھے ۔الغرض حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے فتووں کا مجموعہ قابل قدراور فقہ حنفی کا عظیم شاہکار ہے جسے اردو کتب فتاویٰ میں ممتاز مقام حاصل ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ کے مجموعہ فتاویٰ کی دیگر جلدیں بھی شائع ہوں۔

✱✱✱

الفردۃ شرح قصیدۃ البردۃ: ایک تعارفی جائزہ

مولانا توفیق احسن برکاتی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

جانشین مفتی اعظم ہند، نبیرہ حجۃ الاسلام، حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے علمی فیضان سے پوری طرح مالا مال تھے، انھیں اس مسندِ علم و تحقیق پر متمکن ہونے کا پورا حق تھا جس پر مجدد اعظم، فقیہ اسلام، اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ تشریف رکھتے تھے، ان کے بعد شہزادگانِ گرامی حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم علیہما الرحمہ ان کے جانشین ہوئے اور فتویٰ نویسی کی مسندِ زریں کو سنبھالا۔ علامہ تاج الشریعہ نے بریلی شریف میں تقریباً دو صدی سے قائم مرکزی دار الافتاء کو وقار بخشا اور ان کے فتوے پوری دنیا میں اعتبار کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے۔ حضور مفتی اعظم کے وصال سے جو علمی و روحانی خلا محسوس کیا جانے لگا تھا، تاج الشریعہ کی علمی ذات سے وہ خلا بہت جلد پر ہو گیا اور دنیا پھر ایک تجربہ کار مفتی، متبحر عالم دین، قابل قدر مربی اور ہمہ رنگ علمی شخصیت کے جاہ و جلال کی شیدا ہوئی۔ بریلی کا دار الافتاء شہرتوں کی بلندیاں چڑھنے لگا اور جماعت اہل سنت کا حوصلہ فزوں ہوا۔ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنا دینی و مسلکی تصلب باقی رکھا، اور اس کے خلاف بکواس کرنے والوں کو کرارا جواب دیا، اپنی تقریر و خطابت میں ایسوں کا رد بلیغ فرمایا، کتابوں میں ان کے غلط نظریے کی تردید کی۔ دشمنان اسلام کی جانب سے ابھرنے والے ہر الزام کا تحریراً و تقریراً جواب دیا۔ اپنے متعلقین و وابستگان کو مسلک حق [مسلک امام احمد رضا] پر سختی سے قائم رکھنے کا حکم دیا۔ امام احمد رضا قادری کے افکار و اذکار کو دنیا کی مختلف زبانوں میں، مختلف ممالک میں عام و تام کیا، اردو، فارسی، عربی کتابوں کے تراجم منظر عام پر آئے، ان زبانوں میں باقاعدہ ان کی مستقل تصانیف شائع ہوئیں۔ علمی و تحقیقی مضامین لکھے اور ''تحقیق ازہری'' کا ایک نیا زاویہ نظر سامنے آیا۔ تعلیمی و تربیتی مرکز ''جامعۃ الرضا'' قائم فرمایا اور اس میں علم و تحقیق کے نئے شعبے وجود میں آئے۔ اس چشمہ علم سے ہزاروں تشنگان محبت نے سیرابی حاصل کی، یہ سلسلہ ان کے وصال کے بعد باقی ہے۔ وہ چہرہ فقط ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوا ہے، لیکن اس علمی آفتاب کی کرنیں چھن چھن کر باہر آ رہی ہیں اور لوگوں کے اذہان و افکار منور ہو رہے ہیں۔ اس تحریر میں ان کی تحریر کردہ کتابوں، تراجم، تعلیقات اور مضامین کی ایک نا تمام فہرست اور بالخصوص ان کی عربی کتاب ''الفردۃ فی شرح البردۃ'' کا مختصراً تعارفی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے جس کے مطالعے سے ان کے علمی قد کی بلندی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے سوانح نگاروں نے ان کے علمی و تحقیقی مضامین اور کتب و رسائل کی تعداد چار درجن سے زائد بتائی ہے، جن میں اردو، عربی اور انگریزی زبانوں میں مستقل تصانیف ہیں، کچھ اردو، عربی تراجم ہیں، بقیہ شرحیں اور تعلیقات ہیں۔ مولانا محمد شہاب الدین رضوی نے ''حیات تاج الشریعہ'' [طبع فروری ۲۰۰۸ء] میں ان کی مطبوعہ، غیر مطبوعہ ۳۶ تصانیف و تراجم اور مقالات کے اسما شمار کرائے ہیں۔ مولانا محمد یونس رضا اویسی نے ''سوانح تاج الشریعہ'' [۲۰۱۸ء] میں ۶۱ کتب و مقالات کا ذکر کیا ہے اور بیشتر کا تعارف پیش کیا ہے۔ راقم الحروف نے ۵۰ تصانیف تاج الشریعہ کی ایک فہرست تیار کی ہے۔

ان کتابوں کے علاوہ بہت سے مصنفین کی کتب پر تقاریظ، تقدیمات، تاثرات، خطوط، اور مختلف موضوعات پر بیش قیمت مضامین حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی قلمی یادگار ہیں، کچھ قسط وار مضامین ہیں جو ماہ نامہ اعلیٰ حضرت اور ماہ نامہ سنی دنیا وغیرہ میں شائع ہوئے۔ضرورت ہے کہ ان سب کو جمع کرکے ''مضامین تاج الشریعہ'' کے نام سے شائع کر دیا جائے، جو حضرت کی بارگاہ میں بہت بڑا خراج عقیدت ہوگا اور ایک گراں قدر علمی کام بھی۔مولانا محمد شہاب الدین رضوی نے حضرت کے کچھ نادر فتاویٰ اور خطوط کا عکسی ایڈیشن ''نوادرات تاج الشریعہ'' کے نام سے مرتب کرکے شائع کر دیا ہے، جو ایک اچھا کام ہے۔علامہ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا شعری مجموعہ ''سفینۂ بخشش'' محبتوں اور عقیدتوں کا گلستان ہے، جس کا ہر حمدیہ و نعتیہ کلام عشق کی روشنائی میں ادب کا قلم ڈبو کر شائستگی کے کاغذ پر لکھا گیا ہے، کہ انھیں ارادت کی گہری نفسیات کی چھاؤں میں پڑھا جائے تو عجب کیفیت کا سچا احساس ہوگا اور دل کی دنیا مشغول سفر محبت ہو جائے گی۔یہ مجموعہ ایک زمانے سے طبع ہو رہا ہے اور اہل ذوق اسے مطالعے کی میزان پر رکھتے ہیں۔راقم الحروف نے اسے مکمل پڑھا ہے اور محظوظ ہوا ہے۔خوشی کی بات یہ کہ پڑوسی ملک پاکستان کے شہر کراچی سے ''سفینۂ بخشش'' کے نام سے باقاعدہ ایک علمی و ادبی سہ ماہی رسالہ محترم محمد یونس شاکر اختر القادری کی ادارت میں نکلتا ہے جس کا ایک شمارہ[جولائی تا ستمبر ۲۰۱۴ء] راقم کے موبائل میں پی ڈی ایف شکل میں موجود ہے۔اس شمارے کے ''بہار حدیث'' کالم میں تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا ایک مضمون ''لعنتی لوگ'' کے عنوان سے تین صفحے میں شائع کیا گیا ہے۔یہ بہت عمدہ مضمون ہے اور تاج الشریعہ کے اخاذ ذہن کا منہ بولتا ثبوت بھی۔

راقم الحروف کے ذہن میں تصانیف تاج الشریعہ کے حوالے سے اہل علم کو ایک مشورہ ہے کہ اگر غور کر لیا گیا تو اس پر عملی اقدام ایک بہت بڑا علمی کام ثابت ہوگا، مجھے امید ہے کہ شہزادۂ گرامی حضرت مولانا عسجد رضا قادری اور ان کے رفقا اس سلسلے میں توجہ فرمائیں گے۔تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی تحریر کردہ جتنے عربی، اردو رسائل ہیں انھیں الگ الگ ''رسائل تاج الشریعہ'' [عربی، اردو] کے نام سے مرتب کرکے شائع کیا جائے، تاکہ ان کی تمام تر علمی وقلمی یادگاریں یکجا اہل علم کے مطالعے میں آئیں اور ان پر تحقیق وتجزیہ کا کام بآسانی کیا جا سکے۔ورنہ الگ الگ کتابوں کی دستیابی ایک مشکل کام ہوتا ہے، کچھ تصانیف ایک بار طبع ہوئیں پھر مارکیٹ سے غائب ہیں، کچھ عالم عرب سے شائع ہوئی ہیں، اگر ایک ساتھ انڈیا سے ان سب کی طباعت ہو جائے تو بہت بہتر ہوگا۔

سر دست علامہ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی مہتم بالشان کتاب ''**الفردة شرح قصيدة البردة**'' کا مختصر تجزیاتی مطالعہ پیش خدمت ہے:

علامہ محمد بن سعید شرف الدین بوصیری قدس سرہ ساتویں صدی ہجری کے ایک صوفی مصری شاعر اور سلسلہ شاذلیہ کے صاحب نسبت واجازت بزرگ تھے، ان کی ولادت دلاص میں ۶۰۸ھ میں اور وفات اسکندریہ میں ۶۹۷ھ میں ہوئی، عربی زبان کے قادر الکلام شاعر اور پختہ فکر ادیب کا مکمل دیوان مصر سے کئی بار چھپ چکا ہے، جس میں مختلف متصوفانہ وعارفانہ موضوعات پر کئی مہتم بالشان قصائد موجود ہیں اور کچھ کے تراجم دنیا کے مختلف زبانوں میں ہو چکے ہیں۔البتہ اس صوفی نعت گو شاعر کو سب سے زیادہ شہرت ان کے حالت مرض میں تحریر کردہ ''قصیدہ بردہ'' کو حاصل ہوئی، اس ناموری کی کئی وجوہات میں ایک اہم وجہ اس ''قصیدہ میمیہ'' کا

بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مقبول ہوتا ہے، فالج زدہ حالت میں وہ نعتیہ قصیدہ تحریر کرنا، خواب میں صاحب نعت کی زیارت، قصیدے کی سماعت، اور چادر مبارک کا حصول، فالج شدہ حصہ کا مکمل شفایاب ہونا اور پھر اس واقعے سے کئی واقعات کا جڑنا یا ایسے حقائق ہیں جنھوں نے قصیدہ بردہ کو شہرت کے بام عروج تک پہنچا دیا، ایک وجہ اور بھی ہے کہ یہ شاعری دل کی شاعری ہے، آمد کی شاعری ہے، آپ بیتی ہے، جس نے رفتہ رفتہ جگ بیتی کا درجہ حاصل کر لیا ہے۔

قصیدہ بردہ شریف کی اولاً متعدد عربی شروحات، تضمینات، تخطیرات اور تراجم لکھے گئے، دنیا کی مختلف زبانوں میں منثور و منظوم ترجمہ آج تک ہو رہا ہے اور بے شمار شرحیں کچھ مختصر کچھ طویل آج تک لکھی جا رہی ہیں، اس قصیدے کے عرب شارحین میں ابن الصائغ علی بن محمد قلصائی، شہاب الدین ابن العماد، علاء الدین بسطامی، یوسف بن ابی اللطف، یوسف بسطامی، ملا علی قاری، شیخ زادہ محی الدین، جلال الدین محلی، محمد بن احمد مرزوقی، عبد الحق بن عبد الفتاح محمد مصری، زکریا انصاری، علامہ عمر خرپوتی، امام قسطلانی، محمد بن مصطفی مورنی، محمد عثمان مرغنی، شیخ حسن عدوی اور علامہ باجوری نمایاں ہیں۔ مذکورہ شارحین کا زمانہ آٹھویں صدی ہجری کے نصف آخر سے لے کر چودھویں صدی ہجری کے آغاز تک ہے۔ قصیدہ بردہ کے عربی شارحین میں تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری علیہ الرحمہ کا نام بھی شامل ہے۔ فارسی زبان میں سب سے معروف منظوم ترجمہ علامہ عبد الرحمن جامی کا ہے، اردو میں دکنی شاعر محمد فیاض الدین نظامی کا منظوم ترجمہ کافی اہم مانا گیا ہے، ماضی قریب اور موجودہ عہد کے شارحین میں علامہ ابو الحسنات محمد احمد قادری پاکستانی کی کتاب ''طیب الوردہ شرح قصیدہ بردہ'' اور استاذ گرامی مولانا نفیس احمد مصباحی کی ''کشف بردہ'' راقم کی نگاہ سے گزری ہے۔

قصیدہ بردہ کے اردو منظوم تراجم میں تین راقم کے مطالعے میں آئے ہیں، ایک دائرہ شاہ اجمل، الہ آباد کے سجادہ نشیں ممتاز شاعر و ادیب حضرت سید محمد اکمل اجملی جنیدی کا ''قصیدہ حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ'' کا منظوم ترجمہ (سال نامہ اہل سنت کی آواز، مارہرہ، شمارہ: اکتوبر ۲۰۱۰ء، ص: ۱۶۲ تا ۱۷۶) اور اہم بات یہ کہ یہ منظوم ترجمہ بھی میم کے قوافی میں ہے جیسا کہ قصیدہ بردہ شریف ہے۔ دوم ممتاز شاعر سجاد حسین ساجد کا ''ساقی کوثر'' (سہ ماہی فروغ نعت، اٹک پاکستان، شمارہ ۹ - ۲۰۱۴ء) سوم مفتی سید عبد الفتاح اشرف علی گلشن آبادی علیہ الرحمہ کا، جو ''دیوان اشرف الاشعار'' میں شامل ہے۔

علامہ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے قلم زرنگار سے منصۂ شہود پر جلوہ گر عربی شرح ایک علمی و ادبی شاہکار کا درجہ رکھتی ہے جس میں شارح نے متعدد علوم وفنون کو جمع کر دیا ہے۔ جس طرح امام شرف الدین بوصیری نے اس کلام میں بے شمار علوم و معارف کا خزانہ جمع کیا ہے، ان کا ہر شعر ایک مستقل مفہوم بیان کرتا ہے، اس میں دین کے سچے عقائد و نظریات کی حقیقت پنہاں ہے، شریعت کا حسن بھی ہے، طریقت کا جمال بھی، محبت کی تازگی بھی ہے، ادب کی کرشمہ سازی بھی، علم بھی ہے، فن بھی، ذکر بھی، فکر بھی، تدبر بھی ہے، تفکر بھی، سوز بھی ہے، ساز بھی۔ شارح علام نے اپنی شرح میں بھی بے شمار علوم متداولہ کا جلال و جمال بھر دیا ہے، مثلاً لغت، نحو، صرف، معانی، بیان، بدیع، منطق، کلام، حدیث و اصول حدیث، فقہ و اصول فقہ، تصوف جیسے علوم وفنون کی اصطلاحات اور ان کی تشریحات بھی درج کر دی ہیں، جس سے قصیدے میں مستعمل الفاظ وتراکیب کی تفہیم سہل ہو گئی ہے۔ شاعر عشق نے جہاں جہاں عقائد اہل سنت کے بیان میں نکتہ آفرینی کا رنگ سمویا تھا، شارح علام نے ان کی ایسی تشریح فرمائی ہے کہ وہ عقائد پوری طرح

مجلی ہوگئے ہیں۔ جو بہت بڑی خوبی ہے۔

"الفردۃ فی شرح البردۃ" کا عربی متن محب گرامی مولانا محمد عاشق حسین کشمیری مصباحی کی جمع وترتیب سے منظر عام پر آیا ہے جس کے مجموعی صفحات ۳۰۹ ہیں۔ آغاز میں محمد خالد علی نے شارح قصیدہ علامہ تاج الشریعہ کی مختصر سوانح لکھی ہے، اس کے بعد راقم الحروف کے دادا استاذ حضرت مفتی محمد شبیر حسن رضوی کا گراں قدر مقدمہ شامل کتاب ہے، ان کا کہنا ہے: مقام الضيع الكبير بشرح هذه القصيدة الشريفة بعبارة فصيحة لها في النفس أثر خلاب بأساليب رائعة تختلب الأذهان و تثير الوجدان، واختار من الألفاظ و الأساليب آخفها على السمع و أقواها أثراً في النفوس و أروعها حسناً و جمالاً۔ الخ

(ص:۶)

مقدمہ نگار نے شرح قصیدہ بردہ کی چند خصوصیات پر روشنی ڈالی ہے مثلاً شارح نے قصیدے میں شامل تمام الفاظ مفردہ کی لغوی واصطلاحی تشریح کردی ہے اور ان دونوں معانی کے مابین وجہ اشتراک بھی بیان کی ہے اور کلام عرب [نثر ونظم] سے مثالیں بھی درج کی ہیں جس سے ان الفاظ کے معانی مجلا ہوگئے ہیں۔ اشعار میں شامل مشکل کلمات کا نحوی، صرفی حل بھی پیش کیا ہے، ساتھ ہی نقل و بیان کی خوبی کی جانب اشارہ بھی کیا ہے، ایسی جگہوں پر وجوہ اعراب سے بھی بحث کی ہے اور شاعر کی مراد کو منکشف کردیا ہے۔ اشعار کے ظاہر وباطن میں موجود فصاحتوں، بلاغتوں اور الفاظ وتراکیب میں حسن ترتیب، تشبیہ واستعارہ، مجاز وحقیقت، محسنات لفظیہ ومعنویہ بھی بیان کردیے ہیں اور مثالوں سے ان کی وضاحت بھی کردی ہے۔ قصیدہ بردہ کے شارحین کے تسامحات بھی گنائے ہیں اور دلائل وشواہد کی روشنی میں ان کی تضاد بیانی، غیر ضروری تشریحات اور نقد وجرح کا جائزہ بھی لیا ہے اور معروضی انداز میں اپنی بات رکھی ہے۔ ہر شعر کی ایسی تشریح وتوضیح کی ہے جو شاعر قصیدہ کا حقیقی عندیہ ہے گویا "المفهوم في بطن الشاعر" کا جلال وجمال پوری طرح شرح کے رخ پر نمودار ہوگیا ہے اور شاعر کی مراد تک رسائی ممکن بنادی گئی ہے۔

شاعر نے جہاں جہاں دین حق کے بنیادی نظریات ومبادیات پیش کیے تھے، بے شمار شواہد عقلیہ ونقلیہ کی روشنی میں شارح نے ان حقائق سے پردہ اٹھایا ہے اور جہاں ضرورت پڑی ہے بد باطن فرقوں اور باطل نظریات کے حامل افراد پر سخت تنقید وتردید بھی کی ہے۔ ایسے مقامات پر شارح نے امام احمد رضا کی تصانیف سے کافی استفادہ کیا ہے اور انکشاف حقیقت کے معاملے میں کسی لومۃ لائم کی بالکل پروا نہیں کی ہے جو خانوادۂ رضا کا اپنا امتیاز ہے۔

قصیدہ بردہ کل دس فصلوں پر مشتمل ہے۔ جن کی تفصیل یہ ہے: الفصل الاول في ذكر العشق، الفصل الثاني في منع هوى النفس، الفصل الثالث في مدح رسول الله صلى الله عليه وسلم، الفصل الرابع في مولده عليه افضل الصلوة و السلام، الفصل الخامس في معجزاته صلى الله عليه وسلم، الفصل السادس في شرف القرآن الكريم و مدحه، الفصل السابع في اسراءه و معراجه صلى الله عليه وسلم، الفصل الثامن في جهاد النبي صلى الله عليه وسلم، الفصل التاسع في التوسل بالنبي صلى الله عليه وسلم، الفصل العاشر في المناجاة و عرض الحاجات۔

ان دس فصلوں میں موجود اشعار کی تعداد ۱۶۰ ہے، اس کے بعد سات اشعار بعض صالحین کا اضافہ ہیں، جو قصیدۂ بردہ کی طرز پر تحریر کیے گئے ہیں جن کے متعلق علامہ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ويوجد في بعض النسخ أبيات لم يشرح عليها أحد

من الشارحین لکن لا بأس بہا۔"   (ص:۳۰۸)

آغاز کتاب میں قصیدہ بردہ کا مکمل عربی متن بھی دیا گیا ہے جو مجموعی طور پر ۱۶۷ اشعار پر مشتمل ہے، یہ اس لیے کیا گیا تا کہ قاری سب سے پہلے ان ابیات کے فیوض و برکات حاصل کرلے، پھر ان کے معانی کی تہہ میں اترنے کی کوشش کرے۔ شارح علام نے مختلف اوقات میں قصیدے کی شرح تحریر کی ہے اس لیے دو، دو، تین تین، چار، چار اشعار کی تشریح کے آغا میں مستقل بسملہ اور تحمید نظر آتا ہے۔ شارح نے تلاوت قصیدہ کی جو شرطیں بتائی ہیں وہ یہ ہیں: قاری و سامع دونوں باوضو ہوں، قبلہ کے استقبال ہو، ادب کی مجلس ہو، اور مسلسل زبانوں پر درود وسلام کے نغمات ہوں اور ہر شعر کے بعد یہ پڑھا جائے:

مولای صل و سلم دائماً ابداً
علی حبیبك خیر الخلق کلهم

یہ درود کا وہ صیغہ ہے جو شاعر قصیدہ امام بوصیری علیہ الرحمہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پیش کیا تھا، اس لیے اس کی برکات کا کیا پوچھنا؟ درود وسلام کے دیگر صیغوں کے بالمقابل یہ زیادہ مناسب ہے، جو شخص اس درود اور قصیدہ کی قراءت کی دیگر شرائط کی رعایت کرتے ہوئے عالم بےخودی میں مسلسل ان ابیات کا ورد آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی آرزو لے کر کرے، یقیناً وہ اپنی مراد کو پہنچے گا۔ اور ممدوح قصیدہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں اسے اپنی زیارت سے شاد کام فرمائیں گے۔ اس وقت سے آج تک یہ قصیدہ ایک اہم وظیفہ بنا ہوا ہے اور سلف وخلف کے مابین مقبول ہے، دینی مجالس و مذہبی محافل میں اس کا ورد کیا جاتا ہے، انفرادی و اجتماعی طور پر اسے پڑھا جاتا ہے، اس وقت ایک عجب کیفیت کا احساس ہوتا ہے اور محفل میں تقدس کی بارش ہونے لگتی ہے۔

یوں تو پورا قصیدہ ہی بے پناہ حسنات وبرکات کے حصول کا ذریعہ ہے لیکن اس کے کچھ اشعار اثر وتاثیر کے لحاظ سے کچھ الگ ہی رنگ رکھتے ہیں، اثر آفرینی کے لحاظ سے اشعار کے امتیازات بھی ہمیں اس شرح میں نظر آتے ہیں۔ شارح نے ان شعار کی خاصیت بھی اخیر میں بیان کردی ہے، ایک مثال ملاحظہ فرمائیں، شعر ہے:

فان امارتی بالسوء ما اتعظت
من جهلها بنذیر الشیب و الهرم

اس کی شرح میں شارح لکھتے ہیں: "و هذا البیت والاثنان بعده خاصیتها ان من کانت نفسه غالبة علیه وامتنعت من التوبة و عجز عن مخالفة النفس فلیکتب الابیات الثلاثة بعد الفراغ من صلاتها و یمحوها بماء و یشربها. فاذا شربها استمر جالساً مستقبل القبلة حتی یصلی العصر و المغرب و یذکر الله تعالیٰ و یکرر هذه الابیات فی بعض الاوقات ایضاً فانه لا یفارق هذا المجلس الا و قد انقادت نفسه و حسن حالها ان شاء الله تعالیٰ و یوفقه الله للتوبة۔"   (ص:۳۲)

مطلب یہ کہ جو شخص نفس کے شکنجے میں جکڑا ہو اور کسی طرح توبہ کی راہ نہ پاتا ہو وہ نماز کے بعد یہ شعر اور اس کے بعد کے دو اشعار کاغذ پہ لکھ کر پانی میں حل کر کے پی لے، پینے کے بعد قبلہ کے استقبال کیے ہوئے بیٹھا رہے اور عصر و مغرب کی نماز پڑھ کر

ذکر الٰہی میں مشغول رہے اور ان اشعار کی تکرار کرتا رہے تو اس وظیفے سے فارغ ہوتے ہی وہ نفس کے شکنجے سے باہر محسوس کرے گا اور اللہ نے چاہا تو اس کی حالت بہتر ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ اسے توبہ کی توفیق ارزانی فرمائے گا۔

قصیدے کے ۱۳۷ رویں شعر کی تشریح میں شارح نے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق علامہ امام ابن حجر مکی علیہ الرحمہ کا لکھا ایک عربی قصیدہ [جو تیس اشعار پر مشتمل ہے] بھی درج کر دیا ہے جو "العمدۃ علی شرح البردۃ" [ص:۲۰۶، ۲۰۷] کے حاشیے پر موجود ہے۔ (ص:۲۶۶)

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس قصیدے کی عربی شرحیں شارح کی نگاہ میں ہیں اور چند مقامات پر شارح نے ان شارحین کی علمی ولسانی فروگزاشت پر سکت نکیر بھی فرمائی ہے اور قصیدے کی ایسی تشریح کی ہے وہ ان کے شبہات خود بہ خود دور ہو گئے ہیں اور شعر بے غبار ہو گیا ہے۔ اخیر میں مناجات اور عرض حاجات کے تحت علامہ بوصیری علیہ الرحمہ نے جو شعر لکھا ہے وہ کافی شہرت رکھتا ہے ،عرض کرتے ہیں:

یا اکرم الخلق ما لی من الوذ بہ
سواک عند حلول الحادث العمم

۱۵۴ رویں شعر: "فان من جودک الدنیا و ضرتہا ومن علومک علم اللوح والقلم" کے ذیل میں جو تشریحی بیانیہ شارح نے تحریر کیا ہے وہ بطور خاص پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے، یہ تشریحی بیانیہ دس صفحات کو محیط ہے، جس میں شارح نے قلم توڑ دیا ہے، علم لوح وقلم کی تحقیق میں جو استدلالی رنگ شرح کے افق پر منعکس ہوا ہے وہ فریق مخالف کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے، یہاں دلائل عقلیہ ونقلیہ کی بہتات نظر آتی ہے، قرآن واحادیث، کتب تفاسیر، عقائد وکلام کا اصولی بیان بالخصوص جد امجد امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی مہتم بالشان کتاب "الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ" سے جو تفصیلات پیش کی گئی ہیں وہ انتہائی اہم ہیں اور شارح کی قوت استحضار کا منہ بولتا ثبوت بھی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ عربی شرح بہت سی خوبیوں اور امتیازات کی حامل ہے، آسان لب ولہجے میں شاعر کی مراد تک رسائی کو ممکن بنایا گیا ہے اور شعر کی ایسی تشریح کی گئی ہے جو لسانی، نحوی، صرفی، بدیعی، استعاراتی نظام کی منظر کشی کرتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ شارح شاعر کے قالب میں متمکن ہو کر گفتگو کر رہا ہو۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ شارح خود عربی، اردو کا ایک باذوق شاعر ہے، جسے شاعری کی مبادیات سے کما حقہ آگاہی ہے اور جو شریعت وطریقت کا مزاج آشنا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ شعر کا استعاراتی افق کیسے روشن کیا جائے گا اور اس کے مجازات میں کیسے حسن معنی پیدا کرتا ہے، اس لیے بھی یہ شرح ایک اچھی اور جامع شرح کے درجے پر فائز نظر آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس شرح کو قبولیت عامہ سے نوازے، امت مسلمہ کو علامہ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے علمی فیضان سے مالا مال فرمائے، آمین۔

***

حضور تاج الشریعہ اور تعلیقات صحیح بخاری

مولانا محمد عابد رضا مصباحی، سبحان پور، کٹوریہ، ضلع: بانکا، بہار

عالم ربانی، فقیہ اسلام، شہنشاہ علم وحکمت، حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری قدس سرہ کی شخصیت، عالم اسلام کی مایہ ناز، نابغۂ روزگار اور قابل صد افتخار ہستی تھی۔ حکمت ودانائی کے سلطان اور علوم ومعارف کے ایسے نیر تاباں تھے جن کی شعاعوں سے پورا عالم اسلام روشن ہوا۔ اہل سنت وجماعت کے ایسے گل سرسبد تھے، جن کی مہک سے اہل ایمان کے مشام جان معطر اور مشک بار تھے۔ ایسے عالم ربانی تھے، کہ جن کی بارگاہ سے بڑے بڑے علما، فقہا، دانشوران خوشہ چینی اور حصول فیض کو اپنی سعادت کی معراج سمجھتے تھے۔ شریعت وطریقت اور معرفت وحقیقت کے جامع، گوناگوں اوصاف وکمالات کے حامل، عالم اسلام کے ممتاز ترین صاحب علم وبصیرت تھے۔

علامہ ازہری قدس سرہ صحیح معنوں میں، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے علمی خزانہ کے وارث وامین، حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے عکس جمیل، اور سرکار مفتی اعظم قدس سرہ کی مکمل یادگار تھے۔ بلکہ حضور مفتی اعظم کی خاص تربیت نے علمی، روحانی اخلاقی ہر اعتبار سے کامل اور اقران ومعاصر میں سب پر فائق بنادیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام ومفتیان عظام کے مجلس علم ومباحثہ میں آپ کا فرمان قول آخر ہوتا اور جن ماخذ ومصادر تک بہتوں کی رسائی نہیں ہوتی، علامہ ازہری قدس سرہ برجستہ اور بلا تکلف ان مصادر وماخذ تک رہنمائی فرماتے۔ گویا جس محفل اور جس بزم میں تشریف فرما ہوتے، جان محفل اور شمع انجمن آپ ہی ہوتے۔

سوانح نگار مولانا ڈاکٹر یونس رضا مونس اویسی نے لکھا ہے کہ علامہ ازہری قدس سرہ کو چھتیس علوم وفنون میں مہارت حاصل تھی۔ (سوانح تاج الشریعہ، ص: ۷۴) خصوصا علم تفسیر، اصول تفسیر، علم حدیث، اصول حدیث، اسماے رجال، جرح وتعدیل، علم فقہ، اصول فقہ، قواعد فقہ، علم عقائد وکلام، علم منطق وفلسفۂ قدیم وجدید، علم نحو، علم صرف، علم معانی، علم بیان، علم بدیع، علم توقیت وغیرہ پر ملکۂ تامہ اور ید طولیٰ حاصل تھا، بلکہ جس فن میں بھی آپ کی عبقریت پر نظر کی جائے، اس فن میں منصب امامت پر فائز نظر آتے ہیں۔ آپ کی تصنیفات عالیہ اور افادات نافعہ، آپ کی علمی بصیرت، عظمت وشان اور یکتائے روزگار ہونے پر زبردست شاہد اور مضبوط دلائل ہیں۔

علامہ ازہری قدس سرہ نے کثیر علمی نقوش اور دینی سرمایہ، رہروان حق کو عطا فرمائے، جن کی روشنی میں یہ امت ہمیشہ حق کا واضح راستہ پاتی رہے گی اور گم گشتۂ راہ، ہدایت وصواب کی طرف آتے رہیں گے۔ آپ کے علمی افادات میں کثیر تصانیف، شروحات اور گراں قدر تعلیقات ہیں جو ایسی علمی تحقیقات وتدقیقات پر مشتمل ہیں کہ ان کو سمجھنے کے لیے بھی علمی دماغ اور گہرے ذہن کی ضرورت ہے۔ خصوصا تعلیقات بخاری شریف میں ایسے ایسے علمی مباحث ہیں جنھیں مطالعہ کرنے اور سمجھنے کے بعد ہر ذی علم وفراست پر علامہ ازہری قدس سرہ کا علمی مقام بالکل واضح بلکہ اظہر من الشمس ہوجائے گا۔

فی الوقت میرے سامنے علامہ ازہری کی یہی "تعلیقات بخاری" ہے جو بخاری شریف، جلد اول کے اخیر میں مجلس برکات جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے شائع ہوئی ہے۔ یہ تعلیقات علوم ومعارف کا ایک سمندر ہیں، جس میں علامہ ازہری قدس سرہ نے مکمل محدثانہ آب وتاب اور فقیہانہ رنگ میں شاندار علمی مباحث قلم بند فرمائے ہیں۔ خصوصاً حدیث نیت، باب هل ينبش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد، باب بين كل اذانين صلوة، باب الاستسقاء، باب الجريد على القبر اور تحقیق ان اباابراهيم تارح لاآزر کے مقامات پر بیش قیمت افادات اور گراں قدر تعلیقات رقم فرمائے ہیں۔ جہاں مصادر و مآخذ کی روشنی میں اپنے موقف کی وضاحت کے ساتھ ساتھ، دلائل وشواہد کا ذخیرہ بھی موجود ہے۔ گویا کہ علامہ ازہری قدس سرہ نے تعلیقات میں کہیں محققانہ اور فاضلانہ انداز میں حدیث پاک کی شرح بیان فرمائی ہے اور ساتھ ہی متعلقہ تمام مباحث بھی احسن انداز میں بیان فرمائے ہیں۔ کہیں حدیث پاک کے کسی حصہ کی حکمت اور علت بیان فرمائی ہے۔ کہیں گمراہ فرقوں اور بدمذہبوں کے نظریات کے بطلان پر احادیث سے استدلال بھی فرمایا ہے۔ کہیں اجتہادی بصیرت اور محققانہ شان سے احکام کا استخراج اور استنباط فرمایا ہے۔ کہیں حضرت محشی کے تشنہ چھوڑی گئی بحث کی تکمیل فرمائی ہے اور خصوصی طور پر جہاں حضرت محشی سے کچھ خطا ہوگئی ہے، یا نقل عبارت میں کوئی کمی رہ گئی ہے یا کچھ اضافہ ہوگیا ہے۔ علامہ ازہری قدس سرہ نے علمی انداز میں خطا کی نشاندہی بھی فرمائی ہے اور قول صواب کو دلائل کے ساتھ مزین بھی فرمادیا ہے۔

اب تعلیقات بخاری سے چند مثالوں کی روشنی میں، علامہ ازہری قدس سرہ کی دقت نظر، وسعت مطالعہ اور استحضار علم کی ایک جھلک پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ کریں۔

(۱) امام بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان نے ایک باب قائم فرمایا ہے: باب العلم قبل القول والعمل. یعنی کوئی بات کہنے اور کسی عمل کے انجام دینے سے پہلے اس کا علم ہونا ضروری ہے۔ اس باب میں یہ حدیث پاک نقل کی ہے:

قال النبي ﷺ: من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين وانما العلم بالتعلم (بخاری شریف جلد اول ص:۱۶)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے، اور علم تو سیکھنے سے آتا ہے۔

حدیث پاک کے آخری جز "وانما العلم بالتعلم" پر محدث شہیر علامہ احمد علی سہارنپوری علیہ الرحمہ نے یہ حاشیہ قلم بند فرمایا:

قوله بالتعلم، وفي بعضها بالتعليم، أي: ليس العلم المعتبر الا الماخوذ من الانبياء وورثتهم على سبيل التعلم والتعليم ويفهم منه ان العلم لايطلق الاعلى علم الشريعة ولهذا لو اوصى رجل للعلماء لايصرف الا على اصحاب الحديث و التفسير و الفقه و هذا يحتمل أن يكون من كلام البخاري. (حاشیہ نمبر:۵)

ترجمۂ حاشیہ: بعض نسخے میں بالتعلیم ہے، یعنی معتبر علم وہی ہے جو انبیائے کرام اور ان کے وارثین علمائے کرام سے تعلم وتعلیم کے طور پر حاصل کیا گیا ہو۔ اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ علم کا اطلاق علم شریعت پر ہی ہوگا، اسی لیے اگر کسی شخص نے علما کے لیے کچھ وصیت کی تو ان کی یہ وصیت حاملین علم شریعت محدثین، مفسرین اور فقہا پر ہی نافذ ہوگی۔ اور یہ احتمال ہے

کہ یہ امام بخاری کا کلام ہو۔

یعنی "ان العلم بالتعلم" کے بارے میں حضرت محشی نے کرمانی شرح بخاری کے حوالے سے یہ احتمال ظاہر فرمایا کہ امام بخاری کا کلام ہو سکتا ہے۔

حضرت محشی کے اس احتمال پر تاج الشریعہ علامہ ازہری علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں: بل ھو حدیث مرفوع، اوردہ فی مجمع الزوائد العلامہ نور الدین علی بن ابی بکر الھیثمی والشیخ ابن حجر العسقلانی فی فتح الباری قال: اوردہ ابن ابی عاصم والطبرانی من حدیث معاویہ ایضا بلفظ "(یاایھا الناس تعلموا انما العلم بالتعلم والفقہ بالتفقہ ومن یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین)" اسنادہ حسن۔

حاصل تعلیق یہ ہے کہ امام کرمانی اور ان کی تبعیت میں محدث علامہ احمد علی نے جو امام بخاری علیہ الرحمہ کے کلام ہونے کا احتمال کیا ہے، وہ احتمال درست نہیں ہے، بلکہ یہ حدیث مرفوع ہے جسے علامہ نورالدین علی بن ابو بکر ہیثمی نے مجمع الزوائد میں بیان فرمایا ہے۔

نیز علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں فرمایا کہ ابن ابی عاصم اور طبرانی نے بھی حضرت امیر معاویہ کے مرویات میں اس حدیث کو ذکر کیا، ان کے الفاظ یہ ہیں:

"یاایھا الناس تعلموا انما العلم بالتعلم والفقہ بالتفقہ ومن یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین"۔

اے لوگو علم سیکھو علم تو سیکھنے سے اور فقہ دانائی سے آتا ہے، اور اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔ (تعلیقات زاہرۃ للعلامہ الازہری، ص:۶۹)

یہ ہے حضور تاج الشریعہ علامہ ازہری قدس سرہ کی وسعت نظر کہ حضرت محشی قدس سرہ نے جس جز کے بارے میں امام بخاری کے قول کا احتمال ظاہر کیا، تاج الشریعہ علامہ ازہری قدس سرہ نے فتح الباری کے حوالے سے اس کو مرفوع ثابت فرمایا، پھر مزید ایک اور دلیل عطا فرمائی کہ علامہ نور الدین علی بن ابو بکر ہیثمی نے بھی مجمع الزوائد میں اسے حدیث مرفوع فرمایا ہے۔

(۲) بخاری شریف جلد اول، ص: ۲۴ پر ہے باب قول اللہ تعالیٰ عزوجل: وما اوتیتم من العلم الا قلیلا

باب کے اوپر محدث شہیر علامہ احمد علی سہارنپوری علیہ الرحمہ نے یہ حاشیہ رقم فرمایا:

قولہ باب ارادبایرادھذا الباب المترجم بھذہ الآیۃ التنبیہ علی ان من العلم شیئاً لم یطلع اللہ علیھا نبیاً ولا غیرہ۔

ترجمہ حاشیہ: اس باب کے عنوان میں اس آیت کریمہ کو ذکر کرکے اس بات پر تنبیہ کا ارادہ کیا کہ کچھ علم وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے کسی نبی اور غیر نبی کو مطلع نہیں فرمایا۔

یعنی حضرت محشی نے یہ بیان فرمایا کہ حضرت امام بخاری قدس سرہ کے ترجمۃ الباب میں اس آیت کریمہ کو لانے کا مقصد اس بات پر تنبیہ کرنی ہے کہ بعض علوم وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو نہیں عطا فرمائے، اور نہ ہی سید الانبیاء ﷺ کو عطا ہوئے۔ جب کہ جمہور اہل سنت و جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ما کان و ما یکون کا علم اور تمام علوم غیبیہ نبی کریم ﷺ کو

عطا فرمائے۔

اس حاشیہ پر تاج الشریعہ علامہ ازہری رحمۃ اللہ علیہ نے زور دار تعلیق رقم فرمائی:

اقول:لادلالۃ علی ھذا التنبیہ والآیۃ لاتدل علی ھذا الذی زعمہ کیف وقد قال تعالیٰ فی حقہ ﷺ: (علمک مالم تکن تعلم) وقال فی حقہ:(الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان) قیل اراد بالانسان محمداً ﷺ:(علمہ البیان) یعنی بیان مایکون وماکان لانہ ﷺ ینبیء عن خبر الاولین والآخرین وعن یوم الدین کذا فی الخازن. وقال: (وقل رب زدنی علما) وقال فی صفۃ القرآن: (ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین) وقال ایضا فی صفۃ کتابہ المنزل: (تبیانا لکل شیء) والکل اقوی من صیغ العموم واشملھا واکثرھا افادۃ الشمول بحیث لم یرد مخصصا ومعلوم ان النکرۃ فی حیز النفی تعم والعام یفید الاستغراق قطعا. فقولہ تعالیٰ: ولا رطب الآیۃ لم یغادر شیئا الا احاط بہ. وقولہ تعالیٰ تبیانا لکل شیء. اکد العموم والنصوص تحمل علی ظواھرھا مالم یصرفھا صارف ولاصارف منھا ولادلیل یقتضی استثناء الروح من عموم علمہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم. بل الآیۃ تدل علی انہ ﷺ اجابھم عن ماھیۃ الروح وھذا السیاق یدل علی انھم سالوہ عن ماھیۃ الروح وسالوہ ھل الروح قدیمۃ اوحادثۃ فاجاب بما حاصلہ انہ موجود وحادث خلق من قولہ: (کن فیکون) ولذا قال: (قل الروح من امر ربی) وابھم علیھم اشارۃ الی انھم لاسبیل لھم الی معرفۃ لہ ولذا ختم الکلام بقولہ: (وما اوتیتم من العلم الا قلیلا) الخطاب للیھود والذین سالوہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ھکذا کنت اظن ثم راجعت التفسیر الکبیر للامام الرازی فوجدتہ صرح بنحوما فھمتہ فالحمد للہ علی التوقیف۔ (تعلیقات زاہرۃ للعلامۃ الازہری، ص:۷۶)

میں کہتا ہوں (یعنی تاج الشریعہ علامہ ازہری قدس سرہ فرماتے ہیں) اس تنبیہ پر کوئی دلالت نہیں اور نہ یہ آیت کریمہ محشی کے مزعومہ پر دلالت کرتی ہے۔ پھر آیت کریمہ اس باب پر کیسے دلالت کرسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ علوم حضور کو نہ بتائے؟ جب کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کی شان میں ارشاد فرمایا: الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان۔ اس آیت میں انسان سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بیان سے مراد ما کان وما یکون کا علم ہے، اس لیے کہ حضور اولین وآخرین کی خبریں دیتے تھے اور قیامت کے دن کی بھی خبر دیتے تھے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا وقل رب زدنی علما اور قرآن کی صفت میں رب العلمین نے فرمایا: لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ نیز یہ بھی فرمایا: تبیانا لکل شیء۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو "کل شیٔ" کا بیان فرمایا اور "کل" کے ذریعہ جس کا احاطہ کیا جائے وہ عموم کے صیغے سے زیادہ قوی اور شمول میں زیادہ فائدہ والا ہوتا ہے، اس لیے کہ عموم کے صیغے میں تخصیص واستثنا کا احتمال رہتا ہے، برخلاف لفظ کل کے، کہ وہاں تخصیص مراد نہیں ہوتی۔ اور یہ معلوم ہے کہ نفی کے بعد نکرہ عام ہوتا ہے، اور عام یقینی طور پر استغراق کا فائدہ دیتا ہے، تو ارشاد باری تعالیٰ: لا رطب (نفی کے بعد نکرہ) نے کسی چیز کو نہیں چھوڑا، بلکہ ہر چیز کا احاطہ کرلیا۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ: تبیانا لکل شیء میں لفظ "کل" نے ماقبل کے عموم کو بالکل مؤکد اور مستحکم کردیا۔ اور نصوص اپنے ظاہر پر محمول ہوتے ہیں، جب تک کہ ظاہر سے پھیرنے والا کوئی قرینہ نہ ہو۔ اور یہاں ظاہر سے پھیرنے والا کوئی قرینہ بھی

نہیں، اور نہ کوئی دلیل ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک سے علم روح کے استثنا کا تقاضا کرے۔ بلکہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روح کی ماہیت کے بارے میں انھیں جواب عطا فرمایا۔ آیت کریمہ کا سیاق یہ واضح کرتا ہے کہ یہودیوں نے روح کی حقیقت کے بارے میں سوال کیا کہ وہ قدیم ہے یا حادث؟ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب عطا فرمایا کہ روح موجود، حادث اور مخلوق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روح کے بارے میں فرمایا: قل الروح من امر ربی اے محبوب آپ فرمادیں کہ روح میرے رب کے حکم (کن فیکون) سے ہے۔ اور اشارۃً اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ راہ بھی مسدود فرمادی کہ یہودیوں کو روح کی حقیقت کا علم نہیں ہوسکتا، اسی لیے اس آیت کریمہ کا اختتام "وما اوتیتم من العلم الا قلیلا" پر ہوا۔ اور آیت میں خطاب یہودیوں سے ہے اور ان سے جنھوں نے سوال کیا تھا۔

تاج الشریعہ علامہ ازہری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ آیت میں خطاب یہودیوں اور سائلین سے ہے، یہ میں نے ظن کیا تھا لیکن جب تفسیر کبیر کی مراجعت کی تو میں نے وہاں اس کی صراحت بھی پائی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا علم ہونے پر اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے۔

یہ گراں قدر تعلیق حضور تاج الشریعہ علامہ ازہری قدس سرہ کی دقت نظر اور وسعت مطالعہ کو بخوبی واضح کردیتی ہے، کیوں کہ حضرت محشی نے جو دعویٰ کیا تھا کہ بعض علوم اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو نہ عطا فرمائے، علامہ ازہری قدس سرہ نے اس نظریہ کی تردید فرمادی اور نصوص قرآنی اور اس کے عبارات واشارات کی روشنی میں یہ ثابت فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو جمیع ماکان وما یکون کا علم عطا فرمایا ہے۔

(۳) بخاری شریف جلد اول، ص:۶۹ / پر ہے: باب المساجد علی طرق المدینة والمواضع التی صلی فیها النبی ﷺ یعنی یہ باب ہے ان مساجد کے بیان کا جو مدینہ کے راستے میں ہے، اور ان مقامات کے بیان کا، جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی ہے۔ اس باب کے ذیل میں امام بخاری علیہ الرحمہ نے نو مساجد ومقامات کا ذکر فرمایا ہے، جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی ہے، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان تمام مقامات ومساجد کی تلاش وجستجو کرکے وہاں نماز ادا فرماتے تھے، تاکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے نماز سے برکت حاصل کریں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں فرمایا:

عرف من صنیع ابن عمر استحباب تتبع آثار النبی ﷺ والتبرک بها

یعنی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عمل سے معلوم ہوگیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانات کی تلاش وجستجو کرنا اور ان مقامات سے برکت حاصل کرنا مستحب ہے۔ اس کے بعد علامہ ابن حجر عسقلانی نے اپنے زمانے تک باقی ماندہ مساجد کا ذکر اس طرح کیا ہے:

وقد ذکر عمر بن شبة (۱۶۲۔۲۶۲) فی اخبار المدینة المساجد والاماکن التی صلی فیها النبی ﷺ مستوعباً۔ وقد عین عمر بن شبة منها شیئاً کثیراً لکن اکثرہ فی هذا الوقت قد اندثر۔ وبقی من المشهورة الآن مسجد قباء، ومسجد الفضیخ ومسجد بنی قریظة ومشربة ام ابراهیم ومسجد بنی ظفر ومسجد بنی معاویة ویعرف بمسجد الاجابة ومسجد الفتح ومسجد القبلتین فی بنی سلمة۔ اھ ملخصاً۔

ترجمہ: حضرت عمر بن شبہ نے ''اخبار مدینہ'' میں ان تمام مساجد و مقامات کا ذکر کیا ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے نماز ادا فرمائی۔ عمر بن شبہ نے کثیر مقامات کی تعیین کی ہے، لیکن اس وقت میں اکثر کے نشانات مٹ گئے ہیں، اس وقت (علامہ ابن حجر عسقلانی کے زمانے میں) مشہور مساجد میں جو باقی ہیں وہ یہ ہیں: مسجد قبا، مسجد فضیح، مسجد بنی قریظہ، مسجد مشربہ ام ابراہیم، مسجد بنی ظفر، مسجد بنی معاویہ جو مسجد اجابت سے معروف و مشہور ہے، مسجد فتح اور قبیلہ بنو سلمہ میں مسجد قبلتین۔

امام بخاری قدس سرہ نے رسول کریم ﷺ کے تمام مواضع نماز کو بیان فرمادیا تو اخیر میں حضرت محشی نے کرمانی شرح بخاری کے حوالے سے یہ حاشیہ قلم بند فرمایا:

قال الکرمانی: انما کان ابن عمر یصلی فی تلک المواضع علی وجہ التبرک بہا ولم یزل الناس یتبرکون بمواضع الصالحین. واما ما روی عن عمر انہ کرہ ذالک فلانہ خشی ان یلتزم الناس الصلوۃ فی تلک المواضع و کذا ینبغی للعالم اذا رای الناس یلتزمون بالنوافل التزاما شدیدا ان لا یرخص فیہا فی بعض المرات.

(بخاری شریف، جلد اول، ص: ۷۱، حاشیہ نمبر ۵)

ترجمہ: کرمانی نے کہا: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما برکت حاصل کرنے کے لیے ان مقامات پر نماز ادا فرماتے تھے۔ اور ہمیشہ لوگ صالحین کے مقامات سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ اور جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے اسے ناپسند فرمایا تو اس وجہ سے ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ خوف کیا کہ لوگ ان مقامات میں نماز کو لازم نہ جان لیں۔ اسی طرح عالم دین جب یہ دیکھیں کہ لوگ نوافل کا سخت التزام کر رہے ہیں تو وہ بعض اوقات میں رخصت نہ دیں۔

حضرت محشی سے کرمانی کی نقل عبارت میں کچھ کمی رہ گئی ہے، نیز ایک جگہ حرف نفی ''لا'' کا بھی اضافہ ہوگیا ہے جس کی وجہ سے بات پوری واضح نہیں ہو پا رہی ہے۔ تاج الشریعہ علامہ ازہری قدس سرہ نے نقل عبارت میں اس کمی بیشی پر زبردست گرفت فرمائی اور اس کی وجہ سے معنی میں جو خلل پیدا ہو رہا تھا اسے بھی بیان فرمایا اور پھر کرمانی شرح بخاری کی عبارت نقل فرمائی اور صحیح معنی و مفہوم واضح فرمادیا۔ ملاحظہ کیجئے علامہ ازہری کی گراں قدر تعلیق۔

ولہذا لم یسع المحشی ہنا الا ان یعترف بانہ لم یزل الناس یتبرکون بمواضع الصالحین غیر انہ اثر ہنا حکایۃ عمر رضی اللہ تعالی عنہ انہ کرہ ذلک واتی بعبارۃ عن الکرمانی فوقع فیہا حذف لبعض المبانی وتغییر لأخری ولا ادری ہل صدر ذلک عن عمد او ہو زلۃ من قلم الناسخ وان کانت الاولی فہی خیانۃ عظمی لا تلیق بدیانۃ اہل العلم.

(تعلیقات زاہرہ للعلامۃ الازہری، ص: ۷۶)

حاصل تعلیق: اس وجہ سے حضرت محشی کے لیے اس اعتراف کے سوا کوئی گنجائش نہ رہی کہ لوگ صالحین کے مقامات سے ہمیشہ برکت حاصل کرتے رہے ہیں۔ مگر انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی ایک حکایت بیان کی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اسے ناپسند فرمایا، اور کرمانی کی ایک عبارت ذکر کی جس میں کچھ باتیں حذف ہیں اور دوسری تبدیلی بھی ہیں۔ نہیں معلوم محشی نے یہ بات عمداً کی ہے یا کاتب کی غلطی ہے، اگر پہلی بات ہے تو یہ بڑی خیانت ہے جو اہل علم کی دیانت کے خلاف ہے۔

وہاانا ذاانقل العبارۃ برمتہا حتی یتبین لک الامر قال رضی اللہ تعالی عنہ: واما ما روی عن عمر رضی اللہ

تعالی عنه: انه کره ذلک فلانه خشی ان یلتزم الناس الصلاۃ فی ذلک الموضع فیشکل ذلک علی من یاتی بعدھم ویری ذلک واجبا و کذا ینبغی للعالم اذا رای الناس یلتزمون النوافل التزاما شدیدا ان یترخص فیہا فی بعض المرات ویترکہا لیعلم بفعله انہا غیر واجبة کما فعل ابن عباس فی ترک الاضحیة فاقرء ما اثرته عن الکرمانی وقابله بما نقله المحشی تعلم جیدا ما حذف من الکلام وماهو مناط خشیة عمر رضی الله تعالی عنه وحط المنع وکیف

الترکیب غیر الکلمة اخیراً وزاد "لا" من عند نفسه فجعل یترخص "لایترخص" وماذکره فی توجیه قول سیدنا عمر رضی الله تعالی عنه توجیه له بحسب ما رأه ولیس مرویا عنه ولا وجه لکراهة اذا اقترن تقریر العامة علی فعلهم ببیان من العالم ان توخی هذه الاماکن للصلاۃ غیر واجب بل هو مستحب۔ (تعلیقات زاہرہ للعلامۃ الازہری ص:۶۷)

میں (علامہ ازہری) کرمانی کی پوری عبارت نقل کرتا ہوں جس سے بات مکمل واضح ہو جائے گی، کرمانی نے کہا:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو مروی ہے کہ انھوں نے اسے ناپسند کیا تو اس وجہ سے ہے کہ انھیں یہ خوف ہوا کہ لوگ اس مقام پر نماز کو لازم نہ سمجھ لیں، تو یہ ان کے بعد آنے والوں پر مشکل ہو جائے گا۔ اور وہ لوگ اسے واجب سمجھ بیٹھیں گے۔ اسی طرح عالم دین جب یہ دیکھیں کہ لوگ نوافل کا سخت اہتمام کر رہے ہیں تو بعض اوقات میں رخصت پر عمل کریں اور اسے چھوڑ دیں، تاکہ ان کے عمل سے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ واجب نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے قربانی کے ترک میں کیا۔

کرمانی شرح صحیح بخاری کی جو عبارت میں نے نقل کی، اسے پڑھیں اور حضرت محشی کے نقل کردہ عبارت سے اس کا مقابلہ کریں اچھی طرح جان لیں گے کہ کلام میں کیا حذف ہو گیا ہے اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خوف کرنے اور منع کرنے کا دارومدار کس بات پر ہے۔

اسی طرح یہ بھی دیکھیں کیسے حضرت محشی سے ''لا'' کا اضافہ ہو گیا ہے اور ''یترخص'' فعل مثبت کے بجائے ''لایترخص'' فعل نفی ہو گیا ہے۔ اور حضرت محشی نے سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کی جو توضیح کی ہے، وہ اپنے اعتبار سے انھوں نے کی ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی نہیں ہے۔ اور پھر کراہت کی بھی کوئی وجہ نہیں ہے جب کہ عوام کے فعل پر عالم کا یہ بیان شامل ہو جائے کہ ان مقامات پر نماز ادا کرنا واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے۔

علامہ ازہری قدس سرہ نے یہاں تک تو حضرت محشی کی عبارت پر کلام فرمایا اور عبارت میں جو کمی بیشی ہو گئی تھی، اسے درست فرما کر صحیح مطلب کو واضح کر دیا۔ اس کے بعد محشی نے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ذکر فرمائی اس پر شاندار تحقیقی کلام فرمایا اور کئی جوابات عطا فرمائے، ملاحظہ کریں علامہ ازہری قدس سرہ کی محققانہ وفاضلانہ گفتگو۔

حاصل تعلیق: پہلی بات: یہ حدیث جو سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے عمل اس کے برخلاف پر ہے، اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس پر عمل نہیں کیا۔ بلکہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عمل پر ہی فقہائے کرام اور دیگر لوگوں نے عمل کیا اور اس روایت کو قبول کیا۔

دوسری بات: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے کہ انھوں نے یہ تمنا کی: لو اتخذنا من مقام ابراهيم

مصلی۔ کاش ایسا ہوتا کہ مقام ابراہیم کو ہم نماز کی جگہ بنا لیتے۔ یہ صریح ہے کہ انھوں نے مقام ابراہیم کے جائے نماز ہونے کی تمنا کی، اسی کے بعد اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ "واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی" نازل فرمائی۔ (تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منسوب جگہ پر نماز کی تمنا کریں اور نبی کریم ﷺ سے منسوب مقامات پر نماز کو ناپسند فرمائیں۔)

تیسری بات: حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ سے گزارش کی حضور ان کے غریب خانہ پر تشریف لے چلیں اور ایک مقام پر نماز ادا فرما دیں، تا کہ میں برابر وہیں پر نماز ادا کروں اور برکت حاصل کروں۔ تو حضور ﷺ نے حضرت عتبان بن مالک کی یہ گزارش قبول فرمائی اور ان کے گھر پر نماز ادا فرمائی، جس جگہ انھوں نے نماز ادا کرنے کی گزارش کی تھی۔ اور پھر حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ برابر وہیں پر نماز ادا فرماتے تھے۔

(ملخصاً تعلیقات زاہرہ، العلامۃ الازہری، ص: ۷۶)

مختصراً یہ خلاصۂ تعلیق ہے۔ اگر محدث شان وعظمت ملاحظہ کرنا چاہیں تو خود تعلیقات کا مطالعہ کریں، علامہ ازہری قدس سرہ کی جلالت علمی اور دقت نظر، کھلی کتاب کی طرح مشاہدہ کرلیں گے۔

یہ چند مثالیں "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر ہے، حقیقت یہ ہے کہ پوری تعلیقات علوم ومعارف کے لطیف معانی پر مشتمل ہے، اور علامہ ازہری قدس سرہ کے وسعت مطالعہ، دقت نظر، مکانت علمی اور استحضار علوم وفنون پر بین دلیل اور روشن ثبوت ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ علامہ ازہری قدس سرہ کی قبر اطہر پر رحمت ونور کی جھما جھم بارش برسائے اور ہم سب کو فیضان علم وعمل سے مالا مال فرمائے اور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں ایک شکستہ دل کا خراج عقیدت قبول فرمائے۔ آمین یارب العلمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

***

حضور تاج الشریعہ اور فتاوی تاج الشریعہ

مفتی محمد مطیع الرحمن نظامی، مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم جلالی پورہ، بنارس، یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق الارض والسماء ورفع درجات العلماء والفقہاء والصلوۃ والسلام علی النبی الامی خیر الانبیاء وعلی آلہ وصحبہ الذین ہم نجوم الاھتداء وعلی الراسخین فی العلم من الاصفیاء والاتقیاء وعلی من اتبعہم باحسان الی یوم الجزاء اما بعد فقد قال اللہ تعالی: فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ لیتفقہوا فی الدین ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

فقہ وافتا کا کام عطائے الٰہی دین اسلام کا ایک اہم حصہ ہے، اور یہ کام اللہ رب العزت اپنے انہیں بندوں سے لیتا ہے جن کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں: من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین (الحدیث)۔ نیز جسے تفقہ فی الدین حاصل ہو جائے معرفت الٰہیہ بھی اسی کو حاصل ہوتی ہے اور وہی فقیہ کہلاتا ہے، امام غزالی علیہ الرحمہ اپنی مقبول عوام وخواص مستند ومعتمد جان تصوف کتاب احیاء علوم الدین میں فرماتے ہیں: التفقہ: الفقہ عن اللہ بادراک جلالہ وعظمتہ وہو العلم الذی یورث الخوف والخشیۃ والہیبۃ والخشوع ویحمل علی التقوی وملازمتہا۔ (احیاء العلوم للغزالی) فقیہ کی زندگی کا مقصد مخلوق خدا کو حق کی دعوت دینا اور ان کی صحیح رہنمائی کرنا ہے امام رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: یجب ان یکون المقصود من التفقہ والتعلم دعوۃ الخلق الی الحق وارشادہم الی الدین القویم والصراط المستقیم (التفسیر کبیر)۔ حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے علامہ مناوی فرماتے ہیں: من لم یتفقہ فی الدین ای یتعلم قواعد الاسلام لم یرد اللہ بہ خیرا۔ یعنی جسے تفقہ فی الدین حاصل نہ ہو اللہ تعالی نے اس کے ساتھ خیر کا ارادہ ہی نہیں کیا (فیض القدیر) ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں: ان التفقہ فی الدین علامۃ علی حسن الخاتمۃ (فیض القدیر)۔ یعنی تفقہ فی الدین حسن خاتمہ کی علامت ہے۔ اور فقیہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ آیات قرآنیہ واحادیث مقدسہ سے استنباط واستخراج مسائل کر کے خلوص وللہیت کے ساتھ قوم مسلم کی صحیح رہنمائی اور مذہب اسلام کی اشاعت کرے اس کے لئے اس کا بہترین مفسر ومحدث ہونے کے ساتھ نحو وصرف، منطق وفلسفہ، فصاحت وبلاغت، بیان وبدیع اور اصول وفروع پر کامل دسترس رکھنا ضروری ہے، محض عربی عبارتوں کا ترجمہ کر لینے سے کوئی فقیہ نہیں بن جاتا جیسا کہ آج کے کچھ نوآموز، عربی عبارتوں کا جیسے تیسے ترجمہ کر لینے والے عربی میں گفتگو کر لینے والے فقہ کی کچھ کتابوں سے مسائل نقل کر لینے والے درسیات کی کچھ کتابیں پڑھ لینے والے اپنے آپ کو فقیہ اور مفتی کہلانے کا ایسا شوق رکھتے ہیں کہ اگر مفتی یا فقیہ ان کے نام کے ساتھ نہ جوڑا جائے آگ بگولہ ہو جاتے ہیں اور اپنی ایسی جہالت کا ثبوت دیتے پھرتے ہیں جس کا خود انہیں شعور نہیں ہوتا تو ایسا شخص فقیہ نہیں ہو سکتا اور نہ کسی زاویے سے یہ فقہ ہے۔ فقہ

کیا ہے؟ اور فقیہ کون کہلانے کا مستحق ہے؟ امام اہل سنت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جملوں میں ملاحظہ کریں فرماتے ہیں: "فقہ یہ نہیں کہ کسی جزئیہ کے متعلق کتاب سے عبارت نکال کر اس کا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے یوں تو ہر اعرابی ہر بدوی فقیہ ہوتا کہ ان کی مادری زبان ہی عربی ہے بلکہ فقہ بعد ملاحظۂ اصول مقررہ وضوابط محررہ و وجوہ تکلم وطرق تفاہم تنقیح مناط ولحاظ انضباط ومواضع یسر واحتیاط وتجنب تفریط وافراط وفرق روایات ظاہرہ ونادرہ وتمیز درآیات غامضہ وظاہرہ ومنطوق ومفہوم وصریح ومحتمل وقول بعض وجمہور ومرسل ومعلل ووزن الفاظ مفتیین وسیر مراتب ناقلین وعرف عام وخاص وعادات بلاد واشخاص وحال زمان ومکان واحوال رعایا وسلطان وحفظ مصالح دین ودفع مفاسدین وعلم وجوہ ترجیح واسباب ترجیح ومناہج توفیق ومدارک تطبیق ومسالک تخصیص ومناسک تقیید ومشارع قیود وشوارع مقصود وجمع کلام ونقد مرام وفہم مراد کا نام ہے کہ تطلع تام اطلاع عام ونظر دقیق وفکر عمیق وطول خدمت علم وممارست فن وتیقظ وافی وذہن صافی معتاد تحقیق مؤید بتوفیق کا کام ہے اور حقیقۃً وہ نہیں مگر ایک نور کہ رب عزوجل بمحض کرم اپنے بندے کے قلب میں القا فرماتا ہے: وما یلقٰہا الا الذین صبروا وما یلقٰہا الا ذو حظ عظیم۔ مسائل میں اضطراب شدید نظر آتا ہے کہ ناواقف دیکھ کر گھبرا جاتا ہے مگر صاحب توفیق جب ان میں نظر کو جولان دیتا ہے اور دامن ائمۂ کرام مضبوط تھام کر راہ تنقیح لیتا ہے توفیق ربانی ایک سررشتہ اس کے ہاتھ رکھتی ہے جو ایک سچا سانچا ہو جاتا ہے کہ ہر فرع خود بخود اپنے محمل پر ڈھلتی ہے اور تمام تخالف کی بدلیاں چھٹ کر اصل مراد کی صاف وشفاف چاندنی نکلتی ہے اس وقت کھل جاتا ہے کہ اقوال سخت نظر آتے تھے، حقیقۃً سب ایک ہی بات فرماتے تھے۔" ایک ایک گوشے کو بغور پڑھیں اور دیکھیں کیا ہر کوئی فقیہ اور مفتی کہلانے کا مستحق ہے نہیں درحقیقت جو ذات مفتی اور فقیہ کہلانے کا حق رکھتی تھی اور اعلیٰ حضرت کی عطا کردہ کسوٹی پر صحیح طور پر اترتی تھی وہ ذات افقہ فقہا امثل اماثل افضل افاضل شیخ برکت جان فقاہت حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی ذات تھی۔ نیز سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتاویٰ رضویہ شریف کی پہلی جلد کے باب المیاہ میں جو اصول وضوابط فتویٰ نویسی کے تعلق سے تحریر فرمائے ہیں ان کو پڑھیں اور اس کے تناظر میں سرکار حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے فتاوے کا مطالعہ کریں اور فیصلہ کریں کہ حضرت کا معیار فتویٰ نویسی کتنا بلند تھا اور آپ کیسے اعلیٰ حضرت کے علوم کے سچے وارث تھے اور کیوں زمانہ آپ کے فتوے یا کسی فتوے پر آپ کے دستخط کا محتاج تھا۔ پہلے جو اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا ہے اس کو ملاحظہ کریں، فرماتے ہیں: لیس حکایۃ قول افتاء بہ فانا نحکی اقوالا خارجۃ عن المذہب ولا یتوہم احد انا نفتی بہا انما الافتاء ان تعتمد علی شئ وتبین لسائلک ان ہذا حکم الشرع فی ماسئلت وہذا لا یحل لاحد من دون ان یعرفہ عن دلیل شرعی والا کان جزافا او افتراء علی الشرع ودخولا تحت قولہ عزوجل ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون وقولہ تعالیٰ قل آللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون۔ کسی قول کی نقل وحکایت اور کسی قول پر افتا دونوں ایک نہیں ہم ایسے بہت سے اقوال بیان کرتے ہیں جو ہمارے مذہب سے باہر کے ہیں اور کسی کو یہ وہم نہیں ہوتا کہ ہم ان اقوال پر فتویٰ دے رہے ہیں۔ افتا یہ ہے کہ کسی بات پر اعتماد کر کے سائل کو بتایا جائے کہ تمہاری مسئولہ صورت میں حکم شریعت یہ ہے یہ کام کسی کے لئے بھی اس وقت حلال نہیں جب تک اسے کسی دلیل شرعی سے اس حکم کا علم نہ ہو جائے ورنہ جزاف (اٹکل سے بتانا) اور شریعت پر افتراء ہوگا اور ان ارشادات کا مصداق بھی بننا ہوگا: کیا تم خدا پر وہ بولتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں فرماؤ کیا تمہیں اللہ نے اذن دیا یا تم خدا پر افتراء کرتے ہو"۔ (فتاویٰ رضویہ) سطور بالا اصول وضوابط کی

روشنی میں جب فتاوی تاج الشریعہ کا مطالعہ کرتے ہیں تب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو استحضار جزئیات فہم آیات قرآنیہ واحادیث کریمہ اور استنباط مسائل شرعیہ منقحہ اور معرفت احوال زمانہ پر کیسی مہارت تامہ حاصل تھی ذالك فضل الله یؤتیه من یشاء. آج کل جو حالات کچھ دارالافتاء اور مفتیوں کے ہیں اس سے کوسوں دور صرف دینی حمیت پیش نظر رکھتے کبھی انا کا مسئلہ بناتے ہوئے نہیں دیکھا گیا اور جب تک یہ سب باتیں ایک مفتی کے اندر نہ ہوں درحقیقت وہ مفتی کہلانے کا حق نہیں رکھتا حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: "انما الفقیه الزاهد فی الدنیا والراغب فی الآخرة" اور امام غزالی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں: "فقیہ وہ ہے جو دنیا سے دل نہ لگائے اور آخرت کی طرف ہمیشہ راغب رہے، دین میں کامل بصیرت رکھتا ہو، طاعات پر مداوت اپنی عادت بنالے، کسی بھی حال میں مسلمانوں کی حق تلفی برداشت نہ کرے، مسلمانوں کا اجتماعی مفاد ہر وقت اس کے پیش نظر ہو مال کی طمع نہ رکھے، آفات نفسانی کی باریکیوں کو پہچانتا ہو عمل کو فاسد کرنے والی چیزوں سے بھی باخبر ہو، راہ آخرت کی گھاٹیوں سے واقف ہو، دنیا کو حقیر سمجھنے کے ساتھ ساتھ اس پر قابو پانے کی قوت بھی اپنے اندر رکھتا ہو سفر و حضر اور خلوت و جلوت میں ہر وقت دل پر خوف الہی غالب ہو"۔ (احیاء العلوم) بقول امام مالک رضی اللہ تعالی عنہ: من تفقه ولم یتصوف فقد تفسق ومن تصوف ولم یتفقه فقد تزندق. فقہ و تصوف کا آپس میں ایک ایسا حسین ربط ہے کہ درحقیقت ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کے بغیر نہیں پایا جا سکتا ایک صوفی کے لئے ضروری ہے کہ تفقہ اس کے اندر ہو ورنہ اس کے زندیق ہونے کا خطرہ ہے ویسے ہی ایک فقیہ کے لئے ضروری ہے کہ تصوف سے وہ الگ نہ ہو ورنہ فاسق ہو جائے گا جب کہ بقول امام غزالی سفر و حضر خلوت و جلوت میں ہر وقت اس کے دل پر خوف الہی کا غلبہ ہونا ضروری ہے بلکہ ایک دوسری جگہ امام غزالی فرماتے ہیں: وادنی درجات الفقیه ان یعلم ان الآخرة خیر من الدنیا وهذه المعرفة اذا صدقت وغلبت علیه برئ بها من النفاق والریاء. خلاصہ یہ کہ مفتی جب تک اپنے وقت کا صوفی نہیں ہوگا اس وقت تک اس کے فتوے پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا اسی وجہ سے امام اہل سنت کے زمانے میں بہت سارے مفتیان کرام موجود تھے مگر بزرگان دین اس وقت فرماتے تھے کہ اس زمانے میں صرف مولانا احمد رضا کے فتوے پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے وجہ یہی تھی کہ اعلی حضرت ان تمام اوصاف وکمالات سے متصف تھے جو اوصاف علمائے راسخین فی العلم نے اپنی اپنی کتابوں میں فقیہ اور مفتی کے لئے بیان کئے ہیں اور یہی کمالات فقیہ عصر فخر ازہر پیشوائے اہل سنت عمدۃ العمائد شیخ البرکۃ بدر الطریقۃ مخدوم ابن مخدوم ولی ابن ولی وارث علوم اعلی حضرت نور دیدۂ ہمشبیہ غوث اعظم سیدی سرکار حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات والا بابرکات میں بدرجۂ اتم واکمل پائے جاتے تھے یہی وجہ ہے کہ ہر کسی کو انتظار رہتا تھا اس کا کہ فلاں مسئلے میں حضور تاج الشریعہ کا موقف کیا ہے دیکھا گیا ہے کہ بسا اوقات اپنے تو اپنے غیر بھی حضرت کا موقف جاننا چاہتے تھے، اس خداداد صلاحیت ولیاقت و مقبولیت اور کمالات حمیدہ کے سبھی قائل تھے۔

ایں بزور بازو نیست — تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اک طرف آپ ایسے روحانی قائد تھے کہ مشائخ سلسلۂ قادریہ چشتیہ سہروردیہ نقشبندیہ کے احسن طریقہ بیعت وارشاد کے سلسلے کو آگے بڑھانے کی اہم ذمہ داری کو نبھانے اور اصلاح قوم مسلم واشاعت ملت بیضاء کی خاطر بکثرت ملک و بیرون ملک کے تبلیغی اسفار کرتے اور ان کے عقائد کی حفاظت وصیانت فرماتے تو وہیں دوسری طرف تقریراً وتحریراً فتاوے کی بھی عظیم ذمہ داری

سے امت مسلمہ کی صحیح رہنمائی فرماتے رہے کبھی خود تحریر فرماتے اور املا کرواتے فتوی چاہے املا کرائیں یا خود لکھ کر دیں انداز افتا میں سرمو فرق نہیں ہوتا ضرورت کے مطابق قرآن وحدیث اور اقوال فقہاء سے دلائل و براہین اخذ کرتے اور فتوے کو زینت بخشتے آپ کے نہ تو ان جملوں کا جواب جو فتوے میں نقل فرماتے اور نہ انداز استدلال کا جواب اور کیوں نہ ہو آپ تو اپنے زمانے کے سب سے بڑے فقیہ اور بے نظیر مفتی تھے زمانے میں یوں تو بڑے بڑوں کی فقاہت دیکھی گئی لیکن جب شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے فقہی سیمینار کے فیصلے سننے کے لئے بحیثیت فیصل بورڈ مسند پہ جلوہ افروز ہوتے اور فیصلے سنائے جاتے تو آپ اردو عربی ساری عبارتوں میں بہت سی جگہوں پر جملوں میں تقدیم وتاخیر اور ترتیب کلمات ایسے فرماتے جیسے فیصلے کے جملے من جانب اللہ آپ کے قلب پر القا ہو رہے ہیں اور آپ اسے اپنی زبان فیض ترجمان سے ادا فرما رہے ہیں کبھی کبھی تو فیصلے سنانے والے بڑے بڑے مفتیان کرام دانت تلے انگلی دبانے لگتے اور سوچنے پر مجبور ہو جاتے اور آخر یہ کہہ کر اٹھتے کہ اعلی حضرت کا فیضان ہے حضرت کے علم کا کوئی جواب نہیں بلکہ مفتیان کرام سے یہ بھی کہتے سنا کہ جہاں سب کے علم کی رسائی ختم ہو جاتی ہے حضرت کا علم وہاں سے شروع ہوتا ہے، آپ کے فتاوے میں سرکار اعلی حضرت رضی اللہ عنہ کی تحقیقات کی جھلک نظر آتی ہے اور وہ اصول وضوابط جو ایک فقیہ کے لئے اعلی حضرت نے اپنے فتاوے میں بیان فرمائے ہیں پورے طور پر اس کی رعایت فتاوی تاج الشریعہ میں نظر آتی ہے۔اس پرفتن ماحول میں آپ دشمنان اسلام کے بے تکے الٹے سیدھے سوالات کے جوابات اردو میں تحریر فرماتے وہیں انگریزی، اور عربی میں بھی تحریر فرماتے نمونے کے طور پر اردو کے کچھ فتاوے کے ساتھ عربی فتاوے میں سے بھی کچھ نقل کرونگا انشاء اللہ تعالی، مقصد آپ کے سامنے صرف ایک ہی ہوتا مذہب وملت کی محافظت اور اہل اسلام کے عقیدے کی حفاظت، ساتھ ساتھ تعلیم وتعلم کے ذریعہ کامیاب رہنما پیدا کرنے کا جذبہ بھی آپ کو اپنے آباؤ اجداد ومشائخ رضویہ کی وراثت میں ملا تھا آپ جیسی ذات کا مستقبل قریب میں ملنا بہت مشکل معلوم پڑتا ہے بقول حضرت محدث کبیر ایسی شخصیت چراغ نہیں آفتاب لے کر ڈھونڈو گے تو بھی نہیں پاؤ گے۔آپ کے فتاوے کی ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ امیر ہو یا غریب چھوٹا ہو یا بڑا عالم ہو یا غیر عالم شرع کا حکم ان کے لئے لکھنے اور بیان کرنے میں دریغ نہیں کرتے اس کی بھی پرواہ نہیں کرتے کہ جواباً مجھے سب وشتم کا شکار بنایا جائے گا یا تعریف کے پل باندھے جائیں گے خوش ہوں تو اپنے لئے ناخوش ہوں تو اپنے لئے اسی لئے جہاں حضرت کے مدح خوانوں کی کمی نہیں وہیں حاسدین بھی کم نہیں ہیں بہت سے دشمنوں اور حاسدوں نے سب وشتم کے ذریعہ اپنی عاقبت برباد کی اور سب کا جواب حضرت خاموش مزاجی سے دیتے رہے اور بدخواہوں کا کیا جواب دیتے شیخ سعدی نے کہا ہے کہ حسوداں را چہ کنم کہ او خود بر محوست۔اور کسی عربی شاعر نے کہا ہے کہ

اذا نطق السفیہ فلا تجبہ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ فخیر من اجابتہ السکوت۔

یعنی بیوقوفوں کی بکواس کا جواب نہیں دیا جاتا

ہوس پرست اعداء اور حاسدین خود ہی خائب وخاسر ہوتے نظر آئے جس کا مشاہدہ لوگوں نے اٹھتے بیٹھتے خوب کیا ہے اور اب بھی کر رہے ہیں۔اور حضرت کی پوری زندگی اعلی حضرت کے اس شعر کے مصداق بنی نظر آئی کہ۔

اک طرف اعدائے دیں ایک طرف حاسدیں ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کروڑوں درود

نیز آپ کی زندگی ہو بہو اعلیٰ حضرت کے اس قطع بند شعر کی ترجمان رہی کہ:

نہ مرا نوش ز تحسیں نہ مرا نیش ز طعن — نہ مرا گوش بمدحے نہ مرا ہوش ذمے

منم و کنج خمولی کہ نہ گنجد درو — جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

الغرض حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ والرضواں علم وفن کی بیشتر شاخوں پر کامل دسترس رکھتے تھے خاص کر دینی علوم اور تقویٰ وطہارت میں اپنے اجداد خصوصاً امام اہل سنت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام سرکار حامد رضا خاں اور غوث زمانہ سرکار حضور مفتی اعظم علیہم الرحمہ کے علمی عملی اور فکری جانشین اور حقیقی وارث تھے علوم قرآن وتفسیر واصول تفسیر، تجوید وقرأت، علم حدیث واصول حدیث، فقہ واصول فقہ، عقائد وتصوف، بلاغت وبیان وبدیع، عروض وادب، لغت، نحو وصرف، منطق وفلسفہ اور ریاضی علوم کے اصول وفروع پر دسترس حاصل تھی، فقہ وتصوف پر آپ کو کس قدر عبور تھا یہ آپ کی زندگی کے گوشوں پر نظر ڈالتے ہی سے معلوم ہو جائے گا استقامت فی الدین کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ اب میں ذیل میں فقہ وافتا میں سرکار حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے فتاویٰ تاج الشریعہ سے چند ایسے شواہد نقل کرتا ہوں جو حضرت کے راسخ فی العلم اور متبحر فی العلم ہونے پر دال ہیں، اسی سے میرا دعویٰ مدلل ومبرہن ہوتا نظر آئے گا اور آپ اس پر شواہد کی مہریں ثبت کرتے نظر آئیں گے۔ مستفتی کے سوال کرنے کا مقصد صرف ''حکم شرع'' معلوم کرنا ہوتا ہے خاص کر جب ایسی شخصیت سے سوال کرے جو اپنے وقت کا فقیہ نہیں فقیہ گر ہو مفتی نہیں مفتی گر ہو متبع شرع ایسا کہ اس کی نشست وبرخاست نقل وحرکت سونے جاگنے کے طریقوں کو اپنے لئے مشعل راہ بنایا جاتا ہو جن کا صرف ہاں یا نہ کہہ دینا ہی لوگوں کے لئے کافی ہو جن کی گفتگو ہی لوگوں کے لئے دلیل کی حیثیت رکھتی ہو جنکے اقوال وافعال کو حجت بنایا جاتا ہو ایسے سے بالخصوص جب سوال کیا جاتا ہے تو مقصد صرف حکم شرع ہی معلوم کرنا ہوتا ہے اسی لئے مفتی پہلے حکم شرع کو بیان کر کے اپنا موقف ظاہر کر دیتا ہے پھر دلائل مفتقہ پیش کرتا ہے پھر جب ضروری سمجھتا ہے تو حالات کے تناظر میں عدم جواز کا بطلان دلائل وبراہین سے ثابت کرتا ہے الغرض وہ فتوے جہاں صرف حکم بیان کیا گیا ہے وہ بھی نمونے کے طور پر نقل کیے جائیں گے اور جو دلائل وبراہین سے مزین ہیں وہ بھی پیش کئے جائیں گے جو حضرت کے تبحر علمی کو ثابت کریں گے۔ سب سے پہلے یہ عرض کروں کہ خانوادۂ رضویہ کے بزرگوں کے فتاوے کی چوتھی کڑی کا نام المواہب الرضویہ فی الفتاوی الازہریہ المعروف بہ فتاوی تاج الشریعہ ہے سب سے پہلے فتاوی رضویہ شریف پھر فتاوی حامدیہ پھر فتاوی مفتی اعظم کے ذریعہ تشنہ لبوں کی پیاس بجھائی گئی اور اب فتاوی تاج الشریعہ اس کام کے لئے علما ومشائخ کے مطالعہ کی میز کی زینت ہے حضرت کے تمام فتاوی میں صرف کتاب العقائد سے متعلق فتاوے منظر عام پر آپائے ہیں باقی جلد ہی آنے والے ہیں سر دست مسائل عقائد پر مشتمل یہ دو جلدیں جو اس وقت ہمارے مطالعہ میں ہیں ۱۵ر عناوین پر مشتمل ہیں جس میں مجموعی طور پر تقریباً بارہ سو نوے، ۱۲۹۰ر مسائل کے جوابات ہیں۔ پہلی جلد میں کل سات عناوین ہیں (۱) ذات وصفات باری تعالیٰ۔ (۲) نبوت ورسالت۔ (۳) کلام اللہ تعالیٰ۔ (۴) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ (۵) اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ۔ (۶) علمائے کرام حفظہم اللہ تعالیٰ۔ (۷) تقلید۔ یہ ساتوں عناوین چار سو سولہ سوالات کے جوابات پر مشتمل ہیں اس میں کچھ فتاوی تو سرکار حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے مصدقہ ہیں ان شاء اللہ ان میں سے ایک دو فتاوی نمونے کے طور پر نقل کئے جائیں گے اور کچھ فتاوی حضرت صدر العلما علامہ تحسین رضا خاں علیہ الرحمہ کے مصدقہ ہیں

اور زیادہ تر استاذ المحققین معتمد مفتی اعظم ہند نائب مفتی اعظم ہند حضرت قاضی عبدالرحیم بستوی علیہ الرحمہ کے مصدقہ ہیں۔ اور دوسری جلد میں آٹھ عناوین ہیں جس میں آٹھ سو سوچوہتر ۸۷۴ سوالات کے جوابات ہیں، دونوں جلدوں کے عناوین کی تفصیلات مندرجہ ذیل ہیں۔

جلد دوم (۸) بیعت وارشاد۔ (۹) معاد وحشر۔ (۱۰) جنت۔ (۱۱) جن وملائک (۱۲) ایمان وکفر۔ (۱۳) فرق باطلہ (۱۴) الفاظ الکفر۔ (۱۵) مسائل شتی۔

آپ کے فتاوی میں وہ تمام تر خصوصیات ملیں گی جو بریلی شریف کے فتاوی کا طرۂ امتیاز ہے۔ اس میں بہت سے نو پید مسائل کے جوابات ہیں۔ اس میں فتاوی رضویہ کا رنگ تحریر اور فتاوی مصطفویہ کی جھلک موجود ہے، آپ کے فتاوی میں فقہی مراجع بکثرت ملتے ہیں جس سے آپ کے علمی مقام اور کثرت مطالعہ پر ثبوت فراہم ہوتا ہے، حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ غالباً ہندوستان کے تنہا ایسے مفتی ہیں جن کے فتاوی سہ لسانی جوابات پر مشتمل ہیں۔ آپ کے فتاوی، اردو، عربی، انگلش، میں موجود ہیں آپ کے بعض فتاوی رسائل وجرائد میں مطبوع ہیں، بعض فتاوی مستقل رسالے کی شکل میں ہیں جیسے، ''ٹسو چپ رہو'' ''القول الفائق'' ''ٹائی کا مسئلہ'' وغیرہ'' بعض انگلش کے فتاوی بھی ''ازہر الفتاوی'' کے نام سے مطبوع ہیں، وہ سارے فتاوی مختلف زبانوں میں فتاوی تاج الشریعہ میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ اس جگہ انگلش والے فتاوی تو نمونے کے طور پیش کرنا مشکل ہے ہاں عربی زبان والے فتاوی پیش کئے جائیں گے۔ حضرت سے ایک سوال ہوا'' خدا'' اور ''اللہ'' کے ذات باری تعالی کے لئے استعمال کے تعلق سے ان جملوں میں: ''بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ''خدا'' اللہ کا ترجمہ نہیں اعلی حضرت نے اللہ کا ترجمہ خدا کیوں لکھا؟ مثلاً: ☆ {وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ}۔ اور کاٹتے ہیں اس چیز کو جس کے جوڑنے کا خدا نے حکم دیا۔ ☆ {كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ الآية}۔ بھلا تم کیونکر خدا کے منکر ہوگئے۔ ☆ {حَتَّى نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً}۔ جب تک علانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں۔ ☆ {كُلُوا وَاشْرَبُوا مِنْ رِزْقِ اللَّهِ}۔ کھاؤ اور پیو خدا کا دیا ☆ {وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ}۔ اور خدا کے غضب میں لوٹے ☆ {إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ}۔ خدا تمہیں حکم دیتا ہے۔ ☆ {أَعُوذُ بِاللَّهِ}۔ خدا کی پناہ۔ ☆ {هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ}۔ یہ خدا کے پاس سے ہے۔ ☆ {فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ}۔ ادھر وجہ اللہ خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہے'' تو حضرت نے اس کا جواب اپنے ان جملوں میں عطا فرمایا ملاحظہ فرمائیں فرماتے ہیں: خدا اور اللہ الفاظ مترادفہ ہیں اور دونوں اللہ تعالی کے علم ذات ہیں جن کا اطلاق غیر باری تعالی پر جائز نہیں۔ غیاث اللغات میں ہے: ''اللہ درلغت بمعنی معبود برحق ودر اصطلاح علم للذات الواجب الوجود المستجمع بجميع الصفات'' اللہ لغت میں معبود برحق کے معنی میں ہے اور اصطلاح میں ذات واجب الوجود جامع جملہ صفات کا علم ہے۔ کفایہ میں ہے: ''اذلا يطلق على غيره لا حقيقة ولا مجازا'' اسم جلالت کا اطلاق اللہ کے سوا کسی پر نہیں ہوتا نہ حقیقۃً نہ مجازاً۔ نیز غیاث اللغات میں ہے: ''چوں لفظ خدا مطلق باشد بر غیر ذات باری تعالی اطلاق نہ کنند'' جب لفظ خدا مضاف نہیں ہوتا تو اس کا اطلاق ذات باری تعالی کے سوا کسی پر نہیں کرتے۔ اسی لئے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ: ''من خدا یم'' کہنا کفر ہے فتاوی عالمگیری میں ہے: ''ولو قال من خدا یم على وجه المزاح يعني خود آیم فقل كفر كذا في العتابية خانيه'' اگر دل لگی کے طور پر فارسی میں کہے ''من خود آیم'' تو وہ کافر ہو جائے گا۔

ان عبارتوں سے ظاہر ہے کہ عجم میں لفظ خدا ذات باری تعالی کے لئے خاص ہے جس طرح لفظ اللہ عربیت میں علم ذات اقدس

ہے۔اسی لئے لفظ اللہ وخدا دونوں کا استعمال فارسی و اردو میں ایک دوسرے کی جگہ پر شائع وذائع ہے چنانچہ خدا بولتے ہیں اور اللہ مراد لیتے ہیں اور اللہ بولتے ہیں اور خدا جانتے مانتے سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے رسول اللہ کا ترجمہ رسول خدا جابجا کیا ہے تو لامحالہ لفظ خدا اسم جلالت (اللہ) کے مرادف ہوا اسی لئے علمائے اعلام نے بلانکیر لفظ خدا کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر جائز فرمایا اور اسے ذات اللہ کا علم مانا۔ شرح المقاصد للعلامہ التفتازانی میں ہے: "قالوا اهل كل لغة يسمونه باسم مختص بلغتهم كقولهم خداى وشاع ذلك و ذاع من غير نكير كان اجماعاً قلنا كفى بالاجماع دليلاً على الاذن الشرعي وهذا ما يقال انه لا خلاف فيما يرادف الاسماء الواردة فى الشرع" ہر زبان والے اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہیں جو ان کی لغت میں ہے ان کے لئے مخصوص ہے جیسے عجمیوں کا قول خدا اور یہ بلانکیر شائع وذائع ہے تو اجماع اذن شرعی پر دلیل کافی ہے اور یہ وہی بات ہے جو کہی جاتی ہے کہ علماء کا ان اسمائے واردہ کے مرادف ہونے پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور جب لفظ خدا اسم جلالت کا مرادف ہے اور بالاتفاق ذات باری تعالیٰ کا علم ذات ہے تو اللہ کا ترجمہ خدا کرنا صحیح ودرست ہے اور اعتراض ساقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جواب پہ غور فرمائیں حضرت نے چھ حوالے صرف اس کے ثبوت میں دئے کہ "اللہ" اور "خدا" کا استعمال ذات باری تعالیٰ کے لئے بکثرت شائع اور ذائع ہے ہمارے اسلاف نے استعمال بھی کیا ہے اور استعمال کے جواز کا قول بھی کیا ہے اور ثابت کردیا کہ صرف امام اہل سنت نے ہی استعمال نہیں کیا ہے بلکہ ہندوستان کے متقدم شیخ محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے رسول اللہ کا ترجمہ جابجا رسول خدا سے کیا ہے"۔ ایک دوسری جگہ سائل نے سوال کیا کہ ہدایت صرف اللہ ہی دے سکتا ہے انبیاء ورسول ہدایت نہیں دے سکتے انبیاء ورسول کو اس کا اختیار نہیں جس کے جواب میں حضرت نے کیا فرمایا اور کیسے کیسے دلائل پیش فرمائے اس پر کہ ہدایت کی نسبت جب اللہ عزوجل کی طرف ہو تو کونسا معنی مراد ہے جو غیر اللہ کے لئے نہیں اور کس معنی کے اعتبار سے انبیاء واولیا بھی ہادی ہیں ملاحظہ فرمائیں۔ پہلے سائل کا سوال سائل کی زبانی: "کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ: "ایک شخص جن کی داڑھی ایک مشت سے کم ہے خطبہ جمعہ میں منبر شریف پر کھڑے ہوکر یہ کہے کہ انسان کو ہدایت دینا اور لینا صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اس کے سوا کسی نبی یا ولی یا رسول کو نہیں ہے۔ اور حضور اکرم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں نہیں ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کو یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں یوں فرماتے ہیں، کہتے ہیں، اللہ دیکھتے ہیں۔ ایسے الفاظ استعمال کرنا کیسا ہے؟ کیا ایسے شخص کو اپنا امام بنانا یا قاضی شہر یا خطیب بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور ان کے جیسا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث وفقہ کی روشنی میں مطمئن جواب دیں۔ اب حضرت کا جواب ملاحظہ فرمائیں: قرآن کریم میں دونوں طرح کی آیات ہیں ایک طرف حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے ارشاد ہوا: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ الآية﴾ یعنی اے محبوب بے شک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کردو ہاں اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے۔ یہاں سرکار ابد قرار علیہ الصلاۃ والسلام سے ہدایت کی نفی بایں معنی فرمائی گئی کہ قلوب میں ہدایت کو پیدا فرمانا سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا کام نہیں ہے بلکہ خالق ابتداء اللہ تعالیٰ ہے اور دوسری طرف سرکار ابد قرار علیہ الصلاۃ والسلام سے فرمایا: ﴿وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ یعنی بے شک اے محبوب تم سیدھے راستے کی طرف ہدایت فرماتے ہو۔ اور فرمایا: ﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا﴾ اور ہم نے ان میں سے پیشوا کیا کہ ہمارے حکم

سے ہدایت دیتے ہیں۔ اور سرکار ابد قرار علیہ الصلاۃ والسلام سے فرمایا: ﴿وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ اور ہر قوم کے ہادی ہو۔ اور مومن قوم فرعون کا قول نقل فرمایا: ﴿يَا قَوْمِ اتَّبِعُونِ أَهْدِكُمْ سَبِيلَ الرَّشَادِ﴾ یعنی اے میری قوم میری پیروی کرو میں تمہیں راستی کے راستہ کی طرف ہدایت دوں گا۔ ان آیات میں انبیاء و اولیاء کی طرف ہدایت کی نسبت باعتبار دلالت و رہنمائی وبلحاظ مسببیت توفیق الٰہی ہے یہاں سے معلوم ہوا کہ ہدایت کا اطلاق کبھی توفیق ربانی پر ہوتا ہے اور اس معنی میں ہدایت بے شک خدا کے ساتھ خاص ہے اور کبھی دلالت و رہنمائی اور دعوت الی الحق پر ہوتا ہے اور یہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور اولیائے کرام کا وظیفہ ہے جو بارگاہ الوہیت سے انہیں تفویض ہوا ہے۔ مجمع البحار میں ہے: "ان الهدى هدى محمد.... وفسر الفتح بالطريق والضم بالدلالة والارشاد وهو الذي يضاف الى الرسل والقرآن وباللطف والتوفيق وهو الذي تفرد به الله تعالى" ملخصا اور ہدایت بایں معنی اس ہدایت کے لئے موقوف علیہ اور سبب ہے جو توفیق الٰہی سے عبارت ہے جسے ہم نے پہلے ذکر کیا۔ لہٰذا یہ پہلی اس دوسری کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔ مفردات راغب میں ہے: "الهداية التي جعل للناس بدعائه اياهم على السنة الانبياء، وانزال القرآن ونحو ذلك وهو المقصود بقوله تعالى: وجعلناهم ائمة يهدون بامرنا [الانبیاء/۷۳] الثالث التوفيق الذي يختص به من اهتدى وهو المعني بقوله تعالى: والذين اهتدوا زادهم هدى (محمد/۱۷) وقوله: ومن يؤمن بالله يهد قلبه (التغابن/۱۱) وقوله: ان الذين آمنوا وعملوا الصالحات يهديهم ربهم بايمانهم (یونس/۹) وقوله: والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا (العنکبوت/۶۹) ويزيد الله الذين اهتدوا هدى (مریم/۷۶) فهدى الله الذين آمنوا (البقرۃ/۲۱۳) والله يهدي من يشاء الى صراط مستقيم (البقرۃ/۲۱۳) الرابع. الهداية في الآخرة الى الجنة التي بقوله: سيهديهم ويصلح بالهم (محمد/۵) ونزعنا ما في صدورهم من غل (الاعراف/۴۳) الى قوله: الحمد لله الذي هدانا لهذا. وهذه الهدايات الاربع مترتبة فان لم تحصل له الاولى لا تحصل له الثانية بل لا يصح تكليفه ومن لم تحصل له الثانية لا تحصل له الثالثة والرابعة ومن حصل له الرابع فقد حصل له الثلاث التي قبلها ومن حصل له الثالث فقد حصل له اللذان قبله ثم ينعكس فقد تحصل الاولى ولا يحصل له الثاني ولا يحصل الثالث والانسان لا يقدر ان يهدي احدا الا بالدعاء وتعريف الطرق دون سائر انواع الهدايات والى الاول اشار بقوله: وانك لتهدي الى صراط مستقيم (الشوریٰ/۵۲) يهدون بأمرنا (السجدۃ/۲۴) ولكل قوم هاد (الرعد/۷) اي داع: والى سائر الهدايات اشار بقوله تعالى: انك لا تهدي من احببت (القصص/۵۶)" اور جب ہدایت بمعنی توفیق الٰہی پر انبیاء و اولیاء کی ہدایت و دلالت مرتب اور اس پر موقوف ہے تو یہ اعتقاد لازم ہے کہ انبیاء خصوصا سید الانبیاء علیہ وعلیہم التحیۃ والثناء اور اولیائے ہادیان دین مبین مرشدان راہ خدا و وسیلۂ توفیق و ذریعۂ جنت، جنکی عنایت اپنے پیروکاروں کو کسی حال میں بے سہارا نہیں چھوڑتی بلکہ نزع و سوال قبر و حشر و نشر اور ہر مرحلہ دنیا و آخرت انہیں کی ہدایت ان کے کام آتی ہے۔ میزان امام شعرانی میں ہے: "وقد ذكرنا في كتاب الاجوبة عن ائمة الفقهاء والصوفية ان ائمة الفقهاء والصوفية كلهم يشفعون في مقلديهم ويلاحظون احدهم عند طلوع روحه وعند سوال منكر ونكير له وعند النشر والحشر والحساب والميزان والصراط ولا يغفلون عنهم في موقف من المواقف. واذا كان مشائخ الصوفية يلاحظون اتباعهم ومريديهم في جميع الاهوال والشدائد في الدنيا والآخرة

فکیف بائمۃ المذاھب الذین ھم اوتادالارض وارکان الدین وامناء الشارع علی امتہ رضی اللہ عنھم اجمعین۔ اھ ملخصا اور اسی سے پورے قرآن پر ایمان حاصل اور جو یہ نہ مانے وہ: {أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ} تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔ (کنزالایمان) کا مصداق ہو کر مکذب قرآن ہے اور بے دین وگمراہ ہے اور اللہ کے لئے جمع کا صیغہ بولنا وہابیہ کی خاص عادت ہے اس شخص پر توبہ اور وہابیہ دیابنہ کے عقائد سے تبری اور ان کی تکفیر فرض ہے ورنہ وہ امام وخطیب ہو نادرکنار مسلمانوں سے دُور رہنے کے لائق بلکہ اس سے اجتناب اشد ضروری ہے۔

مذکورہ فتوی پڑھ کر دیکھیں آپ نے صرف ہدایت کے معنی پر اور نسبت الی اللہ والی غیر اللہ کی صورت میں کون سا معنی لیا جائے گا اور ہدایت کی نسبت کس طرح غیر اللہ کی طرف درست ہوگی اور استعمال کرنا درست ہے یا نہیں کتنے استعمالات کو نقل کیا ہے ملاحظہ کریں قرآن عظیم کی کتنی آیتیں پیش کی گئیں ہیں پہلے پانچ آیتوں سے استدلال پھر مجمع البحار اور مفردات امام راغب اصفہانی کی تفسیر سے جس میں تقریباچودہ پندرہ آیتوں سے استدلال ہے اور ہدایت کے معانی کی تعیین اور تطبیق بھی ساتھ ساتھ موجود ہے اندازہ لگائیں حضرت کا مطالعہ کس قدر وسیع ہے۔

ایک سوال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کے تعلق سے آیا کہ والد کا نام آزر تھا یا تارح اور متضاد عبارتیں پیش کی گئیں ایسی کہ کسی عبارت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ والد کا نام آزر ہے اور کسی عبارت سے ثابت ہوتا ہے تارح تھا اور کچھ عبارتیں ایسی بھی پیش کی گئیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس کا نام آزر تھا اسی کا نام تارح تھا الغرض مختلف عبارتیں پیش کی گئیں مختلف عنوان کی اور ایسے میں کسی ایک موقف کو وہ بھی جو حق بجانب ہے ثابت کرنا کتنا مشکل ہوتا ہے یہ اہل علم پر روز روشن کی طرح واضح ہے لیکن حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا تبحر علمی ہی کا نتیجہ اور ثمرہ ہے جو آپ نے اپنے جد اعلی امام اہل سنت قطب الارشاد سیدی سرکار اعلی حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تحقیقات اور علوم سے استفادہ کرتے ہوئے ایسا مسکت جواب قلمبند فرمایا کہ بڑے بڑوں نے اپنی تحقیقات سے رجوع کر لیا مجھے آج بھی یاد ہے کہ ایک ازہری صاحب نے اپنے ایک مضمون میں جامعہ ازہر کے بڑے عالم شیخ ازہر کی تحقیقات سے متاثر ہو کر ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم کی کوئی اصل نہیں اور یہ موضوع ہے باطل ہے (جب کہ صاحب مشکوۃ المصابیح نے رزین کے حوالے سے مشکوۃ شریف میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے) پس وہ رسالہ جس میں یہ مضمون چھپا تھا حضرت کی بارگاہ میں پیش کیا گیا اور وہ مضمون پڑھ کر سنایا گیا تو حضرت نے فوراً لاالہ الااللہ پڑھا اور اس کا جواب لکھوانا شروع کیا الغرض وہ رسالہ مدلل، مبرہن ومفصل پایۂ تکمیل کو پہونچا جس میں حضرت نے دلائل کے انبار سے ثابت کیا کہ اصحابی کالنجوم الخ حدیث ثابت ہے باطل نہیں ہے اور جنھوں نے باطل قرار دیا تھا اسکا حسن اسلوبی کے ساتھ رد بلیغ فرمایا اور اپنے رسالے کا نام الصحابۃ نجوم الاہتدا رکھا اور دوسرا رسالہ آپ نے اس عنوان سے تحریر فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد تارح ہیں آزر نہیں اور اس کا نام رکھا التحقیق ان ابا ابراھیم تارح لا آزر اور ان دونوں عنوان پر شیخ ازہر کی تحقیق الگ تھی جب یہ دونوں رسالے جامعۃ الرضا کے ایک طالب علم کے ذریعہ شیخ ازہر کو پیش کئے گئے اور شیخ ازہر نے اس کا مطالعہ کیا تو بہت خوش ہوئے اور حضرت سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی اور بے تابی کا یہ عالم کہ دعوت دے کر حضرت کو ازہر بلایا اور تبادلہ خیال کے بعد اپنے دونوں موقف سے رجوع کیا اور حضرت کی جو عزت افزائی کی وہ دنیا پر واضح ہے۔ رسالہ لکھنے

سے غالباً پہلے ہی حضرت سے سوال ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر ہے یا تارح یا دونوں کسی ایک ہی شخص کے نام ہیں اس کا جو جواب حضرت نے عنایت فرمایا ملاحظہ فرمائیں اور اور حضرت کے انداز استدلال اور استدلال میں حوالہ جات کی کثرت اور تحقیقات انیقہ سے تبحر علمی کا اندازہ لگائیں۔

محققین علمائے کرام کا مسلک یہ ہے کہ حضور پرنور شفیع المذنبین سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے تمام آبائے کرام وامہات کریمات سیدنا آدم علیہ السلام سے حضرت عبد اللہ وسیدہ آمنہ تک سب موحد تھے، ان میں کوئی کافر نہ تھا اور اس پر آیت کریمہ: ﴿الَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ۝ وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ۝﴾ یعنی جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم قیام فرماتے ہو اور مومنوں کے اصلاب میں تمہارے دورہ کو دیکھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسکی تفسیر میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: "من اب بعد اب الی ان جعلك نبیا وكان نور النبوۃ ظاهرا فی آبائه" یعنی اللہ تعالیٰ آپ کے پاک پشتوں میں دورہ کو اور ایک پدر کی پشت سے دوسرے پدر کی پشت میں منتقل ہوتا دیکھتا ہے یہاں تک کہ حضور کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر پیدا کیا تو نبوت کا نور آپ کے آبائے کرام میں ظاہر تھا۔ یہ تفسیر امام ابوالحسن ماوردی نے سیدنا عبد اللہ ابن عباس سے نقل فرمائی اور امام جلال الدین سیوطی نے اپنی تصنیف مسالك الحنفا میں ان سے نقل فرما کر اسے مقرر رکھا اور اس خصوص میں امام جلال الدین سیوطی نے چند رسالے تحریر فرمائے جس کا خلاصہ شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام تصنیف لطیف سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ میں ہے فلیراجع۔

اور آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہ تھے، ان کے والد کا نام تارح تھا اور آزر آپ کے چچا کا نام ہے جو کافر تھا۔ یہی مسلک بکثرت نسابین (یعنی وہ لوگ جو شجرہ نسب بیان کرتے ہیں) کا ہے اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور سلف کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے۔ چنانچہ اسی مسالک الحنفا میں امام سیوطی فرماتے ہیں: "هذا القول اعنی ان آزر ليس ابا ابراهيم ورد عن جماعة من السلف اخرج ابن ابی حاتم بسند ضعيف عن ابن عباس فی قوله ﴿وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ﴾ الانعام۔ ۷۴ قال: ان ابا ابراهيم لم يكن اسمه آزر وانما كان تارح" یعنی یہ قول کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہ تھا، ایک جماعت سلف سے وارد ہوا ابن حاتم نے بسند ضعیف ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ: ﴿وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ﴾ کی تفسیر میں روایت کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہ تھا، ان کے باپ کا نام تارح تھا۔ اسی میں مجاہد سے ہے: "ليس آزر ابا ابراهيم" آزر ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام نہ تھا۔ اسی میں ابن جریج سے بسند صحیح بروایت ابن المنذر ہے کہ ابن جریج نے فرمایا: "ليس آزر بابيه انما هو ابراهيم بن تيرح او تارح بن شاروخ بن ناحور بن فالخ" اسی میں سدی سے بسند صحیح بطریق ابن ابی حاتم مروی ہوا: "انه قيل له اسم ابی ابراهيم آزر؟ فقال بل اسمه تارح" یعنی سدی سے کہا گیا ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر ہے، انہوں نے فرمایا بلکہ ان کے والد کا نام تارح ہے اور اسی مسلک کی توجیہ باعتبار لغت یوں ہے کہ لفظ اب کا اطلاق چچا پر شائع وذائع ہے اور اس کی نظیر قرآن کریم میں موجود ہے۔ قال تعالیٰ: ﴿اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُۙ اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآىٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ﴾ کیا تم اس وقت حاضر تھے جب (حضرت) یعقوب (علیہ السلام) کی وفات کا وقت تھا، جبکہ انہوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بعد تم کسے پوجو گے تو بولے ہم آپ کے خدا اور آپ کے آبائے کرام ابراہیم واسماعیل واسحاق (علیہم السلام) کے خدا

کو پوچیں گے۔ آیت کریمہ میں اسماعیل علیہ السلام کو اب (باپ) فرمایا حالانکہ وہ چچا ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی نے ایک اثر سے ثابت فرمایا کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہی تھا جس کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعائے مغفرت فرمائی تھی پھر جب آپ کو اس کا حال روشن ہوا تو آپ اس سے بیزار ہو گئے۔ چنانچہ اسی مسالک الحنفا میں ہے: "ویرشحه ایضا ما اخرجه ابن المنذر فی تفسیره بسند صحیح عن سلیمان بن صرد قال: لما ارادوا ان یلقوا ابراھیم فی النار جعلوا یجمعون الحطب حتی ان کانت العجوز لتجمع الحطب فلما ان ارادوا ان یلقوه فی النار قال: حسبی الله ونعم الوکیل فلما القوه قال الله: ﴿يَا نَارُ كُونِي بَرْداً وَسَلَاماً عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ﴾ [الانبیاء ۶۹] فقال عم ابراھیم: من اجلی دفع عنه فارسل الله علیه شرارة من النار فوقعت علی قدمه فاحرقته فقد صرح فی ھذا الاثر بعم ابراھیم وفیه فائدة اخری وھو انه ھلك فی ایام القاء ابراھیم فی النار وقد اخبرالله سبحانه وتعالی فی القرآن بان ابراھیم ترك الاستغفار له لما تبین له انه عدو الله ووردت الآثار بان ذلك تبیین له لما مات مشرکا وانه لم یستغفر له بعد ذالك" خلاصۂ عبارت یہ ہے کہ اس قول کی تائید اس اثر سے ہوتی ہے جو ابن المنذر نے بسند صحیح سلیمان بن صرد سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا جب کافروں نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو لکڑیاں جمع کرنے لگے یہاں تک کہ بوڑھی عورت بھی لکڑی اکٹھا کرتی تو جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنا چاہا آپ نے حسبی الله ونعم الوکیل فرمایا یعنی مجھے اللہ کافی ہے اور وہ بہتر کارساز ہے پھر جب آپ کو آگ میں ڈالدیا تو اللہ نے حکم دیا کہ اے آگ ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی ہوجا اور سلامتی ہوجا تو آپ کا چچا بولا کہ ابراہیم (علیہ السلام) کو اللہ تعالی نے میری وجہ سے بچا لیا تو اللہ نے آگ کا ایک شرارہ بھیجا جو اس کے پیر پر پڑا تو اسے جلا ڈالا تو اس اثر میں ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی صراحت آئی اور اس میں ایک دوسرا فائدہ ہے وہ یہ کہ آپ کا چچا اس زمانہ میں ہلاک ہوا جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تھا اور قرآن عظیم نے بتایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے لئے دعائے مغفرت ترک فرما دی تھی جب انہیں اس کا دشمن خدا ہونا محقق ہوا اور روایتوں میں آیا ہے کہ اس کا حال ان کو اس وقت کھلا جب وہ مشرک مرا اور انہوں نے اس کے لئے اس کے بعد دعائے مغفرت نہ کی۔ اسی میں ہے: "فاستغفر لوالدیه وذالك بعد ھلاك عمه بمدة طویلة فیستنبط من ھذا ان الذی ذکر فی القرآن بالکفر والتبری من الاستغفار له ھو عمه لا ابوه الحقیقی. فللّٰه الحمد علی ما الھم" اور اپنے چچا کی وفات کے طویل عرصہ کے بعد انہوں نے اپنے والدین کے لئے دعائے مغفرت کی تو یہاں سے ظاہر ہوا کہ قرآن میں جس کے کفر اور اس کے لئے دعائے مغفرت سے تبری کا ذکر آیا، وہ ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا اور ان کے پدر حقیقی نہ تھے۔ رہی مفردات کی عبارت تو وہ قیل سے شروع ہے اور قیل سے قول ضعیف کو تعبیر کرتے ہیں اور کبھی مجرد قول کی حکایت مقصود ہوتی ہے مگر غالبا ضعف کی طرف اشارہ کرنے کے لئے مستعمل ہوتا ہے تو باعتبار غالب امام راغب کے نزدیک بھی یہ قول ضعیف معلوم ہوتا ہے اور علی الاقل احتمال تو ہے اور محتمل کو مستدل بنانا صحیح نہیں۔ اور ابن کثیر کی عبارت جو یہاں تحریر ہوئی اسی تفسیر ابن کثیر میں اس سے پہلے یوں تحریر فرمایا: "قال الضحاك عن ابن عباس ان ابا ابراھم لم یکن اسمه آزر وانما کان اسمه تارح رواه ابن ابی حاتم وقال ایضا حدثنا احمد بن عمرو بن ابی عاصم النبیل حدثنا ابو عاصم النبیل حدثنا ابی حدثنا ابو عاصم شبیب عن ابن عباس فی قوله ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ﴾ یعنی بآزر الصنم وابو ابراھیم اسمه تارح وامه اسمها

مثانی وامراتہ اسمھا سارۃ وام اسماعیل اسمھا ھاجرۃ وھی سریۃ ابراھیم وھکذا قال غیر واحد من علماء النسب ان اسمہ تارح خلاصہ عبارت یہ ہے کہ آزر کی تفسیر میں ضحاک نے ابن عباس سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہ تھا بلکہ تارح تھا اور ضحاک ہی نے اپنی سند سے حضرت ابن عباس سے آزر کی تفسیر میں روایت کی کہ انہوں نے فرمایا آزر صنم کا نام ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارح تھا اور ماں کا نام مثانی اور بیوی کا نام سارہ تھا اور آپ کی کنیز ام اسماعیل کا نام ہاجرہ ہے اور اسی طرح بہت سے علمائے نسب کا قول ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارح ہے تو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اکثر علماء کے مقابل تنہا ابن جریر علیہ الرحمہ یا ابن کثیر کا قول کیونکر لائق تسلیم ہے اور اتقان کی عبارت کا جواب خود تصریحات امام سیوطی علیہ الرحمہ سے ہوگیا۔ پھر خود اسی اتقان میں ہے: "ولوالدی اسم ابیہ تارح وقیل آزر وقیل یازر واسم امہ مثانی وقیل نوفا وقیل لیوثا"۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارح تھا اسی لئے اسے مقدم کیا اور آزر کو قیل (کہ مشعر ضعف ہے) سے تعبیر کیا۔ یہاں سے ظاہر کہ اتقان کی وہ عبارت جو اس تصریح کے خلاف ہے ناسخ کی طرف سے زلت قلم یا سہو ونسیان کا نتیجہ ہے۔ زید کے جوابوں کا جواب ہمارے اس فتویٰ سے ظاہر ہوگیا اور زید اگر دانستہ معاند نہیں نہ مرض قلب کا شکار تو اسے گمراہ کہنا صحیح نہیں البتہ اتباع جمہور محققین کا ضرور تارک ہے اور خاطی ہے اور اس کے قول سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کی طرف کفر کی نسبت لازم آتی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آبائے کرام میں ہیں تو یہ بات حضور علیہ السلام کے لئے مظنۂ اذیت ہے اور ان کی اذیت عذاب الیم کی موجب ہے۔ قال تعالیٰ: اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ الآیۃ؛ بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں۔ (کنز الایمان) اسی لئے علمائے ابوین کریمین میں سے کسی ایک کی نسبت یہ کہنے کی ممانعت فرمائی کہ وہ جہنم میں ہیں۔ اسی مسالک الحنفا میں ہے: قال السھیلی فی الروض الانف بعد ایرادہ حدیث مسلم: ولیس لنا نحن ان نقول ذالک فی ابویہ صلی اللہ علیہ وسلم لقولہ لا تؤذوا الاحیاء بسبب الاموات وقال تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ الآیۃ؛ وسئل القاضی ابوبکر بن العربی احد ائمۃ المالکیۃ عن رجل قال ان ابا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی النار؛ فاجاب بان من قال ذالک فھو ملعون لقولہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وقال ولا اذی اعظم من ان یقال عن ابیہ انہ فی النار الخ۔ لہٰذا اس بات سے احتراز ضرور جو حضور علیہ السلام کے لئے اذیت کا سبب ہو۔ یہاں سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے آبائے کرام کا حال معلوم ہوا اور وہ یہ کہ وہ سب کے سب موحد تھے، حاشاللہ! ان میں کوئی کافر نہ تھا اور دیگر انبیائے کرام کے والدین کے متعلق تصریح نظر سے نہ گزری اور ان کے مقام رفیع کے شایان یہی ہے کہ ان کا نسب نجاست کفر سے پاک ہو۔ چنانچہ علامہ ابوالحسن ماوردی سے امام سیوطی ناقل ہیں: لما کان انبیاء اللہ صفوۃ عبادہ وخیرۃ خلقہ لما کلفھم من القیام بحقہ والارشاد لخلقہ استخلصھم من اکرم العناصر واجتباھم بمحکم الاواصر فلم یمکن لنسبھم من قدح ولمنصبھم من جرح الخ۔ اس عبارت سے مستفاد ہوتا ہے کہ دیگر انبیائے کرام کا نسب بھی نجاست کفر سے پاک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سائل نے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف الاتقان کے حوالے سے لکھا تھا کہ آزر اور تارح ایک ہی ذات

کا نام ہے آپ جواب پڑھ کر دیکھیں امام سیوطی ہی کی کتاب مسالک الحنفاء کی بیشتر عبارتوں سے ثابت فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارح تھا آزر نہیں اور اس کے علاوہ تفسیر کی کئی کتاب سے بھی ثابت فرمایا اور اس کا رد فرمانے کے بعد آپ فرماتے ہیں: اور اسی طرح بہت سے علمائے نسب کا قول ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارح ہے۔ تو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اکثر علماء کے مقابل تنہا ابن جریر علیہ الرحمہ یا ابن کثیر کا قول کیونکر لائق تسلیم ہے اور اتقان کی عبارت کا جواب خود تصریحات امام سیوطی علیہ الرحمہ سے ہو گیا۔ لیکن اتقان میں جو ایک جگہ متضاد عبارت آگئی اس کا جواب رہ گیا تھا تو آپ نے فرمایا: یہاں سے ظاہر کہ اتقان کی وہ عبارت جو اس تصریح کے خلاف ہے ناسخ کی طرف سے زلت قلم یا سہو و نسیان کا نتیجہ ہے۔ پھر سائل نے جس قائل کا قول استفتا میں نقل کیا تھا اس قائل کے لئے ارشاد فرماتے ہیں: زید کے جوابوں کا جواب ہمارے اس فتویٰ سے ظاہر ہو گیا اور زید اگر دانستہ معاند نہیں نہ مرض قلب کا شکار تو اسے گمراہ کہنا صحیح نہیں البتہ اتباع جمہور محققین کا ضرور تارک ہے اور خاطی ہے۔ تفسیر و حدیث اور اس قدر فقہی مراجع کی کثرت علم عطائی ہی کا ثمرہ کہا جا سکتا ہے جو آپ کو آپ کے مورث اعلیٰ سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی فیضان اور برکت سے ملا ہے ورنہ محنت اور کسب سے تو تقریباً ناممکن ہے۔

ایک سوال سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معراج کے تعلق سے آیا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ سرکار نے رب کو نہیں دیکھا اور استدلال میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کا حوالہ دیا اور قرآن کی آیت قاب قوسین او ادنیٰ کی تفسیر یہ کرتا ہے کہ ﴿قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ۝﴾ کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ جبریل اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان دو قوس کا فاصلہ رہا۔ لیکن جب کہا گیا کہ نہیں بلکہ ترجمہ یہ ہے کہ رب کے جلوے اور سرکار کے درمیان دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم تو وہ شخص کہتا ہے کہ اس سے تو رب کا محدود ہونا لازم آیا الغرض وہ معراج کا منکر ہے، تو حضرت نے جو جواب تحریر فرمایا اسے ملاحظہ کریں حضرت فرماتے ہیں: یہ مسئلہ سلف میں مختلف فیہ ہے اور ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو شب معراج سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ از انجملہ حضرت انس بن مالک، حسن و عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ شفا و تفسیر خازن میں ہے: واللفظ للخازن:- ذهب جماعة الى انه رآه بعينه حقيقة قالوا رأى محمد ربه عزوجل: ملخصاً اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس باب میں روایات متعدد آئیں چنانچہ روایت عکرمہ میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی خلت سے اور موسیٰ کو اپنے کلام سے اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو اپنی رؤیت سے نوازا۔ اور انہیں سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں: کہ اے لوگو کیا تمہیں تعجب ہے اس پر کہ خلت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اور کلام موسیٰ علیہ السلام کے لئے اور رؤیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔ امام نووی نے "تبعا لصاحب التحرير اس حديث كو اقوى الحجج" کہا۔ نیز عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال ہوا کیا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا فرمایا ہاں۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مراجعت اور مراسلت اس باب میں فرمائی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے انہیں خبر دی کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے رب کو دیکھا۔ اور حضرت حسن قسم بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے رب کو دیکھا۔ نیز حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رؤیت و کلام

کو حضرت موسیٰ و حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہما وسلم میں تقسیم فرمایا تو موسیٰ علیہ السلام سے دو مرتبہ کلام فرمایا اور حضور علیہ السلام کو دو بار اپنا دیدار کرایا۔ نیز امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: کہ آپ سے جب یہ امر دریافت ہوا تو فرمایا: حضور نے رب کو دیکھا دیکھا دیکھا یہاں تک کہ آپ کی سانس ٹوٹ گئی۔ رہا حضرت عائشہ کا انکار تو وہ بر بنائے اجتہاد و استنباط ہے نہ بر بنائے روایت اور یہ روایات حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے سماع و تلقی پر محمول ہیں کہ رؤیت خداوندی کی حکایت ایسی بات نہیں کہ قیاس سے کہہ دی جائے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر یہ گمان نہیں ہوسکتا کہ انہوں نے یہ قول اپنی رائے و گمان سے کہہ دیا ہوگا بلکہ لامحالہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے سنا ہوگا تو ان کا یہ قول حدیث مرفوع و مسند بہ جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم میں ہے اور حضرت عائشہ کے قول پر مقدم ہے لہٰذا اکثر علماء اہل سنت کے نزدیک راجح و معتمد یہی ٹھہرا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے اپنے رب کو بچشم سر لیلۃ الاسراء میں دیکھا۔ اسی خازن میں ہے: روی عکرمة عن ابن عباس قال ان اللہ عزوجل اصطفی ابراھیم بالخلة واصطفی موسیٰ بالکلام واصطفی محمدا بالرؤیة وقال کعب ان اللہ قسم رؤیته و کلامه بین محمد و موسیٰ فکلم موسیٰ مرتین ورآہ محمد مرتین۔ اسی میں ہے: الحجج فی المسئلة وان کانت کثیرة ولکن لا نتمسك الا بالاقوی منها وھو حدیث ابن عباس أتعجبون أن تکون الخلة لابراھیم والکلام لموسیٰ والرؤیة لمحمد صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلیهم اجمعین۔ وعن عکرمة قال سئل ابن عباس ھل رأی محمد صلی اللہ علیه وسلم ربه قال نعم۔ وقد روی باسناد لا بأس به عن شعبة عن قتادة عن انس قال رأی محمد ربه عزوجل۔ وکان الحسن یحلف لقد رأی محمد صلی اللہ علیه وسلم ربه عزوجل۔ والأصل فی المسئلة حدیث ابن عباس حبر ھذہ الامة وعالمها والمرجوع الیه فی المعضلات وقد راجعه ابن عمر فی ھذہ المسئلة ھل رأی محمد صلی اللہ علیه وسلم ربه عزوجل فاخبرہ انه رآہ ولا یقدح فی ھذا حدیث عائشة لان عائشة لم تخبر أنها سمعت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یقول لم أر ربی وانما ذکرت ما ذکرت متأولة لقوله اللہ تعالیٰ: ﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا﴾ ولقوله تعالیٰ: ﴿لَّا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ﴾۔ واذا قد صحت الروایات عن ابن عباس انه تکلم فی ھذہ المسئلة باثبات الرؤیة وجب المصیر الی اثباتها لانها لیست مما یدرك بالعقل ویؤخذ بالظن وانما یتلقی بالسمع ولا یستجیز احد ان یظن بابن عباس انه تکلم فی ھذہ المسئلة بالظن والاجتهاد۔ ملخصاً۔ نیز شفا میں ہے: حکی النقاش عن احمد بن حنبل انه قال انا اقول بحدیث ابن عباس بعینه رآہ رآہ حتی انقطع نفسه یعنی نفس احمد۔ اور آیت کا وہ ترجمہ جو سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے کیا ہے وہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کے مطابق ہے اور جو فاصلہ آیت میں وارد ہوا وہ اپنے ظاہر پر نہیں ہے بلکہ حضور علیہ السلام کے نہایت قرب منزلت اور اللہ عزوجل کے بے نہایت فضل و کرم پر محمول ہے۔ شفا شریف میں ہے: مقال الرازی وقال ابن عباس ھو محمد دنا فتدلی من ربه الخ۔ اسی میں ہے: ان ما وقع من اضافة الدنو والقرب ھنا من اللہ اوالی اللہ فلیس بدنو مکان ولا قرب مدی وانما دنو النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم من ربه وقربه منه ابانة عظیم منزلته و تشریف رتبته واشراق انوار معرفته ومشاھدة اسرار غیبه وقدرته ومن اللہ تعالیٰ له مبرة وتأنیس وبسط واکرام۔ ملخصاً۔

بالجملہ اہل سنت کا معتقد و معتمد یہی ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے رب کو شب معراج میں بچشم سر دیکھا اور نہایت قرب سے سرفراز ہوئے اور اس مسئلہ میں اب کسی سنی کا اختلاف نہیں تو اس کا مخالف فی زمانناوہابی، گمراہ، بے دین ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رب کا دیدار کیا اس مسئلے کو حضرت نے تقریبا چودہ حوالہ جات سے مزین فرمایا جو تفسیر وحدیث اور اقوال علماوفقہا سے لئے گئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: رہا حضرت عائشہ کا انکار تو وہ بربنائے اجتہاد واستنباط ہے نہ بربنائے روایت اور یہ روایات حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے سماع وتلقی پر محمول ہیں کہ رویت خداوندی کی حکایت ایسی بات نہیں کہ قیاس سے کہہ دی جائے۔ قاب قوسین او ادنی کے ترجمے میں جو کہا گیا کہ جبریل اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان دو قوس کا فاصلہ رہا اور سائل نے کہا کہ رب کے جلوے اور سرکار کے درمیان دو ہاتھ کا فاصلہ رہا اس کی تائید میں حضرت نے فرمایا: آیت کا وہ ترجمہ جو سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے کیا ہے وہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کے مطابق ہے اور جو فاصلہ آیت میں وارد ہوا وہ اپنے ظاہر پر نہیں ہے بلکہ حضور علیہ السلام کے نہایت قرب منزلت اور اللہ عزوجل کے بے غایت فضل وکرم پر محمول ہے۔ اس جواب سے وہ سوال ہی ختم ہوگیا کہ اعلیٰ حضرت کے ترجمے سے اللہ کا محدود ہونا لازم آرہا ہے۔ اور جو حضرت نے دعویٰ کیا کہ حضور علیہ السلام کے نہایت قرب منزلت اور اللہ عزوجل کے بے غایت فضل وکرم پر محمول ہے اسکو شفا شریف سے ثابت بھی کیا کہ شفا میں ہے: ان ما وقع من اضافۃ الدنو والقرب ھنا من اللہ اوالی اللہ فلیس بدنو مکان ولا قرب مدیٰ وانما دنو النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من ربہ و قربہ منہ ابانۃ عظیم منزلتہ و تشریف رتبتہ واشراق انوار معرفتہ ومشاھدۃ اسرار غیبہ وقدرتہ ومن اللہ تعالیٰ لہ مبرۃ وتانیس وبسط واکرام۔

اسی طرح ایک سوال تقلید کے تعلق سے کچھ اس انداز میں کیا گیا کہ کوئی یہ کہے کہ چاروں اماموں مثلا امام اعظم، امام شافعی، امام حنبل اور امام مالک رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ضرورت نہیں، ہم قرآن وحدیث خود سمجھیں گے، اماموں کی ضرورت نہیں۔ تو ایسے لوگوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ اور اماموں کی تقلید قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس آیت یا حدیث سے ثابت ہے؟ تو آپ نے آیت قرآنیہ، احادیث مقدسہ اور اقوال فقہا کی روشنی میں فقیہانہ جواب دیتے ہوئے کچھ ایسے مسائل بھی انکی چند کتابوں سے جیسے فتح المغیث المعروف بہ طریقۂ محمدیہ اور روضۂ ندیہ اور فتاوی ابراہیمیہ وغیرہا سے نقل فرمایا جس میں ان کی ایسی خباثت آشکار ہے جس کا قائل کوئی پڑھا لکھا تو درکنار کوئی عام مسلمان بھی نہیں ہوسکتا اور یہ سب تقلید نہ کرنے کا انجام ہے ملاحظہ فرمائیں حضرت کا شاندار جواب: ان کا قول باطل ہے اور بے تقلید چارہ کار نہیں ہے اور غیر مقلدین نے تقلید کا انکار کر کے ایسے مسائل گڑھے ہیں جن کا کوئی بھی مسلمان قائل نہیں ہے۔ چند مسائل حاضر مطالعہ ہیں۔ ''پانی کتنا ہی کم ہو نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک رنگ یا بو یا مزہ نہ بدلے'' اس کا یہ مطلب ہوا کہ اگر لوٹے میں اپنا، یا کتے کا پیشاب یا دو تہائی ماشے نجاست پڑجائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔ یہ تقلید نہ کرنے کا انجام ہے۔ روضہ ندیہ کے ص ۲۳ ر پر یہ لکھ دیا ہے: ''شراب و مردار وخون کی حرمت ان کی نجاست پر دلیل نہیں جو انہیں ناپاک بتائے، دلیل پیش کرے'' ملخصا۔ ان کی کتاب فتح المغیث، ص ۶ ر میں ہے: ''کافی ہے مسح کرنا پگڑی پر'' ۔ یعنی وضو میں سر کا مسح نہ کیجئے، پگڑی پر ہاتھ پھیر لیجئے، وضو ہوگیا اگرچہ قرآن عظیم:

{وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ} اپنے سر کا مسح کرو، فرمائے یہ تقلید نہ کرنے کا انجام ہے۔ بلکہ فتاویٰ ابراہیمیہ ،ص ۲، مطبوعہ دھرم پرکاش، الٰہ آباد میں، وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح کو فرض بتایا ہے۔ اس مسئلہ میں وہ رافضیوں سے بڑھ گئے ہیں کہ وہ صرف مسح کو جائز مانتے ہیں۔ اور فتح المغیث کے ص ۵ اور طریقۂ محمدیہ کے ص ۵ ر میں نجاست کو صرف سات چیزوں میں منحصر کردیا ہے۔ باقی کو اصل اشیا میں طہارت پر جاری کیا ہے جب تک نقل خبر معارض وارد نہ ہو۔ اس عبارت سے مرغی کا گو یا سور کا موت یا کتے کا پیشاب ان کے طور پر نجس نہیں ہے۔ یہ تقلید نہ کرنے کے سبب ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

یہاں تک انہیں کی چند عبارتیں پیش فرمائیں جن میں ان کی ایسی خباثت جھلکتی ہے جس کا قائل عام انسان بھی نہیں ہوسکتا اور ایک مسئلے میں تو رافضیوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا جیسا کہ حضرت کے جواب میں ملاحظہ کیا گیا۔ پھر حضرت نے تقلید کے ثبوت پر قرآن وحدیث اور تفسیر کی کتابوں سے حوالہ جات پیش فرمائے ہیں: اور تقلید، قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ مطلق تقلید کا حکم ان آیتوں میں دیا گیا ہے: {اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ} ہم کو سیدھا راستہ چلا، اُن کا راستہ جن پر تو نے احسان کیا۔ دوسری آیت کریمہ: {اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ} اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اور علم والوں کی جو تم میں سے ہوں۔ یہاں اولی الامر سے علماء وائمۂ دین مراد ہیں۔ تیسری آیت میں ہے: {فَاسْـَٔلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝} تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تم کو علم نہیں۔ دارمی شریف باب الاقتداء بالعلماء میں ہے: "اخبرنا یعلی حدثنا عبد الملک عن عطاء {اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ} قال اولو العلم والفقه طاعة الرسول اتباع الكتاب والسنة" یعنی خبر دی ہم کو یعلی نے انہوں نے کہا مجھ سے کہا عبد الملک نے انہوں نے عطاء سے روایت کی کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے میں سے امر والوں کی فرمایا عطاء نے کہ اولی الامر علم اور فقہ والے حضرات ہیں۔ اور تفسیر درمنثور میں آیت {فَاسْـَٔلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ} کی تفسیر میں ہے: "اخرج ابن ابی حاتم عن سعید بن جبیر ان الرجل لیصلی ویصوم ویحج ویعتمر وانه لمنافق قیل یا رسول الله بماذا دخل علیه النفاق؟ قال: یطعن علی امامه وامامه من قال الله فی کتابه {فَاسْـَٔلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ}" ابن ابی حاتم سعید ابن جبیر سے نقل کرتے ہیں کہ بعض شخص نماز پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، حج اور عمرہ کرتے ہیں حالانکہ وہ منافق ہیں، عرض کی گئی یا رسول اللہ! کس وجہ سے ان میں نفاق آگیا؟ فرمایا کہ اپنے امام پر طعنہ کرنے کی وجہ سے، امام کون ہے؟ فرمایا رب نے: {فَاسْـَٔلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝} تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تم کو علم نہیں۔ اور قرآن عظیم میں ارشاد ہوا: {وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝} اور جو رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راستہ چلے، ہم اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دیں گے اور اس کو دوزخ میں داخل کریں اور کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو راستہ عام مسلمانوں کا ہو اس کو اختیار کرنا برحق ہے اور تقلید پر ائمہ مذاہب کا اور تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اور حدیث مشکوٰۃ میں ہے: "اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار" بڑے گروہ کی پیروی کرو کیونکہ جو جماعت مسلمین سے علیحدہ رہا، وہ علیحدہ کرکے جہنم میں بھیجا جائیگا اور یہ بات ثابت ہے کہ سواد اعظم مسلمانوں کا وہی گروہ ہے جسے اہل سنت وجماعت کہتے ہیں وہ تقلید ائمہ کو ضروری جانتا ہے

خواہ حنفی ہو یا شافعی یا حنبلی یا مالکی۔ اس سبب سے علماء نے فرمایا کہ جو شخص ان سے علیحدہ ہوا، وہ گمراہ، بددین ہوا بلکہ بحکم فقہ کفار و مرتدین سے ہے۔ اور جو شخص تقلید کو مطلقاً شرک و منافی ایمان کہے وہ قرآن و حدیث و اجماع امت کا منکر ہے اور یہ کفر ہے۔ کشف بزدوی میں ہے: "رجوع العامی الیٰ قول المفتی وجب بالنص والاجماع" ملخصاً فصول البدائع میں ہے: "للعامی تقلید المجتهد فی فروع الشریعة" واللہ تعالیٰ اعلم۔ دیکھا آپ نے تقلید کے ثبوت میں حضرت نے تقریباً چار آیتیں اور چار حدیثیں فقیہانہ انداز میں پیش فرما کر منکرین تقلید کا رد بلیغ فرمایا اور ثابت فرمایا کہ جو تقلید کو منافی ایمان کہے وہ قرآن و حدیث اور اجماع امت کا منکر ہے اور یہ کفر ہے اور کشف بزدوی اور فصول البدائع کی عبارت سے اپنے قول کی تائید فرمائی الغرض جو بھی حکم صادر فرمایا اسے دلائل سے مزین فرمایا جس سے فقاہت کا اعلیٰ معیار ثابت ہوتا ہے۔ تقلید ہی سے متعلق ایک سوال اس بابت کیا گیا کہ کوئی مقلد کبھی حنفی مذہب پر عمل کرے کبھی شافعی کبھی مالکی کبھی حنبلی مذہب پر اور اس کی وجہ یہ بتائے کہ سارے مذاہب تو برابر ہیں کیونکہ یہ سب مذاہب تو سرکار کے زمانے میں تھے ہی نہیں تو کبھی حنفی کبھی شافعی کبھی مالکی کبھی حنبلی مذہب پر عمل کرنے میں کیا مضائقہ، تو شرعاً ایسا کرنا کیا درست ہے اگر نہیں تو قائل پر کیا حکم عائد ہوگا، پھر سائل نے ایک گذارش کی اگر اس کا جواب عربی میں ہوسکے تو عربی ہی میں عنایت فرمائیں۔ نہ جانے سائل کی منشاء کیا تھی خیر حضرت نے عربی زبان میں جو جواب نقل فرمایا ملاحظہ فرمائیں۔ اس جواب کے نقل کرنے کا دو مقصد ہے ایک تو یہ کہ ابتدائے مضمون میں اسکا دعویٰ کیا گیا ہے اور عربی فتویٰ نقل کرنے کا وعدہ دوسری وجہ حضرت کی تفقہ میں گہرائی، گیرائی اور تحقیقی پہلو کو اجاگر کرنا اور ثابت کرنا کہ حضرت کو استحضار جزئیات پر کتنا عبور ہے اور کثرت حوالہ جات میں فقہائے کرام خاص کر اعلیٰ حضرت کے مشن پر کس قدر قائم ہیں۔

حضرت کا جواب ملاحظہ فرمائیں: "ان کان ذالک الشافعی یعمل فی مسئلة بمذهبه وفی اخریٰ بمذهبنا الحنفیة او بآخر. فان فعل ذالک بأحد الشروط الثلاثة. احدها: ان یترجح له بالنظر فی دلائل الکتاب والسنة فی خصوص تلک المسئلة المذهب الحنفی والثانی: ان یکون مبتلی فیها بالعمل بمذهبه بحیث لایکون له من محیص والثالث ان یکون رجلا من اهل التقوی ویرید ان یأخذ نفسه بالحیطة وهی انما توجد فی تلک المسئلة خاصة عند الحنفیة وفوق ذالک شرط آخر وهو ان لا یؤدی ذٰلک الی التلفیق بأن تحصل حل المذهبین صورة لاتصح فی ایهما مذهب کأن لا یری النقض بالقصد ویصلی خلف امام من غیر قراء ة للفاتحة فالوضوء باطل فی المذهب الحنفی والصلوٰة باطلة فی المذهب الشافعی فان فعل ذالک بأحد الشروط المذکورة والا فلا یجوز لانه تلاعب بالدین. ومعنی التلفیق آن یعمل فی عبادة واحدة علی مذهبین وهذا باطل باجماع جمیع العلماء. فقد قال فی الدر المختار: "وان الحکم الملفق باطل بالاجماع". کذا فی الفتاویٰ العزیزیة مع تصرف. قلت وبالله التوفیق. اذا امعنت النظر فیما ذکر من الشروط علمت ان هذا لایجوز لطبقة الناس وانما یجوز لطائفة وقلیل ماهم دون العامی الذی لیس من اهل الترجیح ولا مبتلی بالعمل بغیر مذهبه ولا ممن یأخذ نفسه بالحیطة انما یلزمه تقلید معین ولیس له ان یقلد فی مسئلة هذا وفی اخریٰ ذاک هذا هو المختار الذی تظافرت علیه اقوال العلماء من الحنفیة والشافعیة وغیرهم. وسنوافیك ببعضها عما قلیل ان شاء الله تعالیٰ علی ان من العلماء من ضیق العطن واخذ بالتقلید فی کل مسئلة ومنع التحول الی غیر مذهبه ولو فی

مسئلة واحدة حتى ما يترجح له مذهب غيره. كهذا هو الملا احمد جيون في تفسيره قائلا: "و كما انه لايجوز الانتقال من مذهب الى مذهب آخر كذالك لايجوز ان يعمل في مسئلة على مذهب وفي اخرى على آخر لان العامي لاوجه له في هذا الباب واما العالم فالظاهر ان لاوجه له اليه الا العلم بان الامام الفلاني قد اخطأ في المسئلة الفلانية واصاب في الفلانية والامام الفلاني على عكس هذا كما ان يقرأ الحنفي الفاتحة عقيب الامام فانه لايجوز ان اعتقد انه قد اصاب الشافعي في ذالك بخلاف ابي حنيفة فانه باطل بالضرورة وان ظن ان دليل الشافعي وهو قوله عليه السلام لا صلوٰة الا بفاتحة الكتاب صريح في هذا المعنى فذالك موقوف على معرفة هذا الحديث ومعرفة هذا الحديث ومعرفة الحجج لابي حنيفة ومعرفة انه لا حجة اسبق من هذا وامثاله وذالك مما هو ليس من شان المقلد لان كل احد ينصب على طبق مذهبه دلائل وشواهد ولكل وجهة هو موليها وفوق كل ذي علم عليم اه بحروفه. قلت ايضا مامر في الشرط الثالث من ان يكون رجلا من اهل التقوى ويريد ان يأخذ نفسه بالحيطة الخ قيده في التفسير الاحمدي بما اذا امكن التطبيق قال:

غاية ما في الباب ان يعمل الصوفي بالاحوط مساغا لدفع الحرج وذالك فيما امكن التطبيق مثل ان لا ياكل الحنفية الارنب احتياطا فانه يجوز اذا ابو حنيفة يبيحها ولا يوجبها والشافعي ينكر اباحتها فانه لو لم ياكل يكون عملا على كلا المذهبين وان اكل يحتمل ان يقع في الحرام ويخالف مذهب الشافعي بخلاف ما اذا لم يمكن التطبيق كما في قرأة الفاتحة فان الشافعي يوجبها وابو حنيفة يحرمها فانه لايجوز للحنفي العمل على مذهب الشافعي من حيث انه مذهب الشافعي وان كان يجوز من حيث ان محمدا استحسنه لما عرفت اه وهذا كلام صالح ينبغي الاخذ به فالمتقي انما يجوز له العمل بغير مذهبه اذا امكن التطبيق والا فالحق ان يعمل بمذهبه قال العلامة الملا على القاري رحمه الله

"بل يجب على العامي حتماً ان يعين مذهبا من هذه المذاهب اما مذهب الشافعي رضي الله عنه في جميع الوقائع والفروع و اما مذهب مالك او مذهب ابي حنيفة او غيرهم ، وليس له ان ينتحل من مذهب الشافعي في البعض ما يهواه ومن مذهب غيره في الباقي مايرضاه لانا لو جوزنا ذلك لادى الى الخبط والخروج عن الضبط وحاصله يرجع الى تعيين التكليف لان مذهب الشافعي اذا اقتضى تحريم شيء ومذهب غيره اباحة ذلك الشيء بعينه او على العكس فهو ان شاء مال الى الحلال وان شاء مال الى الحرام فلا يتحقق الحل والحرمة وذالك باطل بالاجماع لان حفظ الدين واجب وذالك لا يحصل الا به فيكون واجبا لان مقدمة الواجب واجب بالاجماع فثبت ان تقليد المذهب الواحد واجب لان مقدمة الواجب واجب اه. كذا نقل عنه رحمه الله في الفتح المبين. قلت قوله بل يجب حتما ان يعين مذهبا من هذه المذاهب الخ. اى من هذه المذاهب الاربعة وتخصيص التعيين بمذهب من هذه الاربعة لان الامة قد اجمعت على اتباع لهذه الاربعة دون غيرها. ففي التفسير الاحمدي ما نصه، "لكن قد وقع الاجماع على ان الاتباع انما يجوز للاربع فلا يجوز الاتباع لابي يوسف ومحمد وزفر وشمس الائمة اذا كان قولهم مخالفا للاربع و كذا لايجوز

الاتباع لمن حدث مجتهدا مخالفا لهم" وفي الطحطاوي على الدرالمختار ما يلي: "من شذ عن جمهور اهل الفقه والعلم والسواد الاعظم فقد شذ فيما يدخله في النار فعليكم معاشر المؤمنين باتباع الفرقة الناجية المسماة باهل السنة والجماعة فان نصرة الله تعالى وحفظه وتوفيقه في موافقتهم وخذلانه وسخطه ومقته في مخالفتهم وهذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم في مذاهب اربعة وهم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون رحمهم الله تعالى ومن كان خارجا عن هذه الاربعة في هذا الزمان فهو من اهل البدعة والنار" فان كنت بعد في فرية من هذا فارجع البصر في الاقطار. هل ترى بغير هذه المذاهب عبدا او اثرا في دار من الديار "ثم ارجع البصر كرتين ينقلب اليك البصر خاسئا وهو حسير". قد اجتمعت الامة كما تلونا على الاتباع لهذه الاربعة فهل عسيت ايها القائل لم تكن هذه المذاهب في عهده عليه السلام ان تظن ان هذا السواد الاعظم قد اطبق على الضلالة. والعياذ بالله العزيز المتعال وقد قال الله تعالى: "ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولى ونصله جهنم وساء ت مصيرا" وقال عليه السلام: "لا تجتمع امتي على ضلالة" عن ابي عاصم في السنة من حديث انس بهذا اللفظ وعند الترمذي حديث ابن عمر: "لا يجمع الله هذه الامة على الضلالة ابدا" كذا في الدرالمنثور للسيوطي ان كنت تظن هذا فويل لك من خارق للاجماع ناكب طريق المسلمين هاو بنفسه في هوة من سجين والا فلا وجه للانكار بل لا بد من الاقرار بان كل هذه المذاهب حق اذ لا واسطة بين الحق والباطل لكن لامساغ للتخليط بين هذه المذاهب وذالك لمجرد التشهي لما مر من انه تلاعب بالدين ومن انه يؤدي الى الخيبة والخروج عن الطيبة ويرجع الى نقض التكليف وبالجملة فلزم رد هذا الباب والاخذ بالتقليد في كل الوقائع والفروع معين حفظا للشريعة لاسيما في هذا الزمان الذي يجتهد فيه كل غمر غر لا يعرف هرًّا من برٍّ فضلا ان يكون له راس بالفقه ظنا منه انه على هدى من ربه والامة مازالت في ضلال على تعاقب الاجيال نسأل الله السلامة لايقال لم يلتزم احد في الصدر الاول تقليد معين لانا نقول انما حكم العلماء بتقليد معين حفظا للدين لما كثرت العصبية بين الناس وأدت الى الدين عقارب الفساد من الوضع والكذب والدس فيه ماليس منه اما في ذلك الزمان فكان الدين مصونا عن الوضع والكذب متدرجا في الرقي موثوقا باهله لورعهم مأمونا عليهم من التقوّل والاختلاف فكان العامي يتلقى دينه عمن رآه فلما عبر ذلك القرن وآثل ت من غير من الناس الحمية كحمية الجاهلية الاولى وعدت في الدين المشاجرات على اهل الدين بتقليد معين من الائمة المجتهدين حتى صار الجميع في القرن الثالث يقلدون اماما من الائمة بعينه ووجب هذا النوع من التقليد في ذلك العصر. قال المحدث الشاه ولي الله الدهلوي في الانصاف: "وبعد المأتين ظهر فيهم التمذهب للمجتهدين باعيانهم وقل من كان لايعتمد على مذهب مجتهد بعينه وكان هذا هو الواجب في ذلك الزمان اه" قال الامام عبدالوهاب الشعراني قدس سره الرباني في الميزان: "يجب على المقلد العمل بالارجح من القولين في مذهبه مادام لم يصل الى معرفة هذه الميزان من طريق الذوق والكشف كما عليه عمل الناس في كل عصر" الخ ملتقطا. وقال الامام حجة الاسلام الغزالي قدس سره في الاحياء: "مخالفته للمقلد متفق على كونه منكرا

بين المحصلين. وفي شرح النقاية عن كشف الأصول للامام البزدوي: من جعل الحق متعددا كالمعتزلة اثبت للعامي الخيار من كل مذهب ما يهواه ومن جعل واحدا كعلماء نا الزم العامي اماما واحدا. وفي الملل والنحل: علماء الفريقين لم يجوزوا ان يأخذ العامي الحنفي الا بمذهب ابي حنيفة والعامي الشافعي الا بمذهب الشافعي. وفي عقد الجيد للمحدث ولي الله الدهلوي: المرجح عند الفقهاء ان العامي المنتسب الى مذهب له مذهب فلا تجوز له مخالفته. ولنورد بعض اقوال للسادة الشافعية على حدة مفيدة فيما نحن بصدده قال الامام جلال الدين السيوطي رحمة الله في الاشباه والنظائر: قال السبكي: اذا كان للحاكم اهلية الترجيح ورجح قولا منقولا بدليل جيد جاز ونفذ حكمه وان كان مرجوحا عند أكثر الاصحاب ما لم يخرج عن مذهبه وليس له ان يحكم بالشاذ الغريب في مذهبه وان ترجح عنده لانه كالخارج عن مذهبه فلو حكم بقول خارج عن مذهبه وقد ظهر له رجحانه فان لم يشترط عليه الامام في التولية التزام مذهب جاز وان شرط عليه باللفظ او العرف كقوله على قاعدة من تقدمه او نحو ذلك لم يصح الحكم لان التولية لم تشمله وافتى ابن عبد السلام بأن الحاكم المعلوم المذهب اذا حكم بخلاف مذهبه وكان له رتبة الاجتهاد او وقع الشك فيه فالظاهر انه لا يحكم بخلاف مذهبه فينقض حكمه. وقال الماوردي: اذا كان الحاكم شافعيا واداه اجتهاده في قضية ان يحكم بمذهب ابي حنيفة جاز ومنع منه بعض اصحابنا لتوجه التهمة اليه ولان السياسة تقتضي مدافعة استقراء المذاهب وتمييز اهلها. وقال ابن الصلاح: لا يجوز لاحد ان يحكم في هذا الزمان بغير مذهبه فان فعل نقض لفقد الاجتهاد في اهل هذا الزمان اه. فانظر في اقوال هؤلاء الاجلة كيف تحوطوا في حكم الحاكم بغير مذهبه فاجازه بعضهم بشرط لا يكاد يوجد ومنعه بعضهم مطلقا فما ظنك بالعامي الذي ليس من العلم في شئ. ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم. وقال جلال الدين المحلي في شرحه على جمع الجوامع: (و) الاصح انه (يجب) على العامي وغيره ممن لم يبلغ رتبة الاجتهاد (التزام مذهب معين) من مذاهب المجتهدين (يعتقده ارجح) من غيره (او مساويا) له ان كان فينفس الامر مرجوحا على المختار المتقدم اه. ويجدر بالذكر هنا ما قاله امامنا الاعظم ابو حنيفة النعمان رضي الله تعالى عنه وارضاه عنا وصية للامام ابي يوسف رحمه الله. قال رضي الله عنه لتلميذه لما ظهر منه الرشد والصلاح: يا يعقوب! وقر السلطان وعظم منزلته واياك والكذب بين يديه ..... الى قوله .... واذا عرض عليك شيئا من اعماله فلا تقبل منه الا بعد ان تعلم انه يرضاك ويرضى مذهبك في العلم والقضايا كيلا تحتاج الى ارتكاب مذهب غيرك في الحكومات الخ كذا في اتحاف الابصار والبصائر بتبويب الاشباه والنظائر. وموضع الدلالة في هذه المقالة لا يخفى على اولى النهى اذ ان ابا يوسف رحمه الله كان مقلداً لابي حنيفة رضي الله عنه في مذهبه مجتهداً فيه وليس مجتهدا مطلقا. ويقول الامام فليكن الختام اذ لا عطر بعد عروس. والحمد لله الملك المنعام. وهو تعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم وصلى الله على حبيبه السيد الفرد العلم واله وصحبه نجوم الاهتداء مصابيح الظلم وعلى من تبعهم باحسان الى يوم تحشر الامم.

حضرت کے جواب پر گہرائی سے نظر ڈالیں حضرت نے ثابت فرمایا کہ کسی بھی حنفی یا شافعی یا حنبلی یا مالکی کو اپنے مذہب

کو چھوڑ کر کسی مسئلے میں ہوائے نفسانی کی خاطر دوسرے مذہب پر عمل کرنا جائز نہیں خاص کے لئے کچھ شرطیں بیان کی گئی ہیں کہ کن صورتوں میں عمل روا ہے الغرض اس بحث کو کس طرح فقیہانہ انداز میں سپرد قرطاس فرمایا اور مسئلے کو واضح فرمایا فقاہت میں ادنی درک رکھنے والے پر واضح ہے پندرہ سے زائد کتابوں کے حوالے سے مسئلے کو واضح فرمایا جن کتابوں سے جزئیات آپ نے نقل فرمائے ان کتابوں کے نام جمع الجوامع، اتحاف الابصار والبصائر، الاشباہ والنظائر للسیوطی، الماوردی، المیزان الکبری، احیاء العلوم، جامع الرموز، الملل والنحل، عقد الجید، المستدرک، الدر المنثور، الانصاف فی بیان الاختلاف، التفسیرات الاحمدیہ، حاشیۃ الطحطاوی، المقاصد الحسنۃ، الفتح المبین، الدر المختار۔ تقلید کے باب میں ایسی نفیس اور جامع بحث ایک جگہ کہیں بھی ملنا مشکل ہے یہ حضرت کے تبحر علمی ہی کا نتیجہ اور خدا داد صلاحیتوں کا ثمرہ ہی کہا جائے گا جو حضرت نے ایسی جامع بحث یہاں فرمائی اور سائل کو ہمیشہ کے لئے مطمئن فرما دیا اس فتوے کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اردو زبان کے بنسبت عربی زبان میں فتوی لکھنا حضرت کے لئے زیادہ آسان تھا عربی زبان پر تو ایسی مہارت تھی کہ علماے عرب حضرت کی عربی دانی پر فدا تھے اس تعلق سے گفتگو کی جائے تو ایک الگ سے رجسٹر تیار ہو جائے گا۔

سائل نے ایک سوال حروف مقطعات کے تعلق سے کیا کہ خالد کا کہنا ہے کہ جب قرآن کے حروف مقطعات صوفیائے کرام مخصوص کر لئے تو عوام الناس باقی کلام کو جو پڑھتے ہیں تو گویا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کتوں کے سامنے ہڈی پھینکا جائے اور وہ اس پر جھپٹ کر آپس میں لڑنے لگے، تو ایسے قائل کے لئے کیا حکم ہے۔

اب حضرت کا جواب ملاحظہ فرمائیں کہ اس مختصر سے سوال کے جواب میں کیا کیا شقیں حضرت نے نکالی اور کس کس پہلو کو اجاگر کیا اور کتنے حوالہ جات سے جواب کو مزین فرمایا پہلے حضرت کا جواب پڑھیں حضرت فرماتے ہیں: خالد کا زعم فاسد ہے اور جس بات پر اس نے اپنے زعم کی بنا رکھی وہ خود فاسد ہے وہ متشابہات کو جن میں حروف مقطعات بھی شامل ہیں اصل قرآن سمجھ رہا ہے جبھی تو اس نے یہ کہا کہ عوام الناس جو باقی کلام کو پڑھتے ہیں اور بے چارہ خود قرآن عظیم کے اس ارشاد واجب الانقیاد سے بے خبر ہے جو آیات محکمات کو ام الکتاب فرما رہا ہے اور محکمات کو مدار کار بتا رہا ہے اور متشابہات کا مرجع انہیں محکمات کو ٹھہرا رہا ہے۔ قرآن عظیم کا ارشاد ہے: هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖۚ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَاۚ وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ یعنی وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری اس کی کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے وہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں گمراہی چاہنے اور اس کا پہلو ڈھونڈنے کو اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے۔ سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔ مذکورہ فرمان قرآن سے ظاہر ہے۔ وہ صاف صاف محکمات کو اصل کتاب ٹھہرا رہا ہے۔ تو محکمات قرآن عظیم پر وہ مثال دینا قرآن عظیم کی آیت گذشتہ کی تکذیب و مخالفت ہے اور یہ کفر ہے خالد پر اس سے توبہ و تجدید ایمان فرض ہے اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی ضرور۔ اور اس کا یہ کہنا کہ صوفیائے کرام جب قرآن کے حروف مقطعات مخصوص کر لئے متشابہات کے بارے میں مذہب معتمد سلف صالحین سے بے خبری

اور حروف مقطعات میں علماء کے کلام سے یکسر ناواقفی ہے سلف صالحین کا مذہب جو اکثر علمائے امت کا معتمد ہے وہ یہی ہے کہ متشابہ کی مراد قطعی اللہ ہی کو معلوم ہے اسی لئے امام سیوطی علیہ الرحمہ وامام جلال الدین محلی علیہ الرحمہ ودیگر مفسرین حروف مقطعات کے تحت "اللہ اعلم بمراده بذلك" لکھتے ہیں یعنی اللہ ہی اپنی مراد ان حروف سے جانے اور اسی لئے ہمارے ائمہ اعلام "وما یعلم تاویله الا الله" پر وقف فرماتے ہیں اور یہی مذہب صحابۂ کرام میں ابن عباس وابن مسعود وابی بن کعب کا ہے اور ابی بن کعب کی مصحف میں ہے "وما یعلم تاویلہ الا الله ویقول الراسخون فی العلم آمنا به" اور ایسا ہی عبدالرزاق نے معمر سے انہوں نے طاؤس سے انہوں نے ابن عباس سے روایت کیا اور مصحف ابن مسعود میں یوں تھا "ان تاویله الا عند الله" اصول الدین امام استاذ ابو منصور عبد القاہر بن طاہر تمیمی بغدادی علیہ الرحمہ میں ہے:

"واختلف اصحابنا فی ادراك علم تاویل الآیات المتشابهة فذهب الحارث المحاسبی وعبد الله بن سعید وابو العباس القلانسی الی ان المتشابه هو الذی لا یعلم تاویله الا الله وقالوا: منها حروف الهجاء فی اوائل السور وهذا قول مالك والشافعی واكثر الائمة ومن قال: بهذا وقف علی قوله: وما یعلم تاویله الا الله ثم ابتدأ من قوله: والراسخون فی العلم یقولون: آمنا به كل من عند ربنا........ وبه قال: ابن عباس وابن مسعود وابی بن كعب وفی مصحف ابی وما یعلم تاویله الا الله ویقول الراسخون فی العلم آمنا به وكذلك روی عبد الرزاق عن معمر عن طاؤس عن ابن عباس وفی مصحف ابن مسعود ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویله وان تاویله الا عند الله ثم قال: والراسخون فی العلم برفع الراسخین دون كسره وكل ذلك تاكید للوقف الذی اخترناه. الخ" منار امام علامہ عبد اللہ بن احمد حافظ الدین نسفی وشرح منار امام علامہ زین بن نجیم میں ہے: ''(واما المتشابه فهو اسم لما انقطع رجاء معرفة المراد منه) ای فی الدنیا كالصفات فی نحو الید والعین والافعال كالنزول ـــ ولا نزاع فی عدم امتناع الخطاب بما لا یفهم ابتلاء للراسخین بایجاب اعتقاد الحقیة وترك الطلب تسلیما وعجزا بل النزاع فی وقوعه. فالحنفیة نعم لقوله تعالی. وما یعلم تاویله الا الله ـــ (وحكمه اعتقاد الحقیة قبل یوم الاصابة) ای القیامة ـــ (وهذا كالمقطعات فی اوائل السور) مثل الم.." بالجملہ محکمات ہی اصل ومغز قرآن ہیں اور متشابہات میں مذہب معتمد جماہیر امت اعتقاد حقیت وترک تاویل ہے اور بعض علماء کے نزدیک متشابہ کی دو قسم ہے ایک وہ جسے محکم کی طرف پھیرنے سے اس کی مراد ظاہر ہو جائے اور ایک وہ جس کی معرفت کی طرف کوئی راہ نہیں۔ نہایہ ابن الاثیر ودر منثور سیوطی میں ہے: "المتشابه ما لم یتلق معناه من لفظه وهو علی ضربین احدهما اذا رد الی المحكم عرف معناه والآخر ما لا سبیل الی معرفة حقیقته" اس تقسیم کا بھی حاصل وہی کہ محکمات متشابہات کی اصل ومرجع ہیں اور حروف مقطعات بلاشبہ دوسری قسم میں داخل یعنی جن کے معنی قطعی کی معرفت کی راہ نہیں کہ یہاں محکم کی طرف پھیرنا متصور ہی نہیں کہ اصلا ان حروف کے مقابل محکم ہی نہیں تو خالد کا یہ کہنا کہ صوفیائے کرام مخصوص کر لئے غلط ومہمل ہے بلکہ افتراء ہے کہ حروف مقطعات کی یقینی مراد سوائے خدا اور رسول کے کسی کو معلوم ہی نہیں اور اعتقاد حقیت وتسلیم سب کو لازم تو دعویٰ خصوص باطل اور اس وہم عاطل کا منشاء غالباً حضرت مولوی مثنوی کے شعر۔ ''ما ز قرآن مغز را بر داشتیم'' کو اپنی اپنی لٹھ سمجھ سے الٹا سمجھنا ہے۔ وہ مغز قرآن محکمات کو فرما رہے ہیں نہ کہ برخلاف قرآن بزعم خالد متشابہات کو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اس جواب کو بغور پڑھیں اور حضرت کی فقہی بصیرت اور بالغ نظری کا جائزہ لیں پہلے کتنی جہتوں سے جواب کو مزین کیا ہے اور کتنے حوالے سے فتوے کو تقویت بخشی ہے قرآن کی ایک آیت نقل فرما کر قائل کے لئے شرعی حیثیت کو واضح کیا فرمایا: مذکورہ فرمان قرآن سے ظاہر ہے۔ وہ صاف صاف محکمات کو اصل کتاب ٹھہرا رہا ہے۔ تو محکمات قرآن عظیم پر وہ مثال دینا قرآن عظیم کی آیت گذشتہ کی تکذیب ومخالفت ہے اور یہ کفر ہے خالد پر اس سے توبہ وتجدید ایمان فرض ہے اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی ضرور۔ پھر صوفیائے کرام کے تعلق سے جو اس کا زعم فاسد تھا اس کے بارے میں فرمایا: اور اس کا یہ کہنا کہ صوفیائے کرام جب قرآن کے حروف مقطعات مخصوص کر لئے متشابہات کے بارے میں مذہب معتمد سلف صالحین سے بے خبری اور حروف مقطعات میں علماء کے کلام سے یکسر ناواقفی ہے سلف صالحین کا مذہب جو اکثر علمائے امت کا معتمد ہے وہ یہی ہے کہ متشابہ کی مراد قطعی اللہ ہی کو معلوم ہے۔ پھر اس پر امام سیوطی علیہ الرحمہ کے قول سے استدلال فرمایا۔ پھر آیات محکمات ومتشابہات ومقطعات کی کامل توضیح فرما کر تفسیر اور اقوال صحابہ سے اس کا صحیح حکم ظاہر فرمایا۔ پھر صوفیائے کرام کی طرف انتساب فاسد کی تردید فرما کر ان کے پاکیزہ دامن کو پراگندہ کرنے والے اچھے سے خبر لی اور تصوف وتفقہ کے حسین ربط اور سنگم کو اجاگر فرمایا اور یہ ثابت فرمادیا کہ تصوف اگر تفقہ کے بغیر ہوتا تو اس کا امکان تھا مگر ایسا نہیں کیوں کہ تفقہ کے بغیر تصوف زندیق کی راہ کو ہموار کرتا ہے۔

اسی طرح کچھ آیتیں اور احادیث ایسی نقل کر کے حضرت کی بارگاہ میں پیش کیا جس میں بظاہر کوئی اعتراض نہیں تھا مگر در پردہ بڑے بڑے اشکالات تھے آیتوں اور احادیث کے ظاہر سے یہ سمجھ میں آرہا تھا کہ اللہ کے بندوں سے استعانت نہیں کر سکتے ان سے دعا نہیں کرا سکتے وہ کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتے پتھر کی طرح منجمد ہیں، سائل نے آیات اور احادیث نقل کر کے صرف اس کا ترجمہ اور تشریح کا مطالبہ کیا یہ کہتے ہوئے کہ: "ہم لوگ ایک بار پھر بنارس بلکہ پورے ہندوستان کے علمائے اہل سنت وجماعت کو دعوت دیتے ہیں کہ اس کا ترجمہ وتفسیر بیان کریں اور آیت کریمہ ان الذین یکتمون ما انزل اللہ من الکتٰب ویشترون بہ ثمنا قلیلا اولئک ما یأکلون فی بطونہم الا النار ولا یکلمہم اللہ یوم القیامۃ ولا یزکیہم ولہم عذاب الیم کی وعید کے مستحق نہ بنیں۔ ہماری گزارشات کا جواب اشتہار کی صورت میں شائع کردیں تاکہ عوام بھی روشناس ہوجائیں۔

نوٹ:۔ اگر علمائے کرام نے اس کا تسلی بخش ترجمہ وتشریح نہ کیا تو ہم لوگ کثیر تعداد میں مسلک اہل حدیث کو قبول کرلیں گے"۔ وہ آیتیں اور احادیث جو سائل نے استفتا میں نقل کیا وہ سب مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)قل انی لا املک لکم ضرا ولا رشدا سورۃ جن، آیت ۲۱ (۲)قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ(۳)وقال ربکم ادعونی استجب لکم (۴)واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلہم یرشدون(۵)والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وہم یخلقون اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون(۶)یعلم ما بین ایدیہم وما خلفہم ولا یشفعون الا لمن ارتضی وہم من خشیتہ مشفقون(۷) ومن یقل منہم انی الٰہ من دونہ فذالک نجزیہ جہنم کذالک نجزی الظّٰلمین(۸)وقالوا اتخذ الرحمٰن ولدا سبحٰنہ بل عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول وہم بامرہ یعملون(۹)وان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ہو وان یمسسک بخیر فہو

علی کل شئی قدیر وهو القاهر فوق عباده وهو الحکیم الخبیر. احادیث نبویہ (۱) (فتوح الغیب مقالہ ۲۲) عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنه قال بینما انا ردیف رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذ قال یا غلام احفظ الله یحفظك احفظ الله تجده امامك فاذا سألت فاسئل الله واذا استعنت فاستعن بالله جف القلم بما هو کائن ولو جهد العباد ان ینفعك بشئ لم یقضه الله لك لم یقدروا علیه ولو جهد العباد ان یضروك بشئ لم یقضه الله علیك لم یقدروا فان استطعت ان تعمل لله بالصدق فی الیقین فاعمل وان لم تستطع فاصبر فان الصبر علی ما تکره خیراً کثیرا واعلم ان النصر مع الصبر والفرج مع الکرب وان مع العسر یسرا فینبغی لکل مؤمن ان یجعل هذا الحدیث مراة لقلبه وشعاره ودثاره وحدیثه فیعمل به فی جمیع حرکاته و سکناته حتی یسلم فی الدنیا والآخرة و تجد العزة فیهما برحمة الله (۲) عن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم انه لا یستغاث بی وانما یستغاث بالله طبرانی (۳) عن ابن عمر قال نهی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عن النذور وقال لا یرد شیئا ولکنه یستخرج به من مال البخیل بخاری (۴) عن ابن عباس ان رجلاً قال لرسول الله صلی الله علیه وسلم ما شاء الله وشئت وقال اجعلتنی لله نداً قل ما شاء الله وحده ابن ماجه نسائی مشکوٰة (۵) عن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یسأل احدکم ربه حاجته کلها به حتی یسأل الملح حتی یسأله شسع نعله ترمذی مشکوٰة

حضرت نے سب سے پہلے حکم شرع بیان فرمایا کہ: ''معین حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ہم اہل سنت و جماعت کسی نبی یا ولی کو معین حقیقی نہیں مانتے ہاں واسطہ وسیلہ اور عون الٰہی کا مظہر ضرور جانتے ہیں۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جناب رفیع تک ان نفوس قدسیہ کو وسیلہ بنایا ہے اور ہمیں ان سے توسل کا حکم فرمایا ہے۔ پھر توسل کے ثبوت میں دو آیتیں نقل فرمائی: وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ۔ وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ آپ اپنے رب کی طرف ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے''۔ پھر حضرت نے سوال میں منقول آیتوں اور احادیث کے تعلق سے فرمایا: ''اور جو آیات و احادیث درج سوال ہوئیں ان میں سے بعض کا یہ حال ہے کہ وہ اختیار ذاتی کی نفی کرتی ہیں جو ہمیں مضر نہیں۔ ہم بھی خدا کے سوا کسی کے لیے کوئی صفت ذاتیہ نہیں مانتے اور جو کوئی غیر خدا کے لیے کوئی صفت ذاتی بے عطائے الٰہی ثابت کرے اسے مشرک جانتے ہیں اور با عطائے الٰہی انبیا واولیاء کے لیے تصرف کی قدرت ثابت کرتے ہیں جس میں اصلاً کوئی محذور نہیں بلکہ وہ آیات و احادیث سے ثابت ہے۔ اور بعض آیات خاص مشرکین کے حق میں وارد ہیں۔ ہم پر منطبق نہیں یہ غیر مقلدوں اور وہابیہ دیابنہ کا افترا ہے کہ وہ ہم پر عبادت غیر اللہ کا الزام دھرتے ہیں''۔ پھر سوال میں درج پہلی دونوں کا آیت کا ترجمہ کرنے کے بعد فرمایا: ''ان دونوں آیتوں میں ذاتی کی نفی کی ہے اور اس کا قائل کوئی نہیں۔ اور استثنا بھی (مگر جو اللہ چاہے) سے اختیار عطائی ثابت ہے۔ یعنی جتنا اللہ چاہے مجھے اختیار دے تو بحمدہ تعالیٰ یہ آیت ہمارے لیے حجت ہے نہ کہ غیر مقلدوں کے لیے۔'' تیسری آیت کا ترجمہ کرنے کے بعد فرمایا: ''اس آیت کو مقام سے مس نہیں کیوں کہ غیر خدا سے کوئی دعا نہیں کرتا۔ بزرگان دین کو وسیلہ بنانا یا ان سے دعا کرنا اور بات ہے اور بزرگان دین سے عرض کرنا حقیقت میں ان سے دعا کی طلب ہے۔'' چوتھی اور پانچویں آیت کا ترجمہ کرنے کے بعد فرمایا: ''یہ آیت کفار اور ان کے بتوں کے بارے میں ہے۔

وہابیہ کی جہالت ہے کہ اسے عامۂ اہل سنت پر ڈھالتے ہیں اور یہ حماقت بالائے حماقت ہے کہ اس آیت کریمہ کو اولیائے کرام کے اوپر ڈھالیں اور اس سے انہیں بتوں کی طرح جماد محض ثابت کریں۔ اس کے رد کے لیے قرآن عظیم کا ارشاد: الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولاھم یحزنون (سن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کوئی خوف ہے نہ انہیں کسی بات کا رنج) کافی ہے۔ مرنے کے بعد کافر بھی جماد محض نہیں ہو جاتا بلکہ اس کی بھی روح زندہ رہتی ہے اور جسم پر جو عذاب ہوتا ہے اس کا ادراک کرتی ہے تو حیات اولیاء کا منکر ہونا عذاب جسمانی ثواب جسمانی سے منکر ہو کر ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھنا ہے۔" چھٹی آیت کا ترجمہ کرنے کے بعد استدلالا ایک روایت اپنی تائید میں نقل کی: "حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا یعنی وہ جو توحید کا قائل ہو آیت کریمہ سے فرشتوں کی شفاعت مسلمانوں کے حق میں شفاعت ہے پھر سیدالکائنات کی شفاعت کا کیا کہنا وہ سب سے افضل ہیں۔ اب وہی اپنے ایمان کی خبر لیں کہ اصل شفاعت کے منکر ہیں۔" ساتویں، آٹھویں اور نویں آیت کا ترجمہ کرنے کے بعد دو آیتوں سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اس آیت سے بھی ذاتی کی نفی ہوتی ہے اور عطائی کی نفی سمجھنا ضلالت وگمراہی ہے ورنہ قرآن منزل کو شفاء کہنا شرک ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ. اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔ اور شہد کیلئے فرماتا ہے: فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ. جس میں لوگوں کی تندرستی ہے۔ پھر سوال میں منقول حدیث کا ترجمہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "یہ حدیث بھی ہمیں مضر نہیں بلکہ اس میں بھی ہمارے لئے بحمدہ تعالیٰ حجت ہے کہ حدیث کے ارشاد: ولو جھد العباد ان ینفعوک بشئ لم یقضہ اللہ لک۔ الخ کے مفہوم سے صاف ظاہر کہ بعض منفعت ومضرت پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو قدرت دی ہے اور یہ مفہوم بلاشبہ معتبر بلکہ قرآن عظیم میں اس کی تصریح ہے۔ قال تعالیٰ: وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ. یعنی اگر اللہ تعالیٰ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نیکوں کے صدقہ میں دوسروں کی بلائیں بھی دفع فرماتا ہے"۔ اور دوسری حدیث کا ترجمہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "اس حدیث کے راویوں میں ابن لہیعہ متکلم فیہ ہے۔ اور اس حدیث کا صدر کلام نقل نہ کیا جس سے واضح ہوتا کہ یہ واقعہ عین ہے جس کیلئے عموم نہیں یا عام مخصوص ہے۔ ہم اس حدیث کا وہ فقرہ ذکر کریں جو ترک کیا گیا وہ یہ ہے: قال ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قوموا نستغیث برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ھذا المنافق فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اٹھو ہم اس منافق کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد چاہیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ الخ اور خلاصہ جواب اس حدیث سے یہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منافقین پر وحی الٰہی سے احکام مسلمانوں کے جاری فرمائے تھے۔ شاید حضرت صدیق اکبر نے اس کے قتل کی اجازت چاہنے کیلئے وہ جملہ کہا جس پر یہ ارشاد ہوا کہ اس معاملے میں اللہ سے استغاثہ کیا جائے مجھ سے نہ کیا جائے کہ اس معاملہ میں مجھے ابھی اختیار نہ ملا جس کا صریح مفاد یہ ہے کہ اس خصوص میں استغاثہ سے ممانعت فرمائی نہ کہ ہر جگہ عام ممانعت فرمائی اور واقعہ یہی ہے کہ سوال کا ادب یہ ہے کہ جس طرح خدا سے وہی مانگا جائے جو ممکن ہو اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے وہ مانگا جائے جو ان کے اختیار میں باعطائے الٰہی ہو اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث حقیقت امر کا بیان کر رہی ہے یعنی اگرچہ مجھ سے استغاثہ کرو لیکن حقیقت میں مستغاث اللہ ہی ہے"۔ اور اسے شفاء السقام کی ایک طویل عبارت نقل

فرما کر تقویت بخشی۔ مزید چار آیتوں سے اپنے مذہب حق کو اجاگر فرمایا۔ پھر تیسری حدیث کا ترجمہ کرنے بعد سائل کے زعم فاسد کا رد بلیغ فرمایا فرماتے ہیں: "یہ حدیث اصل نذر سے مانع نہیں بلکہ اس خیال کے ساتھ نذر سے مانع ہے کہ نذر قضائے الٰہی کو از خود پھیر دیتی ہے تو فی نفسہ یہ خیال ممنوع ہوا اور جو یہ فرمایا کہ اس کے ذریعے بخیل کا کچھ مال نکلتا ہے یہ بطور تمثیل فرمایا یعنی یہ شان بخیل کی ہے کہ کسی منفعت کے حصول یا کسی مضرت کے زوال پر نذر کو معلق کرے کہ بخیل بے حظ نفسانی خرچ نہیں کرتا تو اس میں خالصا لوجہ اللہ نذر کی ترغیب ہے نہ کہ اس سے ممانعت مگر کلمات علماء سے جو دور پڑتے ہیں وہ ایسے ہی گمراہ ہوتے ہیں کہ ایک حدیث کو دیکھ کر دوسری احادیث بلکہ آیات تک سے اندھے ہو جاتے ہیں کیا یہ آیت نہ پڑھی: وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهُ ۔ جو کچھ تم خرچ کرو یا جو منت مانو تو وہ اللہ کو معلوم ہے۔ اور یہ ارشاد نہ سنا: وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ ۔ اپنی منتوں کو پورا کریں۔ اور یہ فرمان نہ دیکھا: يُوفُونَ بِالنَّذْرِ ۔ منت کو پورا کرتے ہیں۔ اھ پھر اپنے ان جملوں میں ان کی خبر گیری فرمائی" اور حدیث پڑھتے پڑھاتے عمر گزری مگر یہ حدیث آنکھوں سے نہ دیکھی؟: عن عائشة ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال من نذر ان يطاع الله فليطعه ومن نذر ان يعصيه فلا يعصه رواه البخاري۔ "جس نے طاعت خدا کی منت مانی تو وہ اسکی اطاعت کرے اور جس نے نافرمانی کی منت مانی تو وہ خدا کی نافرمانی نہ کرے۔ چوتھی حدیث کا ترجمہ کرنے کے بعد تفصیلی جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "یہ حدیث مشکوٰۃ کی فصل ثانی میں حضرت حذیفہ سے دوسرے الفاظ سے ہے اور وہ الفاظ یہ ہیں: لاتقولوا ماشاء الله وشاء فلان ولكن قولوا ماشاء الله ثم شاء فلان۔ وفي رواية منقطعا: لاتقولوا ماشاء الله وشاء محمد وقولوا ماشاء الله وحده۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الاسامی ص ۴۰۸ مطبع مجلس برکات مبارکپور اعظم گڑھ)

اور نسائی میں بسند صحیح بطریق مسعر عن معبد بن خالد عن عبد اللہ بن یسار قتلہ بنت صیفی جہنیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے: ان يهوديا اتى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال انكم تندون وانكم تشركون تقولون ماشاء الله وشئت تقولون والكعبة فامرهم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذا ارادوا ان يحلفوا ان يقولوا ورب الكعبة ويقولون ماشاء الله ثم شئت یعنی ایک یہودی نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی بے شک تم لوگ اللہ کا برابر والا ٹھہراتے ہو۔ اور بے شک تم لوگ شرک کرتے ہو کہتے ہو کہ جو چاہے اللہ اور چاہو تم اور کعبہ کی قسم کھاتے ہو اس پر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم فرمایا کہ قسم کھانا چاہیں تو یوں کہیں رب کعبہ کی قسم اور کہنے والا یوں کہے: جو چاہے اللہ پھر جو چاہو تم۔

(نسائی باب الحلف بالکعبۃ کتاب الایمان والنذور حدیث ۳۷۸۲ مطبع دار الفکر بیروت)

ابن ماجہ شریف میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا حلف احدكم فلا يقل ماشاء الله وشئت ولكن ليقل ماشاء الله ثم شئت۔ جب تم میں کوئی شخص قسم کھائے تو یوں نہ کہے کہ جو چاہے اللہ اور آپ چاہیں ہاں یوں کہے کہ جو چاہے اللہ پھر آپ چاہیں۔

(ابن ماجہ ابواب الکفارات باب النہی ان یقال ماشاء اللہ وشئت ص ۱۵۳ مکتبہ تھانوی)

نیز ابن ماجہ نے یہی مضمون طفیل ابن سخبرہ برادر مادر ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا اور اسے روایت حذیفہ پر محمول فرما کر نحوہ فرمادیا اور حدیث حذیفہ ابن ماجہ شریف میں کسی قدر طول کے ساتھ یوں آئی: حدثنا هشام بن عمار

ثنا سفیان بن عیینۃ عن عبد الملک بن عمیر عن ربعی بن حراش عن حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ عنہما ان رجلا من المسلمین رأی فی النوم انہ لقی رجلا من اہل الکتاب فقال نعم القوم انتم لو لا انکم تشرکون تقولون ماشاء اللہ وشاء محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وذکر ذلک للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال اما واللہ ان کنت لا عرفھا لکم قولوا ماشاء اللہ ثم شاء محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی اہل اسلام میں سے کسی صاحب کو خواب میں ایک کتابی ملا وہ بولا تم بہت خوب لوگ ہو اگر شرک نہ کرتے کہتے ہو جو چاہے اللہ اور جو چاہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان مسلم نے یہ خواب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی فرمایا سنو! خدا کی قسم تمہاری اس بات پر مجھے بھی خیال گزرتا تھا۔ یوں کہا کرو جو چاہے اللہ پھر چاہیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (ابن ماجہ ابواب الکفارات باب النہی ان یقال ماشاء اللہ وشئت ص ۱۵۲ مکتبہ تھانوی)

ہم نے اس جگہ مشکوۃ ونسائی اور ابن ماجہ کی روایتیں درج کردیں جن سے ظاہر کہ مشکوۃ ونسائی کا حوالہ بالکل غلط ہے اور ابن ماجہ شریف میں خود بروایت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ما شاء اللہ ثم شئت کہنے کی رخصت آئی اور سوال میں جو حدیث سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے درج کی وہ مشکوۃ ونسائی میں نہیں ہے اور ابن ماجہ میں نہ دیکھی لھذا باب اور صفحہ کی نشاندہی کیجائے اور اس سوال والی حدیث کے معارض جو احادیث ہم نے ذکر کیں ان کا کیا جواب ہے؟ غیر مقلدوں اور وہابیوں سے پوچھا جائے؟ پانچویں حدیث کا ترجمہ کرنے کے بعد فرمایا یہ حدیث ہمیں کیا مضر اور یہ مشاہدہ ہے کہ وہابیہ اوروں کی طرح اشیاء ضروریہ کا دوسروں سے سوال کرتے ہیں پھر شرک سے کہاں مفر ہے اور زندہ اور مردہ کی تفریق محض بے سود نا معتبر ہے۔ کیا ان کے طور پر زندوں کیلئے قرآن وحدیث نے سنددی ہے کہ وہ خدا کے شریک ہوسکتے ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم اس جواب پر استاذ المحققین معتمد حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اپنے ان لفظوں میں تصدیق فرمائی: الجواب صحیح والمجیب نجیح: یہ مختصر جواب بہت مفید ہے اور بنظر انصاف مطالعہ کرنے سے ذریعہ ہدایت ہوگا۔

ایسے بہت سے ایسے مسائل ہیں جو حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے تحقیقات انیقہ سے مملو ہیں فتاویٰ تاج الشریعہ کا مطالعہ کریں تو ان گنت ایسی تحقیقات پر نظر پڑیگی جس سے حضرت کی ذات فقید المثال ثابت ہوگی اور ایسے بے شمار شواہد ملیں گے جن سے آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوگی اور آنے والی نسلوں کے لئے فن افتا میں مشق وتمرین کے لئے بلاشبہ نسخہ کیمیا ثابت ہوگا۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے علمی فیضان سے ہم تمامی اہل سنت کو تاحیات استفادہ کی توفیق رفیق عطا فرمائے اور حضرت کے درجات کو بلند فرمائے اور آپ کے مرقد کو بقعہ نور بنائے آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سید الانبیاء والمرسلین وآلہ وصحبہ وذریاتہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

***

''سرکار تاج الشریعہ کے فتاوے تحقیق کے آئینے میں''

مفتی ناظر اشرف قادری، دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور مہاراشٹر

باسمہ تعالیٰ وتقدس

سرکار تاج الشریعہ کے فتاوے تحقیق کے آئینے میں، یہ ایک ایسا سنگلاخ موضوع ہے جو مایبحث فیہ عن عوارضہ الذاتیۃ کا محتاج ہے۔ عوارض غریبہ سے ابحاث اہل علم کیلئے سمع خراشی کا باعث ہوگا۔ اور حقائق سے حجابات اٹھانے کیلئے ایک ایسے فرد فرید کی ضرورت ہے جو فقہ اور اصول فقہ اور اسکے نظائر علوم پر ید طولیٰ رکھتا ہو، اور اس کے مالہ وماعلیہ پر نظر غامض ہو اور فیہ ومافیہ پر مکمل طور پر واقف ہو تو وہ اس موضوع کو ہاتھ لگائے۔ اور مجھ ہیچمدان نے اس موضوع کا انتخاب اس لئے کیا کہ احباب کی خواہش کا احترام بھی ہوجائے اور فیضان الٰہی سے باب فقہ پر دستک دینے کی صلاحیت بھی پیدا ہوجائے، اور مرشدان عظام کے فیض وبرکات سے میں کس حد تک کامیاب ہو پایا ہوں اہل فقہا کی تنقیدات سے مجھے اپنے کمتری کا احساس بھی ہوجائے۔ اور مستقبل میں میری اصلاح کے اسباب بھی مہیا ہوجائیں۔ اور بس

سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان اس خاندانی طبیب حاذق کا نام تھا جو علوم عقلیہ ونقلیہ پر مکمل دسترس رکھتے تھے وہ علوم وفنون کے بحر ذخار تھے حقیقت تو یہ ہے کہ اس صدی میں ان کی ذات میں علوم اسلامیہ اور فنون لطیفہ کا ایک جہاں آباد تھا۔ جسکی وجہ سے پوری ملت طاہرہ انہیں وارث علوم امام احمد رضا قدس سرہ ماننے پر مجبور تھی، انکی علمی سطوت اور فقہی بصیرت کے آگے حل وحرم عرب وعجم کے شیوخ کی گردنیں جھک گئیں، اور سر خم ہوگئے۔ وہ آیات قرآن حکیم سے استدلال کے طرق بھی جانتے تھے۔ احادیث کریمہ، آثار صحابہ، تفاسیر تابعین وتبع سے اپنے مدعیٰ کا اثبات بھی فرماتے تھے۔ ان کو اجماع واتفاق، نقول واصول، اشبہ واوجہ، ارجح واصح، مرجوح ومردود، حق وباطل وغیرہا فقہی جزئیات اور اصولی اصطلاحات پر عبور حاصل تھا، اقوال ائمہ مجتہدین فی الشرع وفی المذہب پر بھی نظر دقیق تھی۔ اور اصحاب ترجیح وتخریج وتمیز کے درجات سے بھی آشنا تھے۔ مرور زمانہ کیوجہ سے اسباب ستہ میں سے کسی ایک کا انطباق کہاں ناگزیر ہے۔ اس پر بھی دستگاہ کامل تھی۔ حتیٰ المقدور عزیمت پر فتویٰ صادر فرماتے اور جہاں صعوبت کے مراحل سے گذرنا پڑتا اور کوئی صورت عزیمت کی نظر نہ آتی تو ایسی صورت میں رخص پر قلم کو جنبش دیتے۔

فقہ حنفی کا کیسا ہی لاینحل مسئلہ ہو، وہ چٹکیوں میں حل فرما دیتے، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ رب ذوالجلال والاکرام نے انھیں بھی اپنے اجداد کرام کیطرح فطرت فقہ پر پیدا فرمادیا تھا۔ وہ ہر حال میں دین حنیف کی خدمت کرنا چاہتے تھے، سفر میں ہو یا حضر میں، بیماری کی حالت میں ہو یا تندرستی میں اپنے متعینہ اوقات میں کتب فقہ کا مطالعہ فرماتے، اور تدریسی امور بھی انجام دیتے، اور ان علوم وفنون کی طرف بھی التفات فرماتے جن جن علوم وفنون کی ایک فقیہ بے بدل کو حاجت ہوتی ہے۔

میں نے بارہا مشاہدہ کیا ہے کہ بہت سے مسائل جن میں مفتیان کرام بحر ظلمات کے تلاطم میں تھپیڑے کھاتے، سرکار تاج

الشریعہ نے دو جملوں میں ایسا شافی جواب عنایت فرمادیا جس سے سرمو انحراف نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر مابین العلماء کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا اور آپس میں جنگ وجدال کی نوبت تک پہونچتی تو پہلے پہل رفع نزاع کیلئے دونوں کو تنبیہ فرماتے، اور تنبیہ نبیہ سے کام نہیں بنتا تو صلح وتصفیہ کا موقع عنایت فرماتے، اور اس کے باوجود کوئی عالم دوسرے پر حکم جڑ دیتا تو ان علماء کے باہمی مشورے سے حکم بنکر حکم مسئلہ کو واضح فرمادیتے، اور جو حکم مسئلہ نافذ فرماتے تو وہی شریعت حقہ قرار پاتا۔ اور عام عالم کے ماسواء جو بحر فقہ کا فقہی غواص ہوتا تو وہ غوطہ زنی کے بعد صدف سے وہی موتی نکالکر لاتے جو سرکار تاج الشریعہ نے تبسم ریزی کے ساتھ فرمادیا تھا یا قلم زد کردیا تھا، اور ایسے ہی کسی محبوب خدا جل علی کی طرف کسی قول مرجوح کا انتساب پاتے تو وہی فقہی لفظ استعمال فرماتے جسکو فقہائے اسلام نے یا مجتہدین اعلام نے انتساب فرمایا ہے۔ غالباً جدید لفظ کا انضمام غیر مناسب خیال فرماتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا کہ خدائے لم یزل ولایزال نے اہلسنت کے کشتی کے ناخدا ہونے کی حیثیت سے سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو ازل ہی میں انتخاب فرمالیا تھا یہی وجہ تھی کہ دقیق سے دقیق تر مسئلہ پر قلم حقیقت رقم کو جنبش دیتے تو وہ جمہور فقہائے کرام یا متکلمین عظام کے مسلک حق کے عین مطابق قرار پاتے۔ ان کی طرز تحریر آباء کرام کی روش لیئے ہوئے ہوتے۔ انکے فتاوے کی دو مطبوعہ جلدیں اسپر شاہد عدل ہیں۔ جس کی ایک زندہ اور تابندہ مثال سجدہ تحیت سے متعلق ہے۔

سائل نے سجدہ تحیت سے متعلق سوال کیا اور آغاز سوال میں تحریر کیا کہ سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ فتاوی رضویہ جلد ۹ قلمی میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ سجدۂ تحیت حرام ہے لیکن عندالتحقیق اس حد تک نہیں کہ قائل خلاف پر اندیشۂ کفر ہو، سائلین نے اس کے بعد تحریر کیا ہے "کیف وقد قال به سلطان الاولياء نظام الحق والدين رضى الله تعالىٰ عنه واستدل به بانه كان واجباً بالامر ثم نسخ الوجوب فبقى الندب"۔

جسکا خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا سلطان الاولیا محبوب الٰہی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا نے ارشاد ربانی واذ قلنا للملئكة اسجدوا لآدم (پ ا رکوع ۴) سے استدلال فرمایا ہے کہ "اسجدوا" فعل امر ہے اور امر اصل میں وجوب کیلئے آتا ہے۔ مگر معنی وجوب نہ بن سکے یا منسوخ ہوجائے تو ندب باقی رہتا ہے، یہ سیدنا محبوب الٰہی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا نے بربنائے اجتہاد فرمایا ہے۔ اور اگر مجتہد سے اجتہاد میں خطا ہوجائے تو مواخذہ نہیں بلکہ ایک گونہ اجر کا مستحق ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد صاحب لولاک ﷺ ہے "اذا حكم الحاكم فاجتهد فاصاب فله اجران واذا حكم فاجتهد ثم اخطأ فله اجر"

(بخاری شریف المجلد الثانی ص ۱۰۹۲)

اور امام فخر الدین رازی علیہ رحمۃ الباری کی تفسیر کبیر جزء ثانی ص ۲۴۳ ر ۲۴۴ سورۂ نساء میں ثبت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا نے سرکار شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کے فعل سے دلیل دیتے ہوئے کثرت اصداق سے منع فرمایا اور جب قریش کی ایک عورت نے اعتراض کیا اور آیت قرآنی "وآتيتم احداهن قنطاراً" سے دلیل دی تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رجوع فرمایا اور ارشاد فرمایا "امرأة اصابت ورجل اخطأ"۔

(ملخصاً من التفسیر الکبیر)

امام اہلسنت اعلیحضرت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ "اپنی ان ناپاکیوں کے ہوتے اپنے گریباں میں منھ نہیں ڈالتا اور

قرآن وحدیث فقہ واجماع ائمہ واولیاء پر ایک اور ملعون تہمت گڑھتا ہے جو لوگ سجدۂ تعظیمی کو منع کرتے ہیں وہ حضرت محبوب الٰہی اور ان کے پیران عظام کو جاہل وفاسق بنانا چاہتے ہیں لا الٰہ الا اللہ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذباً

(پ ۱۸ رکوع ۵)

یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں بڑی بات ہے جو ان کے منھ سے نکلتی ہے وہ تو نہیں کہتے مگر نرا جھوٹ۔

ہر عاقل مسلمان جانتا ہے نوع بشر میں عصمت خاصۂ انبیاء ہے نبی کے سوا کوئی کیسے ہی عالی مرتبے والا ہو ایسا نہیں جس سے کوئی نہ کوئی قول ضعیف خلاف دلیل یا خلاف جمہور نہ صادر ہوا ہو"۔

اور پھر چند سطور کے بعد رقمطراز ہیں کہ: قطعاً معلوم کہ اجماع امت کا توڑنے والا کم از کم فاسق۔ ائمہ میں کون ایسا ہے حتیٰ کہ صحابہ جن کا کوئی نہ کوئی قول مرجوح ہے۔ وہ معاذ اللہ نہ جاہل نہ فاسق۔ لیکن جو قول جمہور کے خلاف ان میں کسی کے قول مرجوح پر حکم یا فتویٰ دے وہ ضرور جاہل وفاسق ہے۔

تو حضرت سیدنا محبوب الٰہی اور انکے پیران عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم محبوبان خدا ہیں اور جواز سجدۂ تحیت کے جمہور اولیاء واجماع علماء وفقہ وحدیث وقرآن کے خلاف ہے مرجوح ومھجور اور ایسے قول کی سند سے یہ جو اس پر فتویٰ دے رہا ہے وہ جاہل وفاسق ضرور ہے الخ

(رسالہ الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیہ)

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ خطا کی دو قسمیں ہے (۱) خطاء عنادی، یہ مجتہد کی شان نہیں اور (۲) خطاء اجتہادی، یہ مجتہد سے ہوتی ہے اور اس پر عند اللہ اصلاً مواخذہ نہیں مگر احکام دنیا میں وہ دو قسم پر ہے۔ خطاء مقرر کہ اس کے صاحب پر انکار نہ ہوگا یہ وہ خطائے اجتہادی ہے جس سے دین میں کوئی فتنہ نہ ہوتا ہو جیسے ہمارے نزدیک مقتدی کا امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

دوسری خطاء منکر یہ وہ خطائے اجتہادی ہے جس کے صاحب پر انکار کیا جائیگا کہ اسکی خطاء باعث فتنہ ہے۔ جیسے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت سیدنا امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے خلاف اسی قسم کی خطاء کا تھا۔

(بہار شریعت حصہ اول امامت کا بیان بحوالہ فتاویٰ رضویہ جلد ۹ ، ص ۳۳۵ ، ۳۳۶)

حدیث رسول انام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے اجتہادی خطا کو خطا فرمایا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا نے اپنے حق میں "رجل أخطأ" فرمایا سیدنا امیر معاویہ رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ جو جلیل القدر صحابیٔ رسول اعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں کاتب وحیٔ خداوند قدوس جل علیٰ ہیں ان کیلئے خطا کا لفظ استعمال ہوا اور یہاں خطائے اجتہادی خطاء منکر مراد ہے۔ اسی طرح سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے فتویٰ میں خطا کا لفظ تحریر ہے یہ اسی قبیل سے ہے۔

سائلین نے سوال میں مدارج النبوۃ جلد اول کی عبارت پیش کی ہے "یک قسم دیگر است کہ آں را سجدۂ تحیت گویند ودر بعضے روایات فقہیہ رخصتے درآں واقع شدہ، مختار کراہت وحرمت است" پھر مجدد الف ثانی علیہ رحمۃ الباری کے مکتوبات کا حوالہ تحریر کیا گیا ہے، جس کے آخر میں ہے "ہر چند جمع (از فقہاء) تجویز ایں معنی نمایند اما حق تواضع ایشاں باید کہ تجویز معنی نکنند"۔

(مکتوبات جلد ۲ ص ۲۳۵ مکتوب ۹۲)

اس کے بعد سائل نے نمبر ا میں یہ سوال درج کیا کہ " زید سجدۂ تحیت کو حرام لکھتا ہے لیکن اس کے باوجود مجوزین سجدۂ تحیت سے میل ملاپ رکھتا ہے ان سے بائیکاٹ قطع سلام وکلام نہیں کرتا آیا زید کا شرعا یہ فعل قبیح ہے یا نہیں ؟ تو حضرت نظام الدین اولیاء اور بعض فقہائے کرام کو محترم اور قابل عظمت جاننا ان کے مزرات پر جانا ان کے ماننے والوں کو قابل عزت جاننا اور ان سے سلام وکلام کرنا کیسا ہے؟

سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے مطالعہ میں سائلین کی عبارتوں کے علاوہ وہ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی الزبدۃ الزکیہ تھی جس تحقیقی فتوی کے عوارض ذاتیہ' ادلہ اربعۃ' اور قول مفتی بہ ومرجح وصحیح وجمہور پر کامل نگاہ تھی بلکہ یوں کہا جائے کہ وہ تمام دلائل قاطعہ وبراہین ساطعہ کے حافظ تھے(کیونکہ انہوں نے الزبدۃ الزکیہ کی تعریب بھی فرمائی ہے)اس لئے انہوں نے جواب کی ابتداء میں رقم فرمایا کہ" سائلین نے جس قدر عبارتیں سوال میں نقل کیں ان سب کا حاصل یہی ہے کہ انبیاء واولیاء کو سجدۂ تحیت ناجائز وحرام ہے اور یہی صحیح ومختار ہے ۔اسکا خلاف خطاء ہے اور مفتی پر لازم ہے کہ وہ اسی قول پر فتوی دے جو صحیح ومعتمد ہو اور اسی پر عمل کرے درمختار میں ہے ۔واما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ وما صححوہ کما افتونا فی حیاتھم۔ (درمختار ا ص۱۸۰/۱۸۱)

اور فاضل مصری سیدی احمد طحطاوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ایک عبارت بطور شہادت پیش فرمایا پھر مزید استشہاد کے طور پر تحریر کیا الفتیاء بالقول المرجوح جھل وخرق للاجماع یعنی مذہب مرجوح پر فتوی دینا جہل اور اجماع کی مخالفت ہے۔ اسپر طحطاوی میں ہے بقولہ (جھل) ای من القاضی والمفتی بما نصوا علیہ من ذلک لا یعمل بہ .قولہ(خرق للاجماع) فھو باطل وحرام. (حاشیہ طحطاوی علی الدرالمختار ج اص ۵۰)

اسکے بعد ان عبارتوں کی توضیح سے حقیقت مسئلہ کی عقدہ کشائی فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ قول مرجوح پر فتوی دینا باطل وناجائز وحرام ہے الخ اور پھر اپنے جد کریم امام اہلسنت قدس سرہ کی سنت کریمہ پر عمل کرتے ہوئے رقم فرمایا کہ" اور حضرت محبوب الٰہی اور ان بعض فقہاء پر طعن جائز نہیں بلکہ ان کے ساتھ حسن ظن اور ان کا احترام لازم ہے کیونکہ عصمت خاصہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں ۔جیسا کہ امام اہلسنت علیہ والرحمۃ والرضوان کی ماسبق عبارت میں مفصل طور پر گذرا۔

اور ارشاد ربانی جل جلالہ ہے جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا تو جب قول مرجوح باطل ٹھہرا تو قول راجح کا حق ہونا ثابت ہوگیا کیونکہ باطل کے بالمقابل حق اور حق کے بالمقابل باطل قرآن حکیم کی آیت سے ظاہر۔ اسی لئے سرکار تاج الشریعہ نے تحریر فرمایا کہ "حسن ظن یہ ہے کہ ان حضرات سے اس مسئلہ میں خطاء(اجتہادی)ایسا ہوگیا نہ کہ انہوں نے دانستہ حق کو چھوڑا اور باطل کو اپنایا"۔

قربان جایئے سرکار تاج الشریعہ کے محتاط فتوی کی عبارت پر کہ انہوں نے جمہور ائمہ واولیاء وفقہاء کا حکم بھی تحریر کیا اور سرکار محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رضی المولی تعالی عنہ وارضاہ عنا کے ادب واحترام کو ملحوظ خاطر رکھا کہ طعن جائز نہیں اور حسن ظن و احترام لازم" یہاں لازم بمعنی فرض ہے۔اور اپنے وسعت مطالعہ اور دقت نظر کیوجہ سے صرف خطاء کا لفظ استعمال فرمایا جس سے عند الفقہاء خطائے اجتہادی مراد ومقصود ہوتا ہے۔جس پر بر بنائے اجتہاد اجر واحد کا استحقاق حدیث رسول انام علیہ افضل الصلوات والسلام سے ثابت ہے۔اور قول مرجوح کو فقہاء نے باطل کہا تو تاج الشریعہ نے صرف باطل ہی لکھا اپنی طرف سے غیر فقہی لفظ کا

اضافہ نہیں فرمایا اور قرآن حکیم میں باطل کے مقابل حق آیا ہے تو انھوں نے صرف حق کا لفظ ہی اپنی تحقیقی فتویٰ میں رقم فرمایا اس پر کچھ دوسرا لفظ استعمال نہیں فرمایا اور مزید فرمایا کہ "لہذا ان کے مزارات پر عقیدت سے جانے اور ان کے احترام میں مضائقہ نہیں اور ان کے وہ معتقدین جو اس مسئلہ میں بعد وضوح حق کہ ان کے ہم خیال نہیں ان سے میل وملاپ میں بھی حرج نہیں ہاں جو دانستہ ناحق پر مصر ہوں ضرور مستحق ترک ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب"

اور یہی سیدنا امام اہلسنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا کہ جو قول جمہور کے خلاف ان میں سے کسی کے قول مرجوح پر حکم یا فتویٰ دے تو وہ ضرور جاہل و فاسق ہے اور حضرت سیدنا محبوب الٰہی اور ان کے پیران عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم محبوبان خدا ہیں جس سے آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہوگیا کہ مجتہد فقیہ کیلئے حکم علیحدہ ہوتا ہے اور ناقل مفتی جو قول مرجوح پر حکم یا فتویٰ صادر کرے اس کیلئے حکم علیحدہ ہوتا ہے۔

مجتہد نہ جاہل نہ فاسق (فرعیات میں)

ناقل مفتی جاہل بھی اور فاسق بھی (جب قول مرجوح پر فتویٰ دے)

مجتہد کو باوجود خطا اجتہاد کا ثواب

ناقل مفتی کو قول مرجوح اختیار کرنے پر عتاب

مجتہد اپنے قول پر عمل کرے تو آثم نہیں (جب اجماع قطعی، قطعی الدلالۃ قطعی الثبوت نہ ہو)

ناقل مفتی مجتہد کے قول مرجوح پر عمل پیرا ہو تو آثم ہے

لہذا جب ناقل مفتی کیلئے یہ حکم سابق لاحق ہے تو قول مرجوح باطل و مردود پر عوام کالانعام حق کو دانستہ ترک کرکے سجدۂ تعظیمی پر مصر ہوں تو ان لوگوں پر عتاب خداوندی اور آثم ہونے میں کیا کلام؟ اسی لئے سرکار تاج الشریعہ نے فرمایا ہے کہ جو (عامی) دانستہ ناحق پر مصر ہوں ضرور مستحق ترک ہے لہذا مذکورہ فتویٰ طغویٰ سے مبرا و منزہ ہے۔ سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے نہ جزاف سے کام لیا ہے اور نہ ہی غیر شرعی طور پر کوئی ناشائستہ لفظ کا استعمال فرمایا ہے اور سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر استشہاد کیلئے یہ ایک جامع و مختصر اور ایک عظیم سرمایہ ہے جو الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیۃ کا عصر عصیر ہے ۱۲۔

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

***

نقشِ ششم

اخلاق وآداب، محاسن وکمالات

حضور تاج الشریعہ سے وابستہ کچھ یادیں

از: محمد حنیف خان رضوی شیرانی، سربراہ اعلیٰ: سنی تبلیغی جماعت شیرانی آباد

قاضی القضاۃ فی الہند، حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی نور اللہ مرقدہ کی ذات ستودہ صفات پوری دنیائے سنیت کے لئے اللہ رب العزت کی طرف سے ایک نعمت بے بہا تھی۔ خلاق ازل نے آپ علیہ الرحمہ کو گوناگوں خوبیوں سے نوازا تھا۔ حضرت علامہ رضا علی خاں بریلوی علیہ الرحمہ کے وقت سے چل رہی خانوادہ رضویہ کی علمی، فکری اور مسلکی خدمات کے آپ گویا واقعی امین تھے، جو علمی متانت، فکری اصابت اور مسلکی تصلب میں اپنے اجداد کرام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں، مفتی اعظم ہند مولانا مفتی محمد مصطفی رضا خاں بریلوی اور مفسر اعظم مولانا ابراہیم رضا خاں علیہم الرحمہ کے مذہبی علوم وفنون کے سچے وارث، باوفا امین اور بجا جانشین تھے۔

اللہ رب العزت نے حضور تاج الشریعہ کو غیر معمولی قبول عام عطا فرمایا تھا۔ آپ کا جس جگہ سے گزر ہوجاتا بلکہ جہاں سے گزرنے کی خبر بھی موصول ہوتی، ایک نظر دیدار کے لئے خلق خدا کا ہجوم اُمڈ پڑتا۔ من جانب اللہ ودیعت اس قبول عام پر اس وقت حتمی مہر ثبت ہوگئی جب آپ کے جنازے میں شرکت کے لئے دنیا کے کونے کونے سے آپ کے پروانے دو دن کی قلیل مدت میں اس طرح دیوانہ وار جمع ہوگئے کہ اب تک لوگوں کے لئے ناقابل یقین ہے اور دنیا پر نگاہ رکھنے والے بتاتے ہیں: اس سے پہلے تاریخ میں اتنا بڑا جنازہ نظر نہیں آتا۔ سچ ہے: {ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت سیجعل لھم الرحمن ودا} [سورہ مریم، ۹۶] بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے، عنقریب ان کے لئے رحمن محبت پیدا فرمادے گا۔

شیرانی آباد، راجستھان کے ناگور ضلع کی ایک مثالی بستی ہے جو صد فیصد صحیح العقیدہ مسلم آبادی ہونے کے ساتھ ساتھ شیرانی پٹھانوں کے ایک قبیلے پر مشتمل ہے۔ یہ قصبہ ناگور شہر سے ۷۰ کلومیٹر پورب کی جانب واقع ہے۔ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے کئی مرتبہ اس بستی کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے شرف یاب فرمایا اور ہر بار ایک بڑی تعداد آپ کے دامن کرم سے وابستہ ہوکر آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئی۔ آپ نے یہاں کے باشندوں سے خطاب بھی فرمایا اور انہیں اپنے مواعظ حسنہ سے نوازا۔ اس دوران یہاں کے باشندوں نے کھلے بندوں آپ کی ذات والا صفات سے صادر شدہ دو کرامتیں بھی دیکھیں، جن کا یہاں ذکر باعث افتخار ہوگا۔

پہلی بار جب آپ کی آمد ہوئی، قصبہ بڑی کھاٹو میں آپ علیہ الرحمہ کا تاریخی استقبال ہوا۔ بڑی کھاٹو شیرانی آباد سے تقریباً ۹ کلومیٹر کی مسافت پر واقع ایک قدیم تاریخی قصبہ ہے جس کا تاریخی نام "کوہ جنت" (۴۸۴) ہے۔ کھاٹو شریف سے شیرانی آباد تک ہزاروں لوگوں کی معیت میں آپ کا استقبالی جلوس شیرانی آباد پہنچا، اس موقع پر جلوس کی شان کے ساتھ عوام وخواص کا ایسا جوش عقیدت بھی دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔

چوں کہ عام حالات میں بھی بستی میں میٹھے پانی کی قلت تھی اور اس دوران اچانک ایک حادثہ یہ ہوا کہ بستی کا ایک کنواں جس کا پانی میٹھا تھا، نہ جانے اچانک کیا ہوا، اس کا پانی خراب اور بدمزہ ہو گیا بلکہ کچھ دنوں بعد اس میں زہریلے اثرات در آئے اور اسی وجہ سے اس سے سیراب ہونے والے کئی جانور مر گئے۔ حکومت کے نمائندوں نے اس حادثے کا راز جاننے اور پانی کو دوبارہ اپنی حالت پر لوٹانے کی اپنی سی کوششیں کیں لیکن کوئی کوشش کارآمد ثابت نہ ہوئی۔ اہل قصبہ نے حضور تاج الشریعہ کی اس آمد کو غنیمت سمجھا اور آپ علیہ الرحمہ کے حضور اپنی پریشانی پیش کی۔ آپ نے اطمینان سے تمام حالات سنے اور پھر ارشاد فرمایا سات کنووں کا پانی اکٹھا کیا جائے، آپ کے حکم پر اہل بستی نے سات مختلف کنووں کا پانی جمع کر کے آپ کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔ آپ نے ان پانیوں کے مجموعہ پر کچھ پڑھ کر دم کیا اور حکم دیا اس کو اس کنویں میں ڈال دو! ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ اس کا پانی کبھی خراب نہ ہوگا۔ خود بھی پیو اور جانوروں کو بھی پلاؤ! جب حضور تاج الشریعہ کا دم کردہ وہ پانی اس کنویں میں ڈالا گیا، دو تین دن کے بعد اس کنویں کا پانی پہلے کی طرح بالکل ٹھیک ہو گیا اور تب سے لے کر آج تک اس کنویں کے پانی سے کسی کو کوئی شکایت نہیں۔ گھر گھر پانی کی سپلائی کا سسٹم نافذ ہونے کے بعد آج کنووں کے پانی کی ضرورت کم ہو گئی ہے لیکن آج بھی وہ کنواں قصبے کے وسط میں واقع ہے اور شیریں ہے۔ حضور تاج الشریعہ کی اس کرامت کو ہزاروں لوگوں نے اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھا۔

دوسری بار جب آپ علیہ الرحمہ کی آمد ہوئی، اس وقت کھیتی باڑی کا موسم تھا۔ ہمارے علاقے میں کھیتی باڑی کا مکمل دارومدار موسمی بارش پر ہوتا ہے، اگر بروقت بارش برس گئی تو فصلیں کاشت کی جا سکتی ہیں، لیکن اگر ذرا دیر ہوئی یا بارش ہی نہ ہوئی تو بارہا کسانوں کو بڑا خسارہ ہوتا ہے۔ اس بار بھی شروع میں برسات ہوئی اور علاقہ کے کسانوں نے فصلیں بو دیں لیکن کاشت کے تقریباً ایک ڈیڑھ ماہ بعد تک کوئی بارش نہ ہوئی اور اسی وجہ سے فصلیں مرجھا گئیں، کاشت کاروں کے چہرے پھیکے پڑ گئے اور لوگ بارش کے لئے بالکل مایوس ہو گئے۔ اس وقت شیرانی آباد میں ایک جلسہ رکھا گیا تھا جس میں بڑے بڑے علمائے کرام اور مشائخ عظام تشریف لائے تھے۔ ہزاروں کا مجمع شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور تاج الشریعہ کے دیدار کا مشتاق تھا۔ جب آپ تشریف لائے، آپ کا شاہانہ استقبال ہوا۔ اس موقع پر آپ نے کرسی خطابت کو زینت بخشی اور تقریباً پون گھنٹہ تک عوام سے خطاب فرمایا۔ اپنے خطاب میں آپ نے عوام اہل سنت کو ایمان کی حفاظت اور مسلک حق اہل سنت و جماعت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت پر استقامت کی نصیحت فرمائی۔ حلقہ ارادت سے وابستگی کے ساتھ آپ نے تمام حاضرین کو نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی پر پُرزور تاکید فرمائی۔ اس موقع پر آپ نے اہل بستی پر شفقت فرماتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا: ''مجھے شیروانی آباد میں بہت سکون ملا''۔ اللہ تعالیٰ اہل شیرانی آباد پر اپنا فضل فرمائے۔ جب صلاۃ و سلام اور دعا سے فراغت ہو گئی، حاضرین میں سے کچھ حضرات نے بارش کے لئے دعا کی گزارش کی: حضور! ہمارے یہاں کئی دنوں سے بارش نہیں ہوئی جس کی وجہ سے کھیتیاں مرجھا گئی ہیں۔ آپ نے بارش کے لئے خصوصی دعا فرمائی اور پھر ارشاد فرمایا: ان شاء اللہ تعالیٰ جلد بارش ہوگی۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اسی صبح شاندار بارش ہوئی جبکہ پہلے سے نہ بارش کی امید تھی اور نہ بارش کے آثار۔ اس سال کسانوں نے ایک بات یہ بھی نوٹ کی کہ اس بارش سے سرسبز و شاداب ہونے والی کھیتیوں میں ہر سال کی بہ نسبت فصلیں زیادہ مقدار میں ہوئیں۔ یہ دونوں کھلی کرامتیں اہل شیرانی آباد کے ذہنوں میں آج بھی تازہ ہیں اور عام لوگ حضور تاج الشریعہ کو ان کی نسبتوں سے پہچانتے ہیں۔

حضور تاج الشریعہ کی ذات ستودہ صفات ہر حیثیت سے اپنا ایک مقام رکھتی ہے۔علمی متانت، ارشاد وہدایت، فضل وتقوی اور علم الفتوی، ہر ایک میں آپ کی جداگانہ شناخت تھی۔افسوس کہ یہ آفتاب ہدایت جس نے تقریباً نصف صدی تک دنیا کو اپنی شعاؤں سے منور رکھا، ۶ رذی القعدہ ۱۴۳۹ھ کو اس دار فانی سے خدائے پاک کی ابدی نعمتوں میں گم ہو گیا۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا شمار ان عالمی مبلغین اسلام میں ہوتا ہے جنھوں نے اپنی پوری زندگی تبلیغ دین کے لئے وقف کر رکھی تھی۔جوانی کے عالم میں جب سے آپ اپنے بزرگوں کی اس عظیم مسند پر متمکن ہوئے، تادم زیست پوری وفاداری کے ساتھ اس مشن سے وابستہ رہے۔اس فقیر قادری کو آپ علیہ الرحمہ کی جوانی سے لے کر بڑھاپے تک اور صحت کے ایام سے لے کر علالت کے حالات تک آپ کے لیل ونہار او ردینی مصروفیات کو سفر وحضر میں بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔

حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد ۱۹۸۳ء میں آپ راجستھان کے تبلیغی دورے پر تشریف لائے۔دہلی سے چوروٹرین کے ذریعہ آنا ہوا، مجھے اچھی طرح یاد ہے جب یہ اعلان ہوا کہ عنقریب آپ چورو ریلوے اسٹیشن پر پہنچنے والے ہیں، اہل ایمان اور اہل عقیدت کا ہجوم تھا، جو آپ کی زیارت کے لئے امڈ پڑا تھا۔ریلوے اسٹیشن پر آپ کا وہ پر تپاک استقبال ہوا، جو بہت کم لوگوں کا مقدر ہوتا ہے۔اسٹیشن سے قیام گاہ کے لئے کھلی کار میں آپ کا قافلہ جس شان کے ساتھ چل رہا تھا، دیکھنے والے اہل ہنود بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے یہ بندہ بہت بڑا بزرگ ہو سکتا ہے کہ جس کا چہرہ اتنا نورانی ہو وہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔

تکیہ تاجشاہی میں آپ کا قیام تھا،نماز ظہر کے بعد ظہرانہ سے فارغ ہو کر آپ نے آرام فرمایا، شب میں ایک عظیم الشان جلسہ تھا، جس میں ہزاروں کی تعداد میں عوام وخواص کا جم غفیر تھا۔جلسہ کی صدارت پیر طریقت حضرت سید مقصود صاحب قبلہ نے فرمائی۔ اس جلسہ میں آپ علیہ الرحمہ نے بہت عمدہ ناصحانہ خطاب فرمایا اور اسلامی احکام پر سختی سے عمل پیراں رہنے کے ساتھ بدمذہبوں سے دور رہنے کی بھر پور تاکید فرمائی۔صلاۃ وسلام سے فراغت کے بعد ہزاروں عقیدت مندوں نے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں آپ کے ہاتھوں بیعت کی اور داخل سلسلہ ہوئے۔

دوسرے دن آپ کا دورہ بیکانیر شہر اور اس کے مضافات کا تھا۔ٹرین کے ذریعہ آپ کا قافلہ بیکانیر کے لئے روانہ ہوا جس میں یہ فقیر بھی آپ کے ساتھ تھا۔روانگی کے کوئی پندرہ بیس منٹ بعد آپ نے اپنے مصاحب ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی سے فرمایا کہ فتاویٰ کی ڈاک میں سے کچھ فتوے مجھے دے دیں تاکہ جواب لکھ دوں۔ میں یہ دیکھ کر حیران تھا کہ چورو سے رتن گڑھ آنے تک آپ نے کئی ایک فتوؤں کے جوابات لکھ دیے جبکہ یہاں کے جغرافیہ سے واقف لوگ جانتے ہیں کہ یہ مسافت کل ۴۲ رکلومیٹر کی ہے۔ بے شک اس وقت ٹرینوں کی رفتار وہ نہیں ہوا کرتی تھی، جو آج ہے لیکن ظاہر ہے اگر ٹرین کی رفتار آج سے قدرے کم تھی تو اس وقت آپ کے پاس کوئی کتاب بھی تو نہ تھی جس سے استفادہ کرتے۔ سچ یہ ہے کہ حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے روحانی فیضان کی برکت تھی۔ جب رتن گڑھ اسٹیشن کراس ہو گیا اور آپ اپنے فتوؤں سے فارغ ہو گئے تب آپ نے اپنی سیٹ پر آرام فرمایا۔ بیکانیر شہر میں آپ کے دیوانے بہت شدت سے آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ جب ٹرین رکی، قطار در قطار عاشقوں کا ایک جم غفیر نظر آرہا تھا۔

بیکانیر کی جامع مسجد میں حضرت کا قیام تھا۔ دراصل بیکانیر کی یہ تاریخ ہے کہ جب کسی سلسلے کے کوئی بزرگ یہاں تشریف

لاتے ہیں تو ان کی شایان شان قیام گاہ جامع مسجد میں ہی ہوتی ہے۔حالانکہ کئی احباب نے اپنے اپنے دولت کدوں پر قیام رکھنے کا اصرار کیا مگر مولانا غلام فرید امجلی صاحب نے آپ کا قیام یہیں کروایا۔حضور تاج الشریعہ نے نماز مغرب کی امامت فرمائی، ہر ایک عاشق کی دلی تمنا تھی کہ حضرت کی اقتدا میں نماز پڑھے، پوری جامع مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔نماز مغرب کے بعد بہت سے حضرات داخل سلسلہ ہوئے۔عشاء کے بعد جامع مسجد کے سامنے ایک تاریخی جلسہ منعقد ہوا جس میں بیکانیر اور مضافات کے علاوہ ناگور شریف سے بھی کثیر عوام کی بھیڑ موجود رہی۔اس موقع پر ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کا خطاب بڑی اہمیت کا حامل تھا جس میں آپ نے حضور تاج الشریعہ کی ذات بابرکات کا اجمالی تعارف پیش فرمایا۔بعدہ آپ علیہ الرحمہ کرسی خطابت پر جلوہ افروز ہوئے اور علمائے کرام کی گزارشات پر اپنے نعتیہ دیوان سفینۂ بخشش سے کئی نعتیں ترنم میں پیش کیں اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے بھی کئی اشعار کی تشریح کی اور تقریباً ۵۰ منٹ تک مسلمانوں کے قلوب کو منور و مجلیٰ فرماتے رہے۔یہاں بھی صلاۃ وسلام کے بعد ہزاروں لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور داخل سلسلہ ہوئے۔دوسرے دن بیکانیر ضلع کے گھڑسانہ قصبے کا دورہ تھا۔وہاں کے احباب نے عوام کو پہلے اطلاع کردی تھی، اس لئے راستے میں آنے والے تقریباً تمام گاؤں اور قصبوں میں آپ کا پرتپاک استقبال کیا گیا اور صرف دوران سفر سیکڑوں کی تعداد میں لوگ داخل سلسلہ ہوئے۔ان علاقائی ملاقاتوں کے بعد ہمارے لئے سب سے زیادہ یادگار لمحات وہ ہیں جو دیار حبیب میں حضرت والا کی معیت میں گزرے۔

یہ ماہ ربیع النور شریف ۱۴۳۵ھ مطابق جنوری ۲۰۱۴ء کی بات ہے جب فقیر قادری کو دوسری بار عمرہ پر جانے کا شرف حاصل ہوا۔عمرہ سے فارغ ہو کر جب مدینہ منورہ پہنچے تو مسجد نبوی میں اچانک شہزادۂ فقیہ ملت حضرت مولانا مفتی محمد انوار احمد امجدی صاحب قبلہ سے ملاقات ہوگئی۔علیک سلیک کے بعد مفتی صاحب نے اطلاع دی کہ حضور تاج الشریعہ بھی عمرہ کے لئے تشریف لائے ہوئے ہیں۔ازیں قبل مکہ مکرمہ میں حضرت کے ایک عقیدت مند نے بھی یہ اطلاع دی تھی اور ساتھ ہی انہوں نے یہ تمنا ظاہر کی تھی کہ وہ حضرت سے مرید ہونا چاہتے ہیں۔اسی طرح تقریباً دس نوجوان تھے جو حضرت سے شرف بیعت چاہتے تھے، وہ سب بھی ساتھ ہو لیے۔تفتیش کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت مکہ شریف سے گزشتہ رات مدینہ شریف تشریف لاچکے ہیں۔جیسے تیسے آپ کی قیام گاہ کا پتہ معلوم کیا، آپ سوق بدر میں قیام فرما تھے، آپ کے ایک پاکستانی مرید کے ساتھ مل کر ابھی ہم سوق بدر میں تلاش کر ہی رہے تھے کہ ایک بڑے مکان سے حضور والا باہر تشریف لاتے دکھائی پڑے، ساتھ میں ممبئی کے کچھ احباب تھے، محترم یونس رضوی قریشی جو حضرت کے مرید اور خادم ہیں اور بیرون ملک کے اسفار میں اکثر حضرت کے ساتھ رہے ہیں، انہوں نے دور سے دیکھ کر پہچان لیا۔حضور تاج الشریعہ اپنی گاڑی میں سوار ہو رہے تھے کہ ہم پہنچ گئے، دست بوسی، مزاج پرسی اور رسمی گفتگو کے بعد میں نے عرض کیا: حضور! ہمارے یہاں کے دس نوجوان جو بسلسلہ روزگار یہاں آئے ہوئے ہیں، آپ کے دامن ارادت سے وابستہ ہونا چاہتے ہیں، آپ نے وہیں سب کو داخل سلسلہ فرمایا۔آپ کی مدینہ شریف میں عادت تھی کہ اکثر رات میں بارگاہ رسالت کی حاضری کے لئے تشریف لاتے۔ایک بار چار گاڑیوں کے ساتھ آپ کا قافلہ حاضری کے لئے روانہ ہوا، ہمیں بھی معیت کا حکم فرمایا، ہم نے سعادت مندی سمجھتے ہوئے لبیک کہا اور آپ کے نورانی قافلے میں شامل ہوگئے۔قیام گاہ سے سیدھے مسجد نبوی شریف حاضر ہوئے۔ہماری گاڑیاں باب جبریل پر جا کر رکیں۔ہم باب السلام سے داخل ہو کر آپ کے پاس پہنچنا چاہتے تھے اور حضرت باب جبریل سے

داخل ہوئے۔ جوں ہی آپ باب جبریل سے مسجد نبوی میں داخل ہونے لگے، پولیس والوں نے روکنے کی کوشش کی لیکن یونس بھائی نے کہا: ھذا الشیخ اکبر من الھند اورانہوں نے پھر کوئی مزاحمت نہیں کی۔ لیکن جب حضرت جنت البقیع شریف والی سائڈ مسجد نبوی کے صحن میں جلوہ افروز ہوئے، عوام نے آپ کو پہچان لیا اور رفتہ رفتہ خاصی بھیڑ جمع ہونے لگی۔ یونس بھائی بار بار تاکید کرتے رہے: آپ لوگ زیادہ ہجوم نہ کریں، یہاں کا ماحول الگ ہے، آپ کو بھی پریشانی ہوسکتی ہے اور حضرت کو بھی یہ لوگ پریشان کر سکتے ہیں لیکن خلق خدا تھی جو زیارت کے لئے بے چین تھی۔ اس دوران رات کے پچھلے پہر ریاض الجنۃ میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی اور اس کے بعد مواجہ شریف میں کوئی آدھا گھنٹہ تک نیاز مندانہ صلاۃ وسلام پڑھنے کا بھی موقع ملا۔ مدھم آواز میں جذبات عشق سے مغلوب ہو کر خراج عقیدت پیش کرنے کا وہ منظر اب تک نگاہوں میں گھومتا ہے۔ بارگاہ رسالت کی حاضری سے فراغت کے بعد بالترتیب افضل الخلق بعد الرسل سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بارگاہوں میں بھی خوب ہدیہ سلام عرض کیا۔ ہم نے دیکھا کہ حضور تاج الشریعہ نے اس موقع پر اپنے تمام حلقہ احباب وارادت کے لئے دعائیں کیں۔ اس نیاز سے فارغ ہو کر حضور والا باب جبریل سے واپس ہوتے ہوئے اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے اور ہم دست بوسی کر کے اپنے احباب کے ساتھ اپنے ہوٹل پہنچ گئے۔

مذکورہ ملاقاتوں کے علاوہ بھی بفضلہ تعالیٰ حضور والا کی بارگاہ میں کئی بار حاضری کا شرف ملا اور ہر بار ایک نیا لطف پایا۔ برادر طریقت فخر رضویت حضرت مفتی ولی محمد صاحب رضوی کی رفاقت میں کئی بار کئی مقامات پر حضرت کا فیض حاصل کیا اور حضرت والا نے بھی بے پناہ محبتوں کے ساتھ اپنی خلافت سے نوازا۔ آج حضرت کے بعد شدت کے ساتھ اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ وہ مبارک لمحات، یقیناً زندگی کی بہت بڑی سعادت تھے۔ مولائے کریم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہمیں بعد وصال بھی آپ کے روحانی فیوض وبرکات سے مالامال فرمائے۔ آمین!

***

حضور تاج الشریعہ: کچھ یادیں کچھ باتیں

{تاج الشریعہ علیہ الرحمہ اور میری زندگی کا تابندہ باب}

مفتی عزیر عالم رضوی، دار العلوم اہلسنت تدریس الاسلام بسڈیلہ، سنت کبیر نگر

۱۹۸۸ء میں رمضان خیر گزرنے کے بعد وطن مالوف سے دارالافتا منظر اسلام بریلی شریف حاضر ہوا ان دنوں دارالافتا کی ذمہ داری اس ناتواں کاندھے پر تھی مرکزی دارالافتا بریلی شریف کیطرف سے ایک فتویٰ برائے تصدیق آیا جسے حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ والرضوان نے تحریر فرمایا تھا فتویٰ دیکھا ایک مصرع کے تعلق سے سوال کیا گیا تھا (محبوب خدا کے سوا کہنا کیسا ہے) سائل بہت ہی شاطر تھا خاندانی رنجش بڑھانا چاہتا تھا ہوا یہ کہ حضرت ریحان ملت حضرت رحمانی میاں علیہ الرحمہ والرضوان کا وصال ۱۷ ررمضان المبارک کو ہوا تھا اسی تاریخ کو حضرت سبحانی میاں زیب سجادہ کیطرف سے ہر سال سترہ رمضان المبارک کو تقریب سعید ہوتی ہے قیصر وارثی لکھنوی کی شرکت ہوئی انہوں نے اپنے مرشد رحمانی میاں علیہ الرحمہ والرضوان کی شان میں منقبت پیش کی جسکا ایک مصرع یہ ہے "محبوب خدا کے سوا کہیے" اور اس سائل نے پوری نظم سے آنکھ چرالی اور سیاق وسباق کو دیدہ ودانستہ چھوڑ کر صرف ایک مصرع محبوب خدا کے سوا کہیے کے تعلق سے سوال کیا حضور تاج الشریعہ نے حکم شرع بیان کیا میں نے فرستادہ سے کہا کہ حضرت سے کچھ عرض کرنا ہے اسی دن عصر کی نماز کے بعد دست بوسی کے وقت فرمایا آپ نے میرے فتویٰ پر دستخط نہ کیا؟ میں نے عرض کیا حضور کچھ عرض کرنا ہے اپنے متعلقین کے ہمراہ کاشانہ اقدس میں جلوہ فگن ہوئے فرمایا کیا کہنا ہے میں نے عرض کیا کہ حضور اس قسم کے اشعار آپکے داداجان امام احمد رضا قدس سرہ کے دیوان میں پائے جارہے ہیں سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ حضور غوث اعظم کی شان میں ارشاد فرماتے ہیں ؎

الوہیت ونبوت کے سوا تو ۔۔۔ تمام افضال کا قابل ہے یا غوث
نبی کے قدموں پر ہے جزء نبوت ۔۔۔ ختم اس راہ میں حائل ہے یا غوث
صحابیت ہوئی پھر تابعیت ۔۔۔ بس آگے قادری منزل ہے یا غوث

میں نے عرض کیا کہ حضور یہ اجمال ہے اسکی تفصیل مابعد اشعار میں کی گئی ہے دیر تک علمی بحثیں ہوتی رہیں ادھر مغرب کی اذان ہوگئی سب نماز کو چلے حضرت کی اقتدا میں نماز ادا کی گئی بعد نماز میں کمرہ میں آگیا دوسرے دن فاضل معقولات علامہ نعیم اللہ خان صاحب صدر المدرسین جامعہ رضویہ منظر اسلام نے فرمایا کہ حضرت سے کچھ باتیں ہوئی ہیں میں نے عرض کیا کچھ علمی بحثیں ہوئی تھیں آپ نے فرمایا کہ حضرت نے یاد فرمایا ہے میں نے کہا حاضر ہوتا ہوں، اسی دن عصر کی نماز حضرت کی اقتدا میں ادا کرنے کے بعد حضرت علامہ نعیم اللہ خان صاحب کے ہمراہ حاضر بارگاہ ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ کل کی بحث سے آپکو تکلیف پہونچی ہو تو معاف کردیں میں نے عرض کیا کہ حضور میرا کوئی جملہ بار خاطر ہوا ہو تو معاف فرمائیں، پھر چائے نوشی ہوئی شہزادہ تاج الشریعہ

مخدوم گرامی وقار حضرت علامہ سبحان رضا خان صاحب بھی تشریف رکھتے تھے حضرت نے داخل سلسلہ فرما کر جملہ سلاسل کی اجازت عطا فرمائی الحمد علی ذلک حمداً کثیراً۔ حضرت نے پہلے دستی سند سے نوازا پھر طباعت شدہ سند سے اعزاز بخشا افسوس دستی سند نہیں مل رہی ہے اور چھپی ہوئی سند میں حضرت کے دست اقدس سے احقر کا نام لکھا ہے حضرت کی تحریر بہت ہی خوبصورت تھی حضرت اپنی ہتھیلی میں رکھ کر فتاوی تحریر فرماتے کاغذ کے نیچے کچھ نہ ہوتا رب تعالیٰ نے حضرت کو بہت ساری خوبیوں سے نوازا تھا ان میں سے تفقہ میں تو اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے کسی مسئلہ میں حضرت نے یہ فرمایا کہ یہ ہونا چاہئے تلاش بسیار کے بعد راجح و مفتیٰ بہ وہی قول ملتا جسے حضرت نے فرمایا کہ یہ ہونا چاہئے حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے علوم کے وارث حضور مفتی اعظم ہند کے سچے جانشین تھے انکا زہد وتقویٰ مسلم اور انکی حق گوئی سے حضور مفتی اعظم ہند کی یاد تازہ ہوتی تھی مداہنت کو جگہ نہ دی مخالفت کے باوجود پائے استقلال میں جنبش نہ آئی بڑے سے بڑے کو انکی رہبری کی سچائی پر ناز و اعتماد تھا شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ دیوبندیوں کو مباہلہ کا چیلنج دیتے ہیں تو مباہلہ کے لئے حضرت کو پیش پیش رکھتے ہیں مقالات شارح بخاری میں تحریر فرماتے ہیں۔

دعوت مباہلہ: ''اتمام حجت کے لئے میں سارے دیوبندیوں کو بطریق شرعی دعوت مباہلہ دیتا ہوں ہماری طرف سے مباہلہ کرنے کے لئے ہمارے موجودہ وقت کے سب سے بڑے مقتدا جانشین مفتی اعظم ہند حضرت علامہ اختر رضا خان صاحب قبلہ ازہری مدظلہ العالی ہوں گے اور دیوبندیوں کی طرف سے انکے سب سے بڑے عالم دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث ہونگے''۔

[مقالات شارح بخاری، ج ۲، ص ۲۲۳]

حضرت چلتے پھرتے شعر گنگناتے اشعار خود بخود بحر میں آجاتے حضرت میں آمد ہی آمد تھی آورد نام کا کچھ نہ تھا حضرت کی طبیعت موزوں تھی اور حضرت کی خرد نوازی کا یہ عالم تھا کہ بائسی پورنیہ کے پرفیض دورہ پر میں نے گزارش کی کہ حضرت میرا گاؤں بیرگاچھی یہاں سے قریب ہے اتنا ہی کہنا تھا کہ حضرت نے مولانا عبد النعیم عزیزی صاحب سے فرمایا کہ بیرگاچھی چلنا ہے۔ حضرت میرے گھاس پھوس والے غریب خانہ پر دو چار گھنٹے گزار کر میری دل جوئی فرمائی اور دعائیں دیں۔ یہ میری بہت بڑی سعادت مندی ہے، خدا انکے فیوض و برکات جاری رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

***

حضور تاج الشریعہ - کچھ یادیں، کچھ باتیں

مفتی محمد افضال رضوی، مرکزی دارالافتاء، ۸۲ رسوداگران، بریلی شریف

اختر قادری خلد میں چل دیا
خلد وا ہے ہر اک قادری کے لئے

۶ رذی قعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰ رجولائی ۲۰۱۸ء بروز جمعہ بوقت مغرب عالم اسلام خصوصاً غلامان سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ پر غموں کا جو پہاڑ ٹوٹا ہے وہ بھولا جانے والا حادثہ نہیں ہے۔ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے وصال سے پوری دنیائے سنیت یتیم ہوگئی۔ ہر عاشق کی آنکھ اشکبار، ہر گھر سوگوار اور ہر طرف ایک ہو کا عالم ہے۔ جو جہاں ہے، وہیں بےقرار ہے۔

حضور تاج الشریعہ کے وصال کی خبر سوشل میڈیا پر جیسے ہی وائرل ہوئی، عالم اسلام میں کہرام مچ گیا۔ مساجد کے مائکوں سے اعلان ہونے لگے۔ بریلی شریف میں سرکار تاج الشریعہ کا وصال ہوگیا۔ یہ خبر سنتے ہی ہر سنی کی زبان پر یہی صدا تھی۔ اب کیا ہوگا۔ ہائے تاج الشریعہ چلے گئے۔ ہائے تاج الشریعہ وصال فرماگئے۔ سنیوں تم سب یتیم ہوگئے۔ پھر کیا تھا، ہر آنکھ اشکبار اور ہر دل بےقرار ہوگیا۔ اب ہر عاشق کی یہی تمنا تھی کہ کاش جنازے میں شرکت کی سعادت مل جائے اور سرکار تاج الشریعہ کے آخری دیدار کا شرف حاصل ہوجائے۔

۵ رذی قعدہ، ۱۹ رجولائی بروز جمعرات کو حضور تاج الشریعہ مشن ہاسپٹل سے گھر تشریف لے آئے تھے، ساری رپورٹیں نارمل تھیں۔ میں بھی پروگرام کے لئے نکل گیا تھا۔ ۶ رذی قعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰ رجولائی ۲۰۱۸ء بروز جمعہ مدھیہ پردیش کے ضلع انوپ پور کی تحصیل کوتما بسوئی میں تھا۔ بعد مغرب میرے پاس فون آنا شروع ہوگئے کہ حضرت کی طبیعت کیسی ہے؟ میں نے کہا: الحمدللہ بہتر ہے۔

اتنے میں علامہ عبدالمصطفیٰ صاحب ردولوی کا فون آیا، میں نے وہی کہا کہ طبیعت بہتر ہے، انہوں نے فرمایا، بریلی شریف سے تحقیق کرلیں۔ میں نے فون کیا، جواب سنتے ہی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ دل پر غموں کا پہاڑ ٹوٹ گیا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ موبائل بند کردیا، ایک ڈیڑھ گھنٹہ گم سم بیٹھا رہا، سمجھ میں نہ آیا کیا کروں، کیونکہ میرا سب کچھ لٹ چکا تھا۔ بریلی شریف جلد پہنچنے کے لئے گاڑی کے انتظام کے لئے کہا: گاڑی آئی، میں اور میرے ساتھ حضور تاج الشریعہ کے مرید مولانا محمد محفوظ، محمد مختار اور سیف الدین وغیرہ بسوئی کوتما سے دس بجے رات کو چل دیے۔ مسلسل چلتے ۱۸ رگھنٹے میں بروز ہفتہ ۴ ربجے دن بریلی شریف پہنچ گئے۔ دوران سفر ہی عاشقان تاج الشریعہ کے جم غفیر کی بریلی شریف میں موجودگی کی خبریں مل رہی تھیں کہ آخری دیدار کرنے والوں کا تانتا لگا ہوا ہے۔ کئی کئی کلومیٹر تک زائرین کی لائنیں لگی ہوئی ہیں۔ انجینئر حاجی محمد توقیر احمد ککلوی کا فون آیا کہ الحمدللہ دو تین گھنٹے لائن میں لگنے کے بعد سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا آخری دیدار نصیب ہوگیا۔ اسی وقت

میرے دل کی زبان سے نکلا: ''حضور کیا مجھے زیارت نصیب ہوگی'' ہمیشہ آپ نے کرم فرمایا ہے کیا اب محروم رہوں گا۔ گھر پہنچنے پر غسل کیا، نماز پڑھی پھر اپنے مشفق کریم، استاد اور شیخ اجازت کے دیدار کے لئے نم آنکھوں اور بوجھل قدموں سے نکل پڑا۔ جس راستہ پہ جاؤں، وہاں انسانوں کی بھیڑ موجود، لائنیں لگی ہیں۔ آخری دیدار کے شوق میں عاشق کھڑے ہیں، بارش ہورہی ہے، دیوانے کھڑے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ روڈ پر کمر کمر پانی چل رہا ہے، مگر دیوانوں کی دیوانگی سرفراز، آخری دیدار کی تمنا ہر مصیبت سے بخوشی نبرد آزما ہے۔ میں راستہ چھوڑ کر پتلی پتلی گلیوں سے ہوتا ہوا کسی طرح ملوکپور پولیس چوکی پہنچا۔ ڈیوٹی پر موجود داروغہ نے روک دیا۔ دل سے ہوک نکلی، آنکھوں سے اشک رواں، زبان سے نکلا ''سرکاری کیا میری آنکھیں محروم رہیں گی'' ابھی حضور تاج الشریعہ کو پکارا ہی تھا کہ وہاں موجود لوگوں نے مجھے دیکھ لیا اور آگے لے لیا۔ ایسا لگا کہ سرکار نے ان کو بھیج دیا۔ ع

دل سے جو آہ نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

پھر کسی بیریر پر مجھے نہ روکا گیا۔ پھر بیریر والا مجھے دیکھتے ہی کہتا، آئیے مفتی صاحب، شکریہ کہتا ہوا آگے بڑھ جاتا۔ اسی دوران قصبہ سید پور ضلع بدایوں کے مشہور عالم دین عاشق تاج الشریعہ مولانا محمد شان عالم صاحب نے مجھے دیکھ لیا۔ وہ بھی میرے ساتھ ہو لیے۔ میرا چھوٹا بیٹا محمد عاقب رضا متعلم جامعۃ الرضا (جس کے لیے سرکار تاج الشریعہ نے مجھ سے فرمایا تھا، اس کو عالم دین بنانا) میرے ساتھ تھا۔ جیسے تیسے در دولت تک پہنچ گئے، اندر گئے، دیکھا جنازہ شریف کمرے میں ہے اور زیارت کھڑکی سے کرائی جارہی ہے۔ کھڑکی سے زیارت کرکے آگے بڑھنے کو تھا، اتنے میں میرے لئے دروازہ کھلا میرا بیٹا محمد عاقب رضا اور مولانا شان عالم اندر کمرے میں داخل ہوگئے۔ اندر پہنچتے ہی میری حالت غیر ہوگئی۔ جنازہ شریف کے پاس کھڑا ہوں، آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ چہرہ مبارک پر نظر جمی ہے، اس سے نورانی کرنیں پھوٹتی محسوس ہورہی ہیں اور میرے مشفق مربی کی مجھ خاکسار پر بیشمار کرم فرمایاں ایک ایک کرکے یاد آرہی ہیں۔ دل سے ہوک اٹھ رہی ہے کہ حضور اب کرم فرمائی کون کرے گا؟

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی حیات ظاہری میں جب ملنے جاتا، سلام کرتا، مزاج پرسی کرتا تو حضور مسکرا کر فرماتے: ''افضال ہورہا ہے'' حضور کی عادت کریمہ تھی کہ مجھ سے ''خیریت'' معلوم کرنے کے بجائے فرماتے ''افضال ہورہا ہے'' میں عرض کرتا: جی حضور افضال ہورہا ہے اور آپ کی دعا سے افضال ہمیشہ ہوتا رہے گا۔

شعبان ۱۴۲۷ھ مطابق ستمبر ۲۰۰۶ء میں سرکار تاج الشریعہ سے مزار شریف کی گلی میں بعد عصر ملاقات ہوئی۔ حضور مزار شریف سے حاضری دے کر تشریف لا رہے تھے اور میں حاضری دینے جا رہا تھا۔ میں نے سلام کیا۔ حضور نے جواب دے کر فرمایا: ''مولانا افضال'' میں نے عرض کیا: جی حضور، فرمایا: آؤ، میں ساتھ چل دیا، ڈرائنگ روم میں پہنچ کر فرمایا، کیا کرتے ہو؟ عرض کیا: پڑھاتا ہوں، فرمایا: کتنے دنوں سے؟ عرض کیا: چودہ سال سے، پھر حضور خاموش ہوگئے، میں نے عرض کیا: حضور کا کوئی حکم ہے؟ فرمایا: ہاں، میں چاہتا ہوں کہ تم دارالافتاء میں بیٹھ کر کام کرو۔ میں نے عرض کیا: ٹھیک ہے، حضور شوال سے بیٹھ جاؤں گا۔

۷ رشوال المکرم ۱۴۲۷ھ مطابق یکم نومبر ۲۰۰۶ء سے مرکزی دارالافتاء میں بحکم حضور تاج الشریعہ فتاوی نویسی کے لئے حاضر ہوگیا۔ ۷ رشوال ۱۴۲۷ھ سے لے کر ۶ رذی قعدہ ۱۴۳۹ھ تک مسلسل حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی زیر نگرانی خدمت دین کرتا

رہا، اور حضور میری ہر پریشانی کو دور کرتے رہے۔

اکتوبر ۲۰۰۸ء میں درگاہ سرکار اعلیٰ حضرت سے تقریباً پانچ سو میٹر جانب مغرب ایک مکان خریدنے کی بات ہوئی۔ بعد نماز عشاء شہزادۂ سرکار تاج الشریعہ علامہ عسجد رضا خان صاحب قبلہ کے ہاتھ سے بیعانہ دیا، صبح کو دارالافتاء آیا، یوسف کا فون آیا کہ حضرت بلا رہے ہیں۔ حاضر خدمت ہوا، سلام کیا، جواب دیا، پھر مسکرا کر ارشاد فرمایا: ''اب تو افضال ہو گیا'' عرض کی جی حضور ہو گیا، رجسٹری بھی ہو جائے، فرمایا ہو جائیگی۔ رجسٹری ہونے کے بعد غریب خانہ پر تشریف لائے، آپ کے ہمراہ آپ کے شہزادہ گرامی حضرت علامہ عسجد رضا صاحب اور داماد شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ عاشق حسین صاحب بھی تھے۔

تعمیری جدید کے موقع پر سنگ بنیاد کے لئے ۱۱ر جمادی الآخرہ ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۰ر اپریل ۲۰۱۴ء بروز ہفتہ ۱۱ر بجے دن جلوہ فرما ہوئے۔ سنگ بنیاد رکھا اور دعا فرمائی۔ حضور تاج الشریعہ کی دعا کی برکت سے مکان دو منزل کے بجائے چار منزل آناً فاناً تیار ہو گیا۔ تعمیر مکمل ہونے پر میں نے عرض کیا: حضور مکان تیار ہے، آپ کے قدوم برکت لزوم کا منتظر ہے، فرمایا: کسی دن آ جاؤں گا۔ ۲۲ر ربیع الاول ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۴ر جنوری ۲۰۱۵ء بروز بدھ بعد نماز عصر حضور کا فون آتا ہے۔ فرماتے ہیں، کہاں ہو؟ میں آ رہا ہوں فوراً جلدی جلدی تیاری کی، حضور کے آنے کی خبر محلہ بھر میں پھیل گئی، حضور تشریف لائے، غریب خانہ میں جلوہ فرما ہوئے، دعا فرمائی اور تشریف لے گئے۔ اہل محلہ کو کہتے سنا جب سے مفتی صاحب نے گھر لیا، حضور تاج الشریعہ کی جلوہ گری بار بار محلہ میں ہوتی ہے۔

اسی سال ۲۸ر رمضان کو بعد نماز مغرب جامعۃ الرضا کے لئے زکوٰۃ کی رقم لے کر حاضر ہوا۔ حضرت کو پیش کی، فرمایا: عسجد کو دیدو، اتنے میں شہزادۂ گرامی اندر سے ایک تھیلی لے کر تشریف لائے، حضرت سے کہا: ابا، امی نے مفتی صاحب کے لئے عیدی بھیجی ہے، حضرت نے اپنے مبارک ہاتھ سے عیدی عطا فرمائی۔ میں نے تھیلی میں دیکھا تو نیا عمامہ، کپڑے، زمزم شریف، عطر، کھجوریں اور کچھ نقدی تھی، میں نے عمامہ نکال کر حضرت سے عرض کیا: حضور، یہ عمامہ نہیں آپ کا تبرک چاہئے، حضرت نے مسکراتے ہوئے میاں سے فرمایا: میرا استعمال کیا ہوا دیدو، میاں عمامہ لینے اندر گئے، اسی درمیان حضرت نے فرمایا: عسجد اس سال حج کرنے جا رہے ہیں، میں نے عرض کیا میاں نے ابھی تک حج نہیں کیا ہے؟ فرمایا نہیں، ان کی ضد ہے میرے ساتھ جائیں گے، میں نے کہا حضور بھی تشریف لے جائیں گے، فرمایا ہاں، میں نے معلوم کیا اور کون کون؟ تو امی اور دو بیٹیوں کے نام لیے۔ پھر میرے حضور نے فرمایا تمہاری عسجد میاں سے خوب بنتی ہے تم بھی اپنا پاسپورٹ لاؤ، حضرت کا فرمان عالیشان سنتے ہی دیر نہ کی، اپنا پاسپورٹ بارگاہ اقدس میں پیش کر دیا کہ بارگاہ رسالت کی حضور تاج الشریعہ کے ساتھ حاضری میری حیات کی معراج ہے۔

۳ر دسمبر ۲۰۰۸ء کو میرے حضور اپنے ساتھ حرمین شریفین خادم کو لے گئے۔ روانگی سے قبل میں نے عرض کیا: حضور خادم نے اپنا فریضۂ حج ۱۹۹۹ء میں ادا کر لیا ہے۔ اجازت ہو تو اپنے والد مرحوم کی طرف سے حج بدل کر لوں، میرے حضرت نے بکمال کرم اجازت عطا فرمائی۔

***

حضور تاج الشریعہ: کچھ یادیں اور کچھ باتیں

مولانا محمد رستم علی علیمی قادری، خطیب وامام خالد بن ولید مسجد القوز، دبئی

یادیں باقی رہ گئیں ہیں باتیں باقی رہ گئیں
چھوڑ کر سوئے جناں ہم کو گئے اختر رضا

آج تک دنیائے سنیت کا یہ طرہ امتیاز رہا ہے کہ ہر ایک کو جو لطف ومزہ محبوب کے ذکر میں آتا ہے وہ لطف ومزہ رہتی دنیا نہ کسی کے ذکر میں آیا اور نہ آئے اسے اپنے محبوب کے در و دیوار سے جو الفت ہوتی ہے اسے تاریخ نے اپنے سینے میں محفوظ کر رکھا ہے جو قیامت تک عاشقوں کو آپ اپنی مثال بنی رہے گی وہ اپنے محبوب کے قدموں کے ذرات کو بھی دنیا کی ہر چیز سے حسن وخوبی میں بڑھا ہوا گمان کرتا ہے حال یہ ہوتا ہے کہ اپنے محبوب کے تخیلاتی حسن کے آگے اس کی نگاہوں میں کسی کا حسن جچتا ہی نہیں جس کی وجہ سے وہ عاشق زار یہ محسوس بھی نہیں کر پاتا کہ میں جس کی زلفوں کا اسیر ہوں وہ مجھے نجات کی راہ لے جائے گی یا خسارہ کے دلدل میں پھنسا کر راہ فرار اختیار کر لے گی لیکن ان محبتوں سے صرف نظر ایک ایسے محبوب کی محبت بھی ہے جو دنیوی اور اخروی کامیابیوں کی ضامن ہے اور انہی محبوب ہستیوں میں سے ہم اس عظیم ہستی کا ذکر کر رہیں ہیں جن کے حسن دوبالا کے ہم اسیر ہیں جس کے حسن ایمانی کی دلکشی ہمیں گرویدہ بنائے ہوئے ہے جن کا علم وتقوی ہمیں اپنا تابع بنائے ہوئے ہے جن کی محبت مالک حقیقی کے قرب کا ذریعہ اور لقائے ملیح عشاق ہے جن کا ذکر ایسی رحمت خداوندی اور نعمت عظمی ہے جو ہماری زبان کو حلاوت ایمانی بخشتی ہے وہ ذات والا صفات امام العصر مرشد العلماء، مربی الفقہاء، اکمل الفضلاء فخر المحدثین سراج المفسرین، ناصر الاسلام والدین، قطب الارشاد، وارث علوم اعلی حضرت مظہر حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم، نور نگاہ مفسر اعظم تاج الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اختر رضا خان ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان ہے آپ یگانہ روزگار محقق صاحب بصیرت عالم فقیہ تھے حسبی اور نسبی خوبیوں کے ساتھ ذاتی اور روہبی خوبیاں بھی خوب تھیں یہی وجہ ہے عرب وعجم حل وحرم کے عوام وخواص آپ کی زیارت کے لئے مشتاق رہتے تھے۔ چمکتی ہوئی پیشانی سے نور ونکہت کی پھوار پھوٹتی تھی میرے صدیق محترم حضرت مولانا عبد القادر نوری بہرائچی لکھتے ہیں کہ:

"ذی قعدہ 1429ھ مطابق 26 / نومبر 2008 کو زیارت حرمین شریفین کی غرض سے مکہ مکرمہ حاضر ہوا منی کے میدان میں چمنستان اعلی حضرت کے گل خوش رنگ، افق تصوف کے نیر تاباں، تقوی وطہارت کے بحر بیکراں، مرشد برحق حضرت تاج الشریعہ کی صحبت میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا حضرت مصری لہجے میں قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے۔ مگر سامعین تلاوت قرآن مجید کی سماعت کے ساتھ ساتھ حسن وجمال کے دیدار سے بھی فیضیاب ہو رہے تھے۔ خلاق کائنات نے آپ کے چہرۂ اقدس میں وہ نورانیت اور چمک رکھی تھی جو ایک بار دیکھ لیتا، بار بار دیدار کے لئے ماہی بے آب کی طرح تڑپتا رہتا۔ حضرت شیخ

سعدی شیرازی نے سچ کہا ہے ؎

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حجاج کرام دیوانہ وار حضرت کا خیمہ تلاش کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اگر چند لمحے حضرت کے ساتھ گزار لوں تو مجھے یقین ہے کہ میرا حج قبولیت کا شرف حاصل کرلے گا"

راقم الحروف کا مرکز اھل سنت بریلی شریف سے بہت پرانا رشتہ ہے ہندوستان کی سرزمین پر صرف دیدار پر اکتفا ہوتا تھا مگر خوش بختی کا ستارہ اوج ثریا پر ہوا جب دبئی کی سرزمیں پر پہنچا تو کئی بار قربت کا شرف بھی حاصل ہوا۔

دبئی کی سرزمین پر جب حضرت قدم رنجہ ہوتے تھے ایئرپورٹ پر انسانوں کا طوفان اور استقبال کرنے والوں کا ہجوم دیکھ کر یہاں کا عملہ بھی محو حیرت رہتا۔ استقبال کرنے والوں میں صرف انڈیا اور پاکستان کے لوگ نہیں ہوتے بلکہ یہاں کے شیوخ کا ایک بڑا طبقہ ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کی اوقاف کی مسجدوں میں جہاں پہلے سے مائک چالو تھا مگر جب حضرت تشریف لاتے تو بغیر مائک کے نماز پڑھاتے اللہ نے وہ رعب ودبدبہ عطا فرمایا تھا کسی کو کچھ کہنے کی جرآت نہیں ہوتی یہاں کے علماء اور شیوخ کا ایک طبقہ آپ کے حلقہ ارادت میں تھا آپ کی آمد کی برکت سے سیکڑوں لوگوں نے صلح کلیت سے اور وہابیت سے توبہ کی۔

میری پہلی ملاقات محترم اشرف بھائی رضوی کے کاشانہ پر ہوئی ملاقات کے وقت لوگ آتے تھے اور دست بوسی کرکے چلے جاتے تھے میری دلی یہ خواہش تھی کچھ خدمت کا موقع میسر آجائے اللہ کا کرم ہوا جب میں دست بوسی سے فارغ ہوا تو فوراً کسی کا فون آگیا حضرت لیٹ کر بات کرنے میں مصروف ہوگئے میں نے موقع بہتر جانا میرے ساتھ مولانا اختر رضا نوری بھی تھے میں نے ان کی جانب انھوں نے میری جانب اشارہ دونوں نے قدم مبارک کو دبانا شروع کیا خوشیوں کی انتہا نہ رہی گویا زندگی کی معراج ہوگئی۔ دبئی کی سرزمین پر جب حضرت کی کرم فرمائی ہوتی تھی عقیدت کیش کثیر تعداد میں قلب ونظر بچھائے دست وپا کو بوسہ دیتے تھے پروگرام میں لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آتا تھا۔ عرب، یمن، سیریا کے بڑے بڑے شیوخ فرط عقیدت وفور محبت میں گلہائے عقیدت ومحبت کے گلشن نچھاور کرتے تھے۔

مجھ فقیر پر بھی کرم کا بادل برسا۔ محترم سید یوسف رضوی صاحب کی وساطت سے دبئی کی سرزمین پر جماعت رضائے مصطفی کے اہم ذمہ داران کی موجودگی میں مجھے اور مولانا اختر رضا نوری کو سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی خلافت سے سرفراز فرمایا 19 / جولائی 2018 کو مجاھد سنیت، حضرت، محترم الحاج جناب محمد عاقب فرید قادری صاحب کا دبئی میں انتقال ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون، جو خلیفہ سرکار مفتی اعظم ھند حضرت علامہ سید عبدالعلیم قادری علیہ الرحمہ کے ایک مایہ ناز وقابل فخر شاگرد ومرید تھے مرحوم کی زندگی کا بیشتر حصہ اسلام وسنیت اور مسلک اعلی حضرت کی خدمت میں صرف کیا اور کنزالایمان کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا سرکار اعلی حضرت کے متعدد رسائل کو بھی انگریزی میں منتقل کرکے پاک وہند میں شائع کروایا فتاوی رضویہ کا انگریزی میں ترجمہ شروع کردیا تھا مگر زندگی نے وفا نہ کی داعی اجل کو لبیک کہہ دیا ۲۰ رجولائی جمعہ کو میں ان کے جنازے میں شریک تھا تدفین کے بعد شجرۂ عالیہ قادریہ رضویہ پڑھا جارہا تھا جب اس شعر پہ پہنچے ؎

یا خدا اختر رضا کو چرخ پر اسلام کے
رکھ درخشاں ہر گھڑی اپنی رضا کے واسطے

تو پورا مجمع پڑھنے لگا ایک بار نہیں کئی بار اس شعر کی تکرار کرتے رہے اس کے بعد دعاء ہوئی اور بعد میں موبائل آن کیا تو حضور تاج الشریعہ کی رحلت کی خبر آ گئی سکتہ طاری ہو گیا جس نے بھی سنا وہ آہ وفغاں کرنے لگا، بے ساختہ زبان یہ جملہ نکلا کہ خدا کرے یہ خبر غلط ہو مگر جب ہم نے محترم جناب شاہ نواز صاحب (جنکے گھر پر حضرت کا قیام ہوتا تھا اور یہ حضرت کی خدمت میں کئی سال سفر و حضر میں ساتھ رہے) سے تصدیق کرنے کے لئے کہا تو ان کو بھی یقین نا آیا جب بریلی شریف کال کیا تو پتا چلا کہ میں سایہ پدری سے محروم ہو گیا آنکھیں نم ہو گئیں عاشقان حضور تاج الشریعہ کی آہوں سے پورا قبرستان کا پارک گونج اٹھا مفتی اوقاف ابوظبی حضرت مفتی اسلم صاحب جو حضرت کے خلیفہ بھی ہیں، انھوں نے مجھ سے رونے کی وجہ پوچھی تو بے ساختہ میری زبان سے نکلا کہ حضرت جماعت اہل سنت یتیم ہو گئی۔ یہ سن کر حضرت بجھ گئے اور ان کے بھی آنکھوں سے آنسو کے قطرے جاری ہو گئے مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ ہم لوگ دبئی کی سرزمین پر دنیا میں حضرت کی رہنے کی دعا کر رہے تھے اور حضرت اپنے معبود حقیقی سے ملنے جا رہے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سن کے مغرب کی اذاں اللہ اکبر کہہ کے وہ
چل دئے مولی سے ملنے ہر وظیفہ چھوڑ کر

مسند ارشاد و افتاء کے وہ نوشہ بے مثال
خلد میں پہنچے ہیں وہ اب بزم افتاء چھوڑ کر

رحلت تاج الشریعہ میرے لئے صاعقہ سے کم نہیں جنازے میں شرکت کے لئے تیاری شروع کر دی اللہ کا فضل واحسان سب کام آسانی سے ہو گیا اور اتوار کی صبح شہر محبت بریلی شریف حاضر ہو گیا زندگی کا پہلا جنازہ تھا جس میں اتنی تعداد دیکھنے کو ملی ؎

عاشق شاہ جناں سوئے جناں جاتا رہا
بالیقیں فکر و نظر کا آسماں جاتا رہا

تشنگان علم کو سیراب فرماتے ہوئے
علم سے سب کی وہ بھر کر جھولیاں جاتا رہا

بلبلیں غمگین ہیں اور رو رہی ہیں قمریاں
گل ہی اک کیا یاں تو سارا گلستاں جاتا رہا

میرے لئے افتخار کی بات یہ ہے کہ مجھے حضرت کی سرپرستی میں ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' کے بینر تلے کام کرنے کا موقع میسر آیا اب آپ کے جانشین حضرت علامہ عسجد رضا کی سرپرستی میں مسلک اعلیٰ حضرت کی خدمت کرتا رہوں گا، باتیں تو بہت ہیں طوالت کے خوف سے سپرد قرطاس نہیں کر رہا ہوں بس یہ سمجھئے کہ اس دور قحط الرجال میں چراغ لیکر ڈھونڈنے سے بھی تاج الشریعہ کا ثانی ملنا مشکل ہے ؎

جس کا ثانی اب یہاں ملنا بہت دشوار ہے
مل گئی اس کو حیات جاوداں جاتا رہا

آج نوری اپنے بیگانے سبھی کہتے ہیں یہ
مسلک احمد رضا کا ترجماں جاتا رہا

دعا ہے مولیٰ تعالیٰ آپ کا علمی روحانی فیضان تا قیام قیامت جاری رکھے۔ اور شہزادۂ ارجمند حضرت علامہ عسجد رضا دام ظلہ علینا کو آپ کا قائم مقام بنائے۔

***

حضور تاج الشریعہ: کچھ یادیں کچھ باتیں

مولانا انوار الحق مرکزی کانپوری، تخصص فی الفقہ سال اول، جامعۃ الرضا بریلی شریف

دیار عشق بریلی شریف میں آئے ہوئے مجھے کافی عرصہ گزر چکا تھا، یہاں کی آب و ہوا رگ و ریشے میں پنہاں ہو چکی تھی، یہاں کی تہذیب کے ساتھ ساتھ زبان و کلام کی نزاکتیں بھی مجھ پر فرسودہ ہو چکی تھیں، مگر اللہ کی کیسی رحمت تھی کہ جب بھی سوداگران کی گلیوں میں جانا ہوتا، ایک عجیب سی کیفیت روم روم ہو جاتی۔ ہر جمعہ کو حاضری دینے کے باوجود وہاں ایسی کوئی چیز نہ دکھائی دیتی جس پر مرور زمانہ کی دھول چڑھی ہو، وہی گنبد، وہی مزار، وہی مسجد، مگر ہر بار خدا کی ایسی اچھوتی اور انوکھی رحمت کا احساس ہوتا جو ناقابل بیان ہے۔ ذہن و فکر کو محبت رسول ﷺ کی خوشبو سے معطر اور آپ ﷺ کے عشق سے روشن کرنا ہو تو چاہئے کہ ہر ہفتے بارگاہ حضور اعلیٰ میں حاضری دی جائے، ایسا میں نے صرف اپنے بزرگوں سے سنا تھا لیکن آج اسے محسوس بھی کر رہا ہوں۔

آج تقریباً دس سال کا طویل عرصہ گزر چکا لیکن میں نے ایسا کبھی نہیں دیکھا کہ بارگاہ حضور اعلیٰ حضرت میں عاشقوں کا ہجوم نہ ہو لیکن حاضری دیتے وقت کبھی کسی پریشانی کا سامنا نہ ہوتا لوگ آتے فاتحہ خوانی کرتے اور اپنی راہ پکڑ لیتے، اگر کہیں سب سے زیادہ جد و جہد اور سعی مسلسل کرنی پڑتی تو وہ حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ تھی، اس کی سب سے اصل وجہ یہی تھی کہ شائقین حضرات ابا حضور کی زیارت کرنے آتے تو تھے مگر وہاں سے واپس جانے کی تمنا کسی کو نہ ہوتی اور ہو بھی کیوں؟ کہ حضرت کا جمال اور انکی حلاوت و ملاحت کا ایسا حسین امتزاج تھا کہ دیکھنے والے دم بخود رہ جاتے، لوگ آتے ضرور تھے مگر بعد دست بوسی واپس جانے کا عمل بھلا بیٹھتے تھے جس کے سبب باہر کی پوری گلی مریدین کے ہجوم سے پر ہو جاتی، ایسے حالات میں ابا حضور تک پہنچنا ناممکن کے درجہ میں ہوتا لہذا ہمارے پاس پیچھے کھڑے ہو کر کف افسوس ملنے اور ملامت برخویش کرنے کے علاوہ کوئی اور چارہ نہ ہوتا۔ اور ہم کر بھی کیا سکتے تھے کہ باہر سے آئے ہوئے مریدین زیارت رخ زیبا کے اول حقدار تھے لیکن میرے دل میں ہمیشہ ہی سے یہ ٹیس رہی جس کے سبب میں اللہ سے دعائیں کرتا تھا کہ اپنے شیخ حضور تاج الشریعہ سے ایسی ملاقات ہو جہاں میرے اور حضرت کے علاوہ صرف اور صرف تنہائی ہو۔ خیر! انہیں مچلتے ارمانوں کے ساتھ دن کٹتے رہے مگر حصول آرزو تمام نہیں ہو رہی تھی۔ ایک دن میں اپنے عزیز دوست عمیر کے ساتھ اپنی درسگاہی کتابوں میں مشغول تھا کہ اساتذۂ کرام تشریف لاتے اور گوہر علم و فضل سے نواز کر دوسری کلاس میں چلے جاتے، اس دن حضرت مولانا شاہد صاحب کو مہمان خصوصی کے طور پر کسی جلسے میں جانا تھا۔ (معلوم ہو کہ ہمارے جامعۃ الرضا میں حضرت مولانا شاہد صاحب کا بڑا ہی اہم مقام و مرتبہ ہے، حضور تاج الشریعہ کے تلامذہ اور علوم دینیہ کے ماہرین میں ایک بہت بڑا نام حضرت مولانا شاہد علی صاحب کا ہے جن علما کو ابا حضور کے سایۂ عاطفت میں رہنے اور آپ علیہ الرحمہ کی نگرانی میں کام کرنے کا بھرپور موقع ملا ہے ان میں بھی مولانا شاہد صاحب کا اہم درجہ ہے، اللہ کے فضل و کرم سے آپ ہمارے استاذ بھی ہیں۔) تو انہوں نے مجھے بلا کر کہا: "آج علامہ صاحب (علامہ بہاء المصطفیٰ صاحب) کے گھر جا کر عمامہ شریف لے آنا، میں نے

ان سے بات کر لی ہے‘‘ چونکہ علامہ صاحب کا انداز لباس نہایت عمدہ ہوتا ہے اس لئے کیا علماء کیا طلب، سبھی آپ کے انداز کو پسند کیا کرتے ہیں۔ ’’چلو اسی بہانے علامہ صاحب کی دست بوسی کا بھی کا شرف مل جائے گا‘‘ میں نے سوچا۔

ظہر کے فورا بعد میں اپنے دوست عمیر کے ہمراہ علامہ صاحب کے گھر کے لئے روانہ ہو گیا راستے میں بات چیت کے درمیاں ابا حضور کا تذکرہ شروع ہو گیا کہ اچانک میرے دماغ میں یہ بات آئی: کیوں نہ آج سب سے پہلے لائن میں لگ جاؤں ابا حضور سے شرف لقا بھی میسر ہو جائے گا اور اپنا کام بھی ہو جائے گا۔ میں نے اپنے دل کی بات عمیر کو بتانے لگا، اس سے پہلے کہ میں اپنی بات پوری کرتا، وہ بول پڑا ’’آج ابا بریلی بنارس ٹرین سے گونڈہ جا رہے ہیں‘‘ میں نے کہا ’’بھائی بریلی بنارس گونڈہ کب سے جانے لگی؟ وہ تو فیض آبادی سے روٹ چینج کر لیتی ہے‘‘ میں فیض آباد کہتا اور وہ گونڈہ، اسی پر ہم دونوں بحث کرنے لگے، سواری میں صرف ہم ہی دو تھے جس کی وجہ سے کوئی اضافی آشفتگی نہ تھی۔ ہم دونوں بحث ہی میں الجھے تھے کہ اچانک ہمارے سامنے سے تیز رفتار کو اس گزری، عمیر اسے دیکھتے ہی بول پڑا ’’یہ گاڑی تو بالکل حضرت کی گاڑی جیسی ہے؟‘‘ میں نے اس کو اس کو غور سے دیکھا اور چلا کر کہا ’’صحیح سے دیکھو وہ حضرت ہی کی گاڑی ہے اور حضرت اس میں بیٹھے بھی ہیں‘‘ میں فورا سمجھ گیا، ہو نہ ہو یہ گاڑی جنکشن ہی کی طرف جا رہی ہو، ہم نے بلا تامل رکشے والے سے اس کے پیچھے چلنے کو کہا، عمیر بار بار گھڑی دیکھتا اور کہتا ’’بھائی ملاقات نہیں ہو پائے گی ساڑھے تین پر ٹرین ہے، ابھی صرف پندرہ منٹ باقی ہیں‘‘۔ میں اس کی باتوں کا جواب دئے بغیر خاموشی سے اللہ سے دعائیں کر رہا تھا بالآخر ہم حضرت کے ساتھ ہی جنکشن پہنچے۔ حضرت کے ساتھ مولانا مفتی شعیب صاحب علیہ الرحمہ، مولانا عاشق صاحب اور ان کے علاوہ دو لوگ اور تھے، مولانا شعیب صاحب حضرت کو ویٹنگ روم میں لے جانے کی تیاری کر ہی رہے تھے کہ ہم دونوں نے فورا اپنی اپنی پوزیشن لے لی یعنی راستے سے ہجوم دور کرنا، حضرت کے سامنے بھیڑ نہ لگنے دینا وغیرہ۔

ہم دونوں بہت خوش تھے کہ ہم ابا حضور کی راہ میں آنے والی دقت و پریشانی ختم کر رہے تھے۔ یہ واقعہ تقریبا چار سال پہلے کا ہے ابا حضور کی بینائی جا چکی تھی مگر میرا وجدان کہتا ہے کہ پلیٹ فارم کی بھیڑ بھاڑ میں وہ ہمیں ضرور محسوس کر رہے تھے، خیر! ویٹنگ روم بھی آ گیا اور اس میں سبھی لوگ داخل ہو گئے ہم دونوں تو سب سے پہلے۔ ہمیشہ مانگی جانے والی دعا آج یہاں اچانک اس صورت میں قبول ہو گی، کون سوچ سکتا تھا۔

معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ آج ’’بریلی بنارس‘‘ آدھا گھنٹہ لیٹ ہے اس سے مولانا عاشق صاحب قبلہ اور مفتی شعیب صاحب علیہ الرحمہ کے وقت کا نقصان ضرور ہوا ہوگا لیکن یہ خبر ہمارے لئے کس قدر فرحت و شادمانی کی وجہ بنی اسے صرف محسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔ اللہ نے ہماری دعا قبول کر لی تھی، اس ویٹنگ روم میں صرف ہم اور ہمارے ابا حضور تھے اور سکون بھی، وہاں پر ہم نے حضرت کے ساتھ اپنی زندگی کے ڈیڑھ گھنٹے گزارے اور یقین جانئے وہ ڈیڑھ گھنٹے میری ساری زندگی سے افضل ہیں، اس درمیان ہم نے جی بھر کر حضرت کی زیارت کی، دست بوسی کی اور حضرت کو جوتیاں پہنانے کا بھی شرف حاصل ہوا، حضرت عمامہ شریف باندھ رہے تھے اس وقت بھی ہمیں عمامہ شریف کے بقیہ حصے کو تھامنے کا شرف ملا، اس کے بعد حضرت نے نماز عصر ادا کی، چونکہ ہم مولانا عاشق صاحب قبلہ کے شاگرد ہیں اس لئے وہ ہمیں اچھے جانتے اور پہچانتے ہیں لہٰذا نماز کے فورا بعد انہوں نے حضرت سے دم بھی کروا دیا اور دعائیں بھی۔

اللہ اکبر!!! وہی دن ہے جب میں نے پہلی بار اپنے شیخ کو اتنے قریب سے دیکھا تھا، کتنے خوبصورت تھے وہ، سبحان اللہ۔ اس دن ایک چیز مجھے اپنے شیخ سے سیکھنے کو ملی وہ ہے ”وقت کی اہمیت“ میں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا کہ ہر تھوڑی دیر میں حضرت وقت پوچھتے اور مولانا عاشق و شعیب صاحبان سے کسی نہ کسی حوالہ سے معلومات کرتے رہتے، بہر حال تقریباً پانچ بجے ٹرین آئی اور حضرت اپنے مبارک پور کے سفر کے لئے روانہ ہو گئے۔ جی ہاں قارئین کرام! حضرت کا وہ سفر مبارک پور کا سفر تھا، اہل نظر کے درمیان یہ سفر نہایت مشہور بھی ہوا ہے۔

آج جب حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ ہمارے درمیان سے رخصت ہو گئے تو آپ کی یہ تمام یادیں ہی ہیں جن کے سبب دل و دماغ کا توازن برقرار رہتا ہے یقیناً اس طرح کے تمام واقعات تصور شیخ کے لئے بہت معاون ثابت ہوتے ہیں۔ یہ چھوٹا سا مقالہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ بقول مولانا زید رضا مونس؀

یہ آنکھیں خون روتی ہیں میرے اختر کہاں تم ہو
زمانہ یاد کرتا ہے میرے سرور کہاں تم ہو

٭٭٭

سیدی اختر رضا- پیکر صبر و رضا

مفتی محمد جلال الدین نوری، سابق استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، نزیل حال، بریلی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی من کان نبیاً وآدم بین الماء

والطین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین{ان اللہ مع الصابرین}

منزل عشق میں تسلیم و رضا مشکل ہے
جن کے رتبے ہیں سوا ان سے سوا مشکل ہے

اللہ وحدہ لاشریک نے عالم کو وجود بخشا، اپنی ربوبیت کے اظہار کے لئے اور مخلوق میں فضیلت کا تاج بنی نوع آدم کے سر پہ رکھا اور فرمایا: {لقد کرمنا بنی آدم} جن و انس کو تکلیف کا بار عطا کیا، انہیں راہ حق و ہدایت دکھانے کے لئے انبیا و رسل مبعوث فرمایا، نبی رحمت صاحب لولاک امام الانبیا علیہ السلام کو نبیوں کا آخر اور امام بنایا۔ اب ان کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہ آئے گا لیکن آقا نے اپنی امت کو جہاں قرآن و سنت عطا کیا وہیں احکام دین جاری رکھنے اور تبلیغ دین کا کام کرنے کے لئے علمائے دین کو سالار قافلہ بنایا۔

الحمد للہ! سیدنا صدیق اکبر سے لے کر اب تک اپنی ذمہ داری کا فریضہ "کلکم راعی وکلکم مسئول عن رعیتہ" کے مطابق ہر ایک عالم حق نگر حق بیاں ادا کرتا رہا۔ جن کے دائرے جتنے وسیع ہوتے ہیں، ان کی جوابدہی اتنی طویل و عریض ہوتی ہے۔ ان خوش نصیب افراد میں ایک نام محسن اہل سنت مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کا آتا ہے۔ اعلیٰ حضرت سرکار نے اپنی پوری زندگی احقاق حق و ابطال باطل میں گزار دی اور ناموس رسالت کے لئے ہمیشہ سینہ سپر رہے۔ ان کے بعد ان کے فرزند مجدد ابن مجدد مخدوم اہل سنت آبروئے سنیت مرشد اعظم مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے دیار ہند و پاک اور جہاں بھی سنی رہتے اور بستے ہیں، وہاں کے اہلسنت کی قیادت فرماتے رہے۔

یہاں تک وہ دور تھا کہ جس میں اہلسنت کا شیرازہ یکجا و متحد پایا گیا اور تمام علمائے اہلسنت حضور مفتی اعظم کے فتوے کو حرف آخر جان کر سر تسلیم خم کرتے تھے۔ سرکار مفتی اعظم کے دور میں بہت سے جید جید علماء ہند و پاک میں موجود تھے اور سب مسلک اعلیٰ حضرت کے پیروکار ہو کر اہلسنت کے قافلے کو مفتی اعظم کی قیادت میں بریلی شریف کو مرکز اہلسنت جان اور مان کر اتحاد کے ساتھ آگے بڑھاتے رہے اور بڑھتے رہے۔ ان جید علماء میں حضرت برہان ملت، حضور مجاہد ملت، سرکار حافظ ملت، اور حضور محدث اعظم ہند، سرکار امین شریعت مفتی رفاقت حسین، شیر راجستھان حضرت مفتی اشفاق حسین، بابائے قوم حضرت مفتی عتیق الرحمن، سرکار سید العلماء، سرکار احسن العلماء وغیرہم، سب کا احصاء ممکن نہیں اس قرطاس پر۔ یہ سب مل کر اعلیٰ حضرت سرکار کے مشن کو آگے

بڑھاتے اور امت کو عشق رضا کا جام پلاتے رہے۔ ان میں کسی نے الگ کوئی شناخت اور دوکان کھولنے کو اچھا نہیں جانا۔ کیونکہ یہ حضرات اخلاص کے پیکر تھے اور ہر کام رضائے خدا و رسول کے لئے کرتے تھے اور رفاؤ کرو فی اؤکرکم کے مصداق بن کر روشن ہو کر قلوب مؤمن و مرید میں بستے تھے۔ لیکن افسوس کہ حضور مفتی اعظم ہند کے اس دار فانی سے رحلت فرمانے کے بعد صورت بدلتی گئی اور ان مخلص رفقا بھی یکے بعد دیگرے رخت سفر باندھ کر سنیوں کو داغ مفارقت دیتے گئے۔ اب دور ایسا آیا کہ لوگ اتحاد کا جنازہ نکالنے میں مصروف ہو گئے۔ سنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگانے والے ہی چند گروہ روز مرے میں بٹتے نظر آئے۔ اس مضطرب اور نامساعد ماحول میں دین کا کام اور سنت کا چراغ روشن کرنا ہاتھ میں انگارہ لینے کے مترادف تھا۔ جانشین مفتی اعظم ہند وارث علوم اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام کی آنکھ کا تارا، جیلانی میاں کا دلارا، اہلسنت کا مونس وسہارا، سیدی آقائی حضور تاج الشریعہ فقیہ اعظم ہند مرشد برحق ولی کامل متبع سنت علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان اہلسنت کی قیادت اور مفتی اعظم ہند کی نیابت کی کرسی پر جلوہ بار ہوئے، انہوں نے بھی سرکار اعلیٰ حضرت اور حضور حجۃ الاسلام سرکار مفتیٔ اعظم کے نقوش قدم پر چل کر اپنی حیات کی آخری گھڑی تک بلا لومۃ لائم کا خوف کیے مسلک اعلیٰ حضرت کا علم اُٹھائے رہے اور اس دار فانی سے تمام سنیوں کو رُلاتے ہوئے جنت کی کیاریوں کا آرام لیتے ہوئے فرشتے کی لوری ''نم کنومۃ العروس'' کا نغمہ سنتے ہوئے مرقد پُر نور میں آرام فرما ہو گئے۔

میں نے سیدی تاج الشریعہ کی حیات کو ہر اعتبار سے متبع سنت و شریعت پایا جو ایک ولی اللہ کی پہچان ہوتی ہے اور تمام اوصاف حمیدہ وستودہ سے مزین تھے، اسی وجہ سے اپنے پیر و مرشد سرکار مفتی اعظم ہند کے بعد حضور تاج الشریعہ کا قرب نصیب ہوا۔ حضرت کی نیک عادات واطوار میں سے ایک صفت صبر و رضا تھی۔ اسی وجہ سے حضرت بدخواہوں کی بدزبانی اور غلط بیانی کو سن کر اور گندی تحریروں کو دیکھ کر صبر و تحمل سے درگزر فرماتے۔ فقیر راقم الحروف نے سیدی تاج الشریعہ کی خدمت میں خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے عنوان منتخب کیا: ''سیدی اختر رضا – پیکر صبر و رضا''۔

ان کے صبر و رضا کو بتانے کے لئے میری تحریر میں کچھ افراد کے نام آئیں گے۔ باخدا ان حضرات سے نہ تو میرا کوئی ذاتی یا معاملاتی یا نفسانی جنگ ہے اور نہ ہی ان کی تحقیر و تذلیل مقصود ہے۔ کیونکہ اہلسنت علماء میں، میں اپنے آپ کو سب سے کم علم اور کمتر و احقر جانتا ہوں۔ میری اس تحریر سے کسی کو تکلیف پہنچے تو میں پیشگی معافی کا طلبگار ہوں۔

سب سے پہلے یہ بتاتا چلوں کہ میں نے سرکار تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ کا کیسے قرب حاصل کیا اور ان کا شیدائی وفدائی کیوں بنا؟ طالب علمی میں میرے والد بزرگوار اور جدامجد فرمایا کرتے تھے جو کہ دونوں حضور مفتی اعظم سے مرید تھے، کہ ابھی سرکار مفتی اعظم ہند کا سایہ کرم جلوہ بار ہے، جا بریلی شریف اور مفتی اعظم سے مرید ہو جا۔ میں اپنے والد گرامی الحاج ولی اللہ رضوی قادری اور جدامجد الحاج لعل محمد رضوی قادری کے حکم پر بریلی شریف حاضر آیا۔ کاشانۂ سرکار مفتی اعظم کے در پاک پر دستک دینے کے بعد حاجی محبوب علی رضوی اور بابو بھائی رضوی سے ملاقات ہوئی جو دونوں حضرات ان دنوں حضرت مفتی اعظم ہند کے خدام میں سے تھے۔ میں نے پوچھا: سرکار موجود ہیں؟ بابو بھائی نے فرمایا: ہاں! حضرت موجود ہیں، ناشتہ فرما رہے ہیں، آپ لوگ بیٹھ جائیں اور ناشتہ کر لیں، اس کے بعد حضرت سب کو داخل سلسلہ فرمائیں گے۔ ماحضر تناول کرنے کے بعد سرکار مفتی اعظم ہند کے دولت کدے کا باب

مجید کھلا۔ بابو بھائی بولے: جن کو مرید ہونا ہے، اندر آ جائیں، ہم تین آدمی ایک بہار کے مظفر پور کے، ایک صاحب پیلی بھیت شریف کے اور خادم در راقم الحروف اندر گئے۔ حضرت اپنی چار پائی یا تخت پر جلوہ بار تھے، چہرۂ مرشد وہ بھی ولی کامل کی زیارت و دید میں گم ہوگیا۔ بالکل قریب بیٹھ گیا اور حضرت نے ہم سب کو مرید بنایا، ہم لوگ ہاتھ ہاتھ دے کر سگ غوث اعظم بن کر اعلیٰ حضرت کے عشاق میں شامل ہو کر مفتی اعظم کے مریدوں میں شامل ہوئے۔ یہ تاریخ وساعت جو ہماری زندگی کی معراج تھی، صبح کا وقت ۱۹؍اپریل ۱۹۷۹ء کی تھی۔ اس نسبت ارادت پر جتنا ناز کروں کم ہے۔ داخل سلسلہ ہونے کے بعد ہم لوگ باہر آئے اور بہت خوش تھے کیوں نہ خوش ہوں کہ میرے پیر کی تعریف میں نے ممبئی میں حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ سے ان الفاظ میں سنی، حضرت احسن العلماء کی زیارت کو ایک بار کھڑک کی مسجد میں محمد علی روڈ بمبئی میں پہنچا، چند احباب کے ساتھ حضرت سے شرف لقاء کے حصول کے بعد کچھ باتیں ہوئیں، حضرت نے پوچھا: میاں کس سے مرید ہو؟ تو میں نے کہا: سرکار مفتی اعظم سے، تو آپ نے مسکرا کر فرمایا: ماشاء اللہ بہت بڑے ولی سے مرید ہو، اچھا پیر پائے، مولانا سنو! اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم میرے گھر کے بزرگوں سے مرید تھے اور میں اور میرے سارے بیٹے حضور مفتی اعظم سے مرید ہیں۔ میرے جتنے بچے پیدا ہوئے، جب ہوش سنبھالتے تو میں ان کو مفتی اعظم کی ارادت میں دے دیتا۔ تمہارے پیر بہت بڑے پیر ہیں، تم خوش نصیب ہو جو ایسا پیر پائے۔ ماشاء اللہ یہ تھی مفتی اعظم کی ذات کہ ان کا پیر خانہ خود ان سے مرید ہوتا۔ حضرت سے مرید ہونے کے بعد باہر آئے۔ چند قدم چلے تھے کہ دروازے سے ایک عالم دین نکلے، ان کا اسم گرامی حضرت مولانا خالد رضا خان صاحب قبلہ تھا، وہ مفتی اعظم ہند کے نواسوں میں سے ہیں۔ ان سے ملاقات کر ہی رہا تھا کہ اسی دروازے سے ایک بارعب چہرے والے عالم دین قد وقامت سے رضوی شیر جید عالم دین لگتے تھے، باہر تشریف لائے اور چند قدم آگے چلا، مسجد اعلیٰ حضرت کے جوں ہی قریب پہنچا، بیت الرضا سے ایک نورانی صورت عالم ربانی نکلے، نظران پر پڑی، دیکھتا رہا، پھر حضرت علامہ خالد میاں صاحب علیہ الرحمہ سے پوچھا کہ حضرت وہ کالی ٹوپی والے عالم دین کون ہیں؟ اور یہ نورانی صورت والے بزرگ کون ہیں؟ حضرت خالد میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا: بابو! یہ دونوں بھائی ہیں اور مفتی اعظم کے نواسے ہیں۔ وہ کالی ٹوپی جو پہنے ہیں وہ مولانا ریحان رضا خان صاحب قبلہ ہیں، ان کو لوگ رحمانی میاں کے نام سے جانتے ہیں اور یہ نورانی صورت بزرگ علامہ اختر رضا خان صاحب قبلہ ہیں، ان کو لوگ ازہری میاں کے نام سے جانتے ہیں۔ بڑے وہ ہیں رحمانی میاں اور بزرگ یہ ہیں حضرت ازہری صاحب قبلہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے۔ میں نے پوچھا حضور جب بڑے وہ ہیں تو بزرگ یہ کیسے ہوئے؟ حضرت خالد میاں نے فرمایا: طالب علم ہو نا، بحث ضرور کروگے، میں نے عرض کیا: حضور کچھ بیان کریں گے ان کی بزرگی کے بارے میں؟ تو آپ نے فرمایا بیٹے! اتنا جانتا ہوں کہ مسجد اعلیٰ حضرت میں جب مفتی اعظم ہوتے اور گھر کے بہت سے لوگ اور علما نماز کے وقت موجود رہتے اور سرکار مفتیٔ اعظم کی طبیعت نماز پڑھانے کی نہیں ہوتی ہے تو فرماتے ہیں اختر! آگے بڑھو نماز پڑھاؤ۔ بس اتنی بات پر میں یہ سمجھا کہ سرکار مفتی اعظم ہند ازہری میاں میں بزرگی اور اوا انکی سنت زیادہ پاتے تھے اور قرآن کا ''اقرأ واعلم'' جانتے تھے۔ اسی بات سے فقیر راقم الحروف حیات مفتی اعظم میں ہی سرکار تاج الشریعہ کا شیدائی اور ان کا محب ہوگیا۔ ورنہ یوں تو خاندان اعلیٰ حضرت کے ہر چشم و چراغ سے دلی محبت ہے اور ہر سنی مسلمان سے پیار ہے جبکہ وہ مسلک اعلیٰ حضرت اور تعلیمات اعلیٰ حضرت پر قائم رہے۔ ہاں کوئی شخص کہے کہ میں خاندان اعلیٰ حضرت کا ہوں یا کہے کہ میں مفتی

اعظم یا تاج الشریعہ کا مرید ہوں اور مسلک اعلیٰ حضرت سے دور و منحرف ہو تو ایسے شخص سے کوئی تعلق نہیں اور ہر وہ شخص جو وہابی، دیوبندی، رافضی، صلح کلی اور دیگر بدمذہب سے دوستی و تعلق رکھتا ہے، ایسے ہر بدبخت سے دور و نفور ہوں۔ سرکار تاج الشریعہ علوم اعلیٰ حضرت کے وارث اور مفتی اعظم ہند کے سچے جانشین تھے اور پیکر صبر و رضا تھے۔ آیئے چند نمونے تاریخ و احوال کی روشنی میں پیش کروں تا کہ تاج الشریعہ کا صابر و راضی ہونا واضح ہو۔ شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ ۱۱ نومبر ۱۹۸۱ء کو امت مسلمہ کو داغ مفارقت دے کر دار جاودانی کی جانب رحلت فرما گئے تو عوام اہلسنت بالعموم اور علمائے اہلسنت بالخصوص اپنے کو رہنما سے یتیم محسوس کرنے لگے کہ اب اہلسنت کی قیادت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت اور سنیت کی حفاظت کا علم کون اٹھائے گا۔ ادھر مفتی اعظم کی رحلت کے بعد درگاہ اعلیٰ حضرت کا سجادہ نشین کون بنے اور مفتی اعظم کا جانشین کون ہو؟ اس کو لے کر خاندان اور احباب میں الگ الگ رائے قائم ہوئی اور اختلاف طول پکڑا اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔ اکثر خانقاہوں اور درگاہوں میں انتظامی امور کو لے کر اختلاف ہو ہی جاتا ہے، بہر حال یہ معاملہ طول پکڑا تو حضور برہان ملت علیہ الرحمہ اور چند مقتدر علماء کی وساطت سے اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ خانقاہ رضویہ کے سجادہ نشین حضرت رحمانی میاں علامہ مولانا ریحان رضا خان صاحب قبلہ ہوں گے اور اعلیٰ حضرت کے علوم کا وارث اور مفتی اعظم کے جانشین حضور ازہری میاں ہوں گے۔ فیصلہ تمام ہوا لیکن جو جنگِ اختلاف چھیڑی گئی تھی اس کی چنگاریاں ابھی سرد نہیں ہوئی تھیں۔ ہر طرف جلسوں میں الفاظ سے اور پوسٹر و بینر میں تحریر سے سرکار تاج الشریعہ پر شد و مد سے الزام بہتان اور برائی سے باز نہیں آتے تھے۔ کچھ مخالف، اسی دوران عرس رضوی اور عرس چہلم مفتی اعظم دونوں میں بریلی شریف حاضری کی سعادت نصیب ہوئی دیکھا اپنی نگاہ سے کہ سرکار تاج الشریعہ کے خلاف ہر در و دیوار اور گلی کوچے پوسٹر اور بینر سے بھرے پڑے ہیں، دیکھ کر شرم آتی تھی اور نگاہ اٹھانے کی ہمت نہیں ہوتی، اس دوران میرے ساتھ آئے ہوئے میرے پیر بھائی اور مخلص حاجی عبد اللہ صاحب اور حضرت مولانا محمد یعقوب رضوی صاحب، تینوں حضرت علامہ مفتی مبین الدین رضوی امروہوی سے ملاقات کرنے گئے اور حالات نامساعد کے بارے میں حضرت امروہوی علیہ الرحمہ سے ذکر کیا کہ حضور یہ بریلی شریف میں کیا ہو رہا ہے؟ اور ان الفاظ و کلمات نازیباسے اور پوسٹر سے امت کا بھلا کیا ہوگا؟ یہ اختلاف کب ختم ہوگا؟ حضرت مبین الدین علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ جو ہو رہا ہے، اچھا نہیں، ہم سب مل کر دعا کریں کہ اللہ اسے سرد کر دے، آمین۔ حاجی عبد اللہ اور مولانا محمد یعقوب رضوی صاحبان نے فرمایا: مولانا یہ بات تو یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت ازہری میاں کو بہت عزت و ترقی عطا کرے گا کیونکہ اتنے پوسٹر اور بینران کے خلاف لگے ہیں اور جلسوں میں ان کے خلاف لوگ تقریر کر رہے ہیں مگر نہ تو حضرت ازہری میاں کچھ غلط بول رہے ہیں اور نہ ان کی جانب سے کوئی پوسٹر خرافات والا نظر آ رہا ہے۔ یہ ان کا صبر ہے اور اللہ صابر کو اچھا اجر دیتا ہے۔ آمین۔ ماشاء اللہ! احباب کی دعائیں تاج الشریعہ کا صبر اور خاموش ہو کر تقدیر الٰہی پر راضی رہنا رنگ لایا اور ان میں سے ایسے بھی ہوئے جو ہر وقت برائی کرتے تھے، بعد میں دربار تاج الشریعہ میں شرمندگی کے ساتھ حاضر ہوئے اور تاج الشریعہ سے معافی چاہی۔ حضرت نے ان لوگوں کے حق میں دعا دی کیونکہ وہ نگاہ مفتی اعظم کے چمکتے تارے تھے۔ اعلیٰ حضرت کے پیارے تھے۔ حجۃ الاسلام کے دلارے تھے۔ جس کا اعتراف خود تاج الشریعہ نے اپنے اس شعر میں کیا ہے کہ ؎

نگاہ مفتی اعظم کی ہے یہ جلوہ گری — چمک رہا ہے جو اختر ہزار آنکھوں میں

یہ مخلوق میں مقبولیت عام وتام اور ہر خاص وعام کی زبان پر جاری ہوا کہ "بستی بستی قریہ قریہ، تاج الشریعہ تاج الشریعہ" یہ سب کچھ حضرت کے صبر کا میٹھا پھل تھا اور بھی بہت نامساعد احوال اور اضطراب کی گھڑیاں آئیں مگر حضرت تاج الشریعہ مسکرا کر خاموشی سے سب کو دیکھتے اور سنتے رہے اور غیر محتاط جملہ کبھی اپنی زبان سے نہیں نکالا، ان پریشانیوں میں حضرات حسنین کریمین کے صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا۔ ادھر سرکار مفتی اعظم کا وصال ہوا ادھر سیکڑوں اختلافی مسائل جنم لے کر حشرات الارض کی طرح ادھر ادھر گھومنے لگے، کہیں پر ٹیلی ویژن کا مسئلہ اور تصویر کشی کا مسئلہ تو کہیں مائک پر نماز کے جواز کا مسئلہ، "اللہ ہو میاں" کا مسئلہ تو کہیں بسم اللہ اللہ اکبر" اور "بسم اللہ واللہ اکبر" کا مسئلہ۔ غرض کہ ایسا لگتا تھا کہ لوگ انتشار واختلاف کے بیج بونے کے لئے حضور مفتی اعظم ہند کے انتقال پُرملال کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کیونکہ اس مردِ حق آگاہ کے سامنے کسی میں ہمت کہاں تھی؟ حضور تاج الشریعہ ایسے وقت میں وہی فتویٰ دیتے جو اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم دے چکے تھے اور دوسری جانب کچھ متلون مزاج لوگ جدت کے خواہاں ہو کر اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم کے فتووں کے خلاف قلم اٹھانے لگے۔ اب تاج الشریعہ نے مفتی اعظم کی جانشینی کا حق ادا کیا اور ان پر فرض تھا کہ وہ نفس کی خواہش کے مطابق فتویٰ نہ دیں بلکہ شریعت مطہرہ کے مقتضاء پر فتویٰ صادر کریں۔ حضرت نے وہی کیا جو اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم نے کیا۔ اب ایسی صورت میں جب ازہری میاں کا فتویٰ ان نئی شان وشوکت دکھانے والوں کے خلاف ہوا تو حضرت کو گالیاں دیتے سنا کوئی کہتا ازہری اکیلا دین کا ٹھیکیدار بن بیٹھا ہے، کوئی کہتا ازہری میاں خود مختار بن بیٹھے ہیں اور نہ جانے کن بیہودہ کلمات اور تحریروں کو سنا اور پڑھا۔ مگر کیا ہوا اس صابر کا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی حق بیانی اور ایذا رسانی پر صبر کرنے کا اجر دیا اور نماز جنازہ کے اژدہام نے بتا دیا کہ ؎

سب ان سے جلنے والوں کے گل ہو گئے چراغ - احمد رضا کی شمع فروزاں ہے آج بھی

اسی طرح ٹیلی ویژن کے مسئلے پر لوگوں نے بلا وجہ دونوں جانب سے وفاداری کا دم بھر کر لڑانے کا کام کیا اور صلح ومصالحت کا کام کرتے تو اچھا ہوتا۔ ایسے لوگ بھی ملے جو چند ایام بریلی کے پالے میں کچھ یافت کے لئے اور کچھ ایام کچھوچھ کے پالے میں لقمہ چینی کے لئے۔ ان کی تحریریں جلتے میں تیل کا کام کرتی رہیں۔ کیونکہ امر دین میں اور فروعی مسائل میں اختلاف ہونا کوئی نئی بات نہیں تھی مگر ان دونوں مقدس خانقاہوں کو آپس میں لڑانے کے لئے بہت سے مروان صفت قلم کاغذ لیے پہلے سے بیٹھے تھے۔ دیکھتے دیکھتے یہ مسئلہ شرعی کم، نفسانی جنگ کی صورت زیادہ اختیار کر گیا۔ یہاں تک کہ جب گستاخانہ عبارتیں شائع ہوئیں اور کہیں اہل کچھوچھہ کو گالیاں دی جاتیں اور کہیں اہل بریلی بالخصوص تاج الشریعہ کو گالیاں دی جاتیں، میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ تاج الشریعہ فرما رہے تھے کہ میں آل رسول کی ادنیٰ گستاخی برداشت نہیں کرتا اور جن عبارتوں سے اور کتابوں سے کسی آل رسول یا عالم دین کی حقارت وتوہین ہوتی ہے میں ان سے بیزار ہوں۔ کچھ لوگ غلط کتابیں لکھ کر میری جانب منسوب کرتے ہیں۔ میں ان سب عبارتوں اور کتابوں سے بیزار ہوں۔

دیکھیے سرکار تاج الشریعہ کا صبر اور بیہودہ گوئی سے کیسے احتراز فرماتے اور اذیتیں سہہ کر صبر کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ بس اسی پر میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام اہل سنت کو آپس میں اتحاد واتفاق کے ساتھ مسلک اعلیٰ حضرت اور تعلیم تاج الشریعہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین اور آخر میں حضرت کے فرزند قائد اہلسنت جانشین تاج الشریعہ حضرت

علامہ و مولانا الشاہ محمد عسجد رضا خان صاحب قبلہ مد ظلہ العالی کی عمر درازی کی دعا کرتا ہوں۔ مولیٰ تعالیٰ انہیں عمر طویل عطا کرے آمین اور حضور تاج الشریعہ کے دیے ہوئے مشن کو آگے بڑھانے کی قوت و توفیق رفیق عطا کرے۔ آمین

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ تیرے گھر کی نگہبانی کرے

صبر و رضا کے پیکر اختر رضا ہمارے
دین ہدیٰ کے رہبر اختر رضا ہمارے

دیتے رہے دعائیں سن سن کے بد دعائیں
ہیں صبر کا وہ جوہر اختر رضا ہمارے

٭٭٭

تاج الشریعہ اور عشق رسول

فقیر محمد اشفاق رضوی مصباحی، خطیب وامام مسجد رضا، بلیک برن، یو کے

عربی زبان میں دولفظ مرغوب چیز کی طرف طبیعت کے میلان کے لئے بولے جاتے ہیں۔ایک ہے"الحب" ایک ہے عشق۔مرغوب اور پسندیدہ چیز کی طرف طبیعت کے میلان کو محبت کہتے ہیں اور یہ میلان جب بڑھ جاتا ہے تو اسے عشق کہتے ہیں۔طبعی میلان کی چنگاری جب خوب شعلہ زن ہوتی ہے تو بندہ محبت سے عشق کی منزل پر پہنچ جاتا ہے۔

حضورتاج الشریعہ ایک سچے عاشق رسول تھے اور کیوں نہ ہوں کہ آپ نے امام عشق ومحبت کے گھرانے میں آنکھ کھولی تھی، جن کے جدامجد حسان الہند ہوں اس کا سینہ عشق رسول سے خالی کیسے رہ سکتا ہے؟ جن کی تحریرات اور نعتیہ شاعری نے ہزاروں دلوں کو عشق رسول کا خزینہ بنادیا اس کی اولاد کا سینہ عشق رسول سے خالی کیسے رہ سکتا ہے؟ حضورتاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے عشق رسول کا اندازہ آپ کی نعتیہ شاعری "سفینۂ بخشش" سے لگایا جا سکتا ہے، سفینۂ بخشش ایک ایسی روداد عشق ہے جس میں ذہن کم اور دل زیادہ بولتا ہے۔ذہن کا بولنا ایک منطقی پہلو ہے جبکہ دل کا بولنا عشق کی وہ منزل ہے جہاں سے اللہ والوں کی شروعات ہوتی ہے ؎

در جاناں پہ فدائی کو اجل آئی ہو — زندگی آکے جنازہ پہ تماشائی ہو

در جاناں پہ فدا ہونے والے کے لئے موت کوئی معنی نہیں رکھتی۔یہاں موت میں زندگی پنہاں ہوتی ہے۔اس فنا میں بقا کی صورت مضمر ہوتی ہے۔یہ عشق رسول کی وہ منزل ہے جہاں عاشق رسول کو در رسول پر فنا ہو کر دائمی بقا نصیب ہوتی ہے۔باطل کے آگے سرخم نہ کرنے کے جرم میں سعودی حکومت کی طرف سے جب آپ ظلم کے شکار ہوئے اور بغیر زیارت روضۂ نبوی کے جب ہندوستان واپس بھیجے گئے، اس وقت آپ کے دریائے عشق کا تلاطم کس قدر رواں دواں تھا اس کا اندازہ صحیح معنوں میں وہی لگا سکتا ہے جس نے شیخ سعدی، امام جلال الدین رومی اور جامی جیسی عشق کی مے پی ہو، جس کی آنکھوں میں امام احمد رضا کی طرح مدینہ کا سرمہ لگا ہو۔آپ نے خود اس کا اظہار کچھ اس طرح کیا ہے ؎

داغ فرقت طیبہ قلب مضمحل جاتا
کاش گنبد خضرا دیکھنے کو مل جاتا

میرا دم نکل جاتا ان کے آستانے پر
اُن کے آستانے کی خاک میں میں مل جاتا

پھر آستانہ رسول پر فنا ہو کر بقا کی صورت کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:

موت لے کے آجاتی زندگی مدینے میں
موت سے گلے مل کر زندگی میں مل جاتا

بارگاہ رسالت میں آپ کی قلبی سوزش اور حال دل کو کچھ یوں مقبولیت حاصل ہوئی کہ ایک ہی سال میں سعودی حکومت نے

اپنی اس ظالمانہ حرکت پر معذرت بھی کی اور اسلاف کرام کی سنت کے مطابق عشق مصطفیٰ کے اظہار و اعلان کے ساتھ داخلہ کی اجازت دی۔ اس وقت اس عاشق صادق کا کیا حال تھا:

سنبھل جائے دل مضطر مدینہ آنے والا ہے
لٹا اے چشم تر گوہر مدینہ آنے والا ہے

اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

مدینہ آگیا اب دیر کیا ہے، صرف اتنی سی
تو خالی کر یہ دل کا گھر مدینہ آنے والا ہے

یہ ہے آپ کا عشق رسول، جب محبت رسول میں ڈوب کر آپ کی نعتیہ شاعری کو پڑھتے اور سنتے ہیں تو تصورات میں مدینہ کی گلیاں گھومنے لگتی ہیں اور ہم سب کے قلوب کو عشق رسول کا مدینہ بنا دیتی ہے۔

***

حضور تاج الشریعہ: مشاہدات کے آئینے میں

مفتی محمد مقصود عالم فرحت ضیائی، فخر از ہر دار الافتا و القضا، ہاسپیٹ، بلہاری، کرناٹک

شریعت وطریقت، مذہب وملت، معرفت ونورانیت، ولایت وکرامت، عبادت وریاضت، علم وعمل، اخلاص ووفا انسانیت وشرافت، صورت وسیرت، غیرت وحمیت، رعب ودبدبہ، ہمت وجرأت، سعادت ونیک بختی، وجاہت ودلکشی، نفاست ولطافت، فکر وتدبر، شعور وآگہی، بخشش وعطا، اخلاق وکردار، حسن وجمال، حشمت وشوکت، فصاحت وبلاغت، خوبی وکمال، محبت وشفقت، صبر ورضا، عدل وانصاف، راست گوئی وپاک بازی، لطافت وسنجیدگی، ایثار وقربانی، ایفائے عہد، حق گوئی وبے باکی، مروت وعزیمت، زہد وورع، صدق وصفا، جلوت وخلوت، ہوش مندی ودانائی، بصارت وبصیرت، فہم وفراست، حکمت وسیاست، سیادت وقیادت، عجز وانکساری، عقل وخرد، رہبری ورہنمائی، تزکیہ وتصفیہ، زبان وبیان، لباس وطعام، جلوس وقیام، طہارت وپاکیزگی، ملاحت وتمکنیت، خوف وخشیت، پارسائی وپاک دامنی، خوش روئی وشگفتہ مزاجی، خوش کلامی بلند اخلاقی، دعوت وتبلیغ، اشاعت وترویج، کسرنفسی وسادگی، اصاغر نوازی واکابر پرستی، حقوق اللہ کی ادائیگی وحقوق العباد کی پاسداری، امانت ودیانت، امامت وخطابت، دینی تڑپ ملی جذبہ وغیرہ وغیرہ مذکورہ بالا اوصاف وخصوصیات اور اجزا وعناصر سے جس کی حیات عبارت ہے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور صحابہ کرام کے اسوۂ حسنہ کی نیابت کاملہ کا جو مظہر اتم ہے اس کمال ومحاسن اور خوبی جمال کے اختر برج حدی کو دنیا تاج الشریعہ کہتی ہے۔

جولقد کان لکم کی ہوبہو تصویر ہو
وہ غلام مصطفی ہیں سیدی اختر رضا

جب سے ہوش سنبھالا اس نیر برج ہدایت کو دیکھتا رہا کبھی مسند ارشاد پر جگمگاتا دیکھا کبھی بزم بیعت وارادت میں سعادت مندی وفیروز بختی کا گل کھلا کر مسکراتا دیکھا، یہ سلسلہ بڑا دراز ہے البتہ جہاں دیکھا نور بار دیکھا خلوت وجلوت ہر جگہ مدینے کی ضیا باریوں کا جامع پایا بلکہ اس جمال جہاں آرا میں جلوۂ مصطفی کی تابناکیاں نقطۂ عروج پر مشاہدہ کیا آج بھی ۱۹۹۶ کا وہ زمانہ یاد ہے جب بندہ دار العلوم شاہ جماعت ہاسن کرناٹک میں درس وتدریس کے فرائض انجام دے رہا تھا فتاوی رضویہ کا مطالعہ کرتے ہوئے چند جگہوں پر تفہیمی وفکری قوت نے جواب دیدیا جس کے باعث ان مسائل کے سمجھنے سے قاصر رہا مفتیان کرناٹکا سے رجوع کیا مگر طمانیت بخش جواب نہیں ملے مفتی شریف الرحمن صاحب، ومفتی محمد مظہر الحق صاحب نوری سے تبادلۂ خیال کیا انہوں نے جواب دے کر مطمئن کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن الجھنوں کے کانٹے فہم وفراست کے دامن سے نہ نکل سکے چند مہینے گذرے ہو نگے کہ حضور تاج الشریعہ رضی اللہ عنہ کی آمد پر نور ہاسن کی زمین پر ہوئی، مفتی شریف الرحمن صاحب بنگلور ایئر پورٹ سے لانے گئے تھے راستے میں حضور تاج الشریعہ کے ہمراہ رہے انہوں نے علم وعمل اور فکر وفن کے سلطان ہفت اقلیم کی سماعت کے حوالے ہمارے لاینحل

مسئلے کو کیا، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا مجمع البحرین، رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کی مکمل تفسیر پرتو یر حضور تاج الشریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دارالعلوم میں جلوہ بار ہوئے آپ کے قدوم میمنت پڑتے ہی ادارہ نور باریوں کا آماجگاہ بن گیا اور کیوں نہ بنتا مدینے کی بہار نے جو قدم رکھدیا تھا، بغداد واجمیر کی نورانیت نے جلوہ باری کی تھی، کالپی و مارہرہ کے فیضان بے نظیر کی آمد ہوئی تھی، وارث علوم اعلیٰ حضرت، مظہر جمال حجۃ الاسلام، جانشین مفتی اعظم، لخت جگر ونور نظر مفسر اعظم اسلام اور بریلی عظمتوں کے آفتاب عالم تاب نے طلوع پذیری کی تھی، قسم خدا کی جب دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا محویت کی وہ کیفیت تھی کہ کوئی تن سے سر جدا کر دیتا تو کٹنے کا احساس تک نہیں ہوتا یہ حالت تنہا میری نہیں تھی بلکہ سارے حاضرین مرغ بسمل تھے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کی تاریخ پڑھی تھی، بازار مصر کا دلکش ودلپذیر واقعہ سنا تھا، زنان مصری کے انگشتان مبارک کے کٹ جانے اور خون کے فوارے پھوٹنے کا ذکر سماعت سے ٹکرائی تھی، حضرت زلیخا کی وارفتگی وشیفتگی کا ہوش اڑا دینے والا قصہ نہاں خانۂ فکر وذہن میں محفوظ تھا آج وہ تمام دلکش نظارے آنکھوں کے سامنے رقص کناں تھے جس کے باعث لبوں پر یہ اشعار مچل اٹھے۔

حسن یوسف کا لگا ہے مصر میں بازار پھر
اس کو لینے پھر چلی ہے اک زلیخا سوداگر

چشم آہو برق عشوہ روئے انور آفتاب
رب تعالیٰ کی تجلی کا ہویدا تھا قمر

ہجوم میکدہ کو باہر کر دیا گیا دروازے مقفل ہو گئے علم وفن کا کوہ گراں، فکر وتدبر کا آسماں، کتاب وسنت کا عامل، شریعت وطریقت کا حامل، حفظ خانہ میں ضوبار ہوا، اساتذہ دائیں بائیں غلامانہ وعاشقانہ روش کے سانچے میں ڈھل کر باادب بیٹھ گئے اس گنہگار کو طلب کیا گیا، سرخمیدہ لرزیدہ وترسیدہ ایک مجرم کی حیثیت سے جرم کے کٹہرے میں کھڑا ہوا، ملاحت سے لبریز، نمکینیت سے مملو، شیرینی سے ضوفشاں شفقت ومحبت آمیز آواز دلپذیر سماعت میں رس گھولنے لگی کہ بیٹھ جایئے حکم پاتے ہی بیٹھ گیا ارشاد ہوا آپ اپنے سوال لا ینحل پر روشنی ڈالئے، بندہ نے موطا امام مالک کے حوالے سے قسطنطنیہ والی حدیث پڑھا اور عرض کیا کہ حضور مغفور اسم کا صیغہ ہے جس کی دلالت دوام استمرار پر ہوتی ہے شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ نے نزہۃ القاری میں لکھا ہے کہ یزید پلید اس جنگ میں بنفس نفیس شامل تھا اس سے تو ظاہر ہے کہ وہ اس حدیث کا مصداق ہے اس کے باوجود اس کو پلید کہنا کہاں تک درست ہے میرے ذہن میں اس وقت جتنے دلائل وبراہین تھے حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ عرش جاہ میں حاضر کر دیا بڑے کم وقتوں اور جامع لفظوں میں جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا یزید کی شمولیت بسبب زجر وتوبیخ تھی اس لئے اس بشارت عظمیٰ کا مستحق نہیں، اس پر دلائل وبراہین کا قیام فرمایا اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ یزید قسطنطنیہ کے جس جنگ میں شریک ہوا تھا اس جنگ کے اول ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہے جمہور محققین عدم اولیت کے قائل ہیں اس دعویٰ کے اثبات پر دلائل وبراہین کے انبار لگائے اور ارشاد فرمایا مفتی شفیع صاحب اکاڑوی پاکستانی علیہ الرحمہ کا ایک رسالہ امام پاک اور یزید پلید ہے اس کا مطالعہ کیجئے، ارشاد فرمایا دوسرا سوال کیا ہے، عرض کیا حضور محقق علی الاطلاق اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتاویٰ رضویہ میں ہیٹ پہننے کو کفر رقم فرمایا ہے، وقت کے امام اعظم، زمانہ موجودہ کے رازی وغزالی، عصر حاضر کے جنید وبایزید،

غوث دوراں نے ارشاد فرمایا کہ اس کی وضاحت مفتی اعظم عالم اسلام نے فرمادی ہے کہ ہیٹ سے مراد وہ ہیٹ ہے جس پر صلیب کے نشان ہوں چونکہ صلیب پہننا عیسائی فرقوں میں کیتھولک فرقہ کا مذہبی شعار ہے اور سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: **من تشبہ بقوم فھو منھم**۔ اس کے علاوہ بھی دلائل و براہین سے اپنے جواب لاجواب کو مزین فرمایا دیگر سوالات کا جواب بھی مدلل دیا، ماقل و مادل کے تحت بڑا جامع اور مسکت جواب عطا فرما کر بے چین دل کو پر سکون بنادیا اور مزید کتابوں کی جانب اشارہ فرما کر مطالعہ کرنے کی تاکید کی، جواب عنایت فرماتے وقت بار بار نور بار نگاہوں کو ہماری طرف ڈالتے اور ارشاد فرماتے بات سمجھ میں آگئی اس وقت ایسا محسوس ہوتا کہ حقائق و معارف کی نورانیت کا قلب وجگر پر نزول ہو رہا ہے اور فہم و ادراک کو نور بار بنا رہا ہے، نہاں خانۂ فکر و ذہن میں شکوک و شبہات کے جو جراثیم تھے یکلخت کافور ہو گئے اور میری منزل کا پتہ مل گیا دل نے کہا اب کیا دیکھ رہا ہے تیرے ظاہر و باطن کے سوال کا کامل جواب جلوہ بار ہے تجلیات نے اپنا رخ موڑ لیا ہے، مارہرہ، بلگرام، کالپی، بغداد اور مدینہ کی ضو باریاں عنفوان شباب پر ہیں، نور و رحمت کی جھما جھم برسات ہو رہی ہے، عشق و عرفان کے جام چھلک رہے ہیں، ساقی بادۂ حقانی سے سیراب کرنے پر مائل ہے دیر کس بات کی ہے شراب ارادت پی کر مدہوش ہو جا اس حسین خیال کا آنا تھا کہ مقدس و طلعت بار ہاتھوں میں ہاتھیں ڈال دیا اور بازار قادریت میں خود کو فروخت کر کے اس کے عوض میں جنت خرید لیا اور مچل کر دل ہی دل میں بول پڑا ؎

جب تک بکے نہ تھے کوئی پوچھتا نہ تھا
تم نے خرید کر مجھے انمول کر دیا

دوسرے سال ۱۹۹۷ میں حضور تاج الشریعہ کی آمد پر بہار منگلور سے متصل اپلہ کیرلا کی زمین پر ہوئی، دار العلوم کے اساتذہ کے ہمراہ اس سے منگلور پہونچے معلوم ہوا کہ علم و ادب کا آفتاب اور حسن و جمال کا مہتاب سرزمین منگلور ہی کو طلعت باریاں عطا کر رہا ہے جہاں شمع ہو پروانے وہیں منڈلاتے ہیں، ہم لوگ اسی کاشانۂ نور میں حاضر ہوئے اہل خانہ نے اجازت دی حضرت کے حجرۂ پر نور میں حیات مستعار کو ضو بار کرنے حاضر خدمت ہو گئے زہد و تقوی کے فلک اعلی کی دست بوسی و قدم بوسی کا شرف حاصل کیا زہے نصیب! قسمت کا ستارہ تبسم ریز ہوا تھا علم و عمل اور اخلاص کے گنگ دمن نے قدم پاک کو ہماری جانب بڑھا دیا اشارہ پاتے ہی خدمت کی سعادت کے حصول میں مصروف ہو گیا تقدس کے عرش پر نگاہیں جم گئیں ضیائے چشم سے روئے منور کا بوسہ لیتا رہا ہے اور قلب وجگر کو ٹھنڈک پہونچاتا رہا، بڑے بڑے علماء وہاں موجود تھے لیکن صاحب نجم التفسیر والحدیث نیر الفقہ والقضاء اور امام فقاہت کے سامنے کسی میں لب کشائی کی جرأت نہیں، اس گنہگار سے کہہ رہے تھے کہ یہ سوال کریں وہ سوال کریں بندہ پوچھتا جاتا حبر العلم والا دب جواب دیتے جاتے، دلائل و براہین کے دریا بہاتے جاتے، ایسا محسوس کر رہا تھا کہ سارے علوم و فنون کو اپنے سینۂ مبارکہ میں محفوظ کر لیا ہے کبھی حدیث کی تلاوت فرما رہے ہیں تو ایک گلستان سجاتے چلے جا رہے ہیں، کبھی تفسیر بیان فرماتے تو کبھی فقہی جزئیات وکلیات کا انبار لگاتے جس موضوع پر سوال ہوا اس موضوع کے تحت دلائل کثیرہ کا انبار لگاتے رہے آپ کی حاضر جوابی، تبحر علمی اور استدلالی ندرت کو دیکھ کر سارا مجمع عش عش کر اٹھا اس محفل کی دلکش و ایمانی چاشنی کا عالم نہ پوچھئے، علوم و فنون کے ماہ تمام کا مقام کیا کہنا۔

صاحب علم وادب میں جب انہیں دیکھا گیا
سب خبر اک مبتدا ہیں سیدی اختر رضا

اور تبحر علمی پر سارا مجمع عش عش کرر ہا تھا دسترخوان بچھ چکا تھا کھانے کے سارے لوازمات لگ چکے تھے اہل خانہ نے کھانے کی دعوت دی حضور تاج الشریعہ کے ساتھ کھانا کھانے کی برکت کا حصول ہوا کچھ ہی وقفہ کے بعد اپلہ کے لئے روانگی ہوئی، بے شمار گاڑیوں کے درمیان حضور تاج الشریعہ کی گاڑی بڑی سرعت کے ساتھ منزل کی مسافت کو طے کرر ہی تھی جب اپلہ تقریباً دو کیلومیٹر دوری پر رہا تو دیوانوں کا جم غفیر نظر آنے لگا تا حد نگاہ پروانوں کا سیل رواں دکھائی دیر ہا تھا، مشتاقان دید نے جونہی گاڑی دیکھی نعروں کے گونج میں اپنے کعبۂ قلب ونظر کا استقبال کرنے لگے تکبیر ورسالت کی صدائے دل نواز فضاؤں کو چیرنے لگی دیوانوں کا ہجوم گاڑی کی طرف ٹوٹ پڑا گاڑی کی رفتار تھوڑی دیر کے لئے بالکل ختم ہوگئی رفتہ رفتہ بڑی مشکل سے پروانوں کی بھیڑ کو ہٹایا گیا وہ وقت بھی آگیا جب کہکشاں کے جمال کی منبر رسول پر تشریف آوری ہونے لگی، دیوانے دیدار کو مچل اٹھے عوام ہو کہ خواص سب زیارت کو مضطرب ہوگئے جب اس دیوانگی کے کیفیات کو دیکھا تو دل نے کہا کہ اللہ اللہ کیا شان ہے تاج الشریعہ کی تو لب پر یہ شعر مچلنے لگے۔

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

اس ہمہ گیر وہمہ جہت شخصیت کے وجود مسعود کا ظہور وورود ہو گیا تو مائک پر کلام کرنے سے بڑے بڑے ماہرین علم وفن کترانے لگے مفتی شریف الرحمن صاحب نے میرے نام کا اعلان کروادیا بندہ مائک پہ حاضر ہوا اور تقریباً ۲۰ منٹ تک حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں آموختہ بطور استقبالیہ پیش کرتا رہا یہ سب فیضان مرشد کی کرم نوازیاں تھیں ورنہ ہماری کیا حقیقت وحیثیت، صبح کو حضور تاج الشریعہ کی معیت میں واپسی ہوئی اسی درمیان بے شمار کرامتوں کے صدور کا مشاہدہ ہوا اور ہر اعتبار سے ولایت وقطبیت کے اعلیٰ مقام پر فائز پایا، اس کو سمجھنے کے لئے اتنا کافی ہے کہ۔

عاشق بدر الدجی ہیں سیدی اختر رضا
نائب غوث الوری ہیں سیدی اختر رضا

ثانی رازی، غزالی، شیخ اکبر بایزید
بوحنیفہ کی ضیا ہیں سیدی اختر رضا

اس کے بعد تسلسل کے ساتھ اس ملیح دل آرا کی ملاحت کی زیارت سے مشرف ہوتا رہا اور ان کے فیوض وبرکات کو دامن حیات میں سمیٹتا رہا، اس جمال جہاں آرا کی تصویر کشی کیجئے تو اس کا نقش سراپا کا مختصر خاکہ یہ ہوگا: سیرت نورانی صورت نورانی، لباس نورانی، رنگت نورانی، سرخی مائل سفید، قد میانہ، بدن بھرے بھرے، سر بڑا گول، اس پر عمامہ کی نورانیت، چہرہ گول روشن دتا بناک نورانیت بکھیرتا ہوا، جس کو دیکھ کر خدا کی یاد آجائے، جبین اقدس کشادہ بلندو بالا، تقدس کے جھلملاتے ماہ ونجوم کی جلوہ باریاں، پلکیں گھنی بالکل سفید ہلالی شکل نما، آنکھیں بڑی بڑی خمار آلود، بھنویں گنجان ونور بار، رخسار انور شگفتہ گلاب جمال وجلال کا آئینہ مبارک پتلی پتلی گل

قدس کی پتیاں، دندان چھوٹے چھوٹے ہموار موتیوں کی لڑی کی طرح، کان متناسب قدرے دراز، گردن معتدل، وکشادہ سینہ فراز منور تابندہ، کمر خمیدہ مائل، ہاتھ لمبے لمبے جو لطف وعطا میں ضرب المثل، پاؤں متوسط، ایڑیاں گول موزوں، دوپلی کڑھی وسادہ ٹوپی، عمامہ بڑے عرض کا رنگ برنگا، کرتا کلی دار، اس پر قبا، چھوٹی مہری علی گڑھی پاجامہ، چھڑی پیتل یا لکڑی کی سرتاپا نورانیت کا آماجگاہ ؎

نوری صورت نوری سیرت جلوۂ شمس الضحیٰ

انتخاب کبریا ہیں سیدی اختر رضا

۲۰۰۸ میں حضور تاج الشریعہ سلطان الہند کانفرس میں شیموگہ جلوہ نما ہوئے، لاج میں زیارت کے لئے حاضر ہوا، سلام کیا، مصافحہ ہوا، دست بوسی ہوئی قدم بوسی کی محب گرامی عالیجناب موسیٰ رضوی صاحب نے کہا کہ ابا حضور (تاج الشریعہ) یہی مفتی مقصود عالم صاحب ہیں جو دار العلوم جامعہ رضویہ میں صدر المدرسین او رشیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں اور ادارۂ شرعیہ شیموگہ کے قاضی بھی ہیں اس مرد قلندر نے سر پر ہاتھ رکھ کر بے شمار دعائیں دیں مفتی شعیب رضا نعیمی علیہ الرحمہ جنہوں نے ازراہ محبت اپنا چھوٹا بھائی بنا رکھا تھا ان کی بھی دست بوسی کی، اور "تاج الشریعہ کون" کا مقالہ نکال کر دیا انہوں نے مطالعہ کیا اور حضور تاج الشریعہ کو سنایا ایک مقام پر حضور تاج الشریعہ نے ارشاد فرمایا یہ جملہ نکال دیں کیونکہ معترضین بلا وجہ کلام کریں گے پھر اسی مقالہ کو بطور استقبالیہ حضور تاج الشریعہ کی موجودگی میں منبر رسول پر پڑھنے کی سعادت ملی جب پڑھ رہا تھا تو حضور تاج الشریعہ روئے درخشاں کے جلوۂ زیبا میں مدینہ وبغداد کا جلوہ نظر آیا اسی جلسہ میں حضور تاج الشریعہ نے کرم نوازیاں فرماتے ہوئے اپنی خلافت واجازت سے بہرہ مند فرمایا۔ کرناٹکا، آندھرا اور کیرلا آمد ہوتی تو دیدار پرانوار کے لئے حاضر خدمت ہو جاتا، اور فیض وبرکات سمیٹتا رہتا یہ سلسلہ بڑا دراز ہے سب کو احاطۂ تحریر میں لانا یہاں ممکن نہیں، اس سال شعبان المعظم میں دیدار پر انوار سے شرف یابی کے لئے کعبۂ قلب ونظر بریلی شریف پہونچا محب گرامی عالیجناب اقبال شیخانی صاحب، مفتی راحت خان صاحب، ومفتی عاشق حسین صاحب کشمیری، مفتی نشتر فاروقی صاحب کی کرم فرمائیوں کے سبب حضور تاج الشریعہ کے دیدار سے مشرف ہونے کا موقع ملا۔ تقریباً ۳۰ منٹ تک ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا، پورا رخ زیبا گلاب گلاب اور حسن وجمال کا آفتاب عالم تاب جمال نظر آیا جب لوگ باہر آئے تو دست بوسی کیا۔ دست مبارک کو آنکھوں سے لگایا اور سینے پر رکھا اور سرہانے بیٹھ کر احوال وکوائف سنایا وکالت سے جتنے لوگ مرید ہوئے تھے سب کی قبولیت کی سند حاصل کیا اس کے بعد وہاں سے رخصت ہوا۔ جب باہر آیا تو تقریباً دو گھنٹے تک میرے ہاتھ خوشبو سے معطر رہے دل نے کہا کہ خود تو معطر ہیں جو قریب جاتا ہے اس کو بھی معطر فرما دیتے ہیں، اس کے بعد جانشین تاج الشریعہ مفتی عسجد رضا خان صاحب قادری مدظلہ النورانی سے مرکزی دار الافتاء میں ملاقات ہوئی، حضرت والا نے جو علمی وفنی کلام فرمایا اس سے ان کی علمی وفنی گہرائی کا اندازہ ہوا اتنی تاخیر ہوگئی کہ میری گاڑی کا ٹائم ختم ہوگیا۔ ایک پریشانی ستا رہی تھی کہ بغیر ریزرویشن جانا کیسے ہوگا ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ مفتی راحت خان صاحب کا فون آیا کہ آپ کی گاڑی نو گھنٹے لیٹ ہے یہ بھی حضور تاج الشریعہ رضی اللہ عنہ ایک کرامت کہہ لی جائے جو غلاموں کو مشکلات سے بچا لیا جانشین تاج الشریعہ نے سند خلافت بھی دیا جو نہ لے سکا تھا یہ بھی حضور تاج الشریعہ کی ایک کرامت ہے نقاب پوشی سے قبل ہی بلا کر ہر چیز سے نواز دیا جب سانحۂ ارتحال سے قبل بریلی شریف جا رہا تھا تو مراد آباد اتر گیا اس کے بعد رامپور پہنچا حضور سید شاہد میاں رامپوری دام ظلہ النورانی سے ملاقات کی انہوں نے اپنی گفتگو کے درمیان

فرمایا کہ حضور تاج الشریعہ رضی اللہ عنہ کے ہم کل بھی غلام تھے آج بھی ہیں اور ان شاء اللہ جیتے جی حیات رہیں گے۔ اس کے بعد بریلی شریف میں نماز جمعہ سے پہلے حاضری ہوئی، حضور تاج الشریعہ رضی اللہ عنہ کو اس سے قبل خوب دیکھا بے مثل ولا جواب پایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے:

"عن بن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد"

[جامع الترمذی ج ۲ / ۹۳ باب ما جاء فی عالم المدینۃ۔ مشکوۃ شریف ج ۱ / ۳۴ کتاب العلم۔ ابن ماجہ ج ۲ / ۹۳ باب فضل العلماء]

ہزار عابد سے شیطان پر ایک فقیہ بھاری ہے۔ نگاہ دوڑاتا ہوں تو فقیہ کہلانے والے تو بہت نظر آتے ہیں مگر اس حدیث کا مصداق خال خال نظر آتا ہے البتہ حضور تاج الشریعہ رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات کو دیکھا تو ہر اعتبار سے اس کی تفسیر پر تنویر پایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ "عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلث منجیات و ثلث مھلکات فاما لمنجیات فتقوی اللہ فی السر و الاعلانیۃ و القول بالحق فی الرضا و السخط و القصد فی الغناء و الفقراء و اما المھلکات فھوی متبع و شح مطاع و اعجاب المرء بنفسہ و ھو اشدھن"

[مشکوۃ ج ۲ / ۴۳۴۔ شعب الایمان للبیہقی]

تین صفات ایسی ہیں کہ جس شخص کے اندر موجود ہیں وہ دارین میں نجات یافتہ ہے، اس کا دل خلوت وجلوت میں خوف خدا سے عبارت ہے جو کسی کی رضا و ناراضگی کی پرواہ کئے بغیر حق بات پڑ نا رہے، خرچ کرنے میں راہ اعتدال اختیار کرے چاہے ایام امیری ہو یا فقیری و فاقہ کشی، پہلی صفت یہ ہے کہ خلوت وجلوت میں اس دل خشیت الٰہی سے مملو ہو۔ اس کی پہچان وعلامت یہ ہے اس شخص سے نہ حقوق اللہ تلف ہونگے نہ حقوق العباد وہ کامل طور پر حقوق کا پابند رہے گا حضور تاج الشریعہ رضی اللہ عنہ کی خلوت وجلوت دونوں کو دیکھا حقوق اللہ کی ادائیگی میں ایک ذرہ بھی کمی نہیں پایا حقوق العباد کی پاسداری میں حیات مستعار کا پل پل گذار دیا۔ اختلافی مسائل میں بھی اصول وقانون کے دائرے میں رہ کر اپنے موقف کا اظہار کیا۔ لوگوں نے کردار کشی کی لاکھوں جتن کی، انگشت نمائیاں ہوئیں، عزت سے کھلواڑ ہوا، ذاتیات پر پے در پے حملہ ہوئے، دشنام طرازیوں کے بازار گرم کئے گئے، الزام وافترا کے ذریعے بدنام کرنے کی سازش رچی گئی اس کے باوجود پلٹ کر جواب نہیں دیا اللہ ارشاد فرماتا ہے۔ ان اللہ مع الصابرین۔ رب قدیر صابرین کے ساتھ ہے، رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ ذلک لمن خشی ربہ۔ جس کا دل خشیت الٰہی سے لبریز ہوتا ہے اللہ اس سے راضی ہو جاتا ہے اور وہ لوگ اللہ سے راضی ہو جاتے ہیں، ان اولیاءہ الا المتقون۔ اللہ کے ولی متقین ہی ہوتے ہیں۔ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون۔ الذین آمنوا و کانوا یتقون۔ سن لو خبردار ہو جاؤ بے شک اللہ کے ولیوں کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم جو لوگ ایمان لائے اور تقوی اختیار کرتے ہیں۔ عمدۃ المفسرین امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں، الذین یحترزون عن المنکرات۔ (تفسیر کبیر ج ۵ / ۱۲۷)

جو لوگ منکرات سے اجتناب کرتے ہیں۔ ارشاد باری ہے: و تزودوا فان خیر الزاد التقوی۔ توشہ ساتھ رکھو اور سب سے بہتر توشہ تقوی و پرہیزگاری ہے، ھدی للمتقین۔ ہدایت متقین کے لئے ہے ابو طالب مکی علیہ الرحمہ اپنی تصنیف قوت القلوب میں فرماتے ہیں، الایمان عریان و لباسہ التقوی، ایمان ایک عریاں حقیقت ہے اور اس کا لباس تقوی ہے۔ حدیث میں ہے: اتق المحارم تکن اعبد الناس۔ اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے اجتناب کر تب لوگوں میں بڑا عابد ہوگا۔ حدیث میں ہے: اتق اللہ حیثما

کنت، جہاں کہیں رہو اللہ سے ڈرتے رہو۔ امام نووی فرماتے ہیں: ای اتقہ فی الخلوۃ کما تتقیہ فی الجلوۃ بحضرۃ الناس واتقہ فی سائر الامکنۃ والازمنۃ (شرح الاربعین النبویہ/۹۵) جس طرح لوگوں کے سامنے جلوت میں ڈرتے ہو اسی طرح خلوت میں بھی اللہ سے ڈرو اور تقوی اختیار کرو اور ہر جگہ ہر لمحہ اور ہر زمانے میں تقوی کا ثبوت دو۔ حضور تاج الشریعہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کی ورق گردانی کرنے والے جانتے ہیں کہ خلوت وجلوت میں یکساں تھے اور عالم اسلام میں آپ کے تقوی کی شہرت تھی، خشیت الٰہی کا نتیجہ ہی تو تھا کہ بلاخوف وخطر احقاق حق وابطال باطل کے فرائض انجام دیتے تھے کون خوش ہوتا ہے کون ناراض ہے اس کی پرواہ کئے بغیر حق بات کہہ دیا کرتے تھے اور اپنے موقف پر مضبوطی سے ڈٹے رہتے تھے۔ ٹی وی، ویڈیو اور مووی کو حرام کہتے رہے، تصویر کشی کے خلاف فتوی صادر فرماتے رہے، لاؤڈ اسپیکر پر نماز کی اقتدی کو فساد صلاۃ کا باعث بتاتے رہے، چلتی ٹرین پر عدم جواز کے قائل رہے اس کے علاوہ بھی بے شمار مسائل ہیں جس کے باعث کتنے لوگ مخالف ہو گئے کتنے لوگوں نے جنگ کا آغاز کر دیا مگر کسی کی پرواہ نہ کی، جس نے فعل کفر کا ارتکاب کیا اپنے تھے کہ بیگانے سب پر یکساں شریعت کے حکم کا اظہار فرمایا لوگ دشمن بن گئے اس کا غم نہیں کیا ان امور کے مشاہدہ کے بعد یہ بات واضح ہو جاتا ہے کہ آپ کی ذات مذکورہ بالا آیات واحادیث اور اقوال کی کامل مصداق تھی، دوسری صفت یہ ہے کہ حق بات پر ڈٹا رہے دنیا نے اس کا مشاہدہ بھی اپنی نگاہوں سے کیا اور خرچ میں بھی راہ اعتدال پر قائم تھے اس بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ آپ نجات یافتہ بھی تھے اور نجات دہندہ بھی۔ مہلکات:۔ دو جہاں کی ہلاکتوں سے بچنے کے لئے بھی تین صفات کا وجود لازم ہے، خواہشات نفسانیہ کی پیروی سے اجتناب ومخالفت جو کبر المنجیات سے ہے اور بخالت سے اجتناب، اور اس سے مراد وہ بخل ہے جو حرص سے مقرون ہو تاج الشریعہ رضی اللہ عنہ کا دامن ان گرد وغبار سے بھی محفوظ ومامون تھا اس لئے تو دنیا آپ پر فدا تھی اور آپ کا وجود مسعود نورانی تھا جو چہرہ دیکھ لیتا شیدا ہو جاتا ولی کی ایک پہچان یہ بھی بتائی گئی ہے۔ جو حدیث میں مذکور ہے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: اذا رای ذکر اللہ۔ جسے دیکھ کر خدا یاد آ جائے سمجھو وہ ولی ہے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات مستعار کا ہر فعل کتاب وسنت کے مطابق تھا، وہ ایسے تھے جن کی عالم اسلام میں کوئی مثال نہیں۔ علم میں لاجواب تھے، عمل میں لاجواب تھے، امر بالمعروف میں لاجواب تھے، زہد وتقوی میں لاجواب تھے، حسن وجمال میں لاجواب تھے، استقامت واستقلال میں لاجواب تھے احقاق حق ابطال باطل میں لاجواب تھے، حیات کے جس گوشے کو دیکھتے اور جس زاویے سے دیکھتے اس میں لاجواب وبے مثال نظر آتے ۔

اب کہاں سے لاؤ گے اے سنیو!
ایسا کامل رہنما اختر رضا

صوفیہ الزمن ناشر مسلک اعلیٰ حضرت حضور محدث لیاقت رضا صاحب نوری مرادآبادی خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند دام ظلہ النورانی سے جب بھی ملاقات ہوتی تو وہ حضور تاج الشریعہ کا ذکر جمیل ان کلمات بالغہ کے ذریعے فرماتے کہ میاں ان آنکھوں نے مفتی اعظم عالم اسلام کو دیکھا ہے ان کی خدمت کرنے کا موقع ملا ہے ہمارے مخدوم ہمارے مطلوب ہمارے مقصود حضور تاج الشریعہ سے محبت فرماتے تھے ان کی ذات پر کامل اعتماد فرماتے تھے ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ اپنا قائم مقام بنا دیا اپنی جگہ پر بیٹھا کر اپنے علوم وفنون، زہد وتقوی، رعب ودبدبہ، شان وشوکت اور تمام تر رفعت وبلندی عطا فرما کر اوج ثریا پر پہونچا دیا ان کی شان ہی کیا کہنا نہیں دیکھتا

ہوں تو آنکھوں کو ٹھنڈک ملتی ہے دل کو سکون ملتا ہے وہ چلتے ہیں تو مفتیٔ اعظم کا چلنا یاد آجاتا ہے بیٹھتے ہیں ہیں تو مفتیٔ اعظم کا بیٹھنا یاد آجاتا ہے ان کی ہر ادا میں ہر کمال میں مفتیٔ اعظم ہیں اوج ثریا اگر ان کی قدم بوسی کرے تو کیا تعجب ہے۔ کرناٹکا میں بے شمار منبر رسول پہ دیکھا کہ زار وقطار رو رو کر حضور تاج الشریعہ کی صحت وتندرستی کے لئے دعا مانگتے ان کے صاحب زادے محمد رضا صاحب نوری المعروف بھائی جان نے بتایا کہ جب ابا حضور کو سانحۂ ارتحال کی خبر ملی تو بچوں کی طرح بلک بلک کر رو پڑے اور کہنے لگے آج عالم اسلام کا سب سے بڑا فقیہ، محدث، مفسر، مفکر، مدبر، محقق رخصت ہو گیا، ہمارے مخدوم کی امانت نے مجھ سے رخ موڑ لیا آفتاب قطب الارشاد روپوش ہو گیا بیٹا آج ہم ہی نہیں عالم اسلام یتیم ہو گیا۔ اس کے بعد بریلی شریف چلنے کا حکم دیا جب حضور محمد لیاقت رضا نوری مدظلہ العالی کی ملاقات مجھ سے ہوئی تو وہی کیفیت تھی بلا شک وشبہ حضور تاج الشریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جانے سے عالم اسلام سوگوار ہے۔

آپ کا ہر لمحہ گذرا رب کے ذکروں میں
وہ ہے حق پر آپ جو تابع فرمان ہے

علامہ محمد اظہار حسین صاحب نعیمی نوری مدظلہ العالی نے سانحۂ ارتحال کی خبر پاتے ہی ہوسپیٹ کرناٹک سے فون کیا کہ آپ کہاں ہیں عرض کیا بریلی شریف میں ہوں کچھ سن رہا ہوں احقر نے بڑی مشکل سے کہا سچ ہے تو رو پڑے اور کہا اس دور پرفتن میں ایک تو سہارا تھا وہ بھی چھن گیا اس کے بعد رو رو کر سنانے لگے کہ ۱۹۹۹ میں حضرت کا پروگرام شہر ہاسپیٹ کرناٹک کے لئے کیا گیا تھا اسی تاریخ میں حضور تاج الشریعہ کی تشریف آوری کرناٹک کے علاقہ ہبلی ڈانڈلی میں ہونے والی تھی ہمارے یہاں آنے کا ڈیٹ بھی مل گیا جب ہبلی پہنچا تو پتہ چلا کہ اس پروگرام کی اطلاع حضور تاج الشریعہ کو نہیں ہے ہم لوگوں نے حضور امین میاں مدظلہ العالی کا تعاون لیا جن کی مدد سے حضور تاج الشریعہ کی جلوہ باری ہاسپیٹ میں ہوئی پورا ہاسپیٹ آپ کی تشریف آوری سے مسرت وشادمانی کے سمندر میں غوطہ زن تھا جب منبر نور پر آمد ہوئی تو ہر طرف نور ہی نور کا سماں ہو گیا۔ اللہ اللہ وہ نوری چہرہ جو دیکھتا دیکھتا ہی رہ جاتا آج عالم اسلام کی وہ مقتدر شخصیت ہمیں یتیم کر گئی۔ اس طوفان بدتمیزی میں اب ہمارے ایمان وعقیدے کی حفاظت کون کرے گا۔

دار ومدار جس پہ ہے ساری بہار کا
وہ کیف ہے تبسم جاناں لئے ہوئے

دیکھی ہے جس نے ایک جھلک حسن یار کی
وہ پھر رہا ہے تار گریباں لئے ہوئے

سن ۱۹۹۰ء یا ۱۹۹۱ء میں ہبلی تشریف لائے بندہ ایئرپورٹ پہونچا محب گرامی عالی جناب موسیٰ رضوی صاحب بنگلور کی معرفت ایئرپورٹ کے اندر داخل ہوا جب جہاز نے لینڈنگ کی تو باہر ہزاروں لوگوں کا مجمع اکٹھا ہو گیا ایئرپورٹ کا پورا عملہ اس منظر کو دیکھ کر حیران وپریشان ہوا تھا تقریباً ایک گھنٹے تک حضور تاج الشریعہ کے پاس اندر رہنے کا موقع ملا اپنی نگاہوں سے دیکھا کہ پورا عملہ حضرت کی بارگاہ عرش جاہ میں قدم بوسی کے لئے حاضر ہو گیا اجازت پا کر سب نے قدم بوسی کی حضرت کرسی پر جلوہ بار تھے اللہ اللہ کیا چہرہ اس قدر نور بار تھا کہ اس کو لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں تفہیم طبع کے لئے اتنا سمجھ لیں کہ جب سورج طلوع یا

غروب ہوتا ہے تو جو سرخی رونما ہوتی ہے اس وقت لگ رہا تھا کہ وہی سورج حضور تاج الشریعہ کے روئے منور میں تیر رہا ہو اس لئے تو کائنات کی ساری رعنائیاں اس حسن و جمال پر قربان تھیں بلا شک وشبہ ان اللہ جمیل یحب الجمال کے کامل مصداق جملہ شعبہائے حیات میں تھے ؎

باغ رضواں میں نہیں ہے حسن کا تیرے جواب
اے فقیہ دین وملت بار ہا تم پر سلام

آپ کی ولادت باسعادت 24 ذیقعد 1362 بمطابق 23 نومبر 1943 بروز منگل محلہ سوداگران بریلی شریف کی پاک سرزمین پر ہوئی ،دنیائے اسلام کی وہ سب سے عظیم وبرتر ہستی شیخ الاسلام والمسلمین، معین الملت والدین ،امام الفقہا ءو المحدثین ،عماد المفسرین والمتکلمین، برھان العارفین ، حجۃ السالکین ،فارق الحق والباطل، قائد المشارق والمغارب ،سلطان الدرس والتدریس، حاکم الزہد والتقوی، حبر العلم والادب ،سماء اللوح والقلم ،مرجع العرب والعجم ، ماھر اللسان والبیان ، بحر الشعر والسخن، شمس التصنیف و التالیف ، نیر التقریر والتحریر، جامع العلوم والفنون، قمر الحکیم والادیب ،کوکب المعرفۃ والحقیقۃ، صاحب الرشد والھدایۃ ، واقف الرموز والاسرار، ملک الخلوۃ والجلوۃ ، دافع البدعۃ والضلالۃ ، رافع المذھب والسنۃ ،فنافی اللہ وفنافی الرسول، مظہر الغوث الاعظم ، وارث علوم اعلیحضرت ، نبیرۂ حجۃ الاسلام ، جانشین مفتی اعظم ، ابن مفسر اعظم ،قدوۃ المحققین ، زبدۃ المدبرین ، قاضی القضاۃ فی الھند ،غسال کعبہ، فخر ازہر، شیخ اکبر، مخدوم العلما ء، سید الفضلا ء، تاج الشریعۃ ، بدر الطریقۃ ، شیخنا المکرم حضرت علامہ فہامہ مفتی محمد اسماعیل رضا خان المعروف محمد اختر رضاخان الملقب بہ ازہری میاں علیہ الرحمۃ والرضوان **"کل نفس ذائقۃ الموت"** کے تحت تقریبا 75 سال کی حیات مستعار پا کر دنیائے فانی سے 7 ذیقعدہ 1439ھ بمطابق 20 جولائی 2018 بروز جمعہ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر کی صدائے دلنواز بلند کرتے ہوئے **"موت العالم موت"** کے تحت عالم اسلام کو سوگوار کرکے ،دردو الم ،رنج ومحن کا داغ دیکر اور یتیم وسیر بنا کر سسکتا بلکتا چھوڑ کر خود واصل بحق ہوگئے ۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

چھوڑ کر اہل چمن کو فخر ازھر چل بسے
غم زدہ کرکے زمن کو فخر ازھر چل بسے

ان سے قائم تھا جہان علم میں باغ وبہار
کرکے سونا انجمن فخر ازھر چل بسے

تیری فرقت خون کے آنسو رلاتی ہے مجھے
درد کا عالم نہ پوچھو کس قدر خوں خوار ہے

حضور تاج الشریعہ رضی اللہ تعالی عنہ جمعرات ہی کو اپنے کاشانۂ مبارک پر تشریف لا چکے تھے ۔عالیجناب الحاج ہارون عثمان صاحب نوری چھتیس گڑھ نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ جمعرات کو گھر پر ہی حضرت کی زیارت سے مشرف ہوئے ۔آل کرناٹکا سنی علماء بورڈ کا ایک وفد اصحاب ثلاثہ پر مشتمل مالیگاؤں ، دہلی ،مرادآباد ،رامپور حضور سید شاہد میاں رامپوری سے ملاقات کرتا ہوا حضرت کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو نور بار بنانے بریلی شریف پہنچا بریلی شریف کا یہ سفر غیر ارادی طور پر ہوا تھا جس کو قطب زمن کا تصرف و

کرامت ہی کہا جاسکتا ہے جمعہ کی نماز ادا کی اس کے بعد بارگاہ رضا میں حاضری ہوئی۔ فراغت کے بعد مرکزی دارالافتاء بریلی شریف میں حاضر باش ہوا حضرت مفتی نشتر صاحب فاروقی ایڈیٹر سنی دنیا بریلی شریف سے ملاقات ہوئی انہوں نے ارشاد فرمایا کہ جانشین حضور تاج الشریعہ حضرت مفتی عسجد رضاخان صاحب مدظلہ العالی کو آپ کی آمد کی اطلاع دی جاچکی ہے انہوں نے بیٹھنے کا حکم دیا ہے۔ بندہ، عالیجناب صادق اللہ صاحب رضوی ایڈووکیٹ چتر درگہ کرناٹک، مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی ہرپن ہلی کرناٹک جو وفد کی صورت میں تھے بیٹھ کر آمد کا انتظار کرنے لگے، کیا پتہ تھا کہ یہ انتظار حیات ظاہری کا آخری انتظار اور یہی آخری دیدار ہوگا مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی نے بتایا کہ حضور مفتی عسجد رضاخان صاحب مدظلہ العالی سے ہماری ملاقات ہوئی انہوں نے ملنے اور ملاقات کرانے کا یقین دلایا ہے ایڈیٹر سنی دنیا بریلی شریف نے فرمایا کہ جانشین حضور تاج الشریعہ نماز مغرب کے بعد ہی تشریف لائیں گے کیوں کہ حضور تاج الشریعہ انہیں کی اقتدا میں نماز ادا فرماتے ہیں اور وعدے کے مطابق ضرور مخدوم الکل سے ملاقات کروائیں گے شوق دیدار کی حسرت لئے انتظار کرتا رہا مفتی نشتر فاروقی صاحب نے اطلاع دی کہ نیچے چلئے حضرت کی طبیعت دوبارہ بگڑ چکی ہے اوپر سے نیچے آنے تک دیوانوں کا ایک بہت بڑا جم غفیر گھر کے پاس پہنچ چکا تھا تل رکھنے کو بھی جگہ نہ تھی۔ سید کیفی صاحب گھر سے روتے ہوئے باہر آئے تب پتہ چلا کہ قطب زمن سفر آخرت طے کرچکے ہیں آپ کا سانحۂ ارتحال گھر پر اذان مغرب کے وقت ہوا جس کا احقر اور اس کے علاوہ سینکڑوں لوگ چشم دید گواہ ہیں۔ آپ کا سانحۂ ارتحال عالم اسلام کیلئے ناقابل تلافی نقصان ہے جس کی بھرپائی ممکن نہیں۔

حضور تاج الشریعہ رضی اللہ عنہ دنیائے اسلام کی وہ واحد شخصیت ہیں جن کے وصال کی خبر پھیلتے ہی عالم کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ اس حادثہ عظیمہ کی رونمائی پر بلا امتیاز مذہب وملت ہر ایک نے اپنے درد وغم اور رنج وملال کا اظہار کیا۔ شہر بریلی کے ہندو ومسلم نے آپ کی رحلت کے غم میں دو روز تک اپنی اپنی دکانیں بند رکھیں۔ راہل گاندھی اکھلیش یادو اور نتیش کمار وغیرہم نے تعزیتی پیغام نشر کیا عالم اسلام کے اکثر ممالک سے تعزیتی پیغام نشر ہوئے عالمی سطح پر پرنٹ میڈیا الیکٹرانک میڈیا سوشیل میڈیا ٹویٹر کے ذریعے تعزیتی پیغام نشر ہوتے رہے جس سے شخصیت کی مقبولیت عظمت ورفعت اور شہرت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

آپ نے اپنی حیات میں اسلام کی تبلیغ کیلئے پوری دنیا کا سفر کیا ہزاروں لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر قبولیت اسلام کی سعادت حاصل کی کروڑوں لوگ آپ کے ہاتھوں پر بیعت ہوئے اور سلسلۂ عالیہ قادریہ سے اپنا انسلاک پیدا کرلیا۔ لاکھوں لوگوں نے اپنے اپنے گناہوں سے توبہ کی کروڑوں کی تعداد میں آپ کے مریدین پوری دنیا میں پائے جاتے ہیں آپ کی علمی شخصیت بے مثال تقوی وطہارت کی مالک تھی آپ آفاقی عظمت و شہرت کے حامل تھے۔ جس کے باعث غسل کعبہ کا شرف پایا۔ اندرون کعبہ نماز ادا کرنے کی فضیلت ملی اسلامک یونیورسٹی جامع ازہر مصر نے فخر ازہر ایوارڈ سے نوازا آپ کو ارباب بصیرت نے ہزاروں لقب سے ملقب کیا جس میں تاج الشریعہ کا لقب بھی شامل ہے پاکستان کی عالمی صوفی کانفرنس میں شہزادۂ غوث پاک نے عالم اسلام کے صوفیوں کا صدر ومقتدی ہونے کا اعلان کیا سارے شرکاء نے اس کو بسر وچشم قبول کیا۔ عالمی سروے میں آپ کی ذات کو چھبیسویں نمبر پر رکھا گیا اور ھندوستان میں سب سے فائق قرار دیا گیا یہ تو ان لوگوں کا سروے ہے جنھوں نے منفرد چیزوں کو پیش نظر رکھا خالص اسلامی اعتبار سے اسلامی دنیاں نے ہر اعتبار سے آپ کو یکتا وتنہا پیشوا ورہنما جانا جس پر عالم اسلام کا تعزیتی

پیغام شاہد عدل ہے شیخ ابوبکر مصلیار بانی ومبانی الثقافۃ السنیہ کیرلا نے کھلے دل سے اس بات کا اظہار کیا اور اخباری بیان جاری فرمایا حضور سید حسینی میاں اشرفی ناگپور نے کسی کے سوال کے جواب میں اس صدی کا آپ کو مجدد قرار دیا جس کا آڈیو سوشیل میڈیا پر جاری ہوا۔

آپ کی دینی مذھبی ملی تصنیفی ادبی سماجی تحریری تقریری تبلیغی نثری اور شعری خدمات شہرۂ آفاق ہیں آخری سانس تک خدمات کا سلسلہ جاری رہا 22 / جولائی 2018 / بروز اتوار بعد نماز فجر بیت الرضا میں غسل دیا گیا اس کار خیر کو جانشین تاج الشریعہ مفتی عسجد رضا خان، مفتی سلمان رضا خان اور برھان رضا خان صاحبان نے انجام دیا شرکائے غسل میں شہزادۂ محدث کبیر مفتی جمال مصطفیٰ صاحب جناب سید کیفی صاحب اور خاندان کے کچھ افراد بھی شامل رہے آپ کی نماز جنازہ تقریبا 11 بجے اسلامیہ انٹر کالج میں ہوئی۔ نماز جنازہ آپ کے جانشین وصاحب زادہ حضرت علامہ مفتی عسجد رضا خان قادری مدظلہ العالی نے پڑھائی جس میں شرکاء کی تعداد سے متعلق میڈیا کی رپورٹ مختلف ہیں کسی نے تین کروڑ کسی نے دوکروڑ تو کسی نے سوا کروڑ بیان کیا اس روایت مختلفہ کی روشنی میں سوا کروڑ کا ہونا یقینی معلوم ہوتا ہے نگاہوں نے دیکھا ہے کہ اسلامیہ انٹر کالج، سڑک، گلی، چھت، درخت، اس سے متصل دیگر میدان کھچا کھچ بھرے پڑے تھے حتی کہ جنازہ کا دیدار کرنے لوگ ٹرانسفرمر پر بھی چڑھ گئے تھے اسی خدشہ کے پیش نظر اول ہی بجلی کاٹ دی گئی تھی تاکہ کوئی حادثہ رونما نہ ہو جدھر نگاہ اٹھاتے آدمیوں کا سیلاب ہی دکھائی دیتا تھا مزار اعلیٰ حضرت سے متصل ازھری گیسٹ ہاؤس میں آپ کی تدفین کا عمل تقریبا 3 / 12 میں پائے تکمیل کو پہنچا۔ مزار پاک کے اندر مفتی عسجد رضا خان صاحب مفتی سلمان رضا خان صاحب اور برھان خان صاحب اترے۔ قبر مبارک میں موئے مبارک، حضور غوث پاک کے جبہ شریف کا ٹکڑا، شجرہ شریف، عہد نامہ، دلائل الخیرات شریف اور بیری کی سوکھی ٹہنی کو رکھا گیا ان چیزوں کی اطلاع حضور امین شریعت کے خادم علامہ اشرف رضا صاحب چھتیس گڑھ نے دی ان کو حضور مفتی سلمان رضا خان صاحب اور سفیان رضا خان صاحب نے اس کی آگاہی دی۔ حضور تاج الشریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات طیبہ کے مطالعہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ درجۂ قطب الارشاد پر فائز تھے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نو رستہ ترے در کی نگہبانی کرے

ابر رحمت تیری تربت پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

مریدین ومعتقدین اور متوسلین یاد رکھیں آپ کا پیر کامل استقامت فی الدین کا کوہ گراں تھا جب بھی صلح کلیت کا بدتمیز طوفان اٹھا، ضلالت وگمراہیت کی کالی گھٹاؤں نے اپنا پر پھیلایا، بے ادبی وگستاخی کی بجلیاں کڑکیں، بے راہ روی کے شب دیجور نے اٹکھیلیاں کیں اس مرد قلندر نے بیباکی کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا اور اسے کیفر کردار تک پہنچا دیا اپنے عزم وحوصلہ میں ذرہ برابر تزلزل پیدا نہ ہونے دیا جن پر آپ کی ششش جہات خدمات شاہد عدل ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ روحانیت کے اعتبار سے شیخنا المکرم اب بھی ہمارے درمیان موجود ہیں۔ اور اپنے جانشین حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خان دام ظلہ النورانی کی شکل میں ایک عظیم و

مضبوط و مستحکم سہارا ہمیں دے رکھا ہے اللہ تعالیٰ اس عظیم قلعہ کو ہر اعتبار سے فیوض و برکات کا منبع و مصدر بنادے مسلک حق کی اشاعت و ترویج کیلئے بے باک مجاہد اور کمانڈر انچیف کی حیثیت میں مزید تابنا کیاں عطا فرمادے حضور تاج الشریعہ کا کامل و اکمل مظہر و نمونہ بنادے آمین۔ غلامان تاج الشریعۃ یاد رکھیں اس وقت آپ کی ذمہ داریاں مزید بڑھ چکی ہیں۔ ہمیں اسی طرح اپنے مسلک پر ڈٹے رہنا ہے جس طرح حضور تاج الشریعہ کے حیات ظاہری میں ڈٹے ہوئے تھے اور اپنے مرکز عقیدت سے چمٹے رہنا ہے اور دنیا کو یہ بتا دینا ہے کہ صبح قیامت تک بریلی ہی ہمارا مرکز رہیگا۔ یہی عشق کا تقاضہ ہے۔ شیخنا المکرم کا فیضان کل بھی جاری تھا آج بھی جاری ہے اور صبح قیامت تک جاری رہے گا۔ رب قدیر اہل خانہ، جملہ متوسلین و معتقدین و جملہ اہلسنت مسلک اعلیٰ حضرت کے پیروکاروں کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور استقامت فی المسلک کی دولت لازوال سے بہرہ مند فرمائے آمین۔

***

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ اور اُن کی شان کریمانہ

مولانا عبدالمصطفیٰ صدیقی حشمتی ردولوی، دار العلوم مخدومیہ وکلیۃ البنات گلشن فاطمہ ردولی شریف

پلہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسہ تیرا

شہر محبت بریلی شریف عرصہ دراز سے اہل سنت وجماعت کا مرکز عقیدت ومحبت ہے، امام اہل سنت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت اور سیدی سرکار مفتی اعظم رضی اللہ عنہما کے ظاہری زمانہ کے بعد آقائی الکریم حضور تاج الشریعہ بدر الطریقہ رحمہ اللہ کی عبقری شخصیت عوام وخواص کے لئے محور ومرکز رہی، دنیا کے اکثر گوشوں میں آپ کے مبارک سفر ہوئے، عوام وخواص، علماء، فقہاء اور صوفیاء جہاں آپ کے نورانی چہرے کی دید سے محظوظ ہوتے تھے وہیں آپ کے اقوال زریں کو توشہ آخرت بناتے تھے، آپ کی بابرکت ذات سے انتساب باعث عزت وشرافت سمجھا گیا، یہی وجہ ہے کہ بہت سے محبین کی طرح راقم الحروف نے بھی پچھلی پانچ دہائیوں سے رشتۂ عقیدت ومودت جوڑ رکھا ہے اور اس طویل مدت میں اپنی بساط کے مطابق قولا وعملا الفت ومودت، عقیدت ومحبت کے نذرانے بھی پیش کرتا رہا جس کے صلہ میں حضور والا نے بھی اصاغر نوازی کی اعلیٰ مثالیں قائم فرمائیں اور میری حیثیت سے زیادہ مجھے نوازا فالحمد للہ علیٰ ذالک.

بعض احباب کی فرمائش پر زیر نظر مضمون میں اسی زاویے سے تعلق رکھنے والے چند واقعات سپرد قرطاس کئے جارہے ہیں جن سے اس بات کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ حضور تاج الشریعہ رحمہ اللہ کی ذات گرامی ذرہ نوازی اور کرم فرمائی کی اعلیٰ مثال تھی اور ساتھ ہی بہت سے پیران کرام کے لئے درس عبرت ونصیحت بھی۔ آج سے تقریبا چالیس بیالیس سال پہلے ردولی شریف کے بااثر احباب اہل سنت کی دعوت پر صاحب توشہ حضور شیخ العالم علیہ الرحمہ کے شہر شہر حق ردولی شریف میں فقیر حشمتی درس وتدریس کی غرض سے حاضر ہوا، حضور شیخ صلاح درویش علیہ الرحمہ کے آستانہ شریف سے قریب محلہ صوفیانہ میں ایک اسلامی مکتب کی نشاۃ ثانیہ ہوئی، نام مدرسہ مخدومیہ تجویز ہوا، ابھی ردولی شریف میں قیام کے چند ہی مہینے گذرے ہونگے کہ تیس جمادی الآخرہ ۲۰۰۰ء عیسوی کی شب میں کچھ لوگوں نے سنی کانفرنس کے نام سے ایک جلسہ منعقد کیا جس میں حضور مجاہد ملت، حضور تاج الشریعہ علیہما الرحمہ اور دوسرے علمائے اہل سنت کے علاوہ کچھوچھہ مقدسہ کے ایک مشہور خطیب کو بھی مدعو کیا گیا، یہ اس زمانے کی بات ہے جس زمانے میں مشہور خطیب صاحب کے ساتھ کچھ افراد نے ذی روح کی تصویر جائز کرنے کی مہم چھیڑ رکھی تھی، ماہنامہ ”المیزان“ میں ایک مضمون چھاپا گیا جس کا عنوان تھا ”کیا عکسی تصاویر ناجائز ہیں“ مضمون میں بلند وبانگ دعوے کئے گئے اور اس پر مستزاد یہ کہ مضمون نگار کے زعم کے مطابق اس میں ایسے قوی دلائل پیش کئے گئے تھے جن کا جواب مشکل ہی نہیں ناممکن تھا، حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے اس کا رد بلیغ فرمایا اور مضمون نگار کے دلائل کو مضبوط ترین دلیلوں کی روشنی میں تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ثابت فرما کر تار تار کردیا جس سے اہل علم کے درمیان مضمون نگار کا علمی بھرم جاتا رہا۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ مضمون نگار

کو اپنی غلطی کا اعتراف کر کے سابقہ موقف سے رجوع کر لینا چاہئے مگر برا ہو نفس امارہ کا اس نے رجوع کے بجائے مخالفت پر آمادہ کردیا اور ردولی شریف کی سنی کانفرنس میں تقریر کرنے سے صرف اس لئے انکار کردیا گیا کہ اس میں تاج الشریعہ کو بلایا گیا ہے، کانفرنس کے منتظمین کی جانب سے جب بے اعتنائی دیکھی گئی تو فقیر حشمتی حضور مجاہد ملت ،اور حضور تاج الشریعہ علیہما الرحمہ کو مدرسہ مخدومیہ لے آیا' وہ مشہور خطیب' بغیر تقریر کئے واپس چلے گئے اور اس طرح سنی کانفرنس ہوائے نفس کے نذر ہو گئی۔ اس وقت مدرسہ مخدومیہ میں اتنی وسعت نہ تھی کہ ان بزرگوں کو مدرسہ کی عمارت میں ٹھہرایا جاسکے اس لئے پڑوس کے ایک مکان میں قیام کا انتظام کیا گیا۔ مکان مالک کے والد حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کے مرید تھے انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ میری ماں کو بھی حضرت سے مرید کرا دیا جائے میں نے حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے برجستہ جواب دیا کہ شہزادے کے ہوتے ہوئے میں مرید کروں یہ کیسے ہوسکتا ہے مگر صاحب مکان اس بات پر مصر تھے کہ حضور میرے والد آپ سے مرید ہیں اس لئے کرم فرمائیں اور والدہ کو بھی داخل سلسلہ فرمالیں، جب اشتیاق اصرار میں بدل گیا تو حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ تیار تو ہو گئے مگر جس کمرے میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ آرام کر رہے تھے اس کمرے سے متصل کمرے میں مرید کرنے سے یہ کہ کر منع کر دیا کہ اس سے شہزادے کے آرام میں خلل واقع ہوگا کسی ایسے کمرے میں لے چلیں جہاں سے آواز شہزادے کے کان تک نہ آئے۔

اس واقعہ کے یہاں ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ خانوادہ رضا سے بزرگ علما کس قدر محبت فرماتے تھے اور ان کی کیسی تعظیم وتوقیران کے دلوں میں تھی ،ساتھ ہی یہ بھی واضح کرنا مقصود ہے کہ حضور تاج الشریعہ سنی کانفرنس میں شرکت کے لئے تشریف لائے تھے وہ واپس بھی جا سکتے تھے مگر آپ کی فقیر حشمتی پر ذرہ نوازی اور کرم فرمائی تھی کہ پہلے سے کوئی طے شدہ پروگرام نہ تھا اس کے باوجود مدرسے میں تشریف لائے ۲۴ گھنٹے سے زیادہ کا وقت دیا اور عوام اہل سنت کو مرید فرمایا اور پھر مدرسہ مخدومیہ کے لئے معائنہ بھی تحریر فرمایا جسے بطور تحدیث نعمت یہاں نقل کیا جارہا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

فقیر آج صبح مدرسہ مخدومیہ اہلسنت واقع ردولی شریف کے نزدیک ایک مکان میں قیام پذیر رہا۔ مجھے معلوم ہوا کہ ماشاء اللہ پورے ضلع بارہ بنکی میں معیاری شان کا واحد یہی مدرسہ ہے۔ مدرسہ کی نشاۃ ثانیہ کو ڈیڑھ دو سال کا قلیل عرصہ گذرا ہے۔ بحمدہ تعالیٰ مدرسہ عزیز مکرم مولانا عبدالمصطفیٰ صاحب گونڈوی کے حسن انتظام سے ترقی پذیر ہے۔ ۳۰۰ طلبہ مقامی زیر تعلیم ہیں اور ۲۵ بیرونی طلبہ کے قیام وطعام کا بھی مدرسہ کفیل ہے۔ مولائے کریم مدرسہ کو یوما فیوما ترقی عطا فرمائے اور معاونین کو برکت دے۔ آمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

فقیر محمد اختر رضا خان ازہری قادری غفرلہ

جمادی الآخرہ ۱۴۰۰ء

فقیر راقم الحروف کے مدرسہ مخدومیہ پر سیدی الکریم حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی خصوصی نظر عنایت تھی، جب بھی گذارش کی گئی آپ نے کرم فرمایا تشریف لائے۔ زاد راہ کے لئے لاکھ جتن کیا مگر تشریف آوری سے قبل کبھی قبول نہ فرمایا، خاص سالانہ پیغام

حق کانفرنس میں دس بار تشریف آوری ہوئی، گھنٹوں اسٹیج پر رونق افروز رہے، تقریریں کیں، عوام اہل سنت کو مرید فرمایا، جدید عمارتوں کا سنگ بنیاد رکھا، حشمتی مسجد کی بنیاد رکھی اور بعد تکمیل نماز جمعہ کی امامت فرما کر باضابطہ افتتاح فرمایا، اس دوران وقتاً فوقتاً نصیحتیں بھی فرمائیں اور مدرسہ کے ساتھ مجھے بھی تحسینی کلمات ودعائیہ کلمات سے کبھی لسانا اور کبھی تحریر انوازا، پندرہ جنوری انیس سو چورانوے کا دن دارالعلوم مخدومیہ (جدیدنام) کے لئے نہایت مسرت وشادمانی والا دن تھا جس دن حضور تاج الشریعہ نے طلبہ کا تعلیمی جائزہ لیا اور غایت درجہ کی خوشی کا اظہار کیا اور توصیفی کلمات بھی تحریر فرمائے، جسکا ذکر دارالعلوم مخدومیہ کے لئے باعث صد افتخار ہے اس لئے اس تحریر کو بعینہ یہاں نقل کر رہا ہوں۔

۸۶ء۔۹۴

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم وآلہ الکرام وصحبہ العظام اجمعین

فقیر نے مدرسہ مخدومیہ واقع ردولی شریف کا معائنہ کیا۔طلبہ سے قراءت سنی صحت ادا اور حسن ترتیل سے طبیعت بہت خوش ہوئی۔مولائے کریم مدرسہ کو بام عروج پر پہونچائے اور مدرسین، معاونین ومنتظمین کو برکت دارین سے نوازے آمین۔خصوصاً عزیز سعید مولانا عبدالمصطفیٰ صاحب حشمتی کو بہتر جزائے خیر عطا فرمائے جن کی کاوشوں سے مدرسہ اور طلبہ کی تعلیمی حالت بہتر ہو رہی ہے۔آمین

فقیر محمد اختر رضا خان ازہری قادری غفرلہ

بھل بالے مری سرکاروں کے:

حضور تاج الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں متعدد علمائے کرام حاضر تھے، فقیر بھی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا، متعدد امور پر تبادلہ خیال ہو رہا تھا، اسی دوران حضرت مولانا مفتی محمد یونس رضا مونس صاحب اویسی نے عرض کیا کہ حضور! مولانا عبدالمصطفیٰ صاحب کو خلافت عنایت فرمادیں، حضرت والا زیر لب مسکرائے اور ارشاد فرمایا کہ انہیں تو کئی بزرگوں سے اجازت وخلافت حاصل ہے، میں نے عرض کیا حضور! کرم بالائے کرم اور سونے پر سوہاگا اگر یہ عزت وشرافت بھی حاصل ہوجائے، حضرت نے اجازت وخلافت سے نوازا، فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

فقیر حشمتی کو کئی بزرگوں سے بہت پہلے اجازت وخلافت مل چکی تھی، خصوصیت کے ساتھ حضور مفتی اعظم عالم رضی اللہ عنہ، اور حضور مشاہد ملت، نانا جان خلیفہ حضور شیر بیشہ سنت حضرت مولانا صوفی حکیم حیات علی صاحب قبلہ، ماموں جان حضرت علامہ عزیز الرحمن صاحب قبلہ علیہم الرحمہ کی اجازتیں توشہ آخرت کے ساتھ باعث صد افتخار بھی تھیں مگر اس وقت تک ان کا تذکرہ میں نے کسی سے نہ کیا تھا، اب اسے حضور تاج الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرحمہ کی اعلیٰ فراست وکرامت ہی سے میں موسوم کیا جائے گا کہ ان بزرگ ہستیوں سے جو نسبتیں مجھ فقیر کو حاصل تھیں انہیں جانا اور پھر زیر لب تبسم فرما کر بیان بھی کیا اور اپنی نسبت کا اضافہ بھی فرمایا، بلا شبہ ایسی ہی پاکیزہ ہستیوں کے لئے کہا گیا ہے فانہ ینظر بنور اللہ کہ وہ اللہ جل مجدہ الکریم کے نور سے دیکھتی ہیں۔

میں اس کرم کے کہاں تھا قابل　　حضور کی بندہ پروری ہے

تقریباً تین سال پہلے کی بات ہے قدم بوسی کے لئے بریلی شریف حاضر ہوا، حضور نے دعاؤں سے نوازا، رخصت کی اجازت

چاہی تو مولانا عاشق حسین کشمیری صاحب سے آپ نے کچھ ارشاد فرمایا، انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ دوبارہ حضرت سے مصافحہ کرلیں، میں نے دست بوسی کی تو حضور نے ایک لفافہ عنایت فرمایا، میں نے تبرک سمجھ کر رکھ لیا، بوقت ضرورت جب اس لفافے کو کھولا تو اس میں گیارہ ہزار روپے تھے۔ اسی طرح ایک دن ممبئی ناگپاڑہ میں آپکی قیام گاہ پر قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا، دعائیں لینے کے بعد ایک گوشے میں زیارت کے لئے بیٹھ گیا، ناسک اور سورت کے کچھ معتقدین نے نذریں پیش کیں جسے آپ نے قبول فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مولانا عبد المصطفی آئے تھے کہاں ہیں میں حاضر ہوا تو آپ نے حکم فرمایا کہ یہ رقم آپ رکھ لیں، میں نے اپنی خوش قسمتی سمجھی اور اس نذرانے کو ہاتھوں میں لئے کافی دیر تک سوچتا رہا کہ کاش دنیائے اہل سنت کے پیران عظام صرف لینا ہی نہ جانتے بلکہ انکے اندر دینے کا بھی جذبہ ہوتا تو وہ خانقاہوں کی عظمت رفتہ کو پھر سے بحال کر سکتے ہیں مگر یہاں تو صرف لینا ہے دینے کی مثال مثل عنقا ہے۔ یہ تو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی ذات تھی جو اس دور قحط الرجال میں ہر ناحیہ سے بے مثل بے مثال تھی۔

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے

بریلی شریف میں آپ کے مہمان خانہ میں بیٹھا ہوا تھا، ایک نوجوان حاضر ہوا، قدم بوسی کی اور عرض کیا کہ سرکار میں حضور سید نجیب میاں صاحب قبلہ کا مرید ہوں، میرا کل آپریشن ہونے والا ہے، دعا کی درخواست لیکر حاضر ہوا ہوں، حضرت نے دعا فرمائی اور نوٹوں کی ایک گڈی اس نوجوان کو عنایت فرمائی، نوجوان کہتا رہا کہ مجھے آپ کی دعا کی ضرورت ہے روپے تو میرے پاس ہیں، مگر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے ہر بار یہی فرمایا اسے رکھو تمھارے کام آئیں گے۔ ایسی داد و دہش اور شان کریمانہ پر ہزاروں حاتم رشک کریں گے، بلاشبہ دنیا کے عام پیروں سے ہٹ کر آپ کی شان تھی، آپ اس نرالی شان کے مالک تھے کہ ع

خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتے کا بھلا ہو

بر کریما کارہا دشوار نیست:

ایک مرتبہ کسی پروگرام سے واپسی پر حضور کی قدم بوسی کے لئے بریلی شریف حاضر ہوا، دست بوسی و قدم بوسی کی سعادت حاصل کی، احباب نے بتایا کہ کچھ معزز مہمان آنے والے ہیں جن کا انتظار ہو رہا ہے، اسی درمیان ایک بہت ہی غریب مسلمان آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور مصافحہ کے بعد زار و قطار رونے لگا، اور کہنے لگا کہ ابا میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے ساری تیاریاں مکمل ہیں، ان کی خواہش تھی نماز جنازہ آپ پڑھادیں، حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ اتنا سنتے ہی فوراً اٹھ پڑے اور فرمایا چلو نماز جنازہ پڑھکر آتے ہیں، ایک صاحب نے دبے لفظوں میں عرض کیا حضور مہمان پہنچنے والے ہیں، فرمایا آنے دو، کہہ دینا اگر وقت ہو تو رکیں اور انتظار کریں ورنہ واپس چلے جائیں، میں جنازہ میں جا رہا ہوں۔

اس طرح کی ذرہ نوازیاں اور کرم گستریاں آج دور دور کسی میں نظر نہیں آ رہی ہیں، یہی سب باتیں تھیں جو حضور تاج الشریعہ کو عوام خواص سب کے مابین مقبول بنائے ہوئے تھیں، ضرورت ہے کہ اس طرح کے کردار کو مشعل راہ بنایا جائے، بالعموم علمائے اسلام کے لئے اور بالخصوص خانقاہوں سے منسلک افراد کے لئے تو سخت ضرورت ہے کہ یہ حضرات اس طرح کے کردار قوم مسلم کے سامنے پیش کریں۔

خدا جانے کہ کتنی خوبیاں تھیں پاک ہستی میں

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی قدم بوسی اور زیارت کے لئے ردولی شریف سے بریلی شریف کے لئے ایک مرتبہ بذریعہ ٹرین روانہ ہوا حضرت کے خادم خاص محمد یوسف صاحب سے فون پر بتایا کہ حضرت کی بارگاہ میں سلام پیش کرنا اور عرض کر دینا کہ آپ کا غلام عبدالمصطفیٰ قدم بوسی کے لئے حاضر ہو رہا ہے، بلا مبالغہ پانچ مرتبہ حضرت کا فون آیا، ہر بار یہی دریافت فرمایا کہ کہاں پہونچے، چوں کہ گاڑی لیٹ ہو گئی تھی اور حضور کو کہیں تشریف لے جانا تھا اس لئے یوسف صاحب سے کہا کہ مولانا عبدالمصطفیٰ صاحب سے کہو یہیں مہمان خانہ میں قیام کریں اور قیام وطعام کا انتظام محمد عابد صاحب کے سپرد کر دیا گیا، جب میں پہونچا تو حضرت تشریف لے جا چکے تھے مگر عابد صاحب نے پر تکلف طعام وقیام کا انتظام کر رکھا تھا، رات مہمان خانہ میں گذاری اور صبح ڈھیر ساری دعائیں لیکر ردولی شریف کے لئے روانہ ہوا۔

سرکار تاج الشریعہ کا فقیر پہ اعتماد:

سرکار تاج الشریعہ رحمہ اللہ فقیر حشمتی پر بے پناہ اعتماد فرماتے تھے، ملک وبیرون ملک جہاں کہیں مسلک مہذب مسلک اعلیٰ حضرت کی نشرواشاعت کے لئے جانا ہوا اور عوام اہل سنت نے مرید ہونے کے لئے کہا، میں نے بذریعہ فون حضرت سے رابطہ کیا اور صورت حال بتائی تو حضرت نے ہمیشہ کرم فرمایا اور فقیر پر اعتماد کرتے ہوئے ہزاروں عوام اہل سنت کو فون پر مرید کیا، بلکہ درجنوں علمائے کرام وہ ہیں جو اپنی بساط کے مطابق مسلک مہذب مسلک اعلیٰ حضرت کی نشرواشاعت میں کئی سالوں سے جدوجہد کر رہے ہیں، انکی اس خدمت دینی کے پیش نظر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے اجازت وخلافت کے لئے جب عرض کیا تو آپ نے بلا تامل قبول فرمایا اور اپنی اجازت وخلافت مرحمت فرمائی بعض حضرات کے نام ذہن میں موجود ہیں جیسے حضرت علامہ مفتی مسیح الدین صاحب حشمتی شیخ الحدیث الجامعۃ الغوثیہ اتر ولہ، برادر اکبر حضرت مولانا عبدالوحید صاحب قبلہ صدیقی حشمتی سربراہ اعلیٰ دارالعلوم گلشن رضا خطیب وامام شاہی مسجد وزیر گنج گونڈہ، حضرت مولانا مفتی نفیس احمد صاحب قبلہ مصباحی بہرائچ شریف، حضرت مولانا مفتی محمد عالم رضا نوری فاضل جامعہ ازہر مصر استاذ ادب مدرسہ اشرفیہ قادریہ معین العلوم فخرپور بہرائچ شریف، حضرت مولانا عطا محمد صاحب قبلہ مصباحی استاذ ادب الجامعۃ الغوثیہ اترولہ اور عزیز القدر مولانا محمد عمار رضا صدیقی حشمتی استاذ دارالعلوم مخدومیہ ردولی شریف وغیرہ کو حضرت نے میرے عریضہ پر شرف خلافت سے نوازا، یہ بھی سرکار تاج الشریعہ کی اس فقیر کے حق میں بڑی ذرہ نوازی اور کرم فرمائی تھی کہ آپ اس قدر اعتماد فرماتے تھے۔

اس طرح کی اور بھی کچھ باتیں حاشۂ ذہن میں موجود ہیں مگر مضمون طویل ہوتا جا رہا ہے اس لئے انہیں کسی دوسرے موقع کے لئے چھوڑ رہا ہوں، بلاشبہ حضور تاج الشریعہ کی مجھ فقیر پر بے حد کرم فرمائیاں تھیں، ایسی کرم فرمائیاں جن کی مثالیں نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہیں۔ آخر میں دعا ہے کہ مولا تعالیٰ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے فیض وبرکات سے جوں کا توں ہم سب اہل سنن کو مالا مال رکھے اور شہزادہ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ عسجد رضا صاحب قبلہ مدظلہ العالی کو ہمارے لئے، ادارہ دارالعلوم مخدومیہ ردولی شریف کے لئے اور بالخصوص جملہ عوام اہل سنت کے لئے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا عکس جمیل بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین اکرم الصلوٰۃ وافضل التسلیم۔

***

حضور تاج الشریعہ: کچھ یادیں کچھ باتیں

مولانا احمد رضا مرکزی، استاذ جامعہ افضل المدارس، کریلا، الہ آباد

عالم اسلام کی وہ مقناطیسی شخصیت جس کی طرف دنیا کشاں کشاں کھنچتی چلی جاتی ہے جسے خواص کے مابین ''تاج الشریعہ'' اور عوام کے درمیان ''ازہری میاں'' کے نام سے پہچانا جاتا رہا، آہ!!! وہ اب نہ رہے جسے وارث علوم امام احمد رضا، پرتوے جمال حضور حجۃ الاسلام، قائم مقام حضور مفتی اعظم اسلام علیہم الرحمۃ والرضوان کہا، سمجھا، جانا، مانا جاتا رہا، آہ!!! اب کون ہے؟ جو شخصیت ثلاثہ کا سنگم و مرکب ہو جس میں تینوں شخصیتیں سمائی ہوئی ہوں جنہیں دیکھ کر قلب وجگر کو سکون، جاں نثاروں کے غم ہوں دور، روح میں تازگی، عشق نبی ﷺ میں پیدا ہو زور، آنکھوں میں ٹھنڈک ہوئے نصیب، کون؟ وہ میرے حضرت، پیارے حضرت، دلارے حضرت، جن کی خوبرو جسامت، مناسب قد وقامت، عشق الٰہی غریق قلب، حب رسول ﷺ سے سرشار آنکھیں، مقدس تاب ہاتھ، طویل پتلی چاندی سی ڈھلی ہوئی ناک، روشن وتابناک چہرہ، کہ جس پر کسی نے چاندی کا غازہ ال دیا، کوثر وتسنیم کے آبشار میں نہائی ہوئی پیشانی کہ جس سے رحمت ونور سنہرے موتی ہمہ وقت رم جھم رم جھم برس رہے ہوں چلتے تو سر جھکائے ہوئے آہستہ آہستہ، بولتے تو ٹھہر تے ٹھہرتے تاکہ مفہوم اچھی طرح واضح ہوجائے، پرکشش ہلکے رنگ کا عمامہ سر پر سجائے ہوئے رہتے کہ خود بھی عمامہ کو ناز ہوتا ساتھ معمولی سفید کپڑے کا کرتا و پائجامہ زیب تن کرتے، نرم ونازک مثل روئی ہتھیلی جس میں عصا مبارک جو عصائے موسوی علیہ السلام کی یاد دلاتا، جب نکلتے تو رخ زیبا دیکھتے ہی شیدائی شادمانی میں بے اختیار درود وسلام کو لبوں پہ سجانے لگتے جو ایک ولی کامل کی نشانی ہے وہ مرشد برحق جہاں کہیں برکات رضا بانٹنے کا قصد کرتے وہیں انسانی سیلاب نظر آتا کہ غیبی مخلوق ان کا ذکر جمیل کرکے آگاہ کرتی ہو۔ چلو! دامن مراد بھر لو، وہ آنے والے ہیں، ان کے شوق دیدار میں عرس رضوی کی تقریب یا دیگر تقریبات میں انسانی سیلاب یوں موج مارتا کہ سنبھالے نہ سنبھلتا، حتی کہ ارباب علم وحکم کی جملہ حکمتیں ناکام نظر آتیں، مگر اس گل کے گلستاں میں کھلتے ہی انسانی سیلاب تھم جاتا، بے جانوں میں جان آجاتی کہ ہمارے مسیحا آگئے، دل کی دھڑکن آگئے پھر کیا ہوتا زبانیں بند، سروں کا ہلنا جام، نظر اپنی مرکز محبت پر مرکوز، وہ جب بھی اپنے خون وعرق سے سینچی ہوئی عظیم علمی دینی درسگاہ جامعۃ الرضا میں قدم رنجا ہوتے ڈرائیور گاڑی کا ہارن دیتا ہم سب طلبہ مدہوشی میں گاڑی کے پیچھے دوڑ پڑتے دیکھتے، ہم ہی نہیں اور بھی دوڑ رہے ہیں کہ حضرت آگئے، حضور کو جامعہ سے ایسی محبت کہ جب بھی بریلی سے دہلی اور دہلی سے بریلی شریف آنا جانا ہوتا ضرور جامعہ تشریف لاتے، حضور کو طلبائے جامعہ سے ایسا عمیق قلبی لگاؤ کہ کہیں بھی ہوں گر بحالت صحت ہیں تو سال کی ابتدا وانتہا میں افتتاح واختتام بخاری شریف میں ضرور حاضر ہوکر طلبہ واساتذہ کو درس بخاری شریف سے مستفیض فرماتے اور ایسی شرح حدیث فرماتے کہ لوگ عش عش کرنے لگتے، ہائے!!! وہ تاج الشریعہ نہ رہے۔

جامعۃ الرضا میں فقہی سیمینار شرعی کونسل آف انڈیا کے نام سے سجا ہوتا علامہ حسن رضا کانفرس ہال میں ملک کے سیکڑوں جید

علماء ومشائخ تشریف رکھتے، مباحثہ مسائل شرعیہ میں مشغول ہوتے رات کے تقریباً ۱۰ ر ۱۱ ربج رہے ہوتے، گاڑی کا ہارن بجا اب عاشقوں کا عشق سلگنا شروع کردیتا کہ حضرت آگئے، علماء کی ٹیم منتشر ہوگئی کارکنندگان حرکت میں آگئے طلبہ ہاسٹل وسینٹرل بلڈنگ سے امتحانات کی تیاری چھوڑکر دوڑے چلے آرہے ہیں اپنے حضرت اپنے محبوب آگئے، محفل سیمینار سرد پڑ جاتا میرے حضرت مرکز توجہ بن جاتے لمحوں میں مسائل کا حل ہوتا، امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی علمی وراثت بانٹتے، ملک بھر کے موجود فقہاء دامن مراد بھرتے، اب جارہے ہیں عاشقوں کا دل بے چین ہورہا ہے، آنکھوں میں آنسو رواں دواں ہے اے کاش! تھوڑی دیر اور ہوتے۔

ہفتہ میں جتنی بار بریلی شریف جائیں محبوب کی حویلی پر ضرور جائیں حضرت مسند رشد وہدایت پہ آرام فرماہیں، فدائیوں کا تانتا لگا ہوا ہے، داخل سلسلہ کررہے ہیں پانی دم ہورہا ہے دست بوسی ہورہی ہے موقع نہ ملنے پر جسم اطہر سے مس کپڑے کو ہی بوسہ دیتے، گرکا شانہ بند ہوتا تو درودیوار کو بوسہ دیتے۔ حیف! وہ مسند رشد وہدایت جو سنیت کو احیاء کرتے، مسلک رضا کو ضیا بخشتے، خالی دیکھ کر دل بیٹھا جاتا ہے۔ عقیدت مندوں سے جگمگانے والی سوداگران کی گلیاں سنسان نظر آتی ہیں، درودیوار سوگ میں مبتلا ہیں مگر اس ذات گرامی نے ہمیں اپنی حیات ظاہری میں اشارہ کیا تھا اور صبر کی تلقین فرمائی تھی۔ ؎

دیکھنے والو جی بھر کے دیکھو ہمیں
پھر نہ کہنا کہ اختر میاں چل دیئے

اور فرمایا:

میری میت پہ یہ احباب کا ماتم کیا ہے
شور کیسا ہے یہ اور زاری پیہم کیا ہے
کچھ بگڑتا تو نہیں موت سے اپنی یارو!
ہم سفیر ان گلستاں نہ رہے ہم کیا ہے
[تاج الشریعہ]

تاج الشریعہ۔عظیم یادگار:

میرے والد باوقار حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے ایسی محبت فرماتے ہیں کہ ایک بار میرے اپنے برادر اصغر حامد رضا سلام پڑھارہے تھے ؎

جانشین رضا شاہ اختر
ہے میری "زندگی" شاہ اختر
ان کا سایہ سروں پر رہے دائما
ان کی نورانی صورت پہ لاکھوں سلام

سنتے ہی زاروقطار رونے لگے کہ حاضرین پر رقت طاری ہوگئی فرماتے ہیں جب بھی مصائب وآلام گھیرتے فوراً مدد کے واسطے

حضور علیہ الرحمہ حاضر ہوتے اور زیارت ہوتی، راقم السطور نے فون پر بات کی، دوران مکالمہ عرض کیا: ابا! حضور علیہ الرحمہ کے بارے میں کچھ آپ بیتی بتائیں، تو زار و قطار رونے لگے کہ جب جب یاد آتی تو آبدیدہ ہوکر رونے لگتا ہوں تو سامنے حاضر ہوجاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اپنے چاہنے والوں کو ایسی عظیم نعمت دیکر گئے کہ قیامت تک بھول نہیں سکتے۔

خلافت کے سلسلہ میں والد محترم فرماتے ہیں: کہ میں ایک بار عیسوی ۲۰۱۰ میں کانپور کے محلہ ''مچھریا'' تراویح سنانے گیا اعلم علمائے بلد کانپور حضرت مفتی الیاس صاحب قبلہ نوری نے مجھ سے فرمایا آپ میں الحمدللہ سب کچھ نظر آتا ہے میری خواہش ہے ایسے حضرات کو حضور تاج الشریعہ کی نعمت (خلافت) سے مشرف ہونا چاہئے، دل میں خیال آیا کہ ہم اس قابل کہاں؟ مگر مفتی صاحب قبلہ کی باتیں دل میں گھر کرتی چلی گئیں، ہم ضرور اس قابل نہیں پھر بھی:

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی — بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

پھر اس ارادہ سے آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہا حتی کہ امسال ماہ شوال میں مفتی صاحب قبلہ اپنے شہزادہ کے ہمراہ مجھے لیکر بذریعہ کار بریلی شریف پہنچے، حضور قائد ملت، مخدوم گرامی حضرت علامہ عسجد رضا خاں قادری مدظلہ العالی (عسجد میاں) سے ملاقات ہوئی، اس (اجازت وخلافت) کے سلسلہ میں گفتگو ہوئی آپ نے فرمایا: مفتی صاحب! مولانا کو چند دنوں کے بعد لیکر آئیں، لیکن یہ حضرات مشقت سفر اور کثیر مصائب برداشت کرنے کے سبب، بتقاضائی بشری جوں کا توں واپس ہورہے ہیں سوچتے ہوئے واپس ہورہے ہیں کہ اب اس کام کے سلسلہ میں کبھی نہ آئیں گے، ازہری کامپلیکس پہنچ کر گاڑی نکال رہیں ہیں اللہ کو منظور تھا، نیک بختی کا ستارہ عروج پر تھا، آناً فاناً فون آیا چلو چلو! فوراً چلو! بلارہے ہیں ہم لوگ ایسے دوڑے کہ نہیں معلوم کون کہاں گیا؟ مگر دل نے کہا حضور کے حجرۂ مقدسہ میں چلیں، دیکھتے ــ سب حاضر ہیں، حضور عسجد میاں نے ارشاد فرمایا: ابا حضور! باندھایوپی کے ''ہیرو'' سے جہاں آپ پروگرام میں تشریف لے گئے تھے، قاری صاحب اجازت وخلافت کے سلسلہ میں آئے ہوئے ہیں، حضور نے فرمایا: ''میں نے اجازت وخلافت دی'' اس وقت شب کے آٹھ بج رہے تھے، دن دوشنبہ ۱۰ رشوال المکرم ۱۴۳۹ھ بمطابق ۲۴ رجون ۲۰۱۸ء تاریخ تھی، شاہدین حضرات میں سے حضرت مفتی الیاس صاحب قبلہ نوری ساتھ ان کے شہزادۂ گرامی، حضرت مفتی افضال احمد مرکزی دارالافتاء، داماد حضور قائد ملت حضرت مولانا محمد عاشق حسین کشمیری صاحب قبلہ میرے اپنے برادر اکبر حافظ و قاری سفیان رضا مرکزی خاص طور پر موجود تھے، یہ ایسی عظیم وجلیل یادگار ہے جو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ میرے گھر چھوڑ گئے جس پر تا قیام قیامت میرا خاندان خوشیوں کے پھولوں سے پھولتا اور مہکتا رہیگا جو کہ راقم اور ان کے والد ماجد ساتھ ہی جمیع اہل و احباب کے لئے نہایت ہی سعادت کی بات ہے۔ شکر ہے پاک بے نیاز کا کہ حضور نے ہمارے والد گرامی کو اس عظیم نعمت کے لائق سمجھا، پس نوازتے گئے۔

رب ذوالجلال اس امانت کی حفاظت وصیانت فرمائے۔ آمین

جب تک بکے نہ تھے تو کوئی پوچھتا نہ تھا — تم نے خرید کے مجھے انمول کر دیا

***

حضور تاج الشریعہ کی معیت میں عمرہ کا ایک سفر

قاری محمد فیض النبی رضوی، استاذ جامعۃ الرضا بریلی شریف

اس خاکدان گیتی پر اللہ رب العزت نے ہر شی کو وجود بخشا اور ہر شی پر انسان کے وجود کو برتر فرمایا اور انسانوں میں اللہ رب العزت نے ان نفوس قدسیہ کو بلند و بالا کیا جنہوں نے اسکی اتباع کی اور عشق مصطفی میں مرنے جینے کو اپنا مقصد حیات بنالیا تو ان کو ''من یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما'' کے عکس جمیل سے زیبائش بخشی اور اپنا قرب خاص عطا فرما کر دنیا والوں کے لئے نمونہ عمل بنادیا جن کی راہ انسانیت کے لئے مثل شمع اور ہدایت کا سرچشمہ ہے انہیں بلند و بالا ہستیوں میں سے فضل خداوندی کے خوشہ چیں در مقبول بارگاہ رسالت اور متولیان خانہ کعبہ کی فہرست میں شمار ہونے والی جو وارث علوم اعلیٰ حضرت جانشین حضور مفتی اعظم ہند حضور تاج الشریعہ المعروف ازہری میاں علیہ الرحمہ کی ذات بھی ان پاک اور مقدس ہستی میں شمار ہوتی ہے جس کی مثال دور حاضر میں دور دور تک نہیں ہے، گدائے غوث وخواجہ ورضا، اسیر تاج الشریعہ، راقم السطور ان اسفار کا ذکر جمیل تحریر کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے جس میں وہ بنفس نفیس موجود رہا اور جس کا شرف بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔ اور کم علمی و بے مائیگی کے باوجود ایسی مقدس بارگاہوں میں قلمبند کرسکوں یہ میری جرأت کہاں؟ یہ صرف انہیں کا فیضان ہے اور انہیں ہی کے در کی باریابی مجھے حاصل ہے۔

۱۶ر جنوری ۲۰۱۴ء بروز جمعرات جب میں لکھنو کے ایئر پورٹ سے جدہ کے لئے روانہ ہوا تو ۱۷ر جنوری کو مکہ شریف حاضر ہوا، بعد نماز فجر مکہ شریف کی پر بہار فضاؤں میں جھومتا ہوا خانہ خدا کا طواف کر کے اطمینان قلب سے شاداں وفرحاں ہو کر سارے ارکان ادا کرلئے اور عمرہ جیسی عظیم سعادت سے میری فیروز مندیاں دو بالا ہوئیں اور میں اپنے آپ میں خوش تھا اس لئے کہ ایک تو حرم شریف کی حاضری اور دوسرے ہمارے مربی و مرشد برحق جانشین مفتی اعظم ہند پیر طریقت، رہبر شریعت حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی رفاقت حاصل ہوگئی جب ہم عمرہ سے فارغ ہوئے تو ۱۸ر جنوری ۲۰۱۴ء یعنی تیسرے دن بروز ہفتہ خلیفہ تاج الشریعہ خالد مکی صاحب کی طرف سے بلاوا آیا تو میں ان کے دولت کدہ پر حاضر آیا، شام کا وقت تھا بڑا ہی پر کیف منظر جو دیکھنے کے قابل اس لئے کہ لوگ کہتے ہیں کہ مدینہ شریف میں اور مکہ شریف میں جشن میلاد النبی ﷺ نہیں منایا جاتا اور وہاں تو وہی لوگ ہیں حالانکہ ہم نے کچھ اس طرح پایا الحمد للہ جتنے بھی اہل سنت کے ماننے والے ہیں چاہیں وہ عرب کے ہوں یا عجم کے، اللہ ورسول پر ایمان رکھتے ہوئے قرآن وحدیث کی اتباع کرتے ہوئے ضروری طور پر اپنے بزرگوں سے بڑی گہری محبت رکھتے، الحمد للہ وہاں تو غوث وخواجہ کے علاوہ حضور سیدی سرکار اعلیٰ حضرت اور حضور مفتی اعظم اور حضور تاج الشریعہ علیہم الرحمہ کے ماننے والے سچے عاشق بھی موجود تھے اس کی منظر کشی کچھ یوں ہے کہ جب میں شیخ خالد مکی جو کہ سیدزادوں اور پرہیزگاروں میں شمار ہوتے ہیں جب ان کے دولت کدۂ محبت میں پہنچا تو بعد نماز مغرب میلاد شریف کا اچھا خاصا اہتمام تھا سبھی حضرات نعت سرور کونین گنگنا کر جھومتے تھے بڑا ہی دل

نشیں وپرکیف منظر تھا اسی درمیان جانشین حضور مفتی اعظم ہند سیدی وسندی ،مرشد گرامی شہزادۂ مفسر اعظم ،حضور تاج الشریعہ کی آمد آمد ہوئی اور آپ کے ہمراہ حضرت مولانا مفتی محمد عاشق حسین کشمیری صاحب اور الحاج جناب یونس قریشی صاحب اور ان کے علاوہ چند مریدین بھی تھے سارے مجمع میں سکوت طاری ہوگیا اور باادب یکے بعد دیگرے تمام علمائے عرب جو حاضر تھے اور شیوخ حضرات مصافحہ ودست بوسی فرمانے لگے ،میرے دل کا عالم اور دوبالا ہوگیا اور محفل کا سماع وجد سا بنتا گیا ایسا کیوں نہ ہو؟ اس لئے کہ ایسے سچے عاشق مصطفی کی آمد تھی اور حبیب خدا کا ذکر جن کی زندگی عشق مصطفی کی سرمستیوں میں گزری جنکی نعت کا یہ شعر اس کا کھلا ثبوت ہے:

زندگی یہ نہیں ہے کسی کے لئے
زندگی ہے نبی کی نبی کے لئے

کچھ دیر محفل چلنے کے بعد حضور تاج الشریعہ کی دعا پر محفل اختتام پذیر ہوئی ،پھر آپ وہاں سے اپنے مرید خاص جناب طارق حسن صاحب کے اصرار پر ان کے دولت کدہ پر تشریف لے گئے ،تو وہاں بھی سبھی لوگ آپ کے دیدار کے منتظر تھے اور اپنی آنکھوں کو فرش راہ بنائے ہوئے تھے یہاں پر ایک حسین منظر تھا جب الحاج جناب طارق حسن صاحب کے گھر پہنچے تو دوسرے دن عرب کے بڑے بڑے شیوخ حضرات یہاں بھی حضرت سے ملنے آئے ،یہ جدہ کی سرزمین اور جانشین مفتی اعظم ہند کا یہ ادب واحترام ،میں یہ منظر دیکھ کر تعجب میں پڑ گیا اور اللہ رب العزت کا شکر بجالایا کہ میرے مرشد گرامی حضور تاج الشریعہ کو ہر عام وخاص میں اتنا مقبول بنایا کہ جہاں جاتے وہاں کا ہر شخص آپ کا گرویدہ ہو جاتا ،الغرض دوسرے دن یہاں بھی محفل میلاد شریف کا اہتمام کیا گیا اہل عرب میں سے وہاں کے اچھے عمدہ نعت خواں جو عربی زبان میں ماہر ،وہ بھی موجود تھے الحمد للہ عزوجل یہاں بھی محفل کا رنگ الگ نوعیت کا حامل تھا لگ رہا تھا کہ فرشتہ آسمان سے فرش گیتی پر اتر آئے ہیں اور حمد خدا اور نعت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں سارا مجمع وجد میں ڈوبا ہوا تھا بالآخر محفل اپنے اختتام کو پہنچی ،الحمد للہ جانشین حضور مفتی اعظم ہند نے خود عربی میں عشق مصطفی میں جھوم کر صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ عقیدت پیش کیا میں بھی حضرت کے پیچھے تھا اور عرب کے بڑے بڑے شیوخ حضرات بھی صلوٰۃ وسلام پڑھ رہے تھے اسی درمیان میری نظر ایک ایسے حسین وجمیل نوجوان شیخ پر پڑی جو اپنے سر کو جھکائے خاموشی سے کھڑے تھے ،میں نے جب بار بار ان کے چہرہ کو دیکھا کہ سارا مجمع صلوٰۃ وسلام پڑھ رہا ہے اور یہ شیخ بالکل خاموشی کے عالم میں ہیں آخر وجہ کیا ہے؟ میرے دل میں تخیلات کا ایک سمندر جمع ہوگیا میں زبان سے صلوٰۃ وسلام پڑھتا تو نظروں سے بار بار ان کی چہرہ کی طرف دیکھتا یہاں تک کہ وہ آخر سلام تک یوں ہی خاموشی سے کھڑے رہے ،جیسے ہی حضرت نے صلوٰۃ وسلام کے بعد دعا فرمائی تو دعا کے بعد فوراً تمام شیوخ حضرات نے حضرت سے مصافحہ کیا اور دست بوسی کی یکے بعد دیگرے دست بوسی کرتے رہے اور باہر نکلتے رہے جب ان شیخ کی باری آئی جو سلام میں خاموش تھے تو ان سے حضرت نے برجستہ فرمایا تمہارے والد کی طبیعت کیسی ہے؟ اتنا کہنا تھا کہ ان شیخ کی آنکھوں میں غم وحزن کا طوفان سمٹ آیا اور عرض کیا: حضور! طبیعت علیل ہے ،اور آئی سی یو میں ایڈمٹ ہیں ،آپ ان کے لئے دعا فرمائیں۔ یہ کہہ کر وہ وہاں سے روانہ ہوگئے ،پھر انہوں نے گاڑی میں تمام شیوخ کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا فوراً انہیں میں ایک شیخ نے خلیفہ تاج الشریعہ سید خالد مکی صاحب سے بذریعہ فون رابطہ کیا اس وقت میں وہیں موجود تھا انہوں نے کہا: کہ ابھی آپ کے شیخ کی ایک

کرامت ظاہر ہوئی میرے ساتھ ایک شیخ ہیں ان کے والد آئی سی او میں ایڈمٹ ہیں ہم سے بھی کسی کو خبر نہیں لیکن ان شیخ نے جب حضور تاج الشریعہ سے دست بوسی کا شرف حاصل کیا تو آپ نے ان کے والد کے بارے میں دریافت کیا کہ آپ کے والد کی طبیعت کیسی ہے؟ حالانکہ شیخ کی حضور تاج الشریعہ سے یہ پہلی ملاقات تھی اور شیخ کہہ رہے ہیں کہ میرے والد کی طبیعت کیسی ہے؟ حضور تاج الشریعہ سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔ آپ کے شیخ کی یہ کرامت سن کر ہمارے دل نور نور اور خوشی سے باغ باغ ہوئے جا رہے ہیں۔

انہیں ایام میں مکہ شریف کے ایک شیخ جو "الشیخ سید ہاشم المہدی المکی" کے نام سے معروف و مشہور ہیں جو ایک سنی حنفی جید عالم دین بھی ہیں وہ اپنے دولت کدہ پر ہر جمعہ کو اور "جدہ" میں ہر پیر کو محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام کرتے ہیں اور جس میں سے ایک محفل میں راقم السطور کو حاضری کی سعادت بھی ملی، وہ حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں حاضر آئے اور نہایت ہی ادب واحترام کے ساتھ آپ سے ہم کلام ہوئے اور حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں خانہ کعبہ شریف کے غلاف کا ایک ٹکڑا بطور تحفہ پیش کیا جسے حضرت نے شرف قبولیت بخشا پھر یہ سلسلہ یونہی تین چار دن تک مسلسل جاری رہا کہ عرب شیوخ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور سند حدیث کی اجازت طلب کرنے پر حضور تاج الشریعہ انہیں اجازت سے مشرف فرماتے۔

پھر اس کے بعد راقم السطور نے حضور تاج الشریعہ کی معیت میں مکہ شریف کا رخ کیا اور ارکان عمرہ ادا کرنے کی غرض سے مطاف میں حاضر ہوا حضرت کمزوری کے سبب وہیل چیئر پر تھے اور لوگ باری باری حضرت کی وہیل چیئر پکڑ کر حضرت کو طواف کرا رہے تھے کہ اسی میں میری بھی قسمت کا ستارہ عروج پر تھا کہ مجھے بھی خانہ خدا کے سامنے اپنے پیر ومرشد کی خدمت کرنے کا شرف حاصل ہوا اور میں نے حضرت کی وہیل چیئر پکڑ کر کافی دیر طواف کرایا کہ ایک طرف تو میں خانہ کعبہ کا طواف ادا کرکے رب کی اطاعت وفرمانبرداری بجالا رہا تھا تو دوسری طرف اپنی پیر ومرشد کی خدمت میں بھی حاضری کی سعادت حاصل کر رہا تھا کبھی میں خانہ کعبہ کے مقدس منظر کو دیکھتا تو کبھی اپنے مرشد کے نورانی چہرہ کو، اور دل ہی دل میں خوش ہوتا اور اس مقدس ساعت کو اپنی زندگی کا سب سے اہم اور خوش نصیب حصہ تصور کرتا۔ پھر ہم سبھی نے حضرت سے دعاؤں کی درخواست کی تو حضرت نے طواف مکمل کرنے کے بعد ہم سبھی کے لئے اور جملہ حاضرین اور مریدین کے لئے مختصر اور پر مغز دعا کی پھر دیگر ارکان ادا کرنے کے بعد عمرہ سے فارغ ہو کر جدہ واپس آ گئے۔

پھر ایک دو دن جدہ میں قیام کے بعد حضور تاج الشریعہ نے مدینہ شریف کا قصد کیا اور آپ کے ہمراہ مریدین کی ایک بڑی جماعت تھی جب یہ قافلہ مدینہ شریف کی طرف رواں دواں تھا تو راستہ میں ایک پر کیف منظر تھا اور جیسے جیسے مدینہ شہر قریب آتا جا رہا تھا تو دل کی دھڑکن تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی اور دل بے چین بے بیقرار ہوتا جا رہا تھا اور لبوں پر بس حضرت کا یہ کلام جاری تھا:

سنبھل جا اے دل مضطر مدینہ آنے والا ہے
لٹا اے چشم تر گوہر مدینہ آنے والا ہے

یہاں تک کہ وہ مبارک ساعت بھی آ گئی جس کا ہمیں بڑی بے صبری سے انتظار تھا اور ہم مدینہ کی گلیوں میں گردش کر رہے

تھے اور پھر اچانک ہمیں وہ منظر بھی نظر آیا جس کا ایک نظارہ کرنے کے لئے انسان زندگی بھر تڑپتا رہتا ہے اور دعا ئیں مانگتا رہتا ہے کہ اے پروردگار ! ہمیں اپنے محبوب ﷺ کے دیار کی زیارت نصیب فرما۔ اور جب ہم نے گنبد خضری کا مقدس نظارہ اور نور سے معطر فضاؤں کو دیکھا تو زبان پر پیر و مرشد کا یہ شعر آ گیا

وہ چمکا گنبد خضری وہ شہر پرضیا آیا　　　ڈھلا ب نور میں پیکر مدینہ آنے والا ہے

وہ کیا مبارک ساعت تھی کہ ہم اپنے پیر و مرشد، سیدی وسندی حضور تاج الشریعہ کی معیت میں رحمت عالم، نور مجسم، سرور عالم، جان کائنات، فخر موجودات، حضور احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ [ارواحنا فدا] ﷺ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کر رہے تھے میرے پیر و مرشد حضور تاج الشریعہ آگے آگے اور ہم حضور تاج الشریعہ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور جب آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ مبارکہ کی جانب تشریف لے جا رہے تھے اس وقت آپ کا انداز بڑا ہی نرالا، آنکھیں اشکبار، دل بے چین و بے قرار، سر جھکائے ہوئے، غایت ادب واحترام کے ساتھ اور لبوں پر درود وسلام کی ڈالیاں جلوہ بکھیرے ہوئے تھیں اور ہم بھی حضور تاج الشریعہ کی معیت میں لبوں پر درود وسلام کی ڈالیاں سجائے ہوئے پیچھے پیچھے چل رہے تھے وہ کیا سما تھا چاروں طرف انوار وتجلیات کی بارشیں ہو رہی تھیں جس طرف بھی دیکھو ایک حسین منظر نظر آتا تھا لیکن جب نگاہ روضہ رسول پر پڑی تو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ پوری کائنات کی رونق روضہ رسول میں سمٹ آئی ہو اور بے ساختہ زبان پر یہ شعر جاری ہو گیا:

غبار راہ انور کس قدر پر نور ہے اختر
تنی ہے نور کی چادر مدینہ آنے والا ہے

پھر جب حضور تاج الشریعہ ہلکے ہلکے قدموں سے مواجہہ شریف کی طرف بڑھ رہے تھے اور نوری فضاؤں میں رسول خدا ﷺ کے صدقہ وطفیل آپ کا نورانی چہرہ بھی چمک دمک رہا تھا تو لوگ آپ کو دیکھ کر بڑے ہی تعجب سے پوچھتے کہ یہ شیخ کون ہیں؟ اور کہاں سے تشریف لائیں ہیں؟ اور اس طرح روضہ رسول کے قریب پہنچے تو آپ نے بڑی ہی درد بھری آواز میں اس بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں درود وسلام کی ڈالیاں نچھاور کیں جس بارگاہ میں صبح وشام فرشتوں کی جماعت درود وسلام پیش کرتی ہے جس کے بارے میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت یوں گویا ہوتے ہیں:

ستر ہزار صبح ہیں، ستر ہزار شام
یوں بندگیٔ زلف ورخ آٹھوں پہر کی ہے

اور آپ نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کا لکھا ہوا سلام ۔

”کعبہ کے بدر الدجیٰ تم پہ کروروں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروروں درود“

حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ میں پیش فرمایا اور کافی دیر تک مواجہہ شریف میں حاضری کی سعادت حاصل کر کے آپ اپنی قیام گاہ پر تشریف لے آئے، پھر آپ اپنی قیام گاہ پر تین چار دن ٹھہرے رہے اور وقتاً فوقتاً سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کرتے رہے جب آپ قیام گاہ پر تشریف فرما ہوئے تو وہاں بھی آپ کی سرپرستی میں محفل میلاد النبی

صلی اللہ علیہ وسلم کا انعقاد ہوا اور پھر کچھ دیر محفل چلنے کے بعد حضور تاج الشریعہ کی دعا پر محفل کا اختتام ہوا، اور وہاں لوگوں کی بھیڑ جمع ہوگئی جو آپ کے دیدار سے مشرف ہونا چاہتے، یونہی تین چار دن تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر حضور تاج الشریعہ وہاں سے روانہ ہو کر ''جدہ'' تشریف لائے۔

آج جب بھی ہم عمرہ کے اس مبارک سفر کو یاد کرتے ہیں جو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی معیت میں ہوا تو ایک طرف تو بڑی خوشی حاصل ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں وہ مبارک ساعت عطا فرمائی تھی کہ ہم نے اپنے پیر و مرشد کے ساتھ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کی سعادت پائی مگر جب دوسری طرف حضرت کی ذات کا خیال آتا ہے اور یہ بات یاد آتی ہے کہ حضرت اب اس خاکدان گیتی سے رخصت ہو چکے ہیں تو دل ایک گہرے صدمہ میں ڈوب جاتا ہے کہ ہائے! اب میرے پیر و مرشد اس دنیا میں نہ رہے مگر معاً دل میں یہ خیال آتا ہے کہ اگرچہ وہ اب بظاہر اس دنیا میں جلوہ افروز نہیں ہیں مگر ان کا فیضان ہمیشہ ہم پر جاری وساری رہے گا۔

رب قدیر کی بارگاہ میں دعا ہے کہ رب قدیر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے درجات کو بلند و بالا فرمائے، حضرت کو اپنے قرب وجوار میں جگہ عطا فرمائے، حضرت کا فیضان ہم سب پر اور تمام مریدین پر جاری وساری فرمائے اور ہمارے اس عمرہ کے سفر کو ہمارے لئے بخشش ونجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم

***

جن سے روشن تھے نگاہوں کے قصور

محمد مسیح الدین حشمتی ،الجامعۃ الغوثیہ، اتر ولہ

یہ آج دہر میں کس کی وفات کا غم ہے

حسب معمول بعد نماز مغرب اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری شریف کے مطالعہ میں مصروف تھا، تعلیقات زاہرہ سے بھی استفادہ ہو رہا تھا کہ ایک صاحب دوڑے ہوئے آئے، ان کی آنکھیں پرنم تھیں، چہرہ اداس تھا، رندھی ہوئی آواز میں کہنے لگے کہ حضور تاج الشریعہ اب اس ظاہری دنیا میں نہ رہے، یہ جانکاہ خبر سنتے ہی بدن میں رعشہ طاری ہو گیا، قوت گویائی کچھ دیر کے لئے جواب دے گئی، بس وہ منور چہرہ جس سے نگاہوں کے قصور جلا پاتے تھے، جس سے جہان سنیت روشن و تابندہ تھا، سامنے تھا، آنکھوں نے اشکوں کی سوغات پیش کی تعلیقات زاہرہ بند کی کلمہ استرجاع پڑھا، الجامعۃ الغوثیہ کے صحن میں بیٹھے اساتذہ کو خبر دی، چند ہی لمحوں میں جامعہ کے تلاطم میں سکوت چھا گیا، موت العالم موت العالم کا حقیقی معنی و مفہوم نگاہوں کے سامنے تھا، طلبہ و اساتذہ سب کی آنکھیں اشکبار تھیں، چہروں پر گہرے رنج والم کے آثار صاف دکھائی دے رہے تھے اور مرشد اجازت کے سانحہ ارتحال سے دلوں میں جو درد و کرب اٹھ رہا تھا وہ حیطہ تحریر و ضبط تعبیر سے باہر ہے۔

یہ آج دہر میں کس کی وفات کا غم ہے
فسردہ چہرے ہیں چشم حیات پرنم ہے
صدائے بلبل رنگیں میں سوز ماتم ہے
ہے گل بھی چاک بداماں صبا بھی برہم ہے
یہ آج کون اٹھا خاکدان گیتی سے
کہ جس طرف بھی نظر جائے "ہو" کا عالم ہے
یہ زندہ تھے تو دھڑکتی تھی نبض دور زماں
وفات پائی تو موت ان کی موت عالم ہے

اس خلا کا پر ہونا مستقبل قریب میں متوقع نہیں۔ دنیا میں آنے جانے کا سلسلہ بڑا ہی قدیم سلسلہ ہے، ہر دن ہزاروں جاتے ہیں اور لاکھوں آتے ہیں، نہ سب کا آنا بڑی اہمیتوں کا حامل ہوتا ہے اور نہ سب کا جانا عظیم صدمے کا باعث ہوتا ہے، مگر انہیں آنے جانے والوں میں کچھ ہستیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کے آنے پر ایک عالم فرحاں و شاداں ہو جاتا ہے اور جانے پر بے شمار آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں، اور ایسی بابرکت ہستیاں روز نہیں کبھی کبھی پیدا ہوتی ہیں، وارث علوم اعلیٰ حضرت، کنز الکرامت، جبل الاستقامت،

غواص بحر معرفت، حاوی علوم قدیمہ وجدیدہ، ماہر فصاحت و بلاغت، مرشد منہاج طریقت، خضر شوارع شریعت مجمع البحرین حضور تاج الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان کی بابرکت ذات ایسی ہی نادر الوجود ذات تھی کہ جسکے وجود مسعود سے سارا عالم سنیت فرحاں وشاداں تھا، وہ بہجت زمن اور برکت زماں تھے، ان کے جانے سے اہل سنت و جماعت میں جو عظیم خلا رونما ہوا ہے اس کا پر ہونا مستقبل قریب میں متوقع نہیں۔

جن کی عظمت کے نشاں ہیں چار سو: وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین حضور مفتی اعظم ہند، حضور تاج الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرحمہ کی ذات کسی کے تعارف کی محتاج نہیں، آپ کی ذات پوری دنیا میں یکساں مقبول تھی، جیسے ہندوسندھ میں بستی بستی قریہ قریہ تاج الشریعہ تاج الشریعہ کی گونج تھی ایسے یورپ وافریقہ بلکہ عرب وعجم کے تقریبا ہر خطہ اور ہر علاقہ میں آپ کی عبقریت کی دھوم مچی ہوئی تھی کیوں کہ مقبولیت ومحبوبیت کے مشہور اسباب آپ میں بدرجہ اتم موجود تھے، اللہ جل مجدہ الکریم نے جہاں خاندانی وجاہت عطا فرمائی تھی وہیں حسن وجمال کا ایسا حسین پیکر بنایا تھا کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی تھیں، پھر علمی اور روحانی شرافت وکرامت ان سب پر مستزاد تھی۔

شیخ الانس والجن، غوث الثقلین، سید الاولیا، سیدنا الشیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا فیضان سلسلہ چشتیہ، اشرفیہ، رضویہ، برکاتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ اور رفاعیہ وغیرہ جملہ سلاسل حقہ پر ساون بھادوں کی طرح برس رہا ہے، سب کی روحانی کھیتیاں اسی ابر کرم سے سرسبز وشاداب ہیں، سرکار اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فرماتے ہیں:

مزرع چشت وبخارا وعراق واجمیر ‏ ‏ ‏ ‏ کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

بارگاہ غوث سے جسکو صدقہ حاصل ہو جائے وہ تمام سلاسل کے عشاق کی نظروں میں محبوب ہو جاتا ہے، یہ بارگاہ غوث کا ہی صدقہ تھا کہ حضور تاج الشریعہ کی نماز جنازہ میں چشتی، اشرفی، رضوی، برکاتی، سہروردی، نقشبندی اور رفائی وغیرہ جملہ سلاسل حقہ کے منتسبین ومریدین کا سیلاب امنڈ آیا اور اس کثرت سے عوام اہل سنت کی شرکت ہوئی کہ زمانہ ورطہ حیرت میں ہے، بلا شبہ حضور تاج الشریعہ کی بابرکت ذات بارگاہ غوث میں مقبول ومحبوب تھی، آپ نے نماز جنازہ میں سب کو بلا کر قادری فیضان سے مالا مال فرمایا، آپ کی بابرکت ذات میں اس شعر کے جلوے صاف نظر آئے۔

مزرع چشت وبخارا وعراق واجمیر ‏ ‏ ‏ ‏ کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

آپ کی وفات موت العالم موت العالم کی سچی مصداق بھی تھی، موت العالم موت العالم کا قول زبان زد ہے، عالم وطنی اعتبار سے کہیں کا ہو، مگر رشد وہدایت اور تبلیغ اسلام کے اعتبار سے وطن کی خصوصیت حائل نہیں رہتی بلکہ حسب حیثیت ایک عالم اس سے مستفیض ومستنیر ہوتا ہے، اور اسکی وفات پر درک وادراک کے اعتبار سے عالم کی موت کہاجاتا ہے مگر ظاہری نگاہوں سے اسکا مشاہدہ صدیوں میں ہوا کرتا ہے، جیسے دریا کو کوزے میں بھرنے کی کہاوت بڑی مشہور ومعروف ہے، صدیوں پہلے نگاہوں نے اسکا مشاہدہ اجمیر معلی میں کیا تھا، اسی طرح حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی نماز جنازہ میں ان ظاہری نگاہوں نے موت العالم موت العالم کا منظر دیکھا۔

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے

محبوبیت ومقبولیت کے اسباب میں آخر الذکر سبب علمی تبحر نے آپ کو ایسی منزل پر فائز کر دیا تھا جہاں بڑے بڑے قد والے بونے نظر آتے تھے، جس مسئلہ پر قلم اٹھایا تو حق تحقیق ادا کر دیا، درجنوں کتابیں اور ہزاروں فتاوی تحریر فرمائے مگر تا حیات قلم احتیاط کا دامن تھامے رہا، کبھی بزرگوں کے خلاف نہ گیا، بلکہ جن کے قلم نے اس راستے میں ٹھوکریں کھائیں انکو مضبوط ترین دلائل کی روشنی میں متنبہ کیا، چاہے چلتی ٹرین پر فرائض وواجبات اور ملحق بواجبات کے ادائیگی کا مسئلہ ہو، یا پھر مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) کی اقتدا کا مسئلہ ہو، یا ٹی وی اور موی کے جواز کا مسئلہ ہو، یا احسان الٰہی ظہیر کی۔

کتاب البریلویہ کا رد بلیغ ہو یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد گرامی کے اسم پر تحقیقی کام، ان سب میں آپ کے قلم نے جس قوت استدلال کا مظاہرہ کیا ہے وہ قابل دید ہے بلکہ اس میں تحقیق رازی اور غزالی کا حقیقی پرتو نظر آتا ہے۔

امام بوصیری علیہ الرحمہ کے مشہور زمانہ قصیدہ بردہ شریف کی شرح کرتے ہوئے جب آپ رطب اللسان ہوتے تھے، تو ایسا لگتا تھا کہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی ہر فن مولی شخصیت کا عکس جمیل ہمارے درمیان موجود ہے، اشعار کی لغوی، اعرابی اور بلاغی تشریح کے ساتھ جو معانی اور مفاہیم آپ نے بیان فرمائے ہیں وہ آپ کی تبحر علمی کے ساتھ خداداد قوت حافظہ پر بدرجہ اتم دال ہیں اور ان سب کے ساتھ بوقت ضرورت جو تعاقب ماقبل کے شارحین کا آپ نے فرمایا ہے وہ اہل علم کو دعوت نظارہ اور دعوت مطالعہ پیش کر رہا ہے۔ ضیافت طبع کے لئے ایک تعاقب بطور مثال نقل کیا جا رہا ہے۔ قصیدہ بردہ شریف کا مشہور شعر ہے:

منزہ عن شریک فی محسانہ

فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم

علامہ باجوری اور علامہ خرپوتی رحمہما اللہ نے مذکورہ شعر کی شرح کرتے ہوئے ایک اعتراض نقل فرمایا کہ یہ کہنا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات اپنے تمام محاسن میں شریک سے منزہ اور پاک ہے فاسد وغلط ہے کیونکہ تمام انبیائے کرام ومرسلین عظام علی نبیا وعلیہم السلام محاسن نبوت ورسالت اور غیر اللہ کی پرستش نہ کرنے میں سرکار دو عالم ﷺ کے شریک ہیں لہذا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے منزہ عن الشریک کا دعوی صحیح نہیں۔ اس اعتراض کے جواب میں علامہ خرپوتی رحمہ اللہ نے کوئی معقول جواب نہ دیتے ہوئے صرف اس بات پر اکتفا فرمایا کہ یہ حکم ادعائی ہے۔ علامہ خرپوتی رحمہا اللہ کی عبارت یہ ہے:

"ولقائل ان یقول: ان ھذا الحکم، ای کونہ علیہ السلام منزھا عن شریک فی

کل محاسنہ فاسد، لانہ قد کان سائر الانبیاء شریکا لہ فی محاسن النبوۃ

والرسالۃ وعدم العبادۃ لغیر اللہ۔ اللھم ان یقال: انہ ادعائی فلیتامل۔"

[الفردۃ فی شرح البردۃ ص ۲۰۶،۷]

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے" فی محاسنہ" کی ایسی توضیح وتشریح فرمائی کہ یہ اعتراض سرے سے وارد ہی نہیں ہوتا، ملاحظہ فرمائیں کہ آپ علم کے کیسے بحر ذخار تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ محاسن کی جو اضافت ضمیر کی طرف کی گئی ہے وہ اضافت تخصیص کا فائدہ دے رہی ہے، جو اس بات پر واضح قرینہ ہے کہ یہاں وہ محاسن ہرگز مراد نہیں جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے درمیان مشترک ہیں بلکہ یہاں محاسن سے وہ محاسن مراد ہیں جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہیں، یعنی

منزہ عن الشریک کا حکم مخصوص فضائل وکمالات کے اعتبار سے ہے عام فضائل وکمالات کے اعتبار سے نہیں لہذا اب علامہ باجوری اور علامہ خرپوتی رحمہا اللہ نے جو اعتراض نقل فرمایا وہ سرے سے خارج ہو جاتا ہے۔ حضور تاج الشریعہ رحمہ اللہ کی عبارت یہ ہے:

"والاضافة تفید الاختصاص فهي قرينة على ان المراد بها محاسنه صلى الله تعالى عليه وسلم المختصة به دون المشتركة بينه وبين سائر الانبياء صلى الله عليه وعليهم اجمعين فلا مساغ في الاعتراض الذي ذكره العلامة الباجوري والعلامة الخربوتي." [الفردة فی شرح البردة ص ۲۰۶]

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن پر گفتگو کرتے ہوئے حضور تاج الشریعہ نے بڑے اچھوتے اور نرالے انداز میں علامہ خرپوتی کا تعاقب فرمایا ہے اور ساتھ ہی اس سلسلے میں آپ نے جو محتاط طریقہ اپنایا ہے وہ دور حاضر کے نوجوان علماء کے لئے اہم نصیحت ہے:

"انه صلى الله عليه وسلم الفاتح لباب النبوة وبه ختمت النبوة المفتح لباب الجود والسبب في كل موجود المفيض على الكل من بحر علمه وديم كرمه الواقف للجميع عند الحد الذي هو غاية ذي الغاية ومبدء صلى الله تعالى عليه وسلم في الترقي الى غير النهاية فهو الفاتح لما اغلق وهو الخاتم لما سبق وكل ذالك مقرر معلوم. وقوله في الجواب "انه ادعائي" ليس كما ينبغي." [الفردة فی شرح البردة ص ۲۰۷]

سید عالم ﷺ کے محاسن یہ ہیں کہ آپ ﷺ فاتح باب نبوت ہیں، اور آپ ہی پر باب نبوت کو بند بھی کر دیا گیا ہے، جود وکرم کے جملہ ابواب آپ سے کھلتے ہیں، آپ کی ذات سبب تکوین کائنات ہے، آپ ہر ایک کو اپنے بحر علم اور بحر کرم سے سیراب کرنے والے ہیں، جملہ مخلوقات کے محاسن ذی حد اور محدود ہیں جبکہ سید عالم ﷺ کے فضائل وکمالات الی غیر النہایۃ روز افزوں ترقی پر ہیں اور آپ ﷺ کے یہ ایسے محاسن ہیں جو مشہور ومعروف اور مسلم ہیں۔ لہذا ان فضائل وکمالات کے پیش نظر "**منزہ عن شریک فی محاسنہ**" کے جواب میں حکم ادعائی کہنا علامہ خرپوتی کے شایان شان نہیں بلکہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے "**لیس کما ینبغی**" فرما کر تو سمندر کو کوزے میں سمیٹ دیا ہے۔ یعنی جب سید عالم ﷺ کی ذات فاتح باب نبوت ہے اور خاتم باب نبوت ہے تو اب اس اعتبار سے خاص وصف نبوت میں بھی آپ کی ذات مقدسہ منزہ عن الشریک ٹھہری پھر مطلق نبوت کو بنیاد بنا کر منزہ عن الشریک کے دعوی کو دعوی ادعائی کیسے کہا جا سکتا ہے؟ بلکہ جب سید عالم ﷺ کی بابرکت ذات ہی جملہ محاسن و کمالات کی منبع اور مبدا ہے، مخلوق میں جس کو جو بھی شرافت وکرامت ملی یا آئندہ ملے گی سب اسی ذات مقدسہ کا صدقہ ہوگا، آپ کی ذات سبب تکوین جملہ کائنات کائنہ الی یوم القیامۃ ہے تو اب اس اعتبار سے مخلوق میں کوئی کسی وصف کمال میں آپ کا شریک نہ ہوگا لہذا "منزہ عن شریک فی محاسنہ" کا حکم اپنی جگہ درست ہے اسے ادعائی بتانا غیر مناسب ہوگا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

آپ جہاں میدان فقہ کے میر اور حدیث، فن حدیث، تفسیر، فن تفسیر، منطق وفلسفہ، علوم عربیہ نحو، صرف، بلاغت وغیرہ علوم متداولہ میں بے مثل و بے نظیر تھے، وہیں آپ کو مختلف زبانوں میں کلام پر قدرت تامہ بلکہ ملکہ تامہ حاصل تھا جس پر امام اہل سنت حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی کئی کتابوں کی تعریب اور ترجمے شاہد عدل ہیں، ان تراجم کو دیکھنے کے بعد دل یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ تعریب و ترجمہ نہیں بلکہ مستقل کتابیں ہیں۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ترجمہ نگاری کی ایک ادنیٰ جھلک ملاحظہ فرمائیں:

کہنا نہ کہنے والے تھے جب سے تو اطلاع
مولیٰ کو قول و قائل و ہر خشک و تر کی ہے

انه لم يأن للقائلين أن يتكلموا معي بمقالهم وهو صلى الله تعالى عليه وسلم
منذ ذالك الحين مطلع على القول والقائل وعلى كل رطب ويابس.

[تعلیقات زاہرہ ص ۶۹]

حضور تاج الشریعہ کی بندہ پروری:

یہی وجہ تھی کہ آپ میں علم دوستی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، اصاغر علماء کو ان کی حد سے بڑھکر نوازتے تھے، فقیر حشمتی تقریباً ۲۰ سال قبل دار العلوم مخدومیہ سنبھل کے سالانہ اجلاس میں تقریر کر رہا تھا، بمشکل آدھا گھنٹہ کی تقریر ہوئی ہوگی کہ حضور تاج الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرحمہ کی آمد آمد ہوگئی، میں نے چاہا کہ تقریر ختم کر دوں مگر سرکار کی طرف سے اجازت ملی، حوصلہ بڑھا اور پھر سرکار کی موجودگی میں مکمل بیان ہوا، بعد میں سرکار نے حضرت مولانا شہاب الدین رضوی صاحب سے فرمایا کہ مولانا مسیح الدین نے نہایت عمدہ اور علمی تقریر کی، اسی طرح آنند اور پٹلاد گجرات میں ممبر شریف پر حضور تاج الشریعہ کے ورود مسعود کے بعد فقیر کی تقریر ہوئی، جلسہ کے اختتام پر حضور نے مجھے بلوایا اور اپنے مبارک ہاتھوں کشمش کے چند دانے عطا فرمائے، اور ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا۔

بلاشبہ ہم جیسے ہزاروں علماء کی نگاہوں کے قصور آپ کی ذات مقدسہ سے منور و مجلی تھے، وہ ہمارے علمی اور روحانی پیشوا تھے، ہم میں انکی ذات مثل شمع تھی، ہم پروانے ان پر نثار رہتے تھے، وہ ہمارے محور و مرکز تھے، ہم سب انہیں کی طرف رجوع کرتے تھے، وہ بھی ہم سب کے لئے باران رحمت اور ابر کرم تھے۔

ایک دن آپ کے کاشانہ اقدس پر معمول کے مطابق علمائے کرام کی انجمن اکتساب فیض کے لئے سجی ہوئی تھی، فقیر حشمتی کے علاوہ محسن و کرم فرما، مسلک اعلیٰ حضرت کے بیباک ناشر و مبلغ حضرت مولانا عبد المصطفیٰ حشمتی صاحب قبلہ ردولوی مدظلہ العالی، حضرت علامہ مفتی اختر حسین علیمی صاحب قبلہ، حضرت علامہ مفتی قدرت اللہ صاحب قبلہ علیہ الرحمہ، حضرت علامہ مفتی کمال اختر صاحب قبلہ بھی اس انجمن میں حاضر تھے، انسداد صلح کلیت کے حوالے سے بہت سی مفید اور کارآمد نصیحتیں کیں اور جب ہم لوگ قدم بوسی کے بعد واپس ہونے لگے تو ذرہ نوازی اور علم دوستی کی اعلیٰ مثال قائم کرتے ہوئے جملہ حاضر علمائے کرام کو لفافوں کی شکل میں

تبرک عطا فرمایا، اس دور قحط الرجال میں ایسی علم دوستی اور ذرہ نوازی بہت کم دیکھنے کو ملتی ہے۔

یہ حضرت کی عظیم علم دوستی اور ذرہ نوازی ہی تھی کہ متعدد علمائے ذوی الاحترام، بالخصوص حضرت مولانا مفتی محمد عاشق علی صاحب قبلہ کشمیری کی موجودگی میں محسن وکرم فرما حضرت مولانا عبد المصطفیٰ حشمتی صاحب قبلہ ردولوی مدظلہ العالی کی صرف ایک گذارش پر، فقیر حشمتی کو ۲۳ صفر المظفر ۱۴۳۴ھ مطابق ۸ دسمبر ۲۰۱۲ء بروز شنبہ بعد نماز عشاء تقریباً دس بجے اپنے کاشانۂ اقدس پر تمام سلاسل حقہ کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ **فالحمد للہ علیٰ ذالک۔**

آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا
خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتے کا بھلا ہو

کہاں تھا میں اس کرم کے قابل
حضور کی بندہ پروری ہے

حضور تاج الشریعہ کی ذات ستودہ صفات ہر ناحیہ اور ہر زاویہ سے بے مثل بے مثال تھی، ابر رحمت انکی مرقد پر گہرباری کرے، حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے، اور ان کے فیوض برکات سے عوام اہل سنت کو مستفیض رکھے، حضرت علامہ عسجد رضا صاحب قبلہ مدظلہ العالی کو قاسم فیضان تاج الشریعہ اور انکا عکس جمیل بنائے آمین۔

***

تاج الشریعہ: کچھ یادیں، کچھ باتیں

مولانا مبارک علی قادری ضیائی

اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ نے اپنے فضل وکرم سے ہم ہندوستانیوں کو ایک ایسا عظیم علمی خاندان عطا فرمایا کہ پوری دنیا کے بڑے بڑے دانشوران، محققین اور ارباب حل وعقد اس خاندان کے علمی فیضان سے مالا مال ہو رہے ہیں، جس خاندان کو دنیا اعلیٰ حضرت امام عشق ومحبت مجدد دین وملت احمد رضا خان فاضل بریلوی کے نام سے جانتی ہے۔

اس خاندان کے ایک عظیم چراغ نبیرہ اعلیٰ حضرت شہزادہ مفسر اعظم حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان قادری ازہری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جن کے سانحہ ارتحال نے کروڑوں قلوب واذہان کو بے چین وبےقرار کر دیا۔ آپ علم وعمل، تقویٰ پرہیزگاری میں بے مثل وبے مثال تھے۔ آپ کے علمی وقار کا عالم یہ تھا کہ بڑے بڑے علماء کرام کو جن مسائل کی تحقیق میں سخت ترین دشواریاں پیش آتیں، آپ پل بھر میں اسے حل فرما دیتے۔ آپ نے درجنوں علمی وتحقیقی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ آپ نے حدیث قلتین پر جب قلم اٹھایا تو نو دن میں ایک مبسوط تحقیقی مقالہ سپرد قرطاس کر دیا، جسے پڑھ کر حضور محدث کبیر نے بنارس کی ایک کانفرنس میں فرمایا کہ "جو کام ہم کئی لوگ مل کر مہینوں میں پورا نہیں کر پاتے، حضور تاج الشریعہ اس کام کو باوجود سفر وعلالت کے چند دن میں مکمل فرما دیتے ہیں"۔

حضور تاج الشریعہ نے بیعت وارادت کے ذریعہ کروڑوں لوگوں کو راہ حق پر ڈٹ کر چلنے کا سلیقہ عطا فرمایا، عشق مصطفیٰ ﷺ کی دولت اور دشمنان رسول ﷺ سے قطع تعلق کا جذبہ عطا فرمایا، جہاں آپ تشریف لے جاتے عاشقان مصطفیٰ ﷺ کا ہجوم پروانوں کی طرح اس شمع معرفت کے ارد گرد جمع ہو جاتا۔ کئی بار مجھ گنہگار کو بھی آپ کی زیارت ودست وقدم بوسی کا شرف حاصل ہوا، میں اس لائق کہاں جو حضور کی بارگاہ میں پہونچ جاؤں، یہ محض محدث کبیر کا کرم وشفقت ہے۔ اگر میں حضور محدث کبیر اور حضور تاج الشریعہ کی نوازشوں کے باوجود دونوں بزرگوں کے عینی واقعات نذر قارئین نہ کروں، تو بڑی ناانصافی ہوگی۔

حضور محدث کبیر تاج الشریعہ کا جس قدر ادب فرماتے تھے اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ سرکار تاج الشریعہ بھی آپ سے حد درجہ محبت اور آپ پر اعتماد فرماتے تھے۔ حضور امین شریعت علیہ الرحمہ کے وصال کے موقع پر حضور محدث کبیر بریلی شریف پہنچے۔ جب جنازے میں شرکت کے لئے آپ اسلامیہ انٹر کالج پہونچے، تو اسی وقت حضور تاج الشریعہ کی گاڑی بھی آ گئی، ابھی آپ گاڑی میں ہی تشریف فرما تھے کہ حضور محدث کبیر نے دست بوسی کی اور فقیر نے بھی دست وقدم بوسی کی۔ حضور محدث کبیر نے مجھ سے فرمایا بھیڑ بہت ہے چلو ہم لوگ جگہ بنا لیں۔ حضور امین شریعت کا جنازہ گاڑی کے اوپر رکھا ہوا تھا بے قابو عوام جنازہ چومنے کے لئے بے تاب تھی، صورت یہ ہو گئی کہ جنازہ نیچے اتارنا مشکل ہو گیا۔ حضور مفتی شعیب رضا صاحب رحمۃ اللہ علیہ گاڑی سے اتر کر محدث کبیر کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ حضور آپ تو منظر ملاحظہ فرما رہے ہیں اب یہ بتائیں کہ اگر جنازہ اوپر رکھا رہے اور نماز پڑھا دی جائے تو کوئی کراہت تو نہیں ہوگی؟ آپ نے فرمایا کراہت تو ہے لیکن حضور گاڑی میں تشریف فرما ہیں

آپ ان سے دریافت کیجئے، مفتی صاحب قبلہ حضور تاج الشریعہ کے پاس پہونچے اور ان سے واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا حضور محدث کبیر بھی یہاں تشریف رکھتے ہیں انہیں سے دریافت کیا جائے۔ مفتی صاحب قبلہ نے عرض کیا کہ حضور محدث کبیر نے فرمایا ہے کہ مکروہ ہے۔ آپ نے فرمایا جب انہوں نے فرما دیا تو مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو۔ حضور محدث کبیر نے فرمادیا کہ مکروہ ہے تو جنازہ نیچے اتارو۔ سبحان اللہ کیا اعتماد تھا حضور تاج الشریعہ کو محدث کبیر پر۔ جنازہ تمام دشواریوں کے باوجود اتارا گیا اور نماز ادا کی گئی۔ اس واقعہ کو میں نے اپنی تقریروں میں بھی بیان کیا اور کچھ لوگوں نے مجھ سے تفصیل معلوم کر کے سوشل میڈیا پر بھی نشر کیا۔

اسی روز بعد نماز مغرب محدث کبیر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے حضور تاج الشریعہ آرام فرما رہے تھے۔ خاموشی کا ماحول تھا دروازہ کھولا گیا، آپ اندر داخل ہوئے ہی تھے کہ ایک ولی کامل کو عالم ربانی کی خوشبو محسوس ہوئی بلکہ یوں کہا جائے کہ نگاہ ولایت ومحبت نے دیکھ لیا، نہ کسی نے خبر دی نہ کوئی شور ہوا آپ نے خود ہی لیٹے ہوئے فرمایا محدث کبیر آ گئے؟ خادم نے عرض کیا جی حضور۔ آپ بستر سے اٹھ کر بیٹھ گئے۔ چائے ناشتے کے انتظام کا حکم دیا۔ حاضرین کی تعداد بڑھنے لگی اس دوران ایک صاحب پانی کی بوتل لے کر محدث کبیر کے پاس آئے اور دم کرنے کی درخواست کی۔ محدث کبیر نے فرمایا حضور سے دم کرواؤ۔ عرض کیا حضور نے دم کر دیا آپ بھی دم کر دیں۔ فرمایا میں بزرگوں کے دم پر دم نہیں کرتا۔ کیا ہی خوب ادب کا انداز ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو بزرگوں کا ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ایک مرتبہ جامعہ علیمیہ جمدا شاہی کے جلسہ میں شیخین مدعو تھے جب منزل سے قریب ہوئے تو سامنے سے دیوانوں کا ہجوم نظر آیا، جو تاج الشریعہ کے استقبال کے لئے نکلا تھا محدث کبیر نے ڈرائیور سے فرمایا گاڑی ایک طرف کر لو یہ اللہ تا ہوا سیلاب حضرت کے استقبال کے لئے جارہا ہے۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ محدث کبیر ہیں تو لوگ آپ سے ملنے کے لیے رکنے لگے۔ آپ نے فرمایا یہاں مت رکو، جلدی جاؤ، کہیں میری وجہ سے حضور کے استقبال میں تاخیر نہ ہو جائے۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضور تاج الشریعہ کو وہ مقبولیت عطا فرمائی ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے دلوں کو آپ کے قبضہ میں دیدیا ہے۔ پھر آپ نے حضور تاج الشریعہ کے صحت وسلامتی کی دعا کی۔

کسی نے محدث کبیر سے فون کے ذریعہ پوچھا کہ حضور آپ بڑے ہیں یا تاج الشریعہ، آپ نے فرمایا یہ کیا سوال ہوا؟ سنو اگرچہ عمر میری زیادہ ہے لیکن علم وعمل اور فضیلت میں حضور تاج الشریعہ مجھ سے بہت بڑے ہیں۔ حضور محدث کبیر کی نگاہ سے کوئی دیکھے تاج الشریعہ کو، کیا ہی ادب واحترام ہے۔

۶/اپریل ۲۰۱۷ کا واقعہ ہے، میں اجمیر شریف حاضر ہوا، پالی کے بہت سے احباب جو عرس خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ابھی وہاں رکے ہوئے تھے، حضور تاج الشریعہ کی دیار سلطان الہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں پر لطف حاضری بیان کرنے لگے۔ جب میں سفر سے واپس ہوا اور سارا واقعہ محدث کبیر سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا: ضرور سرکار غریب نواز نے بڑی شان وشوکت کے ساتھ آپ کو بلایا لیکن تاج الشریعہ کا اس قدر بھیڑ ہونے کے باوجود آستانے تک پہونچ جانا یہ بلاشبہ تاج الشریعہ کی کرامت ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور تاج الشریعہ کو جو مقبولیت عطا فرمائی وہ اپنے تو اپنے غیروں پر بھی مخفی نہیں ہے جب بھی لوگ آپ کو کہیں دیکھتے دوڑ کر خادمانہ وعاجزانہ انداز میں حاضر ہو جاتے۔ نہ اپنے مذہب کا خیال نہ اپنی پوسٹ اور ڈیوٹی کا لحاظ۔ بس ایک

بچے کا چہرہ دیکھتے تو دیوانے ہو جاتے۔اندور ایم پی میں فقہی سیمنار شرعی کونسل منعقد ہوا بحسن وخوبی سیمنار کی ذمہ داریوں سے فارغ ہوکر آپ بریلی شریف کے لئے نکلے۔محبین کا ایک جم غفیر آپ کے ساتھ ایر پورٹ تک آیا۔معتقدین کو باہر روک دیا گیا،آپ اندر پہونچ کر کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔جانشین تاج الشریعہ علامہ عسجد رضا خان قادری اور مفتی شعیب رضا علیہ الرحمہ محدث کبیر سے گفتگو کر رہے تھے۔علامہ عاشق رضا بورڈنگ کے لئے پہونچے۔حضور تاج الشریعہ اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ کرسی پر جلوہ افروز ہیں،ہوائی اڈہ کے تمام کارکنان کی نگاہ آپ پر جمی ہوئی تھی۔ایک ملازم اپنے جذبات کو قابو نہ کر سکا،اپنی ڈیوٹی کا بھی خیال نہ کیا،سب پر عیاں ہے کہ ہوائی اڈہ کی ملازمت کتنی سخت ہوتی ہے پھر بھی اس عاشق مصطفی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے سے اسے کوئی چیز مانع نہ ہوئی۔دوڑ کر پانی کی بوتل لے کر حاضر ہوا اور کہنے لگا ”گرو دم کر دیجئے“۔اسی دوران پولس سیکورٹی کا ملازم بھی ؤہیل چیئر کھینچنے والوں سے درخواست کرنے لگا کہ مجھے بھی کرسی لے کر چلنے کا موقع دے دیجئے۔وہ کرسی کھینچ رہا تھا اور دنیا دیکھ رہی تھی کہ بڑی بڑی پوسٹ کے لوگ بھی حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں سر ادب خم کر کے حاضر خدمت ہوا کرتے ہیں۔

سرکار تاج الشریعہ کے ارتحال پر ملال کے بعد اور اس سے قبل بھی متعدد بار حضور محدث کبیر نے اپنی تقریر میں بیان فرمایا کہ پلیٹ فارم سے نکلی ٹرین واپس ہوئی یہ تو بہت بار سنا ہے لیکن ہوائی جہاز رن وے سے واپس ہوا ہو یہ کبھی نہیں سنا۔فرماتے ہیں افریقہ ہرارے ایئرپورٹ پہونچنے میں ہمیں تاخیر ہوگئی ایک صاحب کو میں تنبیہ کرنے لگا کہ اگر آپ جلدی آجاتے ،بورڈنگ کرا لیتے تو آج یہ جہاز نہ چھوٹتا۔حضور تاج الشریعہ نے فرمایا غلطی ان کی نہیں بلکہ ہماری ہے،کہ ہم نے نکلنے میں تاخیر کردی۔اتنا فرمانے کے بعد آپ خاموش ہو گئے اور آپ کے چہرہ پر ایک مسکراہٹ چھائی اور لبہائے مبارک جنبش کرنے لگے اللہ جانے کیا راز ونیاز کی بات ہوئی،کہ اتنے میں جہاز کا عملہ حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ آئیے آپ لوگ،آپ ہی کے لئے فلائٹ رن وے سے واپس ہوئی ہے یہ سن کر عقلیں حیران تھیں،کہ بھلا رن وے سے جہاز پلیٹ فارم پر واپسی کے لئے بھی آسکتا ہے؟تو یہی تو کرامت ہے کہ عقل میں جو بات نہ سمائے۔یہ تاج الشریعہ کی کرامت ہے اڑانے والے بہت ہیں مگر اڑنے والے کو اپنے لئے واپس کر لینا یہ سب کے بس کی بات نہیں۔اسی تقریر میں آپ نے یہ بھی فرمایا صرف ہوا میں اڑنے کا نام کرامت نہیں،کیا آپ نے نہ دیکھا کہ آپ کے سانحہ ارتحال کی خبر سن کر جو ہجوم بریلی شریف میں جمع ہوا تھا کیا کوئی بتا سکتا ہے کسی کا کچھ نقصان ہوا ہو؟ کوئی نہیں بتا سکتا یہ بھی آپ کی بہت بڑی کرامت ہے کہ سب کو بلا تو لیا اللہ تعالی کے فضل سے سب کی حفاظت بھی فرمائی۔

یہی وجہ ہے کہ بریلی میں اپنے تو اپنے غیر مذہب بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ ہم نے انسانوں کی اتنی بھیڑ اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی۔تعجب کی بات تو یہ ہے کہ ایسا ادب واحترام ان عاشقوں میں دیکھا کہ کروڑوں کی تعداد کے باوجود کسی کو کوئی نقصان نہ پہونچا۔

حضور تاج الشریعہ کی زبان اللہ تعالی کی بارگاہ میں بہت مقبول تھی اور کیوں نہ ہو کہ آپ نے پوری زندگی عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں گزار دی خود فرماتے ہیں:

زندگی یہ نہیں ہے کسی کے لئے　　　زندگی ہے نبی کی نبی کے لئے　　　(ﷺ)

۱۹ر فروری ۲۰۱۷ء اتوار کے دن میں بریلی شریف حاضر ہوا علامہ عاشق رضا صاحب نے کرم نوازی کرتے ہوئے دیر رات کو فون کر کے حضور کی بارگاہ میں اذن حضوری بخشی۔بہت ہی پرسکون انداز میں خدمت کا موقع میسر ہوا،جیسے ہی سلام وقدم بوسی کی۔

حضور مفتی اعظم ہند کی امید: سیدی تاج الشریعہ

سید شاہ عارفین اصدق غوثی شہودی، خانقاہ غوثیہ اصدقیہ سہسرام روہتاس بہار

جانشین اعلیٰ حضرت سیدنا مفتی اعظم ہند قدس سرہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "مجھے اپنے اس فرزند ارجمند سے بہت امیدیں وابستہ ہیں" جس عظیم و عبقری شخصیت سے حضور مفتی اعظم کو امیدیں تھیں اور جن کی پیشانی سے سعادت کے آثار نمایاں تھے اس عظیم اور عبقری شخصیت کا نام نامی اسم گرامی وارث علوم اعلیٰ حضرت، قاضی القضاۃ فی الھند، تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی الشاہ اختر رضا خاں ازہری میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ ہے۔

یہ ایک بے داغ حقیقت ہے کہ عہد طفلی سے لیکر عہد شباب پھر عہد پیری تک غرض کہ زندگی کے تمام مراحل میں حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے ممتاز اور قابل فخر کردار ادا کیا جس سے سیدنا مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی بشارت مثل آفتاب روشن ہوگئی۔

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی صلاحیت سے نوازا تھا، عہد طالب علمی میں آپ کی خداداد صلاحیت کا اندازہ کرنے کے لیے اتنا کافی ہے کہ جامعہ ازہر مصر میں تحصیل علم کے دوران ۱۹۶۶ء میں آپ نے کلیہ اصول الدین قسم التفسیر والحدیث کا سالانہ تقریری امتحان دیا، جس میں ممتحن نے علم کلام سے متعلق سوال کیا، اس میں آپ کے ہم سبق طلبہ جواب نہ دے سکے، ممتحن نے سوال دوہرا کر آپ کی طرف دیکھا اور جواب طلب کیا پھر آپ نے اس کا شاندار جواب دیا، ممتحن صاحب نے پوچھا آپ شعبہ تفسیر و حدیث کے متعلم ہیں پھر بھی علم کلام میں یہ گہرائی؟ تب حضرت تاج الشریعہ نے جواب دیا میں نے دارالعلوم منظر اسلام میں علم کلام پڑھا ہے۔ آپ کے علمی جواب سے وہ بہت متاثر ہوئے اور آپ کو ہم سبق طلبہ میں سب سے زیادہ نمبر دیے۔

[فتاویٰ تاج الشریعہ، ج ۱ بعنوان تاج الشریعہ حیات و خدمات]

اسی طرح تعلیمی عہد میں دنیا کی ممتاز ترین یونیورسٹی سے آپ نے عظیم اور قابل صد رشک کامیابی حاصل کرکے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے خواب کو شرمندہ تعبیر فرمایا۔ اس حوالے سے حضرت مولانا ریحان رضا خاں صاحب کا یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں "نبیرۂ اعلیٰ حضرت و حجۃ الاسلام علیہما الرحمہ اور حضرت مفسر اعظم کے فرزند دل بند حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب دامت برکاتہم القدسیہ نے عربی میں بی اے کی سند فراغت نہایت نمایاں اور ممتاز حیثیت سے حاصل کی، حضور تاج الشریعہ نے نہ صرف جامعہ ازہر میں بلکہ پورے مصر میں اول نمبر سے پاس ہوئے۔ مولیٰ تعالیٰ ان کو اس سے زیادہ بیش از بیش کامیابی عطا فرمائے اور انہیں خدمات کا اہل بنائے اور وہ صحیح معنی میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے جانشین کہے جائیں اللھم زدفزد"

[فتاویٰ تاج الشریعہ، ج ۱ بعنوان تاج الشریعہ حیات و خدمات]

اپنی امید کو بارآور دیکھ کر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو کیسی مسرت اور طمانیت حاصل ہوئی ہوگی اسے حیطۂ تحریر میں لانا ایک مشکل امر ہے لیکن درجہ ذیل اقتباس پڑھ کر کسی قدر اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ فارغ التحصیل ہو کر حضور تاج الشریعہ کی ہند آمد کا تذکرہ کرتے ہوئے جناب امید رضوی صاحب لکھتے ہیں" گلستان رضویت کے مہکتے پھول، چمنستان اعلی حضرت کے گل خوش رنگ جناب علامہ و مولانا محمد اختر رضا خاں صاحب ابن حضرت مفسر اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ ایک عرصہ دراز کے بعد جامعہ از ہر مصر سے فارغ التحصیل ہو کر ۷ ارنومبر ۱۹۶۶ء ۱۳۸۶ھ کی صبح کو بہار افزائے گلشن بریلی ہوئے۔ بریلی کے جنکشن اسٹیشن پر متعلقین و متوسلین واہل خاندان علمائے کرام وطلبائے دار العلوم (منظر اسلام) کے علاوہ بے شمار معتقدین حضرات نے حضرت مفتی اعظم ہند مدظلہ کی سرپرستی میں شاندار استقبال کیا اور صاحبزادہ موصوف کو خوش رنگ پھولوں کے گجروں اور ہاروں کی پیش کش سے اپنے والہانہ جذبات وخلوص اور عقیدت کا اظہار کیا۔ ادارہ حضرت علامہ و مولانا محمد اختر رضا خاں ازہری اور متوسلین کو کامیاب واپسی پر ہدیہ تبریک و تہنیت پیش کرتا ہے۔

[فتاوی تاج الشریعہ ج ا عنوان تاج الشریعہ حیات و خدمات]

اس اقتباس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ تاج الشریعہ کی غیر معمولی کامیابی پر حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کس قدر مسرور اور خوش تھے۔

تحصیل علم کے بعد درس و تدریس تحریر و تقریر، دعوت و تبلیغ کے میدان میں حضور تاج الشریعہ قدم رنجہ ہوئے تو ایک عظیم مدرس ، ایک عظیم مفتی، ایک عظیم مقرر، ایک عظیم محرر، ایک عظیم مبلغ ہونے کا ثبوت پیش کیا۔ آپ علم و فضل میں اعلی حضرت اور مفتی اعظم کے کامل وارث اور عکس جمیل تھے۔ مفتی محمد یونس رضا صاحب تاج الشریعہ کے علوم وفنون کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں" حضور تاج الشریعہ مندرجہ ذیل علوم وفنون میں مہارت رکھتے تھے (۱) علوم قرآن (۲) اصول تفسیر (۳) علم حدیث (۴) اصول حدیث (۵) اسماء الرجال (۶) فقہ حنفی (۷) فقہ مذاہب اربعہ (۸) اصول فقہ (۹) علم کلام (۱۰) علم صرف (۱۱) علم نحو (۱۲) علم معانی (۱۳) علم بدیع (۱۴) علم بیان (۱۵) علم منطق (۱۶) علم فلسفہ قدیم وجدید (۱۷) علم مناظرہ (۱۸) علم الحساب (۱۹) علم ہندسہ (۲۰) علم ہیئت (۲۱) علم تاریخ (۲۲) علم مربعات (۲۳) علم عروض وقوافی (۲۴) علم تکسیر (۲۵) علم جفر (۲۶) علم فرائض (۲۷) علم توقیت (۲۸) علم تقویم (۲۹) علم تجوید وقراءت (۳۰) علم ادب (۳۱) علم زیجات (۳۲) علم خطاطی (۳۳) علم جبر و مقابلہ (۳۴) علم تصوف (۳۵) علم سلوک (۳۶) علم اخلاق" (فتاوی تاج الشریعہ، ج ا، عنوان تاج الشریعہ حیات و خدمات)

مذکورہ اقتباس سے معلوم ہوا کہ حضور مفتی اعظم کی بشارت اور امید اپنی تمام تر عظمتوں کے ساتھ مسند نشیں ہوئی اور حضرت ازہری میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ جلیل القدر مفتی، عظیم الشان فقیہ اور پاکیزہ نفس شیخ طریقت کی حیثیت سے مسند مفتی اعظم پر جلوہ گر ہوئے اور علما عرب و عجم سے اپنی عظمتوں کا خراج وصول کیا۔

چون سال تک حضرت تاج الشریعہ نے دین وسنیت کی عظیم خدمت انجام دی۔ آہ دین وسنیت کا وہ عظیم خادم کہ جن کے دم قدم سے اہل سنت و جماعت میں بہار تھی وہ اب ہمیں تنہا چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملا۔ پورا عالم اسلام حضرت کے وصال پُرملال پر سوگوار ہے۔ آپ کا انتقال نہ صرف خانوادہ رضویہ کا خسارہ ہے بلکہ عالم اسلام کا ناقابل تلافی نقصان ہے۔ میں خانقاہ غوثیہ اصدقیہ کے تمام وابستگان کی طرف سے حضرت مولانا عسجد رضا صاحب زید مجدہ کو تعزیت پیش کرتا ہوں۔

ثقہ لوگوں سے معلوم ہوا کہ وقت وصال حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ زبان مبارک سے اللہ اللہ کا ورد فرما رہے تھے اور اس کلمہ توحید پر آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ اس مقام پر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا تحریر کردہ شعر جو خود تاج الشریعہ کی حیات طیبہ کا عکاس ہے ان کے حضور بطور خراج پیش کرتا ہوں۔

من مات یقول اللہ　　　ذاک الخالد محیاہ

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے حضرت ازہری میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی قبر مبارک پر رحمت ونور کی بارش فرمائے اور آپ کی مسند کا فیض جاری وساری فرمائے اور اہل خانہ اور تمام اہل سنت کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

***

مسکراہٹوں سے کرتے تھے غم کافور

مولانا محمد عابد رضا نوری مظفر پوری / چاند باغ، دہلی / درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

مرشد اعظم، سید الکاملین، امام العارفین، زبدۃ الکاملین، تاج الشریعہ، قاضی القضاۃ، مفتی اعظم فی الہند مرشد گرامی و مرشد اجازت سیدنا وسندنا حضرت علامہ مفتی شاہ محمد اختر رضا قادری ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان خانوادۂ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی وہ عظیم ہستی ہیں، جنہوں نے بلندیوں کے تمام مراتب کو طے کرلیا تھا، آپ علم وعمل، تقویٰ وطہارت، درس وتدریس میں یکتائے زمانہ تھے، اہل سنت و جماعت کے عوام وخواص کا مرجع تھے، میں بچپن ہی میں حضور تاج الشریعہ سے مرید ہوگیا تھا اور اتفاق کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کی خدمت میں رہنے کا موقعہ عطا فرمایا۔

حضور تاج الشریعہ کی خدمت اور حضور سے متعلق جملہ کام کرنا حرز جان بنالیا اور یہی میرے لئے ذخیرۂ آخرت ہے، مرکزی دارالافتاء، ماہنامہ سنی دنیا، ماہنامہ کا دفتر، ازہری مہمان خانہ، ازہری گیسٹ ہاؤس، جامعۃ الرضا، حضور کا کاشانہ، غرض جس جگہ حکم ہوا کہ وہاں فلاں کام کی ضرورت ہے، میں اخلاص کے ساتھ حکم کی بجا آوری میں کوشاں رہا، دینی وشرعی پروگرام "شرعی کونسل آف انڈیا" کا سیمینار یا کسی اہم شخصیت کی آمد وغیرہ وغیرہ غرض جو کام بھی حضور کی ذات سے منسوب ہوتا اس میں پیش پیش رہ کر انجام دینے کی کوشش کرتا تھا، حضور تاج الشریعہ، شریعت مطہرہ کے ایسے پابند تھے کہ گھر ہو یا باہر ہر جگہ اس کی پاسداری کرتے، حقوق العباد اور حقوق اللہ کی ذمہ داری نبھانے میں ایسے کامل واکمل تھے کہ چلتے پھرتے قرآن واحادیث کی تشریح وتوضیح معلوم ہوتے تھے، عزیزو اقارب اور گھر کے افراد سے اس انداز میں پیش آتے تھے کہ بس نہ پوچھئے اب سب یاد کرکے روتے بلکتے ہیں کہ کون ہے جو مہربانی سے پیش آئے گا، کون ہے جو اپنی مسکراہٹوں سے سارا غم کافور کردے گا، کون ہے جو سینہ سے لگا کر دستگیری فرمائے گا، اس وقت دل و دماغ پر حضور کی رحلت کا غم ایسا چھایا ہوا ہے کہ لکھنا کچھ چاہتا ہوں لکھ کچھ اور جارہا ہے، حضور کی کن کن اداؤں کو لکھوں، کن کن اداؤں کو چھوڑوں، مجھے تو لفظی جامہ بھی پہنانا نہیں آتا، میں نے بچپن سے خدمت کی کبھی حضور نے نہ ڈانٹا نہ اظہار ناراضگی فرمائی، بلکہ اگر کبھی کوئی غلطی ہوجاتی یا کسی کام میں کوتاہی ہوجاتی تب بھی مسکراتے اور فرماتے اچھا کوئی بات نہیں اور اگر کبھی کوئی کام خلاف شرع سرزد ہوجاتا تھا تو حضور ضرور تنبیہ فرماتے تھے، جامعہ نوریہ میں پڑھنے کے دوران حضور استفسار فرماتے آج کیا پڑھا بتاتے تو بغور سماعت فرماتے اور ارشاد فرماتے یہ ایسے نہیں ایسے ہے، حضور کا معاملہ اپنے بچوں اور گھر والوں کے ساتھ بھی یہی رہا اگر کوئی کام دیکھتے یہ مسئلہ کے خلاف ہے تو بڑی نرمی اور محبت سے بتاتے اور ہر فرد جسے تنبیہ کی جاتی تھی وہ اسے تسلیم کرتا اور پھر کوشش کرتا کہ اب آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔

حضور تاج الشریعہ ہمیشہ طلبا اور علما اور مہمان کی عزت وادب کا حکم فرماتے تھے، جب بھی کوئی بڑا عالم دین حضور سے ملاقات کے لئے تشریف لاتے تو حضور ان کی خدمت کا حکم فرماتے اور بڑی تواضع وانکساری کے ساتھ ملاقات فرماتے اور واپسی پر انہیں نذرانہ بھی پیش فرماتے تھے، ملک و بیرون ملک کے سیکڑوں علما و مشائخ حضور کی خدمت میں ہوتے تو دیکھتا کہ سب بڑے ہی

ادب سے پیش آرہے ہیں، دست بوسی اور قدم بوسی کر رہے ہیں، یہ سارے حسین مناظر اب کہاں، اب تو بس یادیں ہیں، دل اچاٹ ہے نورانی منظر کے لئے ترس گئی نگاہیں، حضور قیام فرما ہوتے تو پورا سوداگران نورانیت میں معطر رہتا، الگ رونق نظر آتی، حضور کی نشست گاہ پر انوار و تجلیات کی بارشیں برستی معلوم ہوتی تھیں، ہر وقت نور کا سماں بندھا رہتا تھا، دور دراز سے مسافر آتا، اور سرکار کا دیدار کرتا ساری پریشانیاں بھول جاتا تھا، مسکراتا تھا معلوم ہوتا کہ بس اب انہیں کوئی پریشانی و تکلیف ہی نہیں، ہم ہی لوگ تھکے ہارے آتے حضور کے چہرے کا دیدار کرتے ساری تھکاوٹ کافور معلوم ہوتی تھی، واقعی حضور اللہ تعالیٰ کے ایک سچے ولی کامل اور عاشق رسول تھے، واقعی آپ عالم ربانی تھے، آپ وارث علوم اعلیٰ حضرت تھے، آپ سلف صالحین کا نمونہ کامل تھے، آپ میں اللہ والوں کی ادائیں تھیں، آپ ہی سے ہم غلاموں کی دنیا میں بہار تھی، اب آپ ہی کی نسبت پر نازاں ہیں، واقعی ہم بڑے خوش نصیب ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کا مرید کیا۔

مریدوں کی اصلاح بھی بڑے اچھوتے انداز میں فرماتے تھے اگر کوئی دو انگوٹھی پہنے یا چین کی گھڑی پہنے ہوتا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا تو ہاتھ پکڑے ہوئے مسئلہ شرعیہ فرماتے فوراً آدمی زائد انگوٹھی اتار لیتا اور ناز کرتا کہ حضور نے میرا ہاتھ تھوڑی دیر تک پکڑے رکھا، خوبی یہ کہ حضور جنہیں جس مسئلہ کے لئے فرماتے وہ دیکھنے میں آیا کہ حتی المقدور اس پر عمل کرتا ہے، بیماری کے ایام میں بھی شریعت مطہرہ کی ایسی پابندی فرماتے تھے کہ دیکھنے والا بسا اوقات کہہ اٹھتا تھا کہ حضور کہاں بیمار ہیں، کسی حال میں شریعت کا دامن نہ چھوڑا ڈاکٹر وغیرہ منع کرتے کہ حضرت ایسا نہ کریں تھوڑے دنوں کی بات ہے لیکن حضرت وہی باتیں مانتے جو شریعت سے متصادم نہ ہو اور وہ باتیں جو رکاوٹ والی ہوتی اسے ہرگز نہ مانتے تھے، میرا پورا گھر حضور ہی کا غلام ہے میرے بڑے چھوٹے بھائی، بھتیجے، عورتیں وغیرہا حضرت کے داماد حضرت علامہ مفتی محمد شعیب رضا علیہ الرحمہ پچھلے سال بیمار تھے، دہلی ہاسپٹل میں ایڈمٹ تھے، اسی دوران میری والدہ ماجدہ کا وصال ہو گیا تو حضور نے کرم فرمایا اور دہلی گھر پر تشریف لائے اور ہم بھائیوں سے بڑی شفقت و محبت کے ساتھ تعزیت پیش فرمائی، بڑے کرم فرماتے تھے جب بھی کوئی معاملہ ہوتا حضور کے سامنے پیش کرتا تو حضور فوراً دعا فرماتے اللہ تعالیٰ کا فضل خاص ہو جاتا تھا، میرا بچہ بیمار ہوا، دہلی اور ممبئی میں علاج کرایا مگر ڈاکٹروں کی طرف سے اداس کرنے والی باتیں سامنے آئیں، دل پریشان ہو جاتا، دماغ کام نہیں کرتا تھا، آخر میں نے حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں رو کر عرض کیا حضور نے دعا فرمائی، اللہ کا شکر ہے کہ اسی دن سے میرا بچہ روبصحت ہو گیا، آخری ایام میں حضور کی خدمت ہی میں رات و دن لگے رہنے کی سعادت ملی، ہاسپٹل میں بھی ساتھ رہا اور انتقال اور بعد انتقال تدفین تک جدا نہ ہوا، ادھر ادھر جاتا پھر گھبرا کر حضور ہی کے پاس آجاتا، آہ! میرے حضور، میرے کرم فرما، نے بظاہر ہم سے پردہ کر لیا لیکن ہمیں یقین ہے وہ ہمیں دیکھ رہے ہیں اور ہماری دستگیری فرما رہے ہیں۔

***

حضور تاج الشریعہ: کچھ یادیں، کچھ باتیں

محمد احسن رضوی، استاذ و مفتی، جامعہ قادریہ، مقصور پور، اورائی، مظفر پور بہار

سند العلما و الفضلا، تاج الفصحا، سراج البلغا، رئیس الاتقیا، حبیب الاصفیا، قبلۃ الکملا، میزان المعقول والمنقول، منبع اغصان الفروع والاصول، صاحب المناقب الفاخرۃ فی الدنیا والآخرۃ، وحید عصرہ فی الحدیث وفی ید دہرہ فی التصوف، آفتاب سپہر ولایت، آسمان فضل و کرامت، قبلہ ارادت، سر سبد گلشن طریقت، میوۂ اشجار بستان معرفت، منبع رشد و ہدایت، آبروئے اہل سنت، پاسبان مسلک اعلی حضرت، گل گلزار برکاتیت، تاج شریعت حضرت علامہ مولانا قاری الشاہ مفتی محمد اسماعیل رضا خان، مشہور اختر رضا خان ازہری قادری برکاتی رضی اللہ عنہ کا شمار عرب و عجم کے مشائخین و علمائے ربانیین اور فقہائے کاملین میں ہوتا ہے جنہیں اللہ نے درون بلندیاں عطا فرمانے کی خوش خبری دی ہے: "یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات" آپ کے مریدین، معتقدین اور متوسلین پوری دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ آپ نے پوری دنیا میں اہل سنت و جماعت، مسلک اعلی حضرت کا کام کیا ہے۔ خصوصا برصغیر ہندو پاک میں جو مسلک اعلی حضرت کی رمق دمک ہے اس میں آپ کی خدمات کا خاص دخل ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۲۴ ذی قعدہ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۴۳ء سہ شنبہ کو بریلی شریف میں ہوئی، جب آپ کی عمر پاک چار سال چار ماہ چار دن کی ہوئی تو آپ کے والد بزرگوار مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ نے پر لطف دعوت کی اور رسم بسم اللہ خوانی تاجدار اہل سنت سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے کرائی، رسم بسم اللہ خوانی میں سرکار مفتی اعظم ہند نے تاج الشریعہ کو کیا دیا؟ یا تو سرکار مفتی اعظم ہند جانے یا تاج الشریعہ جانے ہم تو صرف اتنا جانتے ہیں ؎

مفتی اعظم کا ذرہ کیا بنا اختر رضا
محفل انجم میں اختر دوسرا ملتا نہیں

مفتی اعظم ہند کی نگاہ پاک نے ذرے کو آفتاب بنا دیا، چناں چہ ایک موقع پر مفتی اعظم ہند نے حضور تاج الشریعہ، بدر الطریقہ، فضیلۃ الشیخ، حضرت العلام، الحاج، الشاہ، المفتی محمد اختر رضا خاں القادری البریلوی دام ظلہ علینا کو اپنی علمی، دینی و مذہبی وراثت خصوصا افتا و قضا جیسی اہم ذمہ داری سونپتے ہوئے ارشاد فرمایا: اختر میاں اب گھر میں بیٹھنے کا وقت نہیں یہ لوگ جن کی بھیڑ لگی ہوئی ہے سکون سے بیٹھنے نہیں دیتے اب تم اس کام کو انجام دو، میں اسے تمہارے سپرد کرتا ہوں پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا: آپ لوگ اب اختر میاں سلمہ سے رجوع کریں، انہیں کو میرا قائم مقام اور جانشین جانے۔ (فتاوی مرکزی دار الافتا)

پھر تو علم و فضل کے وہ جوہر دکھائے کہ بڑے بڑے کج کلاہان زمانہ نے آپ کے علم و فضل کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے اور کیوں نہ ٹیکیں کہ جنہیں سرکار مفتی اعظم کی دختر اختر نیک نے قرآن شریف کا درس دیا ہو، سرکار مفتی اعظم جیسے مفسر نے پڑھایا ہو، اعلی حضرت کے مدرسہ میں اعلی تعلیم حاصل کی ہو، جامعہ ازہر مصر کے علما، فضلا، وکلا، وزرا نے جنہیں فخر ازہر کا ایوارڈ دیا ہو ان کا علم کیا

ہوگا، آپ کو علوم نقلیہ، عقلیہ، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، معانی، کلام، منطق، فلسفہ، ہیئت، ادب، ریاضی، عروض، نحو، صرف سب علوم حاصل تھے۔

آپ کے سامنے جو بھی کتابیں آتیں، اس کو ایسا پڑھاتے گویا وہ اس فن کے موجد وامام ہیں "**ذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء**" مگر دو فن سے آپ کو خاص دل چسپی تھی جیسا کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی فن میں رغبت ہوتی ہے۔ایک حدیث، دوسرا فقہ۔جب منصب افتا پر فائز ہوتے تو امام اعظم اور صاحبین کے تبحر علمی بادل بن کر برستے ایسا لگتا کہ مجدد اعظم اور مفتی اعظم کے علم کا دریا بہہ رہا ہو، چناں چہ وہ لاینحل مسائل جو ہند وپاک کے مفتیان عظام سے حل نہ ہو پاتے آپ آسانی کے ساتھ پل بھر میں وہ مسائل حل فرمادیتے، چناں چہ پاکستان سے ایک کیسٹ مرکزی دارالافتا میں بھیجی گئی تھی جس کیسٹ میں نعت پاک کے ساتھ ساتھ منہ ہی کے ذریعہ مزامیر کی آواز نکلتی تھی، جب اس کیسٹ کے بارے میں ہند وپاک کے مفتیان عظام سے سوال کیا گیا تو انہوں نے جواز کا فتوی دیا بلکہ خود بریلی شریف کے بعض مفتیان عظام نے اس پر دستخط بھی کردیا اور دلیل یہ دی کہ یہ آواز منہ سے نکل رہی ہے کسی آلہ کے ذریعہ نہیں لہذا جائز ہے،لیکن جانشین مفتی اعظم ہند، تاج الشریعہ نے چٹکی سے اس مسئلہ کا حل فرمادیا۔آپ نے فرمایا: حرام تو حرام، پیچھے کے مقام سے جان بوجھ کر ریح خارج کرے یا منہ کے ذریعہ اس جیسی آواز نکالے دونوں صورتوں میں ایسا کرنے والا بے ادب شمار کیا جائے گا۔

تاج الشریعہ علم وفضل زہد وتقوی کے کوہ ہمالہ تھے جس مجلس میں ہوتے اسی انداز سے گفتگو فرماتے جب مفکرین کی مجلس میں ہوتے تو مفکرانہ گفتگو فرماتے، جب مدبرین کی آماجگاہ میں ہوتے تو مدبرانہ انداز ہوتا، مدرسین کی صف میں ہوتے تو امام رازی اور میر شریف کی یاد تازہ فرمادیتے، اور جب بحیثیت محدث مسند درس حدیث پر فائز ہوتے تو امام بخاری کی یاد آجاتی۔چناں چہ بخاری شریف کی حدیث "فاکون اول من بعث فاذا موسیٰ آخذ بالعرش فلا ادری احوسب بصعقتہ یوم الطور ام بعث قبلی" پر ایک شب روشنی ڈالنے والے تھے کہ کچھ مخصوص مہمان آگئے رات کا کافی وقت ہوگیا تھا، تاج الشریعہ نے ارشاد فرمایا کل فتح الباری عمدۃ القاری اور فلاں فلاں کتاب لے کر آنا جب صبح ہوئی اور حضرت نے جب اس حدیث پاک کا درس دینا شروع کیا اور اس حدیث کی تشریح کی تو کافی دیر تک گفتگو فرماتے رہے اتنے دیر کی گفتگو بخاری شریف کا بہترین حاشیہ ہوگیا۔حضور تاج الشریعہ نے جو بخاری شریف کا حاشیہ تحریر فرمایا ہے وہاں پر اس حدیث کا حاشیہ جن کو دیکھنا ہے دیکھ لے دل مچل جائے گا اور بغیر تاج الشریعہ کے علم کا لوہا مانے نہ رہ سکے گا، جب حضرت درس سے فارغ ہوئے تو میں عرض گزار ہوا حضور آپ نے ارشاد فرمایا تھا فتح الباری، عمدۃ القاری لانا فلاں فلاں کتاب لانا ساری کتابیں آپ کے سامنے موجود ہیں آپ نے ان کی طرف کنکھیوں سے بھی نہ دیکھا واہ رے میرا تاج الشریعہ علم کا دریا ارشاد فرمایا: میں رات ہی میں سوتے سوتے سوچ لیا تھا، سچ ہے اللہ والوں کا سونا کہ صرف آنکھ بند کرتے ہیں دیدار کے لیے۔

غالباً صفر کا مہینہ ۱۹۹۹ء میں حضور والد بزرگوار شیر بہار مفتی محمد اسلم رضوی نور اللہ مرقدہ بریلی شریف آئے ہوئے تھے حضور تاج الشریعہ سے ملنے کے لیے جب کاشانہ تاج الشریعہ میں پہونچے تو حضرت درس بخاری دے رہے تھے جب آپ درس سے فارغ ہوئے بعد سلام ومصافحہ دست بوسی والد بزرگوار عرض گزار ہوئے حضور آپ نے حضرت مفسر اعظم ہند، حضور جیلانی میاں

علیہ الرحمہ کی یاد تازہ کردی، حضرت نے مجھے شفا قاضی عیاض کا درس دیا تھا بعینہ انداز یہی ہوتا تھا حضور تاج الشریعہ نے مسکرا کر ارشاد فرمایا مفتی صاحب سفر سے فرصت کہاں موقع ملتا ہے تو یہ بچے آ جاتے ہیں۔

حضور تاج الشریعہ صاحب کشف باکرامت پیر طریقت تھے چنان چہ میرے والد بزرگوار حضور شیر بہار علیہ الرحمہ فتاوی برکات نوری المعروف فتاوی شیر بہار (ج اول، ص ۲۹۷) پر رقم طراز ہے۔ سلسلہ قادریہ رضویہ ماشاء اللہ ہر اعتبار سے معتمد و معتبر ہے، جو لوگ بیعت نہیں فورا سلسلہ قادریہ رضویہ میں ان کا بیعت ہونا لازم، خصوصا جانشین مفتی اعظم ہند حضرت مولانا شاہ اختر رضا صاحب دامت برکاتہم العالیہ والقدسیہ کے دست حق پرست پہ بیعت ہو وہ خوش قسمت ہے۔

کرامت تاج الشریعہ:

داماد تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا شعیب رضا نعیمی علیہ الرحمہ کی شادی ہونے والی تھی اس موقع پر حاسدین نے بڑا فتنہ برپا کیا تھا یہاں تک کہ حضرت کے خلاف پوسٹر شائع کر دیا تھا، ایک پوسٹر شہادت گنج قلندر شاہ کی مسجد بینڈ باجا دوکان کے بغل میں ایک مکان کے دروازہ پر لگا تھا جب اس پر میری نظر پڑی، میں نے اس پوسٹر کو نکالنا چاہا، کہ میرے نکالنے سے پہلے ایک بوڑھا آ پہونچا اور مجھ سے کہا کیوں میاں کیا بات ہے میں نے کہا جو پوسٹر آپ کے دروازہ پر لگا ہے وہ میرے حضرت کے خلاف ہے؛ اس لیے میں اسے نکالوں گا اس بوڑھے نے مجھ سے کہا ہٹ جا میں نے کہا بغیر نکالے نہیں جاؤں گا بات بڑھ گئی اور وہ تاؤ میں آ گیا میں بھی تاؤ میں آ گیا میں کمزور تھا وہ طاقتور تھا مجھے دھکا دے مارا میں گر گیا لوگوں کی بھیڑ ہو گئی کچھ لوگ مجھے جانتے تھے انہوں نے مجھ سے کہا کیا ماجرا ہے میں نے سارا ماجرا سنایا تو سنتے ہی ان لوگوں نے پوسٹر چاک کرنے کو کہا مگر نہ کیا میں سوداگران میں لوٹ گیا حضرت کو سارا ماجرا سنایا حضرت کو سن کر کافی صدمہ ہوا اور آپ کی زبان سے یہی جملہ نکلا اللہ اس کا ستیاناس کرے میرے گلاب کو مارا ہے پھر ارشد بھائی مجھے سلامتی سے شہامت گنج تک پہونچانے کے لیے گھومایا مگر کوئی فرد نظر نہ آیا، جب میں اسی راستے سے ہو کر آ رہا تھا تو اسی گھر سے رونے کی آواز آ رہی تھی معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہی بوڑھا شخص مر گیا ہے اس وقت حضرت کے بعض معتقد وہاں تھے، انہوں نے کہا کہ تاج الشریعہ کی یہ کرامت ہے جب میں سوداگران آیا تو حضرت نے فرمایا کیا حال ہے اس کا گویا کہ تاج الشریعہ جان رہیں کہ میں نے کہا مر گیا جب یہ واقعہ فقیہ ملت تاج الفقہا حضرت علامہ مولانا الشاہ مفتی و قاضی عبد الرحیم بستوی علیہ الرحمہ سے بیان کیا تو حضرت نے ارشاد فرمایا آپ کے پیر و مرشد معمولی آدمی تھوڑی ہی ہیں وہ جانشین مفتی اعظم ہند ہیں رضی اللہ عنہ۔

افسوس صد افسوس علم و عمل کا یہ سورج بریلی شریف میں ۶ رذی قعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰ رجولائی ۲۰۱۸ء بروز جمعہ بعد مغرب غروب ہو گیا اللہ تعالی حضرت کے جانشین حضرت علامہ مولانا الشاہ عسجد رضا خان اور ان کے جملہ آل کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کا سایہ ہم اہل غربائے اہل سنت پر عام و تام فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین و آلہ و صحبہ اجمعین رضی اللہ تعالی عنہم۔

***

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ اوصاف حمیدہ کے پیکر

مفتی شہاب الدین احمد نوری، استاذ دارالعلوم اہلسنت فیض الرسول براؤں شریف

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد! وارث علوم اعلیٰ حضرت جانشین مفتی اعظم ہند یادگار مفسر اعظم مسلک حنفیت کے محافظ اعظم خانوادۂ رضویت کے چشم وچراغ نمونۂ اسلاف بقیۃ السلف عمدۃ الخلف حامل تقویٰ وطہارت عالم حق سید الاتقیاء رئیس الفقہاء قاضی القضاۃ فی الہند مرشد کامل عالم ربانی محبوب غوث صمدانی مسلک رضا کے سچے پاسبان ترجمان فقہائے کرام دین مصطفوی علیہ التحیۃ والثناء کے پکے نگہبان محافظ امن وامان ولی کامل حامی سنیت ماحی بدعت فخر ازہر حضور علامہ تاج الشریعہ مفتی اختر رضا ازہری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات بابرکات محتاج تعارف نہیں، اس دارالاسباب میں بہت سارے آنے والے آئے اور چلے بھی گئے لیکن زمانے کو ان کے جانے کی خبر تک نہ ہوئی، البتہ کچھ ایسی ذوات بابرکات بھی ہیں کہ یہ دنیا ان کا جانا آج تک فراموش نہ کرسکی، انہیں پاکیزہ شخصیات میں حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا ازہری بریلوی کی شخصیت ہے، آپ کی ذات بابرکات بہت سارے اوصاف کی حامل تھی۔ ع

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

آپ کی زندگی کا ہر پہلو قابل تقلید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علمی وعملی میدان میں اتنی خوبیاں عطا فرمائی تھیں جس نہج سے آپ کو دیکھا جائے اس میں ممتاز اور یکتائے روزگار نظر آتے ہیں۔ علمی میدان میں جب آئے تو دشمنان دین وہابی، دیوبندی، غیر مقلدین وغیرہا کے دانت کھٹے کردیے اور آپ کا نام سنتے ہی ان کے ہوش اڑ جاتے تھے، گویا

شاطـران دین تم کانپتے تھے بالیقین
نام حق سنتے ہی ان کے ہوش ہوجاتے ہرن

اپنے ہوں یا غیر سب نے آپ کے علم کا لوہا مانا اور کہنے پر مجبور ہوئے کہ علمی وراثت تو مجدد دین وملت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کی ہے۔ تقویٰ وطہارت میں شہزادۂ اعلیٰ حضرت شبیہ سرکار غوث اعظم مفتی اعظم ہند کی وراثت ملی اور معاملہ فہمی مفسر اعظم کی یادگار ہے۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم)

تاج الشریعہ کی ذات عالی نہ جانے کتنے گم گشتگان راہ کیلئے مشعل راہ تھی، جب بھی کوئی دینی معاملہ پیش آیا تو اس پر آپ کوہ ہمالہ کی طرح جمے رہے، آپ کے پائے ثبات میں ذرا بھی لغزش نہیں آئی، جب بھی مختلف فیہ مسائل آپ کے سامنے آئے تو آپ نے اس کی ایسی توضیح وتشریح فرمائی کہ مسئلہ روز روشن کی واضح اور ظاہر ہوگیا، کچھ مثالیں حاضر خدمت ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

باب جمعہ کو لے کر جب اپنوں میں اختلاف ہوا کہ دیہات میں جمعہ کی نماز پڑھ لینے سے اس کی فرض ظہر ذمہ سے ساقط ہوگی یا نہیں، اور اس کے بعد ظہر کی نماز بجماعت پڑھی جائے یا نہیں؟ اس مسئلے کو لے کر اپنوں میں ہی اس قدر شدید اختلاف ہوگیا کہ

ایک دوسرے کے فتوے کی تغلیط کرنے لگے۔ قائلین جمعہ فی القراء فرض ظہر کو ذمہ سے ساقط کرنے لگے، گویا دیہات میں جمعہ کی نماز پڑھ لینے سے اس دن کی ظہر کی فرض ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔ عدم قائلین جمعہ فی القریٰ فرماتے رہے، دیہات میں جمعہ کی نماز پڑھ لینے سے فرض ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔ بلکہ ظہر کی فرض کی ادائیگی بجماعت ہونی چاہئے۔ ومن لا تجب علیھم الجمعۃ من اھل القری والبوادی لھم ان یصلوا الظھر بجماعۃ یوم الجمعۃ۔ یعنی خلاصہ یہ ہے کہ لو صلوا الجمعۃ فی القری لزمھم اداء الظھر بجماعۃ [شامی ہندیہ وغیرہا] دونوں فریق فتاوی رضویہ ہی سے قول کرتے رہے، جب یہ معاملہ بہت سنگین ہو گیا تو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فتاوی رضویہ کی عبارت کی ایسی توضیح وتشریح فرمائی کہ قائلین سب مطمئن ہو گئے اور اس کی خوب وضاحت فرمادی، کس جگہ پر بعد جمعہ ظہر کی فرض پڑھی جائے گی اور کہاں احتیاط سے کام لیا جائے گا اور کہاں نہیں پڑھی جائے گی۔ اس توضیح وتشریح دیکھنے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے زبان وقلم تاج الشریعہ کا اور مضمون امام اہلسنت کا۔ ذٰلك فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

اسی طرح چلتی ٹرین پر فرض وواجب کی ادائیگی کے مسئلہ کو لے کر ابنوں میں اختلاف ہوا۔ کیونکہ فتاوی رضویہ میں ہے کہ چلتی ٹرین پر فرض وواجب ادا نہیں ہو سکتے، اگر اندیشہ ہو کہ نماز قضا ہو جائے گی تو چلتی ٹرین میں نماز پڑھ لے بعد کو اعادہ کرے۔ کچھ لوگ کہنے لگے کہ چلتی ٹرین پر نماز فی زمانا فرض وواجب ادا ہو سکتے ہیں بعد کو اعادہ ضروری نہیں۔ یہ حضرات اپنے اس دعویٰ کو فتاوی رضویہ سے مبرہن کرنا چاہا کہ بعد کو اعادہ ضروری نہیں۔ لیکن جب یہ مسئلہ وارث علوم اعلیٰ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خان ازہری بریلوی کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے اس مسئلہ کی ایسی نفیس تحقیق وتوضیح اور تشریح فرمائی ذی شعوروں کی عقلیں دنگ رہ گئیں اور فتاوی رضویہ کی اس عبارت کی جس سے بعد کو اعادہ ضروری نہ ہونے کا وہم ہوتا تھا اس پر ایسی فاضلانہ عالمانہ فقیہانہ محققانہ بحث فرمائی کہ دیکھنے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہما کی روحانیت کارفرما ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ بیک وقت بہت سارے علوم وفنون پہ مہارت تامہ رکھتے تھے اس کے تو سبھی معترف ہیں اپنے ہوں یا پرائے کہ تاج الشریعہ جیسا جامع العلوم زمانہ میں دیکھا نہیں گیا کہ تمام علوم وفنون میں مہارت تو رکھتے ہی تھے خصوصاً فقہ وتفسیر اور علم کلام اور احادیث نبویہ علیہ التحیۃ والثنا میں ید طولیٰ رکھتے تھے جس کی مثال ماضی قریب میں نہیں ملتی ہے۔

آپ نے اپنی حیات مستعار کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا اور خوشنودی کیلئے وقف کر رکھا تھا، اپنے آپ کو العلماء ورثۃ الانبیاء کا مصداق بنا کر ہی رکھا۔ چنانچہ فضل ربی نے ان کی ایسی دستگیری فرمائی کہ ان کو اپنا محبوب بندہ بنا لیا، ساری خلق خدا دیکھتی رہ گئی اور عقل حیران رہ گئی کہ تاج الشریعہ جو ہمارے بیچ تھے ہم لوگ صحیح معنوں میں انہیں پہچان نہ سکے کہ وہ کتنے خوبیوں کے حامل تھے، عالم ہونے کے ساتھ ساتھ کس قدر اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے تھے۔ تاج الشریعہ کے محبوبیت کا یہ عالم تھا جہاں جس آبادی میں جاتے خلق خدا ان کی زیارت کیلئے ٹوٹ پڑتی اور لوگوں کا ہجوم اس قدر اکٹھا ہو جاتا تھا جیسے یہ معلوم ہوتا تھا کہ آدمیوں کا سیلاب تو نہیں آ گیا، جب تک بقید حیات ظاہری تھے تو یہ عالم تھا اور جب ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو اہل دنیا نے ان کے محبوب خدا ورسول ہونے کو جانا اور ایسا اعلان ہوا کہ اب انہیں اہل زمانہ نہ بھول پائیں گے اور چاروں طرف سے یہی آواز آئی کہ العلماء ورثۃ الانبیاء کے صحیح مصداق ہمارے بیچ سے رخصت ہو گئے اور ہم اہل زمانہ کو روتا بلکتا چھوڑ کر داعی اجل کو

لبیک کہہ گئے اور سوئے جناں روانہ ہو گئے اور سرزمین بریلی شریف میں اپنے آبا ءواجداد کے قدموں ہمیشہ کیلئے چادر نیند اوڑھ کر سو گئے بس یہی حال ہے کہ ؎

فرش سے ماتم اٹھا جب تم چلے سوئے جناں
عرش پہ دھومیں مچیں لو آگیا فخر زمن

چشم ظاہر سے تمہاری دید ہو سکتی نہیں
ورنہ پائے ناز پہ رکھتے سبھی اپنا دہن

حال یہ

گوری سوئے سیج پر مکھ ڈالے کیش
چل خسرو گھر آپنے کہ سانجھ ہوئی چو دیش

نمونۃً یہ مسئلہ بیان ہوئے ورنہ بہت سارے مسائل ہیں جن پر آپ کی تحقیق انیق ہے جو امت مسلمہ کیلئے راہ ہدایت ہے۔ اور آج جو ذات ہمارے لئے مشعل راہ تھی، اور وہ تاج الشریعہ جو ہمارے سروں پر ابر رحمت بن کر سایہ فگن رہے ہمارے درمیان سے بہت جلد خلد بریں کو روانہ ہو گئے جسے ہم سوچتے رہ گئے۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے　　　　حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

شرعی کونسل بریلی شریف کے سیمناروں میں راقم الحروف برابر شریک ہوتا ہے، مفتیان کرام جب کسی مسئلے میں کئی خانوں میں بٹ جاتے ہیں اور ہر ایک اپنے موقف پر اپنے خیال سے دلیل رکھتا ہے اور صحیح نتیجہ تک نہیں پہنچ ملتا تو حضور تاج الشریعہ کی رہنمائی کام آتی، اور حضور تاج الشریعہ کا یہ معمول تھا کہ ہر دن مجلس کے اختتام سے پہلے آدھا یا ایک گھنٹہ قبل تشریف لاتے اور سیمینار کے موضوع بحث فیصلوں کو سماعت فرماتے اگر کسی مسئلہ میں مندوبین کرام مختلف الرائے ہو جاتے اور موضوع بحث مسئلہ پر متفق نہیں ہو پاتے تو شہزادۂ صدر الشریعہ علامہ محدث کبیر ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے عرض کرتے حضور مفتیان کرام کئی خانوں میں بٹ گئے ہیں اور موضوع بحث مسئلہ میں نتیجہ تک رسائی نہیں ہو رہی ہے تو وارث علوم اعلیٰ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ فقہاء کرام کی عبارتوں کی ایسی توضیح وتشریح فرماتے کہ مفتیان کرام کے ایراد وشکوک مندفع ہو جاتے اور اس توضیح وتشریح پر آپ کتب فقہیہ سے ایسے جزئیات اور نظیریں پیش فرماتے کہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ اسی مسئلہ میں غور وخوض کرتے رہے۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ ایک بیع کے متعلق مندوبین کرام مختلف الرائے ہو گئے کچھ حضرات کا کہنا تھا کہ یہ بیع باطل ہے اور کچھ حضرات اسے بیع فاسد کہتے رہے جبکہ دونوں فریق کا جائے استناد فتاویٰ رضویہ ہی تھا، بہر حال کافی دیر تک اس مسئلہ میں تشویش رہی۔ حضور تاج الشریعہ کی آمد پر محدث کبیر نے مندوبین کرام کے موقف اور حوالے سے آپ کو آگاہ کیا اس پر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے برجستہ فرمایا کہ فتاویٰ رضویہ کی منقولہ عبارت میں تصادم نہیں ہے بلکہ جہاں بیع فاسد کہا گیا ہے وہ فاسد باطل کے معنی میں ہے اور اسی فتاویٰ رضویہ کے حوالہ سے ایسا ثابت فرمایا کہ شرکائے سیمینار دنگ رہ گئے۔ اور قریب قریب سبھی حضرات اپنے دل میں سوچنے لگے اور دل ہی دل میں کہنے لگے کہ حضرت اس زیر بحث مسئلہ کو ایسا حل فرما دیا جیسے اس میں کوئی اشکال ہی

نہیں تھا۔ یہ سب فضل الٰہی سے ہے۔ ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

خدا بخشے، بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

رب قدیر نے آپ کو ایسا قوت حافظہ عطا فرمایا تھا کہ جس کا بیان نہیں۔ سیمینار میں مندوبین کرام کے لئے آئے ہوئے مقالات کو خود پڑھوا کر سماعت فرماتے جبکہ دس بیس مقالہ نہیں ہوتے بلکہ بہت سارے مقالات ہوتے سبھی مقالوں کو سن کر محفوظ کر لیتے اب اس پر فرماتے: فلاں مقالہ نگار نے فقہ سے جو جزئیات نقل کیا ہے وہ راجح اور فلاں مقالہ جو اتنے نمبر پر سنایا گیا ہے اس میں منقولہ جزئیات راجح نہیں۔ عرض یہ کرنا ہے کہ دیکھیں تو ذرا مالک وخالق نے انھیں کس قدر قوت حافظہ عطا فرمایا تھا۔ جن دلائل کو ایک بار دیکھ لیتے یا سن لیتے وہ آپ کو ازبر ہو جاتے، دوبارہ دیکھنے یا سننے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ یہ تو ایسا ہی تھا جیسا کہ مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین آیت من آیات اللہ معجزۃ من معجزات رسول اللہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اللہ رب العزت نے ایسا ملکہ اور خوبی ودیعت فرما رکھا تھا وہ جس چیز کو ایک بار دیکھ لیتے یا سن لیتے دوبارہ دیکھنے یا سننے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی، امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خالق ومالک نے علم لدنی عطا فرمایا تھا۔ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے قوت حافظہ کا اس سے اندازہ لگایا جائے کہ آپ جن دنوں جامعہ ازہر مصر میں مزید حصول علم کے بعد وہاں سے برسوں بعد آنا ہوا جب وہاں سے بریلی شریف تشریف لائے تو کچھ دنوں بعد رضوی دار الافتاء کے علماء ومفتیان کرام نے آپ سے دریافت کیا کہ حضور امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتاویٰ رضویہ میں فتاویٰ خیریہ کا حوالہ نقل فرمایا ہے اور فتاویٰ خیریہ دار الافتاء میں اس وقت مل نہیں پا رہی تھی کیونکہ تلاش بسیار کے بعد بھی وہ نہ مل سکی اگر مل جاتی تو ہم لوگ اصل کتاب کی زیارت کر لیتے۔ اس وقت حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے ان حضرات سے فرمایا کہ کتاب فتاویٰ خیریہ تو ہمارے مصر جانے سے پہلے تھی اور وہ اتنی ضخیم اور اس کے جلد پہ ایسا کپڑا اور اس کے اوپر ایسا رنگین کاغذ چڑھا ہوا ہے گویا آپ نے کسی مخصوص رنگین کاغذ کی طرف اشارہ فرمایا اور فرمایا کہ فلاں الماری نمبر میں دو تین کتابوں کے بعد تھی، چنانچہ حضور تاج الشریعہ خود بنفس نفیس کتب خانہ میں تشریف لے گئے اور جہاں بتایا تھا وہیں سے فتاویٰ خیریہ نکال کر علماء ومفتیان کرام کو لا کر دکھایا۔ ذرا سوچئے تو کبھی طالب علمی میں فتاویٰ خیریہ دیکھا تھا اور برسوں بعد بھی اس کتاب کا پورا حلیہ آپ کے ذہن میں محفوظ تھا۔ تو یہ ہے تاج الشریعہ کا قوت حافظہ جو من جانب اللہ ملا تھا۔

تاج الشریعہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ ہے، یہی وجہ ہے کہ جس آبادی وقریہ، اور شہر، جلسے وجلوس میں آپ تشریف لے جاتے تو ملاقاتیوں اور شیدائیوں کی بھیڑ لگ جاتی تھی، یہ سب محبوبیت کی دلیل ہے۔ اللہ رب العزت کا فرمان عالیشان ہے: ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات سیجعل لھم الرحمن ودا (پ:۱۶) بیشک وہ جو ایمان لائے اور اچھا کام کیا عنقریب ان کیلئے رحمٰن محبت کردے گا یعنی اپنا محبوب بنائے گا اور اپنے بندوں کے دل میں ان کی محبت ڈال دے گا۔ بخاری ومسلم کی حدیث شریف ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب کرتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ فلاں میرا محبوب ہے، جبرائیل علیہ السلام اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آسمانوں میں ندا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو محبوب رکھتا ہے، سب اس کو محبوب رکھیں تو آسمان والے اسے محبوب رکھتے ہیں۔ پھر زمین میں اس کی مقبولیت عام کر دی جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مومنین صالحین واولیائے کاملین کی مقبولیت عامہ ان کی مقبولیت کی دلیل ہے جیسے غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور

حضرت خواجہ نظام الدین اولیا ءاور سلطان الہند خواجہ غریب نواز ،سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی، شیخ الا سلام والمسلمین امام احمد رضا خان بریلوی ،شبیہ غوث اعظم مفتی اعظم ہند،حضور شعیب الا ولیاء صوفی شاہ یار علی براؤں شریف ،تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان ازہری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر حضرات اولیاء کاملین کی عام مقبولیتیں ان کی محبوبیت کی دلیل ہیں ۔ موخر الذکر حضرت تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان ازہری بریلوی کی مقبولیت کا ذرا اندازہ لگائیں کہ اللہ رب العزت نے ان کو کس قدر مقبول کر دیا کہ جب حیات ظاہری میں روئے زمین پہ چلتے پھرتے تھے تو خلق خدا ان کو دیکھنے کیلئے بے چین رہتی تھی کاش ہم بھی تاج الشریعہ کو دیکھ لیتے ۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں تشریف لے جاتے تو عوام تو عوام خواص کے ہجوم کا یہ عالم تھا کہ سر ہی سر دکھائی دیتا، راستہ چلنا دشوار ہوجاتا، صرف ہندوستان ہی کے شہر وقریہ کا معاملہ نہ تھا بلکہ بیرون ممالک بھی جس جگہ اور خطے میں جلوہ افروز ہوتے تو انسانوں کی سونامی لہر آجاتی تھی ۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سارے مقامات والوں نے آپ کو اپنی آبادی میں لے جانا چاہا تا کہ تاج الشریعہ کا قدم مبارک ہماری آبادی میں پڑ جائے لیکن پھر بعد میں یہ سوچ کر قدم پیچھے ہٹا لیتے تھے کہ آپ کے آنے پر جو شیدائیوں کی بھیڑ ہوگی وہ کیسے سنبھال لی گی اس لئے بہت سارے مقامات پر آپ کو چاہ کر کے بھی آپ کے شیدائی نہیں لے جاسکے ۔اور تاج الشریعہ کے مقبولیت عامہ کا تو یہ حال ہے کہ مدینہ منورہ طیبہ طاہرہ میں جب بارگاہ انور شریف میں حاضر ہوتے تو وہی مطوع (حکومت سعودیہ کا کارندہ) جو بھی زائرین کو مقامات مقدسہ کی زیارت سے روکتے اور ہٹاتے رہتے ہیں وہی لوگ آپ کو باعث تخلیق کائنات جان ایمان سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مواجہہ اقدس شریف میں لے جاتے اور جب تک تاج الشریعہ علیہ الرحمہ بارگاہ ناز اقدس میں صلوۃ وسلام وغیرہ پڑھنا چاہتے تو بڑے اطمینان وسکون کے ساتھ جی بھر کر پڑھتے اور وہی مطوع آپ کے ساتھ ہوتے وہ بھی صلوۃ وسلام پڑھتے تھے۔اور جب حضرت علیہ الرحمہ فارغ ہوجاتے تو بڑی محبت سے آپ کے قیام گاہ تک لے جانے میں معین ہوتے تھے ابھی چند سال قبل آپ عمرہ کیلئے حاضر ہوئے تو خانہ کعبہ کے اندر آپ کو کافی دیر تک نماز پڑھنے اور اندرون کعبہ کی زیارت کا موقع نصیب ہوا۔ یہ آپ کے مقبولیت عامہ کی واضح دلیل ہے اور قبول فی الارض کا بین ثبوت ہے۔ جب تک آپ روئے زمین پر رہے تب تک لوگوں کا میلہ رہتا تھا اور جب اس دار فانی سے خلد بریں کو روانہ ہوئے تو ایسا میلہ لگا ماضی قریب کی کئی صدیوں کی تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ تعز من تشاء وتذل من تشاء بیدك الخیر جسے پروردگار عزت دے اسے نیچا کون کرے اور جسے نیچا کرے اسے عزت کون دے، یہ سب دست قدرت میں ہے جسے چاہے وہ عزت دے جسے چاہے وہ ذلت دے۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کو نیچا دکھانے کی کوشش کرنے والے خود ہی ذلیل ہیں، ذلیل نہ ہوتے تو اللہ رب العزت سے جنگ کا قصد نہیں کرتے ۔حدیث پاک میں ہے:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قال من عادلی ولیا فقد اٰذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشئ احب الی مما افترضت علیہ وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا وان سألنی لاعطینہ ولئن استعاذنی لاعیذنہ وما ترددت عن شئ انا فاعلہ ترددی عن نفس المومن یکرہ الموت وانا اکرہ مساءتہ ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی اسے میری طرف سے اعلان جنگ ہے اور میرا بندہ جن عبادتوں سے میرا قرب حاصل کرتا ہے اور مجھے کوئی عبادت اس سے زیادہ پسند نہیں ہے جو میں نے اس پر فرض کی اور میرا بندہ فرض ادا کرنے کے بعد نفل عبادتیں کرکے مجھ سے اتنا نزدیک ہوجاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو میں اس کے کان میں قوت سماعت دے دیتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھ نور بصارت دے دیتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اس کے ہاتھ کی قوت بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اس کے پاؤں میں قوت دے دیتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں اگر وہ کسی دشمن یا شیطان سے میری پناہ چاہتا ہے تو دے دیتا ہوں میں اسے محفوظ کردیتا ہوں اور میں جو کام کرنا چاہتا ہوں اس میں مجھے اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا کہ مجھے اپنے مومن بندے کی جان نکالنے میں ہوتا ہے۔ وہ تو موت کو بوجہ جسمانی تکلیف کے پسند نہیں کرتا اور مجھے بھی اسے تکلیف دینا اچھا نہیں لگتا ہے۔

حضور تاج الشریعہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہیں ان سے بغض وحسد رکھنے والوں کا انجام برا ہوگا، تاج الشریعہ کی عظمتوں سے آنکھ پھیرنے والو! ان سے آنکھ مت پھیرو، وہ اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں، ان کے بارے میں فقیہ اعظم حضور صدر الشریعہ مصنف بہار شریعت علامہ مفتی امجد علی علیہ الرحمہ نے اپنے صاحبزادے محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب سے فرمایا تھا کہ اختر رضا خاں کا کوئی ساتھ دے نہ دے تم ان کا ساتھ مت چھوڑنا وہ اللہ کا ولی ہے۔ یہ ہے قول صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے متعلق۔ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا ایک مرتبہ بھالواڑہ کالری مدھیہ پردیش کی آبادی سے گزر ہوا تو جہاں تک خبر پہنچی کہ تاج الشریعہ تشریف لارہے ہیں اور اس راستے سے آپ کا گزر ہوگا تو راستے پر شیدائیوں کا ایک میلہ لگا ہوا تھا اسی آبادی میں ایک بدباطن جو محبوبان بارگاہ الٰہی کا گستاخ رہتا تھا اس نے آپ کے حوالے سے نازیبا الفاظ استعمال کیا جن لوگوں نے سنا وہ لوگ اس بدباطن پر بگڑ گئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کو تم نے جانا نہیں ان کی گستاخی کرنے سے آدمی دنیا وآخرت میں ذلیل وخوار ہوجاتا ہے۔ چنانچہ بتایا جاتا ہے کہ جب وہ مرا تو ایسی بری موت مرا جو دوسروں کیلئے درس عبرت ہوگیا اس لئے بارگاہ الٰہی کے محبوب بندوں کی شان میں گستاخیاں کرنے والو! ہوش میں آجاؤ اور اپنی دنیا وآخرت کو تباہ وبرباد ہونے سے بچالو۔

سوچ کر مجملۂ خاصان میخانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

***

تاج الشریعہ کا اپنے اقارب کے ساتھ حسن سلوک

سلمان حسن خان قادری، نائب صدر جماعت رضائے مصطفٰے، بریلی شریف

شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ فی الھند تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا الشاہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمہ کے وصال پر ملال سے اہلسنت و جماعت میں ایسا خلا واقع ہوا ہے جس کا پر ہونا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

۲۰ جولائی ۲۰۱۸ء بروز جمعہ ہندوستانی تاریخ میں ایسا دن آیا جس نے اہلسنت و جماعت کے ہر خاص و عام فرد کو غمگین کر دیا، دل رنجیدہ ہو گئے اور آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب بہ نکلا۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نہایت با اخلاق اور اعلی کردار کے حامل تھے آپ علمائے کرام کی تعظیم فرماتے اور چھوٹوں پر نہایت شفقت فرماتے تھے، اپنے اقارب، رشتہ دار اور اہل خاندان سے کس طرح پیش آتے تھے اس کی مثال ملنا بہت مشکل ہے۔

مجھے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی خدمت کا بہت کم موقع ملا جس کا مجھے تاحیات افسوس رہے گا، اس قلیل مدت میں میرے ساتھ جو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا حسن سلوک رہا اور جو نوازشیں مجھ پر انہوں نے فرمائیں ان کا نہایت اختصار کے ساتھ مندرجہ ذیل سطور میں ذکر کیا جاتا ہے:

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ مجھ سے نہایت محبت فرماتے تھے اور اپنی شفقتوں سے نوازتے تھے۔ اور میں بھی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا نہایت ادب و احترام کرتا تھا اور ان کے قول کو اپنے لئے حرف آخر سمجھتا تھا، اور ان کی نصیحتوں کو سرمایہ حیات سمجھ کر قبول کرتا تھا۔ میری دلچسپی اور لگن کو دیکھ کر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے مجھے جماعت رضائے مصطفٰے کی ذمہ داری سپرد فرمائی اور کام میں دل جمعی، خلوص اور انہماک کی نصیحت فرمائی، آپ کی نصیحت کو رہنما اصول بنا کر آپ ہی کی انتخاب کردہ جگہ پر جماعت کا عالیشان جدید ہیڈ آفس بنایا گیا اور اس کے لئے ایک متحرک و فعال اسٹاف کا انتخاب کیا گیا۔ اعلی حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان قادری بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ نے جو جماعت رضائے مصطفٰے کے لئے شعبے منتخب فرمائے تھے انہیں فعال بنانے بلکہ بعض مزید شعبہ جات کے اضافے کے بعد جماعت رضائے مصطفٰے کا روڈ میپ اور اس کے کام کرنے کا خاکہ تیار کیا، وللہ الحمد علی ذلک۔

عید الفطر، عید الاضحٰی اور عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مبارک مواقع پر سب سے پہلے حضرت کی طرف سے مبارکباد آتی تھی، حضرت نماز مغرب کے فوراً بعد اپنے خادم یوسف کے ذریعہ فون لگواتے اور اپنے اقارب اور اہل خاندان کو مبارک بادیاں پیش فرمایا کرتے تھے، یہ حسن اخلاق اور بہترین شفقتوں کی مثالیں اب کہاں میسر ہوں گی۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا بریلی شریف میں رہنا ہی اہل بریلی کے لئے باعث فخر و شرف تھا، مزید آپ بریلی شریف میں قیام کے دوران عیدین اور جمعہ کی امامت بذات خود فرمایا کرتے تھے، جس سے اہل عقیدت سرشار ہو جایا کرتے تھے لیکن

مجھے مزید یہ شرف حاصل تھا کہ جب بھی حضرت عیدین کی نماز کے لئے عید گاہ تشریف لے جاتے تو اپنے کاشانہ اقدس پر واپس تشریف لانے سے پہلے میرے غریب خانہ پر تشریف لاتے تھے اور اپنی دعاؤں سے نوازتے تھے جو کہ ہمارے لئے باعث فخر اور خوش بختی ہوتی تھی۔

جب بھی میں کوئی کار خیر یا حضرت کا سپرد کیا ہوا کام کر کے حضرت کو اس کی خبر دیتا تھا تو حضرت خوشی و مسرت کا اظہار فرماتے اور دعاؤں سے نوازتے اکثر آپ یہ کلمات دعا ادا فرماتے" اللہ خوش رکھے اور دارین کی سعادتیں عطا فرمائے"۔ بیشتر اوقات خوش ہو کر نذرانہ عطا فرماتے اور بسا اوقات اپنی ٹوپی شریف یا کوئی استعمال شدہ کپڑا بھی عطا فرماتے تھے۔ گذشتہ سال یعنی 2017 میں 98ویں عرس رضوی شریف کا اہتمام وانصرام مجھ ناتواں کے ذمہ تھا، اس کے کامیاب اختتام پر جب حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری صاحب اور جناب یونس قریشی صاحب نے عرس شریف کے کامیاب اہتمام کے بارے میں حضرت کو بتایا تو حضرت نے بے انتہا شفقت فرما کر مجھے اپنے سینہ مبارک سے لگایا، اپنی کلاہ مبارک عطا فرمائی اور بہت دیر تک دعا دیتے رہے، نیز میری ٹوپی تبدیل کر کے اپنی ٹوپی پہننے کا حکم فرمایا۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی شفقت کی بے شمار مثالیں ہیں جنہیں قلمبند کرنا دشوار امر ہے جب بھی میں کہیں سفر میں جاتا تو حضرت راستے میں سفر کے احوال اور میری خیریت جانتے رہتے اور سفر میں احتیاط کی نصیحت اور دعاؤں سے نوازتے۔ کسی بھی بزرگ ہستی کی سفر میں معیت سفر کی کامیابی کی ضمانت ہوتی ہے لیکن اگر سفر مدینہ شریف کا ہو اور معیت ایسے مشفق ومہربان شیخ طریقت اور مرشد برحق کی ہو تو سفر کا کیا لطف ہوگا اس کا اندازہ لگانا مشکل امر ہے، الحمدللہ مجھ حقیر کو اس جیسے سفر کی سعادت حاصل ہوئی ہے جس میں حضرت نے مجھے بے شمار انعامات واکرام سے نوازا بلکہ اس سفر کے بعد میری زندگی کا دوسرا باب شروع ہو گیا جس سے مجھے زندگی کا ہنر بھی ملا اور اس کا مقصد بھی، اس احسان عظیم پر میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں اور ساتھ ہی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا احسان مند ہوں۔ اسکے علاوہ بھی حضرت کے ہمراہ مجھے ہندوستان کے متعدد علاقوں میں بھی سفر کرنے کا موقع میسر ہوا ہے، جیسے ممبئی، پونہ، اکولہ اور امراوتی وغیرہ۔

چند ماہ قبل اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی رحمت سے نوازا یعنی ایک چاند سی بیٹی عطا فرمائی ہم نے حق غلامی کو ادا کرتے ہوئے سب سے پہلے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا استعمال شدہ کپڑا اپنی بچی کو پہنایا۔ اور حضرت نے نہایت احسان واکرام فرماتے ہوئے اس کا نام حوریہ سکینہ فاطمہ رکھا اور اپنی بیعت سے مشرف فرمایا اور اس کے چہرے کو چھو کر فرمایا کہ بہت اچھی ہے ماشاءاللہ۔

حضرت کی یادیں ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ حضرت نے ہمیشہ ہمیں مسلک اعلی حضرت کی پاسداری کی نصیحت فرمائی اور ہر حال میں اس پر عمل پیرا ہونے کی وصیت فرمائی، شریعت مصطفی ہر چیز پر مقدم ہے وہی ہمیشہ پیش نظر رہے، اس کی مسلسل تاکید فرمایا کرتے تھے۔

۲۰ر جولائی بروز جمعہ تقریباً پانچ بجے میں بارگاہ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ میں حاضر ہوا، بارگاہ میں سلام پیش کیا اور دست بوسی کی، بعد از اں خیریت معلوم کی حضرت نے جواباً ارشاد فرمایا" اللہ کا شکر ہے" آپ کیسے ہو؟ میں نے عرض کی میں بھی ٹھیک ہوں،

پھر حضرت نے دعا دی۔ اس کا وہم وگمان بھی نہیں تھا کہ یہ ملاقات آخری ہوگی اور یہ دعاو سلام کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے موقوف ہو جائے گا لیکن مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ نماز مغرب کی اقامت کے وقت پوری اہلسنت و جماعت اور بالخصوص اقارب خاندان کو روتا بلکتا چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے آپ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آئینہ کیوں نہ دوں کہ تماشا کہیں جسے
ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

حسرت نے لا رکھا تری بزم خیال میں
گلدستۂ نگاہ سویدا کہیں جسے

دعا ہے کہ مولیٰ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

مسلک اعلیٰ حضرت زندہ باد! فیضان حضور تاج الشریعہ جاری رہے!

***

تاج الشریعہ کے محاسن و کمالات پر ایک نظر

غلام غوث صدیقی دہلوی، استاذ، جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء، دہلی

بعض خواص وہ ہوتے ہیں جن کی رسائی علم عقائد و احکام تک ہوتی ہے اور وہ علماء کہلاتے ہیں۔ علماء لفظ عالم کی جمع ہے جس کی تعریف امام اہل سنت اعلی حضرت نے اس طرح کی ہے کہ "عقائد سے پورے طور پر آگاہ ہو اور مستقل ہو اور اپنی ضروریات کو کتاب سے نکال سکے بغیر کسی کی مدد کے" (ملفوظات اعلی حضرت ص ۶۱)۔ اور بعض خواص وہ ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالی علم احکام کے ساتھ ساتھ علم حکمت کی عظیم نعمت بھی عطا فرماتا ہے، قرآن پاک میں ہے: (یؤتی الحکمة من یشاء ومن یؤت الحکمة فقد أوتی خیرا کثیرا وما یذکر الا أولو الالباب) یعنی "اللہ تعالی جسے چاہے حکمت عطا فرماتا ہے اور بے شک جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر دی گئی اور صرف عقل والے ہی نصیحت قبول کرتے ہیں" (سورہ البقرہ آیت ۲۶۹)

حکمت کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا قرآن مجید کے ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ اور مقدم و موخر کی معرفت حکمت ہے۔ ابراہیم، ابوالعالیہ اور قتادہ کے نزدیک حکمت سے مراد فہم قرآن ہے۔ لیث نے مجاہد سے روایت کیا: حکمت سے مراد علم اور فقہ ہے۔ ابن نجیح نے مجاہد سے روایت کیا: حکمت سے مراد قول اور فعل کا درست ہونا ہے۔ حسن نے کہا: اس سے اللہ کے دین میں تقوی مراد ہے۔ ربیع نے انس سے کہا: اس سے مراد خشیت (خوف خدا) ہے۔ ابن زید نے کہا: اس سے مراد اللہ کے حکم میں تعقل ہے۔ ابن قتیبہ نے کہا: علم و عمل کا مجموعہ ہے۔ امام قشیری نے کہا: اللہ کے احکام میں غور و فکر کرنا اور ان کا اتباع کرنا نیز انہوں نے کہا: اللہ کی اطاعت، فقہ، دین اور اس پر عمل کرنا حکمت کہلاتا ہے۔ قاسم بن محمد نے کہا: اپنی خواہشات کی بجائے حق کے مطابق فیصلہ کرنا۔ بندار بن حسین نے کہا: سرعت کے ساتھ صحیح جواب دینا۔ اور بعض نے کہا حکمت سے مراد ہر حال میں حق کی گواہی دینا، دین کی بہتری اور دنیا کی اصلاح کرنا وغیرہ۔ حکمت کے متعلق علامہ ابو الحیان اندلسی نے اپنی کتاب البحر المحیط ج ۲ ص ۶۸۳ تا ۶۸۴ میں تقریباً پچیس اقوال بیان کئے ہیں۔ قارئین کتاب کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

مذکورہ بالا حکمت کے متعلق مختلف اقوال کی روشنی میں جب ہم تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم بے ساختہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالی نے آپ کو علم و حکمت سے نوازا۔ اگر قارئین ان اقوال کو ذہن میں رکھ کر ان کی سیرت پر لکھی جانے والی کتابیں مثلاً (۱) تجلیات تاج الشریعہ (۲) سوانح تاج الشریعہ (۳) نوادرات تاج الشریعہ اور (۴) حیات تاج الشریعہ وغیرہ کا مطالعہ کریں، تو وہ بھی اس بات کا اعلان کریں گے کہ واقعی اللہ رب العزت نے حضرت تاج الشریعہ کو علم و حکمت سے نوازا۔

حکمت کی بے شمار خوبیاں ہیں لہذا اسے کسی ایک خوبی کے ساتھ مخصوص و محدود کر دینا درست نہ ہوگا۔ البحر المحیط کے حوالے

سے جتنی خوبیاں حکمت کی اوپر گزریں ان میں کسی طرح تضاد نہیں کیونکہ تضاد تو اس وقت ہوگا جب ہم اس کے دائرہ کو کسی ایک خوبی کے ساتھ متعین کردیں۔

حکمت کی ایک اہم خوبی فقاہت ہے۔فقاہت کیا ہے؟ آیئے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کی تحریر سے سمجھیں۔اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"(فقاہت کے کیا معنی ہیں)فقہ یہ نہیں کہ کسی جزئیہ کے متعلق کتاب سے عبارت نکال کر اس کا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے، یوں تو ہر اعرابی ہر بدوی فقیہ ہوتا کہ ان کی مادری زبان عربی ہے، بلکہ فقہ بعد ملاحظہ اصول مقررہ وضوابط محررہ ووجوہ تکلم وطرق تفاہم وتنقیح مناط ولحاظ انضباط ومواضع یسر واحتیاط وتجنب تفریط وافراط وفرق روایات ظاہرہ ونادرہ وتمیز درآیات غامضہ وظاہرہ ومنطوق ومفہوم وصریح ومحتمل وقول بعض وجمہور ومرسل ومعلل ووزن الفاظ مفتیین وسر مراتب ناقلین وعرف عام وخاص وعادات بلاد واشخاص وحال زمان ومکان واحوال رعایا وسلطان وحفظ مصالح دین ودفع مفاسد مفسدین وعلم وجوہ تجریح واسباب ترجیح ومناہج توفیق ومدارک تطبیق ومسالک تخصیص ومناسک تقیید ومشارع قیود وشوارع مقصود وجمع کلام ونقد مرام فہم مراد کا نام ہے کہ تطلع تام واطلاع عام ونظر دقیق وفکر عمیق وطول خدمت علم وممارست فن وتیقظ وافی وذہن صافی معتاد تحقیق موید بتوفیق کا کام ہے، اور حقیقۃً وہ نہیں مگر ایک نور کہ رب عزوجل بمحض کرم اپنے بندہ کے قلب میں القا فرماتا ہے:(وما یلقاھا الا الذین صبروا وما یلقاھا)اور یہ دولت نہیں ملتی مگر صابروں کو اور اسے نہیں پاتا مگر بڑے نصیب والا(ت)

صدہا مسائل میں اضطراب شدید نظر آتا ہے کہ ناواقف دیکھ کر گھبرا جاتا ہے مگر صاحب توفیق جب ان میں نظر کو جولان دیتا اور دامن ائمہ کرام مضبوط تھام کر راہ تنقیح لیتا ہے توفیق ربانی ایک سر رشتہ اس کے ہاتھ رکھتی ہے جو ایک سچا سانچا ہوتا ہے کہ ہر فرع خود بخود اپنے محمل پر ڈھلتی ہے اور تمام تخالف کی بدلیاں چھٹ کر اصل مراد کی صاف شفاف چاندنی نکلتی ہے اس وقت کھل جاتا ہے کہ اقوال کہ سخت مختلف نظر آتے تھے حقیقۃً سب ایک ہی بات فرماتے تھے الحمد للہ فتاوائے فقیر میں اس کی بکثرت نظیریں ملیں گی وللہ الحمد تحدیثا بنعمۃ اللہ وما توفیقی الا باللہ وصلی اللہ تعالٰی علی من امدنا بعلمہ وایدنا بنعمہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم آمین والحمد للہ رب العالمین۔"

[رسالہ اباءۃ المتواری فی مصالحۃ عبدالباری، دیکھئے فتاوی رضویہ مترجم ج ۲۶ص ۷۷-۳۷۶]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے مندرجہ بالا قول کے مطابق ایک فقیہ ہونے کے لیے بنیادی طور پر جن امور کا ملاحظہ کرنا لازمی ہے انہیں ہم اپنے اذہان وقلوب میں تعداد کے اعتبار سے اس طرح محفوظ کر سکتے ہیں:(۱)اصول مقررہ (۲)ضوابط محررہ(۳) وجوہ تکلم(۴)طرق تفاہم(۵)تنقیح مناط(۶)لحاظ انضباط(۷)مواضع یسر واحتیاط(۸)تجنب تفریط وافراط(۹)فرق روایات ظاہرہ ونادرہ (۱۰)تمیز درآیات غامضہ وظاہرہ (۱۱)منطوق ومفہوم (۱۲)صریح ومحتمل(۱۳)قول بعض وجمہور ومرسل ومعلل

(۱۴) وزن الفاظ مفتیین (۱۵) سبر مراتب ناقلین (۱۶) عرف عام وخاص (۱۷) عادات بلاد واشخاص (۱۸) حال زمان ومکان (۱۹) احوال رعایا وسلطان (۲۰) حفظ مصالح دین (۲۱) دفع مفاسد مفسدین (۲۲) علم وجوہ تجریح (۲۳) اسباب ترجیح ومناہج توفیق ومدارک تطبیق (۲۴) مسالک تخصیص (۲۵) مناسک تقیید (۲۶) مشارع قیود (۲۷) شوارع مقصود (۲۸) جمع کلام (۲۹) نقد مرام (۳۰) فہم مراد۔

یہاں یہ بھی قابل غور ہے کہ ان امور کے ساتھ ساتھ (۱) تطلع تام (۲) اطلاع عام (۳) نظر دقیق (۴) فکر عمیق (۵) طول خدمت علم (۶) ممارست فن وتیقظ وافی وذہن صافی (۷) معتاد تحقیق (۸) موید بتوفیق ضروری ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے جن امور کو ایک فقیہ کے لیے ضروری مانا ہے انہیں ہم غلو وتصنع اور عناد وتعصب سے قطع نظر تاج الشریعہ کے فتاوی میں تلاش وتحقیق کریں تو ضرور یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ تاج الشریعہ واقعی ایک فقیہ کا نام ہے۔ان لازمی امور کو فتاوی تاج الشریعہ کی روشنی میں اگر مثال کے ساتھ ذکر کیا جائے تو بات بہت مدلل وقوی ہو جائے گی لیکن اس کے لیے کافی وقت درکار ہوگا اور اس پر طبع آزمائی کا حق اولا ہمارے ارباب علم ودانش ہی رکھتے ہیں، اور ان سے ناچیز کا عریضہ نیاز ہے کہ وہ تاج الشریعہ کی فقاہت کو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کی مذکورہ بالا امور کی روشنی میں مثالوں کے ساتھ بیان کر دیں تا کہ باذوق طالبان علوم شرعیہ تاج الشریعہ کی فقاہت سے علی وجہ الکمال مستفید ومستفیض ہو سکیں۔

حضور تاج الشریعہ کی فقاہت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ خود سرکار مفتی اعظم ہند نے آپ کو افتا نویسی کا اہل مان کر اس کی ذمہ داری سونپی۔حضور مفتی اعظم ہند فرماتے ہیں:

> ''اختر میاں اب گھر میں بیٹھنے کا وقت نہیں۔یہ لوگ جن کی بھیڑ لگی ہوئی ہے کبھی سکون سے بیٹھنے نہیں دیتے۔ اب تم اس (افتا کے) کام کو انجام دو۔میں تمہارے سپرد کرتا ہوں'' پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:'' آپ لوگ اب اختر میاں سلمہ سے رجوع کریں انہیں کو میرا قائم مقام اور جانشیں جانیں''
>
> [مفتی اعظم اور ان کے خلفا،ج ا،ص ۱۵۲]

جانشین مفتی اعظم ہند علامہ اختر رضا خان کو تاج الشریعہ کا لقب عوام نے نہیں بلکہ ارباب علم ودانش نے ان کے زہد وتقوی،علم وعمل،تصلب فی الدین اور شریعت وطریقت کی صحیح معرفت کے سبب دیا ہے اور پھر اس طرح ہزاروں علمائے کرام آج انہیں تاج الشریعہ کے نام سے جانتے ہیں۔ایسا ہونا ہی تھا کیونکہ آپ پر مفتی اعظم ہند کی خاص عنایتیں اور مفسر اعظم ہند کی دعائیں تھیں۔وقت کی بڑی بڑی ہستی نے آپ کو سراہا،حال تو یہ ہے جنہیں آپ بڑا مانتے اور جو واقعی بڑے تھے خود ان کی نگاہ میں آپ کی اہمیت تھی۔تفصیل کے لیے مولانا شاہد القادری صاحب کی مرتب کردہ کتاب ''تجلیات تاج الشریعہ'' میں شائع مولانا احمد علی قادری رضوی کا مضمون ''تاج الشریعہ ارباب علم ودانش کی نظر میں'' کا مطالعہ کریں۔یہاں بالاختصار قارئین کے لیے چند اقتباسات پیش کر رہا ہوں۔

حضور قطب مدینہ علامہ مفتی ضیاء الدین رضوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: مجھے میرے مرشد حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ سے جو کچھ ملا ان خانوادے کے شہزادوں مولانا ابراہیم رضا خاں،مولانا ریحان رضا خاں اور مولانا اختر رضا خاں کو عطا کر دیا (سوانح قطب مدینہ)

حضور سید العلماء مفتی سید شاہ آل مصطفی برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ نے (حضور تاج الشریعہ کو) جمیع سلاسل کی اجازت وخلافت عطا فرمائی اور دعاؤں سے نوازا۔ (مفتی اعظم اور ان کے خلفاء ص ۱۶۲)

کسی صاحب کی والدہ نے حضور مجاہد ملت سے مرید ہونا چاہا تو آپ نے فرمایا: ''میاں! سرکار اعلیٰ حضرت کے شہزادے حضرت ازہری میاں کی موجودگی میں ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ میں مرید کروں، انہیں سے مرید کروائیے''

(تجلیات تاج الشریعہ ص ۵۹۵ بحوالہ اویسی مولانا عبد المصطفیٰ حشمتی ردولی)

سرزمین مارہرہ مطہرہ کو اصحاب اسرار طریقت ومعرفت اور شریعت وحقیقت کا دبستان مانا جاتا ہے۔ اس سرزمین پر حضور سید آل رسول احمدی برکاتی پیدا ہوئے جو شمس العارفین سید شاہ آل احمد برکاتی کے دامن کرم سے وابستہ اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی بارگاہ سے تربیت یافتہ ہوئے (رحمہم اللہ اجمعین)۔ اس شخصیت کی بارگاہ میں سراج السالکین شاہ ابو الحسین نوری، تاج الفحول عبد القادر بدایونی، تاج الاتقیا مفتی نقی علی خاں بریلوی، مجدد اعظم امام احمد رضا، عارف باللہ شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی نے زانوئے ادب تہ کر کے اپنے قلوب کو روشن کیا اور پھر روحانی دنیا میں اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ حضرت احسن العلماء سید مصطفی حیدر حسن برکاتی علیہ الرحمہ کا نام اسی خانوادے کے چشم وچراغ میں شامل ہے۔ حضور احسن العلماء اپنے وقت کے سراج السالکین تھے یہی سبب ہے کہ حضور تاج الشریعہ نے ان کے دامن کرم سے اپنے آپ کو وابستہ کیا اور برابر ذکر جمیل سے یاد فرماتے۔ حضور احسن العلماء تاج الشریعہ سے بہت محبت فرمایا کرتے تھے اور تاج الشریعہ بھی آپ سے اور آپ کے چاروں شہزادگان سے محبت فرمایا کرتے۔

(تلخیص از تجلیات تاج الشریعہ ص ۵۵۷ تا ۵۹۱)

خلیفہ وشاگرد تاج الشریعہ مولانا یونس رضا مونس اویسی لکھتے ہیں:

''حضرت تاج الشریعہ مدظلہ کے خدام جو حضور کے ساتھ باہر ممالک میں شریک سفر ہوتے ہیں اور فقیر مونس اویسی کے مشاہدے کے حوالے سے یہ تحریر لکھی جارہی ہے کہ عرب علماء جب حضور سے ملتے اور گفتگو کرتے تو ان علماء کی زبانیں تعریف وتوصیف بیان کئے بغیر نہیں رہتی ہیں اور آپ سے سند الحدیث والافتاء کے طالب ہوتے اور تلمذ کے سلسلے سے متعلق ہوجاتے اور ارادت وسلوک کی نسبت بھی چاہتے''

(تجلیات تاج الشریعہ، ص ۵۹۵)

۲۵ اپریل ۲۰۰۴ء کو مکۃ المکرمہ کے محدث علامہ شیخ سید محمد بن علوی حسنی مالکی جب حضور تاج الشریعہ کی دعوت پر بریلی شریف تشریف لائے تو آپ نے تاج الشریعہ کو ''مفتی اعظم عالم'' کے لقب سے سرفراز فرمایا، اور جب علامہ علوی نے یونس مونسی صاحب کا مرتب کردہ ''نموذج حاشیۃ الازہری'' ملاحظہ کیا تو خوشی کا اظہار فرمایا اور تاج الشریعہ کو محدث حنفی، محدث عظیم، عالم کبیر جیسے القاب سے یاد کیا۔ (تلخیص از تجلیات تاج الشریعہ، ص ۵۹۹)

علامہ سید اویس مصطفی احمد قادری واسطی رقمطراز ہیں:

''حضرت تاج الشریعہ مدظلہ العالی کے فتاوی، علمی وفقہی دنیا میں ایک قیمتی سرمایہ کا اضافہ ہے، حضرت تاج الشریعہ کی ذات گرامی اہل سنت کے لیے سرمایہ افتخار ہیں۔ آپ کی شخصیت علم وفضل، زہد وورع، تقوی

وطہارت، تالیف وتصنیف، رشد وہدایت سے عبارت ہے۔ آپ کے آثار علمیہ تسلسل کے ساتھ ملک و بیرون ملک سے شائع ہو رہے ہیں اور اہل علم وعوام ان سے مستفید و مستفیض ہو رہے ہیں۔"

(من کلمات تبریک از فتاوی تاج الشریعہ ج ا ص ۵)

ان کے علاوہ قاضی شمس العلما، علامہ شمس الدین رضوی جونپوری تلمیذ حضور صدر الشریعہ، علامہ تحسین رضاخان، شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی، قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری، علامہ مشاہد رضا خاں حشمتی، خواجہ مظفر حسین رضوی، علامہ عبد الحکیم شرف قادری، علامہ عبد اللہ خاں عزیزی، علامہ فیض احمد اویسی، مولانا سید اویس مصطفی واسطی، علامہ سید علوی مالکی، علامہ ابو النصر خلیفہ قطب مدینہ، پروفیسر مسعود احمد مظہری، مفتی مجید اشرف رضوی، شیخ ابو بکر قادری کیرالا جیسے جید ارباب علم ودانش کے اقوال تجلیات تاج الشریعہ ص ۵۹۹ تا ۶۰۲ میں مختلف حوالہ جات کے حوالے سے منقول ہیں جو تاج الشریعہ کے محاسن مثلاً، تصلب فی الدین، وارث علوم اعلی حضرت، زہد وتقوی، فقاہت، علم وعمل، جامع شریعت وطریقت اور ولایت کے گواہ ہیں۔

بقول علامہ مفتی محمد اختر حسین قادری (دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی) ایک مرتبہ فقہی سمینار بورڈ دہلی میں "عورت کی آواز عورت ہے یا نہیں" کا مسئلہ زیر بحث تھا، "اکثر مندوبین فرما رہے تھے کہ عورت کی آواز کے مطابق عورت نہیں بلکہ جس میں نغمگی پائی جائے وہ آواز عورت ہے ان کا استدلال یہ تھا کہ فقہائے کرام نے فرمایا ہی نغمۃ المراۃ عورۃ"۔ مفتی اختر صاحب کا کہنا تھا کہ "نغمگی کی قید نہیں بلکہ جس آواز میں نغمگی، لچک اور جاذبیت و دلکشی ہو وہ سب عورت کے حکم میں ہے۔ بحث مکمل نہ ہو سکی اور سمینار کا وقت ختم ہو گیا"۔ وہ مزید لکھتے ہیں:

"راقم (مفتی اختر صاحب) دہلی سے آستانہ رضویہ بریلی شریف حاضر ہوا اور حضور تاج الشریعہ برکاتہم کی زیارت سے مشرف ہو کر سمینار میں ہوئی بحث کا خلاصہ عرض کیا۔ آپ نے سنتے ہی برجستہ فرمایا کہ **نغمۃ المراۃ عورۃ** میں نغمگی سے مراد نغمگی اور خوش الحانی نہیں بلکہ مطلق آواز ہے دیکھئے فقہائے کرام مطلق آواز کو بھی نغمہ سے تعبیر فرماتے ہیں چنانچہ فتاوی عالمگیری کتاب الشہادۃ میں ہے: **(اذا النغمۃ تشبہ النغمۃ)** یہاں نغمگی مراد نہیں ہے بلکہ مطلق آواز مراد ہے۔ اسی طرح **نغمۃ المراۃ عورۃ** میں بھی نغمہ سے خوش الحانی اور نغمگی نہیں بلکہ مطلق آواز مراد ہے، حضور والا کی اس برجستہ مدلل گفتگو سے حاضرین مجلس کی باچھیں کھل اٹھیں اور بھلا ایسا کیوں نہ ہو بلکہ آپ نے اس علمی خاندان میں آنکھ کھولی ہے جو تقریباً دو سو سال سے فقہ وفتاوی کا عظیم مرکز اور عالم اسلام کے لیے نہایت معتبر ومستند اور پر وقار دار الافتا کی حیثیت سے متعارف ومسلم اور فقہ حنفی کا عظیم نگہبان کے طور پر مشہور انام ہے"۔ [تجلیات تاج الشریعہ، ص ۳۳]

فتاوی تاج الشریعہ مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حکم شرع بیان کرتے وقت قرآن وسنت سے استدلال، ائمہ کے اقوال وارشادات، اقوال مشائخ، معتمد ومفتی بہ اقوال کی نقل اور حسب ضرورت تطویل واختصار اور امثال ونظائر سے مسئلہ کی توضیح وغیرہ تحقیقی امور کو پیش نظر رکھا ہے۔ آپ نے اپنے فتاوی میں ان تمام امور کو پیش نظر رکھا ہے جو ایک فقیہ کے لیے لازمی ہیں۔

تاج الشریعہ کو فقہی جزئیات پر گہری دسترس تھی۔ بقول مولانا شہاب الدین رضوی ''۱۹۸۹ء میں پاکستان سے غیر مقلد کا ایک کتابچہ اور اس کے ساتھ کچھ سوالات بغرض جواب جانشین مفتی اعظم کی خدمت میں آئے، آپ نے فوری طور پر جواب قلم بند فرمادیا''۔ ان جوابات کو کتابی شکل میں 'تین طلاق کا شرعی حکم' کے عنوان سے پیش کیا گیا۔

شہاب الدین رضوی صاحب لکھتے ہیں:

''ان سوالات کا لب لباب یہ ہے کہ ''کیا بیک وقت تین طلاقیں دینے سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی یا تین؟ کتابچہ میں غیر مقلد نے لکھا کہ 'ایک ہی واقع ہوگی''۔ جانشین مفتی اعظم نے مفصل ومدلل طور پر غیر مقلد کی بہتان طرازی، ذہنی اختراع، آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور متقدمین کی کتابوں سے کتر بیونت اور اس کی خیانتوں سے نقاب کشائی کی ہے اور آپ نے قرآن کریم، احادیث، خلفائے راشدین، ائمہ مجتہدین اور علماء سلف وخلف کے اقوال واعمال سے یہ ثابت کیا ہے کہ ''یکبارگی تین طلاقیں دینے کی صورت میں بیوی پر تین ہی واقع ہوں گی''۔ یہ مسئلہ اہل علم وشرع کے نزدیک واضح ہے لیکن اس کتاب کی خوبی، بقول مولانا شہاب الدین رضوی صاحب، یہ ہے کہ اس کتاب میں تاج الشریعہ نے ان غیر مقلدوں کی ''تضاد بیانیوں پر مضبوط گرفت بھی فرمائی ہے اور غیر مقلدین پر سوالات بھی قائم کئے ہیں'' جن کا شرعی جواب دینے سے وہ قیامت تک عاجز وقاصر رہیں گے۔

[تین طلاق کا شرعی حکم، تاج الشریعہ، ص ۳، مطبوعہ اسلامک ریسرچ سینٹر یوپی]

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور تاج الشریعہ علوم اعلیٰ حضرت کے سچے وارث رہے۔ آپ حوادث زمانہ کے بطن سے پیدا ہونے والے نت نئے مسائل کو علوم شرعیہ کی روشنی میں اس طرح حل فرماتے کہ فن افتاء سے تعلق رکھنے والے حضرات یہی کہتے کہ فتاویٰ نویسی، طرز استدلال، الجھے ہوئے مسائل کو سلجھانے میں اور دلائل کثیرہ سے جواب کو مرصع کرنے میں تاج الشریعہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت اور مفتی اعظم ہند رحمہما اللہ کے عکس جمیل رہے۔

تاج الشریعہ علوم شرعیہ کے ساتھ ساتھ زمانہ کے حالات وکوائف پر بھی نظر رکھتے ہوئے شرعی قانونی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے۔ خلیفہ وتلمیذ تاج الشریعہ مفتی مونس اویسی صاحب اپنی کتاب سوانح تاج الشریعہ میں رقمطراز ہیں:

''۱۹۹۵ء میں حکومت ہند کے شعبہ الیکشن کمیشن نے تمام باشندگان ملک کے لیے شناختی کارڈ کا رکھنا اور استعمال کرنا ضروری قرار دے دیا تھا۔ اس شناختی کارڈ میں نام ولدیت اور پورا پتہ وعمر درج ہوتی ہے۔ ساتھ ہی فوٹو چسپاں ہوتا ہے۔ فوٹو حرام ہونے کی وجہ سے آستانہ عالیہ رضویہ کے مرکزی دارالافتاء میں شناختی کارڈ بنوانے یا نہ بنوانے کے لیے سوالات کا انبار لگ گیا۔ دوسری طرف الیکشن کمیشن نے بھی سختی کرنا شروع کردی کہ ہر کام میں مثلاً بینک اکاؤنٹ، خرید وفروخت، ملازمت، تعلیم وتدریس اور ووٹنگ وغیرہ میں اسی شناختی کارڈ کے استعمال کو لازمی قرار دیا گیا۔ اسی دوران الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں مجلس شرعی کی میٹنگ کا اہتمام ہوا۔ حضرت تاج الشریعہ نے مجلس شرعی کی صدارت فرمائی۔ رئیس التحریر علامہ ارشد القادری کی

تجویز پر آپ نے "شناختی کارڈ" بنوانے کی ان الفاظ کے ساتھ اجازت دی کہ "اس صورت میں عند الطلب ضرورت ملجیہ یا حاجت شدیدہ متحقق ہوگی۔ لہذا خاص شناختی کارڈ کے لیے تصویر بنوانے کی اجازت ہوگی"۔

"عوام کی شدید ترین ضرورت کے تحت حضرت نے مشروط اجازت فرمائی، تو ایک طبقہ میں نکتہ چینی شروع ہوئی، جب اس کی خبر مولانا کو ہوئی تو آپ نے ایک وضاحتی بیان جاری فرما کر بحث کو بند کر دیا۔ لکھتے ہیں:

"ایسے نئے مسائل جو فی الواقع فرعیہ علیہ ہوں، اور ان سے متعلق کوئی صریح جزئیہ نہ مل سکے تو ہر عالم کی طرف نہیں بلکہ ماہر تجربہ کار مفتی کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اور اس مفتی پر لازم ہے کہ اصول شرعیہ کے پیش نظر اس کا حکم صادر فرمائے۔ اصول شرع سے ہٹ کر فتوی دینا ہرگز جائز نہیں۔ اگر اس نے جسے دلیل قرار دیا اور پھر واضح ہوا کہ یہ دلیل، دلیل شرعی نہیں تو فوراً اس پر رجوع لازم ہے اور حق کا اعلان کرنا چاہئے۔ کسی حرام کے مباح ہونے کا فتوی اس وقت دیا جائے گا جب کہ وہاں یہ ضابطہ صادق آئے "الضرورات تبیح المحظورات" اور مفتی کو تیقن ہو جائے کہ اس ضرورت شرعیہ کے معارض کوئی دوسرا قاعدہ شرعیہ نہیں ہے"

[سوانح تاج الشریعہ ص ۷۳ تا ۷۴]

رویت ہلال سے متعلق ایک فتوی کو دیکھ کر حضور تاج الشریعہ کے بارے میں جامع معقولات و منقولات حضرت علامہ مفتی شبیر حسن رضوی صاحب کے چند الفاظ ملاحظہ ہوں: "آج بعض تجدد پسند حضرات فقہائے کرام کے متعین کردہ استفاضہ کے معنی و مفہوم میں تبدیلی اور بے جا تاویل کے درپے ہیں جو ہرگز قابل التفات نہیں۔ ایسے حالات میں حقیقت حال اجاگر کرنے اور امت مسلمہ کی صحیح رہنمائی کے لیے جانشین علوم امام احمد رضا تاج الشریعہ قاضی القضاۃ فی الہند علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ نے فقہی و علمی جواہر پارے بکھیرے اور نصوص فقہاء سے مزین مقالہ سپرد قلم فرمایا کہ ہر انصاف پسند بلا چون و چرا تسلیم کرتا نظر آئے۔ (شرعی حیثیت ص ۲۸ بحوالہ فتاوی تاج الشریعہ ج ا ص ۱۲۶)

مفتی رفیق الاسلام صاحب دیناجپوری اس سلسلے میں لکھتے ہیں: "حضور تاج الشریعہ کی یہی ادائے حق گوئی و بیباکی تجدد پسند حضرات کی نظر میں خار ہے کہ آپ نے کبھی بھی ان کی تجدد پسندی کو قابل التفات نہ سمجھا اور امت مسلمہ کی صحیح رہنمائی کو ہی اپنا فریضہ شمار کیا" (ایضا ۱۲۶)

مفتی رفیق صاحب جناب خالد کی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ان دار الافتاء بمدینة بریلی الذی یدیرہ الشیخ بنفسہ لا یعتبر دار افتاء لمنطقتہ الجغرافیة فقط وانما ساھم فی تقدیم الفتوی الی سائر العالم علی طریقة اھل السنة والجماعة وقد بلغ عدد فتاوی الدار ما یزید علی خمسة الاف فتوی۔

ان الشیخ العلامہ ادام اللہ برکاتہ لیس بارعا فی اللغتین العربیة والاردویة فحسب بل ان لہ ملکة عظیمة فی اللغة الانجلیزیة وقد ساھم سماحتہ بالافتاء بالانجلیزیة وصدر لہ کتاب فیھا۔۔

یعنی بے شک شہر بریلی کا دار الافتاء جسے شیخ (تاج الشریعہ) چلا رہے ہیں یہ دار الافتاء صرف اس علاقہ میں ہی معتبر نہیں۔

یہ اہل سنت و جماعت کے طریقہ پر فتوی دے کر باقی عالم کو بھی اپنا فیض پہنچا رہا ہے اس دارالافتاء سے آپ کے فتاوے پانچ ہزار سے زائد ہیں یقیناً شیخ (تاج الشریعہ) علامہ پر اللہ تعالی اپنی برکتوں کو ہمیشہ برقرار رکھے۔ صرف دو زبان عربی و اردو میں ممتاز نہیں بلکہ انگلش زبان میں بھی آپ کو عظیم ملکہ حاصل ہے۔ ان کا فیض سخاوت ان فتووں کے ذریعہ بھی ہے جو انگلش املاء کے ساتھ ہیں اس زبان میں آپ کی ایک کتاب بھی ہے۔'

یہ اعلان حق مکۃ المکرمۃ کے اس شخص کا ہے جو کسی مشربیت سے مغلوب نہیں بلکہ آپ کی تحریروں سے استفادہ کے بعد انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا لیکن کیا کریں: قد تنکر العین ضوء الشمس من رمد۔۔۔۔۔ وینکر الفم طعم الماء من سقم (ایضا ۱۲۷ تا ۱۲۸)

تاج الشریعہ کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے راقم الحروف نے اس سے قبل انگریزی زبان میں:

Death Of Tajush Sharia- A True Embodiment of Shariat and Tariqat -Who Inspired 70 Thousand Clerics to Issue Fatwa Against Terrorism, is an irreprable Loss to the Muslim World.

کے عنوان سے ایک مختصر مضمون لکھا (گوگل پر اس مضمون کو بآسانی سرچ کیا جا سکتا ہے) اور اس میں داعش اور دوسری دہشت گرد تنظیموں کے خلاف دیے گئے آپ کے فتوی کا عکس The Sunni Way ویب سائٹس کے حوالے سے شائع کروایا۔ بتانا مقصود یہ ہے کہ بہت سارے مسلم اور غیر مسلم سمیت اسکالرز نے اس فتوی کے تعلق سے یہ کہا کہ یہ فتوی مختصر مگر بہت جامع اور موثر ہے۔

مولانا مونس اویسی صاحب نے اپنی کتاب میں تاج الشریعہ کی فن ترجمہ نگاری اور شاعری کا مختصر مگر جامع فنی جائزہ پیش کیا ہے۔ اس کے لیے وہ قابل مبارکباد ہیں۔ انہوں نے تاج الشریعہ کی شاعری کا فنی جائزہ پیش کیا اور مثالوں کے ساتھ یہ بیان کیا کہ حضرت نے مختلف صنعتوں پر طبع آزمائی کی جن میں سے بعض صنعتیں یہ ہیں: استعارہ، تشبیہ، مبالغہ، تضاد، تجنیس کامل تجنیس ناقص، مراعات النظیر، ترصیع، مقابلہ، تنسیق الصفات، مقلوب مستوی، مسمط، اشتقاق۔ (تفصیل کے لیے کتاب کا مطالعہ کریں)

تاج الشریعہ فن ترجمہ نگاری میں اعلی مقام رکھتے ہیں۔ ''جس طرح یہ کتاب (المعتقد المستند) اپنے موضوع میں منفرد و لاثانی ہے اسی طرح ترجمہ کا انداز بھی عام تراجم سے بالکل مختلف اور منفرد ہے۔ ایک تو حضرت (تاج الشریعہ) کی نگاہ کمزور، دوسری بات یہ ہے کہ کتاب کا خط نہایت باریک حضرت کے لیے عبارت دیکھ کر ترجمہ کرنا مشکل امر تھا لہذا عالیجناب حضرت مولانا شعیب صاحب عبارت پڑھتے جاتے اور تاج الشریعہ فی البدیہہ ترجمہ بولتے جاتے اور مولانا شعیب صاحب صفحہ قرطاس پر تحریر کرتے جاتے، جہاں جب موقع میسر ہوتا ترجمہ کا عمل جاری وساری رہتا، حتی کہ ٹرین اور پلین پر بھی یہ مبارک کام موقوف نہ رہا۔ اس طرح اس ترجمہ کا بعض حصہ لنکا میں لکھا گیا اور بعض حصہ ملاوی اور بعض حصہ ٹرین و پلین پر اور کچھ حصہ بریلی شریف میں قیام کے دوران لکھا گیا''۔۔۔ اس طرح آپ نے ''گوناگوں مصروفیات کے باوجود چھ ماہ کی قلیل مدت میں ترجمہ کا کام مکمل فرمایا لیکن بعض وجوہات کے پیش نظر اشاعت میں اتنی تاخیر ہوئی'' (المعتقد المنتقد و المعتمد المستند مترجم ص ۹ تا ۱۰ مطبوعہ مکتبہ برکات المدینہ)

راقم الحروف نے انگریزی و عربک فن ترجمہ نگاری کی مشق ممارست بہت سے ایسے ماہرین فن سے حاصل کیا جنھوں نے

اپنی ساری زندگی ترجمہ نگاری کے علاوہ کچھ نہ کیا لیکن تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے تراجم کا مطالعہ کرتے وقت ایسا لگتا ہے کہ حضرت اس فن کے امام ہیں۔ اچھے اچھے مترجمین کا یہ حال ہے کہ وہ مفہوم کی رعایت کرتے وقت دو زبانوں کے محاسن، اسلوب و خوبصورتی کو یکساں ڈھال نہیں پاتے لیکن حضرت نے المعتقد المنتقد والمعتمد کا جس خوبی کے ساتھ ترجمہ کیا وہ واقعی آپ کی فن ترجمہ نگاری کی مہارت کا ثبوت ہے۔

مختصر یہ کہ تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خان علیہ الرحمہ گوناگوں صفات ومحاسن کے مالک تھے۔ اس مضمون پر آپ کی زندگی کے چند پہلوؤں کی روشنی ڈالی گئی ہے۔ آپ کی تمام خوبیوں کو بیان کرنا اس مضمون میں ممکن نہیں، لیکن جو کچھ ذکر ہوا اس کے دو بنیادی مقاصد ہوئے: ایک ان کے محاسن بیان کر کے حضرت کو خراج تحسین پیش کرنا اور دوسرا یہ کہ ہم تاج الشریعہ کے علوم ومحاسن سے فیضیاب ہوتے رہیں۔ اس لیے کہ اللہ کے ایسے مخلص بندے جذبہ عشق صادق کے طفیل سید کائنات محبوب رب العالمین راحۃ العاشقین صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت "ورفعنا لک ذکرک" کا پرتو بن جاتے ہیں جس سے زمانہ مستفید ومستفیض ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائے اور ہم سب پر ان کا فیضان جاری وساری رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

***

حضور تاج الشریعہ: بحیثیت جانشین حضور مفتی اعظم ہند

از: مفتی ناظر اشرف قادری بریلوی، دارالعلوم اعلیٰ حضرت، ناگپور، مہاراشٹر

خالق ارض وسماء نے اپنی حکمت تامہ سے جن وانس میں انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور "لقد کرمنا بنی ادم" کا مژدہ جانفزا سنایا۔ اور "انی جاعل فی الارض خلیفۃ" کا اولین باب سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وا فرمایا۔ نسل انسانی کی افزائش ہوتی رہی۔ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوات والتسلیمات کا سلسلہ جاری رہا۔ ادوار ماضیہ میں بھی علماء واولیاء کے طائفے دین حنیف کی آبیاری کرتے رہے۔ اور سب سے آخر میں باعث تخلیق کائنات، محرم اسرار خدا، شافع روز جزاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خاکدان گیتی میں ورود مسعود ہوا، تو پیارے آقا جان جانان جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی امت کے علماء کیلئے "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" اور "العلماء ورثۃ الانبیاء" کی روح بخش فرحت آمیز نداء سعید سے نوازا۔ اور اسی کاروان سعادت کا جبل شامخ قرن ماضی میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات قدسی صفات تھی، جنہوں نے اپنی نگاہ ولایت سے مستقبل میں اپنی جانشینی کیلئے بھانپ لیا تھا کہ میرے بعد میرا نواسہ تاج الشریعہ ہی اس منصب جلیل کے لائق ہے۔ اسی لئے انہوں نے ۱۳۹۶ھ میں اپنا جانشین بناتے ہوئے رقم فرمایا تھا کہ: "میں اختر میاں سلمہ کو قائم مقام کرتا ہوں، مولیٰ تعالیٰ ان کے علم میں برکت دے اور بہت اچھا اعلیٰ مقام عطا فرمائے" آمین (نوادرات تاج الشریعہ)

متذکرہ بالا تینوں جملے عالم اسلام کے اس بطل جلیل کے فرمان عالیشان ہیں جنکی ولادت کی بشارت دیتے ہوئے سراج السالکین سیدنا نوری میاں مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام احمد رضا قدس سرہ سے فرمایا تھا کہ آپ کا خلف اصغر "ابوالبرکات محی الدین ہے" جو مستقبل میں اسلام کا تابندہ ستارہ بنکر چمکے گا۔ اور میرے نانا جان کے دین کا محافظ اور زندہ کرنے والا ہوگا۔

اب اسمیں کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ جب سرکار مفتی اعظم ہند نے تاج الشریعہ کو اپنا جانشین بنایا، تو تاج الشریعہ میں وہ سب کچھ دیکھ لیا تھا، جو ایک نائب میں ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ ایک عام انسان بھی جو عقل وشعور کا چراغ لیکر لمحات حیات بسر کر رہا ہو، وہ بھی اپنا نائب اس کو بناتا ہے جس پر اعتماد کلی حاصل ہوتا ہے، اور یہاں بنانے والا کوئی عام آدمی نہیں، بلکہ نائب امام احمد رضا قدس سرہ ہیں، قطب العالم ہیں، علوم شریعت وطریقت کے بحر ذخار ہیں۔ انہوں نے تاج الشریعہ کو اپنا قائم مقام بنا کر دنیا کو بتادیا کہ۔ میرا فتویٰ ان کا فتویٰ سمجھو۔ میرا تقویٰ ان کا تقویٰ سمجھو۔ اس لئے کہ جب کوئی فرد بشر اپنا نمونہ پیش کرتا ہے تو اپنے نمونہ کو لاجواب بنانے کی سعی پیہم کرتا ہے۔ مثلاً آئینہ بنانے والا یہی چاہتا ہے کہ کم از کم میرا ایک آئینہ ایسا انمول ہو، تا کہ دیکھنے والا چیخ اٹھے کہ یہ آئینہ لاجواب ہے۔ اسمیں جو کوئی اپنا چہرہ دیکھے تو ایسا شفاف نظر آئے کہ ہر وقت دیکھتا ہی رہ جائے اور جی نہ بھرے۔ یہی حال تاج الشریعہ کا رہا جس نے بھی جتنی بار دیکھا، دیکھتا ہی رہ گیا اور جی چاہتا رہا کہ تادم زیست دیکھتا رہ جاؤں اور دیکھتے دیکھتے دم نکل جائے۔ ؏

اب یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا

قطب العالم سیدنا مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ کے رقم کردہ جملہ اولیٰ پر عمل پیرا ہو کر سرکار تاج الشریعہ نے حق حقیق ادا فرمادیا۔ اور ملت بیضاء کی تطہیر و تطیب کیلئے صبح و مساء کوشاں رہے، جہاں جیسی ضرورت محسوس ہوئی وہاں اسی سے کام لیا گیا۔ کبھی روحانیت کے ذریعہ ملت مسلمہ کا تزکیہ فرمایا۔ تو کبھی شریعت حقہ کے مسائل پیش فرما کر احقاق حق فرمایا۔ کبھی جہاد بالقلم کے ذریعہ حق و باطل میں خط امتیاز کھینچا۔ کبھی دین حنیف کے پاسبان کو مکہ معظمہ میں مجدیوں نے ہتھکڑیاں ڈالیں، تو اف تک نہ کہا۔ بلکہ سنت اسلاف کو یاد کر کے زنجیروں کو بوسہ دے دیا۔

بیماری میں ہو یا تندرستی میں وہ ہر حال میں رضائے مولیٰ تعالیٰ پر راضی رہکر خدمت دین متین کرتے رہے۔ مولیٰ کریم نے ان کے علم میں ایسی برکت عطا فرمائی کہ حل و حرم عرب و عجم کے شیوخ وعلماء نے ان کا اپنا قائد مانا۔ جامع ازہر نے الدرع الفخری کے تمغہ سے نوازا، ترکستان، ازبکستان، آرمینیا، چیچنیا، آذربائیجان میں بھی ان کو وارث علوم امام اہلسنت اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ تسلیم کیا۔ قصیدہ بردہ کی شرح الفردہ کی تقریظ میں ایک مکی شیخ کبیر نے ان کو "الامام الشان القدیر" لکھا۔

وہ اپنے اجداد کرام کی روش پر زندگی گذارنا چاہتے تھے۔ وہ جو چاہتے تھے۔ انہوں نے دم واپسی تک وہ سب کچھ کر دکھایا اور ان کے نانا جان قطب العالم حضور مفتیٔ اعظم ہند کی جو آرزو تھی۔ اسکی تکمیل کر کے داعی اجل کو لبیک کہا۔ یہی وجہ ہے کہ چشم انصاف رکھنے والے حضرات یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ سرکار مفتیٔ اعظم ہند کے عکس جمیل کا نام تاج الشریعہ تھا۔ علم وفضل کے کوہ ہمالہ کا نام تاج الشریعہ تھا۔ اور رب ذوالجلال والاکرام نے اپنے فضل عمیم سے ان کو ایسا نوازا کہ دنیائے سنیت کے چپے چپے، خطے خطے، گوشے گوشے میں بسنے والے افراد کے مضغہائے قلوب کی دھڑکن بن گئے۔ اور فیضان مفتیٔ اعظم سے سحاب علم وفضل ایسا رم جھم برسا کہ تاج الشریعہ کا علم ہو گیا۔

نیز سرکار مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "میری اہلیہ وعزیز واقرباء نے مجھ سے کہا آپ کی علالت و کمزوری کے باعث لوگ اپنے مقصد برآوری و مطالب کے پیش نظر کیا کیا لکھواتے ہیں اور دستخط کراتے ہیں اسلئے آپ دو معتمد مقرر فرمادیں۔ لہذا فقیر بمشورہ اہلیہ وعزیز واقرباء اپنا معتمد نواسۂ حقیقی اختر رضا سلمہ ساکن خواجہ قطب بریلی و تحسین رضا سلمہ کو نامزد کرتا ہے، اور فقیر اپنے جملہ امور ان دونوں کے سپرد کرتا ہے۔ مجھے اعتماد ہے ان دونوں پر کیونکہ یہ دونوں عالم دین و معاملہ فہم ہیں جو تحریر ہو گیں یا ہونگی ان پر ان دونوں کی تصدیق لازمی ہے" (نوادرات تاج الشریعہ)

سرکار مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ کے مذکورہ بالا حوالہ نے تاج الشریعہ کے معتمد ہونے پر مہر تصدیق ثبت فرمادی۔ اب کہاں ہیں وہ لوگ جو جبہ و دستار میں سج دھج کر سرکار مفتیٔ اعظم کی ارادت و خلافت کے دعویدار ہیں اور در پردہ اپنا مشن چلا کر تعلی ونخوت کے اسواق میں بکتے جارہے ہیں۔ اگر واقعی آسمان ولایت کے اس آفتاب نصف النہار کے جلووں سے محبت میں صداقت ہوتی تو اس آئینۂ حق نما جس میں سرکار مفتی اعظم کی تجلیات سمائے ہوئے ہیں جو بدر منیر کیطرح پوری دنیائے سنیت میں مستنیر ہیں، ان جلووں میں نہا کر "یوم ندعو کل اناس بامامھم" ارشاد ربانی کی تفسیر کے مطابق سرکار مفتی اعظم ہند کے لواء تلے ہونے کا پورا حق حاصل ہوتا۔ کمال ہنرمندی سے جو لوگ مرشد برحق کو کامل و اکمل کہتے ہیں وہ یہ کیوں فراموش کر جاتے ہیں کہ انہوں نے ہی تاج

الشریعہ کو اپنا قائم مقام اور معتمد بنایا ہے۔ مجھے موجودہ صورت حال میں یہ کہنے کا پورا پورا حق ہے کہ عصر حاضر میں اپنی زر پرست دنیا کی تحصیل کیلئے جو مرشد برحق کے معتمد علی الاطلاق کو ناقص بتائے۔ ان سے مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کی کیا امیدیں وابستہ ہو سکتی ہیں۔ للہ انصاف! اگر روز جزا کا خوف دامنگیر ہے تو علی الاعلان انابۃ الی اللہ میں حیا محسوس نہیں ہونی چاہیئے۔ اور نہاں خانۂ قلب کی صدا یہی ہونی چاہیئے کہ ماضی میں جو کچھ ہوا ان سبھوں پر خاک ڈالکر پھر ہم سب ایک لڑی میں جڑ جائیں اور روز جزا کا خوف کرتے ہوئے مسلک اعلیٰحضرت کی سچی تعبیر وتوضیح میں مجتمع ہو جائیں ۱۲ فقط والسلام

***

تاج الشریعہ کی جرأت رندانہ

انصار احمد مصباحی، دار العلوم معینیہ رضویہ ممباڑ

آپ نے جمعہ کہاں پڑھا؟ سی آئی ڈی کی طرف سے پہلا سوال ہوا۔قیام گاہ پر شب خوب مار کر ساز و سامان بکھیر دیا، سر پر ریوالور تان دیا، آنا فانا ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی گئیں۔وہ بار بار یہی کہتے رہے: جناب! آخر میرا قصور کیا ہے؟ میں نے کیا جرم کیا ہے؟ میں نے کسی کا کیا بگاڑا ہے؟ مگر وہ ایک نہ سنے اور اپنی بربریت پر اٹل رہے۔انہیں پتہ نہیں کہ جس بگاڑ کا وہ اندیشہ کر رہے تھے وہ بگاڑ نہیں درستی تھی۔بہرحال سی آئی ڈی کو اس نے جواب دیا: میں مسافر ہوں، میں نے ظہر پڑھ لی ہے، مسافر پر جمعہ فرض نہیں۔

سی آئی ڈی: تم حرم میں نماز کیوں نہیں پڑھتے؟

قیدی: حرم سے دور رہتا ہوں اور وہاں صرف طواف کرنے جاتا ہوں۔

سی آئی ڈی: اپنے محلے کی مسجد میں کیوں نہیں پڑھتے؟

قیدی: میرے علاوہ کئی لوگ ہیں جو محلے کی مسجد میں نماز نہیں پڑھتے، کئی لوگ سرے سے نمازہی نہیں پڑھتے، مجھ سے ہی باز پرس کیوں ہو رہی ہے!

سی آئی ڈی: جو پوچھا جا رہا ہے اس کا جواب دو!

قیدی: محلے کا امام خود کو حنبلی کہتا ہے۔میں حنفی ہوں اور حنفی مقتدی کی رعایت غیر حنفی امام نہ کرے تو حنفی کی نماز صحیح نہ ہوگی۔

سی آئی ڈی: تمہارے پاس سید علوی مالکی کی کتابیں کہاں سے آئیں؟

قیدی: قریبی مراسم ہیں۔ملاقات ہوئی تو انھوں نے تحفۃً دی ہیں۔

سعودی افسران تگ و دو کے باوجود کوئی جرم ثابت کرنے میں ناکام رہے۔اور یوں ہی قید خانے میں ڈال دیا۔

اب دوسرے دن انھوں نے پینترا بدل لیا کہ کسی طرح سے کوئی بہانہ مل جائے جس سے ہم انہیں مجرم ثابت کر کے ان کو گھر لوٹا سکیں۔

دوسرے دن سلسلہ سوال و جواب پھر شروع ہوا۔

سی آئی ڈی: ہندستان میں کتنے فرقے ہیں؟

قیدی: (شیعہ، سنی، قادیانی اور نیچری وغیرہ چند فرقوں کے نام گنائے، ان کے عقائد اجمالا بتائے اور پھر) امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ نے قادیانیوں کا رد کیا ہے۔ان کے رد میں جزاء اللہ عدوہ، قہر الدیان وغیرہ چھ رسالے لکھے ہیں۔کچھ لوگوں نے ہم پر یہ تہمت لگائی ہے کہ ہم (امام احمد رضا کے ماننے والے) اور قادیانی ایک ہیں، وہی لوگ ہمیں بریلوی کہتے ہیں، "بریلویت" کسی نئے مذہب یا دین کا نام نہیں ہے۔

سی آئی ڈی: احمد رضا نے کس مذہب کی بنیاد رکھی ہے؟

قیدی: اس نے کسی نئے مذہب کی بنیاد نہیں ڈالی بلکہ ان کا مذہب وہی تھا جو سرکار محمد صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ اور تابعین اور ہر زمانے کے صالحین کا مذہب رہا ہے۔ وہ خود کو "اہل سنت و جماعت" کہلانا ہی پسند کرتے تھے۔

سی آئی ڈی: سنی اور وہابی میں فرق؟

(آپ نے علم غیب، توسل، شفاعت، استمداد وغیرہ مسائل میں جو وہابیوں کے نظریات ہیں بتایا اور اعلی حضرت کے نظریات بھی دلائل کے ساتھ تفصیل سے بتایا)

سی آئی ڈی: تم لوگ غیر اللہ کے لئے غیب کو ثابت کرتے ہو جو کہ شرک ہے؟

قیدی: (پھر ایک بار قرآن واحادیث سے ثابت کیا کہ نبوت "اطلاع علی الغیب" ہی کا نام ہے۔ ذاتی اور عطائی کا فرق واضح کیا)

یہ مرد مومن حالت اسیری میں بھی فاتح اور غالب رہا۔ کسی بھی طرح اس قیدی کو سعودی حکومت زیر نہ کر سکی، ان کو کوئی بہانہ نہ ملا۔ دوسرے دن وہی سی آئی ڈی ایک اقرار نامہ لے کر حاضر ہوا اور خود پڑھ کر سنایا اور اس پر دستخط کرنے کو کہا۔ اس میں یہ لکھا تھا "میں فلاں بن فلاں بریلوی مذہب کا متبع ہوں"۔

وہ سمجھ گئے کہ گدھے کو سمجھا سکتے ہیں لیکن وہابی کو نہیں۔

وہ بار بار اپنی صفائی پیش کرتے رہے، اپنا جرم پوچھتے رہے لیکن افسران اپنی رٹی رٹائی باتوں پر مصر رہے۔ ان کا مقصد جو پورا نہیں ہو رہا تھا۔ ان کی نظر میں تو اصل گناہ ان کا تصلب فی الدین تھا، حق گوئی و بے باکی تھی، ہمت مردانہ اور جرأت رندانہ تھی۔ گیارہ دنوں تک قید و بند میں رکھا، جہاز تک بیڑیاں ڈال کر لایا، دیار حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں جا کر اپنے محبوب کے روضے کی زیارت کرنے سے روک رکھا، راہ میں نماز ظہر کی بھی مہلت نہ دی۔ کوئی اور ہوتا تو مصالحت کر لیتا، لیکن یہ بندہ مومن کا قدم ثبات تھا جو جم گیا تو پھر ٹس سے مس نہ ہوا۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

کبھی کبھی عمل سے زیادہ ردعمل کارگر ثابت ہو جاتا ہے۔ حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان ازہری میاں علیہ الرحمہ کی اسیری اور سعودی مظالم کے مذکورہ واقعہ کا بھی کچھ ایسا ہی اثر دیکھنے میں آیا۔ پوری دنیا میں بین الاقوامی مظاہرے ہوئے، ورلڈ اسلامک مشن لندن، رضا اکیڈمی ممبئی، سنی جمعیۃ العلماء، جمعیت علمائے پاکستان سمیت سبھی سنی تحریکوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ 21 مئی 1987 عیسوی کو سعودی سفارت خانے سے فون آیا اور ایک ماہ کی خصوصی زیارت کے لیے ویزا کا اعلان کیا گیا اور سربراہان مملکت سعودیہ عربیہ نے یہ اعلانیہ جاری کیا: حرمین شریفین میں ہر مسلک و مذہب کے لوگ اب آزادانہ طور طریقہ سے عبادت کریں گے۔ کنز الایمان پر پابندی میرے حکم سے نہیں لگائی گئی ہے۔ مجھے اس کا علم بھی نہیں ہے۔ اب میلاد کی محافل آزادانہ طریقہ پر ہوں گی۔ کسی پر مسلط نہیں کیا جائے گا۔ سنی حجاج کرام کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہوگی۔

(حیات تاج الشریعہ ص ۹۴، بحوالہ روزنامہ الاحرام قاہرہ ۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۷ھ)

حضور تاج الشریعہ کے تذکرہ کرنے والے اکثر مضمون نگاروں نے کلید کعبہ کی دستیابی، فخر ازہر کا ایوارڈ (الدرع الفخري یا Pride of Performence جسے ہندستان میں عرفاً فخر ازہر ایوارڈ کہا جاتا ہے) اور جارڈن کی سروے تنظیم کا بااثر ترین مسلم شخصیات میں ۲۲ رویں مقام پر شمار کرنے کو زیادہ اہمیت دیا ہے۔ موصوف ان خوبیوں سے متصف تھے، ان سے ہمارے ممدوح کا قد بالا ہوتا ہے، لیکن ان ساری باتوں میں غیر کا بھی اشتراک ہے۔ حضرت کا ایک وصف ایسا بھی ہے جو کم از کم معاصرین میں ناپید معلوم ہوتا ہے اور وہ ہے آپ کا ایمانی جرأت رندانہ، تصلب فی الدین اور راسخ الاعتقادی۔ اور بقول ڈاکٹر اقبال لاہوری کے جو چیزیں ایک انسان کو صحیح معنی میں مرد مومن بناتی ہیں یعنی آئین جہانگیری، مرد قلندر کا انداز ملوکانہ، حیرت فارابی و تاب و تب رومی، جذب کلیمانہ و فکر حکیمانہ، اور نعرہ مستانہ سب کچھ تھیں کیوں کہ ان میں شرم نبی خوف خدا کے ساتھ جرأت مومنانہ بدرجہ اتم موجود تھی۔

میری میں فقیری میں شاہی میں غلامی میں
کچھ کام نہیں بنتا بے جرأت رندانہ

پوری حیات طیبہ جرأت اور حق گوئی سے عبارت رہی، سر دست چند واقعات کو مختصراً پیش کر رہے ہیں:

(۲) ایمرجنسی کے زمانے میں نس بندی کے خلاف فتویٰ: یہ فتویٰ نہ صرف آپ کی حمیت اسلامی کی دلیل ہے بلکہ "سمندر کو کوزے میں بھرنا" محاورے کی عمدہ مثال بھی ہے۔ اس جامع و مانع فتویٰ پر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ، علامہ محدث کبیر، قاضی عبدالرحیم بستوی اور مفتی ریاض احمد سیوانی کے دستخط ہیں۔ 25 جون 1975 کی رات وقت کے وزیر اعظم اندرا گاندھی نے اپنی اقتدار بچانے کے لئے ملک میں ایمرجنسی نافذ کر دیا۔ میڈیا کی نشر و اشاعت کے سارے حقوق اپنے نام محفوظ کر لئے۔ مقصد صرف اتنا تھا کہ نس بندی کے دوران رکاوٹوں کو پوری طرح کچلا جاسکے اور اس سے ہونے والی ہلاکتوں کا علم کسی کو نہ ہونے پائے نیز مخالفین کی آوازیں کوئی نتیجہ برآمد نہ کرسکیں۔ اس راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ مسلمانوں کا مذہبی حکم نامہ تھا۔ دارالعلوم دیوبند رابطہ کیا گیا، مہتمم دارالعلوم قاری طیب نے مرعوب ہوکر جواز کا فتویٰ صادر کر دیا۔ اب باری تھی بھارت کی سب سے عظیم اور محکم دار الافتاء، بریلی شریف کی۔ حضور مفتی اعظم ہند کے حکم پر آپ نے قرآن و احادیث کی روشنی میں نس بندی کو حرام ہونے کا فتویٰ دے دیا۔ اور بتایا کہ اس میں کئی حرام کاموں مثلاً (۱) بے ضرورت شرعی ننگا ہونا (۲) تغییر خلق اللہ وغیرہ کا ارتکاب ہے نیز یہ معیشت کو بچانے کے لئے نسل کشی جیسا ہے اور **لا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق** کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اسے صراحتاً حرام قرار دیا ہے۔ اخبارات نے اشاعت سے انکار کر دیا تو سائکلو اسٹائل کے ذریعے اس کی تشہیر کی۔ پورا ملک گاندھی کے جابرانہ حکمنامے کے سامنے سرنگوں نظر آرہا تھا، کوئی کچھ لب کشائی کی بھی جرأت نہیں کر پارہے تھے، ایسے وقت میں بریلی کے مرد مجاہد نے اپنے فتوے کے آخر میں یہ بھی لکھ دیا کہ "ہم حکومت سے یہی کہیں گے کہ وہ مسلمانوں کے مسائل شرعیہ کا احترام کرے اور انہیں مجبور نہ کرے"۔ (تجلیات تاج الشریعہ ص ۳۳)

(۳) آپ کا تیور بچپن سے ہی مجاہدانہ تھا، بلکہ بے باکانہ اصلاحی پہلو آپ کی موروثی فطرت میں ودیعت کی گئی تھی۔ حیدرآباد کی ایک تقریر میں مولانا عبداللہ قریشی نے حضور تاج الشریعہ کے سامنے کہا: میں نے جامع ازہر میں ان کا زمانہ طالب علمی دیکھا ہے۔ وہ اس وقت بھی شریعت کے بہت بڑے پابند تھے۔ وہ وہابی گستاخ رسول کو دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک ہندی

طالب علم سے میں نے دریافت کیا "کہاں سے پڑھ کے آئے ہو؟" اس نے "دارالعلوم دیوبند" بتایا۔ اس وقت مولانا اختر رضا بھی موجود تھے۔ یہ سن کر فوراً لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھنا شروع کردیا۔

(۴) بندہ مومن کا دل بیم وخطر سے پاک ہے۔ نماز کے لئے ٹرین چھوڑ دینے کے حضرت کے کئی واقعات زباں زد ہیں۔ ایک بڑا ہی ایمان افروز واقعہ فقیہ النفس مفتی مطیع الرحمٰن صاحب رضوی کی زبانی سنیے!: ۱۹۷۴ء کی بات ہے جب حضور مفتی اعظم نے بہار کے ضلع پورنیہ کا آخری سفر فرمایا۔ اس سفر میں ہم خواجہ تاشان رضویت کی استدعا پر حضرت تاج الشریعہ کو بھی ہمراہ ہونا تھا... مولانا مقبول صاحب حضور مفتی اعظم کے ہمراہ ہوگئے اور تاج الشریعہ نے طے کیا کہ وہ تاریخ مقررہ کی صبح براہ راست گوہاٹی میل سے کشن گنج پہنچیں گے۔ جب مقررہ تاریخ آئی تو استقبال کے لئے سینکڑوں علماء عوام کشن گنج جنکشن پہنچ گئے۔ حضور مفتی اعظم کی تشریف آوری تو کلکتہ سے صبح پہنچنے والی ٹرین سے ہوگئی، مگر گوہاٹی میل سے تاج الشریعہ نہیں پہنچے۔ ٹرین کے کچھ مسافروں نے استقبال کے لئے پہنچنے والوں کا ہجوم دیکھ کر وجہ دریافت کی تو ان کو بتایا گیا کہ اسی ٹرین سے ہمارے ایک بزرگ تشریف لانے والے تھے مگر وہ نظر نہیں آرہے ہیں۔ تو انہوں نے بتایا کہ سورج ڈوبنے کے قریب ہورہا تھا کہ ٹرین مظفر پور پہنچی تھی اور حلیہ بتاکر کہا کہ اس شکل وصورت کے ایک صاحب بڑی بے تابی سے اتر کر نماز پڑھنے لگ گئے تھے۔ ٹرین روانہ ہونے لگی تو بھی وہ صاحب نماز ہی پڑھتے رہے۔ بالآخر ٹرین روانہ ہوگئی اور وہ وہیں رہ گئے۔ اگر آپ لوگ ان ہی کو لینے آئے ہیں تو یہ ہے ان کا سامان، اتار لیجئے! ہم لوگوں نے سامان اتارلیا اور حضرت تاج الشریعہ کئی ٹرینیں بدلتے ہوئے شام کو پہنچ سکے۔

(مفتی صاحب کے تازہ مضمون سے اقتباس)

(۵) حکمرانوں سے بے اعتنائی: جنوری 1995 دوپہر دو بجے کی بات ہے کہ وزیر اعظم پی وی نرسمہا راؤ کے خصوصی سیکریٹری حضور تاج الشریعہ کی خدمت میں وزیر اعظم کا پیغام لیکر حاضر ہوئے، اور خط پڑھ کر سنایا کہ وزیر اعظم ہند آپ کی شخصیت سے بہت متاثر ہیں اور ملاقات کی خواہش کرتے ہیں، آپ نے جواب دیا: میں مصروف ہوں، میں سیاسی آدمی نہیں ہوں، اس کے علاوہ وزیر اعظم کے ہاتھ بابری مسجد کی شہادت میں ملوث ہیں۔ (فتاویٰ تاج الشریعہ، ا/ص ۹۴)

مداہنوں کے خلاف فتویٰ اور ان سے مناظرے میں پیش پیش رہنا، اعلیٰ عہدوں پر فائز حکمرانوں اور اسٹارس سے بے اعتنائی اور انہیں خاطر میں نہ لانا، ایم ایل سی کی سیٹ کے پیش کش کو ٹھکرا دینا، ٹائی پہنے دیکھ کر بروقت اتروانا، تصویر کی حرمت پر فتویٰ، اور چند آزاد رو اور مطلق العنان علمائے سو کی بے راہ روی کی بروقت تنقید یہ چند کارنامے ہیں جو بریلی کے اختر رضا خان کو اسلام کا سچا داعی، قاضی اہل سنت، مسلک اعلیٰ حضرت کا سپہ سالار اور "تاج الشریعہ" بناتے ہیں۔

***

حضور تاج الشریعہ کے محاسن وکمالات

مولانا محمد عاقل رضوی، صدر المدرسین جامعہ رضویہ منظر اسلام، سوداگران، بریلی شریف

نبیرۂ امام اہل سنت، وارث علوم اعلیٰ حضرت، فخر ازہر، مرشد گرامی، سیدی الکریم، تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے علم وفضل، تقویٰ وطہارت، حزم احتیاط، جملہ علوم میں کمال مہارت کی وجہ سے یگانۂ روزگار شہرۂ آفاق شخصیت کے حامل تھے۔ اپنے بیگانے سب ان کی علمی برتری کے قائل اور معترف تھے۔ پیچیدہ، لاینحل مسائل میں اکابر علما آپ سے رجوع کرتے۔ اس طرح آپ کی مبارک ذات عوام وخواص بھی کے لیے مرکز عقیدت تھی۔

اہل سنت کو حضرت سے ایسی والہانہ عقیدت ومحبت تھی کہ پروانہ وار نثار ہونے کے پاکیزہ جذبہ بیکراں سے ہمیشہ سرشار رہتے۔ حضرت جس علاقہ میں جلوہ افروز ہوتے سارا علاقہ سمٹ آتا اور حضرت کی زیارت، زبان حق ترجمان کے مبارک کلمات سے عقیدہ وایمان کا تحفظ ہو جاتا، لوگوں کے دلوں میں عشق رسالت کی ضیاء بار کرنوں میں مزید چمک آجاتی، کتنے بدعقیدہ بدمذہبیت سے توبہ کر کے داخل سلسلہ ہو جاتے، حضرت کے دست حق پرست پر بیعت ہونے والے افراد لاکھوں کی تعداد میں دنیا بھر میں مذہب اہل سنت، مسلک اعلیٰ حضرت کا پرچم بلند کر رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے مسلک اعلیٰ حضرت اور سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی ترویج واشاعت میں پوری زندگی وقف کر دی۔ عوام وخواص میں قبول عام کا بارگاہ ایزدی سے وافر حصہ ملا یہی وجہ ہے کہ آپ کے دامن کرم سے وابستہ افراد بے شمار ہیں۔

ملک وبیرون ملک میں تبلیغی اسفار کی بے پناہ مصروفیات کے باوجود فتویٰ نویسی اور درجنوں علمی کتابوں کے مصنف ومترجم ہونے کی حیثیت سے بھی آپ کی ذات انفرادی خصوصیت کی حامل نظر آتی ہے۔ ہر تصنیف سے عیاں ہوتا ہے کہ آپ علم کثیر وسعت مطالعہ اور قلم سیال کے مالک ہیں۔

سب سے پہلے حضرت کی زیارت اور خطاب سننے کا موقع ۱۹۸۶ء میں اس وقت میسر آیا جب آپ افتتاح بخاری شریف کے لیے جامعہ فاروقیہ عزیز العلوم قصبہ بھوج پور ضلع مرادآباد میں جلوہ فرما ہوئے۔ اسی موقع پر راقم الحروف کو شرف بیعت حاصل ہوا۔ حضرت نے حدیث مبارک ''انما الاعمال بالنیات الخ'' کی تشریح وتوضیح فرماتے ہوئے ایسے علمی نکات بیان فرمائے کہ سارے مجمع سے داد وتحسین کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔

حضور تاج الشریعہ دیگر علوم کی طرح علم حدیث میں بھی اپنے وقت کے امام اور عظیم وجلیل محدث تھے۔ حضرت کا حاشیۂ بخاری شریف اس پر شاہد عدل ہے جو علم حدیث میں گراں قدر قابل افتخار علمی سرمایہ ہے۔ حاشیہ بخاری شریف سے چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں جس سے حضرت کی قوت استحضار، ندرت استدلال اور شان علم وفضل کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

حدیث مبارک ''انما الاعمال بالنیات'' کی تشریح کرتے ہوئے ''فائدہ'' کے تحت ارشاد فرماتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کسی سے منقول نہیں کہ انہوں نے زبان سے نماز کی نیت کی ہو۔ البتہ صحابہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان نے زبان سے نیت کرنے کو مستحب قرار دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ زبان سے نیت کرنا بدعت حسنہ ہے۔ بدعت صرف بدعت سیئہ نہیں ہوتی ہے بلکہ حسنہ بھی ہوتی ہے۔ لہٰذا وہابیوں کا یہ گمان کہ ہر بدعت سیئہ ہے مسلمانوں پر ظلم وزیادتی ہے۔ بلکہ ان کا یہ گمان خود بدعت ہے اور وہ بدعتی ہیں۔ پھر اس تعلق سے احادیث مبارکہ، علامہ علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی "مرقاۃ شرح مشکوۃ" کی تفصیلی عبارت نقل فرمائی۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں ایک باب قائم فرمایا: "باب قول اللہ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا"۔ پوری آیت یہ ہے "ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا"۔ اس کے اس حاشیہ میں مولوی احمد علی سہارنپوری نے یہ تحریر فرمایا: اراد بایراد ھذا الباب المترجم بھذہ الآیۃ التنبیہ علی ان من العلم شیئا لم یطلع اللہ تعالیٰ علیہ نبیا ولا غیرہ۔ یعنی اس آیت کے ساتھ باب مقرر کرنے میں اس بات پر تنبیہ کرتا ہے کہ کچھ علوم ایسے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے نبی اور غیر نبی کسی کو مطلع نہیں فرمایا۔

حضور تاج الشریعہ اس حاشیہ کا رد کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس تنبیہ پر کوئی دلالت نہیں۔ آیت اُس پر دلالت نہیں کرتی جو تم گمان کرتے ہو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں ارشاد فرماتا ہے: "وعلمک مالم تکن تعلم" اور فرمایا "الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان" یعنی بیان ما کان وما یکون۔ اور کہا گیا ہے کہ "الانسان" سے مراد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اور قرآن منزل کی صفت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا "ولا رطب ولا یابس الا فی کتب مبین" اور فرمایا "تبیانا لکل شیٔ" اور لفظ "کل" صیغۂ عموم ہے جو ہر شی کو شامل، مفید استغراق ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عموم علم سے علم روح بھی مستثنیٰ نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روح کا علم بھی عطا فرمایا گیا۔ سیاق آیت اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قریش نے یہ سوال کیا کہ روح قدیم ہے یا حادث؟ اس آیت میں اس کا جواب دیا گیا جس کا حاصل یہ ہے کہ روح موجود اور حادث ہے۔ کلمہ "کن" سے پیدا کی گئی۔ فرمایا "قل الروح من امر ربی" سائلین کے لیے جواب کو مبہم رکھا گیا یا اشارہ کرنے کے لیے کہ اے سائلین! تمہیں اس کے علم کی کوئی راہ نہیں۔ اسی لیے فرمایا "وما اوتیتم من العلم الا قلیلا" یہ خطاب یہود و سائلین سے ہے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے یہ تشریح تفقہاً فرمائی پھر یہ تشریح تفسیر کبیر میں دیکھی۔ خود فرماتے ہیں:

"ھکذا کنت اظن ثم راجعت التفسیر الکبیر فوجدتہ صرح بنحو ما فھمتہ فالحمد للہ علی التوفیق۔"

تشریح بالا سے حضور تاج الشریعہ کا رسوخ فی العلم اور علمی کمال ندرت استحضار کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

حدیث مبارک ہے: عن عبد اللہ بن عمر ان رجلا قام فی المسجد فقال یا رسول اللہ من این تامرنا ان نھل؛ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یھل اھل المدینۃ من ذی الحلیفہ ویھل اھل الشام من الجحفہ ویھل اھل نجد من قرن۔ یعنی عبد اللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب نے مسجد میں کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! احرام کس جگہ سے

باندھا جائے؟ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اہل مدینہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں اور اہل شام مقام جحفہ سے اور اہل نجد قرن سے۔

اس حدیث کے تحت حضور تاج الشریعہ تحریر فرماتے ہیں:

فیہ معجزۃ عظیمۃ للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیث اخبر بأن الناس یسلمون ویحجون البیت من کل مکان فعین لکل مھلا یھل منہ یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اہل شام، اہل نجد کے لئے میقات مقرر کرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے ہی خبر دے دی کہ لوگ اسلام قبول کریں گے اور ہر طرف سے حج کے لیے آئیں گے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب کے لیے الگ الگ میقات مقرر فرمائی۔ اسی طرح پورا حاشیہ علمی نکات پر مشتمل اہم علمی ذخیرہ ہے۔ یہ حاشیہ بخاری شریف کے ساتھ مجلس برکات مبارکپور سے شائع ہو چکا ہے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان دنیا سے رخصت ہوئے تو دنیائے سنیت میں کہرام برپا ہو گیا۔ میر کارواں کا رخصت ہونا یقیناً کارواں کے لیے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ حضور تاج الشریعہ کے وصال سے ہمارے اکابر علماء و مشائخ کی دینی و ملی و مسلکی ذمہ داریوں میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے، مذہب اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت اور بریلی شریف کی مرکزیت کے استحکام کے لیے ضروری ہے کہ تمام علمائے اہل سنت متحد ہو کر جماعت کی شیرازہ بندی فرمائیں تاکہ ہماری جماعت بدمذہبوں کی عیاری و مکاری سے محفوظ رہے اور گلشن سنیت کی پر بہار رونق میں مزید اضافہ ہو۔

اللہ رب العزت حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے مزار پر انوار پر خصوصی فضل و کرم کی بارش نازل فرمائے اور جنت الفردوس میں بلند مقام سے سرفراز فرمائے اور ہم سب کو حضور تاج الشریعہ کے علمی فیضان سے ہمیشہ مالا مال رکھے۔

***

حضور تاج الشریعہ! کچھ یادیں کچھ باتیں

محمد اسلم رضا میمن شیوانی تحسینی

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان ازہری عالَمِ اسلام کی عظیم علمی و روحانی، بلکہ ہمہ جہت عبقری شخصیت ہوئے۔ آپ کے چہرے کا نور دیکھنے والے کی آنکھوں کو خیرہ کرتا۔ آپ حسنِ صورت کے ساتھ ساتھ حُسنِ سیرت واَخلاق کے بھی پیکر تھے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے میرا رشتۂ اکتسابِ فیض اُس وقت شروع ہوا، جب میری عمر تقریباً 15 برس تھی۔ جب بھی آپ کراچی تشریف لاتے اور مجھے علم ہوتا، میں ضرور آپ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کرتا۔ دورانِ طالب علمی جب درجۂ رابعہ میں داخلہ کے سلسلے میں میرا "جامعہ اشرفیہ مبارکپور" جانا ہوا، چونکہ میں وہاں ماہِ شوال کے ابتدائی دنوں میں پہنچ گیا تھا، اور ابھی تعلیمی سال کے آغاز میں دیر تھی، لہٰذا میں بریلی شریف حاضر ہوا، اور تقریباً گیارہ 11 دن حضور تاج الشریعہ کے خاص مہمان خانہ میں ٹھہرنے کا شرف حاصل ہوا، جبکہ ضیافت کا اہتمام بھی حضور کے دولت خانے سے کیا جاتا تھا۔

حضرت روزانہ صبح ناشتہ کے بعد "بخاری شریف" سے درسِ حدیث دیا کرتے، اور اپنے "حاشیہ بخاری شریف" کے لیے اہم نوٹس بھی لکھواتے۔ مجھے بھی ان دُروس میں نہ صرف شرکت، بلکہ تلاوتِ حدیث کی سعادت بھی حاصل ہوا کرتی، جب کبھی مجھے پہنچنے میں تاخیر ہو جاتی، تو دیگر احباب سے پوچھتے کہ "اسلم رضا کہاں ہے؟"۔ یہ حضرت کی شفقتیں تھیں، جو آج بھی میرے لیے انتہائی حسین روحانی شعور واحساس کا سبب ہیں۔

آپ نے سیّدی اعلیٰ حضرت کی کئی عربی کتب ورسائل کا اردو اور عربی میں ترجمہ کیا ہے۔ آپ کی یہ عادت کریمہ تھی کہ دورانِ سفر بھی سلسلۂ تحریر جاری رکھتے۔ 1429ھ / 2008ء کے اوائل میں کراچی تشریف لانے سے قبل، مجھے حکم بھجوایا کہ "اسلم رضا کراچی میں ہوں، تو اُن سے کہہ دو کہ تیار رہیں! کچھ لکھوانا ہے" جب آپ کراچی تشریف لا کر، پیر کالونی میں حافظ اسلم صاحب کے ہاں قیام پذیر ہوئے، تو مجھے یاد فرمایا اور کہا: "اعلیٰ حضرت کے عربی رسالہ "أنوار المنّان في توحید القرآن" کا اردو ترجمہ کر رہا ہوں، جو ابھی کچھ باقی ہے، آپ روزانہ صبح آجایا کریں، میں وہ لکھواتا رہوں گا"۔ حسبِ ارشاد میں روزانہ ناشتہ کے وقت حاضر ہوتا، حضور فی البدیہ املاء کراتے اور مَیں لکھتا جاتا، اس طرح چند نشستوں میں یہ کام مکمل ہوا۔ پھر حضرت نے اس کا مسودہ میرے حوالے کرتے ہوئے فرمایا کہ "اسے کمپوز کروا لو"۔ میں نے 1427ھ / 2006ء میں کراچی میں قائم اپنے ادارہ "ادارۂ اہلِ سنّت" میں اسے کمپوز، پروف ریڈ اور نصوص کی تخاریج سے آراستہ کروا کر شائع کر دیا۔

ایک بار میں نے عرض کی کہ "حضور! آپ دیوبندیوں وغیرہ کے رد پر مشتمل، سرکار اعلیٰ حضرت کے کچھ اردو رسائل کا عربی ترجمہ کر چکے ہیں، اب اگر بالخصوص غیر مقلد سلفیہ کے رد میں سیّدی اعلیٰ حضرت کی کتاب "قوارع القهّار على المجسّمة الفجّار"

کی تعریب کردیں تو بہت اچھا ہو!" آپ نے کمال شفقت کے ساتھ اس گزارش کو قبول فرما کر، جلد ہی اس کام کی تکمیل فرمادی، پھر یہ کتاب دمشق اور مصر سے چھپ کر عرب ممالک میں کئی گمراہوں کے لیے ہدایت کا سامان بنی، والحمدللہ رب العالمین!۔

بعض احباب مجھ پر حضرت کی عنایتیں دیکھ کر کہتے کہ "حضور یہ اسلم رضا تو آپ کا مرید بھی نہیں ہے؟" تب آپ ارشاد فرماتے کہ "یہ صدر العلما علامہ تحسین رضا صاحب کے مرید ہیں تب ایک ہی بات ہے، اُن کا مرید ہمارا مرید ہے!"۔

1428ھ/2008ء میں کراچی میں قیام کے دوران ہماری دستار بندی بھی فرمائی، اور خلافت (اجازتِ سلسلہ) کا اعلان بھی فرمایا۔ اسی سال کے اواخر میں جب مجھے ابوظبی اوقاف کے تحت شروع ہونے والے فتویٰ سینٹر کی طرف سے، بحیثیت حنفی مفتی (عربی، اردو کے لیے) پیشکش ہوئی، تب میں نے حضرت سے دعا کے لیے درخواست کی، آپ نے خوب دعاؤں سے نوازا۔ جب باقاعدہ طور پر میں ابوظبی منتقل ہوا، تو حضور جب بھی U.A.E تشریف لاتے، مجھ فقیر کو ضرور یاد فرما کر حاضری کا حکم فرماتے، اس طرح میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوا کرتا۔

چند بار ابوظبی، عرب امارات میں ہمارے غریب خانے پر بھی قدم رنجا فرمایا، تب میں نے اپنے بیٹے مصطفیٰ رضا کی آپ سے تحنیک کروائی۔ الحمدللہ میرے پانچوں بچے حضور تاج الشریعہ کے مرید ہیں، اور ان سب کے لیے حضرت نے تحریری سند واجازتِ حدیث شریف بھی عنایت فرمائی ہے۔

2010ء میں جب حضرت ابوظبی تشریف لائے، تو ابتداءً میرے ہاں تشریف فرما ہوئے یہیں کچھ آرام کے بعد تازہ وضو کے ساتھ غالباً مغرب یا عشاء کی نماز ادا فرمائی، اس دوران آپ کے کئی عقیدت مند، اور وہ عرب علماء جن سے حضرت کا سابقہ تعارف تھا، قرب وجوار سے آپ کی زیارت وصحبت کی غرض سے حاضر ہوئے تھے، ان سب کے ساتھ 10، 12 گاڑیوں میں ایک جلوس کی شکل میں، یمن کے مشہور ومعروف عالم دین حبیب علی جُفری صاحب کی طرف روانہ ہوئے، جہاں انہوں نے حضرت سے خصوصی وقت لے کر، نہایت خوبصورت محفل سجا رکھی تھی، بڑے بڑے علماء، مشائخ اور احبابِ اہلِ سنت کو یہ کہہ کر دعوت دے رکھی تھی، کہ آج ہمارے گھر ایک چاند کا ٹکڑا اُترنے والا ہے۔

اس مجلس میں حضرت کا بڑے پرتپاک طریقے سے استقبال کیا گیا، حضرت کے تقویٰ وپرہیزگاری اور علمی وجاہت کا انتہائی لحاظ رکھتے ہوئے، اُن مسائل میں جن میں آپ ایک امتیازی ومحتاط موقف رکھتے تھے (جیسے وڈیو، تصویر کشی اور مروجہ دف کی حرمت وغیرہ) اس بارے میں کمال اہتمام کا مظاہرہ کرتے ہوئے، میزبان نے علی الاعلان فرمایا کہ آج حضور کی آمد پر ہم ان سارے کاموں سے اجتناب کریں گے؛ تاکہ حضرت کو ایذا نہ ہو، اور پھر وہاں اس اعلان پر خوب عمل بھی ہوا۔ قبلہ جُفری صاحب کے ہاں حضور تاج الشریعہ نے عربی میں نعت شریف پڑھی، اور نا صرف عام لوگوں نے، بلکہ اوقاف ابوظبی کے زیر اہتمام فتویٰ سینٹر کے مفتیانِ کرام نے بھی، حضرت سے بعض شرعی مسائل میں رہنمائی حاصل کی۔

اس مناسبت سے حبیب علی جفری صاحب نے، وہاں موجود علمائے کرام کے لیے حضرت سے اجازتِ حدیث کی درخواست کی، جسے آپ نے قبول فرماتے ہوئے تمام موجود علماء وطلاب کو اجازتِ حدیث شریف عطا فرمائی۔

محفل کے اختتام پر حضرت نے تازہ وضو کرنا چاہا، تو میزبان انہیں اپنے خاص کمرہ میں لے گئے، اور جب آپ نے جرابیں

اتاریں، تو حبیب علی جفری صاحب نے انہیں اُٹھا لیا، بعدِ فراغت جب حضرت باہر آکر تشریف فرما ہوئے، تو حبیب علی جفری صاحب آپ کے قدموں میں بیٹھ کر جرابیں پہنانے لگے، حضرت نے بہت منع کیا کہ آپ سیّدزادے اور عالمِ دین ہیں، لیکن میزبان مُصر رہے اور بالآخر حضرت کو اپنے ہاتھوں سے جرابیں پہنائیں۔ میزبان نے اپنے خاص معاملات کے لیے حضرت سے دعا کی درخواست کی، آپ نے انہیں خوب دعاؤں سے نوازا۔

اس کے بعد بھی حضرت وقتاً فوقتاً متحدہ عرب امارات تشریف لاتے رہے، جہاں حضرت کی بارگاہ میں مجھ فقیر کی بارہا حاضری ہوتی رہی، اور آپ کی زیارت وصحبت کا شرف بھی ملتا رہا۔

اللہ کریم اہلِ سنّت میں ایسے علماء ومشائخ کی کثرت فرمائے! اور ہمیں ان سے فیضیاب فرمائے، آمین!۔

***

تاج الشریعہ مظہر اعلیٰ حضرت

مفتی قاضی شہید عالم رضوی، استاذ و مفتی، جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج، بریلی شریف

تاج الشریعہ، شمس الطریقہ، منبع الفضائل، فخر الاماثل بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، قطب الاعالی، فلک المعالی، شیخ الاسلام والمسلمین، قطب الارشاد والمسترشدین، مخزن علم وحکمت، مرجع قوم وملت، علم وفضل کے تابندہ اختر، عالم اسلام میں فخر ازہر، وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین تاجدار اہل سنت، پرتو مجدد الاسلام، مظہر حجۃ الاسلام رہبر شریعت، شیخ طریقت، حضرت علامہ ومولانا اختر رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے علوم کے سچے وارث تھے۔ کیوں نہ ہوں؟ آپ کی رگوں میں اعلیٰ حضرت کا لہو اپنی تاثیر دکھا رہا تھا۔ آپ کے مزاج میں تفقہ پوری شان کے ساتھ موجود تھا۔ امور دین میں تصلب آپ کی فطرت وجبلت میں داخل تھا۔ اپنے اسلاف کے موقف اور نقطۂ نظر سے سر مو انحراف کو روا نہیں رکھتے۔ اعدائے دین کے لیے ہر وقت شمشیر قلم بے نیام رکھتے۔ اسلاف کے نقطۂ نظر کے خلاف کہیں بھی قلم اٹھایا جاتا تو فوراً آپ کا تصلب اور علمی فیضان سد سکندری بن کر حائل ہو جاتا۔

قوت حفظ، استحضار مسائل اور قوت استخراج واستنباط امام احمد رضا قدس سرہ کی بارگاہ سے گویا ترکہ میں پائی۔ علم فقہ وعلم کلام کے دقیق مسائل میں اتنا استحضار کہ اہل علم محو حیرت رہ جاتے۔ آپ کے سامنے بڑے بڑے اہل علم سے کسی کتاب کی عبارت پڑھنے میں اتفاقاً چوک ہو جاتی تو حضرت فوراً اصلاح فرما دیتے۔ ذہانت وفطانت اور قوت حفظ کا اس بات سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ''المعتقد المنتقد'' اور اس کی شرح ''المستند المعتمد'' اور اس جیسی کتابوں کا محض عبارت سماعت فرما کر فی البدیہ ترجمہ بیان کر دیتے۔ شرق وغرب اور شمال وجنوب سے جو حضرات شرف ملاقات کے لیے حاضر بارگاہ ہوتے ان حضرات نے اچھی طرح مشاہدہ کیا کہ اکثر اوقات حضرت کی زبان فیض ترجمان سے علمی مشاغل جاری اور قلم ساری رہتا۔ کبھی لاینحل استفتاء کا جواب لکھواتے اور کبھی دینی مشکل کتاب کا ترجمہ تحریر کرواتے اور کبھی فتاویٰ رضویہ اور امام احمد رضا قدس سرہ کی دیگر کتابوں کی تعریب میں مشغول رہتے تاکہ اہل عرب مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت کی تعلیمات سے متعارف ہو سکیں اور فرقۂ باطلہ کے مکر وکید سے آگاہ رہیں۔ عربی زبان وادب پر قدرت کاملہ اور قوت حافظہ کی وہ نرالی شان تھی کہ عالیجناب مولانا عاشق حسین صاحب کشمیری بڑی بڑی عبارتیں حضرت کو پڑھ کر سناتے جاتے جبکہ وہ عبارتیں احکام فقہیہ اور مسائل کلامیہ کی دقیق ابحاث پر مشتمل ہوتیں مگر حضرت محض عبارت سن کر فی البدیہ فصیح عربی میں ترجمہ بیان فرما دیتے۔

ایک بار کا اتفاق ہوا کہ ٹائی کے مسئلہ میں اس فقیر کی حضرت سے گفتگو چل رہی تھی۔ اسی درمیان ''نسیم الریاض'' کی ایک طویل عبارت حضرت کے سامنے پیش کی۔ پھر چند دنوں کے بعد جب اسی مسئلہ پر دوبارہ گفتگو شروع ہوئی تو حضرت نے وہ پوری عبارت زبانی پڑھ دی۔ میں محو حیرت تھا کہ چند دن پہلے ایک بار ملاحظہ فرمانے کے بعد پوری عبارت حرف بحرف یاد رکھ لیا

حضرت کی قوت حفظ کی بے مثال خوبی اور خصوصیت ہے۔

اسلاف کی تعلیمات اور مسلک اعلیٰ حضرت کی حفاظت وصیانت کے عظیم داعی وامین تھے۔اپنے اسلاف کے موقف کے خلاف کوئی تحریر ملاحظہ فرماتے تو فوراً مدلل وشافی جواب تحریر کراتے اور جوابی تحریر لکھوانے میں اصول بحث اور قواعد مناظرہ کا پورا لحاظ رکھتے۔اسی وجہ سے حضرت کی جوابی تحریر اہل علم کے نزدیک وقیع اور دلچسپ ہوتی۔اگر تفصیل کا موقع ہوتا تو بطور تمثیل کچھ عبارتیں پیش کرتا۔

عزم واستقلال اتنا قوی کہ ضعف بصر وعلالت طبع حضرت کے علمی مشاغل میں حائل نہ ہو سکے۔یہ لفاظی اور مبالغہ آرائی نہیں بلکہ اپنے مشاہدات کو الفاظ وعبارات کا جامہ پہنا رہا ہوں۔حضرت کے عربی واردو کتابوں کے تراجم اور بخاری شریف کے حواشی و دیگر تصنیفات وتعلیقات کا مطالعہ کرکے بخوبی اس بات کا اندازہ کر سکتے ہیں۔بطور نمونہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی کتاب "الهاد الكاف في حكم الضعاف" کے عربی ترجمہ کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔کتاب دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کسی کتاب کا ترجمہ نہیں بلکہ فصیح عربی میں لکھی جانے والی ایک مستقل تصنیف ہے۔

حضرت کے تبلیغی اسفار جاری رہے۔دعوت وتبلیغ اور رشد وہدایت کا کام جاری وساری رہا۔آپ نے نور علم کی ضیا بار کرنوں سے عالم اسلام کو منور کیا۔کونسا ملک ہے کہ جو ان کے فیضان سے محروم رہا۔کون سا صوبہ ہے جہاں ان کے رشد وہدایت کی روشنی نہیں پہنچی؟ کون سا خطہ ہے جس کو آپ کی ضیا بار کرنوں نے منور نہ کیا؟ کون سی سرزمین ہے جہاں آپ کی شفقت ساون بن کر نہ برسی؟۔

یہی وجہ ہے کہ ایشیا ہو یا افریقہ یورپ ہو یا امریکہ کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں آپ کے فیضان کرم کا جھالہ نہ پڑا ہو۔حضرت کی رحلت عالم اسلام کے لئے خاص طور سے ہندوستان کے سنیوں کے لئے عظیم خسارہ ہے۔اللہ رب العزت جل جلالہ حضرت کا علمی فیضان جاری وساری رکھے اور عالم اسلام کو مستفیض ومستنیر فرمائے۔آمین

***

تاج الشریعہ ایک ہمہ جہت شخصیت

مولانا انس رضا خان قادری، جانشین حضور خالد ملت و مہتمم دار العلوم مظہر اسلام، بریلی شریف

تاج الشریعہ علامۃ الدہر الشاہ اختر رضا خان علیہ رحمۃ المنان رشد وہدایت حلم و بردباری، متانت و سنجیدگی کے نیر تاباں تھے تصلب و استقامت فی الدین کے جبل متین تھے اہل سنن کے پیشوا مسلک اعلیٰحضرت کے نگہباں، وادی رضا کے شیر، امام احمد رضا خان کے علوم وعرفان کے سچے وارث تھے۔

ہندوپاک کا کون سا خطہ ہے جہاں حضرت کی پیشوائی کا علم نہ گڑا ہو یورپ وافریقہ کی کون سی وادی ہے جہاں حضرت کی رہنمائی کی دھمک نہ محسوس کی جاتی ہو، برصغیر (ہندو پاک) اور ایشیا وامریکا کا کون سا سنی عالم ہے جو حضرت کی حیات طیبہ میں آپ کی قیادت وسیادت کا انکار کرتا ہو کون سا سنی طبقہ ہے جو آپ کو مرجع اور فائق نہ مانتا ہو، نہیں کوئی نہیں۔

مگر جب بات دین وسنت کی آتی اور آپ کسی کو سر مو راہ حق سے ہٹا ہوا پاتے فوراً تنبیہ فرماتے اقوال اسلاف خصوصاً اعلیٰحضرت کے بیان فرمودہ حقائق کو واضح فرماتے۔ کون کیا کہے گا کون مخالفت پر آمادہ ہو جائے گا اس کی کبھی پرواہ نہ فرماتے یہی وجہ ہے کہ آپ اس مصرع کے مصداق بن جاتے ہیں کہ ؎

سب ان سے جلنے والوں کے گل ہو گئے چراغ

میں نے محسوس کیا کہ حضرت کی حق گوئی کے خلاف کبھی کبھی ایسی بادسموم چلی کہ لگتا تھا اہل سنت میں کئی دھڑے ہو جائیں گے حضرت ایسے وقت میں اعلیٰحضرت امام اہل سنت کے اس شعر کے مصداق بن جاتے تھے کہ ؎

اک طرف اعدائے دیں ایک طرف حاسدیں
بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کروڑوں درود

مگر واہ رے خدا کی کرم فرمائی اور امام اہل سنت وتاجدار اہل سنت کا فیضان کہ بالآخر سب کا اتفاق ہو جاتا کہ حضرت جو فرما رہے ہیں وہی حق ہے۔

میں فقیر قادری انس رضا تمام اہل سنت کی طرح اپنے آپ پر حضرت کی کرم فرمائی کو یاد کرتا ہوں اور محسوس کرتا ہوں کہ حضرت کی عنایتیں مجھ بے بضاعت پر کتنی تھیں کہ آپ نے میرے ہاتھ کو اپنے دست مقدس میں لے کر چاروں سلاسل کی اجازت مرحمت فرمائی اور دعاؤں سے بہت نوازا۔

حضرت کے وصال پر ملال سے میں وہ خلا محسوس کرتا ہوں جس کا ملاء ہونا تقریباً ناممکن ہے ایسا لگتا ہے اہل سنت کے علماء اور پیران عظام کے سروں سے ایک عظیم سایبان ہٹ گیا ہے اللہ تعالیٰ حضرت کو غریق رحمت فرمائے اور ان کے فیوض و برکات سے ہم سب اہل سنن کو مالا مال فرمائے آمین ثم آمین۔

اختتام اس بات پر کرتا ہوں کہ خدائے تعالی جانشین حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی عسجد رضا خان صاحب قبلہ مدظلہ العالی اور آپ کے اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور حضور تاج الشریعہ کے نقوش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے وہ ہم تمام اہل سنن کی سر پرستی وسر براہی فرماتے رہیں۔ آمین

بیشک حضور مفتی عسجد رضا خان صاحب قبلہ کو سرکار تاج الشریعہ نے سالوں سال روحانی تربیت عطا فرما کر کھرا سونا بنادیا جو اہل سنت کی ہر ضرورت کو پوری کرنے کی بھر پور صلاحیت رکھتے ہیں۔ان شاء اللہ اہل سنن حضور عسجد میاں صاحب کو حضور اعلیٰ حضرت کے علوم وفنون کا سچا وارث اور امین پائیں گے۔ فقط والسلام

***

تاج الشریعہ ایک عبقری شخصیت

از: مولانا سید شعیب میاں خواہر زادہ حضور خالد ملت، مظہر اسلام، بریلی شریف

تاج الشریعہ حضرت علامہ شاہ اختر رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن جنھیں دنیا مسلک اعلیٰحضرت کا روح رواں، پاسبان و نگہبان کہتی تھی جن کے دست مقدس سے فیضان رضویت کا باڑہ بٹتا تھا جن کی ذات بابرکت مرجع خلائق تھی جن کے نام نامی اسم گرامی کا نعرہ مسلمانوں کے ہر قریہ ہر محلہ ہر شہر میں لگا کرتا تھا جن کی محبت وعقیدت سنیت کی علامت بن چکی تھی جو اعلیٰحضرت کے سچے علمی وارث تھے جو تاجدار اہل سنت کے حقیقی جانشین تھے جو گلشن رضا کے باغبان تھے جو باب رضا کی شمع فروزاں تھے جن کی وفات سے سنی سسک رہے ہیں جن کے ہجر میں سنیت بلک رہی ہے جو جہاں جاتے تھے مشتاقان دید کی بھیڑ لگ جاتی تھی جن کی غلامی پاکر امیر و فقیر یکساں مسرت محسوس کرتے تھے جن کی محبت کی زنجیر میں مالدار و غریب سب جکڑے ہوئے تھے جن کے عقیدتمند شرق و غرب میں پھیلے ہوئے تھے جو زمانے کی ضرورت تھے جو سنیت کی آبرو تھے اس عبقری شخصیت کا وصال۔۔۔انا للہ وانا الیہ راجعون

موت اس کی ہے زمانہ کرے جس پر افسوس

حضرت کا وصال دنیائے اسلام کے لئے تو رنج و الم کی بات ہے ہی مگر مجھ فقیر کے لئے دوہری مصیبت کہ صبح و شام کا حاضر باش تھا۔ حضرت کے رخ روشن کی زیارت سے روز مستفید ہوتا تھا اگر کسی مصروفیت کی وجہ سے کبھی ناغہ ہوتا حضرت یاد فرماتے حاضر ہونے پر وجہ پوچھتے۔ آپ کی وہ شفقت ومحبت فراموش نہیں کر پا رہا ہوں چند سال پہلے نصف شعبان کو خلافت کی اطلاع ملی بعد میں حاضر ہوا تو روبرو وتمام سلاسل کی اجازت مرحمت فرمائی۔ میرے والد ماجد جناب مولانا سید رفعت حسین کو بھی آپ نے ازخود خلافت سے نوازا۔ ہمارے بچپن میں جب جب محلہ خواجہ قطب میں میری نانی صاحبہ یعنی اپنی خالہ جان سے ملاقات کو تشریف لاتے میرے ماموں زاد حضرت انس میاں کو اور مجھے بہت محبت سے نوازتے۔

آپ میں استقامت علی الدین کا جذبہ غایت درجہ کا تھا نمازوں کا بہت خیال کرتے تھے حالت علالت میں دلّی ہاسپٹل ہو یا بریلی نماز کے لئے وقت پوچھتے رہتے تھے اور کھڑے ہوکر نماز ادا فرماتے اپنے عربی شعر کے مصداق آپ اللہ اکبر کہتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوئے گویا کہ آپ نے جاتے جاتے نماز کی پابندی کا پیغام قوم کو پہونچادیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی جدائی سے سارا خاندان رضویہ صدمے سے نڈھال ہے اللہ تعالیٰ آپ کے درجات میں اور ترقی عطا فرمائے آمین۔

جانشین حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی عسجد رضا خان صاحب قبلہ مدظلہ العالی جن کو حضرت نے شریعت وطریقت کی بھٹی میں تپا کر اہل سنت و جماعت کے سالار کے طور پر سواد اعظم کو عطا فرمایا ہے وہ حضرت کے سچے لائق وفائق جانشین ہیں اللہ تعالیٰ ان کو قرار نصیب فرمائے اور اعداء وحاسدین کی نظر بد سے محفوظ فرمائے ان سے دین وسنیت کی زیادہ سے زیادہ خدمت لے۔ میرے مرشد اجازت کے شہزادے حضور عسجد میاں صاحب اور ان کے صاحبزادگان کو عمر خضر عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین علیہ التحیۃ والتسلیم

تاج الشریعہ وارث علوم اعلیٰ حضرت

مفتی محمد صغیر احمد برکاتی ، صدر المدرسین دار العلوم مظہر اسلام بہاری پور بریلی شریف

تاج الشریعہ بدر الطریقہ وارث علوم وعرفان رضا نبیرۂ حضور حجۃ الاسلام نواسۂ حضور مفتیٔ اعظم ہند حضور الشاہ اختر رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن جو وقت کے علمائے کرام اور پیران عظام کے لئے ایک مثالی شخصیت کی حیثیت رکھتے تھے تمام علمائے ہند نے متفقہ طور پر انہیں قاضی القضاۃ فی الہند تسلیم فرمایا آپ تحریر وتقریر، تصنیف وتالیف، نعت ومنقبت ہر میدان میں یکتائے روزگار تھے رشد و ہدایت تبلیغ وارشاد کا کام تو آپ کو وراثت میں ملا تھا عرب وعجم میں آپ نے دین وسنیت کا بول بالا کر دیا یورپ وافریقہ میں بھی آپ کے تبلیغی دورے ہوئے آپ کی کدوکاوش سے سنیت کو فروغ ملا اہل سنن اپنے آپ میں ایک مضبوطی محسوس کرنے لگے شرعی کونسل کا اہتمام سیمیناروں کا انعقاد جدید مسائل پر نقد ونظر کا سلسلہ جاری ہوا دینی مسائل میں آپ کا درک اتنا کامل تھا کہ فقہائے زمانہ نے آپ کو اپنا سرتاج تسلیم کیا تبحر علمی کا یہ عالم کہ علمائے زمانہ انگشت بدنداں تھے چنانچہ آپ کے ہم عصر خواجہ علم وفن علامہ خواجہ مظفر حسین صاحب قبلہ سے جب پوچھا گیا کہ فقہی مباحث میں آپ حضور ازہری میاں صاحب قبلہ کی وسعت علمی کو کہاں پاتے ہیں تو خواجہ علم وفن نے فرمایا کہ جہاں ہم لوگوں کی علمی گیرائی انتہا کو پہونچتی ہے ہم لوگوں کی علمی فکر جواب دے جاتی ہے تو حضور ازہری میاں صاحب قبلہ ہم لوگوں کی رہنمائی فرماتے ہوئے نظر آتے ہیں اسی طرح نائب قاضی القضاۃ فی الہند علامہ محدث کبیر صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ حضور تاج الشریعہ سے اختلاف کا تو میں تصور ہی نہیں کر سکتا بیشک آپ وارث علوم اعلیٰ حضرت تھے۔

یہی وجہ ہے کہ برصغیر میں آپ کو فقید المثال شخصیت کے طور پر مانا جاتا ہے حال تو یہ ہے کہ آج دنیا کی سب سے بڑی اسلامی یونیورسٹی جامع ازہر میں یہ پوچھا جاتا ہے کہ ہندوستان کے ہو تو بتاؤ شیخ اختر رضا خان سے آپ کو کیا نسبت ہے۔

تا عمر آپ مذہب حق مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر واشاعت میں لگے رہے جب بینائی جواب دے گئی تو متبحر علماء سے عبارت خوانی کرا کر ترجمہ وتشریح کے کام کو جاری رکھا مزید یہ کہ عبارت خوانی میں علماء سے غلطی ہو جاتی تو اس کی اصلاح فرماتے اور اس کی تشریح سمجھاتے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ وہ عطائے خداوندی ہے جس سے خداوند تعالیٰ اپنے بعض خاص الخاص بندوں کو ہی نوازتا ہے آپ مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے نقیب تھے لاکھوں صلح کلیوں، کمزور عقیدے والوں کو آپ کی رہنمائی سے ہدایت ملی آپ نے اپنے جرأت مندانہ قدموں سے سینکڑوں اختلافی مسائل میں دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر کے صحیح فیصلہ صادر فرمایا۔ رائے حق واضح کرنے میں اپنے، بیگانے کا کوئی فرق روا نہ رکھا جس سے اہل سنن میں اور پختگی آئی الغرض کلک رضا بن کر آپ نے احقاق حق و ابطال باطل کا کام انجام دیا جس سے آپ رضائے الٰہی کو پا گئے خدائے تعالیٰ نے مخلوق کے دل میں آپ کے تئیں ایسی محبت ڈال دی کہ جن خطوں میں آپ کبھی نہیں پہونچے وہاں کے گاؤں گاؤں میں بھی '' بستی بستی قریہ قریہ۔ تاج الشریعہ تاج الشریعہ '' کا نعرہ

گونجنے لگا اسی لئےتو آپ کے وصال پر ملال پر لوگوں کو ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتے دیکھا گیا۔

شرکائے جنازہ کی تعداد کا صحیح اندازہ حکومت وقت ، انتظامیہ کمیٹی ، معتقدین، محبین کسی کو نہ ہو سکا ایسا لگتا تھا کہ شہر بریلی میں انسانوں کا سیلاب امنڈ پڑا ہے ہر شخص کی یہی تڑپ تھی کہ کسی طرح حضور تاج الشریعہ کا آخری دیدار ہو جائے ان کے جنازے میں شرکت کی سعادت مل جائے۔ حضور تاج الشریعہ کی اس مقبولیت کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ۔

ایں سعادت بزور بازو نیست　　　تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اللہ تعالیٰ نے حضور تاج الشریعہ کو مخلوق کی نظر میں محترم بنا دیا تھا چونکہ آپ نے اپنی زندگی کو رضائے الٰہی کے لئے وقف فرما دیا تھا آپ کے شب و روز رب کائنات کی خوشنودی کے حصول میں گزرتے تھے، صحت و علالت ہر وقت نماز کی پابندی کا خیال رہتا تھا نقاہت کے باوجود کھڑے ہو کر نماز ادا فرماتے تھے آپ نے اپنی حیات طیبہ کو اپنے اس شعر کے سانچے میں ڈھال لیا تھا۔

جو پیا کو بھائے اختر وہ سہانا راگ ہے　　　جس سے ناخوش ہو پیا وہ راگنی اچھی نہیں

اسی انداز میں آپ کی زندگی کے ماہ و سال گزرتے گئے حتی کہ ۶ رذی الحجہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰ رجولائی ۲۰۱۸ء بروز جمعہ کو وہ ساعت آ گئی کہ اللہ اکبر اللہ اکبر کہتے ہوئے عقیدت مندوں کو روتے بلکتے چھوڑ گئے - انا للہ و انا الیہ راجعون- اور آپ اپنے اس شعر کے مصداق ہو گئے۔

اختر قادری خلد میں چل دیا　　　خلد وا ہے ہر اک قادری کے لئے

بلا شبہ ظاہراً آپ ہم غلاموں سے دور ہو گئے مگر آپ کی عقیدت و محبت کے نقوش ہم غلاموں کے دلوں پر ہمیشہ باقی رہیں گے اور آپ کے فیضان کرم کی بارش ہوتی رہے گی آپ ہمارے درمیان سے تشریف تو لے گئے مگر ہم عقیدت مندوں کے صبر و قرار کے لئے اور گمراہوں کی ہدایت کے لئے اپنے لخت جگر حضور علامہ مولانا عسجد رضا خان صاحب قبلہ قاضیٔ شہر بریلی شریف مدظلہ العالی کو جانشینی میں چھوڑ گئے جو وارث علوم و عرفان تاج الشریعہ ہیں جنہیں سرکار تاج الشریعہ نے علم و حکمت کا نگینہ اور شریعت و طریقت کا گوہر آبدار بنا دیا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ سواد اعظم اہل سنت حضور عسجد میاں صاحب قبلہ سے فیوض و برکات حضور اعلیٰ حضرت و حضور مفتیٔ اعظم و صدقات حضور تاج الشریعہ کا باڑا لوٹتے رہیں گے اور ان کے مبارک ہاتھوں سے دینی و شرعی جام سے سیراب ہوتے رہیں گے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ جانشین حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا عسجد رضا خان صاحب قبلہ کو عمر خضر عطا فرمائے اور ان کا سایہ جماعت اہل سنت پر تادیر قائم رکھے، آمین بجاہ النبی الامی الکریم علیہ افضل الصلوات و التسلیم ۔

✱✱✱

مظہر رضا: اہل علم کی نظر میں

محمد ضمیر رضوی اشرفی لدھیانوی معلم الجامعۃ الاسلامیہ گنج قدیم رامپور یوپی تخصص فی الفقہ

باسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصل علی رسولہ الکریم ﷺ

مرکز علم وفن بریلی شریف دنیا بھر میں امام اہل سنت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی بملقب اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ کی ذات بابرکات سے جانی اور پہچانی جاتی ہے۔ نیز پوری دنیا میں عالم اسلام کے لئے سنیوں کے مرکز عقیدت کے طور پر مشہور معروف ہے۔ اس لئے کہ اس جگہ سے دنیا بھر میں شریعت اور طریقت کے احکام وقت ضرورت جاری ہوتے رہیں ہیں۔ کبھی بھی اس خانوادہ نے کسی بھی خلاف شرع امر کی تائید نہیں کی چاہے وہ خلاف شرع امر کسی حکومت کی طرف سے ظہور میں آئے یا پھر کسی باطل فرقے کی طرف سے۔ بلکہ اعلی حضرت کے آباء و اجداد سے لیکر اب تک تمام بزرگوں نے شریعت کے خلاف اٹھنے والے فتنے کا ایسا منہ توڑ جواب دیا کہ باطل کے دانت کھٹے ہوگئے۔ کبھی بھی اس خانوادے کے بزرگوں نے دکان چلانے والوں کے لئے کوئی جگہ ہی نہیں چھوڑی ہمیشہ خلاف شرع امور پر ایسی گرفت فرماتے رہے کہ شریعت کی آڑ میں دکان چلانے والوں کی دکانیں بند ہوتی رہیں۔

اسی خانوادے کے عظیم چشم و چراغ وسرمایہ اہل سنت، فقیہ عصر، فخر ازہر، قاضی القضاۃ فی الہند، تاجدار اہل سنت، شیخ الاسلام والمسلمین، وارث علوم اعلی حضرت، جانشین مفتی اعظم، یادگار مفسر اعظم، پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں قادری ازہری حضور تاج الشریعہ رحمت اللہ تعالی علیہ تھے جو کہ دنیائے سنیت کی ایک عبقری اور عظیم شخصیت اور روشن چراغ تھے۔ عوام وخاص سب کی نظروں میں ممتاز و یگانہ تھے۔ جن کے دم سے آج کے پر فتن دور میں بھی دنیائے سنیت روشن وتابناک ہے۔ آپ کی ذات کو اللہ تعالی نے اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدق وطفیل اس قدر بلندی بخشی کہ آج ہر سو بستی بستی قریہ قریہ، تاج الشریعہ تاج الشریعہ کے نعرے بلند ہو رہے ہیں۔ بچے بچے کی زبان پر یہ نعرہ گردش کرتا ہوا نظر آرہا ہے۔ دور حاضر کے مقبول ترین اور پر اثر اکابر علماء کی فہرست میں آپ کا مقام بلند و بالا تر ہے۔ اور یہ مقبولیت صرف اس وجہ سے نہیں ہے کی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ مجدد اعظم اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ کی اولاد میں ہیں بلکہ آپکا تبحر علمی اور گراں قدر خدمت خلق آپکی قدر و منزلت و برتریت وعلویت کا پتہ دے رہی ہے۔ جزئیات فقہیہ میں ایسی گہری اور کامل نظر تھی کہ بڑے بڑے ماہرین فن نے شرف تلمذی کو حاصل کرنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے۔ جس نے آپ کے مرتبے کو سمجھا اس نے آپکی صحبت اختیار کرنے کی کوشش کی اور آپکی تبحر علمی کا مشاہدہ کرنے کا شغف لحہ لمحہ بڑھتا رہا تا کہ اسے اس علمی نعمت سے کچھ حصہ ملے تو اسے ضرور اس نعمت عظمی کا حصول ہوا۔ اور جس نے حضرت کی ذات میں کچھ نقطہ چینی کی تو اصل میں اس نے حضرت کو سمجھا ہی نہیں جس نے ان کو سمجھا اس نے جانا اور دیکھا کہ کس قدر حضور تاج الشریعہ نے شریعت پر ثابت قدمی رکھی اور علوم اعلی حضرت کی کتنی عمدہ پاسداری اور سچی امانت داری

آپ نے فرمائی۔ کبھی بھی مشکلات سے آپ کے قدم شریعت سے ذرہ برابر بھی نہ ڈگمگائے ،مثل پہاڑ کے ثابت قدم رہے۔ رخصت کے باوجود آپ نے عزیمت پر عمل کیا کبھی خلاف شرع امر انجام نہ دیا۔ سادگی اور فقیرانہ زندگی کو اختیار کیا یہی وجہ ہے کہ جب خانوادۂ رضویہ کی طرف سے آپ کو وصیت نامہ سجادگی لا کر پیش کیا گیا اور کہا گیا کہ آپ ہی اصل سجادہ ہیں اور آپ ہی اس منصب کے مستحق حقیقی ہیں اسے قبول فرمایئے تو قربان جایئے کہ جہاں اس پرفتن دور میں ہر طرف انسان منصب اور کرسی کے لئے لڑتا جھگڑتا نظر آ رہا ہے حضور تاج الشریعہ نے فرمایا کہ مجھے یہ عہدہ و منصب نہیں چاہیئے۔ کیوں کہ اہل علم کی زینت منصب و عہدہ نہیں ہوتا بلکہ علم و ادب ہوتا ہے جیسا کہ حضرت علی کے اس شعر سے واضح ہے۔

لیس الجمال باثواب تزینها ان الجمال جمال العلم والادب

اور نہ ہی اہل علم دنیا کے مناصب سے اپنی رضا اور رغبت کا اظہار کرتے ہیں بلکہ وہ تو حضرت علی ہی کی زبان میں کہتے ہیں:

رضینا قسمت الجبار فینا لنا علم وللجهال مال

فان المال یفنی عن قریب وان العلم باق لایزال

آپ نے اتنا شاندار اخلاق پیش کیا اور دنیا کے مال و متاع سے ایسی بے رغبتی دکھائی کہ آج مثال نہیں ملتی۔ آپ خود بھی سنتوں پر سختی سے عامل رہے اور بہت سی متروک العمل سنتوں کا احیا بھی فرماتے رہے۔ آپ کی ملی خدمات جلیلہ کے علاوہ تصنیفی کارناموں کا یہ عالم ہے کہ عجمی ہونے کے باوجود عربوں پر آپکو تفوق حاصل رہا اور اہل عرب آپ کے تفقہ فی الدین پر ہمیشہ فخر کرتے رہے۔ تصنیف کے ذریعے حق و باطل کے درمیان ایسا امتیاز برپا کیا کہ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے۔ آپ کے فتاوی اس قدر مدلل و مفصل ہیں کہ لوگ ریسرچ کرنے کے بعد برملا پکار اٹھتے ہیں کہ ملک سخن کی شاہی تمکو رضا مسلم، جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں۔

چاہے ٹائی کا مسئلہ ہو، یا تصویر کشی و ویڈیو کا ہو، یا چلتی ٹرین پر نماز پڑھنے کا ہو، یا پھر ابراہیم علیہ السلام کے والد کے نام کی تحقیق کا مسئلہ ہو آپ نے مذکورہ مقالات کو اتنے قوی دلائل سے مزین کیا ہے کہ اپنے وقت کے دقاق اور متبحر علماء بھی حضور تاج الشریعہ کے تبحر علمی کو دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے اور قبولیت حق کا جذبہ رکھنے والوں نے انہیں اپنا قائد و رہنما تسلیم کر لیا۔ جس طرح اعلی حضرت نے اپنے دور کے فتنوں کا دنداں شکن جواب دیا اسی طرح اعلی حضرت فاضل بریلوی سے نسل در نسل منتقل ہونے والی علم و ادب، فکر و نظر، شعور و آگہی کی دولت کی بنیاد پر حضور تاج الشریعہ نے اس دور کے فتنوں کے موروثی روایات کے پیش نظر ایسا جواب دیا کہ اباطیل کا سدباب ہو گیا۔ اللہ تعالی نے آپ کو اس قدر مقبولیت بخشی اور تائید غیبی سے اتنا بلند فرمایا کہ آپ اس شعر کے مصداق بنتے ہوئے نظر آئے۔

وادی رضا کی کوہ ہمالہ رضا کا ہے جس سمت دیکھئے وہ علاقہ رضا کا ہے

ہندوستان میں آپ ہی کا اعزاز ہے کہ عجمی ہوتے ہوئے فخر ازہر کا خطاب ملا اور دنیا کی مقبول ترین ۵۰۰ پانچ سو بااثر شخصیات کی فہرست میں آپکا ۲۲ واں نمبر ہے۔ جبکہ ہندوستان سے آپکا شمار اول پر ہے۔ اور یہ آپ ہی کا اعزاز ہے کہ آپ نے مہمان کعبہ بن کر کعبہ شریف کے اندرونی حصہ میں داخل ہونے کا افتخار حاصل کیا اور نماز بھی ادا فرمائی۔ عشق رسول میں ایسے مستغرق تھے جس

پر آپکا نعتیہ دیوان شاہد عدل ہے۔ آپکے نعتیہ کلام کی شہرت ملک و بیرون ملک ہر جگہ یکساں ہے۔ عربی میں جو قصیدہ آپ نے لکھا ہے اسے پڑھ کر امام عشق و محبت کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ آپکے اخلاق و عادات اوصاف و خصائل ایک خوشنما کھلے ہوئے پھول کی مانند تھے۔ آپکا چہرہ اتنا نورانی تھا کہ دیکھ کر خدا یاد آ جاتا اور یہی ایک ولی کامل کی پہچان ہے۔ لوگ انکی ایک جھلک دیکھنے کے لئے پروانوں کی طرح بے تاب رہتے تھے۔ آپکی نیابت میں وہ کمال تھا کہ مفتی اعظم کی تجلی او رغوث اعظم کی چمک دکھائی دیتی تھی۔ دینی مسائل و فتاوی کی تصحیح میں ایسی دقیق نظر تھی جس سے اعلی حضرت کا زور قلم معلوم ہوتا تھا۔ استدلال کا عالم یہ تھا کہ ان کا فیصلہ حرف آخر ہوتا تھا، اپنے تو اپنے اغیار بھی آپکی علمی و فقہی وجاہت سے متاثر ہو گئے۔

آپکی ذات مرجع خلائق تھی بہت سے غیر مسلموں نے آپ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا۔ آپکے مریدوں کی تعداد بے شمار ہے اور ہر اس شخص کو اپنی قسمت پر بے حد ناز ہے جس کو آپ سے بیعت کا شرف حاصل ہوا۔

لوگوں نے حضور تاج لشریعہ کے ظاہر کو تو خوب دیکھا مگر باطن میں جھانکنے کی کوشش بہت کم لوگوں نے کی لیکن جنہوں نے حضرت موصوف علیہ الرحمہ کی باطنی اور روحانی زندگی کا مطالعہ کیا تو انہوں نے آپکو اعلی حضرت کا مظہر، حجۃ الاسلام کا پرتو، حضور مفتی اعظم کی ثابت قدمی اور مفسر اعظم کا ترجمان پایا۔ مگر اس حسین کیفیت کا نظارہ بہت سے کوتاہ نظر نہ کر سکے، وہ کیا تھے اور کیسے تھے اگر انکی نگاہوں پر بغض و عناد کا حجاب نہ ہوتا تو وہ کھلی آنکھوں سے تو کیا بند آنکھوں سے بھی دیکھ پاتے کہ وہ اپنے اسلاف کے بلخصوص امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ کی علمی اور روحانی امانتوں کے کیسے عظیم وارث اور سچے جانشین تھے۔ یہ آپکی کرامت ہی تھی کہ آپکے وصال پر اختلاف رکھنے کے باوجود غیر بھی مغموم ہو کر آپکے دیدار کے لئے تڑپ اٹھے اور تقریبا کروڑوں لوگوں کے جم غفیر نے دنیا کو متحیر کر دیا۔ اور بریلی شریف کی زمینی وسعتیں بھی عشاق تاج الشریعہ کے ازدہام کے آگے کم پڑ گئیں، جو دنیا کے تاریخی اجتماعات کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔

آپ کی حقیقت کو تو کما حقہ خدا عز وجل اور اس کے پیارے حبیب ﷺ ہی جانیں مگر یہ ناچیز اتنا کہہ کر اپنی اس حقیر کاوش کو اختتام پزیر کرتا ہے کہ آپ ''الاستقامة فوق الكرامة'' کے بعینہ مصداق تھے۔ اللہ تعالی اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدق و طفیل حضور تاج الشریعہ کا فیضان ہم پر جاری و ساری فرمائے اور انکے علم کا چھینٹا ہم پر عطا فرمائے۔ اور پھر کسی کو ہماری رہنمائی کے لئے پیدا فرمائے اور ہمیں حضور تاج الشریعہ کے نقشے قدم پر چلنے کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

***

نقشِ ہفتم

تنظیمی، تعمیری، تدریسی خدمات

حضور تاج الشریعہ اور رد بدمذہباں

مولانا محمد شاعر رضا قادری رضوی، استاذ جامعۃ الرضا، بریلی شریف

اللہ عزوجل نے خانوادۂ رضویہ پر اپنا خاص فضل وکرم فرمایا کہ اس نے دین مستقیم کی ناقابل فراموش خدمات کے لئے انہیں منتخب فرمالیا۔ گزشتہ ۲ صدیوں میں جتنے تجدیدی کارنامے اس خاندان بابرکت سے رونما ہوئے اور جتنا علمی، عملی، روحانی، عرفانی، فکری فیضان زمانیان کوان سے ملا، دین وسنیت کو جتنی تقویت ان سے ملی اور خانقاہوں، مدارس، مکاتب، مساجد کو جتنا عروج ملا اور علمائے کرام ومشائخ عظام کو باطل فرقوں اور باطل نظریات کا قلع قمع کرنے کے جتنے اسباب ملے، جس کی نظیر کہیں دوسری جگہ نہیں ملتی اور زمانہ اس بات کا معترف بھی ہے کہ اللہ رب العزت نے انہیں وہ طاقت وقوت والا قلم عطا فرمایا جس کی حق گوئی وبیباکی کا جلوہ ہر وقت نظر آتا ہے کہ نہ وہ کل کفر والحاد کی تیز آندھیوں میں خاموش تھا، نہ آج۔ آج اسی سے سنیت میں رونق ہے، وہابیت میں دہشت وخوف ہے۔

اسی تناظر میں اگر میں یہ کہوں تو بے جانہ ہوگا کہ اس خاندان کے وجود سے خانقاہوں کی رونق باقی ہے، اس سے سنیت پختی ہے، دیوبندیت کانپتی ہے کیونکہ اسی خاندان نے بالخصوص امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں، سیدی سرکار امام اہل سنت اعلیٰ حضرت، سیدی سرکار حجۃ الاسلام، سیدی سرکار مفتی اعظم ہند علیہم الرحمۃ والرضوان نے ہر اٹھنے والے فتنے کا مقابلہ کیا، چاہے وہابیت کا فتنہ ہو یا دیوبندیت کا، قادیانیت کا فتنہ ہو یا چکڑالویت ونیچریت کا، تمام فرقہائے باطلہ، دشمنان دین اور گستاخان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سرکوبی کی بلفظ دیگر انہوں نے ان بدمذہبوں کے عقول غیر مستقیمہ کو ان کے انجام تک پہنچا کر اہل سنت والجماعت کی آبیاری کی۔ قدم قدم پر احقاق حق وابطال باطل کر کے پیروکاران اسلام کی صحیح رہنمائی فرمائی۔ ان بزرگان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اوصاف حمیدہ میں سے رد بدمذہباں ایک اہم امتیازی خصوصیت ہے۔ ان کی تصنیفات وتالیفات اس پر شاہد عدل ہیں کہ دشمنان دین، گستاخان خدا ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ان کی شمشیریں نیام سے باہر رہتی تھیں۔

انہی بزرگان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جانشینی ونیابت کا حق ادا کرتے ہوئے سلطان الفقہا، اکمل الفضلا، رأس الکملا، فخر المحدثین، سراج المفسرین، فقیہ اعظم، فاتح عرب وعجم، شیخ الاسلام، قاضی القضاۃ فی الہند، تاج الشریعہ، بدر الطریقہ، شیخ طریقت، وارث علوم اعلیٰ حضرت، مظہر حجۃ الاسلام، جانشین حضور مفتی اعظم، سیدنا وسندنا مرشد برحق استاذنا الکریم حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خاں قادری رضوی ازہری بریلوی اعظم اللہ اجرہ ونور قبرہ وقدس سرہ ورزقنا برہ واعطاہ المسرۃ ووقاہ المضرۃ وکل معرۃ بجاہ المصطفیٰ وآلہ الشرفا علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والثنا نے مذہب اسلام کی ہر طرح سے خدمت انجام دی، آپ کی پوری زندگی عقائد ومعمولات اہل سنت کی حمایت وحفاظت کے لئے اور مذاہب باطلہ کے رد وابطال کے لئے وقف تھی، آپ بدمذہبوں کے لئے شمشیر بے نیام تھے، حق گوئی وبے باکی کا کوہ ہمالہ تھے، جامع الصفات ہونے میں اپنی مثال آپ تھے، رد بدعات ومنکرات آپ کا مشغلہ تھا، علوم و

فنون میں لاجواب تھے، قدم قدم پر احقاق حق وابطال باطل کا جلوہ تھا، شریعت وطریقت کے ایسے سنگم تھے جہاں پہنچ کر ہر ایک نے اپنی پیاس بجھائی اور ہمت ایسی کہ آپ اعدائے دین کے روبرو ظالم وجابر حکمراں کے سامنے استقامت علی الشریعہ کی مضبوط چٹان، الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کا پیکر بن کر، انجام کی پرواہ کیے بغیر، اپنے مذہب مہذب اہلسنت والجماعت کی حقانیت وصداقت کا برملا اظہار فرماتے ہوئے وہابی، دیوبندی، قادیانی وغیرہم خذلہم اللہ کا مسکت رد کیا۔

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضاؔ
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

حکومت سعودیہ کے وحشیانہ سلوک سے کون واقف نہ ہوگا، یہ واقعہ اظہر من الشمس ہے کہ حکومت سعودیہ نے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کو بے جا گرفتار کرکے ۱۱ دن جیل میں رکھا، طرح طرح کے سوالات، معمولات وعقائد اہلسنت کے خلاف آپ سے کیے گئے، جیسا کہ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ خود بیان فرماتے ہیں:

”مجھ سے رات میں (گرفتاری کے بعد) پہلا سوال یہ کیا کہ آپ نے جمعہ کہاں پڑھا؟ میں نے کہا، میں مسافر ہوں میرے اوپر جمعہ فرض نہیں۔ مجھ سے پوچھا تم حرم میں نماز نہیں پڑھتے ہو؟ میں نے کہا میں حرم سے دور رہتا ہوں، حرم میں طواف کے لئے جاتا ہوں۔ مجھ سے کہا آپ کیوں اپنے محلہ کی مسجد میں نماز نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا کہ بہت سے لوگ ہیں جنہیں میں دیکھتا ہوں کہ وہ محلہ کی مسجد میں نماز نہیں پڑھتے، مجھ سے پھر بھی اصرار کیا گیا تو میں نے کہا کہ میرے مذہب میں اور آپ لوگوں کے مذہب میں اختلاف ہے، آپ حنبلی کہلاتے ہیں اور میں حنفی ہوں اور حنفی مقتدی کی رعایت غیر حنفی امام اگر نہ کرے تو حنفی کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔ اس وجہ سے میں نماز علیحدہ پڑھتا ہوں۔ (پھر مجھ سے) اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابیں دیکھ کر پوچھا ان سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟ میں نے کہا، وہ میرے دادا تھے۔ اسی مختصر سی انکوائری کے بعد مجھے رات گزرنے کے بعد فجر کے وقت جیل بھیج دیا گیا۔ ۱۰ بجے پھر سی آئی ڈی سے گفتگو ہوئی۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ ہندوستان میں کتنے فرقے ہیں؟ میں نے شیعہ، قادیانی وغیرہ چند فرقے گنائے اور میں نے واضح کیا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے قادیانیوں کا رد کیا ہے اور اس کے رد میں چھ رسالے لکھے ہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کسی نئے مذہب کی بنیاد نہیں ڈالی بلکہ ان کا مذہب وہی تھا جو سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اور صحابہ وتابعین (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا اور زمانے کے صالحین کا مذہب ہے۔ (پھر) سی آئی ڈی کے پوچھنے پر میں نے ”وہابی“ اور ”سنی“ کا فرق مختصر طور پر واضح کیا۔ میں نے کہا کہ وہابی حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے علم غیب اور ان کی شفاعت اور ان سے توسل اور استمداد اور انہیں پکارنے کے منکر ہیں اور ان امور کو شرک بتاتے ہیں جبکہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل جائز ہے اور انہیں پکارنا بھی، اور یہ کہ وہ سنتے بھی ہیں اور اللہ کے بتائے سے غیب کو جانتے بھی ہیں اور اللہ نے ان کو شفاعت کا منصب عطا فرمایا۔ اور علم غیب پر سی آئی ڈی کے پوچھنے پر آیات قرآن سے میں نے دلیلیں قائم کیں اور یہ ثابت کیا کہ نبوت اطلاع علی الغیب ہی کا نام ہے (پھر) پوچھنے پر میں نے بتایا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعد وصال بھی غیب کی خبر ہے۔ اس لئے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت

باقی ہے پھر یہ کہ آیتوں میں ایسی قید نہیں ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ بعد وصال سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علم غیب نہیں جانتے ہیں۔ایک اور نشست میں سی آئی ڈی کے مطالبہ پر میں نے توسل کی دلیل میں { وابتغوا الیہ الوسیلۃ } آیت پڑھی اور یہ بتایا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل منجملہ اعمال صالحہ ہے اور یہ کسی عمل کا صالح ہونا اور وسیلہ ہونا اس شرط پر موقوف ہے کہ وہ مقبول ہو اور سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلاشبہ مقبول بارگاہ الوہیت ہیں بلکہ سید المقبولین ہیں تو اُن سے توسل بدرجۂ اولیٰ جائز ہے۔ (پھر) سی آئی ڈی کے کہنے پر میں نے مزید کہا کہ کسی سے اس طور پر مدد مانگنا کہ اللہ کے سوا اس کو مستقل و رفاعل سمجھے شرک ہے، ہم اس طور پر کسی سے مدد مانگنے کے قائل نہیں ہیں، ہاں اللہ کی مدد کا وسیلہ جان کر کسی مقبول بارگاہ سے مدد مانگنا ہرگز شرک نہیں ہے۔"

[ماخوذ از سوانح تاج الشریعہ، مصنف ڈاکٹر مفتی محمد یونس رضا مونس اویسی]

سبحان اللہ! دشمنان دین کے نرغے میں بھی پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ چاہے کتنے ہی مصلحت کے تقاضے، قید و بند اور مصائب و آلام کیوں نہ ہوں، حضرت نے حق کو حق، باطل کو باطل کہا۔یہی تو شان امتیازی و شان مرکزیت ہے ؎

کج کلاہان دہر! دیکھو ادھر جلوہ گاہ رضا یہی تو ہے

میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ردّ بدمذہباں و ابطال باطل کرنا حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی ممتاز خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ہے جس میں ان کا کوئی شریک و سہیم نہیں کہ آپ کی زیادہ تر تصنیفات و تالیفات، تعریبات و مترجمات، تشریحات و توضیحات، فتاویٰ میں آپ سے کیے گئے سوالات اور اس کے جوابات اور تصدیقات و تاثرات، نصیحات و تنبیہات، مقالات و ملفوظات، تحریرات و تقریرات، مذاہب باطلہ، عقائد فاسدہ کے ردّ و ابطال پر مشتمل ہیں۔مثلاً:

(۱) دفاع کنز الایمان: یہ کتاب ایک جارحانہ مضمون کا جواب ہے۔مولوی امام علی قاسمی رائے پوری نے "قرآن پر ظلم" نامی ایک مقالہ لکھا جس میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے ترجمہ کنز الایمان پر طرح طرح کے بیجا سوالات کیے تو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے ان کا دنداں شکن جواب دیا، رد کیا، جس سے دیوبندیت و وہابیت پر زوردار طمانچہ پڑا جس کا احساس شیطان کی ذریت کو قیامت تک رہے گا۔

(۲) سد المشارع فی الرد علی من یقول ان الدین یستغنی عن الشارع: یہ کتاب بھی اپنی مثال آپ ہے، اس میں حضور تاج الشریعہ رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ نے ایک باطل و عاطل نظریہ کا رد کیا ہے اور وہ خلاف شرع نظریہ یہ ہے کہ مذہب اسلام کو شارع علیہ السلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ نظریہ سراسر اسلام کے خلاف ہے اور یہودی ذہن رکھنے والوں کا ہے۔

(۳) الحق المبین: یہ کتاب بھی رد پر مشتمل ہے۔ ابوظہبی سے ایک مجلہ "الہدیٰ" نکلتا تھا جس میں مذہب اہلسنت والجماعت کے خلاف نظریات سامنے آئے، اس کا رد حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے عربی میں لکھا اور اسے "الحق المبین" کے نام سے موسوم کیا۔

(۴) حقیقۃ البریلویۃ معروف بہ مرآۃ النجدیۃ بجواب البریلویۃ: یہ کتاب بھی عربی میں ہے۔ یہ ایک غیر مقلد عالم احسان الٰہی ظہیر کی ایک کتاب بنام "البریلویۃ: عقائد و تاریخ" کا پُرزور رد ہے جیسا کہ خود حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کتاب کے مقدمہ

میں تحریر فرماتے ہیں: "فهذه الرسالة التي بين أيديكم تهدف الى تقديم اجابة تفصيلية عما اورد احسان الٰهي ظهير في كتابه "البريلوية عقائد و تاريخ" من ان الامام احمد رضا القادري البريلوي رضي الله عنه لم يأت بأي فكر يتصادم مع الفكر الاسلامي بل احياء احكام الشريعة الاسلامية باتباع سنة سيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم وما سلك به الصحابة الكرام والتابعون العظام"

(۵) المواہب الرضویہ فی الفتاوی الازہریہ المعروف بہ فتاوی تاج الشریعہ: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے فتاوی اندازہ کے مطابق دس بارہ جلد ہو جائیں گے۔ اس میں سے ۲ رجلدیں جو تقریباً ہزار صفحات پر مشتمل ہیں، منظر عام پر آچکی ہیں۔ ۴ رجلدیں عنقریب طباعت کے مرحلہ سے گزرنے والی ہیں اور باقی پر کام جاری ہے اور جو ۲ رجلد منظر عام پر آکر داد و تحسین حاصل کر رہی ہیں، لوگ ہاتھوں ہاتھ لے رہے ہیں، اس میں صرف عقائد سے متعلق مسائل ہیں جو اُمت مسلمہ کے لئے بیش بہا خزانہ ہیں۔ آپ کے فتاوی علماء کے نزدیک قابل اعتماد اور فتاوی رضویہ کا عکس ہیں، اس میں علمی تحقیقات و تنقیحات، علوم و معارف کا نہ تھمتا ہوا سیلاب نظر آتا ہے۔ محقق عصر خلیفہ تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد رفیق الاسلام نوری دیناجپوری فتاوی تاج الشریعہ میں شامل اپنے ایک مضمون میں رقمطراز ہیں:

"ان کی (فتاوی تاج الشریعہ) زیارت سے ایک عالم دین حیرت و استعجاب میں غرق ہو جاتا ہے کہ وارث علوم رضا کے اسفار کا تبلیغ دین کے مشن پر ایک تسلسل ہے اس کے باوجود ملت اسلامیہ پر یہ عظیم احسان۔ پھر ان فتاوی میں مندرجہ حوالجات، بیان نکات، فقہی تحقیقات، علمی تدقیقات، تاریخی تعلیمات اور مہارت لسانیات سے قارئین متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کبھی ان کی نظریں سامنے کی عبارتوں پر ہوتی ہیں تو کبھی قارئین حضور تاج الشریعہ کے تصور میں کھو جاتے ہیں۔ پھر اپنے سے سوال کرتے ہیں کہ تبلیغی دوروں کے اس اژدہام میں حضور کو اتنی مہلت کب ملی؟ جس میں آپ نے دلائل و براہین سے بھرپور اتنے فتاوی لکھے، پھر ان میں علوم و فنون کے ایسے دریا بہیں جن کی وسعتیں ہماری پرواز تخیل سے بہت آگے تک ہیں۔ عالم اسلام جن سے سیراب ہوتا نظر آئے، اس پر اپنے ہی دل کے نہاں خانوں سے ہر ایک سائل کو جواب ملتا ہے، کیوں نہیں؟ تاج الشریعہ کا وجود یہی تو ہے، افتاء الفقہا یہی تو ہے، جلوہ گاہ رضا یہی تو ہے اور اس دست راست میں تو دیکھو کلک رضا کی تصویر یہی تو ہے"

فتاوی تاج الشریعہ میں جہاں مذاہب باطلہ خصوصاً وہابیہ، دیابنہ کا شدت سے رد ہے، وہیں حضور تاج الشریعہ نے ان کے سرغنوں، بالخصوص اسماعیل دہلوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبٹھوی، اشرفعلی تھانوی، قاسم نانوتوی، ازیں علاوہ مودودی، ابن تیمیہ، محمد بن عبدالوہاب کا حکم شرعی بھی بیان کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"اسماعیل دہلوی اکثر فقہاء کے قول پر اپنے اقوال کفریہ سے کافر ہے اور متکلمین و محققین حنفیہ وغیرہم فقہاء کے مسلک پر وہ گمراہ بددین ہے اور اس کی تکفیر سے مثل یزید پلید کف لسانی کیا ہے۔ رشید احمد و خلیل احمد و اشرفعلی و قاسم نانوتوی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلکہ خدائے جل وعلا کی صریح توہین لکھ کر چھاپی ہے اور

مسئلہ ختم نبوت کے منکر ہو کر ایسے کافر و مرتد ہو گئے کہ علمائے حرمین شریفین وغیر ہما نے فرمایا: ''من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر'' یعنی جو انہیں ان کے عقائد کفریہ پر مطلع ہو کر کافر نہ مانے یا عذاب میں ان کے شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔ مودودی، دیوبندی سرغنوں کی تکفیر نہیں کرتا اور مطلقاً حدیث و تفسیر کا منکر ہے۔ دیکھو ''تنقیحات'' اور اس کے علاوہ بھی بہت سے عقائد کفریہ رکھتا ہے، اس کا بھی وہی حکم ہے جو دیوبندیوں کا ہے''۔ (اسی میں آگے فرماتے ہیں:) ''غیر مقلدان زمانہ کا فرکہ کھلے مرتدین دیابنہ کو مسلمان جانتے ہیں اور ابن تیمیہ گمراہ گمراہ اور نجدی اس سے بھی گمراہی میں آگے ہیں''۔ [فتاویٰ تاج الشریعہ، ج، ص ۵۵۲، ۵۴۴، ۵۴۳]

پھر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت مجدد اعظم رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کی جن کتابوں کا عربی یا اردو میں ترجمہ فرمایا ان میں اکثر رد ہی پر محمول ہیں۔ مثلاً اهلاك الوهابين على توهين القبور المسلمين بركات الامداد لاهل الاستمداد قوارع القهار في رد المجسمة الفجار سبحان السبوح عن عيب كذب مقبوح القمع المبين لآمال المكذبين دامان باغ سبحان السبوح الامن والعلا لناعتي المصطفى بدافع البلا. المعتقد المنتقد المعتمد المستند وغیرھا۔

یکارنامہ انجام دے کر حضور تاج الشریعہ نے بد مذہبوں کے سروں پر ضرب فاروقی اور گردنوں پر سیف حیدری چلا دی اور سنیوں کو تقویت پہنچائی۔ مزید برآں حضور تاج الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرحمہ نے فرمان الٰہی [جاهد الكفار والمنفقين واغلظ عليهم] اور [وليجدوا فيكم غلظة] کا پیکر بن کر اپنے شعر و سخن سے خرمن باطل میں بجلی گرا دی، ایوان وہابیہ، دیابنہ میں زلزلہ برپا کر دیا اور پیغام اعلیٰ حضرت ''چھیڑنا شیطاں کا عادت کیجئے'' کو عام کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

وہی جو رحمۃ للعالمیں ہیں جان عالم ہیں
بڑا بھائی کہے ان کو کوئی اندھا بصیرت کا

یہ سن لیں سایۂ جسم پیمبر ڈھونڈنے والے
بشر کی شکل میں دیگر ہے وہ پیکر پیمبر کا

وہ ظل ذات رحماں ہیں نبوت کے مہ تاباں
نہ ظل کا ظل کہیں دیکھا نہ سایہ ماہ و اختر کا

یہ کس کے در سے پھرا ہے تو نجدی بے دیں
برا ہو تیرا ترے سر پہ گر ہی جائے فلک

ذکر سرکار بھی کیا آگ ہے جس سے سنی
بیٹھے بیٹھے دل نجدی کو جلا جاتے ہیں

جن کو شیرینیٔ میلاد سے گھن آتی ہے
آنکھ کے اندھے انہیں کو کھلا جاتے ہیں

دشت طیبہ چھوڑ کر میں سیر جنت کو چلوں
رہنے دیجے شیخ جی دیوانگی اچھی نہیں

جو جنون خلد میں کو وں کو دے بیٹھے دھرم
ایسے اندھے شیخ جی کی پیروی اچھی نہیں

عقل چوپایوں کو دے بیٹھے حکیم تھانوی
میں نہ کہتا تھا کہ صحبت دیو کی اچھی نہیں

تم کو جو بتائے اپنے جیسا انساں
کور چشم ہے وہ دو جہاں کے سلطاں

دیو کا ہے بندہ وہ عدو رحماں
جس کو تم سے نفرت یا رسول اللہ

نعرۂ رسالت یا رسول اللہ

سجدہ بے الفت سرکار عبث اے نجدی
مہر لعنت ہیں یہ سب داغ جبیں سائی کے

وہ رگ جان دو عالم ہیں بڑے بھائی نہیں
ہیں یہ سب پھندے برے تیرے بڑے بھائی کے

دفع ہو طیبہ سے یہ نجدی بلا
یا رسول اللہ! عجلت کیجیے

تیز کیجے سینۂ نجدی کی آگ
ذکر آیات ولادت کیجیے

مر کے مٹی میں ملے وہ نجدیو! بالکل غلط
حسب سابق اب بھی ہیں مرقد میں سلطان جمل

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے مریدین ومتوسلین کے لئے جو ضروری ہدایات کیں، ان میں سب سے پہلے بدمذہبوں سے دوری، ان سے نفرت و بیزاری اور مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی قائم رہنے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''مذہب اہلسنت وجماعت پر قائم رہیں جس پر علمائے حرمین شریفین ہیں، سنیوں کے جتنے مخالف مثلاً وہابی، دیوبندی، رافضی، تبلیغی، مودودی، ندوی، نیچری، غیر مقلد، قادیانی وغیرہم ہیں، سب سے جدا رہیں اور سب کو اپنا دشمن اور مخالف جانیں، ان کی بات نہ سنیں، ان کے پاس نہ بیٹھیں، ان کی کوئی تحریر نہ دیکھیں کہ شیطان کو معاذ اللہ دل میں وسوسہ ڈالتے کچھ زیادہ دیر نہیں لگتی۔ آدمی کو جہاں مال یا آبرو کا اندیشہ ہو، ہرگز نہ جائے گا،

دین وایمان سب سے زیادہ عزیز چیز ہے، ان کی محافظت میں حد سے زیادہ کوشش فرض ہے، مال اور دنیا کی عزت دنیا کی زندگی دنیا ہی تک ہے، دین وایمان سے ہمیشگی کے گھر میں کام پڑتا ہے، ان کی فکر سب سے زیادہ لازم ہے۔ (اسی میں آگے یاد دہانی کے طور پر فرماتے ہیں:) اے عزیز! تو نے عہد کیا ہے کہ تو مذہب مہذب اہلسنت پر قائم رہیگا، ہر بد مذہب کی صحبت سے بچتا رہے گا، اس پر سختی سے قائم رہنا ﴿الا تموتن الا وانتم مسلمون﴾ یاد رکھنا۔"

سبحان اللہ! کتنی اچھی اور عمدہ ہدایت ہے۔ جس طرح ذات بے مثال اسی طرح ہدایت بھی بے مثال۔

کج کلاہان دہر! دیکھو ادھر جلوہ گاہ رضا یہی تو ہے

اللہ عزوجل ہم سب کو اس ہدایت پر تاحین حیات قائم رکھے آمین۔

***

حضور تاج الشریعہ اور عالمی اصلاح عقائد

مولانا شمس الہدیٰ، استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

دعوت وتبلیغ کے میدان میں اولین مسئولیت اصلاح عقائد ہے پھر اصلاح اعمال۔ حضور تاج شریعت آبروئے سنیت نے دونوں رُخ سے عالمی سطح پر کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ بلاد عرب ہوں یا یورپ، امریکہ، افریقہ، یا پاک وہند، لاکھوں افراد کا تصلب دینی آپ ہی کی تربیت کا مرہون منت ہے اور آپ ہی کی صحبت بابرکت کی جلوہ سامانیاں ہیں۔

سعودی عرب میں آپ کی اصلاحی تبلیغ کس پر پوشیدہ ہے۔ حتیٰ کہ نجدی حکومت نے آپ کو گرفتار کرلیا اور دنیا میں اس پر احتجاج ہوا۔ افریقہ کے ممالک میں بلکہ خود پاکستان میں جاکر منہاجیوں کے فتنہ سے خلق خدا کو آگاہ فرمایا اور ان سے دورونفور کی نصیحت فرمائی اور تقریباً ۲۰۰۰ء میں اہل سنت کے عالمی مرکز "مرکز الثقافۃ السنیۃ" کیرالا کی کانفرنس میں ابن تیمیہ حرانی، قاضی شوکانی وغیرہما کی گمرہی سے کئی عرب مشائخ کو روشناس فرمایا۔ مجھ سے ارشاد فرمایا: آپ ابن تیمیہ کے حوالے سے کیا کہتے ہیں؟ میں نے عرض کیا: حضور ہمارے بہت سے اکابر نے اس کے بارے میں فرمایا: "علمه اکبر من عقله وقد خالف الاجماع فی نحو ستین مسئلة" اور کئی بزرگوں نے تکفیر بھی فرمائی ہے مگر ہمارے مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہٗ "المستند المعتمد" میں فرماتے ہیں: "کان ضالا مضلا کافرا"۔ یہ سن کر آپ نے بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور دعاؤں سے نوازا۔

امریکہ کا ایک انگریز جس کا نام "نوح حامیم کیلر" ہے، جس نے اسلام قبول کرنے کے بعد دینیات کی تعلیم کے لئے شام وغیرہ بلاد میں خاصا وقت صرف کیا، عربی اور انگلش میں فکر انگیز خطابات کرتا ہے۔ اردن میں اس نے اپنا زاویہ (خانقاہ) بنا رکھا ہے۔ اس کے ماننے والے مختلف بلاد سے وہاں جاتے ہیں۔ فقہ شافعی کا مقلد کہلاتا ہے۔ ملک شام سے ہی کچھ دیوبندی مولوی اس سے مضبوط رابطے میں ہیں۔ چنانچہ ہند میں دیوبند، ندوہ، نظام الدین، پاکستان میں بنوری ٹاؤن، رائے ونڈ، بنگلہ دیش میں مسجد بیت المکرم وغیرہ کئی دیوبندی مراکز میں دورے کرائے گئے۔ پس وہ دیوبندیوں کو سنی حنفی صوفی کی حیثیت سے جانتا مانتا ہے۔ کوئی ۲۰۰۶ء میں اس نے بزبان انگلش ایک مضمون تحریر کیا جس کا عنوان تھا "ایمان، کفر، تکفیر" اس میں اس نے دیوبندیوں کی کتاب تحذیر الناس، حفظ الایمان، براہین قاطعہ، تقویۃ الایمان وغیرہ کی متنازع عبارتوں کو خبیث، کھلی گستاخی، بیہودہ کہا مگر اس کے باوجود لکھتا ہے: کہ احمد رضا خاں بریلوی نے ان کے مؤلفین کی تکفیر کرکے مسلمانوں کو دو جگہ تقسیم کردیا، یہ بہت بڑا گناہ کا کام ہے۔ وہ بڑے علمائے اسلام سے تھے، ان کی تکفیر ہرگز نہیں ہونی چاہئے۔ اس مضمون کو نیٹ پر خوب عام کیا گیا جس سے اہلسنت کو کافی نقصان ہوا۔ صوفی نوح کیلر نے یوروپ اور خاص طور پر یوکے کا بڑا دورہ کیا اور مریدی کا سلسلہ بھی شروع کیا جس سے بہت سے سنی جوان بالخصوص کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلبہ اس سے وابستہ ہوگئے اور یہ سلسلہ بڑھتا جارہا تھا۔ چونکہ اس کے معمولات اہلسنت جیسے ہیں، تبرکات سے استبراک، بلکہ موئے مبارک کا کافی احترام کرتا جس سے لوگ متاثر ہوتے گئے، اسے

صحیح سمجھ کر مرکز سلطان باہو بر منگھم نے کافی سہولیات دیں۔ پھر سالوں بعد جب انہیں کچھ اطلاع ملی تو توجہ میں کمی آنی شروع ہوئی۔

نوح کیلر کے اس خطرناک مضمون سے مجھے برطانیہ میں میرے بعض تلامذہ نے باخبر کیا اور لاکر دیا مگر انگلش میں ہونے کے ناطے میں نے کہا، اسے اردو میں کر کے لاؤ۔ چند ماہ بعد لائے، دیکھا تو حیرت میں ڈوب گیا کہ کتنا نادان چالباز ہے۔ شیفلڈ شہر میں اکابر کی ایک میٹنگ میں یہ قضیہ بھی زیر بحث آیا، اکابر نے مجھے حکم دیا کہ صوفی نوح کیلر کو ایک مکتوب لکھا جائے۔ میں نے عربی میں اسے ایک مکتوب تحریر کیا جس پر پورے یوکے سے بائیس اکابر اہلسنت نے تائیدی دستخط ثبت فرمائے، پھر انہیں ارسال کیا گیا۔ تقریباً ۹ ؍ ماہ بعد ان کا جواب آیا کہ آپ حضرات علمائے کبار ہیں، مجھے اتنا گہرا علم نہیں۔ بس چاہتا ہوں کہ سب کلمہ گو متحد رہیں۔ پھر میں نے دوسرا مکتوب انہیں ارسال کیا، سالوں بیت گئے مگر اب تک کوئی جواب نہ آیا۔ پھر اس کی عیاری کو کچھ عام کیا گیا جس سے اس کی گمراہ کن تحریک پر بند باندھا گیا۔ مگر قربان جاؤں وارث علوم اعلیٰ حضرت پر کہ آپ نے نوح کیلر کے اس مضمون کا دندان شکن جواب ارقام فرما کر نیٹ پر نشر فرمایا جس سے بہت سی خلق خدا کو راہ راست ملی اور نوح کیلر کے فاسد نظریہ کا پول کھلا اور اس کی جہالت کا پردہ چاک ہوا اور گرفت ایسی علمی اور اصولی فرمائی کہ اس کا رد کرنے کے لئے نہ جائے گفتن نہ داو رفتن۔ ہم نے اس سے تحریری طور پر گزارش کی کہ آپ جب بھی یوکے آئیں تو تبادلۂ خیال کی طرف باہمی نشست بہت ضروری ہے لیکن تاہم راہ فرار ہی اپنائے ہوئے ہے۔ خدا تعالیٰ حق سمجھنے کی حسن توفیق سے نوازے۔

قلم اُٹھ جائے تو کوئی زباں کھلے نہیں کھلتی
رواں عالم میں ہے سکہ مرے تاج الشریعہ کا

***

تاج الشریعہ علیہ الرحمہ - ایک استاذِ کامل

مولانا ابوحنظلہ محمد بلال انور رضوی پاموی، استاذ جامعۃ الرضا، بریلی شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

الحمد لاھلہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ اھلھا۔ اما بعد فاعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم {والذین أوتوا العلم درجٰت}

بے پناہ احسان ہے اس پروردگار کا جس نے اس امت کو امت اوسط قرار دیا اور اسے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا پیشوا عطا فرمایا۔ اب چونکہ زمانہ ظاہری نبی صد احترام کا نہیں رہا تو فرمان نبوی کے تحت رہبری کا کام علمائے اعلام فرمارہے ہیں، جنہیں کسی دور میں امام اعظم کی صورت میں تو کبھی امام غزالی، کبھی شیخ احمد سرہندی کی شکل میں تو کسی زمانہ میں غزالی دوراں، امام اعظم زماں، مجدد اعظم امام احمد رضا خاں کے مجسمہ میں ہم دیکھتے اور سنتے رہے۔

بعد ان کے دنیائے سنیت متلاشی تھی ایک ایسے وجود کی جو بلحاظ وقت ''آل ان ون'' ہو یعنی شخصیت ایک ہو مگر کمالات کا مجموعہ ہو، عالم کے ساتھ عامل بھی ہو، خطیب کے ساتھ فقیہ بھی ہو اور مقرر کے ساتھ ساتھ مدرس بھی ہو۔ تلاش وجستجو کے تلاطم میں آندھیوں نے خلل انداز ہونے کی کوشش کرنا چاہی تھی کہ اچانک عوام اہل سنت کے درمیان ایک خوبصورت اور خوب سیرت روئے تابناک جلوہ فگن ہوا۔

رُخ زیبا بھی ایسا تابندہ کہ جس کے دیدار کو آنکھیں ترسیں اور جن آنکھوں نے دیکھ لیا، ابھی تک کائنات میں کسی ثانی کی لاحاصل تلاش میں ہیں، جس کی زیارت کے اژدہام صبح و مساء عالم میں تھے۔ زائرین میں سے ہر ایک کی طلب بس یہ ہوتی کہ دروازہ کھلے اور پیا کو ایک جھلک دیکھ لیں، کوئی کھڑکیوں کی جانب امید لیے کھڑا ہے کہ پردہ کھلے اور دل کی تمنا پوری ہوجائے، جیسے ہی دروازہ کھلتا، سب کی دھڑکنیں تیز ہوجاتیں کہ سب سے پہلے میرا داخلہ ہوجائے۔

ہمہ وقت زائرین کی آمد بجوم کے باوجود کبھی تلاوت قرآن میں مصروف ہیں تو کبھی درس بخاری میں، کبھی علما کی الجھی ہوئی گتھیوں کو سلجھانے میں لگے ہیں۔ مذکورہ صفات اس نابغۂ روزگار وجود کی ہیں جسے دنیائے سنیت بڑے فخر سے وحید الدہر، فرید العصر، حضور تاج الشریعہ، علامہ اختر رضا خان علیہ رحمۃ المنان کے مقدس نام سے یاد کرتی اور ان کی یاد مناتی ہے، جو اپنے وقت کے یکتا اور بے مثیل ہیں جن کے علم و عمل کا لوہا جمہور علمانے تسلیم کیا، ایسا فقیہ کہ جہاں فقہائے عرب و عجم آکر اپنی علمی زلفیں سنوارا کرتے، وہ مسائل جو گردش زمانہ کے شکار ہوجایا کرتے، ممدوح علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے بعد اپنی جائے صحیح میں قرار پایا کرتے۔

طریقہ تدریس: درس و تدریس کا حال تو یہ کہ ایک ماہر مدرس جب درس دیا کرتا ہے تو اسے ایک جملہ کے بعد دوسرے

جملہ کی تفہیم کے لئے کتاب پر نظر کرنی پڑتی ہے۔ راقم السطور نے خود سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے شرف تلمذ حاصل کیا اور الحمدللہ حضرت علیہ الرحمہ نے مسلسل ایک سال سے زائد اپنے علمی فیضان نایاب سے فیضیاب فرمایا۔ طریقہ تدریس یہ ہوتا کہ ہم طالب علموں میں سے کوئی ایک شخص ایک، دو یا تین صفحے کی عبارت خوانی کرتا، اس کے بعد استاذنا الکریم سیدی مرشدی، سرکار تاج الشریعہ بدرالطریقہ علیہ الرحمۃ والرضوان اس کی شرح فرماتے، شرح اس انداز سے فرماتے جیسا کہ کھلی کتاب حضور کے ہاتھ میں ہے۔ جبکہ حضرت کی بینائی بھی اس وقت ۲۰۱۲ء میں اس لائق نہیں تھی کہ دیکھ کر کچھ پڑھ سکیں، اس عالم میں بھی (اس کتاب کی جو اختلافات ائمہ کے ذکر پر مشتمل اصول فقہ کی معتبر کتاب یعنی شرح الحموی کی) ایسی فقیہانہ بصیرت کے ساتھ شرح فرماتے کہ ہر جملہ شرح وبسط کے ساتھ ترتیب وار اپنی جگہ منطبق ہوتا، نہ یہ کہ مقدم متاخر یا تاخر متقدم لازم آئے۔ انداز تدریس ایسا مشفقانہ اور سلیس ہوتا کہ ہر طالب علم درس کے ایک ایک لفظ سے مطمئن ہو جاتا۔

جواب قبل اعتراض: راقم السطور کی عادت تھی کہ مسئلہ نہ سمجھنے کی صورت میں اساتذۂ کرام سے سوال کیا کرتا جیسا کہ میرے دیگر ہم جماعت احباب بھی اس سے اچھی طرح آشنا ہیں۔ حضور کی بارگاہ میں بھی متعدد مرتبہ ایسا موقع آیا کہ حضور علیہ الرحمہ سے کچھ عرض کروں لیکن جیسے ہی عرض کرنے کا خیال دل میں آتا، ویسے ہی من جانب حضور اس کا مسکت جواب مل جاتا، ایک مرتبہ نہیں بلکہ بارہا ایسا ہی ہوا۔ ان مواقع کو دیکھ کر مجھے یہ محسوس ہوا کرتا کہ اللہ نے سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو اپنے شاگردوں کے قلوب پر بھی قابض فرما رکھا ہے۔

حضور کا تواضع وجود وسخا: متعدد مرتبہ یہ بھی دیکھا گیا کہ جب حضور درس دے کر فارغ ہو جایا کرتے تو ہم طلبہ سے فرماتے "آپ لوگوں کو سبق سمجھ میں آیا؟"، یہی نہیں بلکہ اور آگے بڑھ کر شفقت وانکساری کا حال دیکھیں، حضور اپنے دولت کدے پر ہی تشنگان علوم کو فیضان علم سے سیراب کیا کرتے تھے اور طالبان علوم نبویہ دور دراز سے چل کر سرکار کی خدمت میں آیا کرتے اور اپنی تشنگی کو آسودگی کے لباس میں ملبوس کیا کرتے۔ خود ہم بھی روزانہ مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا سے حضرت کی بارگاہ عالیہ میں خوابان تدریس تاج الشریعہ بن کر حاضر دربار ہوا کرتے جبکہ جامعہ سے تقریباً ۹ رکلومیٹر کی دوری پر سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی قیام گاہ واقع ہے۔ مگر حضرت کی جود وسخا کا دریا دیکھیں، جب حضرت علیہ الرحمہ نے دیکھا کہ یہ طلبہ ہر دن اتنی دور سے درس لینے آیا کرتے ہیں تو سرکار نے عاملین جامعہ کو حکم دیا کہ یہ طلبہ اپنی رقم خرچ کر کے یہاں آتے ہیں یہ مناسب نہیں لہٰذا ان کے آنے جانے کا خرچ بھی میری طرف سے دیا جائے اور ایسا ہی ہوا کہ ہمیں ہر ماہ وظائف کے علاوہ آنے جانے کے اخراجات بھی حضور کی کرم نوازی سے ملتے رہے۔ کچھ ہی دن ہوئے تھے کہ ہم نے درس لینا شروع کیا تھا، کسی عرض عارض کی بنا پر ایک روز حاضری نہیں ہو پائی، دوسرے دن مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا کے سابق صدر المدرسین حضرت علامہ مفتی محمد یونس رضا مونس اویسی صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ جب جامعہ تشریف لائے تو ہم اہل جماعت سے فرماتے ہیں "کیا بات! آپ لوگ کل نہیں گئے؟ حضرت فرمارہے تھے کہ ایسا تو نہیں کہ کتاب سمجھ میں نہ آئی ہو؟" یہ اس منارۂ علم کی خاکساری کا عالم ہے جس کے غبار راہ کو علما اپنی آنکھوں کا سرمہ بنانے کے متمنی نظر آتے ہیں۔

قوت حفظ کی توانائی: اب ذرا اس منفرد المثال شخصیت کی قوت حفظ اور حضور ذہنی کے کمالات کی طرف توجہ فرمائیں۔ یہ

بات درمیان عوام وخواص مثل روز روشن عیاں ہے کہ انسان کی یادداشت سب سے بہتر بچپن میں ہوتی ہے، جسے ''العلم فی الصغر کالنقش فی الحجر'' کا تمغہ حاصل ہے۔ وہیں یہ بھی معروف ہے کہ انسان جیسے جیسے پروان چڑھتا ہے، دنیا کی ضرورتوں، حاجتوں اور رعنائیوں کی طرف ذہن منتشر ہونے لگتا ہے۔ آدمی نسیان کا شکار بنتا جاتا ہے۔ اس تمہید سے یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ انسان جس قدر معمر و بزرگ ہوگا، اس کی قوت حفظ بھی اتنی ہی کمزور ہوگی۔ لیکن آپ ایک نظر یکتائے روزگار پہ ڈالیں تو اس کے خلاف دیکھنے کا موقع میسر ہوگا۔ فقط راقم السطور ہی نہیں بلکہ یہ کہے گا ہزاروں نہیں، لاکھوں آنکھوں نے مشاہدہ کیا ہے کہ جس وقت سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی عمر شریف ۷۰ رسال سے زیادہ تھی اور قرآن مجید حفظ فرما رہے تھے، مزید برآں یہ کہ حفظ کا انداز بھی نرالا تھا، ایک قاری قرآن مکمل ایک آیت کی تلاوت کرتا، خواہ وہ آیت پانچ سطر کی ہو، ایک مرتبہ سن کر پوری آیت زبان سرکار پہ رواں ہو جاتی، جسے دیکھ کر بڑے بڑے ماہر حفاظ کرام انگشت بدنداں نظر آتے اور بے ساختہ بول پڑتے کہ اس عمر کا یہ عالم ہے تو بچپن و جوانی کا عالم کیا رہا ہوگا؟

تدریس کی دلچسپی: کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ ہم خدمت سرکار میں حاضر ہوئے اور بارگاہ اقدس میں سلام پیش کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت کی طبیعت ناساز ہے، اسی لئے آج حضور درس نہیں دیں گے اور واقعۃً طبیعت ناساز بھی ہوا کرتی، یا حضرت کبھی عالم جلال میں ہوتے تو فرماتے: ''جاؤ آج میں نہیں پڑھاؤں گا'' اس کے باوجود ہم مضبوط ہاتھوں امید کی رسی پکڑے بیٹھے رہتے کہ شاید حضور کی کرم نوازی ہو جائے اور دو چار جمل نایاب و دل پذیر کی سماعت کا موقع ہاتھ آئے، اسی انتظار میں کچھ دیر بیٹھے رہتے کہ اچانک زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرماتے: ''اچھا آؤ! تھوڑا پڑھا دیں''۔ پھر کیا تھا جب درس شروع ہوا تو گھنٹوں سرکار درس دیتے چلے جاتے اور ہم فیض کے موتیوں سے اپنے قلوب کو مزین کرتے جاتے۔

جب ہم شرکائے جماعت تخصص فی الفقہ ۲۰۱۲ء میں سرکار سے درس لیا کرتے تھے تو ہفتہ وار طلبائے جماعت ثامنہ بھی درس بخاری کا شرف حاصل کرنے کی غرض سے خدمت سرکار میں حاضری دیا کرتے، جس درس میں بیٹھنے کا شرف راقم السطور کو بھی حاصل ہے۔ درس بخاری کا انداز بھی انتہائی محبوب دیکھا۔ اول تو یہ کہ جب حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' کی تشریح فرمانے لگے اور اختلافات فقہا شمار کرنے لگے تو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ بلاواسطہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد رشید ہیں۔ اور جب اسی قطعہ کو اشباہ و نظائر شرح الحموی کے درس میں ہمیں پڑھایا تو عالم یہ تھا کہ تقریباً دس ایام گزر گئے مگر اختلافات و تشریح کا اختتام نہیں ہو پایا، بہر صورت جتنے اعتراضات سامنے آتے، ان تمام کا متفق علیہ دفعیہ فرماتے جس سے مذہب امام الائمہ راجح و آشکار ہو جایا کرتا۔ درس بخاری کے اوقات میں اور بھی بڑے کمالات دیکھنے کو ملے، مثلاً یہ حدیث مسلم نے فلاں راوی سے بیان فرمائی ہے، نسائی نے اسے ان لفظوں میں بیان کیا، ابوداؤد میں یہ راوی بیچ سے ساقط ہیں اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا یا مشہور کہا۔ وغیرہ وغیرہ۔

حضور کی حضور ذہنی و حاضر جوابی: ایک مرتبہ مرکز الدراسات الاسلامیہ میں اثنائے درس شیخنا المکرم استاذنا المحترم حضرت علامہ مفتی محمد صالح صاحب قبلہ نے ضمناً حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ وعلیہ الرحمۃ والرضوان کی یادداشت اور ذہانت و حاضر جوابی کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے ایک آپ بیتا واقعہ سنایا، وہ فرماتے ہیں کہ مدرسہ منظر اسلام میں میں اپنی درسگاہ میں ایک

جماعت کو درس دے رہا تھا، عبارت خوانی میں طالب علم نے لفظ ''کانیھما'' بالکسر کو ''کانیھما'' بالضم پڑھا تو میں نے ٹوکا اور کہا ''کانیھما'' بالکسر پڑھو، بحسن اتفاق ایک عالم و فاضل قاری صاحب کسی کام سے آئے ہوئے پہلے سے میرے پاس موجود تھے، انہوں نے میری اصلاح کرتے ہوئے کہا: حضرت! بالکسر نہیں بلکہ بالضم ہی صحیح ہے، لڑکے نے صحیح پڑھا تھا تو میں نے کہا کہ قاری صاحب! آپ کی اصلاح مستوجب اصلاح ہے- پھر میں نے طلبہ سے کہا کہ تم بھی ویسا ہی پڑھو جیسا میں نے بتایا ہے یعنی ہا ء کے زیر کے ساتھ ''کانیھما'' لیکن چونکہ قاری صاحب کے ٹوکنے نے تمہیں شک میں ڈال دیا ہے اس لئے ایسا مشورہ دوں گا کہ تم لوگ دیگر اساتذۂ کرام کی طرف رجوع کرکے اپنی الجھن ختم کر سکتے ہو۔۔۔ لڑکوں نے اس وقت کے بڑے بڑے اساتذہ حتی کہ شیخ الحدیث صاحب وغیرہم سے اس کا تلفظ معلوم کیا، سوئے اتفاق سب نے ھُما (بالضم) کو صحیح قرار دیا۔ میں نے بچوں سے کہا، یہ غلط ہے، میں تسلیم نہیں کروں گا اور بعض احباب مع شیخ الحدیث صاحب سے عرض کیا کہ اب اس قضیہ کا فیصلہ حضرت ازہری میاں ہی کریں گے، ان کے پاس جائیے اور دیکھئے وہ کیا فرماتے ہیں۔ دو تین لوگ گئے جن میں شیخ صاحب بھی تھے، حضرت ازہری میاں نے سنتے ہی بلا تامل تصحیح فرما دی کہ یہ لفظ یہاں بے شک بالکسر ہی صحیح ہے، بالضم ہرگز صحیح نہیں۔

جہاں قوت حفظ کی توانائی اور یادداشت و ذہانت آپ نے ملاحظہ فرمائی، وہیں یہ بھی دیکھتے چلیں کہ انسان بہتیری چیزیں یاد کرتا ہے، انہیں اپنے سینے میں محفوظ کرتا ہے، مگر جب اسی شئی محفوظ کی ضرورت آن پڑتی ہے تو وہ اس محفوظ کو معانی مخزونہ کے نہاں خانے سے نکال کر زبان پر لانے سے قاصر نظر آتا ہے لیکن سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمہ جہاں کمالات حفظ کے جامع ہیں، وہیں آپ کے حضور ذہنی کا بھی جواب نہیں۔ کبھی ہزاروں کبھی لاکھوں کے مجمع میں تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے سوالات کیے جاتے اور حضور بروقت ان کا مدلل و مبرہن جواب عنایت فرماتے۔ علاوہ اس کے حضور کی حضور ذہنی کی ایک اور مثال بے مثال ملاحظہ کریں جو راقم السطور کو درپیش ہوئی۔ سب سے پہلے تو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ جن اشیاء کا یاد رکھنا دشوار تر ہے ان میں علم لغت سرفہرست ہے، افتاء کے اصول و قواعد پر مشتمل ایک کتاب ''رسم المفتی'' ہے۔ ہم اس کتاب کا درس استاذنا المکرم شیخ الحدیث والافتاء مظہر صدر العلماء حضرت العلام الحاج الشاہ مفتی محمد صالح رضوی بریلوی صاحب دام ظلہ علینا سے لیا کرتے تھے، ایک روز دوران درس ایک لفظ ''کطلاب'' آیا، جسے دیکھنے کے بعد اس کے ترجمہ پر غور کیا گیا تو ترجمہ بڑی آسانی کے ساتھ حل ہو گیا لیکن اس کے تلفظ کا تعین نہ ہو سکا کہ یہ کیا ہے اور اس کا وزن کیا ہے؟ یا یہ کہ یہ کس کے وزن پر ہے؟ لغات دیکھی گئیں، دیگر اساتذہ سے بھی معلوم کیا گیا لیکن لفظ کی حقیقت سے روشناسی نہ ہو سکی۔ دوسرے دن جب اپنے شیخ کی بارگاہ میں پہنچے تو شیخنا المکرم نے فرمایا کہ یہ لفظ اب یہاں حل نہیں ہوگا بلکہ اسے تاج الشریعہ کی ضرورت ہے۔ لہٰذا جب آپ لوگ حضرت کی بارگاہ میں درس لینے جائیں تو اس کا حل لے کر آئیں۔ دوسرے دن ہم اہل جماعت سیدنا و مرشدنا سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں بدستور حاضر ہوئے، سبق پڑھنے کے بعد خود راقم السطور نے حضرت علیہ الرحمہ سے عرض کی: ''حضور ایک لفظ **کطلاب** ہے جو کافی تلاش و جستجو کے بعد بھی نہیں ملا، آپ رہنمائی فرما دیں کہ یہ کیا ہے؟'' ابھی سوال کے اجزاء مکمل بھی نہ ہو سکے تھے کہ حضرت نے تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا: ''کیوں نہیں ملا؟ آپ معجم الوسیط دیکھیں، اس کی مثال میں قد کار کو پیش کیا گیا ہے''۔ جب ہم نے اپنی قیام گاہ پر آنے کے بعد دیکھا تو بعینہٖ اسی طرح پایا جیسا کہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا۔ کتاب وہی، وزن وہی، اور مثال بھی وہی۔ سبحان اللہ! اسے اس نظر

سے نہ دیکھیں کہ لفظ اتنا آسان ہے تو اس کی نشاندہی کیا کمال ہے؟ بلکہ اس نظریہ سے دیکھیں کہ جس میں ہم اتنے دنوں الجھے رہے، مرشدنا الکریم علیہ الرحمہ نے حضور ذہنی کا ملکہ ظاہر کرتے ہوئے لمحہ ادنیٰ میں حل فرما دیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں علوم تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کا صدقہ عنایت فرمائے۔ اللھم اغفر لشیخنا المکرم علیہ الرحمۃ والرضوان وارفع درجاتہ فی جبوب الجنان وفی الجنۃ العلیا قرر المکان آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین وآلہ الطیبین والطاہرین وعلماء الصالحین اجمعین

***

حضور تاج الشریعہ اور دفاع اعلیٰ حضرت

مولانا قاری غلام مرتضیٰ رضوی مظفر پوری، استاذ جامعۃ الرضا، بریلی شریف

سلطان الفقہا، مرجع العلماء، راس الاتقیاء، شیخ الاسلام والمسلمین، وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین حضور مفتی اعظم، تاج الشریعہ بدر الطریقہ شیخنا وسندنا حضرت العلام مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان کی زندگی کا ہر گوشہ دین الٰہی کے لئے وقف تھا، آپ پابند شرع، علوم وفنون، تقویٰ وطہارت، تفقہ وتصلب فی الدین، دفاع اعلیٰ حضرت ومسلک اعلیٰ حضرت میں نادر الوجود، یکتائے زمانہ تھے۔ آپ کی ذات زیور تقویٰ سے آراستہ، ایمان کے نور سے منور اور یقین کی صفائی سے مصفّٰی اور عمل شرع سے مجلّٰی تھی۔ نت نئے الجھے ہوئے مسائل سلجھانے میں، تحقیقات وتفہیمات وتدقیقات ومہارت لسانیات میں آپ کا کوئی ہمسر نہیں۔ ہمہ وقت دین کی خدمت وفکر میں مصروف رہتے تھے۔ فقیر نے حضرت کے شب وروز دیکھے، عوام کا اژدہام، خواص کا جم غفیر، مریدین، معتقدین وسائلین کی بھیڑ، متعلمین ومعلمین اور بیماروں کی بھیڑ، استفتے اور تبلیغی اسفار کا اژدہام باوجود اس کے اتنے نمایاں کارنامے تعجب بالائے تعجب۔ ایک ذات سے اتنے کام مشکل نظر آتا ہے مگر اللہ تبارک وتعالیٰ جس پر آسانی فرمادے اس کے لئے آسان ہے۔ ”وانہ یسیر من یسرہ اللہ علیہ۔۔۔ الحدیث“۔

آپ کے ہزارہا کارناموں میں یہ کارنامہ بھی خصوصیت کا حامل ہے کہ آپ نے اعلیٰ حضرت مجدد اعظم دین وملت امام اہل سنت الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کی ذات ستودہ صفات پر کیے گئے اعتراضات، ان کی تصنیفات شریفہ، تالیفات منیفہ ودیگر تحقیقات وتحریرات میں شگوفے نکالنے والوں کا منہ توڑ جواب دیا جیسا کہ ”دفاع کنز الایمان“ آپ کی معرکۃ الآراء تصنیف ہے۔ اس میں آپ نے مولوی امام علی قاسمی رائے پوری کے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد اعظم کا ترجمہ کنز الایمان پر بے جا اعتراضات وشکوک وشبہات کا مسکت ازالہ کیا۔ ساتھ ہی ایسے معارضات وایرادات قائم کیے جس سے بدمذہبوں کو منہ چھپانا پڑا اور وہ قیامت تک جواب نہیں لا سکتے۔

ازیں علاوہ وہ اعتراضات جو مخالفین اور حاسدین نے اعلیٰ حضرت اور فتاویٰ اعلیٰ حضرت پر کیے، ان کا اور اپنوں میں جنہوں نے فتاویٰ رضویہ شریف کے خلاف فتویٰ دیا، یا ان کی عبارات کی غلط مراد ومفہوم نکالا۔ ان سب کا حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے مکمل دلائل وبراہین کے ساتھ اندفع وازالہ فرمایا۔ اسی طرح آپ نے چوطرفہ اعلیٰ حضرت، مسلک اعلیٰ حضرت اور کتب اعلیٰ حضرت کا دفاع کیا۔ اس پر آپ کی تصنیفات وفتاویٰ شاہد عدل ہیں، ان میں سے کچھ قارئین کی بارگاہ میں حاضر ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے حطیم کو روضۂ اسماعیل نہیں کہا: معترض نے اعتراض کیا کہ اعلیٰ حضرت نے حطیم مبارک کو روضۂ اسماعیل بتلایا کہ اعلیٰ حضرت احکام شریعت حصہ اول میں یوں تحریر فرماتے ہیں: ”حطیم مبارک روضۂ اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام ہے“۔ اس کے جواب میں حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں کہ ”اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے روضۂ اسماعیل علیٰ نبینا وعلیہ السلام

کا اطلاق حطیم شریف پر نہیں کیا ہے بلکہ علمائے کرام سے یہ نقل فرمایا کہ حطیم کے قریب اور ایک قول پر حجر اسود اور زمزم کے بیچ میں اسماعیل علیہ السلام اور ستر انبیاء علیہم السلام کی قبور ہیں۔ تو یہ اعلیٰ حضرت پر افترا ہوا کہ انہوں نے حطیم کو روضۂ اسماعیل فرمایا۔ اعلیٰ حضرت نے احکام شریعت، خواہ فتاویٰ رضویہ میں ایسا نہ لکھا۔ الخ" [ماخوذ فتاویٰ تاج الشریعہ، ج ۱، ص ۱۲۳]

اعلیٰ حضرت نے کسی صحابی یا تابعی کو کافر نہیں کہا: سیدی سرکار اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان پر وہابیوں دیوبندیوں نے یہ الزام و بہتان لگایا کہ انہوں نے صحابی یا تابعی کو کافر کہا جس کو مولوی محمد تانڈوی نے اپنی کتاب میں یوں بیان کیا: "چونکہ مولوی احمد رضا خان صاحب اپنی جماعت و پارٹی میں اعلیٰ، بڑے حضرت اور دوسری امتیازی خصوصیات کے مالک ہیں اس لئے کفر و ارتداد بھی اپنی شان کے مطابق امتیازی خدمات و بے نظیر کارنامے دیے ہیں۔ انہوں نے صرف اپنے بیگانوں ہی کو کافر و مرتد بنانے پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ ان کا دست تکفیر ان تمام دیوبندیوں کو توڑ کر اس خطرناک حد تک دراز ہوگیا کہ حضرت صحابہ کرام اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بارگاہ قدس تک پہنچ گیا اور اس بے باکی اور ڈھٹائی سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس صحابی یا محترم تابعی کو معاذ اللہ کافر بناڈالا"۔ اسی میں آگے تانڈوی نے مزید لکھا: "اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: "ایک بار عبدالرحمن قاری کہ کافر تھا، اسے قرأت سے قاری نہ سمجھ لیں بلکہ قبیلہ بنی قارہ سے تھا" [ملفوظات اعلیٰ حضرت] حالانکہ اسماء الرجال کی مستند و معتبر کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ جو قصبہ بنی قارہ سے نسبت رکھنے کی وجہ سے عبدالرحمن قاری کہلائے تھے وہ تو حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس صحابی یا تابعی تھے"۔

حضور تاج الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرحمہ اس من گھڑت الزام و بہتان کا ازالہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "قول مشہور ماخوذ یہ ہے کہ عبدالرحمن قاری مذکور تابعی ہیں۔ الاکمال میں ہے: "المشهور انه تابعي وهو من جلة تابعي المدينة وعلمائها" وہابیہ نے انہیں از راہ جہل صحابی بتایا ہے اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر تبرا کرتے رہے کہ صحابی کو کافر کہہ دیا، اہلسنت کے علمائے کرام کے بار بار مطالبہ کے باوجود وہابیہ جب شخص مذکور کا صحابی ہونا ثابت نہ کر سکے تو شرم مٹانے کو یہ کہنے لگے کہ صحابی یا تابعی کو کافر کہہ دیا۔ مندرجہ مضمون میں نور محمد تانڈوی آنجہانی نے بھی یہی رٹ باندھی ہے اور یہ دیوبندیوں کا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان پر کھلا بہتان ہے۔ انہوں نے ہرگز ہرگز کسی صحابی کو یا تابعی کو کافر نہیں کہا بلکہ عبدالرحمن فزاری کو کافر فرمایا ہے۔ جسے ناقل یا مرتب نے غلطی سے قاری لکھ دیا ہے، اس پر اس کے وہ افعال جو الملفوظ میں مفصل درج ہوئے، مثلاً سرکار علیہ السلام کے چرواہے کو قتل کرنا، سرکار کا اونٹ لے جانا، صحابہ کرام کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں اسے اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرنا، شاہد عدل ہیں کہ وہ کافر تھا، نہ کہ صحابی یا تابعی۔ مگر دیوبندی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پر اعتراض کے جوش میں ایسے اندھے ہیں کہ ایسے شقی کو صحابی یا تابعی بتا رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو کافر ٹھہرانے کی فکر میں اس کافر کو صحابی یا تابعی بتا کر دین و ایمان سے ہاتھ دھوئے بیٹھے ہیں۔ یہ دھاندلی کا نتیجہ ہے اور بہتان کا ثمرہ ہے، پھر فزاری کی جگہ قاری ہو جانے سے اعلیٰ حضرت کی تکفیر کے لئے تو یہ گڑھ لیا کہ انہوں نے صحابی یا تابعی کو کافر کہہ دیا مگر اپنے مذہب کی کچھ خبر ہے؟ دیوبندی دھرم میں صحابی کو کافر کہنے والا مسلمان ہے۔ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ میں ہے: "جو شخص صحابہ کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے اور اس کبیرہ کے سبب سنت و جماعت سے خارج نہ ہوگا"۔ اسی میں ہے: "جو شخص صحابہ کی بے ادبی کرے، وہ فاسق ہے" [فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۰۹، جسیم بکڈپو، دہلی]۔ اب

دیوبندیوں سے رشید احمد گنگوہی کے ایمان واسلام کی خبر پوچھئے بلکہ سب دیوبندی اپنے بابت بتائیں کہ ایمان کہاں رہا؟ [فتاویٰ تاج الشریعہ، ج ۱، ص ۴۲۹، ۴۳۰]

اعلیٰ حضرت کو اعلیٰ حضرت کیوں کہتے ہیں؟ وہابی، دیوبندی، سنیوں سے کہتے ہیں کہ تم لوگ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کو اعلیٰ حضرت کیوں کہتے ہو؟ سب سے اعلیٰ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اس کا ازالہ کرتے ہوئے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت اس لئے کہتے ہیں کہ امام اہل سنت امام احمد رضا فاضل بریلوی گزشتہ صدی کے مجدد، ایسے بڑے عالم دین تھے کہ پانچ سو برس میں ان کا نظیر ان کی جامعیت میں کوئی نظر نہ آیا اور عرب وعجم کے علماء نے ان کے علم وفضل کا اعتراف فرمایا۔ جب کہ حسام الحرمین، الدولۃ المکیہ وغیرہ سب پر علمائے روزگار کی تقریظات سے ظاہر ہے اور اعلیٰ حضرت کچھ علماء کے ساتھ خاص نہیں، عرف میں امراء اور نوابوں کو بھی کہا گیا ہے اور وہابیہ نے اپنے پیر حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کو بھی لکھا ہے اور یہ کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کے مساوات یا برتری اس لفظ سے کسی کا قصد نہیں ہے، یہ وہابیہ کا سوء ظن اور بہتان ہے''۔ [فتاویٰ تاج الشریعہ، ج ۱، ص ۵۰۹]

امام اہل سنت کے سوا دوسرے کو اعلیٰ حضرت کہنا ایہام امر غیر مناسب ہو سکتا ہے: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں سائل نے سوال کیا کہ ''اعلیٰ حضرت صرف فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں صاحب مجدد دین وملت علیہ الرحمہ کے سوا کسی اور کو کہنے میں کوئی حرج تو نہیں؟ ایسے شخص کے متعلق کیا حکم ہے؟ جو صرف فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی شان اقدس گھٹانے کی غرض سے دوسرے بزرگوں کو اعلیٰ حضرت کہتا ہے۔ فقط''

اس کے جواب میں آپ رقم طراز ہیں: ''دوسرے بزرگوں کو بھی اعلیٰ حضرت کہنا فی نفسہ جائز ہے، مگر جبکہ یہ لقب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے ساتھ خاص سا ہو گیا ہے اور خاص وعام انہیں کو اعلیٰ حضرت کہتے ہیں تو دوسرے کو اعلیٰ حضرت کہنا ایہام امر غیر مناسب ہو سکتا ہے لہٰذا احتراز بہتر۔ ان کے لئے دوسرے القاب تعظیمی بولیں اور فتنہ واختلاف سے بچیں اور اگر نیت یہ ہو کہ اعلیٰ حضرت کا لقب دوسرے بزرگ کو دے کر اعلیٰ حضرت کی شان گھٹا دیں اور ان بزرگ کی عزت بڑھا دیں تو یہ خیال خام، نہ اس سے اعلیٰ حضرت کی شان گھٹے نہ ان بزرگ کی عزت ان کے بڑھانے سے بڑھے۔ نہ ایسی نیت سے وہ بزرگ خوش ہوں کہ گناہ کی نیت ہے اور گناہ کی نیت سے خدا اور رسول ناراض ہوتے ہیں۔ تو وہ بزرگ کب خوش ہو سکتے ہیں؟ ایسی نیت والوں کے لئے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ عالمگیری میں ہے: "من ابغض عالماً من غیر سبب ظاهر خیف علیه الکفر" جو کسی عالم سے بے وجہ شرعی بغض رکھے اس پر کفر کا اندیشہ ہے تو امام العلماء امام اہلسنت مجدد دین وملت کے بارے میں کیا خیال ہے؟ بلا وجہ ان کی عداوت کتنی بدانجام ہوگی؟ واللہ تعالیٰ اعلم''۔ [فتاویٰ تاج الشریعہ، ج ۱، ص ۵۲۵]

بے شک حضرت کا فرمان سچ ہے کہ ''دوسرے بزرگوں کو بھی اعلیٰ حضرت کہنا فی نفسہ جائز ہے'' اس کا یہ مطلب نہیں کہ علی الاطلاق اعلیٰ حضرت کہنا جائز بلکہ وہ اپنے خاندان کا یا اپنی خانقاہ کا یا پھر اپنے مدرسہ کا یا اپنے قصبہ کا اعلیٰ حضرت ہوگا۔ علی الاطلاق اعلیٰ حضرت صرف امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ ہیں۔ حضور محدث اعظم کچھوچھوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت علی الاطلاق امام اہل سنت فی الآفاق مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ حضور سیدنا مفتی احمد رضا خاں قادری بریلوی تیرہویں صدی کی

وہ واحد شخصیت تھے، جو ختم صدی سے پہلے علم وفضل کا آفتاب ہوکر اسلامیات کی تبلیغ میں عرب وعجم پر چھا گئے۔"

[خطبہ صدارت ناگپور، بحوالہ عالمی سہارا، ص ۹۲]

اعلیٰ حضرت چودہویں صدی کے مجدد اعظم تھے:

ایک شخص نے سوال کیا کہ زید کہتا ہے کہ امام اہلسنت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چودہویں صدی کے مجدد اعظم نہیں تھے، کیا زید کا قول صحیح ہے؟ اس کے جواب میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ "اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علمائے حرمین شریفین نے مجدد کہا اور ان کے زمانے سے آج تک جملہ علمائے اہلسنت وعوام مجدد دین وملت جانتے مانتے چلے آئے اور خود ان کا کام ان کے احیائے سنت وتجدید دین پر شاہد عدل ہے اور جو اپنے زمانے میں احیائے سنت وازالۂ بدعات ومنکرات کرے، وہی مجدد ہے۔ خواہ کوئی کہے یا نہ کہے۔ زید بےقید کی باتوں پر کان نہ دھرا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم"۔

[فتاویٰ تاج الشریعہ، ج ۱، ص ۵۲۳]

باطل فرقوں سے تمیز وشناخت مسلک اعلیٰ حضرت ہے:

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ "ایک مولانا صاحب کہتے ہیں کہ مسلک اعلیٰ حضرت نہیں کہنا چاہئے، کیونکہ اعلیٰ حضرت کا مسلک بھی حنفی ہے، مسلک حنفی یا مسلک امام اعظم کہنا چاہئے۔ لہٰذا مسلک مہذب کیا ہے؟"۔ اس پر آپ تحریر فرماتے ہیں:

"مسلک سے مراد وہ عقائد حقہ اہل سنت وجماعت ہیں جن پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور ہر زمانہ میں ائمہ دین واولیائے کاملین قائم رہے یہاں تک کہ وہ عقائد ان حضرات کی تعلیم وتبلیغ سے ہم تک پہنچے، اس کو حدیث میں سواد اعظم سے تعبیر فرمایا کہ ارشاد ہوا: 'اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار'۔ ان عقائد میں کسی کی تقلید نہیں کہ یہ اصول دین ہیں۔ تقلید فروع میں ہے، اس کے اعتبار سے اعلیٰ حضرت اور ان کے متوسلین حنفی کہلاتے ہیں پھر ان معتقدات حقہ کو باطل فرقوں سے تمیز وشناخت کے لئے مسلک اعلیٰ حضرت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہاں سے فرق ظاہر ہوا اور اعتراض معترض زائل۔"

[فتاویٰ تاج الشریعہ، ج ۱، ص ۵۲۹]

سبحان اللہ! یہ چند نظریں پیش ہوئیں، اس کے علاوہ آپ کی تصنیفات وتحریرات میں بہت سے نظائر ہیں جنہیں احاطۂ تحریر لانے کے لئے دفتر چاہئے۔ نیز مذکورہ بالا تحریرات سے واضح ہوا کہ آپ نے اعلیٰ حضرت، مسلک اعلیٰ حضرت وکتب اعلیٰ حضرت کا ہر اعتبار سے دفاع کیا، بے شک آپ محافظ مسلک اعلیٰ حضرت ومحافظ خانوادۂ اعلیٰ حضرت، آبروئے اہلسنت تھے۔ دنیائے سنیت کہتی ہے کہ علوم اعلیٰ حضرت کے سچے وارث تمہی تو ہو۔ کتب اعلیٰ حضرت کے نگہبان تمہی تو ہو۔ علی الاطلاق، شہرہ فی الآفاق، ازہری میاں، تاج الشریعہ، وارث علوم اعلیٰ حضرت تمہی تو ہو۔ اللہ عزوجل حضور تاج الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے درجات بلند فرمائے اور شہزادۂ تاج الشریعہ ابوحسام حضرت العلام مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری مدظلہ العالی کو مزید استحکام عطا فرمائے اور علوم تاج الشریعہ کا محافظ ونگہبان بنائے اور ہم غربائے اہل سنت پر حضور تاج الشریعہ کا علمی وروحانی فیضان تاحین حیات قائم ودائم رکھے۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

حضور تاج الشریعہ اور جامعۃ الرضا کا قیام

مولانا محمد ندیم قادری مرکزی، استاذ جامعۃ الرضا بریلی شریف

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش میں واقع شہر "بریلی" کو تقریباً پونے دو سو سال سے اب تک مسلسل اسلامیان ہند کی ملی و مذہبی رہنمائی کا اہم فریضہ انجام دینے کا شرف حاصل ہے، جب بھی ملت اسلامیہ کی طرف کفر والحاد اور ضلالت و گمراہی کے طوفان نے رخ کیا، اس نے اپنے علم و عرفان اور عشق و ایمان کی توانائیوں سے اس کا رخ موڑ کر ملت کے ایمان و اسلام کی پاسبانی کی۔

دین و ملت کی مسلسل خدمات اور وقت کی اسی نباضی اور جرأت مندانہ اقدام سے متاثر ہو کر متحدہ ہندوستان نے بیک زبان "مرکز اہل سنت بریلی شریف" کا نعرہ فضا میں بلند کیا کیونکہ اس مرکز کی رگوں میں "امام احمد رضا" کا علم و عرفان خون بن کر دوڑ رہا ہے جنہوں نے نہایت ہی خلوص و للٰہیت کے ساتھ سواد اعظم اہل سنت و جماعت کی کامل رہنمائی کا بیڑا اٹھایا، جن کے خاندان کی دس پشتوں نے قوم و ملت کے ایمان و اسلام کی مسلسل حفاظت و صیانت کی اور آج بھی یہ سلسلہ زریں "حضور تاج الشریعہ" کے ذریعہ جاری و ساری ہے جو اس مرکز کے دوام مرکزیت کا ضامن ہے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات بابرکت سے ملک و بیرون ملک کون واقف نہیں، ہر ایک حضرت کی ذات و شخصیت سے بخوبی شناسا ہے اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ سے فیض برکات کے حصول کے لئے اور آپ کے چہرۂ مبارک کی نورانی کرنوں کی ایک جھلک پانے کے لئے لوگوں کا ٹھاٹھے مارتا سمندر ہمہ جہت نظر آتا ہے اپنے ہوں یا غیر جو کوئی بھی آپ کے نورانی چہرے کو دیکھتا تو آپ کے چہرہ کی نورانیت میں ڈوبتا چلا جاتا یہاں تک کہ آپ کا دیوانہ ہو جاتا اور کیوں نہ ہو؟ کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا آپ علیہ الرحمہ پر خصوصی فضل و انعام تھا اور کرم نوازیاں ہی تو تھیں کہ اس نے آپ کو شان و شوکت، مال و دولت، رعب و دبدبہ، جاہ و جلال، حسن و جمال کی دولت عطا کرنے کے ساتھ ساتھ علمی کمالات سے بھی بہرہ ور فرمایا اور جب آپ نے اس خاکدان گیتی میں اپنی آنکھیں کھولیں تو اللہ رب العزت نے آپ کو ایک بیش بہا علمی گھرانہ بھی عطا فرمایا، آپ کی نشو و نما علمی ماحول اور علمی گھرانہ میں ہوئی، آپ کے پدر بزرگوار ایک جید عالم دین جنہیں لوگ "حضور مفسر اعظم" کے لقب سے جانتے ہیں آپ کے جد محترم ایک زبردست عالم دین جنہیں دنیا "حضور حجۃ الاسلام" کے لقب سے جانتی پہچانتی ہے، آپ کے نانا جان پیکر تقویٰ و طہارت، سراپا رشد و ہدایت، مخزن علم و حکمت بھی ایک زبردست اور جید عالم دین جنہیں اہل دنیا "حضور مفتی اعظم ہند" کے لقب سے جانتی پہچانتی ہے اور آپ کے جد اعلیٰ قاطع ضلالت، ماحی بدعت، حامی سنت بھی ایک ایسے عالم دین جنکے نام سے ایوان باطل میں زلزلہ طاری ہو جاتا اور جنکی گونج چہار دانگ عالم میں پھیلی ہوئی ہے، اپنے وقت کے بڑے بڑے عالموں نے جس کے علم کا لوہا مانا، عوام و خواص کے مابین جس کی ذات "اعلیٰ حضرت عظیم البرکت" کے لقب سے مشہور و معروف ہے۔ ہاں

ہاں! اسی خاندان کے ایک اور چشم و چراغ کا نام مرکز علم وفن، آبروئے چمن، رونق انجمن جانشین حضور مفتی اعظم ہند، الحاج الشاہ المفتی محمد اختر رضا خان الازہری القادری البریلوی کی ذات بابرکات ہے۔ آپ کو بچپن سے ہی علم سے کافی شغف رہا، اور شروع ہی سے پڑھنے پڑھانے اور مطالعہ کا بے حد شوق رکھتے، اس سلسلے میں تین ہم عصر قدآور شخصیتوں کے تاثرات ''مارہرہ سے بریلی تک'' سے نقل کرتا ہوں۔

امام علم وفن حضرت خواجہ مظفر حسین علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم چرہ محمد پور، فیض آباد فرماتے ہیں:

''حضور ازہری میاں کو میں نے طالب علمی کے زمانے میں دیکھا مطالعہ کے بے حد شوقین حتی کہ کبھی کبھار مسجد میں آتے تو دیکھتا کہ راستہ میں چلتے جہاں موقع ملتا کتاب کھول کر پڑھنے لگتے''۔

اسی طرح حضرت مفتی غلام مجتبی اشرفی قدس سرہ شیخ الحدیث منظر اسلام، بریلی شریف فرماتے ہیں:

''حضرت تاج الشریعہ کو کتابوں سے بہت شغف ہے، زمانہ طالب علمی سے ہی نئی نئی کتابیں دیکھنے، پڑھنے کا بہت زیادہ شوق حتی کہ راستے چلتے بھی کتاب پڑھتے اور اب میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ شوق دن دونا رات چوگنا ہے''۔

عمدۃ المحققین حضرت علامہ قاضی عبدالرحیم بستوی علیہ الرحمہ تو ہمیشہ آپ کے مطالعہ اور قوت حافظہ کا ذکر کرتے تھے، بعض دفعہ کسی کسی واقعہ کا بھی ذکر فرماتے تھے۔[سوانح تاج الشریعہ ص۱۹]

حضور تاج الشریعہ کے اسی علمی ذوق وشوق کی وجہ سے آپ نے صرف بریلی شریف ہی میں تعلیم حاصل نہ کی بلکہ اعلی تعلیم کے حصول کی غرض سے ''جامعۃ الازہر'' مصر قاہرہ بھی تشریف لے گئے اور جب مصر سے ۱۹۶۶ء میں تشریف لائے تو تدریسی خدمات کی انجام دہی کیلئے ۱۹۶۷ء میں ''منظر اسلام'' میں بحیثیت مدرس مقرر ہوئے اور تدریس کا باضابطہ آغاز فرمایا۔ مسلسل جد وجہد محنت ولگن سے پڑھاتے رہے یہاں تک کہ ۱۹۷۸ء میں آپ ''صدر المدرسین'' کے عہدہ پر فائز ہوگئے، منظر اسلام کا ''دارالافتاء'' بھی آپ کے سپرد ہوگیا اور تقریباً ۱۹۸۰ء میں کثیر مصروفیات کی وجہ سے منظر اسلام سے علیٰحدہ ہوگئے یہ وہ دور تھا جس میں سرکار مفتی اعظم بیمار چل رہے تھے اس وجہ سے تبلیغی دورے وغیرہ بھی درپیش ہوگئے سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا انتقال ۱۹۸۱ء میں ہوا۔ اس کے بعد آپ کی مصروفیات اور بڑھ گئیں، فتاوی نویسی میں آپ مرجع خلائق ٹھہرے اس وجہ سے آپ نے ''مرکزی دارالافتاء'' قائم فرمایا جو ہنوز بحسن وخوبی اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ مگر آپ نے درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور تعریب وترجمہ کا کام متاثر نہ ہونے دیا۔

عرصہ دراز سے مخیران اہل سنت اور ارباب عقیدت مرکز میں ایک ادارے کی ضرورت شدت سے محسوس کر رہے تھے جو ہمہ جہت ہونے کے ساتھ ساتھ مرکز کے شایان شان بھی ہو جس میں فرزندان توحید ورسالت کی تعلیم وتربیت اسلامی انداز فکر کے مطابق ہو، تاکہ ایک طرف وہ اسلامی شعور آگہی سے بہرہ ور ہوں تو دوسری طرف دنیاوی پیچ وخم کو شرعی نقطہ نظر سے سلجھانے کی صلاحیت کے بھی حامل ہوں۔

مرکز کے وفادار ومخلص احباب نے اپنی اس دیرینہ خواہش کا اظہار تاجدار اہل سنت، وفا شعار تقوی وطہارت، علم وفضل میں شہرۂ آفاق، تفقہ وتدبر میں یگانہ روزگار، شریعت وطریقت کے بحر ذخار، حضور مفتی اعظم ہند مفتی محمد مصطفی رضا خان علیہ الرحمۃ

والرضوان کی بارگاہ میں کیا جس سے آپ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور مرکز میں مرکز کے شایان شان ایک دینی قلعہ کی تعمیر کے لئے زمین کی فراہمی، نقشہ و ماڈل کی تیاری اور دیگر ضروریات کے لئے بنفس نفیس ساعی وکوشاں رہے مگر آپ کی حیات ظاہری نے وفا نہ کی اور اس طرح یہ عظیم دینی قلعہ تعمیر ہوتے ہوتے رہ گیا۔

لیکن عقیدت مندان مفتی اعظم اور جاں نثاران مرکز اہل سنت نے ہمت نہ ہاری، حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی اس خواب کی یاددہانی کراتے ہوئے جانشین حضور مفتی اعظم ہند کی بارگاہ میں اپنا عریضہ پیش کیا اور مصر ہوئے کہ حضور مفتی اعظم کا یہ خواب حضور کے ہاتھوں شرمندۂ تعبیر ہوجاتا تو ملت اسلامیہ کے لئے بہت اچھا ہوتا اور جس کی مرکز کو اشد ضرورت بھی ہے، چنانچہ اس عظیم ذمہ داری کی انجام دہی کے لئے آپ نے حامی بھر لی اور آپ راضی ہوگئے، شاید اللہ رب العزت نے حضور مفتی اعظم ہند کا یہ خواب آپ کے سچے جانشین حضور تاج الشریعہ کے ہاتھوں شرمندۂ تعبیر ہونا مقدر فرمادیا تھا۔

لہٰذا، ۲۴ صفر المظفر ۱۴۲۱ھ بمطابق ۲۹ مئی ۲۰۰۰ء کی تاریخ، پیر کا مبارک و مسعود دن، عرس رضوی کا پر بہار موقع اور سہ پہر دن کی سعادت مند ساعت تھی جب آبروئے سنیت حضور تاج الشریعہ قاضی القضاۃ فی الھند حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے دست حق پرست سے ملک کے نامور علمائے کرام و مشائخ عظام کے جھرمٹ میں ہزاروں محبان مرکز اور عقیدت مندوں کی موجودگی میں "گنبد رضا" محلہ سوداگران سے تقریباً ۸ کلومیٹر دور مرکز نگر، نزد سی بی گنج، بریلی شریف میں خواب مفتی اعظم کی تعبیر "مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا" کا سنگ بنیاد رکھا اور دیکھتے ہی دیکھتے سرزمین بریلی شریف پر دین و سنیت کا ایک پرشکوہ تعلیمی قلعہ معرض وجود میں آگیا جس کے ذریعہ مستقبل قریب میں برپا ہونے والے تعلیمی انقلاب کی دھمک ابتدا ہی سے محسوس کی جانے لگی۔

جامعۃ الرضا کے قیام کا مقصد: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کا اس عظیم الشان اور دینی قلعہ کی تاسیس و قیام سے جہاں ایک طرف مقصد یہ تھا کہ یہ دینی قلعہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے خواب کی سچی تعبیر ثابت ہو وہیں دوسری طرف یہ بھی غرض تھی کہ یہ (جامعۃ الرضا) چونکہ سرزمین بریلی شریف میں واقع ہے جو تمام اہل سنت و جماعت کا مرکز اور ملجا و ماوٰی ہے تو اس مرکز کے شایان شان یہ پرشکوہ دینی قلعہ اعلیٰ اور معیاری تعلیم کے ساتھ ساتھ عظیم صفات کا حامل بھی ہو، اور اس کی تکمیل کے لئے حضور تاج الشریعہ خوب جانفشانی اور عرق ریزی سے مصروف عمل ہوئے اور محنت و مشقت برداشت کرتے ہوئے آج اس کو اس بلند مقام تک پہونچایا جس کا مشاہدہ ہم اپنے ماتھے کی نگاہوں سے کر رہے ہیں اور اسی کا ثمرہ و نتیجہ ہے کہ اس عظیم ادارہ نے اتنی قلیل مدت میں شہرۂ آفاق عروج وارتقاء حاصل کرلیا اور اس سے قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں بلند ہونے لگیں جس سے باطل رگوں کے اندر آگ کا شعلہ مشتعل ہوگیا اور ان کے تن من میں آگ لگ گئی گویا یہ عظیم ادارہ باطل پرستوں کا قلع قمع کرنے کا ایک بڑا ذریعہ تھا اور کیوں نہ ہو؟ جبکہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی رگوں میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کا خون گردش کر رہا تھا جنھوں نے اپنی پوری زندگی باطل پرستوں کا قلع قمع کرنے اور ان کو منھ توڑ جواب دینے میں صرف کردی اور لوگوں کو یہ پیغام دیا:

دشمن احمد پہ شدت کیجئے ملحدوں کی کیا مروت کیجئے
غیظ میں جل جائیں بیدینوں کے دل یا رسول اللہ! کی کثرت کیجئے

جامعۃ الرضا کی خصوصیات: دینی اداروں کے درمیان جامعۃ الرضا بھی متعدد خصوصیات کا حامل ہے، وہ ایک دینی درسگاہ ہونے کے ساتھ ساتھ فکری، عملی، معاشی، معاشرتی اور اقتصادی ذمہ داریوں کا بھی ضامن ہے اور اراضی و رقبہ کے اعتبار سے بھی کافی وسعت و کشادگی رکھتا ہے اس کی کل آراضی تقریباً ۱۵۲ ربیگھہ پر مشتمل ہے، اس میں طلباء کی رہائش و قیام کے لئے ایک چہار منزلہ خوبصورت عمارت بنام ''ازہری ہاسٹل'' اور طلباء کی تعلیم کے لئے سہ منزلہ عمارت بنام ''سینٹرل بلڈنگ'' موجود ہے۔ اس میں تقریباً ۵۵ رافراد پر مشتمل اسٹاف اور کارکنوں کا عملہ اپنی تمام تر کوششوں اور توانائیوں کے ساتھ کام انجام دے رہا ہے، جس میں تقریباً ۳۰ رافراد درس و تدریس کی خدمات پر مامور ہیں اور طالبان علوم نبویہ کو زیور علم سے آراستہ کرنے کے لئے ہمہ جہت کوشاں ہیں اور باقی افراد جامعہ کی دیگر ضروریات کو پورا کرنے میں ہمہ تن مصروف عمل ہیں۔ اور اس کے وسیع و عریض احاطہ میں ایک ''حامدی مسجد'' ہے جو اپنی بناوٹ، نقشہ و ساخت کے اعتبار سے ہندوستان میں منفرد اور نہایت ہی خوبصورت نظر آتی ہے جس میں تقریباً ۳۰۰۰ ر افراد بیک وقت نماز ادا کر سکتے ہیں جو ابھی زیر تعمیر ہے۔

اور اس کی گوناگوں خصوصیات کے اظہار کے لئے ذیل میں چند چیزیں اور ذکر کی جاتی ہیں:

نظام تعلیم: جامعۃ الرضا میں طلبہ کو محض زیور علم سے ظاہری طور پر آراستہ نہیں کیا جاتا بلکہ اسلامی تربیت کے زیور سے ان کی ذات کو نکھار ا اور سنوارا بھی جاتا ہے، یہاں طلبہ کو زندگی جینے کا مفہوم اور معاشرے میں ایک کامیاب زندگی کے اسرار و رموز سکھائے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں انتظامیہ نے طلبہ کی اسلامی اور اخلاقی تربیت کے لئے باقاعدہ اصول مرتب کئے ہیں جن پر سختی کے ساتھ طلبہ سے عمل کرایا جاتا ہے اور خلاف ورزی کی صورت میں تادیبی کارروائی کی جاتی ہے۔ جن میں سے چند اصول مندرجہ ذیل ہیں:

☆ بعد نماز فجر طلبہ سے تلاوت قرآن مجید کا التزام
☆ نماز کے وقت کسی بھی طلبہ کو باہر یا احاطے میں ٹہلنے کی ممانعت
☆ دوران تعلیم طلبہ کو بلا ضرورت رہائشی کمروں میں جانے کی ممانعت
☆ طلبہ سے دوران تعلیم مکمل یونیفارم کا التزام
☆ بزم ازہری کے ہفتہ واری پروگرام میں جمیع طلبہ کی شرکت کا التزام
☆ ترانہ جامعہ میں روزانہ جمیع طلبہ کی شرکت کا التزام
☆ طلبہ سے اپنے جسم و لباس اور رہائشی کمروں کی صفائی ستھرائی کا التزام
☆ طلبہ کو وضع قطع اور اخلاق و کردار اسلامی رکھنے کی تلقین
☆ اذان سنتے ہی سب کچھ چھوڑ کر صرف نماز کی تیاری میں مصروف ہونے کی تلقین
☆ ہر طالب علم کے ۱۱ ربجے شب تک مشغول مطالعہ رہنے کا التزام

شعبہ کمپیوٹر: اس شعبہ میں جماعت رابعہ سے اوپر کے سبھی طلبہ کو عہد حاضر کے مزاج کے مطابق کمپیوٹر کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی ہے۔ جامعہ میں پڑھائے جا رہے کمپیوٹر کورسیز کو این سی پی یو ایل (NCPUL) سے منظور کرانے کی کوشش جاری ہے۔

یہاں طلبہ کو جاوہ، ایچ ٹی ایم ایل، فوکس پرو، وی بی اور ریکل جیسی اہم لینگویجیز بھی سکھائی جاتی ہیں جن کے لئے پروفیشنل ادارے طلبہ سے ۲۵۰۰۰ / ۳۰۰۰۰ تک وصول کرتے ہیں۔ نیز منتہی جماعتوں کے طلبہ کو گورنمنٹ سے منظور شدہ C.C.C. کمپیوٹر کورس بھی کرایا جاتا ہے۔

کمپیوٹر لیب: جامعہ میں ایک کمپیوٹر لیب ہے جس میں طلبہ کی آسانی اور سہولت کے پیش نظر تقریباً ۹۰ رعدد کمپیوٹر کی ایک بڑی تعداد موجود ہے جس کی مدد سے طلبہ اپنے آپ کو نہ صرف تھیوری پڑھ کر ناقص اور ادھورے رہ جاتے ہیں بلکہ اپنے پڑھے ہوئے اسباق کو عملی جامہ پہنا کر کمپیوٹر میں اچھی خاصی صلاحیت بھی اجاگر کرتے ہیں۔

شعبہ تبلیغ واصلاح: سماج میں پھیلی فکری و عملی بے راہ روی اور دینی غفلت کو دور کرنے کے لئے جامعہ کا یہ شعبہ شہر بریلی شریف ومضافات اور ملک کے مختلف شہروں میں اسلامی مبلغین کے وفد روانہ کرتا ہے تاکہ امت مسلمہ اسلام کی پسندیدہ روش پر گامزن رہتے ہوئے بدعملی و بدعقیدگی کے مضر اثرات سے خود کو محفوظ رکھ سکے۔

شعبہ نشر واشاعت: اس شعبہ کے ذریعہ اکابر اہل سنت بالخصوص امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم ہند حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد مصطفی رضا خان قادری بریلوی قدست اسرارہم اور حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری بریلوی علیہ الرحمہ کی تصانیف گرامی کی اشاعت ہوتی ہے۔ اور نیز ماہنامہ سنی دنیا کی نشر واشاعت بھی یہاں سے ہر ماہ بڑی پابندی کے ساتھ ہوتی ہے۔

تاج الشریعہ لائبریری: اس وقت جامعہ کی "تاج الشریعہ لائبریری" میں سیکڑوں کی تعداد میں رسائل و جرائد کے علاوہ تقریباً ۱۵ ہزار درسی وغیر درسی کتب کا ذخیرہ موجود ہے۔ مزید کتابوں کی ذخیرہ اندوزی کا کام بڑی تیزی کے ساتھ جاری ہے۔ اور فی الوقت یہ لائبریری جامعہ کی تدریسی بلڈنگ کی دوسری منزل پر واقع ہے جبکہ مستقبل قریب میں "تاج الشریعہ لائبریری" کی مستقل بلڈنگ الگ تعمیر کرنے کا منصوبہ ہے۔

معادلہ: جملہ احباب اہل سنت خصوصاً طلبائے دین وملت کے لئے یہ عظیم خوشخبری ہے کہ جامعۃ الرضا نے کامیابی کے ساتھ اپنا تعلیمی سفر طے کرتے ہوئے ملک اور بیرون ملک جامعات سے اپنی اسناد کے معادلات میں پیش رفت شروع کردی ہے، بفضلہ تعالیٰ ۸ رجنوری ۲۰۰۷ء میں جامعہ کا معادلہ جامعہ ازہر مصر قاہرہ سے ہو چکا ہے اور اسی وقت سے مسلسل جامعہ اپنے طلباء کے قافلے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے وہاں روانہ کر رہا ہے اور جامعہ کے طلبا وہاں کلیہ میں داخلہ لینے کے مجاز ہیں۔

جامعہ نے ایک مختصر وقت میں جو شہرت ومقبولیت کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بٹھایا ہے او راتنے کم وقت میں اس جامعہ نے ترقی کی اتنی منزلیں طے کر لی ہیں یہ سب حضور مفتی اعظم ہند کا فیضان اور حضور تاج الشریعہ کی کد وکاوش کا نتیجہ ہے کہ حضور تاج الشریعہ نے تاحین حیات اپنے جامعہ کو منظور نظر رکھا اور پھر اس کی باگ ڈور اپنے شہزادہ کے ہاتھوں میں سپرد کردی جس باگ ڈور گزشتہ کئی سالوں سے حضور تاج الشریعہ کی سرپرستی میں شہزادۂ تاج الشریعہ وجانشین حضور تاج الشریعہ، ابوالحسام حضرت مولانا مفتی محمد عسجد رضا خان قادری بریلوی دام ظلہ نے سنبھال رکھی ہے، اس کی ذمہ داریوں کو بخوبی انجام دے رہے ہیں۔ میرا وجدان کہتا ہے

کہ جس طرح جامعۃ الرضا پر حضور تاج الشریعہ کی نگاہ کرم وناز وفات سے قبل تھی انشاء اللہ العزیز تا قیام قیامت بھی اس جامعہ اور اس کے طلبہ، اساتذہ اور جملہ کارکنان پر آپ علیہ الرحمہ کا فیضان جاری وساری رہے گا۔

اللہ تعالیٰ حضور تاج الشریعہ کے لگائے ہوئے اس عظیم گلشن کو شادو آباد رکھے، اسے مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر واشاعت کا ایک بہترین ذریعہ بنائے، اس کو عوام وخواص میں مقبول ترین بنائے اور اس کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

٭٭٭

حضور تاج الشریعہ: سوادِ اعظم کے نمائندہ

مفتی عبدالرؤف رضوی نعیمی، خطیب شاہی جامع مسجد عید گاہ ضلع راجوری، جموں و کشمیر

کائناتِ عالم کی ساری تعریفیں اس وحدہٗ لاشریک کے لیے ہیں جس نے موت وحیات کو پیدا فرمایا۔ یہ بات حق ہے کہ ہر روز انسان ہزاروں لاکھوں کی تعداد دنیا میں آتے بھی ہیں اور دنیا سے جاتے بھی ہیں، لیکن آنے والوں میں بعض وہ خوش نصیب و مقبول ہوتے ہیں جن کی ولادتِ باسعادت کی خوشی میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ایک دوسرے کو مبارک باد پیش کرتی ہے، اور جب دنیا سے رحلت فرماتے ہیں تو انسان ہی کیا بلکہ زمین و آسمان و مافیہا کی ہر چیز ان کے ہجر وفراق صدمہ وغم میں آنسوں بہاتی ہے۔ ان مقبولانِ بارگاہ الٰہی کی عظمت وشان یہ ہوتی ہے کہ "اولیاء اللہ لا یموتون بل ینتقلون من دار الفناء الی دار البقاء" یا اللہ والے مرتے نہیں بلکہ دار فناء سے دار بقاء کی جانب منتقل ہو جاتے ہیں، اور بعدِ وفات اپنے مریدین ومتوسلین اور امداد چاہنے والوں کی مدد بھی کرتے ہیں۔

انہی محبوبانِ خدا مقبولانِ بارگاہ الٰہ میں سے رئیس المتکلمین، سید المحققین، شمس العلماء والفقہاء، قاضی القضاۃ، شہنشاہ زہد وتقویٰ، تاجدار فصاحت وبلاغت، رہبر شریعت وطریقت، سیدی وسندی، مرشدی واعتادی، حضرت العلام، تاج الشریعہ، مفتی، قاری الحاج محمد اختر رضا خان قادری ازہری رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ مبارکہ بھی ہے۔ جنہوں نے اپنی ساری زندگی تحریری وتقریری، تدریسی وتصنیفی، تعمیری وترقیی، دینی وملی اور تبلیغی خدمات میں صرف کی۔ آپ کی نماز جنازہ میں لاکھوں بلکہ ایک کروڑ سے زائد مسلمانوں نے شرکت کی۔ جن میں ہندوستان، پاکستان، ساؤتھ افریقہ، دبئی، مصر، سعودی عرب، ایران وعراق، ترکی وشام، انگلینڈ، امریکہ، جرمنی، کویت، ہالینڈ وغیرہ کے عوام المسلمین اور بڑے بڑے علماء ومشائخ اور اولیاء اللہ نے شمولیت کی۔ شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضرت قبلہ علامہ مولانا الحاج عسجد رضا خان دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے والدِ ماجد حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ کی نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔ حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ کی نماز جنازہ میں محبانِ تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ نے لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں حاضری دے کر کے دنیا والوں کو بتا دیا کہ عالمِ اسلام میں اگر کوئی سچی جماعت ہے تو وہ سُنی بریلوی جماعت ہے۔ جس کی نشاندہی آج سے چودہ سو سال قبل ہمارے آقا ومولا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی کہ "اتبعوا السواد الاعظم من شذ شذ فی النار" یعنی بڑی جماعت کے پیروکار بن جاؤ جس نے سوادِ اعظم کو چھوڑ دیا اس نے خود کو جہنم کی آگ میں دھکیل دیا۔ تاریخِ عالم میں آج تک اتنا بڑا جنازہ نہیں ہوا، جس میں ایک کروڑ سے زائد لوگوں نے شمولیت کی ہو۔ جنازۂ حضور تاج الشریعہ نے ثابت کر دیا کہ عالمِ اسلام میں سوادِ اعظم سُنی بریلوی جماعت ہے۔ ملکِ ہند وبیرونِ ممالک میں لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ کے خلفاء ومریدین پائے جاتے ہیں، جن میں اکثر وبیشتر علماء ومشائخ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل کو یکے بعد دیگرے مخلوقات کی ظاہری وباطنی اصلاح کے لیے دنیا میں مبعوث فرمایا، جب باری آئی محبوب

پاک صاحبِ لولاک جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو رب لم یزل نے فرمایا "ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین" کہ پیارے آپ سارے نبیوں میں آخری نبی ہو۔ معلوم ہوا کہ نبوت و رسالت کا دروازہ ہمارے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر بند ہو چکا ہے۔ اب قیامت تک کوئی نبی و رسول آنے والا نہیں۔ بابِ نبوت و رسالت تو بند ہے لیکن ولایت قیامت تک باقی رہے گی۔ مخلوقات کے ظاہر کو سنوارنے کے لیے علمائے حق ورثۃ الانبیاء بن کر دنیا میں تشریف لائے اور قیامت تک تشریف لاتے رہیں گے، اور باطن کو سنوارنے کے لیے اولیاء اللہ تشریف لاتے رہیں گے، اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاندانِ اعلیٰ حضرت کو دونوں طرح کے علوم وصفات سے نوازا ہے۔ اس خاندان میں علوم ظاہری بھی اور علوم باطنی بھی نسل در نسل پشت در پشت وراثت میں عطا کیے گئے ہیں۔ سبحان اللہ خاندانِ رضا کی عظمت وشان کا کیا کہنا! اس پاکیزہ خاندان میں فضل وکمال، اور ولایت وجلال کے ایسے ایسے پھول کھلے ہیں جنھیں آج ساری دنیا میں کوئی تو رئیس الاتقیاء علامہ مفتی نقی علی خان علیہ الرحمۃ، اور کوئی مجدد دین وملت حضور اعلیٰ حضرت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اور کسی کو استاذ الشعراء علامہ حسن رضا خان، اور کسی کو حجۃ الاسلام والمسلمین، اور کسی کو اپنے وقت کے مفتی اعظم فی العالم کے القاب وخطابات سے پکارا جاتا ہے، اور کسی کو مفسرِ اعظم جیلانی میاں، اور کسی کو تاج العلماء، ریحانِ ملت کے پیارے القاب سے یاد کیا جاتا ہے اور کسی کو صدر العلماء محدث بریلوی، اور کسی کو فقیہِ اسلام تاج الشریعۃ کے نام سے دنیا یاد کر رہی ہے اور صبح قیامت تک یاد کرتی رہے گی۔ علامہ تاج الشریعۃ علیہ الرحمۃ اپنے وقت کے ولی باکمال بھی تھے اور عالمِ ربانی بھی تھے اور جدِ امجد امام اہل سنت، مجدد دین وملت الشاہ مولانا احمد رضا خان فاضلِ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی طرح اعدائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شمشیرِ بے نیام تھے اور سچے عاشقِ رسول، محبِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ گنبدِ خضریٰ اور مدینہ طیبہ ہر وقت وہر آن آپ کی نگاہوں میں رہتا تھا۔ جب علامہ تاج الشریعۃ علیہ الرحمۃ کو گنبدِ خضریٰ کی زیارت کیے بغیر واپس کیا گیا تو آپ کے دل میں سخت صدمہ وغم ہوا۔ آپ کی زبانِ مبارک پر نعتِ پاک کے یہ اشعار جاری ہوئے:

داغِ فرقتِ طیبہ قلبِ مضمحل جاتا
کاش گنبدِ خضریٰ دیکھنے کو مل جاتا

میرا دم نکل جاتا ان کے آستانے پر
ان کے آستانہ کی خاک میں میں مل جاتا

فرقتِ مدینہ نے وہ دیے مجھے صدمے
کوہ پر اگر پڑتے کوہ بھی تو ہل جاتا

میرے دل میں بس جاتا جلوہ زارِ طیبہ کا
داغِ فرقتِ طیبہ پھول بن کے کھل جاتا

ان کے در پہ اختر کی حسرتیں ہوئیں پوری
سائلِ درِ اقدس کیسے منفعل جاتا

پھر ایک ساعتِ سعید وہ بھی آئی کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندۂ خاص کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت سے نوازا اور گنبدِ خضریٰ اور مدینہ طیبہ کی حاضری کو روانہ ہوئے تو اسوقت آپ کی آنکھیں زیارتِ گنبدِ خضریٰ کی خوشی میں آنسوؤں کے موتی لٹا رہی تھیں اور دلِ مبارک گنبدِ خضریٰ اور مدینہ طیبہ کی زیارت اور وہاں کی گلیوں کو چوں اور پرُنور فضاؤں کے لیے بے چین و بے قرار تھا، اور زبانِ مبارک سے یہ اشعار نکل رہے تھے:

سنبھل جا اے دلِ مضطر مدینہ آنے والا ہے
لٹا اے چشمِ تر گوہر مدینہ آنے والا ہے

قدم بن جائے میرا سر مدینہ آنے والا ہے
بچھوں راہ میں نظر بن کر مدینہ آنے والا ہے

کرم ان کا چلا یوں دل سے کہتا رہ طیبہ میں
دلِ مضطر تسلی کر مدینہ آنے وال ہے

نچھاور ہیں مدینہ کی یہ میرا دل میری آنکھیں
نچھاور ہوں مدینہ پر مدینہ آنے والا ہے

مجھے کھینچے لیے جاتا ہے شوقِ کوچۂ جاناں
کھنچا جاتا ہوں میں یکسر مدینہ آنے والا ہے

وہ چمکا گنبدِ خضریٰ وہ مہرِ پرضیاء آیا
ڈھلے اب نور میں پیکر مدینہ آنے والا ہے

مدینہ آ گیا اب دیر کیا ہے؟ صرف اتنی سی
تو خالی کر یہ دل کا گھر مدینہ آنے والا ہے

غبارِ راہ انور کس قدر پرُنور ہے اختر
تنی ہے نور کی چادر مدینہ آنے والا ہے

سیدی مرشدی حضور تاج الشریعۃ علیہ الرحمۃ کی وفاتِ مبارکہ سے دل کو جو رنج و غم ہوا وہ تحریر و بیان میں نہیں آ سکتا۔ آپ کی رحلت سے ملتِ اسلامیہ کا ایک عظیم نقصان ہوا ہے، جو نا قابلِ تلافی ہے۔ ہم شہزادۂ حضور تاج الشریعۃ علامہ الحاج عسجد رضا خان مدظلہ العالی کے ساتھ اس غم میں برابر کے شریک ہیں، اور ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل مرشدی حضور تاج الشریعۃ علیہ الرحمۃ کے اہل و عیال کو صبرِ کامل عطا فرمائے اور حضور تاج الشریعۃ علیہ الرحمۃ کی قبرِ انور پر رحمت و نور کی بارشیں عطا فرمائے، ہم سب کو ان کے نورانی و روحانی فیوض و برکات سے فیضیاب فرمائے۔

آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضور تاج الشریعہ کا درسِ بخاری

مولانا شکیل احمد رامپوری، استاذ جامعۃ الرضا، بریلی شریف

انسانوں کی رشد و ہدایت کے سرچشمے چار ہیں جن میں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانوی درجہ ہے۔تاہم اولین درجہ کلام ازلی، ابدی یعنی قرآن کریم کا ہے۔یہی وہ چشمہ ہے جس کے آب صافی سے سیراب ہونے کے بعد شرف انسانیت کو غربت و فاقہ کشی داغدار نہیں کرسکتی۔جس سے حاصل ہونے والا علم ہمیشہ جہالت کی تاریکیوں سے برسرپیکار رہتا ہے، اس کی پیروی دنیا و آخرت میں سرخ روئی کا عظیم ترین ذریعہ ہے۔ اہمیت و افادیت کے پیش نظر دور رسالت سے اس کے رواج عام، شرح و بسط، تحقیق و تفتیش، حل لغات و معانی، تصنیف و تالیف، درس و تدریس، روایت و درایت کا سلسلہ جاری ہے۔ کتنے طالبان حق کی زندگیاں، اس خدمت متین کی بدولت گوہر آبدار بن گئیں۔ انہیں پاکباز، جفاکش، نکتہ سنج، فقیہ النفس، ماہر علوم حدیث اور عبقری شخصیات میں وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین مفتی اعظم ہند، حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان بھی شامل ہیں۔ جنہوں نے مختلف علوم وفنون، متعدد عنوانات پر اپنی قلمی کاوش چھوڑی نیز علم حدیث کی مقبول خاص و عام گراں قدر مایہ ناز کتاب ''بخاری شریف'' پر تعلیقات اور اس کے دروس کا مجموعہ جواَب ''منحۃ الباری فی حل صحیح البخاری'' کے نام سے منصہ شہود پر آچکا ہے جو آپ کے علمی کاموں کا ایک حصہ ہے۔ موخر الذکر کاوش اس وقت معرض وجود میں آئی جب آپ عمر کی آخری بہاریں دیکھ رہے تھے۔ ظاہری بصارت نے بھی ساتھ چھوڑ دیا تھا، گونا گوں مصروفیات بھی تھیں، جسمانی امراض بھی لاحق تھے، ان تمام تر دشواریوں اور مشقتوں کے باوجود آپ تادم حیات دینی کاموں میں مصروف رہے اور طالبان حق کو سیراب فرماتے رہے اور انہیں دینی کاموں میں سے ایک کام ''دروس بخاری'' کا مجموعہ بھی ہے۔ جس کو حضرت نے اپنی حیات ہی میں شروع فرمادیا تھا۔ میں اس کے کچھ خاص گوشوں پر روشنی ڈالوں گا جس سے حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں القادری الازہری علیہ الرحمۃ والرضوان کا محدثانہ منصب بھی واضح ہوجائے گا۔

یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ حدیث کے ساتھ فقہ کا تعلق لازم و ملزوم کے مانند ہے لہٰذا مفتی کے لئے اگر فقیہ ہونا ضروری ہے تو ایک فقیہ کے لئے محدث ہونا بھی ضروری ہے لیکن محدث کے لئے فقیہ ہونا قطعاً ضروری نہیں ہے، جب یہ بات اپنی جگہ ثابت ہے اور ذہن نشین ہے تو فن حدیث میں جانشین مفتی اعظم کے رسوخ و تبحر کی نہ بھی صراحت کی جائے جب بھی یہ بات اپنی جگہ پر ثابت ہے کہ فن حدیث میں بھی ان کا مقام وہی ہے جو فقہ میں انہیں حاصل تھا۔ میرا موضوع سخن جانشین حضور مفتی اعظم ہند کے فقہی مقام کی وضاحت نہیں ورنہ ان کے فتاویٰ سے ان مباحث کی نشان دہی کرتا جن سے نیم روز کی مثل ان کا فقیہ النفس ہونا واضح ہوجاتا ہے نیز ان کے رسوخ و تبحر، ان کی مجتہدانہ بصیرت اور ان کی ذکاوت و استحضار کی شان کتنی بلند ہے؟ لیکن مجھے اپنے عنوان کے مطابق حضور تاج الشریعہ اور درس بخاری پر چند بحثوں کا آغاز کرنا ہے اس لئے میں اصل موضوع کی طرف اپنے قلم کا رُخ پھیرتا ہوں۔

ایک علمی بحث کا آغاز: صحیح البخاری کے اندر باب سوال جبرئیل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان والاسلام والاحسان وعلم

الساعۃ“ کے تحت ایک حدیث تخریج کی ہے [سند حدیث] حدثنا مسدد قال حدثنا اسماعیل بن ابراھیم اخبرنا ابو حیان التیمی عن ابی زرعۃ عن ابی ھریرۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بارزاً یوما للناس فاتاہ جبریل فقال ما الایمان قال الایمان ان تومن باللہ وملائکتہ وبلقائہ و رسولہ و تومن بالبعث قال ما الاسلام قال اسلام ان تعبد ولا تشرک بہ وتقیم الصلوٰۃ و تودی الزکوٰۃ المفروضۃ و تصوم رمضان قال ما الاحسان قال ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک قال متی الساعۃ قال ما المسئول عنھا باعلم من السائل وساخبرک عن اشراطھا اذا ولدت الأمۃ ربھا واذا تطاول رعاۃ الابل البھم فی البنیان فی خمس لا یعلمھن الا اللہ ثم تلا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عندہ علم الساعۃ (الآیۃ) ثم ادبر فقال ردوہ علی پر و اشیئا فقال ھذا جبرئیل جاء یعلم الناس وینھم۔ اس حدیث کے تحت حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے علم کلام کی نفیس بحث کر کے تمام سنیوں کے عقیدہ کو مضبوطی سے ثابت کیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ ایمان باللہ کا مطلب یہ ہے کہ اس طریقہ پر ایمان لاؤ کہ اللہ ایک ہے، وہ سمیع وبصیر، حی وقیوم، علیم وخبیر مرید ہے اور وہ اپنی تمام مخلوقات میں جیسے چاہے، جو چاہے اپنی مشیت کے مطابق تصرف کرے۔

اس سے اہل سنت والجماعت کا عقیدہ حقہ معلوم ہو گیا کہ اس کی ہر صفت، اس کی ذات کی مثل قدیم ہے۔ اس کے برخلاف وہابیہ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے بارے میں کہا کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک اس قول کا اعلان کر کے وہابیہ نے اللہ تعالیٰ کے لئے عیب کا امکان مانا اور اس کے حق میں امکان عیب ماننا اس کو عیب سے متصف ماننا ہے۔ دوسری بات یہ بھی لازم آئے گی کہ امکان کذب باری ماننے کی صورت میں ایک صفت کو حادث ماننا ہے اور جس نے ایک صفت حادث مانی تو اس نے تمام صفات حادث مانیں اور حدوث صفات کا قول یا انکار ذات باری کو مستلزم ہے لہٰذا اس کے سبب جو ایسا عقیدہ رکھے گا وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پر ایمان ہی نہیں رکھتا ہے بلکہ وہ کسی اور فرضی خدا پر ایمان رکھتا ہے اور پھر اس فرضی خدا کو اللہ تبارک وتعالیٰ کا شریک ٹھہراتا ہے، یہ وہابیہ کا شرک ہے جس میں وہ خود مبتلا ہیں اور اہلسنت والجماعت کو بدعت و شرک کا الزام دیتے ہیں۔

اب ملاحظہ کیجئے کہ حضور تاج الشریعہ نے وہابیہ کا کس انداز میں رد بلیغ کیا جو کہ امکان کذب باری کا قول کرتے ہیں، اقتباس ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں: ”وہابیوں نے کہا کہ خدا کے لئے جھوٹ بولنا ممکن ہے جو قطعاً حدوث پر دلالت کرتا ہے، اس سے اس کی صفت کا حادث ہونا لازم آتا ہے اور جو اس کی ایک صفت کو حادث مانے تو اس نے ساری صفات کو حادث مانا کہ صفات باہم ایک جیسی ہیں پھر باری تعالیٰ کے حق میں کذب کا حدوث صدق کے زائل ہوئے بغیر ممکن نہیں ہے کہ صدق و کذب ایک دوسرے کی نقیض ہیں اور دو نقیضوں کا ایک محل میں اکٹھا ہونا محال ہے۔ اسی طرح سے دونوں کا ایک محل سے ارتفاع بھی محال ہے تو جب یہ معنی عیاذا باللہ (خدا جھوٹ بول سکتا ہے) ممکن مانا تو اس کی جانب مخالف کا (جو کہ صدق ہے) سلب ضرور لازم آیا یعنی اللہ تعالیٰ کا بالفعل صادق ہونا یہ ضروری نہیں (معاذ اللہ) اب یا تو ذات باری سے صفت صدق ازلاً زائل ہے تو اس کا ازل میں کاذب ہونا لازم آتا ہے یا لایزال میں اس کا صدق ضروری نہیں یعنی صفت صدق جو اس کے لئے ازلاً ثابت تھی زائل ہو سکتی ہے۔ اس کا مآل بھی یہی ہے کہ صفت صدق اس کے لئے ضروری نہیں بلکہ جائز الفنا ہے تو قطعاً حادث ہے اور ہر حادث مسبوق بالعدم ہوتا ہے

(یعنی پہلے نہ تھا بعد میں رونما ہوا) اس طور پر باری تعالیٰ کو محل حوادث ماننا لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے اور جو باطل ومحال کو لازم وہ خود محال، لہٰذا امکان کذب باری محال ٹھہرا۔

قارئین ذرا سوچئے، مذکورہ حدیث کی روشنی میں جانشین حضور مفتی اعظم ہند حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی غیرت دینی بدمذہبوں کی اس کھلی گستاخی کو برداشت نہ کرسکی، انہوں نے اپنا قلم اٹھایا اور وہابیہ کا رد بلیغ کیا اور مذہب اہلسنت والجماعت کا عقیدہ حقہ بڑی مضبوطی کے ساتھ واضح فرمایا۔ ولکن الوھابیۃ قوم لا یعقلون۔

اس کے بعد اس حدیث کے ذریعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے (جمیع ماکان وما یکون) جو کچھ ہو چکا اور جو آئندہ قیامت تک ہونے والا ہے، سب کا علم خصوصا مغیبات خمسہ کا علم نبی دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ثابت فرمایا جس سے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے وسعت علم اور دقت نظر کا پتہ چلتا ہے اور فکر کی گہرائی کا پختہ ثبوت ملتا ہے۔

اب آیئے دیدہ وشوق وا کیجئے اور علم وفن کے ایک مہکتے ہوئے گلشن کی سیر کیجئے تا کہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا محدثانہ منصب ظاہر وروشن ہوجائے اور شنیدہ سے دیدہ کی منزل میں آجائے۔ "خمس لا یعلمھن الا اللہ" سے ثابت فرمایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مغیبات خمسہ کا علم عطا فرمایا ہے اور یہ کہ قیامت کے قائم ہونے کا وقت بھی آپ کو معلوم تھا اور آپ دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک آپ کو اس کی اطلاع نہ ہوئی اور یہ کہ لوح محفوظ میں سب علوم درج ہیں، ان پر اولیائے کاملین کو بھی اطلاع ہے اور جن لوگوں کو تصرف کی اجازت دی گئی ہے اس وقت تک تصرف نہیں فرماتے جب تک ان باتوں کا علم ان کو حاصل نہ ہو۔ ترمذی شریف کی اس حدیث: ''کیف یخفی امر الخامس علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والواحد من اھل التصرف من امتہ الشریفۃ لا یمکنہ التصرف الا لمعرفۃ ھذا الخمس'' کا مفاد یہ ہے کہ ان کو ان پانچ باتوں کی معرفت کے بغیر تصرف ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مقام پر ایک سوال اٹھاتے ہیں اقتباس کے طور پر حضور تاج الشریعہ کے حوالہ سے میں اس کو نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں، فرماتے ہیں: ''عجب نہیں بعض وہ شخص جسے نصوص کے معانی اور عموم وخصوص کے مواقع کی پہچان نہیں، یوں کہنے لگے کہ جب تم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے روز ازل سے روز آخر تک تمام (ماکان وما یکون) کا علم ثابت کیا تو اس میں وہ پانچ چیزیں بھی داخل ہوگئیں جنہیں سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا پھر ان کا خدا سے مخصوص ہونا کدھر گیا؟ جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: اقول اے شخص تو کتنی جلدی بھول گیا کیا ہم نے تجھے القا نہ کیا کہ اللہ تعالیٰ سے یہ خاص ہے کہ اپنی ذات پر علم ہو اور جمیع معلومات الٰہیہ اس کو محیط ہو۔ رہا مطلق علم عطائی تو وہ اللہ عزوجل سے ثابت کرنے اور ارشاد فرمانے سے اس کے بندوں کے لئے ثابت کیا ہے۔ کیا تو نے نہ جانا کہ ''ماکان وما یکون'' کا علم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہم نے اپنی طرف سے ثابت نہ کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ثابت کیا اور قرآن نے ثابت کیا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی آیت میں ہے اور احادیث وصحابہ کے اقوال اور علماء کی عبارتوں سے یہ ثابت ہے۔

آیت تو اس طرح: {ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الأرحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر} بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس علم قیامت کا اور اتارتا ہے پانی اور جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے جانتا ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کرے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بے

شک اللہ جاننے والا بتانے والا۔

تو اس آیت میں اس کا بیان کہاں ہے کہ مغیبات خمسہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں، کیا تو نہیں دیکھتا کہ ان پانچوں میں کوئی چیز ایسی ہے ہی نہیں جو حصر پر دلالت کرے جیسا کہ ارشاد "پانی اتارتا ہے" اور یہ ارشاد کہ پیٹ کی چیزیں جانتا ہے۔ کیا تو نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ ارشاد نہ سنا کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا ہوئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ دی گئیں حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اتنی کثیر عطاؤں سے خاص کیے گئے۔ جن کی گنتی اور شمار نہ ہو سکے اور حدیث دوسرے طریق سے یوں بھی آتی ہے میں انبیاء پر چھ وجہوں سے فضیلت دیا گیا ہوں تو پانچ کی نفی کرے گا تو دونوں حدیثوں میں تناقض ہو جائے گا پھر ان فضائل کے شمار کرنے میں وہ دونوں احادیث مختلف ہیں کہ ہر ایک میں وہ بات گنی گئی ہے جو دوسری میں شمار نہ ہوئی۔

ان تمام عبارتوں سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو (جمیع ما کان وما یکون) بالخصوص مغیبات خمسہ دیے گئے۔ حدیث مذکور کی ایسی ایمان افروز وضاحت فرمائی جس سے اہل سنت والجماعت کا عقیدہ حقہ بڑی خوبیوں کے ساتھ ثابت ہوا جس وضاحت کی روشنی میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کا محدثانہ منصب بھی ظاہر و روشن ہو گیا اور اس بات کا پختہ ثبوت ہے کہ آپ واقعی خداداد صلاحیت ولیاقت کے مالک تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو مرشد کے فیضان سے مالا مال فرمائے۔

اور دیکھتے جایئے کہ "باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم" کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث پاک نقل کی ہے: "لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ"۔ اس میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے محبت حقیقی کی وضاحت نفیس انداز میں بیان فرما کر ہم کو دعوت پیش کی ہے۔ چنانچہ محبت حقیقی کی وضاحت کا خلاصہ پیش ہے: محبت کا ایک درجہ یہ ہے کہ اختیاری طور پر دل کا جھکنا، یہ مدار کمال ایمان ہے اور یہ میل قلب معرفت کی فرع ہے اور اسی سے ناشی ہے اور اس میں سب سے پہلا حصہ اور سب سے بالا مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے۔ اسی کے پیش نظر امام عینی نے حدیث کی تشریح سے پہلے پیش فرمایا: "لا یومن ایمانا کاملا" یعنی ایمان کامل نہ ہوگا، پھر آخر میں جو فرمایا، وہ اسی پر محمول ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: "ھذہ المحبۃ لیست باعتقاد تعظیم بل میل قلب ولکن الناس یتفاوتون فی ذلک ولا شک انحظ الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم من ھذا المعنی اتم لان المحبۃ ثمرۃ المعرفۃ وھم بقدرہ ومنزلتہ أعلم"۔

یعنی یہ محبت اعتقاد تعظیم نہیں بلکہ میل قلب ہے اور لوگ اس میل قلب میں ایک برابر نہیں اور اس میں شک نہیں کہ صحابہ کا اس معنی میں نصیب کامل تر ہے، اس لئے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح حاکم شرع ہیں اسی طرح سے ان کی زبان سے حکم تکوینی بھی ادا ہوتا ہے اور ان کی زبان "کن" کی کنجی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی حالت وہ بتائی کہ مجھے سرکار سے اپنی جان کے سوا ہر شی سے زیادہ محبت ہے، سرکار نے ان کے دل میں تصرف فرمایا اور اپنی محبت اس شان کی عطا فرما دی کہ عمر بول اٹھے اب میری حالت بدل گئی ہے۔ اب حضور مجھے میری جان سے زیادہ پیارے ہیں۔ اسی کو تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

خلاصہ یہ ہوا کہ محبت کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب پر ترجیح دے، یعنی حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی قدر و منزلت والد و ولد، محسن و متفضل اور تمام جہاں سے زیادہ جانے، یہ مدار ایمان ہے جس کے بغیر ایمان کا تحقق نہیں ہو سکتا۔ اس کے پیش نظر قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "ومن لم یعتقد ذلک واعتقد سواہ فلیس بمؤمن" اسی معنی پر آیہ کریمہ {قل ان کان اٰباؤکم و ابناؤکم -الخ} محمول ہے۔ یعنی اگر تمہارے باپ، دادا، بیٹے، پوتے، بھائی، بیویاں اور تمہاری کمائی کے وہ مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان، یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو، یہاں تک کہ اللہ تعالی اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا ہے۔

حضرت امام عینی نے حضرت عمرو بن عاص سے ایک اور ایمان افروز بات نقل فرمائی، فرماتے ہیں: "قال عمرو بن العاص رضي الله تعالى عنه ما كان أحد احب الي من رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا اجلّ في عيني منه وما كنت أطيق ان أملاء عيني منه اجلالا له"۔ یعنی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مجھے کوئی چیز محبوب نہیں ہے اور نہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ میری نظر میں معظم ہے اور حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا اجلال و تعظیم کے سبب میں حضور کو آنکھ بھر دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ انتہی۔

اور اس سلسلے میں حضرت امام قاضی عیاض رضی اللہ تعالی عنہ نے بڑی ایمان افروز بات ارشاد فرمائی۔ چنانچہ اکمال "شرح مسلم" میں فرماتے ہیں: "ومن الاشفاق في محبته نصرة سنته والذب عن شريعته وتمني حضور حياته فيبذل نفسه وماله دونه واذا تحقق ما ذكرناه تبيين ان الحقيقة لا تتم الا بذلك ولا يصح الايمان الا بتحقيق انافة قدر النبي صلى الله عليه وسلم ومنزلته على كل والد وولد ومحسن متفضل ومن لم يعتقد هذا واعتقد سواه فليس بمؤمن"

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں شفقت کے قبیل سے ان کی سنت کی نصرت اور ان کی شریعت کی حمایت اور یہ تمنا کرنا کہ کاش حضور کی حیات ظاہری میں ہوتا تو اپنی جان و مال ان پر قربان کرتا اور جب وہ ثابت ہو لیا جو ہم نے ذکر کیا تو روشن ہوا کہ ایمان کی حقیقت اس کے بغیر پوری نہیں ہوتی ہے اور ایمان صحیح حاصل نہیں جب تک کہ حقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی منزلت پر اصل و فرع (والد و ولد اور محسن و صاحب فضل) سے زیادہ نہ جانے تو جو یہ عقیدہ نہ رکھے اور اس کے سوا اعتقاد کرے وہ مومن نہیں۔ انتہی۔

ان تمام تر تشریحات و توضیحات سے واقعی یہ بات اپنی جگہ ثابت ہو جاتی ہے کہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان سچے وارث علوم اعلی حضرت تھے اور دین متین کے سچے خادم تھے اور احادیث طیبات کو ان کے محامل پر محمول کرنے کا اللہ تبارک و تعالی نے ان کو ملکہ عطا فرمایا تھا اور اللہ تبارک و تعالی کا حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی حیات ظاہری میں خاص فضل و کرم تھا اور ہو کیوں نہ، انہوں نے اپنی پوری زندگی اسلام و سنت کی خدمت میں گزاری۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ اللہ اپنا فضل جسے چاہتا ہے، عطا فرماتا ہے۔

***

حضور تاج الشریعہ: نقیب مسلک اعلیٰ حضرت

مفتی محمد آفاق رضا برکاتی، ایم اے، ایڈووکیٹ، استاذ رضوی دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف

عمدۃ المدققین سیف الاسلام اسد السنہ سد الفتنہ تاج الشریعہ بدر الطریقہ فقیہ اعظم شیخ الانام یادگار حجۃ الاسلام حضرت العلام الحاج الشاہ المفتی محمد اختر رضا خاں قادری برکاتی ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان عالم اسلام خصوصاً برصغیر ہند و پاک میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ کی شخصیت ایک عظیم مفکر بالغ النظر مدقق اور مثل سمندر کے تھی۔ اور کتنی شخصیتوں نے اس سمندر میں غوطہ لگا کر لعل و گوہر نکالے ہیں اور دنیا کی صحیح رہنمائی کی ہے اور اس صدی ہجری کے ایک تحقیق و تدقیق کے امام اور صاحب بصیرت عالم و فقیہ مسند علم و فضل کے تاجدار صوفی مرتاض تھے۔ اور آپ اپنے جد امجد امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منفرد وارث تھے۔ احقاق حق اور ابطال باطل کا تحقیقی انداز آپ کو وراثت میں ملا تھا آپ کو خالق کائنات نے جو تدریسی صلاحیت عطا کی تھی اس پر اکثر معاصرین رشک کرتے۔ اسی لئے عرب و عجم کے عوام و خواص آپ سے حصول فیض کے مشتاق رہتے تھے اور آپ کی زیارت کو تازگی ایمان کا ذریعہ مانتے تھے دنیا کے بڑے بڑے دانشوروں، ادیبوں اور مفکروں کا اس پر اتفاق ہے کہ نسل انسانی کا سب سے پہلا مدرسہ آغوش مادر اور صحن خانہ ہے اگر گھر کا ماحول مذہبی ہے تو بچہ بھی مذہبی سانچے میں ڈھلا ہوگا اور اگر گھر کا ماحول مغرب زدہ ہے تو بچہ بھی مغربی تہذیب و تمدن سے آلودہ ہوگا۔ اور اگر بچہ مجدد اعظم کے صحن خانہ اور حجۃ الاسلام، مفتی اعظم، مفسر اعظم کی شفقت خاص اور آغوش کرم کا پروردہ ہو تو یقیناً اپنے وقت کا مولانا الاجل، فقیہ اعظم و مفتی اعظم ہوں گے۔

ولی وہ جسے دیکھ کر خدا یاد آجائے یہ ایک مشہور مقولہ ہے اور حضور تاج الشریعہ بدر الطریقہ اس مقولہ کی منہ بولتی تصویر تھے نور و نکہت برستے ہوئے حسین چہرے پر دلکشی و بانکپن ہے جس پر سج دھج اور بناؤ سنگار کی ہزاروں رعنائیاں نثار، اگر لاکھوں کے مجمع میں جلوہ بار ہوئے تو اہل جمال کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں، آپ علم ظاہری کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اور علم باطنی کے کوہ گراں تھے۔ میر کارواں کشور علم و فضل کے شہنشاہ اور اقلیم روحانیت کے علمبردار تھے آپ کی ولادت با سعادت ۲۴ / ذیقعدہ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۴۳ء بروز منگل محلہ سوداں گران رضا نگر بریلی شریف میں ہوئی۔

آپ منظر اسلام سے فراغت کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے جامعہ ازہر مصر میں "کلیۃ اصول الدین" میں داخلہ لیا جہاں پوری محنت سے تین سال تک علم کے سمندر میں لعل و گہر تلاش کرتے رہے۔ اور بعد فراغت دین متین کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ خدمت دین آپ کے جبلات میں داخل تھی متعدد علوم و فنون میں تقریباً پچاس سے زائد کتابوں کی تصانیف و تراجم فرمائی آپ کی کتابیں علم و عرفان کا موجیں مارتا ہوا وہ بحر ناپیدا کنار ہے جو علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے وارث اور امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے مظہر اتم ہونے کی شہادت دیتی ہے اور آپ کی تصانیف کو خاص طور سے قابل ذکر کہوں میری عقل و خرد فکر و نظر فیصلہ کرنے سے قاصر ہے جس تصنیف کو اٹھایئے جس زاویہ نگاہ سے دیکھئے اختصار معانی تعمق نظر احاطہ مضامین کثرت

دلائل بے مثال نظر آتے ہیں۔

آپ کی زندگی کا مقصد مسلک اعلیٰ حضرت: تاریخ میں بہت کم ایسا ہوا ہے کہ کسی ایک شخصیت کو حق و باطل کے درمیان وجہ امتیاز اور خط فاصل کا درجہ اولیٰ مانا گیا ہو جس ایک شخصیت کو رب اکبر نے پوری ایک صدی سے حق و صداقت وسنیت کا معیار قرار دیا ہے وہ شخصیت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کی ہے ایسا نہیں ہے کہ آپ سے بیعت وارشاد کا ایک سلسلہ چل نکلا تو مریدین ومتوسلین تو سب کچھ سمجھتے ہو لیکن باقی دنیا کو ان سے کچھ لینا دینا نہ ہو۔نہیں بلکہ انہیں بارگاہ نبی آخر الزماں سے وہ مرکزیت حاصل ہوئی کہ خواہ سلسلہ رضویہ ہو یا سلسلہ اشرفیہ یا سلسلہ قادریہ ہو یا سلسلہ چشتیہ یا سلسلہ سہروردیہ یا سلسلہ نقشبندیہ یا کوئی اور سبھی امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کو اپنا امام تسلیم کرتے ہیں بلکہ وہابی نجدی تو تمام سلاسل طریقت کو ہی ''بریلوی'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

اسکی وجہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اپنی تصنیفات کے ذریعہ تمام عقائد و مسائل میں حق وصداقت کو آفتاب نیم روز کی طرح عیاں کردیا جنکی قوم کو ضرورت ہے لہٰذا بعد کے اکابر علمائے کرام وقائدین ملت کا یہی طرز عمل وطریقہ رہا کہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کی تعلیمات کو من وعن اپنا لیا جائے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ اس گروہ کے سرخیل تھے جو قوم کو اپنے جد امجد امام احمد رضا خان کی تعلیمات پر گامزن دیکھنا چاہتے تھے اور اسکے لئے ہمہ تن جدو جہد کرتے رہے اسکے لئے آپ کی سرگرمیاں صرف تقریر تک محدود نہ رہیں بلکہ تنظیمی سطح پر اس کے لئے آپ نے جماعت رضائے مصطفےٰ کو فروغ دیا۔تحریکیں چلائیں جلسے کئے ملاقاتیں کیں۔ذہن سازی کے لئے اپنی فکری وعملی قوتوں کو پورے طور پر بروئے کار لاتے رہے اسکے لئے آپ کی خدمات نصف صدی سے زائد عرصے کو محیط ہیں اس عرصے میں آپ نے دنیا کے بیشتر ملکوں کے دورے کئے نوجوان کو تحریک دی سمجھنے کا شعور دیا بولنے کا سلیقہ دیا چلنے اور زندگی گزارنے کا درس دیا اور اعلیٰ حضرت کی تعلیمات کو دور دور تک پہنچایا آپ اپنے بیان میں جب امام احمد رضا خان قدس سرہٗ کا حوالہ دیتے تو ان کا ذکر کچھ اس شان سے کرتے کہ سامعین پر ان کی عظمت کا سکہ بیٹھ جاتا بیان مختصر ہو یا مفصل اعلیٰ حضرت کا نام اسی شان سے لیتے کہ القاب و آداب میں کوئی کمی نہ کرتے۔اعلیٰ حضرت سے کسی اختلاف کو ناپسند کرتے تھے۔بلکہ ایسے اختلاف کے شوقین لوگوں کا تحریر وبیان کے ذریعہ رد بھی کرتے۔

حضور تاج الشریعہ حساس مسائل کو وہیں حل کرنے کی کوشش کرتے جہاں سے وہ پیدا ہوئے اور عموماً آپ کی تقریر کا موضوع مسلک اعلیٰ حضرت ہوتا جس سے گمراہ فرقوں کا رد ہوا اور اہل سنت وجماعت کے نظریات ومعمولات کی حقانیت ثابت ہو۔ انکی علمی خدمات میں اگرچہ ان ہزاروں خطابات اور سیکڑوں سوال وجواب کے سیشن آن رکارڈ ہیں لیکن انہوں نے لوگوں کی ضرورت کا خیال کرتے ہوئے درجنوں تصنیفات عطا کیں اور زندگی بھر دین متین اور مسلک اعلیٰ حضرت کی پاسبانی کرتے کرتے بالآخر چمنستان رضا کا یہ پھول اور علم وفضل، زہد وتقویٰ کا وہ سورج اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے۔قبل مغرب اسم ذات کے ذکر خفی میں مصروف تھے ایک نور دہن مبارک سے چمکا اور بلند ہوکر غائب ہو گیا اور ساتھ ہی روح قفس عنصری سے اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر گئی ،دنیا پکار اٹھی۔موت العالم موت العالم۔الغرض۔نظام قدرت یہی ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

***

حضور تاج الشریعہ اور شرعی کونسل آف انڈیا کا قیام

مولانا محمد نوازش رضا مرکزی پورنوی، درجہ تخصص فی الفقہ سال دوم، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

جہاں میں عام پیغام شہ احمد رضا کر دیں
پلٹ کر پیچھے دیکھیں پھر سے تجدید وفا کر دیں

امت مسلمہ کا کاروان حیات شریعت اسلامیہ سے مربوط ہے،ایک مسلمان اپنی عبادات اوراپنے جملہ معاملات میں شریعت کی ہدایات اور تعلیمات کا محتاج ہے۔دین دار اور خدا ترس مسلمان یہ چاہتا ہے کہ اس کی خانگی،عائلی،معاشرتی اور تمدنی زندگی اسلامی قوانین کے تحت بسر ہو رب جلیل اور اس کے رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کا ارشاد بھی یہی ہے۔اس لئے قرآن حکیم میں جہاں عقائد کا بیان ہے وہیں اعمال واحکام کی بھی تعلیم ہے۔نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عقائد اور اخلاق و اعمال ہر ایک کی تبلیغ و تعلیم سے نوع انسانی کو پیکر صلاح و فلاح بنانے کی کوشش کی۔خلفائے راشدین اور صحابہ کرام بھی ایمان و عمل کے فروغ میں کوشاں رہے۔نئے معاملات و واقعات رونما ہوئے تو انہیں بھی فقہی مذاکرات کے ذریعہ کتاب وسنت کی روشنی میں حل کرنے کی سعی بلیغ فرمائی،خود حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ہدایت بھی فرمائی۔حدیث پاک میں ہے: "عن ابن عباس قال: قلت یا رسول اللہ! ارایت ان عرض لنا امر لم ینزل فیہ قران ولم تمض فیہ سنۃ؟ قال تجعلونہ شوریٰ بین العابدین من المومنین، ولا تقضونہ برای خاصۃ"

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو جائے جس کے بارے میں قرآن میں کوئی حکم نازل نہ ہو اور آپ کی کوئی سنت بھی نہ ہو تو کیا کریں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے فقہائے عابدین کی شوریٰ میں رکھو اور کسی خاص عالم کی رائے پر فیصلہ نہ کرو۔یہی وجہ ہے کہ فقہائے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نو پیدا مسائل کے بارے میں باہم فقہی مذاکرے کرتے پھر جب حکم منقح ہو کر سامنے آجاتا تو اسے جاری کر دیتے۔

تابعین اور تبع تابعین کا دور آیا تو اسلامی سلطنت کا دائرہ بہت وسیع ہو چکا تھا اور نئے مسائل کی اتنی کثرت ہو چکی تھی کہ سب کو یکجا کرنا اور سب کے احکام کو کتاب وسنت کی روشنی میں متعین کرنا بڑا دشوار اور جاں گسل عمل تھا۔خدائے قدیر ابر رحمت

نازل فرمائے سراج الامہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے تلامذہ پر جنھوں نے اپنی خداداد ذہانت و ذکاوت، قانون فہمی، علمی انہماک، خلوص وللّٰہیت اور جذبہ خدمت دین کی بدولت اسلامی اصول وقوانین کو شب وروز کی جانفشانی سے مدون ومنضبط فرما کر فقہ اسلام کی ایسی تدوین فرمائی کہ ہر باب میں عمل کی راہ آسان ہوگئی۔ ان حضرات نے نہ صرف یہ کہ اپنے عصر کے مسائل واضح کیے، بلکہ مستقبل میں پیدا ہونے والے ممکنہ مسائل کے حل کی راہ بتا کر قرآنی دعویٰ "تبیانا لکل شی" کی حقانیت کو اجاگر کر دیا جس کی بدولت علمائے اسلام نے ہر دور میں پیدا ہونے والے مسائل اور مشکلات کا حل پیش کیا اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔

ہندوستان میں بیان احکام ومسائل کی ضرورت کا احساس اورنگ زیب علیہ الرحمہ (ولادت ۱۰۲۸ھ/ وفات ۱۱۱۸ھ) کو ہوا، انھوں نے پورے ملک سے پانچ سو سر برآوردہ علما کو جمع کیا جنھوں نے سرخیل فقہا حضرت علامہ نظام الدین علیہ الرحمہ کی سرکردگی میں فتاویٰ ہندیہ معروف فتاویٰ عالمگیری مرتب کیا جو اپنی جامعیت کے باعث نہ صرف ہندوستان بلکہ دیگر ممالک کے علما وفقہا کے لئے بھی مرجع ورہنما بنا۔

چودہویں صدی ہجری میں شریعت مطہرہ کی صحیح رہنمائی کرنے، باطل قوتوں سے نبرد آزما ہونے چیلنجوں کا مردانہ وار مقابلہ کرنے اور جدید افکار ونظریات اور مسائل ومشکلات پر تشفی بخش جواب دینے والی عظیم شخصیت کو عالم اسلام مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے نام سے جانتا ہے۔ آپ کی تہہ بہ تہ زندگی کا ایک ایک ورق قدرت کا نادر شاہکار ہے جسے دیکھ کر زبان بے ساختہ پکار اٹھتی ہے:لیس علی اللہ بمستنکر۔ان یجمع العالم فی واحد آپ کی ذات علوم وفنون اور فضائل وکمالات کا ایک بحر ناپیدا کنار تھی۔ آپ کے معاصر اجلہ علمائے کرام فقہائے عظام اپنے پیچیدہ اور لاینحل مسائل میں آپ کی بارگاہ سے رجوع کرتے اور اطمینان بخش جواب پا کر شادکام ہوتے جس کی شہادت میں صرف فتاویٰ رضویہ کا ذکر کافی ہے۔

فتاویٰ ہندیہ کے بعد فقہ حنفی میں جو سب سے عظیم مجموعۂ فتاویٰ منظر عام پر آیا وہ العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ ہے (جو قدیم طباعت میں بارہ اور جدید میں بائیس جلدوں پر مشتمل ہے) جو پورے برصغیر کے حنفیوں کے لئے عظیم مرجع وماخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں مسائل قدیمہ کے ساتھ زمانہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے مسائل جدیدہ کا بھی شافی حل موجود ہے۔ اور نادر تحقیقات کا سمندر تو ایسا موج زن ہے کہ اہل علم حیران وششدر ہیں کہ ایک ذات اور اتنی کثیر تحقیقات!! وہ بھی نہ صرف علم فقہ میں بلکہ دیگر علوم وفنون میں بھی ایسے نادر افادات کہ اہل فن عش عش کرنے پر مجبور ہیں۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

عہد گزشتہ کی طرح آج کی جدید دنیا میں بھی بے شمار نئے مسائل اور مشکلات درپیش ہیں اور ان گنت معاشی وسماجی معاملات فقہی نقطہ نظر سے حل طلب ہیں اور ادھر شرعی باریکیوں اور دینی نزاکتوں کا شعور رکھنے والوں کی قلت جگ ظاہر ہے۔

ایسے ہوش ربا حالات اور سخت کٹھن مرحلے میں مرکز اہل سنت بریلی شریف نے جدید پیدہ شدہ مسائل میں مسلمانوں کی دینی اور شرعی ہدایت ورہنمائی کے لئے ایک عظیم اقدام کیا اور فقیہ اسلام، وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین حضور مفتی اعظم ہند، شیخ الاسلام والمسلمین، تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری (عرف ازہری میاں) علیہ الرحمہ اور شہزادۂ حضور صدر الشریعہ ممتاز الفقہا محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی مدظلہ العالی کی سرپرستی وصدارت اور شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ عسجد

رضا قادری مدظلہ العالی کی نظامت میں شرعی کونسل آف انڈیا کا قیام ۷ر جمادی الآخرہ ۱۴۲۴ھ ۸ر اگست ۲۰۰۳ء عمل میں آیا۔ جس کا مقصد تجارت و معیشت، صنعت و حرفت اور ذرائع ابلاغ و ترسیل سمیت زندگی کے مختلف شعبوں میں بے شمار نئے پیدا ہونے والے مسائل و معاملات کو فقہی نقطۂ نظر سے حل کرنا اور امام احمد رضا قدس سرہ کے متعین کردہ خطوط کی روشنی میں عالم اسلام تک اسلامی تعلیمات و اقدار کو پہنچانا ہے۔

شرعی کونسل آف انڈیا کی کہانی حضور تاج الشریعہ کی زبانی: جانشین حضور مفتی اعظم ہند، شیخ الاسلام والمسلمین حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز شرعی کونسل کے تعلق سے فرماتے ہیں:

''آج جدید مسائل کے شرعی حل کے لئے فقیہانہ بصیرت کے حامل افراد کی علمی وفقہی تحقیقات کی اشد ضرورت ہے۔ بدمذہب فقہ اسلام کی اصلی روح کو ختم کر دینا چاہتے ہیں عوام کی سہولت کے پیش نظر شریعت اسلامیہ میں من مانی تحریف کر رہیں ہیں جدید ذرائع ابلاغ پر شکنجہ کس کر اپنے باطل نظریات کو غلط مسائل اور زہریلے اثرات کو پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہے ہیں اور نتیجۃً سنی عوام رفتہ رفتہ ان کے دام فریب میں پھنستے چلے جا رہیں ہیں مجھے عرصہ دراز سے ان فرقہائے باطلہ کی مذکورہ سرگرمیوں سے شدید فکر لاحق رہی، میری دینی غیرت وحمیت مسائل جدیدہ کے صحیح حل کے لئے ''شرعی کونسل'' کے قیام کا شدت سے احساس دلاتی رہی جو فقیہانہ صلاحیتوں سے حامل افراد پر مشتمل ہو۔ جو اپنی علمی ذکاوت اور فقیہانہ فراست سے ان مسائل کا صحیح حل نکال سکیں۔ ظاہر ہے کہ ہر کس و ناکس ان مسائل کا شرعی حل تلاش کرنے کا اہل نہیں ہے۔ اور اس دور کم مائیگی میں نہ ہر فقہی بصیرت رکھنے والا فرد واحد تنہا یہ کارنامہ انجام دے سکتا ہے اور اگر کوئی مفتی اپنی خداداد فقہی صلاحیتوں سے ان مسائل کے صحیح احکام کا استخراج کر بھی لے تو اندیشہ ہے کہ دیگر علما یہ کہہ کر تسلیم کرنے سے انکار کر دیں گے کہ یہ فلاں کا ذاتی نظریہ ہے، یا فلاں کا قیاس ہے یہ متون و شروح و فتاوی کے خلاف ہے۔ اقوال مجتہدین سے متصادم ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے ایک ''شرعی کونسل'' کا قیام ناگزیر ہو جاتا تاکہ جدید مسائل میں سب غور و فکر کرنے کے بعد کوئی متفقہ حل تلاش کیا جا سکے۔ **بحمداللہ**! دلی تمنائیں پوری ہوئیں اور ۸ر اگست ۲۰۰۳ء ۷ر جمادی الآخرہ ۱۴۲۴ھ کو ''شرعی کونسل آف انڈیا'' کا قیام عمل میں آیا''

(فیصلہ جات شرعی کونسل صفحہ ۲۲)

شرعی کونسل آف انڈیا کے قیام کا ایک مقصد: فقیہ اعظم حضور تاج الشریعہ (بانی: مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، بریلی شریف) شرعی کونسل کے خطبہ صدارت میں فرماتے ہیں:

''ایک مقصد اس ''شرعی کونسل'' کے قیام سے یہ تھا اور ہے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیقات کو اجاگر کیا جائے اور اپنوں اور غیروں کے دلوں میں ان کی علمی وجاہت کا سکہ جو پہلے سے بیٹھا ہوا ہے اور مستحکم کیا جائے اور دکھایا جائے کہ علم کے اس جبل شامخ کی تحقیقات ایسی راسخ ہیں کہ سب اکٹھا ہو کر کے ہلانا

چاہیں تو ہل نہ سکیں ہلانے والے ہل جائیں۔

مزید برآں یہ امر لوگوں پر بار بار روشن ہو کہ مدت دراز گزرنے کے بعد بھی وہ علم رفیع ابھرتے ہوئے مسائل میں گم گشتگان کے لئے رہبر ورہنما ہے مگر صد افسوس! اب یہ دیکھا جا رہا ہے کہ اعلی حضرت کے خوشہ چینوں کے خوشہ چیں تصریحات اعلی حضرت سے صرف نظر کر رہیں ہیں اور ان کی تحقیقات کے بر خلاف اپنی ''نئی تحقیقیں'' پیش کر رہیں ہیں، جب کہ اس بارگاہ فیض سے منہ موڑنا نہ صرف سوئے ادب ہے بلکہ اس طرز عمل سے آزادروی کو ہوا دینے کے مرادف ہے۔ بہر حال اہل حق کو اپنی فکر لازم ہے ہم امید کرتے ہیں کہ ان شاء اللہ ہماری یہ شرعی کونسل اور اس کے فقہی سیمنار امتیازی شان کے ساتھ شریعت کے دائرے میں اپنا کام مستقبل میں انجام دیتے رہیں گے اور حق گوئی اور حق پسندی اور حق پر استقامت اس کا طرہ امتیاز رہےگا''

(ماہنامہ سنی دنیا ستمبر ۲۰۰۹ کا فقہی سیمنار نمبر ص ۱۰)

شرعی کونسل آف انڈیا کا قیام حضور تاج الشریعہ کی آرزوؤں کا اتمام: شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ ابو حسام محمد عسجد رضا قادری مدظلہ العالی (ناظم اعلی جامعۃ الرضا بریلی شریف) شرعی کونسل آف انڈیا کی اہمیت اور قیام کے تعلق سے فرماتے ہیں:

''آج کے حالات سے کون آشنا نہیں اس پرفتن دور کے حالات ومعاملات عجیب وغریب ہیں جگہ جگہ نئے مسائل کا سامنا ہے اور صورت حال یہ ہے کہ ذی صلاحیت، فقہی بصیرت رکھنے والے علما دن بدن کم ہوتے جا رہے ہیں اور جو افتا کے اہل نہیں مفتیان کرام کی مسند پر بیٹھے ان کا قلم سنبھالے ہوئے ہیں جیسا عوام چاہتی ہے بے چوں چرا ویسا ہی فتویٰ صادر فرمارہے ہیں اور ماہران افتا ہیں بھی تو ان کے سامنے مختلف مصروفیات درپیش ہیں اس لئے عوام وخواص کو اختلاف سے بچانے اور صحیح راہ بتانے کے لئے ''شرعی کونسل'' وجود میں آئی ہے۔ سیدی والد گرامی حضور تاج الشریعہ فقیہ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دام ظلہ العالی نے عرصہ دراز سے شدت کے ساتھ ایک ایسی مجلس کے قیام کی آرزو کی تھی جس میں ماہران افتا شریک ہوں اور قرآن وحدیث اور فقہائے احناف کے اقوال، تحقیقات وترجیحات کی روشنی میں امت مسلمہ کو درپیش جدید مسائل کا حل بتا کر رہنمائی کریں آخر کار اس مجلس کا قیام عمل میں آیا اور والد گرامی حضور تاج الشریعہ نے اس مجلس کا نام ''شرعی کونسل آف انڈیا'' تجویز فرمایا جو گیارہ قواعد وضوابط اور سات کمیٹیوں پر مشتمل ہے''

(خطبہ استقبالیہ پہلا فقہی سیمینار ۲۰۰۴)

بحمدہٖ تعالی ''شرعی کونسل آف انڈیا'' کے قیام کے بعد اس کے تحت اب تک پندرہ سیمینار ہو چکے ہیں جس میں ہندوستان کے عظیم المرتبت اور معتمد ومستند اکابر علمائے کرام اور مفتیان عظام نے یکجا ہو کر مذکورہ اہم مسائل کو نہایت عرق ریزی اور دماغ سوزی کے ساتھ حل فرمایا اور ان کا متفقہ فیصلہ صادر فرما کر بہت سی الجھی ہوئی گتھیوں کو سلجھا دیا ہے۔ فللہ الحمد

آپ انہیں فیصلوں کے مطابق اپنی عبادات و معاملات اور تجارت و معیشت کو عمل میں لائیں اور اللہ جل مجدہ اور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی خوشنودی حاصل کرکے فلاح دارین سے مالامال ہوں۔

رب قدیر ''شرعی کونسل آف انڈیا'' کے ارکان و منتظمین اور مرکز اہل سنت کے علمی گلشن جامعۃ الرضا، بریلی شریف کے اساتذہ کرام اور ان سیمیناروں میں زینت بخشنے والے جملہ مفتیان عظام اور علمائے فخام اور بالخصوص شرعی کونسل کے ناظم اعلیٰ جانشین حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ عسجد رضا قادری مدظلہ العالی کو صحت و سلامتی عطا فرمائے اور مسلمانان عالم کو فیضان امام احمد رضا قدس سرہ سے بہرہ مند کرے اور حضور تاج الشریعہ کے مرقد انور پر زیادہ سے زیادہ رحمت و انوار کی برکھا برسائے اور ہمیں ان کے فیوض و برکات سے مالامال فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

***

حضور تاج الشریعہ اور فروغِ تعلیم

محمد ابوہریرہ رضوی مصباحی ،رام گڑھ (جھارکھنڈ)

عالم اسلام کی عبقری شخصیت حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کے "فروغ تعلیم" کو میں نے اپنا موضوع سخن بنایا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر علم و فن کے کن کن پہلوؤں کا جائزہ لوں اور کن کو نظر انداز کروں؟

شکار ماہ یا تسخیر آفتاب کروں
میں کس کو ترک کروں کس کا انتخاب کروں

باتیں زیادہ، صفحات کم ہیں۔ کائنات علم کو آخر مٹھی میں بند کون کر سکتا ہے اور وہ بھی اس وقت جب کہ ممدوح کے گھر کا بچہ بچہ علم و فن کا کوہ ہمالہ ہو، پورا کا پورا گھرانہ علم و فضل کے زیور سے آراستہ ہو، ان پڑھوں سے ہمیں بحث نہیں۔ پڑھے لکھے لوگوں سے پوچھ لیجیے حضرت رضا علی خاں ہندوستان کے کس عظیم سپوت کا نام ہے۔ حضرت مفتی نقی علی خاں کس متکلم زمانہ کو کہتے ہیں؟ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علم و فن کی کس حجت و برہان کا نام ہے، مفتی اعظم حضرت علامہ مصطفی رضا خاں ہندوستان کے کس متقی و مدبر اعظم کا نام ہے۔ غرض کہ خانوادہ رضویہ کے افراد و اشخاص کا آپ بہ نظر انصاف جائزہ لیتے ہیں تو حقیقت خود آپ کو بتاتی جائے گی کہ ابھی جو ایشیا و یورپ میں دین و سنیت کی بہاریں ہیں، مدارس اہل سنت کی قطاریں ہیں اور تر ہویں صدی سے لے کر آج تک وہ علما جن کے وارے نیارے ہیں۔ تقریباً سب کے سب اس خانوادے کے بالواسطہ یا بلاواسطہ سنوارے ہیں۔

آپ دنیا کا جائزہ لیں گے تو آپ کو بہت سی ایسی خانقاہیں مل جائیں گی جن کے آبا و اجداد اور بانی مبانی نے تو تعلیم و تعلم اور دین و سنیت میں کارہائے نمایاں انجام دیے مگر آج ان کی مسند پر بیٹھنے والوں کا حال یہ ہے کہ ارکان اسلام سے بھی نا آشنا ہیں، وہ دوسروں تک کیا اسلام کا پیغام پہنچائیں گے خود جب اسلام اور علوم دینیہ سے کوسوں دور ہیں۔ آخر ایسا کیوں ہوا؟ کیا ان کے پاس تعلیم حاصل کرنے کی راہیں مسدود تھیں، کیا انہیں کسی شرعی مجبوری نے علوم اسلامیہ سے غافل رکھا؟ بلکہ ان میں "پدرم سلطان بود" کا نشہ تھا، جب دیکھا کہ بچپن ہی سے اپنے آبا و اجداد کی نیک نامی کی بھیک مل رہی ہے تو پھر تعلیم حاصل کرنے کی کیا ضرورت؟ سفر کی تکالیف اور مدارس سے قید و بند اسنہ زندگی گزارنے سے کیا فائدہ؟ بنی بنائی فیلڈ ہے، چمکی چمکائی دکان ہے بس ادھر مرشد گرامی کی آنکھ بند ہوئی ادھر جانشینی ہاتھ آئی۔

مگر واہ رے تاج الشریعہ کی ذات! پورا کا پورا ایشیا بلکہ عالم اسلام آپ کے گھرانے کا معتقد ہے ایک اشارہ ابرو پر تن، من، دھن کی بازی لگا دینے کو تیار ہے، فیض یافتوں کی خاصی بھیڑ لگی ہوئی ہے، ہر طرف سے آؤ بھگت ہو رہی ہے مگر ان سب کو چھوڑ کر آپ علم کی طرف لپکے جا رہے ہیں۔ ہندوستان میں ایک سے ایک رجال علم و فن سے علمی تشنگی بجھانے کی کوشش کی مگر تشنگی

بڑھتی ہی رہی ہے، پڑھتے گئے بڑھتے گئے، جب خوب پر نکل آئے تو پرواز کے لیے پر تولنے لگے، جامعہ ازہر سے بڑی وقت کی کوئی دینی درس گاہ نظر نہ آئی۔ بس کیا تھا پرواز کیا اور پھر عالم اسلام کی سب سے عظیم یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا، خوب پڑھا، وقت کا صحیح استعمال کیا، آنکھوں کا تیل جلایا، کتابوں میں دماغ کھپایا، رات کو رات نہ سمجھا، جب جامعہ ازہر کا نتیجہ نکلا تو سارے طلبہ بالخصوص طلبہ مصر دیکھ کر حیران وششدر رہ گئے کہ ایک ہندزاد طالب علم نے اپنے درجے میں وہ نمایاں مقام حاصل کی ہے کہ سارے رفیق درس جس مقام کو حاصل کرنے کے لیے ترستے رہتے ہیں۔ آخر ایک عجمی نے ہم عربوں کے ملک میں آکر اپنی شوکت وسطوت کا جھنڈا کیسے گاڑ دیا؟

اس طرح جہاں گئے دور طالب علمی ہی سے اپنی علمی دھاک بٹھاتے رہے اور ایک کامیاب طالب علم کی حیثیت سے جانے جاتے رہے۔ آج انہیں محنتوں اور مشقتوں کا ثمرہ ہے کہ ان کے ہم پلہ کوئی نظر نہیں آتا، مرجع العلماء ہیں، مرجع اصحاب فقہ و تحقیق ہیں۔ آیئے ذرا اب ان کی علمی میدان میں ان کی کارفرمائیاں ملاحظہ فرمائیں:

"تاج الشریعہ اور فروغ تعلیم" کے تحت بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے؛ کیوں کہ یہ آپ کی زندگی کا ایک اٹوٹ حصہ ہے، سفر میں ہوں یا حضر میں ہر جگہ علم وفضل کے جوہر لٹاتے رہے، کبھی مسند تدریس پر بیٹھ کر تشنگان علوم نبویہ کو سیراب کرتے رہے، تو کبھی دار الافتا کو زینت بخش کر حل المشکلات بنتے رہے، کبھی دنیا کے چپے چپے میں گھوم گھوم کر علوم رضا تقسیم فرماتے رہے، کبھی فقہی سیمینار میں علما کی نمائندگی کر کے ان علمی تسامحات پر مطلع فرماتے رہے۔

زبان کی بات آئی تو زبان سے اور جب سنان قلم کی بات نکلی تو پھر اپنی قلمی جواہر پارے بکھیر کر وقت کی ضرورت کو پورا کرنے میں لگے رہے۔ غرض کہ علم وفن کی تمام مروجہ شاخوں پر اپنا آشیانہ بنا کر موقع محل کی مناسبت سے نغمہ سنجی کرتے رہے۔

تدریس کے ذریعہ فروغ تعلیم: جامعہ ازہر سے فراغت کے بعد ہندوستان واپس تشریف لا کر اپنے مادر علمی "دار العلوم منظر اسلام" میں تدریس کے ذریعہ علم وفضل کے گوہر لٹانے لگے۔ یہ ۱۹۶۷ء کا آغاز تھا، برادر اکبر حضرت علامہ ریحان رضا خاں رحمانی میاں نے جب آپ کے تدریس کا نرالا انداز دیکھا تو آپ کو ۱۹۷۹ء میں "صدر المدرسین" کے اعلی عہدے پر فائز فرما دیا اس طرح آپ یہاں مسلسل ۱۲/سال تک خدمت دین وسنیت میں لگے رہے اور علمی غلغلہ میں اپنے بہت سے معاصرین کو پیچھے چھوڑ دیا۔ آپ کی تدریسی دھمک ہندوستان کے کونے کونے میں محسوس کی جانے لگی، اور تشنگان علوم ومعرفت آپ کی جانب رخت سفر باندھنے لگے اس طرح منظر اسلام آپ کے عہدے تدریس میں شہرت ومقبولیت کے بام عروج کو پہنچ گیا۔

چناں چہ آپ کی درس گاہ سے ایسے ایسے علم وفضل کے بادشاہ نکلے کہ آج دنیا انہیں سر آنکھوں پر بجا رہی ہے اور دل میں جگہ دے رہی ہے۔ جب دعوتی اور مذہبی مصروفیات بڑھ گئیں، تبلیغی اسفار کے بغیر چارہ کار نہ رہا تو آپ دار العلوم منظر اسلام سے علیحدہ ہو گئے۔ مگر آپ کے عالمانہ اور رضویانہ ذہن نے اس بات کو قبول نہ کیا کہ صرف تبلیغی اسفار میں لگے رہیں اور طالبان علوم نبویہ کو یک سر نظر انداز کر دیں چناں چہ آپ ایک بار پھر اپنے کاشانہ اقدس میں مسند تدریس کو شرف بخشا اور درس قرآن ودرس بخاری کے ذریعہ مذہب اسلام کی نشر و اشاعت کرنے لگے۔ جس میں طلبہ منظر اسلام، مظہر اسلام اور جامعہ نوریہ کثرت سے شریک ہو کر مستفید ہوئے۔

جب "جامعۃ الرضا" قائم ہوا تو وہاں جا کر آپ نے طلبہ کو بخاری شریف کا درس دینا شروع کیا اور ایک

زمانے تک طلبہ جامعۃ الرضا کو اپنے کاشانہ اقدس ہی پر درس دیا کرتے تھے۔ جس میں فضیلت تخصص فی الفقہ اور افتا کے بچوں کی حاضری لازمی ہوا کرتی تھی اس طرح آپ اپنی پیرانہ سالی اور ضعف ونقاہت کے باوجود فروغ تعلیم دین میں لگے رہے۔

فتاوی نویسی کے ذریعہ فروغ تعلیم: ۱۹۶۷ء ہی سے جب آپ نے تدریسی دنیا میں قدم رکھا تھا اس وقت سے لے کر اخیر تک فتوی نویسی کا اہم فریضہ انجام دیتے رہے، بقول مولانا محمد شہاب الدین رضوی ایک اندازے کے مطابق حضور تاج الشریعہ کے فتاوی کے رجسٹروں کی تعداد انتیس سے متجاوز ہوگئی ہے۔ (حیات تاج الشریعہ، ص:۲۰) جو اپنے آپ میں ایک بہت بڑی علمی کارنامہ ہے۔ اس کے علاوہ اپنے مدرسے سے (جامعۃ الرضا) میں مشق افتا کے طلبہ کو درس دیا کرتے تھے اور انہیں دار الافتا کے اسرار و رموز سکھا کر فتاوی نویسی کے لائق بنادیے۔ اس طرح فروغ تعلیم اور اشاعت سنیت کا کام جاری وساری رہا۔

تقریر کے ذریعہ فروغ تعلیم: درس گاہوں میں تو آپ کی خالص علمی وتحقیقی تقاریر ہوتی ہی رہتی تھی، جب جلسہ گاہوں میں آپ پہنچتے تھے تو وہاں بھی آپ اسلام کا حقیقی چہرہ پیش کرتے۔ کیوں کہ جلسہ گاہ مدارس سے جدا نہیں۔ اگر مدارس طلبا کے پڑھنے کی جگہ ہیں تو جلسے عوام کے لیے بہترین درس گاہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چناں چہ آپ ابتدا ہی سے اپنے تقاریر کے ذریعے عوام کو کچھ سکھانے کے درپے رہے اور قرآن وحدیث کی صحیح تعلیمات سے روشناس کرایا۔

تحریر کے ذریعہ فروغ تعلیم: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ قلم وقرطاس کی اہمیت کے پیش نظر وقتاً فوقتاً کتابیں تحریر فرماتے رہے اور شریعت مطہرہ کی حقیقی تعلیمات پیش کرتے رہے۔ حتی کہ کثرت اسفار، کثیر دینی مشاغل بلکہ آنکھوں سے معذور ہونے کے باوجود ان کی نئی نئی کتابیں اہل علم کو ذوق تسکین فراہم کرتی رہیں تو اہل علم مزید ورطہ حیرت میں ڈوبے رہے کہ آخر اتنی مصروفیات کے باوجود کتابی کام کے لیے کہاں سے وقت نکال لیتے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ

این سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ کی کتابیں کتابوں کے ڈھیر میں اضافے کا سبب نہیں بنتیں بلکہ وقت کی ضرورت کو پورا کیا کرتی ہیں اور اسلام کا اجالا لے کر آتی ہیں۔ حواشی، تعاریب، تراجم اور تصانیف کی مختلف شکلوں میں آپ کی کتابوں کی تعداد ۷۵ سے زائد ہیں۔

جامعۃ الرضا: حضور تاج الشریعہ نے فروغ تعلیم کے سلسلے میں اپنے طور پر علمی جدوجہد کرنے کے ساتھ ہی ساتھ سب سے بڑا کام یہ کیا کہ ایک علمی کارخانہ "جامعۃ الرضا" کھول کر تعلیم کی راہیں ہموار کر دی ہیں جس میں ہر طرف سے تشنگان علوم وفنون جوق در جوق آکر اپنی علمی تشنگی بجھا رہے ہیں۔ اس میں محض روایتی تعلیم شامل نصاب نہیں ہے بلکہ اس کا نصاب قدیم نافع اور جدید صالح کا حسین سنگم ہے۔

شرعی کونسل آف انڈیا: امت کو درپیش جدید مسائل کے حل کے لیے آپ نے شرعی کونسل آف انڈیا قائم کیا جس کے تحت اپنے آغاز ہی سے اب تک بارہ سیمینار کا انعقاد ہو چکا ہے۔ اب تک (تقریباً ۳۶) نو پید مسائل کا حل تلاش کیا جا چکا ہے۔ یہ کام آپ کی سرپرستی میں ہر سال بحسن وخوبی انجام پاتا رہا۔ اس طرح آپ کی اس تحریک کے ذریعے چیلنجز کے اس دور میں مسلمانوں کو جدید فقہی مسائل سے آگاہ کیا جا رہا ہے۔

اداروں کی سرپرستی: آپ کی علمی وفقہی دل چسپی اور بہترین قائدانہ صلاحیتوں کے پیش نظر ہر شخص نے آپ کو سرمہ نگاہ

بنائے رکھا اور آپ کے سایہ کرم میں رہنے کو اپنے لیے باعث افتخار سمجھا۔ یہی وجہ ہے کہ سینکڑوں تعلیمی اور تنظیمی ادارے آپ کی سرپرستی میں چلتے رہے اور تعلیم وتبلیغ کا یہ سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا رہا۔ پیش ہے چند تعلیمی اداروں کی ایک فہرست:

(۱) جامعہ مدینۃ الاسلام، ہالینڈ۔ (۲) مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، بریلی شریف۔ (۳) الجامعۃ النوریہ، بہرائچ۔ (۴) الجامعۃ الرضویہ پٹنہ۔ (۵) مدرسہ عربیہ غوثیہ حبیبیہ، برہان پور۔ (۶) مدرسہ اہل سنت گلشن رضا، دھنباد۔ (۷) مدرسہ غوثیہ جشن رضا، گجرات۔ (۸) دارالعلوم قریشیہ رضویہ، آسام۔ (۹) مدرسہ رضاء العلوم، ممبئی۔ (۱۰) دارالعلوم تنظیم المسلمین، پورنیہ۔

اس طرح حضرت کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو تعلیم سے یا تعلیم کو آپ سے جدا نہیں سمجھا جا سکتا۔

(نوٹ: اس مضمون کو لکھنے میں حیات تاج الشریعہ، از: مولانا محمد شہاب الدین رضوی انوار تاج الشریعہ، از: حافظ شمس الحق رضوی تجلیات تاج الشریعہ، از مولانا شاہد القادری سے مدد لی گئی ہے۔)

***

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان اور جامعۃ الرضا

مولانا ابصار احمد مرکزی، تخصص فی الفقہ سال اول، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

خالق ارض وسما پروردگار عالم علم نافع کی لازوال دولت سے سرفراز فرما کر اپنے جن صالح بندوں کو دنیا وآخرت میں مالامال فرماتا ہے ایسے مقدس گروہ کو علمائے ربانی سے یاد کیا جاتا ہے انسانوں کے اسی طبقہ سے مخلوق خدا شب وروز علمی وروحانی تعلیم وتربیت سے فیضیاب ہوتی ہے اور یہی طبقہ دنیا کے دوردراز مقامات اور اطراف واکناف میں دین متین کی نشر واشاعت کرتا ہے اور اس کی وجہ سے کفر کا چراغ گل ہو جاتا ہے اور اسلام کی شعاعیں ہر طرف پھیل جاتی ہیں لوگوں کے قلوب واذہان نور ایمان سے روشن و تابناک ہو جاتے ہیں اور اسی گروہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ "انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء"۔ اس کی امتیازی شان اور نمایاں خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ زندگی کے نازک سے نازک مرحلہ میں اسلامی مفاد کے خلاف ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتے یعنی سرفروش تو ہو سکتے ہیں مگر ضمیر فروش نہیں ہو سکتے اگرچہ ان کے سامنے مال ودولت کا انبار لگا دیا جائے جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے جب بھی وہ بولتے ہیں تو کلمۂ حق ہی بولتے ہیں چاہے ان کے سامنے وقت کا ظالم وجابر حاکم ہی کیوں نہ ہو وہ اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتے ہیں اور حق کی وجہ سے اپنے سروں کو کٹا دیتے ہیں ذہن ودماغ میں جو خیال پیدا ہوتا ہے اس کو حق وصداقت کے ساتھ نبھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا وخوشنودی کے لئے تمام افعال واشغال کیا کرتے ہیں اور ان کی مرضی کے خلاف اپنے قلوب واذہان میں کسی بات کو جگہ نہیں دیتے ہیں انہیں نفوس قدسیہ میں سے جانشین حضور مفتیٔ اعظم ہند، سند المحققین، فقیہ اسلام، مفکر اہل سنت، فقیہ اعظم، شیخ المحدثین، قاضی القضاۃ فی الہند، حضور تاج الشریعہ حضرت اختر رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان ممتاز مقام پر فائز ہیں آپ نے پرفتن دور میں وہ کارہائے نمایاں انجام دئے کہ ان کا سہرا آپ ہی کے سر جاتا ہے اور آپ ان میں اپنی مثال آپ ہیں اور ان میں آپ کا کوئی شریک وسہیم نہیں مثلا رشد وہدایت، تصنیف وتالیف، تحقیق وتصدیق، تراجم کتب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان وغیرہا بیشمار اہم دینی امور سے اسلام وسنیت کی جو بہترین خدمات انجام دیں یہ سعادت آپ کے لئے ازل میں مقدر ہو چکی تھی۔ انہیں کارہائے نمایاں میں ایک عظیم الشان اور اہم کارنامہ "جامعۃ الرضا" کو معرض وجود میں لانا بھی ہے اس کا سنگ بنیاد رکھنے میں میرے پیر ومرشد کو بہت سے مصائب کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ برادران وطن یہ نہیں چاہتے تھے کہ "متھراپور" میں کوئی مدرسہ قائم ہو لیکن حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے کفار کا ڈٹ کر مقابلہ کیا آخر کار اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی مبارک ومسعود سعی کو قبول فرما لیا اور ۲۴ صفر المظفر ۱۴۲۱ھ ۲۹ مئی ۲۰۰۰ء بروز پیر بموقع عرس رضوی مرکز اہل سنت بریلی شریف میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے دست حق پرست سے "مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا" کی سنگ بنیاد رکھی۔

دیکھتے ہی دیکھتے ملک وملت کی معیاری دانش گاہ بن کر ابھرا اور آسمان علم وفضل کی آخری سرحد تک پہنچ گیا ہندوستان اور

دیگر ممالک میں نہایت قلیل مدت میں اپنے نظام، نصاب تعلیم اور طریقۂ تعلیم کی بنا پر عوام وخواص کا مرکز نگاہ بن گیا اس وقت شعبۂ تحفیظ، شعبۂ درس نظامی اور تخصص فی الفقہ وغیرہا کے تشنگان علوم نبویہ بادۂ علم وحکمت کے جام سے تشنگی بجھا رہے ہیں اور الحمد للہ جامعۃ الرضا "امام احمد رضا ٹرسٹ" کے زیر اہتمام اپنی تعمیری منزلیں نہایت ہی کامیابی کے ساتھ طے کر رہا ہے اور ابھی حامدی مسجد اور سینٹر بلڈنگ کی تیسری منزل کا کام زیر تعمیر ہے آج باذوق طالبان علوم نبویہ اپنی علمی تشنگی بجھانے کے لئے دنیا کے گوشے گوشے سے مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا کی طرف رواں دواں ہیں اور جامعہ کے اساتذۂ کرام کی نگرانی میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور اچھی خاصی تعداد میں فارغ التحصیل ہوکر پوری دنیا میں جاکر دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں اور ہر جگہ حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے مشن کی ترویج واشاعت کر رہے ہیں اور سیدھے سادھے مسلمان بھائیوں کو وہابی اور غیر مقلدین کے مکر وفریب سے بچا کر ان کے ایمان وعقائد کی حفاظت وصیانت کر رہے ہیں اور بانگ دہل اس بات کا اعلان کر رہے ہیں کہ جامعۃ الرضا کو محض ایک ادارہ یا ادارہ کی عمارت کی نظر سے نہ دیکھو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جامعۃ الرضا درحقیقت سنیت کی جائے پناہ اہلسنت کی تربیت گاہ ہے جامعۃ الرضا ایک تحریک کا نام ہے سینوں میں عشق مصطفی ﷺ اور عقیدت اولیاء کی شمع روشن کرنے کی تحریک کا نام یعنی غلبۂ اسلام کی تحریک کا نام ہے۔

تاقیامت رہے اس مدرسے کا نام
اس چمکتی عمارت پہ لاکھوں سلام

جامعۃ الرضا خدمات کے آئینے میں: جامعۃ الرضا ایمان کو بھی ضیا بخش رہا ہے اور اعمال کو بھی بلکہ یوں کہئے کہ دنیا بھی جامعۃ الرضا کے نور سے درخشاں ہے اور آخرت بھی۔ یہ دنیا میں شعور وسلیقہ بخشتا ہے اور آخرت کے لئے متاع نجات یہ دنیا میں مستفیدین کو عزت وافتخار عطا کرتا ہے اور آخرت میں شفاعت ومغفرت۔ یہ دیگر مدارس میں ممتاز ومنفرد ہے۔ یکتائے روزگار ہے۔ بے مثل وبے مثال ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح اس کے بانی وسربراہ حضور تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ علمائے عصر وفقہائے زمانہ میں یگانہ وممتاز ہیں یقیناً اس کو خراج عقیدت اس کے بانی سرکار تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کو خراج عقیدت پیش کرنا ہے۔ جامعۃ الرضا ایسا چراغ ہے جس نے درجنوں نہیں سیکڑوں، سیکڑوں نہیں ہزاروں چراغ روشن کئے ایسا نہیں کہ ایک ہی مقام ومکان میں وہ سارے چراغ روشن ہوں جہاں اندھیرا دیکھا اس کے چراغ نے وہیں ایک "دیا" جلا دیا۔ اس کے روشن چراغ نے ہزاروں چراغ اپنی روشن لو سے روشن کئے مگر اس اصل چراغ جامعۃ الرضا کی روشنی اور "لو" میں کوئی فرق نہیں آیا اور نہ انشاء اللہ العزیز کبھی آئیگا۔ اس کا چراغ یونہی اپنا علمی نور بکھیرتا رہیگا۔ اور جو اس چراغ علم کو بجھانا چاہتے ہیں یا بجھانا چاہیں گے وہ خود ظلمتوں کا شکار ہوتے رہیں گے۔ اور اندھیریوں میں بھٹکتے رہیں گے مگر اس کی روشنی بجھا نہ سکیں گے بلکہ اس کی روشنی دھیمی تک نہ کر سکیں گے کیونکہ اس چراغ علم وحکمت "جامعۃ الرضا" میں حضور تاج الشریعہ کے ایثار اور حضور عسجد میاں کے جہد مسلسل کا روغن جل رہا ہے اور اسی کی روشنی دنیائے علم وعقیدت کو تاباں کر رہی ہے۔ اور اس کے فارغین اور مستفیدین نے ملک میں جو دینی مدارس قائم کئے ہیں۔ وہ بھی بالواسطہ اسی کی دین ہیں اور اس کے فارغین یا مفتیان نے جو فتاوی تحریر کئے وہ بھی بالواسطہ اس کی دین ہیں۔ اس کے سن قیام ۲۴ صفر المظفر ۱۴۲۱ھ ۲۹ مئی ۲۰۰۰ء سے لیکر آج تک اس کے دار الافتاء سے کافی فتاوی جاری کئے گئے اور

فارغین نے بھی اپنی اپنی قیام گاہوں سے وافر مقدار میں فتاوی تحریر کئے وہ سب بالواسطہ اس کی دین ہیں۔ اللہ تعالی اپنے برگزیدہ بندوں کے صدقہ وطفیل جامعۃ الرضا کو دوام واستحکام اور ارتقاء و عروج نیز اس کے فیضان کو عام سے عام تر فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

طریقہ امتحان: (۱) جامعہ میں سہ ماہی امتحان ذی الحجہ میں چھٹی سے قبل ہوتا ہے (۲) جامعہ کا ششماہی امتحان ماہ صفر المظفر وربیع الاول میں ہوتا ہے (۳) جامعہ میں نہ ماہی امتحان جمادی الآخر میں ہوتا ہے۔ (۴) جامعہ کے تمام درجات کا امتحان رجب وشعبان میں ہوتا ہے (۵) جامعہ کے فاضل درس نظامی کی سند کا امیدوار و مستحق وہی طالب علم ہوگا جو سالانہ امتحان میں کامیابی حاصل کریگا (۶) ناکامیاب امیدوار کو کسی درجے میں ترقی نہیں ملے گی (۷) جامعہ کے کسی امتحان میں بلا عذر غیر حاضر رہنا شدید جرم ہوگا۔

حضور تاج الشریعہ کا جامعہ ہذا کے طلبا و مدرسین پر خصوصی کرم: ایک مرتبہ جامعۃ الرضا کے طلباء اور مدرسین جنات کی شرارت سے پریشان ہو رہے تھے اور پریشانی دن بدن بڑھتی جا رہی تھی اور اس سے نجات پانے کی کوششیں بھی کی گئیں لیکن کامیابی حاصل نہ ہو سکی آخر کار اس بات کی حضور تاج الشریعہ کو خبر دی گئی تو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان جامعۃ الرضا میں تشریف لائے اور آپ نے ہاسٹل کا دم کر کے حصار فرما دیا اس کے بعد یہ پریشانی ختم ہوگئی۔

اور ایک مرتبہ جامعہ میں کثیر تعداد میں مدرسین اور طلبائے کرام بیمار ہو گئے روز بروز بیماروں کی گنتی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا طلبا اور مدرسین کرام اس سے بھی بہت پریشان تھے اپنے طور پر علاج ومعالجہ کراتے رہے اور کھانے پینے میں بھی بہت احتیاط سے کام لیا لیکن کامیابی حاصل نہ ہوئی بالآخر حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کو اس بارے میں بتایا گیا تو تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ جامعہ میں تشریف لائے سبھی طلبائے کرام اور اساتذۂ کرام حضور تاج الشریعہ رضی اللہ تعالی عنہ کے استقبال کے لئے علامہ حسن رضا کانفرنس ہال میں جمع ہو گئے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے پڑھنے کے لئے وظیفہ بتایا اور بیماروں کی شفایابی کے لئے دعا فرمادی الحمد للہ حضرت کی دعا سے یہ بھی پریشانی دور ہو گئی اور ان موقعوں کے علاوہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان خاص خاص مواقع پر تشریف لاتے تھے اور اپنی زیارت اور دعاء سے مدرسین وطلبا کو مشرف فرماتے تھے اور خاص مواقع کے علاوہ بھی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان جامعہ میں حاضر ہوتے تھے خلاصہ کلام حضور تاج الشریعہ رضی اللہ تعالی عنہ جامعۃ الرضا کے مدرسین وطلبائے کرام سے اور جامعہ کے در و دیوار سے بے پناہ محبت کیا کرتے تھے اور اگر کوئی طالب علم حضور تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ کی زیارت کے لئے حضرت کے گھر جاتا اگر حضرت کو معلوم ہو جاتا تو حضور خصوصی توجہ فرماتے اور اپنی دعائیہ کلمات سے نوازتے تھے۔

اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا ہے بعد وصال بھی اسی طرح حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے فیوض وبرکات سے جامعۃ الرضا کے مدرسین وطلبائے کرام اور دیگر مسلمانوں کو مالا مال فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

***

حضور تاج الشریعہ اور بخاری شریف کی پہلی حدیث کا درس

مولانا محمد رضا مرکزی، الجامعۃ القادریہ نجم العلوم مالیگاؤں

اس دنیا میں ان گنت لوگ آتے اور جاتے رہتے ہیں۔ کسی کو یاد رکھا گیا کسی کو بھلا دیا گیا۔ کوئی بعد موت بھی زندوں کی طرح ہے اور کوئی حیات میں بھی مُردوں کی طرح۔ لیکن حضور تاج الشریعہ، بدر الطریقہ، حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری برکاتی علیہ الرحمہ ان سب میں ممتاز نظر آتے ہیں۔ آپ کی عوام وخواص میں بے پناہ مقبولیت کا ذکر کرتے ہوئے نائب مفتی اعظم ہند شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

> ”حضور مفتی اعظم ہند کو اپنی زندگی کے آخری پچیس سالوں میں جو مقبولیت وہر دل عزیزی حاصل ہوئی وہ آپ کے وصال کے بعد ازہری میاں کو بڑی تیزی کے ساتھ ابتدائی سالوں ہی میں حاصل ہوگئی اور بہت جلد لوگوں کے دلوں میں ازہری میاں نے اپنی جگہ بنالی“۔

حضور مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب فرماتے ہیں۔

> ”حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ ایک شخصیت کا نام نہیں۔ ایک زمانے کا ایک عہد کا نام ہے ایک دم سے زمانے پر چھا جانے والی ذات کا نام ہے“۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ راقم کو یہ شرف حاصل رہا کہ نو سال کا ایک سنہرا زمانہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے قدموں میں ایک خادم و تلمیذ کی حیثیت سے گزارنے اور مرشد برحق کو دیکھنے سمجھنے کا موقع میسر آیا۔ حضرت نے ہمیں بخاری شریف اور الاشباہ والنظائر پڑھایا اور کئی مقالے راقم کے حضور تاج الشریعہ نے سماعت کیے اور اصلاح فرماتے ہوئے اپنی پسندیدگی کے ساتھ خوب خوب دعاؤں سے بھی نوازا الحمدللہ ثم الحمدللہ! جیسا دیکھا اور کیسا پایا؟؟۔ تو سنو!!! ایک مشفق معلم، ایک روحانی مرشد، ایک باوقار مربی، ایک مایہ ناز مفسر، ایک کامیاب مترجم، ایک بلند پایہ شاعر، ایک منفرد مصنف، ایک مخلص ناقد، ایک عظیم زاہد، ایک شب زندہ دار عابد، ایک باعمل عالم، ایک ممتاز فقیہ، ایک سچے عاشق، ایک پروانۂ شمع رسالت۔

منفرد اور گوناگوں خصوصیات کے حامل حضور تاج الشریعہ اس ذات کا نام ہے جنھیں مولانا رضا علی خان سے شجاعت ملی۔ مولانا نقی علی خان سے علم تفسیر ملا۔ امام احمد رضا خاں سے قلم ملا۔ حضور حجۃ الاسلام سے حسن ملا۔ مفتی اعظم ہند سے تقویٰ ملا۔ والد ماجد حضور ابراہیم رضا سے قرآن فہمی کا اندازہ ملا۔ ایک تنہا ذات میں کتنی انجمنیں سمٹ آئی تھیں۔ پیش نظر مضمون میں اپنے مشاہدات کی بنیاد پر آپ کے درس حدیث کے عالمانہ انداز کو قلمبند کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا بریلی شریف کا وہ حسین وجمیل اور ناقابل فراموش دن آج بھی مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ جو میرے لیے کسی بہت بڑی نعمت سے کم نہ تھا۔ جب دل کو قرار دینے والی ذات، ہمدم ودمساز، حسن وجمال کے پیکر،

شفقت ومحبت کے بیکراں سمندر میرے مرشد واستاذ حضور تاج الشریعہ قدس سرہ کی زبان فیض ترجمان سے بخاری شریف کی پہلی حدیث کا درس حاصل کرنے کا شرف ملنے والا تھا۔ وہ وقت سعید جس کا ہم جماعت ساتھیوں سمیت مجھے بے چینی سے انتظار تھا ہماری قسمت کی معراج کہ آ بھی گیا اور ایک عظیم علمی وروحانی درس جس کی حسین یادوں کی ٹھنڈک آج بھی قلب وذہن میں موجود ہے۔ مذکورہ درس راقم الحروف نے اپنے موبائل میں ریکارڈ کر لیا تھا۔ افتتاح بخاری شریف کے بعد روزانہ کاشانہ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ میں بخاری شریف کے درس کے لیے جانا ہوتا تھا۔ حضرت نے کرم فرمایا اور اجازت حدیث ودلائل الخیرات وقصیدہ بردہ و دیگر اوراد سے نوازا۔ ایک مشفق ومہربان استاذ کی ساری صفات آپ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جو طلبہ روز ۱۲ کلومیٹر سے آتے ہیں ان کا خرچ بھی ہوتا ہوگا۔ اور مدارس کے طلبہ کا جیب خرچ بھی کم ہوتا ہے اس بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے جامعہ کی جانب سے ہمیں ہر ماہ دن کے اعتبار سے آنے جانے کا کرایہ ملا کرتا تھا۔ میں اپنی اس سعادتِ عظمیٰ پر جتنا ناز کروں کم ہے کہ ان گنت مرتبہ قدم بوسی اور دست بوسی کے علاوہ ناچیز نے حضور تاج الشریعہ کی خدمت کا شرف حاصل کیا ہے۔

حضور تاج الشریعہ کا طریقۂ تعلیم بڑا منفرد، جامع اور ایسا حسین ہوتا تھا کہ ہمیں یوں لگتا جیسے کوئی ہمیں پڑھا نہیں رہا ہے بلکہ چلا رہا ہے۔ آپ کا طرز فہمایش اللہ اللہ! کیا کہنے دقیق سے دقیق مسائل بڑی آسانی اور سہل طریقے سے یوں حل فرمایا کرتے کہ ہمیں ذرا بھی مشکل پیش نہیں آتی۔ آپ درسِ حدیث میں اس بات کا التزام فرماتے تھے کہ محض مفہوم حدیث سے واقفیت نہ ہو بلکہ اس کے داخلی رموز بھی ذہن نشین ہو جائیں۔ پہلے تفاسیر کی روشنی میں شرح کرتے، پھر اصول حدیث سے اس کی وضاحت فرماتے، راویان حدیث کے بارے میں فہمایش کرتے ہوئے فن اسماء الرجال کے دریا بہاتے۔

ہم جملہ طلبہ سے مشفقانہ ومربیانہ اور محبت آمیز رویہ رکھتے تھے۔ سبھی پر نہایت مہربان تھے، انھیں شفقت ومحبت سے نوازتے اور ہر طرح ان کی خدمت کرتے حتیٰ کہ غریب و نادار طلبہ کو خفیہ طور پر خرچ کے لیے رقوم بھی عنایت فرماتے۔ یوں ہی درس وتدریس کے ذریعہ ان کی خدمت کرتے، نہایت شفقت ومحبت سے ان کو پڑھاتے، علم نافع حاصل ہونے کی دعائیں دیتے، کوئی طالب علم مسئلہ دریافت کرتا یا حدیث یا فقہ کی کتاب کے آغاز کے وقت تبرکا پڑھنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا، آپ نہایت شفقت سے جواب دے کر مطمئن فرماتے، جلسۂ دستار فضیلت کے موقع پر علما وطلبہ کے لیے خصوصی دعوت کا اہتمام فرماتے تھے۔ خوشی کے موقع پر کھانے پکوا کر طلبہ کو کھلاتے۔ بیش تر طلبہ ایسے تھے جو دونوں وقت آپ کے یہاں کھاتے تھے، بعض طلبہ کو ان کے ذوق علمی کی بنا پر آپ خود اپنے مکان پر ٹھہراتے اور نہایت لطف وکرم سے قیام وطعام کا بندوبست فرماتے نیز ان کو اپنے علمی وروحانی فیضان سے مالا مال کرتے۔ غرض یہ کہ علما کی توقیر، طلبہ سے شفقت ومحبت جو آج کل بڑی بڑی ہستیوں میں مفقود ہوتی جا رہی ہے۔ وہ آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ حضور تاج الشریعہ کا ایک یادگار درس حدیث نذر قارئین کیا جاتا ہے۔ پڑھیں اور علم حدیث وفقہ واسماء الرجال کے ایک جبل شامخ کی ذات کو پہچانیں:

"باب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتدا کیسے ہوئی (حدیث نیت کی درستگی کے بارے میں) وقول الله جل ذكره إنا أوحينا إليك كما أوحينا إلى نوح والنبيين من بعده. اور اللہ عز وجل کا یہ فرمان کہ " ہم نے بلا شبہ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ

کی طرف وحی کا نزول اسی طرح کیا ہے جس طرح حضرت نوح (علیہ السلام) اور ان کے بعد آنے والے تمام نبیوں کی طرف کیا تھا"۔

حدیث نمبر(۱): حدثنا الحمیدی عبد اللہ بن الزبیر قال حدثنا سفیان قال حدثنا یحیی بن سعید الأنصاری قال أخبرنی محمد بن إبراهیم التیمی أنہ سمع علقمۃ بن وقاص اللیثی یقول سمعت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ علی المنبر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول "إنما الأعمال بالنیات وإنما لکل امرء ما نوی فمن کانت هجرته إلی دنیا یصیبها أو إلی امرأة ینکحها فهجرته إلی ما هاجر إلیه"

ہم کو حمیدی نے یہ حدیث بیان کی، انھوں نے کہا کہ ہم کو سفیان نے یہ حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں ہم کو یحیی بن سعید انصاری نے یہ حدیث بیان کی، انھوں نے کہا کہ مجھے یہ حدیث محمد بن ابراہیم تیمی سے حاصل ہوئی۔ انھوں نے اس حدیث کو علقمہ بن وقاص لیثی سے سنا، ان کا بیان ہے کہ میں نے مسجد نبوی میں منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی زبان سے سنا، وہ فرمارہے تھے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر عمل کا نتیجہ ہر انسان کو اس کی نیت کے مطابق ہی ملےگا۔ پس جس کی ہجرت (ترک وطن) دولت دنیا حاصل کرنے کے لیے ہو یا کسی عورت سے شادی کی غرض ہو۔ پس اس کی ہجرت ان ہی چیزوں کے لیے ہوگی جن کے حاصل کرنے کی نیت سے اس نے ہجرت کی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ علیہ کا محدثین میں بہت بڑا مقام ہے۔ اور آپ کی جامع صحیح جس کو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مثلا ضعیف، مطرد، معلل اور دیگر اقسام حدیث کو ترک کر کے جو صحت کے صحیح درجہ پر پہنچی اسی کو لیا۔ اور ان احادیث سے مجرد رکھا جو درجہ صحت پر نہیں تھی۔ اور حضرت امام بخاری رحمہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت سن ۱۹۴ ہجری میں ہوئی اور وصال شریف ہجری ۲۵۶ عمر شریف ۶۲ سال ہوئی کسی شاعر نے اس کو ابجد کے حساب سے ایک شعر میں جمع کیا ہے۔ مادہ تاریخ "صدق" ہے۔ جس کے ۱۹۴ بنتے ہیں۔ اور مدت موت کا مادہ تاریخ "حمید" جس کے ۶۲ بنتے ہیں۔ اور وفات کا مادہ تاریخ "نور" ہے جس کے ۲۵۶ بنتے ہیں۔ آپ نے یہ کتاب نایاب ۱۶ برس میں تصنیف فرمائی اور اس کی ابتدا بخارا میں کی اور بعض لوگوں نے یہ کہا کہ امام بخاری نے اپنی بخاری کی ابتدا مکہ مکرمہ میں کی۔ اور امام بخاری فرماتے ہیں کہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ریاض الجنہ کے درمیان میں بیٹھ کر میں نے یہ کتاب تصنیف کی۔ اور جب بھی میں نے کوئی حدیث اپنی کتاب میں جمع کی میں نے استخارہ کیا دو رکعت نماز پڑھی اور غسل کے بارے میں بھی آتا ہے۔ اس طرح آپ نے اہتمام تدوین حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا۔

ابتدا کے بارے میں جو مختلف روایات ہیں اس کی تطبیق اس طرح ہے کہ آپ نے بخارا میں اپنی کتاب کی تصنیف کو شروع کیا پھر مختلف بلاد کا جسمیں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بصرہ شامل ہیں۔ وہاں پر آپ اس کی تصنیف میں لگے رہے اور اس کی تکمیل مدینہ منورہ میں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک کے سامنے یہ کتاب مکمل ہوئی۔ ۱۶ سال میں آپ نے اس کتاب کو مرتب کیا اور شرق سے لے غرب تک تمام علمائے محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن عظیم کے بعد اصح الکتب دو کتابیں ہیں۔ ایک صحیح بخاری اور دوسری صحیح مسلم اب اس میں اختلاف ہے کہ صحیح بخاری افضل ہے کہ مسلم، جمہور اس طرف گئے ہیں کہ بخاری افضل ہے اس لئے کہ اس میں امام بخاری رضی اللہ تبارک وتعالی عنہ کی شان فقاہت اور ان کے اجتہادی نکات زیادہ

ہیں جو قاری کو مطالعہ کے دوران پتہ چلے گا کہ امام بخاری رضی اللہ تبارک وتعالی عنہ نے کبھی حدیث کو مختصر اور کبھی طویل اور کبھی مکرر اور ایک ہی حدیث کو متعدد طرق سے نقل کرتے ہیں۔ یہ سب آپ احکام کی وجہ سے لے کر آتے ہیں۔ کبھی کوئی حدیث سے سند کا فائدہ ہوتا ہے، کبھی متن سے فائدہ مقصود ہوتا ہے۔ پھر اس پر جو احکام مرتب ہوتے ہیں اس کے اعتبار سے امام بخاری رضی اللہ تبارک وتعالی عنہ حدیث کو لے کر آئے۔ اسی وجہ سے امام بخاری رضی اللہ تبارک وتعالی عنہ کبھی حدیث مختصر ذکر کرتے ہیں اور کبھی مکمل۔ اور بعض لوگ تطبیق یہ کرتے ہیں کہ باعتبار شرائط بخاری افضل ہے۔ اور باعتبار فضائل مسلم افضل ہے۔ اور شرط یہ ہے کہ جو راوی اپنے سے اوپر والے سے روایت کر رہا ہے اس کی ملاقات بالفعل متحقق ہوئی ہو۔ کہ اس کی اس سے ملاقات ہوئی ہو جب ہی اس کو امام بخاری رضی اللہ تبارک وتعالی عنہ درجہ صحت پر مانتے ہیں۔ امام مسلم رضی اللہ تبارک وتعالی عنہ نے اس شرط میں امام بخاری رضی اللہ تبارک وتعالی عنہ سے اختلاف کیا اور جمہور محدثین اور علمائے حدیث اس میں امام مسلم کے ساتھ ہیں ان کے نزدیک بالفعل ملاقات ہونا شرط نہیں ہے۔ ان دونوں کے روایت کی شرط یہ بھی ہے کہ یہ مشہور صحابی سے روایت کرتے ہیں اس شرط پر کہ اس مشہور صحابہ سے کم سے کم دو تابعین محدثین نے روایت کیا ہو۔ لیکن دونوں حضرات نے خود بعض جگہ اپنی کتاب میں ان شرائط کی مخالفت بھی کی ہے۔ چنانچہ یہی حدیث: انما الاعمال بالنیات۔ یہ حدیث فرد ہے ہر طبقے میں۔ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ سے اس حدیث کو روایت کیا جاتا ہے۔ اس حدیث کو علقمہ ابن وقاص لیثی تابعی نے روایت کیا۔ تنہا عمر ابن خطاب سے۔ اور علقمہ ابن وقاص لیثی تابعی سے تنہا روایت کیا ابراہیم تیمی نے، یہ بھی تابعی ہیں۔ یحییٰ بن سعید انصاری نے یہ حدیث بیان کی۔ سفیان سے۔ ان کے بعد روایت کیا ہے شیخ امام بخاری حمیدی عبداللہ ابن زید نے۔ تو یہ پورے سلسلہ سند میں ایک مشہور تابعی ایک صحابی سے روایت کر رہا ہے تو یہ خود ان کی شرط کے خلاف ہے۔ لیکن یہ حدیث دین کی اصل عظیم ہے کہ سند کے اعتبار سے اگرچہ یہ حدیث فرد ہے مگر اس حدیث کو ہر زمانے میں علما نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اب یہ حدیث تلقی بالقبول سے تلقی بالقبول کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہے۔ کہ حضرت عمر ابن خطاب نے مدینہ میں اس حدیث کو منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بیان کی تو اس وقت کتنے صحابی وتابعین ہوگے اور اس کے بعد سے آج تک علما محدثین وغیرہ کتابوں میں لکھتے پڑھتے آ رہے ہیں۔ تو اگرچہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے فرد ہے مگر یہ اب اس تلقی کے اعتبار سے مشہور اور متواتر کے درجہ میں ہے۔ اور امام بخاری رضی اللہ تبارک وتعالی عنہ نے یہاں باب یہ باندھا۔

یہ باب اس بات کی کیفیت بتانے کے بارے میں ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی ابتدا کیسے ہوئی؟؟ وحی یہ عربی لفظ ہے اس کے مختلف معنی آتے ہیں زیادہ تر اس کے معنی میں ’’آہستہ طور پر بتانا‘‘ تو وحی کتابت کے معنی میں بھی آتا ہے اور الہام کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور وحی کا معنی اشارہ بھی آتا ہے۔ اور زبان شرع میں وہ ایک خاص پیغام ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے اس خاص بندے کو بتاتا ہے جو منصب نبوت پر فائز ہوتا ہے۔ اور وہ پیغام جو انبیائے کرام کی طرف اللہ کی جانب سے آتا ہے۔ اور اسکے علاوہ وحی کا اطلاق غیر انبیا کے لئے قرآن پاک میں شہد کی مکھی کے لئے وحی کا لفظ استعمال ہوا ہے وہاں پر اس سے مراد آہستہ بتانا مراد ہے اور وحی جو انبیا کو ہوتی ہے وہ کئی طریقے سے ہوتی ہے۔ کبھی فرشتہ اپنی اصل صورت میں تشریف لاتا ہے اور کبھی کسی انسان کی صورت میں آتا ہے۔ اور کبھی یہ ہے کہ اللہ تعالی نبی کے دل میں کوئی پیغام ڈال دیتا ہے۔ اور کبھی یہ ہوتا

ہے کہ خواب میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے برگزیدہ نبی کو پیغام سناتا ہے کہ انبیائے کرام کے جتنے منامات ہیں سب کے سب وحی ہیں ۔اور اس معاملے میں وہ ہم سے جدا اور ممتاز ہیں کہ ان کا خواب عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتا ان کو جو کچھ خواب میں بتایا جاتا ہے وہ کرنے کا حکم من جانب الرب ہوتا ہے ۔اب یہاں پر جو حدیث انما الاعمال بالنیات ذکر کی گئی ہے ۔بظاہر تو اس کی باب سے کوئی مناسبت نظر نہیں آتی۔

حضرت عمر نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر بیان کرتے ہوئے دیکھا اس لئے خود بھی منبر پر حدیث بیان کی ۔ یہاں پر امام بخاری نے اپنی عادت کے مطابق حدیث کا ایک ٹکڑا حذف کر دیا اس سلسلے میں ان پر اعتراض ہوا کہ ان کے شیخ حمیدی نے اس حدیث کو پورا نقل کیا ہے امام بخاری رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے اس کو یہاں ذکر نہیں کیا دوسری جگہ ذکر کیا ہے۔ امام بخاری رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے نکات اور رموز بہت دقیق ہیں ۔ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ علیہ نے یہاں پر ایک فائدہ نقل کیا ہے کہ امام بخاری رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے حدیث اخلاص کے سلسلے میں نقل کر رہے ہیں تو انھوں نے تزکیہ نفس سے اپنے آپ کو دور رکھنے کے لئے کہ اپنی تعریف خود کریں یا اس کا شائبہ ہو اور اشارہ کریں نیک تو وہ جملہ حذف کر دیا وہ جملہ ہے یہ :فمن کانت هجرته الی الله ورسوله فهجرته الی الله ورسوله. جو اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرے تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے یعنی مقبول ہے۔

اب یہاں پر ایک بات یہ کہ امام بخاری رضی اللہ تبارک۔ وتعالیٰ عنہ نے اس حدیث کو اس باب کے تحت ذکر کیا۔ باب یہ باندھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتدا کیسے ہوئی ؟ اور حدیث وہ ذکر کر رہے ہیں جو باب سے بالکل بیگانہ ہے تو اس کا ایک جواب تو یہ دیا جاتا ہے کہ امام بخاری رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے اس حدیث کو خطبہ کتاب کے طور پر جیسا کہ مصنفین دیباچہ، پیش لفظ لکھتے ہیں، کے طور پر پیش کی ۔ اور اس میں امام بخاری رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کی عادت دوسرے مصنفین سے الگ ہے کہ جب دوسرے مصنفین جب کوئی کتاب شروع کرتے ہیں تو اس میں ان کے اپنے الفاظ ہوتے ہیں لیکن امام بخاری رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے چاہا کہ میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور ان کے افعال کا میں احاطہ کر رہا ہوں اور میں ان کی حدیث لکھ رہا ہوں لھذا انھوں نے چاہا کہ کوئی بھی لفظ جہاں تک ہو سکے حتی الامکان وہ میرا نہ ہو جو کچھ ہو وہ اللہ کا ہو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو۔ لھذا وہ خطبہ کتاب کے طور پر قاری کو تنبیہ کے لئے حدیث نیت ذکر کی تا کہ تحصیل حدیث کرنے والا ہشیار ہو جائے کہ وہ کسی دنیا شہرت کے لئے حدیث کا حصول نہ کرے بلکہ خالص لوجہ اللہ تحصیل حدیث کرے ۔ایک بات اور ہے اس حدیث اخلاص میں سمجھنے والی کہ اخلاص کے ساتھ ساتھ ہجرت کا بھی ذکر ہے جو باب سے مناسبت نہیں ہے لیکن اگر تامل کیا جائے تو مناسبت ہو سکتی ہے ۔ کہ اس حدیث میں جس طریقے سے آیت کریمہ میں بتایا کہ ہم نے بلاشبہ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی طرف وحی کا نزول اسی طرح کیا ہے جس طرح حضرت نوح (علیہ السلام) اور ان کے بعد آنے والے تمام نبیوں کی طرف کیا تھا“ ۔نوح علیہ السلام اور تمام انبیائے کرام کی طرف جو وحی کی گئی ایک قوم کے مطابق اس سے مراد نیت اور اخلاص سے بھی اس لیے امام بخاری نے حدیث کے شروع میں یہ آیت کی۔“

یہ تھا حضور تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہٗ کا وہ یادگار درس حدیث جو ناچیز کے بشمول میرے جملہ ہم سبق ساتھیوں مفتی عبد الباقی

مرکزی (مدرس جامعۃ الرضا بریلی شریف)، مفتی فیصل رضا مرکزی (مدرس جامعۃ الرضا بریلی شریف) اور مفتی محمد طیب رشیدی مرکزی (مدرس دارالعلوم غوث الوریٰ، اورنگ آباد) وغیرہ کو آپ نے دیا تھا۔ آج بھی اس درس کی چاشنی، حلاوت، مٹھاس اور میرے اپنے شیخ ومربی، مرشد طریقت حضور تاج الشریعہ کا شفقت ومحبت بھرا انداز بار بار یاد آرہا ہے، فکر وقلم اور ذہن وقلب اس وقت بوجھل بوجھل ہے اور درد والم سے بھرے ہوئے ہیں پھر بھی یہ چند سطریں آپ کے عقیدت مندوں کی صف میں بشکل تحریر مودبانہ حاضری کے لیے پیش کی گئی ہیں۔

***

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان اور رد بدعات و منکرات

(چند خطبات کی روشنی میں)

عتیق الرحمٰن رضوی، نوری مشن مالیگاؤں

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات محتاج تعارف نہیں ہے، آپ کی دینی، علمی، تبلیغی، اصلاحی اور فقہی خدمات کا دائرہ عالم اسلام میں پھیلا ہوا ہے، آپ نے عرب و عجم میں مسلک حق مسلک اہل سنت وجماعت کی اشاعت و کامیاب ترجمانی کی، آپ کی خدمات کو عرب و عجم یورپ و افریقا کے مقتدر علما و مشائخ نے سراہا، اور مانا۔ آپ کی خداداد مقبولیت کا اندازہ آپ کے وصال پُر ملال پر شہر بریلی میں انسانی سروں کے سیلِ رواں سے لگانا کوئی مشکل امر نہیں، دنیا بھر میں آپ کی یاد میں تعزیتی اجلاس، مجالس ایصال ثواب اور آپ کی رحلت پر پیغامات کے جاری سلسلے سے یہ امر مخفی نہیں کہ آپ نہ صرف برصغیر ہند و پاک کی عوام و خواص میں مقبول تھے، بلکہ ایک عالم آپ کا معتقد و گرویدہ تھا۔

آپ نے تبلیغ و اشاعت کے سلسلے میں دنیا بھر کے بیشتر ممالک کا دورہ کیا، اور ہر جگہ احقاق حق و ابطال باطل کا فریضہ انجام دیا، جب جہاں کوئی غیر شرعی کام ہوتا دیکھا بلا خوف لومۃ لائم، اپنے بیگانے کی پرکھ سے پرے شرعی حکم واضح فرما دیا اس سلسلے میں خود فرماتے ہیں:

''ہمارے دین میں سب سے بڑی بات اور دین کا رکن اعظم دو باتیں ہیں: الحب فی اللہ والبغض فی اللہ۔ اللہ کے لیے محبت اور اگر کسی سے نفرت ہے تو اپنی ذات کے لیے نہیں، دنیا کے لیے نہیں، اپنے بھائی کے لیے نہیں، اپنے باپ کے لیے نہیں، بلکہ اللہ کے لیے۔ اگر کسی سے نفرت ہے، اُس سے دشمنی ہے تو اللہ کے لیے۔ مطلب یہ ہے کہ جو اللہ و رسول کا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے اور جو اللہ و رسول کا دوست ہے اگرچہ اُس کا مجھ سے خون کا رشتہ نہیں وہ میرا دوست ہے۔ وہ میرا ہے۔

محمد ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، مال و جاں اولاد سے پیارا

ہاں۔ اور اگر رسول کا نہیں ہے تو میرا باپ ہے تو میرا نہیں ہے۔ میرا بیٹا ہے تو میرا نہیں ہے۔ میری بیوی ہے تو میری نہیں ہے۔ میرا بھائی ہے تو میرا نہیں ہے۔ میرا خاندان ہے تو میرا نہیں ہے۔ اگر فرض کرلو ساری دنیا رسول کی دشمن ہو جائے تو یہ ساری دنیا میری نہیں ہے۔'' (ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان 'غوث اعظم' غیر مطبوعہ)

ذیل میں حضور تاج الشریعہ کے چند خطبات سے ردِ بدعات و منکرات کے حوالے سے کچھ مشمولات درج کیے جاتے ہیں جس سے آپ کی حق گوئی و بے باکی، غیر شرعی عوامل کی مخالفت، ابطالِ باطل نیز اُمتِ مسلمہ کے اصلاحِ فکر و اعمال میں آپ کی فکر کا پتہ چلتا ہے۔

سوچیے! حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ کسی موقع سے ''ذکر الٰہی'' کے زیر عنوان آیہ کریمہ ''فاذکرونی اذکرکم واشکرولی

ولا تکفرون۔ "کے حوالے سے خطاب فرما رہے تھے، ابھی خطاب شروع ہی کیا تھا، بعد خطبہ آیت درود: "ان اللہ و ملٰئکتہ یصلون علی النبی یایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما "پڑھ رہے تھے، جوں ہی "یصلون علی النبی" پر پہنچے مجمع نے بلند آواز سے "حق نبی صلی اللہ علیہ وسلم" کا نعرہ بلند کیا، حضرت نے فوراً گرفت فرمائی:۔

"بھئی یہ بہت بری رسم ہے۔ قرآن کی تلاوت ہوتی ہے اور اس وقت آپ لوگ شور مچا دیتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام بے شک برحق ہیں۔ لیکن تلاوت کے دوران جہاں کہیں حضور کا نام آئے دل میں درود شریف پڑھیے۔ دل میں آپ نبی کا نعرہ لگائیے۔ اس سے کوئی ممانعت نہیں ہے۔ لیکن قرآن کریم کی تلاوت کے دوران چپ رہنا فرض ہے اور خاموشی سے سننا فرض ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے: وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (سورۃ الاعراف، آیت ۲۰۴)۔ اے لوگوں جب قرآن کریم کی تلاوت کی جائے تو چپ کر اس کو سنو، خاموش رہو اس کی تلاوت کے دوران۔ تاکہ تمہارے اوپر رحمت ہو۔"

(ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ بر عنوان 'ذکر الٰہی' غیر مطبوعہ)

ایسا ہی ایک واقعہ غالباً ۱۹۹۰ کی دہائی میں حیدرآباد پاکستان کے ایک جلسہ عام میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ خطاب فرما رہے تھے تب ہوا، حضرت آیت درود پڑھ رہے ہیں اور مجمع نے "حق نبی صلی اللہ علیہ وسلم" کا نعرہ لگا دیا، اس وقت حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ نے حدیث پاک "من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان" (جو تم میں سے کوئی بری بات دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے، اگر اس کی استطاعت رکھتا ہے ہاتھ سے بدل دے اگر اس کی قدرت نہیں رکھتا ہے تو زبان سے اس کو منع کرے بدل دے اور زبان سے اس منکر کو بدل دے اگر اس کی بھی قدرت نہیں رکھتا تو اسے دل سے برا جانے۔) اس موضوع پر تمہید باندھی اور دیگر احادیث مبارکہ کی روشنی میں اصلاح امت کے حوالے سے روشنی ڈالی اور پھر "مسئلہ نعرہ حق نبی صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی دوران تلاوت کلام پاک خاموشی اختیار کرنے پر علمی، دلائل و براہین سے گفتگو فرمائی، اسی مجلس میں ایک صاحب بھی تشریف رکھتے تھے، جنہوں نے اس گرفت پر اعتراض کیا اور اپنا اشکال سیدی سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کو بذریعہ خط بھیجا، اس کے بعد جواب اور جواب الجواب میں حضرت نے جو گفتگو فرمائی، وہ "سنو چپ رہو" کے عنوان سے زائد از ۱۰۰ صفحات پر مشتمل کتابی شکل میں پہلے پاکستان سے چھپتی رہی اور پھر ہند سے بھی چھپ کر مقبول ہوئی، جس میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے دلائل و براہین سے تلاوت کلام سننے کے دوران خاموشی کو ثابت کیا ہے۔ دل تو چاہتا ہے پورا خطاب اور معترض کے ازالہ اشکال میں آپ کے مدلل جواب کو مکمل ضبط تحریر کردوں مگر خوف طوالت دامن گیر ہے، علمی تشنگی کی سیرابی کے لیے کتاب "سنو، چپ رہو" کا مطالعہ کریں۔

اختیارات انبیا و محبوبان خدا کے منکرین کا علمی رد: انبیائے کرام و رسولان عظام اور محبوبان خدا کے اختیارات کے منکرین اور گستاخان رسول کا سنجیدہ رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اور ہم نہیں زندہ رہتے ہیں، ہم زندہ رہتے ہیں تو ہمارے طفیل وہ بھی زندہ رہتے ہیں جو نبی کو مردہ کہتے ہیں، جو اولیا کو مٹی کہتے ہیں۔ سنو۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے میں نہیں کہتا۔ درود شریف سناؤ--- اللھم صل علی سیدنا و شفیعنا و حبیبنا و کریمنا و مولانا محمد معدن الجود والکرم وآلہ وصحبہ وبارک وسلم ۔--- میرا قرآن، اللہ کا قرآن اپنے حبیب کے لیے کہہ رہا ہے وما

کان اللہ لیعذبھم و انت فیھم۔ اے رسول! اگلی دنیا والوں کو، امتوں کو کس لیے، کس وجہ سے نیست و نابود کر دیا گیا کہ اُن کا آج تک کوئی نام لینے والا نہیں ہے، نام و نشان نہیں ہے۔ ہاں۔ نام و نشان نہیں ہے۔ ہزاروں بار میں کبھی ایک مرتبہ اُن کا نام آ جاتا ہے وہ بھی ایسا ہی گزرتا ہوا۔ کبھی کتابوں میں نظر پڑ جاتا ہے اُن کا قصہ وہ بھی گزرتا ہوا۔ اللہ اکبر۔ نام و نشان باقی نہیں ہے۔ کیوں نہیں نام و نشان باقی ہے؟ انہوں نے محبوبانِ خدا، انبیاء اور رسولانِ عظام کی شان میں گستاخیاں کیں تو اُن کو نیست و نابود کر دیا گیا۔ اگلی امتوں کا نام و نشان باقی نہیں رہا۔ لیکن اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم عالمین کے لیے رحمت ہو، سب جہانوں کے لیے رحمت ہو۔ ہاں۔ تو اب جو ہے اللہ اکبر۔ تمہاری رحمت کا دامن ایسا وسیع ہے کہ مسلمانوں پر تو رحمتِ خاص ہے لیکن کافر پر بھی ایک رحمت کا جلوہ ہے وہ یہ ہے کہ گستاخیاں کریں، فضل روکیں، نقص کے جویاں رہیں۔ ہاں۔ اور تمہاری شان گھٹانے کے درپہ رہیں تو تمہاری شان تو گھٹ نہیں سکتی۔ لیکن تم رحمتِ عام ہو تو اُس کا یہ فیض ہے کہ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اللہ اُن کو، کافروں کو دنیا میں ہلاک و برباد نہیں کرے گا، اُن کا استیصال نہیں فرمائے گا، وانت فیھم۔ جب تک تم اُن کے بیچ ہو۔ ہاں۔ میرے رسول کریم، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے چلے گئے تو کہنے والوں نے کہہ دیا کہ مر کر مٹی میں مل گئے۔ ہاں۔ تو قرآن نے کہا کہ تمہارے منہ میں خاک ہے۔ اگر وہ مر کر مٹی میں مل جاتے تو کوئی یہ کہنے والا نہیں رہتا۔ لیکن آج بھی دنیا پر ناشکرے بستے ہیں۔ کافر بستے ہیں۔ آج بھی دنیا پہ مومن و کافر بستے ہیں۔ مومن بھی بستا ہے کافر بھی بستا ہے۔ تو یہ دنیا کی زندگی سب کے لیے عام ہے۔ تو معلوم یہ ہوا کہ کیوں بستا ہے۔ کہ انت فیھم اس لیے کہ تم موجود ہو۔ ہاں۔ تم موجود ہو تو یہ موجود ہیں تم نہ ہو تو یہ نہیں ہوں۔ ؎

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا اور وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہے وہ جہان کی اور جان ہے تو جہان ہے"

(ماخوذ: خطباتِ تاج الشریعہ زیرِ عنوان "ذکرِ الٰہی" غیر مطبوعہ)

اسی خطاب میں ایک حدیث شریف کے حوالے سے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر آیا تو اسی حدیث پاک کی روشنی سے فضائلِ صدیقِ اکبر بیان کرتے ہوئے منکرینِ افضلیتِ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"تو جو اپنے غلاموں کو ایسا مرتبہ دلا دے کہ اُن کی عظمت اور اُن کی حقیقت ہم تم جیسے کروڑوں نہ جان سکیں تو پھر اُس کی عظمتوں کا کیا عالم ہوگا۔ اُن کی عظمت اور اُن کی حقیقت کو کون جان سکتا ہے۔ تو میرے سرکار نے فرمایا تو بے شک حق فرمایا اور ہمارا تمہارا ایمان ہے کہ یا ابابکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی۔ اے ابو بکر! میری حقیقت کو سوائے میرے رب کے اور کسی نے نہیں جانا۔ وہ ابو بکر تھے تو اُن کو خاص کر کے فرمایا تو اس حدیث سے ابو بکر کی بھی فضیلت معلوم ہوئی۔ اللہ اکبر۔ نہیں جانا میری حقیقت کو۔ ارے اس عدمِ علم میں اور حقیقت کو جاننے میں حضرت علی مرتضیٰ بھی تو تھے، تمام صحابۂ کرام بھی تھے۔ کسی کو مخاطب فرما لیتے۔ اور اگر تخصیص نہیں تھی تو سبھی کو مخاطب فرما سکتے تھے، اے صحابہ!۔ یہ خاص ابو بکر کو خاص کیا کاہے کے لیے؟ کہ ابو بکر کا تمام صحابہ پر اور تمام امت پر وہ مرتبۂ خاص ہے کہ جس مرتبے کو کوئی امت نہیں پہنچ سکتی۔ افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق۔ کیسے ہیں؟ تمام انبیاء کے بعد تمام انسانوں میں بالتحقیق افضل ہیں۔ اور ایسے افضل ہیں کہ جو انہیں افضل نہیں مانے وہ مسلمان ہی نہیں۔ اللہ

اکبر۔تو یہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کا مرتبہ ہے کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے خاص راز داں ہیں۔اور اُن کی نبوت کے خزانوں کے خاص محرم ہیں اور خاص امین ہیں کہ اُن کے مرتبے کو اور کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

(ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "ذکر الٰہی" غیر مطبوعہ)

اسی طرح ایک تقریر میں یا ایھا الذین آمنوا کے حوالے سے گفتگو فرما رہے ہیں، اور اس آیت کی تفسیر کے حوالے سے علمی گوہر لٹا رہے ہیں کہ کون اس آیہ مبارکہ کی تفسیر کا مصداق ہے اور کون ان خطابات کا مخاطب ہے۔تفسیر و تفہیم کرتے ہوئے سیدی سرکار تاج الشریعہ نے علمی انداز سے وسیلہ وفضائل اولیا کے منکرین کا رد فرما رہے ہیں:

"اور ہمیں اسی نے یہ کلمہ دیا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اس کلمے نے ہم کو بتایا کہ اللہ کو ایک بغیر محمد رسول اللہ کے نہیں جان سکتے۔اللہ کے ایک ہونے کا دعویٰ کرو اور یہ کہو کہ اللہ ایک ہے یہ دعویٰ تم سے اُس وقت قبول کیا جائے گا جب محمد رسول اللہ کہو گے۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔تو اس سے کیا پتہ لگا؟ کہ یا ایھا الذین آمنوا۔جہاں جہاں قرآن میں ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُس سے کن لوگوں کو خطاب کیا ہے؟ اُن لوگوں کو خطاب کیا ہے جو مصطفی پر ایمان رکھتے ہیں۔صلی اللہ علیہ وسلم۔اور جو وسیلے پر ایمان رکھتے ہیں اور جنہوں نے مصطفی کے وسیلے سے ایمان لیا ہے اور جو مصطفی صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایسے انسان ہیں کہ ساری مخلوق سے "یہ" افضل ہیں اور جو سمجھتے ہیں کہ یہ ایسے انسان ہیں کہ سارے انسانوں کو عزت اور عظمت انہیں کے وسیلے سے ملی ہے تو وہی لوگ یا ایھا الذین آمنوا کے مصداق ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُنھیں کو مخاطب کیا ہے کہ یا ایھا الذین آمنوا۔اے ایمان والو۔تو یہاں سے مجھے کیا اب بتانے کی ضرورت ہے کہ یا ایھا الذین آمنوا سے کون مراد ہوئے؟ وہ مراد ہوئے جو اہل سنت والجماعت ہیں۔جو اعلیٰ حضرت والے ہیں۔جو غوث والے ہیں اور جو اولیائے کرام کے نیاز مند ہیں۔یہ اولیاء کرام۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو کس لیے مقرر کیا؟ ہم ان کو کیوں مانتے ہیں؟ ہم ان کو اس لیے نہیں مانتے ہیں کہ یہ بڑے خوب صورت تھے۔اس لیے نہیں مانتے ہیں کہ یہ بڑے مالدار تھے۔اس لیے نہیں مانتے ہیں کہ یہ بڑے جاہ وحشم والے تھے۔ہم ان کو اس لیے مانتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو اس لیے چنا کہ دین کا نقش اور ایمان کا نقش یہ ہمارے دلوں میں مستحکم کرتے ہیں مضبوط کرتے ہیں اور اس نقش کو جماتے ہیں اور اللہ والا ہم کو بناتے ہیں۔اسی لیے ہم اُن کو مانتے ہیں تو جو اولیاء کے ماننے والے ہیں وہی "یاایھا الذین امنوا کے" مصداق ہیں۔ ؎

لحد میں عشق رُخِ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سُنی تھی چراغ لے کے چلے"

(ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "ایمان کی جان" غیر مطبوعہ)

نسبتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین کا رد: اسی طرح ایک خطاب میں نسبتِ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام اور علم غیب کے منکرین کا علمی رد فرماتے ہیں، تمہید میں کلمہ طیبہ کی تفسیر و تفہیم کے بعد آیت قرآنیہ سے نسبت صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت اجاگر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: "اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ۔ (سورۃ الزخرف: آیت ۶۷)

قیامت کے دن یہ دوست بھی، دوستی کرنے والے اور بدمذہبوں سے دوستی کرنے والے، کفار سے دوستی کرنے والے اور شریعت کے بغیر دوستی کرنے والے یہ سب آپس میں دشمن ہوجائیں گے۔ اِلَّا الْمُتَّقِیْن لیکن جو اہل سنت والجماعت ہے، جو مصطفیٰ کے علمِ غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور جو مصطفیٰ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلمہ پڑھتے ہیں اُن کی دوستی، اُن کی نسبت آپس میں بھی قائم رہے گی اور مصطفیٰ سے ایسی قائم رہے گی کہ اس کو کوئی نہیں کاٹ سکتا ہے۔ میرے سرکار نے فرمایا کل سبب و نسب منقطع الا سببی و نسبی۔ ہر سبب اور نسب منقطع ہوجائے گا لیکن میری نسبت وہ کبھی منقطع نہیں ہوگی۔"

(ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "ذکر مصطفیٰ ﷺ" غیر مطبوعہ)

مغربی بدعات سے اجتناب: ایک تقریر میں اصلاح فکر و اعمال کرتے ہوئے حاضرین وسامعین کو اتحاد اہل سنت کی اہمیت اور مغربی تہذیب وتمدن سے نفرت کا درس دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"لہٰذا ہمارا آپ کو یہی کہنا ہے مختصر گفتگو میں کہ اس مسلک پر آپ لوگ سختی سے قائم رہیں۔ اور اس مسلک پر قائم رہتے ہوئے سُنّی سُنّی آپس میں متحد رہیں۔ اور سُنّی سُنّی دینِ حق پر قائم رہتے ہوئے مصطفیٰ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کی سنتوں کا احیاء فرمائیں، اُن کی سنت کو زندہ کریں۔ اور مغربیت کی لعنت، جو لوگ مسٹر westernized ہوگئے ہیں کہ آج آپ بھی دیکھ رہے ہیں کہ نام کا مسلمان، آج انگریز نے، امریکہ نے، برطانیہ نے، یہودیوں نے اور کرسچنس نے آپ سے کون سی ایسی چیز ہے جو مسلمانوں کی اُس نے باقی رکھی ہے؟ اور اُس نے اس طور پر اپنے کلچر کو مسلمانوں میں پھیلایا ہے کہ دیکھئے تو ہر شخص عیسائیوں کی صورت پر نظر آتا ہے، لوگ ٹائی باندھے ہوئے ہیں، سروں پر ٹوپیاں نہیں ہیں، نماز بھی اسی انداز میں پڑھ لیتے ہیں۔ تو میرے سرکار ابد قرار، جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کا قُرب چاہتے ہو اور اُن کی محبت چاہتے ہو اور اُن کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ چاہتے ہو کہ اس دنیا میں بھی سرخرو ہو اور اُس عالم میں سرخرو ہو تو حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کی یہ وصیت یاد رکھو کہ انہوں نے فرمایا کہ اس امت کے آخری لوگ وہ اُسی طور پر سدھریں گے اور اُسی طور پر اُن کی اصلاح ہوگی جس طور پر امت کے پہلے لوگوں کی اصلاح ہوئی تھی۔ لہٰذا آپ کو یہ ضروری ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں کا احیاء کیجیے۔ اپنی صورت، اپنی سیرت شریعت کے دائرے کے مطابق بنائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں کا احیاء کیجیے اور دوسروں کی مشابہت سے اور دوسروں کے جیسی شکل بنانے سے پرہیز کیجیے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا حشر محمد رسول اللہ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے چاہنے والوں میں ہو تو آپ کو یہ کرنا ہوگا۔" (ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "ذکر مصطفیٰ ﷺ" غیر مطبوعہ)

بے مثال نبی ﷺ کے منکرین کا رد: ایک موقع پر سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہے یہ

کو موضوعِ سخن بنا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف وثناء بیان کر رہے ہیں اور آقا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے وجود مبارک کو بے مثل و مثال ثابت کرتے ہوئے نبی پاک ﷺ کے بے مثل ہونے کے منکرین کا علمی ردّ دلائل و براہین سے کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت کے مذکورہ بالا اشعار کی تفہیم کے ساتھ ساتھ نظریات باطلہ کا رد بھی کر رہے ہیں:

’’یہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم اللہ کی سر سے لے کر کے اپنے قدم تک شان کا مظہر ہیں۔ اللہ کی ذات وصفات کے مظہر ہیں اور اللہ کی ذات وصفات کا آئینہ ان کا سراپا ہے۔ سر سے لے کر قدم تک یہ اللہ کی ذات کا آئینہ ہے۔ تو اب نتیجہ کیا نکلا؟ بالکل سمپل (Simple) ہے کہ ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ۔ یہ انسان تو ہیں لیکن ایسے انسان ہیں کہ ان جیسا انسان کوئی نہیں اور انسان کے روپ میں اگر یہ نہ آتے تو انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو عظمت اور جو شرف اور جو عزت اور جو اُس کے مرتبے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بڑھائیں ہیں اور جو اُس کو درجے دیے ہیں یہ کچھ انسان کو ملنے والا نہیں تھا۔ یہ ساری عزت انسان کی اور یہ سارے درجات اور ساری عظمت انسان کی اس وجہ سے ہے کہ انسان کے روپ میں ’’یہ‘‘ آگئے۔ قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں۔ کلمے کی بولی ہے۔ قرآن کا عقیدہ ہے۔ کیا ہے؟ کہ ان پر ایمان لاؤ۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ محمد رسول اللہ سے صاف ظاہر ہوا کہ جب تک محمد رسول اللہ نہ مانو گے۔ محمد رسول اللہ نہ کہو گے ایمان نہیں ہوگا۔ قرآن نے بھی یہی پیغام دیا کہ جب تک ان پر ایمان نہیں لاؤ گے اللہ والے نہیں بنو گے۔ اور یہی کلمے نے بھی پیغام دیا کہ جب تک ان پر ایمان نہیں لاؤ گے اللہ والے نہیں کہلا سکتے۔ لا الٰہ الا اللہ والے نہیں کہلا سکتے۔ قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں اور ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ۔ تو قرآن سے تو ہم کو یہ معلوم ہوا کہ ان پر ایمان لانا واجب ہے۔ اور ہمارے وجدان نے اور ہمارے جو Spiritual Sentiments ہیں اور جو ہمارا Belive ہے اور جو ہمارا Faith ہے جو ہمارا ایمان ہے اُس نے ہم کو یہ بتایا کہ ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ۔ ایمان یہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ میری جان ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے تو ایمان نہیں ہوتا۔۔۔‘‘

(ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان ’ایمان کی جان‘ غیر مطبوعہ)

منکرین اختیار نبی ﷺ کا رد: سرکار غوث پاک کی شان میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے آپ کی ولایت وفضیلت پر گفتگو فرمائی اور آپ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے نبی پاک ﷺ کے اختیارات کے منکرین کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

’’تو دشمنوں نے بھی اُن امین ہونے کی گواہی دی اور صادق الوعد ہونے کی گواہی دی۔ اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کے سچے ہونے کی گواہی دی تو اُس سے بڑھ کر کے یہ بات ہے۔ تو اُن کی بات کو کوئی کاٹ نہیں سکتا ہے۔ اور دنیا بدل جائے، زمین پھٹ جائے، اور پھٹ کے رہے گی اور آسمان پھٹ جائے اور پھٹ کر کے رہے گا، لیکن اُن کی بات اِدھر سے اُدھر نہیں ہو سکتی ہے۔ اس لیے کہ اُن کی بات کیا ہے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ؎

وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خدا   چشمۂ علم وحکمت پہ لاکھوں سلام

اور اُن کی بات کیا ہے؟ سبحان اللہ بات جو ہے وہ کُن کا کلمہ ہے۔ کُن کے کلمے کی بات کیا ہے کہ اللہ نے فرمادیا ہو جا تو ہو کر کے رہتا ہے۔ تو میرے نبی کی بات بھی یہ ہے کہ جو کہہ دیا وہ ہو کر کے رہتا ہے۔ اُس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اُس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔۔۔‘‘

(ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان ’غوث اعظم‘ غیر مطبوعہ)

منکرین تعظیم وتوقیر مصطفیٰ ﷺ کا رد: ’’اچھی بدعت‘‘ کے زیر عنوان اپنی مخاطبت میں آقا ﷺ کے فضائل اور تعظیم وتوقیر کے منکرین کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’حضور کا ذکر وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر ہے اور حضور کی تعظیم وہ اللہ کی تعظیم کے لیے شرط ہے۔ اس لیے کہ لا الٰہ الا اللہ۔ اللہ کے سوا

کوئی معبود نہیں۔ یہ ہرگز تنہا قبول نہیں ہے جب تک کہ محمد رسول اللہ نہ کہا جائے۔ تو محمد رسول اللہ کہا تو یہ معلوم ہوا کہ حضور کا نام شرط ایمان ہے، حضور کا نام شرط ذکر ہے، اور حضور کا نام شرط عبادت بھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور کا نام جب شرط عبادت ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی عینِ عبادت میں حضور کی تعظیم کو فرض کیا۔ اپنی عینِ عبادت میں حضور کی تعظیم کو فرض کیا کہ اگر حضور کی تعظیم نہیں ہوگی تو نہ ایمان ہوگا، نہ ذکر ہوگا، نہ اللہ کی محبت ہوگی، نہ اللہ کی معرفت ہوگی نہ اللہ کی عبادت ہوگی، نہ اللہ کی تعظیم ہوگی۔ کچھ نہیں ہوگا۔ یہ ایک ہوا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ ہمارا عقیدہ کیا ہے کہ ہمارے سرکار، اللہ کے رسول جیسے کل زندہ تھے ویسے ہی آج بھی اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں کہ نہیں ہیں؟ تو محمد رسول اللہ۔ محمد اللہ کے رسول ہیں کہ تھے؟ ہاں۔ تو کلمے سے پتہ لگ رہا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ تو معلوم یہ ہوا کہ کلمہ یہ بتا رہا ہے کہ ایمان انہیں لوگوں کا ہے، دین انہیں لوگوں کا ہے اور کلمہ انہیں لوگوں کا ہے اور اہلِ کلمہ وہ ہی ہیں جو اس عقیدے کے ساتھ کلمہ پڑھتے ہیں کہ ہمارا رسول زندہ ہے۔ ہمارا رسول کیا ہے؟ زندہ ہے۔ اور ہمارا رسول اس شان سے زندہ ہے کہ وہ کل بھی اللہ کا رسول تھا، آج بھی وہ اللہ کا رسول ہے، اور آج بھی وہ زندہ ہے اور قیامت تک وہ زندہ رہے گا۔ ؎

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ — میری چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

(ماخوذ از خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان ''اچھی بدعت'' غیر مطبوعہ)

بدمذہبوں سے اتحاد کا رد: ایک جلسہ عام سے خطاب کے بعد سیدی سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ نے عوام کے جم غفیر کو داخل سلسلہ فرمایا، بعد بیعت کے غرض وغایت سے متعلق کچھ ناصحانہ گفتگو فرمائی جس میں اتحاد اہل سنت کے حوالے سے حاضرین کو تلقین فرمائی اور بدمذہبوں سے اتحاد کرنے والوں کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''تقریر بھی ہوگئی۔ آپ لوگ بیٹھ جایئے۔ اور یہ جو کام ہوا حاصلِ تقریر ہے۔ ہر تقریر اور مجمع کی غرض وغایت یہی ہے جو ابھی آپ کو پڑھوایا گیا۔ اور ہمارے اور آپ کے ملنے جلنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ پڑھ کر کے ہم نے اللہ و رسول سے جو عہد کیا ہے اُسی عہد کو ہم یاد رکھیں اور اس کی تجدید اور اُس کی یاددہانی ایک دوسرے کو کراتے رہیں۔ چنانچہ آپ کو اسی عہد کی یاددہانی کرادی گئی تجدید کرادی گئی۔ مذہب مہذب اہل سنت والجماعت یہی سچا مذہب ہے اور یہی وہ راستہ ہے جو اللہ و رسول تک پہنچانے والا ہے اور ہماری اور آپ کی زندگی کا دُنیا میں آنے کا اور دنیا میں رہنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہم اللہ کو پہچانیں اُس کے رسول سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے اور بزرگانِ دین کے وسیلے سے اللہ والے ہوں اور شیطان سے اور شیطان کے راستوں سے بچیں۔ سورۂ فاتحہ میں جو ہم کو دُعا سکھائی گئی ہے وہ دُعا بھی یہی ہے کہ اے اللہ! ہم کو سیدھا راستہ چلا۔ کن کا راستہ؟ جن پر تو نے اپنا احسان فرمایا۔ اور اُن کے راستے سے ہم کو بچا جن پر تیرا غضب ہوا۔ اور جو بھٹک گئے راستے سے بھٹک گئے ہم کو اُن کے راستے سے، اُن کے اخلاق سے، اُن کے کردار سے اور اُن کی صحبت سے اُن کے ساتھ نشست و برخاست سے ہم کو دور رکھ۔ یہی دُعا سورۂ فاتحہ میں ہے۔ اور دُعا کے پیرائے میں ہمارے لیے یہی تعلیم ہے اور یہی ہمارے لیے نسخۂ کامیابی ہے۔ اور نسخۂ کیمیا ہے۔ تو ہماری اور آپ کے ملنے جلنے کی یہی غرض وغایت ہے کہ ہمارا رشتہ اور ہماری نسبت اُس سے ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کا ہے۔ اور جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کا نہیں

ہے اُن کے دین پر نہیں ہے تو ہمارا اُس سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔ اور سچا اتحاد ملت جو قرآن کی روشنی میں ہے وہ یہی ہے۔ آج جھوٹا اتحاد ملّت جو ہے گڑھا جاتا ہے اور جھوٹے اتحاد ملت کی دعوت دی جاتی ہے جس میں وہابی اور رافضی اور قادیانی اور تمام بدمذہبوں کو سنیوں سے ملا کر کے ایک کونسل بنائی جاتی ہے یا کوئی ادارہ بنایا جاتا ہے یا کوئی تنظیم بنائی جاتی ہے اور اُس کا نام اتحاد ملت رکھ دیا جاتا ہے یا منہاج القرآن رکھ دیا جاتا ہے یا جمہوری ملی کونسل نام رکھ دیا جاتا ہے۔ سچا اتحاد ملت یہی ہے کہ سُنّی سُنّی ایک ہوں، مصطفی کے غلام آپس میں ایک ہوں۔ یہی قرآن کی تعلیم ہے اور یہی اعلیٰ حضرت کی تعلیم ہے۔ یہی تمام بزرگانِ دین کی تعلیم ہے۔ اور یہی ہمارے لیے اور آپ کے لیے کامیابی کا ضامن ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہی جماعت رضائے مصطفی ہے۔ جس جماعت کو رضائے مصطفی حاصل ہے وہی اہل سنت کی جماعت ہے۔ وہ صحابہ کی جماعت ہے۔ تابعین کی جماعت ہے۔ غوثِ اعظم کی جماعت ہے۔ مارہرہ والوں کی جماعت ہے۔ آلِ رسول کی جماعت ہے۔ شاہ برکت اللہ کی جماعت ہے۔ نوری میاں کی جماعت ہے۔ اعلیٰ حضرت کی جماعت ہے۔ مفتیٔ اعظم کی جماعت ہے۔ سنیوں کی جماعت ہے اور جس مجمع میں سُنّی اور غیر سُنّی کو ملا کر اتحادِ ملت کہا جاتا ہے وہ اتحادِ ملّت نہیں ہے بلکہ یہ سمجھ لیجئے کہ سُنّیوں میں سے کاٹ کر کے دوسروں کے بھاڑ میں جھونکنا ہے تو وہ اتحاد کبھی چلا ہے نہ کبھی چل سکتا ہے۔ نہ وہ کوئی کونسل بنی ہے نہ وہ کبھی کامیاب ہوئی ہے نہ وہ کبھی کامیاب ہوسکتی ہے۔ جو اُن کے پاس جائے گا اپنی شناخت کھو بیٹھے گا۔ اور جو اُن سے الگ رہے گا اُس کا رابطہ اگر وہ ایک ہے تو وہ اُنیک ہوگا۔ اگر وہ ایک ہے تو وہی اُمّت ہوگا۔ اگر وہ ایک ہے تو وہی جماعت ہوگا۔ اور ساری دُنیا کو دعوت ہوگی کہ اُس ایک کے پیچھے چلے۔ اور آج تو الحمدللہ ہماری اکثریت ہے۔ تو ہمیں اُن بدبختوں کی کیا ضرورت ہے؟ اُن کی ہمیں کیا ضرورت ہے؟ جو دشمنانِ مصطفی ہیں جو دشمنانِ خدا ہیں ہمیں اُن کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ تو یہ جو میں نے آپ کو چند کلمات پڑھا دیے یہی **لا الٰہ الا اللہ** اور **محمد رسول اللہ** کی تعلیم ہے اور ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ و رسول کی حفاظت ہے اللہ و رسول کا ذمّہ ہے اور اللہ و رسول نے اُنھیں کی حفاظت کا ذمّہ لیا ہے۔ آخرت میں اور دنیا میں جو ہے یہ عیش ہے، دنیا کا عیش چندروزہ ہے۔ وہ تو ہمارے سرکار کے صدقے میں اور سرکار کے وسیلے سے ہمارے صدقے میں وہ اوروں کو بھی ملا ہے لیکن یہ قبر کی لذّت اور قبر کا عیش اور حشر کا عیش اور جنت کا عیش کس کے لیے ہے؟ وہ اُس کے لیے جو غلام مصطفی ہے۔ جو جماعت رضائے مصطفی ہے اُس کے لیے ہے اور اُسی کے لیے میرے سرکار کی بشارتیں ہیں۔ **ید اللہ علی الجماعۃ** اللہ کا دستِ قدرت جماعت پر ہے۔ کون جماعت؟ وہ جماعت نہیں جس کو آدمی اپنے منہ سے جماعت کہے وہ جماعتِ اسلامی ہو تو وہ جماعتِ اسلامی نہیں ہوسکتی۔ تبلیغی جماعت ہو تو تبلیغی جماعت نہیں ہوسکتی۔ لیکن مصطفی نے جس کو جماعت کہہ دیا وہ چاہے اپنے آپ کو جماعت کہیں نہ کہیں وہ خدا والی جماعت وہ رسول والی جماعت غوث والی جماعت ہے۔ تو یہ جو اس جماعت کے جھنڈے کے نیچے آپ لوگ رہیے۔ ان شاءاللہ ہمارا اور آپ کا حشر غوثِ اعظم کی جماعت میں ہوگا۔ (ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ بعنوان ''اتحاد'' غیر مطبوعہ)

نسب پر بے جا فخر کرنے والوں کا رد: ۱۲ کتوبر ۱۹۹۲ میں سرزمینِ مالیگاؤں پر ''سوادِ اعظم'' کے زیرِ عنوان خطاب کرتے ہوئے حسب و نسب پر بے جا فخر کرنے والوں کی اصلاح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''آج تو یہ کیا جا رہا ہے، نسب پر تو فخر کرنا ہمارے دین نے نہیں سکھایا۔ رسول اللہ سے جس کا نسب ہے جس کا نسب رسول اللہ علیہ

الصلوٰۃ والتسلیم سے صحیح ومتصل ہے اور اُس کی دینی نسبت سلامت ہے رسول اللہ سے عقیدت کی نسبت ایمان کی نسبت سلامت ہے تو وہ ہمارا سر تاج ہے ہمارا سرکار ہے لیکن نسب پر فخر ومباہات نہ ہمارے نبی نے سکھائی نہ ہمارے خدا نے سکھائی نہ ہماری شریعت میں یہ بات آئی۔ نسب پر فخر ومباہات وہ حرام قطعی ہے۔ اور یہی دیکھا جاتا ہے الحمدللہ ثم الحمدللہ! کہ جہاں پر نسب کی نسبت وہ صحیح ومتصل ہے وہاں پر فخر ومباہات کا نام نہیں لیتے۔ یہ ہمارے مارہرہ کے صحیح النسب عالی رُتب سادات کرام ہیں اور یہ ہمارے مخدوم اور سر کے تاج مولانا سید حسینی میاں صاحب ہیں۔ تو جہاں نسب کی نسبتیں مستحکم ہوتی ہیں وہاں پر رسول اللہ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے دین کی نسبت اور اُن کے دین کے تحفظ اور دین کی امانت بھی اُن کو سپرد کی جاتی ہے۔ لہٰذا سادات کرام فخر ومباہات سے بری ہوتے ہیں اُن میں فخر ومباہات کی خصلت نہیں ہوتی ہے۔ رسول اللہ سے جس کا نسب ہے بہت بڑی بات ہے لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دین کی نسبت سلامت ہو۔ اگر دین کی نسبت سلامت ہے تو وہ نسب کی نسبت بھی سلامت ہے۔ میرے سرکار کا جو ارشاد ہے کہ: **کل سبب و حسب منقطع الا سببی و حسبی**۔ ہر نسبت، خون کا ہر رشتہ منقطع ہو جائے گا قیامت کے دن۔ لیکن میرا رشتہ منقطع نہیں ہوگا۔"

(ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "سواد اعظم [اکتوبر، مالیگاؤں]" غیر مطبوعہ)

مسلکِ اعلیٰ حضرت کی اصطلاح کے منکرین کا رد: "جب تابعین کا زمانہ آیا اور گمراہیاں پھیلنے لگیں اور نئے نئے افکار پیدا ہونے لگے تو ائمہ اہلِ سنت والجماعت نے پہچان کے لیے مسلکِ اہلِ سنت، اہلِ سنت والجماعت نام رکھا۔ اس دین کا نام کیا رکھا؟ اہلِ سنت والجماعت۔ تو مسلکِ اہل سنت والجماعت کہلانے لگا۔ ہاں۔ اور اب عالم یہ ہو گیا کہ جو پکے وہابی ہیں وہابی ہونے پر فخر کرتے ہیں کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ وہابی ہونے پر فخر بھی کرتے ہیں اور بہانگ دہل وہابی بولتے بھی ہیں لیکن سُنیوں کو گمراہ کرنے لیے انھوں نے یہ چالائی کہ سُنی بن جاؤ۔ میرے اعلیٰ حضرت اسی لیے تو فرما گئے کہ سب سے مضر تر ہیں یہ وہابی کہ سُنی بن کے رہ جاتے ہیں لہٰذا اس طریقے سے زمانۂ قدیم میں یہ دستور تھا کہ اہلِ سنت والجماعت کی دو عظیم شخصیتوں سے پہچان ہوتی رہی۔ حضرت ابو منصور ماتریدی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو الحسن اشعری رضی اللہ عنہ۔ ☆☆☆

پہچان کے لیے مسلکِ اعلیٰ حضرت کہا جانے لگا اور کہا جا رہا ہے۔ بہر حال یہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہ کو رب کریم کی بارگاہ سے عظیم انعام ملا ہے کہ اُن کے دین کا تعارف اُن کی ذات اور اُن کے شہر سے ہو رہا ہے اور صحیح سچے پکے مسلمان ہونے کی نشانی یہی ہے کہ جو مسلکِ اعلیٰ حضرت کا حامل ہے اُس کے ایمان میں ذرہ برابر کوئی شبہ نہیں ہوگا ان شاء اللہ۔ ہاں۔ اور اُن لوگوں سے بھی ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے کہ اعلیٰ حضرت کا نام بھی لیں اور اعلیٰ حضرت کا نام لے کر مسلکِ اعلیٰ حضرت سے لوگوں کو منحرف کرنے کی کوشش کریں۔ تو اعلیٰ حضرت کی کتابوں کا مطالعہ اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے جو احقاق حق اور ابطال باطل فرمایا ہے جن کتابوں سے رسول اللہ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے دین کو خوب ظاہر وطاہر کیا ہے اُن کتابوں کا مطالعہ آپ حضرات پر ضروری ہے اور اعلیٰ حضرت کی روش کو اور جو حضرات اس زمانے میں مسلکِ اعلیٰ حضرت کے حامل ہیں سچے پکے اُن حضرات کی روش کو اپنے لیے نمونۂ عمل بنانا آپ حضرات کے لیے ضروری ہے۔"

(ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "سواد اعظم [اکتوبر، مالیگاؤں]" غیر مطبوعہ)

اسی طرح ایک موقع پر بدعتِ حسنہ کی توضیح وتعریف پر خطاب کرتے ہوئے منکرین بدعتِ حسنہ کا علمی رد فرمایا، اسی موقع پر ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی اصطلاح کے حوالے سے فرماتے ہیں:

''بہر حال مسلکِ اعلیٰ حضرت کی بات چل رہی تھی۔ اور اخیر اخیر میں مختلف مسئلے ابھی آپ نے سنے۔ تو مسلک اعلیٰ حضرت کے تعلق سے میں یہ کہہ دوں کہ مسلکِ اعلیٰ حضرت، یہ کسی نئے دین کا نام نہیں ہے۔ کہ مسلک اعلیٰ حضرت سننے سے کسی کا ذہن اس طرف جائے کہ یہ اعلیٰ حضرت کا نکالا ہوا، اُن کا چلایا ہوا، ایجاد کیا ہوا کوئی مسلک ہے، ایسا نہیں ہے۔ بلکہ یہ وہ ہی مسلک ہے جس کا دوسرا نام مسلک اہل سنت ہے۔ اور اگر آپ یوں دیکھیں تو اصل دین وہ محمد رسول اللہ کا دین ہے، اللہ کا دین ہے۔ اور مسلک اہل سنت ہی اس اعتبار سے یہ نئی اصطلاح ہے جو حضور کے زمانے میں نہیں تھی۔ اس اعتبار سے کہ جو چیز حضور کے زمانے میں نہیں تھی اس کو اگر میں یہ کہہ دوں کہ مسلکِ اہل سنت بھی بدعت ہے تو بے جا نہیں ہے۔ لیکن بدعت کے تعلق سے ہمارا ذہن وہ نہیں ہے جو اہلِ بدعت کا ہے۔ اُن کا ذہن یہ ہے کہ حضور کے زمانے میں جو نہیں ہوا وہ سب کا سب ناجائز، حرام بلکہ شرک۔ تو ہمارا ذہن ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے دین نے ہم کو یہ بتایا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں جو ہوا اور حضور نے اُس کو مقرر رکھا، حضور کی اجازت سے ہوا، حضور نے اُس کو مقرر رکھا، حضور نے فرمایا یا حضور نے اُس کام کو کیا یا حضور کے سامنے کیا گیا یا حضور کو اُس کی اطلاع ہوئی اور حضور اُس پر خاموش رہے، یہ سب کا سب حضور کی حدیث ہے۔ اور یہ سب کا سب حضور کی اجازت کے تحت داخل ہے۔ اب اس میں آخری بات یہ کہ جس پر حضور خاموش رہے، اور جس سے حضور نے منع نہ فرمایا تو حضور کی اجازت کے تحت داخل ہے۔ تو حضور کا زمانہ، وہ بھی زمانہ تھا جب حیاتِ ظاہری میں تھے۔ اور آج زمانہ کس کا ہے؟ یہ زمانہ بھی حضور ہی کا ہے۔ یہ اوروں کا ذہن ہوگا، اُن کے یہاں یہ تقسیم ہوگی کہ وہ زمانہ حضور کا تھا یہ زمانہ حضور کا نہیں ہے۔ لیکن ہم اہلِ سنت والجماعت کا یہ ماننا ہے اور ہمارا ایمان ہے اور ہمارے ایمان کی آواز ہے کہ ہر زمانہ حضور کا۔ وہ زمانہ حضور کا۔ یہ زمانہ حضور کا۔ اور قیامت تک ہر زمانہ حضور کا۔ اور حضور کل بھی تھے، آج بھی ہیں اور حضور کل بھی رہیں گے۔ اور پھر کیسے؟ وصفِ رسالت کے ساتھ جیسے تشریف فرما تھے دنیا میں ایسے ہی وصفِ رسالت کے ساتھ آج بھی موجود ہیں اور کل قیامت تک اللہ کے رسول رہیں گے۔ اب میں بہت simple بول رہا ہوں۔ اب یہاں پر ہمارے درمیان میں کلمہ وہی فیصلہ کرتا ہے۔ اس لیے کہ ہم جس کا کلمہ پڑھتے ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمد رسول اللہ۔ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ تو یہ کلمہ خود بتا رہا ہے کہ جیسے کل تھے زندہ ویسے آج بھی زندہ ہیں۔ جیسے کل رسول تھے آج بھی رسول ہیں اور کل بھی رسول رہیں گے، کل بھی زندہ رہیں گے۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ   میری چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

تو جس بات سے حضور نے منع نہیں فرمایا وہ ناجائز وحرام نہیں ہو سکتی۔ اور وہ سب کا سب حضور کی حدیث کے حکم میں ہے۔ چاہے وہ حضور کی حیاتِ ظاہری میں ہوا ہو۔ ہاں جس کو حضور نے مقرر رکھا یعنی جس کو منع نہیں فرمایا، حیاتِ ظاہری میں منع نہیں فرمایا وہ بھی حضور کی حدیث ہے۔ وہ بھی حضور کی سنت ہے اور جس کو حضور نے آج منع نہیں فرمایا، اُن کی شریعت میں اُن کے Rule میں اُس پر Prohibition نہیں ہے، اُس میں ممانعت نہیں ہے وہ بھی حضور کی سنت ہے۔ تو مسلک اہل سنت

والجماعت یہ اس اعتبار سے کہ حضور کے زمانے میں نہیں تھا یہ بدعت ہے، لیکن اس اعتبار سے کہ حضور نے اس کہنے سے منع نہیں فرمایا یہ عین سنت کے مطابق ہے۔ ہاں۔ اور اس سے پتا لگا کہ بدعت جو ہے اچھی بھی ہوتی ہے اور بری بھی ہوتی ہے۔ ہر بدعت بری نہیں ہوتی۔ بلکہ بدعت اچھی بھی ہوتی ہے بری بھی ہوتی ہے۔ حضور کے زمانے میں یہ بات کہ صاحب حضور کے زمانے میں ہوا؟ جو حضور کے زمانے میں نہیں ہوا وہ ہی بدعت ہے اس کا مطلب کہ جو حضور کے زمانے میں ہوا وہ اچھا ہے؟ حضور کے زمانے میں بہت سارے برے کام ہوئے۔ تو کیا اچھے ہوجائیں گے؟ صحابہ کے زمانے میں بہت سارے برے کام ہوئے تو وہ اچھے ہوجائیں گے؟ تابعین کے زمانے میں برے کام ہوئے تو وہ اچھے ہوجائیں گے؟ نہیں۔ دارومدار یہ ہے کہ شریعت نے جس کام کو برا کہا وہ برا ہے۔ اُن کے زمانے میں ہوا یا حضور کے بعد جو ہے، حیاتِ ظاہری کے بعد جو ہے قیامت تک وہ کام ہو وہ برا رہے گا۔ اور جس چیز سے اللہ ورسول نے منع نہیں فرمایا وہ جائز ہے۔ اور اگر وہ کام جو ہے ایسے قواعد کے تحت اور ایسے Rule کے تحت نافذ ہے کہ جو نیکی کے خیر کے اصول ہیں اُن اصول کے تحت نافذ ہے تو وہ کام اچھا ہے۔ یہ مسلکِ اہل سنت والجماعت، یہ بھی نئی اصطلاح ہے۔ یعنی رسول کے زمانے میں نہیں تھی، صحابہ کے زمانے میں نہیں تھی، لیکن اُس کے بعد جب لوگوں میں بدعتیں پھیلیں اور ناجائز عقیدے اور غلط خیالات لوگوں میں رائج ہوئے تو اہل سنت والجماعت نے، سچے اسلام والوں نے اپنی پہچان مقرر کی کہ ''اہل سنت والجماعت'' کہلائے۔ اور اہلِ سنت والجماعت کے دو گروہ ہوئے۔ ایک ابو منصور ماتریدی کے پیرو اور دوسرے گروہ کے امام حضرت امام ابوالحسن اشعری۔ تو ہمارے امامِ اہل سنت ابو منصور ماتریدی ہیں۔ اُس اعتبار سے ہم تمام علماء اور عوام، اعلیٰ حضرت اور اعلیٰ حضرت کے متوسلین، مریدین اور اعلیٰ حضرت کے مسلک پر چلنے والے، یہ سب ان سب کے امام کون ہیں؟ ابو منصور ماتریدی ہیں۔ تو اب مسلکِ اہل سنت والجماعت یہ اہلِ حق کی پہچان اس زمانے سے مقرر ہوئی۔ پھر ہر زمانے میں پہچانیں ہوتی رہیں، بدلتی رہیں یہاں تک کہ اِس زمانے میں مسلک اہل سنت مسلکِ اعلیٰ حضرت کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ جب اعلیٰ حضرت کا نام آجاتا ہے تو اب ذہن اس بات کی طرف پھرتا ہے کہ اہل سنت والجماعت وہ لوگ ہیں جو اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، فاضل بریلوی رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہ کی تشبیہات کو اور اُن کی تشریحات کو تسلیم کرتے ہیں جن کو عوام کی زبان میں ''بریلوی'' کہا جاتا ہے، یہ اہلِ حق ہیں۔ تو یہ اللہ کا بڑا فضل ہے کہ اعلیٰ حضرت کو اللہ نے اس زمانے میں معیارِ حق بنایا۔ اور یہ بات ایسی نہیں ہے کہ اس بات کو کچھ ہندوستانیوں نے روایت دے دی۔ یہ خدا کی دین ہے۔ انہوں نے رسول اللہ کے دین کی خدمت کی، اللہ کے دین کی خدمت کی تو جہاں سے دین نکلا وہاں کے علماء نے یہ معیار بنایا۔''

(ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان ''اچھی بدعت'' غیر مطبوعہ)

ارواحِ مومنین کے اختیارات کے منکرین کا رد: ۲۲ مارچ ۱۹۸۳ کو پاکستان کے ایک جلسہ عام سے ''موت'' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے، مومنین وصالحین کی ارواح کے اختیارات وفضیلت احادیث وآثار سے ثابت کرتے ہوئے منکرین ارواح مسلمین کے اختیارات کو اس طرح رد کرتے ہیں:

''دنیا سمجھتی ہے کہ یہ جو مرجاتے ہیں معاذ اللہ! یہ ہمیشہ کے لئے مرجاتے ہیں، مٹی کا ڈھیر ہوجاتے ہیں اور یہ کچھ نہیں کرسکتے اور کوئی مدد نہیں کرسکتے اور ان سے مدد چاہنا شرک ہے اور ان کے مزاروں پر جانا اور حاجت روائی کے لئے فریاد کرنا یہ شرک ہے۔

میرے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہ نے دو لفظوں میں کتنا بہترین جواب دیا ہے، فرماتے ہیں ؎

حاکم، حکیم، داد و دوا دیں، یہ کچھ نہ دیں　　　مردود! یہ مراد کس آیت، خبر کی ہے

یہ نرالا شرک ہے کہ حاکم کے پاس جائیں، مدد چاہیں، فریاد چاہیں تو شرک نہ ہو، حکیم کے پاس جائیں دوا چاہیں درمان کی، اور اپنے درد کی دوا چاہیں، مداوا چاہیں تو مشرک نہ ہوں، یہ شرک نہ ہو۔"

(ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "موت [۲۲ مارچ ۱۹۸۳ پاکستان]" غیر مطبوعہ)

اسی خطاب میں رسول گرامی وقار علیہ الصلوۃ والسلام کو مر کر مٹی میں مل گئے (معاذ اللہ) کہنے والوں اور اس طرح کے غیر اسلامی عقیدہ رکھنے والوں کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

"اور جو یہ سمجھتے ہیں کہ رسول کریم سرور عالم صلی اللہ تبارک و تعالیٰ علیہ و سلم معاذ اللہ، معاذ اللہ مر کے مٹی میں مل گئے اور جو اولیائے کرام کو مٹی کا ڈھیر سمجھتے ہیں، خدا کی قسم! وہ اپنی ہی حقیقت نہیں سمجھتے۔ اللہ اکبر! اگر وہ اپنی حقیقت سمجھے ہوتے تو ایسا نہ کہا ہوتا اور انہوں نے حضرات اولیائے کرام کے متعلق ایسا کہہ کر کے حضرات اولیائے کرام کا کچھ نہیں بگاڑا، بلکہ اپنا ایمان بگاڑا ہے۔ اور اپنی حقیقت سے انہوں نے بے خبر ہونے کا پتہ دیا ہے اور انہیں یہ ہی نہیں معلوم ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو کیسا کمال والا بنایا ہے اور کیسی کیسی بلندیاں اور کیسے کیسے کمالات کی اس کو صلاحیت عطا فرمائی ہے۔ اللّٰھم صل علی سیدنا و شفیعنا و حبیبنا و کریمنا و مولانا محمد معدن الجود والکرم و آلہ و صحبہ و بارك وسلم۔"

پھر آگے فرماتے ہیں:

تو جو یہ کہتا ہے کہ یہ مٹی کا ڈھیر ہیں وہ ان کا نہیں بگاڑتا ہے بلکہ عقیدۂ معاد کو، عذاب و ثواب کا جو عقیدہ ہے ہمارا کہ آدمی مرنے بعد یا عذاب پائے گا یا مرنے کے بعد ثواب پائے گا، اسی عقیدے کا انکار کرتا ہے۔ ارے مرنے کے بعد مٹی کا ڈھیر ہو جائے گا تو کاہے کو عذاب ہوگا، کاہے کو ثواب ہوگا۔ تو اسی لئے حدیث پاک میں آیا: "من عادی لی ولیا فقد اٰذنتہ بالحرب۔ بخاری صحیح البخاری / کتاب الرقاق / باب التواضع / رقم الحدیث: 6137" جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرتا ہے تو میرا اس سے اعلان جنگ ہے۔ اعلان جنگ کیا ہے جو میرے ولی کا نہیں ہوا، وہ میرے نبی کا نہیں ہوا، جو میرے نبی کا نہیں ہوا وہ میرا نہیں۔　　(ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "موت [۲۲ مارچ ۱۹۸۳ پاکستان]" غیر مطبوعہ)

اسی طرح سیدی سرکار غوث پاک سے منسوب ایک تقریب میں حضوت غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولایت پر خطاب فرماتے ہوئے ارواح مومنین کی سماعت کے حوالے سے معرکہ بدر کے بعد جب کفار کے سروں کو کنویں میں پھینکا گیا، اور ان سب کو اجتماعی طور پر دفن کر دیا گیا، پھر وہاں پر کھڑے ہو کر کے سرکار نے فرمایا کہ: "مجھ کو جو میرے رب نے سچا وعدہ کیا تھا وہ مل گیا مجھ کو، تو کیا تم کو بھی تمہارا وعدہ جو رب نے تم سے کیا تھا وہ مل گیا؟ تو صحابہ نے عرض کی کہ کیا یہ سنتے ہیں؟ تو سرکار نے فرمایا ما انتم باسمع منھم ؟ تم اُن سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔" اس روایت کو بیان کرنے کے بعد اپنے تبصرے میں بڑی سنجیدہ گفتگو فرمائی اور اس طرح منکرین ارواح مسلمین کے اختیارات کو رد فرمایا:

"مطلب یہ ہوا کہ وہ سنتے ہیں اور مرنے کے بعد اُن کو وہ قوت سماعت دی گئی ہے جو ایک عام زندہ انسان کی سماعت سے زیادہ

ہے، بدرجہا زیادہ ہے۔ یہ تو کافروں کا حال ہے تو پھر مسلمانوں کے حال کا کیا عالم ہوگا۔ مسلمانوں کے لیے سرکار نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کی روح، مرنے کے بعد اُس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ پرندہ۔ زندگی میں وہ پنجرے میں بند کیا گیا، وہ چل نہیں سکتا، پھر نہیں سکتا۔ لیکن جب اُس کو پنجرے سے نکال دیا جاتا ہے، تو روح کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ پرندے کی مثال۔ پرندہ کی پرواز اور اُس کی جولانیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا۔ اسی طریقے سے مؤمن کی روح کی پرواز کا یہ عالم ہے۔ اللہ اکبر۔ کہ جہاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُس کو رکھا ہے آسمانوں میں وہاں جاکر وہ رہتا ہے اور قبر سے بھی اُس کا تعلق رہتا ہے۔ کسی کی پہلے آسمان میں، کسی کی دوسرے آسمان میں، کسی کی تیسرے آسمان میں، کسی کی عرش تک جاکر بلند ہوتی ہے۔"

(ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "غوث اعظم" غیر مطبوعہ)

علم دین سے دوری اختیار کرنے والوں کو نصیحت: ۱ اکتوبر ۱۹۹۰ مالیگاؤں کے جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے عوام الناس کو علم و علما کی فضیلت بتاتے علما کی صحبت اختیار کرنے کی یوں تلقین کرتے ہیں:

"آپ حضرات کی یہ ذمے داری ہے کہ اپنے یہاں جو عالمِ دین ہے اُس کی صحبت میں بیٹھیں اور اُس سے اہلِ سنت والجماعت کے عقائد حقہ سیکھیں اور اُس کے ساتھ ساتھ مسائلِ ضروریہ دینیہ کی تعلیم حاصل کریں۔ دُنیا کمانے میں لوگ لگے ہوئے ہیں۔ سب کچھ دنیا ہی کے لیے نہیں ہونا چاہیے اور مسلمان تو دُنیا کے لیے بنا نہیں ہے۔ دُنیا مسلمان کے لیے بنی ہے۔ یہ ساری دنیا اُس سرکار کے صدقے میں یہ ہمارے لیے بنی ہے۔" (ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "سواد اعظم [اکتوبر مالیگاؤں]" غیر مطبوعہ)

علم وعلما کے فضائل کے منکرین کا رد: امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب ایک خطاب میں علم وعلما کی فضیلت واہمیت پر گفتگو فرماتے ہوئے، علم اور علما کی فضیلت کا انکار کرنے والے تقلید سے بیزار لوگوں کا منطقی رد فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

"کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو جائیں گے اللہ اکبر تو ہر عاقل ہر علم والا اور ہر دانشور یہی جواب دے گا کہ جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر نہیں علم کی قرآن کریم نے ایسی فضیلت بتائی ہے جو نہایت ظاہر ہے اور ایسی فضیلت ہے کہ جو ہر عقل میں راسخ ہے ہر عقل میں جمی ہوئی ہے اللہ اکبر اور کوئی عقل والا اس فضیلت کا انکار نہیں کرسکتا اگر علم کی فضیلت کا انکار نہیں کرسکتا تو پھر علم جس ذات میں قائم ہو علم جس ذات میں لگ جائے اور جو اس سے منسوب ہو جائے پھر اس کی فضیلت کا کیا ٹھکانہ ہے اور پھر اس کی فضیلت کا کوئی انکار کرسکتا ہے نہیں انکار کرسکتا اور علم کی فضیلت تو ایسی ہے کہ سیدنا سرکار علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں کہ علم کی فضیلت کے لیے یہ کافی ہے کہ جو عالم نہیں ہے جو زیورِ علم سے آراستہ نہیں ہے اس کو عالم کہہ دو تو خوش ہوتا ہے اور اگر اس کو جاہل کہہ دو تو اس کو تبرّی کرتا اس سے بیزاری کرتا ہے تو معلوم یہ ہوا کہ جہل ایسا عیب ہے جس میں لگا ہوتا ہے وہ بھی اس سے تبرّی کرتا ہے اور علم ایسا زیور ہے کہ منٹ بھر کے لیے سیکنڈ بھر کے لیے اگر جاہل کو بھی عالم کہہ دیا جائے تو خوش ہوتا ہے اللہ اکبر۔ تو وہ کیا ہوتا ہے؟ میاں خوش ہوتا ہے۔ اللہ اکبر تو یہ عالم کی فضیلت ہے اور عالم کی فضیلت کا کوئی عقل والا انکار نہیں کرسکتا عالم فضیلت والا ہے اور جو عالم نہیں ہے وہ مفضول ہے وہ کم رتبہ ہے اور عالم کا رتبہ بڑا ہے اللہ اکبر تو جب ادنیٰ عالم کا رتبہ بڑا ہے قرآن کریم کی رو سے اور قرآن کریم کی ہدایت کے مطابق قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق ہی نہیں بلکہ ہماری عقل کے اندازے میں۔ اللہ اکبر عالم بڑا مانا جاتا ہے اور صرف اس میں علم دین کی ہی خصوصیت نہیں ہے آج کل تو معاذ اللہ رب العلمین بے دینی کا

دور ہے دین سے لوگ بے بہرہ ہیں دین سے بیزار ہیں علم دین سے بیزار ہیں اللہ اکبر۔۔۔۔۔

آگے آسان تفہیم کے ساتھ ارشاد فرماتے ہیں:

۔۔۔علم کی فضیلت پر میں بول رہا تھا تو عالم کے برابر غیر عالم نہیں ہوسکتا عالم کے برابر غیر عالم نہیں ہوسکتا اور عالم کے برابر غیر عالم کو کردے وہ عالم تو درکنار عاقل بھی نہیں ہوسکتا۔ بولو بھئی جو عالم کے برابر جاہل کو کردے وہ عاقل بھی ہوسکتا ہے؟ کند کے برابر بے ہنر کو کہو عالم کے برابر جاہل کو کہو کمال والے کے برابر بے کمال کو کہو تو ہر شخص یہ کہے گا کہ جناب آپ کی کھوپڑی خراب ہے آپ کی آنکھ خراب ہے آپ کو نظر نہیں آتا آپ کی بصیرت خراب ہے آپ کی عقل خراب ہوگئی ہے آپ کا دماغ خراب ہوگیا ہے آپ عالم کے برابر جاہل کو کہہ رہے ہیں ایک شخص سائنس کا بہت ماہر ہے اور ایک شخص سائنس کچھ نہیں جانتا آپ کہو کہ یہ دونوں برابر ہیں ایک شخص انگلش میں بہت ماہر ہے دوسرا انگلش کا جناب لفظ بھی نہیں جانتا الف کے نام پر کچھ بھی نہیں جانتا آپ کہو کہ دونوں برابر ہیں ہے ہی۔ پاگل، بولو بھئی تو دنیا کا علم تو دنیا کا علم ہے اب ایک شخص دین میں بہت ماہر ہے دین کا اس کو بہت بڑا علم ہے آج کل کے علماء میں ایک شخص دین کا بہت بڑا عالم ہے اور کوئی شخص دین کا عالم نہیں ہے آپ کہو کہ یہ دونوں برابر ہیں، جو کوئی نجدی ہو، دیوبندی ہو، کوئی بھی بدمذہب ہو وہ کہے تو اس کی عقل ماری گئی اور میاں عقل تو ماری ہی گئی یہ تو قرآن ناطق ہے اگر کوئی اپنی عقل کا خلاف کرے اپنے مشاہدے کا خلاف کرے کوئی اگر یہ کہے کہ صاحب آسمان ہمارے نیچے ہے اور زمین ہمارے اوپر ہے تو صرف اتنی سی بات ہے کہ اس نے جھوٹ بولا عقل کا خلاف کیا۔ اللہ اکبر یہ قرآن کریم ہے اس کے خلاف جو بولے گا تو عقل کا تو خلاف کرے گا ہی کرے گا۔ اپنا دین کھوئے گا کہ نہیں کھوئے گا؟ اسی لیے علماء کرام جو کچھ کہتے ہیں وہ عقل کی طرف سے نہیں کہتے جو کچھ کہتے ہیں وہ قرآن کریم کا ارشاد ہوتا ہے حدیث کا ارشاد ہوتا ہے۔"

(ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "امام اعظم" غیر مطبوعہ)

منکرین تقلید کا رد: اسی خطاب (امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب) میں منکرین تقلید اور ائمہ اربعہ کے حاسدین کا علمی رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اور ان کو اپنی حدیث دانی پر اتنا غرور ہوگیا کہ یہ کسی کے مقلد نہیں ہیں ان کے جو علماء ہیں وہ سب امام اعظم ہوگئے امام شافعی ہوگئے سب امام مالک ہوگئے سب امام احمد ابن حنبل ہوگئے امام سے برابری نہیں ہم ڈائریکٹ قرآن مجید سے سمجھ لیں گے لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ جو تمہارے ماننے والے ہیں انہیں کا ہے کو تم نے اپنا مقلد بنایا ہوا ہے جتنے تمہارے ماننے والے ہیں انہیں کا ہے نہیں کہتے ہو کہ بندے بندے برابر ہوگئے، ہم برابر ہوگئے،،، تمہارے پاس اگر کوئی فتویٰ پوچھنے کے لیے آئے تو یہ کیوں نہیں کہہ دیتے ارے میاں جیسے ہم نے قرآن وحدیث سے سمجھ لیا تم بھی قرآن وحدیث سے سمجھ لو تو یہ اچھا فرق ہے ہم تقلید کریں تو مشرک ہوجائیں اور تم اپنی تقلید پر چلاؤ اپنی عوام کو تو وہ کافر و مشرک نہ ہوں۔"

(ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "امام اعظم" غیر مطبوعہ)

اسی خطاب میں مزید گفتگو کے بعد فرماتے ہیں:

"مصطفیٰ سے جسے نسبت ہے اس کا چاہنے والا ہے مصطفیٰ کی امت کا چاہنے والا امام اعظم کا چاہنے والا ہے امام شافعی کا چاہنے والا

امام مالک کا چاہنے والا امام احمد بن حنبل کا چاہنے والا وہ ہے سنی اور جو کہے گا صاحب میں تو نہ شافعی ہوں معاذ اللہ نہ میں مالکی ہوں معاذ اللہ نہ میں حنبلی ہوں معاذ اللہ نہ میں حنفی ہوں معاذ اللہ، اللہ اکبر ارے جب تو کچھ نہیں ہے نہ حنبلی ہے نہ شافعی ہے نہ مالکی ہے نہ حنفی ہے تو یہ بارگا ہیں اور یہ ذوات پاک مصطفیٰ کی ذوات ہیں مصطفیٰ کی محبوب ذوات ہیں اور مصطفیٰ کی محبوب بارگا ہیں ہیں جو ان بارگاہوں کا نہیں ہے وہ مصطفیٰ کا نہیں ہے اور جو انکا نہیں ہے جو ان کا مقلد نہیں ہے وہ اس زمانہ میں سنی نہیں ہے وہ اس زمانہ مین مسلمان نہیں ہے اس زمانہ میں مسلمان وہی ہے اللہ اکبر جو امت مسلمہ کے ساتھ ہے اور امت مسلمہ نے اتفاق کرلیا ہے اللہ اکبر ان چاروں ائمہ میں سے کسی امام معین کی تقلید پر اتفاق کرلیا ہے لہٰذا سنی یا تو حنفی ہے یا تو شافعی ہے یا تو مالکی ہے یا تو حنبلی ہے اور جو ان سے فارغ ہے وہ گمراہ ہے بے دین ہے وہ ہرگز سنی نہیں ہے تو یہ ذوات امام اعظم ہوں امام شافعی ہوں امام مالک ہوں امام احمد بن حنبل ہوں ان کا مذہب سنیت کا معیار ہے اور یہ سنیت کے معیار ہیں اور ان کی تقلید سنیت کا معیار ہے اللہ اکبر تو جو ان کا مقلد ہو وہ ہے سنی اور جو اولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مقلد ہو جو ان کے مزارات پر جاتا ہو جو ان کے مزارات سے توسل کرتا ہو جو ان کے مزارات پر جانا باعث برکت سمجھتا ہو جو ان کے مزارات پر جانا سنت مصطفیٰ سمجھتا ہو سنت مصطفیٰ جو ثابت ہے ان کو ثابت سمجھتا ہو وہ ہے سنی۔۔۔

"۔۔۔جو اولیاء کو مانے جو علمائے ملت کو مانے جو علمائے امت کو مانے جو امام اعظم امام شافعی امام مالک امام احمد بن حنبل کے مذاہب کا مقلد ہو اور جو ان کے مذاہب کو برحق جانے اور جو اولیاء کا معتقد ہو اور جو ہر باطل طبقے سے نجدیت سے وہابیت سے دیوبندیوں سے رافضیوں سے قادیانیوں سے اور جو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے نہیں ہیں ملحدوں سے دھریوں سے مجوسیوں سے بت پرستوں سے جو ان سب سے دور ہو وہ ہے سنی وہ سنی ہے اور جو سنی ہے وہی صاحب ایمان ہے"۔

(ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "امام اعظم" غیر مطبوعہ)

منکرین فضائل غوث پاک کا رد: "غوث اعظم" کے زیر عنوان خطاب کرتے ہوئے، اولیا کی شان وعظمت پر مدلل خطاب فرمایا اور اولیائے کرام بالخصوص سیدی سرکار غوث پاک کے فضائل کے منکرین کا رد کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"اور میرے غوثِ اعظم رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کا کیا کہنا ہے؟ لوگ اپنی نمازوں پر غرہ کرتے ہیں کہ ہاں صاحب ہم نے تو بہت نمازیں پڑھ لیں ہیں، اپنی تسبیحوں پر غرہ کرتے ہیں۔ میرے غوثِ اعظم رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کا حال یہ ہے سبحان اللہ! کے ذرا دیر میں چور کو ابدال بنادیں۔ ذرا دیر میں کافر کو صاحب ایمان کر کے اُس کو واصل الی اللہ کردیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے یہ واقعہ نقل کیا ہے غوثِ اعظم کا۔ کہ ایک بدل۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اولیائے کرام میں ابدال ہوتے ہیں۔ تو اُن میں سے ایک ولی کا انتقال ہو رہا تھا۔ آخری وقت تھا۔ غوثِ اعظم رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ حاضر ہیں۔ اور وہ اُن ولی کا آخری وقت ہے۔ تو اب اُس کی جگہ پر کسی کو ہونا چاہیے۔ غوثِ اعظم نے مجمع میں سے فرمادیا کہ میں نے اس کو بدل مقرر کیا۔ اُسی وقت وہ ایمان لایا اور اُسی وقت وہ غوثِ اعظم کے فرمانے کے موجب وہ بدل مقرر ہوا"

(ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "غوثِ اعظم" غیر مطبوعہ)

گانے باجے تماشوں کا رد: اعراس وتقاریب شادی ونکاح میں دف کی آڑ میں ڈھول باجے تماشے کرنے والوں کا علمی

رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اُس طور پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی یا ذکر نے کی شریعت اجازت نہیں دیتی کہ جو طور لہو ولعب کا ہے۔ گانے باجے کا۔ اس لیے کہ میرے سرکار نے فرمایا کہ مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے باجوں کو مٹانے کا حکم دیا ہے۔ باجوں کو مٹانے کا مطلب کیا ہے؟ یعنی شریعت میں باجوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور لہو ولعب کی ہمارے یہاں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ نکاح کے لیے ضرور اعلان کے طور پر وہ بھی لہو ولعب کے طور پر نہیں، بلکہ نکاح ہو رہا ہے تو نکاح کے لیے وہ ضرور دف کی اجازت آئی ہے کہ أعلنوا هذا النكاح واضربوا عليه بالدفوف اس نکاح کا اعلان کرو اور اُس کا طریقہ بتایا کہ جب نکاح ہو تو ڈھول بجاؤ، لیکن اُس ڈھول میں بھی کس طور سے ڈھول کی اجازت تھی؟ اس میں گھنگھرو نہ ہو۔ ڈھپ ڈھپ کی آواز، بہت ہی بھدی آواز جس سے نکلتی ہے۔ اور اُس سے مدھرآواز، سُریلی آواز، گھنگھرو والی آواز میں نہیں ہو اُس ڈھول کی اجازت تھی۔ لیکن ہمارے علما نے جب دیکھا کہ لوگوں نے اِس دف کو لہو ولعب کے لیے اور اپنے طرب کے لیے اور ناجائز طور پر وہ کفار ومنافقین اور بددین لوگوں سے مشابہت کے طور پر انہوں نے اس میں بہت ساری شکلیں نکال لیں اور بہت ساری وسعت پیدا کر لی اور اس کو استعمال کرنے لگے تو اعلیٰ حضرت نے کتاب لکھی هادي الناس في رسوم الاعراس۔ اس میں اعراس کے لیے بھی ثابت کیا کہ اب اُس دف کی بھی مطلقاً اجازت نہیں ہے۔ اور حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی اپنی نعت، ذکر تو ذکر ہے اپنی نعت کو بھی لہو ولعب کے طور پر اور گانے کے طور پر آپ نے اجازت نہیں دی۔'' (ماخوذ از خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان ''اچھی بدعت'' غیر مطبوعہ)

گانوں کی طرز پر نعتِ پاک پڑھنے والوں کا رد: کچھ سال قبل ہمارے کچھ نعت خوانوں میں گانوں کی طرز پر نعت پاک رسول ﷺ کو پڑھنے کا رواج پڑ گیا تھا، ان میں بعضے ایسے تھے جو گانوں کی دھن اور طرز پر نعت پاک گنگناتے تھے، اور بہت سے ایسے تھے جو حلق سے ذکر کے نام پر ایسی آوازیں نکالتے تھے، جو ڈھول او دھمال کے مشابہ ہوتی تھی، اور کسی نے ذکر کے حوالے سے جواز کا حکم حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی طرف منسوب کر دیا، جب کہ حضور تاج الشریعہ کی طرف سے اس طرح قابل اعتراض عمل کی اجازت تھی ہی نہیں، اس طرح کی غیر شرعی حرکت کرنے والوں کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

''جس پر فتح الباری میں علامہ ابن حجر نے کہا کہ یہ اس لیے منع فرمایا کہ حضور کا ذکر اور حضور کی نعت انداز لہو ولعب پر اور گانے کے انداز پر ساز کے انداز پر مناسب نہیں ہے۔ حضور نے منع فرما دیا۔ یہ جو حضور کا ذکر ہے اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اللہ، یہ دف کے اوپر یا ساز کے اوپر یا ایسی آواز جو دف کے مشابہ ہو یا ساز کے مشابہ ہو کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے۔ دف ہو یا دف کے مشابہ۔ کیسٹ میں آواز بھر لی جائے، وہاں پر دف تو نہیں بج رہا ہے یہ کافی ہے اور جو ساز وغیرہ ہوتا ہے یا ساز کے آلات جو ہیں وہ کسی طرح کیے جائیں یا کیسٹ میں اُن آواز کو بجایا جائے، اُن کا بجانا اور سننا ناجائز ہے۔ یا اگر کوئی اپنے حلق سے اس طریقے سے ایسی لے بنا لے جس سے معلوم ہو کہ کوئی گانا یا ساز ادا ہو رہا ہے اُس کی اجازت ہرگز نہیں ہے۔ اور ہم نے اس کی اجازت نہیں دی، میری طرف منسوب کیا گیا کہ میں نے اجازت دے دی ہے، میں نے اس کی اجازت نہیں دی''۔۔۔

(ماخوذ از خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان ''اچھی بدعت'' غیر مطبوعہ)

تصویر بنانے خریدنے بیچنے والوں کا رد: تصویر یا فوٹو کا مسئلہ ہو یا کسی بھی معاملے میں جہاں بھی حضور تاج الشریعہ سے کسی

معاملے میں رہنمائی حاصل کی گئی حضور تاج الشریعہ نے برملا شرعی حکم واضح فرما دیا، اسی طرح ایک مجلس میں تصویر کے شرعی حکم پر گفتگو کرتے ہوئے، اس امر کے خلاف شرع ہونے پر احادیث سے دلائل دیتے ہوئے فرمایا:

"۔۔۔بعض لوگوں نے یہ کیا کہ جاندار کی تصویریں کھنچوانا، اور اپنی تصویر کھنچوانا دیکھنا یہ جو لوگوں میں عام ہو گیا ہے اور وہ نہیں سمجھتے ہیں۔ لیکن شریعت میں اس کی کوئی اجازت نہیں ہے۔ جاندار کی تصویر کھینچنا، کھنچوانا، دیکھنا اس کی حدیث حدِ تواتر تک پہنچ چکی ہے کہ حرام ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے، بخاری شریف میں متعدد حدیثوں میں ہے کہ سرکار نے دیکھا کہ ایک کپڑا ہے اس میں تصویریں ہیں یا ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ پردہ تھا کوئی یا تکیہ تھا، اس پر تصویریں تھیں۔ تو سرکار اپنے کاشانۂ اقدس میں تشریف نہیں لے گئے۔ حضرت عائشہ پوچھتیں ہیں کیا بات ہے؟ فرمایا کہ یہ تصویریں کس لیے ہیں؟ فرمایا کہ میں نے ایک گدا، ایک کارپیٹ، ایک تکیہ آپ کے لیے خریدا ہے کہ آپ اس پر ٹیک لگائیں اس پر بیٹھیں تو حضور نے فرمایا کہ یہ تصویروں کے بنانے والے، قیامت کے دن اُن کے اوپر عذاب ہوگا، اُن سے کہا جائے گا کہ اس میں روح پھونکو اور ان کو زندہ کرو جو تصویریں تم نے بنائیں ہیں۔ یہاں پر جو حدیث بیان کی گئی اس سے معلوم ہوا کہ بنانے والے کا جو حکم ہے وہ ہی خریدنے والے کا اور استعمال کرنے والے کا بھی ہے۔ اس لیے کہ بنانے والا اسی لیے بناتا ہے کہ میری تصویر بازار میں مقبول ہو اور لوگ اُس کو خریدیں اور اُس کو استعمال کریں۔ تو جو بنانے والے کے لیے وعید ہے وہی خریدنے والے کے لیے بھی ہے۔"

(ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "اچھی بدعت" غیر مطبوعہ)

کافروں کی روش اختیار کرنے والوں کا رد: ایک موقع پر "نسبت" کے حوالے سے مدلل خطاب کرتے ہوئے امت مسلمہ کی اصلاح کرتے ہوئے، کافروں کی وضع قطع اپنانے والوں کو تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"۔۔۔کافروں کی روش اختیار کر کے تم مشرکوں میں سے مت ہو جانا۔ تو یہ میں آج کل دیکھ رہا ہوں کہ مسلمانوں کو خدا و رسول کو خوش کرنے کی نہیں پڑی ہے بلکہ بدمذہبوں کو اور کفار کو خوش کرنے کی پڑی ہے۔ اور ہمارے ہندوستان میں بھی یہ رواج ہے، مجھے معلوم نہیں یہاں کیا ہے کیا نہیں ہے کہ ہولی میں، دیوالی میں اور کفار کے بہت سارے تہوار میں، جو اُن کے مذہبی تہوار ہیں اُن میں لوگ رغبت سے، خوشی سے شریک ہوتے ہیں اور اپنا ایمان برباد کرتے ہیں۔ میں استغفار کرتا ہوں اور آپ کو بھی میں استغفار کی تلقین کرتا ہوں۔ اور استغفار اور توبہ تو میرے سرکار ابد قرار، جناب احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ تبارک و تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔۔۔"

(ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "نسبت" غیر مطبوعہ)

ردِ صلح کلیت: حکمت کے نام پر سب سے صلح کرنے والوں، بدمذہبوں سے اتحاد کرنے والوں کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"۔۔۔آج بہت سے لوگوں نے توبہ کو اور استغفار کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا ہے۔ اگر گناہ سرزد ہو جائے تو توبہ کرنے کو عار سمجھتے ہیں اور گناہ پر اصرار کو عار نہیں سمجھتے ہیں۔ اور میں اُن لوگوں کی بہت ہی قدر کرتا ہوں کہ جو لوگ مسلکِ اہل سنت والجماعت پر قائم رہتے ہوئے اپنی نسبت اور اپنی رشتے داری اور اپنا رشتہ صرف اُن ہی سے سمجھتے ہیں جو محمد رسول اللہ سے اپنی نسبت رکھتے ہیں، یعنی جو سُنّی ہیں۔ اور جو اس سلسلے میں رشتے داروں کی رعایت نہیں کرتے اُن لوگوں کی میرے نزدیک بہت قدر ہے اور وہ لوگ جو رشتے

داروں کے معاملے میں Consesion یا مداہنت یا رعایت سے کام لیتے ہیں وہ میرے نزدیک قابلِ قدر نہیں ہیں۔ قابلِ قدر میرے نزدیک وہ ہیں جن کا مجھ سے خون کا بھی رشتہ نہیں لیکن وہ محمد رسول اللہ کے مسلک پر، مسلک اہل سنت پر قائم ہیں اور اپنا رشتہ اُن ہی قائم رکھے ہوئے ہیں جن کا رشتہ محمد رسول اللہ سے ہے۔ ہماری نسبت محمد رسول اللہ سے ہے تو اس نسبت کی حفاظت کے لیے یہ کرنا پڑے گا کہ آپ صلح کلیت کو یکسر چھوڑیں۔ عملی طور پر چھوڑیں۔ اور معاذ اللہ اعتقادی طور پر صلح کلیت کوئی اپناتا ہے، وہ یہ سمجھتا ہے کہ سنی اور غیر سنی میں کوئی فرق نہیں ہے تو وہ اپنا ایمان برباد کرتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اور آپ کو سب کو مسلکِ اہل سنت والجماعت پر قائم رکھے اور اُسی پر ہمارا اور آپ کا خاتمہ فرمائے۔" (ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ زیرعنوان "نسبت" غیر مطبوعہ)

قائلین سجدۂ تعظیمی کا رد: مسلک اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کی حقانیت کے عنوان سے گفتگو کرتے ہوئے سجدہ تعظیمی کے قائلین کا رد کرتے ہوئے، عامۃ المسلمین کی اس طرح اصلاح اعمال کر رہے ہیں:

"ہم غیر اللہ کو سجدہ کرنے والے نہیں ہیں، ہم قبر کو سجدہ کرنے والے نہیں ہیں، ہم پیر کو سجدہ کرنے والے نہیں ہیں، لیکن فرماتے ہیں کہ یہ ہوش والے، پر ہے اگر ہوش میں سجدۂ تعظیمی کیا تو یہ حرام ہے۔ یہ جھوٹ بولتا ہے اس کو کچھ نہیں ملا تو وہ جھوٹا اس کا فرضی خدا جھوٹا اور ہمارا خدا تو وہ ہے کہ فرماتا ہے "ومن اصدق من اللہ قیلا"۔ اللہ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہے۔ تو ہمارا خدا سچا ہمارا نبی سچا کہ کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا، اور نبی کے صدقے میں ہم سچے کہ ہم کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔ تو اس کو کچھ نہیں ملا تو کہنے لگا کہ صاحب یہ سجدہ کو جائز سمجھتے ہیں۔ ہمارے سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس پر پوری کتاب لکھی "**الزبدۃ الزکیۃ فی تحریم سجود التحیۃ**" سجدۂ تعظیمی کی حرمت، لیکن یہ ہوش والے کے لیے ہے اور اگر کوئی بے ہوش ہو کر اس کی عقل ہی سلب ہو جائے اب اگر کوئی جوش محبت میں مغلوب ہو کر سجدۂ در کرے یا طواف کرے تو سجدہ تو سجدہ ہمارے سرکار اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں" کہ کسی نبی کی قبر یا کسی ولی کی قبر کا طواف بھی جائز نہیں۔" لیکن بے خودی میں ہو تو فرماتے ہیں ؎

بے خودی میں سجدۂ در یا طواف
جو کیا اچھا کیا پھر تجھ کو کیا"

(ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ زیرعنوان "مسلکِ اہل سنت کی حقانیت" غیر مطبوعہ)

منکرین ندائے "یا رسول اللہ ﷺ" کا رد: اسی خطاب میں دیابنہ وہابیہ کا ندائے یا رسول اللہ ﷺ کے انکار و اعتراض کا علمی جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اور دیوبندی بخاری پڑھاتا ہے پڑھتا ہے، اور بخاری اس کے یہاں سے چھپتی بھی ہے لیکن بخاری پڑھو، مسلم پڑھو، اور ترمذی پڑھو، سب میں صحابہ کرام پکار رہے ہیں یا رسول اللہ! حضور کو دیکھ کر بھی پکار رہے ہیں اور حضور سامنے نہیں ہیں پھر بھی پکار رہے ہیں۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سن ہو گیا تو لوگوں نے کہا کہ اس کا علاج یہ ہے کہ آپ کو جو سب سے پیارا اور محبوب ہو اس کو پکارو، اللہ اکبر حضرت عبد اللہ ابن عمر نے آواز لگائی یا محمداہ! اب علما کرام نے فرمایا کہ وہ صحابہ کرام نے یا محمد پکارا لیکن اب تقاضائے ادب یہ ہے کہ وہ اس زمانے کا عرف تھا، قرآن نے ہم کو ادب سکھایا: "**لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا**" رسول کا پکارنا ایسا مت بنالو جیسے کہ ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ نام لے کر کے، تو علماء نے فرمایا

کہ جہاں **یا محمد** ہو وہاں **یارسول اللہ** کہا جائے تو بغیر دیکھے پکار رہے ہیں، پکارتا تھا اللہ اکبر، پاؤں ٹھیک ہو گیا اور پاؤں جو سن ہوا وہ سن ختم ہو گیا تو کیا پتا چلا کہ مدد کے واسطے پکارنا بھی جائز ہے اور سب سے زیادہ پیارے محمد رسول اللہ بھی ہیں، اور مشکل میں کام آنے والے بھی وہی ہیں، اور یہ صحابہ کرام کا دستور ہے۔ پانی نہیں ہے تو یہ بھی کہہ سکتے تھے اے اللہ پانی بھیج دے۔ پانی نہیں ہے حضور کی خدمت میں آرہے ہیں تو حضور نبی کریم سرور عالم ﷺ بھی دعا کر رہے ہیں تو بھی اللہ کا دیا ہوا اختیار دکھا رہے ہیں، بخاری شریف کی حدیث ہے کہ حضور کی خدمت میں "اُوتی بقدح من ماء" ایک پیالہ لایا گیا جس میں تھوڑا سا پانی تھا اوپر سے اس کا منھ وسیع تھا لیکن اندر اتنی گہرائی نہیں تھی اور حضور کا دستِ اقدس اس کے اندر نہیں گیا، بمشکل تمام حضور کی صرف اُنگلیاں گئیں۔ یوں انگلیاں رکھ دیں اور پانی اُبلنے لگا اور اس سے سب سیراب ہو گئے اور سب نے وضو بھی کر لیا پانی بھی پی لیا یہ حضرت مالک کی حدیث ہے یہ ہے **مسلک اعلیٰ حضرت!**"

(ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "مسلکِ اہل سنت کی حقانیت" غیر مطبوعہ)

منکرین شفاعت کا رد: شفاعتِ رسول کریم ﷺ کے منکرین، معترضین کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"سبحان اللہ اس یقین کے ساتھ یہ ہے **مسلک اعلیٰ حضرت** اس پر اگر ہمارا خاتمہ ہو جائے تو بالکل یقین اور اس کی رحمت سے امید ہے اور غوث کی عنایت سے کہ شفاعت حق ہے، اور اللہ کی رحمت سے امید ہے اور غوث کی عنایت سے کہ جنت ہماری ہے۔ ہمارا خاتمہ بالخیر ہوگا، اگر تیری رحمت شامل ہے یا غوث اور فرماتے ہیں ؎

تیری دوزخ سے تو کچھ چھینا نہیں
خلد میں پہنچا رضا پھر تجھ کو کیا

اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے جو دعا کی تھی اس کو ہم سب دوہرالیں۔ ؎

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہو بھلے
لوا کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لئے

رضا کا یہ شعر بخاری شریف کی یاد دلا رہا ہے، شفاعت کی یاد دلا رہا ہے، آج مجدی وہابی اندھا ہو گیا اگر اس کو دیکھ لیتا تو اس کو بھی چھیل دیتا نظر نہیں آتا۔ وہاں مدینہ شریف میں روضۂ رسول کے قریب آج بھی لکھا ہوا ہے "شفاعتی حق فمن لم یؤمن بہا لم یکن من اھل الشفاعۃ" میری شفاعت حق ہے اور جس کا اس پر ایمان نہیں ہے وہ اہل شفاعت نہیں ہے تو رضا کے صدقے میں رضا والو یوں کہیں ؎

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہو بھلے
لوا کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لئے

اور آگے فرماتے ہیں:

کلیم ونجی، مسیح وصفی، سبھی سے کہی، کہیں نہ بنیں
یہ بے خبری، کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے

یہ بے خبری، ہماری بے خبری، رسول نے پہلے ہی فرمادیا کہ میری شفاعت حق ہے، تمام محدثین، مفسرین، فقہا، مجتہدین آج اس حدیث کو بیان کررہے ہیں لیکن وہاں بھول جائیں گے، پھر وہی ہوگا، جو یہاں ہورہا ہے، کبھی اس دروازے پر، کبھی اس دروازے پر، بیسوں دروازے ہوکر مدینے پہنچے، جو یہاں ہورہا ہے، وہاں بھی ہوگا۔ کبھی حضرت آدم کے پاس جائیں گے، کبھی حضرت ابراہیم، واسماعیل علیہم السلام کے پاس جائیں گے، کبھی حضرت نوح کے پاس جائیں گے، کبھی حضرت موسیٰ کے پاس جائیں گے (علیہم الصلاۃ والسلام) پھر اخیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے کہیں بھی کام نہیں بنے گا۔ حضرت عیسیٰ فرمائیں گے میں تمہیں وہ بارگاہ بتادوں جہاں تمہارا کام بن جائے گا حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ دیں گے۔ ساری اُمت محمد رسول اللہ کی بارگاہ میں جائے گی، اگلے بھی آئیں گے، پچھلے بھی آئیں گے، حضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ والے بھی آئیں گے سب آئیں گے پھر حضور سجدہ فرمائیں گے رحمت باری جوش میں آئے گی فرمایا جائے گا "**یا محمد ارفع رأسك قل تسمع وسل تعط واشفع تشفع**" اے محمد! اپنا سر سجدے سے اٹھایئے کہو سنا جائے گا، مانگو دیا جائے گا، شفاعت کرو آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

یہ مرحمتیں کہ کچی متیں نہ چھوڑیں لتیں نہ اپنی گتیں
قصور کریں پھر ان سے بھریں قصور جناں تمہارے لیے
صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے
لوا کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لیے

(ماخوذ از خطبات تاج الشریعہ بعنوان "مسلک اہل سنت کی حقانیت" غیر مطبوعہ)

نوٹ: فقیر نے اسے (مسلکِ اہل سنت کی حقانیت) اپنی ترتیب سے نقل کیا ہے جب کہ اس خطاب کو جماعت رضائے مصطفیٰ باسنی نے مفتی عبدالقادر رضوی اشفاقی صاحب کی ترتیب سے شائع بھی کیا ہے۔

یہ چند گہرپارے سیدی سرکار حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کچھ خطبات سے ماخوذ ہیں، ان سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے خطبات کس قدر اہمیت وافادیت کے حامل ہوں گے، اور ان میں کیسے کیسے جواہر علمی پنہاں ہوں گے، انہیں جواہر علمیہ کو عوام اہل سنت کے استفادے کے لیے ہم نے خطبات تاج الشریعہ کی ترتیب کا بیڑا اٹھایا، جو ان شاء اللہ جلد ہی منظر عام پر ہوگا جس سے یقیناً ہم ہماری علمی تشنگی دور کرنے اور علم وعمل میں اضافہ ترقی کا سامان کریں گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ سیدی تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ کا علمی وروحانی فیضان ہم غربائے اہل سنت پر جاری وساری، قائم ودائم رکھے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم بحق الغوث الاعظم محی الدین رضی اللہ عنہ۔

***

تاج الشریعہ: جانشین حضور مفتی اعظم ہند

محمد فخرالدین حشمتی مشاہدی (M.A)، رضانگر، مہاڈا کالونی، بھیونڈی

خانوادہ رضویہ، بریلی شریف کے چشم و چراغ، تاج الشریعہ، بدرالطریقہ، قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری علیہ الرحمہ کی ذات علمائے کرام اور مشائخ عظام کے درمیان ایسے ہی ممتاز اور نمایاں ہے جیسے چودہویں کا چاند ستاروں کی انجمن میں ممتاز اور نمایاں ہوتا ہے۔

حضور تاج الشریعہ نے خانوادۂ رضویہ کی تقریبا دوسو سالہ علمی اور روحانی قیادت کی علم برداری کا فریضہ کما حقہ ادا کیا ہے۔ آپ نے راہ سلوک کے مسافروں کی رہنمائی فرمائی ہے آپ معقولات و منقولات میں یکساں طور پر دست گاہ کامل رکھتے ہیں۔ آپ تحریر کے بادشاہ ہیں آپ کا قلم رواں بھی ہے اور توانا بھی، یہی وجہ ہے کہ آپ جس موضوع پر اظہار خیال فرماتے ہیں قلم برداشتہ اور بے تکان اور بے تکلف تحریر فرماتے ہیں۔ ملکی اور غیر ملکی تبلیغی دوروں کی بے انتہا مصروفیت کے باوجود تصنیفات اور رشد و ہدایت کی یہ قندیل تحریر سے اندھیاروں میں روشنی کا بکھیرنا، مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تحریروں کا یہ انبار حیرت زدہ کرتا ہے۔ تقریبا ستر سے زائد مطبوعہ وغیر مطبوعہ تحریریں سردست موجود ہیں۔ ایک صدی کے بعد اس خاندان کے اس ذی وقار، چشم و چراغ کے مختلف علوم وفنون میں مہارت کو دیکھ کر اعلی حضرت کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالی نے تاج الشریعہ کی ذات میں اتنے کمالات ظاہری و باطنی یکجا فرما دیا ہے کہ ان کی ذات فی نفسہ کرامات بن گئی ہے۔ اللہ نے حسن و جمال میں یکتائی کے ساتھ ساتھ چہرے پر بزرگی کے ایسے نقوش قائم فرمایا ہے کہ ان کے چہرہ زیبا پر نگاہ پڑتے ہی لوگوں کے قلوب عشق و مستی میں جھوم جاتے ہیں، اللہ کی یاد دل میں پیوستہ ہو جاتی ہے۔ آپ کی پاکیزہ شخصیت، علم و عمل، تدبر و تفکر، عبادت و ریاضت، توکل و استغنا، تصوف و اخلاق، مروت و مودت، شرافت و انسانیت، خوف و خشیت، اخلاص و للہیت، عفو و کرم، جود و سخا، تحقیق و تدقیق، فقہ و بصیرت، رشد و ہدایت، ارشاد و تبلیغ، درس و تدریس، اور تعلیم و تربیت سے عبارت ہے۔ آپ کی ہمہ جہت شخصیت کا جب ہم تجزیہ کرتے ہیں تو آپ کی عبقری شخصیت تمام اوصاف و کمالات اور محاسن و محامد کی جامع نظر آتی ہے۔

اور ایسا کیوں نہ ہو جب ولی کامل، ہم شبیہ غوث اعظم، تاجدار اہل سنت، مفتی اعظم ہند حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد مصطفی رضا خاں علیہ الرحمہ نے احیاء سنت و اماتت بدعت اور دین و ملت پر ہونے والے طاغوتی حملوں کے دفاع کا عظیم کارنامہ انجام دینے کے لیے اور اپنے مستقبل کے جانشین کا انتخاب کرنے کے لئے اطراف و جوانب پر نظر دوڑاتے تو آپ کی نظر انتخاب حضور تاج الشریعہ پر آکر مرکوز ہو جاتی، کیونکہ نگاہ مفتی اعظم ہند نے آپ کو علم شریعت و طریقت کا جامع اور مجمع البحرین پایا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان نے حضور تاج الشریعہ کو اپنی ملی و مذہبی وراثت خصوصا افتا، وقضا جیسی اہم ذمہ داری سونپتے ہوئے

ارشاد فرمایا: ”اختر میاں اب گھر میں بیٹھنے کا وقت نہیں، یہ لوگ جن کی بھیڑ لگی ہوئی ہے سکون سے بیٹھنے نہیں دیتے اب تم اس کام کو انجام دو میں اسے تمہارے سپرد کرتا ہوں“ (پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا) آپ لوگ اب اختر میاں سلمہ سے رجوع کریں انہیں کو میرا قائم مقام اور جانشین جانیں۔

بس کیا تھا خلق خدا آپ کی دیوانی ہوتی چلی گئی، اہل علم و دانش آپ کی زلف علم و فضل کے اسیر ہوتے چلے گئے اور آپ نے فتاوی نویسی، تصنیف و تالیف، تقریر و تحریر اور تبلیغ و ارشاد کے ذریعہ علوم و معارف کے وہ دریا بہائے کہ لوگ عش عش کر اٹھے۔ آج بڑے بڑے قد آور علما، و دانشوران قوم و ملت آپ کی شوکت علمی کا لوہا مانتے ہیں اور کیوں نہ مانیں کہ آپ علوم رضا کے حقیقی وارث و امین اور حضور مفتی اعظم ہند کے سچے جانشین تھے۔

حضور تاج الشریعہ کو جو فقہی تبحر و کمال حاصل ہے اس کو عرب و عجم، مشارق و مغارب کے علماء نے گردنیں خم کر کے تسلیم کیا، بس اجمال کے ساتھ دو لفظوں میں یوں سمجھئے کہ عصر حاضر میں دنیا بھر کا ایک مفتی تھا جس کی طرف تمام عالم کے حوادث و وقائع کے لئے رجوع کئے جاتے تھے۔ جس کا زندہ و جاوید بین ثبوت مرکزی دار الافتا، بریلی شریف ہے جس کے استفتا، کی کثرت عہد رضا کی یاد تازہ کر رہی ہے جہاں بیک وقت کم و بیش پانچ سو استفتاء کے انبار ہوتے ہیں۔

حضور تاج الشریعہ کی مقناطیسی شخصیت کی بات کریں تو آپ کو اللہ رب العزت نے ہند و پاک ہی نہیں پوری دنیا میں وہ شہرت و مقبولیت عطا فرمائی ہے جو کہ زمانہ ان ہی کا حصہ ہے۔ جس شہر میں دیکھو ان کا چرچا ہے۔ جس ملک میں جاؤ ان ہی کے نام کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ رئیس القلم علامہ ارشد القادری فرماتے ہیں ”تاج الشریعہ کو اللہ تبارک و تعالی نے زبردست مقبولیت سے نوازا ہے وہ جس راہ سے گزرتے ان سے ملنے کے لئے ہزاروں مسلمانوں کی بھیڑ جمع ہو جاتی ہے جیسے کوئی دوسری مخلوق لوگوں کے کانوں میں تاج الشریعہ کی آمد کی خبر دیتی ہے“۔ مفتی محمد عابد حسین قادری فرماتے ہیں ”تاج الشریعہ کو منعم حقیقی نے ایسی شہرت و مقبولیت عام و خاص عطا فرمائی ہے کہ جس جگہ آپ کا ورود مسعود ہوتا عقیدت مندوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر امنڈ پڑتا ہے۔ پانی کا سیلاب تو دیکھنے اور سننے کو ملتا ہے مگر انسانوں کے امنڈتے ہوئے سیلاب کا نظارہ کیا تو حضرت تاج الشریعہ کی آمد پر کیا“۔

تاج الشریعہ کی پر کشش شخصیت کو دیکھ کر آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ذہن و فکر کو معطر کرتا ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قال: "اذا احب اللہ العبد نادی جبریل: ان اللہ یحب فلانا فاحببہ، فیحبہ جبریل فینادی جبریل فی اھل السماء: ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبہ اھل السماء، ثم یوضع لہ القبول فی الارض"۔ (بخاری شریف، باب ذکر الملائکۃ، حدیث نمبر ۳۲۰۹)

بخاری شریف میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تبارک و تعالی کسی بندے کو اپنا محبوب بنالیتا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تم آسمان والوں میں اعلان کر دو کہ سب اس سے محبت کریں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان والوں میں اعلان فرما دیتے ہیں۔ بعد اعلان آسمان والے اس بندہ سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر اللہ تبارک و تعالی فرماتا ہے زمین والوں میں اعلان کر دو کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں۔ تم بھی اس سے محبت کرو، تو زمین والے بھی اس بندہ سے محبت کرنے لگتے ہیں“۔

پھر تو وہ بندہ جن وانس کے دلوں کی دھڑکن بن جاتا ہے۔ سب کا محبوب بن جاتا ہے۔ سارے انسان کے دل اس کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور اسے عندالناس بھی مقبولیت عامہ حاصل ہو جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ حدیث مندرجہ ذیل آیت کریمہ کی تفسیر ہے۔ اللہ تبارک وتعالی نے ارشاد فرمایا ہے۔ ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت سیجعل لھم الرحمن ودا۔ (یقینا جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے عنقریب رحمن لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دے گا)

آپ کی اس قدر مقبولیت آپ کی ولایت ومحبوبیت کی سند اور نا قابل انکار حقیقت ہے۔ اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حضور تاج الشریعہ کی ذات آیت کریمہ "سیجعل لھم الرحمن ودا" کی جیتی جاگتی تفسیر اور حدیث مذکور کی تشریح وتوضیح ہے۔ ایک زمانہ تک علم وعمل اور فضل وکمال کا وہ آفتاب جو پوری دنیا کو اپنی حسین کرنوں سے منور وروشن کئے ہوئے تھا ٦ ذی القعدہ ۱۴۳۹ھ بمطابق 20 جولائی 2018ء کو علم وعرفان اور نابغہ روزگار، عظیم شخصیتوں کا شہر، شہر بریلی میں اللہ کی پاکی بیان کرتے ہوئے عین مغرب کے وقت غروب ہو گیا۔ آپ کے وصال کے بعد ایک بار پھر دنیائے سنیت قیادت سے محروم ہو گئی۔ مگر آپ کے فیضان سے تا قیام قیامت مستفیض ہوتی رہے گی۔

ابر رحمت تیری مرقد پر گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

***

فتاویٰ تاج الشریعہ میں باطل فرقوں کی سرکوبی: چند نظائر

مولانا کیف الحسن قادری، استاذ جامعہ قادریہ، مقصود پور، اورائی، مظفر پور (بہار)

ہندوستان میں فتاویٰ کی تاریخ کا سرسری جائزہ لینے سے اندازہ ہوتا ہے کہ متاخرین مفتیان ہند نے بھی فقہ وفتاویٰ کے میدان میں قابل ذکر خدمات انجام دی ہیں اور انہوں نے اپنی بیش بہا تصانیف سے اس باب میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔ جو مجموعہ ہائے فتاویٰ اشاعت پذیر ہوکر عوام وخواص سے خراج قبول وصول کر رہے ہیں ان میں فتاویٰ بحر العلوم، فتاویٰ شارح بخاری، فتاویٰ اجملیہ، حبیب الفتاویٰ فتاویٰ فیض الرسول، فتاویٰ برکات نوری جیسی مایہ ناز کتابوں کے نام شامل ہیں۔ اس فہرست میں "فتاویٰ تاج الشریعہ" کی شمولیت بھی اپنی آب تاب بکھیرتی نظر آتی ہے۔ یہ مجموعہ، خانوادۂ رضا کی ایک صدی سے زائد عرصے کو محیط علمی وفقہی سلسلے کی ایک روشن کڑی کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس میں شعبۂ حیات سے متعلق بیشتر مسائل کے حل دستیاب ہیں۔

فتاویٰ تاج الشریعہ ایک عظیم فقہی انسائیکلو پیڈیا ہے جس میں فکر وتحقیق کا اجالا بھی ہے، دانش وبینش کی آراستہ انجمن بھی، متانت وسنجیدگی کا جوبن بھی ہے نفاست وپاکیزگی کا نمونہ بھی، رشد وہدایت کی بہاریں بھی ہیں تذکیر واصلاح کی خوشبوئیں بھی، قرآن کے چمکتے انوار بھی ہیں حدیث کی مسکراتی تجلیات بھی نقی علی خان کا تبحر بھی ہے اعلیٰ حضرت کی جلالت بھی، حجۃ الاسلام کی بصیرت بھی ہے مفتیٔ اعظم کی مرجعیت بھی۔ اور جب فتاویٰ کی زبان میں "احقاق حق وابطال باطل" کا جذبہ گھل مل جاتا ہے تو تعمیر انسانیت کی ایک نئی تاریخ وجود میں آتی ہے۔ فتاویٰ تاج الشریعہ سے ایک ایسی ہی تاریخ مرتب ہوئی ہے۔ جس نے ایک طرف اسلام وسنیت کی حمایت وترجمانی کا خوش گوار فریضہ انجام دیا ہے تو دوسری جانب خوبصورت غلافوں میں لپٹی ہوئی بدعات ومنکرات کا قلع قمع کیا ہے۔ تواریخ عالم گواہ ہیں کہ صحرائے نجد سے اٹھنے والی چنگاری ایسی خطرناک ثابت ہوئی کہ جو بھی اس کی زد میں آ گیا دیکھتے ہی دیکھتے اس کا متاع ایمان جل کر خاکستر ہو گیا۔

ہندوستان میں پہلے پہل اس چنگاری کو ہوا دینے والے مولوی اسماعیل دہلوی ہیں، جنہوں نے انگریزی رنگ وروغن سے پروان چڑھنے والی اپنی نام نہاد اسلامی تحریک کے بل بوتے امت مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا۔ جس کے نتیجے میں کئی گمراہ وگمراہ گر جماعتیں وجود میں آ گئیں اور ان کے ایمان سوز جراثیم مسلمانوں میں پھیلنے لگے، اسلام وسنیت کی آبرو خطرے میں پڑ گئی۔ ان حالات میں علمائے اہلسنت نے اپنا فرض منصبی نبھاتے ہوئے ہر باطل فرقے کے خلاف آوازۂ حق بلند کیا اور ان کے افکار ونظریات کی تردید ومذمت میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ اس سلسلے میں رضا وخانوادۂ رضا کی مساعیٔ جمیلہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

دور حاضر میں حضور تاج الشریعہ نے اہلسنت کی قیادت وپیشوائی کی باگ ڈور سنبھالی اور اس کا حق ادا کر دیا۔ آپ کی تصانیف جلیلہ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کا قلم "احقاق حق وابطال باطل" کے جذبے سے سرشار تھا۔ جب بھی کسی باطل فرقے نے سر ابھارنے کی کوشش کی آپ نے اپنے قلمی جہاد کے ذریعے ہر محاذ پر اسے شکست فاش سے دوچار کیا۔ ثبوت کے لئے تنہا

آپ کا مجموعۂ فتاویٰ ہی کافی ہے۔ اور زیر نظر مضمون میں آپ کی اسی مایہ ناز کتاب کے حوالے سے باطل فرقوں کی سرکوبی کے چند مناظر دکھانا مقصود ہیں۔

****

ابن تیمیہ کی تردید: کہا جاتا ہے کہ ابن تیمیہ تصوف وروحانیت کا دشمن اور ایک متنازع شخصیت کا نام ہے۔ لہٰذا اس کے افکار و نظریات امت مسلمہ کے حق میں لامحالہ ناقابل قبول ہیں۔ اس کی حقیقت قاضی القضاۃ فی الہند کی زبانی سنئے:

"ابن تیمیہ گمراہ گمراہ گمراہ اور نجدی اس سے بھی گمرہی میں آگے ہیں" (فتاویٰ تاج الشریعہ ج ۱ ص ۵۴۴)

****

فرقہ وہابیہ کی سرکوبی: حضور ﷺ کو جو مر کر مٹی میں ملنے والا بتائے وہ کون سا فرقہ ہے کیا ایسا عقیدہ رکھنے والا مسلمان رہے گا؟ جانشین مفتیٔ اعظم اس کے جواب میں رقمطراز ہیں:

"یہ وہابیہ کے پیشوا اسماعیل دہلوی کا قول بدتر از بول ہے جو اس کا معتقد و متبع ہو وہ بلاشبہ کافر ہے واللہ تعالیٰ اعلم"۔ (فتاویٰ تاج الشریعہ ج ۱ ص ۱۹۷)

امام الوہابیہ حضور پرنور خلاصہ کائنات فخر موجودات ﷺ کو محض معمولی بشر قرار دیتے نہیں تھکتے۔ اس سلسلے میں شہزادہ مفسر اعظم کا نظریہ ملاحظہ فرمائیں:

"بے شک حضور ﷺ نور مجسم ہیں قرآن نے انہیں نور فرمایا۔ اور بے شک آپ بشر ہیں مگر ایسے کہ کوئی بشر ان جیسا نہیں جو ان کی بشریت کا منکر ہو وہ کافر ہے اور جو اپنے جیسا بشر مانے وہ بے ادب گستاخ بے دین ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم"۔ (فتاویٰ تاج الشریعہ ج ۱ ص ۲۵۳)

****

غیر مقلدین کی سرکوبی: غیر مقلد یا اہل حدیث ایک ایسا فرقہ ہے جو تقلید ائمہ کا کھلم کھلا انکاری ہے اور بالخصوص انہیں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے خدا واسطے کا بیر ہے۔ فتاویٰ تاج الشریعہ میں کئی مقامات پر ان کی تردید ہوئی ہے۔ تقلید پر روشنی ڈالتے ہوئے نبیرۂ حجۃ الاسلام ایک جگہ یوں اس کی سرکوبی فرماتے ہیں:

"بے تقلید چارۂ کار نہیں اور غیر مقلدین نے تقلید کا انکار کر کے ایسے مسائل گڑھے ہیں جن کا کوئی بھی مسلمان قائل نہیں ہے چند مسائل حاضر مطالعہ ہیں:

پانی کتنا ہی کم ہو نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک رنگ یا بو یا مزہ نہ بدلے (طریقہ محمدیہ ترجمہ دررِ بہیہ ص ۲۰/ مطبع فاروقی دہلی)۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر لوٹے میں اپنا یا کتے کا پیشاب یا دو تہائی ماشے نجاست پڑ جائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔۔۔ یہ تقلید نہ کرنے کا انجام ہے۔ روضہ ندیہ کے ص ۱۲/ پر یہ لکھدیا ہے کہ "شراب ومردار وخون کی حرمت ان کی نجاست پر دلیل نہیں جو انہیں ناپاک بتائے دلیل پیش کرے" ملخصاً (روضہ ندیہ شرح دررِ بہیہ عربی ج ۱ ص ۲۳ مطبع فاروقی کتب خانہ لاہور)۔ ان کی کتاب

"فتح المغیث" ص ۶ ر میں ہے "کافی ہے مسح کرنا پگڑی پر" (فتح المغیث معروف طریقۂ محمدیہ ترجمہ درر بہیہ ص ۶)۔یعنی وضو میں سر کا مسح نہ کیجئے پگڑی پر ہاتھ پھیر لیجئے وضو ہو گیا اگرچہ قرآن عظیم [و امسحوا بروسکم ۔المائدۃ:۶] اپنے سر کا مسح کرو، فرمائے۔یہ تقلید نہ کرنے کا انجام ہے۔بلکہ فتاویٰ ابراہیمیہ ص ۲ ر مطبوعہ الہ آباد میں، وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح کو فرض بتایا ہے۔اس مسئلہ میں وہ رافضیوں سے بڑھ گئے ہیں کہ وہ صرف مسح کو جائز مانتے ہیں اور فتح المغیث ص ۵۔اور طریقۂ محمدیہ کے ص ۵ میں نجاست کو صرف سات چیزوں میں منحصر کر دیا ہے باقی کو اصل اشیا میں طہارت پر جاری کیا ہے جب تک نقل خبر معارض وارد نہ ہو اس عبارت سے مرغی کا گو یا سور کس موت یا کتے کا پیشاب ان کے طور پر نجس نہیں ہے یہ تقلید نہ کرنے کے سبب ہے۔ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔اور تقلید قرآن وحدیث سے ثابت ہے، مطلقاً تقلید کا حکم ان آیتوں میں دیا گیا ہے:{اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم } ہم کو سیدھا راستہ چلا ان کا راستہ جن پر تو نے احسان کیا (الفاتحہ،۶،۷) دوسری آیت کریمہ{اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم }(النساء ۵۹) اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور علم والوں کی جو تم میں سے ہوں۔یہاں اولی الامر سے علما وائمہ دین مراد ہے۔تیسری آیت میں ہے:{فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون} (النحل ۴۳) تو اے لوگوں علم والوں سے پوچھو اگر تم کو علم نہیں۔دارمی شریف باب الاقتداء بالعلما میں ہے: "اخبرنا يعلى حدثنا عبد الملك عن عطا: اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولی الامر منکم) قال: اولی العلم و الفقه، طاعة الرسول الكتاب و السنة"

(سنن الدارمی ج ۱ ر ص ۵۵)

یعنی خبر دی ہم کو یعلی نے انہوں نے کہا مجھ سے کہا عبد الملک نے انہوں نے عطا سے روایت کی کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے میں سے اولی الامر کی۔فرمایا عطا نے کہ اولی الامر، علم اور فقہ والے حضرات ہیں۔اور درمنثور میں آیت فاسئلوا اہل الذکر کی تفسیر میں ہے "اخرج ابن ابی حاتم عن سعید ابن جبیر ان الرجل لیصلی و یصوم و یحج و یعتمر و انه لمنافق قیل یا رسول الله لماذا دخل علیه النفاق قال یطعن علی امامه من قال الله فی کتابه فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون" (الدر المنثور ج ۵ ر ص ۱۷) ابن ابی حاتم، سعید بن جبیر سے نقل کرتے ہیں کہ بعض شخص نماز پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں حج اور عمرہ کرتے ہیں حالانکہ وہ منافق ہیں عرض کی گئی یا رسول اللہ! کس وجہ سے ان میں نفاق آ گیا؟ فرمایا اپنے امام پر طعنہ کرنے کی وجہ سے۔امام کون ہیں؟ فرمایا: رب نے {فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون} میں جس کا بیان فرمایا۔

اور قرآن عظیم میں ارشاد ہوا: {و من يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى و يتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولى و نصله جهنم و ساءت مصيرا } ۔[النساء: ۱۱۵] اور جو رسول کی مخالفت کرے

بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راستہ چلے ہم اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دیں گے اور اس کو دوزخ میں داخل کریں اور کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو راستہ عام مسلمانوں کا ہو اس کو اختیار کرنا برحق ہے اور تقلید پر ائمہ مذاہب اور تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اور حدیث مشکوۃ میں ہے: اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار۔ [مشکوۃ المصابیح ص ۳۰ مجلس برکات] بڑے گروہ کی پیروی کرو کیوں کہ جو جماعت مسلمین سے علیحدہ رہا وہ علیحدہ کرکے جہنم میں بھیجا جائے گا۔ اور یہ بات ثابت ہے کہ سواد اعظم مسلمانوں کا وہی گروہ ہے جسے اہلسنت و جماعت کہتے ہیں وہ تقلید ائمہ کو ضروری جانتا ہے خواہ حنفی ہو یا شافعی یا حنبلی یا مالکی۔ اس سبب سے علما نے فرمایا کہ جو شخص ان سے علیحدہ ہوا وہ گمراہ، بددین ہوا۔ بلکہ بحکم فقہ کفار و مرتدین سے ہے۔ اور جو شخص تقلید کو مطلقاً شرک و منافیٔ ایمان کہے وہ قرآن و حدیث و اجماع امت کا منکر ہے اور یہ کفر ہے۔

کشف بزودی میں ہے: رجوع العامی الی قول المفتی وجب بالنص و الاجماع۔ ملخصاً

فصول البدائع میں ہے: للعامی تقلید المجتھد فی فروع الشرعیۃ

(فتاویٰ تاج الشریعہ ج ۲، ص: ۵۳ تا ۵۳)

****

فرقۂ دیابنہ کی سرکوبی: فرقۂ دیابنہ کے طواغیت اربعہ نے کیا گل کھلائے ہیں، ان کو دیکھ کر ان کے ادعائے اسلام پر سر پیٹنے کو جی چاہتا ہے۔ وارث علوم اعلیٰ حضرت کے کلک برق بار نے جو ان پر بجلیاں گرائی ہیں، ان کا ایک نمونہ حسب ذیل ہیں:

"دیوبندی اور جملہ وہابیہ کا عقیدہ ہے کہ ''خدا جھوٹ بول سکتا ہے'' دیکھو رسالہ (رسالہ یک روزی مترجم ص ۱۴۵، رسالہ یک روزی فارسی ص ۱۷/ ۱۸ فاروقی کتب خانہ ملتان۔ ماخوذ از فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۱۸۱/ ۱۸۲ مطبع برکات رضا پور بندر گجرات)

اور یہ کہ ''امکان کذب کا مسئلہ آج کسی نے نیا نہیں نکالا'' دیکھو براہین قاطعہ رشید احمد گنگوہی و خلیل احمد انبیٹھوی (براہین قاطعہ علی ظلام انوار الساطعہ ص ۱۰ مطبع کتب خانہ امدادیہ دیوبند)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ پہلے سے ہوتی آئی ہے کہ خدا کا کذب ممکن مانتے ہیں اور یہ سراسر بہتان ہے، جس کے بطلان پر ہر دور کے علما کی عبارات و تصریحات شاہد عدل ہیں۔

اور انہی دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ ایسا علم، جیسا حضور ﷺ کو ہے تو ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔ حضور کی کیا تخصیص؟ دیکھو حفظ الایمان اشرف علی تھانوی (حفظ الایمان ص ۱۵ مطبع دار الکتاب دیوبند)"۔ (فتاویٰ تاج الشریعہ، ج ۱، ص: ۱۷۲ تا ۱۷۳)

****

تبلیغی جماعت کی سرکوبی: تبلیغی جماعت، وہابیہ دیابنہ کی تعلیمات کو عام کرنے والی ایسی جماعت ہے جس نے ''تبلیغ نماز''

کے نام پر کتنے مسلمانوں کو ان کے اپنے ہی معتقدات سے متنفر کر دیا ہے۔ اور اس کی یہ کج بیہودہ شب و روز جاری ہے تاج الشریعہ اس کی سرکوبی فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''تبلیغی جماعت، دیوبندیوں کا بہروپ ہے ان کے عقائد وہی ہیں جو دیوبندیوں کے ہیں''

(فتاویٰ تاج الشریعہ ج ۱، ص: ۱۷۲)

جماعتی کہتے ہیں کہ ہم لوگ جھگڑا فساد نہیں کرتے جیسا دیکھتے ہیں ویسا کرتے ہیں۔ اس تعلق سے ایک سائل کے جواب میں تاج الشریعہ نے بڑی حقیقت افروز بات رقم کی ہے اور تبلیغیوں کی عیاری و مکاری کے سارے تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے ہیں:

''اور ان کا بہانہ کہ ہم کسی مذہب سے تعلق نہیں رکھتے، نرا فریب ہے اور اس میں ان کے کافر و بے دین، اپنے منھ آپ لامذہب ہونے پر کافی شہادت ہے کہ لامذہب وہی ہے جس کا کسی مذہب سے تعلق نہ ہو، تو اب ان سے کہنا چاہئے تھا کہ بے ایمانو! پھر کیسے کلمہ پڑھواتے ہو اور کس نماز کی تبلیغ کرتے پھرتے ہو۔ دور ہو تمہیں ان باتوں سے کیا کام۔۔ اور مذہب کی باتوں کو علی الاطلاق بلا تفریق حق و باطل جھگڑا اور فساد بتانا کفر ہے۔۔ غرض اپنی دیوبندیت پر بے چاروں نے پردہ ڈالا تو لامذہب اور بدمذہب کی پناہ لی۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مگر اسے کیا کہئے کہ اس جماعت کا بانی الیاس صاف و اشگاف کہہ گیا کہ ''حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے بڑا کام کیا میرا جی چاہتا ہے کہ تعلیم ان کی ہو اور تبلیغ میری'' دیکھو ملفوظات الیاس۔

اور دینی دعوت، ابوالحسن ندوی میں ہے: الیاس نے اپنے ایک خاص آدمی سے کہا کہ میرا مدعا کوئی نہیں سمجھتا لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ تحریکِ صلوۃ ہے واللہ! یہ تحریکِ صلوۃ نہیں بلکہ ایک نئی قوم پیدا کرنی ہے۔

اور یہ بھی ان کا بہروپ ہے کہ جیسا دیکھتے ہیں ویسا ہی کرتے ہیں لہٰذا ان سے ہر لحہ احتراز لازم ہے اور انہیں اپنی مساجد سے باز رکھنا ضروری۔ درمختار میں ہے: ویمنع منه کل موذ الخ ملخصاً (الدر المختار مع رد المختار ج ۲، ص ۴۳۵ ۶/۴۳ ۔۔ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تفصیل کے لئے ''تبلیغی جماعت، علامہ ارشد القادری دیکھیں''

(فتاویٰ تاج الشریعہ ج ۱، ص ۱۷۳، ۱۷۴)

ایک دوسری جگہ اس کی اقتدا کے مسئلے پر اس کی حقیقت سے اس طرح پردہ اٹھاتے ہیں:

''تبلیغی جماعت دیوبندی گروہ ہے اس کا مقصد اشرف علی تھانوی کی تعلیم کو عام کرنا ہے اور دیوبندی علمائے حرمین شریفین کے فتویٰ سے اپنے کفریات کے سبب ایسے کافر مرتد بے دین ہیں کہ جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ خود کافر ہے دیکھو حسام الحرمین۔

(حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مع الترجمہ ص ۹۰ رضا اکیڈمی ممبئی ۱۴۳۵ھ)

اور کافر مرتد کی اقتدا میں نماز باطل محض ہے۔ کفایہ میں ہے: '' والکافر لا صلوۃ له فلا اقتداء بمن لا

صلوۃ اللہ باطل:' (شرح فتح القدیر مع الکفایہ ج ۱ر ۳۴۴ دارالکتب العلمیہ بیروت)

تو تبلیغیوں کی اقتدا میں نماز کیوں کر درست ہوگی بلکہ تبلیغیوں کو دانستہ امام بنانا ایمان کھونا ہے کہ یہ ان کی غایت درجہ تعظیم ہے اور کافر کی تعظیم کفر ہے۔ درمختار میں ہے"تبجیل الکافر کفر و اللہ تعالیٰ اعلم"

(فتاویٰ تاج الشریعہ ج ۲ر ص ۲۹۲)

تبلیغیوں کو اہلسنت کی مساجد سے کیا واسطہ؟ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے حکم شرعی بیان فرماتے ہیں:

"اور جب تبلیغی، دیوبندی گروہ ہیں اور وہ کفری عقائد کے سبب کافر ہیں تو سنیوں کی مساجد میں انہیں آنا ہی کب روا ہے۔ بلکہ مسجد کو آباد کرنا سنی صحیح العقیدہ مسلمان کا حق ہے نہ کہ کسی کافر بے دین کا۔ قال اللہ تعالیٰ: (ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ شاھدین علی انفسھم بالکفر) [التوبۃ: ۱۷]۔ یعنی کافروں کو نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں اپنے کفر پر گواہ ہو کر۔ واللہ تعالیٰ اعلم"

(فتاویٰ تاج الشریعہ ج ۲ر ص ۱۷۳)

****

قادیانیوں کی سرکوبی: قادیانی یا مرزائی فرقہ پنجاب سے شروع ہوا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر کے مسلمانوں میں خلفشار پیدا کرنے کی ناپاک کوششیں کیں اور کتنے سادہ لوح اس کے دام تزویر میں گرفتار ہو گئے اور اسی کی بولی بولنے لگے۔ چنانچہ ایک ایسے ہی گرفتار بلا کے بارے میں فتاویٰ تاج الشریعہ کا یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

"زید بے قید اس فتویٰ ملعونہ سے جس میں اس نے قادیانیوں کو اہل قبلہ قرار دیا، کافر ہو گیا۔ اس پر توبہ و تجدید ایمان فرض ہے اور تجدید نکاح بھی اگر بیوی رکھتا ہو۔ درمختار میں ہے:" ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل و النکاح و اولادہ اولاد الزنیٰ" [الدر المختار ج ۶ر ص ۳۹۰ دار الکتب العلمیہ بیروت] اہل قبلہ وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتے ہوں۔ ضروریات دین میں سے کسی مسئلہ ضروریہ دینیہ کا منکر اگرچہ کیسا ہی نمازی ہو ہرگز مسلمان نہیں۔ ورنہ مانعین زکوۃ عہد صدیقی میں اور مسیلمہ کذاب اور منافقین عہد نبوی میں کافر نہ ٹھہرتے اور ان سے قتال نہ کیا جاتا۔ والمولیٰ تعالیٰ اعلم"

(فتاویٰ تاج الشریعہ ج ۲ر ص ۱۰۷)

****

روافض کی سرکوبی: روافض کی تاریخ فرقہائے باطلہ کے مقابلہ میں بہت پرانی ہے، برادر اعلیٰ حضرت استاذ زمن علامہ حسن نے انہی کے بارے میں کہا تھا:

بے ادب گستاخ فرقے کو سنادے اے حسنؔ
اس طرح کہتے ہیں سنی داستانِ اہل بیت

تاج الشریعہ جب استاذ زمن کا تیور اختیار کرتے ہیں تو اس بے ادب گستاخ فرقے کو کیفر کردار تک پہنچا کر ہی دم لیتے

ہیں۔اس تیور کی ایک جھلک ذیل میں ملاحظہ کریں:

''روافض زمانہ،عقائد کفریہ کے سبب کافر و مرتد بے دین ہیں'' (فتاوی تاج الشریعہ ج ۲ ص ۲۶۳)

''روافض تو قرآن کریم کے منکر ہیں وہ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) پر تہمت کرتے ہیں اس لئے وہ کافر بے دین ہیں ۔۔۔اور دوسرا کفر ان کا یہ ہے کہ وہ جملہ صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) سے جلتے ہیں اور ان پر تبرا کرتے ہیں،خصوصا شیخین کریمین (رضی اللہ عنہما) پر طعن کرتے ہیں۔قرآن کریم ان کے کفر پر شاہد ہے: {لیغیظ بھم الکفار}[الفتح:۲۹] (فتاوی تاج الشریعہ ج ۱ ص ۲۱۷، ۲۱۸)

''عصمت،خاصۂ انبیاء کرام و ملائکۂ عظام (علیہم السلام) ہے۔غیر انبیاء و ملائکہ کو معصوم جاننا فی الواقع شیعہ کا عقیدۂ کفریہ ہے''

(فتاوی تاج الشریعہ ج ۲ ص ۳۱۸)

حضرت ابوسفیان، ہندہ، امیر معاویہ، عمرو ابن عاص و وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں رقمطراز ہیں:

''بلاشبہ یہ حضرات صحابی رسول ہیں اور ان سے ہمارے رب کریم نے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے قرآن عظیم فرماتا ہے: {وکلا وعد اللہ الحسنی}[النساء:۹۵] اللہ تعالیٰ نے سب صحابہ سے بھلائی کا وعدہ فرمایا تو ان سے حسن ظن رکھنا قرآن پر ایمان کا تقاضا ہے اور ان پر لعن طعن کرنا معاذ اللہ خود ملعون بننا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: ''اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ علی شرکم'' [الجامع الترمذی جزء ۲ ص ۲۲۷ مجلس برکات مبارکپور] (فتاوی تاج الشریعہ ج ۱ ص ۲۲۲ تا ۲۲۴)

''روافض زمانہ کہ سیدہ طاہرہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ زوجۂ النبی ﷺ پر (معاذ اللہ) تہمت دھرتے اور قرآن عظیم کو ناقص جانتے اور اس کی تنقیص کی تہمت حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) کے سر رکھتے اور وحی میں جبریل امین علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوپر خطا کا الزام اٹھاتے ہیں کہ وحی تو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے لئے تھی، جبریل نے غلطی سے حضور پر اتاردی۔والعیاذ باللہ العظیم۔قرآن کے منکر ہیں۔۔۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حضرت عائشہ کی براءت میں: {ان الذین یرمون المحصنات الغافلات المؤمنات لعنوا فی الدنیا و الاخرۃ و لھم عذاب عظیم}[النور: ۲۳] یعنی بے شک وہ جو عیب لگاتے ہیں انجان پارسا ایمان والیوں کو، ان پر لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔(کنز الایمان)

اس آیت کریمہ سے حضرت عائشہ کی براءت اور ان کا محصنہ، غافلہ عن السوء ہونا ظاہر ہے۔اور یہ آیت منجملہ ان ساٹھ آیتوں کے ہے جو اللہ نے پیارے رسول علیہ السلام کی پیاری بیوی کی براءت میں اتاریں۔اور اسی آیت سے ان کا انجام بھی معلوم ہو گیا جو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تہمت لگاتے ہیں۔والعیاذ باللہ

العظیم۔اور اللہ فرماتا ہے:{انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحفظون} [الحجر:۹] بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔(کنزالایمان)
رافضی نے قرآن کو ناقص کہہ کر خدا کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:{و یفعلون ما یؤمرون}[النحل: ۵۰]اور(یہ فرشتے)وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم ہو(کنزالایمان)
حضرت جبریل امین کو تبلیغ وحی میں خطا کا الزام دے کر رافضی نے اس آیت کریمہ کو جھٹلایا کہ اس کا صریح مفاد تو یہ ہے کہ ان سے امر الٰہی کی تعمیل میں خطا نہیں ہوئی اور یہ ان پر خطا کا مجوز ہے۔اور رسل ملائکہ تو رسل ملائکہ انسانوں میں انبیا تبلیغ میں سہو و نسیان سے تمام اہل سنت کے نزدیک معصوم ہیں۔کما صرح بہ فی الشفاء و غیرہ۔
یہی نہیں بلکہ رافضی ملعون نے خدائے عز وجل کی حکمت کاملہ پر بھی دھبہ لگانے کی سعی نامحمود کی کہ اس نے ایسے کو تبلیغ وحی پر مامور کیا جس سے اس میں خطا ہوئی، پھر اللہ تعالیٰ نے اس خطا کو مقرر کیا۔اس طرح انہوں نے معاذ اللہ خود خدائے حکیم کو غیر حکیم بلکہ خاطی ٹھہرایا۔والعیاذ باللہ رب العالمین۔ایسا کیوں نہ بکیں کہ ان کے نزدیک خدا پر تبرا جائز ہے یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ پہلے ایک حکم فرماتا ہے اور جب دوسرے میں مصلحت دیکھتا ہے تو دوسرے کا حکم فرماتا ہے کما صرح فی العقائد حکایۃ عن الرفضۃ۔یہ معاذ اللہ! اللہ کو جاہل ٹھہراتا ہے۔
بالجملہ رافضی مکذب قرآن و حدیث، منکر ضروریات دین ہے اور ایسا شخص مرتد ہے لاجرم ہمارے علمائے اہلسنت نے ان پر کفر کا حکم فرمایا۔کما فی العقود الدریۃ للعلامۃ ابن عابدین الشامی و کما صرح بہ امام اہل السنۃ فی فتاواہ و رسالتہ المبارکۃ رد الرفضۃ فلتراجع۔(فتاویٰ تاج الشریعہ ج۲رص۲۰۳تا۲۰۴)
کیا شیعہ کو کسی تنظیم یا ادارہ کا صدر بنانا جائز ہے؟اس سوال کے جواب میں حضرت فرماتے ہیں:
”نہیں۔۔۔۔کہ شیعہ اپنے عقائد کفریہ کے سبب کافر مرتد بے دین ہے اور کافر تو کافر واقف مسلم اگر فاسق ہو تو اسے ناظم و متولی نہ کیا جائے گا بلکہ اسے وجوباً معزول کیا جائے گا“ (فتاویٰ تاج الشریعہ ج۲رص۳۱۶)

****

”جماعت اسلامی“ کی سرکوبی: اس جماعت کا درون خانہ جب جھانک کر دیکھا جاتا ہے تو اس انکشاف پر حیرت ہوتی ہے کہ یہ جماعت اسلامی نہیں، درحقیقت جماعت شیطانی کہلانے کی زیادہ مستحق ہے۔تاج الشریعہ نے اس جماعت کے بارے میں اپنا دو ٹوک نظریہ اُجاگر کرکے حق گوئی و بے باکی کی عظیم مثال پیش کی ہے،فرماتے ہیں:
”جماعت اسلامی(نام نہاد)کے عقائد وہی ہیں جو وہابیہ کے عقائد ہیں“
(فتاویٰ تاج الشریعہ ج۲رص۱۹۷)

"نام نہاد جماعت اسلامی وہابیوں کی نمائندہ جماعت ہے۔ اس کے وہی عقائد ہیں جو وہابیہ کے ہیں۔ اس کے علاوہ بانی جماعت مذکورہ کھلا منکر حدیث ہے۔ تنقیحات میں صاف لکھا: کتاب وسنت کی تعلیم سب پر مقدم مگر تفسیر وحدیث کے فرسودہ ذخیرہ سے نہیں۔(تنقیحات) اس کے ہفوات کی تفصیل کے لئے "مودودیوں کا الٹا مذہب"۔۔۔۔۔"جماعت اسلامی" (علامہ ارشد القادری) وغیرہ دیکھو۔ پھر یہ لوگ دیوبندیوں کو مسلمان جانتے ہیں تو انہی کی طرح کا فر ومرتد بے دین ہیں"

(فتاویٰ تاج الشریعہ ج ۲ ص ۲۳)

****

صلح کلیوں کی سرکوبی: صلح کلیت، بدعقیدگی کی ہی ترقی یافتہ ایک بھیانک شکل ہے اور جو یہ روپ دھار لیتا ہے، اس کے لئے مرض ضلالت سے چھٹکارا مشکل ہوجاتا ہے۔ البتہ تاج الشریعہ نے انہیں جو خوراک دی ہے، وہ ہزار تلخ ہونے کے باوجود کسی اکسیر اعظم سے کم نہیں۔ فتاویٰ تاج الشریعہ کے اندر وافر مقدار میں یہ خوراک موجود ہے، نمونہ ملاحظہ ہو۔

"ایسا شخص جو یہ کہتا ہے کہ ہم لوگ نہیں چاہتے کہ وہابیت وسنیت ظاہر کیا جائے نہایت ملزم وگنہگار ہے بلکہ اظہر یہ ہے کہ وہ صلح کلی ہے یا چھپا وہابی ہے اس کے عقائد کی تحقیق کی جائے۔ اور اس سے احتراز لازم ہے۔ واقف حال کو اس سے علاقہ رکھنا حرام ہے"

(فتاویٰ تاج الشریعہ ج ۲ ص ۲۰۷)

وہابی لہابی کی باتیں چھوڑو وہ اپنے راستے ہم اپنے راستے! جو شخص ایسا کہے اور وہ پیر بھی ہو، اس کے بارے میں تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

"وہ شخص وہابی نواز ہے اور صلح کلی ہے اس کا یہ قول اس کی بدعقیدگی کی کھلی نشانی ہے اور وہابی نوازی کا ثبوت ہے۔ اس سے مرید ہونا جائز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم"

(فتاویٰ تاج الشریعہ ج ۲ ص ۳۲۲)

****

باغیان اعلیٰ حضرت کی سرکوبی: امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ کی علمی عبقریت اور ان کے مسلک کی حقانیت آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہے۔ جب بھی کسی زبان یا قلم نے اس حقیقت سے سرمو بھی انحراف کی کوشش کی تو رہنمایان ملت نے بروقت اس کا محاسبہ کیا۔ یہ بھی ایک زندہ حقیقت ہے کہ جب سے طلوع ہوا عظمت رضا کا سورج کبھی گہن آلودنہ ہوا:

سب ان سے جلنے والوں کے گل ہوگئے چراغ
احمد رضا کی شمع فروزاں ہے آج بھی

تاج الشریعہ بھی اپنے عہد میں مسلک اعلیٰ حضرت کے پاسبان وعلمبردار تھے اور باغیان رضا کی سازشوں کو بے نقاب کرنا آپ کی ذمہ داریوں میں شامل تھا جس کی بہت سی مثالیں آپ کے فتاویٰ میں بھی دستیاب ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے کے مصداق

چند جھلکیاں نذر خدمت ہیں: ایک مولوی صاحب پر اعلیٰ حضرت کا مسئلہ پیش ہوا تو انہوں نے یہ کہہ کر مسئلہ کے ماننے سے انکار کر دیا کہ اعلیٰ حضرت میرے لئے کوئی نبی رسول مجتہد یا مجدد نہیں ہیں فتاویٰ تاج الشریعہ میں جواب ملاحظہ فرمائیں:

''یہ لہجہ ضرور اہانت آمیز ہے اور وہ کلام جو مسئلہ کے جواب میں کہا ضرور بے محل۔ اور اس مسئلہ کا انکار چاہنا ہوس خام۔ وہ صاحب اگر ذی علم تھے تو انہیں وجہ معقول و مقبول بیان کرنا چاہئے تھا اس کے بجائے وہ کچھ کہنا ان کے عجز کی دلیل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم'' (فتاویٰ تاج الشریعہ ج ۱ص ۴۸۹)

ایک اور مقام پر تاج الشریعہ لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ کو علماء حرمین شریفین نے مجدد کہا اور ان کے زمانے سے آج تک جملہ علماء اہل سنت و عوام مجدد دین و ملت جانتے مانتے چلے آئے۔ اور خود ان کا کام ان کے احیائے سنت و تجدید دین پر شاہد عدل ہے۔ اور جو اپنے زمانے میں احیائے سنت و ازالۂ بدعات و منکرات کرے وہی مجدد ہے۔ خواہ کوئی کہے یا نہ کہے۔۔۔۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے کارہائے نمایاں کی تفصیل کے لئے امام احمد رضا اور ازالۂ بدعات و منکرات مصنفہ یسین اختر مصباحی کو دیکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم''

(فتاویٰ تاج الشریعہ ج ۱ص ۵۲۳)

''اعلیٰ حضرت'' کے اطلاق کے مسئلہ کو اس طرح واضح فرماتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت اس لئے کہتے ہیں کہ امام اہلسنت امام احمد رضا فاضل بریلوی گزشتہ صدی کے مجدد ایسے بڑے عالم دین تھے کہ پانچ سو برس میں ان کا نظیر ان کی جامعیت میں کوئی نظر نہ آیا اور عرب و عجم کے علما نے ان کے علم و فضل کا اعتراف فرمایا۔ جب کہ حسام الحرمین، الدولۃ المکیہ وغیرہ سب پر علمائے روزگار کی تقریظات سے ظاہر ہے اور اعلیٰ حضرت کچھ علما کے ساتھ خاص نہیں عرف میں امرا اور نوابوں کو کہا گیا ہے اور وہابیہ نے اپنے پیر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کو بھی لکھا ہے اور یہ کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مساوات یا برتری اس لفظ سے کسی کا قصد نہیں ہے یہ وہابیہ کا سوء ظن اور بہتان ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم''

(فتاویٰ تاج الشریعہ ج ۱ص ۵۰۹)

لیکن آج جب بھی اعلیٰ حضرت بولا جاتا ہے تو امام احمد رضا فاضل بریلوی ہی مراد ہوتے ہیں گویا یہ لفظ ان کے حق میں ''علم'' کی منزل اختیار کر چکا ہے اس تعلق سے تاج الشریعہ کی وضاحت بعض دلوں میں پڑی ہوئی گرہیں کھول دینے کے لئے کافی ہے۔ فرماتے ہیں:

''دوسرے بزرگوں کو بھی اعلیٰ حضرت کہنا فی نفسہٖ جائز ہے۔ مگر جب کہ یہ لقب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے ساتھ خاص سا ہو گیا ہے اور خاص و عام انہی کو اعلیٰ حضرت کہتے ہیں تو دوسرے کو اعلیٰ حضرت کہنا ایہام امر غیر مناسب ہو سکتا ہے لہٰذا احتراز بہتر۔ ان کے لئے دوسرے القاب تعظیمی بولیں اور فتنہ و اختلاف سے بچیں۔۔۔ اور اگر نیت یہ ہو کہ اعلیٰ حضرت کا لقب دوسرے بزرگ کو دے کر اعلیٰ حضرت کی شان گھٹا

دیں اور ان بزرگ کی عزت بڑھادیں تو یہ خیال خام، نہ اس سے اعلیٰ حضرت کی شان گھٹے نہ ان بزرگ کی عزت ان کے بڑھانے سے بڑھے۔ نہ ایسی نیت سے وہ بزرگ خوش ہوں کہ گناہ کی نیت ہے اور گناہ کی نیت سے خدا اور رسول ناراض ہوتے ہیں۔ تو وہ بزرگ کب خوش ہو سکتے ہیں؟ ایسی نیت والوں کے لئے سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ عالمگیری میں ہے: من ابغض عالما من غیر سبب ظاھر خیف علیه الکفر [فتاویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۲۸۳ دارالفکر بیروت] جو کسی عالم سے بے وجہ شرعی بغض رکھے اس پر کفر کا اندیشہ ہے۔ تو امام العلما امام اہلسنت مجدد دین وملت کے بارے میں کیا خیال ہے؟ بلا وجہ ان کی عداوت کتنی بد انجام ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم" (فتاویٰ تاج الشریعہ ج ۱ ص ۵۲۵)

مسلک اعلیٰ حضرت کیوں کہا جاتا ہے؟ اس کا جواب تاج الشریعہ کے خامہ زرنگار سے ملاحظہ ہو:

"مسلک سے مراد وہ عقائد حقہ اہلسنت وجماعت ہیں جن پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اور ہر زمانے میں ائمہ دین واولیائے کاملین (علیہم الرحمۃ والرضوان) قائم رہے یہاں تک کہ وہ عقائد ان حضرات کی تعلیم وتبلیغ سے ہم تک پہنچے اس کو حدیث میں "سواد اعظم" سے تعبیر فرمایا کہ ارشاد ہوا: اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار۔ [مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۰ مجلس برکات] ان عقائد میں کسی کی تقلید نہیں کہ یہ اصول دین ہیں، تقلید فروع میں ہے۔ اسی کے اعتبار سے اعلیٰ حضرت اور ان کے متوسلین حنفی کہلاتے ہیں۔ پھر ان معتقدات حقہ کو باطل فرقوں سے تمیز وشناخت کے لئے "مسلک اعلیٰ حضرت" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہاں سے فرق ظاہر ہوا اور اعتراض معترض زائل۔

(فتاویٰ تاج الشریعہ ج ۱ ص ۵۲۹)

اعلیٰ حضرت وعلمائے بریلی سے خواہ مخواہ کڑھنے والے ایک حاجی پر اس طرح حجت تمام فرماتے ہیں: "حاجی مذکور کا یہ کہنا کہ ہم بریلی والوں کو نہیں مانتے، بے وجہ علما سے بیر کی کھلی دلیل ہے۔ ان تمام باتوں سے وہ شخص توبہ شرعیہ کرے ورنہ ہر مسلمان واقف حال اسے چھوڑ دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ تاج الشریعہ ج ۱ ص ۵۳۲)

فتاویٰ تاج الشریعہ میں فتوائے بریلی کے تعلق سے ایک سوال مذکور ہے جو کچھ اس طرح ہے: ایک بے ادب گمراہ فاسق ممبر پر چڑھ کر دوران تقریر میں پبلک کو اور جاہل (ان پڑھ) مسلمانوں کو بدگمان کرنے کے لئے یہ بولا کہ نہ میں بریلی کا فتویٰ مانتا ہوں نہ میں کانپور کا فتویٰ مانتا ہوں میں خود عالم ہوں جو کچھ میں کہتا ہوں اپنے علم سے کہتا ہوں اگر کوئی باپ کا بیٹا ہے تو میرے سامنے آئے تو اب کہنا یہ ہے کہ کانپور کا فتویٰ تو نہیں چلتا ہے مگر بریلی کا فتویٰ ہندوستان اور غیر ہندوستان بلکہ عربستان میں بھی چلتا ہے اور ہم مذہب اہلسنت کا نام تو غیر مذاہب نے بریلی پارٹی ہی رکھا ہے۔ اس بے ادب نے پردہ کرنے کے لئے کانپور کا نام لیا شرع مطہرہ کا ایسا کہنے والے پر کیا حکم ہے؟ تاج الشریعہ اس کے جواب میں رقمطراز ہیں:

"فتوائے شرعیہ کہیں کا ہو، اسے ماننا ضرور اور اس کا انکار حرام بدکام بدانجام ہے جس سے توبہ لازم ہے۔ اور

وہ انکار کفر یا گمراہی ہے۔ اگر فتوی میں مندرجہ کوئی امر ضروری دینی ہو تو اس کا انکار کفر ہے اور اگر اس کے علاوہ کوئی بات ہو تو انکار گمراہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم"

(فتاویٰ تاج الشریعہ ج ۱ص ۵۱۲/۵۱)

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اہلسنت خواہ مخواہ ہاتھ دھو کر اہل قبلہ کی تکفیر کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تاج الشریعہ نے اس تعلق سے بڑی دل لگتی بات سپرد قلم فرمائی ہے جو معترضین کے تابوت میں آخری کیل کی حیثیت رکھتی ہے ایک استفتا کے جواب میں لکھتے ہیں:

اہل قبلہ وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین کو مانتے ہیں ان کی تکفیر جائز نہیں۔ مگر یہ کہ ضروریات دین میں سے جو کسی کا انکار کرے اس کی تکفیر کی جائے گی، اور یہ علما کے درمیان متفق علیہ ہے۔ یہاں تک کہ وہابیہ منکرین کے مستند و معتمد انور شاہ کشمیری کو بھی اعتراف ہے کہ وہ "اکفار الملحدین من ضروریات دین" میں رقمطراز ہیں:

"بل التحقیق ان المراد باھل القبلۃ فی ھذہ القاعدۃ: ھم الذین لا ینکرون ضروریات الدین، لا من وجہ وجھہ الی القبلۃ فی الصلوۃ قال اللہ تعالیٰ: {لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق و المغرب و لکن البر من امن باللہ و الیوم الاخر} الخ. فمن انکر ضروریات الدین لم یبق من اھل القبلۃ. الخ. واللہ تعالیٰ اعلم"

(فتاویٰ تاج الشریعہ ج ۲ ص ۵۹)

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے تاج الشریعہ کے درجات بلند فرمائے، انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ان کے صاحبزادے کو ان کا سچا جانشین بنائے اور ہمیں مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم و دائم رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوۃ واکرم التسلیم۔

***

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ اور جامعۃ الرضا کا قیام

مولانا محمد مسیح الدین مرکزی بریلوی، تخصص فی الفقہ سال آخر، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

دور حاضر میں مدارس اسلامیہ کا تبلیغ و اشاعت میں جو اہم کردار رہا ہے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ہر ایک مکتبہ فکر نے اپنے اپنے افکار و تخیلات کو سادہ لوح مسلمانوں کے ذہن و دماغ میں بٹھانے کا کام انہیں مدارس کے ذریعہ کیا ہے۔ ماضی قریب میں جب باطل اقوام نے اپنے باطل نظریات کے علماء سوء کی ایک جماعت پیدا کی اور پھر ان علماء نے گھر گھر جا کر اپنے خود ساختہ باطل عقائد کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کی اور سادہ لوح مسلمانوں کو راہ حق سے بھٹکا کر اپنی فکر کا گرویدہ بنانا چاہا تو علماء اہل سنت نے اپنا فرض منصبی سمجھ کر باطل کا قلعہ قمع کرنے کے لئے اور اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنے کے لئے متعدد مقامات پر مدارس اسلامیہ کا قیام کیا اور قرآن و حدیث، اسلامی نظریات، بزرگان دین کی خدمات کے لعل و گہر کو چن کر میدان رشد و ہدایت میں ان باطل نظریات سے متاثر لوگوں کے لئے مشعل راہ بنا دیا۔ چونکہ یہ مدارس اتنی وسعت نہیں رکھتے تھے کہ اپنے نظریہ فکر کے ہزاروں مبلغ بیک وقت پیدا کر سکیں لہذا اس فکر جمیل کی تکمیل کے لئے مرکز کے وفادار اور مخلص احباب نے اپنی اس دیرینہ خواہش کا اظہار تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کی بارگاہ میں کیا جس سے آپ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور مرکز میں مرکز کی شایان شان ایک دینی قلعہ کی تعمیر اس کا نقشہ و ماڈل کی تیاری اور دیگر ضروریات کے لئے بنفس نفیس کوشاں رہے مگر آپ کی حیات ظاہری نے وفا نہ کی اور آپ اس دار فانی سے دار بقا کی جانب کوچ کر گئے۔ اور آپ کا یہ خواب ادھورا رہ گیا۔ لیکن عقیدتمندان مفتی اعظم ہند و جاں نثاران مرکز اہل سنت اس خواب کی تعبیر کے لئے برابر سعی فرماتے رہے اور حضور مفتی اعظم ہند کے اس خواب کی یاد دہانی کراتے ہوئے جانشین مفتی اعظم حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں اپنا عریضہ پیش کیا اور مصر ہوئے کہ مفتی اعظم کا یہ خواب حضور کے ہاتھوں شرمندۂ تعبیر ہو جاتا جس کی مرکز کو اشد ضرورت ہے۔ چنانچہ اس عظیم ذمہ داری کی انجام دہی کے لئے آپ نے حامی بھر لی اور تمام تر مصروفیات کے باوجود ہمہ تن گوش ہو کر اس کام کو پائے تکمیل تک پہنچانے کی بھرپور کوشش شروع کی۔

الحمد للہ وہ وقت بابرکت بھی بہت جلد آیا۔ سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی دعاؤں کے صدقے ۲۴ر صفر المظفر ۱۴۲۱ھ بمطابق ۲۹ر مئی ۲۰۰۰ء بروز پیر عرس رضوی کے مبارک و پر بہار موقع پر سہ پہر دن کی سعادت مند گھڑی میں آپ نے اپنے دست اقدس سے ملک و ملت کے نامور علماء کرام و مشائخ عظام اور ہزاروں محبان مرکز و عقیدت مندوں کی موجودگی میں اس دینی قلعہ کا سنگ بنیاد رکھا اور اس کا نام آبروئے اہل سنت حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ کے نام سے موسوم کیا گیا جس کو لوگ آج مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا کے نام سے یاد کرتے ہوئے فخر کرتے ہیں لہذا سنگ بنیاد کے بعد تعمیری کام مسلسل تین سال تک جاری و ساری رہا اور ۲۰۰۳ر کے آخر میں دو منزلہ خوبصورت، مضبوط و مستحکم عمارت یعنی درسگاہی بلڈنگ جس کو سینٹر بلڈنگ بھی کہا جاتا ہے تیار ہو گئی۔ اس عمارت میں کھلے ہوادار کمرے ہیں جن میں درس و تدریس کا اہم فریضہ انجام دیا جاتا

ہے اور ایک خوبصورت لائبریری ضخیم کتابوں سے لبریز ہونے کے ساتھ ساتھ مطالعہ کا بھی معقول انتظام ہے نیز ایک عمدہ و وسیع کانفرنس ہال جس میں میٹنگ اور نو پید مسائل پر سیمینار وغیرہ منعقد ہوتے ہیں۔اس کے علاوہ دارالافتاء، تخصص فی الفقہ، کمپیوٹر لیب ہارڈ ویئر و سافٹ ویئر لیب کا بھی انتظام کیا گیا ہے تا کہ طلباء کرام دینی تعلیم کے ساتھ عصری علوم سے بھی آراستہ و پیراستہ ہو کر ہر میدان میں کامیابی سے ہمکنار ہو سکیں۔

الحمدللہ یہ تمام کام بہت جلد پایۂ تکمیل کو پہنچے اور اسی سال (۲۰۰۳ء) جامعۃ الرضا کے تعلیمی دور کا آغاز حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی سرپرستی و سربراہی نیز شہزادۂ گرامی حضرت علامہ مولانا مفتی عسجد رضا خان مدظلہ العالی کی عمدہ نظامت میں ہوا۔ پہلے ہی سال ایک سو چالیس امیدوار اور دوسرے سال چار سو پینتیس طلباء کرام شریک داخلۂ امتحان ہوئے اور یوں ہی رفتہ رفتہ تشنگان علوم نبویہ بادۂ علم و حکمت کے جام سے اپنی تشنگی بجھانے کی غرض سے ملک و بیرون ملک سے جوق در جوق تشریف لانے لگے اور علم و حکمت کا یہ گلستاں لہلہانے لگا۔ یہاں تک کہ تعداد چار سو سے ایک ہزار تک پہنچ گئی۔ اس بڑھتی ہوئی تعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک دوسری عمارت کی ضرورت و حاجت شدت سے محسوس ہونے لگی۔ لہٰذا اسی ضرورت کی بنیاد پر ایسی عمارت کی تعمیر کا آغاز کیا گیا جو بیک وقت ہزار سے پندرہ سو طلباء کی رہائش کے لئے کافی ہو۔ ڈھائی تین سال کے طویل عرصہ تک اس عمارت کا کام پوری شد و مد کے ساتھ ہوتا رہا اور تیسرے سال کے درمیان میں اختتام پذیر ہوا۔ اس طرح حضور تاج الشریعہ اور جانشین حضور تاج الشریعہ علامہ عسجد رضا خان کی محنتوں اور کاوشوں سے ایک سو سات کمروں اور تین وسیع ہال پر مشتمل دیدہ زیب عمارت معرض وجود میں آئی۔ اور ہر کمرے میں طلباء کے لئے عمدہ رہائش کا انتظام و اہتمام کیا گیا۔ جس میں روشن دان، پنکھے، لائٹ، الماری اور بیڈ وغیرہ دیگر سہولیات موجود ہیں۔ اب چونکہ رہائش کے لئے الگ عمارت قائم ہو گئی تو طلباء تعلیمی اوقات میں درسگاہی عمارت میں درس میں مشغول رہتے اور اس کے علاوہ اوقات ہاسٹل میں بسر کرتے ہیں۔ پھر تعمیر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے باب رضا کی طرف توجہ مرکوز کی گئی اور ایک عمدہ نقش و نگار کے ساتھ نئے رنگ و آہنگ میں باب رضا کی تعمیر کا آغاز کیا گیا۔ اور پوری محنت و لگن کے ساتھ اس کام کو اختتام پذیر کرنے کی سعی کی گئیں۔ لیکن چونکہ یہ تعمیر بھی کوئی معمولی کام نہیں تھا جس کو چند ایام میں منزل مقصود تک پہنچایا جا سکے۔ لہٰذا حضور تاج الشریعہ کی محنتوں اور شہزادۂ گرامی وقار کی توجہ اور حضور مفتی اعظم کی دعاؤں سے بفضلہ تعالیٰ ڈیڑھ دو سال میں یہ کام بھی مکمل ہو گیا۔

جامعہ کی سرگرمیوں کے مدنظر مستقبل کے منصوبوں کو نظر انداز کئے بغیر مسجد کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے باب رضا سے متصل ۱۹ر جنوری ۲۰۱۲ء بروز جمعرات بعد نماز ظہر دنیائے سنیت کی عبقری شخصیت حضور تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ نے حضور محدث کبیر اور دیگر مشائخ کرام و علماء اسلام مریدین و متوسلین کی موجودگی میں جامع مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ احسان اور شکر ہے کہ شر پسندوں کی رخنہ اندازی کے باوجود اس مبارک و مسعود کام میں ذرہ برابر کوئی رکاوٹ نہ آئی اور یہ کام شروع ہوا۔ اب ان شاء اللہ بہت جلد ہندستان کی یہ سب سے خوبصورت مسجد لوگوں کی نگاہوں کو خیرہ کردے گی۔

اس طرح تعمیر کے ساتھ ساتھ تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری ہوئے تقریباً اٹھارہ برس ہو گئے اور اس قلیل مدت میں جامعہ ملک کی ایک معیاری درسگاہ بن کر ابھرا جو کہ اپنے نظام، نصاب تعلیم اور طریقۂ تعلیم کی بنیاد پر عوام و خواص کا مرکز نگاہ اور مسلک اعلیٰ حضرت کا

سچا پاسبان ونگہبان ہے۔ الحمد للہ جامعہ ہر سال کم وبیش ڈیڑھ سو علماء کرام وحفاظ عظام کی ٹیم تیار کرتا ہے اور ان فارغین کی ذوق طبع کے مطابق ملک وبیرون ملک تبلیغ دین متین اور مسلک اعلی حضرت کی نشر واشاعت کے لئے جگہ فراہم کرتا ہے۔ جو طلباء مزید تعلیم کے خواہاں ہوتے ہیں انہیں ہندوستان کی دیگر اعلی جامعات جیسے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، جامعہ ملیہ یونیورسٹی، اور بیرون ملک جامعہ ازہر قاہرہ مصر وغیرہ میں داخلہ فراہم کراتا ہے یوں ہی طلباء کے ذوق کی خاطر جامعہ میں طلباء کے مابین مشاعرہ اور خطابی مسابقہ اور بزم ازہری کا انعقاد کیا جاتا ہے جس سے طلباء کے اندر انداز خطابت وشعر وشاعری کی صلاحیت کو اجاگر کرنا مقصود ہوتا ہے۔

بہر حال یہ سب کام اتنی قلیل مدت میں ممکن نہ تھے مگر حضور تاج الشریعہ کی دینی خدمات کے جذبہ اور انتھک کوششوں نے یہ منزل بہت جلد طے کر لی اور آج جامعہ ملک وبیرون ملک محتاج تعارف نہیں یوں تو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنی قلیل عمر میں ملت اسلامیہ اور مسلمانان اہل سنت کے لئے بہت سارے کارہائے نمایاں انجام دیئے ان کارہائے نمایاں میں سر فہرست اور چمکتا دمکتا کام جامعۃ الرضا کا قیام ہے جس سے اہل سنت کا ایک بڑا طبقہ فیضیاب اور اپنی علمی تشنگی کو بجھا رہا ہے اور بجھاتا رہے گا۔ رہتی دنیا تک یہ دین کا عظیم قلعہ مسلک اعلی حضرت جو کہ درحقیقت مسلک اہل سنت وجماعت ہے کی نشر واشاعت میں عظیم خدمات انجام دیتا رہے گا اور دین کے عظیم مبلغ، رہنما، پیشوا، تیار کرتا رہے گا جس سے مذہب اسلام کی عظیم خدمات ہوتی رہیں گی۔ بفضلہ تعالی اس جامعہ سے فارغ ہونے والے طلباء ہر میدان میں کامیابی سے ہمکنار ہوتے رہے ہیں۔ چاہے وہ کوئی بھی میدان کیوں نہ ہو۔ اللہ رب العزت حضور تاج الشریعہ کے فیضان سے تمام اہل سنت کو مالا مال فرمائیں اور حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے درجات میں بلندیاں عطا فرمائے۔ اہل خانہ کو بالخصوص اور تمام مریدین ومتوسلین کو بالعموم صبر جمیل عطا فرمائے۔ حضرت کے اس چمن کو ہمیشہ دین متین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور حضور تاج الشریعہ کے مشن کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کار خیر میں جس جس نے تن من دھن سے سعی جمیل کی ہے ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین یارب العالمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم۔

***

حضور تاج الشریعہ حیات وخدمات کے آئینے میں

زاہد انور قادری رضوی دوہوسو اسلام پور ویسٹ بنگال

خدا کے نام سے مضمون کا آغاز کرتا ہوں
وہی رب ہے میں اس کے ہی کرم پر ناز کرتا ہوں

مجھے کیا فکر ہو اختر میرے یاور ہیں وہ یاور
بلاؤں کو جو میری خود گرفتار بلا کر دے

ولادت باسعادت: تاج الشریعہ جانشین حضور مفتی اعظم ہند مفتی الحاج الشاہ محمد اختر رضا خان ازہری قادری بن مفسر اعظم ہند محمد ابراہیم رضا خان جیلانی بن حجۃ الاسلام حامد رضا خان بن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی ۲۵ رفروری ۱۹۴۲ء محلہ سوداگران بریلی شریف میں متولد ہوئے۔

تسمیہ خوانی: وارث علوم اعلیٰ حضرت کی عمر شریف جب چار سال چار ماہ چار دن ہوئی تو والد ماجد مفسر اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی بریلوی نے تقریب بسم اللہ خوانی منعقد کی اور اس میں دار العلوم منظر اسلام کے جملہ طلبہ کی دعوت دی۔ حضور مفتی اعظم ہند آل رحمن ابوالبرکات محی الدین مصطفی رضا خان نوری، بریلوی قدس سرہ نے رسم بسم اللہ ادا کرائی اور محمد نام پر عقیقہ ہوا، پکارنے کا نام محمد اسماعیل رضا اور عرف محمد اختر رضا تجویز فرمایا۔ حضور مفتی اعظم ہند کی صاحبزادی یعنی جانشین مفتی اعظم ہند کی والدہ ماجدہ نے تعلیم وتربیت کا خاص طور پر خیال رکھا۔ کیونکہ نانا جان کا صحیح جانشیں اسی نواسے کو مستقبل میں بننا تھا اور ساری توقعات انہیں سے وابستہ تھیں، اسی لئے نانا جان حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی دعائیں بھی آپ کے حق میں نکلتی رہیں۔

فقیہ اسلام علامہ مفتی محمد اسماعیل رضا خان معروف بہ تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان ازہری قادری بریلوی ابن مفسر اعظم ہند (حجۃ الاسلام کے پوتے اعلیٰ حضرت کے پرپوتے اور مفتی اعظم ہند کے نواسے) علیہ الرحمۃ والرضوان خاص طور سے ممتاز حیثیت کے مالک تھے، تاج الشریعہ بدر الطریقہ بقیۃ السلف، حجۃ الخلف مفسر ومحدث فقیہ ومفتی، ادیب وشاعر، جامع شریعت وطریقت، صاحب زہد وتقویٰ، صاحب کشف وکرامت مصنف ومولف، خطیب، مناظر اور متکلم ومحشی تھے۔ دور حاضر میں وہ ولایت کے اس منصب عظیم پر فائز تھے کہ جس سے مخاصمت ودشمنی میں ایمان کا خطرہ ہے۔ جانشین مفتی اعظم ہند علمی وروحانی دنیا میں مشار الیہ ومعتمد ومستند مرجع علماء وفقہاء اور مشائخ وصوفیا وصالحین تھے اور حضور اختر رضا اسلامی عقائد ونظریات اور افکار کو زندہ وتابندہ رکھا، درس رضا، فقہ رضا، عشق رضا، فکر رضا اور عمل رضا سے قوم کو روشناس کیا اور ان سب کی تبلیغ واشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا اور کنبہ رضا کے علمی و

دینی پلیٹ فارم سے اپنے عصر میں قوم وملت کی بھر پور نمائندگی کی اور اپنی زریں خدمات سے اور ایسی غیر معمولی شہرت ومقبولیت حاصل کی جس کی نظیر آج دنیا میں نہیں ملتی۔

بقول محدث کبیر مدظلہ العالی: جامع ازہر کے دور تحصیل میں جب آپ کا عربی کلام ازہر کے شیوخ سنتے تو کلام کی سلاست ونزاکت اور حسن وترتیب پر جھوم اٹھتے اور کہتے تھے کہ یہ کلام کسی غیر عربی کا محسوس ہی نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو کئی زبانوں پر ملکۂ خاص عطا فرمایا ہے اردو زبان تو آپ کی گھریلو زبان ہے اور عربی آپ کی مذہبی زبان ہے ان دونوں زبانوں میں آپ کو خصوصی ملکہ حاصل ہے جس پر آپ کی اردو وعربی نعتیہ شاعری شاہد عادل ہے۔ عالم اسلام کے عظیم عالم ومفتی رضویوں کی جان اہل سنت کی پہچان حضور تاج الشریعہ کا وصال پوری دنیائے سنیت کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے، حضرت کے علمی کمالات تو اپنی جگہ ان کا چہرہ ہی مبلغ تھا کہیں جانے پر تعارف کرانے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی، فی زمانہ علم وتقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار خوبیوں کا مالک بنایا تھا، دنیا کے ہر میدان میں اپنی قابلیت اور خداداد صلاحیت سے لوگوں کو مسحور فرمایا۔

عصر حاضر میں اعلیٰ حضرت کے علوم وفنون کے سچے وارث اور حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم کے صحیح جانشین، روحانیت کے تاجدار مسند برکاتیت کے رمز شناس، رضویات کے امین تاج الشریعہ فقیہ اسلام، قاضی القضاۃ فی الہند علامہ اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمہ تھے جو اہل سنت والجماعت کے عالمی سطح پر علمی ودینی، اعتقادی وفکری، قیادت ورہبری فرما رہے تھے۔ جن کے آفتاب بصیرت واقبال کی کرنیں سارے عالم کو روشن ومنور کر رہی تھی۔

زبان خلق پر نغمہ مرے تاج الشریعہ کا
ہے رتبہ فکر سے بالا مرے تاج الشریعہ کا

حدیث وفقہ ہو فتویٰ نویسی ہو تصوف
ہر اک محفل میں ہے چرچا مرے تاج الشریعہ کا

حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات سے جس فرد کو نسبت کا شرف حاصل ہو جائے وہ خدا کا مقبول ومحبوب بندہ ہو جایا کرتا ہے، خلفائے اربعہ اصحاب رسول اکرم اور اہل بیت اطہار، آسمان رشد وہدایت پر آفتاب نبوت ورسالت کے پھیلے ہوئے مختلف مہ وانجم ہیں، اسی طرح ان مقدس ومتبرک ہستیوں سے جن کا رابطہ ہو گیا وہ شخص بھی پاک ومقبول ہو گئے، اس روحانیت کی دنیا میں کوئی فرد ابدال کے مرتبہ اعلیٰ سے مشرف ہوا، تو کوئی منصب غوثیت جلیلہ پر فائز ہوا ان اولیاء اللہ کی شان ارفع دیکھئے کہ چور بنکر آیا قطب بن کر واپس گیا، جن اصحاب امت نے ان اسلاف واخلاف کی غلامی سے فیض حاصل کیا وہ ولی اکمل صاحب کشف وکرامت بزرگ اور عارف باللہ بن گئے۔ نظام قدرت کے تحت یہ بات ظاہر وباہر ہے کہ خدا کا ولی اپنے وقت کے شاہ اور حاکم وقت ہوتا ہے اس کی ظاہری کیفیت یہ ہوتی ہے کہ دست بظاہر تنگ اور خالی نظر آتا ہے مگر بے حد نعمت خداوندی سے پر ہوتا ہے، جسم ناتواں لگتا ہے مگر اس سے معروف زمانہ پہلوان اور بلند وبالا پہاڑ لرزتا ہوا نظر آتا ہے یہ درویشانہ زندگی بسر کرنے والے خود چٹائی پر بیٹھے ہوئے نظر آتے ہیں، مگر دنیوی تخت وتاج کے بادشاہ اور وزرائے اعظم ان کے قدموں پر سرنگوں کرتے ہیں ان کی نگاہ ایک طرف کے آخری حصہ تحت الثریٰ کی گہرائیوں تک پہنچتی ہے تو دوسری طرف عرش بریں کی بے پناہ وسعتوں کو چھوٹی نظر آتی

ہے ان اولیائے کرام کے مبارک کانوں پر قدرت خداوندی کا کلام پہنچتا ہے ہر ہر قدم، ہر لمحہ، ہر لحظہ مرضی الٰہی ومنشاء خداوندی کے تابع ہوتا ہے۔ ان کا قلب وصدر علوم الٰہیہ کا خزانہ ہوتا ہے جو مخلوقات کے عزم وارادوں کو خوب پہچان لیتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہی اولیاء اللہ ومقبولان بارگاہ کی طرح پیر طریقت رہبر شریعت عارف باللہ، قطب الارشاد جانشین حضور مفتی اعظم ہند حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کو منتخب فرمایا اور انہیں اپنا محبوب ومقبول بندہ بنایا اور یہ سب صدقہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ جن کے نظر کرم اور لطف وعنایت نے حضور تاج الشریعہ کے انوار وتجلیات کو عالم اسلام کے چپے چپے اور گلی گلی میں روشن منور کر رکھا ہے۔

ہے سنیوں کے لئے موت عید سے بہتر
حضور قبر میں تشریف لانے والے ہیں

٭٭٭

فیضان تاج الشریعہ

از مولانا محمد عظیم الزماں قادری، خانقاہ محبوبیہ مولانا گلی شہزاد پور اکبر پور، امبیڈکر نگر، یوپی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

دیوانگان عشق محمد کو دیکھ کر — گھبرائی ہے گردش دوراں کبھی کبھی
مٹادے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے — یہ دانہ خاک میں مل کر گل گلزار ہوتا ہے

حضرات۔ آج کے اس پرفتن اور پراگندہ ماحول میں انسان کا صفحۂ ہستی پر سانس لینا کس قدر مشکل ہوگیا ہے کہ قدم قدم پر رکاوٹیں۔ بندشیں، تمکنانیت، بے رحمی، بدخلقی، بے راہ روی عام سے عام تر ہوتی جارہی ہے۔ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے نظر آرہے ہیں۔ بھائی بھائی کا دشمن بنا ہوا ہے۔ بیٹا باپ کا دشمن بنا ہوا ہے۔ میاں بیوی میں منافرت کی بو پائی جارہی ہے۔ ہر کس وناکس منافرت کی آگ میں جھلسا ہوا نظر آرہا ہے۔ ایسے تندوتاریک ماحول میں بندہ خدا کا زندگی گزارنا کتنا مشکل ترین امر معلوم ہوتا ہے۔ انسان کی سوچ وفکر کو کن کن کٹھنائیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جن کو دیکھ کر انسان کے قدم لغزش کھا جاتے ہیں انسان اپنے قدم کو پیچھے ہٹانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اور شیطانیت غالب آجاتی ہے تو بندہ گمراہیوں کے عمیق دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے اسکی زندگی اجیرن ہوجاتی ہے اور وہ فنا کے گھاٹ اتر جاتا ہے لیکن انہی بندگان خدا میں اللہ کے کچھ نیک بندے ایسے بھی ہیں جنھوں نے اپنی زندگی کو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کا نصب العین بنالیا ہے جنھوں نے اپنا رشتہ اللہ اور اس کے رسول سے جوڑ لیا ہے جن کا ہر ہر قدم اٹھتا ہے تو اللہ اور اسکے رسول کی مرضی کے موافق اٹھتا ہے سوتا ہے تو اللہ اور رسول کی یاد میں سوتا ہے جاگتا ہے تو اللہ ورسول کی یاد میں جاگتا ہے چلتا ہے تو مصطفی کے طریقے پر چلتا ہے بولتا ہے تو رحمت عالم کے طریقے پر بولتا ہے غرضیکہ بندۂ مومن کا ہر ہر قدم اللہ اور اس کے رسول کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے تو ایسے ہی نیک بندوں پر اللہ اور اس کے رسول کی رحمتیں نازل ہوا کرتی ہیں جب بندہ اللہ اور اس کے رسول کی یاد میں محو ومستغرق ہوجاتا ہے تو اسکی زندگی عام انسانوں کی سی نہیں رہتی بلکہ حدیث پاک کے مطابق من کان للہ کان اللہ لہ کی مصداق ہوجایا کرتی ہے یعنی اللہ اسکا ہوجاتا ہے اور وہ اللہ کے ہوجاتے ہیں اور ایسے ہی بندوں کے لئے اللہ تبارک وتعالی کلام مقدس میں ارشاد فرماتا ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ کہ جس نے اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کی بلاشبہ اللہ والوں نے اپنے قلب وجگر کو اللہ اس کے رسول کی یاد سے منور ومجلی کرلیا اور اپنی زندگی کو اللہ کی راہ میں قربان کردیا تو اللہ نے اپنے بندوں کو ان کی طرف مائل کردیا تو وہ ان سے محبت کرنے لگے یہی وجہ ہے کہ ان بندگان خدا نے اگر اپنا مسکن جنگلوں، پہاڑوں اور بیابانوں میں بنالیا ہے

پھر بھی دنیا انکے ارد گرد گھوما کرتی ہے اور ان کے در سے فیضیاب ہوتی رہتی ہے اسلئے کہ ان کی بارگاہوں میں سکون ہے اطمینان ہے روحانیت وعرفانیت ہے بلا کسی تمہید وتمثیل کے ان اللہ والوں کے مراتب اور عظمت وشان ورفعت تو ارفع واعلیٰ ہیں ہی لیکن ان سے جو وابستہ ہو گیا وہ بھی ارفع واعلیٰ ہو گیا۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا　　　ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

حضرات انہی نفوس قدسیہ میں ایک ذات بابرکات اور پاکیزہ ذات مرشدی آقائی وملجائی الشاہ علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری میاں صاحب قبلہ کی ہے جن کے قدموں کی برکت کا ماوشما تو کیا غیروں نے اعتراف کیا ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میرے آقا حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان ناگپور کی سرزمین پر کسی پروگرام کے لئے اپنی گاڑی سے جارہے تھے راستے میں گاڑی بگڑ گئی ہر چند لوگوں نے بنانے کی کوشش کی مگر گاڑی نہ بن سکی میرے تاج الشریعہ نے کہا چلو پیدل چلتے ہیں لوگوں نے کہا حضور رکیں آپ نے کہا نہیں آپ گاڑی سے اتر گئے اور پیدل چلنے لگے ابھی کچھ ہی دور چلے ہونگے کہ لوگ یکے بعد دیگرے آتے گئے لوگوں کو معلوم ہوا کہ بریلی شریف کے خاندان رضا کا ایک شہزادہ جسے دنیا ازہری میاں کے نام سے جانتی ہے وہ تشریف لارہے ہیں دیکھتے ہی دیکھتے مجمع کثیر ہو گیا کئی کئی گاڑیاں آگئیں لوگوں نے کہا حضور گاڑی پر چلتے ہیں آپ نے فرمایا نہیں پیدل ہی چلیں گے کچھ ہی دور پہونچے ہونگے کہ لوگوں کا جم غفیر جمع ہو گیا ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے روئے زمین پر مہ کامل اتر پڑا ہو اللہ اللہ میرے تاج الشریعہ کی یہ شان تھی کہ جس طرف نکل جاتے بغیر کسی تشہیر واعلان کے آپ کے جمال جہاں آرا کے دیدار کے لئے بھیڑ امنڈ پڑتی اور دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں پروانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر اکٹھا ہو جاتا جس جگہ جس گھر میں قدم رنجہ فرماتے وہ جگہ وہ گھر وہ فضا معطر ومشکبار ہو جاتی دیکھنے والوں کی نظریں خیرہ ہو جاتیں جو دیکھتا یہی کہتا واللہ یہ کوئی عام انسان نہیں ہے یہ اللہ کا ولی معلوم ہوتا ہے چہرے پر اللہ نے وہ نورانیت بخشی تھی جو ایک بار چہرۂ زیبا کو دیکھ لیتا آپ کا اسیر ہو جاتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ میرے تاج الشریعہ کے مزار پرانوار پر رحمت کی موسلا دھار بارش برسائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

وصال پرملال: ماوائی وملجائی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے وصال کی خبر جونہی ملی دل غمگین ہو گیا آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے دل یہی کہہ رہا تھا کہ کاش پر ہوتا تو فوراً آپ کے در اقدس پر پہونچ کر اپنے غمگین دل کو آپ کے دیدار پرانوار سے جلا بخشتا ابھی یہ تڑپ ہو ہی رہی تھی کہ عشاء کی نماز مسجد میں پڑھ کر فوراً گھر لوٹا ہی تھا کہ بچوں نے بڑی عقیدت ومحبت سے کہا کہ ابا حضور بریلی شریف کے لئے جلد تیار ہو جایئے ٹرین آنے والی ہے بچوں نے بیگ تیار کیا میں سفر کے لئے نکل گیا ساتھ میں میرے بھتیجے حافظ فصیح الزماں بھی ہو لئے سنیچر کی صبح کو بریلی شریف اپنے جائے مقام پر پہونچنے سے پہلے کمار ٹاکیز کے پیچھے کھاتے والی مسجد میں نماز فجر ادا کی بعدہٗ گھر پہونچے ہمارے محسن کرم فرما حافظ محمد رفیع صاحب نوری بنارسی نے بڑی عقیدت ومحبت سے چائے ناشتہ کرایا، ہمارے حافظ صاحب بڑے فیاض خوش مزاج اخلاق مند ہیں ویسے بھی ہر سال عرس اعلیٰ حضرت پر بڑی فراخ دلی کا ثبوت پیش کرتے ہیں صبح شام کھانے کا اچھا انتظام کرتے ہیں اللہ انھیں مزید حوصلہ عطا فرمائے خوب برکت دے بہر حال ہم دونوں چچا بھتیجے فوراً تاج الشریعہ کے دیدار کے لئے تیار ہو گئے ہم لوگوں نے ادھر اُدھر مڑ کر نہیں دیکھا کہ کیا ہو رہا ہے اور کیا کرنا ہے بس ایک ہی دھن تھی دیدار تاج الشریعہ ایسا لگ رہا تھا کہ میرے آقا تاج الشریعہ مجھے کھینچ رہے ہیں راستہ جانا پہچانا تھا جب اسلامیہ

انٹر کالج کے گراؤنڈ سے آگے بڑھے دیکھا عاشقان تاج الشریعہ کا ٹھاٹھیں مارتا مجمع صف بستہ اپنے محسن کی آخری دیدار کے لئے کھڑا ہے کہیں سے آگے بڑھنے کے لئے کوئی گنجائش نہیں تھی ناگاہ میرے آقا تاج الشریعہ نے میری رہنمائی فرمائی دل نے آواز دی عظیم الزماں قادری آجاؤ راستہ بدل کر گلی کے راستے سے آجاؤ گلی کے راستے جب روڈ پر پہونچے تو دیکھا روڈ پر مجمع اس قدر ہے کہ کسی کے بس میں نہیں آرہا تھا ہر طرف بستی بستی قریہ قریہ تاج الشریعہ تاج الشریعہ کا نعرہ بلند ہو رہا تھا لوگ اللہ اکبر کی صدائیں لگا رہے تھے ذکر و اذکار میں مشغول تھے میں بھی صف میں دست بستہ کھڑا ہو گیا گھنٹوں کھڑا رہا پھر میرے آقا تاج الشریعہ نے کرم فرمایا میں نے صف کو چیر کر آگے بڑھنے کا ارادہ کیا فوراً ایک صاحب خیر نے آواز دی آیئے حضور آیئے میرے لئے انھوں نے راستہ کھول دیا آگے بڑھتا گیا بلیاں کھلتی گئیں ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے میرے تاج الشریعہ نے اپنے جمال جہاں آرا کی ایک جھلک مجھ کمینے کے چہرے پر ڈال دی ہو کہ جو دیکھ رہا ہے گرویدہ ہوتا جارہا ہے اور زبان سے یہی کہہ رہا ہے آیئے حضور آیئے قسم خدا کی میرے تاج الشریعہ نے مجھ پر ایسا کرم کیا کہ میں سوچ نہیں سکتا میں سر جھکائے آگے بڑھتا گیا راستہ کھلتا گیا راستے میں رضا کاروں کا ہجوم بھی تھا پولس عملہ بھی تھا کسی نے یہ نہیں کہا او مولانا صاحب آپ صف کو توڑ کر کہاں جا رہے ہیں آپ اندر کیوں گھس رہے ہیں بلکہ جو دیکھ رہا ہے یہی کہہ رہا ہے آیئے حضور آیئے یہاں تک کہ میں مسجد اعلیٰ حضرت تک پہونچ گیا مجمع اس قدر تھا کہ کسی کے بس میں نہ تھا میں نے ادھر ادھر ہاتھ پیر مارنا چاہا کہ اچانک مجمع سے ایک خادم تاج الشریعہ نے بیچ سے راستہ چیر کر مجھے دائیں جانب کر دیا تو میں دوکان کے سہارے سے کاشانہ تاج الشریعہ کے قریب پہونچ گیا وہاں بھی لوگوں نے اندر آنے کی اجازت دی دل کھنچا جا رہا تھا آخر وہ وقت سعید آپہونچا کہ میں حضور تاج الشریعہ کے دیدار پر انوار سے مشرف ہوا مجھے ایسا لگا کہ میرے آقا تاج الشریعہ نے مجھے ایک نظر دیکھ لی ہو بس کیا تھا آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی بہہ رہی تھی کچھ توقف کے بعد پیچھے کی جانب سے نکلا گیا عورتوں کا جم غفیر تھا غمناک آنکھوں سے آنسو پونچھتا ہوا گلی کی شناخت بھول گیا کافی دور جانے کے بعد راستہ دریافت کرنے کے بعد منزل تک پہونچا ابھی کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ بادل نے انگڑائی لی موسم نے رخ بدلا جھوم کر برکھا ہوئی اس سے قبل بریلی واطراف میں اتنی زوردار بارش پورے موسم میں نہیں ہوئی تھی پوری فضا سوگوار تھی اس عالم ربانی کا دنیا سے کوچ کرنا کتنا عظیم سانحہ تھا کہ جس کو دنیا پورا نہیں کر سکتی اس لئے کہ ایک عالم کی موت عالم کی موت ہوا کرتی ہے۔ مسلسل دو تین گھنٹے بارش ہوئی بریلی کا ذرہ ذرہ سرسبز وشاداب ہو گیا یہ بادل کا برسنا کیا تھا دراصل آسمان رو رہا تھا دیواریں رو رہی تھیں ہر کس وناکس فراق تاج الشریعہ میں غمناک تھا۔

حضرات! کچھ دیر آرام کرنے کے بعد ظہر اور عصر کی نماز ادا کی بعدہٗ پھر دل میں تڑپ پیدا ہوئی چلو ایک مرتبہ اور زیارت کر لیتے ہیں یہ ارادہ کر کے گلی کے راستے روڈ پر آئے مجمع صبح سے کہیں زیادہ تھا ہر طرف سے دیکھا کہیں بس نہیں چل رہا تھا ہم نے بھتیجے سے کہا بابو فصیح الزماں اب بہت مشکل ہے زیارت کرنا۔ لیکن واہ میرے آقا تاج الشریعہ نے پھر ایسا کرم کیا میں سوچ نہ سکا رضا کاروں کا پہرہ لگا ہوا ہے کروڑوں کا مجمع ہے لوگ صف میں لائن لگائے ہوئے ہیں کہیں سے جانے نہیں دے رہے تھے میں نے ایک صاحب سے کہا بھائی تھوڑی جگہ دے دیجئے انھوں نے میرے لئے راستہ کھول دیا ہم لوگ سر نیچے کئے ہوئے حضور تاج الشریعہ کی گلی تک پہونچ گئے مجمع کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ آگے جانے کا کوئی راستہ نہ تھا ایک طالب علم کو گلی کی طرف جاتے

دیکھا میں نے پوچھا بیٹے ادھر کیا ہے بچے نے کہا یہی تو ازہری گیسٹ ہاؤس ہے یہیں پر آپ کا مدفن ہے ہم لوگ آگے بڑھے اور دیکھا کہ دیوانوں کا ہجوم یہاں بھی لگا ہوا ہے۔ دروازے پر بھیڑ لگی ہوئی لوگ قبر منور کو دیکھنے کے لئے بیتاب ہیں کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی میں نے دروازے پر دستک دی تو اندر سے لوگوں نے درواز ہ کھول دیا اور کہا آیئے حضور آیئے ہم لوگ اندر چلے گئے عجیب سماں تھا خادمان تاج الشریعہ کا اژدحام تھا ہر طرف نور بکھرا ہوا تھا قبر منور تیار ہو رہی تھی ہر شخص فراق یار میں گم تھا عشق نے آواز دی عظیم الزماں قادری تم بھی اپنے آقا کی آرام گاہ کے لئے اپنے ہاتھوں سے کچھ اینٹ اور مورنگ پیش کر کے اپنی عاقبت کے لئے کچھ کر لو چنانچہ میں نے بھی اینٹ اور مورنگ وغیرہ تھما کر اپنے لئے سعادتوں کا ایک ذخیرہ تیار کر لیا تاکہ کل قیامت کے دن تاج الشریعہ کے دیوانوں میں میرا بھی نام رہے آقا فرمادیں کہ یہ تو میرا دیوانہ ہے۔

بعدہٗ ازہری گیسٹ ہاؤس سے نکل کر پھر گلی میں آ گئے مجمع کھچا کھچ بھرا تھا آگے جانے کے لئے کوئی راستہ نہ تھا مجمع سے ایک صاحب خیر نے آواز دی ہم لوگ ساتھ ہو کر دائیں جانب نکلتے ہوئے کاشانہ تاج الشریعہ پر پہونچ گئے دل کی دھڑکنیں تیز تھیں دل رو رہا تھا آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب تھا لبوں پر ہچکیاں تھیں آہ میرے تاج الشریعہ کا چہرہ رہا میری نظروں کے سامنے تھا ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ میرے آقا تاج الشریعہ مجھے دیکھ رہے ہیں بہرکیف ہم لوگ زیارت کر کے پیچھے گلی کے راستے سے نکل گئے جامعہ منظر اسلام کے پاس بی بی کی مسجد میں نماز مغرب ادا کی بعدہٗ قیام گاہ پر پہونچے صبح نمودار ہوئی فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد چائے وغیرہ پی کر اسلامیا انٹر کالج کے قریب پہونچے دیوانوں کا ہجوم تھا گاڑیوں کی ریل پیل تھی ہر طرف سے عشاقان تاج الشریعہ چلے آرہے تھی کوئی روڈ کوئی گلی کوئی مکان خالی نہیں تھا جہاں لوگ نہ بھرے ہوں غرضیکہ بریلی میں دیوانوں کا ایک سمندر تھا کچھ ہی دیر میں پورا میدان بھر گیا ہر طرف اللہ اللہ کا نعرہ بلند تھا لبوں پر تاج الشریعہ کے ترانے تھے۔ لوگ صبح سے صف لگائے ہوئے نماز جنازہ کے لئے کھڑے منتظر تھے جنازہ صبح ۸ ربجے کاشانہ تاج الشریعہ سے نکل کر چو پلہ ہوتے ہوئے بڑے روڈ سے ہو کر ۱۰ ربجے پولیس چوکی پہونچا، ٹھیک ۱۱ ربجے آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی جنازے میں کروڑوں کا مجمع تھا آج تک اتنا بڑا مجمع بریلی واطراف میں نہیں دیکھا گیا یہ میرے آقا تاج الشریعہ کی زندہ کرامت ہی تو ہے کہ کشاں کشاں لوگ چلے آرہے تھے یہ کرامت نہیں تو اور کیا ہے۔

حضرات آپ کی کرم فرمائیوں کا کیا کہنا زمانہ تو معترف ومداح ہے ہی نہ جانے کتنوں پر کرم کا بادل برسا اور برس رہا ہے لیکن مجھ حقیر فقیر احقر پر جس قدر کرم فرمایاں ہوئیں تادم زیست اسے فراموش کرنا تو دور کی بات آب زر سے لکھنے کے قابل ہے حضرات یہ کوئی مبالغہ آرائی نہیں یہ دل کی کیفیت ہے جو زبان گویا ہے میں خود حیرت واستعجاب سے سمندر میں غوطہ زن ہوں کہ واللہ میرے آقا تاج الشریعہ نے میری ہر ہر قدم پر کس طرح رہنمائی فرمائی ہے اور اپنے دیدار پرانوار سے مشرف فرمار ہے ہیں خود میں سوچ نہیں سکتا۔ یوں تو ہر سال عرس اعلیٰ حضرت میں آپ کے دیدار پرانوار سے فیضیاب ہوتا رہا اور یہیں تک نہیں بلکہ ابھی چند مہینے قبل ماضی قریب میں بچوں کے ساتھ آپ کے دردولت پر بیعت کے ارادے سے حاضر ہوا اور بچیوں کو آپ کے دست اقدس پر بیعت کرایا غالباً نماز مغرب کا وقت ہونے جا رہا تھا آپ ضرورت کے لئے استنجا خانہ کی طرف جا رہے تھے بڑی بچی نے عرض کیا حضور بچی کے سر پر ہاتھ پھیر دیں میرے آقا تاج الشریعہ نے چھوٹی بچی کے سر پر ہاتھ پھیرا اور خوب دعائیں دیں اس دعا کا یہ اثر ہوا

کہ بچی بہت کم گو تھی آپ کی دعاؤں کی برکت سے بڑی ذہین وفطین ہوگئی بچیوں کا نصیبہ جگ گیا یہ بچیاں عالمہ فاضلہ مفتیہ بن کر والدین کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور بن گئیں اور اپنے قلب وجگر کو منور ومجلی کرلیا اور ہمیشہ کے لئے شریعت مطہرہ کی پابند عہد ہو گئیں اور علمی کمالات سے جامعہ کلیات البنات الامجدیہ کے وسیع صحن میں زیر سایہ کرم پیر طریقت حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ امجدی وعلامہ علاء المصطفیٰ صاحب امجدی اور تمامی معلمات کی دعاؤں سے درس وتدریس کا کام انجام دے رہی ہیں اللہ انکے علم وعمل وعمر میں برکتیں عطا فرمائے اور ان کے مراتب کو اور بلند کرے۔ ساتھ ہی میرے محسن کرم فرما برادر اکبر حافظ ہدایت اللہ اویسی و ماسٹر معراج ایوبی اویسی وجملہ محبین صاحبان کی طرف سے بارگاہ تاج الشریعہ میں عقیدت بھرا اسلام پیش ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تاج الشریعہ کے صدقے میں سب کو خیروآباد رکھے آپ کے فیضان سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین

جتنا دیا سرکار نے مجھ کو اتنی میری اوقات نہیں　　　یہ تو کرم ہے ان کا ورنہ مجھ میں تو ایسی بات نہیں

***

تاج الشریعہ اور خانوادۂ رضویہ کی علمی قیادت

مفتی محمد فخر الدین چشتی، رضا نگر، مہاڈا کالونی، بھیونڈی

خانوادہ رضویہ، بریلی شریف کے چشم و چراغ، تاج الشریعہ، بدر الطریقہ، قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری علیہ الرحمہ کی ذات علمائے کرام اور مشائخ عظام کے درمیان ایسے ہی ممتاز اور نمایاں ہے جیسے چودہویں کا چاند ستاروں کی انجمن میں ممتاز اور نمایاں ہوتا ہے۔

حضور تاج الشریعہ نے خانوادۂ رضویہ کی تقریباً دو سو سالہ علمی او رروحانی قیادت کی علم برداری کا فریضہ کما حقہ ادا کیا ہے۔ آپ نے راہ سلوک کے مسافروں کی رہنمائی فرمائی ہے آپ معقولات و منقولات میں یکساں طور پر دست گاہ کامل رکھتے ہیں۔ آپ تحریر کے بادشاہ ہیں آپ کا قلم رواں بھی ہے اور توانا بھی، یہی وجہ ہے کہ آپ جس موضوع پر اظہار خیال فرماتے ہیں قلم برداشتہ اور بے تکان اور بے تکلف تحریر فرماتے ہیں۔ ملکی اور غیر ملکی تبلیغی دوروں کی بے انتہا مصروفیت کے باوجود تصنیفات اور رشد و ہدایت کی یہ قندیل تحریر سے اندھیاروں میں روشنی کا بکھیرنا، مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تحریروں کا یہ انبار حیرت زدہ کرتا ہے۔ تقریباً ستر سے زائد مطبوعہ وغیر مطبوعہ تحریریں سردست موجود ہیں۔ ایک صدی کے بعد اس خاندان کے اس ذی وقار، چشم و چراغ کے مختلف علوم و فنون میں مہارت کو دیکھ کر اعلیٰ حضرت کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تاج الشریعہ کی ذات میں اتنے کمالات ظاہری و باطنی یکجا فرما دیا ہے کہ ان کی ذات فی نفسہ کرامات بن گئی ہے۔ اللہ نے حسن و جمال میں یکتائی کے ساتھ ساتھ چہرے پر بزرگی کے ایسے نقوش قائم فرمایا ہے کہ ان کے چہرہ زیبا پر نگاہ پڑتے ہی لوگوں کے قلوب عشق و مستی میں جھوم جاتے ہیں، اللہ کی یاد دل میں پیوست ہو جاتی ہے۔ آپ کی پاکیزہ شخصیت، علم و عمل، تدبر و تفکر، عبادت و ریاضت، توکل و استغنا، تصوف و اخلاق، مروت و مودت، شرافت و انسانیت، خوف و خشیت، اخلاص و للّٰہیت، عفو و کرم، جود و سخا، تحقیق و تدقیق، فقہ و بصیرت، رشد و ہدایت، ارشاد و تبلیغ، درس و تدریس، اور تعلیم و تربیت سے عبارت ہے۔ آپ کی ہمہ جہت شخصیت کا جب ہم تجزیہ کرتے ہیں تو آپ کی عبقری شخصیت تمام اوصاف و کمالات اور محاسن و محامد کی جامع نظر آتی ہے۔

اور ایسا کیوں نہ ہو جب ولی کامل، ہم شبیہ غوث اعظم، تاجدار اہل سنت، مفتی اعظم ہند حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ نے احیاء سنت و امات بدعت اور دین و ملت پر ہونے والے طاغوتی حملوں کے دفاع کا عظیم کارنامہ انجام دینے کے لیے اور اپنے مستقبل کے جانشین کا انتخاب کرنے کے لئے اطراف و جوانب پر نظر دوڑاتے تو آپ کی نظر انتخاب حضور تاج الشریعہ پر آ کر مرکوز ہو جاتی، کیونکہ نگاہ مفتی اعظم ہند نے آپ کو علم شریعت و طریقت کا جامع اور مجمع البحرین پایا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان نے حضور تاج الشریعہ کو اپنی ملی و مذہبی وراثت خصوصاً افتاء، و قضا جیسی اہم ذمہ داری سونپتے ہوئے

ارشاد فرمایا "اختر میاں اب گھر میں بیٹھنے کا وقت نہیں، یہ لوگ جن کی بھیڑ لگی ہوئی ہے سکون سے بیٹھنے نہیں دیتے اب تم اس کام کو انجام دو میں اسے تمہارے سپرد کرتا ہوں" (پھر حاضرین سے مخاطب ہوکر فرمایا) آپ لوگ اب اختر میاں سلمہ سے رجوع کریں انہیں کو میرا قائم مقام اور جانشین سمجھیں بس کیا تھا خلق خدا آپ کی دیوانی ہوتی چلی گئی، اہل علم ودانش آپ کی زلف علم وفضل کے اسیر ہوتے چلے گئے اور آپ نے فتاوی نویسی تصنیف وتالیف، تقریر وتحریر اور تبلیغ وارشاد کے ذریعہ علوم ومعارف کے وہ دریا بہائے کہ لوگ عش عش کر اٹھے۔ آج بڑے بڑے قد آور علماء ودانشوران قوم وملت آپ کی شوکت علمی کا لوہا مانتے ہیں اور کیوں نہ مانیں کہ آپ علوم رضا کے حقیقی وارث وامین اور حضور مفتی اعظم ہند کے سچے جانشین تھے۔

حضور تاج الشریعہ کو جو فقہی تبحر وکمال حاصل ہے اس کو عرب وعجم، مشارق ومغارب کے علماء نے گردنیں خم کرکے تسلیم کیا، بس اجمال کے ساتھ دو لفظوں میں یوں سمجھئے کہ عصر حاضر میں دنیا بھر کا ایک مفتی تھا جس کی طرف تمام عالم کے حوادث ووقائع کے لئے رجوع کیا جاتا تھا۔ جس کا زندہ وجاوید بین ثبوت مرکزی دارالافتاء بریلی شریف ہے جس کے استفتاء کی کثرت عہد رضا کی یاد تازہ کر رہی ہے جہاں بیک وقت کم وبیش پانچ سو استفتاء کے انبار ہوتے ہیں۔

حضور تاج الشریعہ کی مقناطیسی شخصیت کی بات کریں تو آپ کو اللہ رب العزت نے ہندو پاک ہی نہیں پوری دنیا میں وہ شہرت و مقبولیت عطا فرمائی ہے جو فی زمانہ ان ہی کا حصہ ہے۔ جس شہر میں دیکھو ان کا چرچا ہے۔ جس ملک میں جاؤ ان ہی کے نام کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ رئیس القلم علامہ ارشد القادری فرماتے ہیں" تاج الشریعہ کو اللہ تبارک وتعالی نے زبردست مقبولیت سے نوازا ہے وہ جس راہ سے گزرتے ان سے ملنے کے لئے ہزاروں مسلمانوں کی بھیڑ جمع ہوجاتی ہے جیسے کوئی دوسری مخلوق لوگوں کے کانوں میں تاج الشریعہ کی آمد کی خبر دیتی ہے" ۔مفتی محمد عابد حسین قادری فرماتے ہیں"تاج الشریعہ کو منعم حقیقی نے ایسی شہرت ومقبولیت عام وخاص عطا فرمائی ہے کہ جس جگہ آپ کا ورود مسعود ہوتا عقیدت مندوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر امنڈ پڑتا ہے۔ پانی کا سیلاب تو دیکھنے اور سننے کو ملتا ہے مگر انسانوں کے امنڈتے ہوئے سیلاب کا نظارہ کیا تو حضرت تاج الشریعہ کی آمد پر کیا"۔

تاج الشریعہ کی پرکشش شخصیت کو دیکھ کر آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ذہن وفکر کو معطر کرتا ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قال: "اذا احب اللہ العبد نادی جبریل: ان اللہ یحب فلانا فاحببہ، فیحبہ جبریل فینادی جبریل فی اھل السماء: ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبہ اھل السماء، ثم یوضع لہ القبول فی الارض"۔

(بخاری شریف باب ذکر الملائکہ حدیث نمبر ۳۲۰۹)

بخاری شریف میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تبارک وتعالی کسی بندے کو اپنا محبوب بنالیتا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تم آسمان والوں میں اعلان کردو کہ سب اس سے محبت کریں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان والوں میں اعلان فرمادیتے ہیں۔ بعد اعلان آسمان والے اس بندہ سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر اللہ تبارک وتعالی فرماتا ہے زمین والوں میں اعلان کردو کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں۔ تم بھی اس سے محبت کرو تو زمین والے بھی اس بندہ سے محبت کرنے لگتے ہیں"۔

پھر تو وہ بندہ جن وانس کے دلوں کی دھڑکن بن جاتا ہے۔ سب کا محبوب بن جاتا ہے۔ سارے انسان کے دل اس کی طرف مائل ہوجاتے ہیں اوراسے عندالناس بھی مقبولیت عامہ حاصل ہوجاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ حدیث مندرجہ ذیل آیت کریمہ کی تفسیر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ "ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت سیجعل لھم الرحمن ودا۹"

(یقینا جولوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے عنقریب رحمن لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دے گا)

آپ کی اس قدر مقبولیت آپ کی ولایت ومحبوبیت کی سند اور ناقابل انکار حقیقت ہے۔ اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حضور تاج الشریعہ کی ذات آیت کریمہ "سیجعل لھم الرحمن ودا" کی جیتی جاگتی تفسیر اور حدیث مذکور کی تشریح وتوضیح ہے۔

ایک زمانہ تک علم وعمل اور فضل وکمال کا وہ آفتاب جو پوری دنیا کو اپنی حسین کرنوں سے منور وروشن کئے ہوئے تھا ۶ ذی القعدہ ۱۴۳۹ھ بمطابق 20 جولائی 2018ء کو علم وعرفان اور نابغہ روزگار، عظیم شخصیتوں کا شہر، شہر بریلی میں اللہ کی پاکی بیان کرتے ہوئے عین مغرب کے وقت غروب ہوگیا۔ آپ کے وصال کے بعد ایک بار پھر دنیائے سنیت قیادت سے محروم ہوگئی۔ مگر آپ کے فیضان سے تاقیام قیامت مستفیض ہوتی رہے گی۔

ابر رحمت تیرے مرقد پر گہرباری کرے\
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

***

حضور تاج الشریعہ کی فقہی سیمیناروں میں بحیثیت فیصل شرکت

مفتی محمد اختر حسین قادری علیمی، دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

اسلام وہ آفاقی، عالمگیر، ہمہ جہت اور رہتی دنیا تک قائم رہنے والا دین ہے جو انسانی زندگی کے ملی، سماجی، عائلی، معاشی، دینی، مذہبی، تعلیمی اور دیگر شعبہائے حیات کے مسائل اور مشکلات کا حل پیش کرنے کا ضامن اور تا قیامت ہر آنے والے چیلنج کو قبول کرنے کا صالح و قابل اور حوادث وواقعات کا جواب دینے کا اہل ہے۔

اور یہ بھی مسلم ہے کہ دنیا متحرک اور تغیر پذیر ہے جس کے نتیجے میں نت نئے مسائل و سوالات کا پیدا ہونا بھی بدیہی ہے۔ اب ان نو پید امسائل کا حل کس کے ذمہ ہے؟ اس کا جواب قران میں یوں دیا گیا۔ "فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون" (سورہ التوبہ آیت ۱۲۲)

تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔ اور فرمایا فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون (سورہ الانبیاء آیت ۷ / سورہ النحل آیت ۴۳) تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔

آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی جو جماعت دینی فقاہت سے معمور ہو وہ ملت کے مسائل سے انہیں آگاہ کرے اور ان کی مشکلات حل کرے۔ بحمدہ تعالیٰ عہد رسالت سے لیکر آج تک تسلسل کے ساتھ یہ مبارک عمل جاری ہے اور فقہائے دین امت مسلمہ کی مشکلات حل کرنے، اس کی زلف برہم کو سنوارنے ان کے قلوب واذہان میں اسلامی عقائد و اعمال اور دینی اقدار و تعلیمات کی اہمیت وعظمت راسخ کرنے اور ان کے گلستان حیات کے تمام شجر و ثمر اور برگ و بار کی صلاح و فلاح کے لئے سرگرم ہیں اور دنیا بھر میں مختلف جہت اور انداز سے اہل فقہ و فتاوی اس بار گراں کو اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے ہیں۔

مقام شکر و ثنا اور جائے مسرت ہے کہ اسلامیان ہند نے اس دشوار گزار اور پرخار وادی میں قدم رکھنے سے لے کر اب تک امتیازی شان کا مظاہرہ کیا ہے اور پوری دنیائے اسلام کو اپنی فقہی خدمات سے فیضیاب فرمایا اور اسے متاثر کیا ہے۔ اس حوالہ سے ماضی قریب کی عہد ساز شخصیت سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ اور آپ کے خلفاء میں سیدی صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کا نام سرفہرست ہے۔

آج ہند و پاک میں جس قدر بساط فقہ بچھی ہوئی ہے اور رشد و فتاوی کے انوار و تجلیات بکھر رہے ہیں سب انہیں نفوس قدسیہ اور برج فضل و کمال کے ماہ و خورشید کی تابناک شعاعیں ہیں۔ یہ شخصیات خود علم کی انجمن اور اکیڈمی تھیں تو مسائل کے حل کے لئے انھیں کسی بزم آرائی اور مجلس مذاکرہ و مکالمہ کے قیام کی کوئی ایسی ضرورت نہیں تھی کہ بغیر اس کے الجھے مسائل کی گتھیاں سلجھ نہ سکیں مگر اس دور قحط الرجال میں مشکلات اور حوادث و واقعات کا جواب تلاش کرنے کے لئے سر جوڑ کر بیٹھنے کی ضرورت آپڑی

ہے اسی لئے علمائے کرام اور اہل نظر فقہائے کرام نے فقہی مذاکرات کے لئے متعدد محفلیں سجا کر جدید مسائل کا حل نکالنے کا کام انجام دینا شروع کیا اور فقہی مجلسیں وجود میں آئیں اسی سلسلۃ الذھب کی خوبصورت کڑیوں میں شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف، مجلس شرعی مبارک پور اور فقہی سیمینار بورڈ دہلی جیسی اہم اور موثر تنظیمیں بھی شامل ہیں جن میں علماء و فقہاء اور محققین اسلام اپنی بالغ نظری، ژرف نگاہی اور وسعت مطالعہ سے لاینحل مسائل کی گتھیاں سلجھا قوم وملت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دینے میں مشغول ہیں **فجزاھم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء عنا وعن جمیع المسلمین۔**

مگر اہل بصیرت پر یہ بات مخفی نہیں کہ مسائل کے حوالے سے بحث ومباحثہ کے دوران محققین اور مدققین کے مابین نظریاتی اختلاف کا اور ایک ہی مسئلہ میں متعدد آرا کا رونما ہو جانا ایک فطری امر ہے جس سے مجال انکار نہیں اس لئے کسی ایک حکم پر متفق ہونے کے لئے یہ تدبیر نکالی گئی کہ چند بالغ نظر علمائے کرام کی ایک مجلس بنا دی جائے جو اپنی دقت نظری سے کوئی حکم صادر کریں اور سب اسے تسلیم کرلیں چنانچہ علمائے فحول کی ایک ٹیم بنام "فیصل بورڈ" کی بنیاد رکھی گئی چنانچہ غور وفکر کے بعد ایک مجلس حکم بنام "فیصل بورڈ" بنا اور اس کے صدر رکن وارث علوم اعلیٰ حضرت جانشین مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری قدس سرہ قرار دئے گئے کتاب "مجلس شرعی کے فیصلے" میں یہ تفصیل یوں مرقوم ہے' فیصل بورڈ کی تشکیل پہلے سیمینار کے دوسرے اجلاس میں مندوبین کے اتفاق رائے سے ہوئی، اس کی تقریب یہ ہوئی کہ "الکحل آمیز دواؤں کے استعمال" پر بحث چل رہی تھی، اس بارے میں علماء کی دو مختلف رائیں تھیں اور ہر فریق اپنی اپنی رائے پر قائم تھا۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت مولانا محمد احمد مصباحی دام ظلہ العالی نائب صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ (حال صدر المدرسین) نے فرمایا: "اتنے سارے مقالے اور بحث کے بعد بھی نتیجہ نہیں نکل سکا تو چند علماء پر مشتمل بورڈ بنالیا جائے جو اس سلسلے میں حتمی فیصلہ کرے اور تمام حضرات اس کو قبول کریں۔

اس کے بعد محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ دام ظلہ العالی صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ نے اس رائے کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ: "اب آخری گفتگو تو یہی ہونی چاہیے کہ متفقہ طور پر چند علماء کی ایک مجلس تشکیل دی جائے اور وہ اس مسئلے میں کسی نتیجہ پر پہنچ کر کوئی حکم صادر فرمادیں تو اسے ہم کو قبول کرنا چاہیے۔"

ساتھ ہی حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دوسرے اکابر علمائے مندوبین نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا۔

اس مجلس کے لئے چار علمائے کبار کے نام پیش ہوئے:

(۱) تاج الشریعہ حضرت علامہ محمد اختر رضا خان قادری مدظلہ العالی جانشین حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(۲) نائب مفتی اعظم ہند شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ۔

(۳) محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی۔

(۴) فقیہ ملت حضرت مفتی محمد جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ۔

لیکن حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے معذرت کرلی اور اصرار کے باوجود بھی راضی نہ ہوئے اس لئے درج بالا تین علمائے کبار پر مشتمل مجلس حکم تشکیل پائی جسے "فیصل بورڈ" کے نام سے موسوم کیا گیا، اس بورڈ کے صدر حضرت تاج الشریعہ دام ظلہ منتخب ہوئے اور باقی دو بزرگ اس کے ارکان قرار پائے مندوبین نے باتفاق رائے یہ طے کیا کہ فیصل بورڈ کے اصل

ارکان یہی تین حضرات ہوں گے، البتہ یہ حضرات دوسرے علماء سے تعاون لے سکتے ہیں، یہ واقعہ ۲/ جمادالاولی ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹/ اکتوبر ۱۹۹۳ء سہ شنبہ کا ہے۔(ص ۸۹)

پھر جب شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کا قیام عمل میں آیا تو اس کے فیصل بورڈ میں بھی بحیثیت صدر حضور تاج الشریعہ قدس سرہ منتخب ہوئے۔

فقہی مذاکرات کی مجلسوں میں فقیر کی شرکت کا آغاز ماہ رجب المرجب ۱۴۱۵ھ مطابق دسمبر ۱۹۹۴ء سے ہوا۔ یہ مجلس شرعی مبارکپور کا دوسرا فقہی سیمینار تھا جس میں اکابرین اہل سنت تھے اور میری یادداشت کے مطابق ان جلیل القدر علماء میں درج ذیل حضرات یقیناً تشریف فرما تھے۔

(۱) شارح بخاری نائب مفتی اعظم ہند مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ۔

(۲) قائد ملت رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ۔

(۳) حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ۔

(۴) حضور فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ۔

(۵) ممتاز الفقہاء حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری صاحب قبلہ دام ظلہ العالی۔

(۶) استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی شبیر حسن رضوی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی۔

مجلس شرعی نے علمائے کرام کی خدمت میں دو اہم موضوع پر مقالات کے لئے دعوت دی تھی

(۱) دوامی اجارہ (پگڑی کے ساتھ معاملہ کرایہ داری)

(۲) دیون اور ان کے منافع پر زکاۃ۔

راقم الحروف نے دونوں عنوانات پر کچھ صفحات سیاہ کرکے حاضری کی سعادت حاصل کی تھی اور اساطین ملت کے فیوض وبرکات سے مالا مال ہوا تھا۔ آج بھی ان اکابرین کی نشست گاہیں اور اس وقت کا نورانی ماحول نظروں کے سامنے ہے جو ان پاکیزہ نفوس کے اجتماع سے پیدا ہوا تھا۔ ع

اب ایسا دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

اس مجلس میں حضور تاج الشریعہ بحیثیت صدر "فیصل بورڈ" شریک تھے اور وقتاً فوقتاً اپنے علمی چٹکھٹ سے اہل مجلس کو شاد کام فرما رہے تھے فقیر ایسے دو چند واقعات ضبط تحریر میں لا کر یہ دکھانا چاہتا ہے کہ اگر اہل فقہ وفتاوی اور دانشوران قوم وملت نے ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلے بے شمار علمی شخصیات میں سے فیصل بورڈ کے منصب صدارت کے لئے حضور تاج الشریعہ کا انتخاب کیا تھا تو آپ نے بھی اپنی خداداد فقہی بصیرت اور علمی استحضار سے بروقت ایسی گفتگو فرمائی کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے فیضان تفقہ اور مفتی اعظم ہند کی فقہی گہرائی وگیرائی کا جلوہ دکھادیا اور اہل علم وحکمت پر واضح فرمادیا کہ ۔

احمد رضا کا تازہ گلستاں ہے آج بھی — خورشید علم ان کا درخشاں ہے آج بھی

پہلا واقعہ ۱۹۹۴ء میں حکومت ہند کے نئے الیکشن کمشنر ٹی این شیشن نے حق رائے دہی کے لئے شناختی کارڈ (باتصویر)

لازم قرار دے دیا تو اس وقت فوٹو کے جواز و عدم جواز کا مسئلہ موضوع بحث بن گیا۔

اتفاق امر کہ رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے مجلس شرعی مبارکپور کے دوسرے فقہی سیمینار کی پانچویں نشست میں یہ مسئلہ پیش کر دیا جس میں حرمت تصویر اور اس کے جواز کی صورتوں پر خوب گرم بحثیں ہوئیں اب آگے کا حال مفتی محمد نظام الدین مصباحی صاحب صدر مدرس جامعہ اشرفیہ مبارکپور سے سنیں آپ لکھتے ہیں:

''تقریباً ایک گھنٹہ کے مذاکرہ ومناقشہ کے بعد فریقین نے ضرورت شرعیہ کی بنا پر ''عکسی'' کی اباحت پر اتفاق کیا۔ مگر راقم الحروف کو یہ خلجان تھا کہ ضرورت کے تحقق کے لئے اضطرار کا پایا جانا ضروری ہے اور ہم ابھی مضطر نہیں اس لئے ''دفع حرج'' یا ''فساد مظنون بظن غالب'' کو جواز کی بنیاد بنانا چاہیے۔

اس پر حضرت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''جب گرفتار ہو جاؤ گے تب ضرورت متحقق ہوگی''۔ مگر میرا خلجان بے بنیاد نہ تھا اس لئے جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ محمد اختر رضا خاں قادری ازہری دام ظلہ العالی نے فرمایا کہ ''ضرورت عند الطلب متحقق ہوگی'' اس پر سب کا اتفاق ہو گیا، پھر حضرت علامہ ازہری صاحب قبلہ نے ہی حضرت مولانا محمد احمد مصباحی صاحب دام ظلہ العالی نائب صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ سے یہ فیصلہ املا کرایا: ''چوں کہ اس صورت میں عند الطلب ضرورت ملجیہ یا حاجت شدیدہ متحقق ہوگی۔ لہذا اخاص شناختی کارڈ کے لئے تصویر کھنچانے کی اجازت ہوگی۔'' اس پر اکابر واصاغر کے دستخط ہوئے۔

(مجلس شرعی کے فیصلے ص: ۱۳۲)

فیصلے کے کلمات یہ ہیں:

چوں کہ اس صورت میں عند الطلب ضرورت ملجیہ یا حاجت شدیدہ متحقق ہوگی۔ لہذا اخاص شناختی کارڈ کے لئے تصویر کھنچوانے کی اجازت ہوگی۔ الضرورات تبیح المحظورات ۔ والحاجۃ تنزل منزلۃ الضرورۃ ۔ وما ابیح للضرورۃ فی الاشباہ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

شب ۲۲؍رجب ۱۴۱۵ھ

اس فیصلہ پر بارہ علمائے کرام کے دستخط ثبت ہیں جس میں بارہواں نام اس فقیر کا ہے۔ تفصیل کتاب مذکور میں دیکھی جا سکتی ہے۔ آپ غور فرمائیں! کہاں بالغ نظر اور باعظمت مفتیان کرام اور محققین اسلام کے جملہ درد کا علاج حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنے ایک جملہ سے کر دیا اور اکابر واصاغر پر اپنی فقہی بصیرت اور علمی گہرائی وگیرائی کی ایسی تجلی ڈالی کہ سب کے چہرے دمک اٹھے فللہ الحمد حمداً طیبا ۔

(دوسرا واقعہ) شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے فقہی سیمیناروں میں فیصلہ جات کا متن شہزادۂ حضور صدر الشریعہ حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی صاحب قبلہ نائب قاضی القضاۃ فی الہند تحریر فرمایا کرتے تھے لیکن ادھر کئی سالوں سے یہ ذمہ داری برادر مکرم حضرت مفتی شمشاد احمد برکاتی صاحب استاذ جامعہ امجدیہ گھوسی مئو اور یہ فقیر بے مایہ نبھا رہے ہیں۔

اب تک ہمارا طریقہ کار یہ چلا آرہا ہے کہ متن تحریر کرنے کے بعد حضور محدث کبیر اوام اللہ ظلہ العالی علینا کی خدمت میں

پیش کر دیتے ہیں آپ حسب ضرورت ترمیم و تنقیح کر کے اسکی نوک پلک سنوار دیتے ہیں پھر وہ متن مجلس میں پڑھ کر سنایا جاتا ہے اور مندوبین کرام کے اتفاق کے بعد اسے آخری شکل دی جاتی ہے۔ کبھی کبھی یہ سارے مراحل طے ہونے کے بعد اور کبھی اسی درمیان وہ فیصلے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں پیش کر کے مہر تصدیق و تائید ثبت کرائی جاتی بحثوں کا خلاصہ اور فیصلہ سنانے کا کام بھی عموماً اسی ہیچمداں کے حصہ میں آتا رہا ہے۔

۲۰۱۴ء میں شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کا سیمینار بمقام تاجدار اہلسنت ہال دار العلوم نوری کھجرانہ اندور ایم پی میں منعقد ہوا جس کا اہتمام مفتی مالوہ حضرت مفتی محمد حبیب یار خان صاحب قبلہ صدر دار العلوم نوری نے کیا تھا اس سیمینار میں درج ذیل مسائل زیر بحث تھے:

(۱) آپریشن سے ولادت کا شرعی حکم

(۲) مساجد میں قائم مکتبوں اور سماجی خدمات کے نام سے زکاۃ کی تحصیل اور اس کے استعمال کا شرعی حکم

(۳) قربانی اور اسکے ٹھیکا داری کا شرعی حکم

حسب معمول سارے عنوانات پر فقہائے اسلام اور محققین عظام نے دل کھول کر بحثیں کیں اور بحث و مباحثہ کے بعد تقریباً چار صفحات پر مشتمل فیصلہ تحریر کیا گیا اور جب سیمینار کی آخری نشست میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ جلوہ بار ہوئے تو حضور محدث کبیر نے اسے پڑھ کر سنایا فیصلوں کو تفصیلاً سننے کے بعد حضور تاج الشریعہ نے حضرت مولانا عاشق حسین کشمیری صاحب کے ذریعہ اس فقیر کو یاد فرمایا میں نے حاضر ہو کر سلام عرض کیا حضور والا نے جواب عطا فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا: ''مسائل زکاۃ کے فیصلہ میں ایک جگہ لکھا گیا ہے کہ ''ضرورت و حاجت کا تحقق کہاں اور کس کے لئے ہے'' وہ پورا فیصلہ کیا ہے'' میں نے اسے پڑھ کر سنا دیا۔

اس پر حضرت نے فرمایا! کیا جس قدر مال کے لئے حیلہ شرعی کی ضرورت ہوگی اور جب ضرورت ہوگی تو صرف اتنی مقدار کا حیلہ جائز ہے میں نے عرض کیا کہ فیصلہ تو یہی لکھا ہوا ہے فرمایا کہاں لکھا ہوا ہے کہ حیلہ کی اجازت بوقت ضرورت ہے۔ میں نے تھوڑی دیر میں فتاوی رضویہ کی ایک عبارت پیش کی جسے آپ نے مولانا عاشق حسین کشمیری صاحب سے پڑھوا کر سنا پھر مطمئن ہوئے، میں نے دل میں سوچا یا اللہ! چار صفحات پر مشتمل فیصلہ مکمل سننے کے بعد ذہن میں یہ بات محفوظ رکھنا کہ کہاں کیا لکھا ہوا ہے کتنی حیرت ناک بات ہے مگر ''ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء'' ابھی اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ حضور والا پھر لب کشا ہوئے اور فرمایا کہ ''فیصلے کا آخری متن پڑھیں'' میں نے پڑھ کر سنایا وہ فیصلہ یوں تھا

''کسی تنظیم یا کسی شخص کا مال زکاۃ سے بغرض تجارت محتاجوں کو قرض دینا جائز نہیں کہ مال زکاۃ میں خیانت کے ساتھ بعض حالات میں تاخیر ادائے زکاۃ بھی ہوگی'' اس پر حضور تاج الشریعہ قدس سرہ نے فرمایا: ''لفظ تنظیم تو درست ہے مگر ''کسی شخص'' کا لفظ یہاں لکھنا محل نظر ہے'' میں نے عرض کی کیوں! فرمایا! '' آگے فیصلہ میں لکھا ہوا ہے کہ مال زکاۃ میں خیانت کے ساتھ بعض حالات میں تاخیر ادائے زکاۃ بھی ہوگی''۔ میں نے عرض کی ہاں:

فرمایا: اگر کوئی مالک نصاب شخص جس پر زکاۃ واجب ہو چکی ہو خود اپنا مال زکاۃ الگ نکال کر رکھ لے اور اس میں سے قرض دے تو تاخیر ادائے زکاۃ تو ہوگی مگر کیا خیانت بھی ہوگی۔

میں نے فوراعرض کی نہیں

فرمایا: تواس لفظ کی جگہ کوئی دوسرا لفظ لایا جائے چنانچہ پھر فیصلہ یوں تحریر کیا گیا ''کسی تنظیم یا 'وصول کنندہ' کا مال زکاۃ سے بغرض تجارت محتاجوں کو قرض دینا جائز نہیں کہ مال زکاۃ میں خیانت کے ساتھ بعض حالات میں تاخیر ادائے زکاۃ بھی ہوگی'' (فیصلہ جات شرعی کونسل ص: ۳۱۱)

(تیسرا واقعہ) ۲۰۱۰ء میں شرعی کونسل کا فقہی سیمینار علامہ حسن رضا کانفرنس ہال جامعۃ الرضا بریلی شریف میں انعقاد پزیر ہوا جس میں مندرجہ ذیل مسائل زیر بحث تھے۔

(۱) حق طباعت، حق تصنیف، حق ایجاد کی خرید وفروخت

(۲) بے اذن ولی غیر کفو میں نکاح

(۳) عوامی جگہوں پر لگی تصویروں کا حکم نماز کے حوالے سے

ہر عنوان پر مفتیان کرام نے دل کھول کر بحث ومباحثہ فرمایا اور فیصلہ جات لکھے گئے مگر مسئلہ تصویر کے ایک اہم گوشے پر اہل مجلس میں زیادہ خلجان پایا جارہا تھا وہ گوشہ یہ تھا کہ ''بڑے بڑے شہروں میں نماز جنازہ وعیدین میں عموما مسجد سے باہر کئی کئی صفیں لگی ہوتی ہیں اور دائیں بائیں اور سامنے اور اوپر بڑی بڑی تصاویر آویزاں ہوتی ہیں تو وہاں نماز پڑھنے والوں کے لئے تصویر کے سبب اعادہ نماز کا حکم ہے یا نہیں''۔

کچھ دیر بعد حضور تاج الشریعہ قدس سرہ جلوہ آرائے بزم فقہ ہوئے آفتاب تفقہ کا طلوع ہونا تھا کہ ارباب علم ودانش کے صحن فضل وکمال میں روشنی بکھر گئی اور علمی حرارت میں اضافہ ہوگیا حضور محدث کبیر نے خلاصہ بحث کو حضور والا کی خدمت میں پیش فرمایا اور بالخصوص مندوبین کا جس مسئلہ میں خلجان بڑھا ہوا تھا اس کا ذکر کیا۔

حضور تاج الشریعہ نے ارشاد فرمایا: ''ایسی جگہ نماز پڑھنے والا اگر خاشعین کی سی نماز پڑھتا ہو تو اعادہ نہیں ہونا چاہئے'' چنانچہ مندوبین نے اس ارشاد سے اتفاق فرمایا اور پھر فیصلہ یوں تحریر ہوا:

''اس مسئلہ میں حضور تاج الشریعہ نے فرمایا کہ اگر خاشعین کی سی نماز پڑھتا ہو کہ گرد وپیش کی طرف نہ اس کی نظر جائے نہ دھیان تو اس کی نماز بے کراہت ہو جانا چاہئے'' (فیصلہ جات شرعی کونسل، ص ۱۷۱)

(چوتھا واقعہ) ۲۰۱۵ء میں شرعی کونسل کا سیمینار دھرول جام نگر گجرات میں منعقد ہوا جس کا اہتمام مخیر ملت کرم گستر حضرت مولانا عثمان غنی باپو صاحب نے کیا تھا اس میں درج ذیل موضوعات پر مقالات لکھوائے گئے اور بحثیں ہوئی۔

(۱) افتادہ اراضی کا شرعی حکم

(۲) مساجد میں ضرورت سے زائد مصاحف کا حکم

(۳) تعظیمی کلمات پر مشتمل پوسٹر وغیرہ کا حکم

حسب سابق ان موضوعات پر بھی مجلس مذاکرہ جمی اور بحث وتمحیص کا بازار گرم ہوا اہل فضل وکمال اور ارباب فن نے خوب خوب فقہی موشگافیاں اور نکتہ آفرینیاں دکھائیں اور مسائل کو حل کرنے میں دلچسپی لی تاہم یہ مسئلہ الجھ کر رہ گیا کہ اگر دیوار وغیرہ پر

ایسے پوسٹرس چسپاں ہوں جن میں کلمات تعظیم لکھے ہوں اور ان پوسٹروں کو کوئی پھاڑ کر زمین پر پھینک دے یا قابل اعتراض جگہ ڈال دے تو مجرم کون ہوگا؟ جس نے پوسٹر چسپاں کیا وہ یا جس نے پھینکا وہ؟

اسی اثنا میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے مجلس کو شاد کام فرمایا حضرت کی تشریف آوری کے بعد بھی سلسلۂ بحث جاری تھا کہ اتنے میں لبہائے مبارک جنبش میں آتے ہیں اور قانون کے لالہ و نسترن سے محفل کو یوں مشکبار فرماتے ہیں۔ فقہ کا مشہور ضابطہ ہے اذا اجتمع المباشر و المتسبب اضیف الحکم الی المباشر اس ضابطہ کے پیش نظر پوسٹر چسپاں کرنے والا نہیں بلکہ پھاڑ کر پھینکنے والا ماخوذ ہوگا چنانچہ فورا اہل مجلس نے سبحان اللہ ماشاء اللہ کے کلمات سے حضور والا کے ارشاد کا خیر مقدم کیا اور پھر فیصلہ تحریر کیا گیا۔

اس طرح کے بیشار واقعات اور نظیریں ہیں جن سے مانند آفتاب روشن ہے کہ حضور تاج الشریعہ علوم اعلیٰ حضرت کے سچے وارث اور سرکار مفتی اعظم کی فقہی بصیرت کے امین، دریائے علم وحکمت کے عظیم شناور، میدان تفقہ کے بے مثال شہسوار اور علمی استحضار میں یگانہ عصر تھے سیمیناروں میں آپ کی تشریف آوری اہل محفل کی شادمانی کا سبب ہوتی مگر آپ بروقت اپنی خداداد صلاحیتوں سے عقد لاینحل اس طرح حل فرمادیتے کہ فقہائے کرام اور محققین عش عش کر اٹھتے اور یہ حقیقت سب پر ظاہر ہو جاتی کہ تاج الشریعہ کو بلاشبہ فیصل اور حکم کا منصب زیب دیتا ہے اور آپ بجا طور پر عالم اسلام کے دور حاضر میں فقیہ اعظم اور مفتی اعظم ہے اور قاضی القضاۃ جیسا اہم عہدہ آپ ہی کے سر کا تاج زریں ہے۔

رب قادر وقیوم سرکار رسالت مآب علیہ التحیۃ والثنا کے طفیل آپ کی تربت انور پر رحمت ومغفرت کی بارش فرمائے اور عالم اسلام کو آپ کے فیضان علم سے مالا مال کرے (آمین)

یہ موضوع بہت تفصیل طلب ہے اور ان شاء اللہ عنقریب ہی ایک تفصیلی دستاویز پیش کی جائے گی، وقت کی قلت کے پیش نظر یہ چند سطریں حاضر کی گئی ہیں ؏

سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لئے

***

نقش ہشتم

بیعت وارشاد، شہرت ومقبولیت

حضور تاج الشریعہ-مرشد روشن ضمیر

مفتی محمد افضال رضوی، مرکزی دارالافتاء، ۸۲ رسوداگران، بریلی شریف

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں، بلکہ نفس تعارف وشہرت خود ایسی ذات پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ آپ ایک عظیم خاندان کے فرد فرید ہونے کے ساتھ ساتھ خود اپنی ذات کے اعتبار سے خود عظیم شخصیت تھے۔ آپ وارث علوم اعلیٰ حضرت ہونے کے ساتھ حسن وادب حجۃ الاسلام کا عکس جمیل بھی تھے۔ فقہ وتقوے میں حضور مفتی اعظم کے جانشین ہونے کے ساتھ خود ہمہ جہات، کثیر التصانیف، پیکر شفقت ومحبت، منبع جود وسخا، منارہ رشد وہدایت، تاجدار اقلیم علم وحکمت، آفتاب شریعت، ماہتاب ولایت وطریقت ہونے کے ساتھ عظیم محقق ومفسر، مدبر ومفکر، محدث ومرشد کامل اور روشن ضمیر شیخ طریقت تھے۔

آج حضور تاج الشریعہ ہمارے درمیان نہیں، وہ اپنے آباؤ اجداد کرام یعنی حضور مفتی اعظم، حجۃ الاسلام اور امام اہلسنت، مجدد دین وملت، سرکار اعلیٰ حضرت علیہم الرحمہ والرضوان سے جنت الفردوس میں ملاقی ہوں گے۔ مگر ان کا فیضان کرم ہمیشہ کی طرح جاری وساری رہے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضور تاج الشریعہ کا ضمیر الحمدللہ روشن تھا، آنے والا کیا سوچ کر کیا تمنا لے کر آرہا ہے، آپ واقف ہوجاتے، بسا اوقات آنے والے کی سوچ، تمنا اور خواہش کو آپ اس انداز میں بیان فرمادیتے کہ آنا والا سمجھ جاتا اور پانی پانی ہوجاتا اور زبان حال سے کہتا کہ اللہ والے دلوں کے خطرات سے بھی واقف ہوتے ہیں۔ بلکہ ادھر دل میں خیال آیا، ادھر حضور تاج الشریعہ واقف ہوگئے۔ اسی ضمن میں چند واقعات حاضر خدمت ہیں:

(۱) حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی عادت کریمہ تھی کہ ہر سال عرس رضوی سے پہلے مجھے بلاتے، عرس رضوی کے لئے اپنے طور پر کچھ لائحہ عمل بتاتے، کچھ تنبیہات، کچھ حکم دیتے، خصوصا قل شریف پڑھنے کا حکم دیتے کہ تم پڑھا کرو۔ ۹۸ رواں عرس رضوی کے دو تین دن بعد صبح مرکزی دارالافتاء میں فتویٰ لکھ رہا تھا، یوسف کا فون آیا کہ ابا (حضور تاج الشریعہ) بلارہے ہیں۔ سب چھوڑ چھاڑ کر چلا گیا۔ چلتے چلتے خیال آیا کہ عرس رضوی کے دوران ایک معاملہ سامنے آیا تھا، وہ حضور کو بتاؤں گا۔ حضور کے پاس گیا، سلام کیا، دست بوسی ومزاج پرسی کرکے اس معاملہ (جس کو میرے علاوہ کوئی نہیں جانتا) کو بیان کرنا ہی چاہ رہا تھا کہ حضور نے خود ہی مجھ سے فرمایا: کیا ایسا ہوا تھا؟ میں نے عرض کی: جی حضور ایسا ہی ہوا تھا۔ جو معاملہ میں بتانا چاہتا تھا، میرے حضور نے پہلے ہی بیان فرمادیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ والے دل کے ارادوں سے بھی واقف ہوتے ہیں۔

(۲) مولانا فخرالدین احمد ناگپوری حضور تاج الشریعہ سے ملاقات کے لئے بریلی شریف آئے، ان کے ہمراہ ناگپور کے حضور تاج الشریعہ کے صاحب ثروت مرید فیروز آرٹی اوبھی تھے، میرے ساتھ تقریباً ا ردن شرف نیاز حاصل ہوا۔ مولانا موصوف کہتے ہیں

کہ میں نے دل میں سوچا کہ جب فیروز صاحب حضور کی بارگاہ میں نذرانہ پیش کریں تو حضور قبول نہ کریں، کیونکہ امیر و مالدار حضرات خطیر رقم نذر کرتے ہیں، بعد میں کہا جاتا ہے کہ وہاں اہل ثروت ہی کی رسائی ہے۔ فیروز صاحب نے خطیر رقم بطور نذر پیش کی، میں دیکھ رہا ہوں: حضور نے ہاتھ میں لے کر فرمایا اس کی کیا ضرورت ہے؟ فیروز صاحب نے عرض کی، حضور غلام کا نذرانہ ہے، قبول فرمائیں۔ مولانا فخر الدین کہتے ہیں یہ منظر دیکھ کر میرے دل میں آیا حضور واپس کر دیں، حضور نے فیروز صاحب سے یہ کہہ کر رقم واپس کر دی کہ جب تمہارے یہاں آئیں، تب نذر دینا۔ مولانا کہتے ہیں یہ دیکھتے ہی میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔

(۳) ۴ر نومبر ۲۰۱۲ء کو حضور تاج الشریعہ ناگپور تشریف لے گئے، اس وقت دعوت اسلامی والوں نے افواہ پھیلائی کہ حضور تاج الشریعہ اور مفتی مجیب اشرف میں ان بن ہے، یہ کہہ کر وہ ناگپور کے حالات دگرگوں کر رہے تھے۔ حضور تاج الشریعہ جلسہ گاہ میں تشریف فرما ہوئے، عشاقان دید کا جم غفیر تھا۔ حضور کی بارگاہ میں مائک پیش کیا گیا۔ مولانا فخر الدین کہتے ہیں: میرے دل میں خیال آیا کہ کاش حضور کسی انداز میں مفتی مجیب اشرف صاحب کا نام لے لیں تاکہ دعوت اسلامی والوں کی افواہ افواہ ہو جائے۔ اتنا خیال آنا تھا کہ حضور تاج الشریعہ نے اپنے مختصر بیان میں فرمایا کہ اہل ناگپور علمائے حق کی اتباع کریں جو مسلک اہلسنت، مسلک اعلیٰ حضرت کے پابند ہیں جیسے سید محمد حسینی صاحب اور مفتی مجیب اشرف صاحب وغیرہ۔ جبکہ مفتی صاحب جلسہ میں موجود نہ تھے۔ اس پروگرام میں مزے کی بات یہ ہوئی کہ جلسہ لکڑ گنج میدان میں تھا۔ یہ میدان ایسی جگہ ہے جس کے چاروں طرف آر ایس ایس والے رہتے ہیں اور پرمیشن ۱۰ ربجے تک کی تھی۔ حضور کو جلسہ گاہ تشریف لانے میں کافی تاخیر ہو گئی تھی، پرمیشن کا وقت ختم ہو گیا تھا، پرمیشن دینے والے آفیسر کا مولانا فخر الدین کے موبائل پر فون آنے لگا، مولانا سمجھے وقت زیادہ ہونے کی وجہ سے فون آرہا ہے، مولانا نے فون بند کر لیا۔ پولیس آفیسر مولانا کو تلاش کرتے اسٹیج کے قریب آ گیا۔ مولانا ڈر سے لوگوں کی بھیڑ میں بیٹھ گئے تاکہ آفیسر دیکھ نہ سکے مگر آفیسر مولانا سے ملنے کو بیقرار۔ لوگوں نے کہا مل تو لیجئے۔ مولانا ڈر رہے تھے کہ وقت بہت زیادہ ہو گیا ہے، مولانا ڈرتے ڈرتے گئے، آفیسر نے کہا آپ کا فون بند ہے، مولانا کہتے ہیں میری حالت غیر تھی میں کیا کہتا۔ اتنے میں پولیس آفیسر بولا: میرے پاس بہت فون آرہے ہیں کہ پروگرام بند کراؤ مگر آپ فکر نہ کریں۔ وقت زیادہ ہو گیا ہے تو ہونے دیں۔ حضور کی طرف اشارہ کر کے بولا ایسی مہان ہستی کے لئے وقت کی کوئی پابندی نہیں۔ جب تک یہ چاہیں پروگرام چلاؤ۔ مولانا کہتے ہیں یہ سنتے ہی میری جان میں جان آئی۔ میں نے کہا شکریہ۔ آفیسر بولا میں گلدستہ لینے جا رہا ہوں، میرے آنے تک پروگرام ختم نہ کرنا۔ پھر وہ گلدستہ لایا اور حضور تاج الشریعہ کے قدموں میں رکھ کر چلا گیا۔

(۴) ایک مضمون ''آہ صد آہ حضرت تاج الشریعہ'' کے عنوان سے سوشل میڈیا پر دیکھا، اس میں ایک واقعہ میرے عنوان کے مطابق ہے۔ اس لئے اس کو ہو بہو نقل کر رہا ہوں۔ حضور مفتی اعظم رضی اللہ عنہ کے وصال سے چار دن قبل محرم کے پہلے عشرہ کی بات ہے۔ رحمان پور ضلع کٹیہار کے مسلمانوں کا ایک گروہ اجمیر شریف سے واپسی پر بریلی شریف حاضر ہوا تو حضور مفتی اعظم حد درجہ علیل و صاحب فراش تھے۔ عام زیارت کا وقت ہوتا تو حضرت کی چارپائی آنگن میں لگا دی جاتی، لوگ جوق در جوق آتے اور فیضیاب ہوتے، یہ دیکھ کر ان میں سے بھی بہت سے حضرات کے دل میں بیعت ہونے کی خواہش پیدا ہوئی تو آپس میں مشورہ کیا، اس وقت کے زیر تعلیم احسان نامی نوجوان (جو آج کٹیہار کے سینئر وکلا میں شمار ہوتے ہیں) نے کہا یہاں مرید ہونے سے قوالی

چھوڑنی پڑے گی۔ اس لئے میں تو مرید نہیں ہوں گا۔ بہرکیف جب لوگ اندر جانے لگے تو یہ حضرات بھی ساتھ ہو لیے اور سلام و دست بوسی کے بعد غلامی میں داخل ہو گئے۔ مگر احسان صاحب اپنی سوچ پر قائم رہے۔ واپسی کے مصافحے پر کچھ لوگوں نے نذریں پیش کیں اور قبول ہوئیں، مگر جب احسان صاحب کا نمبر آیا تو حضور مفتی اعظم نے منع فرما دیا۔ قدرت کو یہی منظور تھا۔ وہ لوگ جس دن رحمان پورہ واپس پہنچے، اسی دن رات کو حضور والا نے جام وصال نوش فرمالیا۔ چھ سات مہینوں کے بعد فقیر کی دعوت پر حضور تاج الشریعہ پورنیہ بہار پہنچے تو موضع سیتل پول جاتے ہوئے راستے میں رحمان پور آیا۔ سورج غروب ہوئے کوئی پندرہ بیس منٹ ہو چکے تھے۔ اس لئے نماز وہیں خانقاہ لطیفیہ کی مسجد میں ادا کی گئی۔ علم ہوتے ہی پورا گاؤں جمع ہو گیا اور مصافحہ و دست بوسی ہونے لگی۔ کئی لوگوں نے جن میں احسان صاحب بھی شامل تھے، کچھ نذریں پیش کیں۔ عجیب اتفاق کہ سب کی نذریں قبول ہوئیں مگر احسان صاحب کو منع فرما دیا گیا۔ حالانکہ ان سے تاج الشریعہ کی نہ کبھی ملاقات تھی، نہ تاج الشریعہ کو پتہ تھا کہ حضور مفتی اعظم نے ان کی نذر قبول نہیں فرمائی تھی جبکہ تاج الشریعہ کی بینائی کمزور تھی۔ اس پر مستزاد یہ کہ شام کا ملگجا تھا۔ کیونکہ ابھی بجلی اس گاؤں تک پہنچی نہیں تھی۔ اس وقت احسان صاحب نے تعجب کے ساتھ حضور مفتی اعظم کے نذر قبول نہ فرمانے کی بات سب کے سامنے بیان کی۔ جب ہم لوگ وہاں سے اپنی منزل کے لئے روانہ ہوئے تو فقیر نے حضرت تاج الشریعہ سے احسان صاحب کی نذر قبول نہ ہونے کا سبب جاننا چاہا تو یہ فرما کر خاموش ہو گئے کہ ''حضور مفتی اعظم کی کرامت تھی''

مضمون نگار نے ظاہری بینائی کی کمزوری اور شام کا ملگجا تو دیکھا، حقیقی بینائی پر توجہ مبذول نہ ہوئی۔ یہ یقیناً حضور مفتی اعظم کی کرامت ہے کہ حضور مفتی اعظم کی نظر کرم کے تصدق ہی تاج الشریعہ کو روشن ضمیری ملی۔ جس وجہ سے آپ پر سب عیاں تھا۔ اسی لئے احسان صاحب کی نذر قبول کرنے سے منع کر دیا۔ ان حضرات کے لئے رات کا اندھیرا یا دن کا اجالا موثر نہیں ہوتا۔

(۵) نواسۂ حجۃ الاسلام مولانا بدر رضا خاں صاحب کے چھوٹے شہزادے عبدالستار رضا خاں جن کو حضور تاج الشریعہ پیار سے ''نمونہ'' کہتے تھے۔ حضور کے دوران علالت انہوں نے حق خدمت ادا کیا۔ شب و روز حضور کی خدمت میں رہتے، آنے والوں کو مرید کرانا، زائرین کو زیارت کرانا۔ ''نمونہ'' کا بہترین مشغلہ تھا۔ مریدین ان کی معرفت نذریں پیش کرتے۔ ایک مرتبہ مرید ہونے والوں کی کثرت تھی، گلی زائرین سے پُر تھی۔ کھڑکی سے مرید کرایا جا رہا تھا۔ مریدین حضور کے لئے نذریں ''نمونہ'' کو دے رہے تھے اور نمونہ نے سب کا نذرانہ جمع کر کے جلدی میں اپنی جیب میں رکھ لیا۔ پھر جیب سے ساری رقم نکال کر حضور کی خدمت میں پیش کی۔ حضور اندر تشریف لے گئے۔ جونہی حضور نے دروازہ بند کیا۔ ''نمونہ'' کو خیال آیا کہ ارے میرے سو سو کے تین نوٹ بھی حضرت کے نذرانہ میں چلے گئے۔ یہ خیال آنا ہی تھا کہ اندر سے آواز دی ''نمونہ، نمونہ'' عبدالستار رضا نے دروازہ کھولا اور عرض کی: ''جی ابا''۔ حضرت نے نذرانے کی رقم جیب سے نکالی پھر سو کا نوٹ دے کر فرمایا: لے یہ تیرا۔ پھر ایک نوٹ نکالا، فرمایا: یہ تیرا۔ پھر ایک نوٹ نکال کر فرمایا: لے یہ تیرا۔

(۶) داماد شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت مفتی عاشق حسین صاحب اور عالی جناب ماسٹر عتیق احمد عرف شجاع ملک صاحب استاذ جامعۃ الرضا، مرکزی دارالافتاء میں بیٹھ کر حضور تاج الشریعہ کے فتاویٰ پر کام کر رہے تھے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ رمضان کے آخری ایام تھے۔ درمیان گفتگو عتیق صاحب نے کہا: ''ابا'' سے عیدی لیں گے۔ بات آئی گئی ہو گئی۔ عتیق صاحب کہتے ہیں مغرب کے

وقت میں حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں گیا، سلام کیا، حضور نے جواب دیا۔ پھر فرمایا: امی سے کہو، عتیق کو عیدی دے دیں۔ اللہ اللہ، یہ شان ہے خدمتگاروں کی، سرکار کا عالم کیا ہوگا۔ عیدی لینے والا آتا ہے، امی سے منگوا کر اپنے مقدس ہاتھوں سے عیدی عطا فرماتے ہیں۔ اللہ اللہ، یہ شان کریمی اور روشن ضمیری اب کہاں ملے گی۔

***

حضور تاج الشریعہ اور سلوک وتصوف

مولانا محمد عیسیٰ رضوی قادری، خادم الحدیث والافتاء مظہر العلوم، گرسہائے گنج، ضلع قنوج

خاندان اعلیٰ حضرت میں ایک سے بڑھ کر ایک علم وفن اور فضل وکمال والے پیدا ہوئے خواہ اعلیٰ حضرت سے قبل ہوا علیٰ حضرت کے بعد، ہر دور اور ہر عہد میں اس خاندان میں ایسی نامور ومشہور علمی شخصیات کا وجود ہوا جو یکتائے زمانہ اور نابغہ روزگار ہوئیں۔ انہیں عوام وخواص کی علمی قیادت ورہنمائی حاصل رہی اور وہ ہستیاں مرجع خلائق ومرکز عقیدت بھی رہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ سے پہلے ان کے والد گرامی خاتم المحققین، رئیس الاتقیاء حضرت مولانا نقی علی خان صاحب اور ان کے جدامجد امام العلماء، خاتم الاکابر حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہما علم وفضل میں مشہور زمانہ اور یکتائے روزگار رہے، ان کی تحقیقات وتصانیف سے اہل علم واقف وآشنا ہیں، ان کی جو علمی اور دینی خدمات ہیں، ان پر اہلسنت والجماعت کو فخر وناز ہے، ان کی برکتوں سے اس خاندان میں عظمتوں کی بہاریں آئیں، سعادتوں کی بارش ہوئی اور علم دین کے فروغ وارتقاء کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس کے لئے انہوں نے مفید ومستند کتابیں تصنیف کیں اور بذات خود مسند ارشاد وہدایت پہ بیٹھ کر بندگان خدا کی اصلاح وتربیت کا خوشگوار فریضہ انجام دیا۔

اعلیٰ حضرت کے بعد اعلیٰ حضرت کے بھائیوں، بیٹوں، پوتوں، نواسوں وغیرہم کا دور بھی انتہائی تابناک ودرخشاں رہا، ان میں سے ہر ایک کو عہد آفریں اور علوم اعلیٰ حضرت کا وارث وامین کہا جاسکتا ہے۔ خاص طور پر ان کے شہزادگان باوقار میں حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مختلف علوم وفنون خصوصاً عربی ادب ولغت میں کامل عبور ومہارت تامہ حاصل تھی۔ وہ بے پناہ ذہین وفطین اور مردم شناس تھے، اعلیٰ حضرت کو ان پر کافی وثوق واعتماد تھا، سفر وحضر میں اعلیٰ حضرت انہیں اپنے ساتھ رکھتے، سفر حرمین میں بھی انہیں اعلیٰ حضرت کی معیت وہمراہی حاصل رہی، ان کی علمی صلاحیت واستعداد کا عالم یہ تھا کہ حرمین شریفین میں اعلیٰ حضرت نے قلم برداشتہ جو لکھا، انہوں نے اس کی تبییض وتعریب کی اور ہندوستان آنے کے بعد بعض عربی کتب کا اردو میں ترجمہ کیا، ہمیشہ اعلیٰ حضرت کے دست راست بن کر رہے اور ان کے علمی خزانے سے بھرپور استفادہ واکتساب کیا۔ عامل کامل اور علامۂ زمن ہونے کی حیثیت سے بذات خود بھی علم وعمل کی روشنی پھیلائی اور بندگان خدا کے لئے ہدایت وارشاد کا سامان کیا۔ مسند اعلیٰ حضرت کی زینت بنے اور اس کا حق بھی ادا کیا۔

ابوالبرکات آل الرحمن حضور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا الشاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب نوری علیہ الرحمۃ والرضوان کو زمانہ جانتا ہے کہ وہ علم وفضل، فقہ وافتاء، تدین وتقویٰ، زہد وپرہیز گاری، سلوک ومعرفت، تصوف وعرفان وغیرہ اوصاف حمیدہ اور مرجع علماء ومتبع سنت ہونے میں اعلیٰ حضرت کے عکس جمیل تھے، ان کی تصنیف وتالیف میں امام احمد رضا کا رنگ تحقیق اور انداز بحث وتمحیص نظر آتا ہے، فکر وعقیدے کے تصلب اور استقامت دین میں ثانی اعلیٰ حضرت معلوم ہوتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے دنیا سے جانے

کے بعد دنیائے سنیت میں جو خلا پیدا ہوا تھا، حضور مفتی اعظم ہند نے اپنے وجود اور حسن تدبر و دانائی سے اس خلا کو بھر دیا تھا۔ علما و عوام کی انہیں جو مرجعیت و مرکزیت حاصل تھی، اس سے بریلی کی مسند علم و ارشاد میں چار چاند لگ گئے اور اس کی عظمتوں کا مینار اوج ثریا تک بلند ہوا۔

حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کے شہزادہ گرامی مفسر اعظم ہند حضرت علامہ ابراہیم رضا خاں صاحب عرف جیلانی میاں علیہ الرحمہ علم و عرفان کی ہمہ گیری اور فنون مروجہ میں کمال و عبور کے ساتھ ایسے وجیہ و باوقار تھے کہ ان کے چہرۂ زیبا کو دیکھ کر ہی کتنے غیر مسلم اسلام و ایمان کی دولت لازوال سے مالامال ہو گئے، کتنے لوگوں نے ان کی طلعت اقدس کو دیکھ کر یہ کہا کہ یہ شخص جس مذہب و دین کے پابند و پیرو ہیں، وہ دنیا کا سچا پکا مذہب ہے، اس کی صداقت و حقانیت میں شک و ریب نہیں ہو سکتا۔ ان کے اندر ظاہری حسن و جمال کے ساتھ باطنی کمال و ہنر بھی تھا، وہ تمام تر دینی و علمی اور روحانی محاسن و خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ پیکر انسانی میں وہ عظیم و جلیل رتبہ و مقام کے مالک تھے، ان کے وجود میں مقناطیسیت تھی جو ان کے قریب ہوتا، وہ ان کا مداح و گرویدہ ہو جاتا، ان کے اندر ایسی کشش و رعنائی تھی کہ حق کا متلاشی اگر انہیں دیکھ لیتا، ان کا حلقہ بگوش اور بندۂ بےدام ہو جاتا۔ غرض ان کے اندر جو علمی جاہ و جلال اور تدبر و دانائی تھی، وہ ان کے خاندانی طمطراق کا حصہ اور موروثی فیض علمیہ کا اثر تھا۔ وہ اگرچہ علما و عوام کے درمیان ''مفسر اعظم ہند'' کے خاص لقب سے مشہور و ممتاز ہوئے مگر وہ ہر فن میں کمال اور ہر علم میں عبور و مہارت رکھتے تھے۔

میرے ممدوح و مخدوم گرامی جانشین حضور مفتی اعظم ہند، فقیہ عصر تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب ازہری علیہ الرحمہ مفسر اعظم ہند حضرت مولانا ابراہیم رضا خان صاحب عرف جیلانی میاں علیہ الرحمہ کے نور نظر اور ہونہار و لائق و فائق فرزند ارجمند ہیں، اللہ عزوجل نے انہیں ایسا علم و کمال عطا فرمایا ہے جس سے وہ بیک وقت حضور مفتی اعظم ہند کے زہد و تقویٰ، خلوص و للّٰہیت اور ان کے دینی تصلب و استقامت کے عکس و پرتو اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے علوم و معارف کے سچے وارث و امین معلوم ہوتے ہیں۔ انہوں نے اگرچہ اعلیٰ حضرت کا زمانہ نہیں پایا اور ظاہری طور پر ان سے اکتساب فیض نہیں کیا مگر روحانی و باطنی استفادے سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یوں ہی جانشین مفتی اعظم ہند ہونے کی حیثیت سے حضور مفتی اعظم ہند سے انہوں نے براہ راست جو خزانۂ علمیہ اور سلوک و تصوف کا ادراک و علم حاصل کیا، وہ عالم آشکارا اور اہل علم پر ظاہر و عیاں ہے۔ حضور مفتی اعظم ہند کے نقوش قدم کو انہوں نے نشان منزل و مشعل راہ قرار دیا۔ فقہ و افتا، اور تصوف و طریقت میں ان سے رہنمائی حاصل کی۔ میرا اندازہ ہے کہ جو علم سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا ہے، وہ بھی حضور مفتی اعظم ہند ہی سے ملا ہے۔ غرض خاندانی وجاہت و وقار کے ساتھ علمی جاہ و جلال میں تاج الشریعہ کو جو تفرد و امتیاز اور مقام و منصب حاصل ہے وہ سب حضور مفتی اعظم ہند کے فیضان کرم اور نگاہ عنایت کا صدقہ و عطیہ ہے۔ حضور مفتی اعظم ہند کی ذات عالیہ علم و فن کی بحر بیکراں اور تدین و تقویٰ میں بے مثال تھی۔ ان کے علمی انوار و لطائف سے برصغیر کے جن علما و فضلا نے استفادہ و اکتساب فیض کیا، وہ اپنے عہد اور اپنے زمانے میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے، ان کے خورشید علم کی ضیا باریوں سے شہر اور علاقے روشن و تابناک ہوئے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ روالے جب حضور مفتی اعظم ہند کے فیوض و انوار سے بہرہ ور ہوئے، تاج الشریعہ تو ان کے اپنے اور خاص نسبت و تعلق والے ہیں، ان پر جو نگاہ لطف اور بارش کرم

ہوگی، اس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ اسی نگاہ التفات کا اثر ہے کہ آج کے اس ترقی یافتہ عہد میں حضور تاج الشریعہ کو ہندو پاک اور پورے ایشیا و یوروپ میں جو شہرت و مقبولیت حاصل ہے، وہ بہت کم لوگوں کو ملا کرتی ہے۔ کہنے کو کوئی سیاح امریکہ ہے، کوئی سیاح لندن و برطانیہ، کوئی کچھ، کوئی کچھ، بعض لوگ بیرون ملک کا ایک دو بار دورہ کر کے آتے ہیں تو سیاح فلاں ہوجاتے ہیں اس پر فخر سے ان کا سر اونچا بھی ہوتا رہتا ہے مگر تاج الشریعہ کے بارے میں کیا کہا جائے گا کہ افریقہ و امریکہ اور لندن و برطانیہ جن کے لئے گھر آنگن کے مثل ہے، کہ جب دل چاہا، چلے گئے اور جب چاہا آ گئے۔ ایسی صورت میں اگر تاج الشریعہ کے لئے یہ کہا جائے کہ وہ سیاح عالم ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ بیرونی ملکوں کے اسفار و دوروں کے ساتھ ہندوستان کا کون ایسا صوبہ اور ضلع ہے جہاں تاج الشریعہ کے قدم نہیں پہنچے، اپنے ملک کا کون ایسا مقام ہے جہاں ان کے فیضان کا ابر کرم جھوم کر نہ برسا ہو، بلکہ جہاں ان کا آنا جانا زیادہ ہے وہ مقام تو رشک بریلی اور فردوس نظر بن چکا ہے، وہاں پر علم و اعتقاد کے حسین و خوشبودار گلاب و نسترن کھل گئے ہیں۔ وہاں کی فضا سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبوؤں سے معطر و مشکبار ہوگئی ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے عاشق و شیدا اور وفادار امتی ہیں، جہاں ان کا قدم پہنچتا ہے، وہاں سے بدعات و خرافات اور بدعقیدگی و بدمذہبی کا جنازہ نکل جاتا، بدعملی و فکری آوارگی کا تابوت اٹھنے لگتا، لوگ راہ راست پر گامزن و جادہ پیما ہوجاتے، انہیں دینی و اعتقادی تصلب و استقامت نصیب ہوتی اور خدا اور رسول کی حقیقی محبت و عقیدت مل جاتی ہے۔ وہ صحابہ و تابعین کے گرویدہ اور اولیاء و اصفیاء کے دیوانے و متوالے ہوجاتے ہیں۔ جہاں ان کے نام لیوا اور ان کے معتقدین رہتے ہیں، وہاں پر کسی وہابی، دیوبندی، تبلیغی، مودودی، وغیرہ گمراہ و بے دین فرقے کا گزر نہیں ہوتا۔ یہ ان کے تصلب فی الدین کا اثر اور ان کے قدموں کی برکت و فیض ہے۔ خاندان اعلیٰ حضرت اور اہل بریلی کا تصلب و شدت زمانے میں مشہور ہے، عشق و ایمان والے اس بات کے معترف و گواہ ہیں۔

حضرت تاج الشریعہ اہل سنت و جماعت کے ایسے عظیم و جلیل فرد ہیں جنہیں خاندانی شرافت و سعادت کا تمغۂ افتخار اور ایسی باوقار نسبتوں کی عظمت و بہار حاصل ہے جو ان کے لئے سامان ترقی اور باعث افتخار و عزت ہیں۔ ان کی خوش نصیبی و فیروز بختی یہ ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت کے بیٹے حضرت حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں صاحب کے پوتے، اعلیٰ حضرت کے پرپوتے، اور حضور مفتی اعظم ہند کے پوتے و نواسے، دونوں ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر ان کی زندگی میں علم و فضل کی صورت میں ان کا ذاتی سرمایہ و اثاثہ کچھ بھی نہ ہوتا پھر بھی ان نسبتوں کا شرف و اعزاز ہی ان کے لئے کافی تھا، جن کی برکت و فیض ان کو حاصل ہے۔ ایک لحاظ سے صرف ان نسبتوں کا امتیاز ہی فخر و مباہات کے لئے انہیں کافی تھا۔ مگر شرف نسبت کے ساتھ انہیں جو محاسن و کمالات، علمی تفوق و برتری، ادبی ذوق و استعداد، عربی زبان پر مہارت و قدرت، تفسیر و حدیث میں وسعت معلومات، فنون مختلفہ کی رمز شناسی، افتاء اور جزئیات فقہ پر عبور و دسترس، تصنیف و تالیف کا شوق و رغبت ترجمہ و حاشیہ نگاری کی صلاحیت و لیاقت، زبان و بیان کی شگفتگی، عصری علوم کی قابلیت و خصوصیت اور دیگر اوصاف و فضائل میں جو تفرد و امتیاز حاصل ہے، ان میں وہ یگانۂ روزگار اور اپنے ہم عصر علماء و فقہاء میں ممتاز و نمایاں نظر آتے ہیں۔ شعر و شاعری اور فنون لطیفہ سے بھی شغف و دلچسپی رکھتے ہیں بلکہ وہ اپنے خاندانی روایات کی بقا و برتری کے بھی ضامن اور موروثی عظمت و اقدار کے کفیل و محافظ ہیں۔ حق یہ ہے کہ تاج الشریعہ نمونۂ اسلاف و اکابر اور یادگار اولیاء و اصفیاء ہیں۔ عوام و خواص میں وہ ایک باکرامت ولی کی حیثیت سے بھی مشہور و متعارف ہیں۔ بلکہ سواد اعظم انہیں ولی باکمال مان رہا ہے۔

ان کی ولایت پر سواد اعظم اہلسنت کی گواہی موجود ہے۔ یہ امر مسلم ہے کہ سواد اعظم واہل زمانہ جسے ولی مانیں وہ خدا کے نزدیک بھی ولی ہے۔ زبان خلق کو نقارۂ خدا کہنا بھی ایک معروف ومشہور بات ہے۔ جسے دیکھنے سے خدا یاد آئے وہ ولی ہے، ولایت کی یہ علامت وپہچان بھی ان کے اندر موجود ہے، ولایت کے اس معیار پر وہ کھرے اترتے ہیں، اس سے کسی کو انکار بھی نہیں ہے، میں نے تو ایک ایسے عالم کو ان کی کرامت بیان کرتے سنا ہے جو علوم نقلیہ وعقلیہ کا ماہر وجامع ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ ان کے پاس کرامتوں کا ذخیرہ ہو یا نہ ہو مگر شریعت پر استقامت اور دین وسنت پر تصلب وشدت سے کسے انکار ہے؟ کیونکہ ولایت وبزرگی کا معیار وکسوٹی کشف وکرامت نہیں، شریعت مطہرہ پر استقامت وثبات ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: ''اولیاء فرماتے ہیں کشف وکرامت نہ دیکھ، استقامت دیکھ کہ شریعت کے ساتھ کیسا ہے؟ حضرت خواجہ شیخ بہاء الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے امام ہیں، آپ سے کسی نے عرض کی کہ حضرت تمام اولیاء سے کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں، حضور سے بھی کوئی کرامت دیکھیں، فرمایا اس سے بڑی اور کیا کرامت ہے کہ اتنا بڑا بھاری بوجھ گناہوں کا سر پر ہے اور زمین میں دھنس نہیں جاتا''۔ [الملفوظ، چہارم تخریج شدہ، ص ۵۰۸، مطبوعہ دہلی]

حضور تاج الشریعہ کو مختلف علوم وفنون پر مہارت ودسترس کے ساتھ فن تصوف وسلوک پر بھی عبور وکمال حاصل ہے۔ ان کی تصانیف وتالیفات کے بعض گوشوں واقتباسات، ان کی مجلسی گفتگو، تربیت مریداں اور ان کے مذاکرۂ علمیہ سے میری اس رائے کی تائید ہوتی ہے۔ تصوف وسلوک کا تعلق اگر چہ ایک رجحان کے مطابق عمل وعبادت، طاعت وبندگی اور ریاضت ومجاہدہ سے ہے لیکن درحقیقت وہ باضابطہ ایک فن ہے، اس کی ایک الگ حیثیت وشناخت ہے، اس پر مستقلاً کتابیں لکھی گئی ہیں، دوسری صدی ہجری کے اواخر اور تیسری صدی ہجری کے اوائل ہی سے تصوف وسلوک میں کتابیں تصنیف کرنے کا رواج ہو گیا تھا اور لوگ اس کی طرف مائل ومتوجہ ہو رہے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ اسے باضابطہ فن کا درجہ ملا، فن کی حیثیت سے اسے حاصل کرنے کا رجحان وخیال پیدا ہوا، دیگر فنون کی طرح اس میں بھی لکھنے لکھانے کا رواج، چلن عام ہوا۔ وہ دور جس میں تصوف وسلوک کو عروج وارتقا ملا، وہ خالص اسلامی اور دینی اقدار وروایات پر عمل کرنے کا دور تھا۔ عملی اصلاح وتربیت کے لئے کسی جدوجہد یا کسی تنظیم وانجمن کی ضرورت نہ تھی بلکہ اس وقت کا معاشرہ ہی ایسا صالح ونیک اور پاکیزہ اسلامی معاشرہ تھا جس میں لوگ ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر عمل کرتے بلکہ عمل وعبادت صوم وصلوٰۃ اور دیگر نیک کاموں میں ایک دوسرے پر سبق وبرتری لے جانے کی سعی وکوشش کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اس دور میں جنید وشبلی اور بایزید جیسے آسمان ولایت کے آفتاب وماہتاب پیدا ہوئے اور ایسے جلیل القدر وذیشان اولیاء واصفیاء، عبا دوزہاد کا وجود ہوا جن پر زمانے کو آج تک فخر وناز ہے۔ ان کا عہد زریں ایسا مبارک ومسعود اور روشن ودرخشاں ہوا کہ اس عہد کی اسلامی ترقیوں اور انسانی فوز وفلاح کو دیکھ کر خیر القرون اور عہد صحابہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ انہی کے وجود کی برکتوں سے اسلامی تاریخ کو رشکناک اور عبرت آمیز نگاہوں سے دیکھا اور پرکھا جاتا ہے۔

مجھے فی الوقت تصوف وطریقت کی تاریخ وترتیب پر خامہ فرسائی مقصود نہیں، نہ اس کی ابتدا وآغاز پر بحث وتمحیص کرنی ہے، بلکہ حضور تاج الشریعہ کی حیات اقدس میں تصوف وسلوک کی جو رعنائیاں اور ان کی عبادت وعمل میں خلوص وللٰہیت کی جو جلوہ آرائیاں موجود وموجزن ہیں، ان کا جائزہ لینا ہے۔ ہم یقین واذعان سے جانتے ہیں کہ حضرت تاج الشریعہ ایسے ذی وجاہت خاندان و

گھرانے کے فرد فرید ہیں جو علم وفضل، تدین وتقویٰ، زہد و پرہیزگاری، صداقت وراست بازی، خلوص وللّٰہیت، خوف وخشیت ربانی، خدا ورسول (جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی محبت والفت، عشق رسالت ونبوت، ائمہ واولیاء سے عقیدت ووارفتگی، اسلاف و اکابر سے والہانہ لگاؤ، امانت ودیانت، متانت وسنجیدگی، عبادت وریاضت، طاعت وبندگی، عفت وپارسائی، اخوت وبھائی چارگی، ایثار وقربانی، ہمت وحوصلہ، حق گوئی وبے باکی وغیرہ اوصاف ومحامد میں مشہور وممتاز ہے۔ تاج الشریعہ کو جہاں اپنے آباؤ اجداد کا علم و فن وراثت میں ملا وہیں انہیں عمل وتقویٰ اور تصوف وعرفان کا سرمایہ بھی موروثی طور پر ملا ہے۔ وہ خاندانی اعتبار سے بھی ذی وجاہت قابل تعریف وتوصیف اور ذاتی طور سے بھی معتدلائق صد تحسین وستائش ہیں۔ مجھے تو یہ کہنے کو جی چاہتا ہے کہ حضرت تاج الشریعہ "پدرم سلطان بوذ" کے زعم وخیال میں لاف زنی یا دعویٰ سخن دانی نہیں کرتے بلکہ اللہ عزوجل نے ذاتی طور پر بھی انہیں جو کمال وخوبی عطا کی ہے، اس سے وہ مسند علم وافتاء کے صدر نشیں اور بزم سنیت کے تاج دار ہیں۔ انہیں اہل سنت وجماعت کی مرکزیت ومرجعیت حاصل ہے، ان کے بلند اقبال اور بین الاقوامی شہرت ومقبولیت کو دیکھ کر کج کلاہان زمانہ حیران وششدر ہیں۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

حضرت تاج الشریعہ کے معمولات زندگی اور معمولات عبادت وبندگی دیکھنے کا مجھے جہاں تک موقع ملا ہے اس کے تناظر میں وثوق واعتماد سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ پندرہویں صدی ہجری کے بہت بڑے صوفی وپارسا اور عابد شب خیز ہیں، وہ فرائض و واجبات، سنن ونوافل اور مستحبات کے پابند ہیں، حالت اقامت وحضر میں نمازوں کی ان کے اوقات میں تو ادائیگی ہوتی ہی ہے حالت سفر میں بھی اہتمام وسختی کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں خواہ ریلوے اسٹیشن ہو یا ہوائی اڈہ، ہر جگہ نمازوں کا اہتمام کرتے ہیں۔ وہ عامل کامل ہیں، فرائض کی بجا آوری کے ساتھ نوافل کی کثرت کرتے اور تہجد قضا ہونے نہیں دیتے ہیں۔ یہ چیزیں تصوف وسلوک کی اصل روح اور عرفان وطریقت کی جان ہیں۔ مزید یہ کہ ان کے ذکر وفکر، اوراد ووظائف، مشاغل ومصروفیات اور دیگر عادات و عبادات کو دیکھ کر بھی اندازہ ہوتا ہے کہ تصوف وطریقت سچائی اور طریقہ مشائخ کو اپنا معمول بنایا۔ صوفیہ کا طریقہ بھی یہی ہے کہ قدم قدم پر وہ احکام شرع کی پابندی وپیروی کرتے ہیں اور طریقت کی پُر پیچ گتھیاں سلجھانے میں مصروف عمل رہتے ہیں۔ طریقت کو شریعت سے جدا علیحدہ نہیں سمجھتے بلکہ شریعت کو اصل اور طریقت کو اس کی فرع سمجھتے ہیں۔ شریعت کو دریائے طریقت سے نکلی ہوئی نہر مانتے ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ طریقت شریعت سے جدا کسی راستے کا نام نہیں بلکہ شریعت سے مربوط ایک شعبے کا نام طریقت ہے۔ طریقت کو اگر مربوط ومنسلک نہ مانا جائے تو وہ طریقت نہیں طبیعت ہوگی، من گڑھت قانون اور اختراعی فسانہ ہوگا۔

صوفی ہونے کے لئے علم ومعرفت لازم اور احکام شرع پر عمل ضروری اس کے بغیر کوئی تصوف کا پہلا زینہ اور اس کی لذت و حلاوت کو نہیں پا سکتا۔ صوفیہ کی جماعت میں جتنے بڑے بڑے علم وعرفان والے ہوئے جن کے ذریعہ سے فن تصوف کو نمایاں فروغ و عروج ملا، وہ سب کے سب احکام شرع کے پابند اور سنتوں کے عامل تھے۔ ایک صاحب تصوف کو کیسا ہونا چاہئے، اس کی حقیقت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ:

"سرخیل اولیاء، سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں صاحب حدیث صوفی بنو، صوفی صاحب حدیث نہ بنو۔" [احیاء العلوم]

یعنی پہلے علم حدیث حاصل کرو پھر صوفی بنو، یہ نہ ہو کہ پہلے صوفی بنو، پھر علم حدیث حاصل کرو، کیونکہ جو بغیر علم ومعلومات کے صوفی بننا چاہے، اسے شیطان اپنی انگلیوں پر نچائے گا، شیطان اسے اپنے دام تزویر میں پھنسا کر راہ راست سے ہٹادیگا۔علم دین کی برکت سے انسان شیطان کے وسوسے اور ہتھکنڈوں سے محفوظ رہتا ہے"۔اس پر شیطان کا حملہ کارگر نہیں ہوتا۔

حدیث پاک میں یہ صراحت ووضاحت موجود ہے کہ بغیر فقہ کے عابد بننے والا ایسا ہے جیسے چکی میں گدھا، کہ محنت ومشقت تو بہت کرتا ہے مگر اسے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے اپنی تصانیف وفتاویٰ کے متعدد مقامات پر یہی لکھا ہے کہ:

بے علم صوفی شیطان کا مسخرہ ہے۔

بے علم عابد کو شیطان اپنی انگلیوں پر نچاتا ہے۔

اور بعض صوفیہ کے اقوال وحوالے سے یہ لکھا ہے کہ:

علم تصوف چشمہ شریعت سے نکلی ہوئی جھیل ہے۔

تصوف کیا ہے، بس احکام شریعت پر بندہ کے عمل کا خلاصہ ہے۔ [مقال عرفا، باعزاز شرع وعلماء]

حضرت تاج الشریعہ تصوف وطریقت کے معاملے میں اعلیٰ حضرت کے اقوال وارشادات کے پابند ومتبع ہیں، ان کی روشنی میں وہ راہ عمل متعین کرتے ہیں اور وہی ان کی عملی زندگی کا خلاصہ بھی ہے۔ ان کی تصانیف وتقاریر کے بعض گوشوں میں یہی اشارے ملتے ہیں، اس میں شک نہیں کہ تاج الشریعہ نے اپنی خاندانی روایات اور اپنے طبعی میلانات کی رو سے ایک بے ریا، پاکباز صوفی کی حیثیت سے بے تکلفانہ زندگی بسر کی، ان کی زندگی میں کہیں بھی ریا ودکھاوے کا شائبہ نظر نہیں آتا، وہ زاہد خوش نہیں، صوفی خوش اخلاق ہیں۔

گروہ صوفیہ کا رجحان الگ الگ اور نظریہ مختلف ہے۔ بعض صوفیہ ذکر وفکر، ریاضت ومجاہدہ اور مراقبہ ومشاغلہ کے لئے تجرد و تنہائی اختیار کرتے، اس کے لئے وہ خلوت وگوشہ نشینی کو ترجیح دیتے ہیں، گوشۂ تنہائی میں وہ ریاضت ومجاہدہ اور نفس کشی کا سامان کرتے ہیں۔بعض وہ ہیں جو اپنے معمولات وعبادات اور ذکر وفکر کو باقی وجاری رکھتے ہوئے دینی وعلمی خدمت اور عوام کی اصلاح و تربیت کو ترجیح دیتے اور اس کو اپنا فریضہ ونصب العین جانتے ہیں۔ اہل علم کو بخوبی معلوم ہے کہ ان دونوں گروہوں میں وہ گروہ افضل وبہتر ہے جواذکار وعبادات اور شرعی تقاضوں پر عملی جدوجہد کے ساتھ خدمات دینیہ اور مشاغل علمیہ کی بقاء وترقی کو اپنا فریضہ قرار دیتا ہے۔ روز وشب دین وسنت کی حمایت وتائید اور اس کی ترویج واشاعت میں لگا رہتا ہے۔ ایسے صوفیہ کو اس کے علاوہ اور کسی ریاضت ومجاہدہ کی حاجت نہیں۔ ان کے لئے یہی خدمات مجاہدات ہیں بلکہ عالم باعمل کی دینی خدمات عابد بے ریا کے مجاہدوں سے بڑھ کر ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ جو لوگ ظاہری مجاہدات ترک کر کے تعلیم وتعلم، اصلاح وتربیت، بدمذہبوں کے ردوابطال اور دینی خدمات میں مصروف رہتے ہیں، انہیں اور کسی ریاضت ومجاہدہ کی حاجت نہیں، ان کے لئے دینی وعلمی خدمات ہی مجاہدات ہیں۔ اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے استفسار ہوا کہ اگر کوئی مجاہدہ کرنا چاہے تو اس کی تکمیل کے لئے کیا دنیوی ذریعہ

معاش اور دینی خدمت دونوں کو چھوڑنا پڑے گا؟ آپ نے فرمایا: اس کے لئے یہی (دینی وعلمی) خدمات مجاہدات ہیں بلکہ اگر نیت صالحہ ہے تو ان مجاہدوں سے اعلیٰ، امام ابواسحاق اسفرائنی جب انہیں مبتدعین کی بدعات کی اطلاع ہوئی، پہاڑوں پر ان اکابر علماء کے پاس تشریف لے گئے جو ترک دنیا و مافیہا کر کے مجاہدات میں مصروف تھے، ان سے فرمایا: یاآکلۃ الحشیش انتم ھھنا وامۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی الفتن: اے سوکھی گھاس کھانے والو! تم یہاں ہو اور امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتنوں میں ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ امام یہ آپ ہی کا کام ہے، ہم سے نہیں ہوسکتا، وہاں سے واپس آئے اور مبتدعین کے رد میں نہریں بہائیں۔

[الملفوظ اول تخریج شدہ ص ۸۸ مطبوعہ دہلی]

اس نقطۂ نظر سے اگر تاج الشریعہ کی حیات اقدس کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ و احساس ہوگا کہ انہوں نے اگر چہ کسی گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر ریاضت ومجاہدہ نہیں کیا، نہ تجرد و تنہائی اختیار کر کے نفس کشی کا کوئی سامان کیا، مگر ان کی دینی وعلمی خدمات، دین وسنت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت، حلقۂ ارادت میں آنے والوں کی تعلیم وتربیت، اصلاح وارشاد کے لئے ملک و بیرونی ملک کے اسفار ودورے، تصنیف وتالیف، تعریب وتراجم، علمی کتب کی شرح وحاشیہ نگاری، فتاویٰ نویسی اور مفتیان کرام کی رہنمائی، مسائل شرعیہ کی تحقیق وتدقیق، جدید ذرائع ابلاغ سے احکام شرعیہ کا بیان اور علمی وفقہی سوالوں کا جواب دینا وغیرہ مصروفیات وخدمات ایسی ہیں جو خلوت و گوشہ نشینی اور تجرد و تنہائی کی ریاضت ومجاہدہ سے بڑھ کر ہیں۔ ان چیزوں کو ان کے تصوف وسلوک کے دائرہ سے خارج و باہر نہیں سمجھا جا سکتا۔ نہ ان کی صوفیانہ زندگی سے انہیں علٰحدہ کچھ اور قرار دیا جا سکتا ہے۔ جبکہ یہ تمام خدمات دینیہ ان کے صوفیانہ کردار وعمل میں شامل و داخل ہیں، ان کی تمام دینی مساعی جمیلہ کو تحریک تصوف کا نام دیا جا سکتا ہے۔

شیخ الاسلام والمسلمین، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے بھی خدمات دینیہ وعلمیہ کو ہی ریاضت ومجاہدہ اور ذریعۂ سلوک سمجھا تھا، انہی کو وہ اصل تصوف اور روح طریقت جانتے تھے۔ وہ اپنے معمولات ومشاغل کے ساتھ کبھی کبھی ایسی نفس کشی کرتے تھے کہ دیکھنے والوں کو اس کا احساس بھی نہ ہوتا کیونکہ اس کے لئے وہ کسی گوشۂ خلوت میں نہیں بیٹھتے بلکہ رونق انجمن رہتے اور زندگی کی تمام تر مصروفیات ومشغولیات جاری وباقی رہتی تھیں مگر درحقیقت نفس کشی میں مصروف رہ کر روحانی قوتوں کو استوار ومستحکم کرتے تھے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی ذات میں نفس کشی کی ایک مثال یہ ملتی ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے کھانا پینا چھوڑ دیا، اس طرح انہوں نے مسلسل باسٹھ وقت تک کچھ نہیں کھایا، جب کھانے کے لئے اصرار کیا گیا تو فرمایا کہ جب روح کو غذا ملتی ہے جسم کو غذا فراہم کرنے کی ضرورت نہیں رہتی، پھر والدین کریمین کی رضا وخوشنودی اور (خواب میں) ان کے اصرار کا خیال کرتے ہوئے کھانا شروع کیا۔

[امام احمد رضا اور معارف تصوف]

نفس کشی کا ایسا ہی نمونہ شہزادۂ اعلیٰ حضرت امام المتقین حضور مفتی اعظم ہند مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب نوری علیہ الرحمہ کی زندگی میں بھی ملتا ہے کہ انہوں نے بھی آخر عمر میں کھانا پینا کم کر دیا تھا، غذا کم کردی تھی بلکہ کھانا پینا بالکل ترک کر دیا تھا، اس کی وجہ سے نہ عبادت ومعمولات میں کوئی فرق پڑا تھا نہ اذکار و اوراد میں کوئی کوتاہی ہوئی۔ ان کی روحانی قوت غالب وقوی تھی اس لئے ظاہری غذا کی انہیں اتنی حاجت نہ تھی۔ غذا کی ضرورت جسم کو ہوتی ہے، روح کو نہیں، جس کی روحانیت جسمانی قوت پر غالب

ہو جاتی ہے، وہ کھانے پینے سے بے نیاز و مستغنی ہو جاتا ہے۔ نفس کشی صرف غذا و خوراک کی قلت پر موقوف نہیں، اس کے اسباب و عوامل اور بھی ہیں جنہیں ہم تاج الشریعہ کی زندگی میں محسوس و مشاہدہ کرتے اور روز مرہ ان کا تجربہ کرتے ہیں اور یہ کہ انہی چیزوں کو دیکھ کر برملا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تاج الشریعہ ایک باکمال سالک و صوفی اور میدان طریقت و تصوف کے عظیم مجاہد و شہسوار ہیں۔ کیونکہ صوفی کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ کسی گمنام جگہ بیٹھ کر حق ہو کی صدائیں بلند کرے اور ضرب الا اللہ سے صرف قلب و نظر کو صاف و مجلی کرے بلکہ جو شریعت محمدیہ و سنت نبویہ علی صاحبہا التحیۃ والثناء پر عمل کرے، فرائض و واجبات کی ان کے اوقات میں پابندی کرے، خلق خدا کے لئے جذبۂ رحم و ہمدردی سے معمور و لبریز ہو، مسلمانوں سے خیر خواہی کرے، وہ بھی منزل ولایت و صوفیت سے ہمکنار و ہم آغوش ہو سکتا ہے، اس کے لئے کسی خلوت و گوشہ نشینی کی بھی حاجت نہیں، نہ تجرد و تنہائی اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

تاج الشریعہ کی خلوت و جلوت کو دیکھ کر محسوس و معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی گمنام مقام پر بیٹھ کر ضرحق ہو کو اگرچہ اپنا مشغلہ نہیں بنایا مگر جو کیا اللہ ہی کے لئے کیا، اسی کی رضا و خوشنودی کے لئے کیا، اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے اندر سادگی اور ان کا مزاج سادہ ہے، ان کے اندر کوئی تصنع و بناوٹ، فخر و غرور، دکھاوا، ریا کاری، تکبر و گھمنڈ، بغض و حسد، عداوت و کینہ، نفرت و بیزاری وغیرہ اوصاف ذمیمہ و خصائل مذمومہ نہیں ہیں۔ وہ اوصاف حمیدہ سے مزین و آراستہ اور صفات ذمیمہ سے دور ہیں۔ ایک صوفی کا یہی سب سے بڑا کمال و اعزاز ہے کہ اس کے اندر صفات مذمومہ کی حکمرانی نہ ہو، وہ ناپاک و قبیح عادت اور مذموم خصائل سے پاک و مبرا ہو، محاسن اخلاق کی بلندیاں اسے حاصل ہوں، وہ اخلاق رسول کا عکس و پرتو بھی ہو، تابعین کے عمل و اخلاص کا نمونہ اور یادگار اسلاف ہو۔

حضرت تاج الشریعہ کے ذکر و فکر اور سلوک و تصوف کا دائرہ خدمت خلق و خدمت دین و سنت اور اپنے مذہب و مسلک کی ترویج و تشہیر ہے۔ اسی لئے انہوں نے ریاضت و مجاہدہ، نفس کشی و جفاکشی اور ذکر و اذکار کے لئے خلوت نشینی و گوشۂ تنہائی اختیار نہیں کیا نہ صرف اس کو انہوں نے تصوف و سلوک کا معیار و راستہ سمجھا بلکہ مبلغ دین اور ناشر سنیت ہونے کی حیثیت سے خدمت دین و شریعت اور اشاعت سنیت کو انہوں نے سرمایہ سلوک اور اصل مجاہدہ سمجھا کیونکہ جس کی حالت یہ ہو کہ دعوت و ارشاد، تعلیم و تعلم اور خدمات دینیہ سے اسے فرصت و فراغت نہ ملے اسے خلوت نشینی لازم بھی نہیں۔ اس کے لئے فروغ دین و سنت اور اشاعت علمیہ ہی مجاہدہ نفس کشی کے مترادف و برابر ہے۔ بلکہ خدمت دین، اشاعت مذہب و مسلک عظیم مجاہدہ ہے، اسی لئے ایک عالم و فقیہ کے لئے خلوت و عزلت گزینی مناسب و محمود نہیں۔ گوشۂ تنہائی اس کے لئے لائق و زیبا ہے جس کے اندر خدمت خلق اور اشاعت علم کی قوت و استعداد نہیں ہوتی، صرف وہ عبادت و ریاضت کرے، مخلوق سے اس کا تعلق و ربط نہ ہو۔

ایک استفسار کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: ''امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا، ایک عالم صاحب کی وفات ہوئی، ان کو کسی نے خواب میں دیکھا، پوچھا آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا جنت عطا کی گئی نہ علم کے سبب بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس نسبت کے سبب جو کتے کو راعی کے ساتھ ہوتی ہے کہ ہر وقت پھونک پھونک کر بھیڑوں بھیڑیے سے ہوشیار کرتا رہتا ہے، مانیں نہ مانیں یہ ان کا کام، سرکار نے فرمایا کہ پھونکے جاؤ بس اسی قدر نسبت کافی ہے۔ لاکھ ریاضتیں، لاکھ مجاہدے اس نسبت پر قربان، جس کو یہ نسبت حاصل ہے اس کو کسی مجاہدے، کسی ریاضت کی ضرورت نہیں۔

(پھر فرمایا) اوراس میں کیا ریاضت تھوڑی ہے جو عزلت نشیں ہوگیا نہ اس کے قلب کو کوئی تکلیف پہنچ سکتی ہے، نہ اس کی آنکھوں کو، نہ اس کے کانوں کو، اس سے کہئے جس نے اوکھلی میں سر دیا ہے اور چاروں طرف سے موسل کی مار پڑ رہی ہے۔''

[الملفوظ، سوم تخریج شدہ، ص ۹۹، مطبوعہ دہلی]

حضرت تاج الشریعہ کو جنہوں نے قریب سے دیکھا اوران کی حیات اقدس کا بغور جائزہ لیا ہے وہ وثوق واعتماد سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کی زندگی کا لمحہ لمحہ دین وسنت اور علم وعمل کی اشاعت وتشہیر میں مصروف وقف ہے۔ وہ شریعت مطہرہ کے استحکام اور فروغ مذہب ومسلک کے لئے ہر وقت مضطرب وکوشاں رہتے ہیں۔ خواہ جلوت ہو یا خلوت، ہر حالت میں انہیں امت مسلمہ کی فلاح وبہبود کی فکر دامنگیر رہتی ہے، وہ زاہد جفاکش نہیں عالم وفاکیش ہیں، انہیں مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وفادارانہ نسبت غلامی حاصل ہے، وہ وفا شعار امتی اور بارگاہ خداوندی کے مقرب ومحبوب ہیں۔ نسب سے شی کا امتیاز وعرفان ہوتا ہے، انہیں جس نسبت پر فخر وناز ہے اور جس نسبت سے وہ ممتاز ونمایاں حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں، اسی نسبت کی بقاء وبرتری کے لئے وہ دین متین اور خدمت خلق کو اپنے حوائج وضروریات پر مقدم رکھتے اور اسی میں شب وروز مشغول ومنہمک رہتے ہیں۔

فن تصوف میں خدمت خلق کی جو اہمیت ووقعت ہے، اس سے وہ لوگ بخوبی واقف وآگاہ ہیں جنہوں نے تاریخ صوفیہ کا مطالعہ کیا اور تصوف وسلوک سے کچھ بھی ان کا لگاؤ ہے۔ ایک صوفی اور خدا رسیدہ بزرگ کے لئے خلق الٰہی کی خدمت ایک ایسا جامع واہم شعبہ ہے جس میں اس کی زندگی گردش کرتی اور وہ اس کے گرد محصور ومصروف نظر آتا ہے۔ صوفیہ ومشائخ خدمت خلق کو ترجیح اس لئے دیتے ہیں کہ یہ خدا تک رسائی اور اس سے وصال وقرب کا اہم ذریعہ وسامان ہے۔ ہر وہ بات جو سلوک الی اللہ کے لئے ممد ومعاون ہو، صوفیہ اسے اپناتے اور اس کے لئے ہزار جتن کرتے ہیں۔ ان کا مقصود حیات خدا ورسول جل وعلیٰ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا وخوشنودی اور نفس شیطان کے خلاف جہاد ہے اور یہ کہ نفس امارہ کو جس نے مارا وہی راہ سلوک وعرفان میں کامیاب اور طریقت کی اصطلاح میں حقیقی صوفی ہے۔ ارشاد، تعلیم طریقت، تصوف اور کمال حزم واحتیاط میں ایسے ممتاز ونمایاں ہوگئے کہ ان کا نام صداقت وراست بازی کی علامت وپہچان اور حق گوئی وبے باکی کی ضمانت بن گیا۔ اسی خوبی کردار کی وجہ سے لوگ ان کی طرف مائل ومتوجہ ہوئے۔ ان کے مریدین ومتوسلین اور معتقدین کی تعداد کروڑوں سے متجاوز ہوگئی پر اندازہ ہے کہ عہد حاضر میں شاید کوئی پیر ایسا ہو جس کا حلقۂ طریقت وبیعت اتنا وسیع ودراز ہو جتنا حضور تاج الشریعہ کا حلقۂ ارادت وسیع ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ پیر وشیخ طریقت کو ایسا ہونا چاہئے جو اپنے مریدوں کی تربیت واصلاح اس طرح کرے جیسے مرغی اپنے چوزوں کی۔ بعض پیر ایسا کرتے ہیں، وہ اپنے مریدوں کو پہچانتے اور ان کے غم وخوشی میں شریک ہوتے ہیں مگر بریلی کے پیروں میں یہ بات نہیں ہے، وہ مریدوں کی خبر گیری نہیں کرتے، انہیں پہچانتے بھی نہیں، ان کی اصلاح وتربیت کا کچھ سامان بھی نہیں کرتے۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ یہ بے بنیاد اور مخالفین بریلی کی من گڑھت واختراعی باتیں ہیں، حقیقت وسچائی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ پھر بھی ایسے لوگوں کو ہم باور کرانا چاہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت، حضور مفتی اعظم ہند کا گھرانہ ایک علمی گھرانہ ہے، وہاں سے علماء وفضلاء پیدا ہوتے اور علم دین کی خدمت واشاعت ہوتی ہے، وہاں کا نشر یہ عالم اسلام کے ہر گوشے میں پہنچتا ہے اور

لوگ اس سے بہرہ ور ہوتے ہیں، اس کے باوجود مشائخ بریلی اپنے مریدین و معتقدین کی تربیت و اصلاح اور علمی قیادت کی رہنمائی کا فریضہ اس انداز میں حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیتے ہیں کہ انہیں علم دین کی دولت و سعادت سے بھی مالا مال کر دیتے، عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سوغات سے نوازتے اور عبادت و ریاضت کی لذت و ذوق سے بھی آشنا و آگاہ کر دیتے ہیں۔ ان سب کے باوجود سلسلۂ رضویہ کے مریدوں کو جو شجرۂ مبارکہ دیا جاتا ہے اس میں جو پندرہ نصیحت، ذکر و اذکار، وعظ و تذکیر اور اوراد و وظائف مرقوم ہیں، وہ ان کے دین و دنیا دونوں کے لئے مفید و کارآمد اور ایک استاذ و مربی کے مثل ہیں۔ کوئی مرید باصفا اگر صرف شجرۂ رضویہ کی نصیحتوں پر خلوص و للّٰہیت کے ساتھ عمل کرلے، وہی اس کو نجات و سلامتی کے لئے کافی ہیں۔

پیران بریلی میں خصوصاً حضرت تاج الشریعہ کو جن لوگوں نے اس نقطۂ نظر سے دیکھا ہے، انہیں اس بات کا اعتراف و اقرار ہوگا کہ تاج الشریعہ نے اپنے مریدین و متوسلین کی اصلاح و تربیت اور ان کے ذوق و طبیعت کی ضیافت کے لئے اوقات متعین و مقرر کر رکھے تھے جن میں تشنگان علوم و معرفت اور طالبان سلوک و تصوف حاضر ہو کر اپنی علمی و روحانی پیاس بجھاتے، ان کی ایسی مجلسوں میں علماء و طلبا بھی ہوتے ہیں اور عوام و خواص بھی۔ کبھی کبھی اہل ذوق کا کافی ازدہام ہو جاتا اور کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوتے، ان کی ایسی مجلسوں کو دیکھ کر اعلیٰ حضرت و حضور مفتی اعظم ہند کا زمانہ یاد آتا اور اسلاف و اکابر اولیا، و صوفیہ کی مجالس و معمولات یاد آتے ہیں۔ ایسی صورت میں ان کے معمولات اور مجالس و محافل کی علمی و اصطلاحی گفتگو کو ضبط تحریر میں لانے کی ضرورت ہے جس طرح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے ملفوظات کو حضور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا الشاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب نوری علیہ الرحمہ نے الملفوظ کے نام سے جمع فرمایا جو علم و معلومات کا خزانہ، تصوف و سلوک کا گنجینہ اور تاریخی حقائق و تذکرے کا ایک وسیع دفتر ہے۔ کاش حضور مفتی اعظم ہند کے ملفوظات کو بھی جمع کیا جاتا تو وہ بھی ایک علمی و تاریخی یادگار اور تصوف و طریقت کا بے مثل مجموعہ ہوتا۔

حاصل یہ کہ میرے ممدوح گرامی وقار حضرت تاج الشریعہ کو دور حاضر میں تصوف و سلوک کا جو عرفان و ادراک حاصل ہے وہ ان کے احوال واقعی کی تعبیر اور ان کے عمل و اخلاص کی تشریح ہے۔ ان کی حیات و خدمات اور دینی و مذہبی و علمی و ادبی، مسلکی و مشربی کارناموں میں کسی کوتاہ بیں کو سلوک و تصوف اور ارادت و انابت کے گوشے نظر آئیں یا نہ آئیں مگر اسلاف و اکابر صوفیہ کے معمولات و مصروفیات کو دیکھ کر حضرت تاج الشریعہ کے لئے بھی یہ یقین و اعتماد سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ تصوف و عرفان اور سلوک و معرفت کی بلند و بالا منزل و مقام پر فائز و متمکن ہیں کیونکہ وہ بھی اسی راہ و روش پر قائم و گامزن تھے جسے ہم مشائخ و صوفیہ اور اہل طریقت کا راستہ جانتے اور کہتے ہیں۔

حضرت تاج الشریعہ کے تصوف و سلوک کا اجمالی خاکہ و نقشہ یوں کھینچا جا سکتا ہے کہ ان کے اندر خود بینی نہیں خدا ترسی ہے۔ فخر و غرور نہیں تواضع و انکساری ہے، اخلاق وسیع و عالمانہ اور ظرف عالی ہے، فکر و نظر میں صداقت و صلابت، دین میں استحکام و استقامت اور عقیدے میں تصلب و شدت ہے، عبادت و بندگی میں اخلاص ہے، مزاج صوفیانہ اور انداز فقیرانہ ہے، تفکر دائمی اور تدبر میں گہرائی ہے، دین و دنیا کی تمام نعمتیں حاصل ہیں مگر زندگی زاہدانہ ہے، زبان و بیان، قول و فعل، عادات و اطوار، رفتار و گفتار اور کردار و عمل میں تضاد و تخالف نہیں ہے، وہ سرمست محبت اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سرشار ہیں، انہیں عشق رسالت

میراث میں ملا ہے۔ عشق نبوت ان کا موروثی اثاثہ اور خاندانی سرمایہ ہے۔ فکر وخیال میں شاہانہ سعادت و بلندی اور ذہانت اعلیٰ و بے مثال ہے۔ حسن صورت و حسن سیرت کی رعنائیاں بھی انہیں حاصل ہیں۔ چہرۂ اقدس کا جمال ایسا پُرکشش و بارعب ہے کہ دیکھنے کے بعد دل گواہی دیتا ہے کہ وہ اللہ کے مقرب و برگزیدہ اور باکمال ولی ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ ان کی ذات میں ولایت کی علامت ونشانی موجود ہے بلکہ سواد اعظم اہل سنت انہیں ولی مانتا جانتا اور اس کا حسن ظن رکھتا ہے۔ یہ صرف میرا ظن و دعویٰ یا خیال نہیں بلکہ یہ عوام وخواص کا عام احساس وگمان ہے۔ اس دور انحطاط و بدعملی، فکری آوارگی، بدعقیدگی و بدمذہبی اور فسق و خرافات میں شرعی تقاضوں کو کامل طور پر پورا کرنے والا ولی باکمال ہوسکتا ہے، ولایت اگرچہ کسبی نہیں، وہبی ہے مگر اس کی راہ میں جو خلوص دل سے لگ جاتا اور اس کی بارگاہ میں جھک جاتا ہے۔ اس پر اس کی خصوصی رحمت وعنایت ہوتی اور اس کا خاص فیضان و احسان ہوتا ہے۔ وہ ذرے کو آفتاب قطرے کو دریا، رائی کو پہاڑ بنا سکتا ہے، وہ قادر وقیوم ہے، ہر چیز پر اس کی قدرت وحکمرانی کے جلوے موجود ہیں۔

غرض حضرت تاج الشریعہ پر آج پوری جماعت اہل سنت کو فخر وناز ہے، وہ ہماری جماعت کے لئے باعث عزت وآبرو اور وجہ افتخار ہیں، انہیں علم وکمال کی جو ہمہ گیریت حاصل تھی، اس کا اثر ونفوذ ہے کہ ان کی طرف علما، ومحققین، مفکرین ودانشوران راغب و متوجہ ہوئے اور ان کی علمی وفکری تحقیقات سے استفادہ کیا اور کررہے ہیں، اسی داعیہ کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کے رجحان و خیال کے مطابق ان کی دینی وعلمی خدمات وکارناموں کو عصر حاضر کے مطابق جدید انداز واسلوب میں پیش کرنا، ان کے لئے جدید ذرائع ابلاغ وترسیل کا سہارا لینا آنے والی نسلوں کے لئے مفید وکارآمد اور ان کے مریدین ومتوسلین کے لئے بیش قیمت سرمایہ ہوگا، اس سرمایہ کی حفاظت وصیانت کرنا فرد واحد کا نہیں، ایک جماعت اور ایک ادارہ وانجمن کا کام ہے، ماضی کی بہت ساری علمی وقد آور شخصیات صرف اس وجہ سے پردۂ گمنامی کے بھنور میں روپوش ہوگئیں کہ ان کی خدمات وکارنامے کو ان کا اصلی مقام نہ ملا۔

حیات تاج الشریعہ کے متعدد گوشے مختلف عناوین پر منقسم ہیں، انہیں سمیٹ کر مطالعے کی میز پر سجا دینا بھی اہم کام، عظیم خدمت اور بڑی ذمہ داری ہے۔ یہ ماننا پڑے گا کہ ان کی حیات اقدس پر اگر کام کیا جائے تو وہ کام صرف ان کی ذات ووجود میں محدود و منحصر نہیں رہے گا بلکہ اس سلسلۂ رضویہ کی بھی جدت طرازی اور اس کی تزئین وآرائش ہوگی، سلسلۂ رضویہ کے جن بزرگوں کی مدح وستائش اور مشائخ قادریت کی توصیف وتعریف ہوگی، اس میں شک نہیں کہ جب تاج الشریعہ پر کچھ لکھا جائے گا یا ان کی حیات کے کسی گوشے پر کام ہوگا تو ضمنی طور پر اس میں حضور مفتی اعظم ہند مولانا الشاہ محمد مصطفیٰ رضا خان صاحب نوری علیہ الرحمہ کا بھی تذکرۂ جمیل ہوگا۔ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ بھی اپنی خدمات وکارنامے کے ساتھ اس میں شامل بیان ہوں گے۔ خاندان اعلیٰ حضرت کی بھی مدح وتوصیف ہوگی۔ مسلک اعلیٰ حضرت کا ذکر ہوگا۔ اعلیٰ حضرت کے مشرب ومشن کا ذکر ہوگا۔ مذہب اہل سنت کی تشریح وتوضیح ہوگی، عنوان ہوں گے تاج الشریعہ کے مگر اس عنوان کے تحت جو مضامین ومباحث ہوں گے وہ ہوں گے ان کے متعلقین واہل خاندان کے۔ کیونکہ ان چیزوں کے ذکر کے بغیر تاج الشریعہ کا ذکر ناقص ونامکمل رہے گا۔ تاج الشریعہ اپنے خاندان کی عظیم امانت اور اہل سنت وجماعت کے لئے سرمایۂ افتخار وعظمت ہیں۔

ہم اخیر میں یہ کہہ کر اپنی بات سمیٹ لیں گے کہ تاج الشریعہ کا ذکر در حقیقت فکر رضا کا ذکر ہے کیونکہ انہوں نے فکر رضا کی

مشاغل میں اپنی زندگی صرف فرمائی اور اسی کو اپنا فرض منصبی قرار دیا۔ تاج الشریعہ کا ذکر امام احمد رضا کے مسلک و مشن کا ذکر ہے کیونکہ انہوں نے اعلیٰ حضرت و مذہب اہل سنت کی ترویج و اشاعت میں عملی جد و جہد فرمائی اور اسی کے لئے تن من دھن کو قربان کیا۔ امام احمد رضا کے حسن خیال کا نام ہے تاج الشریعہ۔ فکر رضا کی عملی صورت و تعبیر کا نام ہے تاج الشریعہ۔ امام احمد رضا کے تصوف و طریقت پر عملی استقامت کا نام ہے تاج الشریعہ۔ حضور مفتی اعظم کے زہد و تقویٰ کے جمال و رعنائی کا نام ہے تاج الشریعہ۔ حضور مفتی اعظم ہند کی قلبی آرزو و تمناؤں کا نام ہے تاج الشریعہ۔ حضور مفتی اعظم ہند کے سلوک و تصوف کے رجحان و تازگی کا نام ہے تاج الشریعہ۔ آج ہماری جماعت کو تاج الشریعہ کی ضرورت ہے کیونکہ وہ سنیت کی بہار اور بزم علماء کی رونق ہیں۔ تاج الشریعہ رہتے ہیں بریلی میں اس لحاظ سے وہ فخر بریلی تو ہیں ہی مگر وہ فخر ازہر بھی ہیں، ان کا فخر ازہر ہونا ہمارے لئے بھی فخر و اعزاز اور کمال و بلندی کی بات ہے۔ میرا دل گواہی دیتا ہے وہ دن دور نہیں کہ بساط عالم پر ان کا نام پھیلے گا، افق سنیت پر وہ مینارۂ عظمت بن کر چمکیں گے، اکناف عالم میں ان کا نام آفتاب و ماہتاب کی طرح روشن و درخشاں ہوگا، قلب و نظر کے آفاق میں وہ محبت کی گھٹا بن کر برسیں گے:

فلک چھو لے نہ میں طے کر امیر کارواں
بھری دنیا پہ چھا جا تو محبت کی گھٹا بن جا

***

ہمیں حضور تاج الشریعہ سے پیار ہے۔۔۔!

(کنیز تاج الشریعہ، مالیگاؤں)

محبت کی ابتدا اور بندے سے نہیں ہوتی بلکہ محبت کی ابتداء اللہ سے ہوتی ہے۔ محبت کرنا اصلاً اللہ کی سنت ہے۔ بندہ اللہ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے Response کی صورت میں اللہ سے محبت کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ پہلے محب بنتا ہے پھر محبوب بنتا ہے۔ عاشقان الٰہی اور اولیاء وصلحاء کا دل اللہ کی محبت سے معمور ہے، یہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سے محبت کرتے ہیں۔ لیکن یاد رکھ لیں! محبت اللہ سے انہوں نے شروع نہیں کی ہوتی ہے بلکہ یہ عمل محبت اللہ سے شروع ہوتا ہے۔ پہلے اللہ محبت کرتا ہے اور اللہ کو جس سے محبت ہو جائے اس کی محبت کے Response میں بندہ اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ ارشاد فرمایا: فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (المائدۃ:54)

”تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا“۔ (ترجمہ: کنز الایمان)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خود رب کائنات نے محبت کے عمل کو اپنی ذات سے شروع کیا کہ جن کا انتخاب اللہ کرتا ہے ان سے محبت کرتا ہے۔ اللہ جس دل کو چن لیتا ہے اس سے وہ محبت کرتا ہے اور وہ دل بھی اللہ سے محبت کرتا ہے۔ جب اللہ کسی بندے سے خود محبت کرتا ہے تو بعض نادان لوگوں کا امتیوں کو خدا اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا طعنہ دینا کسی صورت درست نہیں کیونکہ بندے تو خدا کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اس سے محبت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ پہلے ان لوگوں کو اپنی محبت کے لئے چنتا ہے۔

دوسری بات: جب بدن تقوے کے نور سے چمکنے لگتا ہے اور نفس اپنی ضد چھوڑ کر اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلاۃ والسلام کے احکامات کے سامنے اپنا سر جھکا کر ورع کی چادر اوڑھ لیتا ہے اور دل دنیا کی محبت سے اچاٹ ہو کر اللہ تبارک و تعالیٰ کی یاد کے لئے زہد اختیار کرتا ہے تو پھر ایسا بھی ہوتا ہے جیسا صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ جبرائیل علیہ السلام کو طلب فرماتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے: إِنِّي أُحِبُّ فُلَانًا کہ اے جبرائیل! مجھے فلاں شخص سے محبت ہو گئی ہے۔

ذرا اس جملے پر غور فرمائیے کہ وہ بے نیاز رب جو خالق ارض وسماء ہے، فرشتوں کے سردار، روح الامین کو بلا کر اپنا راز محبت بتا رہا ہے کہ مجھے فلاں شخص سے پیار ہو گیا ہے آگے ارشاد ہوا فَأَحِبَّهُ ۔۔۔ اب تو بھی اسے اپنا محبوب بنا لے سبحان اللہ! کیا انداز محبت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جس سے پیار کرتا ہے، چاہتا ہے کہ سب لوگ اس سے پیار کریں فَيُحِبُّهُ جِبْرَائِيلُ ۔۔۔ تو پھر جبرائیل علیہ السلام بھی اس شخص سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ یہاں پر بس نہیں، پھر عالم ملکوت میں اس راز محبت کا افشاء کر دیا جاتا ہے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے: ثُمَّ يُنَادِي فِي السَّمَاءِ: إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ اور آسمان والوں میں اعلان کر دیا جاتا ہے کہ اللہ

عزوجل فلاں شخص سے پیار کرتا ہے۔اس لئے اے اہل السما تم سب بھی اس شخص کو اپنا محبوب بنالو۔

غور کریں: جس بندے سے اللہ محبت کرے اور وہ اللہ کی راہ میں، اللہ کی محبت میں اللہ کی رضا کے لیے اللہ کا ہو جائے ذرا اس شخص کی خوش نصیبی کا تصور کریں کہ جو شخص اس زمین پر ہم سب کے درمیان چل پھر رہا ہے اور عرش عظیم پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ خود اس شخص سے اپنی محبت کے اسرار جبرائیل علیہ السلام کو بتا رہا ہے۔اور آسمانوں میں اللہ اور اس شخص کی محبت کے چرچے ملائکہ کے مابین ہو رہے ہیں، پھر بات یہیں ختم نہیں ہوئی، محبت کا دائرہ اور وسیع ہوتا ہے آگے ارشاد ہوتا ہے: ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ مُهَيَّئَةٌ أَهْلُ الْأَرْضِ پھر اس شخص کی مقبولیت کو زمین پر اتارا جاتا ہے اور زمین والے بھی اس سے پیار کرنے لگتے ہیں۔

چنانچہ وہ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ زمین پر اترو اور جن دلوں کو پاک دیکھو محبت کے لائق دیکھو نیک دیکھو ان کے دلوں میں میرے بندے کی محبت ڈالتے چلے جاؤ۔وہ محبت جو اللہ سے شروع ہوئی، جو جبریل سے شروع ہوئی، جو ملائکہ سے شروع ہوئی، آسمانی کائنات میں بھر گئی پھر اس محبت کو زمین پر اتار دیا جاتا ہے اور اس کے لئے نیک دل چنے جاتے ہیں۔اس کی مثال یہ ہے کہ گندا برتن ہم دودھ اور پانی کے لئے کبھی نہیں چنتے بلکہ پہلے اُسے دھوتے ہیں، صاف کرتے ہیں تب دودھ، پانی یا کوئی مشروب ڈالتے ہیں۔جب ہم دودھ اور پانی گندے برتن میں نہیں ڈالتے تو رب اپنی اور اپنے محبوب بندوں کی محبت گندے دلوں میں کیسے ڈالے گا۔؟

خوش نصیب ہیں وہ جن کے دل محبت سے بھر گئے، اس لئے بھر گئے کہ ان کے دل آسمان کے فرشتوں نے صاف دیکھے اور محبت کے لئے چن لئے۔جن لوگوں کے دلوں میں اللہ کے مقرب بندوں کی محبت نہیں ہوتی اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دل گندے ہیں اور محبت کے لائق نہیں اس نے اپنی اور اپنے محبوبین کی محبت کے لئے انہیں چنا ہی نہیں، اس کے لیے ہمیشہ اچھے برتنوں کو چنا جاتا ہے۔سبحان اللہ!

تو معلوم ہوا کہ اللہ کے مقرب بندوں، اس کے محبوب دوستوں کی محبت کی کہانی زمین سے شروع نہیں ہوتی۔بلکہ یہ تو عالم ملکوت سے شروع ہوتی ہے۔ اللہ عزوجل کے دوستوں کی محبت ہر ایک کے دل میں نہیں ڈالی جاتی، بلکہ اس کے لئے پاکیزہ اور باادب دل چنے جاتے ہیں، جی ہاں یہ ہم جیسے لوگوں کی محبت نہیں، یہ تو رب العرش العظیم کے محبوب ہیں، ان کی محبت تو صرف اسی دل میں رکھی جائے گی جو ان کی محبت کا پاس رکھ سکیں، کیوں کہ پاک چیزیں پاکیزہ برتنوں میں ہی رکھی جاتی ہیں۔۔۔اس حدیث پاک اور پوری گفتگو کو ذہن میں رکھیں اور آگے پڑھیں۔

تیسری بات: مندرجہ بالا گفتگو سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ دنیا میں اگر کروڑوں لوگ اسلام کی بنیاد پر، دین کی بنیاد پر، شریعت وتقوے کی بنیاد پر کسی شخص، کسی بندے سے محبت کر رہے ہیں تو یہ محبت اور مقبولیت اس بات کی دلیل ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اس بندے کی محبت ڈالی گئی ہے کسی بندے کی دین کے حوالے سے، شریعت کے حوالے سے مقبولیت دراصل اللہ کا محبوب اور مقرب ہونے کی دلیل ہے اس تناظر میں ہم ایک ایسی شخصیت کا ذکر کرتے ہیں جن کی پارسائی، جن کا تقویٰ، جن کا شریعت پر ثابت قدم رہنا ہم پر روز روشن کی طرح عیاں ہے وہ شخصیت میرے پیر ومرشد حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان قادری ازہری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے، حضور تاج الشریعہ کا تصور کیجئے اور پھر تاج الشریعہ کے مریدین کی اپنے مرشد سے محبت کو تصور

کریں اور محبت بھی دنیا دکھاوے کی نہیں، دیوانہ وار محبت، دنیا بھر میں کروڑوں مریدین کی تاج الشریعہ سے محبت کو سوچیں تو کروڑوں لوگوں کے دلوں میں تاج الشریعہ کی محبت ہونا اور وہ بھی شدید ترین محبت ہونا مندرجہ بالا حدیث کے حوالے سے ثابت کرتا ہے کہ اللہ کو بھی محبت ہے اور جبریل علیہ السلام کو بھی اور تمام فرشتوں کو بھی محبت ہے، تبھی تو ہم مریدین و متوسلین کے دلوں میں بھی محبت ڈالی گئی ہے، اور یہ کہ فرشتے اللہ کے نیک بندوں کے باادب اور صاف دل بندوں کے دلوں میں اللہ کے مقرب بندے کی محبت ڈالتے ہیں یعنی تاج الشریعہ کی محبت ہمارے دلوں میں ہونا ہمارے نیک دل، صاف دل ہونے کی دلیل ہے، ہمارے دلوں پر فرشتوں کی نظر ہے اور اللہ اس بات سے راضی ہے کہ ہمارے دل میں تاج الشریعہ جیسی مقدس ہستی کی محبت موجود ہے۔

لوگ تاج الشریعہ سے محبت کر کے تاج الشریعہ کے درجات یا مقبولیت کو بلند نہیں کر رہے، ان کے درجات پہلے ہی درجوں بلند ہیں، ہماری محبت سے مقام تاج الشریعہ میں اضافہ نہیں ہو رہا، اگر لوگ محبت نہ کریں پھر بھی تاج الشریعہ، تاج الشریعہ ہی ہیں، پھر بھی وہ اللہ کے مقرب بندے ہیں، ان سے محبت اُن پر ہمارا احسان نہیں بلکہ ذاتِ تاج الشریعہ سے محبت آپ کا ہم پر احسان ہے، خود ہمارے درجات کی بلندی کی علامت ہے۔ مرشد سے محبت ہمارے نیک دل ہونے کی دلیل ہے۔

محبت تاج الشریعہ سے یہ فیصلہ ہو رہا ہے کہ اللہ کے نزدیک فلاں صاف دل والا ہے۔ حضور تاج الشریعہ کے جنازے میں شریک ہونے والے لاکھوں مریدین نے موسم کی سختیاں برداشت کرنے کے باوجود جو دیوانہ وار محبت کا نظارہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اس سے ان مریدین نے اپنے درجات کی بلندی کا اظہار کیا ہے، جو اللہ کے محبوبین سے جتنی شدید محبت کرتا ہے وہ اللہ کا اتنا زیادہ مقرب اپنے آپ کو ثابت کر رہا ہے۔

یہ ہوتی ہے اولیاء کی شان کہ جن سے محبت اور جن سے عشق خاک کے ذروں کو خدا کی بارگاہ میں نیکوں کی صف میں کھڑا کر دیتا ہے۔ ہم نے تاج الشریعہ سے محبت کی تو اس محبت نے ہمیں اللہ کی بارگاہ کا مقرب بنا دیا۔ محبت تاج الشریعہ نے ہمارا دین تو سنوارا ہی ہے، تاج الشریعہ نے کتابیں لکھ کر، تقریریں کر کے نصیحتیں کر کے ہمارے دین کی حفاظت بھی کی ہے، تاج الشریعہ کی مقبول زبان سے ان کے مریدین کے لیے نکلنے والی دعاؤں نے ہماری دنیا کی بگڑی تو بنائی ہی ہے ساتھ ہی محبت تاج الشریعہ نے ہمارا آخرت کا معاملہ بھی سنوار دیا ہے، تاج الشریعہ سے محبت نے ہمیں اللہ کے نیک بندوں میں شامل کر کے ہمیں آخرت کی سختیوں اور ہولناکیوں سے بچ جانے کی سند عطا کر دی ہے، بھلا اللہ کے نیک بندوں کو بھی کچھ غم ہوگا آخرت کا؟ جب ہم اللہ کے ولی سے محبت کر کے نیکوں کی صف میں شامل ہو ہی چکے ہیں تو پھر ہمیں بھلا کیا خوفِ محشر ہوگا وہ کتنا حسین منظر ہوگا جب حشر میں ہم اپنے تاج الشریعہ کی طرف دیوانہ وار دوڑتے ہوئے جائیں گے اور دامنِ تاج الشریعہ تھامے ہوئے اللہ کے اس ولی کی قیادت میں مفتی اعظم، پھر اعلیٰ حضرت تک پہنچیں گے اور ان بزرگوں کے ساتھ غوث اعظم کی بارگاہ میں جائیں گے اور پھر ان نیکوں کی جماعت کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) بے شک۔

اختر قادری خلد میں چل دیا
خلد وا ہے ہر ایک قادری کے لیے

پھر باغ جنت میں اپنی ان آنکھوں سے حضور تاج الشریعہ کے اس شعر کا بھی نظارہ کریں گے۔

ہو سکے تو دیکھ اختر باغِ جنت میں اسے
وہ گیا تاروں سے آگے آشیانہ چھوڑ کر

پھر تو بہت کچھ دیکھیں گے جنت میں ان شاء اللہ......

الحمد للہ! محبت تاج الشریعہ نے ہمارے نصیب کو کس قدر بلند کر دیا ہے، ہمیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے، اس محبت تاج الشریعہ کی بدولت تو ہماری دنیا و آخرت ہی سنور گئی ہے ہم خوش نصیب ہیں کہ ہمیں محبت تاج الشریعہ نصیب ہوئی ہے اللہ کا بے پناہ شکر واحسان ہے کہ اس نے ہمیں اس قابل سمجھا کہ اپنے اس مقرب بندے کی محبت ہمارے دلوں میں ڈال دی۔ ہمارا پیر ہماری محبت بھی ہے، عشق بھی ہے اور فخر بھی ہے۔ ہم نے ایسے بہت سے لوگ دیکھے ہیں جن سے ان کے پیر کا نام پوچھا جائے تو سر جھکا کر دھیمی آواز میں بتاتے ہیں جیسے شرمندہ ہیں ایسے بھی لوگ دیکھے ہیں جن کے پیر شرعی گرفت میں ہوتے ہیں اور ان کے مریدین اپنے پیر کا نام لینے کے ساتھ ہی صفائی پیش کر رہے ہوتے ہیں مگر میرے تاج الشریعہ! سبحان اللہ؛ میرے تاج الشریعہ کی زندگی، میرے تاج الشریعہ کا تقوی، میرے تاج الشریعہ کی استقامت سب کچھ ہمارے لیے باعثِ فخر ہے جب لوگ پوچھتے ہیں کہ تمہارا پیر کون ہے؟ تو دل وجد میں آجاتا ہے، چہرے پر خود بخود مسکراہٹ آجاتی ہے اور سر اٹھا کر اور فخر سے جب ہم کہتے ہیں ہم تاج الشریعہ کے مرید ہیں تو ایسا لگتا ہے ہمارا قد بلند ہو گیا ہے، ایسا لگتا ہے ہمارا درجہ بلند ہو گیا ہے اور یہ فخر صرف آج تک محدود نہیں ہے، کل جب آنے والی نسلوں کو پتہ چلے گا کہ فلاں فلاں نے تاج الشریعہ کو دیکھا ہے اور تاج الشریعہ کا مرید ہے تو وہ بھی ہم پر فخر کریں گے، آج جس طرح ہم فخر کرتے ہیں کہ ہمارے والدین میں مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین ہیں، اسی طرح کل ہماری نسلیں ہم پر فخر کریں گی کہ ہمارے گھر میں تاج الشریعہ کے مریدین ہیں۔

ہم کتنے ہی گناہ گار سہی لیکن ایمان کے معاملے میں ہم بہت ہوشیار رہتے ہیں اور کیوں نہ ہوں؛ مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں سونے سے جگایا ہے، ہمیں دین وایمان کے لٹیروں کے خطرات سے آگاہ کیا ہے ؎

سونا جنگل، رات اندھیری، چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو! جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

ہمیں بتایا ہے کہ رکھوالوں کی شکل میں، محافظ کی شکل میں، ایمان کے چور ہیں، ہمیں غفلت سے بیدار کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں ؏
تیری گٹھری تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے!

پھر ایمان کی اہمیت اور قدر ہمیں بتاتے ہیں ؎

سونا پاس ہے، سونا بن ہے، سونا زہر ہے اٹھ پیارے
تو کہتا ہے نیند ہے میٹھی تیری مت ہی نرالی ہے

ہمارے اعلیٰ حضرت نے تو ہمیں بیدار کر دیا ہے اور ہمارے ایمان کی دولت پر خود پہرہ دے کر ہمارے ایمان کو بچایا ہے، پھر حضور کی امت کے ایمان کی حفاظت کے لیے اپنے بعد مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ جیسا پہرے دار مقرر کیا، جو ہمارے دین وایمان کو بچانے کے لیے وقت کی بڑی بڑی طاقتوں سے ٹکرا گئے پھر مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ہمیں اکیلا نہیں چھوڑا ہے بلکہ ہم پر

تاج الشریعہ کو مقرر کر دیا ہے جنہوں نے ہر ہر قدم پر ہمارے دین و ایمان کی حفاظت کی ہے، جنہوں نے شریعت کے احکام کی اس طرح حفاظت کی ہے کہ وقت کے بڑے بڑے علماء تاج شریعت کہنے لگے جو سر تا پا شریعت کی پاسداری کی زندہ مثال رہے ہیں، جب جب ہم نے شریعت کا نام لیا دل نے تاج شریعت کو یاد کیا، جب بھی کوئی پیچیدہ شرعی مسئلہ پیش آیا تو ہم بھلے ہی کسی اور عالم سے اس مسئلے کا حل پوچھ لیں مگر اطمینان وسکون اسی وقت حاصل ہوتا جب اس پر تاج شریعت کے فیصلے کی مہر لگتی اور جب ہم کسی کو شرعی مسئلہ بتائیں اور حوالے میں کہیں کہ یہ مسئلے کا جواب تاج الشریعہ نے یوں دیا ہے تو سائل بھی اطمینان پا جاتا ہے۔ ہر چھوٹے بڑے، قدیم وجدید مسئلہ میں ہماری رہنمائی کرنے والا یہ رہنما اور ہمارے ایمان وعقیدے پر پہرہ دینے والا یہ محافظ، جسے ہم "تاج الشریعہ" کہتے ہیں ہمیں جان سے زیادہ پیارا ہے۔ تاج الشریعہ سے محبت ہمارے لیے سرکار علیہ السلام سے محبت کا وسیلہ ہے۔ اس نفسا نفسی کے دور میں جب خون کے رشتے آپس میں محبت نہیں کر پا رہے ہیں ایسے دور میں ہم تاج الشریعہ سے اتنی والہانہ محبت اس لیے کرتے ہیں کہ تاج الشریعہ دین نبی کے محافظ ہیں، ناموس رسالت کے محافظ ہیں، اسلامی اقدار ونظریات کے محافظ ہیں، میرے تاج الشریعہ نے تا حیات دین نبی کی خدمت کی ہے، اسی نسبت سے ہم اتنا چاہتے ہیں تاج الشریعہ کو۔ یعنی ہم اللہ و رسول اللہ ﷺ کے لیے حضور تاج الشریعہ سے محبت کرتے ہیں یعنی ایک اور حدیث پاک پر ہم سچے دل سے عمل کر رہے ہیں: "محبت بھی اللہ کے لیے ہو اور دشمنی بھی اللہ کے لیے ہو"۔ (مفہوم حدیث)

تاج الشریعہ سے محبت ہمارے لیے وسیلہ ہے اللہ کے دین پر سچے طریقے سے عمل آوری کا۔ غور کریں! محبت تاج الشریعہ کیسے ہمیں حدیث پاک عامل بنا رہی ہے، اس محبت نے ہمیں کتنا اعزاز عطا کر دیا ہے۔ سوچیں تو سہی پھر اگر ہم سچے دل سے تاج الشریعہ کے احکامات پر عمل کرنے لگیں، ان سے بیعت کے وقت جو وعدہ کیا ہے، اس کو نبھانے لگیں، جو نصیحتیں کتابوں اور تقریروں کے ذریعے تاج الشریعہ نے کی ہیں اگر اس پر پابندی کے ساتھ عمل کرنے لگیں تو سوچیں ہم کہاں سے کہاں پہنچ جائیں گے!

سوچیں تو سہی کہ تاج الشریعہ کی بات مان کر ہمارا مقام کتنا بلند ہو جائے گا ہمارے شیخ تاج الشریعہ نے تو نصیحتوں کے ذریعے ہمیں بلندی کی طرف جانے والا راستہ دکھا دیا ہے بھلا اب ایسا پیر کہاں ملے گا ہمیں؟؟ ہماری اتنی فکر کرنے والا، قدم قدم پر ہماری رہنمائی کرنے والا پیر ملا ہے ہمیں، تعلیمات تاج الشریعہ نہ صرف ہمیں بلندی تک لے جائیں گی بلکہ ہماری نسلوں کو بھی سہارا دیں گی، دل تو کرتا تھا کہ میرے تاج الشریعہ کا صدقہ اپنی جان سے اتاروں، اس زمانے میں عشق کی مثال میں ہم اپنے آپ کی مثال پیش کرنا چاہتے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ جب کوئی محبت اور عشق کا مفہوم پوچھے تو مثال میں ہم مریدین کی تاج الشریعہ سے محبت کو پیش کیا جائے۔ ہمارا پیر ہماری محبت، عشق، دیوانگی، فخر سب کچھ ہے مگر یہ محبت فرمانبرداری کے ساتھ اچھی لگتی ہے جس سے محبت کی جاتی ہے پھر اس کے اشاروں پر چلا جاتا ہے، اس لیے محبت کے ساتھ ساتھ فرمانبرداری کا زینہ بھی چڑھ جائیں، صرف محبت کرنے پر اتنے انعامات مل رہے ہیں تو فرمانبرداری پر کیا کچھ ملے گا سوچئے!

ہمارے تاج الشریعہ اپنی تعلیمات کے ذریعے ہمیں بہت بلندی کا راستہ دکھا گئے ہیں، اس پر قدم بڑھائیں اور مرشد کے ہر ہر حکم پر عمل کیجئے، اپنی زندگی میں سیرت تاج الشریعہ کو اپنائیں، اپنے آپ کو تعلیمات تاج الشریعہ کے ذریعے سنوار لیں، محبت کے ساتھ فرمانبرداری بھی کیجئے پھر اللہ کے انعام کا نزول دیکھیں، بلکہ تاج الشریعہ نے خود محبت کا قرینہ، محبت کا طریقہ ہمیں سکھایا

ہے فرماتے ہیں ۔

جو پیا کو بھائے اختر وہ سہانا راگ ہے
جس سے ناخوش ہو پیا وہ راگنی اچھی نہیں

مطلب جو کام محبوب کو پسند ہے وہ کیجئے اور جس سے منع کریں اس سے رک جائیں چھوڑ دیجئے صلح کلیت، چھوڑ دیجئے حرام کاری، چھوڑ دیجئے گانے باجے تماشے، چھوڑ دیجئے فوٹو بازی اور ویڈیو وغیرہ کو، نبی کریم سے جو بیگانہ ہو اسے اپنے دل سے جدا کیجئے، اپنے ماں باپ آل اولاد دولت جائداد یہاں تک کہ اپنی جان بھی حضور پر قربان کر دیجئے، کیوں کہ ہماری ع

زندگی ہے نبی کی نبی کے لیے

تو پھر دین وسنیت میں مکمل داخل ہو جائیں مسلک حق، مسلک اہل سنت، مسلک اعلیٰ حضرت کی پہچان کو اپنا لیجیے اور جو وعدہ بیعت کے وقت کیا ہے اسے یاد کیجیے، پڑھیں اور غور کریں تصور شیخ کے ساتھ:

"لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ وبارک وسلم یا اللہ یا رحمن یا رحیم دلی مارا کن مستقیم بحق ایاک نعبدو ایاک نستعین، اہل سنت کے سچے مذہب پر قائم رہوں گا/ قائم رہوں گی، بدمذہب سے بچتا رہوں گا/ بدمذہب سے بچتی رہوں گی، نماز روزے ہر فرض ہر واجب کو، سنتوں کو ان کے وقتوں پر ادا کرتا رہوں گا/ ادا کرتی رہوں گی، ہر گناہ سے خاص کر جھوٹ، بدی، غیبت، بدمذہب کی صحبت گانے بجانے تماشوں سے بچتا رہوں گا/ بچتی رہوں گی، نامحرم کے سامنے بے پردہ آنے سے بچتی رہوں گی، الٰہی میں توبہ کرتا ہوں/ توبہ کرتی ہوں اپنے گناہوں سے، میری توبہ قبول فرما نیکیوں کی توفیق دے، گناہوں سے بچا، شریعت پر قائم رکھ، میں نے اپنا ہاتھ غوث پاک کے دست پاک میں دیا، الٰہی مجھے غوث پاک کے مریدوں میں قبول فرما، قیامت کے دن ان کے گروہ میں اٹھا"۔

ابھی نیت کر لیں، مرشد کے ہاتھ میں ہاتھ دیتے وقت جو یہ وعدے ہوئے ہم زندگی کی آخری سانس تک نبھائیں گے، اللہ ہم سب کو توفیق عمل دے۔

یہ تو رہی ہم عاشقان تاج الشریعہ کی محبت بھری باتیں۔ اب کچھ حاسدین تاج الشریعہ کو بھی جواب دے دوں! لوگ تاج الشریعہ سے حسد ان کے دین، ان کے علم، شرعی فیصلوں پر استقامت اور احقاق حق و ابطال باطل کے برملا اظہار کی بناء پر کرتے ہیں۔ جب بھی کوئی اعتراض کرنے والا حسد میں تاج الشریعہ پر اعتراض کرتا ہے تو سمجھ لیں کسی فتوے (جس کی زد میں حاسد خود ہوتا ہے) یا دینی میں کسی مصلحت کسی سمجھوتے کو آڑے نہ آنے دینے والے علمی فیصلوں کی بناء پر کرتا ہے، اس لیے بغض تاج الشریعہ دل میں بھرا ہوتا ہے کہ مرکز اہل سنت بریلی شریف سے اپنی مرضی کا فیصلہ نہیں کروا سکتے بلکہ خالص شرعی فیصلہ ہی ملتا ہے، اس لیے کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے مصداق تاج الشریعہ کی ذات والا صفات پر طنز و تشنیع، بے ادبی کرنے کی ناکام کوشش کرتا ہے مگر جسے اللہ عزت دے دے اسے کون رسوا کرے۔ یہاں تاج الشریعہ کا دل کش اور دل نشین جواب تو سنیں جو انہوں نے بے جا انگشت نمائی کرنے والوں کو دیا ہے جو حاسدین تاج الشریعہ کی بے عزتی کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان حاسدین سے بے نیاز ہو کر، ان سے لاپرواہ ہو کر، ان سے منہ پھیر کر میرے تاج الشریعہ دو عالم کی راجدھانی مدینے کی طرف رخ کرتے ہیں اور

اپنے آقا و مولا، مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو پکار کر کہتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

تیری خاطر ذلیل ہوتا ہے
میری عزت میرے وقار سلام

(کتنی گہری بات کہی ہے غور تو کیجئے) اللہ اکبر اپنے وقت کے ولی، اپنے وقت کے مفتی اعظم عالم، قاضی القضاۃ، تاج الشریعہ کے منصب پر فائز ہستی کو ایسا ہی ہونا چاہیے تھا میرے تاج الشریعہ کی تو ہر ہر ادا لا جواب ہے، ہر ہر جواب بے مثال ہے، جو محبت وہ ہم مریدین سے کرتے ہیں وہ بھی بے مثال اور جو بے نیازی انہوں نے حاسدین سے برتی وہ بھی لاجواب۔ اے میرے شیخ! آپ نے سچ کہا، آپ نے حق کہا۔

مفتی اعظم کا ذرہ کیا بنا اختر رضا
محفلِ انجم میں اختر دوسرا ملتا نہیں

***

حضور تاج الشریعہ ایک مرشد برحق

مفتی محمد مجیب عالم خان مصباحی صدر المدرسین مدرسہ اللہ مدد و خطیب و امام باغ ارم مسجد پلین ویز پیا ئیز ماریشس افریقہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مفتی اعظم کا ذرہ کیا بنا اختر رضا　　　محفل انجم میں اختر دوسرا ملتا نہیں

بے انتہا شکر و احسان ہے اس خالق و مالک کا جس نے ہمیں اشرف المخلوقات بنایا، دولت ایمان سے مالا مال فرمایا، اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت خیر الامم میں پیدا فرمایا اور سیدی مرشدی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی شکل میں عبقری شخصیت کے مالک، شیخ کامل و مرشد برحق کا دامن نصیب فرمایا۔

قارئین کرام! اس دنیا میں بے شمار لوگ آتے اور جاتے ہیں، لیکن حقیقۃً قابل رشک وہ لوگ ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ دینی علوم اور تقویٰ و طہارت سے نوازتا ہے۔

انہیں قابل رشک ہستیوں میں سے تاجدار اہل سنت، مفکر قوم و ملت، زبدۃ المتقین، سلطان الفقہاء، اکمل الفضلاء، فخر المحدثین، سراج المفسرین، امیر اہل سنت، شیخ الاسلام والمسلمین، جبل استقامت، غوث الوقت، شیخ طریقت، مرشد برحق، قاضی القضاۃ فی الہند، فخر ازہر، وارث علوم اعلیٰ حضرت، مظہر حجۃ الاسلام، خلیفہ و جانشین حضور مفتی اعظم ہند، شہزادہ مفسر اعظم، حضور تاج الشریعہ الشاہ، علامہ، مفتی اختر رضا خان صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان بھی ہیں، حضور تاج الشریعہ اپنے وقت میں سب سے بڑی علمی، روحانی، مقبول عام و خاص اور مرکزی شخصیت کے مالک تھے۔

سیدی مرشدی حضور تاج الشریعہ یقیناً ایک شیخ کامل اور مرشد برحق ہیں، ہم حضور تاج الشریعہ کے مرشد برحق ہونے پر کچھ سپرد قرطاس کرنے سے پہلے بڑے اختصار کے ساتھ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ انسان کو مرشد برحق کی بیعت و صحبت سے کیا فائدہ پہنچتا ہے اور شیخ و مرشد سے دوری اختیار کرنے پر کیا نقصان ہوتا ہے۔

بیعت کے فوائد:

شیخ کامل اور مرشد برحق اپنے مرید کو نصیحت و ارشاد کے ذریعہ فیض پہنچاتا ہے، شیطان کے مکر و فریب سے بچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قرب تک پہنچاتا ہے۔ لہٰذا قرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے شیخ کامل و مرشد برحق کا ساتھ ضروری ہے، شیخ کامل کے بغیر انسان نہ تو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے اور نہ ہی شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ رہ سکتا ہے، کیوں کہ جو انسان کسی مرشد برحق کا مرید نہ ہو اس کو فریب دینے میں شیطان بڑی آسانی کے ساتھ کامیاب ہو جاتا ہے۔

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو انسان کسی شیخ کا مرید نہ ہو نزع کے وقت شیطان اس کا ایمان چھیننے میں کامیاب ہو جاتا

ہے، جبکہ مرید کو نزع کے وقت بھی اپنے مرشد برحق سے روحانی طور ہر مدد ملتی ہے چنانچہ اس سلسلے میں امام فخر الدین رازی کا واقعہ بڑا مشہور ہے، کہ جب امام فخر الدین رازی کے وصال کا وقت قریب آیا تو شیطان آ کر آپ کا ایمان چھین نے کی پوری کوشش کرنے لگا حتی کہ امام فخر الدین رازی سخت پریشانی میں پڑ گئے کہ اب کیا کیا جائے، اتنے میں آپ کے پیر و مرشد شیخ نجم الدین کبری نے دور دراز مقام سے روحانی طور پر آپ کی رہنمائی فرمائی اور امام فخر الدین رازی کا ایمان شیطان کی لوٹ سے بچ گیا۔ معلوم ہوا کہ پیر و مرشد سے ایمان کی حفاظت بھی ہوتی ہے۔

شیخ سے دوری کے نقصانات:

پیر و مرشد سے دوری اختیار کر کے انسان اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں کر سکتا، اگر کوئی یہ سوچتا ہے کہ پیر و مرشد کے بغیر ہی اسے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو گیا تو اس کی یہ سوچ غلط ہے، اور اس پر شیطان کا غلبہ ہے۔ چنانچہ حضرت جنید بغدادی کا ایک مرید تھا، چند دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا پھر آنا بند کر دیا، حضرت جنید بغدادی نے اس کے متعلق سوال کیا تو لوگوں نے بتایا: کہ وہ کہتا ہے اب میں کامل ہو گیا ہوں، اب مجھے پیر و مرشد کی ضرورت نہیں ہے، حضرت جنید بغدادی نے فرمایا کہ اس سے معلوم کرنا کہ اس کے کمال کی دلیل کیا ہے؟ پوچھنے پر اس نے بتایا: کہ روزانہ رات کو میرے پاس فرشتے آتے ہیں، مجھ کو جنت کی سیر کراتے ہیں، حضرت جنید بغدادی نے فرمایا: اس سے کہنا آج رات جب فرشتے تم کو سیر کرائیں تو تم لاحول ولا قوۃ، پڑھنا، چنانچہ اس رات جب فرشتے اس کو سیر کرا رہے تھے تب اسے پیر کی بات یاد آئی اور اس نے "لاحول ولا قوۃ" پڑھا، جیسے ہی لاحول پڑھا فوراً نیچے گرا، کیا دیکھتا ہے کہ ایک کچڑے کے ڈھیر پر پڑا ہوا ہے، اب عقل ٹھکانے آئی اور حضرت جنید بغدادی کے قدموں میں آ کر گر پڑا۔ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا: وہ سب شیطان کا فریب تھا اور وہ اس لئے کر رہا تھا تا کہ تم مرشد کی صحبت سے محروم ہو جاؤ اور کبھی بھی خدا تک رسائی حاصل نہ کر سکو۔ معلوم ہوا کہ مرشد برحق سے دوری اختیار کرنا بھی نقصان کا باعث ہے۔

مرشد میں کتنی چیزوں کا ہونا شرط ہے؟

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: پیر و مرشد کے اندر چار چیزوں کا ہونا شرط ہے۔

(1) سنی صحیح العقیدہ ہو یعنی اپنے عقائد دلائل کے ساتھ از خود جانتا ہو۔

(2) عالم دین ہو یعنی اپنی ضرورت کے مسائل بغیر کسی کی مدد کے از خود کتابوں سے نکال سکتا ہو۔

(3) فاسق معلن نہ ہو یعنی لوگوں کے سامنے گناہ کے کام نہ کرتا ہو۔

(4) سلسلہ متصل ہو یعنی جس سلسلے میں لوگوں کو بیعت کرتا ہے وہ سلسلہ متصل ہو کہیں بھی منقطع نہ ہو۔

آیئے پہلے ہم حضور تاج الشریعہ کے اندر مذکورہ چاروں اوصاف کی قدرے تفصیل پیش کرتے ہیں، بعد میں ان اوصاف حمیدہ کا تذکرہ کریں گے جو ایک عظیم مرشد برحق کے اندر ہونا چاہئے۔

(1) عقیدے کی صحت: سیدی مرشدی حضور تاج الشریعہ کے عقیدے کی عظمت و صحت کا کیا کہنا، آپ عقیدے کی صحت کے اعتبار سے باب عقائد میں نہایت اعلیٰ مرتبے پر فائز ہیں، آپ کے عقیدے کی عظمت کا عالم یہ تھا کہ دنیا کے کروڑوں مسلمانوں نے آپ سے عقیدہ سیکھا، آپ نے بے شمار مسلمانوں کو بدعقیدگی کے دلدل میں گرنے سے بچایا، آپ عقیدے کی درستگی اور پختگی

کے اعتبار سے دنیائے اسلام کے لئے نمونۂ عمل تھے، آپ کا عقیدہ لفظ بلفظ حرف بحرف قرآن وحدیث کے مطابق تھا۔

حضور تاج الشریعہ عقیدے کے ایک زبردست عالم تھے چنانچہ 1386ھ مطابق 1966ء کو جامعۃ الازہر قاہرہ مصر میں دوران تعلیم معلومات عامہ کے امتحان کے وقت ممتحن نے آپ کی جماعت سے ایک سوال عقائد سے متعلق پوچھا، پوری جماعت میں سے کوئی بھی اس سوال کا جواب نہ دے سکا، لیکن آپ نے اس سوال کا ایسا شاندار جواب دیا کہ ممتحن آپ کے جواب سے بہت متاثر ہوئے اور آپ کو پوری جماعت میں سب سے زیادہ نمبر دیئے۔ (سوانح حضور تاج الشریعہ)

آپ نے عقیدے کے معاملے میں کبھی کسی بدعقیدہ سے کوئی سمجھوتہ نہ کیا، نہ کسی قسم کا میل جول روا رکھا، آپ اپنے اس عقیدے کا برملا اظہار کیا کرتے تھے کہ حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ومرتد ہے۔

(2) علم دین:- اللہ رب العزت نے سیدی مرشدی حضور تاج الشریعہ کو اس سے کہیں زیادہ علم سے مالا مال فرمایا تھا جتنا ایک پیر ومرشد کے لئے شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کس قدر کثیر علم سے مالا مال فرمایا تھا، آپ کی تصنیفات اس کی بین دلیل ہیں۔ آپ نے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی وروحانی خانوادے میں آنکھیں کھولیں، جہاں علم وعمل کا بول بالا تھا، آپ نے وقت کی بڑی بڑی قد آور اور قابل شخصیتوں سے درس لیا، درس نظامی کا نصاب یادگار اعلیٰ حضرت دار العلوم منظر اسلام میں مکمل کیا، پھر تین سال تک جامعۃ الازہر قاہرہ مصر میں فن تفسیر وحدیث کے ماہر اساتذہ سے اکتساب فیض کیا، لیکن آپ کو علم کی گہرائی وگیرائی حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے درس سے ملی، آپ حضور مفتی اعظم ہند سے ان کی آخر عمر تک اکتساب فیض کرتے رہے، آپ مطالعے کے بے حد شوقین تھے، آپ کثرت کے ساتھ مطالعہ کرتے تھے۔

آپ کو مشفق ومہربان اور ماہر اساتذہ کی تعلیم وتربیت نے، آپ کے ذاتی مطالعے نے اور بالخصوص حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی صحبت وتربیت نے علم میں کامل بنا دیا تھا، آپ کو سہ لسانی ادب پر عبور حاصل تھا، لہٰذا آپ کو قرآن وحدیث کے علوم پر ملکہ حاصل تھا۔

آپ کے علم کا عالم یہ تھا کہ آپ کی بارگاہ میں کتنا ہی پیچیدہ مسئلہ آتا، آپ اس کا مدلل جواب عنایت فرماتے، زمانے کی تبدیلی کے ساتھ نئے نئے مسائل بھی درپیش ہوتے رہتے ہیں، آپ کی بارگاہ میں جب بھی ایسے نئے مسائل پیش کئے جاتے جن کا فقہی کتب میں بظاہر کوئی جواب نظر نہ آتا، آپ

فقہ واصول فقہ کی روشنی میں بحسن وخوبی ان کا مدلل جواب عطا فرماتے، آپ ایک مدت تک "رضوی دار الافتا" کے صدر رہے، پھر مسائل کی کثرت کے پیش نظر 1981ء میں آپ نے اپنے مکان پر "مرکزی دار الافتا" قائم فرمایا، جو آج تک بحسن وخوبی قوم مسلم کی رہنمائی کر رہا ہے۔

آپ نے تقریباً 51 سال تک افتا کے فرائض انجام دیئے، آپ قاضی القضاۃ فی الہند تھے، پائے کے محدث تھے، شیخ التفسیر تھے، عربی واردو کے کہنہ مشق شاعر تھے، میدان تصنیف میں پائے کے مصنف تھے۔

(3) فاسق معلن نہ ہو:- اس عظیم بارگاہ میں فسق وفجور کا تو شائبہ بھی نہیں گزرتا، بلکہ یہ تو ایسی مقدس بارگاہ ہے کہ یہاں سے بے شمار فاسق وفاجر اپنے گناہوں سے تائب ہو کر نیک وصالح بنے اور صالحین متقین کی زندگی گزاری حضور تاج الشریعہ حضر میں ہوں یا

سفر میں ہر حال میں نماز با جماعت کا اہتمام فرماتے تھے، دوران سفر جب بھی نماز کا وقت ہو جاتا تو خدام کو ٹھہر نے کا حکم دیتے اور باجماعت نماز ادا فرماتے، تلاوت قرآن آپ کا معمول تھا اور آخر عمر میں قرآن مجید کا حفظ شروع کیا تھا۔ آپ صرف نیک اور متبع شریعت ہی نہ تھے بلکہ تقوے کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، آپ کے تقوے کا عالم یہ تھا کہ جب رخصت و عزیمت کے دو پہلو آپ کے سامنے آتے تو آپ ہمیشہ عزیمت پر عمل کیا کرتے تھے۔

(۱) اتصال سلسلہ: یہ بات سچ ہے کہ سرزمین ہندوستان تک بیعت و خلافت کے کئی سلسلے پہنچے ہیں مثلاً قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی وغیرہ لیکن جس سلسلے کی سند سب سے زیادہ قوی ہے وہ قادری سلسلہ ہے، کہ اس میں وقت کے بڑے بڑے علما و مشائخ ہیں اسی لئے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قادری برکاتی سلسلے میں مرید ہوئے تھے، حضور تاج الشریعہ جس سلسلے میں بیعت کرتے تھے وہ متصل، قوی اور معتمد ہونے میں اپنی مثال آپ ہے، لھذا آپ سلسلہ بیعت وخلافت کے اعتبار سے بھی اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔

(1) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں: مسند ارشاد پر بیٹھنے والے پیر و مرشد کے لئے 5 چیزیں شرط ہیں۔
اس نے تفسیر جلالین وتفسیر مدارک یا ان کے برابر تفاسیر جید عالم سے تحقیق کے ساتھ پڑھی ہوں، اس طرح کہ وہ قرآن کے معانی کو سمجھتا ہو، تفسیر غرائب، اسباب نزول، اعراب وحقائق قرآن کا علم رکھتا ہو۔

(2) علم حدیث میں کم از کم مشکوۃ المصابیح پڑھی ہو اس طرح کہ احادیث کے مشکل معانی اور تاویل کا علم رکھتا ہو۔

(3) دنیا سے بے رغبت ہو، آخرت کی طرف راغب ہو، یعنی زاہد ہو۔

(4) ہمیشہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتا رہے۔

(5) شیخ کامل کی طویل صحبت وتربیت میں رہا ہو۔

جب ہم حضور تاج الشریعہ کو مسند ارشاد پر رونق افروز ہونے والے پیر و مرشد کی حیثیت سے دیکھتے ہیں تو ہمیں آپ کے اندر ان اوصاف سے کہیں زیادہ اوصاف نظر آتے ہیں جو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے شرائط خمسہ میں بیان کئے ہیں۔

حضور تاج الشریعہ تفسیر کے میدان میں شیخ التفسیر نظر آتے ہیں، علم حدیث میں پائے کے محدث ہیں، دنیا سے بے رغبتی میں زہد کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں، آپ کے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا عالم یہ تھا کہ آپ نے ساری زندگی لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہوئے گزاری، آپ کی زندگی کے نصف آخر کا زیادہ تر وقت تبلیغی دوروں میں گزرا، آپ نے دنیا کے بیشتر ممالک کا تبلیغی دورہ کیا، آپ جہاں بھی تشریف لے گئے تو دین متین کی خدمت کے لئے، خلق خدا کی رشد وہدایت کے لئے، آپ نے بے شمار لوگوں کو برے اعمال سے نکال کر اعمال صالحہ کے راستے پر گامزن کیا، بہت سے کفر وشرک میں بھٹکتے ہوئے لوگوں کے دلوں کو نور ایمان سے منور کیا، کئی افراد نے صرف آپ کا نورانی چہرہ دیکھ کر ایمان قبول کیا۔ مرشد برحق کے اندر تصلب فی الدین، احقاق حق وابطال باطل، حق گوئی وبے باکی، الحب فی اللہ والبغض فی اللہ، خوش اخلاقی وغیرہ اوصاف کا ہونا بھی ضروری ہے، حضور تاج الشریعہ کی شخصیت میں یہ تمام اوصاف بدرجہ اتم موجود تھے، آپ کے چند خاص اوصاف کی قدرے تفصیل پیش ہے۔

تصلب فی الدین: ایک مرشد برحق کے لئے یہ بھی لازم وضروری ہے کہ وہ اپنے دین وعقیدے میں متصلب ہو، ورنہ خدا جانے وہ قوم کو کس غلط راستے پر ڈال کر تباہ وبرباد کرے۔

حضور تاج الشریعہ اپنے دین وعقیدے میں پورا تصلب رکھتے تھے، جن فرق باطلہ سے حضور ﷺ نے دور رہنے کا حکم دیا ہے آپ ہمیشہ ان سے دور ونفور رہے، کبھی بھی ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا روا نہ رکھا، اگر چہ آپ کو اس راستے میں بے پناہ مشقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔

چنانچہ جب آپ 1986ء میں حج بیت اللہ کی ادائگی کے لئے تشریف لے گئے تو آپ نے وہاں کے نااہل ائمہ کی اقتدا میں نماز ادا نہ کی بلکہ اپنی جماعت الگ قائم کی، جس کی بنا پر آپ کو سعودیہ عربیہ کی پولیس کے ذریعہ قید کر دیا گیا اور پھر سعودیہ عربیہ کی حکومت کی طرف سے آپ پر بہت ظلم ڈھائے گئے، 11 دنوں تک آپ کو قید میں رکھا گیا، آپ نے پھر بھی ان کی اقتدا میں نماز کو جائز نہ کہا۔ (سوانح تاج الشریعہ)

آپ کی تابندہ حیات کا یہ ایک ہی واقعہ اس بات کا اندازہ لگانے کے لئے کافی ہے کہ آپ اپنے دین وعقیدے میں کس قدر متصلب تھے۔

احقاق حق وابطال باطل: ایک مرشد برحق کے اندر احقاق حق وابطال باطل کا ہونا بھی لازم ہے، سیدی مرشدی حضور تاج الشریعہ کے اندر یہ وصف بھی نمایاں نظر آتا ہے، آپ ہمیشہ احقاق حق وابطال باطل کے فریضے کو انجام دیتے رہے، دنیا کے جس ملک میں تشریف لے گئے اس فریضے کو بحسن وخوبی انجام دیا، فرق باطلہ کا رد بلیغ فرمایا اور قوم کے سامنے حق باطل کو واضح فرمایا۔

مقبولیت عامہ: اللہ تعالی اپنے خاص بندوں کو مقبولیت عامہ کے وصف سے بھی متصف فرما دیتا ہے، آپ کو اللہ تعالی نے آپ کے اوصاف حمیدہ کی بنا پر ایسی مقبولیت عطا فرمائی تھی کہ آج پوری دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی، لوگ آپ کے نورانی چہرے کی ایک جھلک دیکھنے کے متمنی رہا کرتے تھے، جب کسی کانفرنس وغیرہ میں آپ کی تشریف آوری کی خبر شائع ہوتی تو عقیدت مند اپنی نوکری، بزنس، دن کا چین رات کا سکون قربان کر کے لمبے سفر کی صعوبتوں کو برداشت کرنے کے بعد آپ کے ارشادات سننے اور آپ کے نورانی چہرے کا دیدار کرنے کے لئے حاضر ہو جاتے تھے، آپ جب بھی گھر پر مقیم ہوتے تو آپ کا دیدار کرنے والوں اور دعائیں لینے والوں کا ہجوم لگا رہتا تھا، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ایک شمع پر بے شمار پروانے نثار ہونے کو تیار ہیں، بسا اوقات عقیدت مندوں کا ہجوم اس قدر کثیر ہو جاتا تھا کہ ایک نشست میں سب سے ملاقات کرانا خدام کے لئے ناممکن سا ہو جاتا تھا، اس لئے کبھی خدام کو مجبوراً ایسا بھی کرنا پڑتا تھا کہ پہلے دوسرے ممالک سے تشریف لانے والے اور ہندوستان میں دور دراز سے لمبی مسافت طے کرنے کے بعد حاضر ہونے والوں کو ملاقات کا موقع دیا جائے اور قرب وجوار سے آنے والوں کو دوسری نشست کے لئے ملتوی کر دیا جائے۔

ایک مرشد برحق میں جتنے اوصاف درکار ہیں آپ کے اندر اس سے کہیں زیادہ اوصاف حمیدہ موجود تھے، مرشد برحق متقی ہوتا ہے، با اخلاق ہوتا ہے، حق گو اور بے باک ہوتا ہے، ہمیشہ امت مسلمہ کی فکر رکھا کرتا ہے، قوم کو برے اعمال سے بچانے کی اور اعمال صالحہ کا پابند بنانے کی سعی پیہم کرتا رہتا ہے۔

حضور تاج الشریعہ کے اندر مذکورہ تمام اوصاف حمیدہ بدرجہ اتم موجود تھے، آپ نے پوری زندگی دین متین کی خدمت، اصلاح امت، اور اعلاء کلمۃ الحق میں گزاری، آج ہم جس جہت سے بھی حضور تاج الشریعہ کی شخصیت کو دیکھتے ہیں آپ اپنی مثال آپ نظر آتے ہیں، یقیناً آپ کی رحلت سے دنیائے سنیت میں ایک ایسا خلا پیدا ہوا ہے جس کا پر ہونا ناممکن سا نظر آتا ہے۔

ہم رب تبارک وتعالی کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ ہمیں ہمارے مرشد برحق کے فیضان سے ہمیشہ مستفیض فرمائے اور ہمارے مرشد برحق کو اولیائے کاملین کے ساتھ بلند درجات عطا فرمائے۔

ابر رحمت ان کی مرقد پر گہر باری کرے — حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے۔

***

تاج الشریعہ کی عوام میں مقبولیت

ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطیفی ایم اے، مدرس جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی

قارئین کرام اس دنیائے ہست و بود میں موت و زیست کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے جاری و ساری ہے، اب تک نہ جانے کتنے لوگ پیدا ہوئے اور نہ جانے کتنے موت کی آغوش میں چلے گئے تاریخ میں ان کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ لیکن کچھ ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے کہ ان کے نام تاریخ کے اوراق میں آسمان کے ستاروں کی طرح چمک دمک رہے ہیں اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کون لوگ ہیں جنہیں تاریخ کے اوراق میں جگہ ملتی ہے۔ اور دنیا انہیں کبھی فراموش نہیں کر پاتی ہے، یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے فرمان رسول پر عمل کیا اور اپنی زندگی کو اسلاف کا نمونہ بنایا۔ علم و عمل کے زیور سے اپنے آپ کو آراستہ اور پیراستہ کیا۔ پھر اعلاء کلمۃ الحق کے لئے اپنی زندگی کو راہ خدا میں وقف کر دیا۔ ایسی باکمال ہستیوں اور اوصاف حمیدہ کی حامل شخصیتوں کو تاریخ کے اوراق میں جگہ ملتی ہے، اور دنیا انہیں کبھی فراموش نہیں کر پاتی ہے، اس جہت سے جب ہم حضرت تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان ازہری میاں علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات پر طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو وہ بھی اس کسوٹی پر کھرے اترتے ہوئے نظر آتے ہیں، اس دعوے کا مکمل ثبوت آپ حضرات کو عرس چہلم کے موقع پر تاج الشریعہ نمبروں سے مل جائے گا۔

نمبر نکالنے کے لئے ذمہ داران نے تاج الشریعہ کی حیات و خدمات کو صفحۂ قرطاس پر اتارنے کے لئے پچاس سے زائد عناوین کا انتخاب کیا ہے، اگر سارے عناوین پر قلم کاروں نے اپنی اپنی کاوشیں پیش کیں تو وہ نمبر نہیں بلکہ تاج الشریعہ کی شخصیت پر ایک عظیم انسائیکلوپیڈیا ثابت ہوگا۔ خدا کرے وہ عظیم نمبروں کا انسائیکلوپیڈیا عرس چہلم کے موقع پر پوری آب و تاب کے ساتھ منظر عام پر آجائے آمین۔

مختلف ماہناموں کے مدیروں نے مجھ کم علم اور عدیم الفرصت انسان سے کسی عنوان پر مضمون نویسی کی فرمائش کی ہے۔ فرمائش بھی تاریخ کی پابندی کے ساتھ، مطلوبہ تاریخ کے پیش نظر اتنے کم ٹائم میں ایسی ہمہ جہت شخصیت پر بغیر مواد کے قلم برداشتہ مضمون لکھ دینا ہم جیسے کم علم کے لئے جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ بہر کیف حسب ارشاد چند جملے تاج الشریعہ کی بارگاہ میں خراج عقیدت کے طور پر پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ مختلف ماہناموں کے مدیر حضرات نے حضرت تاج الشریعہ کی حیات و خدمات کو تاریخی دستاویز بنانے کے لئے پچاس سے زائد عناوین قائم کر کے مزید عنوان قلم کاروں کی صوابدید پر چھوڑ دیا ہے۔ اس وقت میری تحریر کا عنوان ہے ”تاج الشریعہ کی عوام میں مقبولیت“۔

تاج الشریعہ کی عوام میں بے پناہ مقبولیت تھی۔ مقبولیت کی ہی وجہ تھی کہ آپ کی کوئی تاریخ خالی نہیں رہتی تھی۔ سال کے اکثر

ایام آپ بیرون ملک رہا کرتے تھے، جب آپ ہندوستان میں ہوتے تھے تو اکثر صوبہ جات سے عقیدت مند وارادت مند صرف تاریخ لینے کے لئے حضرت کے قریبی لوگوں سے سفارش کرواتے تھے تب جا کر تاریخ ملتی تھی۔ مولانا غلام جابر شمس مصباحی صاحب نے سانچل اور اس کے قرب وجوار کے لئے کئی بار بریلی شریف تشریف لائے حتی الامکان کوشش کی لیکن انہیں تاریخ نہیں مل سکی۔ اس طرح کے واقعات بہت سے لوگوں کے ساتھ پیش آئے، بہت سے علاقوں کے لوگ آپ کے مرید ہونے کے لئے ترستے اور تڑپتے رہ گئے، کٹیہار، پورنیہ اور بنگال کے کچھ سربرآوردہ لوگوں نے مجھ سے کئی بار تاریخ کے لیے بات کی، اور میں نے حضرت کی تاریخ لینے کی کوشش بھی کی، لیکن میں ناکام ہی رہا۔ انتظار بسیار کے بعد بہت سے افراد وہاں سے بریلی تشریف آکر مرید ہوئے۔ یہ میرے معلومات کی بات ہے اس طرح سے اور بھی حضرات رہے ہونگے، جن کو حضرت کی تاریخ نہیں ملی ہوگی اس مقام پر مجھے وہ مقولہ یاد آتا ہے کہ "ایک انار سو بیمار" حضرت کی ذات ایک تھی اور چاہنے والوں کی تعداد لاکھوں میں نہیں بلکہ کروڑوں میں تھی۔ اس لئے سب کو حضرت وقت نہیں دے پاتے تھے۔

وقت وصال کا واقعہ میرے نظروں کے سامنے اب تک گردش کر رہا ہے قارئین کو شاید یقین نہیں ہوگا، لیکن جنہوں نے یہ منظر دیکھا ہوگا انہیں یقین ہی نہیں بلکہ عین الیقین ہے۔

جمعہ کے دن مغرب کے وقت تاج الشریعہ کا وصال ہوا، تقریباً ایک گھنٹہ بعد راقم الحروف اپنے مکان سے درگاہ حاضر ہوا، دولت پر پہونچنا مشکل ہوگیا، حسن اتفاق کہیے کہ اس وقت راستے میں جامعہ رضویہ منظر اسلام کے پرنسپل حضرت مولانا محمد عاقل رضوی صاحب اور جامعہ کے مدرس حضرت مولانا افروز صاحب دونوں حضرات ساتھ ہوگئے، ہم تینوں لوگ کسی طرح سے تاج الشریعہ کے دروازے تک پہونچے کہ حضرت کا دیدار ہوجائے گا لیکن بھیڑ کی وجہ سے دھکا مکی ہونے لگی، چاروناچار ناکام واپس ہو گئے، اب ذرا سوچئے کہ ایک گھنٹے کے اندر کہاں سے اتنی بھیڑ جمع ہوگئی، یہ ان کی مقبولیت ہی کی بات تھی کہ انتقال پرملال کی خبر سنتے ہی لوگ سیل رواں کی طرح امنڈ پڑے، دوسرے دن صبح کو دوبارہ آخری دیدار کے لئے راقم الحروف حاضر ہوا۔ دیکھا کہ ملوکپور چوکی سے عقیدت مندوں کی لائن لگی ہوئی ہے، اس وقت ہمارے جامعہ کے مدرس حضرت مولانا محمد سلیم نوری صاحب بھی وہاں موجود تھے۔ ہم دونوں لوگ بچو بچو کر کے کسی طرح سے در دولت پر حاضر ہوئے، لوگ لائن سے یکے بعد دیگرے حضرت کا دیدار کر رہے تھے، لائن میں لگنے سے گھنٹوں کے بعد ہم دونوں کا نمبر آتا، اتفاق سے انتظامیہ کے لوگوں نے ہم دونوں کو دیکھ لیا، ان لوگوں نے اپنی نگرانی میں حضرت کا آخری دیدار کرایا، کیا عورت اور کیا مرد سبھی حضرت کے دیدار کے لئے پریشان تھے، بھیڑ کا عالم یہ تھا کہ سوداگران میں تل رکھنے کی جگہ نہیں تھی۔ دوسرے دن بروز اتوار دس بجے دن نماز جنازہ کا اعلان ہوا، اس وقفے میں ملک وبیرون ملک کے اتنے لوگ جمع ہوگئے کہ کسی کو اس کا اندازہ نہیں تھا، اسلامیہ انٹر کالج کے میدان میں نماز جنازہ پڑھنے کا اعلان ہوا تھا، لوگ وقت سے پہلے وہاں پہونچ چکے تھے، بلکہ بعض لوگوں نے یہ بھی بتایا کہ لوگ رات ہی سے جمع ہونا شروع ہوگئے تھے، اتوار کے دن صبح تقریباً ساڑھے آٹھ بجے راقم الحروف اپنے گھر سے اسلامیہ کے لئے روانہ ہوا، صالح نگر ہی سے اس قدر بھیڑ تھی کہ نہ کوئی رکشا تھا نہ کوئی ٹیمپو، پیدل وہاں تک پہنچنا میرے لئے بہت مشکل امر تھا، اتفاق سے محلے کا ایک شخص موٹر سائیکل سے جا رہا تھا انہوں نے اپنی گاڑی پر بیٹھا لیا، بھیڑ کی وجہ سے عام راستے سے موٹر سائیکل بھی نہیں جا سکتی تھی، اس لئے انہوں نے محلے کی گلی

کوچے سے کتب خانہ جو شہر بریلی کا قلب ہے اور مین چوراہا ہے، وہاں تک پہونچایا۔ پیدل پیدل ہم دونوں کچھ دور آگے بڑھے۔ اسی اثناء میں اعلان ہونے لگا کہ صف بندی کرلو وقت ہوگیا ہے۔ یعنی دس بج گئے، جو جہاں تھا وہیں رک گیا۔ کتب خانہ سے چوپلہ تک ادھر چوکی چوراہا تک کہیں تل رکھنے کی جگہ نہیں تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ میں اسلامیہ نہیں پہونچ سکا، چاروناچار کوتوالی کے پاس لوگوں کے ساتھ صف میں کھڑا ہوگیا، نماز جنازہ کے بعد میں کوتوالی میں جاکر بیٹھ گیا، پولیس والے بھیڑ دیکھ کر حواس باختہ تھے، بھیڑ کی وجہ سے میں دو بجے دن تک کوتوالی میں بیٹھا رہا، بھیڑ تھی کہ چھٹنے کا نام نہیں لے رہی تھی، وہیں پر اخباری نمائندوں سے ملاقات ہوئی، میں نے عقیدتمندوں کی تعداد و شمار کے بارے میں پوچھا تو وہ لوگ بھی اعداد و شمار کا کوئی اندازہ نہیں بتا پائے۔ دوسرے دن کسی اخبار نے لاکھ اور کسی نے کڑوروں کی تعداد تحریر کی، کانگریس پارٹی کے صدر جناب راہل گاندھی نے اپنے بیان میں کہا کہ اب تک میں کسی جگہ اتنی بھیڑ نہیں دیکھی، آنا فانا اتنی بھیڑ کا جمع ہونا حضرت تاج الشریعہ کی عوام میں مقبولیت کا بین ثبوت ہے، خدائے پاک سے میری یہ دعا ہے کہ تاج الشریعہ کی قبر انور پر ہمہ وقت رحمت و نور کی بارش ہو، اور ہم پسماندگان کو صبر جمیل عطا ہو، آمین یارب العالمین۔

***

حضور تاج الشریعہ کی علمی شخصیت! شہرت ومقبولیت کے آئینے میں

مفتی محمد مظفر حسین رضوی ناظم تعلیمات دارالعلوم تنظیم المسلمین بائسی پورنیہ بہار

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت سیجعل لھم الرحمٰن ودا [سورہ مریم پارہ ۱۶]

یعنی وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب ان کے لئے رحمٰن محبت کر دے گا۔ [کنزالایمان]

مطلب یہ ہے کہ ایک انسان ایمان لاتا ہے اور اچھے کام کرتا ہے تو رب کی طرف سے ان کے لئے سب سے بڑا انعام یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہے اور ایسے مومن کامل اور عمل صالح کرنے والے کے لئے لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا فرما دیتا ہے۔

مفہوم حدیث مع تشریح:

بندے تو بہت ہیں مگر اللہ تعالیٰ ہر بندے سے محبت نہیں فرماتا کچھ ہی خاص بندے ہوتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے کہ اے جبرئیل فلاں ملک، فلاں شہر، فلاں گاؤں کا رہنے والا میرا فلاں بندہ جس سے میں محبت کرتا ہوں اے جبرئیل تو بھی اس سے محبت کر۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ سے صرف محبت ہی نہیں فرماتا ہے بلکہ جبرئیل امین سے اظہار محبت بھی فرماتا ہے اور اسی پر بس نہیں بلکہ حکم ربانی ہوتا ہے کہ جب میں اس بندے سے محبت کرتا ہوں تو تو بھی اس بندے سے محبت کر نیز یہ بھی حکم ہوتا ہے کہ آسمان اور زمین والوں میں اعلان کر دے کہ وہ سب بھی اس بندے سے محبت کریں۔ جبرئیل علیہ السلام کے اعلان کا مطلب یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام آسمان اور زمین والوں کے دلوں میں اس بندے کی محبت القا فرما دیتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آسمان کے فرشتے بھی اس بندہ سے محبت کرنے لگتے ہیں اور زمین پر بسنے والے بھی اس بندہ سے محبت کرنے لگتے ہیں اور محبت کا نیٹ ورک اتنا پھیل جاتا ہے کہ دنیا والے محبت وعقیدت میں ان کے سامنے جھکتے نظر آتے ہیں۔

اب ہم قرآن وحدیث کی روشنی میں ایسی شخصیت کو تلاش کریں جن سے زمین والے بھی محبت کرتے ہوں اور آسمان والے بھی محبت کرتے ہوں تو بلاشبہ وہ عظیم ترین شخصیت ہمیں بریلی شریف کی سرزمین پر ملتی ہے جنہیں دنیا جانشین حضور مفتی اعظم ہند سرکار حضور تاج الشریعہ کے نام سے جانتی، پہچانتی اور مانتی ہے۔ حق یہ ہے کہ ۲۲/ جولائی ۲۰۱۸ء بروز اتوار نماز جنازہ کی امنڈتی کروڑوں کی بھیڑ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ لوگ جانشین سرکار حضور مفتی اعظم ہند کو صرف عقیدت میں تاج الشریعہ نہیں کہتے بلکہ وہ حقیقت میں تاج الشریعہ ہیں۔

لوگوں کے کئی گروپ ہیں۔۔۔ کسی کی شہرت ومقبولیت کسی گروپ میں اور کسی کی کسی گروپ میں جیسے کچھ لوگ ہیں جن کی شہرت ومقبولیت صرف علماء میں، کچھ لوگوں کی شہرت ومقبولیت صرف ڈاکٹروں، لکچرروں، پروفیسروں میں اور کچھ لوگوں کی شہرت و

مقبولیت صرف عوام الناس میں مگر سبحان اللہ میرے سرکار حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی شہرت و مقبولیت علماء میں بھی، ڈاکٹروں لکچرروں، پروفیسروں میں بھی، اور عوام الناس میں بھی۔

سرکار تاج الشریعہ کی علمی شخصیت حقیقت کے آئینے میں

سرکار حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی علمی شخصیت کو اپنوں نے مانا یقیناً یہ کمال ہے لیکن اس سے بھی زیادہ کمال یہ ہے کہ غیروں نے بھی مانا اور صرف مان کر اپنے ماننے کو چھپا نہیں دیا بلکہ اخباروں میں چھاپ کر اعلان بھی کر دیا۔

ملاحظہ کریں:

جب تعزیتی جلسوں کا دور شروع ہوا تو اپنوں نے کیا تاثر پیش کیا اسے رہنے دیجئے غیروں نے سرکار حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی علمی شخصیت کا اعتراف کس انداز سے کیا وہ دیکھئے۔ جمعیۃ علماء ہند کے خازن آل انڈیا اقتصادی کونسل کے چیئرمین مولانا حسیب صدیقی نے اظہار تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ مفتی اختر رضا خاں کا انتقال دینی و علمی حلقوں کا عظیم خسارہ ہے جس کا پر ہونا نہایت مشکل ہے وہ ہندوستان ہی کی نہیں بلکہ عالمی سطح کی علمی شخصیت تھے" مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے شعبۂ دینیات کے رکن ڈاکٹر عبید اقبال عاصم نے کہا کہ حضرت تاج الشریعہ اپنے زمانے کے بے مثال محقق اور صاحب بصیرت عالم و فقیہ تھے اور اکثر فقہی علمی سیمیناروں کی صدارت فرمایا کرتے تھے" پبلک گرلز انٹر کالج کی پرنسپل صبا حسیب صدیقی (عورت) نے کہا کہ حضرت تاج الشریعہ مولانا مفتی اختر رضا خاں عالمی سطح کی علمی و روحانی شخصیت تھے دنیا کی ۵۰۰/ پانچ سو با اثر شخصیات میں ان کا بائیسواں مقام تھا اس قحط الرجال کے دور میں ایسی شخصیات نا پید ہیں۔ (روزنامہ انقلاب ۲۴ جولائی ۲۰۱۸)

امیر شریعت بہار، اڑیسہ، جھارکھنڈ مولانا ولی رحمانی نے دلی رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مولانا اختر رضا خان صاحب کی شخصیت نہ صرف ملک بلکہ بیرون ملک میں بھی باوقار، مقبول اور معتبر تھی۔ (قومی تنظیم ۲۴ رجولائی ۲۰۱۸)

اقوال مذکورہ سے مکمل طور پر یہ واضح ہو گیا کہ اپنے تو اپنے غیروں نے بھی جانشین حضور مفتی اعظم ہند سرکار حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی علمی شخصیت اور مقبولیت کا اعتراف کیا ہے۔ الفضل ما شهدت به الاعداء

شہرت و مقبولیت:

یہ تین الفاظ ہیں پہلے محبت ہوتی ہے پھر شہرت ہوتی ہے جب اللہ و رسول سے سچی محبت ہوتی ہے تو پھر لوگ ان سے محبت کرنے لگتے ہیں جب لوگ محبت کرنے لگتے ہیں تو پھر مقبولیت ہوتی ہے جب مقبولیت ہوتی ہے تو پھر شہرت ہوتی ہے میرے سرکار حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کو اس کے آئینے میں دیکھیں تو محبت بھی ہے مقبولیت بھی ہے شہرت بھی ہے۔

مقبولیت اور شہرت میں قدرے فرق ہے: ہو سکتا ہے شہرت ہو مگر مقبولیت نہ ہو ایک شخص ہے جن کی شہرت تو ہے مگر سب میں مقبولیت نہیں ہے مگر واہ! میرے سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان وہ ہستی ہیں جن کی الحمدللہ شہرت بھی ہے اور مقبولیت بھی ہے۔

آپ بیتی:

مجھے پتھری کا درد ہوا پورنیہ ڈاکٹر عارف صاحب سے چیک اپ کرایا تو ڈاکٹر عارف صاحب نے کہا کہ مولانا پتھری ایسی جگہ ہے کہ یہ دوا سے نہیں نکلے گی آپریشن کروانا ہی پڑے گا یہ دوا کھائیے تا کہ درد سے راحت مل جائے میں پورنیہ سے لوٹ کر تنظیم

المسلمین آیا اور دوا کھاتا رہا حضرت مولانا اختر حسین صاحب رضوی رکن ادارہ کو جب میرے متعلق معلوم ہوا کہ مجھے پتھری ہو گئی ہے تو انہوں نے مجھے سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کا موئے مبارک دیا اور کہا جس جگہ درد ہوتا ہے اس جگہ مس کر دیجئے میں نے ایسا ہی کیا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ میں اپنے گاؤں گسیاری میں تھا اور مجھے رات کے وقت درد شروع ہوا میں بہت بے چین تھا میرے پیر و مرشد سیدنا سرکار حضور مفتی اعظم ہند کے مزار پاک کی چادر مبارک جو میں نے بریلی شریف سے تبرکا حاصل کر کے محفوظ رکھا تھا اس تبرک کو اپنے سر پر رکھ کر یا پیر و مرشد المدد یا پیر و مرشد المدد یا سرکار حضور مفتی اعظم ہند المدد کہتا رہا اور روتا رہا میرے پیر و مرشد سیدنا سرکار حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کا کرم دیکھئے مجھے کچھ ایسا محسوس ہوا محسوس نہیں ہوا بلکہ یہی حقیقت ہے کہ میرے پیر و مرشد نے اپنے جانشین سرکار حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے ذریعے اس طرح میری مدد فرمائی کہ ایک رات میری قسمت جاگی اور میں نے خواب میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کو دیکھا کہ حضرت تنظیم المسلمین کے آفس سے نکل کر مسجد مصطفیٰ کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں اور میں پیچھے تھا حضرت نے مڑ کر فقیر سے مخاطب ہو کر فرمایا بتاؤ کہاں درد ہوتا ہے میں نے اپنا ہاتھ رکھ کر اشارہ کیا تو حضرت نے اپنا ہاتھ اس جگہ پر رکھ کر دم فرما دیا اور فرمایا جاؤ آرام ہو جائے گا۔ ایک ہفتہ بھی نہیں گذرا تھا کہ پتھری پیشاب کے راستے سے نکل گئی اس پتھری کو لیکر میں پورنیہ ڈاکٹر عارف صاحب کے پاس گیا اور پتھری دکھایا تو وہ دیکھتے ہی رہ گئے کبھی وہ مجھے دیکھتے اور کبھی پتھری کو دیکھتے پھر فرمایا مولانا پتھری کی سائز اور پتھری کی جگہ ایسی ہے کہ میڈیکل اور سرجیکل کے مطابق اسے نکلنا نہیں چاہئے مگر بغیر آپریشن کے پتھری نکل گئی تو میں ذمہ داری سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ کسی میڈیکل کی دوا کا کمال نہیں ہو سکتا یہ تو کسی بزرگ کی دعا کا کمال معلوم ہوتا ہے تو پھر میں اپنا خواب سنایا اور کہا کہ ڈاکٹر صاحب وہ بزرگ کوئی اور نہیں ہیں وہ تو جانشین حضور مفتی اعظم ہند حضور ازہری میاں صاحب قبلہ ہیں پھر کیا تھا ڈاکٹر صاحب کی بھی عقیدت میں اور اضافہ ہوا اور وہ بھی تاج الشریعہ کے مریدین میں شامل ہو گئے۔

ایک نظر ادھر بھی:

حضرت مولانا کاظم رضا صاحب مہتمم تنظیم المسلمین بائسی پٹنہ میں زیر علاج تھے نوبت آپریشن کی آگئی آپریشن سے قبل مولانا اپنے پیر و مرشد حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان اور بزرگان دین کے وسیلے سے دعائیں مانگتے رہے پھر 21/05/2016 کو آپریشن ہوا آپریشن کی بے ہوشی میں مولانا نے اپنے پیر و مرشد حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کو خواب میں دیکھا حضرت نے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا" بیٹا بہت جلد شفا پا جاؤ گے" بے ہوشی سے افاقہ کے بعد انہوں نے ان لوگوں سے اپنا خواب بیان کیا جو لوگ ان کے ساتھ پٹنہ میں موجود تھے اور انہوں نے خود ہی فرمایا کہ انشاء اللہ میں بہت جلد صحت پا جاؤں گا کیوں کہ سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے میرے لئے شفا کی دعا فرمائی ہے اور ایسا ہی ہوا کہ مولانا کو اس آپریشن کے بعد ڈاکٹروں نے ڈیڑھ مہینے تک ہاسپٹل میں رہنے کے لئے کہا تھا لیکن ۲۱ ہی دن کے بعد ڈاکٹر نے یہ کہتے ہوئے چھٹی دیدی کہ مولانا آپ کے ساتھ کسی بزرگ کا خاص فیضان ہے اب آپ کو گھر جانے کی اجازت ہے۔

آمد تاج الشریعہ اور تاسیس مسجد مصطفیٰ

علمبردار اہلسنت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد رحمت حسین کلیمی علیہ الرحمہ بانی دار العلوم تنظیم المسلمین بائسی نے حضرت کو دعوت

دی اور حضرت نے دعوت قبول بھی فرمائی ۱۲ رجب المرجب ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹ فروری ۱۹۸۹ء کو جلسۂ دستار بندی کے موقع سے سرکار حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان دار العلوم تنظیم المسلمین تشریف لائے جس میں رئیس القلم قائد ملت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ بھی جلوہ فرما تھے اسی موقع پر دار العلوم تنظیم المسلمین میں سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے دست اقدس سے مسجد مصطفیٰ کی بنیاد رکھی گئی اور کرم بالائے کرم یہ کہ حضرت نے اپنے دست اقدس سے دو تحریریں عطا فرمائیں ایک تحریر تاثرات کے نام سے ہے اور دوسری تحریر ادارہ کی سرپرستی قبول فرمانے کی ہے۔ علمبردار اہلسنت حضرت علامہ الحاج مفتی رحمت حسین کلیمی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادہ مولانا کاظم رضا صاحب مہتمم ادارہ ہذا نے ان دونوں تحریروں کو بڑے ہی اہتمام کے ساتھ محفوظ رکھا ہے اس کی عکسی کاپی بھی پیش نظر ہے۔

مصروفیات کے باوجود سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں خراج عقیدت کے چند جملے میں نے تحریر کئے، شعبۂ کمپیوٹر ادارہ ہذا کے استاد مولانا مزمل حسین رضوی نے نہایت ہی عجلت کے ساتھ اس کو ترتیب دیکر کمپوزنگ کیا، التجاء ہے کہ بارگاہ تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان میں ہمارا یہ خراج قبول ہو اور فیضان تاج الشریعہ ہم اہل عقیدت پر جاری وساری رہے آمین ثم آمین!

***

حضور تاج الشریعہ: جامع شرائط مرشد برحق

مفتی عبدالمالک مصباحی، چیف ایڈیٹر رضائے مدینہ، جمشید پور

آقائے کریم ﷺ کے اس دار فانی سے رحلت فرمانے کے بعد بھی بیعت وارادت کا یہ روحانی وعرفانی سلسلہ جاری رہا جسے بعد میں سلاسل طریقت کا نام دیا گیا جن سلاسلِ طریقت کو حق تعالیٰ نے بقائے دوام کا درجہ عطا فرمایا ہے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سلاسلِ طریقت ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جو روحانی سلاسل جاری ہوئے وہ جمع ہوکر سلسلہ نقشبندیہ کی شکل میں ظاہر ہیں اور باقی تین بڑے سلاسل قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے توسط سے سرکار تک منتہی ہوتے ہیں۔

اسی سلسلہ قادریہ کی ایک عظیم شاخ ہندوستان کی سرزمین پر مارہرہ مطہرہ میں موجود ہے۔ جہاں سے مجدد ملت، امام اہل سنت، جامع شریعت وطریقت مفتی الشاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمہ (۱۸۵۶ـ۱۹۲۱ء) کو اجازت وخلافت مرحمت ہوئی۔ آپ نے اپنی خداداد صلاحیت، خشیت الٰہی اور عشق رسول کی وجہ سے سلسلے کی خوب خوب خدمت کی اور آپ کے فیض یافتگان نے بھی اس سلسلے کو دشت وجبل، خشک وتر کی وسعتوں اور پہنائیوں میں متعارف کرایا۔ آپ کے جام عشق وعرفان سے سرشار ہونے والوں میں جہاں ایک سے بڑھ کر ایک نمایاں نام ہیں انھیں میں ایک بہت ہی روشن وتابندہ نام بدر الطریقہ، تاج الشریعہ، منبع جود وسخا، پیکر خلوص ووفا، نازش زمین وآسماں، فخر اہل سنن، حامی سنن، ماحی فتن حضرت علامہ مفتی الشاہ اختر رضا خاں نور اللہ مرقدہٗ (۱۹۴۳/ ۲۰ر جولائی ۲۰۱۸ء) شمس وقمر کی طرح ضوبار نظر آتا ہے۔

حضور تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہٗ اس دور قحط الرجال میں علم وفن، تقویٰ وطہارت، زہد وورع میں اپنے اقران میں ممتاز ونمایاں تھے۔ شرق وغرب اور شمال وجنوب میں بسیار تلاش وجستجو کے بعد بھی کوئی ایسی ذات نظر نہیں آتی جو بیک وقت شریعت وطریقت، علم ومعرفت، تقویٰ طہارت، عشق ومحبت، اتباع سنت واجتناب کراہیت، عزیمت واستقامت، فقہ وحدیث، زبان وبیان میں مہارت، شعر وادب پر عبور میں آپ کے ہم سرو مماثل ہو۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے　　　بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ رب العزت نے آپ کی ذات میں بے شمار خوبیاں ودیعت فرمادی تھی۔ علم وعمل کے اس انحطاطی دور میں آپ کی ذات جس نگاہ سے دیکھی جائے بے مثل وبے مثال نظر آتی ہے۔ فقہ وافتا کے میدان میں جب آپ کے قد رعنا کو دیکھا جاتا ہے تو جہاں آپ کی تحریر میں حضور مفتی اعظم ہند کا حزم واحتیاط نظر آتا ہے وہیں مجدد اعظم کی دقیقہ سنجی کی لہریں بل کھاتی محسوس ہوتی ہیں۔ اگر ایک طرف ابن عابدین کی فکری جولانیت نظر آتی ہے تو دوسری طرف امام اعظم کی عمق نگاہی کا عکس جمیل پوری توانائی کے ساتھ ٹھاٹھیں مارتا دکھائی دیتا ہے۔ آپ کی حدیث دانی کا مطالعہ کیا جائے تو بڑے بڑے ماہرین کی صف

میں آپ کی شخصیت کا جلوہ پوری شان انفرادیت کے ساتھ چمکتا دمکتا نظر آتا ہے۔ اور آپ کی تقویٰ شعار زندگی پر نظر ڈالی جائے تو اس میں بھی آپ کا قد بہت بلند دکھائی دیتا ہے۔ سردست آپ کی حیات کے اسی پہلو پر ایک سرسری نظر ڈالی جارہی۔ اللہ رب العزت نے چوں کہ آپ کو خلق خدا کی رہنمائی اور باطل کے خلاف حق کی آواز بلند کرنے کے لیے پیدا فرمایا تھا اس لیے آپ میں تمام بزرگانہ صفات بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔

حضرت میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ ''سبع سنابل شریف'' میں جامع شریعت پیر کی تعریف کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''پیر کی بنیادی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ پیر صحیح مسلک رکھتا ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ پیر شریعت کے حقوق کی ادائے گی میں پیچھے رہ جانے والا اور سستی برتنے والا نہ ہو۔

تیسری شرط یہ ہے کہ پیر کے عقیدے اہل سنت وجماعت کے موافق درست ہوں۔

لہٰذا پیری اور مریدی کی جو رسم باقی ہے، ان تین شرطوں کے بغیر درست نہیں ہوگی۔ ان تین شرطوں کی مختصر وضاحت کرتا ہوں۔

پہلی شرط کہ پیر کا مسلک صحیح ہو، اس کی توضیح یہ ہے کہ سچے مرید کو صحیح سلسلہ تلاش کرنا چاہیے کہ اکثر جگہ خلط اور خبط ہوگیا [یعنی سلسلہ متصل ہونا چاہئے]

پیری کی دوسری شرط یہ ہے کہ پیر جملہ عبادات کا، فرائض اور واجبات اور سنتوں، نوافل اور مستحبات کا عامل وعالم ہو اور ان احکام کی پابندی میں کوتاہ اور سست نہ ہو۔

پیری کی تیسری شرط یہ ہے کہ پیر کے عقیدے درست ہوں، مذہب اہل سنت وجماعت کے مطابق اور متعصب پکا سنی ہو۔

یہی تین شرطیں اصل شریعت ہیں۔ اگر ان سے قدم باہر رکھے گا تو راہ دین سے گرے گا۔ (سبع سنابل روس ۱۱۰-۱۱۹ ملخصا)

پیر کے لیے جن شرائط کا تذکرہ حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی علیہ الرحمہ نے کیا ہے ان کی روشنی میں اگر حضور تاج الشریعہ کی ذات کا تجزیہ کیا جائے تو ان میں کی ہر شرط پر آپ کماحقہ کھرے اترتے ہیں۔ مثلاً پہلی شرط بتائی گئی کہ ''پیر صحیح مسلک رکھتا ہو''۔

جہاں تک مسلک کی درستگی کا تعلق ہے یہ حقیقت جگ ظاہر ہے کہ اس دور پرفتن میں حضور تاج الشریعہ کی ذات حق وصداقت کا معیار اور دین وسنیت کی علامت کے طور پر جانی جاتی تھی۔ دین کے کسی سچے اور انصاف پسند خادم نے کبھی آپ کی ذات پر انگلی رکھنے کی جسارت نہیں کی۔ البتہ جو شیطان کے کٹھ پتلی ہیں ان کا کہنا ہی کیا!

دوسری شرط پر روشنی ڈالتے ہوئے جو انھوں نے یہ کہا کہ ''پیر شریعت کے حقوق کی ادائے گی میں پیچھے رہ جانے والا اور سستی برتنے والا نہ ہو''

اس سلسلے میں آپ کی تقویٰ شعار زندگی کا ایک ایک لمحہ شاہد عدل ہے کہ آپ سفر وحضر، صحت وبیماری اور روز وشب شریعت مطہرہ کی روشنی میں جیسی زندگی بسر فرماتے تھے وہ عزیمت والوں ہی کے نصیبہ کا حصہ تھا۔ آپ نے صرف فتویٰ نہیں بلکہ ہمیشہ تقویٰ پر عمل کیا۔ رخصت نہیں بلکہ عزیمت پر عمل کرکے حسینی کردار کا مظاہرہ کیا۔ اپنے تو اپنے غیروں کے مجمع یہاں تک کہ غیروں کی حکومت میں بھی آپ نے شریعت کی کماحقہ پاسداری کرکے سچے حسینی ہونے کا حق ادا فرمایا۔ اس حوالے سے آپ کی زندگی کے بے شمار واقعات موجود ہیں۔

۱۹۷۶ء میں نسبندی کے جس مسئلے نے اچھے اچھوں کے پاؤں اکھاڑ دیے تھے اس وقت مجدد اعظم کے علم وفکر، عزم واستقلال او رجاہ وجلال کے وارث، حضور حجۃ الاسلام شجاعت وبہادری، جرأت وبے باکی اور حضور مفتی اعظم کے جانشین حضور تاج الشریعہ نے دین وشریعت کی پاسداری، مذہب وملت کے تحفظ وبقا اور اسلامی احکام ومسائل کی حفاظت وصیانت کے لیے حکومت وقت سے لوہا لیتے ہوے میدان عمل میں ڈٹ گیے۔ وقت آیا تو حکومت کو قدم پیچھے ہٹانا پڑا مگر رضا کے شیر اور مفتی اعظم کے پروردہ نے ببانگ دہل اعلان کیا:

آئین جواں مرداں حق گوئی وبے باکی　　اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

ہالینڈ کی سرزمین پر جہاں ایک سے بڑھ کر ایک منصب دار اور سرمایہ دار موجود تھے۔ ان میں اکثریت کی مشترکہ غلطی یہ تھی وہ ٹائی پہنے ہوئے تھے جسے اس معاشرہ میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ بہت سے لوگ شاید اس وجہ سے کتراتے ہوں کہ کہیں یہ سرمایہ دار ناراض نہ ہو جائیں۔ مگر وا در ے۔ عاشق رسول آپ کی غیرت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ مسلمان کہلانے والے اسلامی شعار کی بجائے یہود ونصاریٰ کی تقلید وپیروی کریں۔ اس لیے آپ نے مجمع عام میں شرعی حکم بتا کر ایک طرح سے اس معاشرہ کے لیے چولیں ہلا دیں۔ بہت سارے آوارہ مزاج لوگوں کو آپ کی یہ روش اچھی نہ لگی تو انھوں نے اس حوالے سے استفتا کر دیا۔ آپ نے اس مسئلہ کے تمام پہلو پر بحث کرتے ہوے پوری ایک کتاب تحریر فرمادی جو" ٹائی کا مسئلہ" کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

یہ تو آپ کی جرأت وبے باکی کی بات ہوئی اور اب ذرا شریعت کی پاسداری کا دوسرا رخ تقویٰ کی حالت ملاحظہ کیجیے۔

میں ان میں سے صرف دو واقعے پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ ان میں سے پہلا واقعہ سلطان التارکین حضرت سید مخدوم اشرف، کچھوچھہ شریف درگاہ کے سجادہ نشیں کا تحریر کردہ ہے۔ جسے آپ نے اپنے مقالہ بعنوان "تاج الشریعہ اور استقامت علی الحق" مشمولہ تجلیات تاج الشریعہ ص ۲۴۹ میں رقم کیا ہے۔

حضرت تاج الشریعہ کی عظمت وبزرگی کا اندازہ ان کے زہد وتقویٰ کے ایک حسین گوشے شرم وحیا کے ذریعہ بھی لگایا جا سکتا ہے آپ کے شرم وحیا کا عالم یہ ہے کہ آپ استنجا خانہ اور غسل خانہ کے کھلے ہوتے چھت ہونے کے سبب اس وقت تک استنجا اور غسل نہیں فرماتے جب تک کہ اوپر سے بھی پردے کا انتظام نہ ہو۔ جیسا کہ مشاہدین کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ علامہ اختر رضا خاں صاحب اپنے نانا جان تاجدار اہلسنت سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے ہمراہ مغربی بنگال کے ضلع مالدہ کے کلیا چک کے ایک جلسے میں شرکت کے لیے تشریف لے گے آپ کو استنجا کا احساس ہوا جب آپ استنجا خانہ پہنچے تو اس کا اوپری حصہ کھلا تھا اسی وقت آپ نے چھتری منگوائی پھر استنجا سے فارغ ہوئے تو اس وقت عرض کیا گیا کہ چھتری کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی تو آپ نے جوابا ارشاد فرمایا بھائیوں تاکہ ستر عورت ہو سکے اور حیا کا بھی پاس لحاظ برقرار رہے۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ دار العلوم فیض الرسول جمشید پور جھارکھنڈ میں پیش آیا۔ جب آپ نے مدرسے کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا۔ وہاں جب آپ غسل خانہ پہنچے تو اس کی چھت کھلی ہوئی پائی۔ فورا آپ نے فرمایا کسی ایسے غسل خانہ میں اہتمام کیا جائے جس کی چھت کھلی ہوئی نہ ہو۔ سبحان اللہ کیا شان ہے آپ کے شرم وحیا کی۔ گویا آپ حدیث رسول الحیاء جزمن الایمان کے مظہر کامل ہیں تو دیگر امور میں حضرت تاج الشریعہ کے زہد وتقویٰ کا عالم کیا ہوگا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

شریعت پر عمل کا حال بیان کرتے ہوئے آپ کے سیرت نگار لکھتے ہیں:

۱۴۰۷ھ کی بات ہے کہ زنان خانہ میں عورتیں زیارت اور بیعت کے لیے حاضر ہیں جب آپ زنان خانہ میں تشریف لے گئے تو چند عورتوں نے نقاب الٹے اور منہ کھلے ہوئے تھے آپ نے فوراً اپنی نگاہیں دوسری جانب پھیر لیں اور فرمایا ''پردہ کرو، بے حجاب گھومنا پھرنا سخت منع ہے نقاب ڈالو'' لاحول ولا قوت الا باللہ العظیم سب عورتوں نے نقاب ڈال لیں پھر بیعت فرمایا، شریعت کی پاسداری ہو تو ایسی ہو، سفر چاہے جیسا ہو ہوائی جہاز سے ہو یا ٹرین سے ہو یا گاڑی سے نماز کا وقت ہوتے ہی نماز کی ادائے گی کے لیے بے چین ہو جاتے۔ اکثر راقم السطور کو حکم دیتے کہ مصلی بچھاؤ نماز پڑھوں گا، چاہے ایئر پورٹ ہو یا اسٹیشن نماز قضا نہیں فرماتے۔ نماز پڑھنے کی سب کو تاکید فرماتے حضرت راقم سے اکثر پوچھتے کہ نماز پڑھی یا نہیں اگر معلوم ہو گیا کہ نہیں پڑھی تو سخت ناراض ہوتے، مجھے خوب یاد ہے کہ ۱۹۹۱ء سے ۲۰۰۶ء تک تقریباً ۱۵ سال تک میں نے حضرت کے ساتھ پورے ملک کا سفر کیا مگر حضرت کی کوئی نماز قضا نہیں ہوئی۔ اللہ اکبر۔ (حیات تاج الشریعہ ص: ۳۱،۳۲، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی ۲۰۰۸ء)

آپ کی حیات مبارکہ میں یہ صرف یہی ایک دو واقعات نہیں بلکہ آپ کی پوری زندگی تقویٰ کے انھیں گنج گراں مایہ سے منور و تابندہ ہے۔

پیری کی تیسری شرط یہ ہے کہ پیر کے عقیدے درست ہوں، مذہب اہل سنت وجماعت کے مطابق اور متصلب پکا سنی ہو۔

سید موصوف کی اس تشریح کی روشنی میں اگر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی زندگی کے شب و روز کو دیکھا جائے تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ عقیدہ کی درستگی تو دور کی بات ہے حق تو یہ ہے جو محبت کی نظر سے انھیں دیکھ لیتا اگر وہ مومن نہیں تو ایمان لے آتا تھا اور اگر کوئی گمراہ و بدعقیدہ ہوتا تو عقیدہ درست کر لیتا۔ بے ایمان اور بدعقیدگی کی اس مسموم فضا میں ان کی خوش عقیدگی اور صراط مستقیم پر تصلب کا یہ حال تھا کہ آوارہ مزاج لوگ انھیں متعصب اور متشدد ہی کہہ کر پکارتے تھے۔ حق تو یہ ہے کہ دست گرفتہ اور وابستگان بھی کبھی کبھار آپ کی طرف سے کبیدہ خاطر ہو جاتے تھے۔ مگر بعد میں انھیں سمجھ میں آتا تھا کہ حق وہی ہے جو حضور تاج الشریعہ فرماتے تھے۔

آپ نے پوری زندگی تقریر و تحریر، وعظ و نصیحت، دعوت و ارشاد اور اپنے کردار و عمل سے لوگوں کے ایمان و عقیدہ کی درستگی کا سامان فراہم کیا۔ آپ کا چہرہ دیکھ کر، کتابیں پڑھ کر اور آپ کی تقریریں سن کر لوگ ایمان و عقیدہ میں پختہ ہوئے پھر آپ کے تصلب کا حال کیا پوچھنا!

ان حقائق کی روشنی میں یہ بات بغیر کسی شک و تردد کے کہی جا سکتی ہے کہ حضور تاج الشریعہ کی شخصیت شریعت و طریقت کی ایسی جامع تھی جس پر زمانہ جتنا ناز کرے کم ہے۔

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

مولیٰ تعالیٰ ہم تمام غلاموں اور عالم اسلام کو آپ کے فیض و برکات سے مالا مال فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

***

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ میر کاروانِ اہلسنّت

مفتی نظام الدین احمد نوری، دارالعلوم اہلسنت فیض الرسول براؤں شریف

صالح قیادت کی ضرورت ہر دور میں رہی اور موثر قیادت کی اہمیت سے انکار آفتاب نیم روز کے انکار کے مترادف ہے، صالح قیادت خیر القرون کے بعد تدریجاً کم یاب ہوتی رہی اور اب تو نایاب کی حد تک کم یاب ہے۔ صالح قیادت کی کم یابی کا ماتم کرتے ہوئے ڈاکٹر اقبال نے بہت پہلے کہا تھا۔

قافلۂ حجاز میں ایک حسین بھی نہیں
گرچہ ہے تابدار ابھی گیسوئے دجلہ وفرات

الغرض صرف یہی نہیں کہ ہر دور میں صالح قیادت کی ضرورت رہی بلکہ ہر دور میں قلیل ہی سہی مگر موجود رہی، اور جس شخصیت میں عناصر قیادت بتمامہا موجود رہے اہل فکر ونظر نے ہمیشہ ان کی قدر وعزت افزائی کی ہے اور انہیں اپنا قائد تسلیم کیا ہے۔

نبیرۂ اعلیٰ حضرت جانشینِ مفتی اعظم ہند وارثِ علوم اعلیٰ حضرت سیدی حضور تاج الشریعہ اپنے دور میں قیادت کی تمام تر صلاحیتوں کے حامل تھے، یہی وجہ ہے کہ سوائے چند کم نظروں کے عالمی طور پر مسلمانان اہلسنت کی اکثریت نے عموماً اور اہل ہند نے خصوصاً انہیں اپنا قائد تسلیم کیا جس کا بین ثبوت ان کے مقدس جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کیلئے ملک وبیرون ملک سے جمع ہونے والا ایک کروڑ سے زائد کا مجمع ہے۔ جس کی تعداد پر اب تک بحث ہو رہی ہے۔ تعداد کچھ بھی رہی ہو مگر یہ ضرور سچ ہے کہ پورے ملک میں آج تک کسی کے جنازے میں تو کیا کسی دینی ودنیوی محفل میں بھی اب تک ایسا جم غفیر دیکھنے یا سننے میں نہیں آیا۔

ارشاد ربانی ہے ☐ ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت سیجعل لھم الرحمن ودا (القرآن) اب جس بندۂ مومن کی محبت اللہ رب العزت جل جلالہ اپنے کرم خاص سے لوگوں کے قلوب میں ڈال دے اسے بھلا کون نکال سکتا ہے۔ یہ محبت ہی تو تھی کہ ایک کروڑ سے زاید مسلمانانِ اہلسنت کا مجمع گرمی کی شدت، پانی کی قلت، اژدحام سے پیدا ہونے والی مشقت کے باوجود کسی کی زبان پر حرف شکایت نہ آیا، ہاں اگر وقفے وقفے سے کوئی آواز بار بار پردۂ سماعت سے ٹکراتی تھی تو وہ تھی "بستی بستی قریہ قریہ، تاج الشریعہ تاج الشریعہ" گویا اس موقع پر موجود دیوانگانِ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ آپ کی محبت میں اپنی بھوک، پیاس سب بھول بیٹھے تھے۔

ہر دور میں اللہ عز وجل کے کچھ ہی مخصوص بندے ہوتے ہیں جنہیں رب قدیر اپنے فضل خاص سے قبول فی الارض سے نواز کر ایسا شرف قبول عطا فرماتا ہے جو اپنوں کیلئے باعث صد رشک وقابل فخر، حاسدین کیلئے سبب اذیت اور اغیار کیلئے سامان موت بن جاتا ہے۔ ایک سچے قائد، اچھے رہبر اور باوقار میر کارواں کیلئے جو اوصاف مطلوب ہیں ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا۔

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز　　یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

نگہ بلند: اس تناظر میں جب ہم وارثِ علوم اعلیٰ حضرت حضور سیدی ومرشدی سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی پاکیزہ حیات کا جائزہ لیتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ صالح قیادت کیلئے جو نگہ بلند درکار ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی تھی۔ چونکہ وہ شاہین صفت قائد تھے اس لئے حضور تاج الشریعہ کی نگاہ ہمیشہ بلند مقاصد پہ رہی، اسی لئے انہیں ذلت کی پستی میں رہنے والے اغیار وحاسدین کی پرواہ بھی نہ تھی اور کبھی آپ نے کسی غیر معیاری شخص کو منھ بھی نہ لگایا، انہیں تو مذہب وملت کے اعلیٰ مقاصد کی جانب دیکھنے کے سوا اتنی فرصت ہی نہ تھی کہ کہیں اور دیکھتے، ان کی عقابی نظر نہ صرف ماہ وسال پہ بلکہ صدیوں پر رہتی تھی۔

فرصت کہاں کہ چھیڑ کریں آسماں سے ہم
لپٹے ہوئے ہیں لذتِ دردِ نہاں سے ہم

نگہ کی بلندی سے اعلیٰ ظرفی، دوراندیشی، ماضی کا محاسبہ، حال کو مدِ نظر رکھ کر مستقبل پر نہایت کڑی اور گہری نظر مراد ہے، کیونکہ جسے نگہ بلند کی دولت نصیب ہوتی ہے اسے منجانب اللہ دوراندیشی، دوربینی، اور جہاں بینی کی صلاحیتوں سے نواز دیا جاتا ہے۔

جہانبانی سے ہے دشوار تر کارِ جہاں بینی
جگر خوں ہو تو چشمِ دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

(علامہ اقبال)

یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ ظرفی کی صلاحیت سے محروم افراد بجا طور پر قیادت کے مستحق نہیں ہوتے۔ آخر یہ اعلیٰ ظرفی نہیں تو اور کیا ہے کہ آپ نے کبھی احقاقِ حق وابطالِ باطل میں کسی لومۃ لائم کی پرواہ نہ کی بلکہ پوری زندگی تبلیغ دینِ حق واشاعت مسلک اعلیٰ حضرت میں مصروف رہے۔ ان کا منصب جلیل اور اس منصب کے تقاضے میں کارہائے نمایاں کی ذمہ داریاں انہیں اغیار وحاسدین کی جانب مڑ کر بھی دیکھنے کی اجازت نہیں دیتی تھیں۔ اعلیٰ حضرت ومفتی اعظم ہند کی مقدس روش کو اپناتے ہوئے تاحیات عشقِ رسالت کی شمعیں روشن کرنے میں مصروف رہے۔ چنانچہ ملک وبیرونِ ملک تبلیغی اسفار کی کثرت، مصروفیات کثیرہ کے باوجود کتبِ دینیہ کی تصنیف اور بیعت وارشاد کے علاوہ مستقل طور پر مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت کیلئے جامعۃ الرضا کا قیام وغیرہ ان کی کتاب حیات کے زریں ابواب ہیں۔ اور بعد وصال تو زمانے کی آنکھیں اور بھی کھل گئیں کہ کروڑوں لوگوں نے جنازہ کے موقع پر مجتمع ہوکر سارے زمانے کو یہ باور کرادیا کہ انہیں صحیح معنوں میں منجانب اللہ قبول فی الارض کا درجہ حاصل تھا۔ اور یہ شاید ملک کا پہلا جنازہ تھا جس نے نہ یہ کہ صرف زمانے کو حیرت میں ڈال دیا بلکہ یہ بھی ثابت کردیا کہ قبول فی الارض کا یہ انداز اللہ کے کچھ مقبول بندوں کے سوا اور کہیں دیکھنے سننے میں نہیں آتا۔

سخن دلنواز: کسی کو شخص سے شخصیت بنانے میں اس کی اپنی زبان کا بھی کافی عمل دخل ہوتا ہے، زبان سے نکلے ہوئے کلمات کی اثر آفرینی سے انکار نہیں کیا جاسکتا جہاں شیریں کلامی سے اغیار کو اپنا بنایا جاسکتا ہے وہیں اپنوں کو غیر بنانے کیلئے کسی کی سخت کلامی تو کیا لہجے کی تلخی بھی کافی ہوتی ہے اس سے معاشرے میں جہاں حسن اخلاق کے بہت سارے ذرائع ہیں وہیں شیریں کلامی اور سخن دلنوازی کی اہمیت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس تناظر میں جب ہم حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی قد آور شخصیت کا جائزہ لیتے ہیں تو جہاں ان کے بہت سارے اوصاف حمیدہ سے انکار نہیں کیا جاسکتا وہیں ان کی شیریں کلامی اور دلنواز سخن کا بھی ایک عالم

معترف ہے۔

بحمدہ تعالیٰ مجھ راقم الحروف گدائے حضور تاج الشریعہ کو بار بار حضرت سے نہ یہ کہ صرف شرف لقا حاصل ہے بلکہ کئی بار شرف ہم کلامی سے مشرف ہونے کے مواقع بھی نصیب ہوئے ہیں۔ بالخصوص وہ ملاقات میرے لئے قابل صد رشک ہے جس میں حضرت نے مفتی افضال و علامہ مفتی عاشق حسین کشمیری وغیرہما کی موجودگی میں مجھے شرف اجازت و خلافت سے نوازا تھا۔ میرا خیال ہے کہ جس شخص کو بھی اس طرح کا موقع نصیب ہوا ہے وہ حضرت کی شیریں سخنی سے انکار نہیں کرسکتا بلکہ بہت سارے خوش نصیب عقیدت مندان حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ ایسے بھی ہونگے جن کے کانوں میں ابھی تک حضور تاج الشریعہ کے شیریں الفاظ رس گھول رہے ہوں گے اور کیوں نہ ہو حدیث شریف میں ہے۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کی ایذا رسانی سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔

جاں پرسوز: کچھ لوگ صرف اپنی فکر رکھتے ہیں کچھ فقط اپنے اہل وعیال کی۔ مگر پوری قوم کے لئے سچی تڑپ رکھنے والا دل کسی کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ جان کی پرسوزی سے موخر الذکر افراد کے قلوب مراد ہیں جو پوری قوم کے تئیں فکرمند ہوتے ہیں۔ قوم وملت کی فلاح وبہبود کیلئے ایسے صالح افراد کا انتخاب مشیت خود کرتی ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل خاص سے اس عہد کیلئے درکار تمام صلاحیتوں سے مزین فرما دیتا ہے۔ اور ان صلاحیتوں کو دیکھ کر ہر صاحب فکر یہ کہنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ

این سعادت بزور بازو نیست ۔۔۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

خدائے عزوجل نے امت محمدیہ علی صاحبہا علیہ السلام وعلیہ التحیہ کے اسی طرح کے قیمتی افراد (جنہیں بلند نظری، شیریں سخنی، اور جان پرسوز منجانب اللہ نصیب ہوتی ہے) کی وجہ سے اس امت کو خیر امت سے موسوم کیا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: كنتم خير امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر۔

معلوم ہوا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دو ایسی بنیادی چیزیں ہیں کہ فقہ اسلامی کے احکام کا بیشتر حصہ انہیں سے متعلق ہے اس لئے فقہ اسلامی کی عظیم خدمات کی بنا پر فقہاء اسلام اور مفتیان کرام کی اہمیت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ جانشین مفتی اعظم حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا علمی قد انہیں خدمات بالخصوص فقہی خدمات کی بنا پر اتنا اونچا تھا کہ ٹوپیوں کو تھامے بغیر ان کی رفعت کا نظارہ نہیں کیا جاسکتا۔ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ اپنی گوناگوں خصوصیات کی بنا پر بجا طور پر اس بات کے مستحق تھے کہ انہیں اپنا قائد تسلیم کیا جاتا اور زمانے نے تسلیم کیا بھی، اور ان سے محبت کی جاتی اور کی بھی گئی اور اب ضروری ہے کہ ان کے مخلصانہ عمل کی تقلید کی جائے اور ان کے جذبہ اخلاص ووفا کی قدر کی جائے۔

مولائے قدیر فیضان حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے ہم سب کو مالا مال فرمائے اور ان کی تربت پہ رحمت ونور کے بیشمار ساون برسائے۔ اور ہم تمامی اہلسنت کو مسلک اعلیٰ حضرت پہ کاربند رہتے ہوئے مسلک اعلیٰ حضرت کے خدمات کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین

***

نقشِ نہم

زیارتِ حرمین، تبلیغی اسفار

حضور تاج الشریعہ: عرب وعجم کے داعی

مفتی غلام جیلانی ازہری، جامعہ سنیہ ناگون کھنڈوہ، ایم پی

ہندوستان کی معتبر تاریخ، تاریخ فرشتہ میں ہے کہ:
نظام دنیا چلانے کیلئے بیک وقت ۳۱۵ر اولیائے کرام موجود ہوتے ہیں میں سمجھتا ہوں انہیں میں سے ایک حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ ہیں۔

ولادت: آپ کی پیدائش ۲۴ر ذی القعدہ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ر نومبر ۱۹۴۳ء محلہ سوداگران بریلی شریف میں ہوئی (تاج الشریعہ ایک جامع کمالات شخصیت) آپ پیدائشی خوش نصیب تھے اس لیئے مشیت نے آپ کو علمی، نسبی اور حسبی گھرانے میں جلوہ گر کیا۔ آپ کی رگوں میں صرف اعلیٰ حضرت کا خون ہی نہیں دوڑتا بلکہ مسام جسم کا پسینہ بھی علوم رضویہ کی خوشبو لے کر باہر آتا ہے۔

تعلیم: ابتدائی تعلیم بریلی شریف میں حاصل کی قرآن شریف والدہ ماجدہ سے اور درس نظامی منظر اسلام سے، اعلیٰ تعلیم کیلئے ۱۹۶۳ء میں جامع ازہر مصر تشریف لگئے یہاں تین سال تک کلیہ اصول الدین میں رہکر کمال علم حاصل کیا (تاج الشریعہ ایک جامع کمالات شخصیت)۔ یہ دنیا کی سب سے قدیم اسلامک یونیورسٹی ہے جہاں کے پڑھنے والے اپنے آپ کو ازہری لکھنے پر فخر محسوس کرتے ہیں مگر ۴ر مئی ۲۰۰۹ء میں میں خود جامع ازہر میں زیر تعلیم تھا۔ کلیہ دعوہ کے اے سی ہال میں ایک پروگرام ہوا جس کے بعد آپ کو الدرع الفخری نام کی چادر اڑھا کر شیخ الازہر محمد سید طنطاوی علیہ الرحمہ نے فخر ازہر کا اوارڈ دیا جب سے دنیائے سنیت حضور تاج الشریعہ کو فخر ازہر کے نام سے بھی یاد کرنے لگی۔

دعوتی سفر: خانوادۂ رضا میں سب سے زیادہ آپ نے سفر فرمایا، تمام اسفار میں ایک مقصد مشترک تھا ''مسلک اعلیٰ حضرت کا تعارف'' حضور تاج الشریعہ کا سفر چاہے مرید کرنے کیلئے ہو یا نکاح پڑھانے کیلئے، مناظرہ کیلئے ہو یا جلسہ وکانفرنس کیلئے یہ ضرور ارشاد فرماتے تھے کہ مسلک اعلیٰ حضرت ہی سچا مذہب ہے۔

شام، یمن، عراق، ترکی افریقہ، سعودیہ، دبئی، ماریشش، لندن، پاکستان اور سری لنکا وغیرہا نے بارہا آپکی قدم بوسی کی ہے۔

حضور تاج الشریعہ مصر میں: ۴ر مئی ۲۰۰۹ء کی بات ہے جب طلبہ ازہر میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ کل حضور تاج الشریعہ کی تقریر ہوگی یہ پروگرام کلیہ دعوہ کے اے سی ہال میں تھا، جب میں جلسہ گاہ میں گیا تو ایک پوسٹر پر نظر پڑی جو دیوار پر چپکا ہوا تھا جس میں لکھا تھا ''ممنوع التصویر'' یعنی حضور تاج الشریعہ کی ذات آج بھی تصویر کی حرمت کی قائل ہے لہٰذا کوئی صاحب فوٹو نہ لیں، مگر حسن کو دیکھ کون عاشق بے قابو نہیں ہوتا۔ جونہیں حضرت پروگرام ہال میں تشریف لائے طلبہ نے فوٹو لینا شروع کردیا، فوراً نقیب جلسہ نے اعلان کیا: ایها المتعلمون لاتتصوروا فان التصوير عند الشيخ حتى الآن حرام برائے مہربانی آپ لوگ فوٹو نہ لیں کیونکہ حضور تاج الشریعہ کے یہاں تصویر کشی آج بھی حرام ہے، یہ اعلان سنکر تمام طلبہ ازہر رک گئے، ہال میں دائیں بائیں

کرسیوں پر ازہر یونیورسٹی کے بڑے بڑے مفتی اور ڈاکٹر بیٹھے ہوئے تھے بیچ والی کرسی حضور تاج الشریعہ کیلئے خالی تھی، آپ نہایت ہی عالمانہ وقار اور داعیانہ شان وشوکت کے ساتھ جلوہ افروز ہوتے ہیں، فصحاء مصر اور علماء ازہر کی موجودگی میں فصیح عربی میں تقریر فرماتے ہیں، میں اس سوچ میں غرق ہوگیا کہ انکی عربی کا یہ حال ہے تو اعلیٰ حضرت کی عربی کا کیا حال ہوگا خیر۔ وہاں اخیر میں حضور تاج الشریعہ سے ایک سوال ہوا، ماذا الفرقۃ البریلویۃ، بریلوی کس کو کہتے ہیں؟ حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں: نحن قادریون مشربا وماتریدیون عقیدۃ وحنفیون مذھبا والمخالفون یقولون لنا البریلویۃ کما یقال لأھل السنۃ و الجماعۃ الصوفیۃ فی حجاز و دمشق ومصر پیری مریدی کے حساب سے ہم لوگ قادری ہیں، عقیدہ کے اعتبار سے ماتریدی ہیں مذہب کے حساب ہم لوگ حنفی ہیں مخالفین ہمیں بریلوی کہتے ہیں جیسے حجاز، دمشق اور مصر وغیرہ میں مخالفین اہل سنت وجماعت کو صوفی کہتے ہیں۔ ''بریلوی'' نام مخالفین کا دیا ہوا ہے یہ ہم نے اولا علامہ محمد احمد مصباحی سابق پرنسپل الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور سے سنا تھا مگر حجاز وغیرہ میں اہل سنت کو صوفی کہتے ہیں یہ سنکر علم میں مزید اضافہ ہوا۔

حضور تاج الشریعہ صاحب علم لدنی تھے: یہ بھی مصر کی بات ہے ۲۰۰۹ء میں میں نے مرکز فجر جوائن کیا یہ قاہرہ میں سلفیوں کا عربی کوچنگ سنٹر ہے۔ کرتا پاجامہ دیکھ سلفی ٹیچر سمجھ گیا غلام جیلانی صوفی ہے۔ سلفی ٹیچر نے کہا: یاغلام ھل لدیك رجل صاحب العلم اللدنی، غلام جیلانی تمہاری نظر میں کوئی ایسا آدمی ہے جس کے پاس علم لدنی ہو؟ قلت: نعم، میں نے کہا ہاں ہے نا۔ سلفی ٹیچر: من ھو وہ کون ہے؟ قلت: کان ھو اختر رضا من علماء الازھر الشریف میں نے کہا وہ اختر رضا ازہری ہے۔ سلفی ٹیچر: کیف تعرف۔ تمہیں کیسے پتہ چلا قلت: کان یخطب فی بلاد العرب باللغۃ الاردیۃ فقال الناس:

we can not understand urdu language please speak in english

ففکر شیئا ثم بدأ خطابہ فیخطب باللغۃ الانجلیزیۃ فصیحا بلیغا فھذا یدل علی انہ صاحب العلم اللدنی

میں نے کہا: وہ ویسٹرن کنٹری میں اردو میں تقریر کررہے تھے لوگوں نے کہا حضور ہم اردو نہیں جانتے برائے مہربانی انگلش میں خطاب فرمائے حضور تاج الشریعہ نے تھوڑی دیر غور وفکر کیا اسکے بعد فصیح وبلیغ انگلش میں تقریر فرمائی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضور تاج الشریعہ کے پاس علم لدنی ہے۔ سلفی ٹیچر نے کہا: ممکن ھو اخذ لغۃ الانجلیزیۃ۔ ہوسکتا ہے انہوں نے انگلش پڑھا ہو۔ قلت: لم یخطب قط قبل ھذا مثلہ۔ میں کہا انہوں نے اس سے پہلے کبھی اس انداز میں تقریر نہیں فرمائی کسی بھی زبان کا پڑھنا اور ہے اور بولنا اور، اچانک اس طرح تقریر فرمانا یہ علم لدنی کو بتاتا ہے۔ یہ سنکر سلفی ٹیچر خاموش ہوگیا (یہ واقعہ ناچیز نے علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی کتاب میں پڑھا ہے۔ نام فی الوقت یاد نہیں ہے)

حضور تاج الشریعہ کی حق گوئی: پور بندر گجرات میں آپ اکثر دورہ فرمایا کرتے تھے میری نظر میں یہ گجرات کا واحد ایسا شہر ہے جہاں کے باشندے سب کے سب سنی ہیں ۲۰۰۰ء سے ۲۰۰۳ء تک ناچیز خود دار العلوم غوث اعظم میں اپنے مشفق استاد مفتی آل مصطفےٰ علیہ الرحمہ کی موجودگی میں زیر تعلیم تھا۔ مجھے کچھ معتبر لوگوں نے بتایا جو وہاں جلسہ میں موجود تھے۔ جلسہ شباب پر تھا دوران تقریر ایک مقرر نے کہا: اشرفیہ مبارکپور صلح کلی ہوچکا ہے وہاں اب چندہ نہ دیں، جب حضور تاج الشریعہ نے خطاب فرمانا شروع کیا تو علی الاعلان فرمایا: اشرفیہ کل بھی ہمارا تھا، آج بھی ہمارا ہے اور کل بھی ہمارا رہے گا ان شاء اللہ۔ ایسے ہی ممبئی میں تقریر کے دوران ایک مشہور

خطیب نے کہا: اصلی سید وہ ہے جنکی رگوں کے خون سے اعلیٰ حضرت کی محبت کی بو آتی ہو۔ جب حضور تاج الشریعہ کے پاس مائک آیا تو آپ نے فرمایا: انہوں نے (خطیب) جو کہا ہے اس کے ذمہ دار یہ خود ہیں میں اس سے بری ہوں۔ حضور تاج الشریعہ پر اللہ کا خصوصی فضل تھا آخری عمر تک آپکی موجودگی میں کوئی خلاف شرع کام کر کے آپکی خاموشی کو رضا کا نام دیکر ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا تا تھا۔

حضور تاج الشریعہ کا تبحر علمی: تقریباً ۲۰۱۰ء میں بریلی شریف میں سیمینار چل رہا تھا، ہندوستان کے اجلہ علما بشمول علامہ ضیاء المصطفےٰ، علامہ عاشق الرحمن اور مفتی آل مصطفےٰ دام ظلہم آسمان بریلی کے علمی افق پر جگمگا رہے تھے۔ بحیثیت فیصل حضور تاج الشریعہ سیمینار ہال میں تشریف لانے والے تھے۔ فیصلہ کی کاپی حضور محدث کبیر کے ہاتھ میں تھی، مفتی ال مصطفےٰ صاحب امجدیہ گھوسی والے ایک اشکال پیش فرما رہے تھے، کہ ایسا کافر جو ذمی ہو نہ مستامن، اس پر حضور محدث کبیر نے فرمایا "حربی کافر" جو ذمی ہو نہ مستامن وہ حربی ہے۔ مفتی ال مصطفےٰ صاحب نے عرض کیا: اس پر حربی کی تعریف صادق نہیں آرہی ہے۔ اب حضور تاج الشریعہ کا تبحر علمی دیکھیں آپ فرماتے ہیں: ایسے کافر کو غیر مسلمانان زمانہ کہتے ہیں۔ اس پر مفتی ال مصطفےٰ صاحب کچھ بولنا چاہ رہے تھے پھر خاموش ہو گئے۔ شاید حربی کی جگہ غیر مسلمانان زمانہ سے انکا اشکال دور ہو گیا۔

دخول کعبہ پر اعتراض اور اسکا جواب: ۱ر شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۰ر جون ۲۰۱۳ء بروز پیر ۶ بج کر ۵ منٹ پر آپ کعبہ شریف کے اندر داخل ہوئے (تاج الشریعہ ایک جامع کمالات شخصیت) میری نظر میں ۱۵ ویں صدی ہجری کی ہندوستان میں یہ واحد شخصیت ہے جسے اللہ نے اپنے گھر کا مہمان بنایا۔ بالاسور اڑیسہ میں ہر سال بڑی دھوم دھام سے محرم کے موقع پر لوگ یاد حسین کانفرنس مناتے ہیں۔ ۲۰۱۵ء میں ناچیز اسکا خصوصی خطیب تھا ساتھ ہی مفتی آل مصطفےٰ جامعہ امجدیہ گھوسی بھی تھے شعرا میں اسد اقبال اور رئیس کوثر صاحبان تھے۔ حجرۂ خاص میں ناچیز اپنے استاد مفتی ال مصطفےٰ صاحب سے علمی استفادہ کرتے ہوئے عرض کیا: حضور یہ بتائیں کہ ابھی کوئی مجتہد ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں ہے۔ ناچیز نے کہا: پھر سیمینار میں جو نئے مسائل پاس ہو رہے ہیں وہ کیا ہے؟ مفتی صاحب نے فرمایا: یہ مجموعی طور پر اجتہادی فیصلے ہیں۔ یعنی مفتیوں کا مجموعہ مجتہد ہے۔ اسی درمیان ایک صاحب تشریف لائے اور کہا: کچھ لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ حضور تاج الشریعہ کا غسل کعبہ کیلئے جانا یہ بد عقیدہ کی دعوت قبول کرنا ہے۔ لھذا اسکا جواب آپ پروگرام میں دیں مفتی صاحب نے پروگرام میں جواب دیتے ہوئے فرمایا: یہ حکومتی معاملات ہے نہ کہ بد عقیدہ سے موالات اور ایسے موقع پر محض اکتساب فیض اور بیت اللہ سے برکت حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے، بے جا اکابرین کی برائی کرنا یہ غیر مناسب ہے۔

حضور تاج الشریعہ ولی ہیں (دو عالموں کا علمی مباحثہ): ناچیز اڑیسہ کے ایک عرس میں بحیثیت خطیب شامل ہوا، وہاں کے ایک مشہور اور مناظر سنی عالم دین نے میرے سامنے ایک مضمون پیش کیا یہ کہتے ہوئے کہ اس پر آپ تائیدی دستخط کریں یا پھر تبصرہ کریں۔ مضمون میں یہ دعویٰ تھا کہ علامہ اختر رضا ولی نہیں ہے، اور دلیل یہ تھی ان اولیائه الا المتقون (انفال:۳۴) ترجمہ اسکے اولیا تو پرہیز گار ہی ہیں اور چونکہ علامہ اختر رضا ازہری پرہیز گار نہیں ہے کیونکہ وہ امیروں کے یہاں جاتے ہیں غریبوں کے یہاں نہیں جاتے لھذا وہ ولی نہیں ہو سکتے۔ ناچیز نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ تب مناظر صاحب نے فرمایا: پھر تبصرہ کریں ہم کھلے ذہن کے ہیں حق بات قبول کرتے ہیں۔ ناچیز نے کہا: حضور آپ علماً، عملاً، عمراً اور نسباً افضل و اعلیٰ ہیں میں کچھ نہ بولوں تو بہتر ہے مگر مناظر صاحب نہ مانے پھر اصرار کیا کہ آپ یا تو دستخط کریں یا تبصرہ کریں، اب ناچیز نے بولا: حضور آپ کا

دعوی ہے کہ تاج الشریعہ ولی نہیں ہے اور دلیل ہے ان اولیائه الا المتقون، جبکہ قرآن شریف سورہ بقرہ آیت نمبر ۲ میں ہے ھدا للمتقین، ترجمہ یہ قرآن ہدایت ہے متقیوں کیلئے، خزائن العرفان میں اس آیت کے ضمن میں متقیوں کی سات قسمیں کی ہیں، (۱) کفر سے بچنے ولا۔ (۲) بدمذہبی سے بچنے والا۔ (۳) گناہ کبیرہ سے بچنے والا۔ (۴) گناہ صغیرہ سے بچنے والا۔ (۵) شبہات سے بچنے والا۔ (۶) شہوات سے بچنے والا۔ (۷) غیر کی طرف التفات سے بچنے والا۔ [خزائن العرفان ص۔۴] — تو حضور یہ بتائیں کہ ان اولیائه الا المتقون میں جو متقی ہے اس سے آپ نے کونسی قسم مراد لی ہے، اگر ساتویں تو ہم چھٹویں کے حساب سے ہم ان کو ولی مانتے ہیں، اور اگر آپ نے چھٹویں قسم مراد لی ہے تو ہم پانچویں کے حساب سے ان کو ولی مانتے ہیں۔ اور حضور تاج الشریعہ کو کافر تو آپ بھی نہیں مانتے لھذا وہ متقی کی پہلی قسم میں داخل یہ دلیل آپ ہی نے پیش کی ہے ان اولیائه الا المتقون تو آپ ہی کی پیش کردہ آیت سے ثابت ہوا کہ حضور تاج الشریعہ ولی ہیں۔ چونکہ وہ سنی عالم تھے اور ناچیز کی بات بھی مدلل تھی اس لیئے وہ مان گئے قولہ تعالی انما یستجیب الذین یسمعون (انعام:۳۶) مانتے وہی ہیں جو سنتے ہیں۔

حضور تاج الشریعہ کا تقوی: ۱۷ رجب المرجب ۱۴۳۹ھ مطابق ۵ / اپریل ۲۰۱۸ء کو بعد نماز مغرب عرس تحسینی سے ایک دن پہلے ناچیز اپنے شیخ حضور محدث کبیر کی معیت میں کاشانہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ پھاٹک محلہ سوداگران بریلی شریف میں حاضر ہوا۔ میں اپنے سر کی آنکھوں سے یہ دیکھا کہ حضور محدث کبیر نے نہایت ہی عاجزی کے ساتھ پیر و مرشد حضور تاج الشریعہ کی دست بوسی کی ساتھ ہی شہزادہ تاج الشریعہ علامہ عسجد میاں کی بھی دست بوسی کی، اس وقت ناچیز نے اپنے شیخ سے یہ سیکھا کہ پیر گھرانے کا بچہ بچہ بھی قابل تعظیم ہوتا ہے، جبکہ اس سے چند سال قبل جامعۃ الرضا میں میں نے یہ دیکھا کہ علامہ صاحب حضور تاج الشریعہ کی تعظیم میں کھڑے ہیں اور حضور تاج الشریعہ علامہ صاحب کی تعظیم میں کھڑے ہیں، اس سے بارگاہ تاج الشریعہ میں علامہ صاحب کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے، بہر حال نمکین اور چائے سے علامہ صاحب کے صدقے میں ہماری ضیافت ہوئی، ساتھ میں مولینا ابو یوسف ازہری بھی تھے، بعدہ میرے شیخ نے علامہ عسجد میاں سے ناچیز کا تعارف کرایا اور خلافت کی درخواست کی، وہ ایک ایسا لمحہ تحول تھا جہاں سے انسان کی زندگی کروٹیں لیتی ہے، مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ میں فنا اور بقا کے درمیان کھڑا ہوں، میری تقدیر لباس جسم میں باہر آنے ولی ہے، علامہ عسجد میاں درخواست کو حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں اور حضور تاج الشریعہ ناچیز کے سر کو خلافت و اجازت کے تاج زریں سے مزین کر دیتے ہیں، وہ شب میری زندگی کی شب معراج تھی، فالحمد للہ علی ذلک، خلافت کی رات عشا کی نماز ہم لوگوں نے حضور تاج الشریعہ کے کاشانہ پر ہی ادا کی، آپ نے بھی جماعت کے ساتھ نماز ادا فرمائی جب علامہ عسجد میاں جماعت سے نماز پڑھانے کیلئے تشریف لائیں تو ہم نے یہ عجیب منظر دیکھا کہ حضور تاج الشریعہ نے جماعت کھڑی ہونے سے پہلے علامہ عسجد میاں کے چہرے پر ہاتھ پھیرا، غالبا آپ نے اپنے اطمینان قلب کیلئے یہ کیا، بعد جماعت ہم لوگ سنن و نوافل میں مشغول ہو گئے، جبکہ حضور تاج الشریعہ علامہ عسجد میاں کی اقتدا میں نوافل بھی جماعت کے ساتھ پڑھ رہے تھے، میں یہ سوچ رہا تھا کہ جو شریعت کے تاج ہو وہ شریعت کے خلاف کیسے کر سکتے ہیں، اصل مسئلہ جاننے کیلئے بیقرار تھا، جب ازہری گیسٹ ہاؤس میں اپنے شیخ حضور محدث کبیر سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا تداعی کے ساتھ نہیں ہے، یعنی نفل کی جماعت تداعی کے ساتھ ناجائز ہے، تداعی کی مقدار تین سے زیادہ ہے اور یہاں تین سے کم تھے، ناچیز نے یہ بحث درس نظامی

میں ضرور پڑھی تھی مگر عملی شکل میں دیکھا نہیں تھا، میرے شیخ نے یہ بھی فرمایا: اگر تم لوگ نہیں ہوتے تو میں بھی شریک جماعت ہوجاتا۔ یہ ہے حضور تاج الشریعہ کا تقوی ،اس عمر میں جبکہ انسان تلفظ پر پوری طرح قادر نہیں ہوتا ہے، تب بھی اس کی انفرادی نماز ہوجاتی ہے مگر قراۃ الامام لہ القراۃ کے تحت امام کی قراۃ سے اپنی نماز کی فرض قراۃ کو ادا کرنا، فرائض ونوافل میں بھی جماعت کی پابندی کرنا یہ تقوی نہیں تو اور کیا ہے۔

وصال پرملال: واقعۂ خلافت کے ٹھیک تین مہینے پندرہ دن بعد ۶ رذی القعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰ رجولائی ۲۰۱۸ء کو بروز جمعہ بعد نماز مغرب ۷ ربجکر ۵۰ رمنٹ پر عطائے انوار ملت حافظ ابرار احمد قادری خطیب وامام گلشن محمدی مسجد کھنڈوہ کا نمدیدہ آنکھیں بھرائی آواز میں فون آیا کہ حضور تاج الشریعہ کا انتقال ہوچکا ہے، اناللہ وانا الیہ راجعون ۔میں نے فوراً بریلی شریف فون لگایا تو پتہ چلا کہ ہاں ابھی ۱۵۔ ۲۰ منٹ پہلے ہی ہوا ہے۔ اسکے بعد پورا ہندوستان جیسے ماتم کناں ہو، اعلیٰ حضرت کے بعد مفتیٔ اعظم ہند کا کوئی جواب نہیں تھا اور مفتیٔ اعظم ہند کے بعد حضور تاج الشریعہ کا کوئی جواب نہیں ہے پھر بھی ہم یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی ہمیں حضور تاج الشریعہ کا بدل عطا فرمائے آمین۔

✱✱✱

تاج الشریعہ کا دورۂ مصر

محمد امام الدین قادری ازہری، راحت ہاسپٹل مین روڈ دودھی، کشی نگر، یوپی

سرزمین مصر عرصۂ دراز سے صوفیوں کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے اور پوری دنیا میں تصوف اور اہل تصوف سے پہچانی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں میں پائے جانے والے تمام فرق کی نگاہیں اس پہ لگی ہوئی ہے بالخصوص عالم اسلام کی سب سے قدیم دینی درسگاہ جامعۃ الازہر الشریف پر کیونکہ یہیں سے اہل تصوف کی صدائیں پورے عالم میں بازگشت کرتی ہیں۔

الحمد للہ آج بھی یہ سلسلہ بہت سارے مراحل کو عبور کرتے ہوئے اپنے منہج قدیم پر قائم ہے اور تصوف کے فروغ میں مثالی کردار ادا کر رہا ہے۔ چنانچہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ باب عقائد میں اہل تصوف کے جو افکار و نظریات یہاں ہیں وہی افکار و نظریات چودہویں صدی کے مجدد اہل سنت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے بھی ہیں اس لیے جب ہندی مسلمانوں کا نام عالم عرب میں لیا جاتا ہے تو بریلویوں کا نام اہل تصوف کے حوالے سے سرفہرست رہتا ہے۔

لیکن افسوس ہمارے شاطر دشمنوں نے عالم عرب میں بریلویوں کے ساتھ صوفیت کو تو جوڑ کر رکھا لیکن ہمارے اصل عقائد و افکار و نظریات کو قدیم صوفیاء کرام کے منہج سے الگ بتا کر اپنا مزعومہ غلط عقائد، افکار و نظریات کو ہم سے منسوب کر دیا اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ یہ تو صوفی ضرور ہیں لیکن ان کے افکار و نظریات وہ نہیں جو عرصۂ دراز سے صوفیاء کرام کے ہیں بلکہ ان کی اپنی کچھ اختراعات ہیں مثلا (۱) یہ نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بشریت کی نفی کرتے ہیں (۲) آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے علم غیب کو اللہ عزوجل کے برابر تسلیم کرتے ہیں اس طرح کی ان کے باب عقائد میں بہت ساری اختراعات ہیں جس کے بنیاد پر یہ مشرک گمراہ اور گمراہ گر ہیں۔

اس طرح کے سارے من گھڑت بے بنیاد افکار و نظریات کا علمی جواب ہمارے علماء اہل سنت بہت پہلے ہی دے چکے ہیں، لیکن صد حیف جن عقائد کو بریلوی عقائد کہہ کر مشرک و گمراہ قرار دیا گیا ہے وہ قرآن و حدیث اور متقدمین علماء اہل سنت سے ثابت اور منقول ہے۔ کوئی ایک ایسا عقیدہ بھی پیش نہیں کیا جا سکا جو بریلویوں کی ایجاد ہو اور متقدمین ائمہ اہل سنت سے ثابت نہ ہو جیسا کہ خود بزبان عربی بریلویوں کے خلاف لکھنے والا احسان الٰہی ظہیر اپنی کتاب "البریلویۃ تاریخ وعقائد" میں لکھتا ہے کہ "یہ جماعت اپنی پیدائش اور نام کے لحاظ سے نئی ہے لیکن افکار اور عقائد کے اعتبار سے قدیم ہے" (ص:۷) چند صفحے کے بعد رقمطراز ہے:

> "ابتداء میرا گمان تھا کہ یہ فرقہ پاک و ہند سے باہر نہیں ہوگا مگر یہ گمان زیادہ دیر قائم نہیں رہا میں نے یہی عقائد مشرق کے آخر حصے سے مغرب کے آخر حصے تک اور افریقہ سے ایشیا تک اسلامی ممالک میں دیکھے۔" (ص:۱۰)

یہ کتاب تو تضاد بیانیوں سے بھری پڑی ہے۔ باوجود اس کے عقل کے مارے نجدی وہابی اس کو عالمی پیمانے پر پھیلا رہے ہیں اور اب بھی ممکنہ پھیلانے کی سعی لاحاصل کر رہے ہیں لیکن حق سر چڑھ کر ہی بولتا ہے اگرچہ وقتی طور پر کافی دشواریوں کا سامنا ہوتا

ہے لیکن جب حقائق کا انکشاف ہوتا ہے تو باطل خود ہی خائب وخاسر ہونا پڑتا ہے۔

کچھ اس طرح کی فضا مصر میں بھی وہابیوں ،دیوبندیوں اور ندویوں نے پیدا کی کیونکہ یہ ز مین تصوف اور اہل تصوف کے نام سے جانی جاتی ہے اس لیے انہوں نے صوفیائے کرام کا لبادہ اوڑھ کر بریلویوں کے خلاف زہر افشانیاں کی اور اب بھی کرتے رہتے ہیں۔اب ان ساری افتر اءات واتہامات کا سد باب کرنے کے لیے از ہر شریف زیر تعلیم ہند و پاک کے طلباء نے ایک آواز ہو کر کہا کہ وارث علوم رضا جانشین حضور مفتی اعظم ہند قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان قادری از ہری دامت برکاتہم القدسیہ کا دورہ مصر کا کرایا جائے تا کہ بریلویت کے صحیح عقائد ونظریات کو حضور تاج الشریعہ کی ہی زبان میں عالمی سطح پر بتایا جا سکے اسی مقصد کے پیش نظر مصر کے ایک جلیل القدر صوفی باصفا شیخ محمد خالد ثابت مدظلہ العالی سے حضرت کی فون پر بات کرائی گئی تو آپ حضور تاج الشریعہ کے ہمکلامی سے فرحت انبساط میں ڈوب گئے اور اخیر میں بہت ہی عاجزی وانکساری کے ساتھ عرض گذار ہوئے کہ حضور اگر آپ اپنے قدم میمنت سے اہل مصر کو عام طور سے اور اس گدائے شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا کو خاص طور سے زیارت کا شرف بخشیں تو انتہائی ذرہ نوازی ہوگی تب حضور تاج الشریعہ نے ہامی بھر لی کی جلد ہی فقیر دورہ مصر پہ آ رہا ہے۔اتنا سنا تھا کہ شیخ خوشیوں سے پھولے نہیں سما رہے تھے اور زبان پہ صرف اور صرف اھلا وسھلا مرحبا کی صدائیں تھیں۔یہ خبر بجلی کی طرح طلبائے ہند و پاک کے مابین پھیلی تو ہر کوئی دست بدعا تھا کہ حضور تاج الشریعہ کا دورہ کسی طرح بھی ہو جائے۔اب وہ ساعت سعید بھی آ ہی گئی جس کا پل پل انتظار تھا آخر کار تین مئی کی دودھ میں نہاتی ہوئی حسین وجمیل رات تھی جب طالبان علوم نبویہ کا ایک وفد قاہرہ انٹرنیشنل ائیر پورٹ پہ وارث علوم رضا جانشین حضور مفتی اعظم ہند قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان قادری از ہری دامت برکاتہم القدسیہ کا والہانہ استقبال کرنے کے لئے منتظر تھا اتنے میں وہ ساعت سعید بھی آ ہی گئی کہ اللہ کا زندہ ولی اپنے رفقاء کے ساتھ نازک قدموں سے خراماں خراماں چلا آ رہا ہے، جو جہاں ہیں وہیں سے اپنے ہو یا بیگانے سب ٹک ٹکی لگائے اس حسین وجمیل فرشتہ صفت پیکر کو ایک نگاہ ہو کر دیکھ رہے ہیں اور دل ہی دل میں اپنی زبان سے یہ اظہار کر رہے ہیں کی کیا آج کے اس پرفتن اور فیشن بھرے ماحول میں ایسے بھی اللہ کے نیک و پارسا بندے ہیں سب کی زبان پہ آپ کی مدح سرائی ہو رہی ہے کہ یہ کوئی اللہ کا زندہ ولی ہی ہوسکتا ہے۔بعد مصافحہ ومعانقہ یہ وفد اپنے عظیم قائد آبروئے اہل سنت وجماعت کو ان کی قیام گاہ کی طرف لے کر روانہ ہوا تو یہاں بھی طلباء کا جم غفیر اپنے مہمان مکرم کے پرتپاک استقبال کے لئے کھڑا تھا۔حضرت کے چند ساعت آرام کے بعد پروگرامات کی تفصیل بتائی گئی۔

۴ رمئی کو گیارہ بجے دن میں حضور تاج الشریعہ اپنے رفقاء کے ساتھ شیخ الازہر سید طنطاوی سے ملاقات کرنے کے لئے تشریف لے گئے تو شیخ الازہر نے پرجوش انداز میں آپ کا والہانہ استقبال کیا اس کے بعد حضور تاج الشریعہ نے اپنے جد امجد امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کے افکار ونظریات پر تبادلہ خیال کیا اور چند کتابیں جو اپنے ہمراہ لے کے آئے تھے شیخ کو پیش کی اور ہر کتاب پہ تفصیل سے روشنی ڈالی کہ ان کتابوں کا پس منظر کیا ہے۔جب آپ نے شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ تعالی عنہ کی کتاب ۔"تمهيد الايمان من عقائد مبتدع الزمان" کو پیش کیا تو شیخ الازہر نے طائرانہ نگاہ پوری کتاب پر ڈالی اور پکار اٹھے کہ یہ کتاب اہل سنت وجماعت کے عقیدے کی بھرپور تائید کرتی ہے اور باب عقائد میں منفرد ہے۔اس کی عالمی سطح پر خوب

نشر واشاعت ہونی چاہئے۔ پھر آپ نے اپنا تحقیقی رسالہ ''الصحابۃ نجوم الاھتداء'' پیش کیا اور ازہر شریف کے عالم جناب طہٰ عبدالرؤف نے حدیث شریف: اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم "کو شفاء شریف کی تحقیق وتخریج میں موضوع لکھا ہے۔ تب شیخ الازہر نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور ضعیف حدیث باب فضائل میں مقبول ہے اور اس حدیث کو تلقی بالقبول حاصل ہے۔ لہٰذا یہ حدیث موضوع نہیں ہیں بلکہ اس عالم کی تحقیق وتخریج غلط ہے۔ پھر حضور تاج الشریعہ نے اپنا رسالہ "ان ابا ابراھیم تارح لا آزر" کو پیش کیا اور کہا کہ بعض مفسرین کا کہنا ہےکہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ہیں تب شیخ الازہر نے فرمایا کہ نہیں آزر ان کے چچا تھے اور تارح ان کے والد ہیں۔ اب حضور تاج الشریعہ نے اپنا تیسرا رسالہ "حسد المضارع علی من یقول أن الدین یستغنی عن الشارع" پیش کیا اور بتایا میں سعودی عرب میں تھا تو کسی دیوبندی [جو دارالعلوم دیو بند سے تعلق رکھتا ہے] نے کہا ہے کہ دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محتاج نہیں ہے اتنا سننا تھا کہ شیخ الازہر کے چہرے پر ناگواری ظاہر ہوئی اور کہا کہ وہ ملحد ہے جس نے ایسا کہا ہے تب آپ نے کہا ہم نے اس کے رد میں تفصیلی جواب لکھا ہے۔ شیخ الازہر نے فراخ دلی سے آپ کی نادرو نایاب تحقیقات پر داد دیتے رہے اور دعائیں کرتے رہے کہ اللہ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور آپ کا سایہ ہمارے اوپر تادیر قائم رکھے۔

۴ رمئی کی شام میں انٹرنیشنل کانفرنس کا انعقاد کیا گیا تھا جس میں ۱۰۵ ملکوں کے طلباء اور ازہر شریف کے اجلہ علمائے کرام جلوہ گر تھے جو حضرت کے دیدار کے لئے ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے تھے۔ جب راقم الحروف حضرت کو لے کر پہونچا تو علماء وطلباء کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر آپ کی طرف بے تابانہ بڑھا اور پوری فضا اھلا وسھلا مرحبا کی صداسے گونج اٹھی۔ حسب ترتیب پروگرام کا افتتاح ہو چکا تھا مصر کی ایک قدیم یونیورسٹی جامعہ عین شمس کے پروفیسر ڈاکٹر عبدالقادر نصار کی مختصر مگر پر مغز خطاب ہوا جس میں موصوف نے امام احمد رضا کے عقائد حقہ کو بیان فرمایا اور کہا کہ ان کے تعلق سے کچھ کہنے سے قبل امام کی کتابوں کو مطالعہ کریں تاکہ حقائق کا پتہ چلے اس لئے ہمارے اوپر لازم ہےکہ امام کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔ دوسرا خطاب ازہر شریف کے کلیہ اصول الدین شعبہ عقیدہ وفلسفہ کے ڈین ڈاکٹر طہٰ حبیشی دسوقی کا ہوا (موصوف نابینا ہیں اور ایک صوفی گھرانہ سے تعلق رکھتے ہیں اور بڑے ہی علم وفضل کے مالک ہیں، نابینا ہونے کے باوجود ہر ماہ دو ماہ پر آپ کی کوئی نہ کوئی نایاب وعلمی تحقیقی کتاب منظر عام پر آتی رہتی ہے آپ اپنے درسگاہی لیکچر میں بھی وہابیوں کا کھلم کھلا رد فرماتے ہیں) آپ نے سب سے پہلے حضور تاج الشریعہ کو ہدیہ تہنیت پیش کیا اور کہا کہ جامعہ ازہر آپ کا خیر مقدم کرتا ہے اور تہ دل سے آپ کا استقبال کرتا ہے، پھر آپ نے ہندوستان میں اسلامی تاریخ پر بہت ہی جامع روشنی ڈالی کہ کس طرح انگریزوں نے وہابیت کے توسط سے افتراق بین المسلمین کا کھیل کھیلا، اور قادیانیت نے کس کے رحم وکرم پہ اپنا پر پھیلانا شروع کیا اور دیوبندیوں کا ان سارے حالات میں کیا رول رہا ہے؟ اب ایسے پر فتن ماحول میں شیخ الاسلام والمسلمین محب رسول امام احمد رضا خان قادری بریلوی کا کیا کردار رہا ہے؟ اور آپ نے دفاع اسلام کی عظیم ذمہ داریوں کو کس طرح انجام دیا ہے؟ چنانچہ جب قادیانیوں نے اپنا پر پھیلانا شروع کیا سب سے پہلے اگر کسی نے تردید کی تو وہ امام احمد رضا بریلوی کی شخصیت تھی اور آپ نے ان کی تردید میں سب سے پہلے پانچ کتابیں تصنیف فرمائی اور جب وہابیت ودیوبندیت نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر سوالات اٹھائیں تو امام احمد رضا بریلوی نے ''الدولۃ المکیہ'' جیسی

مدلل کتاب پیش کی گویا باطل نے جس زاویہ سے اعتراض کیا امام نے اسی زاویہ سے جواب دیا، جب امکان کذب باری پر دیوبندیوں نے لکھا تو امام نے "سبحان السبوح" تصنیف فرما کر دندان شکن جواب دیا چنانچہ آپ نے اپنے زمانہ میں ہر نئے جنم لینے والے فتنے کا سر قلم کیا ہے اور فتنوں کے میدان میں تن تنہا ان سارے فتنوں کا مقابلہ کیا جیسا کہ آپ کی کتابوں سے ظاہر ہے، میں نے آپ کی چند کتابوں کا بغور مطالعہ کیا ہے اور سنا ہیکہ آپ کے فتاوی ۳۰ جلدوں پر مشتمل ہیں لیکن ابھی تک میں نے اسے پایا نہیں ہے، لہذا میں اپنے معزز و مکرم مہمان سے عرض کروں گا کہ جد امجد کی کتابوں کو زیادہ سے زیادہ عالم عرب میں پھیلایا جائے تا کہ صحیح عقائد کی نشر و اشاعت ہو سکے۔

تیسری تقریر ڈاکٹر سعد جاویش کی ہوئی جس میں آپ نے حضرت کی کتاب "الصحابة نجوم الاهتداء" پر بھرپور روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ میں نے ابھی تک اس حدیث "اصحابي كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم" پر اتنی محقق و مفصل بحث نہیں دیکھی ہے اور نہ ایسی نادر و نایاب تحقیق میری نظر سے گذری ہے یہ تحقیق اپنی مثال میں منفرد ہے اور اس بات پر شاہد عدل ہے کہ علم حدیث میں مہمان موصوف کو کامل عبور حاصل ہے۔

اخیر میں حضور تاج الشریعہ کا خطاب ہوا جس میں آپ نے تمام شرکائے کانفرنس کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ ازہر شریف جو کعبۃ العلم ہے اور علم نبوی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو پوری دنیا میں پھیلانے میں کوشاں ہے اور یہ ایک زمانہ سے اس خدمت کو بحسن وخوبی انجام دے رہا ہے، زمانہ کے نشیب و فراز نے بہت ساری تبدیلیوں کو لایا لیکن ازہر شریف آج بھی اپنے اسلاف کی ڈگر پہ قائم ہے اور اسلام کی سچی تعلیمات کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہونچا رہا ہے۔ پھر آپ نے بے جاں پھیلے ہوئے شکوک و شبہات کا رد فرمایا اور کہا کہ ہم اسی دین پر قائم ہیں جس دین کو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لائے ہیں اور جس کی نشر و اشاعت صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور بزرگان دین نے کی ہے آج ہم سرزمین ہندوستان میں بریلوی کے نام سے جانے جاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہیکہ فرقہ باطلہ بھی اپنے کو اہل سنت و جماعت سے کہتے ہیں تو اب ان گمراہوں سے امتیاز کرنے کے لئے بریلوی کا لاحقہ اہل سنت و جماعت سے کر دیا گیا کی یہی جماعت حق پر ہے۔ جس طرح سے عالم عرب میں صوفی کا لاحقہ اہل سنت و جماعت سے کیا گیا ہے۔ (حضور تاج الشریعہ کا پورا خطاب پڑھنے کے لئے راقم الحروف کے مضمون "چند ایام حضور تاج الشریعہ کے نام" مطبوعہ پیغام رضا ممبئی، جنوری تا مارچ ۲۰۱۰ سے رجوع کریں یا فقیر کی ویب سائٹ www,fikreraza,org پر پڑھیں)

۵ رمئی کو حضور تاج الشریعہ جامعہ ازہر شریف کے وائس چانسلر ڈاکٹر احمد طیب صاحب قبلہ مدظلہ العالی سے ملاقات کے لئے پہنچے۔ ڈاکٹر موصوف نے آپ کا استقبال مع وفد اپنے آفس کے صدر دروازہ پہ پرجوش انداز میں کیا پھر اس کے بعد اپنے آفس خاص میں لے گئے اور یوں آپ کے سامنے بیٹھے تھے کہ لگ رہا تھا کہ کوئی طالب علم زانوئے تلمذ طے کئے ہوئے ہے۔ یہ ان کی عاجزی وانکساری تھی کہ اتنے بڑے عالم ہونے کے باوجود عاجزی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا، مختلف امور پر تبادلہ خیال ہوا تو موصوف نے کہا کہ ازہر شریف صوفیوں کا ہے پھر موصوف نے حضور تاج الشریعہ کو ان کے شہرت یافتہ بین الاقوامی علمی کارناموں پر ازہر شریف کے طرف سے ایک ایوارڈ "الدوری الفخری" پیش کیا یہ کوئی پہلا ایوارڈ تھا جو کسی ہندوستانی عالم کو پہلی بار پیش کیا گیا۔ یہ ایوارڈ ازہر شریف کے ان فارغین کو دیا جاتا ہے جن کا کارنامہ ملکی وغیر ملکی پیمانہ کا ہوتا ہے چنانچہ اس سے

پہلے یہ ایوارڈ پاکستان کے نامور عالم دین پیر کرم شاہ ازہری کو دیا گیا تھا۔

اسی شام حضور تاج الشریعہ جبل مقطم پہ عاشق امام احمد رضا ڈاکٹر محمد خالد ثابت کے دولت کدہ پہ تشریف لے گئے یہ وہی محترم موصوف ہیں جن کی دعوت پر حضرت مرشد گرامی کا دورہ ہوا تھا۔ موصوف کے گھر پر محفل میلاد کا پروگرام تھا یہاں بھی زائرین کی تعداد اچھی خاصی تھی آپ نے حضور تاج الشریعہ سے عرض کیا کہ سیدی اپنا کوئی قصیدہ اپنی مدھ بھری آواز میں گوش گذار فرمائیں تو آپ نے اپنا عزیز ترین قصیدہ "الله الله الله مالی رب الا ھو" گنگنایا اور تمام سامعین آپ کے ساتھ ایک آواز ہوکر گنگنا رہے تھے۔ آنے والوں میں ایک عظیم شخصیت فن طب اور علوم حدیث کے ماہر صوفی عالم دین جناب ڈاکٹر یسری صاحب بھی تھے جن کا نظریہ امام احمد رضا کے تعلق سے صاف نہیں تھا تو انہوں نے حضور تاج الشریعہ سے اس شرط کے ساتھ برجستہ سوال کیا کہ یا سیدی آپ کا مذہب طیب ہے آپ کا مشرب بھی طیب ہے سوال یہ ہیکہ اگر کوئی جاہل کلمہ کفر بکے تو کیا وہ کافر ہوگا یا نہیں؟ کیونکہ آپ کے جد امجد امام احمد رضا خان اس کی تکفیر کرتے ہیں۔ تب حضور تاج الشریعہ نے کہا کہ نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی دعوت عام ہوگئی ہے اور جہالت کوئی عذر نہیں ہے لہذا اگر کوئی کلمہ کفر بکے اور اس پر مصر رہے تو وہ یقینا کافر ہے جیسا کہ فقہائے احناف کا کہنا ہے پھر آپ نے برجستہ در المختار و رد المحتار کی عبارتیں پیش کیں۔ (راقم الحروف نے جب ان عبارتوں کی مذکورہ کتاب میں تلاش کیا تو من وعن پایا جیسا کہ آپ نے کہا تھا۔ یہ مرشد گرامی وقار کی فقہ حنفی کے مسائل میں اپنی انفرادیت ہے) حضرت اس حاضر دماغی وحاضر جوابی سے ڈاکٹر موصوف ششدر رہ گئے اور بول پڑے کہ ہمارا بھی یہی موقف ہیکہ اگر اصرار کرتا ہے تو یقینا کافر ہے، تب حضرت نے فرمایا کہ وہابیہ ودیابنہ اسی اصرار کی وجہ سے کافر ہیں تب آپ نے کہا کی میں بھی انکی اصرار کی وجہ سے کفر کا قائل ہوں۔ اور کہا کہ جو بھی شکوک وشبہات تھے الحمد للہ اب دور ہوگئے، سیدی آپ ہمیں دلائل الخیرات شریف کی اجازت عطا فرمائیں اور داخل سلسلہ فرمالیں تب کسی نے کہا کہ حضرت: موصوف ٹائی پہنے ہیں تو حضرت نے کہا کہ ٹائی اتار دیں یہ شرعا پہننا جائز نہیں ہے۔ (یہ جرأت وبیباکی حضرت کا ہی حصہ ہے جو آپ نے یہ تصلب فی الدین اپنے اسلاف کرام سے پائی ہے) پھر اختتام محفل پر حضرت نے اپنا عمامہ شریف ڈاکٹر محمد خالد صاحب کے سر پر سجایا اور مسلک اعلی حضرت پر استقامت کی دعا فرمائی کہ اللہ تعالے اپنے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے صدقے میں آپ کو مزید جد امجد سیدی سرکار اعلی حضرت امام احمد رضا پر کام کرنے کا حوصلہ عطا فرمائے۔

ڈاکٹر خالد ثابت نے حضور تاج الشریعہ کے دورہ کے دمیان ایک کتاب بنام "انصاف الامام امام اهل سنة العالم الربانی المجدد الشیخ احمد رضا خان البریلوی" تصنیف فرما رہے تھے جس میں امام احمد رضا خان پر لگائے گئے بے بنیاد الزامات کا خوب اچھی طرح سے قلع قمع کیا ہے۔ اور حضور تاج الشریعہ کا تذکرہ بہت ہی نرالے انداز میں یوں کیا ہے۔ "وقبل أيام وأنا أكتب هذه السطور استدارت مصر بزيارة الشيخ الكبير محمد أختر رضا خان القادري الأزهري (المعروف بتاج الشريعة) المفتي الأعظم بالهند حفيد الامام احمد رضا خان البريلوي والقائم على جماعته رأيت حديثه عن جده الامام أكثر من حديثه عن نفسه واعتزازه بجده الامام أعظم من اعتزازه بنفسه ورأيت تمسكه بما أرساه جده من القواعد ومن الثبات على الحق مما يثير الاعجاب حقا."

كان الامام احمد رضا خان يحرم التصوير. وكانت وفاته في سنة ١٩٢١ء، واليوم بعد ما يقرب من تسعين عاما على وفاته حدثت في الدنيا تغييرات هائلة وأصبح التصوير كالماء والهواء لشعوب الارض لا يكاد أحد يتصور الحياة اذا غاب التصوير عنها مع ذالك وجدت للشيخ الجليل محمد اختر رضا من مولفاته كتابا في تحريم التصوير وعلمت من أتباعه ومحبيه أنه لا يسمح بالتصور في مجلسه حتى انه لا توجد له صورة متداولة بينهم ورأيت أتأمل في هذا الأمر وأقول لنفسي: لو أن علماء الأمة اتخذوا نفس الموقف من التصوير لربما أصبح العالم على غير الشكل القبيح الذي نراه عليه تأمل في أبواب الفساد التي فتحت على الدنيا كلها من باب التصوير وحده حتى تقدر لهؤلاء الرجال جهودهم في خدمة الدين وثباتهم على الحق. نعم.. هذه فتاوى المخلصين رجال الصادقين الذين يدورون مع الحق حيث دار، لا يلزمون أنفسهم بغيره ولا يراعون في ذالك الا الله يعلموننا درسا مهما، هو: ان الباطل لا بد ان يظل مرفوضا من أهل الحق مهما علا شأنه واستشرى وانتشر.. نظرت الى وجه الشيخ الكبير محمد أختر والبهاء يكسوه والسكينة والوقار يجللانه واستمعت الى كلماته بلغة عربية فصيحة تخرج من فمه في قوة وثقة تصدح بالحق المبين.

جن دنوں میں اس کتاب کو لکھ رہا تھا تو مصر حضور تاج الشریعہ کے زیارت سے جگمگا اٹھا، میں نے ان سے گفتگو کرنے کا شرف حاصل کیا تو شیخ اپنی گفتگوکم کرتے ہیں امام احمد رضا کی باتیں زیادہ کرتے ہیں امام احمد رضا کی شان زیادہ بیان کرتے ہیں، میں نے دیکھا امام احمد رضا نے ان کو جو مذہب و مسلک دیا ہے، اس پر تاج الشریعہ اتنی مضبوطی سے قائم ہیں کہ آج دنیا دیکھ کر حیران ہے، امام احمد رضا تصویر کشی کو حرام قرار دیتے ہیں، امام احمد رضا کی وفاۃ ۱۹۲۱ میں ہوئی تقریبا ۹۰ سال ہونے کو ہیں، آج تصویر لوگوں کے درمیان ہوا پانی کی طرح پھیل گئی ہے اس کے باوجود حضور تاج الشریعہ کی شان یہ ہیکہ میں نے ان کے محبین سے یہ بات جانی ہیکہ آپ اپنی مجلسوں میں آج بھی تصویر کے حرمت کے قائل ہیں، یہ حق پر استقامت کی واضح دلیل ہے، اسی بنیاد پر اللہ عز وجل نے آپ کو پوری دنیا کی نگاہ میں محبوب نظر بنا دیا ہے، میں سوچنے لگا اور دل ہی دل میں کہنے لگا اگر پوری دنیا کے علماء حضور تاج الشریعہ کے اس موقف کو اپنالیں تو آج تصویر کی بنیاد پر پوری دنیا میں جو برائی و بے حیائی پھیلی ہے وہ ساری برائیاں ختم ہوجائیں گی اور دنیا میں امن و امان ہوجائے گا، بن لو یہ اللہ والوں کے فتاوی ہیں، ایسے فتاوے اللہ کے مخلص بندے ہی دیتے ہیں، اس پر ہمیشہ حق کے ساتھ رہتے ہیں، چاہے جہاں بھی ہوں اسی کے ساتھ رہتے ہیں، حق کے علاوہ اپنی ذات پر کسی چیز کو لازم نہیں کرتے، حق کے معاملہ میں اللہ کے علاوہ کسی کی رعایت نہیں کرتے ہیں جو ہمیشہ ہمیں یہی درس دیتے ہیں باطل چاہے جتنا بڑھ جائے، برائی چاہے جتنی پھیل جائے، اہل حق اس کے خلاف ہی فتوی دیتے ہیں۔ میں نے حضور تاج الشریعہ کے نورانی رخ زیبا کو دیکھا ہے جو پر وقار ہے اس سے روشنی پھوٹتی ہے، میں نے آپ کی بزبان عربی گفتگو بھی سنی ہے جو فصیح و بلیغ ہے جو حق بیانی میں رطب اللسان ہے۔

یہ سب سب سرکار اعلی حضرت اور سرکار مفتی اعظم ہند اور دیگر بزرگان دین کا فیضان ہیکہ حضور تاج الشریعہ جہاں جاتے ہیں وہاں کے میر مجلس آپ ہی ہوتے ہیں اسی لئے تو آپ نے اظہار نعمت کے لئے کہا ہے کہ:

نگاہ مفتی اعظم کی ہے یہ جلوہ گری　　　چمک رہا ہے جو اختر ہزار آنکھوں میں

***

حضور تاج الشریعہ اور راجستھان کے چند تبلیغی اسفار

مولانا محمد اسلم رضا قادری اشفاقی، رکن سنی تبلیغی جماعت باسنی، ناگور شریف، راجستھان

وارثِ علوم اعلیٰ حضرت، قاضی القضاۃ فی الہند، حضور تاج الشریعہ، حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری برکاتی ازہری علیہ الرحمہ [وصال: ۵؍ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰؍جولائی ۲۰۱۸ء بروز جمعہ] خانوادۂ رضویہ کے ایک عظیم چشم و چراغ تھے، جن کے اس دنیا سے پردہ فرما لینے سے پورا جہانِ سنیت سوگوار نظر آ رہا ہے۔ ہر چہرہ کبیدہ خاطر، ہر شخص گہرے فکر و رنج میں مبتلا دکھائی دے رہا ہے۔ آپ نے طویل زمانہ دعوت و تبلیغ میں صرف فرما کر دین و سنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت فرماتے ہوئے عوام اہل سنت کے ایمان و عقیدے کی حفاظت فرمائی ہے اور انہیں بدعقیدگی کے فریب اور دھوکے سے بچایا ہے، یہ بات بالکل حق ہے کہ جو شخص بھی آپ کے سلسلۂ بیعت سے منسلک ہو جاتا تھا اس کا ایمان و عشق مضبوط و مستحکم ہو جاتا تھا، جہاں بھی تشریف لے جاتے، آپ کے مریدین و معتقدین گھنٹوں گھنٹوں پاؤں پر کھڑے رہتے تھے، ایسی خداداد مقبولیت کہ اہل علم و سیاست بھی ان کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے تڑپا کرتے تھے، جس جگہ تشریف آوری ہوتی دیوانوں کا ایک جم غفیر آپ کے دیدار کا مشتاق نظر آتا تھا، خلق خدا کا انبوہ کثیر جمع ہو جایا کرتا تھا۔

آپ نے عالم اسلام کے تبلیغی سفر فرمائے، عرب، مصر، شام، لبنان، سری لنکا، دوبئی، کیناڈا، شارجہ، پاکستان، امریکہ، افریقہ، یورپ وغیرہ کے سیکڑوں اسفار کئے، پوری دنیا میں آپ کے اہل عقیدت و محبت، ارباب بیعت و ارادت پائے جاتے ہیں۔ علم و تقویٰ، زہد و ورع، اخلاق و کردار کی پاکیزگی نے آپ کو بے پناہ مقبولیت عطا فرمائی تھی، کہ جو کوئی آپ کی ایک بار زیارت کر لیتا وہ ہمیشہ کے لئے آپ کا دیوانہ ہو جاتا تھا، علمی فضل و کمال تو مسلم ہے آپ کا حسن و جمال بھی کتنوں کو اپنا اسیر بنائے ہوئے تھا، خانوادۂ رضا میں آپ کو جو مقبولیت حاصل ہوئی وہ اپنی مثال آپ ہے۔

جہاں آپ نے اپنی علمی و روحانی برکتوں سے ہندستان کے دیگر صوبوں کو فیض یاب فرمایا وہیں راجستھان والوں کو بھی آپ نے کئی بار اپنی زیارت و برکت سے مالامال فرمایا ہے۔ میں ذیل میں ایک مختصر خاکہ اور رپورٹ، آپ کے تبلیغی اسفار کا پیش کرتا ہوں، جو صرف راجستھان سے متعلق ہوگا، یہاں میں نے انہیں تبلیغی اسفار کو شامل کیا ہے جن تک میری رسائی ہو سکی ہے ورنہ ان کے علاوہ اور بھی کسی ضلع میں آپ کی آمد و رفت ممکن ہو، رہی ہوگی۔ لہٰذا اہل علم اس مضمون کو اسی حساب سے مطالعہ کریں کہ یہاں میں نے اپنی معلومات کی حد تک سفرنامہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے، کوئی یہ نہ سمجھے کہ حضرت ہمارے یہاں بھی فلاں سن میں تشریف لائے تھے اور آپ نے ہمارے یہاں کا تبلیغی سفرنامہ کیوں تحریر نہیں کیا۔ میں اس بارے میں پیشگی معذرت خواہ ہوں، کیوں کہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ مضمون چھپنے کے بعد لوگ شکایت کرتے ہیں کہ آپ نے ہمارے یہاں کے سفر کے بارے میں نہیں لکھا اور دوسری بات یہ بھی ذکر کر دوں کہ جو جو واقعات و کرامات میں نے اپنے اس مضمون میں ذکر کی ہیں وہ بذریعہ فون معلوم

ہوئی ہیں، یا راوی کی روایت کے ساتھ اس کا نام بھی ذکر کر دیا ہے تا کہ بات کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ اور میں نے جہاں جہاں علما و ائمہ اور دیگر دانشور حضرات سے رابطہ کر کے یہ مضمون قلم بند کیا ہے ان کی کال میرے پاس بطور ثبوت موجود ہیں۔ الغرض! ایمان داری اور دیانت داری کے ساتھ اس مضمون کو لکھا گیا ہے، کوئی شخص ہرگز یہ نہ سمجھے کہ صرف محبت ہی میں سب کچھ لکھ دیا گیا ہے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے اسفار بھی بڑے اہم ہوتے تھے، اسفار میں بھی اکثر تصنیفی و تحقیقی کام فرمایا کرتے تھے، جب جہاں وقت ملتا اسی حساب سے تصنیف و تالیف کا کام ہوتا رہتا تھا۔ اس لئے بعض اسفار کی رپورٹ میں کسی تصنیف و تالیف کا بھی ذکر آئے گا کیوں کہ اہل علم اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو اکثر سفر کا سابقہ پڑتا تھا، اور دورِ آخیر میں تو تصنیف و تالیف و تراجمِ کتب کا سارا کام سفر ہی میں ہوا کرتا تھا۔ نازشِ ملت حضرت مولانا مفتی شعیب رضا نعیمی صاحب اور محب مکرم حضرت مولانا عاشق حسین صاحب رضوی کشمیری کے آنے کے بعد اس کام میں بڑی تیز رفتاری آگئی تھی، کئی دفع دیکھا گیا کہ موصوف حضرت کو عربی عبارت سناتے تھے اور حضور تاج الشریعہ فی البدیہی اس کا ترجمہ فرمادیا کرتے تھے اور کبھی کبھی اردو عبارت حضرت کو سنائی جاتی فوراً حضور تاج الشریعہ اس کی تعریب فرمادیتے تھے، یہ خداداد صلاحیت تھی جس کا نظارہ سفر و حضر کے اندر پل پل میں ہوتا تھا، دیکھنے والے، سننے والے سنتے ہی رہ جاتے اور یہ کہنے پر مجبور ہوجاتے کہ اس طرح اردو کی عربی، عربی کی اردو فرمانا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔ کیوں کہ کسی بھی کتاب کا ترجمہ کرنا بڑا مشکل اور ادق مسئلہ ہوتا ہے، یہ تو وہی جانتا ہے جس کا بھی سابقہ پڑا ہو، ایک کتاب کا ترجمہ کرنے کے لئے کئی کتابوں سے مدد لینی پڑتی ہے، اور لغات و ڈکشنری کو سامنے رکھنا پڑتا ہے تا کہ کسی مشکل لفظ کا ترجمہ موقع و محل کے حساب سے کیا ہوتا ہے اس کا صحیح حال معلوم ہوجائے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ درج ذیل راجستھان کے مختلف اضلاع میں کئی بار تشریف لائے: اجمیر شریف، جے پور، اودے پور، فتحپور، بوندی، کوٹہ، بیکانیر، چورو، ناگور شریف، جودھپور، پالی، مکرانہ، گھڑسانہ، کھاجووالا، میڑتہ، باسنی، شیرانی آباد، سجان گڑھ، لاڈنوں، ہرسور، گووندگڑھ وغیرہم۔ تمام اضلاع کی تفصیلات میں نہ جا کر صرف چند اضلاع کی مختصر رپورٹ پیش کرنے کی کوشش کروں گا، کیوں کہ ہر جگہ لوگوں کو یاد نہیں رہتا کہ حضرت ہمارے، یہاں کس سن میں تشریف لائے تھے، راجستھان کے اکثر اضلاع میں میرے والد ماجد مفتی اعظم باسنی، خلیفہ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا مفتی ولی محمد صاحب قبلہ رضوی مدظلہ العالی، سربراہ اعلیٰ سنی تبلیغی جماعت باسنی ناگور شریف، حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے ساتھ رہتے تھے یا پھر سفر کے بارے میں پوری معلومات رکھتے تھے، اور حضرت کے پروگرام کی تفصیل آپ کو اچھی طرح معلوم ہوتی تھی کہ حضرت کہاں سے کہاں تک جائیں گے۔

اجمیر شریف آمد: حضور تاج الشریعہ نے دربار غریب نواز میں کئی بار حاضری دی۔ عرس کے موقع پر بھی بارہا حاضری ہوئی، جس وقت آپ حاضری کے لئے جاتے تھے دیوانوں کا ایک سیلاب ساتھ میں ہوتا تھا، دربار غریب نواز میں آپ کی حاضری بھی تاریخی رہا کرتی تھی، چادر کا جلوس لے کر جاتے تھے۔ بڑے ہی آداب کے ساتھ نعت و منقبتِ غریب نواز کے اشعار گنگناتے ہوئے یہ قافلہ آستانۂ غریب نواز پر حاضر ہوتا تھا۔ خانوادۂ رضویہ کو حضور سلطان الہند خواجہ غریب نواز چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑی گہری عقیدت و محبت رہی ہے، حضور اعلیٰ حضرت، علامہ حسن رضا، حضور حجۃ الاسلام، حضور مفتی اعظم ہند، حضور مفسر اعظم ہند، حضور ریحان ملت وغیرہم اور پھر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے متعدد بار آستانۂ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر والہانہ حاضری دی

ہے، تاریخ میں یہ سب باتیں محفوظ ہیں۔ شہزادۂ غریب نواز حضرت سید فرقان احمد صاحب چشتی، رضوی منزل والے کے خانوادہ سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے خانوادہ کے گہرے مراسم وتعلقات رہے ہیں۔ شہزادۂ غریب نواز حضرت مولانا سید سلطان الحسن صاحب چشتی نے راقم کو بتایا کہ حضور تاج الشریعہ اس فقیر چشتی کی یادداشت کے مطابق کئی مرتبہ عرس کی تقریبات میں تشریف لائے ہیں، آپ کے ساتھ دیوانوں کا ایک سیلاب ہوا کرتا تھا۔

کوٹہ، راجستھان میں آمد: کوٹہ راجستھان میں حضور تاج الشریعہ ۴ مرتبہ تشریف لائے۔ پہلی مرتبہ ۱۹۷۸ کے اندر دارالعلوم رضویہ کھیتون کے سالانہ اجلاس میں آپ کی آمد ہوئی، اس دارالعلوم کی بنیاد حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے رکھی تھی۔ دوسری مرتبہ ۱۹۸۲ء میں ''مفتی اعظم ہند کانفرنس'' گھنٹہ گھر کوٹہ میں آپ کی تشریف آوری ہوئی، جس میں ہندوستان کے اکابر علما وسادات موجود تھے، بالخصوص حضور مجاہد دوراں حضرت علامہ سید مظفر حسین شاہ صاحب اشرفی کچھو چھہ شریف، حضرت علامہ رفاقت حسین صاحب کانپور علیہ الرحمہ، حضور مفتی اعظم راجستھان علامہ مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی علیہ الرحمہ، حضرت علامہ چمن قادری علیہ الرحمہ، حضرت علامہ مفتی شیر محمد خاں صاحب قبلہ رضوی، حضرت علامہ ظہور احمد اشرفی باسنی علیہ الرحمہ، حضرت مولانا مفتی ولی محمد صاحب رضوی باسنی، حضرت مولانا ابوبکر صاحب اشرفی باسنی وغیرہم۔ اسی کانفرنس میں حضور تاج الشریعہ نے سنی تبلیغی جماعت باسنی کی خدمات کو پسند کیا اور حضرت مولانا ظہور احمد صاحب کی حوصلہ افزائی فرمائی تھی، سیکڑوں حضرات داخلِ سلسلہ بھی ہوئے تھے۔ یہ کانفرنس حضرت مولانا فضل حق صاحب قادری کی مساعیٔ جمیلہ سے منعقد ہوئی تھی جو تاریخ ساز تھی۔ [بروایت: حضرت مولانا فضل حق قادری کوٹہ]

تیسری مرتبہ: ۲۹ اگست ۱۹۹۴ کو اپنے بھانجے داماد کے یہاں حضور تاج الشریعہ کی کوٹہ آمد ہوئی تھی، اسی وقت آپ نے جامعہ قادریہ رضویہ کا سنگ بنیاد بھی رکھا تھا، سیکڑوں حضرات داخل سلسلہ ہوئے تھے۔

چوتھی مرتبہ: ۱۹۹۸ میں جناب عرفان غوری صاحب کی ہوٹل کے افتتاح میں حضور تاج الشریعہ کی کوٹہ آمد ہوئی تھی، حضرت مولانا فضل حق صاحب قادری کے گھر پر قیام فرمایا، مولانا صاحب کی عیادت کی، دعاؤں سے نوازا، اسی وقت مولانا صاحب حضرت سے طالب بھی ہوئے تھے۔

بوندی راجستھان: حضور تاج الشریعہ کی ۱۹۹۲ میں بوندی آمد ہوئی تھی، قضاۃ کے مسئلے کے سلسلے میں اور اسی وقت حضرت مولانا چمن قادری صاحب نے ''مفتی اعظم کانفرنس'' بھی رکھی تھی، جس میں کثیر علما وخطبا شریک ہوئے تھے، ہزاروں کی تعداد میں مجمع تھا، سیکڑوں حضرات داخل سلسلہ بھی ہوئے تھے۔ [بروایت: حضرت مولانا فضل حق صاحب قادری کوٹہ]

باسنی، ضلع ناگور شریف آمد: باسنی میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی ۸ مرتبہ آمد ہوئی ہے جس کی کچھ تفصیلات ذیل میں تحریر کی جاتی ہیں۔

۱۹۸۴ء میں پہلی بار حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی روحل شریف ہوتے ہوئے مغرب سے کچھ باسنی آمد ہوئی تھی، والد ماجد حضرت مفتی ولی محمد صاحب رضوی نے حضرت کو مدعو کرنے کے لئے اس وقت حضرت قاضی قاسم رضوی نوری کے ساتھ رہ کر بڑی قربانیاں پیش فرمائی تھیں، تب جا کر یہ تاریخ منظور ہوئی تھی، جب حضرت پہلی بار باسنی تشریف لائے تو سیکڑوں حضرات آپ کے دست حق پرست پر سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ نوریہ میں داخل ہوئے، اس وقت (مرحوم) حاجی انور حسن صاحب چھاؤنی والے کے

گھر پر حضرت کا قیام تھا۔

۱۹۹۰ء میں بھی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ، محترم الحاج محمد صدیق حسین والے کی پُرخلوص دعوت اور والد ماجد حضرت مفتی ولی محمد صاحب رضوی کی کوششوں سے دوسری بار باسنی تشریف لائے تھے، آپ کے ہمراہ حضرت ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب تھے، مدینہ مسجد کے پاس شان دار پروگرام ہوا تھا جس میں حضور مفتی اعظم راجستھان علیہ الرحمہ بھی موجود تھے، ہزاروں حضرات سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ نوریہ میں داخل ہوئے، آپ نے اپنا نیا کلام "مصطفائے ذات یکتا آپ ہیں" پیش کیا تھا۔ (بروایت: حضرت مولانا حافظ سردار احمد صاحب رضوی باسنی)

۱۹۹۲، میں تیسری بار جب حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی باسنی آمد ہوئی تو آپ نے مکہ مسجد کا افتتاح فرمایا، صوفیہ ہاسپٹل کا سنگ بنیاد رکھا، اور مدرسہ اہل سنت غوثیہ کلاں جماعت خانہ میں ختم کلام اللہ کی مجلس میں شرکت فرمائی اور دعا کی، اُس وقت حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ، جناب الحاج محمد فاروق صاحب رضوی کی دعوتِ پُرخلوص پر اور حضرت مفتی ولی محمد صاحب قبلہ رضوی کی کوششوں سے تشریف لائے تھے۔

۷ ماہ ربیع النور ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۹۹۶ء کو حضور تاج الشریعہ کی چوتھی بار باسنی میں آمد ہوئی، اہل باسنی نے آپ کا شان دار استقبال کیا، لوگ اپنے گھروں سے نکل پڑے، ہزاروں گاڑیوں، موٹر سائیکلوں پر مشتمل یہ قافلہ فلک شگاف نعروں کے ساتھ نماز مغرب سے کچھ پہلے باسنی میں داخل ہوا، مغرب کی نماز حضور تاج الشریعہ نے جامع مسجد میں پڑھائی، تمام حضرات دست بوسی وزیارت کے لئے بیتاب نظر آ رہے تھے، کثیر حضرات سلسلۂ ارادت میں داخل ہوئے، دو دن تک باسنی میں حضرت کا قیام رہا، درگاہ آقا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بعد نماز عشا شان دار پروگرام ہوا، اس پروگرام میں حضور مفتی اعظم راجستھان بھی موجود تھے، آپ نے حضور سرکار اعلیٰ حضرت کی حیاتِ طیبہ پر روشنی ڈالی اور زبردست بیان فرمایا۔ پورا باسنی حضرت کی زیارت ونصیحت کو سننے کے لئے امنڈ پڑا تھا، خواتین کے لئے بھی انتظام کیا گیا تھا، آپ کے اس پروگرام کو اسپیکروں کے ذریعہ بھی نشر کیا گیا تھا، حضرت نے اپنا یہ کلام پیش کیا تھا" نظر پہ کسی کی نظر ہو رہی ہے" بعدہٗ مختصر خطاب بھی فرمایا، جس میں آپ نے خاص طور پر فرمایا: مسلک اہل سنت ہی مسلک اعلیٰ حضرت ہے، اس کا عقیدہ وہی ہے جو سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا تھا" صلوٰۃ وسلام کے بعد سیکڑوں حضرات مرید ہوئے، قیام گاہ پر تشریف لے جانے سے قبل آپ نے مدینہ مسجد کے پاس **"امام احمد رضا چوک"** کا افتتاح بھی فرمایا تھا۔

۱۸، تاریخ کو دوپہر کے وقت آپ کمہاری تشریف لے گئے جہاں اہل کمہاری نے حضور تاج الشریعہ کا پرتپاک استقبال کیا، جامع مسجد کمہاری میں سیکڑوں حضرات داخل سلسلہ ہوئے۔ وہاں سے دارالعلوم فیضان اشرف باسنی تشریف لائے، اساتذہ وطلبہ نے حضور تاج الشریعہ کا شان دار استقبال کیا۔ مغرب کی نماز بڑی مسجد باسنی میں پڑھائی، کئی حضرات سلسلہ میں داخل ہوئے، بعدہٗ مدرسہ اشفاقیہ بڑی مسجد کا حضور تاج الشریعہ اور حضور مفتی اعظم راجستھان نے دعا فرما کر افتتاح فرمایا، عشا کی نماز کے بعد اسی جگہ عظیم الشان پروگرام ہوا جس میں حضور تاج الشریعہ نے اپنے نورانی خطاب سے سامعین کو نوازا، سنی تبلیغی جماعت کی خدمات کو خوب سراہا اور قابل تقلید فرمایا، حضرت مفتی ولی محمد صاحب قبلہ رضوی کو مبارک باد دی، اور مولانا ابوبکر صاحب کی خدمات

سے متاثر ہوکر ان کی دستار بندی بھی فرمائی، مولانا حسنات احمد ناطق صاحب نے حضور تاج الشریعہ کی آمد پر سپاس نامہ بھی پیش کیا تھا، کئی حضرات یہاں بھی سلسلہ میں داخل ہوئے، صلوٰۃ و سلام و دعا پر پروگرام اختتام پذیر ہوا' [رپورٹ: حضرت مولانا حافظ سردار احمد صاحب رضوی، سہ ماہی ''صوفیہ باسنی'' اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۶]

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ مطابق ۵ جولائی ۲۰۰۰ء، لامبا چوک باسنی۔ سیکڑوں حضرات داخل سلسلہ ہوئے، بعد نماز عشا شان دار پروگرام منعقد ہوا، اس پروگرام میں حضور مفتی اعظم راجستھان علیہ الرحمہ بھی بنفس نفیس موجود تھے، آپ نے اپنے بیان میں حضور تاج الشریعہ کا شان دار تعارف کروایا تھا۔ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک مسلک اعلیٰ حضرت کی حقانیت کو قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان فرمایا، میری معلومات کے مطابق راجستھان میں حضرت کی یہ سب سے تفصیلی تقریر ہے۔ حضرت کا یہ پرمغز خطاب برادر گرامی حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقادر رضوی نے اسی سال سنی تبلیغی جماعت باسنی کے زیر اہتمام اپنی دستار فضیلت کے موقع پر شائع بھی فرما دیا تھا۔ اور ابھی ۲۰۱۷ء میں جماعت رضائے مصطفیٰ باسنی کی طرف سے اس کی دوبارہ اشاعت ہوئی ہے۔

اس سفر کی مکمل تفصیل والد ماجد خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت مفتی ولی محمد صاحب قبلہ رضوی مدظلہ کے قلم حق رقم سے پیش کی جاتی ہے: آپ لکھتے ہیں: میں اور عزیزم عبدالوکیل رضوی میڑتہ سے بریلی شریف پہونچے، مولانا شہاب الدین رضوی سے ملاقات ہوئی، انہوں نے ہمیں سب سے پہلے ازہری مہمان خانہ (قدیم) پہونچایا، عصر کے وقت حضور تاج الشریعہ رونق افروز ہوئے، سلام ودست بوسی کی سعادت حاصل کی، حضور نے سب سے پہلے خیریت معلوم کی، بعدہٗ عصر کی نماز آپ کی اقتدا میں ادا کی، پھر حضور اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، حجۃ الاسلام، حضور مفتی اعظم ہند علیہم الرحمہ کے مزارات پر پرسکون حاضری دی، روحانی کیف وسرور حاصل ہوا، بریلی شریف سے ''شہید ایکس پریس'' میں اے سی کوچ، سے ہمارے ٹکٹ مولانا شہاب الدین صاحب نے بنوالئے تھے، صبح اٹھے تو معلوم ہوا کہ ٹرین پانچ گھنٹہ لیٹ ہے اس لئے تھوڑا آرام کیا، بعدہٗ امام اہل سنت کے جد امجد حضرت علامہ شاہ رضا علی علیہ الرحمہ اور پدر بزرگ وار حضرت علامہ مفتی نقی علی علیہ الرحمہ کے مزارات پر حاضری دی، وہاں سے فارغ ہوکر روانگی کی تیاری کی، تھوڑی دیر میں حضرت کی گاڑی آگئی، سامان وغیرہ رکھ کر اسٹیشن پہونچ کر ویٹنگ روم میں تھوڑی دیر قیام کیا، چند منٹ بعد گاڑی دونمبر پلیٹ فارم آئی، گرمی شدت کی تھی قدم رکھتے ہی قبلہ نے فرمایا: شملہ میں آگئے، حضرت اپنی سیٹ پر لیٹ گئے تمام اہل عقیدت نے پاؤں دبانا شروع کئے، راقم نے بھی یہ سعادت حاصل کی، چار بجے بیدار ہوکر سب نے ظہر کی نماز ادا کی حضرت نے دہلی پہونچ کر پلیٹ فارم پر ظہر کی نماز ادا فرمائی، وہاں سے اناؤنسمنٹ کرایہ کر کے حضور تاج الشریعہ کے داماد برہان میاں کے گھر گئے، بعد مغرب برہان میاں ہی حضرت اور ہمیں اسٹیشن پہونچانے آئے، عشا کی نماز پڑھ کر سوار ہوئے، صبح فجر کی نماز کے لئے حضرت اور ہم سب بیدار ہوئے حضرت کو فقیر نے وضو کا لوٹا پیش کیا، سب نے گاڑی ٹھہرنے کے بعد فجر کی نماز ادا کی، چند منٹ بعد میڑتہ روڈ آگیا، اہل میڑتہ اور اہل باسنی استقبال کرنے کے لئے کھڑے تھے، سب نے حضور تاج الشریعہ کا شان دار استقبال کیا، حضرت قاضی خورشید صاحب نے پھول ہار پہنا کر حضور کا استقبال کیا، آپ نے مولانا محمد قاسم صاحب عثمانی رضوی کی تعزیت پیش کی اور سب کو صبر کی تلقین کی، پھر مولانا مرحوم کی قبر پر فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے گئے، بعدہٗ جناب رمضان ٹھیکیدار صاحب کے یہاں پرتکلف ناشتہ ہوا۔ اس کے بعد تقریباً ۸ بجے باسنی کے لئے روانہ ہوئے۔ ۱۰ بجے ہم باسنی پہونچ

گئے، جناب الحاج محمد فاروق صاحب رضوی کے گھر پر حضور تاج الشریعہ کا قیام رکھا گیا تھا، تمام علما نے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے ملاقات کر کے بڑی خوشی و مسرت کا اظہار کیا۔ بعد نماز عصر دار العلوم فیضان اشرف باسنی میں دعا کے لئے تشریف لے گئے تھے، جہاں طلبہ کی ایک بڑی تعداد حضور کے دست مبارک پر داخل سلسلہ ہوئی، بعدہٗ کمہاری احمد شہید مسجد تشریف لے گئے، اہل کمہاری نے حضرت کا شان دار استقبال کیا، سیکڑوں حضرات داخل سلسلہ ہوئے، بعدہٗ حضرت نے ۱۰ منٹ مسلک اہل سنت کی حقانیت پر پر مغز بیان فرمایا، اور فرمایا: یہ مسلک اہل سنت جسے آج عرف عام مسلک اعلیٰ حضرت کہا جاتا ہے"۔ پھر وہاں سے باسنی تشریف لائے اور جامع مسجد میں مغرب کی نماز کی امامت فرمائی، یہاں بھی کثیر تعداد میں اہل عقیدت داخل سلسلہ ہوئے۔

بعد نماز عشاء، لاثا چوک باسنی میں جناب الحاج محمد فاروق صاحب رضوی کی طرف سے شان دار جلسہ رکھا گیا، جس میں حضور مفتی اعظم راجستھان نے مختصر مگر جامع خطاب فرمایا، اور حضور تاج الشریعہ کا زبردست تعارف کروایا، بعدہٗ حضور جانشین مفتی اعظم ہند رونق خطابت ہوئے تقریباً ایک گھنٹہ بڑے پر جوش انداز میں مدلل و مفصل اور دل پذیر خطاب فرمایا، مسلک اہل سنت کی حقانیت پر ایک پر مغز بیان ہوا کہ اہل سنت کے چہرے خوشی سے چمک رہے تھے، بار بار ہر طرف نعرے لگ رہے تھے، اس تقریر سے گویا اہل باطل میں زلزلہ برپا ہو رہا تھا اور ایک ایک جملہ مجدیت کی سرکوبی کر رہا تھا، آپ نے درمیان میں اعلیٰ حضرت کے اشعار بھی پیش فرمائے، راقم نے ایسا بیان ۱۵ سال میں پہلی بار سنا" [مفتی اعظم باسنی کے خطبات اور تبلیغی سفرنامے: ۲/ ۹۷ تا ۹۹ قلمی]

۵ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۳ اکتوبر ۲۰۰۲ء امام احمد رضا مسجد باسنی میں دعائیہ تقریب ہوئی جس میں سیکڑوں حضرات داخل سلسلہ ہوئے تھے، اس وقت حضرت فتحپور سے شیرانی آباد ہوتے ہوئے والد صاحب کی کوششوں سے تقریباً رات کے ۳ بجے باسنی تشریف لائے تھے، رات کے پچھلے پہر میں بھی کئی ایک دیوانوں نے جامع مسجد باسنی کے سامنے حضرت کا استقبال کیا تھا۔ حاجی حبیب الرحمٰن صاحب کالو والے کے گھر پر قیام فرمایا، صبح اٹھ کر امام احمد رضا مسجد کے پارک میں چہل قدمی بھی فرمائی، حضرت مولانا محمد شہاب الدین رضوی صاحب اس وقت حضور تاج الشریعہ کے ہمراہ تھے، اسی وقت مولانا موصوف سے راقم کی پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ حضرت والد صاحب اس سفر کے متعلق لکھتے ہیں: شیرانی آباد سے چل کر تین بجے بحمدہٖ تعالیٰ باسنی میں داخل ہوئے، چائے وغیرہ کے بعد قدرے آرام کیا، فجر وقت پر ادا کی، امام احمد رضا مسجد کو ہر طرف سے گھوم پھر کر مشاہدہ فرمایا، تعمیر سے بڑے خوش ہوئے، چائے کے بعد ۱۱ بجے تک آرام کیا، بعدہٗ بیدار ہو کر ناشتہ کیا، اور ۱۲ بجے امام احمد رضا مسجد میں بہت ہی شان دار جلسہ ہوا، پوری مسجد دیوانوں سے بھر گئی تھی، آپ تشریف لائے، کئی سو حضرات کو داخل سلسلہ فرمایا، مسجد کی تعمیر سے متعلق مختصر مگر جامع بیان بھی فرمایا، صلوٰۃ و سلام بھی آپ ہی نے پڑھا، بارش کے لئے دعا فرمائی، قیام گاہ پر آئے، ہر طرف پروانے دیدار کے لئے صف بستہ کھڑے نظر آئے، غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر جامع مسجد میں تشریف لائے، سنت ادا کر کے خطبہ پڑھا، پوری مسجد نمازیوں سے بھر گئی تھی، مکبرین کا انتظام کیا گیا، حضور تاج الشریعہ کی اقتدا میں نماز جمعہ ادا کی گئی، پھر یہاں سے جامعہ فیضان اشفاق ناگور شریف میں دعائیہ تقریب ہوئی، کئی ایک طلبہ داخل سلسلہ ہوئے" [مفتی اعظم باسنی کے خطبات و تبلیغی سفرنامے: ۳/ ۲۰۷ قلمی]

۱۰ ربیع الآخر ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۱ اپریل ۲۰۰۹ء کو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی باسنی آمد ہوئی، جس کی مختصر تفصیل مفتی اعظم باسنی حضرت علامہ مفتی ولی محمد صاحب قبلہ رضوی خلیفہ حضور تاج الشریعہ کے حوالے سے لکھی جاتی ہے۔

"اودے پور سے بذریعہ فلائٹ حضور تاج الشریعہ اور حضرت مفتی شعیب رضا صاحب نعیمی، حضرت مولانا عاشق حسین رضوی، الحاج عبداللطیف رضوی ممبئی والے جودھ پور تشریف لائے، وہاں تھوڑی دیر اپنے ایک مرید کے یہاں قیام فرمایا تقریباً ۴ بجے جودھ پور سے بائی روڈ باسنی کے لئے روانہ ہوئے، ۶ بجے کے قریب باسنی پہونچے، یہاں حضرت کا شان دار استقبال کیا گیا، آپ کے ساتھ میڑتا اور جودھ پور کے احباب بھی تھے۔ تمام حضرات کا قیام محترم الحاج محمد سردار اعظم کے یہاں رکھا گیا تھا، صاحب خانہ نے مہمانوں کے لئے اچھے قیام وطعام کا انتظام کیا تھا، کسی قسم کی کوئی کمی نہیں تھی، اور عوام اہل سنت کیلئے ایک بڑے لنگر کا انتظام صدر بازار میں رکھا گیا تھا جس کی ذمہ داری فقیر نے بزم فضائے نوری کو سونپی تھی جنھوں نے بحسن وخوبی نبھایا۔ بعد نماز عشا صدر بازار جامع مسجد باسنی کے سامنے" جشن حضور غوث اعظم" رکھا گیا، پورا اسٹیج قرب وجوار کے علما وائمہ سے بھرا ہوا تھا، ہزاروں کا مجمع تھا، دور دور تک انسانوں کے سر ہی سر نظر آرہے تھے، ناگور شریف، کمہاری، میڑتہ، اور دیگر قرب وجوار کے کئی ایک دیہات وقصبات کے سیکڑوں حضرات نے شرکت کی، یہ آپ کی خداداد مقبولیت تھی کہ جو بھی نام سنتا دیوانہ وار زیارت کے لئے تڑپ جاتا تھا۔ حضرت مفتی شعیب رضا صاحب نعیمی نے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان وعظمت کے حوالے سے پُر مغز خطاب فرمایا، تقریباً ۱۱ بجے حضور تاج الشریعہ رونق اسٹیج ہوئے، علما وعوام آپ کی زیارت سے شادکام ہوئے، آپ کے تشریف لاتے ہی پورے مجمع پر سناٹا چھا گیا، ہزاروں مرد وخواتین داخل سلسلہ ہوئے۔ پھر آپ نے تھوڑی دیر اپنے نصیحت آمیز خطاب میں فرمایا: سنی سنی کا اتحاد ہونا چاہئے، سنی وہابی کا اتحاد کبھی ہوا ہے اور نہ کبھی ہوسکتا ہے۔ آج کے دور میں مسلک اعلیٰ حضرت ہی مسلک اہل سنت کی شناخت اور پہچان ہے، بدمذہبوں کی صحبت بڑی نقصان دہ ہے"

حضرت مفتی ولی محمد صاحب رضوی باسنی نے فرمایا: آج ہمارے لئے بڑا مبارک دن ہے کہ دنیائے اسلام کے ایک عظیم فقیہ ومحدث، شیخ طریقت، مفتی اعظم ہندوستان نے کئی سال کے بعد باسنی میں پھر اپنے مبارک قدم رکھے ہیں، آپ ایک شمع ہیں جس کے اردگرد پروانے منڈلا رہے ہیں، عالم اسلام میں آپ برابر سفر کرکے فیض رسانی فرمارہے ہیں، مذہب حقہ کی حقانیت، مسلک صادقہ کی صداقت کے آپ ترجمان ونگہبان ہیں، سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حامی، بدعات وخرافات غیر اسلامی کے آپ قاطع ہیں، بڑے خوش نصیب ہیں وہ حضرات جو حضرت سے بیعت ہوچکے ہیں اور جو آج شرف بیعت حاصل کریں گے، بیعت کا فائدہ یہ ہے کہ تمام مشائخ کرام سلسلہ سے ایک روحانی تعلق پیدا ہوجاتا ہے، آج کا پروگرام جناب الحاج محمد سردار اعظم ڈیری والے کی طرف سے ان کے بھتیجے حاجی انور کے ایصال ثواب کے لئے منعقد کیا گیا ہے۔ [مفتی اعظم باسنی کے خطبات وتبلیغی سفرنامے: ۸ر۹ر۲۰۰۹ء قلمی]

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے یہاں قیام کے دوران "الفردہ شرح قصیدہ بردہ" پر بھی کام کیا، مجھے (ولی محمد رضوی) سے فرمایا: سنی تبلیغی جماعت اچھی اور پرانی جماعت ہے اس کا دائرۂ کار پھیلاؤ، تو راقم نے عرض کی، حضور، راجستھان میں اس کی کئی ایک شاخیں کام کررہی ہیں، ظہر تک حضرت کا باسنی میں قیام رہا پھر یہاں سے میڑتہ کے لئے روانہ ہوگئے"۔

۶ رجب المرجب ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۶، اپریل ۲۰۱۵ کو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ میڑتہ سے باسنی آخری بار تشریف لائے تھے، آپ کے ہمراہ شہزادۂ گرامی مرتبت حضرت مولانا عسجد رضا خاں صاحب قادری برکاتی، حضرت مفتی افضال احمد صاحب رضوی، حضرت مولانا عاشق حسین صاحب رضوی، نبیرۂ محترم حسام رضا میاں اور جناب حاجی عبداللطیف رضوی ممبئی والے تھے۔ یہ

پروگرام ظہر تا بعد نماز مغرب ہائی سیکنڈری اسکول باسنی کے وسیع وعریض میدان میں رکھا گیا تھا، تیز دھوپ اور گرمی کے باوجود دیوانے اپنے مرشد برحق کے انتظار میں دوپہر ۲ بجے سے مغرب تک بیٹھے رہے، عصر اور مغرب کی نماز بھی وہیں پڑھی گئیں۔ کئی ایک علمائے کرام کے بیانات وخطابات ہوئے۔ حضرت مفتی افضال صاحب رضوی نے پُر مغز بیان کیا، شہزادۂ عالی مرتبت حضرت مولانا عسجد میاں صاحب نے بیعت کے کلمات پڑھائے، سیکڑوں خواتین نے اسپیکروں کے ذریعہ کلمات بیعت ادا کئے، حضور تاج الشریعہ نے دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے، سنی تبلیغی جماعت اور جماعت رضائے مصطفیٰ کے لئے دعا فرمائی''۔ اس موقع پر والد ماجد خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت مفتی ولی صاحب رضوی نے جو بیان کیا اس میں سے کچھ باتیں لکھی جاتی ہیں'' آج دنیائے سنیت پر اعلیٰ حضرت کا جو احسان ہے اسے کوئی وفادار ومخلص سنی بھلا نہیں سکتا، اسی وجہ سے ہر سنی اعلیٰ حضرت کا ہے اور اعلیٰ حضرت ہر سنی کے ہیں، آج بریلی شریف کو جو مرکز اہل سنت کہا جاتا ہے وہ اعلیٰ حضرت کا فنافی الرسول ہونے کا صدقہ ہے۔ دیگر علمائے کرام وفقہائے اسلام نے جو علمی ودینی وفقہی خدمات انجام دی ہیں، ہم سب کی قدر کرتے ہیں، ان کو دعائے رحمت سے یاد کرتے ہیں، اعلیٰ حضرت کی خدمات قیامت تک چمکتی دمکتی رہیں گی، آپ نے کنز الایمان جیسا ایمان افروز، باطل سوز ترجمۂ قرآن امت کو عطا فرمایا، یہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے خلوص کا نتیجہ ہے، یہ ترجمہ توحید باری تعالیٰ کا سچا ترجمان، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان وعظمت کا نشان ہے اور ہر سنی صحیح العقیدہ کے ایمان وعقیدے کا محافظ ونگہبان ہے، فتاویٰ رضویہ تو علم وفضل کا دریا ہے، اعلیٰ حضرت نے ہمیں حجۃ الاسلام، مفتی اعظم ہند، حضور صدر الشریعہ، حضور صدر الافاضل، حضور ملک العلماء، حضور محدث اعظم ہند جیسے عظیم قائد ورہنما عطا فرمائے۔ آپ کے تلامذہ وخلفا بھی اعلیٰ ہیں اور آپ کے شہزادے وپوتے بھی بے مثال ہیں، اور آج جو ہمارے درمیان آپ کے پرپوتے حضور تاج الشریعہ ہیں وہ بھی بہت عظیم ہیں، آج سنہرہ موقع ہے مبارک گھڑی ہے، کہ آج تک جو کسی صحیح السلسلہ شیخ طریقت سے مرید نہیں ہوا ہے وہ آج آپ کے مبارک ہاتھوں میں ہاتھ دے کر سلسلۂ قادریہ برکاتیہ رضویہ نوریہ میں شامل ہو کر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلاموں میں شامل ہو جائے، اور فیضان حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنا دامن بھر لے'' [مفتی اعظم باسنی کے خطبات اور تبلیغی سفر نامے: ۱۴ر ۵۴، قلمی]

میڑتہ سٹی میں آمد: ۱۹۸۴ یوں تو اس سے پہلے بھی حضور تاج الشریعہ کئی بار میڑتہ تشریف لائے، حضرت قاضی خورشید صاحب اور حضرت قاضی محمد قاسم صاحب کے دور میں ہفتہ ہفتہ قیام فرمایا کرتے تھے، لیکن ہماری معلومات کے مطابق حضور تاج الشریعہ جب جب باسنی آئے تب تب میڑتہ ضرور تشریف لائے ہیں، دونوں علاقوں کا تبلیغی سفر ہمیشہ ساتھ ساتھ ہوتا تھا۔

۱۹۹۰ میں بھی حضور تاج الشریعہ کا میڑتہ تشریف لانا ہمارے پاس محفوظ ہے، کیوں کہ ۱۹۹۰ میں باسنی تشریف لانا ثابت ہے۔

۱۹۹۲ میں جب حضور تاج الشریعہ کا دورہ منظور ہوا تو حضرت قاضی محمد قاسم صاحب رضوی عثمانی اور میرے والد ماجد ایک ساتھ بریلی شریف گئے تھے، اور یہ سلسلہ ایک زمانہ تک چلتا رہا، جب قاضی صاحب کا انتقال ہوا تبھی یہ سلسلہ منقطع ہوا، اللہ تعالیٰ نے دونوں حضرات کے دلوں میں بڑی محبت پیدا کی تھی، حضرت قاضی صاحب حضور تاج الشریعہ کے تبلیغی اسفار کے بارے میں صلاح ومشورہ کے لئے کئی بار باسنی بھی تشریف لائے اور ہمارے والد صاحب بھی کئی ایک بار میڑتہ تشریف لے گئے، صرف حضرت کے تبلیغی اسفار کے متعلق تاریخ وغیرہ طے کرنے کے سلسلے میں، قاضی صاحب کے بعد جناب عبد الوکیل صاحب رضوی نے بھی یہ سلسلہ

قائم وباقی رکھا جو حضور تاج الشریعہ کے مرید وخلیفہ اور قاضی صاحب کے خاص خادم تھے۔

۱۹ ربیع النور ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۹۹۶ کو حضور تاج الشریعہ باسنی سے میڑتہ تشریف لائے، یہاں عشا کی نماز کے بعد حضرت قاضی محمد قاسم صاحب عثمانی رضوی کی سرپرستی میں شان دار پروگرام منعقد ہوا، سیکڑوں حضرات سلسلہ میں داخل ہوئے۔

۲ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ مطابق ۶ جولائی ۲۰۰۰ کو حضور تاج الشریعہ کا میڑتہ میں شان دار پروگرام ہوا، جس میں حضور مفتی اعظم راجستھان صاحب قبلہ نعیمی اجملی (علیہ الرحمہ)، حضرت مولانا مفتی ولی محمد رضوی باسنی، حضرت مولانا شہاب الدین رضوی، حضرت قاری عبدالوحید صاحب قادری، مولانا محمد حنیف صاحب شیرانی، حضرت قاری صغیر احمد صاحب رضوی، جوکھنپوری، حضرت صوفی امتیاز صاحب رضوی فتحپوری، موجود تھے۔ عصر سے عشا تک حضور تاج الشریعہ اہل عقیدت کے گھروں میں دعا کے لئے مصروف رہے، بعد نماز عشا جامع مسجد میڑتہ میں حضرت قاضی محمد قاسم کے بارے میں آپ نے ۱۵ منٹ تک بیان فرمایا، سیکڑوں حضرات داخل سلسلہ ہوئے۔

۵ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۳ اکتوبر ۲۰۰۲ کو باسنی سے حضور تاج الشریعہ جمعہ کی نماز کے بعد میڑتہ تشریف لائے۔ حضرت مفتی ولی محمد صاحب رضوی لکھتے ہیں: ۵ بجے میڑتہ میں داخل ہوئے، راہ میں مفید گفت وشنید ہوتی رہی، نماز عصر ادا کی، مشتاقین کی بھیڑ لگی ہوئی تھی، عشا کی نماز کے بعد شان دار پروگرام ہوا، حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے چند منٹ بیان بھی فرمایا، اہل سنت کے مذہب پر جمے رہنے کی تاکید فرمائی، کثیر افراد داخل سلسلہ ہوئے، پھر حضرت ۱۱ بجے وہاں سے بریلی شریف کے لئے روانہ ہو گئے، کرم بالائے کرم بریلی شریف پہونچنے کے بعد فون سے اطلاع دی اور خوشی کا اظہار فرمایا" [مفتی اعظم باسنی کے خطبات اور تبلیغی سفرنامے: ۲۹۸/۳، قلمی]

۱۱ اپریل ۲۰۰۹ بروز سنیچر کو میڑتہ میں آپ کا شان دار پروگرام ہوا۔ جس میں آپ کے ہمراہ حضرت مفتی شعیب رضا صاحب نعیمی، مولانا عاشق حسین رضوی، حاجی عبداللطیف رضوی، ممبئی والے، تشریف لائے، قرب وجوار کے ہزاروں عوام اہل سنت نے شرکت فرمائی اور زیارت سے مشرف ہوئے، اور بے شمار حضرات سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ نوریہ میں داخل ہوئے۔ مولانا حفیظ الرحمٰن، مولانا فیاض احمد صاحب رضوی نے اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت پر شان دار خطابات کئے، اور حضور تاج الشریعہ کا زبردست تعارف کروایا۔ تقریباً ۲۰ منٹ تک حضور تاج الشریعہ نے شان دار بیان فرمایا اور کچھ تحریری کام بھی کیا گیا۔

۶ رجب المرجب ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۶ اپریل ۲۰۱۵ کو حضور تاج الشریعہ اجمیر شریف سے میڑتہ تشریف لائے، رات میں شان دار پروگرام ہوا، شام تک حضرت کا قیام رہا، پھر وہاں سے مغرب سے کچھ پہلے باسنی تشریف لائے۔ میڑتہ اور باسنی کا حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا یہ آخری تبلیغی دورہ تھا اس کے بعد حضرت نے دورہ نہیں فرمایا۔

مکرانہ آمد: ۳ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۲۰۰۲ فتحپور، سجان گڈھ، لاڈنوں ہوتے ہوئے رات کو ۹ بجے مکرانہ پہونچے، حاجی حیات صاحب رضوی ایک بڑے مجمع کے ساتھ حضرت کے استقبال کے لئے کھڑے تھے۔ ہار پھول پہنا کر حضرت کا استقبال کیا گیا، پھر حاجی حیات صاحب کی فیکٹری میں داخل ہوئے۔ ۱ بجے کے قریب حضور تاج الشریعہ رونق اسٹیج ہوئے، اس پانچ روزہ سفر میں حضرت کے ساتھ مولانا محمد شہاب الدین رضوی تھے، پورا اسٹیج علما وائمہ سے بھرا ہوا تھا، سیکڑوں حضرات کو

داخل سلسلہ فرمایا،اور تھوری نصیحت بھی فرمائی،سنیت پر سختی کے ساتھ قائم رہنے اور آپس میں اتحاد و اتفاق کے ساتھ کی تاکید فرمائی،ظہر تک مکرانہ میں قیام رہا،بعد ظہر مکرانہ سے شیرانی آباد کے لئے روانہ ہوئے''[مفتی اعظم باسنی کے خطبات اور تبلیغی سفرنامے: ۳۰/۷ ۲۹، قلمی] خیال رہے کہ جامعہ ہاشمیہ اہل سنت ،سجان گڈھ میں حضور تاج الشریعہ کا شاندار استقبال ہوا اور کئی حضرات داخل سلسلہ بھی ہوئے،حضرت مولانا سید ظہور علی صاحب اشرفی وغیرہ اس وقت وہاں موجود تھے۔اسی طرح مدرسہ اسلامیہ لاڈنوں میں بھی مولانا قاضی سید ایوب صاحب ومولانا احمد قادری صاحبان نے حضرت کا شاندار استقبال کیا،حضرت نے نماز عصر بھی ادا فرمائی اور کئی ایک مرد و خواتین کو داخل سلسلہ بھی فرمایا،پھر وہاں سے ڈیڈوانہ پہونچے،مغرب کی نماز کھلی جگہ میں حضور تاج الشریعہ کی اقتدا میں ادا کی گئی۔

۱۲ اپریل ۲۰۰۹ بروز اتوار بعد نماز عشا مکرانہ ضلع ناگور شریف میں آمد ہوئی۔ہزاروں کی تعداد میں سامعین و اہل عقیدت نے شرکت فرمائی،اور آپ کے سلسلے میں داخل ہوئے،حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا مختصر مگر جامع خطاب ہوا۔

جے پور آمد: یوں حضور تاج الشریعہ کی جے پور کئی بار آمد ہوئی ہے،لیکن مجھے صرف دو مرتبہ تشریف لانے کی تفصیل ملی ہے۔ ایک مرتبہ ۱۹۹۵ میں،جس میں آپ نے بیان بھی فرمایا تھا،یہ پروگرام ''گھاٹ گیٹ نواب کے چورا ہے'' ہوا تھا،مدعو کرنے والوں میں نذیر بھائی کنویں والے،اور حضرت سید بختیار صاحب کا نام سرفہرست تھا،سیکڑوں حضرات اس وقت حضور تاج الشریعہ سے بیعت بھی ہوئے تھے۔[بروایت:حضرت سید رفیق صاحب،جے پور]

۱۹ اپریل ۲۰۱۳ میں دوسری بار حضور تاج الشریعہ جے پور تشریف لائے تھے،اس پروگرام میں راقم خود موجود تھا،باسنی سے ایک بس اور کئی ایک گاڑیاں گئی تھیں،ہزاروں کی تعداد میں دیوانے جمع تھے،یہ پروگرام ''کربلا میدان جے پور'' میں ہوا تھا،یہ پروگرام بھی حضرت سید بختیار صاحب کی کوششوں سے طے ہو پایا تھا،اسٹیج پورا کا پورا علما و ائمہ سے بھرا ہوا تھا،اسٹیج پر جانے کے لئے ٹوکن کارڈ سسٹم کیا ہوا تھا،یعنی جس کے پاس وہ کارڈ ہوتا اسے ہی اسٹیج پر جانے دیا جاتا تھا۔جس وقت حضور تاج الشریعہ کی آمد ہوئی تو پورا مجمع بے قابو ہو گیا اور سارا کا سارا مجمع بار بار کھڑا ہو رہا تھا،جب بھی کوئی گاڑی آتی نظر پڑتی تو پورا مجمع کھڑا ہو جاتا تھا۔ اس پروگرام میں حضرت سید غیاث الدین صاحب،حضرت مفتی عبدالعبود رضا صاحب قبلہ،وغیرہم رونق اسٹیج تھے۔ہزاروں کی تعداد میں لوگ داخل سلسلہ ہوئے تھے۔

اودے پور آمد: ۱۹۸۲ میں حضور تاج الشریعہ کی پہلی بار ''انجمن چوک' اودے پور میں آمد ہوئی۔

دوسری بار: ۱۹۸۸ء میں آمد ہوئی،شاندار استقبال ہوا،سیکڑوں حضرات داخل سلسلہ ہوئے۔

تیسری بار: ۱۹۹۱،محمد خلیل بھائی ازہری کی دعوت پر حضور تاج الشریعہ اودے پور تشریف لائے،اس وقت خادم کی حیثیت سے حضرت مولانا جمیل رضوی آپ کے ساتھ تھے۔

چوتھی بار: سراہنا ضلع اودے پور،۸، مئی ۱۹۹۲،ذوالفقار بھائی کی دعوت پر،ایئر پورٹ سے استقبال ہوا تھا۔سیکڑوں کی تعداد میں مرید ہوئے تھے۔

پانچویں بار: ۱۶،اکتوبر ۱۹۹۴،''ہاتھی پول چورا ہے''، پر پروگرام ہوا،ہزاروں کا مجمع تھا،اسی وقت آپ نے حضرت

سید کمال شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ کا بلند دروازہ ''باب رحمت'' کا افتتاح بھی فرمایا تھا۔ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب ساتھ میں تھے۔

چھٹی بار: جون ۱۹۹۶ء/ ۱۴۱۹ھ سلومبر تحصیل میں مسجد کی افتتاح فرمایا، اس وقت پالی سے اودے پور تشریف لائے تھے، آپ کے ہمراہ حضرت مولانا شہاب الدین صاحب رضوی تھے، اسی وقت آپ یہ کرامت بھی ظاہر ہوئی کہ ایک بچے کی آنکھوں میں روشنی آنے کے متعلق ڈاکٹر لاجواب ہو چکے تھے اور انہوں نے کہہ دیا کہ اس بچہ کی آنکھوں میں روشنی نہیں آسکتی کیوں کہ اس کی آنکھ کی پتلی ٹھہرتی ہی نہیں ہے۔ جب حضور تاج الشریعہ کے پاس اس بچے کو دعا کے لئے لے جایا گیا تو آپ نے کچھ پڑھ کر دم فرمایا، اور فرمایا: ڈاکٹر جھوٹے ہیں یہ بچہ دنیا دیکھے گا، الحمد للہ! حضور کی دعا سے اس کی آنکھوں میں روشنی لوٹ آئی اور اب وہ بچہ پورے طور پر دیکھ رہا ہے اور حافظ قرآن بن گیا ہے۔

ساتویں بار: ۱۴، جون ۲۰۰۸ء بروز جمعرات، حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا ''ہاتھی پول'' پر شاندار پروگرام ہوا، جس میں آپ نے ۴۵ منٹ خطاب فرمایا اور ہزاروں افراد داخل سلسلہ بھی ہوئے، اس وقت آپ کے ساتھ آپ کے داماد نازش ملت حضرت مولانا مفتی شعیب رضا نعیمی صاحب تھے۔

آٹھویں بار: ۱۰، اپریل ۲۰۱۶ء۔ ''ایم، جی کالج'' میں پروگرام ہوا، ایئر پورٹ سے شاندار استقبال کیا گیا، تقریباً سات سو گاڑیاں حضرت کے استقبال کے لئے ایئر پورٹ گئی تھیں، اس وقت حضرت مولانا عسجد رضا خاں صاحب قبلہ آپ کے ساتھ میں تھے۔ [بروایت: حضرت مولانا شاکر القادری فیضی رضوی، خطیب امام دھولی باوڑی مسجد، اودے پور]

جودھ پور آمد: جودھ پور حضور تاج الشریعہ ۳ بار تشریف لائے۔ ۱۹۸۶ء میں حضور تاج الشریعہ پہلی بار حضور مفتی اعظم راجستھان علیہ الرحمہ کی دعوت پر جودھ پور تشریف لائے تو منڈور سے لے کر جودھ پور شہر تک جلوس کی شکل میں شاندار استقبال ہوا، گاڑیوں اور موٹر سائیکلوں کی قطاریں لگی ہوئی تھیں، شہر کے لوگ چھتوں پر کھڑے ہو کر اس جلوس کا نظارہ کر رہے تھے، پورا شہر اس مقدس جلوس کو دیکھ کر بڑا متاثر ہوا۔ ہزاروں حضرات داخل سلسلہ ہوئے، جودھ پور کی مذہبی تاریخ میں ایسا شاندار استقبال کسی کا نہیں ہوا، بزرگ، جوان، بچے سب کے سب حضور تاج الشریعہ کے احترام و استقبال میں گھروں سے نکل پڑے تھے۔

۹، اپریل ۲۰۰۹ء اودے پور سے باسی آتے وقت آپ نے حاجی رمضان علی قادری کے گھر پر تھوڑی دیر قیام فرمایا، نماز ادا فرمائی، وہاں حضور مفتی اعظم راجستھان علیہ الرحمہ سے ملاقات بھی رہی اور بے شمار حضرات کو داخل سلسلہ بھی فرمایا۔

پالی، راجستھان میں آمد: حضور تاج الشریعہ کی ۳ بار پالی آمد ہوئی ہے۔

دوسری بار جون ۱۹۹۶ء/ ۱۴۱۹ھ میں آمد ہوئی تھی جس میں ہزاروں کا مجمع تھا جنگی میدان میں پروگرام ہوا تھا، پالی کی تاریخ میں کسی دینی پروگرام میں اتنا بڑا مجمع کبھی بھی اکٹھا نہیں ہوا، ہزاروں حضرات داخل سلسلہ رضویہ ہوئے اس وقت آپ کے ساتھ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب تھے۔ [بروایت: حاجی غلام یسین صاحب پالی]

تیسری بار: ۲۰۰۲ء میں حضور تاج الشریعہ کی ذاکر چوک پالی میں آمد ہوئی، آپ کے داماد حضرت مفتی شعیب رضا نعیمی صاحب اس وقت حضرت کے ہمراہ تھے۔ شاندار پروگرام ہوا، سیکڑوں حضرات داخل سلسلہ بھی ہوئے۔ [بروایت: صدیق بھائی رضوی، پالی]

شیرانی آباد آمد: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی شیرانی آباد ۳ بار آمد ہوئی ہے۔

۱۹۹۰ میں حضور تاج الشریعہ پہلی بار باسنی سے شیرانی آباد تشریف لائے، چھوٹی کھاٹو سے شیرانی آباد تک جلوس کی شکل میں آپ کا شاندار استقبال کیا گیا تھا، ایک رات قیام فرمایا، سیکڑوں حضرات کو داخل سلسلہ فرمایا، مدرسہ کا معائنہ بھی فرمایا۔

[بروایت: حضرت مولانا محمد حنیف صاحب رضوی شیرانی]

۳ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۲، اکتوبر ۲۰۰۲ء کو کرانہ سے چل کر رات ۸ بجے شیرانی آباد پہونچے، مغرب کی نماز ادا کی گئی، قدرے آرام کرنے کے بعد حضور تاج الشریعہ تقریباً ۱۰ بجے رونق اسٹیج ہوئے، کئی حضرات داخل سلسلہ ہوئے، ۳۰ منٹ تک بہت شاندار بیان فرمایا؛ مجیبین علما کا نام لے کر حوصلہ افزائی فرمائی" [مفتی اعظم باسنی کے خطبات اور تبلیغی سفرنامے: ۳۰ر۲۹، قلمی]

۱۲ اپریل ۲۰۰۹ کو جب آپ میڑتہ سٹی سے کرانہ کے لئے روانہ ہوئے تو تھوڑی دیر کے لئے آپ نے شیرانی آباد کے مدرسہ میں قیام فرمایا؛ جہاں سیکڑوں اہل عقیدت نے آپ کا شاندار استقبال کیا اور کئی سو حضرات داخل سلسلہ بھی ہوئے۔

[۲۰۰۹ کا یہ مکمل تبلیغی و اصلاحی دورہ والد ماجد حضرت علامہ مفتی ولی محمد صاحب رضوی مدظلہ کی کوششوں سے ہوا تھا]

فتح پور آمد: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی فتح پور ۳ بار آمد ہوئی ہے۔

۱۹۹۲ میں حضور تاج الشریعہ فتح پور تشریف لائے اور دار العلوم سلطان الہند کا سنگ بنیاد رکھا۔ شاندار پروگرام ہوا، قرب وجوار کے سیکڑوں حضرات آپ کے سلسلہ میں داخل ہوئے۔ [بروایت: مولانا فیضان رضا ابن حضرت مولانا صوفی امتیاز صاحب]

۳ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۱ اکتوبر ۲۰۰۲ء کو حضور تاج الشریعہ، اور مولانا شہاب الدین، حضرت مفتی ولی محمد صاحب رضوی وغیرہم بریلی شریف سے ٹرین کے ذریعہ جے پور آئے اور وہاں سے بذریعہ کار ۹ بجے فتح پور کے لئے روانہ ہوئے اور رات کے ۱۲ بجے فتح پور پہونچے، قیام گاہ پہونچ کر نماز ادا کی، محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری مدظلہ سے ملاقات ہوئی، تقریباً ۱ بجے رونق اسٹیج ہوئے۔ پورا اسٹیج علما سے بھرا ہوا تھا، مولانا غلام محی الدین سبحانی کا خطاب ہو رہا تھا، سیکڑوں حضرات داخل سلسلہ ہوئے، حضور تاج الشریعہ نے اہل سنت پر جمے رہنے اور صلح کلیت سے دور رہنے کی تاکید فرمائی، اور راقم وغیرہ کے نام لے کر بتایا: کہ ان (حضرت مفتی ولی محمد صاحب رضوی باسنی) سے رابطہ رکھا جائے، مولانا امتیاز صاحب نے کہا: حضرت کی آمد حضرت مفتی ولی محمد صاحب رضوی کی وجہ سے ہوئی ہے" [مفتی اعظم باسنی کے خطبات و تبلیغی سفرنامے: ۳۰ر۲۹، قلمی]

۹ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ کو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ فتح پور میں ایک شادی کے اندر نکاح خوانی کی مجلس تشریف لائے تھے۔ حضرت کے ایک مرید کے صاحبزادے کی شادی تھی، جب کہ لڑکا کسی دوسرے صاحب کا مرید تھا، لیکن ان کے والد صاحب کی خواہش تھی کہ میرے لڑکے کا نکاح حضور تاج الشریعہ ہی پڑھائیں گے جس کی خاطر اس نے ایک دن شادی کا پروگرام کینسل بھی کر دیا تھا۔ اس وقت حضور تاج الشریعہ کے ساتھ آپ کے داماد نازش ملت حضرت مفتی شعیب رضا نعیمی علیہ الرحمہ تھے۔ اسٹیج پر حضرت صوفی امتیاز صاحب رضوی، فتح پور، حضرت مولانا محمد حنیف صاحب رضوی شیرانی، محترم الحاج محمد سعید نوری صاحب، ممبئی، والد ماجد حضرت مفتی ولی محمد صاحب رضوی، باسنی، حضرت مولانا عبد الواحد صاحب اشرفی، قاضی فتح پور، حضرت مولانا امام مظہر علی صاحب، فتح پور، حضرت سید بختیار احمد صاحب رضوی، جے پور وغیرہم موجود تھے۔

چورو آمد: حضور تاج الشریعہ چورو بھی تشریف لائے ، چورو میں حضور تاج الشریعہ جناب نواب رضوی صاحب کی دعوت پر تشریف لایا کرتے تھے، زیادہ تفصیل تو معلوم نہ ہو سکی، صرف ۱۹۹۶ میں حضور تاج الشریعہ کا چورو تشریف لانا معلوم ہو سکا ہے، ممکن ہے کہ اس سے پہلے یا بعد بھی آنا ہوا ہوگا، "مفتی اعظم باسنی کے خطبات اور تبلیغی سفر نامے" جلد سوم کے مطالعہ سے حضور تاج الشریعہ کا ۲۰۰۲ میں بھی چورو آنا معلوم ہوتا ہے۔

ناگور شریف آمد: ۲۰۱۱ میں جامعہ فیضان اشفاق جولائی "غوث الوریٰ کانفرنس" میں تقریباً رات کے ۳ بجے حضرت کی آمد ہوئی۔ دیوانوں کے ایک جم غفیر نے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا شاندار استقبال کیا۔ صبح ۱۱ بجے تک حضرت کا قیام رہا، کئی حضرات کو داخل سلسلہ فرمایا، پھر یہاں سے جودھپور ہوتے ہوئے بریلی شریف تشریف لے گئے، جودھ پور تک والد ماجد حضرت مفتی ولی محمد صاحب قبلہ رضوی بھی ساتھ گئے تھے۔ راقم وغیرہ نے مصافحہ و دست بوسی کی سعادت حاصل کی تھی۔

بیکانیر آمد: ۱۹۸۳ میں حضور تاج الشریعہ ۲ مرتبہ بیکانیر تشریف لائے، محلہ قصابان میں پروگرام ہوا، حضرت مولانا غلام احمد فریدی صاحب کو خلافت عطا فرمائی، ہزاروں افراد داخل سلسلہ ہوئے، اس وقت حضور تاج الشریعہ کے ہمراہ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب تھے۔ [بروایت: حافظ سراج الدین صاحب نوری، گھڑسانہ]

دوسری بار ۱۹۸۸ میں بیکانیر میں تشریف لائے، شیتلا گیٹ کے پاس پروگرام ہوا تھا، سیکڑوں حضرات مریدین ہوئے تھے، اس وقت حضرت نے ایک مسجد کا سنگ بنیاد بھی رکھا تھا۔ [بروایت: حافظ سراج الدین صاحب نوری، گھڑسانہ]

گھڑسانہ ضلع بیکانیر آمد: حضور تاج الشریعہ ۱۹۸۳ میں پہلی بار گھڑسانہ ضلع بیکانیر تشریف لائے، حافظ سراج الدین صاحب نوری، جو حضور مفتی اعظم ہند کے مرید ہیں ان کے یہاں پورے دن قیام فرمایا، سیکڑوں حضرات داخل سلسلہ ہوئے، پھر یہاں سے کھاجووالا ہوتے ہوئے بیکانیر تشریف لائے، اور یہاں شاندار پروگرام ہوا۔ کھاجووالا میں اس وقت جو دارالعلوم نوریہ رضویہ ہے اس زمین پر حاجی لعل محمد صاحب کے کہنے سے حضرت نے دعا فرمائی، حضرت کی دعا کی برکت سے یہ ادارہ بہت جلد تعمیر ہو گیا۔ اس وقت حضرت کے ساتھ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب تھے، حضرت مفتی ولی محمد صاحب رضوی، حضرت مولانا محمد حنیف صاحب رضوی شیرانی بھی ہمراہ تھے۔ [بروایت: حافظ سراج الدین صاحب نوری، گھڑسانہ]

دوسری بار ۱۹۸۸ میں مدرسہ جمالیہ رضویہ کے پروگرام میں تشریف لائے، یہاں ہزاروں حضرات آپ سے بیعت ہوئے اور حافظ سراج الدین صاحب کے گھر پر قیام فرمایا۔ دوسری بار بیکانیر سے گھڑسانہ آتے ہوئے شاندار استقبال ہوا، سیکڑوں گاڑیاں، جیپیں، موٹر سائیکلیں اس جلوس میں شامل تھیں جسے دیکھ کر شہر کے لوگ حیران رہ گئے تھے۔

[بروایت: حافظ سراج الدین صاحب نوری، گھڑسانہ]

ہرسور ضلع اجمیر شریف: والد صاحب کی کوششوں سے حضور تاج الشریعہ اس گاؤں میں بھی ۲ مرتبہ تشریف لائے، یہاں حضرت کے سیکڑوں مریدین و معتقدین ہیں۔

گوونڈگڑھ ضلع اجمیر شریف: اس گاؤں میں ۲ مرتبہ حضور تاج الشریعہ تشریف لائے۔ پہلی بار ۱۹۷۷ میں، شاندار پروگرام ہوا، بیان سے پہلے حضرت کو معلوم ہوا کہ آپس میں نااتفاقی ہے تو حضرت نے فرمایا: پہلے تم لوگ آپس میں ایک دوسرے کو معاف

کر کے صلح وصفائی کرو، پھر میں بیان کروں گا، الحمدللہ! حضرت کی اس بات کا بڑا اثر پڑا، دیکھتے ہی دیکھتے برسوں سے ناراض تمام لوگ آپس میں گلے ملنے لگے اور ایک دوسرے کو معاف کردیا، اسی وقت پورا گاؤں حضرت کا مرید ہوگیا۔ اس وقت حضور تاج الشریعہ بذریعہ ٹرین بریلی شریف سے اجمیر شریف ہوتے ہوئے گوونڈگڑھ رکشہ پر سوار ہوکر تشریف لائے تھے۔

[بروایت: کپاؤنڈر حاجی غلام محمد رضوی، گوونڈگڑھ، ضلع اجمیر شریف]

دوسری مرتبہ میڑتہ سے گوونڈگڑھ بذریعہ لوڈ گاڑی کے تشریف لائے تھے، یہاں آپ نے شاندار نعتیں پڑھیں اور بدمذہبوں کے خلاف زبردست بیان فرمایا تھا، سیکڑوں حضرات آپ کے سلسلہ میں داخل بھی ہوئے تھے۔

[بروایت: کپاؤنڈر حاجی غلام محمد رضوی، گوونڈگڑھ، ضلع اجمیر شریف]

***

حضورتاج الشریعہ اوراہل بنارس

مولانا ڈاکٹر شفیق اجمل قادری، مہتمم جامعہ تاج الشریعہ، بنارس

حضور تاج الشریعہ، بدر الطریقہ، شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خاں قادری ازہری قدس سرہٗ العزیز کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کے علوم کے وارث وامین، حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں قادری کے علم وفضل کے آئینہ اور حضور مفتی اعظم ہند حضرت مفتی مصطفیٰ رضا خاں قادری کے جانشین اور قائم مقام تھے۔ آپ کی ذات پوری جماعت اہلسنت کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتی تھی۔ آپ ہر جہت سے اپنے آبا واجداد کے حقیقی وارث وامین تھے۔ علم وفضل اور زہد وتقویٰ میں اپنے اسلاف کے عکس جمیل تھے۔ حضور تاج الشریعہ کی شخصیت کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ آپ بیک وقت مفکر ومدبر ہونے کے ساتھ ساتھ علوم عقلیہ ونقلیہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ حضور تاج الشریعہ کی ولادت ۲۶ رذی قعدہ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ رنومبر ۱۹۴۳ء کو محلہ سوداگران بریلی شریف میں ہوئی اور تقریباً ۷۵ رسال کی عمر شریف میں ۲۰ رجولائی ۲۰۱۸ء کو اس دار فانی سے رحلت فرماگئے۔ ان کا وصال نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے عالم اسلام کے لیے ناقابل تلافی نقصان ہے۔

اہل بنارس کے خانوادۂ رضویہ سے روابط: خانوادۂ رضویہ بریلی شریف سے اہل بنارس کے بڑے گہرے روابط رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ (م ۱۹۲۱ء) کے عہد سے ہی بنارس اور بریلی کے رشتہ نظر آتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی نے بنارس کا سفر فرمایا اور اپنے مبارک قدموں سے اسے سرفراز فرمایا۔ قطب بنارس مولانا شاہ عبدالحمید فریدی بناری قدس سرہٗ (م ۱۹۲۱ء) کے وصال پر تاریخی قطعہ تحریر فرمایا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کی بارگاہ میں بنارس سے ۹۲ ر استفتے کیے گئے جن میں قطب بنارس مولانا رضا علی بناری قدس سرہٗ (م ۱۸۹۵ء)، قطب بنارس مولانا شاہ عبدالحمید فریدی بناری قدس سرہٗ جیسی نابغۂ روزگار شخصیتیں اپنے درپیش مسائل کی عقدہ کشائی کے لیے حاضر ہوئیں۔ شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری قدس سرہٗ (م ۱۹۴۳ء) نے متعدد بار بنارس کا دورہ فرمایا۔ مسلمانان بنارس کی علمی وروحانی پیاس کو بجھایا اور فتنۂ باباخلیل داس کی سرکوبی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ شہزادۂ اعلیٰ حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں قادری قدس سرہٗ (م ۱۹۸۱ء) کو تو شہر بنارس سے خاص قلبی لگاؤ تھا۔ یہاں کی ایک بڑی تعداد آپ کے سلسلۂ ارادت میں تھی۔ مفسر اعظم مولانا ابراہیم رضا خاں قادری قدس سرہٗ (م ۱۹۶۵)، ریحان ملت مولانا ریحان رضا خاں قادری قدس سرہٗ (م ۱۹۸۵ء)، امین شریعت مولانا سبطین رضا خاں قادری قدس سرہٗ (م ۲۰۱۵ء)، صدر العلما مولانا تحسین رضا خاں قادری قدس سرہٗ (م ۲۰۰۷ء) کے بھی شہر بنارس کے تبلیغی دورے ہوتے رہے۔ ایک طرف جہاں پوری دنیائے اسلام ان بزرگوں کے علمی وروحانی فیضان سے مالامال ہوتی رہی وہیں شہر بنارس بھی اس سے مستثنیٰ نہ رہا۔ وارث علوم اعلیٰ حضرت جانشین حضور مفتی اعظم حضور

تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خاں قادری ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان کے بنارس پر خاص فیضان رہے ہیں۔ شہر بنارس میں اہلسنّت وجماعت کی ایک بڑی تعداد آپ کے حلقۂ ارادت سے وابستہ ہے۔ غرض کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہٗ سے لے کر دور حاضر تک خانوادۂ رضویہ کا خاص فیضان سرزمین شہر بنارس پر رہا ہے۔

سجادگی کا عمامہ: حضور مفتی اعظم ہند نے اپنے آخری ایام میں اپنی جانشینی کے متعلق ایک تحریر خود لکھی جس میں حضور تاج الشریعہ کو اپنا جانشین اور قائم مقام نامزد کیا۔ آپ کے والد ماجد حضور مفسر اعظم ہند نے حضور تاج الشریعہ کو فراغت سے قبل ہی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کا جانشین بنایا اور ایک تحریر بھی عنایت فرمائی۔ اعلیٰ حضرت کی یہ جانشینی حضور مفسر اعظم ہند کو حضور حجۃ الاسلام کے واسطے سے ملی تھی۔ حضور مفسر اعظم ہند نے اپنی حیات میں ہی حضور تاج الشریعہ کو سجادگی کی دستار باندھی۔ ان کی دستار اور عبا اہل بنارس کی جانب سے پیش کی گئی تھی۔ اس دور میں منظر اسلام میں طلبہ کو دستار اور عبا اہل بنارس کی طرف سے ہی پیش کی جاتی تھی۔ ریحان ملت مولانا ریحان رضا خاں قادری مہتمم منظر اسلام اپنی ادارت میں شائع ہونے والے ماہنامہ "اعلیٰ حضرت" میں بعنوان "کوائف دار العلوم" میں تحریر فرماتے ہیں: (اس وقت مفسر اعظم ہند کی طبیعت بہت زیادہ علیل تھی)

"بوجہ علالت یہ توقع نہیں کہ اب زیادہ زندگی ہو بنا بریں ضرورت کہ دوسرا قائم مقام ہو۔ لہٰذا اختر رضا سلمہ کو قائم مقام و جانشین اعلیٰ حضرت بنا دیا گیا۔ جانشینی کا عمامہ باندھا گیا اور عبا پہنائی گئی یہ دستار اور عبا اہل بنارس کی طرف سے ہوئی۔"

(سوانح تاج الشریعہ، ص ۵۱)

اس واقعہ نے خانوادۂ رضویہ اور اہل بنارس کے رشتہ کو اور مضبوط کر دیا۔ حضور تاج الشریعہ کی سجادگی جیسے اہم منصب کے لیے اہل بنارس کی جانب سے عمامہ اور عبا پیش کرنا اور خانوادۂ رضویہ کا اسے شرف قبولیت سے نوازنا عشق وعقیدت سے لبریز ایک تاریخی واقعہ ہے جس پر اہل بنارس جتنا بھی ناز کریں کم ہے۔

بنارس کا پہلا سفر: حضور تاج الشریعہ اور اہل بنارس کے جو روابط ہیں وہ تقریباً نصف صدی پر محیط ہیں۔ ایک مرتبہ راقم نے حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ حضور آپ کی بنارس پہلی آمد کب ہوئی تھی۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں جامعہ ازہر مصر سے تعلیم حاصل کر کے ہندوستان واپس آیا تو کچھ عرصہ کے بعد پہلی بار بنارس حاضر ہوا۔ حضور تاج الشریعہ ۱۹۶۶ء میں مصر سے واپس آتے ہیں گویا ۶۷/۱۹۶۶ء میں آپ کی پہلی بار بنارس تشریف آوری ہوئی۔ پورے پچاس سالوں تک حضور تاج الشریعہ اہل بنارس پر اپنے فیضان کرم کی بارش کرتے رہے۔ شہر بنارس کو یہ شرف بھی حاصل رہا کہ حضور تاج الشریعہ نے جن شہروں کا زیادہ سفر فرمایا ان میں بنارس بھی شامل رہا۔ حضور تاج الشریعہ کی سال میں کئی کئی مرتبہ بنارس تشریف آوری ہو جایا کرتی تھی اور حضور تاج الشریعہ کے علم و فضل اور رشد و ہدایت کی کرنوں سے اہل بنارس فیضیابی حاصل کرتے تھے۔

بنارس کی آخری آمد: حضور تاج الشریعہ کی آخری آمد ۷/اپریل ۲۰۱۷ء کو شہر بنارس میں ہوئی۔ بنارس میں تین روز قیام رہا اور ۱۰/اپریل ۲۰۱۷ء کو حضور تاج الشریعہ بنارس سے واپس تشریف لے گئے۔ غالباً یہ حضور تاج الشریعہ کے بیرون بریلی کا آخری تبلیغی سفر تھا اس سفر سے بھی حضور تاج الشریعہ کی اہل بنارس پر بے پناہ شفقت و محبت ظاہر ہوتی ہے۔ داماد تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی شعیب رضا صاحب قبلہ نور اللہ مرقدہٗ کی طبیعت سخت علیل تھی۔ وہ دہلی کے ایک اسپتال میں آئی سی یو (ICU) میں

ایڈمٹ تھے۔اس وقت حضرت کے سارے پروگرام ملتوی ہو چکے تھے جن میں بنارس سے قبل جمشید پور اور کلکتہ کا بھی پروگرام تھا یہ دونوں پروگرام بنارس سے ملحق تھے۔ اہل بنارس بھی مایوس تھے کہ حضرت شعیب میاں صاحب قبلہ کی سخت علالت کے باعث حضرت بنارس تشریف نہیں لا رہے ہیں۔ ۷/اپریل کی صبح حضور تاج الشریعہ کے حکم پر داماد شہزادۂ تاج الشریعہ مفتی عاشق حسین کشمیری نے برادرم حافظ سیف الملک رضوی خلیفہ حضور تاج الشریعہ کو فون پر یہ مژدہ سنایا کہ حضرت آج تشریف لا رہے ہیں۔

اہل بنارس کی خوشی کی انتہا نہ رہی، مرجھائے ہوئے چہرے جوش مسرت سے کھل گئے ہر طرف خوشی کی لہر دوڑ گئی حضور تاج الشریعہ شام ۶ بجے بذریعہ طیارہ بنارس تشریف لائے۔ کثیر تعداد میں عاشقان تاج الشریعہ ایئر پورٹ پر حاضر رہے اور اپنے مرشد گرامی کا والہانہ استقبال کیا۔ ۷/اپریل کو ریوڑی تالاب میں آل انڈیا تبلیغ سیرت کا جلسہ ہوا۔ ۸/اپریل کو مچھلی شہر اور ۹/اپریل کو مغل سرائے میں ایک عالیشان پروگرام ہوا۔ یہ حضرت کی مغل سرائے میں پہلی مرتبہ آمد تھی۔ پچاس ہزار سے زائد کا مجمع تھا اور اکثر نے حضرت سے بیعت حاصل کی۔ ۱۰/اپریل کی صبح حضرت واپس دہلی تشریف لے گئے۔ ایسے وقت میں جب کہ حضرت شعیب میاں صاحب قبلہ سخت علیل ہیں حضور تاج الشریعہ کا سارا پروگرام ملتوی ہو چکا ہے، حضرت کا بنارس تشریف لانا اہل بنارس سے بے پناہ محبت کا نتیجہ ہے۔ حضور تاج الشریعہ کی یہ غیر معمولی نوازشات قدم قدم پر اہل بنارس کو حاصل ہوتی رہی۔

سنی کانفرنس: ۲۰۱۲ء میں ایسا ہی ایک اور واقعہ پیش آیا تھا۔ آل انڈیا تبلیغ سیرت اور اسلامک فاؤنڈیشن کے اشتراک سے بنارس کے وسیع و عریض بنیا باغ میدان میں ایک اجلاس بنام "سنی کانفرنس" کا انعقاد مورخہ ۹/دسمبر ۲۰۱۲ء کو نہایت تزک واحتشام سے کیا گیا۔ شہر بنارس کی مذہبی تاریخ کا یہ اب تک کا سب سے بڑا اجلاس تھا جس میں تقریباً دو لاکھ عوام اہلسنت اور ایک ہزار سے زائد مشائخ اور علمائے کرام جمع ہوئے۔ پورا مجمع حضور تاج الشریعہ کے عشق میں ڈوبا ہوا نظر آتا تھا۔ ہر چہار جانب بستی بستی قریہ قریہ تاج الشریعہ تاج الشریعہ کی گونج تھی۔ ان کا عشق دیدنی تھا۔ اس اجلاس نے بنارس کی مذہبی تاریخ میں ایک نئے باب کا آغاز کیا۔ بنارس اور مضافات میں مسلک اعلیٰ حضرت کی صدائیں بازگشت کرنے لگی تقریباً پورا مجمع حضور تاج الشریعہ کی ارادت میں شامل ہو گیا۔

اس اجلاس کی تیاری جب پورے شباب پر چل رہی تھی تو تین روز قبل یہ خبر آئی کہ حضور تاج الشریعہ کی طبیعت کافی ناساز ہے جس کی وجہ سے بنارس تشریف نہیں لائیں گے۔ یہ خبر آتے ہی پورے بنارس میں مایوسی طاری ہو گئی۔ والد ماجد حاجی عبد الرب رضوی اور بڑے والد حاجی عبد العظیم رضوی نے راقم اور برادرم حافظ سیف الملک رضوی کو بریلی جانے کا حکم دیا کہ وہاں جا کر حضرت کی عیادت کریں اور حالات سے آگاہ کریں۔ ہم لوگ صبح بریلی پہنچ کر سب سے پہلے حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ سلام اور دست بوسی کی۔ حضرت کی طبیعت دیکھ کر کافی رنجیدہ ہوئے۔ حضرت کی پیٹھ میں ایک بڑا اور گہرا زخم (پھوڑا) ہو گیا تھا جس سے حضرت کو کافی تکلیف تھی۔

ہم لوگوں کے بریلی پہنچنے کو حضور تاج الشریعہ کی نگاہ ولایت نے سمجھ لیا کہ یہ لوگ ہم کو بنارس لے جانے کے لیے آئے ہیں مگر حضرت کی طبیعت اور زخم کو دیکھتے ہوئے ہم لوگوں کی ہمت نہیں تھی کہ بنارس چلنے کی کوئی بات کی جائے۔ کیونکہ ایسی حالت میں سفر کرنا بھی مناسب نہیں تھا۔ مگر حضور تاج الشریعہ کی اہل بنارس پر کرم فرمائی کا مشاہدہ کریں۔ حضرت نے حضور عسجد میاں صاحب قبلہ کو بلوایا اور کہا کہ بنارس چلنے کا انتظام کیا جائے۔ حضرت کی زبان سے یہ کلمہ سنتے ہی ہم حیران و ششدر رہ گئے کہ آپ ایسی طبیعت اور ایسی

حالت میں بھی اہل بنارس پر کس قدر شفیق ومہربان ہیں کہ بنارس چلنے کی بات کہہ رہے ہیں۔ یقیناً حضور تاج الشریعہ کا یہ سفر اہل بنارس سے ان کا گہرا لگاؤ اور محبت کا نتیجہ تھا۔

آل انڈیا تبلیغ سیرت: مذہب اسلام کی دعوت وتبلیغ اور تشریح واشاعت کے متعدد وسائل وذرائع ہیں حضور تاج الشریعہ نے جہاں تصنیف وتالیف، درس وتدریس، فقہ وافتا کے ذریعہ علم وفضل کے گوہر لٹائے وہیں وعظ ونصیحت سے بھی صیانت دین وحمایت دین کا گراں قدر فریضہ انجام دیا۔ پروردگار عالم نے انہیں تسخیر قلوب کی دولت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا تھا۔ وہ جدھر گزر گئے ادھر ہزاروں دل ان کے لیے فرش راہ بنے۔ آل انڈیا تبلیغ سیرت بنارس کے اجلاس کو یہ انفرادیت حاصل رہی جہاں حضور تاج الشریعہ مسلسل ۲۵ رسالوں تک تشریف لاتے رہے۔ یہ جلسہ حضرت کی دی ہوئی تاریخ پر ہی منعقد پذیر ہوتا تھا۔ حضور تاج الشریعہ اسے خود اپنا جلسہ فرماتے تھے۔ اس واقعہ سے حضور تاج الشریعہ کی شہر بنارس سے غیر معمولی وابستگی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ حضور تاج الشریعہ کی شہر بنارس میں دیگر دوسرے اجلاس اور مدرسوں کی دستار بندی میں بھی بارہا تشریف آوری ہوتی رہی۔

مقناطیسی شخصیت: حضور تاج الشریعہ کی شخصیت ایک مقناطیسی شخصیت تھی وہ جہاں جاتے خلق خدا کا ہجوم ہوتا۔ علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ ایک موقع پر جب بنارس تشریف لائے تھے وہ کہتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے حضور تاج الشریعہ کو غیر معمولی مقبولیت عطا فرمائی ہے وہ جہاں جاتے ہیں لوگوں کا ہجوم ہوتا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ فرشتوں نے ندا کی ہو کہ چلو! حضور تاج الشریعہ تشریف لائے ہیں۔ ۲۰۱۴ء کا واقعہ ہے حضرت کا الہ آباد میں ایک پروگرام تھا اور وہیں سے واپس بریلی شریف جانا تھا۔ مگر پروگرام کے بعد بنارس آنے کا ارادہ فرمایا اور ظہر کے وقت بنارس تشریف لائے۔ ہم لوگوں نے حضرت کی اجازت سے رات میں مسلم انٹر کالج للہ پورہ میں اسلامک فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام ایک جلسہ کا انعقاد کیا۔ آناً فاناً میں ہوئے اس جلسہ میں خلق خدا کا سیلاب دیکھ کر لوگ حیران تھے۔ تقریباً پچاس ہزار سے زائد کا مجمع تھا جو اپنے عظیم محسن ومربی کے دیدار کے لیے پروانہ کی طرح مچل رہا تھا۔ حضور تاج الشریعہ کے فیضان کا یہ عالم تھا کہ الیکشن کا دور تھا۔ عوامی جلسہ کے لیے منظوری ملنا مشکل کام تھا مگر یہ سارا کام صرف چار گھنٹہ میں پورا ہو گیا۔ جلسہ کے بعد عوام کا یہ تاثر تھا کہ لوگ سالوں سے جلسہ کی تیاری کرتے ہیں اور ایسا کامیاب جلسہ نہیں کرا پاتے اور یہاں تو صرف چار گھنٹہ میں یہ سب کچھ ہو گیا۔ یقیناً یہ حضور تاج الشریعہ کا فیضان کرم تھا۔

مریدوں کی دل جوئی: حسن اخلاق ایک عظیم نعمت ہے اس سے انسانی سیرت چمک دار ہو جاتی ہے اور جب سیرت چمکتی ہے تو صورت بھی چمکنے لگتی ہے۔ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ اخلاق کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''خلق انسان کی اس ہیئت کا نام ہے جس سے تمام اخلاق بلا تکلف صادر ہوں اگر افعال شرعاً وعقلاً عمدہ وقابل تعریف ہوں تو اس ہیئت کو خلق نیک اور اگر افعال برے ہوں یا قابل ندامت ہوں انہیں خلق بد کہتے ہیں۔'' (احیاء العلوم، ج ۳، ص ۵۹)

ہمارے بزرگان دین واکابرین ملت اس وصف (خلق نیک) سے ہمیشہ متصف رہے اور اسی وصف سے انہوں نے دلوں کی سرزمین کو فتح کیا اور اپنے ان نمایاں اوصاف کو قلب وجگر پر ہمیشہ کے لیے نقش کر دیا۔ حضور تاج الشریعہ کے حسن اخلاق سے راقم اس وقت بہت متاثر ہوا جب والد ماجد حاجی عبدالرب رضوی کے ہمراہ بریلی شریف حضرت کے دولت کدہ پر حاضر تھا۔ ۲۰۱۱ء کا واقعہ ہے میں والد صاحب کے ساتھ سفر حج کی تیاری کر رہا تھا کہ حج میں جانے سے پہلے بریلی شریف مرشد گرامی کی

بارگاہ میں حاضری دی۔ والد صاحب نے مرشد گرامی حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں حج کے لیے جانے کی بات عرض کی تو آپ نے دعا فرمائی اور اجازت سے سرفراز کیا۔

حضور تاج الشریعہ نے مزید ارشاد فرمایا کہ میں تو فلاں تاریخ کو تبلیغ سیرت کے اجلاس میں شامل ہونے بنارس آ رہا ہوں۔ والد صاحب نے مسکراتے ہوئے عرض کیا کہ حضور جب آپ تشریف لائیں گے تو میں حج کے لیے جا چکا ہوں گا۔ حضرت نے جانے کی تاریخ پوچھی۔ والد صاحب نے تاریخ بتائی جو تبلیغ سیرت کے پروگرام سے ایک ہفتہ قبل کی تھی، تو حضور تاج الشریعہ نے فوراً ممبئی حاجی یونس قریشی کو فون کیا کہ میں فلاں تاریخ میں ممبئی رہوں گا اور وہیں سے میں بنارس جاؤں گا۔ آپ ٹکٹ بنالیں۔ ہم حیران تھے کہ ابھی تو ایک ہفتہ بعد حضرت کو تبلیغ سیرت کے اجلاس میں بنارس آنا ہی ہے مگر حضور تاج الشریعہ کی کرم فرمائی اپنے مریدوں پر کس درجہ ہے اور کیسی نوازشات ہے اپنے چاہنے والوں پر کہ ایک ہفتہ میں دو دو بار بنارس تشریف لا رہے ہیں۔ آپ کی یہ شفقت اور محبت جملہ مریدوں پر یکساں تھی۔ حضور تاج الشریعہ کے اخلاق و کردار کا عالم یہ تھا کہ ہر مرید یہی محسوس کرتا کہ حضور اسے سب سے زیادہ چاہتے ہیں۔ حضور تاج الشریعہ کو شہر بنارس سے خاص الفت و محبت تھی اور وہ یہاں کے باشندگان پر حد درجہ مہربان تھے۔

حضور تاج الشریعہ کی کرامت: حضور تاج الشریعہ کی پرنور صورت، حقانیت وصداقت کی ایک ایسی کتاب تھی جسے پڑھ لینے کے بعد دلوں کے دروازے خود بخود کھل جاتے تھے۔ جہاں وہ علم وعمل کے حسین سنگم تھے وہیں صاحب کشف وکرامت بھی تھے۔ دراصل وہ علم وعرفان کا ایک ناپیدا کنار سمندر تھے۔ حضور تاج الشریعہ کی ذات بابرکات سے جو خوارق عادات امور رونما ہوئے انہیں بلاشبہ کرامتوں کا نام دیا جائے گا جس کی ایک طویل فہرست ہے۔ مولانا شہاب الدین رضوی نے تو آپ کی حیات میں ہی ''کرامات تاج الشریعہ'' کے نام سے مستقل ایک کتاب تحریر فرمائی۔ یہاں میں صرف شہر بنارس سے متعلق چند واقعات کو صفحۂ قرطاس پر رقم کر رہا ہوں۔

نماز کے لیے ٹرین کا رکنا: ۲۰۱۵ء میں حضور تاج الشریعہ بریلی شریف سے بذریعہ ٹرین بنارس تشریف لا رہے تھے۔ اس سفر میں نماز کے لیے ٹرین کا رکنا اور حضور تاج الشریعہ کا نماز مکمل کرنا۔ اس پورے واقعہ کو مولانا شہاب الدین رضوی کرامات تاج الشریعہ میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

''۱۱ مارچ ۲۰۱۵ء کو حضرت تاج الشریعہ بنارس کے لیے کاشی وشوناتھ ایکسپریس سے روانہ ہوئے۔ عصر کی نماز بریلی جنکشن پر ادا فرمائی۔ مغرب شاہجہاں پور میں ادا کی اور عشاء کے وقت ٹرین لکھنؤ پہنچ گئی۔ اسٹیشن پہنچنے سے پہلے حضرت بیت الخلاء گئے جب حاجت سے فارغ ہوئے تو ٹرین کے چھوٹنے کا وقت ہو گیا۔ حضرت جب بیت الخلاء سے باہر تشریف لائے اس وقت تک ٹرین روانہ نہیں ہوئی تھی مگر چند لمحہ میں ٹرین چلنے لگی۔ حضرت نماز عشاء ادا کرنے کے لیے جائے نماز نکالنے کا حکم دے رہے تھے۔ برادرم محمد یوسف اختر رضوی نے بیگ سے جائے نماز نکالی۔ حضرت نے فرمایا، مصلی بچھا دو تو یوسف رضوی نے کہا کہ حضور ٹرین چلنے لگی ہے۔ حضرت کے حکم پر مصلی بچھا دیا گیا۔ جیسے ہی مصلے پر حضرت نے قدم رکھا فوراً ٹرین رک گئی۔ حضرت نماز کے لیے کھڑے ہو گئے، ٹرین میں جگہ تنگ اور حضرت کی نقاہت کو دیکھتے ہوئے ایک طرف محب محترم مفتی محمد شعیب رضا قادری اور دوسری طرف یہ راقم السطور معمولی سہارا دیتے رہے۔ حضرت نے اطمینان کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز عشاء ادا فرمائی، بس سلام

پھیرتے ہی ٹرین چلنے لگی۔ حضرت نے سلام پھیرا، پھر فرمایا کہ ٹرین کہاں پر ہے، راقم نے عرض کیا حضور ٹرین ابھی پلیٹ فارم پر ہی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ چلو الحمدللہ نماز اپنے وقت پر ادا ہوگئی۔ اس کرامت کے ظہور کے وقت مولانا عاشق حسین کشمیری، الحاج محمد یوسف نوری (پوربندر)، الحاج شاہنواز حسین رضوی (دوبئی) موجود تھے۔'' (کرامات تاج الشریعہ ص ۵۷)

ہوٹل کا کھلنا: ۲۰۰۸ء کا واقعہ ہے حضور تاج الشریعہ بنارس تشریف فرما تھے۔ یہاں ایک ہوٹل جس کا نام ہوٹل براڈوے ہے جو وجے نگرم روڈ پر واقع ہے۔ شہر بنارس کی انتظامیہ نے کچھ باتوں کو لے کر متعصبانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے اس ہوٹل کو بند کرا دیا۔ اس کو بند ہوئے ایک طویل عرصہ ہو چکا تھا اور فی الحال کھلنے کی کوئی تدبیر نظر نہ آتی تھی۔ حضرت کی بارگاہ میں ہوٹل کے مالک آئے اور حضرت سے اپنے ہوٹل لے چلنے اور دعا کرنے کی درخواست کی۔ حضرت نے ان کی گذارش کو قبول فرمایا۔ شام حضرت کے ہمراہ ہم لوگ ہوٹل پہنچے۔ ہوٹل کا ایک چھوٹا دروازہ پیچھے سے کھلا تھا۔ حضرت نے کچھ وظائف پڑھ کر ایک طویل دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا ''ان شاءاللہ بہت جلد ہوٹل کھل جائے گا۔'' ابھی ایک ہفتہ نہیں گزرا کہ ہوٹل کھلنے کا آرڈر آ گیا۔ یقیناً یہ حضرت کا فیض اور دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ ایک طویل عرصے سے بند ہوٹل حضور تاج الشریعہ کی دعا سے ایک ہفتہ کے اندر کھل جاتا ہے۔

جامعۃ الرضا اور بنارس: بریلی شریف سواد اعظم اہلسنت و جماعت کا مرکزی شہر ہے مگر یہاں پر ایسا کوئی وسیع اور جامع ادارہ نہ ہونے کی وجہ سے تشنگان علوم کو مایوسی ہوتی رہی۔ حضور تاج الشریعہ نے اس مذہبی ضرورت کو محسوس کیا اور عرس رضوی کے موقع پر ۲۹ رمئی ۲۰۰۰ء کو ''مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا'' کی اپنے مقدس ہاتھوں سے بنیاد رکھی۔ جامعۃ الرضا کے قیام کے سلسلہ کی ایک اہم میٹنگ بنارس میں حاجی عبدالعظیم رضوی کے مکان پر بھی ہوئی جس میں حضور تاج الشریعہ خود شریک رہے۔ اہل بنارس نے جامعۃ الرضا کے قیام کے لیے بھرپور تائید کی اور زمین کی خریداری میں تعاون بھی پیش کیا۔ اہل بنارس جامعۃ الرضا کے قیام سے لے کر اب تک اپنی ہر ممکن خدمات کو پیش کرتے رہے۔ جامعۃ الرضا امام احمد رضا ٹرسٹ کے زیر اہتمام حسن وخوبی کے ساتھ تعلیمی اور تعمیری مراحل طے کر رہا ہے۔ امام احمد رضا ٹرسٹ کے تین ٹرسٹی شہر بنارس سے ہیں جن کے اسمایہ ہیں: حاجی عبدالعظیم رضوی، حاجی عبدالرب رضوی اور حاجی امیر احمد رضوی۔ آپ اس بات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضور تاج الشریعہ اہل بنارس پر کس قدر اعتماد فرماتے تھے کہ جامعۃ الرضا کے قیام اور اس کے انتظام و انصرام میں اہل بنارس کو ہمیشہ شامل رکھا۔

بنارس میں قیام: اہل بنارس کو یہ شرف بھی حاصل رہا کہ حضور تاج الشریعہ جب بھی بنارس کے اطراف واکناف کا تبلیغی دورہ فرماتے مثلاً گھوسی، مبارک پور، غازی پور، بلیا، الہ آباد، بھدوہی، اوبرا وغیرہ تو بنارس میں ہی قیام پذیر ہوتے اور یہیں سے ان مقام کا دورہ کرتے۔ بنارس میں آخر کے بیس، بائیس سال برادرم حافظ سیف الملک رضوی کے مکان پر حضرت کا قیام رہتا۔ یہاں وہ حضرت کے معمولات اور آرام کا پورا خیال رکھتے یہی وجہ تھی کہ آپ جب بھی بنارس تشریف لاتے انہیں کے مکان پر قیام فرماتے۔ حضرت کی خاص نگاہ کرم ان پر تھی۔ وہ بعض تبلیغی اسفار میں حضرت کے ساتھ رہے اور ۲۰۱۳ء میں حضور تاج الشریعہ کے یورپ کے تبلیغی سفر میں بھی وہ حضرت کی خدمت میں رہے۔

حضور تاج الشریعہ سے منسوب ادارے: جس طرح اہل بنارس پر حضور تاج الشریعہ کی خصوصی نوازشات رہی ہیں ویسے ہی اہل بنارس اپنے محسن و مربی، مرشد گرامی سے والہانہ عقیدت بھی رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بنارس اور مضافات بنارس میں درجنوں مذہبی

ادارے حضور تاج الشریعہ کی نسبت سے قائم کیے گئے۔ ۲۰۱۰ء میں ڈھریا، لوہتہ، بنارس میں جامعہ تاج الشریعہ کا قیام عمل میں آیا۔ غالباً یہ حضور تاج الشریعہ کی نسبت کا پہلا مدرسہ ہے۔ محلہ بجرڈیہہ میں ایک مدرسہ فیضان تاج الشریعہ کے نام سے بھی قائم ہوا۔ شاہ پور میں ایک بڑا اور عالیشان مدرسہ "جامعہ تاج الشریعہ منیر العلوم" اور پڑاؤ میں ایک مدرسہ "جامعہ تاج الشریعہ" کے نام سے زیرِ تعمیر ہے۔ جامعہ حنفیہ غوثیہ، بجرڈیہہ میں عالیشان تاج الشریعہ لائبریری بنائی گئی۔ جس کا افتتاح یکم اپریل ۲۰۰۷ء کو شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ عسجد رضا خاں صاحب قبلہ نے کیا۔ اس کے علاوہ کئی مساجد حضور تاج الشریعہ کے نام سے بنائی گئی جن میں مسجد تاج الشریعہ نئی بستی مغل سرائے، مسجد تاج الشریعہ دھرارا، تاج الشریعہ چپلی مسجد گوپالا پور، تاج الشریعہ اولیا مسجد چھوٹا مرزا پور، مسجد تاج الشریعہ کٹھوری مغل سرائے، جامع مسجد تاج الشریعہ رام نگر، مسجد چھاونی تاج الشریعہ قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ بہت ساری تنظیمیں بھی حضور تاج الشریعہ کی جانب منسوب ہیں جو تبلیغ و اشاعت کا فریضہ انجام دے رہی ہیں۔

حضور تاج الشریعہ کی نعتیہ شاعری اور بنارس: حضور تاج الشریعہ کی شخصیت کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ آپ بیک وقت مفکر و مدبر اور محدث و فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم عاشقِ رسول اور عمدہ نعت گو شاعر بھی تھے۔ حضور تاج الشریعہ کا مجموعہ کلام "سفینۂ بخشش" کے نام سے موسوم ہے۔ حضور تاج الشریعہ کی حیات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی زندگی کے خزانے میں وہ تمام جواہر پارے پوری آن بان اور آب و تاب کے ساتھ موجود ہیں جو ایک مکمل نعت کہنے کے لیے ضروری ہیں۔ حضور تاج الشریعہ کی نعتیہ شاعری عشق و وارفتگی کا ایک حسین گلدستہ ہے جو ہماری سیرت و بصیرت میں خوب صورت اضافے کرتی ہے۔ انہوں نے نعتیہ شاعری برائے شاعری نہیں کی بلکہ جذبۂ بے اختیار شوق کے تحت کی ہے۔

شہر بنارس میں رضا اسلامک مشن کے تحت ایک طویل عرصے سے طرحی نعتیہ مشاعرہ کا انعقاد ہوتا ہے جس میں ملک کے مشاہیر نعت گو شعرا شرکت فرماتے ہیں۔ اس مشاعرہ کو یہ اعزاز حاصل رہا ہے کہ حضور تاج الشریعہ نے دو مرتبہ اس میں بہ نفسِ نفیس شرکت فرمائی اور اپنے کلام سے عاشقانِ رسول کو محظوظ فرمایا۔ ذیل میں دونوں نعتیہ کلام کے ایک ایک شعر پیش کیے جاتے ہیں ؎

وجہِ نشاطِ زندگی راحتِ جاں تم ہی تو ہو
روحِ روانِ زندگی جانِ جہاں تم ہی تو ہو

منور میری آنکھوں کو مرے شمس الضحیٰ کر دیں
غموں کی دھوپ میں وہ سایۂ زلفِ دوتا کر دیں

اس کے علاوہ حضور تاج الشریعہ نے رضا اسلامک مشن کے طرحی مشاعرہ کے لیے ایک اور نعت بھی تحریر فرمائی۔ اپنی علالت کے باعث مشاعرہ میں شرکت نہ فرما سکے مگر فون سے اپنا کلام مشاعرہ میں پیش کیا۔ وہ کلام یہ ہے ؎

فرشتے جس کے زائر ہیں مدینے میں وہ تربت ہے
یہ وہ تربت ہے جس کو عرشِ اعظم پر فضیلت ہے

ویسے تو سفینۂ بخشش کا ہر کلام مشہور و مقبول ہے مگر یہ تینوں کلام جو حضور تاج الشریعہ نے بنارس کے طرحی مشاعرہ کے لیے تحریر فرمایا وہ بھی مقبولِ زمانہ ہوئے اور عاشقانِ رسول کی اکثر محفلوں میں یہ کلام پڑھے جانے لگے۔

بنارس کے دینی ادارے: خانوادۂ رضا اپنی علمی جلالت اور روحانی فضل و کمال کے سبب عوام و خواص کا ہمیشہ مرکز نگاہ بنا رہا۔ اس خانوادے کی علمی و روحانی شخصیتیں دینی اداروں کی سرپرستی فرماتی رہیں۔ حضور تاج الشریعہ کی بھی دینی ہمدردی اور اشاعت دین روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ حضور تاج الشریعہ نے شہر بنارس کے دینی تعلیمی اداروں کی سرپرستی بھی فرمائی، وہاں کا دورہ بھی کیا، تعلیمی نظام کا جائزہ بھی لیا اور اس کی ترقی کے لیے دعائیں بھی کیں۔ شہر بنارس کا قدیم ادارہ جامعہ حمیدیہ رضویہ میں ۳۰ راگست ۱۹۷۵ء کو منعقدہ دستار بندی کے جلسہ میں حضور تاج الشریعہ نے شرکت فرمائی اور مدرسے کے معائنہ رجسٹر میں اپنے تاثر کو تحریر فرمایا۔ ملاحظہ فرمائیں:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم۔ آج بتاریخ ۲۱ رشعبان ۹۵ ۱۳ھ بروز ہفتہ جامعہ حمیدیہ رضویہ واقع مدن پورہ بنارس میں حاضر ہوا۔ ختم بخاری کے جلسہ میں شرکت کی جن امور کی طرف حضرت حافظ ملت مدظلہ العالی نے توجہ دلائی وہ واقعی قابل توجہ و لحاظ ہیں۔ مولائے کریم اراکین کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور مدرسہ کو اعلیٰ مدارج ترقی پر پہنچائے۔

فقیر اختر رضا خاں ازہری غفرلہ"

آئندہ سال ۱۵ راگست ۱۹۷۶ء کو حضور تاج الشریعہ جامعہ حمیدیہ رضویہ کی دستار بندی میں پھر شرکت فرماتے ہیں اور معائنہ رجسٹر پر اپنے تاثر بھی رقم کرتے ہیں:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم وآلہ وصحبہ الکرام ومن تبعھم باحسان الی یوم القیام۔ فقیر سراپا تقصیر، آج بتاریخ ۱۷ رشعبان ۹۶ ۱۳ھ مطابق ۱۵ راگست ۱۹۷۶ء مدرسہ حمیدیہ رضویہ کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی غرض سے حاضر ہوا۔ ۹ ر طالبان دورۂ حدیث جن کی دستار بندی آج کے اجلاس میں ہوگی، کا امتحان بھی فقیر نے لیا۔ فی الجملہ طلبہ کو بحمدہ تعالیٰ مستعد پایا۔ مولائے کریم مدرسہ کو قائم و دائم رکھے نیز تعلیمی اور دیگر امور میں مزید ترقی عطا فرمائے۔ آمین!

فقیر اختر رضا خان ازہری غفرلہ نزیل بنارس"

مدرسہ آفتاب رسالت لوہتہ بنارس کا رمضان المبارک ۱۹۹۲ء کا ایک اشتہار نظر نواز ہوا جس میں حضور تاج الشریعہ کا مدرسہ کے متعلق ایک تاثر نامہ بھی شامل ہے۔ معلوم ہوا کہ مدرسہ کے ذمہ داران نے حضور تاج الشریعہ سے مدرسہ آنے کی گزارش کی تھی جسے آپ نے قبول فرمایا تھا۔ حضور تاج الشریعہ تحریر فرماتے ہیں:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم۔ آج بتاریخ کیم ذیقعدہ ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۰ رجولائی ۱۹۸۵ء فقیر مدرسہ آفتاب رسالت علی صاحبھا التحیۃ والسلام واقع لوہتہ بنارس حاضر ہوا۔ مدرسہ کی جدید تعمیر جو ہنوز جاری ہے دیکھ کر اور تعلیم کے بابت حالات سن کر خوشی ہوئی۔ مولائے کریم مدرسہ کو روز افزوں ترقی دا اراکین و معاونین و مدرسین کو برکات سے نوازے۔ وصلی اللہ تعالیٰ سیدنا محمد والہ وصحبہ وبارک وسلم۔ فقط

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہ
کیم ذیقعدہ ۱۴۰۵ھ لوہتہ بنارس"

۶ رجون ۱۹۹۲ء کو 'الانصار ٹرسٹ' کا قیام عمل میں آیا۔ ٹرسٹ کے زیر اہتمام تعلیمی فلاح و بہبود کے لیے کلی پور میں ایک وسیع و

عریض آراضی خریدی گئی۔ ۲۰ رنومبر ۱۹۹۴ء کو سنگ بنیاد کا انعقاد کیا گیا جس میں مشاہیر علماء کرام کے ساتھ بالخصوص حضور تاج الشریعہ کے مقدس ہاتھوں سے اس کی بنیاد رکھی گئی اور حضور تاج الشریعہ تا حیات اس کے سرپرست بھی رہے۔ حضور تاج الشریعہ اس وقت افریقہ کے تبلیغی سفر پر جارہے تھے، وقت بالکل نہیں تھا مگر اہل بنارس کی گزارش پر حضور تاج الشریعہ ممبئی سے بذریعہ طیارہ بنارس تشریف لائے اور بنیاد کے فوراً بعد واپس ممبئی روانہ ہوگئے۔

مذکورہ بالا تاثرات وواقعات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حضور تاج الشریعہ جب بھی بنارس تشریف لاتے تو یہاں کے تعلیمی اداروں کا دورہ بھی فرماتے۔ وہاں کے تعلیمی نظام کو دیکھتے اور ان اداروں کی ترقی کے لیے دعائے خیر فرماتے اور جب بھی کسی اہم مقصد کے لیے اہل بنارس اپنے محسن ومربی کی بارگاہ میں التجاوگزارش کرتے تو وہ ضرور ان کی کرم فرمائی کرتے۔

حضور تاج الشریعہ کے خلفاء: حضور تاج الشریعہ کے خلفا کی ایک طویل فہرست ہے جو ملک اور بیرون ملک میں مسلک ومذہب کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ذیل میں شہر بنارس سے وابستہ خلفا کے اسما پیش کیے جاتے ہیں جنہیں حضور تاج الشریعہ نے اپنی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا:

۱۔ مولانا رجب علی، شیخ الحدیث جامعہ حنفیہ غوثیہ بجرڈیہہ

۲۔ مولانا محمد یعقوب، پرنسپل جامعہ حنفیہ غوثیہ بجرڈیہہ

۳۔ مولانا عبدالوکیل مصباحی، جامعہ ضیاءالعلوم کچی باغ

۴۔ مولانا قاضی فضل احمد، جامعہ ضیاءالعلوم کچی باغ

۵۔ مولانا معین الدین عرف پیارے میاں، خانقاہ حمیدیہ شکر تالاب

۶۔ مولانا عبدالحنان رضوی، مدرسہ مجیدیہ بڑہا سرائے

۷۔ مولانا قاری دلشاد احمد رضوی، مدرسہ مدینۃ العلوم جلالی پورہ

۸۔ مولانا غلام انور رضوی، مدرسہ مدینۃ العلوم جلالی پورہ

۹۔ حافظ وقاری سیف الملک رضوی، ریوڑی تالاب

۱۰۔ حاجی حافظ محمد شعیب رضوی، کاشانۂ نوری بازار سدانند

۱۱۔ مولانا ثاقب القادری، مدرسۃ النور مقبول عالم روڈ

۱۲۔ مولانا عبدالرقیب، بجرڈیہہ

۱۳۔ مولانا غلام مصطفی حبیبی، نواوہ

۱۴۔ مولانا قاری فرید عالم، پڑاؤ

۱۵۔ مولانا حافظ حاشر رضا رضوی، ریوڑی تالاب

۱۶۔ مولانا انصار الحق، مدرسہ غریب نواز مغل سرائے

۱۷۔ مولانا نور عالم، پرنسپل آفتاب رسالت لوہتہ

۱۸۔ مولانا عزیز احمد رضوی، دالمنڈی

۱۹۔ راقم السطور شفیق اجمل رضوی، ریوڑی تالاب

آج حضور تاج الشریعہ ہمارے درمیان نہیں ہیں مگر ان کی یادیں ہمارے پاس ہیں، ان کی تعلیمات ہمارے پاس ہیں۔ ایک صدی سے زیادہ کا عرصہ گزرا خانوادۂ رضویہ اہل بنارس کی مذہبی ضرورتوں کو پورا کرتا رہا، ہر مشکل موقع پر ان کی رہنمائی اور قیادت کرتا رہا۔ اب اہل بنارس کی نظریں پر امید ہیں جانشین حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ عسجد رضا خاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی ذات سے کہ وہ بھی خاندانی روایات کو باقی رکھتے ہوئے بنارس اور اہل بنارس پر اپنی نوازشات جاری رکھیں گے اس لیے کہ اہل بنارس تو خانوادۂ رضویہ کے خانہ زاد ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حضور تاج الشریعہ کے فیوض وبرکات اور حضور عسجد میاں صاحب قبلہ کی نوازشات سے اہل بنارس کو مستفیض فرمائے۔ آمین!

***

حضور تاج الشریعہ اور سنی کانفرنس بنارس

علمائے اہلسنّت کے تاثرات کی روشنی میں

مفتی عبدالحنان رضوی مصباحی، استاد مدرسہ مجیدیہ، سرائے ہڑہا، بنارس

فخر ازہر، مرشد گرامی وقار شیخ طریقت، رہبر شریعت، وارث علوم اعلیٰ حضرت جانشین حضور مفتی اعظم ہند، نور دیدۂ مفسر اعظم، قاضی القضاۃ فی الہند علی الاطلاق، اعلم العلماء افقہ الفقہاء، سید المحققین شیخ المحدثین، مرجع العلماء والفضلاء، تاج الاسلام و تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری، نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ کی ذات ستودہ صفات پورے عالم اسلام کی نظر میں محتاج تعارف نہیں۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات ان نابغۂ روزگار منتخب شخصیتوں میں سے ایک ہے جنہیں اللہ رب العزت نے گوناگوں فضائل وکمالات سے سرفراز فرمایا۔ علم وتحقیق تصنیف وتالیف، فقہ وافتا، نقد ونظر، بحث ومناظرہ میں غیر معمولی مہارت وبصیرت کے ساتھ ساتھ مذہب ومسلک کی حفاظت واشاعت کے جذبۂ بیکراں سے بھی وافر حصہ عطا فرمایا۔ علمی وجاہت، فقہی جزئیات پر گہری دسترس، فطری ذکاوت وفطانت، علوم قرآن وحدیث پر استحضار اور تبحر آپ کا خاندانی ورثہ تھا۔ وہ عظیم مقبول انام شخصیت جس کے جود ونوال اور حسن وجمال کا سارا عالم معترف رہا، جن کے پرکشش چہرے کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے دنیا بے چین رہتی تھی، جس آبادی سے گزر جاتے تھے انسانوں کا ہجوم امنڈ پڑتا تھا، جس مسند تدریس پر بیٹھ کر حدیث وتفسیر کا درس دیتے امام بخاری وبیضاوی کی یاد تازہ ہو جاتی تھی، معقولات کا درس دیتے تو امام رازی یاد آ جاتے، اور جس کانفرنس میں تشریف لے جاتے تو خلق خدا کا ایک ہجوم امنڈ پڑتا اور حاضرین کی توجہ کا مرکز بن جاتے۔ اسی عبقری نادر المثال، مجمع الفضائل اور جامع الصفات، ہمہ جہت، شخصیت کا نام ہے محمد اسمٰعیل رضا عرف محمد اختر رضا خاں، جو تاج الشریعہ اور علامہ ازہری کے لقب سے شہرت پاکر اکناف عالم میں گہرباری کرتے رہے۔ جنہوں نے ۲۰ رجولائی ۲۰۱۸ء مطابق ۶ رذیقعدہ ۱۴۳۹ھ بروز جمعہ بوقت مغرب اپنے تمام مریدین، متوسلین، معتقدین اہل خانہ بلکہ ایک خلق کثیر کو روتا، بلکتا اور سسکتا چھوڑ کر اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدائیں لب پہ جاری رکھتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہہ کر ہمیشہ کے لیے داغ مفارقت دے دیا، جن کی فرقت سے دینی ملی، اور علمی خلا کا پر ہونا مستقبل قریب میں بعید از امکان ہے۔ اس قطب الارشاد، ولی کامل، مرجع خلائق خاص وعام کی نماز جنازہ کی کثرت ہجوم نے شہر بریلی کے وسیع وعریض رقبۂ زمین بلکہ ہر شارع عام اور گلی کوچوں کو رشک فردوس بنا دیا۔ ہر چہار جانب رنگ ونور کا طوفان امنڈ پڑا، اور ہر بستی بستی قریہ قریہ سے عاشقوں اور دیوانوں کا ہجوم سیل رواں کی شکل میں کشاں کشاں شہرستان علم وفضل مرکز اہلسنّت بریلی شریف کی طرف روانہ ہو گیا، اور بادۂ تاج الشریعہ کے فرزانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر قطب الارشاد کے فیوض وبرکات کو اپنے وجود میں تحلیل کرنے کے لیے بے قرار نظر آنے لگا، جسے جہاں موقع ملا اس نے اسی جگہ نماز جنازہ ادا کی اور جسے نماز جنازہ اور مٹی دینے کی

سعادت حاصل نہ ہو سکی وہ اپنے مرشد و محسن ولی کامل اور عالم ربانی کے شہر میں حاضری کی سعادت کو ہی اپنے لیے سرمایۂ افتخار اور حصول فیوض وبرکات کا ذریعہ سمجھا۔ ملت بیضاء کے اس عظیم مرشد و مبلغ نے اہلسنت وجماعت کو اپنی نماز جنازہ کے ذریعہ امن واتحاد کا ایک پیغام دیا کہ قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی ایک ہی لڑی کے موتی کے دانے ہیں جس کے ہر موتی نے عشق مصطفیٰ کی ضوفشانی سے اکناف عالم کو منور کر رکھا ہے۔

آپ کی حیات ظاہری میں بھی مقبولیت کا عالم یہی تھا کہ جس علاقہ میں تشریف لے جاتے لاکھوں کا ہجوم ہر چہار جانب سے کشاں کشاں پروانہ وار دیدار کی حسرتیں لیے ہوئے امنڈ آتا۔ بنارس کی سرزمین کو بھی متعدد بار حضرت نے اپنے قدم میمنت سے فیض بخشا لیکن آپ جب بھی تشریف لاتے تو ریوڑی تالاب، مدن پورہ اور دیگر متعدد مقامات و مدارس میں آپ کا اجلاس وقیام ہوتا، راقم السطور، غلام حضور تاج الشریعہ عبدالحنان قادری رضوی مصباحی نے خلیفہ حضور تاج الشریعہ محب گرامی، عالی وقار حضرت علامہ حافظ وقاری ڈاکٹر محمد شفیق اجمل صاحب رضوی سے گزارش کی کہ اگر آل انڈیا تبلیغ سیرت کا جلسہ جس میں ہر سال حضور تاج الشریعہ کی شرکت لازمی طور پر ہوتی ہے بنیاباغ میدان میں رکھ دیا جائے تو اس علاقہ کے لوگ بھی حضرت کے فیوض وبرکات سے مالامال ہوں گے چنانچہ محب مکرم نے میری عرض داشت کو قبول کر لیا کہ امسال کا جلسہ ۹ر دسمبر ۲۰۱۲ء کو آل انڈیا تبلیغ سیرت اور اسلامک فاؤنڈیشن آف انڈیا، کی شراکت سے بنیاباغ میں ہوگا۔ اشتہار منظر عام پر آ گیا اور بحیثیت مقرر اس حقیر کا نام بھی شامل اشتہار کیا گیا۔ بنارس وقرب وجوار کے علماء کی خدمت میں دعوت نامے بھیجے گئے اور حضرت کی تشریف آوری کی تشہیر بذریعہ اشتہار کر دی گئی۔ دیکھنے والوں نے اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت کی آمد کی خبر سن کر بنارس ومضافات بنارس اور دیگر اضلاع سے عوام الناس کا تقریباً دو لاکھ افراد کا ہجوم بنیاباغ کے میدان میں حضرت کے دیدار کے لیے حاضر ہوا کہ بنیا باغ کا میدان تنگ پڑ گیا۔ عشاقان تاج الشریعہ کا ایک ایسا سیلاب تھا کہ چاروں طرف سڑکیں بھی کھچا کھچ بھر گئیں، جبکہ کبھی بھی کسی دینی اجلاس میں بنیاباغ کا آدھا میدان بھی پر نہیں ہوتا تھا، جس اسٹیج پر حضور تاج الشریعہ تشریف فرما تھے وہ حضرت کی جلوہ سامانی اور پانچ سو علماء ومشائخ کی زینت سے بقعہ نور بنا ہوا تھا ہر عالم سنت رسول سے لبریز ہو کر گلابی رنگ کے عمامہ میں ملبوس تھا اور سارے علماء کرام سرکار تاج الشریعہ کو اپنی جھرمٹ میں لیے ہوئے تھے۔ حضور تاج الشریعہ کی تشریف آوری اور قدم مبارک کی برکت سے بنیاباغ کی سرزمین اس ثریا بردوش شب میں رشک فردوس بن گئی، قوس وقزح کی رنگینیاں، ہشت بہشت کی جلوہ سامانیاں سنی کانفرنس اور حضور تاج الشریعہ کی زیبائی وروحانی رعنائی کو دیکھ دیکھ کر عرق آلود ہو گئیں۔ دیوانگان حضور تاج الشریعہ عشق ومستی کی خوشیوں اور سرمستیوں میں ڈوبے جا رہے تھے۔ ہر چہار جانب مسرت وشادمانی کے چشمے ابل رہے تھے۔

آمد حضور تاج الشریعہ پر بنیاباغ کے در و دیوار سے فرحت وانبساط کے سنہرے نغمے پھوٹنے لگے، اس نور بھری شب میں ہزاروں ہزار لوگوں نے آپ کے دست اقدس پر بیعت وارادت کا شرف حاصل کیا۔ اس پرنور جاذب نظر شخصیت کے چہرۂ انور کے دیدار کے بعد ہر شخص یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ آج سے قبل ہم نے نہ تو ایسی کوئی بزرگ شخصیت دیکھی اور نہ بنارس میں اتنا کامیاب جلسہ جن کے نام کی برکت سے لاکھوں کا مجمع یکبارگی جمع ہو گیا۔ بنیاباغ کے اس تاریخی سنی کانفرنس کو حضور تاج الشریعہ کی تشریف آوری سے ایسی مقبولیت اور ملکی شہرت حاصل ہوئی کہ اکابر علماء بنارس و دیگر بیرونی مہمان علماء نے اپنی تحریروں اور

تاثرات کے ذریعہ مہر تصدیق ثبت فرمادی، جن میں سے کچھ تاثرات قارئین کے نذر ہیں:

حضور تاج الشریعہ پر علماء بنارس وغیرہم کے تاثرات

امین شریعت حضرت علامہ و مولانا مفتی عبد الواجد صاحب رضوی، ہالینڈ: "سنی کانفرنس بنارس منعقدہ ۹ دسمبر ۲۰۱۲ء کے عدیم المثال اجلاس کے اندر شرکت کی سعادت ملی، حضور تاج الشریعہ اور حضرت محدث کبیر کے علاوہ علاقائی وغیر علاقائی تقریباً پانچ سو علماء کرام اہلسنت کے علاوہ وہاں بھگ دو لاکھ سنی عوام نے شریک ہوکر کانفرنس کو کامیاب بنایا، اور اس کانفرنس کو ایک تاریخی کانفرنس میں تبدیل کردیا۔"

قاضی شہر بنارس حضرت علامہ مفتی غلام یٰسین صاحب نوری، بنارس: "آج مورخہ ۹ دسمبر ۲۰۱۲ء بروز اتوار بنیا باغ میدان کی سنی کانفرنس میں قاضی القضاۃ فی الہند تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری مدظلہ النورانی کی تشریف آوری پورے اہل سنن بنارس و مضافات بنارس کے لیے باعث فرحت و انبساط ہے۔ جن کی آمد کی بنا پر ہزاروں ہزار لوگوں کا ہجوم زیارت اور بیعت وارادت کے ارادہ سے امنڈ آیا اور داخل سلسلہ قادریہ ہوکر فیوض و برکات سے مالا مال ہوا اور خصوصی طور پر نئی سڑک و دالمنڈی جیسے بنجر علاقہ میں مسلک اعلیٰ حضرت کو بھرپور فروغ ملا اور لوگ اعلیٰ حضرت کی شخصیت کو بھی تاج الشریعہ کی آمد کی وجہ سے جاننے اور پہچاننے لگے۔ اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ خاندان اعلیٰ حضرت کے اس عظیم چشم و چراغ کے فیوض و برکات سے بنارس و مضافات بنارس کے لوگوں کو مالا مال فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین!"

حضرت علامہ مفتی محمد یامین صاحب جامعہ حمیدیہ رضویہ، بنارس: "آج مورخہ ۹ دسمبر ۲۰۱۲ء کو بنیا باغ کے میدان میں ایک عظیم الشان سنی کانفرنس ہوئی جو اپنی چند خصوصیات کے اعتبار سے بہت اہم اور انتہائی مفید ثابت ہوئی۔ حضور تاج الشریعہ کے فیض و بیعت سے بہت بڑی تعداد میں لوگ مستفیض ہوئے، ایسی امتیازی کانفرنس کا انعقاد کرانے والے لائق صد مبارک باد ہیں۔ رب کریم ان کو اور جملہ حاضرین کو دارین کی دولت سے نوازے۔ آمین!"

حضرت علامہ و مولانا رجب علی صاحب رضوی جامعہ حنفیہ غوثیہ، بجرڈیہہ، بنارس: "نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اترپردیش بنارس کی سرزمین پر ۹ دسمبر ۲۰۱۲ء کو بنیا باغ کے میدان میں ایک سنی کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں قطب الارشاد تاج الفقہاء حضرت علامہ الشاہ مفتی اختر رضا خاں صاحب قبلہ ازہری کی تشریف آوری مہمان خصوصی کی حیثیت سے ہوئی تھی۔ بنارس اور بیرون بنارس کے علماء کا جم غفیر تھا۔ بہت سے علماء کرام نے اپنا تاثر حضور تاج الشریعہ سے متعلق بیان فرمایا تھا۔ میرا اپنا تاثر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تاج الشریعہ کو اس حدیث کا مصداق بنایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو محبوب بنالیتا ہے تو جبرئیل امین کو حکم دیتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تم فرشتوں میں اعلان کردو کہ وہ بھی اس سے محبت کریں۔ پھر اس کی محبوبیت زمین پر اتار دی جاتی ہے اور مخلوق خدا اس بندے کے ارد گرد طواف کرنے لگتی ہے۔ حضور تاج الشریعہ کی مقبولیت سفر و حضر میں یکساں تھی۔ اپنے وطن بریلی شریف اپنے دولت کدہ پر تشریف فرما ہوتے تو سیکڑوں لوگ آپ کے دولت کدہ پر روزانہ حاضر ہوتے اور داخل سلسلہ ہوکر آپ کے دامن کرم سے وابستہ ہوتے۔ اللہ تعالیٰ حضور والا کے فیوض و برکات سے ہم سبھی کو مالا مال فرمائے۔"

حضرت علامہ مفتی معین الدین صاحب عرف پیارے میاں، سجادہ نشین خانقاہ حمیدیہ، شکر تالاب، بنارس: "بحمدہ تعالیٰ مورخہ

۹ ردسمبر ۲۰۱۲ء بعد نماز عشا بنیا باغ بنارس کے وسیع وعریض میدان میں آل انڈیا تبلیغ سیرت بنارس کے زیر اہتمام نہایت تزک و احتشام کے ساتھ عظیم الشان اجلاس بنام سنی کانفرنس منعقد ہوا، جس میں کثیر تعداد میں مقامی وغیر مقامی علمائے کرام وعوام نے شرکت فرمائی۔ بالخصوص وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین سرکار مفتی اعظم ہند، راس الفقہا، سراج المحققین حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خان ازہری قبلہ دام ظلہ علینا کی آمد وشرکت سے اجلاس میں چار چاند لگ گئے۔ ایسا لگتا کہ چاروں طرف نور کی برسات ہو رہی ہے، ایسا روح پرور پرکیف منظر دیکھنے کو کم ملتا ہے۔ واقعی حضور والا کو پروردگار عالم نے وہ حسن وکمال، وہ نورانی چہرہ ورعب وجلال عطا فرمایا ہے۔ جس کے دیدار کے لیے دنیا بھر میں دیوانے بیقرار رہتے ہیں۔ وہ کیفیت آج بنارس میں دیکھی گئی کہ عوام وخواص حضور والا کے دیدار کے لیے سیلاب امنڈ پڑا اور کانفرنس کی اہل بنارس کے لیے تاریخی حیثیت بن گئی۔ علمائے کرام کے جامع مدلل بیانات و پیغام مسلک اعلیٰ حضرت دنیائے اسلام میں نشر ہوئے جسے برسہابرس فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ نیز سرکار تاج الشریعہ کے مبارک ہاتھوں پر ہزاروں مرد وعورتوں کو شرف بیعت حاصل ہوا اور انہیں منزل ہدایت وتوبہ کی توفیق حاصل ہوئی ایسے معیاری واعلیٰ پیمانہ کا اجلاس منعقد ہونے کی ہر سال ضرورت ہے، جس سے سنیت کو فروغ ملے اور بدعقیدوں کی کمر ٹوٹے، فقط والسلام مع الاکرام“

حضرت علامہ عبدالہادی خاں رضوی کاوی سجادہ نشین خانقاہ حبیبیہ، رضویہ، قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، بنارس: ”حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات قدسی صفات ایسی منبع انوار وتجلیات تھی کہ جس طرف تشریف لے گئے ایسی نورانیت پھیلی کہ وجود انسانی پروانہ وار قدموں پر نثار ہونے کو خوش نصیبی وخوش بختی تصور کرتی رہی۔ نام نامی سنتے ہی خلق خدا کا ازدہام کثیر گرد وپیش جمع ہو جاتا تھا۔ اکناف عالم آپ کے فضل وکمال، بصیرت وبصارت، زہد وتقویٰ اور بلند اقبالی کا اسیر رہا ہے، یوں تو عالم کے بہت سے خطے کو آپ کی غلامی اور آپ سے فیضیابی کا شرف حاصل رہا ہے لیکن بنارس واہل بنارس سے آپ کا اپنے آبا واجداد کی طرح خصوصی لگاؤ رہا ہے۔ جب بھی بنارس کے خوش نصیبوں نے اپنی شرفیابی کا عریضہ پیش کیا تو آپ نے ضرور شرف قبولیت سے نوازا اور محبان بارگاہ کی تمناؤں اور آرزوؤں پر مرہم تسکین جان رکھا۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی ۹ ردسمبر ۲۰۱۲ء کی مبارک تاریخ وساعت ہے، بنیا باغ بنارس کے تاریخی میدان میں اسیران بارگاہ نے تاریخ ساز عظیم الشان کانفرنس کا انعقاد کیا۔ جیسے ہی آپ کی آمد کا اشتہار باصرہ نواز ہوا عشاقان دید کے جوش وحوصلے انگڑائیاں لینے لگے۔ وقت مقررہ پر دیکھتے ہی دیکھتے صرف بنارس وگرد ونواح بنارس ہی نہیں بلکہ بہار، جھارکھنڈ، مدھیہ پردیش ودیگر مقامات سے اس مینارۂ نور وہدایت کی زیارت کو ایسا انسانی سیلاب رواں دواں ہو گیا کہ ٹھنڈک کی شدت اور شبنم پاشی اسیران جمال وکمال ازہری کے جذبات کو سرد نہ کرسکی اور سیجعل لھم الرحمٰن ودا، کا ایسا بے مثال اظہار ہوا کہ آزادی کے بعد چشم فلک نے بنیا باغ وگرد ونواح میں ایسا ازدہام واجتماع نہیں دیکھا ہوگا۔ اس پروگرام کی مقبولیت کی علامت یہ ہے کہ ہزارہا ہزار گمگشتگان راہ حق وصداقت آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر صلوٰۃ وسنت کے پابند ہو گئے۔ حضور تاج الشریعہ کا بنیا باغ میں تشریف لانا رشد وہدایت کا ایسا عظیم الشان وبے مثال کارنامہ ہے جس سے بہت سی نسلیں گمراہی سے محفوظ ہو گئیں۔ یہ تاریخ صفحات قرطاس پر ہمیشہ درخشاں رہے گی۔

چہرہ جو ان کا دیکھا وہ ہو گیا خدا کا
کیا ہی خدا نما ہے اختر رضا کی صورت“

حضرت علامہ مفتی شمشاد احمد صاحب جامعہ امجدیہ گھوسی، مئو: "آج مورخہ ۹ ردسمبر ۲۰۱۲ء بروز اتوار بعد نماز عشاء بنیاباغ کے میدان میں ہونے والی سنی کانفرنس میں شرکت کی سعادت ملی۔ حضور تاج الشریعہ اور محدث کبیر کی موجودگی میں تقریر کی سعادت ملی۔ جلسہ بڑا کامیاب رہا اور ہزار ہزار مسلمانوں نے حضور تاج الشریعہ کے دست اقدس پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ انتظام وانصرام بہت عمدہ اور خوب رہا۔ منتظمین کو اللہ تعالیٰ برکتوں سے نوازے۔ آمین!"

خلیفہ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب قادری رضوی مصباحی استاذ مدرسہ مجیدیہ، بنارس: "باسمہ تعالیٰ، آج مورخہ ۹ ردسمبر ۲۰۱۲ء کو سرزمین بنیاباغ، بنارس میں جو سنی کانفرنس آمد مرشد گرامی وقار اعلم العلماء افقہ الفقہاء قاضی القضاۃ فی الہند علی الاطلاق حضور تاج الشریعہ دام ظلہ النورانی پر منعقد کی گئی۔ تاریخ بنارس کا ایک منفرد المثال اجلاس ہے جس میں عاشقان سرکار اعلیٰ حضرت اور دیوانگان حضور تاج الشریعہ کا امنڈتا ہوا لاکھوں کا سیلاب ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور ہر طرف انوار وتجلیات کی برسات ہو رہی ہے۔ قابل صد ستائش اور مبارکباد ہیں آل انڈیا تبلیغ سیرت اور اسلامک فاؤنڈیشن کے جمیع اراکین ممبران ومعاونین جنہوں نے سنی کانفرنس کا انعقاد کیا۔ اللہ عز وجل حضور تاج الشریعہ دام ظلہ النورانی کے فیض وبرکات کو تمام مریدین، متوسلین ومعتقدین، اراکین جلسہ اور بنارس کے صاحب ایمان افراد پر ابداً آباد تک جاری وساری فرمائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔"

خلیفہ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ حافظ وقاری ڈاکٹر شفیق اجمل صاحب قبلہ، ریوڑی تالاب، بنارس: "آج کی اس سنی کانفرنس نے ۱۹۴۶ء کی سنی کانفرنس کی یاد تازہ کر دی ہے جس میں بڑی تعداد میں مشائخ عظام، علمائے کرام اور عوام اہلسنت نے شرکت کی تھی۔ آج کے اس اجلاس میں بھی ایک ہزار سے زائد مشائخ وعلمائے کرام اور تقریباً دو لاکھ عوام اہلسنت اپنے قائد ورہنما وارث علوم اعلیٰ حضرت، شہزادۂ حجۃ الاسلام، جانشین حضور مفتی اعظم حضور تاج الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خاں قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ کے دیدار کے لیے بے تاب وبیقرار نظر آئی۔ مجمع کے اکثر افراد نے حضور تاج الشریعہ سے بیعت بھی کی۔ اتنا عظیم مجمع بنارس کی مذہبی تاریخ میں پہلے نظر نہیں آتا۔ خلق خدا کا یہ ہجوم اور حضور تاج الشریعہ سے ان کا والہانہ لگاؤ قابل دید تھا۔ یہ سنی کانفرنس مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کے لیے بہترین پیش رفت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حضور تاج الشریعہ کا سایہ ہم پر تادیر قائم ودائم رکھے اور پوری جماعت اہلسنت کو ان کے فیضان سے مستفیض فرمائے۔ آمین!"

حضرت علامہ ومولانا محمد یعقوب صاحب مصباحی پرنسپل جامعہ حنفیہ غوثیہ بنارس: "۹ ردسمبر ۲۰۱۲ء بروز اتوار جامع شریعت وطریقت تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری مدظلہ النورانی کی سنی کانفرنس بنیاباغ میں باریابی تمام اہلسنت کے علماء ومشائخ اور عوام الناس کے لیے باعث خوشی ومسرت ہے۔ حضور تاج الشریعہ علماء اہلسنت میں وہ عظیم مقام رکھتے ہیں کہ آپ کی ملاقات کے بعد دنیا کا ہر عالم آپ کو اپنا مقتدا وپیشوا ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو تقویٰ و طہارت کی نورانیت اور علمی وجاہت بخشی ہے، وہ آپ کے چہرے سے ہویدا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ جس مجلس وکانفرنس میں تشریف فرما ہوتے ہیں تو آپ ہی امیر مجلس ہوا کرتے ہیں۔ آپ کے چہرہ سے جو نور ٹپکتا ہے بہت سے احباب اس نورانیت پر ایسا قربان ہوتے کہ دل وجان سے آپ کے شیدا ہو جاتے ہیں اور اپنا پیر ومرشد منتخب کر لینے کے بعد ہی دل کو قرار آتا ہے۔ آپ

کو اللہ تعالیٰ نے جو خوبیاں بخشی ہیں وہ احاطہ تحریر میں نہیں لائی جاسکتیں۔ علماء حق میں پائی جانے والی کون سی ایسی خوبی ہے جو حضور والا کی ذات بابرکات میں بدرجۂ اتم نہ پائی جاتی ہو۔ اگر یوں کہہ لیا جائے کہ علماء حق میں پائی جانے والی تمام خوبیوں کے آپ سنگم ہیں تو بجا ہوگا۔

رب قدیر آپ کے علمی فیضان اور روحانی وقار سے صرف ہمیں نہیں بلکہ تمامی افراد اہلسنّت کو مالا مال فرمائے اور آپ کے قلم کی سیاہی کو روز جزا ہم سارے احباب اہلسنّت کی بخشش کا سامان بنائے۔"

حضرت علامہ مفتی محمد شعیب رضا صاحب قبلہ مرکزی دارالافتاء، بریلی شریف: "آج کے اجلاس نے سنی کانفرنس بنارس کی یاد دلادی جس کو صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ نے منعقد کیا تھا، اللہ تعالیٰ بطفیل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اہل بنارس پر حضور تاج الشریعہ کے فیوض و برکات کو جاری فرمائے اور مسلک اعلیٰ حضرت کا بول بالا کرے۔"

حضرت علامہ مولانا مفتی ڈاکٹر امجد رضا صاحب ادارہ شرعیہ، پٹنہ: "بنارس کی یہ سنی کانفرنس ہماری دینی بیداری کا ثبوت بھی ہے اور عشق رضا کا اعلامیہ بھی اور کانفرنس نے ثابت کیا آج بھی مسلمانوں کے دلوں میں اعلیٰ حضرت کی محبت زندہ و تابندہ ہے بالخصوص حضور تاج الشریعہ کی شرکت نے سنی کانفرنس کی مقبولیت کو اور بھی دو بالا کردیا۔ میں سنی کانفرنس کے انعقاد یہ منتظمین کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔"

امیر القلم حضرت علامہ مولانا رحمت اللہ صاحب صدیقی پیغام رضا، ممبئی: "کسی مذہبی کانفرنس میں علماء اور عوام کی اتنی بھیڑ میری آنکھوں نے نہیں دیکھا تھا حضور تاج الشریعہ دامت فیوضہم کی جلوہ فرمائی کی وجہ سے کانفرنس ہر جہت سے کامیاب رہی۔ بنارس کی سنیت پر بھی اس کے مثبت اثرات پڑیں گے۔ کانفرنس کو بہت اچھی طرح کامیابی ملی۔ اعلیٰ قیادت کے ساتھ منتظمین کا ہر فرد مبارکباد کا مستحق ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ آل انڈیا تبلیغ سیرت کے منتظمین کو فعالیت عطاء فرمائے۔ آمین!"

حضرت علامہ مفتی قاضی فضل احمد مصباحی جامعہ عربیہ ضیاء العلوم بنارس و رکن شرعی کونسل بریلی شریف: "آج مورخہ ۲۴ رمحرم الحرام ۱۴۳۹ھ مطابق ۹ ردسمبر ۲۰۱۲ء کو بنیا باغ کے وسیع و عریض میدان میں عظیم الشان سنی کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ اس حیثیت سے تاریخی اہمیت کا حامل ہے کہ اس کانفرنس میں پہلی بار بنیا باغ کے میدان میں وارث علوم اعلیٰ حضرت حضور تاج الشریعہ کی آمد ہوئی اور میرے بائیس سالہ مدت قیام کے دوران یہ سب سے بڑا مجمع ہے۔ اس کانفرنس کے ذریعہ مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت کافی و وافی مقدار میں ہوئی ضرورت اس بات کی ہے کہ اس طرح کی کانفرنسیں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے ساتھ اس طرح کے وسیع و عریض میدان میں منعقد کی جائیں تاکہ اصلاح عمل کے ساتھ اصلاح عقیدہ کا کام بھی بحسن و خوبی انجام پاتا رہے۔"

خلیفہ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ قاری دلشاد احمد صاحب، مدرسہ مدینۃ العلوم، بنارس: "منعقدہ ۹ ردسمبر ۲۰۱۲ء کو سنی کانفرنس بنیا باغ میں حضور تاج الشریعہ کی تشریف آوری اس علاقہ میں نزول خیر و برکت کا باعث ہے اور ان کا پیغام تمام اہلسنّت کے لیے مشعل راہ ہدایت ہے اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت کے لیے بہترین پیش رفت ہے۔ آج کے اس اجلاس کی نظامت میرے یہ ذمہ رہی میں نے بہت جلسے دیکھے مگر آج کے اس اجلاس کی شان ہی جدا ہے پورا جلسہ حضور تاج الشریعہ کے رنگ میں رنگا ہوا نظر آرہا ہے۔"

حضرت علامہ مفتی محمد محمود عالم صاحب رضوی، مدرسہ قادریہ خانم جان، بنارس: ''الحمد لولیہ والصلوٰۃ علی نبیہ۔ دنیا اسلام کی عظیم و عبقری شخصیت جامع شریعت و طریقت، وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ الحاج الشاہ اختر رضا خاں ازہری مدظلہ النورانی کی سنی کانفرنس بنارس میں تشریف آوری تمام اہلسنّت و جماعت کے لیے سرمایہ افتخار اور حصول فیوض و برکات کا حسین اور سنہرا موقع ہے۔ حضور تاج الشریعہ کی جلوہ باری سے بنیاباغ کا میدان رشک جنت بن گیا ہے اور ہزاروں کا مجمع حضرت اقدس کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے کے لیے بے تاب نظر آرہا ہے اور اللہ کے ولیوں کی یہی پہچان ہے کہ جس کے لیے اس کے دیوانے اپنی جان عزیز قربان کرنے کے لیے بیتاب نظر آتے۔ حضور تاج الشریعہ کی قدم رنجائی ہی سنی کانفرنس کی کامیابی کی بہت بڑی ضمانت ہے۔

حضرت علامہ مفتی محمد اختر حسین قادری دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، ضلع بستی: ''یہ سنی کانفرنس اپنی نوعیت کی عظیم کانفرنس ہے اور یہ عظمت حضور تاج الشریعہ کی تشریف آوری کی بنا پر ہے۔ انتظام و انصرام اور اجتماع برادران اسلام کے اعتبار سے بڑا کامیاب اور نتیجہ خیز ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور اراکین کانفرنس کو دارین کی برکتیں بخشے۔ آمین!''

حضرت علامہ مفتی سید محمد فاروق صاحب رضوی، مدرسہ حنفیہ غوثیہ بجرڈیہہ، بنارس: ''حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ آج ۹ر دسمبر ۲۰۱۲ء بروز اتوار بعد نماز عشاء سنی کانفرنس منعقدہ بنیاباغ میں حاضر ہوا۔ عظیم الشان لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا مجمع مسلک اعلیٰ حضرت کے ماننے والوں کی شکل میں موجود ہے۔ بحمدہ تعالیٰ آج کے دور میں حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ سنی علماء و فضلاء میں آفتاب و ماہتاب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ انتہائی محتاط عالم شریعت، سچے وارث علوم اعلیٰ حضرت ہیں۔ خدمت دین متین کے لیے اللہ تعالیٰ تادیر آپ کا سایہ کرم جملہ مسلمانان اہلسنّت پر دراز فرمائے۔ مسلک اعلیٰ حضرت کی روشنی میں ہمیں احقاق حق و ابطال باطل کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ نبیہ الکریم صلی اللہ علیہ وسلم!''

خلیفہ حضور حقانی میاں و حضور امین شریعت حضرت علامہ مفتی محمد جمال حسین رضوی، صدر المدرسین مرکزی دارالعلوم غریب نواز ملاڈ ایسٹ، ممبئی: ''۹ر دسمبر ۲۰۱۲ء کو بنارس بنیاباغ میں ایک عظیم الشان تاریخی اجلاس بنام سنی کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ برس ہا برس کے بعد اتنا بڑا پروگرام دیکھنے کو میسر آیا۔ حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کی تشریف آوری پروگرام کی کامیابی کی ضمانت تھی۔ اس طرح کی تقریب اہلسنّت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت کے لیے بہت ضروری ہے۔''

حضرت مولانا مفتی محمد تمیز الدین صاحب رضوی پرنسپل مدرسہ مجیدیہ سرائے ہڑہا، بنارس: ''سنی کانفرنس بنیاباغ کے میدان میں ایک تاریخ ساز اجلاس ہے جہاں سنیت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کے پیغام کو عام کیا گیا اور سنیت کے تاجدار حضور تاج الشریعہ کی زیارت اور ان سے بیعت و ارادت کا موقع فراہم کیا گیا، یقیناً یہ قابل تحسین اقدام ہے اللہ جل مجدہ ان کے کارکنان کو اجر دے۔''

حضرت مولانا وکیل احمد مصباحی رضوی، جنرل سکریٹری مرکزی تنظیم اتحاد اہلسنّت علوی پورہ بنارس: ''آج کا یہ تاریخی اجلاس بنام سنی کانفرنس بمقام بنیاباغ، بنارس اسلامک فاؤنڈیشن آف انڈیا اور آل انڈیا تبلیغ سیرت کمیٹی کے ارکان نے جانشین اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری مدظلہ العالی کی آمد پر اہلسنّت پر بڑا احسان کیا ہے۔ عاشقان اعلیٰ حضرت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضور تاج الشریعہ کی عمر دراز فرمائے اور حضرت کو صحت وعافیت عطا فرمائے۔ آمین!"

حضرت مولانا صلاح الدین صاحب مصباحی، صدر المدرسین جامعہ حمیدیہ رضویہ، مدن پورہ بنارس: "آج مورخہ ۹ر دسمبر ۲۰۱۲ء کی عظیم الشان سنی کانفرنس بلا مبالغہ حضور سیدنا تاج الشریعہ دامت فیوضہم العالیہ کی تشریف آوری کی وجہ سے انتہائی کامیابیوں سے ہمکنار ہے اور اس کے فیض وبرکات سے دنیائے سنیت سرشار ہے۔"

حضرت مولانا ڈاکٹر کمال احمد صاحب، مدرس جامعہ فاروقیہ، بنارس: "۳۲ رسال کے عرصہ میں میری آنکھوں نے پہلی مرتبہ اہلسنت وجماعت کی طرف سے حضور تاج الشریعہ مدظلہ النورانی کی تشریف آوری کی وجہ سے اس طرح کی عظیم الشان سنی کانفرنس دیکھی۔ اس پروگرام کی تشہیر اور دالمنڈی نئی سڑک اور مضافات بنارس کی عوام کو یکجا کرنے میں حضرت علامہ مفتی عبدالحنان رضوی مصباحی خلیفہ حضور تاج الشریعہ اور جناب ایس۔ ایم۔ خورشید صاحبان نے بہت اہم کردار ادا کیا۔ دل سے دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے کارکنان کو اجر عظیم عطا فرمائے اور اہلسنت کے پیغام کو عام کرنے کی توفیق دے۔"

حضرت مولانا اشفاق احمد صاحب ضیائی نوری، مدرسہ مجیدیہ سرائے ہڑاہ، بنارس: "۹ر دسمبر ۲۰۱۲ء کی تاریخ ساعت سعید بن کر آئی کہ آل انڈیا تبلیغ سیرت، ریوڑی تالاب، بنارس اور اسلامک فاؤنڈیشن آف انڈیا کے زیر اہتمام بنیاباغ کے وسیع وعریض تاریخی میدان میں سنی کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ الحمدللہ وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین حضور مفتی اعظم ہند، گلستان قادریت اور بوستان رضویت کے لعل بدخشاں حضرت العلام الشاہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری مدظلہ العالی والنورانی کی تشریف آوری ہوئی۔ بنارس ومضافات، جھارکھنڈ وبہار سے ہجوم عاشقاں سیل رواں کی طرح حاضر آیا۔ زیارت وبیعت سے سرشار ہوا، اپنوں کی آنکھیں تر ہوگئیں، غیروں کی آنکھیں کھل گئیں۔ کسی نے کہا کبھی ایسا نہیں دیکھا تو کوئی کہہ اٹھا کہ میں قربان ہوگیا۔ یعنی حضور تاج الشریعہ کی ذات بابرکات اس شعر کا مصداق رہی:

مضت الدھور وما اتین بمثلہ
ولقد اتیٰ فعجزن عن نظرائہ

مولیٰ تعالیٰ سنی کانفرنس کے منتظمین کو اپنی رحمت لازوال سے مالا مال فرمائے اور حضور تاج الشریعہ زید مجدہم کے فیضان باکمال سے اہل سنن کو نہال فرمائے۔"

حضرت مولانا سعید الرحمن صاحب رضوی، مدرس مدرسہ مجیدیہ، بنارس: "آل انڈیا تبلیغ سیرت، ریوڑی تالاب اور اسلامک فاؤنڈیشن، نئی سڑک کی طرف سے آج کی اس سنی کانفرنس کا انعقاد بنیاباغ میدان میں ایک تاریخ ساز اقدام ہے، جس میں سنیت کے تاجور حضور تاج الشریعہ کے رخ انور کی زیارت بھی کرائی جارہی ہے، جن کے رخ انور کی زیارت حصول جنت کی صاحب ایمان کے لیے ضمانت ہے۔ اس اجلاس میں علاقائی عوام سے رابطہ کر کے حضرت علامہ مفتی عبدالحنان رضوی مصباحی نے بہت سے طالبان حق کو بیعت وارادت سے حضرت کے دست اقدس پر داخل سلسلہ بھی کرایا۔ یقیناً یہ نیک اقدام قابل ستائش ہے۔"

خلیفہ حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا قاری فرید عالم صاحب رضوی، زیدی بنارس: "آج مورخہ ۹ر دسمبر ۲۰۱۲ء کا اجلاس محتاج تعارف نہیں، اس سنی کانفرنس کی روح رواں حضور تاج الشریعہ دامت فیوضہ علینا کی مقدس ذات ہے، جن کی تشریف آوری

کانفرنس کی کامیابی کی بہت بڑی ضمانت ہے۔ اللہ عزوجل میرے مرشد برحق کے سایہ کرم کو عرصہ دراز تک ہم پر قائم فرمائے اور آپ کے فیوض و برکات سے پوری دنیائے سنیت کو مستفیض کرے۔ آمین ثم آمین!۔"

حضرت علامہ صادق اختر صاحب، استاد جامعہ حمیدیہ رضویہ، بنارس: "الحمد للہ آج مورخہ ۹ ردسمبر ۲۰۱۲ء کو سنی کانفرنس میں شرکت ہوئی اور حضور تاج الشریعہ ادام اللہ فیوضہ کی زیارت ونصیحت سے مشرف ہوا۔ یقیناً حضور تاج الشریعہ کی سرپرستی میں ایسے جلسے کی وقت کی اہم ضرورت ہیں جن سے قوم میں اتحاد و اتفاق اور سنیت کا جذبہ پیدا ہو۔"

حضرت علامہ مفتی احسن کمال صاحب، استاد جامعہ حمیدیہ رضویہ، بنارس: الحمد للہ الذی خلق الانسان فی احسن تقویم، حضور تاج الشریعہ اپنے بے مثل علمی اور باطنی کمال کے ساتھ ساتھ ظاہری جمال میں بھی یکتائے روزگار ہیں۔ تاج الشریعہ کی آمد کا عوام وخواص پر جو اثر پڑے گا وہ کسی ذی فہم پر پوشیدہ نہیں۔ تاج الشریعہ کی شخصیت کو غنیمت سمجھنی چاہیے اس لیے کہ آپ کے بعد آپ کا کوئی ثانی نہیں نظر آتا جس کے فتویٰ پر اس درجہ اعتماد کیا جائے جتنا حضور تاج الشریعہ کے فتووں پر عمل کیا جاسکتا ہے۔"

حضرت علامہ ومولانا شریف الحسن قادری مصباحی، استاد جامعہ حنفیہ غوثیہ، بجرڈیہہ، بنارس: نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد! بفضلہ تعالیٰ ناچیز اپنے جامعہ کے تمام اساتذہ کے ساتھ بنیاباغ سنی کانفرنس میں حاضر ہوا۔ پہنچتے ہی دل باغ باغ ہوگیا، میرے پیر ومرشد حضور تاج الشریعہ یقیناً پوری دنیائے سنیت کے لیے نعمت عظمیٰ ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضور الفقیہ الظاہر حضور تاج الشریعہ مدظلہ النورانی کا سایہ تادیر ہم پر قائم ودائم رکھے۔ آمین!"

حضرت علامہ مفتی ریاض القادری امجدی، استاد دارالعلوم طیبہ معینیہ، منڈواڈیہہ، بنارس: نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔ بنیاباغ کے تاریخی میدان میں سنی کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ لوگوں کی کثرت سے ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی شمع جلی ہو اور اس کے گرد پروانوں کی بھیڑ ہو اور بلاشبہ حضور سیدی وسندی ومرشدی الفقیہ الفقہاء، قاضی القضاۃ فی الہند علامہ الحاج الشاہ مفتی اختر رضا خاں ازہری الملقب بتاج الشریعہ دام ظلہ العالی دنیائے سنیت کے لیے ایک شمع ہیں جس کے ارد گرد ہمہ وقت پروانوں کا ازدحام رہتا ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ان کا سایہ تمام سنیوں پر قائم ودائم رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین!"

حضرت مولانا عبدالسلام صاحب نوری، دارالعلوم طیبہ معینیہ، بنارس: "آج مورخہ ۹ ردسمبر ۲۰۱۲ء بروز اتوار سنی کانفرنس میں حاضری ہوئی۔ وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں قادری ازہری کی زیارت سے شرف یاب ہوا اور یہ آمد تاج الشریعہ یقیناً اہل بنارس واطراف بنارس کے لیے باعث صد افتخار ورحمت وبرکت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی تعلیمات پر ہم لوگوں کو توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!"

حضرت مولانا زاہد حسین حمیدی، استاد الجامعۃ الحمیدیہ، ششکر تالاب، بنارس: "۹ ردسمبر ۲۰۱۲ء کے منعقدہ سنی کانفرنس بنیاباغ کی مقبولیت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس میں وارث علوم اعلیٰ حضرت حضور تاج الشریعہ کی تشریف آوری ہوئی اور اس میں ہزاروں ہزار لوگوں کو حضور تاج الشریعہ کے دست حق پرست پر ہاتھ رکھنے اور ان کی غلامی کا طوق اپنی گردن میں ڈالنے کا سنہرا موقع نصیب ہوا اور مزید مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت ہوئی۔"

نیز کثیر تعداد میں سنی کانفرنس کے اجلاس میں حضور تاج الشریعہ کی بے مثال پر کشش شخصیت پر دیگر علماء نے بھی اپنے تاثرات قلمبند فرمائے۔ مضمون کی طوالت سے بچنے کے لیے ہم صرف اسی پر اکتفا کر رہے ہیں۔ وہ مرشد برحق شیخ طریقت، اعلم العلماء، افقہ الفقہاء، مرجع علماء اہلسنت منبع علم وحکمت، آبروئے سنیت، قاضی القضاۃ فی الہند، تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج مفتی اختر رضا خاں ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی پوری زندگی خدمت دین متین میں وقف کر کے لاکھوں عقیدت مندوں کو داغ مفارقت دے کر اپنے رب کی کبریائی کو بلند کرتے ہوئے مورخہ ۲۰؍ جولائی ۲۰۱۸ء مطابق ۷؍ ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ بروز جمعہ بوقت مغرب بحالت وضو لبوں پر اللہ اکبر اللہ اکبر کا ورد کرتے ہوئے اپنی جان عزیز جان آفریں کے سپرد فرمائی اور اپنی علمی و روحانی محفلوں کی یادیں کروڑوں لوگوں کے دلوں میں بسا کر ہموں کو الوداع کہا اور ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ابر رحمت تیرے مرقد پر گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

***

حضور تاج الشریعہ اور اندور کا آخری سفر

مفتی محمد نور الحق صاحب نوری، شیخ الحدیث دار العلوم نوری، اندور (ایم، پی)

مرکز اہل سنت بریلی شریف سے اندور کا بڑا گہرا تعلق رہا ہے۔ سرکار حضور مفتی اعظم ہند اندور کو اپنا وطن ثانی سمجھتے تھے بڑی محبت فرماتے تھے حرمین شریفین سے واپسی پر بریلی شریف سے پہلے سرکار کا اندور تشریف لانا اور اپنے دیدار سے لوگوں کو مشرف کرنا اس کا کھلا ثبوت ہے جب کہ بمبئی میں سیکڑوں عقیدت منداپنے اپنے گھر لے جانے کے لئے کوشاں تھے۔ حضور مفتی اعظم ہند نے اہل اندور کو خوب نوازا۔ اندور میں دار العلوم نوری کے قیام کا حکم دیا، سنگ برکت رکھا اور بخاری شریف کا پہلا درس دے کر اس کا افتتاح فرمایا۔

دار العلوم نوری سے سرکار مفتی اعظم ہند کو کتنا لگاؤ تھا اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اپنے چہیتے مرید اور خلیفہ حضرت نوری بابا اور دیگر اہل سنت کی خواہش پر اپنے نواسے اور جانشین تاج الشریعہ حضور ازہری میاں کو دار العلوم نوری بھیجنے کے لئے آمادہ ہو گئے لیکن مخدومۂ اہل سنت حضرت پیرانی اماں صاحبہ نے باہر بھیجنے کی اجازت نہ دی جس سے یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔

حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ جب بھی اندور تشریف لاتے حضور تاج الشریعہ اکثر سرکار کے ساتھ ہوتے۔ سرکار مفتی اعظم ہند کے وصال کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ حضور تاج الشریعہ نے اہل اندور کو فراموش نہیں کیا اہل اندور نے جب بھی بارگاہ عالی میں عریضہ پیش کیا تو سرکار نے کرم فرما کر اپنے قدم میمنت لزوم سے اہل اندور کو نوازا۔ آنکھوں میں جب تکلیف ہوئی اور ڈاکٹروں نے آپریشن کا مشورہ دیا تو تاج الشریعہ نے اندور کا انتخاب فرمایا اس موقعہ پر کافی دنوں تک اندور میں قیام رہا اور اہل اندور کو فیضیاب ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ ڈاکٹر ہارڈیا اندور کا مشہور و معروف۔ ڈاکٹر ہے کئی اسٹیٹ سے لوگ ان سے علاج کے لئے آتے ہیں ہزاروں روپے صرف کرکے آپریشن کراتے ہیں ان کی فیس بھی زیادہ ہے روزانہ آپریشن کرانے والوں کی بھیڑ رہتی ہے کئی مہینے پہلے بک کرانے کے بعد نمبر آتا ہے مگر حضور تاج الشریعہ کا معاملہ یہ ہے کہ جب آپریشن کے لئے آپکو اندر لے جایا گیا اور ڈاکٹر قریب آیا تو آپ کے پرنور چہرہ کی زیارت کرتا رہا وہ ڈاکٹر جو ہزاروں آپریشن کر چکا ہے اس کے ہاتھ کانپ گئے۔

آپریشن کے بعد خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند حضرت نوری بابا صاحب نے جب ڈاکٹر سے پوچھا کہ آفس والوں نے یہ رسید دی ہے آپ کو کیا دیا جائے۔ تو اس کا جواب تھا کہ ان سے میں فیس لوں گا میری خوش قسمتی ہے کہ انہوں نے مجھے خدمت کا موقعہ دیا بس ان کی دعا چاہئے۔

آخری ایام میں علالت کی وجہ سے حضور تاج الشریعہ نے سفر کرنا کم کر دیا تھا۔ غلامان تاج الشریعہ حضرت کو اندور بلانے کی برابر کوشش میں لگے رہے مگر کوئی صورت نظر نہیں آئی۔ حضرت مفتی مالوہ قبلہ نے جب شرعی کونسل آف انڈیا کے گیارہویں سیمینار کے لئے دعوت دی اور اس کے لئے حضرت مولانا مفتی رفیق عالم صاحب کو مقرر کیا تو بڑی کوششوں کے بعد سرکار نے

قبول فرما لیا تو اہل اندور کی خوشیوں کی انتہا نہ رہی، وہ اپنی قسمت پر ناز کر رہے تھے کہ حضور تاج الشریعہ نے سیمینار کی اجازت مرحمت فرما کر مرکز اہل سنت دار العلوم نوری کا بریلی شریف سے جو گہرا رشتہ ہے اسے مزید استوار فرما کر ہمیں سرخروئی کا موقعہ عطا فرمایا ہے اور مدارس اہل سنت میں دار العلوم نوری کو ایک امتیازی شان بخشی ہے۔ انہیں اس بات کی بھی خوشی تھی کہ دیدار تاج الشریعہ کا ایک اور زریں موقعہ ہاتھ آیا اب کی بار تنہا نہیں علماء، فقہا، مشائخ کی بارات لے کر آئیں گے، ایک دن کے لئے نہیں تین دن کے لئے تشریف لائیں گے پورے مالوہ میں خوشیوں کی لہر دوڑ گئی ہر طرف انہیں کا چرچا تھا۔ جوں جوں وقت قریب آرہا تھا لوگوں میں ہل چل بڑھ رہی تھی، تین دن سے پورے شہر میں لاؤڈ اسپیکر اور اخبارات کے ذریعہ آپ کی آمد کا اعلان ہو رہا تھا۔ جب وہ مبارک ساعت آئی ایرپورٹ کے پورے علاقہ میں دیوانوں کی بھیڑ نظر آرہی تھی، پل پل کی خبر عوام اہل سنت کو پہنچائی جا رہی تھی۔ فخر ازہر ایرپورٹ کے لئے روانہ ہوگئے، اب پلین میں بیٹھ گئے، فخر ازہر پرواز فرما رہے ہیں، فخر ازہر اندور ایرپورٹ پر۔ اب اترنے والے ہیں، وہ دیکھو رضوی دولہا نظر آرہے ہیں ہر طرف شور ہے رضوی دولہا آگئے رضوی دولہا آگئے۔ نعروں کی جھنکار ہے، دولہے کی سواری آگے بڑھتی ہے پیچھے پیچھے کاروں کا جلوس، آگے آگے بانک سوار نظر آرہے ہیں۔

برسوں پہلے حضور مفتی اعظم ہند کا جو شاہانہ استقبال کیا گیا تھا وہی خوشنما منظر لوگوں کے سامنے ہے آج شہزادۂ اعلیٰ حضرت نہیں ہیں لیکن نبیرۂ اعلیٰ حضرت سے لوگ اپنی پیاس بجھا رہے ہیں۔

شرعی کونسل بریلی شریف کا یہ گیارہواں سیمینار تھا جو اپنی روایات سے ہٹ کر پہلی بار بریلی شریف سے باہر ہونے جا رہا تھا۔ اہل اندور پر حضور تاج الشریعہ کی کرم فرمائی اور حضور مفتی اعظم کا خصوصی فیضان ہے۔ یہ سیمینار بھی دار العلوم نوری اندور کے اسی رضا ہال میں ہونے جا رہا تھا جس کا سنگ برکت ۶ رجون ۱۹۹۷ء میں حضور تاج الشریعہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھا تھا اور جس کی عظیم الشان عمارت کو دیکھ کر حضرت سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور نے پہلے مجلس شرعی مبارک پور کے سیمینار میں کہا تھا: اشرفیہ کی عظیم عمارتیں اپنی جگہ مسلّم ہیں لیکن اس جدید عمارت نے ہمیں سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ بہر حال ۲۱ رمارچ ۲۰۱۴ء کو یہ گیارہواں فقہی سیمینار شہنشاہ مالوہ سیدنا غازی نور الدین ناہر شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ مرکز اہل سنت دار العلوم نوری اندور میں حضور تاج الشریعہ کی سرپرستی، حضور محدث کبیر کی صدارت، شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ عسجد رضا خاں صاحب کی قیادت، حضرت مفتی مالوہ مدظلہ اور حضرت نوری بابا مدظلہ کی نگرانی میں بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہوا جس میں ڈیڑھ سو سے زائد علماء، مشائخ اور مفتیان کرام شریک ہوئے۔ تین روز تک مختلف موضوعات پر گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔

سیمینار کی ہر نشست میں حضرت تاج الشریعہ بنفس نفیس شریک رہے۔ اپنے خطبہ صدارت میں حضور تاج الشریعہ نے فرمایا:

دار العلوم نوری اندور میں پہلی مرتبہ انعقاد پذیر شرعی کونسل آف انڈیا کے گیارہویں فقہی سیمینار میں آپ حضرات کی شرکت پر بہت ہی ممنون و مسرور ہوں۔ ساتھ ہی ساتھ مستحق دعائے خیر ہیں دار العلوم نوری کے اراکین و معاونین کہ جنہوں نے گیارہویں فقہی سیمینار کی ذمہ داری اپنے سر لی اور اس کار خیر میں شرعی کونسل کو اپنے بیش بہا تعاون سے نوازا، علماء کرام کی راحت و ضیافت کا اہتمام کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں دارین کی برکتوں اور علمائے کرام کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

آخری دن بعد نماز عشا جشن دستار بندی کا پروگرام تھا وادیٔ نور کی آج قسمت جاگ اٹھی ہے اختر برج ولایت کے چہرے کی

تابشوں سے پوری وادی میں جگمگاہٹ ہے لوگ آپ کے چہرہ کی زیارت کرر ہے ہیں اسی موقعہ پر حضور تاج الشریعہ قاضی القضاۃ فی الہند نے مدھیہ پردیش کے لئے حضرت علامہ مفتی حبیب یار خاں صاحب قادری کو قاضی شریعت مقرر فرمایا۔ پھر بیعت کا سلسلہ شروع ہوا، ہزاروں کی تعداد میں لوگ دامن سے وابستہ ہوئے یہ سلسلہ صرف وادیٔ نوری میں نہیں بلکہ سیمینار کے دوران مختلف علاقوں میں حضور تاج الشریعہ تشریف لے گئے اور لوگوں نے ہاتھ میں ہاتھ دے کر یا دوسروں کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر اپنے آپ کو سلسلۂ قادریہ رضویہ سے منسلک کیا حضور تاج الشریعہ تشریف لے گئے اور نواسۂ حضور مفتیٔ اعظم ہند حضور منانی میاں صاحب کی دعاؤں پر جشن اختتام پزیر ہوا۔

الحمد للہ! سیمینار، جشن ختم بخاری شریف، وجشن دستار فضیلت کو تاریخی کامیابی ملی ملک کے مختلف اطراف سے علماء کے علاوہ دیدار تاج الشریعہ کے لئے عوام نے شرکت کی مختلف کمیٹیوں نے تشہیر کا کام انجام دیا، اشتہارات کے علاوہ شہر کے مختلف اخبارات میں سیمینار اور جشن کی رپورٹ شائع ہوئی۔

***

حضور تاج الشریعہ کا دورۂ شمالی بہار: ایک اجمالی تذکرہ

ڈاکٹر امجد رضا امجدؔ: قاضی شریعت ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ

بہار سے اعلیٰ حضرت اور خانوادہ رضا کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ یہ تعلق سرکار اعلیٰ حضرت کے پہلے سفر ۱۸ ۱۳ھ مطابق ۱۹۰۰ء سے شروع ہوا اور تاریخ میں ہمیشہ کے لئے اپنے گہرے نقوش چھوڑ گیا۔ آج بھی شمالی بہار میں اعلیٰ حضرت خانوادہ اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے حوالہ سے جو جذباتی وروحانی وابستگی پائی جارہی ہے وہ قابل رشک اور لائق تقلید ہے۔ اعلیٰ حضرت کے خلفا تلامذہ مریدین متعلقین محبین ان کی کتابوں کو عام کرنے والے ناشرین، محققین ساری جماعتیں بہار میں موجود ہیں یہ تعلق ان کے لئے سرمایہ آخرت ہے اور اسی جذبہ ونیت کے ساتھ وہ اس مشن سے وابستہ اور میکدہ عرفان کے شیدا وفریفتہ ہیں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی بہار میں پہلی آمد ردندوہ کانفرنس کے حوالہ سے ہوئی، پھر مدرسہ حنفیہ کے جلسہ دستار میں ہوئی، آرہ مدرسہ فیض الغربا کے جلسہ دستار میں ہوئی۔ اس حوالہ سے کچھ یادیں ذہن کے منتشر اوراق میں محفوظ ہیں کچھ ضائع ہوگئیں، اور کچھ کا کوئی ٹریس ہی نہیں جو ضائع ہوگئیں ان کی بازیابی کی صورتیں معدوم نہیں مگر ان احباب واشخاص تک پہنچنا اور ان دفینوں تک رسائی حاصل کرنا آسان نہیں۔ ہاں مدرسہ حنفیہ پٹنہ کے حوالہ سے پوری تفصیل اس خاکسار کے مضمون "قدیم عظیم آباد کی عظیم یادگار مدرسہ حنفیہ پٹنہ" میں دیکھی جاسکتی ہے جو ماہنامہ کنزالایمان دہلی سے چھپ چکا ہے۔

سرکار اعلیٰ حضرت کا شمالی بہار میں دورہ نہیں ہوپایا، حالانکہ شمالی بہار کی مشہور ومعروف مقتدر شخصیت حضرت سرکار رحمٰی علامہ شاہ عبدالرحمٰن قادری علیہ الرحمہ والرضوان نے پوکھریرا ضلع سیتامڑھی (قدیم مظفرپور) کے لئے آپ کو مدعو کیا تھا مگر اپنی مصروفیات کے سبب آپ بذات خود تشریف نہیں لاسکے اور یہ علاقہ ان کی قدم بوسی سے محروم رہ گیا مگر اس محرومی کے باوجود یہ بات اطمینان ہی نہیں قابل فخر ہے کہ اس دعوت پر اعلیٰ حضرت نے جنہیں اپنا نائب بناکر بھیجا ان کے بارے میں فرمایا کہ "انہیں حامد رضا نہیں احمد رضا سمجھا جائے" اور واقعی علم عمل تقوی صورت وسیرت ہر اعتبار سے دنیا نے حجۃ الاسلام علامہ شاہ حامد رضا خاں قدس سرہ کو جانشین اعلیٰ حضرت سمجھا مانا اور کہا۔

حضور حجۃ الاسلام کا یہ سفر شمالی بہار کے لئے "فصل بہار" سے کم نہ تھا، اسی سفر کے بعد عہد بہ عہد، حضور مفتی اعظم ہند، سرکار مفسر اعظم ہند، حضور ریحان ملت علامہ شاہ رحمانی میاں، حضور تاج الشریعہ، حضور قمر میاں، حضرت علامہ شاہ توصیف رضا خان قبلہ کی آمد کے دروازے وا ہوئے اور سلسلہ رضویہ کے فروغ وارتقا کی نئی تاریخ مرتب ہوئی۔ ان میں سے ہر ایک شخصیت کا تعلق بہار سے اتنا گہرا پراثر اور تاریخی ہے کہ اس پہ پوری کتاب لکھی جاسکتی ہے مگر سردست ان تمام تفصیلات سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف جانشین مفتی اعظم ہند حضور تاج الشریعہ علامہ شاہ اختر رضا قادری قدس سرہٗ کی یادوں کے بکھرے ہوئے نقوش اجمالی طور پہ یکجا کرنے کی سعی کررہا ہوں۔

ماضی کے اوراق پلٹنے سے سیتا مڑھی کی مردم خیز بستی پوکھریرا کی عظمت واہمیت ابھر کر سامنے آتی ہے۔ بلاشبہ یہ وہ بستی ہے جسے شمالی بہار میں اہل سنت وجماعت کا علاقائی مرکز ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اس عہد میں یہیں اہل سنت کی ایک دینی درسگاہ ''مدرسہ نوارالہدیٰ'' اور مدرسہ حامدیہ کے نام سے قائم تھی جس سے علاقہ بھر کے افراد تعلیمی تشنگی بجھایا کرتے تھے۔ یہیں کی تعلیم نے کتنے گمناموں کو شہرت دوام بخشی اور ان کے کردار وعمل نے کتنے ہی گم گشتگان راہ کو نشان منزل عطا کیا۔ اسی مدرسہ کے سالانہ اجلاس میں شرکت کے لئے پہلی بار حضور حجۃ الاسلام تشریف لائے، علاقہ کی متمول شخصیات نے بھی حضرت سرکار کی کی دعوت پہ شرکت کی۔ ان میں اس خاکسار کے والد گرامی گماشتہ عبدالغفور خان اور چچا عبدالشکور خاں (پہلوان) بھی تھے۔ جب ان لوگوں نے حجۃ الاسلام کا چہرہ زیبا دیکھا تو دل کی دنیا میں امنگوں کا سیلاب امنڈ پڑا اور حضرت مولانا ولی الرحمٰن کی بارگاہ میں یہ عریضہ پیش کیا کہ حضور حجۃ الاسلام کو ہم لوگ ''کنکٹی'' لے جانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے حجۃ الاسلام کی بارگاہ میں ان حضرات کی خواہش پیش کرتے ہوئے کہا کہ علاقہ کے کچھ پٹھان آپ کو اپنے گاؤں لے جانا چاہتے ہیں، حضرت نے کچھ سوچا اور آمادگی ظاہر فرمادی۔ پھر کیا تھا والد گرامی نے پالکی کا انتظام کیا اور حضرت کو پالکی میں بٹھا کر تقریبا ۲۵ رکیلو میٹر کا سفر گاؤں کے لوگوں کے ساتھ نعرہ تکبیر ورسالت کی پرنور صداؤں میں پاپیادہ طے کیا۔ راستے میں کئی کرامتیں ظاہر ہوئیں جسے امین شریعت ادارہ شرعیہ بہار حضرت مفتی عبدالواجد قادری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''پنج گنج ولایت'' میں جمع فرمادیا ہے۔ اس طرح حضور حجۃ الاسلام پہلی بار کنکٹی تشریف لائے، اور ہمارے خاندانی دالان (مردانہ بیٹھک) میں قیام فرمایا۔ یہ قیام غالبا سات روزہ تھا۔ یہیں ہمارے والد گرامی گماشتہ عبدالغفور خاں چچا پہلوان عبدالشکور خاں حضور حجۃ الاسلام سے بیعت ہوئے۔ اللہ اللہ، کیا سماں رہا ہوگا کیسی نور بھری فضائیں رہی ہوں گی، اس چھوٹی سی بستی کا مقدر بھی کتنا اعلیٰ تھا کہ جس شخصیت کو اعلیٰ حضرت نے ''حامد رضا نہیں احمد رضا ہی سمجھا جائے'' فرما کر بھیجا تھا وہ اس دورافتادہ علاقہ میں فروکش تھے اور دیہاتیوں کا مقدر سنوار رہے تھے۔ تصور میں جب وہ منظر آتا ہے تو دل جھوم اٹھتا ہے اور آنکھیں فرط مسرت میں بھیگ جاتی ہیں۔

اس ایک سفر کے بعد پھر کنکٹی کا دوسرا سفر حضرت کا کب ہوا تفصیل کہیں دستیاب نہیں، مگر مشہور ہے کہ اس کے بعد بھی ان کی یہاں تشریف آوری ہوئی۔ حضور حجۃ الاسلام جب علالت ومصروفیات کے سبب سفر سے گریز وپرہیز کرنے لگے تو علاقہ کی روحانی ومسلکی رہبری سرکار مفسر اعظم ہند کے ذمہ فرمائی۔ مفسر اعظم ہند نے والد گرامی کے ان مریدان بے دام کو بے آسرا نہیں چھوڑا بلکہ مسلسل ادھر کا دورہ فرمایا ان کے یہاں قیام کیا اور یہیں سے شمالی بہار کے بہت سارے علاقے مثلا کمراہ، کرہر، فتح پور، سہیا، بھٹونہ، پرسونی، کھول، جھونٹا، وغیرہ تمام جگہوں کو خوب خوب سیراب کیا۔ ان تمام علاقوں کے دورہ کے لئے آپ نے کنکٹی ہی کو اپنا مرکز بنایا، مہینہ مہینہ بھر یہاں قیام ہوتا، محفلیں سجتی اور عشا بعد سے لے کر فجر تک اور بسا اوقات فجر پڑھنے کے بعد پھر یہ محفلیں جاری رہتیں اس وقت کنکٹی کے نعت خوانوں میں عزیر احمد خاں، خورشید خان، ہاشم خان، قاسم خان بہت مشہور تھے۔ یہیں اسی قیام گاہ پہ حضرت سرکار مفسر اعظم ہند نے درود خوانی کے وظائف مرتب کئے جس کا نقشہ سال گزشتہ ۲۰۱۷ء کے عرس مفسر اعظم ہند میں حضرت مفتی عبدالواجد قادری صاحب علیہ الرحمہ والرضوان نے بڑا عمدہ کھینچا جو ریکارڈ میں محفوظ ہے۔ درود خوانی کے وظائف اس طرح ہیں:

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما — نحن عباد محمد صلی علیہ وسلما

- ☆ صل وسلم یااللہ علیٰ محمد صلی اللہ
- ☆ یاحی یاقیوم
- ☆ یارحمٰن یارحیم
- ☆ سبحان اللہ والحمدللہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر
- ☆ یاحنان ویامنان یادیان ویا سبحان اغفر عبدك یارحمٰن نور قلبی بالعرفان
- ☆ حسبی ربی جل اللہ مافی قلبی غیر اللہ نور محمد صلی اللہ حق لا الٰہ الا اللہ
- ☆ انت المولیٰ انت الحق انت الهادی انت الحق انت المرشد انت الحق لیس الهادی الا هو
- ☆ صل علیٰ نبینا صل علیٰ محمد
- ☆ صل علیٰ رسولنا صل علیٰ محمد
- ☆ صل علیٰ حبیبنا صل علیٰ محمد
- ☆ صل علیٰ بشیرنا صل علیٰ محمد
- ☆ صل علیٰ نذیرنا صل علیٰ محمد
- ☆ صل علیٰ رؤفنا صل علیٰ محمد
- ☆ صل علیٰ کریمنا صل علیٰ محمد
- ☆ صل علیٰ رحیمنا صل علیٰ محمد
- ☆ صل علیٰ وکیلنا صل علیٰ محمد
- ☆ صل علیٰ غوثنا صل علیٰ محمد
- ☆ صل علیٰ غیاثنا صل علیٰ محمد
- ☆ اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما نحن عباد محمد صلی علیہ وسلما

ہر وظیفہ کے بعد صل وسلم یااللہ علیٰ محمد صلی اللہ کا ورد ہے تاکہ وظیفہ کی گرمی دورد پاک کے ورد سے معتدل رہے۔ اس "درود خوانی" کی الگ ایک کیفیت ہے جس سے سرشاری حاصل ہوتی ہے۔ اور تقریباً ہر رات درود خوانی کی یہ محفل "کنکٹی" میں منعقد ہوتی ہے۔ یہ درودخوانی قبولیت دعا میں موثر اور دفع بلاومشکلات میں تریاق ہے۔

جس دروازہ (دالان) پر یہ درود کے صیغے سرکار مفسر اعظم ہند کو القا ہوئے وہ وہی جگہ ہے جہاں حضور حجۃ الاسلام قیام فرماتے تھے۔ آپ نے بھی اسی کو اپنا مستقر بنایا اور اسی جگہ پہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے دو عربی (مکی ومدنی) مہمان مفسر اعظم ہند سے مرید ہونے کے لئے حجاز مقدس سے کنکٹی تشریف لائے۔ الحمدللہ تحدیث نعمت کے طور پہ یہ بات عرض کر رہا ہوں کہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے مہمان کی خدمت، ان کی مہمان نوازی اسی فقیر کے خاندان کے حصہ میں آئی۔ والد صاحب قبلہ گماشتہ عبدالغفور خاں حامدی نے اپنے پیر کے فیضان سے یہ شرف پایا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمانوں کی ضیافت وخدمت انہوں نے کی اور

انہیں اپنا مہمان پا کر سجدہ شکر ادا کیا۔ حضرت مفتی عبد الواجد صاحب قبلہ کے بقول جب یہ دونوں عربی مہمان جب پوپری سے چلے تو حضور مفسر اعظم ہند کی نگاہ کرامت نے ملاحظہ فرما کر فرمایا ''کماشتہ صاحب! تیاری کریں دو عظیم مہمان آپ کے یہاں آرہے ہیں'' ان واقعات کے عینی شاہد حضرت مفتی عبد الواجد قادری علیہ الرحمہ ہیں۔ اس واقعہ کو بلکہ سرکار مفسر اعظم ہند کی یادوں کے جتنے بھی چمکتے دمکتے مہکتے نقوش ہیں انہیں، مفتی صاحب قبلہ نے اپنی کتاب ''حیات مفسر اعظم ہند'' میں محفوظ فرمادیا ہے۔ ان واقعات کے تناظر میں تاریخی اعتبار سے اس گاؤں اور اس جگہ کی اپنی اہمیت ہے جس کی کوئی قیمت لگائی ہی نہیں جاسکتی۔

حضور تاج الشریعہ علامہ شاہ اختر رضا قادری برکاتی نور اللہ مرقدہ کا سفر بہار، کب شروع ہوا یہ تو تحقیق طلب ہے مگر اتنا ضرور ہے آپ اپنے والد گرامی سرکار مفسر اعظم ہند کے ساتھ کنکتی تشریف لا چکے ہیں۔ کیوں کہ کنکتی آپ کی تشریف آوری اور یہاں کی محافل میں نعت شریف پڑھنے کا معاملہ مصدقہ ہے کہ اس کے راوی اب بھی موجود ہیں۔ ماہنامہ اعلیٰ حضرت رجب ۱۳۸۲ھ مطابق دسمبر ۱۹۶۲ء کے شمارہ میں حضور مفسر اعظم ہند کے دورہ بہار کی رپورٹ شائع ہوئی ہے غالباً یہ دورہ حضرت کا آخری دورہ تھا اس میں حضرت کی زبان خاموش تھی، مگر حضرت تقریر لکھ کر دیتے اور دوسرے علما بالخصوص حضرت مفتی عبد الواجد قادری صاحب اسے جلسوں میں سناتے۔ اس سفر میں آپ نے پوکھریرا تھ، کنکتی کرہر کا دورہ فرمایا اس کا تذکرہ اس شمارہ میں موجود ہے۔ اس وقت تک حضور تاج الشریعہ منظر اسلام میں تھے اس لئے یہ قیاس ہے کہ والد صاحب کے ساتھ آپ کا دورہ بہار ۱۹۶۲ سے قبل ہوا ہوگا۔

سن ۱۹۶۳ میں آپ جامعہ ازہر مصر تشریف لے گئے، سن ۱۹۶۶ء میں آپ اعلیٰ کامیابی کے ساتھ مصر سے بریلی شریف تشریف لائے، تو منظر اسلام میں مسند تدریس سنبھالی۔ پھر حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے فتویٰ نویسی کا کام شروع فرمایا اور ان کے پردہ کرنے کے بعد جانشین مفتی اعظم کی حیثیت سے پورے عالم پہ عشق وعرفان کا بادل بن کر چھا گئے۔ خدائے پاک نے آپ کو جو مقبولیت عطا فرمائی تھی اس کی مثال دور دور تک نظر نہیں آتی۔ سادگی، گوشہ نشینی، شہرت سے نفور اور میڈیا سے لاتعلقی کے باوجود ایسی مقبولیت کا پایا جانا ثابت کرتا ہے کہ مقبولیت شہرت عزت عظمت عطائے الٰہی ہے۔ کاش اس سے وہ لوگ سبق لیں جو میڈیا کی بیساکھی کے بغیر ایک قدم نہیں چل سکتے۔ اور اپنی مقبولیت وشہرت کا دائرہ وسیع کرنے کے لئے میڈیا کا استعمال عبادت سے سمجھتے ہیں۔

حضور تاج الشریعہ کا باضابطہ دورہ جامعہ ازہر سے واپسی ۱۹۶۶ء کے بعد شروع ہوگیا تھا۔ چنانچہ رضا باغ کنکتی کے باشندگان کے بقول ۱۹۶۸ء میں حضرت کی کنکتی تشریف آوری ہوئی۔ پھر ۱۹۸۸ میں آپ نے کنکتی کو سرفراز فرمایا۔ اس وقت میں دار العلوم امجدیہ ناگپور میں زیر تعلیم تھا، مگر حضرت کی تشریف آوری، ان کے قیام، ان کی خدمت کے سارے مناظر ذہن میں محفوظ ہیں۔ ۱۹۸۹ء میں میری تعلیم مکمل ہوئی تو حصول برکت کے لئے میں نے اپنے دالان کے اسی حجرہ کو منتخب کیا جو حضور جیلانی میاں کے نام سے مشہور تھا۔ اسی سال اہل کنکتی نے ۱۹۹۰ء میں حضور جیلانی میاں کے ۲۵ رویں عرس کو ''دو روزہ سلور جبلی کانفرنس'' کے نام سے منانے کا پروگرام بنایا۔ اور الحمد للہ یہ کانفرنس تاریخی نوعیت کی ثابت ہوئی، ایسا پرکیف اور نور بار منظر شاید ہی کہیں نظر آتا ہوگا دو دن کا یہ پروگرام ایسا تھا جس میں بریلی شریف کے تمام اکابر حضور تاج الشریعہ، حضور منانی میاں، حضور قمر میاں، حضور سبحانی میاں، حضور توصیف میاں سب کے سب موجود تھے۔ اسٹیج کا منظر ایسا پرکیف وبارعب تھا کہ دیکھنے والوں کے بقول ایسا منظر اس سے قبل اور نہ اس کے بعد دیکھا گیا۔ اس عرس میں پہلی بار اس خاکسار نے جرأت کر کے حضور مفسر اعظم ہند کی شان میں ایک

منقبت کہی جو تمام اکابران بریلی ودیگر علمائے اہل سنت کی موجودگی میں جناب بسمل بھاگل پوری نے پڑھی۔ جسے تمام بزرگوں نے پسند کیا اور دعاؤں سے نوازا۔ چند اشعار بطور یادگار ملاحظہ ہوں۔

منظر اوصاف خوباں شاہ جیلانی میاں
مظہر انوار رحماں شاہ جیلانی میاں

لائق صد رشک تیرے جملہ اوصاف جمیل
ہر صفت رخشاں درخشاں شاہ جیلانی میاں

یہ رضا کا باغ ہے اور تم ہو اس کے باغباں
ہم ہیں طوطی نغمہ سنجاں شاہ جیلانی میاں

اہل کنکٹی کی زباں پر ہے فقط تیرا ہی نام
چارہ ساز دردمنداں شاہ جیلانی میاں

رحم کن برحال امجد تا بماند تا ابد
زیر احساں خنداں خنداں شاہ جیلانی میاں

پٹنہ حضور تاج الشریعہ کی آمد کب ہوئی یہ تحقیق طلب ہے۔ مگر یہ یقینی ہے کہ مرکزی ادارہ شرعیہ کے پروگراموں کے علاوہ الجامعۃ الرضویہ مغل پورہ پٹنہ سیٹی کی تاسیس اور جلسہ دستار بندی میں آپ کی تشریف آوری ہوئی۔ ہاں مرکزی ادارہ شرعیہ بہار کے جشن دستار بندی میں متعدد بار آپ تشریف لائے۔ جن ایام میں مفتی مطیع الرحمٰن رضوی صاحب ادارہ شرعیہ بہار کے صدر مفتی تھے ان ایام میں انہوں نے کوشش کر کے حضور تاج الشریعہ کا پورے بہار جھارکھنڈ کا دورہ کرایا، تمام اردو اخبارات میں ان مقامات کے دورہ کا خاکہ ایڈ کی شکل میں شائع کرایا۔ یہ دورہ ایسا تھا جس میں لاکھوں افراد حضور تاج الشریعہ کے دامن کرم سے وابستہ ہوئے۔ ادارہ شرعیہ کے رکارڈ میں کچھ اخباری تراشے میری نگاہ سے گزرے، جس سے حضور تاج الشریعہ کے بہار آنے کی صراحت ہوتی ہے ذیل میں اخباری تراشے کا مضمون دیا جا رہا ہے تا کہ حقائق سامنے آسکیں۔

روزنامہ قومی تنظیم پٹنہ ۳۱ر۱۰ر۱۹۹۵ کی رپورٹ: صوبہ بہار کے مسلمانوں کو بالعموم اور اہل ارادت کو بالخصوص مژدہ ہو کہ جانشین مفتی اعظم حضرت مولانا محمد اختر رضا خاں ازہری ان شاء اللہ تعالیٰ ۲ نومبر ۹۵ کو شرم جیوی ایکسپریس سے پٹنہ تشریف لا رہے ہیں دن بھر حضرت کا قیام رہے گا رات ۸ بجے فرکا ایکسپریس سے مالدہ تشریف لے جائیں گے۔

روزنامہ قومی تنظیم اور سنگم پٹنہ میں شائع تاج الشریعہ کے تفصیلی بیان کا اجمالی خاکہ: ۱ر۱۱ر۹۷ کی رپورٹ۔ ۲۲ر نومبر رانچی، جھارکھنڈ۔ ۲۳ر نومبر پوکھری۔ ۲۴ر نومبر چناری ضلع رہتاس۔ ۲۵ر نومبر شیر گھاٹی۔ ۲۶ر نومبر نوادہ۔ ۲۷ر نومبر دربھنگہ۔ ۲۸ر نومبر موتیہاری۔ ۲۹ر چھپرہ۔ ۳۰ر نومبر پٹنہ۔

دربھنگہ میں تاج الشریعہ کی آمد: دربھنگہ ۳ نومبر مدرسہ حمیدیہ میں جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں قادری کے دربھنگہ آنے پر مقامی مسلمانوں نے ان کا نہایت گرم جوشی کے ساتھ استقبال کیا۔ شہر دربھنگہ اور اس کے مواضعات مدھوبنی بے نگر سیتا مڑھی مظفرپور سمستی پور کے مسلمان کثیر تعداد میں دربھنگہ پہنچے۔ تقریباً ایک بجے دن میں مولانا موصوف اسٹیج پر تشریف لائے اس کے بعد سلسلہ بیعت شروع ہوا۔ اور اللہ واس کے رسول کی اطاعت کرنے، سیرت مقدسہ پہ چلنے، عقائد صحیحہ پہ قائم رہنے، نماز روزہ ودیگر فرائض واجبات کی پابندی کرنے، سنن ومستحبات پر عمل کرنے کے وعدے لئے۔ سینکڑوں افراد کو مرید کیا۔ بعد ازاں علمائے کرام کی گزارش پر آپ نے نعت مقدس نہایت ہی خوش نوائی کے ساتھ پیش کی بعد میں چند نصیحت آمیز کلمات اتباع رسول، ایمان کی حفاظت، اور اللہ واس کے رسول کی محبت سے متعلق فرما کر دعا کی۔ شہر دربھنگہ کی یہ تاریخی کانفرنس مولانا عبد الواجد قادری اور مولانا محبوب رضا روشن القادری کی محنت وکاوش کے نتیجہ میں منعقد ہوئی (قومی تنظیم پٹنہ)

مظفرپور میں شاندار استقبال: ۲۸ نومبر (این نیازی) طے شدہ پروگرام کے مطابق حضرت علامہ ازہری آج دن میں دربھنگہ سے مدرسہ دینیہ غوثیہ مظفرپور تشریف لائے، اور نماز جمعہ کی امامت فرمائی۔ ہزاروں عقیدت مندوں کی بھیڑ ان کی زیارت کے لئے امنڈ آئی۔ نماز کے بعد معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل منعقد ہوئی پھر بیعت کا سلسلہ شروع ہوا۔ کوئی دو گھنٹہ قیام کے بعد علامہ ازہری موتیہاری کے لئے روانہ ہو گئے

۲۹ اکتوبر ۲۰۰۲ قومی تنظیم کی رپورٹ: مولانا قطب الدین رضوی ناظم نشر واشاعت ادارہ شرعیہ مطلع کرتے ہیں کہ عالم اسلام کی عظیم شخصیت تاج الشریعہ علامہ شاہ اختر رضا خاں قادری ازہری قبلہ بہار کے دو روزہ دورہ پہ تشریف لا رہے ہیں۔ یکم نومبر کو کلکتہ میں مسلمانوں کو خطاب کر کے بذریعہ طیارہ ۲ نومبر کو پٹنہ تشریف لا رہے ہیں۔ جہاں ادارہ شرعیہ کے جشن دستار بندی میں شرکت فرمائیں گے اس جشن میں ادارہ شرعیہ شعبہ افتاوقضا کے ۱۶ فارغین مفتیان شریعت اور ۴۲ حفاظ کرام کے سروں پہ دستار رکھیں گے اور سند فراغت سے نوازیں گے۔ ۳ نومبر کو مدرسہ اسلامیہ محمودیہ یتیم خانہ پیاور گھاٹ سیوان کے اصلاح معاشرہ کانفرنس میں شرکت فرمائیں گے۔

مرکزی ادارہ شرعیہ کے اسی جشن دستار افتا میں حضور تاج الشریعہ نے اپنے دست مبارک سے اس خاکسار کی دستار باندھی اور سند افتا، سند سلوک پہ دستخط فرمایا۔ اس جشن میں قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ اپنی علالت کے باوجود شریک تھے۔ اور اپنے لگائے ہوئے پودہ کو جوان دیکھ کر بہت خوش تھے افسوس یہ اجلاس ان کی زندگی کا آخری اجلاس تھا ۲۰۰۳ میں وہ ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو گئے۔

حضور تاج الشریعہ کے حوالے سے یہ چند بکھرے ہوئے نقوش تھے جو سمٹ کر صفحات پہ آگئے ان میں حضرت کے پروگرام کی تفصیل، مختلف مقامات پہ کرامات کا صدور اور اہم واقعات کا تذکرہ باقی ہے۔ کہ ابھی نہ وقت ہے اور نہ تحقیق کی سہولیات۔ ان شاء اللہ جلد ہی اس کی تفصیل بھی جمع کر لی جائے گی۔ پروردگار عالم ہمیں حضور تاج الشریعہ کے فیضان سے مالا مال فرمائے اور ان کے مشن کو فروغ دینے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

***

تاج الشریعہ کے ہندوستانی تبلیغی دورے

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی، نوری دارالافتا، مدینہ مسجد، کاشی پور، اتراکھنڈ

تاج الشریعہ قدس سرہ کی ذات یکتائے روزگار تھی۔ تاج الشریعہ خود میں ایک انجمن تھے۔ ان کی گوناگوں خوبیاں، کمالات، اور اوصاف حمیدہ سے زمانہ بخوبی واقف ہے۔ نسب وحسب، علم وعمل، صورت وسیرت، تقوی وطہارت، تدریس وتصنیف، افتا وقضا، قیادت وسیادت، امامت وامارت، تبلیغ وخطابت جس زاویہ سے آپ کو دیکھا جائے اپنی مثال آپ ہی تھے۔

ہم یہاں اپنے عنوان کے پیش نظر حضرت کے ہندوستانی تبلیغی دوروں پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ اس یقین کے ساتھ کہ اس مضمون میں حضرت کے تبلیغی تمام دوروں کا احاطہ ناممکن ہے۔ البتہ اس امید سے تفصیل پیش کریں گے کہ قارئین حضرات، حضرت کے تبلیغی دوروں کی اس مختصر روداد سے حضرت کی مبلغانہ شان وعظمت اور منصب خطابت کا بآسانی اندازہ لگا سکیں۔

ابتدائے عمر میں ہی حضرت کو خطابت پر عبور حاصل ہو گیا تھا۔ اور کیوں نہ ہوتا مفتی اعظم ہند کی صحبتوں سے مستفیض جو تھے۔ مفتی اعظم ہند کے ساتھ جلسوں میں آپ کی شرکت اور گاہے بگاہے مفتی اعظم ہند کی موجودگی میں خطابت آپ کی شہرت ومقبولیت کے لیے سند کا درجہ رکھتی تھی۔ آپ نے ملک وبیرون ملک بے شمار تبلیغی دورے فرمائے ہم ان دوروں میں سے صرف ملکی چند دوروں کا ذکر اور جلسوں، کانفرنسوں میں آپ کی شرکت وخطابت کی قدرے تفصیل بیان کرتے ہیں۔

ہندوستانی دورے: ہندوستان کی زمین مذہبی اعتبار سے مسلمانوں کے لیے دوسرے ملکوں کے مقابل بہت ہی نرم رہی ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں جیسا مذہبی ماحول پوری دنیا میں دیکھنے کو نہیں ملتا ہے۔ ادب، جذبات، وارفتگی، عبادت، علم اور عمل میں ہندوستانی مسلمان اپنی مثال آپ ہے۔ یہاں جلسے اور جلوس جس کثرت سے ہوتے ہیں شاید ہی کسی اور ملک میں ہوتے ہوں۔ مذہبی روایات میں ہندوستانی مسلمان پوری دنیا سے سبقت لے گئے ہیں۔ اس ہندوستان میں چھوٹے بڑے جلسے میلاد عموماً روزانہ ہوتے ہیں۔ حضور تاج الشریعہ قدس سرہ نے ملک کے قریب قریب سبھی حصوں میں دورے فرمائے۔ کچھ دوروں کی تفصیل ملاحظہ ہو:

حضرت کے پروگرام اس قدر ہوتے کہ کئی کئی ماہ قبل تاریخ لینا پڑتی۔ بہت سے لوگ جلسہ میں بھیڑ اکٹھا کرنے کے لیے حضرت کا نام پوسٹر میں ڈال دیتے اور حضرت کو اطلاع بھی نہیں دیتے۔ سنی دنیا کے درج ذیل اطلاع نامہ سے حضرت کی تبلیغی سرگرمیوں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

"حضرت علامہ اختر رضا خان صاحب قبلہ ازہری اپنا پروگرام سلسلہ وار نمبر سے دیتے ہیں جن کی دعوت پہلے آتی ہے انہیں پروگرام پہلے ملتا ہے لہٰذا بروقت پروگرام نہ مانگ کر کم از کم چھ ماہ قبل دعوت کی اطلاع دیں۔ حضرت علامہ ازہری صاحب قبلہ کا پروگرام ان کے خادم خاص اور رفیق سفر جناب عبد النعیم صاحب عزیزی دیتے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں کسی کے ساتھ نہ خصوصی

رعایت برتی جاتی ہے اور نہ ہی کسی کے ساتھ زیادتی ۔ بلکہ جو پہلے رابطہ قائم کرتا ہے وقت خالی ہونے پر اسے پہلے پروگرام دیا جاتا ہے۔اگر کسی وجہ سے حضرت پروگرام میں شرکت نہیں کر پاتے تو اس کی اطلاع دے دی جاتی ہے ۔اور اگر کوئی صاحب زادِ راہ بھی بھیج دیتے تو وہ فوری واپس کر دیا جاتا ہے۔لہٰذا پروگرام کے سلسلے میں کوئی بھی صاحب غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں اور نہ ہی اس کے لیے کسی کو ذمہ دار اور مورد الزام ٹھہرائیں ۔ [سنی دنیا، اگست، ستمبر ۱۹۸۳ء ص ۸۸]

نیز یہ بھی ملاحظہ ہو:"حضرت علامہ ازہری صاحب کے پروگرام کی ۵ رجون ۱۹۸۳ء تک کی تاریخیں بھری ہوئی ہیں ۔لہٰذا پروگرام کے لیے تاریخ مانگنے والے حضرات بعد عید کے لیے ہی لکھیں۔ حضرت کے جو پروگرام لگے ہیں ان میں ان کی شرکت اس وقت ہوسکتی ہے جب وہ ہندوستان میں موجود رہے اور اگر غیر ملکی دورہ پر چلے گئے تو تمام تاریخیں منسوخ سمجھی جائیں گی ۔حضرت کے غیر ملکی دورہ پر جانے سے قبل البتہ ان حضرات کو مطلع کر دیا جائے گا جن کو پروگرام دئے گئے ہیں۔کسی جلسہ یا کانفرنس کے پوسٹر میں حضرت ازہری صاحب کے نام کے ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں وہ شرکت فرما رہے ہیں یا شرکت کی منظوری دے دی ہے کسی جلسہ میں اگر حضرت کا نام دیا گیا اور حضرت نے شرکت نہیں فرمائی ہے اور اس جلسہ میں کوئی غیر شرعی حرکت ہوتی ہے تو ذمہ داری حضرت پر عائد نہیں ہوگی ۔" [سنی دنیا، مارچ ۱۹۸۳ء ص ۳۴]

یوں تو ملک و بیرون ملک بہت سے جلسوں، کانفرنسوں سیمیناروں میں آپ نے شرکت فرمائی ہم یہاں بس چند ملکی دوروں کا ذکر کریں گے۔

بریلی شریف: بریلی شریف آپ کا آبائی وطن ہے ۔یہاں تو آپ نے کس قدر خطابات کئے ہوں گے اس کا اندازہ لگانا ایک مشکل امر ہے۔البتہ کچھ جلسوں، کانفرنسوں میں آپ کی شرکت و خطابت کی تفصیل پیش کرتے ہیں۔

پہلا یوم رضا: امام اہل سنت کی ولادت کی مناسبت سے ملک بھر میں دس شوال المکرم کو یوم رضا منایا جاتا ہے، بریلی شریف میں اس سلسلہ میں پہلا اجلاس تاج الشریعہ کی سرپرستی میں ۱۵ر شوال مطابق ۲۶ر جولائی ۱۹۸۳ء کو منایا گیا۔اجلاس میں کئی نامور شخصیات نے بھی شرکت کی حضرت نے اجلاس کو خطاب بھی فرمایا۔اس اجلاس کی قدرے تفصیل ماہنامہ سنی دنیا کے حوالے سے ملاحظہ ہو:

> "ویسے تو حضور سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی پیدائش ۱۰ر شوال ہے اور اصولاً اسی تاریخ میں یوم رضا منایا جاتا ہے۔لیکن قائم مقام مفتی اعظم ہند کے اس تاریخ میں ایک مناظرہ میں شرکت کی وجہ سے یوم رضا ۱۵ر شوال مطابق ۲۶ر جولائی نو محلہ مسجد میں حضور قائم مقام مفتی اعظم کی اور ان کے برادر اصغر حضرت مولانا منان رضا خاں صاحب کے زیر حمایت منایا گیا۔بریلی شریف میں یوم رضا پہلی بار مدیر سنی دنیا عبد النعیم عزیزی کی تحریک پر منایا گیا۔نظامت بھی مدیر ماہنامہ نے کی۔ جلسہ کا تمام انتظام شہر کے نوجوانوں خصوصاً منور بخاری، حافظ الیاس، اور دوسرے حضرات رفیق صابری، اختر علی، انو رصاحب اور بشیر استاد وغیرہ نے کیا۔حضرت علامہ تحسین رضا خان صاحب و حضرت مولانا حبیب رضا خان صاحب وغیرہ نے بھی شرکت کی۔ قائم مقام مفتی اعظم حضرت علامہ ازہری صاحب قبلہ، شہزادہ صدر الشریعہ حضرت علامہ بہاء المصطفیٰ صاحب قبلہ اور مدیر ماہنامہ نے تقریریں بھی کیں۔" [اگست، ستمبر، ۱۹۸۳ء ص ۸۵]

پہلا یوم مفتی اعظم: پہلے یوم رضا میں ہی یوم پیدائش مفتی اعظم کا بھی اعلان کردیا گیا تھا۔ اور بریلی شریف میں حضور مفتی اعظم ہند کی ولادت کی مناسبت سے یہ پہلا اجلاس تھا۔ اس اجلاس کی سرپرستی بھی تاج الشریعہ نے فرمائی اور حضرت نے خطاب بھی فرمایا: روداد پیش ہے ملاحظہ ہو:

> ''یوم رضا کے موقع پر ہی اعلان کردیا گیا تھا کہ اس سال سے یوم مفتی اعظم منانے کی شروعات بھی کردی جائے گی۔ یہ عبدالنعیم عزیزی صاحب کی تحریک پر ہوا۔ حضرت مفتی اعظم کا یوم پیدائش ۲۲ رذی الحجہ ہے۔ لیکن چوں کہ حضرت علامہ ازہری صاحب کو حج وزیارت کے لیے جانا تھا اس لیے ارکان بزم رضائے مصطفی نے اسے جامع مسجد بریلی شریف میں پہلے ہی منالیا۔ یہ جلسہ علامہ ازہری صاحب قبلہ کی سرپرستی اور خطیب جامع مسجد مولانا سید سخاوت حسین صاحب کی صدارت میں انجام پذیر ہوا۔ نظامت کے فرائض عبدالنعیم عزیزی صاحب نے انجام دئے۔ علامہ ازہری صاحب قبلہ، مولانا محمد احمد صاحب کانپوری اور عزیزی صاحب نے تقریریں کیں۔ جلسہ کا اہتمام نفیس خاں نوری، مرزا طاہر بیگ، شمو خاں وغیرہ نے کیا۔'' [اگست، ستمبر ۱۹۸۳ء ص ۸۵]

جامعہ نوریہ رضویہ کا پہلا جشن دستار فضیلت: جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف ملک کے ممتاز اداروں میں ایک ہے۔ ۷، ۸ رشعبان المعظم ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۱، ۲۲ رمئی ۱۹۸۳ء، کو اس ادارہ کا پہلا جشن دستار فضیلت ہوا۔ ۱۴ رطلبا فضیلت سے فارغ ہوئے۔ تاج الشریعہ نے بانی وسربراہ کی حیثیت سے شرکت بھی فرمائی اور علم کی فضیلت پر خطاب بھی فرمایا۔ اجلاس کی روداد سے مطلوبہ اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف کا پہلا جشن دستار فضیلت ۷، ۸ رشعبان المعظم ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۱، ۲۲ رمئی ۱۹۸۳ء، اکبری مرزائی مسجد گھیر جعفر خاں صاحب میں نہایت شان وشوکت کے ساتھ منعقد ہوا۔۔۔ بانی وسربراہ قائم مقام مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب قبلہ نے فضیلت علم پر مختصر مگر جامع روشنی ڈالی۔'' [جون، جولائی ۱۹۸۳ء ص ۴۷]

کنزالایمان پر پابندی کے خلاف جلسہ: امام اہل سنت کا ترجمہ قرآن کنزالایمان دنیا کے سارے تراجم میں ممتاز ونمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ تراجم قرآن میں جو شہرت امام اہل سنت کے ترجمہ کنزالایمان کو حاصل ہے پوری دنیا میں وہ کسی اور ترجمہ کو حاصل نہیں۔ کنزالایمان اہل سنت کے عقائد ونظریات کا محافظ ومؤید اور باطل شکن ترجمہ ہے۔ ۱۹۸۲ء میں جب سعودی حکومت اور حکومت ایران نے ترجمہ قرآن کنزالایمان پر پابندی لگائی تو علمائے حق نے دونوں حکومتوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ جلسے جلوس، سیمینار وغیرہ کئے گئے۔ سعودی اور ایرانی حکومت کے خلاف میمورنڈم پیش کئے گئے۔ علاوہ ازیں ترجمہ کنزالایمان پر پابندی کے اسباب معلوم کئے گئے اور ان کے علما کو چیلنج مناظرہ بھی دیا گیا۔ اسی سلسلہ میں ایک احتجاجی جلسہ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف کے میدان میں ۲۴ رستمبر ۱۹۸۲ء کو منعقد ہوا۔ جس میں کنزالایمان پر پابندی کے حوالے سے تجاویز پاس کی گئیں۔ اس کے علاوہ ۲۵ رصفر کو موتی پارک بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت کانفرنس منعقد ہوئی۔ اور اس میں پانچ رکنی مرکزی کمیٹی تشکیل دی گئی۔ جس کا چیرمین تاج الشریعہ کو نامزد کیا گیا۔ اور حضرت کی طرف سے سعودیہ وایران کے سفارت خانوں

کو میمورنڈم بھی دیے گئے۔ملاحظہ کریں۔ماہنامہ لکھتا ہے:

"۲۴رستمبر کو جامعہ نوریہ رضویہ کے میدان میں حضرت علامہ اختر رضا خان صاحب قبلہ کی قیادت میں ایک احتجاجی جلسہ ہوا اور ترجمہ قرآن کنزالایمان پر سے پابندی ہٹانے کے سلسلہ میں تجاویز پاس ہوئیں۔۲۵رصفر کورات میں موتی پارک بریلی شریف میں ایک شاندار اعلیٰ حضرت کانفرنس منعقد ہوئی۔۔۔اعلیٰ حضرت کے ترجمۂ قرآن پر سے پابندی ہٹانے کے سلسلے میں حضرت مولانا اختر رضا خاں صاحب، حضرت مولانا ریحان رضا خاں صاحب، حضرت مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب، حضرت مولانا سید مظفر حسین صاحب ایم پی اور حضرت مولانا سید اسرارالحق صاحب ایم پی پر مشتمل ایک پانچ رکنی مرکزی کمیٹی کی تشکیل بھی کی گئی ہے۔جس کا چیرمین حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب کو مقرر کیا گیا ہے۔اس سلسلہ میں حضرت اختر رضا خاں صاحب کی طرف سے ممالک مجدیہ وایران کے سفارت خانوں کو میمورنڈم بھی دیے گئے ہیں۔کہ اگر پابندی کی خبر جھوٹی ہے تو وہ جلد اس کی تردید کریں۔اور اگر خبر صحیح ہے تو پابندی کی وجہ بتائیں اور ہمارے علما سے جہاں چاہیں اس میں مناظرہ کرلیں کہ ترجمہ اعلیٰ حضرت صحیح ہے۔اور مسلک اعلیٰ حضرت ہی حق ہے۔" [سنی دنیا، جنوری ۱۹۸۳ء ص ۴،۵]

کھیلم ضلع بریلی: ضلع بریلی کے ایک گاؤں کھیلم کے ایک اجلاس میں تاج الشریعہ نے صدارت فرمائی اور بہت سے افراد کو داخل سلسلہ فرمایا۔ملاحظہ ہو:

"حضرت علامہ ازہری صاحب کی صدارت میں جلسہ ہوا۔۔۔بے شمار لوگ حضرت سے مرید ہوئے۔" [جون، جلائی ۱۹۸۳ء ص ۴۷]

ادارۂ شرعیہ بہار کے وفد کا دورۂ آسام: تاج الشریعہ اور ادارہ شرعیہ بہار کے سرپرست رئیس القلم علامہ ارشدالقادری اور دیگر چند معتمد علما کے ایک وفد نے ۴رجنوری ۱۹۸۷ء سے ۱۲رجنوری تک آسام کے دورے کئے۔آسام کے ناگفتہ بہ حالات کے پس منظر میں جا بجا خطابات ہوئے۔اہل آسام کو صبر واستقامت کی تعلیم دی گئی۔حالات سے نبرد آزما ہو کر باطل سے پنجہ آزمائی کا درس دیا گیا۔ماہنامہ قاری سے تفصیل ملاحظہ ہو:

"حضرت مولانا عابد حسین نوری سربراہ انجمن تنظیم المسلمین تین سکیا کی دعوت پر ۴رجنوری ۱۹۸۷ء سے ۱۲رجنوری تک ادارۂ شرعیہ بہار کے ایک وفد نے آسام کا دورہ کیا۔شرکائے وفد میں شہزادۂ اعلیٰ حضرت، مرجع اہل سنت علامہ اختر رضا خاں ازہری، ادارہ کے سربراہ علامہ ارشدالقادری، تنظیم المسلمین بائیسی کے مفتی حضرت مولانا محمد ایوب مظہر، مہتمم حضرت مولانا رحمت حسین کلیمی اور مدیر سنی دنیا حضرت مولانا عبدالنعیم عزیزی کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ارکان وفد نے تین سکیا، مارگریٹا، ڈگبوئی، نگوباڑی، ڈیرا گڑھ، منگل دیبی، جورہاٹ اور گوہاٹی میں بڑے بڑے اجتماعات کو خطاب کیا۔مسلمانان آسام کے مسائل کے حل کا جائزہ لیتے ہوئے وفد نے محسوس کیا کہ اب ایک یقینی مستقبل کے لیے ان کی قوت ارادی جوان ہو گئی ہے۔پہلے جیسا خوف وہراس اب ان کے اندر موجود نہیں ہے۔پھر بھی وفد کے ارکان نے اپنے خطاب عام میں ہر جگہ کتاب وسنت کی ہدایات کے مطابق انہیں صبر واستقامت کے ساتھ حالات کا سامنا کرنے کی تلقین کی۔اور یکساں سول کوڈ کے بطن سے پیدا ہونے والی مذہبی ہلاکتوں کی طرف ان کی توجہ مبذول کراتے ہوئے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ پوری قوت کے ساتھ حکومت کی اس تجویز کی مخالفت کریں۔نئی نسلوں کو اسلام وسنت کے ساتھ وابستہ رکھنے کے لیے دارالعلوم مخدومیہ کے نام سے ایک بہت بڑے سنی دارالعلوم کی تجدید کی گئی اور دس بیگھہ رقبہ زمین پر اس کی تعمیر اور اہتمام

انصرام کی پوری ذمہ داری حضرت علامہ ارشد القادری صاحب کے سپرد کی گئی۔ آسام کے اس دورہ میں حضرت علامہ ازہری کے دست مبارک پر تقریباً ساڑھے تین ہزار افراد سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں داخل ہوئے۔" [ماہنامہ قاری، مارچ ۱۹۸۷ء ص ۶۲، ۶۳]

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور: ۳۰ر جمادی الاولی ۱۴۰۷ھ مطابق ۳۱ر جنوری ۱۹۸۷ء کو عرس حافظ ملت اور جامعہ اشرفیہ کا جلسہ دستار فضیلت ہوا۔ جس میں شارح بخاری اور دیگر معتبر علما کے ساتھ تاج الشریعہ نے بھی شرکت فرمائی۔ علما کے بیانات ہوئے۔ شارح بخاری نے اپنی تقریر میں تاج الشریعہ کی گرفتاری کے حوالے سے نجدی حکومت کی پر زور مذمت کی۔ اور ساتھ ہی اجلاس کی تجاویز میں ایک تجویز آپ کی گرفتاری کی بابت بھی پاس کی گئی جس میں کہا گیا کہ نجدی حکومت نے تاج الشریعہ کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک کیا اس پر حکومت حضرت سے بلکہ پورے عالم اسلام سے معافی طلب کرے۔ اور حضرت کو مدینہ منورہ کی زیارت کرنے کا موقع دے۔ ماہنامہ قاری کے حوالے سے اجلاس کی مطلوبہ روداد ملاحظہ ہو:

"اس کے بعد نائب مفتی اعظم ہند نے ... جانشین اعلیٰ حضرت حضرت علامہ مفتی اختر رضا خان صاحب ازہری کی سعودی عرب میں گرفتاری کی پرزور مذمت فرمائی۔ ۔ ۔ ۱۱ بج کر ۵۵ منٹ پر قل شریف ہوا حضرت علامہ شاہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ نے شجرہ رضویہ پڑھا۔ اور جانشین اعلیٰ حضرت مفتی اختر رضا خاں صاحب ازہری بریلی شریف، نے دعا فرمائی۔ نیز آپ کے اور دوسرے علماو مشائخ کے ہاتھوں ایک سو اکیس فارغ شدہ علما حفاظ وقرا کی دستار بندی وجبہ پوشی ہوئی۔ ۔ ۔ تجاویز: حج کے موقع پر غاصب وظالم نجدی حکومت نے مکہ مکرمہ میں مقتدائے اہلسنت حضرت علامہ اختر رضا خان صاحب ازہری کو گرفتار کر کے انہیں ذہنی اذیت میں مبتلا کیا اور کروڑوں خوش عقیدہ مسلمانوں کے قلوب کو مجروح کیا حضرت موصوف کو مدینہ منورہ جانے سے روک کر بالجبر ہندوستان واپس کر دیا آج کا یہ نمائندہ اجلاس نجدی حکومت کی سخت مذمت کرتا ہے اور اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ سعودی حکومت اپنے اس نازیبا فعل پر حضرت موصوف نیز پوری دنیائے اسلام سے معافی مانگے اور انہیں مدینہ منورہ کی زیارت کرنے کا موقع دے۔ [ماہنامہ قاری، مارچ ۱۹۸۷ء ص ۶۹]

اڑیسہ و بنگال: فروری ۱۹۸۳ء میں اڑیسہ بنگال کے بہت سے علاقوں میں تاج الشریعہ نے دورے کئے اور خطابات فرمائے۔ عموماً جلسوں میں اہل سعود اور اہل ایران کی طرف سے ترجمہ کنزالایمان پر پابندی کے خلاف تقریریں کیں اور اپنے جد امجد کے ترجمہ قرآن کنزالایمان کی خوبیوں سے عوام وخواص کو روشناس کرایا۔ رسالہ سنی دنیا میں لکھا ہے:

"قائم مقام مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں صاحب قبلہ اور ان کے خادم مدیر سنی دنیا عبدالنعیم عزیزی نے راور کیلا، سندرگڑھ، سمبل پور، ہنبل پہاڑ، کلکتہ ذیلپ ہو ملی وغیرہ کے دس روزہ کامیاب دورے کئے۔ اور ہر جگہ جلسوں میں کنزالایمان پر پابندی کے خلاف احتجاج کیا۔ اور ترجمہ قرآن کنزالایمان کے محاسن پر تقریریں کیں۔" [ماہنامہ سنی دنیا، مارچ ۱۹۸۳ء ص ۳۶]

کلکتہ، ہوڑہ، مہاراشٹر، گجرات کے دورے: مارچ اپریل ۱۹۸۴ء میں مہاراشٹر، گجرات، کلکتہ وغیرہ مختلف علاقوں کے دورے فرمائے۔ اور بہت سے احباب کو دامن کرم سے وابستہ فرمایا۔ رسالہ سنی دنیا میں لکھا ہے: "مارچ کے دوسرے ہفتہ سے اپریل کے پہلے ہفتہ تک قائم مقام مفتی اعظم کا تبلیغی دورہ۔ قائم مقام مفتی اعظم علامہ ازہری صاحب نے وسط مارچ سے شروع اپریل تک ضلع بدنا پور کے مواضعات بہادر پور، بجھار پور، شاہ پور اور کلکتہ ہوڑہ وشہر کے مختلف علاقوں میں پروگرام دیے۔ ہزاروں

افراد ان کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔۔۔ ۲۲؍مارچ تا ۵؍اپریل مہاراشٹر و گجرات کے دورے کئے۔ یہاں بھی ہزاروں لوگ ان سے مرید ہوئے۔" [سنی دنیا اپریل، مئی ۱۹۸۳ء ص ۵۵]

گرسہائے گنج کا جلسہ دستار فضیلت: گرسہائے گنج میں جامعہ عربیہ مظہر العلوم کے دوروزہ اجلاس دستار فضیلت کے پہلے دن آپ نے شرکت فرمائی۔ رسالہ لکھتا ہے: "جامعہ عربیہ مظہر العلوم گرسہائے گنج کا دوروزہ جلسہ دستار فضیلت ۲۲؍ ۲۳؍مارچ کو اختتام پذیر ہوا۔ ۲۲؍مارچ کے پروگرام میں قائم مقام مفتی اعظم نے بھی شرکت کی۔" [سنی دنیا اپریل، مئی ۱۹۸۳ء ص ۵۶]

کانپور اور اناؤ کا دورہ: کانپور اور اناؤ کے جلسوں میں تاج الشریعہ نے شرکت فرمائی اور بہت سے لوگوں کو شرف ارادت سے مشرف فرمایا۔ رسالہ لکھتا ہے: "انجمن باتگ حرم کی جانب سے کانپور میں عظیم الشان جلسہ ہوا۔ اور انوارہ صفی پور اناؤ میں بھی حضرت نے ایک بڑے جلسے میں شرکت کی سیکڑوں افراد داخل سلسلہ ہوئے۔" [سنی دنیا اپریل، مئی ۱۹۸۳ء ص ۵۶]

عمر پور ضلع کھیری: ۸؍جون ۱۹۸۳ء ضلع کھیری کے گاؤں عمر پور میں مفتی اعظم کانفرنس میں شرکت فرمائی۔ اگلے دن لکھیم پور میں ایک مسجد کا افتتاح فرمایا۔ اور بہت سے لوگوں کو داخل سلسلہ فرمایا۔ رسالہ لکھتا ہے:

"حضرت علامہ ازہری صاحب اور ان کے خادم جناب عبد النعیم عزیزی نے عمر پور میں ۸؍جون کو مفتی اعظم کانفرنس میں شرکت کی اور ۹؍جون کو حضرت نے لکھیم پور میں سنہری مسجد کا افتتاح کیا۔ جلسہ کی صدارت فرمائی۔۔۔ ان دو پروگراموں میں کثیر تعداد لوگ حضرت علامہ ازہری صاحب سے داخل بیعت ہوئے۔" [جون، جولائی ۱۹۸۳ء ص ۴۷]

شیخو پور بدایوں: بدایوں شریف کے مشہور قصبہ شیخو پور میں ۹؍جون ۱۹۸۳ء میں ایک جلسہ میں شرکت فرمائی جلسہ حضرت ہی کی سرپرستی و صدارت میں ہوا۔ یہاں بھی حضرت سے بہت سے لوگوں نے شرف بیعت حاصل کیا۔ ملاحظہ ہو: "۹؍جون شیخو پور بدایوں میں محفل نور منعقد ہوئی۔ جلسہ کی صدارت و سرپرستی حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب نے فرمائی۔۔۔ یہاں بھی کافی لوگ حضرت سے داخل سلسلہ ہوئے۔" [جون، جولائی ۱۹۸۳ء ص ۴۷]

ادری میں جشن غوث الوریٰ: جولائی ۲۰۰۸ء ادری ضلع مئو کے جشن غوث الوریٰ میں تاج الشریعہ نے شرکت فرمائی۔ اہل محبت نے والہانہ استقبال کیا۔ بہت سے لوگ داخل سلسلہ ہوئے۔ مدارس اور مختلف تنظیموں کے ذمہ داران نے حضرت سے شرف لقا حاصل کیا۔ مسلک اعلیٰ حضرت دین حق ہی کا نام ہے اس حوالے سے حضرت نے عمدہ خطاب فرمایا۔ اور حضرت ہی کی دعاؤں پر اجلاس اختتام کو پہنچا۔ تفصیل ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور سے ملاحظہ ہو:

> "۵؍ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ کو انجمن ملت اسلامیہ کے زیر اہتمام جشن غوث الوریٰ کے حسین موقع پر تاج العلماء حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا خان صاحب قبلہ ازہری ادری تشریف لائے۔ سیکڑوں عاشقان امام احمد رضا نے ٹیکسی اسٹینڈ پر ان کا عظیم الشان استقبال کیا قطار در قطار عاشقان شوق کا یہ قافلہ نہایت ہی تزک و احتشام کے ساتھ جلوس کی شکل میں حضرت کو قیام گاہ تک لایا۔ چند ساعت آرام کے بعد پروانوں کی بھیڑ پھر جمع ہونا شروع ہوگئی۔ جوق در جوق لوگ سلسلے میں داخل ہو رہے تھے اور یہ سلسلہ عشاء بعد تادیر قائم رہا ادھر جلسہ غوث الوری کی کاروائی شروع ہو چکی تھی۔ نہایت ہی شان و شوکت کے ساتھ یہ جلسہ 3 بجے شب تک جاری رہا۔

محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری نے دو گھنٹہ تک انتہائی موثر خطاب فرمایا۔ پھر تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا ازہری میاں صاحب نے خطاب فرمایا۔

حضرت نے ایمان افروز تقریر کی مسلک اعلیٰ حضرت کو واضح فرمایا اور فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کوئی نیا دین لے کر نہیں آئے، بلکہ ان کا طریقہ صحابہ تابعین وصالحین کا طریقہ تھا۔ انہوں نے اسلاف کے مسلک کی ترجمانی کی۔ حضرت کی زیارت کے واسطے مختلف اضلاع سے لوگ آئے ہوئے تھے۔ مختلف مدارس وتنظیموں کے صدر ومعتمد واراکین نے حضرت سے ملاقات کی اور تبادلہ خیالات کیا صلاۃ وسلام کے بعد حضرت کی رقت انگیز دعاؤں کے ساتھ جلسہ کا اختتام ہوا۔ [ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۲۰۰۰ء صفحہ نمبر ۵۵]

بھلوئی میں جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم: قصبہ بھلوئی میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اجلاس منعقدہ ۳ر فروری ۱۹۸۷ء میں تاج الشریعہ نے شرکت فرمائی اور نصیحت آمیز خطاب فرمایا۔ ملاحظہ ہو ماہنامہ قاری کی درج ذیل خبر:

> ”مورخہ 3 فروری / 198 قصبہ بھلوئی جامعہ بازار میں ایک شاندار جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم زیر صدارت حضرت علامہ الحاج مولانا شبیر القادری صاحب بانی غوث الوریٰ عربی کالج منعقد ہوا جس میں میزان شریعت حضرت علامہ الحاج اختر رضا خاں سجادہ نشین حضرت مفتی اعظم بریلی شریف.... نے شرکت فرما کر جلسے کو خطاب کیا اور اپنے پندونصائح میں ہزاروں کے مجمع کو اسلامی حدود میں زندگی گزارنے کی دعوت دی۔“ [ماہنامہ قاری اپریل ۱۹۸۷ء صفحہ نمبر ۷۵]

ممبئی میں عرس مفتی اعظم: حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کا وصال ۱۳ر نومبر ۱۹۸۱ء میں ہوا آپ کے سہ ماہی عرس کے سلسلے میں ممبئی مستان تالاب ناگپاڑہ میں آل انڈیا سنی جمیعۃ العلماء کے زیر اہتمام تاج الشریعہ کی صدارت میں ایک عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا۔ علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ اور بہت سے نامور علماء نے شرکت فرمائی۔ تاج الشریعہ کا معرکۃ الآرا یادگار خطاب ہوا۔ اجلاس کی تفصیل ملاحظہ ہو:

> ”بمبئی 9 فروری کو مستان تالاب ناگپاڑہ پر آل انڈیا سنی جمیعۃ العلماء کے زیر اہتمام حضرت مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان صاحب بریلوی کے سہ ماہی عرس کے سلسلے میں ایک عظیم الشان جلسہ عام زیر صدارت مولانا مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب بریلوی نواسہ مفتی اعظم ہند وصدر آل انڈیا سنی جمیعۃ العلماء منعقد کیا گیا۔ جلسے کا افتتاح حضرت مولانا قاری تراب علی خطیب مینارہ مسجد نے تلاوت قرآن پاک سے کیا اناونسنگ کے فرائض مولانا منصور علی نے انجام دیے کم و بیش پچاس علماء و ائمہ مساجد نے شرکت فرمائی۔ خطیب مشرق مولانا مشتاق احمد نظامی صاحب نے حضور مفتی اعظم ہند کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم سنی مسلمان صرف حضور مفتی اعظم ہند کے عمل کو اپنالیں تو ہماری نجات ہے۔ مفتی اعظم ہند کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے نظامی صاحب نے فرمایا کہ علماء مفتی اعظم ہند کو متقی کہتے ہیں۔ لیکن وہ متقی نہیں بلکہ تقویٰ تھے۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے صدر جلسہ مولانا اختر رضا خاں صاحب نے فرمایا کہ وہ عامل نہیں تھے بلکہ عمل تھے مفتی نہیں تھے بلکہ فتویٰ تھے۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے صدر جلسہ مولانا اختر رضا خان صاحب نے فرمایا کہ مفتی اعظم ہند کا ہر فعل ہر قول ہمارے لئے فتویٰ ہے۔ دنیا جب تک رہے گی

حضرت مفتی اعظم کا فیض اس عالم پر رہے گا۔" [ماہنامہ المیزان ممبئی مارچ ۱۹۸۲ء ص ۱۰، ۱۱]

املنیر ضلع جلگاؤں کا جلسہ: حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کی پیدائش ۲۲ رذی الحجہ ۱۳۱۰ھ میں ہوئی۔ آپ کی ولادت کے سو سال ہو جانے پر یعنی ۱۴۱۰ ہجری کو دارالعلوم عباسیہ کی بزم رضا جمعیۃ الطلبا املنیر ضلع جلگاؤں کی طرف سے صد سالہ جشن کی تقریب رکھی گئی۔ جس میں تاج الشریعہ نے شرکت فرمائی اور ہزاروں لوگوں کو دامن کرم سے وابستہ فرمایا۔ ماہنامہ قاری کے حوالے سے اجلاس کی تفصیل اس طرح ہے۔

"مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۸۹ء کو املنیر میں بزم رضا جمعیۃ الطلبا دارالعلوم عباسیہ کی جانب سے صد سالہ جشن حضور مفتی اعظم ہند نوری بریلوی منایا گیا۔ جس میں جانشین مفتی اعظم ہند حضرت علامہ الحاج مفتی محمد اختر رضا خان ازہری صاحب نے شرکت فرمائی ہزاروں کی تعداد میں لوگ داخل سلسلہ ہوئے۔ [ماہنامہ قاری دہلی فروری ۱۹۹۰ء ص ۷۶]

پانچوں پیرن سلطان پور: ۳ رمئی ۲۰۱۱ء مطابق ۲۹ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ کو الجامعۃ القادریہ پانچوں پیرن سلطان پور کے ایک اجلاس میں تاج الشریعہ نے شرکت فرمائی۔ بڑے ہی محبت آمیز انداز اور والہانہ طریقہ سے آپ کا استقبال کیا گیا۔ بہت سے افراد کو داخل سلسلہ فرمایا۔ اور بہت ہی عمدہ اور یادگار خطاب فرمایا۔ بیعت کا مقصد بتاتے ہوئے لوگوں کو مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رہنے اور بدمذہبوں سے بچنے کا حکم دیا۔ فرائض وواجبات اور سنن کو وقت پر ادا کرنے کی تلقین فرمائی۔ صلح کلیوں سے دور رہنے اور خود متحد رہنے کا حکم فرمایا۔ اس اجلاس کی پوری تفصیل رسالہ "سہ ماہی امجدیہ" میں جس طرح بیان کی گئی ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لیے ہم پوری تفصیل بعینہٖ نقل کر دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

> "پہلی بار تاج شریعت آفتاب علم وحکمت ماہتاب شریعت وطریقت اختر برج ہدایت نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے سلطان پور کی سرزمین کو شرف بخشا اور مولانا محمد محمود رضوی کو اپنی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ ۳ رمئی ۲۰۱۱ء بروز منگل سلطان پور کے لیے ایک تاریخی اور یادگار دن تھا۔ الجامعۃ القادریہ کی دعوت پر پہلی بار پانچوں پیرن سلطان پور کی سرزمین پر دنیائے اسلام کی معروف اور مقتدر ہستی فقیہ اسلام تاج شریعت وارث علوم مجدد دین وملت نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان ازہری جانشین مفتی اعظم وقاضی القضاۃ فی الہند کی جلوہ گری کیا ہوئی، کہ ہر سو مرحبا یا سیدی مرحبا کے روح پرور نعروں سے پورا سلطانپور گونج اٹھا۔ سلطان پور کا چپہ چپہ اپنے آقائے نعمت پیشوائے امت کے دیدار کے لئے بے قرار اور ایک جھلک پانے کے لیے سراپا منتظر نظر آیا۔ ہر شخص اسی جلوے میں کھو جانا چاہتا تھا سب کی نگاہیں اس نوری پیکر کی راہوں میں بچھی ہوئی تھیں۔ جن کا وجود اہلسنت کے لئے نعمت عظیم سے کم نہیں...... عالمگیر شخصیت کی آمد پر جس عظیم الشان پیمانے پر اہل سلطانپور نے استقبالیہ پیش کیا اس نے اپنوں اور بیگانوں سبھی کو متحیر کر دیا جس طرز پر تاج الشریعہ کی آمد پر سلطان پور کو سجایا گیا وہ روح پرور منظر اپنی دل کشی اور زیبائی کیلئے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا شہر کا کونہ کونہ بقعہ نور اور ہر چونگی چوراہا اور بڑی عمارت قد آدم پوسٹروں بینروں اور استقبالیہ ہولڈنگ سے سجا اور سنورا ہوا نظر آیا۔ تاج شریعت کی آمد کیا ہوئی ایسا لگا جیسے کوئی نور کا انسان فرش زمین پر اتر پڑا ہے نور پیکر میں تراشا ہوا اہلسنت کا راج

دلار اہل محبت کی دل کی دھڑکن اور اہل عقیدت کی آنکھوں کا نور اعلیٰ حضرت کا شہزادہ والا تبار جس کا نقش کف پا گمگشتگان منزل کے لیے راہ ہدایت و ذریعہ نجات ہے۔ ہزار ہا ہزار کا جم غفیر اہل ایمان کا ٹھاٹیں مارتا انسانی سمندر حق و صداقت کے امین اور تقوی و طہارت کے علمبردار سرخیل علمائے عصر افقہ فقہائے دہر ازہری میاں کی راہوں میں پلکیں بچھائے دیدار کی تمناؤں سے سرشار تھا۔ رات کا آخری حصہ صبح طلوع ہونے کو تھی کہ شہزادہ اعلیٰ حضرت کا نورانی قافلہ صدائے اللہ اکبر کی گونج میں منبر نور پر جلوہ افروز ہوا ہر شخص ٹکٹکی باندھے ساکت و جامد اپنی اپنی جگہوں سے گردنیں لمبی کر کے وارث انبیا کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو روشنی بخش رہا تھا لوگوں کی بھیڑ اور اہل عقیدت کے ازدہام کے سبب سیکڑوں کی تعداد میں مضبوط رضا کاروں کا دستہ تحریک خاکساران حق کی جاں باز فوج اور سرکاری پولیس کا عملہ بھیڑ کو قابو میں رکھنے کے لئے مستعد و مقرر تھا۔ وہ منظر بھی کتنا حسین تھا جب ایک طرف اعلیٰ حضرت کا شہزادہ دوسری جانب محدث کبیر اور درمیان میں شہزادہ تاج الشریعہ مولانا عسجد رضا خان کے ساتھ...... درجنوں علما اور قائدین جلوہ بار تھے۔ اور ان سب کے بھی ایسا لگ رہا تھا کہ چودھویں کا چاند زمین پر اتر آیا ہے ہر صاحب ایمان کی دلی تمنا تھی کہ ان جلووں کو اپنی نگاہوں میں بسالیں صاف شفاف نورانی چہرہ سر سے پیر تک انوار و تجلیات میں ڈوبی ہوئی ذات کی رعنائیوں کو لفظوں کا جامہ نہیں پہنایا جاسکتا وہ کیف آور لمحے محسوس کئے جاسکتے ہیں بیان نہیں ہو سکتے۔ تاج شریعت کی زبان کھلی تو ہر طرف سناٹا چھا گیا ایسا لگا کہ زبان شہزادے کی ہے اور تکلم امام احمد رضا فرما رہے ہیں شہزادے کی اداؤں میں مفتی اعظم کی زندگی کے نقوش صاف جھلک رہے تھے۔ ہونٹ ہلے اور پھولوں کی برسات ہونے لگی فرمائش پر وہ سوئے لالہ زار کے چند بند ترنم میں پیش فرمائے۔ پھر مرشد عرب و عجم اور داعی و مصلح کے دست کرم میں ہزاروں خواتین و حضرات نے اپنا ہاتھ دے کر غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے غلاموں کی فہرست میں اپنا نام درج کرایا وعظ کے چند کلمے ارشاد فرمائے جو تمام مریدان باصفا و پیران باوفا کے لیے رہنما اور ضروری اصول کا درجہ رکھتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میری بیعت کا اصل مقصد یہ ہے کہ اہلسنت کے پاکیزہ مذہب اور اعلیٰ حضرت کے مسلک پر سختی سے قائم رہیں دیوبندیوں وہابیوں اور تمام گمراہ فرقوں سے احتراز کلی کریں فرائض و واجبات اور سنن کو ان کے وقتوں پر ادا کریں جو لوگ دنیا کے حرص و ہوس میں مبتلا ہو کر خدا اور رسول کے دشمنوں سے اختلاط اختیار کر رہے ہیں ان کا یہ طریقہ مذہب اور مسلک کے سخت خلاف ہے اس سے سب بچیں اور اہل سنت آپس میں متحد ہوں۔" [illegible]

مشتے نمونہ از خروارے تاج الشریعہ کے ہندوستانی دوروں کی چند جھلکیاں تھیں۔ تفصیل کے لیے دفتر درکار اور تمام دوروں کا احاطہ مشکل۔ ان چند مثالوں سے حضرت کی داعیانہ شان و عظمت اور مبلغانہ قدر و منزلت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ تاج الشریعہ اپنے دور کے ایک عظیم مبلغ اور بے مثال خطیب و مقرر تھے۔ اللہ پاک ان کی تبلیغی سرگرمیوں کے صدقہ ہمیں بھی مذہب و مسلک کی تبلیغ، ترویج، اشاعت اور خدمت کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

***

حضور تاج الشریعہ کا دورۂ کشمیر

از: جاوید احمد، ترکہ تا چھلو، اننت ناگ، کشمیر

دسمبر ۲۰۱۲ء کی بات ہے جب میرے برادر اکبر مولانا اسحاق صاحب اور ان کے ساتھی مولانا فیاض احمد رضوی صاحب عرس رضوی میں شرکت کے لئے بریلی شریف پہنچے، وہاں انہوں نے میرے برادر اصغر مولانا عاشق صاحب جو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی صحبت بابرکت میں رہتے تھے، کے سامنے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو کشمیر بلانے کی خواہش ظاہر کی، انہوں نے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں یہ عریضہ پیش کیا اور حضرت نے دعوت منظور فرمائی۔

اس کے بعد یہ حضرات گھر آئے اور اپنی تحریک صوت الاولیاء کے امیر مولانا عبد الرشید داؤدی صاحب اور دیگر معزز ممبران کے ساتھ میٹنگ کر کے تحریک صوت الاولیاء کی سالانہ کانفرنس جو عموماً اپریل کے پہلے ہفتہ میں ہوتی ہے، حضرت کے پروگرام کا لائحہ عمل تیار کیا۔ اپریل کا مہینہ شروع ہوتے ہی کانفرنس کی تیاریاں زور و شور سے ہونے لگیں۔ آخر ۶ / اپریل ۲۰۱۳ء کو وہ مبارک گھڑی آ ہی گئی جس کا اہل کشمیر کو ایک عرصے سے انتظار تھا۔ سری نگر ایئرپورٹ پر دوپہر تقریباً ۲ / بجے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا ورود مسعود ہوا، ساتھ میں آپ کے شہزادۂ گرامی حضور عسجد میاں، میرے برادر اصغر مولانا عاشق صاحب اور جناب عبد اللطیف صاحب تھے۔ جب ایئرپورٹ سے باہر آئے تو ہزاروں عقیدتمندوں نے پھولوں کی برسات کرتے ہوئے نعرہائے تکبیر و رسالت سے شاندار استقبال کیا۔ پھر حضرت گاڑی میں بیٹھے، گاڑی ڈرائیو کرنے کا شرف مجھے حاصل ہوا، ڈرائیونگ کرتے وقت مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ گاڑی میں نہیں کوئی اور چلا رہا ہے کیونکہ گاڑی میرے حساب سے کہیں زیادہ تیز رفتار تھی، بے شمار گاڑیوں کے جھرمٹ میں آخر ہماری گاڑی ہمارے گھر پہنچی، گھر پر سارا علاقہ زیارت کے لئے اکٹھا ہو گیا تھا، گھر والے خصوصاً ہمارے والدین کریمین خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے، وہ یقین نہیں کر پا رہے تھے کہ اتنی بڑی ہستی جن کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے سارا عالم بے قرار رہتا ہے، آج ہمارے گھر تشریف لائی ہے۔

ظہر کی نماز ادا فرما کر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے تھوڑی دیر آرام فرمایا، پھر اُٹھ کر کانفرنس میں شرکت کے لئے روانہ ہوئے، کانفرنس ہمارے گھر کے بالکل قریب ہی ہو رہی تھی اس لئے ہم تھوڑی دیر میں وہاں پہنچ گئے، وہاں انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر موجود تھا، حالانکہ بہت دیر سے موسلا دھار بارش ہو رہی تھی مگر کیا مجال کہ ایک آدمی بھی جلسہ گاہ سے نکل جائے، حضرت کے پہنچتے ہی لوگوں کے صبر کا پیمانہ ٹوٹ گیا، ہر کوئی حضرت کو قریب سے دیکھنا چاہ رہا تھا، ہر کوئی حضرت سے مصافحہ کر کے ہاتھ چوم کر آنکھوں سے لگانا چاہ رہا تھا، ایک قدم چلنا مشکل ہو گیا تھا۔ بہت دیر تک جدوجہد کرنے کے بعد ہم اسٹیج پر پہنچے اور حضرت اور حضرت کے شہزادۂ گرامی کرسیوں پر رونق افروز ہوئے۔

پہلے شہزادۂ گرامی نے مختصر تقریر فرمائی، پھر حضرت نے لوگوں کو داخل سلسلہ فرما کر مسلک اہلسنت وجماعت مسلک

اعلیٰ حضرت پر ثابت قدم رہنے کی تلقین کی اور دعا فرمائی۔ پھر تحریک صوت الاولیاء کے سرپرست مولانا عبدالرشید داؤدی صاحب نے تحریک کی جانب سے حضور تاج الشریعہ، حضور عسجد میاں اور کانفرنس میں شرکت کرنے والے لوگوں کا شکریہ ادا کیا اور صلاۃ وسلام پر کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔

اب ہم واپس گھر کی جانب روانہ ہوئے، بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے جلسہ گاہ سے نکلتے نکلتے کافی وقت ہو گیا تھا، یہاں تک کہ عصر کی نماز قضا ہونے کا اندیشہ ہونے لگا مگر ایسا لگ رہا تھا جیسے وقت رُک گیا ہو، ہم گھر بھی پہنچ گئے، عصر کی نماز بھی اپنے وقت پر ادا کی، اس کے بعد حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے دلائل الخیرات شریف اور دیگر وظائف سے فارغ ہو کر چائے نوش فرمائی ہتب تک مغرب کی نماز کا وقت ہو چکا تھا، مغرب کی نماز ادا کی گئی، پھر چونکہ صبح سے ہی مسلسل سفر ہونے کی وجہ سے کافی تھکاوٹ محسوس ہو رہی تھی اور رات میں کوئی پروگرام بھی نہیں تھا کیونکہ یہاں باہر میدانوں میں ہونے والے جلسے دن ہی میں ہوتے ہیں، اس لئے حضرت لیٹ گئے اور تھوڑی ہی دیر میں سکون کی نیند سو گئے۔ رات کے تقریباً گیارہ بجے حضرت بیدار ہوئے، اٹھ کر وضو فرمایا اور عشاء کی نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد کھانا تناول فرما کر آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے۔ جب حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ گھر کے اندر تشریف فرما ہوئے تھے، تبھی سے زائرین کی زیارت کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا جو دیر رات تک چلتا رہا۔ زائرین میں صرف قریبی علاقہ کے لوگ نہیں تھے بلکہ دور دور سے بھی لوگ زیارت کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ ہمارا گاؤں کوئی معروف ومشہور گاؤں نہیں تھا کہ لوگ آسانی سے پہنچ جاتے بلکہ ہائی وے سے کافی اندر کچھ گاؤں چھوڑ کر ہمارا گاؤں پڑتا ہے مگر اس کے باوجود یہاں پہنچنے میں زائرین کو پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا، پریشانی ہوتی بھی کیسے جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے گاؤں کی جانب آنے والے راستوں میں رہبر ورہنما مقرر تھے جو لوگوں کو سیدھا اور آسان راستہ بتاتے۔

برادر اصغر مولانا عاشق حسین کشمیری کے ہم سبق مولانا صادق حسین رضوی ساکن تا پر پٹن بارہ مولا جو کبھی ہمارے علاقہ میں نہیں آئے تھے، انہوں نے ہمارے گھر پہنچنے کا واقعہ ہم سے خود بیان کیا کہ کانفرنس ہونے کے بعد ہم رات بھر ادھر ہی رُک گئے، صبح اپنے گھر جانے کے ارادہ سے ریلوے اسٹیشن پہنچا تو دل میں اچانک خیال آیا کہ ایک بار پھر حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ کے رُخ زیبا کی زیارت کروں، خیال آتے ہی اسٹیشن سے آگے بڑھا، میں صرف گاؤں کے نام سے واقف تھا محل وقوع کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا، پھر بھی آگے بڑھتا رہا، مگر آگے بڑھتے بڑھتے پھر رُک گیا، کیونکہ مجھے یہ اندیشہ ہونے لگا کہ کسی اور علاقہ میں نہ پہنچ جاؤں، میں اسی پس وپیش میں تھا کہ ایک انجان شخصیت میرے سامنے نمودار ہوئی، اس نے کہا: کہاں جانا ہے؟ میں نے کہا: بریلی شریف یوپی سے ایک بزرگ تشریف لائے ہوئے ہیں اور ترکہ تا چھلونا می گاؤں میں مولانا اسحاق صاحب اور مولانا عاشق صاحب کے گھر پر قیام پذیر ہیں، مجھے وہیں جانا ہے مگر راستہ نہیں معلوم۔ اس نے کہا: میرے ساتھ آجاؤ، میں نزدیک والا راستہ دکھاؤں گا، میں اکیلا تھا اس لئے مجھے تھوڑا ڈر بھی لگا مگر پھر بھی میں اس کے ساتھ چل پڑا، کیونکہ میں حضور تاج الشریعہ کی زیارت کرنے کے لئے بے تاب تھا۔ تھوڑا دور چل کر ایک نالہ سامنا آگیا، اس کو پار کرنا تھا، میں نے کہا: حضرت نالہ کی کوئی تنگ جگہ تلاش کریں جہاں سے چھلانگ لگا کر پار کر سکیں، اس نے کہا: میں تمہیں اپنے کندھے پر بٹھا کر نالہ پار کراؤں گا، مجھے پھر گھبراہٹ ہونے لگی، اس نے میرے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار محسوس کرتے ہوئے کہا: گھبراؤ نہیں، تم وہیں

پہنچوگے جہاں تمہیں جانا ہے اور مجھے کندھے پر بٹھا کر نالہ پار کروایا، نالہ سے تھوڑا آگے چل کر اس نے کہا: یہ راستہ سیدھے وہیں جاتا ہے جہاں تمہیں پہنچنا ہے، میں تیزی سے آگے بڑھنے لگا، دس پندرہ قدم چل کر میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو دور دور تک وہ شخص نظر نہیں آیا، میں بھی انہیں رجال الغیب میں سے سمجھ کر آگے بڑھا اور حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں پہنچ کر زیارت سے شاد کام ہوا۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی زیارت کے لئے صرف انسان ہی نہیں آئے تھے، بلکہ جن بھی شوق زیارت میں دور دور کے پہاڑی علاقوں سے آئے تھے جیسا کہ ہمارے ایک رشتہ دار حاجی غلام رسول صاحب جو مُلک ناگ انت ناگ کے رہنے والے ہیں اور عامل بھی ہیں، انہوں نے ہمیں یہ بتایا کہ جس دن حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ انت ناگ تشریف لائے تھے، اس دن مغرب کے بعد ہمارے محلہ کا ایک شخص ایک بچی کو لے کر ہمارے پاس پہنچا اور کہا: حضرت اس بچی پر دم کیجئے یہ عجیب حرکتیں کر رہی ہے، میں نے اس کو دیکھا تو میں سمجھ گیا کہ اس پر کچھ آسیبی اثر ہے، میں نے کچھ کلمات کا ورد کر کے اس پر دم کیا تو اس پر حاوی جن ظاہر ہو گیا، میں نے اسے کہا کہ کیوں اس بچی کو پریشان کر رہے ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ تو اس نے کہا: میں رام بن (جو ہمارے یہاں سے تقریباً سو کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے، پورا پہاڑی علاقہ ہے اور پہاڑوں سے گزر کر ہی وہاں پہنچا جاتا ہے) سے آیا ہوں، میں ایک قافلہ کے ساتھ حضرت کی زیارت کے لئے حاضر ہوا تھا، قافلہ کے سارے لوگ چلے گئے صرف میں رُک گیا، مجھے کچھ نہیں سوجھا تو میں اس بچی کے ساتھ چل پڑا، پھر اس نے اس بچی کو آزاد کر دیا، میں نے بچی پر دم کر کے اس کو روانہ کر دیا۔ اس کے بعد میں نے حضرت (تاج الشریعہ) کے بارے میں پتہ کیا کہ یہ کون نورانی بزرگ تشریف لائے تھے جن کی زیارت کے لئے انسان تو انسان، جنات بھی دور دراز کا علاقوں سے حاضر ہوئے تھے، جب مجھے ان کے بارے میں علم ہوا تو بے حد افسوس ہوا کہ اتنی بزرگ ہستی اور اتنے بلند پایہ بزرگ کی زیارت سے میں محروم رہا۔

ہم پھر اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں، رات میں آرام کرنے کے بعد حضرت فجر میں اُٹھے اور وضو کر کے نماز ادا فرمائی، پھر قصیدہ بردہ شریف اور دیگر وظائف یومیہ سے فارغ ہو کر چائے نوش فرمائی، تب تک زائرین نے ہمارے گھر کو گھیر لیا تھا۔ تھوڑی دیر ہم نے زائرین کو زیارت کرائی، پھر ناشتہ پیش کیا گیا۔ ناشتہ سے فارغ ہو کر واپسی کی تیاری شروع ہوئی، وقت ابھی باقی تھا اس لئے حضرت ہماری گزارش پر آنگن میں کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ حضرت نے کرم فرمایا، جتنے لوگ حاضر ہوئے تھے، سب نے حضرت کی دست بوسی کا شرف حاصل کیا اور حضرت نے سب کے لئے دعا فرمائی۔ پھر حضرت گاڑی میں بیٹھ گئے اور سب کو روتا بلکتا چھوڑ کر روانہ ہو گئے۔ ادھر سے بھی گاڑی چلانے کا شرف مجھے ہی حاصل ہوا تھا، ایئرپورٹ پہنچ کر ہم نے بھی نم آنکھوں سے حضرت کو الوداع کہا۔

آج بھی وہ حسین لمحات یاد آتے ہیں تو آنکھ سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں، کیونکہ میں بھی ان خوش نصیبوں میں سے ایک ہوں جنہیں قریب سے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی زیارت اور خدمت کرنے کا شرف حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے اور ہمیں ان کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلاۃ واکرم التسلیم۔

***

نقشِ دہم

میری میت پہ یہ احباب کا ماتم کیا ہے؟

موت اُس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس

سید شاہد علی حسنی رضوی جمالی کریمی، ناظم اعلیٰ مرکزی درسگاہ اہل سنت الجامعۃ الاسلامیہ، رامپور، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ وصحبہ وحزبہ اجمعین

خانقاہ نوریہ لال مسجد، دارالسلام مصطفیٰ آباد عرف رامپور، یو۔پی میں جمعہ کے دن ہفتہ واری بعد نماز عصر ختم قادری شریف کی نوری محفل منعقد ہوتی ہے۔ بعد ختم محفل نماز مغرب پڑھ کر بیٹھے ہی تھے کہ اچانک بریلی شریف سے مولانا محمد شہاب الدین رضوی سلمہ نے بذریعہ فون یہ دل خراش خبر سنائی کہ جانشین مفتی اعظم تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری نے طویل علالت کے بعد ۶ ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ/ ۲۰ رجولائی ۲۰۱۸ء بروز جمعہ نماز مغرب سے پہلے تازہ وضو کرکے 7 بجکر 18 منٹ پر کلمات اذان سن کر اس کو ادا کرتے ہوئے اپنے مکان بریلی شریف میں داعی اجل کو لبیک کہہ دیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون للہ ما اعطی ولہ ما اخذ ولکل اجل مسمّی اللہ ہی کا وہ ہے جو اس نے دیا اور اللہ ہی کا وہ ہے جو اس نے لیا اور ہر ایک کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ آہ صد آہ!

قوت دل، طاقت دل، زور دل ☆ اس کے جانے سے مزہ جاتا رہا
سنیوں کا دل نہ بیٹھے کس طرح ☆ زور اُن کے قلب کا جاتا رہا

جیسے ہی یہ خبر وصال خانقاہ نوریہ میں پہنچی غم والم کا ماحول پیدا ہو گیا اور سب حاضرین پر حالت سکتہ طاری ہوگئی، دل ودماغ نے ساتھ چھوڑ دیا اور یہ یقین ہی نہیں ہو رہا تھا کہ حضرت تاج الشریعہ ہم سے رخصت ہو گئے کیوں کہ میں ایک ہفتہ قبل ہی حضرت کے دولت کدہ پر دست بوسی اور تقریباً دو گھنٹے زیارت اور شہزادہ تاج الشریعہ مدظلہ العالی سے ملاقات کرکے رامپور واپس ہوا تھا اور اس وقت حضرت کی طبیعت ٹھیک تھی۔ فوراً ہی خانقاہ نوریہ میں دعائیہ محفل منعقد کی گئی۔ جیسے ہی یہ خبر جانکاہ واٹس اپ اور فیس بک پر ڈالی گئی تو اس کے بعد قرب وجوار اور ملک کے مختلف صوبہ جات سے اس کی تصدیق کے لئے احباب اہل سنت وجماعت اور وابستگان سلسلہ کے فون آنے شروع ہو گئے۔ جس کی اسی وقت تصدیق کر دی گئی۔

دوسرے دن ۷ ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ/ ۲۱ رجولائی ۲۰۱۸ء بروز ہفتہ بعد نماز فجر مرکزی درسگاہ اہل سنت الجامعۃ الاسلامیہ پرانا گنج رامپور یو۔پی میں جمالی دارالاقامہ کے تقریباً ۲۰۰ طلبہ نے اجتماعی قرآن خوانی کی۔ پھر جامعہ کا تعلیمی وقت شروع ہوتے ہی تعلیم روک کر اراکین واساتذہ کرام اور جملہ شعبہ جات تخصص ودرس نظامی، حفظ وقرأت اور ناظرہ وبیسک کے طلبہ نے ختم قرآن کریم اور کلمہ طیبہ کا ورد کرکے اپنے مرشد ومخدوم گرامی کی روح کو ایصال ثواب کیا اور دو دن جامعہ کی چھٹی کرکے ۸ ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ/ ۲۲ رجولائی ۲۰۱۸ء بروز اتوار، اراکین واساتذہ اور طلبہ جامعہ نے کثیر تعداد میں حضرت تاج الشریعہ کی نماز جنازہ میں

شرکت کی ۔ یاد رہے کہ حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ روز اول سے الجامعۃ الاسلامیہ رامپور کے رجسٹرڈ سرپرست اعلیٰ ہیں اور افتتاح بخاری وختم بخاری اور جلسہ دستار فضیلت میں عموماً شرکت فرماتے اور محفلوں کو رونق وزینت بخشتے اور فیوض وبرکات سے نوازتے رہے ہیں۔

۱۰ رذیقعدہ ۱۴۳۹ھ/ ۲۴ رجولائی ۲۰۱۸ء بروز منگل اعلان کے مطابق فاتحہ سوئم کی محفل الجامعۃ الاسلامیہ پرانا گنج رامپور میں منعقد کی گئی اور صبح 11 بجکر 30 منٹ پر جامعہ کے اساتذہ وطلبہ نے قرآن خوانی اور کلمہ طیبہ کا ورد کرکے ایصال ثواب کیا جس میں شہر وضلع سے کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوے۔ شہر وضلع رامپور کی تحصیلات صدر، ملک، بلاسپور اور سوار، ٹانڈہ وغیرہ میں مساجد ومدارس اہل سنت وجماعت کے اندر ایصال ثواب کی کثیر محفلیں منعقد ہوئیں۔

۱۳ رذیقعدہ ۱۴۳۹ھ/ ۲۷ رجولائی ۲۰۱۸ء بروز جمعہ خانقاہ نوریہ بلال مسجد رامپور میں حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے ایصال ثواب کی محفل کا انعقاد کیا گیا۔ بعد نماز جمعہ ۳ بجے دن قرآن خوانی اور ختم قادری شریف کبیر پڑھا گیا۔ پھر بعد نماز عصر قل شریف ہوا جس میں شہر وضلع رامپور سے کثیر تعداد میں عقیدتمند اور وابستگان سلسلہ نے شرکت کی اور شرکاء محفل کی نوری لنگر سے تواضع بھی کی گئی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا ط وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا ط وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ ۔ (پ ۴، آل عمران، آیت ۱۴۵)

اور کوئی جان بے حکم خدا مر نہیں سکتی سب کا وقت لکھا رکھا ہے اور جو دنیا کا انعام چاہے ہم اس میں سے اسے دیں اور جو آخرت کا انعام چاہے ہم اس میں سے اسے دیں اور قریب ہے کہ ہم شکر والوں کو صلہ عطا کریں ۔ (کنزالایمان)

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس ☆ یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں جانے کے لئے

تمام خوبیاں رب کائنات کے لئے جو تنہا باقی رہنے والا ہے جس نے اپنی تمام مخلوق پر دار فانی سے انتقال کو لازم کیا، حمد وثنا، شکر کے سجدے خوشی وغم اسی مالک حقیقی کے لئے ہیں۔ نمازیں، قربانیاں، جینا و مرنا سب اسی کے لئے ہے جو سارے عالم کا رب ہے۔ موت سے کس کو رستگاری ہے۔ ہر ایک جانے کے لئے ہی آیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس عالم رنگ وبو میں جس شیٔ کو بھی زندگی بخشی ہے اور اسے اس عالم میں حیات عطا فرمائی ہے وہ چاہے انسان ہو، جن ہو، جانور ہو یا اور کوئی جاندار اس کے لئے موت لازمی ویقینی ہے۔

مخبر صادق حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے ہی فرمادیا کہ: بے شک اللہ علم کو (اس طرح) نہیں اٹھائے گا کہ علم کو بندوں (کے سینوں) سے نکال لے، لیکن علماء کے اٹھانے سے علم کو اٹھالے گا، حتیٰ کہ جب وہ کسی عالم کو باقی نہیں رکھے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے، ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے، پس خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۷۳، سنن ترمذی: ۲۶۵۲، سنن ابن ماجہ: ۵۲)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: علم کے ختم ہونے سے پہلے اس کو حاصل کرلو، مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ: علم کیسے ختم ہوگا؟ حالانکہ ہم میں اللہ کی کتاب موجود ہے، پھر آپ غضب ناک ہوئے، اللہ آپ کو غضب میں نہ لائے، آپ نے فرمایا: تم کو تمہاری مائیں روئیں، کیا بنی اسرائیل میں تورات اور انجیل موجود نہیں تھیں پھر

کوئی چیز ان سے کفایت نہ کر سکی پھر آپ نے تین بار فرمایا: بے شک حاملین علم کے اٹھ جانے سے علم اٹھ جاتا ہے۔
(المعجم الکبیر: ۷۹۰۶، ج ۸، ص ۲۳۲، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

بخاری و ترمذی نے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین یعنی خدائے لم یزل جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا فہم عطا فرما دیتا ہے۔ اس حدیث کے حوالے سے امام المتکلمین حضرت مولانا مفتی محمد نقی علی خاں قادری قدس سرہٗ اپنی کتاب فضائل علم و علما کے صفحہ ۱۶ پر "الاشباہ والنظائر" کی عبارت نقل فرماتے ہیں کہ: "کوئی آدمی اپنے انجام سے واقف نہیں سوائے فقیہ کے (کیوں کہ وہ) باخبار مخبر صادق جانتا ہے کہ اس کے ساتھ خدا نے بھلائی کا ارادہ کیا ہے"۔

حضرت امام غزالی فرماتے ہیں کہ: "سبھی انسان مردہ ہیں علمائے دین کے سوا لیکن علمائے دین خواب و نوم کے شکار ہیں علمائے باعمل کے سوا ٹھیک ایسے علمائے باعمل خسران میں ہیں علمائے مخلصین کے سوا لیکن باعمل علمائے دین مخلصین بھی گھاٹے میں ہیں خوف الٰہی اور خشیت خداوندی والے علمائے دین کے سوا"۔

مذکورہ روایتیں اس بات کی خوب وضاحت کر رہی ہیں کہ آخر زمانہ میں علماء کثرت سے موت کا جام شیریں نوش کریں گے اور زمانہ میں جہالت کا دور دورہ ہوگا۔ اس طرح علماء حق کی وفات کے ساتھ لوگوں کے درمیان سے علم اٹھتا چلا جائے گا حتی کہ کوئی عالم برحق نہ بچے گا۔ لوگ جاہلوں کو اپنا سردار و پیشوا بنالیں گے۔ ان ہی سے مسائل دریافت کریں گے وہ فتویٰ دیں گے اور وہ (اپنے فتووں کے ذریعہ) خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

اور آج ہم یہ احوال و کوائف اپنے ماتھے کی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں کہ علمائے حق کا قافلہ اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کس تیزی کے ساتھ رواں دواں ہے۔

فقیہ اسلام حضرت تاج الشریعہ کا اس پر ایمان و ایقان واثق تھا جبھی تو آپ نے وقت وصال باطمینان خاطر اذان مغرب سے قبل تازہ وضو فرمایا اور کلمات اذان کو دہراتے ہوئے دار فنا کو چھوڑ کر دار بقا کی طرف کوچ کر گئے۔ اپنی نسبت قادری پر فخر کرتے ہوئے فرمایا:

اختر قادری خلد میں چل دیا — خلد وا ہے ہر اک قادری کے لئے

دور حاضر میں اس قافلۂ حق کے میر کارواں، مخدومنا الاعظم، مکرمنا الافخم، شیخ الاسلام، مفتی الانام، حامی دین متین، ناصر سنت رسول امین، وکیل دفاع ائمہ دین، نہ صرف فخر از ہر بلکہ فخر اسلام و مسلمین، سراج السالکین، بدر الکاملین، اعلم العلماء المتبحرین، شمس العلماء، افقہ الفقہاء، افضل الفضلاء، افصح الفصحاء، اکمل الکملاء، مرجع العلماء والفقہاء والصوفیا، عمدۃ الاصفیاء، سید السند، جامع الفضائل، معدن الفواضل، جامع معقول و منقول، حاوی فروع و اصول، جامع شریعت، محافظ راہ طریقت، راز دار معرفت، واقف اسرار حقیقت، مخزن علم و حکمت، قامع وہابیت و ندویت، قاطع اسماعیلیت و رشیدیت و صلح کلیت، معدن سلوک و حقیقت، زبدۂ ارباب بلاغت، نیر برج تحقیق، گوہر دریائے تصدیق، فقیہ یکتا، صوفی بے ہمتا، جامع جمیع انواع العلوم الشریعہ، منبع جود و سخا، عارف باللہ، چشم و چراغ خاندان امام العلماء، وارث علوم رضا، پیکر حسن و جمال حامد رضا، جانشین مصطفیٰ رضا، نور نگاہ ابراہیم رضا، تاج المحدثین، قاضی القضاۃ فی الہند،

تاج الشریعہ، استاذی الکریم و مرشد مجاز حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج الشاہ محمد اسمٰعیل رضا خاں عرف محمد اختر رضا خاں قادری ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات ستودہ صفات تھی۔ آپ اہل سنت کا وہ سرمایہ افتخار تھے جس کا فقدان خسارۂ عظیم کے مترادف ہے۔ آپ کی رحلت طبعاً علمی و دعوتی خسارہ ہے جو یقیناً فرمان رسول کے مطابق جہالت کے دور دورہ کا پیش خیمہ ہے۔ آپ کا اہل سنن کے درمیان سے کوچ فرمالینا ایک ایسا المیہ ہے جس کا احساس ہمیشہ قلب و جگر کو مضمحل اور آنکھوں کو نمناک کرتا رہے گا۔ آپ کا نظروں سے اوجھل ہوجانا اہل سنن و اہل محبت کے دلوں میں یقیناً آپ کی محبت کے اضافہ کا باعث ہے۔ جس طرح سورج کا غائب ہوجانا اس کے لئے شوق دیدار کو بڑھاتا ہے۔ آپ کاروان اہل سنن و سنیت کے لئے وہ عظیم ستارہ تھے جس کی روشنی گمگشتگان منزل کے لئے مینارۂ نور تھی۔ آپ آسمان علم و حکمت کے زحل تھے اور سب ستارے آپ کے خوشہ چیں۔ آپ کی ذات والا صفات فقہ و فقاہت اور رشد و ہدایت کی نیر تاباں تھی۔ آپ کی نورانی صورت و پاکیزہ سیرت عالم کو ہمیشہ دعوت حق کا نظارہ دیتی رہے گی۔ بعد وصال آپ کے آج تک ہم یہ نہ جان پائے کہ آپ ہمارے دل میں ہیں یا ہمارا دل آپ میں ہے۔ آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد زندہ رہنے کی کوئی خواہش باقی نہ ہوتی اگر یہ فرمان رسول پیش نظر نہ ہوتا کہ خیر اُمتِ محمدیہ میں قیامت تک باقی رہے گی۔

شاید ہی ماضی قریب میں ایسی کوئی خبر کسی کان نے سنی کہ عالم اسلام بیک زبان پکار اٹھا کہ آج جہان سنیت کا وہ نیر تاباں سرزمین ہند سے روپوش ہوگیا جس کی ضیاباریوں سے علمی محافل منور تھیں، جو دور حاضر میں درس رضا، فکر رضا، علم رضا، عشق رضا، گفتار رضا، کردار رضا کا پاسبان و امین تھا چلا گیا، ہاں آج وہ چلا گیا جو فقہ و فقاہت میں یادگار رضا، حسن و جمال میں مظہر حامد رضا، زہد و تقویٰ، استقامت و کرامت میں پرتو مصطفیٰ رضا، اپنے اسلاف و اجداد کی پاکیزہ مسند کا وارث تھا جو دین و شریعت، علم و ادب، عربی و فارسی، اردو و ہندی اور انگریزی و سنسکرت کے نظم و نثر میں حامل لواء رضا تھا۔ یہ تنہا میرے دل کی صدا نہیں بلکہ آج ہر منصف کے دل کی پکار یہی ہے کہ:

موت عالم سے بندھی ہے موت عالم بے گماں — روح عالم چل دیئے عالم کو مردہ چھوڑ کر
عرش پہ دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا — فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا

اور وہ خود بزبان حال یہ کہتا ہوا گیا کہ:

دیکھنے والوں جی بھر کے دیکھو ہمیں — کل نہ رونا کہ اختر میاں چل دیئے

کاش! آپ کی حیات ظاہری میں چند حریفوں کی آنکھوں پر ان کے ذاتی مفادات کا حجاب و پہرہ نہ ہوتا تو وہ بھی اپنے ماتھے کی کھلی آنکھوں سے دیکھ پاتے کہ آپ اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام، مفتی اعظم اور مفسر اعظم علیہم الرحمۃ والرضوان کی عظیم امانتوں کے کیسے عظیم امین تھے۔

آپ کی ذات بابرکت سنیت کے قلعہ میں فتنوں کے سامنے سد سکندری کے مانند تھی۔ بلکہ یوں کہیں کہ آپ اس قلعہ کا فاروقی دروازہ تھے جس کی علمی ہیبت و جلالت سے فتنہ گر ہمیشہ سرنگوں رہے۔ اب جبکہ یہ دروازہ گر گیا تو فتنوں کا ظہور بھی ہونے لگا۔ اللہ رب العزت اپنے حبیب پاک کے تصدق و طفیل اہل سنت کے شیرازہ کو بکھرنے سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین۔

بعض ناقدین اور حاسدین حضرت تاج الشریعہ کے جنازہ میں تعداد کو موضوع بحث بنائے ہوئے ہیں کہ اتنی تھی اتنی نہیں

تھی، ہزاروں تھی لاکھوں نہیں تھی، لاکھوں تھی کروڑوں نہیں۔ خیالی دنیا میں فیتہ لے کر ہاتھوں میں جگہ ناپتے پھر رہے ہیں اور ڈنڈی مار رہے ہیں۔ ہمارا ان سے کہنا ہے کہ برصغیر میں ماضی قریب میں ایسا کوئی جنازہ آپ بتا سکتے ہیں جس میں اتنی بڑی تعداد ہو جو بے حد وحساب شمار ہو۔ ایسے ہی موقع کے لئے تو حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا فرمان ہے کہ: ہمارے اور تمہارے درمیان جنازے فیصلہ کریں گے۔

حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی رحلت وہ عظیم سانحہ ہے جس کی بھرپائی اس دور قحط الرجال میں سخت ناگزیر نظر آتی ہے۔ حالانکہ سنت الٰہیہ یہ ہے کہ جب جب چراغ سنیت کی لو مدہم پڑی ہے تب اللہ نے اہل حق کو ایک روشن چراغ ضرور دیا ہے۔ ماضی بعید میں جس کی مثال سرکار مفتی اعظم کی ذات مقدسہ تھی۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے وصال کے بعد خاندان رضا کے بدخواہوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ اب بریلی خالی ہو گیا اور اعلیٰ حضرت کا کوئی وارث وجانشین نہ رہا۔ اس شورش کا آغاز گجرات سے ہوا تھا۔ انہی دنوں تاجدار اشرفیت، محدث اعظم ہند حضرت مولانا سید محمد صاحب اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ وہاں بغرض تبلیغ پہنچے ہوئے تھے۔ آپ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا:

''کون کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اپنا کوئی وارث وجانشین نہیں چھوڑا۔ ارے! اعلیٰ حضرت نے اپنے دو سچے وارث وجانشین چھوڑے ہیں۔ ایک حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری اور دوسرے مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری۔ پھر جو مسئلہ وہاں زیر بحث تھا اس کا استفتاء اور جناب نور محمد صاحب گونڈل والا کا خط اور اپنے ہمراہ نور محمد صاحب کے وکیل مولانا محمد عارف اللہ میرٹھی کو لیکر حضرت محدث اعظم ہند قدس سرہٗ حضرت مفتی اعظم کی خدمت میں بریلی شریف حاضر ہوئے۔ حضرت مفتی اعظم نے اسی وقت اس استفتاء کا نہایت مختصر وجامع اور مدلل جواب تحریر فرمایا۔ اس کے بعد ۱۲ مارچ ۱۹۴۰ء کو نور محمد صاحب گونڈل والا کے خط کا جواب لکھا جو الفقیہ امرتسر، ج ۲۳، ش ۱۷، ص ۷، مجریہ ۲۸ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ/ ۷ مئی ۱۹۴۰ء یوم سہ شنبہ چھپا ہے۔

حضرت مفتی اعظم کے جنازہ میں جو مجمع تھا اس نے بھی تاریخ عالم میں اپنا ریکارڈ درج کرایا کہ اسلامیہ انٹر کالج بریلی کے میدان میں تل دھرنے تک جگہ نہ تھی لوگ چھتوں، پیڑوں اور دیواروں پر دیوانہ وار وارفتگی کے عالم میں اپنے مخدوم ومرشد گرامی کی نماز جنازہ میں شرکت اور آخری دیدار کے لئے جمع تھے۔ اس خبر کو BBC نے نشر کیا تھا اور جنازہ مبارکہ پر ہیلی کاپٹر سے پھول برسائے گئے تھے۔ اس سے پہلے کبھی ایسا نظارہ چشم فلک نے نہ دیکھا ہوگا۔

پھر حضرت حجۃ الاسلام اور حضرت مفتی اعظم قدس سرہما کے وصال کے بعد کچھ لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ: ''اب بریلی خالی ہو گیا'' جبکہ حضرت مفتی اعظم کی حیات ظاہری ہی میں حضرت تاج الشریعہ نے قبول عام وخاص حاصل کر لیا تھا اور مفتی اعظم کی نگاہ فیض اور کیمیا اثر تربیت نے آپ کو مرجع مفسرین ومحدثین، علماء وفقہاء ومفتیین اور مولفین ومصنفین بنا دیا تھا۔ مفتی اعظم کے وصال کے بعد تو قبول فی الارض کا نظارہ ہر خاص وعام نے اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ غسل کعبہ میں شرکت اور کعبۃ اللہ میں اپنے شہزادہ وجانشین کے ساتھ نماز کی ادائیگی بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظیم نعمت ہے جو ہر کسی کو نہیں ملتی۔ آج بزبان قال وحال ہر ایک یہ کہتا نظر آتا ہے کہ: آپ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت، حجۃ الاسلام ومفتی اعظم اور مفسر اعظم کے علوم وفنون، فقہ وافتا، علم وعمل، اخلاص وللٰہیت، توکل وقناعت، زہد وتقویٰ، صبر وشکر، عفو ودرگزر اور استقامت کے حقیقی وارث وجانشین تھے۔

حضرت تاج الشریعہ نہ صرف مفسر ومحدث، فقیہ ومفتی، عالم ومدرس، مصنف ومؤلف، محقق ومدقق، مفکر ومدبر، عبرت کی نگاہ رکھنے والے، جامع وکامل شیخ طریقت اور صوفی باصفا تھے بلکہ آپ دوسروں کو مذکورہ اوصاف وکمالات کا جامہ پہنانے والے تھے، حضرت تاج الشریعہ کی مساعی جلیلہ کا ہی فیضان ہے کہ آج ان صفاتِ عالیہ کے حاملین آپ کے تلامذہ وخلفا، درس وتدریس، فقہ وافتاء اور رشد وہدایت کی مسندوں کی زینت بنے ہوئے ہیں، جن سے ایک جہاں سیراب ہورہا ہے اور یہ سب اپنی اس نسبت پر از خود فخر بھی کرتے ہیں۔

بات فخر کی آگئی ہے تو کہہ دیتا ہوں کہ: دنیا میں کون سی ماں اور کونسا مادر علمی ہے جو اپنے لائق وفائق فرزند پر فخر نہ کرے؟ عالم اسلام کی قدیم وعظیم دانشگاہ جامعہ از ہر مصر تو اپنے ہر اس فرزند پر فخر کرتا ہے جو کسی قابل ہو بھلا اس پر کیوں نہ فخر کرے جو سراپا قابل ہے۔ اب یہ الگ بات ہے کہ کسی پر زبان قال سے تو کسی پر زبان حال سے فخر کرتا ہے۔ جامعہ از ہر اپنی ہزار سالہ زریں تاریخ میں اپنے جن عظیم فرزندوں پر فخر کرتا چلا آیا ہے انہیں کی صف اول میں حضرت تاج الشریعہ کی ذات گرامی بھی ہے۔ جنھیں بھی کسی ایوارڈ یا سرٹیفکٹ کی ضرورت نہیں رہی۔ چونکہ قبول فی الارض کا تمغہ تو منجانب اللہ آپ کو پہلے ہی مل چکا تھا اور اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے جس بندے سے راضی ہوجاتا ہے تو اس سے محبت کرنے لگتا ہے پھر کائنات عالم میں ندا کرادی جاتی ہے کہ میں اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ الغرض جس کا چرچا زبان زد خاص وعام پہلے ہی کر دیا گیا ہو۔ بھلا ایسی شخصیت کو جامعہ از ہر کیوں کر نہ بزبان قال وحال اعزاز واکرام سے نوازے۔

میری علم ومعلومات کے مطابق جامعہ از ہر ہر سال جانے کتنے ایسے افراد کو ایوارڈ عطا کرتا ہے جو صرف کسی خاص فن میں تخصص کرتے ہیں۔ حضرت تاج الشریعہ کی شخصیت کا موازنہ ان حضرات سے کیوں کر ہوسکتا ہے کیوں کہ آپ کی ذات شریعت اسلامیہ کا ایک عظیم انسائیکلو پیڈیا ہے۔ آپ کو حضرت مفتی اعظم نے علوم رضا کا جام اپنے دست کرم سے گھٹی میں پلا دیا تھا جس کی وجہ سے آپ جامعہ از ہر مصر کے کلیہ شریعہ، کلیہ اصول الدین اور کلیہ لغہ عربیہ کے تمام تخصصات کی جامع شخصیت بنے۔ میرے اس دعویٰ پر تاج الشریعہ کی تصنیفات وتالیفات اور تراجم ومقالات کی کثیر نگارشات شاہد عدل ہیں۔ کوئی بھی صاحب فکر ونظر یا حقائق کا متلاشی تعصب وتنگ نظری سے منزہ وحق وانصاف کے دامن کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ان معرکۃ الآرا تصنیفات وتالیفات نیز اردو وانگریزی فتاویٰ اور تراجم کا مطالعہ کرے گا تو وہ بھی بے ساختہ پکار اٹھے گا۔

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے ☆ دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

جبکہ بد باطن حاسدوں کی فتنہ پروری پر ان کے جد امجد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے پہلے ہی اپنے آقا ومولیٰ حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بطور استغاثہ عرض کر دیا تھا کہ:

اک طرف اعدائے دیں ایک طرف حاسدیں ☆ بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کروروں درود

حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا ظاہری طور پر ہمارے درمیان سے پردہ فرمالینا یقیناً ناقابل برداشت صدمۂ جانکاہ اور ناقابل تلافی نقصان عظیم ہے مگر آپ ہم سے روٹھے نہیں بس پردہ کرلیا ہے جیسے وہ کل ہمارے درمیان حیات ظاہری میں رہ کر فیض بار تھے ویسے ہی آج بھی ہیں اور قیامت تک فیض بار رہیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

گلستان رضا ابھی سونا نہیں ہوا ہے کہ ابھی اس گلستاں میں نئے نئے گل سرسبد کی کلیا پھوٹ رہی ہیں بس کھلے ہوئے پھول اپنی

مشک باریوں سے عشق وایمان کے مشام جاں کو معطر کر کے گلستاں سے رخصت ہو گئے ہیں لیکن ان کی رونقیں اور نکہت و رعنائیاں تاحال باقی ہیں۔ اوران شاء اللہ العزیز ابداً آباد باقی رہیں گی۔

سب اُن سے جلنے والوں کے گل ہوگئے چراغ ☆ احمد رضا کی شمع فروزاں ہے آج بھی

انہیں گل سرسبد میں تاج الشریعہ نے اپنے سچے وارث وجانشین کی حیثیت سے ہم غرباء اہل سنت کے قلب وجگر کو معطر رکھنے کے لئے اپنے لائق وفائق فرزند جلیل، عالم نبیل، فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا الحاج محمد عسجد رضا خاں قادری دامت برکاتہم القدسیہ متع اللہ المسلمین بطول بقاءہٖ قاضی شرع بریلی وسربراہ اعلیٰ مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، متھرا پور بریلی شریف کی حسین و جمیل صورت میں عموماً اور وابستگان سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے لئے خصوصاً ہمارے درمیان چھوڑا ہے۔

راقم الحروف فقیر نوری سید شاہد علی حسنی رضوی جمالی کریمی غفرلہٗ وجملہ ارکین واساتذہ کرام، طلبا اور ان کے سرپرست سب خانوادۂ رضا کے بالعموم اور شہزادہ وجانشین تاج الشریعہ کے بالخصوص اس غم والم میں برابر کے شریک وسہیم ہیں۔ ہم سب جانشین تاج الشریعہ سے اپنی کامل وفاداری کا عہد کرتے ہیں۔

حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنی دو عظیم یادگاریں چھوڑی ہیں:

(۱) مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، سی۔ بی۔ گنج، متھرا پور، بریلی شریف۔

(۲) شرعی کونسل آف انڈیا، بریلی شریف کا سالانہ فقہی سیمینار۔

ان دونوں یادگاروں کو علیٰ حالہ باقی رکھتے ہوئے مزید آگے بڑھانا، انھیں فروغ وترقی دینا۔ ان کی عالمی شہرت ومقبولیت اور معنویت ومرکزیت کو قائم رکھنا خانوادۂ تاج الشریعہ اور ہم سب وابستگان تاج الشریعہ کی بنیادی ذمہ داری ہے۔

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی دینی وملی اور مذہبی خدمات کو قبول فرما کر ان کو اپنے جوار رحمت میں خاص جگہ نصیب فرمائے۔ آمین۔ شہزادہ وجانشین تاج الشریعہ حضرت مولانا محمد منور رضا حامد عرف محمد عسجد رضا خاں قادری مدظلہ العالی کو اپنے والد ماجد اور اسلاف کی عظیم امانتوں کا سچا وارث وجانشین اور امین بنادے۔ اہل سنت وجماعت کا عظیم قائد اور رہبر ورہنما بنائے۔ علم نافع، عمل صالح، رزق حسن اور ایمان کامل کی برکتوں دولتوں سے مالا مال کرے۔ مخدومہ محترمہ پیرانی ماں صاحبہ دام ظلہا علینا کے سایہ عاطفت میں پروان چڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ نیز پیرانی ماں صاحبہ کو صحت وعافیت اور سلامتی کے ساتھ درازی عمر عطا فرمائے، ان کا سایۂ کرم ہم غربائے اہل سنت کے سروں پر تادیر قائم ودائم رکھے۔ تاج الشریعہ کی جملہ صاحبزادیوں، دامادوں، پوتیاں وپوتوں اور نواسیاں ونواسوں کو خیر وعافیت اور عمر بالخیر کے ساتھ پورے خانوادے کو آپس میں خلوص وللّٰہیت، مودت ومحبت اور عدل وانصاف اور ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ زندگیوں کو گزارنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ جملہ مدارس اہل سنت وجماعت کے عموماً اور جامعۃ الرضا کے خصوصاً جملہ ارکین واساتذہ، طلبہ وسرپرست، ہمدرد وبہی خواہ، مخلصین ومعاونین کو شاد وآباد رکھے اور دارین کی سعادتوں وبرکتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔ بجاہ حبیبہ سید المرسلین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ونور عرشہ وقاسم رزقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

✱✱✱

ویران میکدہ ہے کہ ساقی نہیں رہا

مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری، مہتمم دارالعلوم قادریہ، چریاکوٹ، مئو، یوپی

حضور تاج الشریعہ کی وفات حسرت آیات پر عالم اسلام غم واندوہ میں ڈوب گیا۔ مورخہ ۲۰ ؍جولائی ۲۰۱۸ء/۶/۷ ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ بروز جمعہ قبل مغرب خانوادۂ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ (متوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کی عظیم شخصیت، جانشین مفتی اعظم ہند، قاضی القضاۃ فی الہند، تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری اس جہانِ فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کرگئے، اناللہ و انا الیہ راجعون۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

وہ کیا گئے کہ سارا زمانہ اداس ہے

آپ اس زمانے میں، فقہ وفتویٰ میں یادگار اعلیٰ حضرت اور زہد تقویٰ میں پرتو سرکار مفتی اعظم ہند تھے، تنہا پوری جماعت اہل سنت کے مرجع تھے، پیر طریقت ایسے تھے کہ پورے ہندوستان میں جن کی مثال نہیں، جزئیات فقہ پر کامل عبور رکھتے تھے، بیشمار فقہی جزئیات نوک زبان پر تھے، آپ کے اٹھ جانے سے صرف بریلی نہیں، صرف ہندو پاک نہیں، بلکہ پورا عالم اسلام سوگوار اور غم زدہ ہے، مریدین ومعتقدین اور خلفا ومسترشدین، عاشقان اعلیٰ حضرت اور احباب اہل سنت غم واندوہ کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، سب فکرمند ہیں کہ اب ہمارے دکھوں کا مداوا کون بنے گا، شریعت وطریقت کی راہ میں ہماری پیشوائی کون کرے گا، خدائے قادر و وھاب ہی اپنے فضل عظیم سے ہمیں نعم البدل عطا فرمائے، آمین۔

یوں تو سارے سنی مسلمان سوگوار ہیں، لیکن آپ کے نجل وخلف حضرت مولانا عسجد رضا قادری اور خانوادے کے دیگر افراد کے اوپر، جو کوہ غم گرا ہے، اسے کچھ وہی لوگ محسوس کرسکتے ہیں، مولائے کریم سب کو صبر عطا فرمائے اور ان کے روحانی فیوض و برکات سے مالا مال کرے۔ آمین

حضور تاج الشریعہ کی ولادت ۲۶ محرم الحرام ۱۳۶۲ھ/ ۲ فروری ۱۹۴۳ء بروز سہ شنبہ (منگل) ہوئی، اس طرح آپ کی عمر شریف نے سنہ ہجری کے اعتبار سے ستتر (۷۷) بہاریں دیکھیں، اور سن عیسوی سے پچہتر (۷۵) سال علم وعرفان کی دولت بانٹتے رہے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم والد گرامی حضرت علامہ شاہ ابراہیم رضا جیلانی میاں (بن حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا) سے حاصل کی پھر دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کے اساتذہ سے درس نظامی میں کمال حاصل کیا، اس کے بعد جامعۃ الازہر قاہرہ مصر گئے، اور وہاں کے اساتذہ سے علمی استفادہ کرکے ۱۹۶۶ء میں امتیازی سند سے سرفراز ہوکر واپس ہوئے۔

آپ کے اساتذہ میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں:

1. سرکار مفتی اعظم ہند علامہ شاہ مصطفیٰ رضا خان نوری (شہزادہ اعلیٰ حضرت)
2. والد گرامی مفسر اعظم حضرت علامہ ابراہیم رضا جیلانی میاں
3. بحر العلوم مفتی سید محمد افضل حسین مونگیری (استاذ دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف)

4. مولانا مفتی حافظ محمد احمد عرف جہاں گیر خاں فتحپوری،

5. حضرت علامہ مولانا غلام مجتبیٰ اشرفی پورنوی، (شیخ الحدیث منظر اسلام) علیہم الرحمۃ والرضوان۔

میں اپنے اداروں، دارالعلوم قادریہ چریا کوٹ مئو، المجمع الاسلامی مبارک پور اعظم گڑھ اور مرکز اشاعت کنزالایمان ادارہ "نشان اختر ممبئی" اور اس کے بانی الحاج عمران داودی رضوی کی طرف سے جملہ پسماندگان کو تعزیت وتسلی کے کلمات پیش کرتا ہوں، جب کہ میں خود بھی غم واندوہ میں گرفتار ہوں۔

تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی آپ نے کئی نمایاں کارنامے انجام دیے ہیں:

صحیح بخاری شریف پر عربی میں مختصر حاشیہ تحریر فرمایا ہے، جو مجلس برکات الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور سے حضرت کی اجازت کے بعد شائع ہوا ہے۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مشہور انام قصیدہ "البُردۃ" کی عربی شرح الفردۃ کے نام سے تحریر فرمائی ہے، جو رضا اکیڈمی ممبئی سے شائع ہو چکی ہے۔

علامہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ کی مشہور زمانہ کتاب المعتقد المنتقد کا اردو میں شاندار ترجمہ تحریر فرمایا ہے، جو جامعۃ الرضا بریلی شریف سے شائع ہوا ہے۔

"فتاویٰ تاج الشریعہ" کے نام سے آپ کے فتوے کی دو جلدیں اشاعت پذیر ہو چکی ہیں، باقی زیر ترتیب ہیں۔

ان کے علاوہ عربی میں تقریباً آٹھ کتابیں ہیں، مزید دو کتابیں عربی سے اردو میں ترجمے کے طور پر مطبوعہ ہیں۔ تقریباً گیارہ کتابیں وہ ہیں، جو امام احمد رضا قدس سرہ کی اردو کتابوں سے عربی میں ترجمہ کی گئی ہیں، گویا تقریباً پچاس کتابیں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے قلم زرنگار سے عالم وجود میں آئیں، جن میں اکثر مطبوعہ ہیں۔

آپ کے قلم میں فقیہ اسلام، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے فقہ وفتویٰ کی جھلک نظر آتی ہے، ضرورت ہے کہ آپ کی تصانیف خوب سے خوب تر انداز میں تحقیق وتصحیح کے ساتھ منظر عام پر لائی جائیں، انگریزی میں بھی حضور تاج الشریعہ کو درک حاصل تھا، انگریزی میں بلاتکلف گفتگو فرماتے جس طرح عربی اور اردو میں، آپ کی بعض تحریریں اور فتاویٰ انگریزی زبان میں بھی ہیں۔

آپ کے مریدین کی تعداد لاکھوں میں ہے، جو پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، عربی ممالک میں بھی آپ کے سلسلے سے وابستہ افراد پائے جاتے ہیں، اور انگریزی ممالک میں بھی، ایسے ہی آپ کے خلفا بھی ہند وپاک کے علاوہ دیگر ممالک میں پائے جاتے ہیں، انکے تعداد بھی اچھی خاصی ہے، اس طرح سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ کے آپ پوری دنیا میں سب سے بڑے شیخ تھے۔

آپ کے جنازے کے موقع پر لاکھوں کی تعداد میں اہل عقیدت نے حاضری دی، شہر بریلی کے تمام کوچے، سڑکیں اور میدان بھرے ہوئے تھے، بعض نے جنازے میں حاضرین کی تعداد لاکھوں تک بتائی جاتی ہے، البتہ یہ بات حقیقت کے اجالے میں آچکی ہے، کہ ہندوستان کی تاریخ میں مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد کسی جنازے میں اب تک دیکھنے یا سننے میں نہیں آئی، عقیدت مندوں کا اتنا بڑا ہجوم آناً فاناً ہندوستان کے مختلف علاقوں اور دیگر ممالک سے امڈ کر آجانا اور ہزار طرح کی سفری تکالیف برداشت کرنا، یقیناً یہ حضور تاج الشریعہ کی عند اللہ مقبولیت کی بہت بڑی دلیل ہے، اسے بجا طور پر تاج الشریعہ کی کرامت سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے، خلق خدا میں آپ کی مقبولیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے انتقال پر ان لوگوں نے بھی غم

منایا، اور کھلے دل سے آپ کی عظمتوں کا اعتراف کیا، جن کو آپ کی زندگی میں کسی طرح کا کچھ اختلاف تھا، یا ان کے دل میں کسی طرح کی رنجش تھی، حیرت اور بالائے حیرت کی بات یہ بھی ہے، کہ بریلی شریف کے ہندوؤں نے بھی آپ کے انتقال کا غم منایا، اور جنازے میں آنے والے زائرین کے لیے اپنے دل کا دروازہ کھلا رکھا، بلکہ انکے ٹھہرنے اور کھانے کا بھی بعض نے انتظام کیا، یہ قبول عام اور دلوں پر ایسا تصرف یقیناً انہیں من جانب اللہ عطا ہوا تھا، یوں سمجھیے کہ آپ کو سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مقبولیت عامہ سے ایک حصہ وافر ملا تھا، اس کو دیکھتے ہوئے آپ کو نائب غوث اعظم بھی کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔

قرآن پاک سے ثابت ہے، کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو جو اعمال صالحہ، استقامت علی الشریعہ تصلب فی الدین اور مذہب حق کی طرف دعوت وتبلیغ میں اپنی زندگی گزارتے ہیں، ان کو زمین میں قبول عام کی دولت سے نوازتا ہے، یقیناً حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ بھی اللہ کے انہیں نیک اور برگزیدہ بندوں میں تھے ؎

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

***

تاج الشریعہ کا جنازہ! عالم اسلام حیرت زدہ

مفتی محمد شاکر رضا قادری مصباحی، چیرمین: قادری مشن، اتر دیناج پور

مبسملاً وحامداً ومصلیاً

۶ ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰ جولائی ۲۰۱۸ء بروز آدینہ گزر کر بوقت مغرب شام قریباً ے رنج رہا تھا کہ دنیائے سنیت کا عظیم مقتدا و پیشوا، علم وعمل کا کوہ ہمالیہ، سیدی ومرشدی آقائی ومولائی، کنزی وذخری شہزادہ مفسر اعظم ہند، جانشین مفتی اعظم ہند، وارث علوم اعلحضرت علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری نور اللہ مرقدہ ومثواہ فی الجنۃ اس دار فانی سے دار بقا کی طرف رحلت فرمائے گئے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

تاج الشریعہ کی رحلت اور عالم اسلام کو سب سے بڑا صدمہ: عالم اسلام کی اس عظیم باکمال شخصیت کی رحلت کا صدمہ اور غم نہ صرف ایک فرد اور ایک جماعت کو ہے بلکہ پوری ملت اسلامیہ کی آنکھیں نمناک اور اشکبار نظر آنے لگیں بھیگی پلکیں لیے ایک دوسرے کو تعزیت پیش کرنے لگے۔ کہنے کو تو وہ ایک اکیلا تاج الشریعہ تھے لیکن پوری جماعت اہل سنت کی قیادت وسیادت کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ جس کا اعتراف خود ملک اور بیرون ملک کے سینکڑوں عمائدوا کابر علماء وفقہاء، دانشوران اور سیاستدانوں نے کیا، اور جس پر قلمی ثبوت کے لیے ان کے تعزیت نامے ہیں، کہ بھوں نے اپنے اپنے اعتبار سے ہدیہ تبریک وتحسین پیش کیں دعائیں دیں اور ذات والا صفات کو سراہا۔ سچ ہے حدیث پاک میں ہے: "مارآہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن" (موطا امام محمد ص ۱۴۴ مجلس برکات، مبارکپور) جس کو مسلمان اچھا جانیں وہ عند اللہ بھی اچھا ہے۔

نیز تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ کی مقبولیت اور حقانیت کی سب سے بڑی دلیل اور چشم دید گواہ وبین ثبوت آپ کے جنازے کا وہ قیامت خیز منظر ہے جسے دیکھ کر دنیا حیرت زدہ اور عالم استعجاب میں ہے۔ برصغیر ہند وپاک بشمول بنگلہ دیش میں آج تک چاہنے والوں میں عوام وخواص کی اتنی بڑی بھیڑ کروڑوں کی تعداد، کسی کے جنازہ میں دیکھنے کو ملی نہ سننے میں آئی۔ کیا ہی خوب کہا ہے ؎

نگاہ مفتی اعظم کی ہے یہ جلوہ گری
چمک رہا ہے جو اختر ہزار آنکھوں میں

جنازہ کی امامت: آپ کی نماز جنازہ کی امامت کسی اور نے نہیں کی، بلکہ یہ شرف حضور تاج الشریعہ کے سچے جانشین اور دینی اثاثہ کے واحد امین اور اکلوتے شہزادے، قاضی شہر بریلی شریف، صدر آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری دام ظلہ علینا نے فرمائی جو انتہائی قابل مبارک باد ہیں۔ حددرجہ نیک سیرت اور حسن صورت کے ساتھ مخلص، علماء نواز اور شریعت پر استقامت کی ضوء آپ کی پیشانی سے پھوٹتی نظر آتی ہے مولیٰ تعالیٰ آپ کی دینی حمیت وہمت کو اور بڑھادے۔ آمین

اب آیئے! یہاں ہم صرف کچھ جھلکیاں دکھانے جارہے ہیں تفصیل کسی اور مقام پر ملاحظہ کریں گے ان شاء اللہ۔

علم وفضل کا شہ پارہ: تاج الشریعہ، علم وفضل کا ایک ایسا شہ پارہ ہیں جس میں علوم وفنون کے ہزاروں جلوے نظر آتے ہیں۔ بیک وقت محدث، شارح، محشی متکلم، اصولی، محقق، مصنف، مترجم، مدرس، ناقد، ادیب شاعر، مرشد، خطیب، مفتی شرع اور فقیہ جیسے اوصاف وکمالات کے جامع وحامل ہیں۔ مگر ان تمام خوبیوں میں تفقہ فی الدین اور فتاویٰ نگاری آپ کا امتیازی وصف ہے۔ قارئین وناظرین حضور تاج الشریعہ کی شان تفقہ یعنی فقہی بصیرت اور علم فتاویٰ میں گیرائی وگہرائی حیطۂ وسیدارئ مغزی وفقہی جزئیات کے استحضار کی جھلک دیکھنا چاہیں تو تصانیف تاج الشریعہ بالخصوص "المواہب الرضویۃ فی الفتاویٰ الازہریۃ" المعروف بہ "فتاویٰ تاج الشریعہ" کا دلجمعی سے مطالعہ فرمائیں جس سے فقہ وفتاویٰ میں آپ کی جامعیت اور عظمت ورفعت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ھٰکذا حررہ المفتی محمد شاعر رضا فی الفتاویٰ تاج الشریعہ جلد اول ص ۱۸۔

فکروفن کا شہ پارہ: تاج الشریعہ فکروفن کا وہ شہ پارہ اور مقام بلندی کا وہ مینارۂ نور ہیں جس کے دامن وسعت میں کثیر علوم وفنون کی موجیں مارتی دکھائی دیتی ہیں۔ دنیا بھر میں فکریات ونظریات کو ایسے اعلیٰ پیمانے پر عام وتام کیا ہے کہ چہاردانگ عالم سے اس کی صدائے بازگشت سنائی دے رہی ہے۔ آپ جن علوم وفنون میں خاص مہارت رکھتے تھے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) علوم قرآن (۲) اصول تفسیر (۳) علم حدیث (۴) اصول حدیث (۵) اسماء الرجال (۶) فقہ حنفی (۷) فقہ مذاہب اربعہ (۸) اصول فقہ (۹) علم کلام (۱۰) علم صرف (۱۱) علم نحو (۱۲) علم معانی (۱۳) علم بدیع (۱۴) علم بیان (۱۵) علم منطق (۱۶) علم فلسفہ قدیم وجدید (۱۷) علم مناظرہ (۱۸) علم الحساب (۱۹) علم ہندسہ (۲۰) علم ہیئت (۲۱) علم تاریخ (۲۲) علم مربعات (۲۳) علم عروض وقوافی (۲۴) علم تکسیر (۲۵) علم جفر (۲۶) علم فرائض (۲۷) علم توقیت (۲۸) علم تقویم (۲۹) علم تجوید وقرأت (۳۰) علم ادب (نظم ونثر عربی، نظم ونثر فارسی، نظم ونثر انگریزی، نثر ہندی، نظم ونثر اردو) (۳۱) علم زیجات (۳۲) علم خطاطی (۳۳) علم جبر ومقابلہ (۳۴) علم تصوف (۳۵) علم سلوک (۳۶) علم اخلاق۔ [فتاویٰ تاج الشریعہ جلد اول ص ۳۰]

امام ابوحنیفہ کے نام کا مہکتا ہوا گلزار: امام اعظم ابوحنیفہ کا تفقہ جنھیں دیکھنا ہو وہ تاج الشریعہ میں دیکھے، کہ کس طرح سے مسلک حنفی کی تائیدات آپ کے نوک قلم سے صفحۂ قرطاس پر روشنیاں بکھیر رہی ہیں اور جزئیات حنفیہ کی لہریں سمندر سے اٹھ رہی ہیں۔ یہ کہنا قطعاً بے جا نہ ہوگا کہ تاج الشریعہ، امام ابوحنیفہ کے نام کا مہکتا ہوا گلزار ہیں جس کی بھینی بھینی اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں صبح قیامت تک مشام جاں کو معطر کرتی رہیں گی۔

غوث اعظم کی صورت کا چمکتا چہرہ: زمانہ ایک مرتبہ اپنی نگاہ اٹھا کر دیکھ لے تو زندگی بھر دیوانہ وار گردطواف میں لگ جائے۔ صورت وسیرت میں ایسا یکتائے روزگار کہ دنیا کہہ اٹھی غوث اعظم کی صورت کا چمکتا چہرہ تم ہی تو ہو۔ غوث اعظم کی کرامت جن کو دیکھنا ہو وہ تاج الشریعہ کو دیکھے۔ اپنے وقت کے غوث بلکہ درجۂ قطب الارشاد پر ایسا فائز کہ سامنے گروہ اولیا، وصلحا، ائمہ واصفیا نظر نیچی کیے یوں بیٹھے نظر آتے ہیں کہ کہیں ہاتھ سے جام مئے خانہ گر نہ جائے۔ خود زبان فیض ترجمان سے صدا لگائی ؎

مفتی اعظم کا ذرہ کیا بنا اختر رضا
محفل انجم میں اختر دوسرا ملتا نہیں

گلشن قادریت کی مہکی مہکی خوشبو: جملہ سلاسل میں سلسلۂ قادریہ کا جو مقام ومرتبہ ہے وہ کسی سے مخفی نہیں، حلقۂ ارادت میں

مقبولیت کا حال یہ ہے کہ پوری دنیا میں اس سلسلہ کے چاہنے اور ماننے والے دکھائی دیتے ہیں۔ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عصر میں غوث اکبر تھے اور غوثیت کبریٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ یہ دور آپ کے نائبین کا ہے جن کے دم قدم سے ارض وسماء کی بقاء ہے۔ تاج الشریعہ اسی گلشن قادریت کی مہکی مہکی خوشبو ہیں جس کی مہک ہر جا محسوس کی جا رہی ہے۔ نسبت قادریت کی برکت دیکھئے کہ آپ کے متوسلین اور مریدین کی تعداد لاکھوں نہیں بلکہ کڑوروں میں ہے۔ جہاں قدم رکھا حلقۂ ارادت کا تانتا بندھ گیا، لوگ میخانۂ قادریت سے جام پی کر ایسا مست ہوگئے گویا اپنی زبان حال سے یہ کہہ اٹھے ؎

اہل نسبت جانتے ہیں نسبت باب رضا

ملتا ہے اس در سے جام قادریت واہ واہ

خلیفۂ تاج الشریعہ علامہ مفتی قاضی شہید عالم نوری بریلوی لکھتے ہیں:

''علم وفضل، زہد وورع اور رشد وہدایت میں آپ جد امجد مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے حقیقی وارث اور تاجدار اہل سنت شیخ طریقت وارث علوم اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سچے جانشین ہیں آپ کی ذات میں اپنے اسلاف کرام کی جھلک صاف نمایاں ہے۔ عالم اسلام کا جم غفیر آپ کے علم وفن اور رشد وہدایت سے مستفیض اور کثیر اہل علم آپ کے ضیاء علم وفن سے مستنیر ہیں''

[فتاویٰ تاج الشریعہ جلد اول ص ۱۵۲]

شبستان رضویت کا دمکتا پھول: خاندان رضا سرزمین ہند میں ایک ایسا دینی وعلمی خاندان ہے کہ جس کی شہرت اور مقبولیت پورے چپہ عالم میں ہے۔ خدمات دین، خداترسی، تحفظ الوہیت ورسالت خانوادۂ رضویہ کے بچہ بچہ کی گھٹی میں گویا پلا دی گئی ہے کہ دین وسنیت کے نام پر کبھی بھی، کیسی بھی آندھی چلی، طوفان اٹھا، سینہ سپر ہوکر مقابلہ کیا اور فتنوں کی سرکوبی فرمائی۔ اسی شبستان رضا کا دمکتا پھول تاج الشریعہ ہیں جو ایک عظیم قائد اور سپہ سالار کی حیثیت سے ہر میدان میں پرچم اہل سنت وجماعت مسلک اعلیٰ حضرت کو ایسا بلند کردیا کہ فضائے بسیط میں صدائے بازگشت ہے اور یہ پیغام مل رہا ہے ؎

کج کلاہان دہر! دیکھو ذرا

جلوہ گاہ رضا یہی تو ہے

سلسبیل وکوثر وتسنیم کی موج رواں

کیف آگیں، جاں فزا شاہ اختر رضا

***

اِک شمع رہ گئی تھی، سو وہ بھی خموش ہے

صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری

یہ دنیا دارِ فنا ہے، یہاں جو آیا، جانے کے لئے ہی آیا۔ {کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام} [الرحمن:۲۶-۲۷] ''جو کچھ زمین پر ہے، فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گی آپ کے رب کی ذات جو بڑی عظمت اور احسان والی ہے۔۔۔ یوں تو روزانہ کتنے ہی افراد عالمِ آخرت کی جانب روانہ ہوتے ہیں مگر ان میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی رحلت صرف ایک گھر، خاندان یا شہر کے لئے ہی نہیں، پوری ملت کے لئے باعث رنج و الم ہوتی ہے۔۔۔ ''موت العالم موت العالم'' کی مصداق ایسی ہستیوں کا نعم البدل تو کیا، بدل بھی ڈھونڈے سے نہیں ملتا۔ ایسی ہی نادرِ روزگار شخصیات میں مرجع خلائق، نبیرۂ اعلیٰ حضرت، جانشین مفتی اعظم، تاج الشریعہ حضرت مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری کا شمار بھی ہوتا ہے۔

۲۰ / جولائی ۲۰۱۸ء بروز جمعۃ المبارک، ہندوستانی وقت کے مطابق شام ساڑھے سات بجے بریلی شریف، یوپی انڈیا میں ان کا وصال ہوا۔۔۔ خبر سنتے ہی دل پارہ پارہ اور آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔ آپ خانوادۂ رضویہ کے اہم رکن رکین، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مسلکی صلابت اور دینی غیرت کے حقیقی وارث تھے۔۔۔ راقم کو کئی بار ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔۔۔ ۲۰۰۱ء میں برکاتی فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام عالمی میلاد کانفرنس کا میمن مسجد کراچی میں انعقاد ہوا، جس میں دنیا بھر سے نامور علماء و مشائخ اور اسکالرز نے شمولیت کی۔۔۔ اس موقع پر آپ نے انتہائی شفقت فرمائی، احقر اور علامہ عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے سلاسل حدیث کی اسناد اور تمام سلاسل طریقت کی تحریر اجازت و سند سے نوازا۔

عشق رسول تو انہیں ورثہ میں ملا تھا، یہی وجہ ہے کہ حرمین شریفین کی حاضری کا سلسلہ عمر بھر جاری رہا۔۔۔ مدینہ منورہ میں بھی متعدد بار اُن کی زیارت سے مستفید ہونے کا موقع ملا، وہ مواجہ عالیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر بہت دیر تک کھڑے دست بستہ انتہائی مؤدب انداز میں حاضری دیتے۔۔۔ اپنے جد اعلیٰ، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا طویل قصیدہ درودیہ:

کعبے کے بدر الدجیٰ تم پہ کروڑوں درود طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

دھیمے لہجے میں مکمل پڑھتے۔۔۔ حضرت تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کا حلقہ اثر صرف برصغیر تک محدود نہ تھا بلاشبہ آپ پورے عالم اسلام کا عظیم دینی سرمایہ تھے۔۔۔ رائل اسلامک اسٹریٹجک اسٹڈی سینٹر جارڈن پوری دنیا میں علمی، روحانی، سیاسی، ادبی اور ثقافتی سطح پر رسوخ رکھنے والی ۵۰۰ / مسلم شخصیات کا ۲۰۰۹ء سے سروے کر رہا ہے، ۲۰۱۷ء کی سروے رپورٹ کی مطابق حضرت کی شخصیت ۲۳ / رویں نمبر پر ہے۔۔۔

آپ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور اعلیٰ حضرت کے چھوٹے صاحبزادے مفتی اعظم ہند محمد مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے تھے۔۔۔ آپ کی پیدائش

۲۴ ذی قعدہ ۱۳۶۲ھ/ ۲۳ نومبر ۱۹۴۳ء بروز منگل بریلی شریف کے محلہ سوداگران میں ہوئی۔۔۔آپ کا اسم گرامی محمد اسماعیل اور عرف اختر رضا تھا۔۔۔ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی مفتی محمد ابراہیم رضا خان عرف جیلانی میاں رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی، پھر منظر اسلام بریلی سے درس نظامی کی تکمیل کے بعد جامعۃ الازہر مصر میں کلیہ اصول الدین میں داخلہ لیا اور فن تفسیر وحدیث کے ماہر اساتذہ سے اکتساب فیض کے بعد اپنی جماعت میں اوّل پوزیشن حاصل کرکے ۱۹۶۶ء میں فارغ ہوئے۔

فراغت کے بعد دار العلوم منظر اسلام بریلی میں مسند تدریس پر جلوہ افروز ہوئے۔ ۱۹۷۸ء میں اس دار العلوم کے صدر المدرسین اور رضوی دار الافتاء کے صدر مفتی کے عہدے پر فائز ہوئے۔۔۔کثرت مصروفیات کی بنا پر تدریسی سلسلہ میں باقاعدگی نہ رہی، تاہم تخصص فی الفقہ کے علمائے کرام کو رسم المفتی، اجلی الاعلام اور بخاری شریف کا درس دیتے رہے۔۔۔آپ کو فتویٰ نویسی میں بڑی مہارت تھی۔۔۔اپنے نانا حضرت مفتی اعظم ہند کے مرید اور خلیفہ تھے، علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت کے پیر خانہ کے علماء سے بھی انہیں خلافت واجازت حاصل تھی۔۔۔

حضرت تاج الشریعہ کو شعر وسخن کا عمدہ ذوق تھا، اردو کے علاوہ عربی میں بھی شعر کہتے ہیں۔۔۔ ''سفینۂ بخشش'' کے عنوان سے اردو میں، جبکہ ''روح الفؤاد بذکری خیر العباد'' کے نام سے عربی میں دیوان نعت ہے۔۔۔آپ بیک وقت محدث، فقیہ، ادیب، مصنف، مفکر، مبلغ، شاعر اور صاحب رشد وہدایت پیر طریقت اور رہبر شریعت تھے، حق گوئی اور بے باکی میں اپنے اسلاف کا عکس جمیل تھے۔۔۔قحط الرجال کے اس دور مہیب میں آپ کا وجود وجود نعمت عظمیٰ تھا۔۔۔بلا شبہ آپ جرأت کے پیکر، عزیمت و استقامت کے کوہ گراں اور رہ نوردان حق کے لئے خضر راہ اور منار نور تھے۔۔۔

اللہ تعالیٰ آپ کی حسنات اور دینی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے اور آپ کے اکلوتے عالم و فاضل صاحبزادے مفتی عسجد رضا خان حفظہ اللہ کو ان کی جانشینی کا حق ادا کرتے ہوئے اپنے اسلاف کا حقیقی نمائندہ بنائے۔ اللھم اغفر لہ وارحمہ واعف عنہ وارفع درجتہ فی اعلیٰ علیین آمین بجاہ طٰہٰ ویٰس صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

***

وہی چراغ بجھا جس کی لو قیامت تھی

صابر رضا رہبر مصباحی

موت ایک ناقابل تردید حقیقت ہے اس لئے دنیا کا ہر انسان موت پر یقین کامل رکھتا ہے خواہ وہ کسی دھرم ،قبیلہ اور خطے سے تعلق رکھتا ہو۔مگر ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں جن کی موت پر صف ماتم بچھ جائے، ان گنت چہرے غمگین ہوجائیں اور ہر طرف سے صدائے آہ وزاری آنے لگے، ان کی موت کا غم مذہب، ذات ،قبیلہ اور خطے کی سرحدوں کو مسمار کردے، آسمان مرثیہ خواں ہو اور دنیا ماتم کناں ہو۔ایسے افراد عہد ساز ہوتے ہیں جو صدیوں میں جنم لیتے ہیں جن کی موت کا تذکرہ کرتے ہوئے صادق الوعد الامین صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ موت العالم موت العالم یعنی ایک عالم کی موت ایک عالم کی موت ہوتی ہے۔موت کا ایک دن معین ہے اس لئے جانے والے اپنے وقت معینہ پر اس دنیا کو الوداع کہہ جاتے ہیں مگر ان کے قدموں کے نشاں ہزاروں گم گشتگان راہ ہدایت کیلئے چراغ سحری کی حیثیت رکھتے ہیں۔

۲۰ر جولائی ۲۰۱۸ء کی شام یہ خبر بجلی بن کر گری کہ سیدی مرشدی ،ادیب ومحقق تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خاں قادری علیہ الرحمہ نہیں رہے۔سوشل میڈیا پر آئی اس خبر کی تصدیق مولانا تسلیم بریلوی استاد منظر اسلام بریلی شریف سے کرنے کے بعد لگا دل پہلو میں نہیں ہے، حواس جاتے رہے اور داغ یتیمی ایک بار پھر گلے پڑ گیا۔مرشد کے جدا ہونے کا غم کچوکے لگانے لگا۔فون کی گھنٹیاں تھمنے کا نام نہیں لے رہی تھیں ،لوگ اس احقر سے مرشدی دائمی جدائی کی خبر کی تصدیق چاہ رہے تھے مگر یہاں زبان ساتھ دینے سے قاصر تھی۔لوگوں کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ واٹس ایپ، ٹیلی گرام اور فیس بک پر ان کے وصال کی خبریں مشتہر ہونے کے بعد بھی یقین کرنا مشکل ہورہا تھا مگر قلب مضمحل کو یہ صدمہ برداشت کرنا پڑا کہ سیدی مرشدی تاج الشریعہ اب ہمارے بیچ نہیں رہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون

ہم نشیں پوچھتے کیا ہو مرے دل کی حالت
صدمہ کیا دے گئے اس دنیا سے جانے والے

چراغ بجھتے چلے جارہے ہیں سلسلہ وار
میں خود کو دیکھ رہا ہوں فسانہ ہوتے ہوئے

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
یہ حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں

آج مجلس فکر رضا کے بانی حافظ شمس الحق رضوی کی باتیں سینے کو چیر رہی تھیں۔وہ بار بار سیدی مرشدی کی بارگاہ فیض میں حاضری کی نصیحتیں کرتے رہے، کئی بار انہوں نے سخت لہجہ اختیار کرتے ہوئے ہدایت دی کہ اس بار آپ ضرور بریلی شریف جائیں

اور اپنے مرشد کے فیض سے مالامال ہوئیں مگر ہائے بد قسمتی یہ موقع نصیب نہ ہوتا تھا نہ ہوا۔ کچھ ماہ قبل حافظ صاحب سے وعدہ کیا تھا کہ اس بار عرس رضوی میں اختتام عرس کے بعد تک وہاں قیام کر کے حضرت کی خدمت بافیض میں رہوں گا اور ان کی قدموں کی برکت سے خود کو نہال کروں گا مگر میری یہ خواہش خواہش ہی رہی۔

کچھ ماہ قبل دارالعلوم منظر اسلام کے زیر اہتمام مولانا ابراہیم خوشتر علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر انٹرنیشنل سیمینار کا انعقاد کیا گیا تھا جس میں ملک و بیرون ملک سے علما و دانشوروں کی جماعت شریک ہوئی تھی اس میں یہ راقم الحروف بھی شامل تھا۔ اصل مقصد سیمینار میں شرکت کے بہانے اپنے مرشد کی زیارت سے خود کو شادم کام کرنا تھا۔ بریلی شریف پہنچنے کی اطلاع پر کرم فرما حافظ شمس الحق رضوی بے حد مسرور تھے انہوں نے شہزادہ تاج الشریعہ مولانا عسجد رضا اور مولانا عاشق کشمیری کو کئی بار فون کر کے میرے متعلق بتانے کی کوشش کی مگر ان کا فون ریسیو نہ ہو سکا پھر انہوں نے مجھے کہا کہ آپ جائیں اور مولانا عاشق کشمیری سے اپنا تعارف کرائیں میں کئی بار ان سے آپ سے متعلق گفتگو کر چکا ہوں۔ مفتی ڈاکٹر امجد رضا امجد صاحب، مولانا قمر الزماں مصباحی ڈاکٹر ممتاز عالم اور مولانا غلام سرور مصباحی کے ساتھ حضرت تاج الشریعہ کے دیدار کو حضرت کی آرام گاہ پر پہنچے، وہاں پہلے سے ہی لوگوں کا مجمع تھا۔ حضرت ایک تخت پر آرام فرما رہے تھے ایک مولانا حضرت کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہے تھے۔ ہم نیچے بیٹھنے لگے تبھی، انہوں نے کنارے لگے صوفے پر بیٹھنے کے لئے کہا اور ہم لوگ صوفے پر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد شہزادہ تاج الشریعہ مولانا عسجد رضا صاحب جلوہ گر ہوئے اور سلام کا جواب دینے کے بعد دوسری طرف لگے صوفے پر بیٹھ کر اوراد ووظائف میں مشغول ہو گئے۔ حضرت آرام فرما رہے تھے اس لئے ہم لوگ مولانا عسجد رضا خاں صاحب سے ملاقات کر کے روانہ ہو گئے۔ ایک عرصہ بعد مرشد کی زیارت سے آنکھیں کھل اٹھیں اور وہاں سے یہ ارادہ پختہ کر کے اٹھا کہ جب دوبارہ حاضر ہوں گا تو وقت کی قلت کو دامن گیر ہرگز نہ ہونے دوں گا مگر ہائے رے محرومی قسمت۔۔۔

مرشد کی دائمی جدائی سے نڈھال دل مضطر قرار کی تلاش میں تھا مگر اسے سکون کیوں کر میسر ہو۔ فوراً جنازے میں شرکت کی تیاری میں لگ گیا۔ احباب کو فون کرنے پر معلوم ہوا کہ کئی مقامات سے بسیں کھل چکی ہیں جبکہ زیادہ تر افراد فور ویلر سے نکل رہے ہیں۔ مداح رسول سید صدف سعید صاحب نے گاڑی کا اہتمام کیا اور ہم لوگ بریلی شریف کے لئے روانہ ہو گئے۔ اس قافلہ میں مرکزی ادارہ شرعیہ کے قاضی شریعت مفتی ڈاکٹر امجد رضا امجد، مہتمم مولانا سید احمد رضا، ہائی کورٹ مسجد کے امام وخطیب مولانا عظمت اللہ رحمانی اور مولانا احمد رضا صابری صاحب شامل تھے۔ راستے میں دیوان گان تاج الشریعہ کے قافلہ کا سلسلہ ٹوٹنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ بنگال، جھارکھنڈ اور بہار کے مختلف خطوں سے لوگ دیوانہ وار بس اور فور ویلر سے اپنے مرشد کے آخری دیدار کے لئے چلے جا رہے تھے، راستے پر کوئی ہوٹل یا ڈھابہ نہیں تھا جہاں سفیران بریلی کا اژدحام نہیں ہو۔ ٹریفک پولیس اور ٹول پلازہ کے اہلکار حیرت زدہ تھے۔ آخر ہم لوگ بریلی شریف پہنچے، وہاں تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ کئی کلومیٹر گاڑیوں کو روک دیا جا رہا تھا۔ کسی طرح محلہ سوداگران پہنچے۔ تربت مرشد پر جانے کی کوشش میں ناکامی کے بعد ڈاکٹر امجد رضا امجد، سید احمد رضا اور مولانا عظمت اللہ رحمانی کا حکم ہوا کہ منظر اسلام کی چھت پر سے ہی فاتحہ خوانی کر لی جائے۔ بڑی مشقتوں کے بعد منظر اسلام کی چھت پر پہنچے مگر وہاں بھی دیوانوں کا ہجوم۔۔۔ پھر وہیں کھڑے ہو کر فاتحہ خوانی کی اور ایک کمرے میں جا کر بھیڑ کم ہونے کا انتظار کرنے لگے مگر میرا دل

بے چین تھا، تھوڑی دیر بعد وہاں اٹھا کر ازہری گیسٹ ہاؤس کی طرف نکل پڑا۔ ہجوم کے ساتھ دھکا کھاتے کھاتے مرشد کی آخری آرام گاہ تک پہنچ گیا۔ نم آنکھوں سے مرشد کو آخر سلام پیش کیا، تربت پر مٹی اور پھول پیش کر کے آنسوؤں کے سائے میں فاتحہ خوانی کی۔ بھیڑ بڑھتی جارہی تھی اسی لئے اندر زیادہ دیر تک ٹھہرنا مناسب نہیں تھا۔ میری کامیاب واپسی پر ڈاکٹر امجد رضا امجد اور مولانا عظمت اللہ رضانی صاحب بھی ہمت جٹائے اور ازہری گیسٹ ہاؤس کی طرف روانہ ہوگئے ان کی واپسی کے بعد ایک بار پھر میں مولانا سید احمد رضا صاحب کے ساتھ تربت مرشد پر حاضر ہوا اور فاتحہ خوانی وسلام پیش کیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر امجد صاحب کی معیت میں ہم لوگ مرکزی ادارالافتاء پہنچے جہاں مفتی عبدالرحیم نشتر فاروقی سے ملاقات ہوئی، کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی، دوران گفتگو کئی باران کی اور حاضرین کی آنکھیں چھلک پڑیں۔ حضرت کے آخری وقت کی کیفیت انہوں نے بیان کی۔ مغرب کے قریب ہمارا غمزدہ قافلہ پٹنہ کے لئے روانہ ہوگیا۔

قاضی القضاۃ فی الہند فخر ازہر حضرت تاج الشریعہ کی شخصیت فی زمانتا نابغہ روزگار تھی۔ آپ مجمع کمالات تھے، زہد وورع میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ مسلسل سفر کرنے کے بعد بھی درس وتدریس اور افتا نویسی سے جڑے رہے۔ اردو، عربی اور انگریزی میں سوالات کے جواب لکھتے رہے۔ اس دوران کئی کتابیں تصنیف فرمائیں، تصویر کشی کے حوالہ سے آپ کا کارنامہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ تصویر کشی کے معاملے میں آپ آخری عمر تک اپنے موقف پر اٹل رہے۔ آپ کی خداداد مقبولیت کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس وقت پوری دنیا میں آپ کے مریدین ہیں اور جہاں آپ کا ورود مسعود ہوتا، وہاں پروانے کی طرح عوام زیارت کو ٹوٹ پڑتے، اس کا ایک اندازہ ان کے جنازے میں شریک ہونے والی بھیڑ سے لگایا جاسکتا ہے۔ طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی میں ۲۰۰۳ء میں عرس امجدی کے موقع پر حضرت تاج الشریعہ سے بیعت کا شرف حاصل ہوا تھا، اس موقع پر بیعت ہونے والوں میں بڑی تعداد علماو طالبان نبویہ کی تھی۔ اس کے بعد سے کئی بار حضرت کے دیدار سے مشرف ہوا۔ عرس امجدی میں آپ نے اپنی لکھی یہ نعت پاک ترنم سے پڑھی تھی۔

جہاں بانی عطا کردیں بھری جنت ہبہ کردیں
نبی مختار کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کردیں
تبسم سے گماں گزرے شب تاریک پر دن کا
ضیائے رخ سے دیواروں کو روشن آئینہ کردیں

پورے مجمع پر ایک کیفیت طاری ہوگئی تھی اور حاضرین مستی کے عالم میں بآواز بلند ہر مصرع کو دوہرا رہے تھے۔ آپ کا یہ کلام کافی مشہور ہوا اور لوگوں نے اسے پوسٹر کی شکل میں چھاپ دیا۔

آپ ایک مرشد طریقت، فقیہ اعظم، دوراندیش مفکر ومحدث اور صوفی کے ساتھ ساتھ صاحب تصانیف کثیرہ بھی تھے۔ دعوتی اسفار کی کثرت، مرکزی دارالافتاء میں ملک وبیرون ملک سے فقہی سوالات کے جوابات لکھنے کے علاوہ آن لائن ملٹی لنگول سوال وجواب سیشن میں لوگوں کے سوالات کے جوابات دینے کے سبب فرصت مشکل عنقا تھی پھر بھی آپ نے تصانیف کا ایک بڑا ذخیرہ چھوڑا ہے۔ آپ نے قصیدہ بردہ شریف کی عربی زبان میں شرح بھی لکھی ہے اور کئی کتابوں کے ترجمے کیے اور کئی کتابیں تصنیف

فرمائیں۔ آپ کی چند تصانیف یہ ہیں: ہجرت رسول، آثار قیامت، ٹائی کا مسئلہ، حضرت ابراہیم کے والد تارخ یا آزر، ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن مع شرعی حکم، شرح حدیث نیت، سنو چپ رہو، دفاع کنز الایمان، تین طلاقوں کا شرعی حکم، کیا دین کی مہم پوری ہو چکی؟، جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، سفینۂ بخشش (نعتیہ دیوان)، فضیلت نسب، تصویر کا مسئلہ، اسمائے سورۃ فاتحہ کی وجہ تسمیہ، القول الفائق بحکم الاقتداء بالفاسق، سعودی مظالم کی کہانی اختر رضا کی زبانی، المواہب الرضویہ فی الفتاویٰ الازہریہ المعروف فتاویٰ تاج الشریعہ۔

عربی زبان میں آپ کی مندرجہ ذیل تعلیقات ہیں: الحق المبین، الصحابۃ نجوم الاہتداء، شرح حدیث الاخلاص، نبذۃ حیاۃ الامام احمد رضا، سد المشارع، حاشیہ عصیدۃ الشہدہ شرح القصیدۃ البردہ، تعلیقات زاہرہ علی صحیح البخاری، تحقیق ان ابا سیدنا ابراہیم تارح لا آزر، مراۃ النجدیہ بجواب البریلویہ (۲ جلد)/ نہایۃ الزین فی التخفیف عن ابی لہب یوم الاثنین اور الفردۃ فی شرح قصیدۃ البردۃ جبکہ آپ نے جن کتابوں کے ترجمے کیے ان میں انوار المنان فی توحید القرآن، المعتقد والمنتقد مع المعتمد المستند، الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی، برکات الامداد لاہل الاستمداد، فقہ شہنشاہ، عطایا القدیر فی حکم التصویر، اہلاک الوہابین علی توہین القبور المسلمین، تیسیر الماعون لسکن فی الطاعون، شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام، قوارع القہار فی الرد المجسمۃ الفجار، الہاد الکاف فی حکم الضعاف، الامن والعلی لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء، سبحان السبوح عن عیب کذب المقبوح اور حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین شامل ہیں۔

راقم الحروف ۲۰۰۴ء میں مرشد برحق حضور تاج الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے دامن بافیض سے وابستہ ہوا۔ اور ۲۰۰۵ء میں لدھیانہ میں تاج الشریعہ اکیڈمی کی داغ بیل ڈالی۔ تاج الشریعہ اکیڈمی لدھیانہ کے زیر اہتمام متعدد کتاب اور کتابچے کی اشاعت ہوئی مگر لدھیانہ میں مستقل قیام نہ رہنے اور صحافت پیشہ کے سبب تاج الشریعہ اکیڈمی کی ترقی کی رفتار پر کچھ وقفہ کے لئے بریک لگ گئی تھی۔ تاج الشریعہ اکیڈمی نے اپنے ابتدائی ادوار میں کئی کتاب اور کتابچے شائع کیے جن میں اسلام اور مغربی تہذیب، تذکرہ حضرت رابعہ بصری، اسلام، جہیز اور عصر جدید، تذکرہ حضرت شیر بیشہ اہل سنت اور اسلام کا نظام طلاق شامل ہیں۔

آج کے اس پرفتن دور میں آپ کی ذات بابرکات غنیمت تھی، کئی فتنے صرف آپ کی شخصیت کے سبب دم توڑ گئے۔ بین الاقوامی سطح پر آپ کی شخصیت اور اثرات کا اعتراف کیا گیا۔ آپ علما و مشائخ کے مرجع تھے مختلف فیہ مسائل میں آپ کا قول حرف آخر ہوا کرتا تھا جسے برصغیر ہند و پاک کے علما و مفتیان کرام بخوشی قبول کرتے تھے۔ آپ کے وصال سے قبل جب آپ کی طبیعت زیادہ علیل رہنے لگی کئی فتنے سر اٹھانے لگے تھے، کچھ اپنوں کی کرم فرمائیوں کے صدقے اور کچھ حاسدوں کی نوازشات بے جا کی وجہ سے۔ راقم الحروف نے بھی کئی بار باہمی گفت و شنید میں جید علما کرام سے اس خدشہ کا اظہار کرتے ہوئے بارہا سنا کہ خدا کا شکر یہ ہے کہ تاج الشریعہ باحیات ہیں جس کے سبب یہ فتنے اپنی موت آپ مر جا رہے ہیں اگر آج اس کی سرکوبی نہ کی گئی تو ان کی رحلت کے بعد فتنوں کا سیلاب آجائیگا جس کا روکنا علمائے اہل سنت کے لئے ایک امر مشکل ہوگا۔ دل یہی دعا کرتا تھا اور کرتا ہے کہ یہ خدشہ صرف خدشہ ہی رہے کبھی حقیقت کا روپ نہ لے مگر ایسا ہوتا دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ حضور تاج الشریعہ کے جنازے میں امڈی بھیڑ سے تلملائے دوست نما حاسدوں کی جماعت نے سوشل میڈیا پر جو کچھ گل کھلائے ہیں اسے فتنوں کی آمد کا اعلان کہا جا سکتا ہے۔ مرکز عقیدت بریلی شریف کے تشخص کو ملیا میٹ کرنے کیلئے نئے حربے اپنائے جانے کا آغاز ہو چلا ہے اس

لئے ہمارے اکابرین علما کو نوشتۂ دیوار پڑھنے کی ضرورت ہے۔

یہ درست ہے کہ وقت اور حالات یکساں نہیں رہتے مگر جو لوگ چھوٹی سی چنگاری کو نظر انداز کر دیتے ہیں وہی کل شعلہ بن کر خرمن کو خاکستر کر دیتی ہے اس لئے یہ غفلت بڑی مہنگی پڑے گی۔ وقت کا جبری تقاضہ ہے کہ عوام کے اعتماد و یقین کو ایک مرکز پر برقرار رکھنے کے لئے سنجیدگی کیساتھ حکمت عملی تیار کرنی پڑے گی۔ کیوں کہ اب کوئی تاج الشریعہ ہمارے درمیان نہیں ہیں جن کی بات کو معاندین و مخالفین بھی بہ سرو چشم قبول کرلیں اور ان کی ایک آواز پر پوری جماعت ہمہ تن گوش ہو جائے۔

وہی چراغ بجھا جس کی لو قیامت تھی
اسی پہ ضرب پڑی جو شجر پرانا تھا

***

چل دیے آنکھوں میں تم اشکوں کا دریا چھوڑ کر

محمد مسعود عالم رضوی مصباحی، دار العلوم امام احمد رضا، ضلع اتر دیناجپور (بنگال)

تاجدار اہلسنت نبیرۂ اعلیٰ حضرت نواسہ حضور حجۃ الاسلام شہزادۂ مفسر اعظم، جانشین حضور مفتیٔ اعظم وارث ولایت غوث اعظم وارث علوم اعلیٰ حضرت مخزن علم وحکمت منبع کشف وکرامت مرشد برحق رہبر شریعت نازش اہل سنت شان مسلک اعلیٰ حضرت چشم و چراغ خانوادۂ رضویت، مرکز عقیدت کنز الکرامت فخر ازہر شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی الحاج الشاہ محمد اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال نے پورے عالم اسلام کو سوگوار بنادیا ہے، ہر سنی فرد کی آنکھوں میں آنسو ہے، ہر گھر، ہر مدرسہ، ہر تنظیم، ہر ادارہ، ہر مسجد میں سوگ کا ماحول ہے، سارے عالم اسلام کے ہر سنی مسلمان اپنے اپنے طور پر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں اور یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے وصال کی خبر ملتے ہی پورے عالم اسلام میں کہرام مچ گیا، یا اللہ اب سنیت کی حفاظت کون کرے گا، مسلک کی کمان کون سنبھالے گا، نو پید مسائل کا حل کون کرے گا، اس پرفتن دور میں سنیوں کی پاسبانی کون کرے گا، اس اختلاف وانتشار کے ماحول میں مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت کون کرے گا، ہر مومن کی زبان پر یہی تھا: ہائے تاج الشریعہ نہ رہے، ہائے تاج الشریعہ کا وصال ہوگیا، ہائے سنی حضرات یتیم ہوگئے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے وصال کی خبر ملتے ہی ہر شخص بے چین بے قرار کہ حضور تاج الشریعہ کے جنازے میں حاضری نصیب ہوجاتی، حضرت کے آخری دیدار کا شرف حاصل ہوجاتا۔ اسی تصور میں پورے عالم اسلام سے عاشقان تاج الشریعہ بریلی شریف کی طرف دیوانہ وار نکل پڑے۔ ہندوستان، پاکستان، افغانستان، سعودی عرب، مصر، شام، اردن، امریکہ، ساؤتھ افریقہ، جرمن، جاپان، نیپال، بنگلہ دیش، برما وغیرہ تقریباً ۶۲ ممالک سے دیوانوں کا ہجوم سیلاب کی طرح بریلی شریف کی دھرتی پر اُمنڈ پڑا اور کروڑوں کی تعداد میں عاشقان تاج الشریعہ نے جنازے میں شرکت فرمائی جیسا کہ پوری دنیا نے اس کو دیکھا اور سنا۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے جنازے میں بے شمار لوگوں کی شرکت سے یہ روز روشن کی طرح ظاہر ہوگیا ہے کہ حضور تاج الشریعہ دور حاضر کے ولی کامل اور مرشد برحق کا نام ہے۔ پورے عالم اسلام سے دیوانے بریلی شریف چلے آرہے ہیں، عقیدت مند اپنی نمناک آنکھوں کے ساتھ بریلی شریف نکل پڑے، حقیر راقم الحروف بھی مخصوص عقیدت مندوں کے ساتھ دیوانہ وار دار العلوم امام احمد رضا بھاٹول، تھانہ رائے گنج ضلع اتر دیناج پور، بنگال سے بریلی شریف کے لئے نکل پڑا۔ پورا راستہ بے قراری وبے خودی اور بے چینی کے عالم میں دل مضطرب کو سنبھالتے ہوئے، آنکھوں سے اشک بہاتے ہوئے، زباں سے دعائیں اور درود وسلام کے ترانے گنگناتے ہوئے ۲۲ رجولائی ۲۰۱۸ء بروز اتوار کی صبح بریلی شریف اسلامیہ انٹر کالج کے وسیع وعریض گراؤنڈ کے قریب پہنچا۔ پھر حضرت کے جنازے کا اعلان ہوا، جنازے میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی، جنازے میں دیوانوں کی بھیڑ

اور لاتعداد لوگوں کا مجمع، تا حد نگاہ عاشقان تاج الشریعہ کا سیل رواں دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہوگئیں اور دل ودماغ حیران ہوگئے۔

بالآخر وارث علوم اعلیٰ حضرت بدر طریقت حضرت علامہ الشاہ الحاج مفتی اختر رضا خان قادری المعروف بہ ازہری میاں، تاج الشریعہ ۲۲؍جولائی ۲۰۱۸ء بروز اتوار دن کے ۱۲؍بج کر ۵۵؍منٹ پر ازہری گیسٹ ہاؤس میں اپنی آخری آرام گاہ میں مدفون ہوئے۔ حضور تاج الشریعہ کو جس وقت قبر انور میں رکھا جا رہا تھا، عاشقان تاج الشریعہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے اور ہر چہار جانب ماتم کا ماحول تھا۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے نمایاں اور عظیم کارنامے، آپ کے اوصاف وکمالات، امتیازات وخصوصیات نیز علمی ودینی سماجی وقومی خدمات کا تذکرہ پورے عالم اسلام کے لوگ کر رہے ہیں اور ان شاء اللہ کرتے رہیں گے۔ آپ کا وصال پورے عالم اسلام بالخصوص اہلسنت وجماعت کے لئے عظیم خسارہ ضرور ہے مگر یہ امید کی جاتی ہے کہ آپ کا علمی وروحانی فیضان عام سے عام ہوتا رہے گا۔ آپ کے تابندہ اور درخشاں کارنامے اور دینی خدمات کا چرچا دن بدن ہوتا رہے گا اور آپ کی تعلیم وتربیت سے عوام وعلماء فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی قبر مبارک کو نور سے بھر دے اور مراتب میں بلندیاں اور جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آپ کے خاندان، معتقدین، مریدین، متوسلین، متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہم عاشقان تاج الشریعہ کو حضرت کے علمی وروحانی فیضان سے مالامال فرمائے اور حضرت کے نقش قدم پر چلنے اور مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی کے ساتھ قائم رہنے کی توفیق رفیق عنایت فرمائے اور دار العلوم امام احمد رضا، بھاٹول کو ہمیشہ حاسدوں اور بدنظروں کی شرارت سے محفوظ رکھے اور مسلک اعلیٰ حضرت کا پاسبان بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

***

تم کیا گئے کہ رونق دنیا چلی گئی

مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی [علیگ]

سرو سیمینا بصحرا می روی | نیک بدعہدی کہ بے ما می روی
اے تماشا گہِ عالم روئے تو | تو کجا بہر تماشا می روی

میرے آقا حضرت علامہ شاہ اختر رضا قادری قدس سرہٗ جیسے مرشد برحق چلے گئے، جہان رشد وہدایت تاریک ہو گیا۔ تاج الشریعہ رخصت ہوئے شریعت کے ایوان سونے ہو گئے۔ بدر الطریقہ روپوش ہو گئے طریقت کا آفتاب گہنا گیا۔ ایک عارف باللہ وصال محبوب سے شادکام ہوا، بادۂ عرفان کی سرمستی جاتی رہی۔ ایک قاضی القضاۃ نے رخ موڑ لیا، دار القضا کی رونق چلی گئی۔ فخر ازہر نے جہان فانی کو الوداع کہا، جامعات کے ایوانوں میں ماتم بپا ہے۔ شیخ الاسلام والمسلمین دنیا سے اٹھ گئے، سارا جہان سنیت سوگوار ہے۔ ع

تم کیا گئے کہ رونق دنیا چلی گئی

حضرت تاج الشریعہ قدس سرہٗ کی جامع کمالات ومحاسن شفیق ہستی اپنے ساتھ بہت سی خصوصیات لے کر اس دنیا سے رخصت ہوئی اور اپنے کروڑوں چاہنے والوں کو روتا بلکتا چھوڑ گئی۔ حضرت تاج الشریعہ قدس سرہٗ کا ایک نادر وجود با مسعود تھا جس کے گرد فرزندان توحید اور عاشقان ماہ رسالت پروانہ وار نثار ہوا کرتے تھے۔ وہ جدھر تشریف لے جاتے، دیوانوں کی بھیڑ لگ جاتی۔ جس سمت رخ فرماتے، میکدۂ عرفان ومحبت آباد ہو جاتا۔ جس جگہ تشریف رکھتے، ایک خیابان محبت آباد ہو جاتا۔ یہ شاعرانہ استعارہ آپ کے مقدس وجود پر پورے طور سے صادق آتا ہے ؎

ان کا سایہ اک تجلی، ان کا نقش پا چراغ | وہ جدھر گذرے، ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

یہ سراپا سعادت وجود ایک گل تازہ تھا جس کی خوشبو سے کروڑوں دلوں کی دنیا مشک بار ہے۔ آپ گلوں کے درمیان خود ہی کھلتا ہوا گلاب لگتے تھے، آپ جیسی دلکشی، ایمانی رونق، روحانی بہجت اور بے پناہ مقبولیت نصف صدی کے اندر دیکھنے کو نہ ملی، نہ جانے کتنے لوگ صرف آپ کی ایمانی طلعت کو دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے، بدمذہبی سے تائب ہوئے اور صلاح وتقوٰی کی روش اختیار کی۔

حضرت تاج الشریعہ قدس سرہٗ کا یہ ناکارہ اسیر ۵ رفروری ۱۹۸۷ء سے شرف نیازمندی وبیعت رکھتا ہے۔ ویسے آپ سے اور آپ کے خانوادۂ کریمہ سے عقیدتوں کا رشتہ موروثی ہے۔ تیس سال سے زائد عرصہ پر پھیلا ہوا ادب ونیاز کا یہ سلسلہ اپنے دامن میں یادوں کا ایک جہان رکھتا ہے۔ جلوت وخلوت، سفر وحضر، سیمینار و کانفرنس، مساجد اور ایئرپورٹس، علمی مباحثوں اور نجی مجلسوں میں حضرت تاج الشریعہ کو دیکھنے، سننے اور آپ سے مستفیض ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ میں نے ہر جگہ آپ کو مرد خدا پایا جن کا

ایک گام بھی طریق مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا سے سرمو بھی انحراف نہیں کرتا۔ دنیا طلبی، جاہ پسندی، ذخیرہ اندوزی، افرادی قوت کا غرور، بغض وحسد، یاوہ گوئی، غیبت پسندی، عصبیت اور گروہ بندی، بخالت و اسراف، اضاعت وقت جیسے رذائل نفس سے آپ کو پرے پایا۔ خلوص وللہیت، سادگی اور صداقت، حق پسندی اور حق نوازی آپ کا وطیرہ تھی۔ آپ کے شب و روز دین مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کی خدمت کے لئے وقف تھے۔ یادِ حق آپ کا وظیفہ اور عشق رسالت آپ کا سرمایہ تھا۔

مرشد کریم حضرت تاج الشریعہ قدس سرہٗ کے حوالے سے یادوں کا ایک کارواں ذہن ودماغ کی شاہراہ پر رواں دواں ہے۔ آپ کی مقناطیسی جامع کمالات شخصیت یاد آتی ہے اور دل کی دنیا زیروزبر ہونے لگتی ہے۔ دل ودماغ قابو میں نہیں رہتے۔ آپ کی حیات اقدس کے کس کس گوشے کو یاد کیا جائے۔ آپ کی شفقتوں کا بادل سب پر جھوم کے برستا تھا۔ آپ کی پدرانہ شفقت ہی تھی کہ آپ کے گردوپیش رہنے والے زیادہ تر آپ کو "ابا" کے لقب سے یاد کرتے، علما آپ کو اپنا مربی سمجھتے، اصحاب دل آپ کو میکدۂ عرفان کا ساقی کہتے اور ارباب علم ودانش کے لئے آپ بے بدل فقیہ اور دانشور تھے۔ آپ کے علم وفضل کے گواہ آپ کے تلامذہ، احباب، اقران اور آپ کی قیمتی تحریریں ہیں۔ آپ بہر طور وارث علوم اعلیٰ حضرت تھے۔ تقریباً تین درجن علوم وفنون کی شاخیں آپ کی دسترس میں تھیں۔ آپ قرب الٰہی اور بارِ رسالت پناہی کی جو اعلیٰ منزلیں رکھتے تھے، وہ تو اصحاب عرفان وذوق بتائیں گے لیکن اس کے آثار کا مشاہدہ علمائے شریعت اور عامۂ اہل سنت بھی کرتے رہے۔ آپ کی سب سے بڑی کرامت، دین حق پر مضبوطی سے استقامت تھی۔ اس کا مشاہدہ ایک عالم نے کیا ہے کہ شریعت کے معاملے میں آپ کسی کی رعایت نہ فرماتے، مخالفت اور ملامت کا بڑے سے بڑا طوفان آپ کے پائے ثبات میں لغزش نہ پیدا کرسکا۔ لیکن آپ کی حسی کشف وکرامات کا بھی ایک عالم نے مشاہدہ کیا ہے۔

یوں تو ہمارے مشائخ قادریہ رضویہ کا طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنے باطنی احوال اور روحانی مدارج پر خفا کا پردہ ڈالے رہتے تھے۔ سرکار مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کرامات کو تعویذوں کے پردے میں چھپائے رکھتے تھے۔ حضرت تاج الشریعہ قدس سرہٗ بھی اپنے مشائخ کرام کے قدم بہ قدم تھے۔ کم لوگوں نے پہچانا کہ حضرت تاج الشریعہ قدس سرہٗ کیا تھے۔ آپ کی روحانی دستگیری اور باطنی کشف کا بارہا لوگوں نے مشاہدہ کیا ہے۔

ابھی کچھ دنوں پہلے کی بات ہے کہ عرس رضوی شریف کے موقع سے ہم لوگ بلگرام شریف حاضر ہوئے۔ دوران گفتگو مخدوم گرامی حضرت مولانا سید اویس مصطفیٰ قادری واسطی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ چشتیہ صغرویہ محمدیہ، بلگرام شریف نے ارشاد فرمایا کہ "اس وقت عالم ربانی کوئی نظر نہیں آتا۔ اگر واقعی طور سے عالم ربانی کوئی ہے تو اس دور میں حضرت تاج الشریعہ ہیں۔ ان کے سوا کوئی دوسرا نظر نہیں آتا"۔

چند سال پہلے ہم لوگ حضرت تاج الشریعہ قدس سرہٗ کو بنگلور ایئرپورٹ سے رخصت کر کے لوٹ رہے تھے تو جناب محمد موسیٰ رضوی، بنگلور نے مجھ سے بیان کیا کہ مفتی صاحب! اور برج کا یہ موڑ دیکھ رہے ہیں۔ میں حضرت کی ایک کرامت بتاتا ہوں۔ چند سال پہلے کی بات ہے کہ ہم لوگ حضرت تاج الشریعہ کو ایئرپورٹ سے لے کر بنگلور سٹی جا رہے تھے۔ ساتھ میں حضرت عسجد میاں اور مفتی شعیب صاحب بھی تھے۔ اس موڑ پر جب ہم نے گاڑی تیزی سے موڑی تو حضرت کا بریف کیس جو اوپر کیریئر پر رکھا ہوا تھا، ہوا کے جھونکے سے نیچے جا پڑا۔ کچھ دیر تک کسی کو علم نہیں ہوا۔ کچھ دیر کے بعد مفتی شعیب صاحب نے جب نظر اوپر

اٹھائی تو دیکھا کہ بریف کیس موجود نہیں ہے۔ ان کے حواس اڑ گئے کیوں کہ اسی میں حضرت کا بلکہ سبھی حضرات کا پاسپورٹ تھا، بیرون ملک کا ٹکٹ تھا کیونکہ بنگلور سے ہی سبھی حضرات کو باہر جانا تھا۔ اس سنسنی کی کیفیت کو حضرت نے محسوس کرلیا، دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ ڈرتے ڈرتے معاملہ گوش گذار کیا گیا۔ حضرت تاج الشریعہ نے خفگی کے انداز میں فرمایا کہ آپ لوگ خیال نہیں رکھتے ہیں۔ پھر گاڑی موڑنے کا حکم فرمایا اور اپنی انگشت شہادت پر کچھ پڑھ کر دم فرمایا۔ گاڑی برج سے نیچے لاکر واپس ایئر پورٹ کو موڑی گئی۔ ابھی کچھ ہی فاصلہ طے ہوا ہوگا کہ ایک صاف شفاف لباس پہنے ایک نوجوان نے ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کیا۔ گاڑی روکی گئی تو اس کے ہاتھ میں وہی گمشدہ بریف کیس تھا۔ اس نے حضرت کو سلام عرض کیا اور بریف کیس ادب سے حوالے کیا اور رخصت ہوگیا۔ سب لوگوں نے یہی محسوس کیا کہ اجنہ میں سے کوئی حضرت تاج الشریعہ قدس سرہٗ کے مرید تھے جنھوں نے یہ خدمت انجام دی، کیونکہ نہ ان کے اوپر کوئی آثار سفر تھے اور نہ حاضرین میں سے انہیں کوئی پہچانتا تھا۔

ہماری چھوٹی بہن نے غالباً ۲۰۰۶ء میں ایک خواب دیکھا جب میں علی گڑھ میں علیل تھا۔ ایک ہیبت ناک آدمی ننگی تلوار لئے میری [فقیر قادری رضوی ساحل کی] جانب بڑھا، تاکہ میرا قصہ تمام کردے۔ اچانک حضرت تاج الشریعہ قدس سرہٗ نمودار ہوئے اور اس شخص کو کڑی نگاہ سے دیکھا۔ وہ شخص یہ کہتا ہوا غائب ہوگیا کہ" آج یہ بچ گیا"۔ پھر حضرت تاج الشریعہ قدس سرہٗ نے شفقت بھری دعاؤں سے نوازا اور رخصت ہوئے۔ اس طرح کی دستگیری کے واقعات اور بھی ہیں جو پھر کسی موقع پیش کئے جائیں گے ان شاءاللہ تعالیٰ۔

۲۰۰۵ء میں "فتاوی ملک العلما" کی اشاعت کا مرحلہ در پیش تھا۔ میں نے مفتی عبدالرحیم نشتر فاروقی صاحب کے توسط سے اس سلسلے میں حضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت نے خندہ پیشانی کے ساتھ عرض داشت قبول فرمائی اور المجمع الرضوی، بریلی شریف سے اس کی اشاعت عمل میں آئی۔ مفتی یونس رضا اویسی صاحب کا بیان ہے کہ "فتاوی ملک العلما" کی اشاعت کے بعد ہی حضرت تاج الشریعہ کی خاص توجہ آپ کی جانب ہوگئی۔

مرشد گرامی حضرت تاج الشریعہ قدس سرہٗ نے اولاً بتاریخ ۲۲ر شوال المکرم ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۱ر ستمبر ۲۰۱۱ء بریلی شریف حاضری کے دوران اپنے کاشانۂ اقدس پر اس ناچیز کو سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ کی اجازت وخلافت مرحمت فرمائی۔ پھر جب "اوراد قادریہ" کے جدید اڈیشن کو اضافے کے ساتھ مکمل کر رہا تھا تو اسی دوران فقیر کو حضرت سے شرف تلمذ کے حصول کا شوق بیدار ہوا۔ بریلی شریف کی حاضری کے دوران ۲۹ر جمادی الاولی ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۱ر اپریل ۲۰۱۳ء کی شب میں حضرت تاج الشریعہ قدس سرہٗ سے حدیث مسلسل بالاولیہ پڑھ کر حلقۂ تلامذہ میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کی اور اسی وقت حضرت نے اس حدیث پاک کی اجازت کے ساتھ ساتھ جملہ تیرہ سلاسل خاندانی کی اجازت وخلافت پہلے شاہزادۂ کریم حضرت مولانا شاہ عسجد رضا خان قادری دامت برکاتہم العالیہ کو پھر اس فقیر کو عطا فرمائی جس میں سلسلۂ قادریہ منوریہ معمریہ کا ذکر خاص طور سے فرمایا۔

۲۰۱۶ء کی کوئی شام تھی۔ حضرت تاج الشریعہ قدس سرہٗ سانتا کروز میں جلوہ افروز تھے۔ یہ فقیر قادری رضوی اسیر تاج الشریعہ، حضرت کی خدمت میں زیارت کی غرض سے حاضر ہوا۔ چند لمحوں کی حاضری ہوئی پھر میں حضرت کی قیام گاہ سے باہر آگیا۔ فوراً کسی نے آواز دی کہ حضرت مجھے یاد فرما رہے ہیں۔ میں الٹے قدم لوٹا۔ حضرت نے ایک لفافے میں کچھ رقم عطا فرمائی۔ یہ خصوصی نوازش دیکھ کر میں آبدیدہ ہوگیا۔ معاملہ رقم کا نہیں، توجہ عالی کا تھا۔ ؏

زہے نصیب کہ میں آپ کی نگاہ میں ہوں

حضرت تاج الشریعہ قدس سرہٗ کی کن کن شفقتوں کو یاد کیا جائے۔ آپ کا وجود سعادت شفقتوں اور نوازشوں کا بے کراں سمندر تھا جو کبھی سحاب بن کر برسا اور کبھی اپنی موجوں سے سرشار کر گیا۔ ع

مرے کریم نے موتی سے بھر دیا دامن

حضرت تاج الشریعہ قدس سرہٗ کے سانحۂ وصال کی خبر آدھے گھنٹے کے اندر پوری دنیا میں پھیل گئی۔ جس نے سنا وم بخود رہ گیا۔ لوگ پاگلوں کی طرح دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ میں مغرب کی نماز کے بعد اپنے شہر میں آرام فرما جلیل الشان فردوسی بزرگ حضرت شمس الحق دیوان قدس سرہٗ کے آستانہ مبارکہ پر حاضر تھا۔ وظائف کے بعد جب وہاں سے لوٹ کر گھر آیا تو گھر کا ماحول کچھ بدلا بدلا سا نظر آیا، پھر چھوٹی بہن جو خود بھی حضرت سے بیعت ہے، نے روتے ہوئے یہ جانکاہ اطلاع دی کہ جناب ارشد القادری صاحب کا شیر پور دھولیہ سے فون آیا تھا۔ انہوں نے بلکتے ہوئے یہ اطلاع دی کہ حضور تاج الشریعہ وصال فرما گئے۔ یہ سنتے ہی میں بلک اٹھا۔ بھائی بہنوں نے سنبھالا۔ پھر میں نے تصدیق کے لئے ممبئی، بلگرام، علی گڑھ کئی جگہ فون لگایا۔ جناب ارشد القادری صاحب کی اطلاع درست تھی۔ بوجھل قدموں سے نماز عشا کی ادائیگی کے لئے مسجد گیا اور اس کے فوراً بعد ریلوے اسٹیشن روانہ ہو گیا۔ ساتھ میں عم زاد عزیزم احمد رضا نوری سلمہٗ بھی تھے۔ حضرت تاج الشریعہ قدس سرہٗ کا جلوس جنازہ کیا تھا، ہجوم عاشقاں تھا۔ تا حد نگاہ حضرت تاج الشریعہ قدس سرہٗ کے چاہنے والوں کا سیلاب تھا۔ محتاط اندازے کے مطابق کم از کم پچاس لاکھ سے زائد لوگوں کا جم غفیر تھا جو اپنے مرشد، مربی، قائد اور دینی و روحانی پیشوا کو الوداع کہنے اور ان کے آخری دیدار کے لئے امنڈ پڑا تھا، ورنہ میڈیا کی رپورٹ ایک کروڑ سے تین کروڑ کے درمیان شرکائے جنازہ کی تعداد بتاتی ہے۔ ایسی بے تاب جمعیت اور اس قدر بے قرار ہجوم چشم فلک نے کم دیکھا ہوگا۔

حضرت محبوب الٰہی قدس سرہٗ کے وصال پر حضرت سعدی کا یہ قطعہ شعرا کے ورد زبان تھا ؎

سر و سیمینا بصحرا می روی — نیک بدعہدی کہ بے ما می روی
اے تماشا گاہ عالم روئے تو — تو کجا بہر تماشا می روی

یہ قطعہ حضرت تاج الشریعہ قدس سرہٗ کی رحلت پر جمع ہونے والے جم غفیر پر بخوبی صادق آتا ہے۔ بلاشبہ حضرت تاج الشریعہ قدس سرہٗ کی ایمانی طلعت، تماشا گاہ عالم تھی جس کی زیارت کے لئے خلق خدا کا سمندر امنڈا آتا تھا۔ جب آپ کی روح مبارک جلوۂ محبوب سے بے محابا شادکام ہونے کے لئے روانہ ہوئی تو بے تابوں کا صبر و قرار جاتا رہا اور ہر سمت سے انسانوں کا سمندر ابل پڑا جس سے بریلی شریف کی وسیع ترین سرزمین تنگ محسوس ہونے لگی۔ اس عالم رحلت میں بھی ایک عالم نے ملاحظہ کیا کہ چہرۂ مبارکہ کھلتے ہوئے گلاب کی مانند تھا۔ قطرہ سمندر سے جا ملا، فنا نے بقا کی گود میں حیات جاودانی پالی۔ صبر ہی ہم بے قراروں کا چارۂ کار ہے، بِلّٰهِ مَا اَعْطٰی وَ مَا اَخَذَ وَ کُلُّ شَیْءٍ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی۔ ساری عطائیں اسی وحدہٗ لاشریک کی ہیں، وہ جب چاہے عطا فرمائے اور جب چاہے واپس بلا لے، اس کے دربار سے ہر ایک کے لئے ایک خاص متعین مدت مقرر ہے۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ۔ کائنات کی فطرت ہی فنا پذیر ہے۔ رہے نام اللہ کا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے قادری درویش، مرشد کامل حضرت تاج الشریعہ قدس سرہٗ کے درجات اپنی بارگاہ قدس میں بلند فرمائے، جنت نعیم میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور خانوادۂ عالیہ رضویہ، بریلی شریف میں آپ کے جانشین جلوہ فرما ہوتے رہیں۔ دل پر حزن وملال کا عالم طاری ہے۔ زندگی رہی تو حضرت تاج الشریعہ قدس سرہٗ کے فضائل وکمالات پر ان شاء اللہ تعالیٰ تفصیل سے لکھا جائے گا۔ ابھی بس حضرت امیر خسرو قدس سرہٗ کے اس شعر پر اپنی روداد غم مکمل کرتا ہوں جو انہوں نے اپنے مرشد برحق حضرت محبوب الٰہی قدس سرہٗ کی رحلت پر فرمایا تھا ؎

گوری سوئے سیج پر مکھ پر ڈارے کیس
چل خسرو گھر آپنے سانجھ بھئی چودیس

***

آہ، صد آہ! حضرت تاج الشریعہ

مفتی مطیع الرحمٰن صاحب پورنوی، بانی وسربراہ: جامعہ نوریہ، بنگال

اس وقت جب حضرت تاج الشریعہ ہمارے درمیان نہیں ہیں۔ ان کی روح اعلیٰ علیین میں امام احمد رضا، حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم علیہم الرحمۃ کی روحوں سے ہمکنار ہو گئی اور ان کا جسد عنصری اپنے ان اجداد کے جوار میں مدفون ہو چکا۔ قلم تو قلم، دل و دماغ بھی ساتھ نہیں دے رہے ہیں کہ ان کی یادوں کے بکھرے ہوئے جواہرات کو حافظے کے نہاں خانہ سے نکال کر کاغذ وقرطاس کے سپرد کروں۔ اس لئے بظاہر کچھ غیر مربوط سے شذرات ہی املا کرانے پر مجبور ہوں۔ ویسے غائر نظر سے دیکھنے پر کچھ نہ کچھ ربط بھی ضرور نظر آئے گا۔ حضرت تاج الشریعہ کا یہ شعر ذہن کی اسکرین پر بار بار نمودار ہو رہا ہے:

دیکھنے والو جی بھر کے دیکھو ہمیں
کل نہ رونا کہ اختر میاں چل دئے

شعر کے پہلے مصرعے پر تو سب نے عمل کیا، ان کے ظاہر کو خوب دیکھا، مگر اندر جھانکنے کی کوشش بہت کم لوگوں نے کی، وہ کیا تھے اور کیسے تھے؟ کاش ان پر حاشیہ نشینوں کے اپنے ذاتی مفادات کا حجاب نہیں ہوتا تو لوگ بند آنکھوں سے ہی نہیں، کھلی آنکھوں سے بھی دیکھ پاتے کہ وہ امام احمد رضا، حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم کی علمی وروحانی امانتوں کے کیسے عظیم وارث وامین تھے۔

(۱) اس وقت سال تو یاد نہیں آ رہا ہے، مگر اچھی طرح یاد ہے کہ جب پہلی بار کیرالہ کے جامعہ "الثقافة السنية" سے شیخ ابوبکر شافعی مدظلہ اور "الجامعة السعدية" سے شیخ عبد القادر شافعی علیہ الرحمۃ بریلی شریف حاضر ہوئے اور رضا مسجد میں نماز ادا کی تو اپنے مذہب کے مطابق رفع یدین کیا۔ پھر باہر آ کر لوگوں سے دریافت کیا: **اين الشيخ الأزهري؟** [حضرت ازہری صاحب کہاں تشریف رکھتے ہیں؟] مگر لوگوں نے غیر مقلد سمجھ کر التفات ہی نہیں کیا۔ لیکن ایک بارہ تیرہ سالہ طالب علم حضرت ازہری صاحب علیہ الرحمۃ کے دولت کدہ کی بالائی منزل پر قائم "ازہری دار الافتا" میں آیا، یہاں اس وقت حضرت علیہ الرحمہ، مولانا یاسین اختر مصباحی اور یہ فقیر علمی مذاکرہ میں مشغول تھے۔ آتے ہی اس طالب علم نے کہا: حضرت! دو غیر مقلدین آپ سے ملنا چاہتے ہیں، منع کر دوں؟ میں نے اسے ڈانٹنے کے سے انداز میں کہا: تم اجازت لینے آئے ہو یا حکم سنانے؟ پھر حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض کیا: حضور! وہ غیر مقلد نہیں، قادیانی ہوں، آپ تو ان سے ملنے نہیں جا رہے ہیں، وہ ملنے آ رہے ہیں، آنے دیں، ہو سکتا ہے خدا ان کو ہدایت دے دے! مصباحی صاحب نے بھی میری تائید کی اور حضرت علیہ الرحمۃ نے اس طالب علم سے فرمایا: اچھا، آنے دو! اس پر وہ لڑکا واپس گیا اور سفید جبے میں ملبوس، سر پر مخصوص انداز کے عمامے سجائے ہوئے دو اشخاص زینے سے برآمد ہوئے اور ایک ہی سانس میں کہا: **السلام عليكم! نحن معكم في تكفير الوهابية مائة في مائة**۔ یعنی ہم لوگ وہابیوں کے تکفیر کے سلسلے میں سو فیصد آپ حضرات کے ساتھ ہیں۔ اس سے ہم لوگ سمجھ گئے کہ یہ غیر مقلدین نہیں ہو سکتے ایسا لگتا ہے کہ سنی شافعی ہیں اور

سلام کا جواب دیتے ہوئے کھڑے ہوگئے اور "اھلاً و سھلاً" کہہ کر مصافحہ ومعانقہ کیے۔ پھر حضرت علیہ الرحمۃ نے اندر کام سے گھر میں اطلاع دے کر بہت ہی پر تکلف ناشتہ اور چائے منگوائی۔

اس وقت وہ حضرات اردو بالکل نہیں بول پاتے تھے بلکہ صحیح طور پر سمجھ بھی نہیں پا رہے تھے اسی لئے عربی میں گفتگو شروع ہوئی۔ ہر چند کہ شافعی حضرات کو حدیث وتفسیر سے شغف زیادہ ہوتا ہے مگر ہم نے دیکھا کہ کسی بھی موضوع پر وہ حضرات اگر دو یا تین حدیثیں پیش کرتے تو حضرت علیہ الرحمۃ اسی عنوان پر پانچ چھ حدیثیں کتابوں کے حوالوں کے ساتھ پیش فرما دیتے۔ وہ حضرات اگر کوئی آیت تلاوت کرتے اور اس کی تفسیر میں ایک یا دو کتابوں کی عبارتیں پڑھتے تو حضرت علیہ الرحمۃ چار پانچ تفسیروں کی عبارتیں سنا دیتے۔ جس سے ان حضرات کے ساتھ میں اور مصباحی صاحب بھی استعجاب وحیرت کے ساتھ حضرت علیہ الرحمۃ کا منھ تکنے لگے اور دل اس اعتراف پر مجبور ہوا کہ یہ دراصل امام احمد رضا، حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم علیہم الرحمۃ والرضوان کے فیضان علمی کا ثمرہ ہے۔

(۲) ۱۹۷۴ء کی بات ہے جب حضور مفتی اعظم نے بہار کے ضلع پورنیہ کا آخری سفر فرمایا۔ اس سفر میں ہم خواجہ تاشان رضویت کی استدعا پر حضرت تاج الشریعہ کو بھی ہمراہ ہونا تھا۔ پھر بھی خدمت کے لئے مولانا خواجہ مقبول احمد رضوی مرحوم ومغفور کو تاریخ مقررہ سے پانچ چھ دن پہلے ہی بریلی شریف بھیج دیا گیا۔ مگر حضور مفتی اعظم کا پروگرام کلکتہ ہوتے ہوئے کشن گنج (جو اس وقت پورنیہ ضلع کا سب ڈیویزن تھا) پہنچنے کا ہوگیا۔ مولانا مقبول صاحب تو حضور مفتی اعظم کے ہمراہ ہوگئے اور تاج الشریعہ نے طے کیا کہ وہ تاریخ مقررہ کی صبح براہ راست گوہاٹی میل سے کشن گنج پہنچیں گے۔ جب مقررہ تاریخ آئی تو استقبال کے لئے سینکڑوں علما وعوام کشن گنج پہنچ گئے۔ حضور مفتی اعظم کی تشریف آوری تو کلکتہ سے صبح پہنچنے والی ٹرین سے ہوگئی، مگر گوہاٹی میل سے تاج الشریعہ نہیں پہنچے۔ ٹرین کے کچھ مسافروں نے استقبال کے لئے پہنچنے والوں کا ہجوم دیکھ کر وجہ دریافت کی تو ان کو بتایا گیا کہ اسی ٹرین سے ہمارے ایک بزرگ تشریف لانے والے تھے مگر وہ نظر نہیں آرہے ہیں۔ تو انہوں نے بتایا کہ سورج ڈوبنے کے قریب ہو رہا تھا کہ ٹرین مظفر پور پہنچی تھی اور حلیہ بتا کر کہا کہ اس شکل وصورت کے ایک صاحب بڑی بے تابی سے اتر کر نماز پڑھنے لگ گئے تھے۔ ٹرین روانہ ہونے لگی تو بھی وہ صاحب نماز ہی پڑھتے رہے۔ بالآخر ٹرین روانہ ہوگئی اور وہ وہیں رہ گئے۔ اگر آپ لوگ ان ہی کو لینے آئے ہیں تو یہ ہے ان کا سامان، اتار لیجئے! ہم لوگوں نے سامان اتار لیا اور حضرت تاج الشریعہ کئی ٹرینیں بدلتے ہوئے شام کو پہنچ سکے۔

(۳) حضور مفتی اعظم رضی اللہ عنہ کے وصال سے چار دن قبل محرم کے پہلے عشرہ کی بات ہے۔ رحمان پور ضلع کٹیہار کے مسلمانوں کا ایک گروہ اجمیر شریف سے واپسی پر بریلی شریف حاضر ہوا تو حضور مفتی اعظم حد درجہ علیل وصاحب فراش تھے۔ عام زیارت کا وقت ہوتا تو حضرت کی چارپائی آنگن میں لگا دی جاتی، لوگ جوق در جوق آتے اور فیض یاب ہوتے۔ یہ دیکھ کر ان میں سے بھی بہت سے حضرات کے دل میں بیعت ہونے کی خواہش پیدا ہوئی تو آپس میں مشورہ کیا۔ اس وقت کے زیر تعلیم ایک احسان نامی نوجوان (جو آج کٹیہار کے سینئر وکلا میں شمار ہوتے ہیں) نے کہا: "یہاں مرید ہونے سے قوالی چھوڑنی پڑے گی اسی لئے میں تو مرید نہیں ہوں گا"۔ بہرکیف! جب لوگ اندر جانے لگے تو یہ حضرات بھی ساتھ ہو لئے اور سلام ودست بوسی کے بعد غلامی

میں داخل ہوئے مگر احسان صاحب اپنی سوچ پر قائم رہے۔ واپسی کے مصافحہ پر کچھ لوگوں نے نذریں پیش کیں، اور قبول ہوئیں مگر جب احسان صاحب کا نمبر آیا تو حضور مفتی اعظم نے منع فرما دیا۔ قدرت کو منظور تھا، وہ لوگ جس دن واپس رحمان پور پہنچے اسی دن رات کو حضور والا نے جام وصال نوش فرمالیا۔ چھ، سات مہینوں کے بعد فقیر کی دعوت پر حضرت تاج الشریعہ پورنیہ بہار پہنچے، تو موضع سیتل پور جاتے ہوئے راستے میں رحمان پور آیا۔ سورج غروب ہوئے کوئی پندرہ بیس منٹ ہو چکے تھے، اس لئے نماز وہیں خانقاہ لطیفیہ کی مسجد میں ادا کی گئی۔ علم ہوتے ہی پورا گاؤں جمع ہوگیا اور مصافحہ و دست بوسی ہونے لگی۔ کئی لوگوں نے جن میں احسان صاحب بھی شامل تھے کچھ نذریں پیش کیں۔ عجب اتفاق کہ سب کی نذریں قبول ہوئیں مگر احسان صاحب کو منع فرمادیا گیا۔ حالاں کہ ان سے تاج الشریعہ کی نہ کبھی ملاقات تھی نہ تاج الشریعہ کو پتا تھا کہ حضور مفتی اعظم نے ان کی نذر قبول نہیں فرمائی تھی۔ جب کہ تاج الشریعہ کی بینائی کمزور تھی اس پر مستزاد یہ کہ شام کا ملگجا تھا؛ کیوں کہ ابھی بجلی اس گاؤں تک پہنچی نہیں تھی۔ اس وقت احسان صاحب نے تعجب کے ساتھ حضور مفتی اعظم کے نذر قبول نہ فرمانے کی بات سب کے سامنے بیان کی۔ جب ہم لوگ وہاں سے اپنی منزل کے لئے روانہ ہوئے تو فقیر نے حضرت تاج الشریعہ سے احسان صاحب کی نذر قبول نہ ہونے کا سبب جاننا چاہا تو یہ فرما کر خاموش ہوگئے کہ حضور مفتی اعظم کی کرامت تھی"۔

(۴) بریلی شریف میں ایک صاحب تھے ملا لیاقت علی خان مرحوم، وہ حضور مفتی اعظم کے دست گرفتہ اور عاشق و شیدا تھے۔ موصوف کے بقول انہوں نے پیر و مرشد کے وصال کے کچھ دنوں بعد آپ کو خواب میں دیکھا تو زار و قطار رونے لگے۔ پیر و مرشد نے تسلی کے کلمات کہہ کر چپ کرایا اور استفسار فرمایا کہ آخر اتنا رو کیوں رہے ہو؟ ملا عرض گزار ہوا: حضور! میری دنیا و دین سب کچھ تو آپ تھے، میں اپنی ہر حاجت میں آپ سے رجوع کرتا تھا اور حاجت سے سوا پاتا تھا۔ آپ تو پردہ فرما گئے اب میں کیا کروں اور کہاں جاؤں؟ مفتی اعظم نے ارشاد فرمایا کہ "اختر میاں ہیں نا، انہی کے پاس" اور میری آنکھ کھل گئی۔ حضور مفتی اعظم حضرت تاج الشریعہ کو اختر میاں کہتے تھے۔

(۵) بخاری شریف میں ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اذا أحب الله العبد نادى جبرئيل: إن الله يحب فلانا فاحببه، فيحبه جبرئيل، فينادي جبرئيل في اهل السماء: إن الله يحب فلانا فاحبوه، فيحبه اهل السماء ثم يوضع له القبول في الأرض۔

[اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو محبوب بنالیتا ہے تو جبرئیل علیہ السلام سے فرماتا ہے: میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت کرو، تو جبرئیل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور اہل آسمان میں منادی کرتے ہیں کہ فلاں آدمی سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے تم سب بھی ان سے محبت کرو تو اہل آسمان بھی ان سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر تو زمین پر بھی اس کی مقبولیت ہو جاتی ہے] اس آئینہ میں بھی دیکھئے تو حضرت تاج الشریعہ کی ذات اپنے زمانے میں بے نظیر رہی اور وصال کے بعد تو پوری دنیا نے دیکھا کہ اپنے تو اپنے ہی تھے، بیگانوں کو بھی ماننا اور کہنا پڑا کہ اس کی مثال کم سے کم برصغیر کی تاریخ میں تو نہیں ملتی۔

اس لئے ہم حدیث پاک: يقبض العلم بقبض العلماء [اللہ تعالیٰ کو جب منظور ہوگا کہ دنیا سے علم اٹھائے تو علما کو اٹھا

لے گا] کی روشنی میں امام احمد رضا، حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم کے اس علم و عمل اور روحانیت کے وارث و امین کے اٹھ کر چل دینے پر روئیں نہیں تو کیا کریں؟

اللہ تعالیٰ تمام اہل سنت کو بالعموم اور ان کے جانشین حضرت عسجد میاں مدظلہ کو بالخصوص صبر و شکیب عطا فرمائے، اپنے محبوبوں کے صدقے اس محبوب بندے حضرت تاج الشریعہ کے مرقد انور پر زیادہ سے زیادہ رحمت و انوار کی برکھا برسائے اور ہمیں ان کے فیوض و برکات سے نوازے۔ آمین!

***

سخت ویراں ہے جہاں تیرے بعد

عبدالخبیر اشرفی مصباحی صدر المدرسین دار العلوم اہل سنت منظر اسلام ،التفات گنج ،امبیڈ کرنگر

وارث علوم اعلی حضرت، جانشین مفتی اعظم ہند، تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خان علیہ الرحمہ کی شخصیت عالمی شہرت یافتہ تھی، آپ کے دنیا سے پردہ کر لینے سے پورے عالم اسلام کا خسارہ ہوا جس کی بھرپائی بہت مشکل ہے، انہوں نے پوری زندگی دین وسنیت اور مذہب ومسلک کی ترویج اشاعت میں صرف کر دی۔

حضرت تاج الشریعہ کا تعلق مشہور علمی وروحانی خانوادہ، خانوادۂ رضا سے ہے۔ امام العلما علامہ رضا علی خان، رئیس المتکلمین علامہ نقی علی خان، اعلی حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان، مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا خان اور حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان علیہم الرحمہ اسی خانوادہ کے علمی وروحانی سربراہ تھے اور اسی خانوادہ کے گل سرسبد حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ ہوئے جو ذکاوت طبع، قوت اتقان اور وسعت مطالعہ میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کا علمی پہلو بہت مضبوط تھا، جن دنوں آپ دار العلوم منظر اسلام میں تعلیم حاصل کر رہے تھے، اردو اخبارات کا عربی میں ترجمہ کر کے مصری عالم مولانا عبد التواب کو دکھایا کرتے تھے اور ان کے ساتھ عربی میں کلام کرتے تھے۔ ان ہی کے اشارہ پر آپ کو جامعہ ازہر بھیجا گیا، جامعہ ازہر کی تعلیم نے آپ کو ماہر علوم دینیہ کے ساتھ سہ لسانی صاحب اسلوب ادیب بنا دیا۔ علوم دینیہ مثلا تفسیر وحدیث، فقہ واصول فقہ، افتا وقضا اور قرأت وتجوید میں آپ کو ید طولی حاصل تھا۔ چالیس سالوں سے زاید عرصے تک مسند افتا نے آپ سے رونق پائی۔ علوم عقلیہ مثلا منطق وفلسفہ، ریاضی وجفر اور تکسیر وتوقیت میں بھی آپ نے کمال حاصل کیا تھا۔ نثر ونظم دونوں اقسام میں آپ کے علمی آثار موجود ہیں۔

حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سہ لسانی شاعر بھی تھے اور خطیب بھی، ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش میں آپ کا خطاب اردو میں ہوتا تھا، عرب ممالک میں عربی اور یوروپین وامریکن ممالک میں انگریزی میں خطاب کرتے تھے۔ اردو وعربی زبانوں میں آپ کو ملکہ حاصل تھا، ان دونوں زبانوں میں آپ کی برجستہ گوئی اس پر شاہد عدل ہے۔ آپ کی شاعری میں فصاحت وبلاغت، ندرت خیال اور حسن ترتیب دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ان زبانوں کے قدیم وجدید اسلوب سے واقف تھے۔

حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے مریدین تقریباً تمام براعظم میں پائے جاتے ہیں۔ یورپ وامریکہ کی بہ نسبت ایشائی ممالک میں مریدین کی تعداد زیادہ ہے، مریدین میں ہر قسم کے لوگ شامل ہیں، علما ومشائخ، صلحا وصوفیا، شعرا وادبا، طلبا وریسرچ اسکالرز، پروفیسر ولکچررز، قائدین ومفکرین، مصنفین ومحققین اور عوام وجہلا بھی آپ کے دامن کرم سے وابستہ ہیں۔ زمرۂ مریدین میں اہل علم ودانش کی شمولیت اور اہل علم وفضل کی آپ سے قربت کی بنا پر آپ کے خلفا کی تعداد بھی کثیر ہے۔

حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ ایک مضبوط وبے باک دل کے مالک تھے، صداقت وحقانیت پر استحکام کے ساتھ قائم رہتے تھے، کسی لیڈر وحکومتی اہل کار سے کبھی خوف نہیں کھاتے تھے، چنانچہ ۱۹۸۴ مطابق ۱۴۰۵ھ میں جب آپ نے دوسرا حج کیا،

سعودی حکومت نے آپ کو قیام گاہ سے گرفتار کرلیا، بی آئی ڈی کے انٹرویو میں آپ نے بلاخوف وخطر اہل سنت وجماعت کے عقائد بیان کئے اور وہابیوں اور قادیانیوں کی تردید کی اور یہ ثابت کردیا کہ بریلوی کوئی فرقہ نہیں ہے، ہمیں بریلوی وہی لوگ کہتے ہیں جسے یہ وہم ہوتا ہے کہ بریلوی کوئی نیا فرقہ ہے، ہم اہل سنت وجماعت ہیں اور اہل سنت وجماعت کہلوانا ہی پسند کرتے ہیں، اسی طرح ۱۹۷۵ میں جب ہندوستان میں ایمرجنسی نافذ ہوئی اور نس بندی کی مہم چلی تو آپ نے اس کے خلاف علمی وعملی تحریک چلائی۔

یہ غالباً ۱۹۹۴ کی بات تھی جب حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو میں نے پہلی بار دیکھا تھا، حضرت کی آمد مالیگاؤں مہاراشٹر میں ہوئی تھی، جس گھر میں حضرت کا قیام تھا اس میں اس کمترین بندہ کا بھی آنا جانا تھا، الحمدللہ مسلسل تین روز تک خدمت کا موقع میسر آیا تھا، واہ! کیا ذات تھی، سادہ طرز زندگی تھی، حسن اخلاق اور لطف وکرم کے پیکر جمیل تھے، وقت رخصتی دعائیں دیں، سر پہ ہاتھ رکھا، آج بھی ان نرم گداز ہاتھوں کے لمس کا احساس ہورہا ہے۔

ان کے جاتے ہی یہ کیا ہوگئی گھر کی صورت
نہ وہ دیوار کی صورت ہے نہ در کی صورت

٭٭٭

حضور تاج الشریعہ: ایک رودادِ غم

محمد پرویز عالم، ریسرچ اسکالر شعبۂ اردو، جے پرکاش یونیورسٹی

آہ! نہ جانے کیوں اک خیال آیا اور چند لوگوں کے ساتھ یہ طے پایا کہ ہم لوگ حضور تاج الشریعہ سے ملنے بریلی شریف چلیں چنانچہ مورخہ ۱۷ جولائی ۲۰۱۸ء کو مفتی محمد شمشیر رضا، مولانا محمد حنیف رضا، مستان ہارون رشید، پسر محمد حنیف اور خاکسار شامل تھا مجھے نہیں معلوم تھا کہ ہم لوگ سفر کر کے بریلی شریف جارہے ہیں تو کیا حضرت خود اپنے سفر آخرت پر چلے جائیں گے لیکن ہم لوگوں کے عزم میں کوئی فرق نہ تھا نیک ارادہ کے پیش نظر سفر پر نکل گئے چونکہ خاکسار کو حضور تاج الشریعہ سے بیعت کا شرف ۲۰۰۱ء میں حاصل ہوا تھا اکثر و بیشتر موقع سے جایا کرتا تھا بس دیکھنے سے اسلام اور ایمان کی تازگی نصیب ہوتی تھی مگر اپنی شومی بخت پر صد ماتم کہ آخر یہ خیال آیا تو کیوں آیا اور اچانک ہم لوگ کیوں کر چلے گئے میں نے ریسرچ اسکالر کی حیثیت سے ستمبر ۲۰۱۶ء میں شعبۂ اردو جے پرکاش یونیورسٹی چھپرہ میں پی، ایچ، ڈی کے لئے رجسٹریشن کرایا تھا مقالہ کا عنوان ''تاج الشریعہ محمد اختر رضا خاں کی شخصیت اور ادبی خدمات'' ہے میری خواہش تھی کہ حضور تاج الشریعہ کی حیات میں مقالہ جمع ہو جاتا مگر افسوس ہے کہ مقالہ تیار نہیں ہوا بس چند مہینوں میں انشاءاللہ جمع ہو جائے گا اور زندگی بھر کے لئے اک افسوس رہ گیا کہ حضور کی شان میں میں جو کچھ لکھتا خود دیکھ لیتے اور خاکسار کے لئے دعائے خیر فرمادیتے۔

بہر کیف پانچ نفوس کا قافلہ بریلی شریف کے لئے روانہ ہو گیا، ۱۸؍ جولائی کو ہم سب بریلی شریف پہنچ گئے لیکن معلوم ہوا کہ حضرت سخت بیمار ہیں اور چند دنوں سے ہسپتال میں زیر علاج ہیں، دل و دماغ نے سوجھ بوجھ کھو دی اور ہم لوگ اللہ تعالیٰ سے حضور تاج الشریعہ کی صحت کی دعا کرنے لگے مگر افسوس ہے کہ حضرت سے ملاقات نہیں ہوئی مولانا عبد الرحیم نشتر فاروقی جامعۃ الرضا سے ملاقات ہوئی اور حضرت کی کیفیت معلوم ہوئی انیس تاریخ تک بریلی شریف میں تھے۔ بس اک غم و الم کا ماحول تھا ہر طرف تشنگی کی کیفیت تھی جذبے میں ایسی سراسیمگی سرایت کر گئی تھی کہ لوگ پریشان حال تھے ہاں! حضرت کی طبیعت بگڑتی اور اچانک ٹھیک ہو جاتی، میں نے بریلی میں دیکھا کہ سب کے سب حضرت کی صحت کے لئے دعا کر رہے ہیں چنانچہ حضرت کی طبیعت کچھ اچھی ہوئی تو اپنے گھر چلے آئے۔

چنانچہ ۱۹؍ جولائی کو ہم لوگ اجمیر شریف کے لئے روانہ ہو گئے، حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی درگاہ پر پہنچے تو غریب نواز کی درگاہ سے متصل قیام کیا ہر وقت اپنے حضرت کا خیال آتا رہا اور غریب نواز کے دربار میں تاج الشریعہ کی صحت کلی کی درخواست کی مگر قادر مطلق نے حضرت کو اپنے پاس بلا لیا یہ اطلاع اچانک ملی کہ حضرت دنیائے فانی سے کوچ کر گئے جب جاں سوز خبر آئی تو بس کیا تھا اک سناٹے کا ماحول پیدا ہو گیا ہر طرف لوگ پریشان ہو گئے وصال محبوب کی خبر آگ کی طرح پھیل گئی اور سب کے سب اس ناخوشگوار واقعہ سے حیرت زدہ ہو گئے گویا پوری دنیا میں تاج الشریعہ کا اک مقام تھا لوگ بڑے ہم نوا تھے تاج الشریعہ نبیرۂ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی اور مفتی اعظم ہند کے جانشین تھے کہا جاتا ہے کہ آپ کے مریدین کی تعداد کئی کڑور میں ہے اس لئے آپ کے جنازے میں پوری دنیا سے لوگ آئے بس بے شمار لوگوں کا ازدحام تھا۔

مورخہ ۲۱ / جولائی کو اجمیر شریف سے بریلی کے لئے روانہ ہوگئے کسی طرح رات میں بریلی پہونچے تو حضور تاج الشریعہ کے جنازے میں شامل ہوئے آدمیوں کا ہجوم تھا، کوئی کسی کو نہیں جانتا تھا مگر ہر آدمی کے دل میں ایک دوسرے کا خیال تھا عجب عالم تھا لوگ بے قرار تھے لیکن حضور تاج الشریعہ کے جنازے تک پہونچنا بہت مشکل کام تھا ایسا میں نے کبھی بھی نہ دیکھا تھا اور نہ کسی سے سنا تھا۔ ہر لباس میں لوگ شریک تھے اور ہر مذہب وملت کے لوگ تھے یہاں مسلک کا کوئی اختلاف نہ تھا، یعنی خراج عقیدت میں شامل ہونے کے لئے سب آئے تھے لیکن میں نے دیکھا ہے کہ حضور تاج الشریعہ جب باحیات تھے اور سب لوگ احترام کرتے تھے ٹھیک اسی طرح جنازے کا ادب واحترام کر رہے ہیں حضور تاج الشریعہ کے جسد پاک کے احترام کی طرح احترام میں نے کسی جنازے میں نہیں دیکھا، ہماری عقل دنگ ہوگئی ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ حضور تاج الشریعہ کی حکومت ہے، ان کا اقتدار ہے بڑے اور چھوٹے ایک ہی جذبہ میں سرشار تھے ہر آدمی کا ایک ہی مقصد تھا کہ حضرت کے جنازے میں شریک ہوں، گیارہ بجے دن میں جنازے کی نماز ہوئی اور ازہری گسٹ ہاؤس میں تجہیز وتکفین ہوئی مگر مٹی دینے کا تانتا لگا تو دیر رات تک یہ سلسلہ جاری وساری رہا البتہ نماز کے وقتوں میں لوگ جوق در جوق شریک ہوتے پوری مسجد بھر جاتی اور نماز ادا کی جاتی مگر ایسا خیال ہوتا کہ میں نے کسی چیز کو کھو دیا ہے جس کی تلاش ممکن نہیں ہے۔

بہر کیف اک سفر بھی در پیش ہوا تو چند دنوں میں زندگی کی کیفیت بدل گئی یہ حقیقت ہے اس رات کو نیند نہیں آئی رات آئی جگتے کٹ گئی تو تاج الشریعہ کے روضۂ میں گیا اور اجازت طلب کر کے میں گھر کی طرف روانہ ہوگیا اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو صبر دے اور حضور تاج الشریعہ کے خانوادہ کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین ثم آمین

***

لیکن! میرا اختر طلوع ہو رہا ہے

از ہرالقادری: استاذ جامعہ اہل سنت امداد العلوم، سدھارتھ نگر یوپی

وہ پندرہویں صدی میں عالم اسلام کی ایک محبوب ترین شخصیت تھی۔۔۔۔اس کو اللہ نے ان تمام خوبیوں سے نواز رکھا تھا۔۔۔۔جو ایک خدا ترس، حسین صورت، پاک سیرت، نیک طینت ہستی میں ہونی چاہیے۔۔۔۔ظاہری حسن ایسا لاجواب! کہ جو دیکھتا بس دیکھتا ہی رہ جاتا۔۔۔۔عالمانہ جاہ وجلال اتنا پرکشش! کہ پوری دنیا کے اہل علم خصوصاً پیچیدہ مسائل میں اس کی طرف رجوع کرتے۔۔۔۔اور۔۔۔۔اس کی علمی تحقیق کے سامنے سرخم تسلیم کرتے۔۔۔۔وہ نہ صرف ایک عالم دین تھا۔۔۔۔بلکہ اپنے آپ میں اہل سنت کا امیر کارواں، سپہ سالار اور بے شمار علوم وفنون کا جامع تھا۔

وہ ان نابغہ روزگار اوران علمائے اعلام میں سے ایک تھا۔۔۔۔جو گونا گوں خوبیوں اور کمالات کے جامع ہوتے ہیں۔۔۔۔اس کو اللہ رب العزت نے بے شمار محاسن وکمالات سے مالا مال فرمایا تھا۔۔۔۔خاندانی وجاہت وشرافت، پاکیزہ اخلاق وکردار، بحث وتحقیق کی اعلیٰ بصیرت، زبردست علمی استحضار اور فنی صلاحیت، فصاحت بیان، اور بلاغت لسان پر حد درجہ قدرت، فقہ وافتا میں غیر معمولی مہارت وحذاقت جیسی صفات فاضلہ سے مزین کیا تھا۔۔۔۔درس وتدریس، تحریر وتقریر، تصنیف وتالیف، انشا پردازی، دعوت وارشاد، بحث ومناظرہ میں اس کی ہمہ گیری وجامعیت خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

اخلاق وکردار کا عالم یہ تھا کہ چلتا تو سر جھکائے ہوئے آہستہ آہستہ۔۔۔۔بولتا تو اس طرح ٹھہر ٹھہر کر کہ مفہوم اچھی طرح واضح ہو جائے۔۔۔۔معمولی کپڑے زیب تن فرماتا، ہلکے رنگ کا عمامہ سر پر سجاتا۔۔۔۔پیغام مسلک ومذہب کو عام کرنے میں حتی المقدور کوشاں رہتا۔۔۔۔سکوت اختیار کرتا تو جیسے ایک راز سربستہ ہو۔۔۔۔کلام کرتا تو جیسے علم وحکمت کے آبدار موتی جھڑ رہے ہوں۔۔۔۔شریعت پر آنچ آنے کی بات آتی تو قہر وجلال کے شعلہ جوالہ اور اپنا وجود محل خطر ہوتا تو صبر واستقامت کا جبل شامخ اور عجز وانکساری کا پیکر جمیل نظر آتا۔۔۔۔جس کی درس گاہ سفر وحضر میں جاری رہتی۔۔۔۔لاینحل مسائل کی عقدہ کشائی کے لیے علما کی جماعت ہالہ کیے رہتی، جیسے شمع کو پروانوں نے گھیر لیا ہو۔

اللہ نے زبان پر ایسی قدرت عطا فرمائی کہ اسے بے شمار زبانوں پر عبور حاصل تھا۔۔۔۔عالم اسلام کا دورہ کرتے وقت کبھی فارس ہے تو فارسی میں گفتگو کر رہا ہے۔۔۔۔برطانیہ انگلینڈ جیسے ملکوں میں اس کی انگریزی بول چال نے وہاں کے پیدائشی افراد کو ہکا بکا کر دیا۔۔۔۔اہل عرب اس کی عربی پر مہارت تامہ دیکھ کر حیران وششدر رہ گئے۔۔۔۔مزید عربی پر عبور اس قدر تھا کہ فی البدیہہ اشعار کہتا اور اردو تو اس کی مادری زبان تھی ہی!

وہ کوئی معمولی شخصیت کا مالک نہیں تھا۔۔۔۔بلکہ افضل واعلیٰ خانوادے کا ایک چشم وچراغ۔۔۔۔معرفت وطریقت کی بین الاقوامی سطح کی شہرت یافتہ خانقاہ کا مرشد برحق۔۔۔۔اور۔۔۔۔اعلم واکمل شخصیات کے علمی وعملی اقدار کا سچا امین۔۔۔

اور۔۔۔پکا جانشین تھا۔۔۔بلا شبہ وہ اللہ کا محبوب و برگزیدہ بندہ، ولی کامل۔۔۔اور۔۔۔آیت کریمہ "ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت سیجعل لھم الرحمن ودا" (القرآن)۔۔۔ترجمہ: (بے شک وہ جو ایمان لائے، اور اچھے کام کیے، عنقریب ان کے لیے رحمٰن محبت کرے گا)۔۔۔کا صحیح مصداق تھا۔۔۔مشکوۃ شریف میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ۔۔۔"اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب کرتا ہے تو جبریل کو بلاتا ہے۔۔۔، اور۔۔۔فرماتا ہے کہ فلاں میرا محبوب ہے۔۔۔تو تم بھی اس سے محبت کرو!۔۔۔تو حضرت جبریل اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔۔۔پھر حضرت جبریل آسمان والوں میں ندا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو محبوب رکھتا ہے۔۔۔سب اس کو محبوب رکھیں۔۔۔تو آسمان والے اس کو محبوب رکھتے ہیں۔۔۔پھر زمین میں اس کی مقبولیت عام کردی جاتی ہے"۔

اہل سنت کے اس بطل عظیم کا شمار بھی انھیں شخصیتوں میں ہوتا ہے کہ اللہ نے مخلوق کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دی ہے۔۔۔لوگ اس کی ایک جھلک پانے کے لیے گھنٹوں انتظار کرتے۔۔۔ملک بیرون ملک ہر جگہ لوگ ہر وقت اس کے دیدار کو مشتاق اور اس پر جان نچھاور کرنے کو تیار رہتے۔۔۔تمنا کرتے اے کاش! ہمیں بھی اس کی زیارت ایک بار ہی میسر آجاتی!

اس کی شخصیت مرجع خلائق تھی۔۔۔اس کے خلفا، مریدین، متوسلین و معتقدین کی تعداد بے شمار۔۔۔اور۔۔۔روز بروز در پیش ہونے والے مختلف مسائل کا انبار۔۔۔جن کی الجھی ہوئی گتھی کو سلجھانا بھی اس کا فرض منصبی تھا۔۔۔باوجود اتنی مصروفیات کے درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کے لیے وقت نکالنا کسی کرامت سے کم نہیں!۔۔۔حالاں کہ اس کی طبیعت بھی علیل رہتی تھی۔۔۔مگر دینی کاموں کے لیے ہمیشہ کمر بستہ رہتا تھا۔۔۔جیسے اس کو صرف اور صرف دینی مشاغل ہی میں مصروف رہنے سے قرار و سکون اور اطمینان قلبی حاصل ہوتا تھا۔۔۔ہاں! ہاں! وہ اکثر کہتا بھی رہتا تھا کہ۔۔۔"جب تک میں بخاری شریف اور باقی کتابوں کو پڑھا نہ لوں اس وقت تک مجھے سکون نہیں ملتا ہے"۔۔۔اس کی شخصیت بہر نوع کامل و اکمل اور ہر اعتبار سے قابل تقلید تھی۔۔۔وہ علم و حکمت، شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت کا سمندر۔۔۔اخلاق و آداب اور سیرت و صورت کا پیکر تھا۔۔۔شب و روز کے معمولات چال و حال اور اقوال و افعال غرض کہ اس کی ہر ایک ادا سنت مصطفیٰ ﷺ کی عملی تصویر تھی۔

درس و تدریس کا حال یہ تھا کہ مسند تدریس پر بیٹھ کر حدیث پاک کا درس دیتے تو امام بخاری کی یاد تازہ ہو جاتی۔۔۔معقولات پڑھاتے تو امام رازی کی یاد آنے لگتی۔۔۔مرکزی دار الافتاء میں بیٹھ کر مسائل شرعیہ کی تحقیق فرماتے تو امام اعظم کا عکس جمیل نظر آتے۔۔۔فقہ حنفی کے اثبات و اظہار اور ترجیح راجح پر محققانہ کلام فرماتے تو آپ کی تحریروں پر امام بدر الدین عینی امام طحاوی اور امام ابن الہمام کی تحریروں کا شبہ گزرنے لگتا۔۔۔بارگاہ رسالت کے گستاخوں کا رد و ابطال فرماتے تو امام اہل سنت امام احمد رضا کی جانشینی کا حق ادا فرما دیتے۔۔۔اس مجمع الکمالات۔۔۔جامع الصفات۔۔۔عدیم النظیر۔۔۔فقید المثال۔۔۔نابغۂ روزگار۔۔۔یگانۂ وقت۔۔۔یکتائے زمانہ۔۔۔وحید دہر۔۔۔فرید عصر۔۔۔رازی زماں۔۔۔غزالی دوراں۔۔۔جلیل القدر۔۔۔ہر دلعزیز۔۔۔مرکز عقیدت۔۔۔آبروئے اہل سنت۔۔۔فخر سنیت۔۔۔نازش علم و حکمت۔۔۔سراپا استقامت۔۔۔ناصر دین و ملت۔۔۔بحر علم و معرفت۔۔۔صاحب کشف و کرامت۔۔۔مصدر رشد و ہدایت۔۔۔مخزن خلوص و للہیت۔۔۔رہبر شریعت و طریقت۔۔۔پاسبان شان الوہیت۔۔۔محافظ ناموس رسالت۔۔۔

جامع الفت ومحبت۔۔۔سراج بزم عزیمت۔۔۔نیر برج ولایت۔۔۔ واقف سر شریعت۔۔۔ میر بزم اصفیا۔۔۔عبقری الشرق۔۔۔صاحب زہد وورع۔۔۔حامل صدق وصفا۔۔۔رقیق القلب۔۔۔قوی الحافظہ۔۔۔ذکی الطبع۔۔۔وسیع المطالع۔۔۔کثیر المعلومات۔۔۔دقیق النظر۔۔۔عظیم المرتبت۔۔۔صاحب طرز مصنف۔۔۔فی البدیہ شاعر۔۔۔باکمال سخن ور۔۔۔صاحب رعب ووجاہت۔۔۔ صدر العلماء۔۔۔شیخ العلماء۔۔۔ملک العلماء۔۔۔ بدر العلماء۔۔۔ممتاز العلماء۔۔۔قدوۃ العلماء۔۔۔افضل الکملاء۔۔۔مرجع الفضلاء۔۔۔ خیر الاذکیاء۔۔۔فقیہ اسلام۔۔۔ مفکر اسلام۔۔۔فقیہ اعظم۔۔۔رئیس الفقہاء۔۔۔سراج السالکین۔۔۔ قدوۃ الواصلین ۔۔۔ نور العارفین ۔۔۔شمس العابدین۔۔۔قمر الساجدین۔۔۔صدر المفتین۔۔۔سند المحققین۔۔۔ملک المحدثین۔۔۔راس المفکرین۔۔۔اعظم المشائخ فی العصر۔۔۔پیر اجل۔۔۔مرشد برحق۔۔۔عارف باللہ۔۔۔فنافی الرسول۔۔۔شخصیت کا نام ہے۔۔۔''محمد اختر رضا خاں''۔۔۔جو۔۔۔''تاج الشریعہ''۔۔۔کے خطاب سے مشہور۔۔۔اور۔۔۔''ازہری میاں''۔۔۔کے لقب سے معروف ہے۔

اس مرد مجاہد کو پوری دنیا بالخصوص عالم اسلام میں لاجواب وبے مثال قبول عام حاصل ہونا۔۔۔یقیناً بارگاہ خداوند قدوس میں مقبول ومحبوب ہونے کا واضح وبین ثبوت ہے۔۔۔اسی بے پناہ مقبولیت کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر غلام زرقانی تحریر فرماتے ہیں:

''شخصیت کی سحر طرازی بہت مشہور ہے، تاہم میری آنکھوں نے آج تک حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے زیادہ کسی کے ارد گرد پروانوں کا اس قدر ہجوم نہیں دیکھا۔ جس علاقے سے موصوف کے گزرنے کی خبر ہوجاتی وہاں کے لوگ گھنٹوں ایک جھلک دیکھنے کے لیے بے تاب ہوجاتے۔ دست بوسی کی مہلت نہ مل سکے تو جسم نازک سے لگے ہوئے کپڑے کو ہی چھوکر بوسہ دے لیتے۔ حلقۂ ارادت میں داخلے کے لیے مجمع عام کے سامنے کسی حاضر باش کو تمہید باندھنے کی ضرورت نہ تھی بلکہ لوگ نہ صرف ایک جھلک دیکھ کر، بلکہ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے نام سے اس قدر مانوس ہوگئے تھے کہ خود ہی دیر تک حلقۂ ارادت میں داخلے کے وقت کا بے چینی سے انتظار کرتے رہتے۔ ایک ایک بار میں کثرت ازدحام کا یہ عالم تھا کہ لمبی لمبی رسی لائی جاتی اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ یہاں وہاں سے رسی کا کونہ تھام لیتے اور یوں تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی غلامی میں آجانے پر فخر کیا کرتے۔ عقیدت مندوں کی بھیڑ جب عروج پر پہنچتی اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں دھکم دھکا ہوتا، تو حاشیہ نشینوں کو غصہ بھی آتا اور خوشی بھی ہوتی۔ غصہ اس بات پر کہ لوگ اپنے مرکز عقیدت کے تحفظ وصیانت کی بھی پرواہ نہیں کررہے ہیں، اور خوشی اس بات پر ہوتی کہ تاج الشریعہ کی عوامی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ لوگ ایک جھلک دیکھنے کے لیے اپنے آپ کو تکلیف دہ صورت حال کے حوالے کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے ہیں''۔

(۱)۔۔۔محدث مکہ سید محمد علوی عباسی نے آپ کو۔۔۔''محدث حنفی، محدث عظیم اور عالم کبیر'' کہا۔۔۔(۲)۔۔۔محدث فلسطین شیخ جمیل حسینی نے۔۔۔''شیخ الاسلام والمسلمین، شیخ الکامل، عارف باللہ''۔۔۔کہہ کر فرمایا۔۔۔''ان کے وسیلے سے دعا مانگو اللہ ضرور قبول فرمائے گا''۔۔۔(۳)۔۔۔خطیب دمشق اولاد غوث اعظم عبدالعزیز فرماتے ہیں۔۔۔''الامام الشیخ اختر رضا صاحب قبلہ کا فیضان ہمارے اوپر جاری ہے''۔۔۔(۴)۔۔۔پیر سید علاء الدین گیلانی علیہ الرحمہ پاکستان بلاتے ہیں تو ۔۔۔ے رتویوں کے ذریعہ صدر مملکت کے جیسا استقبال ہوتا ہے!۔۔۔(۵)۔۔۔سید تراب الحق علیہ الرحمہ۔۔۔''مرکزی ذات''

بنا کر۔۔۔اور بجنل نعلین پاک تحفہ میں عطا فرماتے ہیں!۔۔۔(۶)۔۔۔اولادِ سرکار موسیٰ کاظم الشیخ الصباح کو۔۔۔تاج الشریعہ جہاں قدم رکھ دیتے ہیں وہاں نور برستا نظر آتا ہے۔۔۔(۷)۔۔۔مارہرہ کے تاجدار جب خلافت دیتے ہیں تو۔۔۔"قائم مقام مفتی اعظم"۔۔۔کا نعرہ لگتا ہے۔۔۔(۸)۔۔۔حضور مدنی میاں صاحب قبلہ فرماتے ہیں۔۔۔"تاج الشریعہ کے بعد علمی وروحانی دنیا میں جو خلا پیدا ہوا، اس کی تکمیل مستقبل قریب میں ممکن نہیں"!۔۔۔(۹)۔۔۔الجامعۃ الاشرفیہ کے سربراہ اعلیٰ رطب اللسان ہیں۔۔۔"اے اللہ ہمیں اور ہمارے ان بچوں کو تاج الشریعہ کے نقش قدم پر چلا دے"۔۔۔آپ نے عربی میں لکھا ہوا اپنا کلام جب خطیب دمشق کو سنایا۔۔۔اور۔۔۔مقطع پڑھا۔۔۔"هذا اختر او ناكم ، ربي احسن مثواه"۔۔۔تو خطیب دمشق پکار اٹھے۔۔۔"اخترنا سیدنا وابن سیدنا"۔۔۔اب آپ اندازہ لگائیں! کون ہیں تاج الشریعہ جب سردار خود اپنا سردار کہہ رہے ہیں۔۔۔!!!

ان مقدس شخصیات کے علاوہ اور بھی بہت سی معتبر ومعتقد۔۔۔اور۔۔۔عالی مرتبت ہستیوں نے آپ کے تعلق سے بہت کچھ پیغام دیا ہے۔۔۔جن کا علمی وعملی پرچم اوجِ ثریا کو بھی شرمندہ وشرم سار کر چکا ہے۔۔۔یہ وہ فضل والے ہیں جو فضل والے کا خطبہ پڑھ رہے ہیں۔۔۔چند حسد کے کینسر میں مبتلا اور اپاہج ذہن کے چوپائے۔۔۔اگر سکرات میں پہنچ جائیں۔۔۔تو انھیں گرم گھر میں جانے سے ہم کون ہوتے ہیں روکنے والے؟۔۔۔

واہ رے تاج الشریعہ!۔۔۔واہ رے روحِ سنیت!۔۔۔واہ رے جانشین مفتی اعظم!۔۔۔واہ رے کلک رضا! آپ نے کیا ایڑ لگائی کہ مخالفت کے تمام "شیش محل" زمیں بوس ہو گئے۔۔۔اور۔۔۔مخالفین مجسمۂ حیرت بنے دیکھتے رہ گئے!۔۔۔تیس سے چالیس گھنٹے کے اندر عالمی ریکارڈ قائم کر دیا!۔۔۔دنیا کے کونے کونے سے کروڑوں دیوانے بریلی شریف کی مقدس سرزمین پر اپنا دل لے کر حاضر تھے!۔۔۔جاتے جاتے بتا دیا:۔۔۔حاسدو!۔۔۔تم آفتاب میں کیڑے تلاش کرو!۔۔۔اکیلا کرنے والے اکیلے رہ گئے!۔۔۔اور جو اکیلا تھا اس کے ساتھ زمانہ ہو گیا۔

***

حضور تاج الشریعہ کا انتقال علم وفضل کے ایک عہد کا انتقال

سید محمد علیم الدین اصدق مصباحی اعظمی، دارالعلوم قادریہ غریب نواز، لیڈی اسمتھ ساؤتھ افریقہ

ان کا سایہ ایک تجلی ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر گزرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

سیدی وسندی حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں قادری برکاتی المعروف ازہری میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ پر مکمل طور سے منطبق ہوتا ہے۔ یقیناً آپ علم وعمل ہیں، تقویٰ وطہارت، اور شریعت وطریقت کے ایسے آفتاب تھے کہ جس کی ضیا بار کرنوں سے اکناف عالم منور تھا۔ آپ نے تبلیغ دین متین کے لیے پوری دنیا کا سفر فرمایا۔ جس راہ سے گزرے ہزار ہا گم گشتگان راہ ہدایت پا گئے، جہاں خیمہ زن ہوئے عقیدہ وعمل، شریعت وطریقت اور عشق وعرفان کی شمع فروزاں ہو گئی۔

شمع کی طرح جئیں بزم گہہ عالم میں
خود جلیں دیدہ اغیار کو بینا کر دیں

جس طرح چودھویں صدی ہجری کے اندر سیدی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہما کا نام فہرست علما ومشائخ میں نمایاں نظر آتا ہے بلا مبالغہ موجودہ صدی میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا نام نامی اسم گرامی فہرست علما ومشائخ میں ممتاز دکھائی دیتا ہے۔ حضور تاج الشریعہ علوم اعلیٰ حضرت کے کامل وارث، سرکار مفتی اعظم ہند کے سچے جانشین، جماعت اہل سنت کے عظیم رہبر وقائد، صاحب تقویٰ ومرجع فتویٰ عالم ربانی، شریعت وطریقت کے بدر کامل اور کثیر المریدین شیخ طریقت تھے۔ اس وقت عالم اسلام کی سب سے معروف شخصیت میں آپ کا شمار تھا۔ عرب وعجم کے علما ومشائخ کو آپ کے علم وعمل، فضل وکمال اور فقہ وفتویٰ پر مکمل اعتماد تھا۔ آپ کی ذات والا شان سے سنیت نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ہندوستان بھی بے حد مضبوط تھی۔

اللہ رب العزت نے احقاق حق وابطال باطل کا جذبہ صادق بطور خاص آپ کو ودیعت فرمایا تھا۔ مسلک حق مسلک اہل سنت وجماعت کے معتقدات ومعمولات کی تائید اور فرق باطلہ کی تردید آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ جماعت اہل سنت میں بھی اگر آپ کوئی خلاف شرع امور دیکھتے تو عوام ہوں کہ خواص بروقت برمحل اس پر گرفت فرما کر ایضاح مسئلہ شرعیہ کا فریضہ انجام دیتے تھے۔

مجھے یاد ہے کہ ۲۰۱۰ء میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ دارالعلوم قادریہ غریب نواز ساؤتھ افریقہ کے وسیع وعریض احسن العلما ہال میں خطاب فرما رہے تھے۔ آپ نے اپنے عربی خطبہ میں آیت درود کی تلاوت فرمائی، اثناء تلاوت کسی نے نعرہ لگایا۔ عربی خطبہ مکمل فرما کر حضور تاج الشریعہ نے مسئلہ شرعی کی جو وضاحت فرمائی وہ انہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے فرمایا "میں نے آیت درود پڑھی ابھی وہ پوری نہیں ہو پائی تھی کہ کچھ حضرات نے اس آیت کی تلاوت کے دوران کوئی نعرہ لگایا۔ اس سلسلے میں شرعی مسئلہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت جب شروع ہو تو شروع سے لیکر کے ختم تک یعنی قاری کی تلاوت

جب تک ختم نہ ہو سننے والوں کے اوپر چپ رہنا اور خاموشی سے سننا یہ فرض ہے۔ آیت درود کا بھی یہی حکم ہے جب آیت درود پوری ہو جائے تو اس کے بعد درود شریف پڑھیں یا جو بھی ذکر زبان سے کریں اس کی اجازت ہے۔ دوران تلاوت اس کی اجازت نہیں ہے کہ کوئی slogan یا کوئی نعرہ یا کوئی آواز دوران تلاوت نکالی جائے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے "اذا قرء القرآن فاستمعوا له و انصتوا لعلکم ترحمون" جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو سننے کے لیے پہلے سے مستعد ہو اور اس کی تلاوت کے دوران خاموش رہو اور اس کو سنو "لعلکم ترحمون" تاکہ تمہارے اوپر اللہ کی رحمت ہو۔

[خطاب تاج الشریعہ ۲۰۱۰ء دار العلوم قادریہ غریب نواز]

تاج الشریعہ کے درج بالا خطاب کے تمام جملے اس بات پر شاہد ہیں کہ آپ حق کی ترویج و اشاعت، دینی مسائل کی حفاظت و صیانت اور نظام مصطفی علیہ التحیہ والثنا کے نفاذ کے جذبہ صادق سے سرشار تھے۔

سیدی وسندی تاج الشریعہ مجھ خاکسار سے بے حد محبت فرمایا کرتے تھے، جب بھی ساؤتھ افریقہ تشریف لاتے مجھ حقیر کو یاد فرماتے تھے، میں حاضر بارگاہ ہوتا تو قریب فرماتے، راز و نیاز کی باتیں کرتے، بوقت رخصت نذر و نیاز پیش کرتا تو مسکرا کر پیار بھرے لہجے میں فرماتے "ارے بھائی آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں" میری حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اکثر اہل محفل سے فرماتے کہ میں مولانا سید علیم الدین صاحب کو ساؤتھ افریقہ سے پہلے جب یہ تنزانیہ میں تھے تب سے جانتا ہوں اور ان کی دینی خدمات کا معترف ہوں۔ حضور تاج الشریعہ دار العلوم قادریہ غریب نواز لیڈی اسمتھ ساؤتھ افریقہ کے اجلاس میں متعدد بار مجھ خاکسار کی دعوت پر تشریف فرما ہوئے۔ اس کے علاوہ بھی آپ جب لیڈی اسمتھ ساؤتھ افریقہ نزول اجلال فرماتے تو دار العلوم ضرور تشریف لاتے تھے۔ دار العلوم کا نظم و نسق اور نصاب تعلیم و نظام تربیت دیکھ کر بے حد خوش ہوتے اور دعائیں دیتے تھے۔

دار العلوم کے اجلاس میں خطاب کرتے ہوئے حضور تاج الشریعہ نے دار العلوم قادریہ غریب نواز کے تئیں اپنے پاکیزہ خیالات کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا "الحمد للہ دار العلوم قادریہ غریب نواز کی خدمات کو میں کئی سالوں سے اپنی آنکھوں سے دیکھتا آرہا ہوں یہاں سنیت کا جو کام ہو رہا ہے وہ اپنی نوعیت کا بالکل ممتاز اور منفرد کام ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ اس طرح سے دار العلوم قادریہ غریب نواز بھی سنیت کا ایک نشان اور symbol ہے۔ مولانا سید علیم الدین قادری مصباحی صاحب نے اس طور پر یہ ادارہ قائم کیا۔ یہ مدرسہ قائم رہے اور اس کی branches پورے ساؤتھ افریقہ میں پھیلیں اور مسلک اہل سنت و جماعت پر استقامت کے اور firmnes کے ساتھ لوگ اس سے اٹیچ رہیں اور اس کے publication میں اپنا بھر پور کردار ادا کریں اور یہ ادارہ قائم رہے اور ترقی کرے۔ میں جہاں بھی solid کام دیکھتا ہوں مجھے اس سے بڑی خوشی ہوتی ہے۔ دار العلوم میں دین و ملت کا منفرد اور ممتاز کام انجام پا رہا ہے۔ اور میں مولانا سید علیم الدین مصباحی صاحب کو اب سے نہیں جب یہ تنزانیہ میں تھے جانتا ہوں میں نے وہاں بھی ان کے نمایاں خدمات کو دیکھا اور یہاں بھی ان کے خدمات کو دیکھتا ہوں۔ بڑی خوشی ہوتی ہے۔ میری یہ advise ہے یہاں کے سنیوں اور یہاں کے ذمہ دار علما سے کہ آپ حضرت مولانا سید علیم الدین صاحب کی اس دینی خدمت میں معاون رہیں۔ اللہ تبارک و تعالی اس دار العلوم کو قائم رکھے اور ہمارے دلوں میں سرکار ابد قرار جناب احمد مجتبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بیش از بیش فرمائے"

[خطاب تاج الشریعہ ۲۰۱۰ء دار العلوم قادریہ غریب نواز]

حضور تاج الشریعہ کے مندرجہ بالا کلمات خیر دار العلوم کے تئیں ان کے اخلاص ومحبت اور قلبی لگاو کے ساتھ ساتھ جذبہ خدمت دین اور اصاغر نوازی کا بین ثبوت ہے۔ ڈاکٹر محمد منصور معینی جوہنس برگ سے تاج الشریعہ کے انتقال کی اندوہناک خبر موصول ہوئی تو آنکھوں سے بے اختیار آنسو چھلک پڑا اور دل ودماغ کا عالم زیروزبر ہوگیا، بمشکل آیت استرجاع تلاوت کر سکا۔ یقیناً حضور تاج الشریعہ کا انتقال علم وعمل، فضل وکمال اور رشد وافتا کے عہد کا خاتمہ ہے۔

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

***

وہ کیا گئے کہ ایسا لگا علم اٹھ گیا

شہزادۂ حضور شعیب الاولیاء مفکر اسلام پیر طریقت حضرت علامہ غلام عبدالقادر علوی صاحب قبلہ
سجادہ نشین خانقاہ یار علویہ و ناظم اعلیٰ دار العلوم اہلسنت فیض الرسول براؤں شریف

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: اولم یروا انا ناتی الارض ننقصها من اطرافها (رعد) کیا انہیں نہیں سوجھتا کہ ہم ہر طرف سے ان کی آبادی گھٹاتے آرہے ہیں۔ (کنز الایمان) نقص ارض کی بہت ساری تفسیریں کتب تفسیر میں مرقوم ہیں مگر موقع کی مناسبت سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک تفسیر کا تذکرہ خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ چنانچہ آیت مذکورہ کے تحت منقول ہے۔ قال ابن عباس فی روایة خرابها بموت فقهاءها وعلماءها واهل الخير منها و كذا قال مجاهد ايضاهو موت العلماء یعنی نقص ارض کی علت علماء وفقہاء کا اس روئے زمین سے اٹھ جانا ہے اور حضرت مجاہد نے بھی اس سے علماء کا وصال مراد لیا ہے۔

عن عبدالله بن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه من العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتى اذا لم يبق عالم اتخذ الناس رؤسا جهالا فسئلوا فافتوا بغير علم فضلوا واضلوا متفق عليه (مشکوۃ شریف) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ لوگوں سے جب علم کو واپس لینا چاہے گا تو ان سے چھینے گا نہیں بلکہ علم کو اس طرح واپس لے گا کہ اہل علم کو اپنے یہاں بلالے گا اور جب دنیا میں عالم باقی نہ رہیں گے تو لوگ جہلاء کو اپنا سردار بنالیں گے اور جب ان سے فتویٰ طلب کیا جائے گا تو بغیر علم کے فتویٰ دے کر خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

آیت مذکورہ بالا و حدیث پاک کو مدِّ نظر رکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی رحلت روئے زمین کا عظیم نقصان ہے۔ اور آپ کا وصال ایک عالم کی موت ہے اور آپ کا دنیا سے تشریف لے جانا علم دین کا اٹھ جانا ہے۔

وارث علوم اعلیٰ حضرت جانشین مفتی اعظم شہزادۂ مفسر اعظم حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے اوصاف حمیدہ ذاتی اور کسبی بھی تھے اور موروثی و وہبی بھی۔ سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت نسبی اعتبار سے آپ کے پردادا بھی تھے اور پرنانا بھی۔ آپ کی والدۂ محترمہ مفتی اعظم عالم اسلام کی شہزادی اور آپ کے والد گرامی حضرت حجۃ الاسلام کے فرزند ارجمند حضور مفسر اعظم ہند تھے۔ گویا آپ مجمع البحرین تھے۔ اس اعتبار سے آپ فقیہ ابن فقیہ، ابن فقیہ، ابن فقیہ، ابن فقیہ ابن فقیہ تھے۔ اسی لئے اپنے تو اپنے اغیار و حاسدین بھی آپ کے فضائل و کمالات دیکھ کر یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ ؏

کئی نسلوں کی خوشبو ہے بآسانی نہ جائے گی

یہی وجہ ہے کہ آپ کا مزاج عقابی تھا، آپ شاہین صفت تھے، شاہین کا انداز پرواز تو یوں مشہور ہے کہ جہاں تمام پرندوں کی پرواز دم توڑنے لگتی ہے وہاں سے شاہین اپنی پرواز شروع کرتا ہے۔ آپ کی اعلیٰ ظرفی کی بنا پر الحمد للہ! مرکز اہلسنت کا بھرم آج

تک باقی تھا اور خدا کرے کہ آئندہ بھی باقی رہے۔ آپ نے مخالفین کے طعن وتشنیع تو گوارا کر لئے مگر مسلک اعلیٰ حضرت کی عظمت پہ کبھی کوئی حرف نہ آنے دیا اور نہ ہی اپنے بزرگوں کے مشن سے سرمو انحراف کیا۔ آپ نے اپنے منصب سے نیچے اترنا بھی گوارا نہ کیا۔ شرعی، فقہی سیمیناروں کے شرکاء اور سیمیناروں کے شرعی فیصلوں کے پڑھنے والوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ کبھی بھی حضور تاج الشریعہ کے ذمہ دار قلم نے بلا ضرورت شرعیہ راہ رخصت اختیار نہ کی بلکہ تقریباً تمامی مختلف فیہ مسائل میں عزیمت ہی کو اپنایا۔ وارث علوم اعلیٰ حضرت اور جانشین مفتی اعظم ہند علیہما الرحمہ کا منصب کوئی معمولی نہیں بلکہ اس کیلئے جامع علوم وفنون ہونا بیحد ضروری ہے اور اس منصب جلیل پر فائز ہونے کیلئے عشق رسالت ایک نہایت لابدی شئی ہے۔ عشق رسالت کا جذبہ بھی خانوادۂ رضویہ کی اس شاخ میں موروثی تھا۔ اعلیٰ حضرت کے جدامجد حضرت علامہ رضا علی خان سے لے کر جسے دیکھئے عشق رسالت کے رنگ میں سرشار نظر آتا ہے۔ جذبۂ عشق رسالت کی کامرانی کا عالم تو یہ ہے کہ اب اہلسنت کے مجمع میں اعلیٰ حضرت کو عاشق کہنے کی ضرورت نہیں بلکہ اگر صرف عشق ومحبت کہہ دیا جائے تو لوگ جواب میں اعلیٰ حضرت کہتے ہیں۔

اب ہم اہل عقیدت کی بہت ساری امیدیں حضرت تاج الشریعہ کے جانشین وفرزند حضرت علامہ الحاج مفتی عسجد رضا صاحب قبلہ سے وابستہ ہیں۔ پروردگار انہیں حضرت علیہ الرحمہ کی روایات کا سچا امین بنائے۔ آمین

***

نقشِ یازدہم

مناقب و مادہائے تاریخ

سیل رواں

تاج الشعراء، الحاج علامہ محمد سلمان فریدی مصباحی صدیقی بارہ بنکوی (مسقط، عمان)

وارث علوم رضا، حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے وصال کو ہفتوں گزر چکے ہیں مگر اب بھی علم اسلام وسنیت پر رنج وغم کی کیفیت ہے اور دنیا بھر کی مقتدر شخصیات، مختلف تنظیموں اور اداروں کی جانب سے تعزیتی پیغامات نشر ہو رہے ہیں۔ یہاں عمان میں بھی اہل حق رنجیدہ وغمزدہ ہیں، تعزیتی محافل کا سلسلہ جاری ہے۔ حضرت کے وصال نے اہلسنت کے ہر طبقے کو رنجیدہ کیا مگر خاص طور سے شعراء اور قلمکاروں نے اس غم مزید شدت سے محسوس کیا کیونکہ وہ بہت حساس ہوتے ہیں، منظر کے پس منظر بھی انہیں نظر آ جاتا ہے، دھیمی ہوا اور ہلکی صدا سے بھی ان کا پردۂ فکر مرتعش ہو جاتا ہے۔

رحلت کی خبر سے میرا وجود بھی ٹوٹ کر بکھر گیا، عالم رنگ وبو کے سارے مناظر پھیکے پڑ گئے، مسرتیں آہ وفغاں میں تبدیل ہو گئیں، ذہن وفکر میں حضور تاج الشریعہ کی یاد اور ان کی بارگاہ میں گزرے ہوئے لمحات گردش کرنے لگے۔ ایسا محسوس ہوا کہ غم والم کا ایک سمندر ہے جس میں دم ساد ھے بہتا چلا جا رہا ہوں۔ تعزیتی خراج پیش کرنے کے لئے جب قلم اٹھایا تو ہر خیال، ایک مصرع بن کر نمودار ہو رہا تھا۔ دو دنوں میں گیارہ مسودے تیار ہو گئے، انہیں میں ایک کلام جانشین حضور الشریعہ، قائد ملت، حضور عسجد میاں مدظلہ العالی کے لئے بھی لکھا جس میں نیک خواہشات اور دعائی اشعار ہیں۔ چونکہ حضور تاج الشریعہ کے واصال کے بعد عقیدت مندوں کی نگاہیں شہزادہ ومرشد گرامی کی طرف لگی ہوئی ہیں اور ہم سب دعاؤں میں مصروف ہیں کہ اللہ تعالی ان کے بازوؤں میں مزید توانائی اور حوصلوں میں استقامت عطا فرمائے اور جملہ اعزہ واقربا، تمام مریدین وخلفاو محبین کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ والہ واصحابہ وبارک وسلم

اہل محبت وہ دعائیہ الفاظ ملاحظہ فرمائیں

تمنائے دل

نکھرتا جائے یارب! جوہر کردار عسجد کا
کہ سینہ اختر فن سے رہے ضو بار عسجد کا

ملے فیض رضا سے فکر کو تاب ہر ایسی
ستارہ آسمان فن میں ہو شہکار عسجد کا

نگہبانی کریں وہ، آبروئے قوم وملت کی
برائے حق جگر ہر دم رہے بیدار عسجد کا

سدا جدین کا ظل حمایت ان کے سر پہ ہو
کہ دست حامد ونوری رہے غمخوار عسجد کا

وہ کوشش جس سے نخل سنیت کا ہر شجر نکھرے
سنوارے گلشن عشق نبی، ایثار عسجد کا

جمال فن میں جیلانی میاں کا عکس آ جائے
تو ہو اختر رضا سا جلوۂ افکار عسجد کا

فزوں ہوں عظمتیں شہزادۂ تاج الشریعہ کی
ہلال زندگی ہو مخزن انوار عسجد کا

جہاں کو روشنی دیں، گوہرِ سوزِ عمل بن کر
ہو ملت کے لئے ہر اک قدم معمار عسجد کا

سمیٹیں ناخنِ تدبیر سے بکھرے ہوئے انجم
کرے یکجا نبی والوں کو دست کا عسجد کا

جھکے جس کی خودی کے آگے ایوانِ حکومت بھی
ہو اک کہسار آہن، پیکر خوددار عسجد کا

عدو، بددین وحاسد کی دغا ناکام ہو جائے
نہ دستہ روک پائے، کوئی بھی دیوار عسجد کا

جلال غیرت حب نبی ہے خون کے اندر
ہے دل عشقِ نبی سے ہر گھڑی سرشار عسجد کا

دراجداد سے ان کو ملی ہے جرأت وہمت
نہ خم ہوگا کبھی دست عمبر دار عسجد کا

ہمام علم وحکمت اور حسامِ حق بنیں دونوں
کہ ہو عکس رضا ہر ایک برخوردار عسجد کا

بڑھے ان سے وقار وشان، رضوی خانوادے کا
قیادت کی بلندی پر ہو استقرار عسجد کا

مرے عسجد میاں پر سایۂ فضل الٰہی ہو
فریدی حشر تک تازہ رہے گلزار عسجد کا

❁❁❁❁❁

یادِ تاج الشریعہ

تاروں میں چمکتا چاند، اور ظلمت میں تنویر
ایسے تھے ہمارے پیر

سورج کی طرح روشن، سچائی کی اک تصویر
ایسے تھے ہمارے پیر

دریاؤں کے جیسا تھا، چلنے کا ہنر ان میں
کر پائی نہ قید ان کو، راہوں کی کوئی زنجیر
ایسے تھے ہمارے پیر

جب تاج شریعت کی رحلت کی خبر آئی
ہر جان پہ گری بجلی، ہر دل کو لگا اک تیر
ایسے تھے ہمارے پیر

دم روکے ہوئے دنیا، سنتی تھی خطاب ان کا
تھم جاتا ہر اک منظر، جب کرتے تھے وہ تقریر
ایسے تھے ہمارے پیر

خاموشی بھی حضرت، بھاری کئی خطبوں پہ
پتھر بھی پگھل جائیں، تھی بات میں وہ تاثیر
ایسے تھے ہمارے پیر

خوشبو کے تلفظ پر ہو چاروں طرف خوشبو
وہ کہہ دیں زباں سے نور، تو پھوٹ پڑے تنویر
ایسے تھے ہمارے پیر

رہتے بریلی میں، پر سب پہ تھی چشم فیض
تھا دست کرم ان کا، اک سایۂ عالمگیر
ایسے تھے ہمارے پیر

حق گوئی سے باطل پر تا عمر رہے غالب
ہر جنگ میں وہ جیتے، بے خنجر و بے شمشیر
ایسے تھے ہمارے پیر

کردار سراپا عشق، افکار سراپا علم
ہر رنگ حیات ان کا، دانائی کی اک تفسیر
ایسے تھے ہمارے پیر

یوں پردہ عالم پر، وہ ذات چمکتی تھی
جیسے کہ سیاہی میں، اک نور بھری تحریر
ایسے تھے ہمارے پیر

وہ مرجع اہل حق، اور زینت بزم فن
وہ شاہ تھے شاہوں کے اور میروں کے تھے اک میر
ایسے تھے ہمارے پیر

سرکار کی الفت کو، سینوں میں کیا بیدار
بس ایک نظر ڈالی، اور دل کی ہوئی تطہیر
ایسے تھے ہمارے پیر

کیا شان غنا ان کو اللہ نے بخشی تھی
خاطر میں نہیں لائے وہ تخت وزر و جاگیر
ایسے تھے ہمارے پیر

ہستی میں جمال حق، ہر رخ سے نمایاں تھا
سچوں کے لیے گلزار، جھوٹوں پہ وہ آتش گیر
ایسے تھے ہمارے پیر

ہو جائیں مریض اچھے، اور بگڑے ہوئے بن جائیں
ہر درد و الم میں تھی، وہ چشم کرم اکسیر
ایسے تھے ہمارے پیر

گر ان سے محبت ہے تو ان کی اطاعت کر
سیرت پہ فریدیؔ چل بس یونہی نہ کر تشہیر
ایسے تھے ہمارے پیر

از۔ سلمان فریدی صدیقی مصباحی، مسقط عمان

❁❁❁❁❁

مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی، مدیر اعلیٰ پیغام رضا ممبئی

میر پاکانِ جہاں اختر رضا خاں ازہری
اس زمیں پر آسماں اختر رضا خاں ازہری

فضل کا کوہِ گراں اختر رضا خاں ازہری
علم کا بحرِ رواں اختر رضا خاں ازہری

ان کی عظمت کی تہوں کو جان پائے کیا کوئی
یوں رہے ہے سر نہاں اختر رضا خاں ازہری

ہے اگر چشمِ بصیرت دیکھ لو تم غور سے
خلد کے ہیں میہماں اختر رضا خاں ازہری

یوں تو لاکھوں ہیں جہاں میں علم وفن کے تاجور
بھیڑ میں ہیں ضوفشاں اختر رضا خاں ازہری

آپ کا مانا نہیں جس نے بھی برحق فیصلہ
ہوگیا وہ رائیگاں اختر رضا خاں ازہری

شہر میں اپنے لگا کر چاہنے والوں کی بھیڑ
کردیا سب کچھ بیاں اختر رضا خاں ازہری

حق بیاں، حق کی زباں، حق پاسباں حق ہے یہی
دین کے روحِ رواں اختر رضا خاں ازہری

کیا بگاڑے گی بھلا میرا یہ سورج کی تپش
سر پہ میرے سائباں اختر رضا خاں ازہری

جس کی سانسوں میں بسا ہے مسلکِ احمد رضا
اس پہ دل سے مہرباں اختر رضا خاں ازہری

ہر طرف سے حملہ ور برق وشرر ہے دیکھئے
جل نہ جائے آشیاں اختر رضا خاں ازہری

ان کی ہیبت سے سدا باطل سراسیمہ رہا
حق کے ہیں برق تپاں اختر رضا خاں ازہری

لے کے کشکول وفا در پہ تیرے کب سے کھڑا
ہے یہ رحمتؔ خستہ جاں اختر رضا خاں ازہری

سید اولاد رسول قدسی امریکہ

چرخ رضا کا اختر پر ضیاء۔۔۔
کسی قدر رسال تھا وہ مقدس۔۔۔
کریں ناز جتنا بھی کم ہے۔۔۔
وہ تیرہ سو تر سٹھ تھا ہجری کا سال حسیں۔۔۔
اور مہینہ تھا ذیقعدہ تاریخ پچیس تھی۔۔۔
اور مطابق۔۔۔
نومبر کی تیئیس تاریخ تھی۔۔۔
سن تھا انیس سو اور چالیس پر تین زائد۔۔۔
کھلا گلشن اعلیٰ حضرت میں اک پھول ایسا۔۔۔
ہوئی دیکھ کر اسکو ہر ایک کی آنکھ خیرہ۔۔۔
معطر ہوا گھر کا ہر گوشہ گوشہ۔۔۔
تھیں ہر سمت خوشیوں کی لہریں رواں۔۔۔
نور و نکہت کی ہوتی رہی موسلا دھار بارش۔۔۔
وہی پھول آہستہ آہستہ۔۔۔
پروان چڑھنے لگا۔۔۔
عمر اس کی ہوئی چار سالوں کی جب۔۔۔
والد ذی حشم نے۔۔۔
رکھی تسمیہ خوانی کی ایک نورانی تقریب گھر میں۔۔۔
عموماً۔۔۔
بلاتے ہیں لوگ ایسے موقع پہ اصحاب ثروت کو لیکن۔۔
یہ تقریب معمولی بچے کی تھی ہی نہیں۔۔۔
بلکہ منسوب تھی ایسے بچے سے یہ محفل ضوفشاں۔۔
یعنی کل جس کو ہونا تھا تاج الشریعہ۔۔۔
علوم و معارف کا نوری خزینہ۔۔۔
معاصر میں اپنے یگانہ۔۔۔
کرے رشک جس پر زمانہ۔۔۔
علوم رضا کا۔۔۔
اسے ایسا وارث تھا بننا۔۔۔
کہ سیراب ہو جس سے دنیا۔۔۔
بلائے گئے سرور دیں کے مہمان طالب دیں۔۔
وہ حسیں بچہ خوش بخت تھا اس قدر۔۔
مفتیٔ اعظم ہند نے۔۔۔
بسملہ خوانی اس کی کرائی۔۔۔
ہوا اس کا ایسا مرتب اثر۔۔۔
علم دیں کے وہ میدان کا شہسوار ایسا بنتا گیا۔۔۔
اہل دانش نے بے ساختہ یہ کہا۔۔۔
یہ مہارت کا ہے اک ہمالہ۔۔۔
کہ مشکل سے مشکل مسائل ہوئے اس سے حل۔۔
علم و حکمت رہے اس پہ نازاں۔۔۔
بھلا کیوں نہ ہو۔۔۔
مفتیٔ اعظم ہند نے۔۔۔
صاف لفظوں میں فرمایا لوگو سنو۔۔۔
میرے اختر میاں سے۔۔۔
سدا استفادہ ہے کرنا۔۔۔
علاوہ ازیں۔۔۔
یہ بھی فرمایا اختر میاں ہیں میرے جانشیں۔۔
ان سے ہوتی رہیگی زمیں سنیت کی۔۔۔
بہار آفریں۔۔۔
مفتیٔ اعظم ہند کا یہ کہا۔۔۔
کیوں نہ ہوتا صداقت کا پیکر۔۔
ولی اور ابن ولی ذات اقدس تھی ان کی۔۔
یہ دنیا نے دیکھا۔۔۔
فقط نام کے وہ نہ اختر بنے۔۔۔

بلکہ وہ سنیت کے فلک پر۔۔۔
چمکتے رہے بن کو ضوبار اختر کچھ ایسے۔۔۔
کہ اپنے تو اپنے ہیں اغیار بھی یہ مانا۔۔
رضا کے چمن کا۔۔۔
یہ ایسا ہے بے مثل گل۔۔۔
جس کی خوشبو سے اک ہند ہی کیا۔۔۔
مہکتا ہے عالم۔۔۔
اسے دعویٰ خام تم مت سمجھنا۔۔
تصانیف ان کی ہیں روشن دلیلیں۔۔۔
اگر چشم بینا ہو تو ذیل میں۔۔۔
دیکھ لو ان کی علمی کتابوں کی فہرست اک مختصر۔۔۔
مرات النجدیہ، العطاء القدیر اور برکات امداد۔۔
شرح حدیث نیت حاشیہ در صحیح البخاری۔۔۔
نموذج طلاق ثلاثہ کے احکام شرع میں۔۔۔
ہجرت مصطفیٰ اور تیسیر ماعون، آثار قیامت۔۔
شمول اور حضرت ابوالانبیا کے تھے تارخ ہی والد۔۔
نہ کہ آزر بت تراش زمانہ۔۔۔
سفینۂ نجات اور بخشش کا مجموعہ نعتیہ فکر و شعر و سخن۔۔
المختصر۔۔۔
ان کی پچاس سے بھی ہے زائد۔۔۔
تصانیف کا باغ جلوہ فشاں۔۔۔
نعتیہ شاعری میں رہا ان کا اعلیٰ مقام اس طرح۔۔۔
سرنگوں اہل فن و ادب ہو گئے۔۔۔
صرف اردو نہیں۔۔۔
بلکہ عربی میں اشعار ایسے کہے۔۔۔
پڑ گئے حیرتوں میں عرب۔۔۔
دل کی گہرائی سے معترف سے ہوئے۔۔۔

لاجواب ان کا عربی کا لہجہ ہے ایسا۔۔۔
کہ لگتا یہ کوئی ہندی نہیں۔۔۔
بلکہ خالص ہیں عربی عبور ان کو حاصل ہے عربی۔۔
زباں پر۔۔۔
یہی وجہ ہے۔۔۔
فخر ازہر کا ایوارڈ ان کو ملا جامعہ سے۔۔
خدا نے انہیں ایسی مقبولیت کی عطا۔۔۔
جس جگہ وہ قدم رنجہ ہوتے۔۔۔
وہاں بھیڑ لگ جاتی مخلوق خالق کی ایسی۔۔۔
کہ پروانے جس طرح اطراف میں شمع کے۔۔
جمع ہوتے ہیں اور منڈلاتے ہیں بے لوث عشق و
محبت میں بے خوف ہو کر۔۔۔
نہیں اس میں تخصیص میں ہند کی۔۔۔
بلکہ دنیا جس جا بھی جلوہ فگن ہوتے ہو۔۔۔
دیدنی ہوتا عشاق کا اجتماع عقیدت۔۔۔
بڑی عشق خیزی سے ہوتے تھے
لوگ ان سے بیعت۔۔۔
مسلم حقیقت ہے یہ۔۔۔
ان کے جتنے مرید آج ہیں دنیا بھر میں۔۔۔
نہیں مل سکے گی مثال اس کی تم کو کہیں۔۔۔
یہ خصوصی کرم ان پہ تھا رب کونین کا۔۔۔
یہ عنایت تھی ان پر رسول دو عالم کی پیہم۔۔۔
ابھی ان کی رحلت ہوئی جب۔۔۔
جہاں بھر میں منظر تھا درد و الم کا۔۔۔
ہے عالم کی موت ایک عالم کی موت
اس کو محسوس کرنے لگی پوری دنیا۔۔۔
ملی یہ خبر معتبر۔۔۔

تھے کروڑوں کی تعداد میں لوگ
حاضر جنازے میں ان کے۔۔۔
حضور خدا میں یہ کرتا ہے" قدسی" دعا۔۔۔
ان کی تربت پہ ہو موسلادھار رحمت کی بارش
رہے سنیوں کے سروں پر۔۔۔
قیامت تک "اختر" کا فیضان جاری۔۔۔

***

اختر رضا خان ازہری

بر صنعت توشیح

مفتی سید اولاد رسول قدسی مصباحی نیو یارک امریکہ

ا۔ اتقیا کی شان تھے اختر رضا خاں ازہری
اتقا کی جان تھے اختر رضا خاں ازہری
خ۔خوگرِ احقاقِ حق تھے اور رضا کی فکر کی
خاص اک پہچان تھے اختر رضا خاں ازہری
ت۔تابشِ چرخِ مہارت نازشِ شعر و سخن
تحفۂ رحمان تھے اختر رضا خاں ازہری
ر۔راستی سے تھی محبت کذب سے تھیں نفرتیں
رہبرِ ذیشان تھے اختر رضا خاں ازہری
ر۔رات دن فکرِ رضا کے نشر میں تھے مستعد
رہرو ایمان تھے اختر رضا خاں ازہری
ض۔ضو نظر آتی تھی ان سے نسبتِ اسلاف کی
ضامنِ فیضان تھے اختر رضا خاں ازہری
ا۔امر بالمعروف وہ تا زندگی کرتے رہے
امن کے ارمان تھے اختر رضا خاں ازہری
خ۔خوابِ حضرت حجت الاسلام کی تعبیر تھے
خیر کے عنوان تھے اختر رضا خاں ازہری
آ۔آسمانِ علم و فن کے نیرِ تاباں تھے وہ
آیتِ عرفان تھے اختر رضا خاں ازہری
ن۔نت نئے مشکل مسائل ان سے حل ہوتے رہے
نظم اور میزان تھے اختر رضا خاں ازہری
ا۔ابرِ رحمت ذات تھی ان کی برا سنیت
اجر کے سامان تھے اختر رضا خاں ازہری
ز۔زیر ہو کر رہ گئیں باطل کی ساری سازشیں
زندہ دل انسان تھے اختر رضا خاں ازہری
ہ۔ہستی ان کی نعمتِ رب تھی ہمارے واسطے
ہدیۂ احسان تھے اختر رضا خاں ازہری
ر۔راج کرتے تھے دلوں میں سیکڑوں انسان کے
رمزِ حق کی کان تھے اختر رضا خاں ازہری
ی۔یاد ان کی کیسے مٹ سکتی ہے "قدسی" قلب سے
یاورِ ذیشان تھے اختر رضا خاں ازہری

***

آپ کے جانے کے بعد

از: محبوب گوہر اسلامپوری

دردو غم نے آ دبوچا آپ کے جانے کے بعد
ہے اٹھا فرقت کا جھونکا آپ کے جانے کے بعد
عاشقوں کی کیفیت کیسی ہے خود ہی دیکھئے
اے مرے تاج الشریعہ آپ کے جانے کے بعد
آپ کی رحلت سے ہے پوری جماعت سوگوار
کیا بتائیں حال ہے کیا آپ کے جانے کے بعد
ایک دو نقصان ہو تو ہم کریں اس کا شمار
ہے خسارہ ہی خسارہ آپ کے جانے کے بعد
بستی بستی مضمحل ہے قریہ قریہ ہے اداس
ہر طرف ہے شور برپا آپ کے جانے کے بعد

صرف اپنے ہی نہیں اغیار بھی غمگین ہیں
کیا خبر تھی ایسا ہوگا آپ کے جانے کے بعد

تھا تو پہلے بھی مگر آدھا ادھر آدھا ادھر
اب ہے سارا درد یکجا آپ کے جانے کے بعد

حضرت عسجد میاں کے مثل لاکھوں فرد کے
قلب کو پہونچا ہے صدمہ آپ کے جانے کے بعد

آپ کے دیدار سے ملتی تھی روحانی خوشی
یاد آتا ہے وہ لمحہ آپ کے جانے کے بعد

اس کو لفظوں میں بیاں کیسے کرے یا سیدی!
غم ہوا گو ہر کو جتنا آپ کے جانے کے بعد

***

رہبر راہ شریعت الوداع

از: عقیل الرحمن نعمانی پوکھریرا شریف (بہار)

آہ اے تاج شریعت الوداع

الوداع اے جان ملت شان ملت الوداع
دور حاضر کے امام اہل سنت الوداع

گلشن احمد رضا کے نور ونکہت الوداع
مفتی اعظم کی رفعت اور عظمت الوداع

نازش علم وعمل فخر ولایت الوداع
احمد نوری کی عظمت شان برکت الوداع

قریہ قریہ ایک نعرہ لگ رہا تھا ہر طرف
آہ اے تاج شریعت الوداع

جامعہ کو ناز تھا تو فخر ازہر کہہ دیا
ہم کہیں اے وارث علم نبوت الوداع

تاج بنکر اہل عالم پر رہا سایہ فگن
ہوگیا ہم سے وہ رخصت الوداع

باپ دادا اور نانا کی امانت کے امیں
لیکے سینے میں چلے وہ سوئے جنت الوداع

انا للہ ہم پڑھیں کہ موت برحق ہے عقیل
قبر پر ہوتی رہے باران رحمت الوداع

***

بڑا پُرکیف ہے جلوہ

از: طفیل احمد مصباحی

بڑا پُرکیف ہے جلوہ مرے تاج الشریعہ کا
کہ رنگ وروپ ہے نکھرا مرے تاج الشریعہ ہے

جہاں میں خوب ہے چرچا مرے تاج الشریعہ کا
ہر اک سو بجتا ہے ڈنکا مرے تاج الشریعہ کا

جمالِ حسنِ یوسف کا ملا ہے ان کو بھی صدقہ
ہے چہرہ چاند کے جیسا مرے تاج الشریعہ کا

خدا نے ان کو بخشا ہے مقامِ ارفع و اعلیٰ
زمانہ آج ہے شیدا مرے تاج الشریعہ کا

ولی ابن ولی ہیں اور نبیرہ اعلیٰ حضرت کے
بڑا ہے مرتبہ اونچا مرے تاج الشریعہ کا

***

گلہائے تبسم

از: محمد نعمان اختر فائق جمالی دار العلوم فیض الباری نوادہ بہار

ڈھونڈتے رہ جاؤ گے اب ایسی صورت ان کے بعد
ایسا پاؤ گے نہیں تاج شریعت ان کے بعد

چلتی پھرتی جو تصلب کی حسیں تصویر ہو
کون اب دکھلا سکے گا ایسی ہمت ان کے بعد

روٹھ جائیں سب مگر روٹھے نہیں طیبہ کا لال
یاالٰہی کس میں دیکھوں ایسی چاہت ان کے بعد

دیکھ کر کس کو میں پاؤں گا سکون درد دل
کون بہلائے گا اب میری طبیعت ان کے بعد

کون گلہائے تبسم سے بھرے گا دل کا زخم
کن کو اب دکھلائیں گے ہم دل کی حالت ان کے بعد

بچ تو ہے باب ولایت بند ہو سکتا نہیں
ایسا لیکن لایئے پیر طریقت ان کے بعد

مرقد انور میں وہ آرام فرما ہیں مگر
رہنماء بن کر رہے گی ان کی سیرت ان کے بعد

ہے دعا صبح و مسا "نعم البدل" یا پھر" بدل"
دیکھیے کیا کرتی ہے رب کی "مشیت" ان کے بعد

غم کی کالی رات فائق رات ہے کٹ جائے گی
روشنی لے آئے گی مرشد کی تربت ان کے بعد

***

ایک تاریخی خلا

از قلم: محبوب گوہر اسلام پوری

غم کا تازہ سلسلہ ،تاج الشریعہ کا وصال
ہے بڑا اک سانحہ تاج الشریعہ کا وصال

سنیت اک بار پھر ڈوبی ہے درد و کرب میں
دے گیا ہے غم نیا تاج الشریعہ کا وصال

ایسا محسن ایسا قائد دور تک ملتا نہیں
اب رلائے گا سدا تاج الشریعہ کا وصال

یوں تو ہر اک شخص کو دنیا سے جانا ہے مگر
ہے نہایت غم فزا تاج الشریعہ کا وصال

پوری ملت کے لئے، پوری جماعت کے لئے
ایک صدمہ ہے بڑا تاج الشریعہ کا وصال

آج دنیائے عقیدت میں ہے پیدا کردیا
ایک تاریخی خلا تاج الشریعہ کا وصال

7 بج کر کچھ منٹ پر 20 جولائی کی شام
ہے بریلی میں ہوا تاج الشریعہ کا وصال

اک عجب سی کیفیت دل پر مرے طاری ہوئی
جب سنا میں ، ہوگیا تاج الشریعہ کا وصال

سنیوں کو دیر تک رکھے گا گوہر دیکھنا
رنج و غم میں مبتلا تاج الشریعہ کا وصال

***

گلِ اعلیٰ حضرت ہیں تاج الشریعہ

از: سید اولادِ رسول قدسی مصباحی نیویارک امریکہ

گلِ اعلیٰ حضرت ہیں تاج الشریعہ
شریعت کی نکہت ہیں تاج الشریعہ

حسینِ پہ تو حجتِ دین اسلام
شباب وجاہت ہیں تاج الشریعہ

فقط ہند کیا ہیں وہ عالم کے مرشد
شمیمِ ولایت ہیں تاج الشریعہ

ہیں سرمایۂ مفتیِ اعظمِ ہند
کتابِ فقاہت ہیں تاج الشریعہ

گراں قدر ان کی تصانیف شاہد
شہِ علم و حکمت ہیں تاج الشریعہ

ہے منصب قضا کا ضیابار ان سے
وقارِ عدالت ہیں تاج الشریعہ

علومِ رضا کے ہیں ذی شان وارث
فلک بوس رفعت ہیں تاج الشریعہ

ہے ان کا محافظ خدا وحدِ عالم
رضا کی امانت ہیں تاج الشریعہ

شکست ان کے اعدا کو کھاتا ہے ہر دم
خدا داد قوت ہیں تاج الشریعہ

انہیں دیکھ کر یاد آتی ہے رب کی
دلیلِ ولایت ہیں تاج الشریعہ

ہے روحانیت کا چراغ ان سے روشن
امینِ طریقت ہیں تاج الشریعہ

ہوا لفظ لفظ ان کا پیوست دل میں
وحیدِ خطابت ہیں تاج الشریعہ

نظر کوئی آتا نہیں ان کا ثانی
شہودِ حقیقت ہیں تاج الشریعہ

کرامت کا ہے آئنہ ان کا مشاق
رہِ استقامت ہیں تاج الشریعہ

ہیں شبنم مزاج اہلِ حق کے لئے وہ
صباحِ محبت ہیں تاج الشریعہ

ہیں یوں باطلوں کے لئے سیفِ براں
کہ ایمانی شدت ہیں تاج الشریعہ

نہیں فخرِ ازہر فقط آپ کی ذات
دل و جانِ ملت ہیں تاج الشریعہ

ہے قول و عمل کا تطابق مدلل
نگہدارِ سنت ہیں تاج الشریعہ

رہے گا سدا مسلکِ اعلیٰ حضرت
کہ اس کی ضمانت ہیں تاج الشریعہ

نہیں دعوہ حق فقط ذات ان کی
کہ حق کی شہادت ہیں تاج الشریعہ

ہوئی ان سے فکرِ رضا عام ہر سو
میرِ قیادت ہیں تاج الشریعہ

رہیں گے یونہی صلح کلی ہراساں
کہ قدسی سلامت ہیں تاج الشریعہ

***

دنیا سے آہ تاجِ شریعت چلے گئے

از: سید اولادِ رسول قدسی مصباحی، نیو یارک امریکہ

دنیا سے آہ تاجِ شریعت چلے گئے
ہم سنیوں کے قلب کی راحت چلے گئے

کہتی ہے سوگوار بریلی کی سر زمیں
علمِ رضا کے نورِ وراثت چلے گئے

چشم و چراغِ مفتیٔ اعظم کہاں ہیں اب
مسلک کی شان و عز و کرامت چلے گئے

روشن تھا ان سے حجتِ اسلام کا مشن
ڈھونڈیں کہاں بہارِ ہدایت چلے گئے

دشمن بھی تھا نثار رخِ جلوہ بار پر
رب کی عطا خاص وجاہت چلے گئے

ہے اشک بار ہند میں یہ منصبِ قضا
افسوس آج نازِ فقاہت چلے گئے

تم کو نہ مل سکے گا اب ان کا بدل کہیں
دنیا سنیت کی امانت چلے گئے

کہتی ہیں آپ کی یہ تصانیفِ معتبر
باریک بیں کمالِ صراحت چلے گئے

الفردہ پڑھ کے مان گئے اہلِ علم و فن
عربی زباں کے چرخ کی طلعت چلے گئے

جس جا بھی جاتے خلق کا آجاتا اک ہجوم
مقبولِ عام رہبرِ ملت چلے گئے

عالم کی موت، موت ہے عالم کی بالیقین
ہم کو سسکتا چھوڑ کے حضرت چلے گئے

رنگِ سخن میں فکرِ رضا کی تھیں تابشیں
"قدسی" عروجِ فن کی سعادت چلے گئے

اب کہاں تاج الشریعہ کیا کہوں کس سے کہوں

از: علامہ سید اولادِ رسول قدسی مصباحی، نیو یارک امریکہ

اب کہاں تاج الشریعہ کیا کہوں کس سے کہوں
بہتا ہے اشکوں کا دریا کیا کہوں کس سے کہوں

کس قدر ہے جانکاہ حضرت کی رحلت کی خبر
منھ کو آتا ہے کلیجہ کیا کہوں کس سے کہوں

ایسا لگتا ہے بریلی میں سمٹ آیا جہاں
بہرِ دیدار ان کا چہرہ کیا کہوں کس سے کہوں

باندھتے ہی آپ کے رختِ سفر اب اٹھ گیا
سنیت کے سر سے سایہ کیا کہوں کس سے کہوں

قریہ قریہ یوں تو پیروں کی بڑی بہتات ہے
اب ہے مشکل ان سا ملنا کیا کہوں کس سے کہوں

ہو گئے واصل الی الحق، سینکڑوں عشاق کو
چھوڑ کر روتا بلکتا کیا کہوں کس سے کہوں

جاں نشینِ مفتیِ اعظم کا کر کے حق ادا
ہو گئے جنت روانہ کیا کہوں کس سے کہوں

اپنے تو اپنے ہیں غیروں نے کہا اس دہر میں
مل نہ پایا ان کے جیسا کیا کہوں کس سے کہوں

غور سے تم پڑھ کے دیکھو ان کے اوراقِ حیات
بے مثال ان کا تھا تقویٰ کیا کہوں کس سے کہوں

ان کے علم و فضل کا چرچا رہا چاروں طرف
کیسے بھولے گا زمانہ کیا کہوں کس سے کہوں

لحہ لحہ وقف تھا فکرِ رضا کے نشر میں
ایسے مخلص تھے سراپا کیا کہوں کس سے کہوں

سر اٹھا پایا نہ باطل سامنے ان کے کبھی
ایسے حق کے تھے ہمالہ کیا کہوں کس سے کہوں

حجۃ الاسلام کے خوابوں کی وہ تعبیر تھے
ایسا روشن تھا نصیبہ کیا کہوں کس سے کہوں

دیکھنا ہے دیکھ لو جی بھر کے جملہ زائرو
حشر تک ترسے گی دنیا کیا کہوں کس سے کہوں

جانے کتنے داخلِ اسلام کافر ہو گئے
دیکھتے ہی روئے زیبا کیا کہوں کس سے کہوں

قدسیؔ ناچیز کی ہے یہ دعا رب کے حضور
حق رہے غالب ہمیشہ کیا کہوں کس سے کہوں

***

آسمانِ علم وحکمت

محمد قمرالزماں قمرؔ مظفر پوری

السلام اے عاشقِ جانِ رسالت السلام — السلام اے وارثِ علمِ نبوت السلام
السلام اے شارحِ قرآن وسنت السلام — السلام اے اخترِ چرخِ ہدایت السلام
السلام اے جانشینِ اعلیٰ حضرت السلام

السلام اے آسمانِ علم وحکمت السلام — السلام اے رہبرِ راہِ شریعت السلام
السلام اے واقفِ رازِ طریقت السلام — تو ہے پستی میں زمیں کی کوہِ رفعت السلام
السلام اے جانشینِ اعلیٰ حضرت السلام

مفتیِ اعظم کے ہر فیض وبرکت السلام — حجۃ الاسلام کے حسن بلاغت السلام
بوحنیفہ کا لئے رنگِ فقاہت السلام — حضرت حافظ کے لہجے کی حلاوت السلام
السلام اے جانشینِ اعلیٰ حضرت السلام

دورِ حاضر میں ہے تیری ذاتِ اقدس لاجواب — ہر ادا سے مسکراتے ہیں تقدس کے گلاب
تیرے ہی دم سے ہے قائم مسلکِ حق کا شباب — مسندِ علمِ رضا کی زیب وزینت السلام
السلام اے جانشینِ اعلیٰ حضرت السلام

تو مجسم فضل ودانش اس پہ تقویٰ کی بہار — حسنِ صورت پہ ہے قصل حسنِ سیرت کا نکھار
اہلِ حق کی آبرو، اہلِ نظر کا اعتبار — گلستانِ مفتیِ اعظم کی نکہت السلام
السلام اے جانشینِ اعلیٰ حضرت السلام

ذات تیری ہے انوکھی عالمِ اسلام میں — تذکرہ ہوتا ہے ہر دم لاالہ کا نام میں

ہے غضب کی دلکشی اختر رضا کے نام میں — تو وقار اہل سنت سب کی چاہت السلام

السلام اے جانشین اعلیٰ حضرت السلام

علم کا روشن کیا ہے آپ نے ایسا چراغ — تیری جہل کامل سے مٹے گا سب کے داغ

جس سے پائیں گی یہ نسلیں اپنی منزل کا سراغ — اہل ایماں کے لئے نور بصیرت السلام

السلام اے جانشین اعلیٰ حضرت السلام

نعتیہ دیوان تیرا ہے ادب کا لالہ زار — جھومتے ہیں سنتے سے حسن صنعت بھی نثار

عشق و عرفاں کا ابلتا خوبصورت آبشار — جامی و حسان کی پاکیزہ ندرت السلام

السلام اے جانشین اعلیٰ حضرت السلام

تیری تصنیفوں سے تازہ اعلیٰ حضرت کا چمن — ہر سطر سے جھانکتا ہے فکر و فن کا بانکپن

شخصیت میں بے مثالی انجمن در انجمن — چہرہ اور اک پر حسن لطافت السلام

السلام اے جانشین اعلیٰ حضرت السلام

روئے زیبا ہے منور تیرا مثل آفتاب — دیکھ کر ہی دور ہو جاتا ہے دل کا اضطراب

تو ہے میرے مفتی اعظم کا حسن انتخاب — بربط افکار پر نغموں کی لذت السلام

السلام اے جانشین اعلیٰ حضرت السلام

تو میان حق و باطل ہے نشان امتیاز — تیرا فتاویٰ تیری ہر تصنیف ہے تاریخ ساز

حامد منی سے آتی ہے صدائے دل نواز — اے امام اہل سنت کی کرامت السلام

السلام اے جانشین اعلیٰ حضرت السلام

مسلک احمد رضا کا تو نقیب بے مثال — اک مفسر اک محدث شاعر شیریں خیال

تیرے مکتب میں پڑھے کتنے اصحاب کمال — کیا قمر تجھ سے بیاں ہو ان کی عظمت السلام

السلام اے جانشین اعلیٰ حضرت السلام

٭٭٭

وارث علوم اعلیٰحضرت فخر ازہر حضور تاج الشریعہ قدس سرہ

از۔ شبیر رضوی کھیروی

فخر عرب و عجم شاہ اختر رضا
نازش و محترم شاہ اختر رضا

غوث و خواجہ کا صدقہ عطائے علی
فیض شاہ امم شاہ اختر رضا

کالپی کی عطا، لطف مارہروی
بلگرامی کرم شاہ اختر رضا

اعلیٰحضرت کے علموں کے وارث ہوئے
آپ رب کی قسم شاہ اختر رضا

مفتی اعظم ہند کے جانشیں
رب کا فضل و کرم شاہ اختر رضا

شاعر معتبر، ماہر علم و فن
بادشاہ قلم شاہ اختر رضا

آپ کیا چل دیئے کس قدر ہو گئی
آنکھ دنیا کی نم شاہ اختر رضا

یہ شبیر ایک ادنیٰ غلام آپ کا
اس پہ کر دو کرم شاہ اختر رضا

٭٭٭

منقبت شریف قطب قوم ۱۴۳۹ھ

از : قاری محمد امانت رسول رضوی
بانی و مہتمم الجامعۃ الرضویہ مدینۃ الاسلام، ہدایت نگر پیلی بھیت

مفتی اختر رضا صاحب علم و حکمت
پائی تھی ورثہ میں وہ باطنی علمی دولت
بین الاقوامی ملی تھی جسے اعلیٰ شہرت
اعلیٰ حضرت کے تھے پرپوتے فقیہ امت
تھے امیر العلما والفقہا قطب زماں
تھے ولی ابن ولی مرشد اہل سنت
مفتی اعظم ہند کے ہوئے نائب مظہر
شاہ اختر رضا خاں ازہری محی سنت
فخر ازہر کا لقب مصر سے پایا جس نے
کہتی ہے تاج شریعت اسے ساری ملت

جس کے بابا کا لقب حجۃ الاسلام ہوا
جس کے پردادا مجدّد ہوئے اعلیٰ حضرت
جس کے نانا بھی مجدد ہوئے پر نانا بھی
اعلیٰ حضرت رضا پھر مفتیٔ اعظم حضرت
بیس جولائی حب شنبہ تھی ذی قعدہ کی سات
پڑھتے مغرب کی نماز آ گیا وقتِ رحلت
حضرتِ ازہری اختر چلے سوئے جنت
باوضو ہو گیا مغرب میں وصالِ حضرت
"خاندانِ بَرَکاتِ علیؔ" کہدو تاریخ
اے امانت شہ برکات کی ہے سب برکت

منقبت تبارک اللہ گلہائے عقیدت ۱۴۳۹ھ

نائب غوث و رضا خلد بریں میں پہنچا
پرتَوِ خواجہ پیا خلد بریں میں پہنچا
مفتیٔ اعظمِ ہند کا ہوا مظہر اختر
وارثِ علمِ رضا خلد بریں میں پہنچا
غسلِ کعبہ کا شرف بھی شہِ اختر کو ملا
مرتبہ ایسا ملا خلد بریں میں پہنچا
بول اٹھے اہلِ سنن قادری رضوی دولہا
نوری برکاتیوں کا خلد بریں میں پہنچا
فخرِ ازہر کا لقب مصر سے پایا جس نے
وہ امیر العلما خلد بریں میں پہنچا
جس کو دنیا نے کہا تاج شریعت واللہ
ازہری شیخِ ہدیٰ خلد بریں میں پہنچا
غل ہوا حوروں میں اختر رضا مفتی آیا
مرحبا سے نے کہا خلد بریں میں پہنچا
اہلِ سنّت تیری رحلت پہ کئی ملکوں سے آئے
مجمع بے مثل ہوا خلد بریں میں پہنچا
اخترِ برجِ ہدایت کے جنازے کی نماز
نقشہ عرفات کا تھا خلد بریں میں پہنچا
جس کا نانا ہے مجدّد مأۃِ حاضرہ وہ
جانشیں مصطفیٰ کا خلد بریں میں پہنچا
"**مشغله انبیا**" تاریخ امانت کہہ دو
بیس جولائی چلا خلد بریں میں پہنچا

✱✱✱

کام ایسا کر گئے اختر رضا خاں ازہری

آہ! یوں رخصت ہوئے اختر رضا خاں ازہری
آنکھیں پرنم کر گئے اختر رضا خاں ازہری
ان کے دم سے سنیت سرسبز تھی شاداب تھی
بزم سونی کر گئے اختر رضا خاں ازہری
علم وحکمت سے زمانہ ہو رہا تھا فیضیاب
آہ کیونکر چل دیے اختر رضا خاں ازہری
رب کی مرضی تھی یہی رب کی مشیت تھی یہی
جانبِ رب چل دیے اختر رضا خاں ازہری
لا نہیں سکتا زمانہ آپ کی کوئی مثال
کام ایسا کر گئے اختر رضا خاں ازہری
پاسبانِ اہلسنت وارثِ علمِ رضا
نام اونچا کر گئے اختر رضا خاں ازہری
عالمِ فانی کو اے گلزار تنہا چھوڑ کر
سوئے جنت چل دیے اختر رضا خاں ازہری

از: سید گلزار اسمٰعیل واسطی، سجادہ نشین مسولی شریف

جان من جان زمانہ

جانِ من جانِ زمانہ، سیدی اختر رضا
دل ہی میں رہنا نہ جانا سیدی اختر رضا

دل میں ہے تصویر تیری جب میں چاہوں دیکھ لوں
بس مجھے سر ہے جھکانا سیدی اختر رضا
میں یہ کیسے مان لوں کہ آپ دنیا سے گئے
آپ ہیں میں نے یہ مانا سیدی اختر رضا
جھوم کر نسلیں ہماری یہ کہیں گی فخر سے
آپ کا پایا زمانہ سیدی اختر رضا
اعلیٰ حضرت، مفتیِ اعظم، تھے پیر اختر رضا
اب ہے عسجد کا زمانہ سیدی اختر رضا
عسجد ملت ہمارے قائد اہل سنن
مرکزی تیرا گھرانہ سیدی اختر رضا
آپ ہیں اور آپ ہی کے بعد حسام و ہمام
آپ ہی نے تو کہا نا سیدی اختر رضا
جب پڑھی نعتیں وصی نے آپ نے کی ہے دعا
ہو قبول اب یہ سنانا سیدی اختر رضا

از: سید عبد الوصی قادری رضوی نوری، ممبئی

منظوم خراج عقیدت بحضور تاج الشریعہ
بشکل مبارک نامہ

از: قاری محمد رضوان قادری استاد دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف

مبارک ہو مرے مونس مرے رہبر مبارک ہو
دیارِ خلد کا تجھکو ہر اک منظر مبارک ہو
یہ کیسی بھیڑ ہے چاروں طرف شہر بریلی میں
تری رخصت پہ دیوانوں کا یہ لشکر مبارک ہو
مسلسل بے تھکے بے ٹھہرے کی اسلام کی خدمت
مگر اب بہر تسکیں خلد کا بستر مبارک ہو
رضا کے لاڈلے اے جانشینِ مفتیِ اعظم
تجھے مرقد میں دیدار رُخِ سرور مبارک ہو
لباسِ موت زیبِ تن کیا تو نے جسے سُن کر
وہ تھا مغرب میں نامِ خالقِ اکبر مبارک ہو
ترے اندر جہانِ علم کا خورشید پنہاں ہے
زمیں کی گود تجھکو علم کا پیکر مبارک ہو
دُعائیں نقل کر کے اعلیٰ حضرت کی لکھیں جس پہ
مرے مرشد تجھے وہ چادرِ اطہر مبارک ہو
تری آنکھوں پہ ہیں دھاگے غلافِ کعبۃ اللہ کے
تری آنکھوں کو فیضِ بُردۂ انور مبارک ہو
شہیدِ اُلفتِ سرکار دنیا سے گیا جسدم
مکینِ خلد بولے آمدِ اختر مبارک ہو
وہ رُخصت ہو گئے عسجد میاں کو یہ دُعا دے کر
حسام اکبر مبارک ہو ہُمام اصغر مبارک ہو
محبت سرورِ عالم سے تیری رنگ لے آئی
لقائے سیدِ عالم سرِ محشر مبارک ہو
ہماری آنکھوں نے دیکھا ہے پہلی بار جو منظر
اے شہرِ حق بریلی تجھکو وہ منظر مبارک ہو
وہ جنکی دید رنگِ تازگی بھرتی تھی آنکھوں میں
لحد تجھ کو وہ حکمت کا گُلِ احمر مبارک ہو
تھا جس پر سنیت کو ناز اے خلدِ بریں والو
مرے احمد رضا کا وہ تمہیں دلبر مبارک ہو
غمِ تاج الشریعہ میں لگا ہے جو بھی سینے پہ
تری اس زیست کو "رضوان" وہ نشتر مبارک ہو

***

اے شہنشاہ جہان علم وفن

از: محمد اختر کوکب بریلوی منظر اسلام بریلی شریف

اے شہِ تاج الشریعہ جانِ من
تیرے جانے سے ہوا بے جان تن

اے شہنشاہ جہان علم و فن
تجھ پہ قرباں میرا من اور میرا تن
ماورائے فکر تیری عظمتیں
کس کو ہے تجھ میں مجال دم زدن
مجمع البحرین تیری ذات تھی
مسلک احمد رضا پر گامزن
کفر کو چھانٹا، جلایا دین کو
ماحی بدعت ہے تو محی سنن
تو نے اللہ احد کی ضرب دی
کفر کو پیدا نہیں گور و کفن
گردش ایام گردن خم کریں
ماتھے پہ کافی تھی بس ادنی شکن
حیطہ تحریر سے تو ما سوا
کیا لکھوں حیران ہے میرا ذہن
لفظ قاصر ہیں تیرے اوصاف سے
ذات واحد تھی سراپا انجمن
موت عالم موت عالم واقعی
فلسفہ سمجھا گئے شاہ سخن
تھے طریقت، معرفت کے ملتقی
خوش تھے صوفی اور علما تھے مگن
گلشن ہستی میں تھی تجھ سے بہار
بن ترے ویران ہے سارا چمن
تیرے قدموں سے ملا حق راستہ
راہ مولا اور راہ پنجتن
تیری نسبت سے ملی سب نسبتیں
ہوگیا ہوں قادری میں نسبتا
دیکھ نہ پائی تعصب کی نظر
ورنہ کرتا فخر خود بھارت رتن
غیر کے ظلم و ستم تو مستزاد
اپنے پہنچاتے ہیں اب رنج و محن
منصب انصاف سے ظلم و ستم
ہو رہا ہے، دیکھئے دور فتن
"میں" نے اہل عقل کو اندھا کیا
ناز کرتے ہیں جہاں پر علم و فن
بھیج دے مولا کوئی انصاف ور
جو کچل دے ظلم پرور کا دہن
پاک اور برتر تھا تو اس عیب سے
اے شہ تاج الشریعہ جان من
لکھتاہے اختر جو مدحت شیخ کی
پھوٹتی خامہ سے ہے مشک ختن

***

علم وحکمت کا منارا چل دیا

از: افضل مرکزی، جامعۃ الرضا بریلی شریف

علم و حکمت کا منارا چل دیا
کر کے ہم کو بے سہارا چل دیا
دے کے سارے اپنوں کو داغ فراق
سوئے خلد اختر ہمارا چل دیا
رب نے بھیجا تھا جہاں میں اور وہ
پاتے ہی رب کا اشارہ، چل دیا
دل نے جس کو اپنا مانا وہ یہاں
آیا، کچھ لمحہ گزارا، چل دیا
ہاتف غیبی نے جب آواز دی

پس لباسِ زیست اُتارا، چل دیا
مفتیِ اعظم کا سچا جانشیں
اعلیٰ حضرت کا دُلارا چل دیا

جانِ افضل مرشدِ ہر این و آں
سارے بے چاروں کا چارا چل دیا

***

خدا کا فضل تھے، آقا کی وہ عنایت تھے
فنائے وحدت و گم گشتۂ رسالت تھے
تھے بوبکر کی صداقت، جلالِ فاروقی
سخائے عثماں تھے حیدری کی وہ شجاعت تھے

وہ بوحنیفۂ دوراں تھے ان کا کہنا
وہ غوثِ اعظمِ عالم کی اِک کرامت تھے

وہ تھے نوازشِ خواجہ معینِ دین حسن
دعائے خواجہ سے وہ رہبر شریعت تھے

نبی کے عشق میں سرشار تھے مرے حضرت
تبھی تو وارثِ ہر شانِ اعلیٰ حضرت تھے

تھا ان میں عکسِ سراپائے مفتیِ اعظم
اسی لئے تو وہ اِک جبلِ استقامت تھے

ہے بے سبب نہیں ویران گلشنِ ہستی
جہاں سے چل بسے جو اس جہاں کی زینت تھے

نگاہیں ڈھونڈیں تو دل کو تسلی دو افضل
وہ اس کے پاس گئے جس کی وہ امانت تھے

***

محبوب کا جلوہ

از: فیصل رضا صاحب، استاذ جامعۃ الرضا بریلی شریف

کرم اے خالقِ کون و مکاں مجھ پر ذرا کردے
عطا صبر و رضا بے چین دل کو یا خدا کردے

یہ نظریں ڈھونڈتی پھرتی ہیں روئے جانِ جاناں کو
حقیقت سے مری نظروں کو کوئی آشنا کردے

جدھر دیکھوں ادھر محبوب کا جلوہ نظر آئے
عطا میری نگاہوں کو کچھ ایسا آئینہ کردے

انھیں دیکھوں انھیں سمجھوں انھیں چاہوں انھیں پاؤں
الٰہی بس اسی دھن میں تو میرا خاتمہ کردے

ہمارے خانۂ دل میں ہیں جلوہ ریزیاں انکی
جہانِ رنگ و بو کو کوئی جاکر یہ ندا کردے

مرے مرشد کے جلوے ذاتِ عسجد میں نظر آئیں
مرے عسجد کو مولیٰ پرتوِ اختر رضا کردے

نہ شہرت کی طلب مجھ کو نہ خواہش تختِ شاہی کی
تو فیصل کو اے مولیٰ عشقِ مرشد میں فنا کردے

***

سونی ہے بزم علم وفن

منقبت در شان حضور تاج الشریعہ رضی اللہ عنہ

از: عزیزم حسام احمد رضا قادری

روتا بلکتا چھوڑ کر سب کو چلے گئے
ایسے گئے کہ سب کو رُلا کر چلے گئے

اِک دم سے تم سوئے جناں کو چلے گئے
دے کر غم والم کے داغ ہم کو چلے گئے

ابو بھی ہیں اداس اور ہر فرد ہے نڈھال
دے کر غم والم کے داغ سب کو چلے گئے

جانِ گلستاں اور روحِ چمن ہو تم
بگڑی ہے زلفِ زندگی جب سے چلے گئے

ایسا خلا ہوا ہے جانے سے آپ کے

ممکن نہیں ہے اس کا مداوا چلے گئے
سونی ہے بزم علم وفن تیرے وصال سے
کیونکہ صاحب علم اور جان محفل چلے گئے
قلب حسام غمزدہ رنجور ہے شہا
کیسے کہوں کہ حضرت مرشد چلے گئے

***

واہ نعمت حق مادّہائے تاریخ وصال ۲۰۱۸ء

مستخرجہ: مفتی محمد انور علی رضوی استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام

واہ ان المتقین فی ظل وعیون ولئ زماں ۲۰۱۸ء
آہ نبیرہ گل گلزار حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ ۲۰۱۸ء
واہ ان اللہ یحب المتقین شگفتہ دل علیہ الرحمہ ۲۰۱۸ء
واہ مہر منور ربانی جامعۃ الرضا بریلی ۲۰۱۸ء
والسلام علی من اتبع الھدیٰ رضائے الٰہی ۲۰۱۸ء
آہ انتقال پرملال، ادیب اسلام علیہ الرحمہ ۱۴۳۹ھ
آہ محب حق، وارث علوم رضا ۲۰۱۸ء
آہ شیخ مقبول، پاکیزہ فکر ۱۴۳۹ھ
آہ نبیرۂ اعلیٰحضرت مقبول اولیاء ۲۰۱۸ء
آہ بانی جامعۃ الرضا صدق گو ۱۴۳۹ھ
آہ ماہ منور، نبیرۂ حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ ۲۰۱۸ء
آہ فخر دوراں، عالی مقام ۱۴۳۹ھ
آہ پاکیزہ، ناشر رضویت ۲۰۱۸ء
آہ قضائے ناگہانی جوہر معانی ۱۴۳۹ھ
آہ ہادی اسلام، جلوۂ حق مفتی اعظم ہند ۲۰۱۸ء
افضل العلماء، بحر العلوم ۱۴۳۹ھ
آہ آہ موت العالم موت العالم برحق ست ۲۰۱۸ء
آہ آہ رحلت فقیہہ باعمل جنت آباد ۱۴۳۹ھ
آہ آہ نواسۂ مفتئ اعظم ہند نور دل ۲۰۱۸ء
آہ جمال عظیم القدر ۱۴۳۹ھ
آہ جوہر ادب فرزند مفسر اعظم ہند ۲۰۱۸ء
آہ وصال استاذ دل حق آگاہ نور اللہ مرقدہٗ ۱۴۳۹ھ
آہ گوہر لاجواب فرزند مفسر اعظم ہند ۲۰۱۸ء
آہ انتقال پرملال ولئ زمانہ علیہ الرحمہ ۱۴۳۹ھ
آہ آہ صدمۂ شدید برادر منان رضا ۲۰۱۸ء
آہ داعئ حق نبیرۂ حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ ۱۴۳۹ھ
آہ آرائش محفل، عم محترم شاہ سبحانی میاں ۲۰۱۸ء
آہ آہ فراق وجود بلبل خوشنوا ۱۴۳۹ھ
آہ آہ رخصت نکہت گل، عدیم البدل ۲۰۱۸ء
آہ طالب مولیٰ، والد مولانا عسجد رضا ۱۴۳۹ھ
آہ نور یقین، برادر ریحان ملت علیہما الرحمہ ۲۰۱۸ء
آہ بحر العلوم، منبع فیض ۱۴۳۹ھ
آہ طالب کمال، گل رنگین ادا علیہ الرحمۃ والرضوان ۲۰۱۸ء
آہ عدیم المثل حق الیقین علیہ الرحمہ ۱۴۳۹ھ
آہ حق شناس علیہ الرحمۃ والرضوان ۲۰۱۸ء
واہ حسن گل گلزار رضا ۱۴۳۹ھ
آہ آہ جدائی پیر طریقت ماہ رضا ۲۰۱۸ء
آہ مخدوم اہل سنت عالم دانا ۱۴۳۹ھ
آہ وصال زبان حق گو تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہٗ ۲۰۱۸ء
آہ شیریں لقا صاحب تصانیف ۱۴۳۹ھ
محبوب تحسین ملت خاموش ہے ۲۰۱۸ء
آہ نیکی پسند، جد عالی احسن رضا ۱۴۳۹ھ
واہ سیدی فخر ازہر رحمۃ اللہ علیہ ۲۰۱۸ء
واہ رحلت حسن نور اللہ مرقدہٗ ۱۴۳۹ھ
آہ صاحب کمالات استاذ انور ۲۰۱۸ء

واہ پاکباز، استاد انور نور اللہ مرقدہٗ ۱۴۳۹ھ

مقبول حق کے وصال پر ایک سو تاریخی مادے ۲۰۱۸ء

تاج الشریعہ خاموش ہو گئے ۲۰۱۸ء

***

تاریخی مادے

از: قاری محمد امانت رسول رضوی

بانی و مہتمم الجامعۃ الرضویہ مدینۃ الاسلام، ہدایت نگر پیلی بھیت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم رونق مہر و ماہ ۱۴۳۹ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم جوے خلد ۱۴۳۹ھ

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتٰنِ عکس سلف ۲۰۱۸ء

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتٰنِ محمد اللہ زبدۃ اصفیا ۲۰۱۸ء

اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا راحت فزا ۱۴۳۹ھ

اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا مخزن ۱۴۳۹ھ

اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا اصول شرع ۱۴۳۹ھ

اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا وصال شیریں ۱۴۳۹ھ

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْن وصال سیاح آفاق تاج الشریعہ ۲۰۱۸ء

مشغلۂ انبیا ۱۴۳۹ھ

نائب و نواسۂ مفتی اعظم ہند مقبول اولیا ۲۰۱۸ء

بخشش مقبول ہند ۱۴۳۹ھ

زیب زاہد نبیرۂ امام احمد رضا ۱۴۳۹ھ

زیب زاہد نبیرۂ امام احمد رضا ۱۴۳۹ھ

ستودۂ علم نبیرۂ امام احمد رضا ۲۰۱۸ء

نبیرۂ خواجہ امام احمد رضا ۲۰۱۸ء

شعاع آفتاب فخر ازہر ۲۰۱۸ء

خسرو جہاں فخر ازہر ۲۰۱۸ء

مہ تابان اعلیٰ حضرت ۲۰۱۸ء

محرران اعلیٰ حضرت ۲۰۱۸ء

تحائف اعلیٰ حضرت ۲۰۱۸ء

تاج محبوبی اعلیٰ حضرت ۲۰۱۸ء

تاج ایوان اعلیٰ حضرت ۲۰۱۸ء

سلطان والا گوہر تاج الشریعہ ۱۴۳۹ھ

سالار منزل تاج الشریعہ ۱۴۳۹ھ

نشاط جہاں تاج الشریعہ ۱۴۳۹ھ

رونق بیا ن تاج الشریعہ ۱۴۳۹ھ

شاہ عجم تاج الشریعہ ۱۴۳۹ھ

بہار طرب تاج الشریعہ ۱۴۳۹ھ

فرمان اولیا تاج الشریعہ ۱۴۳۹ھ

زیب گلشن تاج الشریعہ ۱۴۳۹ھ

ماہ منیر فخر ازہر ۱۴۳۹ھ

ارباب علم فخر ازہر ۱۴۳۹ھ

نکہت گل علیہ الرحمہ والرضوان ۲۰۱۸ء

مہر گردوں علیہ الرحمہ والرضوان ۲۰۱۸ء

اختر ہند حجۃ الاسلام ۱۴۳۹ھ

خورشید علم حجۃ الاسلام ۱۴۳۹ھ

معدن عطا حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا ۲۰۱۸ء

مسکین نواز حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا ۲۰۱۸ء

معارف آگاہ مفتیٔ اعظم ہند ۲۰۱۸ء

روح مقدس مفتیٔ اعظم ہند ۲۰۱۸ء

بادشاہ عادل مفتیٔ اعظم ہند ۲۰۱۸ء

سروسامان مفتیٔ اعظم ہند ۲۰۱۸ء

عالی وقار مفتیٔ اعظم ہند ۲۰۱۸ء

محو جمال سلطان بغداد معلّٰی ۱۴۳۹ھ

جلال دین سلطان بغداد معلّٰی ۱۴۳۹ھ

نگہبان سلطان بغداد معلّٰی ۱۴۳۹ھ

حب حسن سلطان بغداد معلّی ۱۴۳۹ھ
طوطیٔ چمن خواجہ غریب نواز ۲۰۱۸ء
قطب نما شہنشاہ ہندوستان ۱۴۳۹ھ
وصف گو شہنشاہ ہندوستان ۱۴۳۹ھ
جام محفل شہنشاہ ہندوستان ۱۴۳۹ھ
نجوم مجدد ابن مجدد مصطفےٰ رضا ۱۴۳۹ھ
آل پاک مجدد ابن مجدد مصطفیٰ رضا ۱۴۳۹ھ
سایہ افگن نائب و نواسۂ مفتیٔ اعظم ہند ۲۰۱۸ء
لطف حق نائب و نواسۂ مفتیٔ اعظم ہند ۲۰۱۸ء
زین جہاں مفتی مولانا علامہ ازہری میاں فقیہ ۱۴۳۹ھ
از خلیفہ ابن امام احمد رضا کنز حیا ۲۰۱۸ء
نیک وجود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۴۳۹ھ
پاک نگاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۴۳۹ھ
شمع محفل مفسر اعظم ہند ۲۰۱۸ء
محفل نشین مفسر اعظم ہند ۲۰۱۸ء
اسرار نہاں مفسر اعظم ہند ۲۰۱۸ء
زیب سلطنت مفسر اعظم ہند ۲۰۱۸ء
مولانا عسجد رضا خاں صاحب ۲۰۱۸ء
فرزند تاج الشریعہ مولانا عسجد میاں اہل مسند ۲۰۱۸ء
پیر زادہ پاک صحبت مولانا عسجد رضا ۲۰۱۸ء
اہل کرم نواسۂ مفتیٔ اعظم ہند ۲۰۱۸ء
تاجدار نواسۂ مفتیٔ اعظم ہند ۲۰۱۸ء
منور نواسۂ مفتیٔ اعظم ہند ۲۰۱۸ء
رہنما نواسۂ مفتیٔ اعظم ہند ۲۰۱۸ء
بدر فلک نواسۂ مفتیٔ اعظم ہند ۲۰۱۸ء
جان امرا نواسۂ مفتیٔ اعظم ہند ۲۰۱۸ء
بحق خاندان برکات ۱۴۳۹ء

مہ جبین خاندان برکات ۱۴۳۹ء
خاندان برکات علی ۱۴۳۹ھ
بدر جہاں قطب مارہرہ سیدنا ابو الحسین احمد نوری ۱۴۳۹ھ
بدر ہند قطب مارہرہ سیدنا ابو الحسین احمد نوری ۱۴۳۹ھ
حاکم مومناں پندرہویں صدی کے مجدد مصطفیٰ رضا ۲۰۱۸ء
علوم علی پندرہویں صدی کے مجدد مصطفیٰ رضا ۲۰۱۸ء
نیک وصف پندرہویں صدی کے مجدد مصطفیٰ رضا ۲۰۱۸ء
پاکیزہ رائے پندرہویں صدی کے مجدد مصطفیٰ رضا ۲۰۱۸ء
وحید زماں مولانا علامہ فقیہ ازہری میاں ۱۴۳۹ھ
ہزار افسوس نور اللہ مرقدہٗ النورانی ۱۴۳۹ھ
سرمائے عدل نور اللہ مرقدہٗ النورانی ۱۴۳۹ھ
کرم عمیم نور اللہ مرقدہٗ النورانی ۱۴۳۹ھ
چارہ ساز بیکساں نور اللہ مرقدہٗ النورانی ۱۴۳۹ھ
از شاگرد مجدد ابن مجدد مصطفیٰ رضا زندہ دل ۲۰۱۸ء
زین ہند مفتی مولانا علامہ ازہری میاں فقیہ ۱۴۳۹ھ
زیب زمین علامہ مولانا مفتی ازہری میاں فقیہ ۱۴۳۹ھ
پاک حسب وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم ۱۴۳۹ھ

مادہ استخراج تاریخ وصال حضور تاج الشریعہ

از: محمد خالد رضا اشفاقی باسنی ضلع ناگور شریف

احب سیدی تاج الشریعہ ازہری میاں ۱۴۳۹

حضور ازہری میاں صاحب ۱۴۳۹

السلام اے تاج شریعت ازہری میاں قبلہ ۲۰۱۸

ولی کامل اختر میاں ۱۴۳۹

سیدی آقا تاج الشریعہ خلد بریں ۲۰۱۸

***

تاریخ وفات حسرت آیات حضور تاج الشریعہ

از: ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب، سیف خاں سرائے، سنبھل

کیا بتاؤں کیا تھے اختر ازہری
عہد کے اپنے تھے رہبر ازہری
دے گئے ہیں دین حق کا جامعہ
کون تھا ان جیسا دیگر ازہری
جان و دل سے عاشق محبوب رب
علم و عرفاں سے تونگر ازہری
علم کو محفوظ رکھتے تھے جناب
علم مذہب کے سمندر ازہری
دین کا نقصان ہوتا دکھ کر
جان کرتے تھے نچھاور ازہری
علم دیں کو دی توانائی عجیب
بحر دیں کے تھے شناور ازہری
دیکھنے والے یہ کرتے ہیں بیاں
علم و تقویٰ کے تھے پیکر ازہری
آپ کا جانا قیامت ہی تو ہے
کیوں نہ ہو گھر گھر میں محشر ازہری
یوں کہی صابر نے تاریخ وفات
"رحمت انوار حق، بر ازہری"

۱۴۳۹ھ

***

دین کی خاطر کھپا دی زندگی
حضرت اختر رضا خاں ازہری
غیر بھی یہ کہہ رہے ہیں برملا
خدمت اسلام کی ہے واقعی
خوف تھا تو تھا فقط اللہ کا
فکر تھی سب سے زیادہ دین کی
وقت کی ہی تھی کمی اس کے سوا
لوگ کہتے ہیں کمی کوئی نہ تھی
بارگاہِ رب میں تھے مقبول آپ
جو دعا مانگی وہ پوری ہوگئی
لوگ سچ کہتے ہیں ان کے عصر میں
کوئی دیگر شخصیت ایسی نہ تھی
ازہری کہ عرف سے معروف تھے
نام تھا اختر رضا خاں ازہری
عرض کی صابر نے تاریخ وفات
"عالم معقول حضرت ازہری"

۲۰۱۸ء

***

******

رو رہے ہیں بشر اس جہاں میں
غم زدہ ہیں فلک آسماں میں
غم نہیں صرف ہندوستاں میں
سوگ ہے ان کا سارے جہاں میں
اب نہیں ازہری خاک داں میں
وہ ہیں واللہ رب کی اماں میں
ان کی توصیف کا حق ادا ہو
وہ طلاقت نہیں ہے زباں میں
کرسکے رہنمائی ہماری
اف نہیں میر اب کارواں میں
کوئی واقف نہ ہو تو ہے حیرت
نام ہے ان کا روشن جہاں میں

بہر تاریخ صابر سنا یہ
''ازہری آئے ارضِ جناں میں''
۱۴۳۹ھ

تھی تخاطب میں ادائے دلبری
تھی دلوں پر نقش ان کی برتری

پیش آتے تھے سدا الفت کے ساتھ
مدرسہ کا ہو یا کوئی باہری

ہو مخاطب شخص اپنا یا کہ غیر
گفتگو ہوتی تھی شیرینی بھری

سامنے حاکم ہو یا کوئی امیر
بات کہتے تھے سدا سچی کھری

خواب میں صابرؔ فرشتوں سے سنا
''خوش عقیدہ ہیں جناب ازہری''
۱۴۳۹ھ

***

عطا تاثیر کی رب نے زباں میں
وہ پہچانے گئے خرد و کلاں میں

اُٹھے تو یہ خبر ہاتف نے دی ہے
''ہیں حضرت ازہری عالی مکاں میں''
۲۰۱۸ء

***

مادۂ تاریخ

قطعہ تاریخِ وفات تاج الشریعہ

از: ڈاکٹر واحد نظیر، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

جاں گزا، جاں کاہ، جاں فرسا ہے ملت کے لیے
نازشِ اہلِ تفقہ، فخرِ ازہر کا وصال

خیمۂ اربابِ علم و فضل ہے ماتم کدہ
بلکہ یوں کہیے کہ نوحہ خواں ہے خود فضل وکمال

تھا سراپا غم زدہ میں بھی، مگر یہ سوچ کر
کچھ ہوئی تسکین، قدرے چھٹ گیا ابرِ ملال

موت ہے ولیوں کی اصلاً صرف پردہ آنکھ کا
لے کے آتا ہے پیامِ جاودانی، انتقال

ہے فنا کی یہ فنا اور ہے بقا کی یہ بقا
راز کھلتا ہے یہیں، کیا ہے اجل کا ارتحال

الغرض دل میں خیال آیا کہ مجھ کو ہو عطا
قطعہ تاریخ کی توفیق ربِّ ذوالجلال

دی صدا ہاتف نے موضوعِ سخن ہے ان دنوں
«جنتِ فردوس میں تاج الشریعہ کا جمال»
2018ء

***

از: محمد شہزاد مخلص المجددی، دارالاخلاص لاہور، پاکستان

''مرشدِ حق نما، اختر جمال ہدیٰ'' 2018ء

اجل کی شام ہوگئی کمال التزام سے
ہوا بحکم ایزدی شہاب آسماں غروب

جہاں علم وفن ہے آج سوگوار وغم زدہ
افق پہ ھند کے ہوا ہے مہر شمیاں غروب

جہاں سے پھوٹتی تھی روشنی یقین ودین کی
وہاں ہوا ہے کوکبِ جمالِ عارفاں غروب

بجھا تو ہے چراغ دودمانِ رضویت مگر
نہیں ہوا ہے نجم ذکرِ شاہ مرسلاں غروب

سن وصال مخلصِ مجددی نے یوں کہا
ہوا ہے آج ''اختر علومِ کاملاں'' غروب
۱۴۳۹ھ

علم وحکمت کا منارا چل دیا

حافظ محمد عبدالستار رضا خاں ابن بدر رضا خاں، محلہ سوداگران، بریلی شریف

مرشد برحق سیدی مرشدی حضور تاج الشریعہ ۲۰؍ جولائی ۲۰۱۸ء کو وصال فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ لگتا نہیں تھا کہ ہمارے حضرت اتنی جلدی چلے جائیں گے۔ حالانکہ ایک دن پہلے جب حضرت ہاسپٹل سے تشریف لائے تھے تو بہت اچھی طبیعت تھی، ایک دم ہی یہ سب ہوگیا، یقین نہیں ہوتا۔ حضرت نے ہونے والے اس سانحہ کی طرف متعدد بار اشارہ فرمایا تھا، چنانچہ ۲۰۱۵ء کے اخیر میں حضور امین شریعت کے وصال پر حضرت نے فرمایا:

دیکھنے والو! جی بھر کے دیکھو ہمیں
کل نہ رونا کہ اختر میاں چل دیے

اس سے پہلے بھی عید میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر فرمایا تھا:

کشتی زندگی مری اب تو کنارے آ لگی
کہتی ہے تم سے زندگی اب تو مٹے دوام دو

اور بھی کئی جگہ حضرت نے اشارے دیے تھے۔

اختر قادری خلد میں چل دیا
خلد وا ہے ہر اک قادری کے لئے

ایک سال پہلے حضرت نے باقر گنج واقع عیدگاہ میں فرمایا تھا کہ اگلے سال سے عید کی نماز عسجد میاں پڑھائیں گے۔ ایسا لگ رہا تھا کہ حضرت کو سب معلوم ہے اور واقعی میرے حضرت کو سب معلوم تھا۔ ادھر آکر کچھ دنوں سے حضرت روزانہ پوچھتے تھے کہ آج کون سا دن ہے؟ ہم لوگ نہیں سمجھتے تھے اور وصال والے دن بھی پوچھا کہ آج کون سا دن ہے؟ شام کے وقت حضرت کو چائے نوشی کے لئے اُٹھایا گیا، حضرت نے چائے نوش فرمائی اور دو تین بسکٹ بھی تناول فرمائے۔ مغرب کا وقت قریب تھا، نماز کی تیاری کے لئے باتھ روم گئے، واپس آئے تو سانس پھولنے لگی۔ حضرت کو لٹایا گیا اور ڈاکٹر کو فون لگانے کی کوشش کی گئی لیکن فون لگ نہیں رہا تھا۔ اس دوران حضرت کی زبان پر ''یا اللہ، یا اللہ، اللہ اکبر، اللہ اکبر'' کے کلمات جاری تھے۔ مولانا عاشق صاحب سے وقت پوچھا۔ مولانا عاشق صاحب نے بتایا کہ ۷؍ بجکر ۹؍ منٹ ہو رہے تھے۔ اس کے تین چار منٹ بعد حضرت دائمی طور پر محو استراحت ہوگئے۔ مولانا عاشق حسین کشمیری صاحب کے مطابق مؤذن نے اُدھر اللہ اکبر کہا اور اِدھر حضرت نے جان جاں آفریں کے سپرد کردی۔ اس سے پہلے کہ ہم آپس میں ایک دوسرے سے کچھ کہہ پاتے، کہ آنگن کی جانب سے ڈرائنگ روم کا دروازے پر زور زور سے دستک دی جانے لگی کہ ''دروازہ کھولو''۔ اللہ جانے انہیں کیسے خبر ہوگئی۔

حضرت سارے بچوں سے خوب محبت فرماتے تھے اور ناچیز کو بھی خدمت کے کثیر مواقع عنایت فرمائے۔ حضرت ناچیز کو محبت سے ''نمونہ'' کہتے تھے۔ یہ حضرت کا راقم پر خاص کرم تھا، اس پر جتنا ناز کیا جائے، کم ہے۔

اللہ ہمارے مرشد برحق کے درجات بلند فرمائے، ان کے فیضانِ روحانی سے ہم سب کو مستفیض فرمائے اور ہمیں ان کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم و دائم رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

☆☆☆

تعزیت گلزار ملت

عالم فانی کو اے گلزار تنہا چھوڑ کر
سوئے جنت چل دیئے اختر رضا خاں ازہری

آہ صد افسوس ہوش اڑا دینے والی خبر صاعقہ اثر پردۂ سماعت سے ٹکرائی کہ اہل سنت کی بہار و سنیت کا وقار، فقہ و افتاء کا لالہ زار، مشائخ کے دلوں کا چین و قرار، علم و فضل کا آبشار، اہل باطل کے لئے برہنہ تلوار، مقبول بارگاہ کردگار، تاج شریعت، شمع بزم علم و حکمت، صاحب الدرجت والمنزلت مبلغ اسلام، مرجع خاص و عام، ماوائے انام، شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان آج بتاریخ ۲۰ جولائی ۲۰۱۸ء بروز جمعہ مبارک اس دار فانی کو چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے انا للہ و انا الیہ راجعون.

پورا ہندوستان ہی نہیں بلکہ پورا عالم اسلام سوگوار ہے بستی بستی قریہ قریہ صف ماتم بچھ گیا ہے وہ ذات جس کو مہمان کعبہ ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا وہ شخصیت جس کا شمار دنیا کی موثر ترین شخصیات میں تھا وہ عظیم ہستی جس کو عرب و عجم نے تسلیم کیا تھا وہ ذات والا تبار جس کو فخر ازہر کے امتیاز سے نوازا گیا تھا جو ہمارے دلوں کی دھڑکن، آنکھوں کا نور، دل کا قرار، سرور تھا وہ ذات والا صفات جس کو اگر زہد و ورع کا کعبہ، اتقیاء و علماء کا [illegible] جائے تو بیجا نہ ہوگا جس کو نشان راہ منزل کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا جس کو دور حاضر کا امام المتقین قدوۃ المسلمین قائد اعظم اور مقتدائے معظم کہا جائے تو بجا و برحقیقت ہوگا آج وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا دنیا ہماری نظروں میں تاریک ہو گئی۔

آہ میرے تاج شریعت!

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا

آج ہمارا جامعہ اشکبار ہے خانقاہ ماتم کناں ہے کہ ہمارا مربی چلا گیا ہم اپنے عظیم محسن سے محروم ہو گئے ۔ للہ ما اعطی و ما اخذ

کیا خبر تھی کہ اچانک حادثہ ہو جائے گا
اس زمیں کی گود میں وہ آسماں سو جائیگا
آسماں ان کی لحد پہ شبنم افشانی کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

رب کریم کی بارگاہ بے نیاز میں دعا ہے کہ اس امت مرحومہ کو بالخصوص شہزادہ حضور تاج الشریعہ قاضی شریعت شہر بریلی حضرت علامہ مفتی عسجد رضا خاں قبلہ مہتمم و ناظم اعلیٰ جامعۃ الرضا بریلی شریف اور ان کے تمام پسماندگان اہل خانہ، جملہ وابستگان اور پوری دنیا کے تمام عقیدت مندان حضور تاج الشریعہ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہمیں حضور والا کی جگہ پر کرنے والا امت کی زلف برہم سنوارنے والا، ملت کو سیدھی راہ دکھانے والا سنیت بالخصوص مسلک کا سچا ترجمان عطا فرمائے۔

وما ذلك على الله بعزيز وهو على كل شئ قدير

یکے از سوگواران خانوادۂ رضویہ
سید شاہ گلزار اسماعیل واسطی قادری رزاقی اسمٰعیلی
سجادہ نشین آستانہ فلک خانقاہ اسمٰعیلیہ
بانی و سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاسمٰعیلیہ مسولی شریف ضلع بارہ بنکی یوپی

باب دوازدہم

نوادراتِ تاج الشریعہ

یہ حضور تاج الشریعہ کے وہ جدید کلام ہیں جو آپ کے مجموعۂ کلام "سفینۂ بخشش" میں شامل نہیں ہیں اور پہلی مرتبہ نقوشِ تاج الشریعہ کے صفحات کی زینت بن رہے ہیں۔

زندگی یہ نہیں ہے کسی کے لئے

زندگی یہ نہیں ہے کسی کے لئے
زندگی ہے نبی کی نبی کے لئے

ناسمجھ مرتے ہیں زندگی کے لئے — جینا مرنا ہے سب کچھ نبی کے لئے
چاندنی چار دن ہے سبھی کے لئے — ہے سدا چاند عبدالنبی کے لئے
"انت فیہم" کے دامن میں منکر بھی ہیں — ہم رہے عشرتِ دائمی کے لئے
عیش کر لو یہاں منکرو چار دن — مر کے ترسوگے اس زندگی کے لئے
داغِ عشقِ نبی لے چلو قبر میں — ہے چراغ لحد روشنی کے لئے
نقشِ پائے سگانِ نبی دیکھئے — یہ پتہ ہے بہت رہبری کے لئے
مسلکِ اعلیٰ حضرت سلامت رہے — ایک پہچان دینِ نبی کے لئے
مسلکِ اعلیٰ حضرت پہ قائم رہو — زندگی دی گئی ہے اسی کے لئے
صلح کلی نبی کا نہیں سنیو! — سنی مسلم ہے سچا نبی کے لئے
وہ بلاتے ہیں کوئی یہ آواز دے — دم میں جا پہنچوں میں حاضری کے لئے
اے نسیمِ صبا ان سے کہہ دے شہا — مضطرب ہے گدا حاضری کے لئے
جن کے دل میں ہے عشقِ نبی کی چمک — وہ ترستے نہیں چاندنی کے لئے
جن کے دل میں ہیں جلوے ترے عشق کے — چشمۂ نور ہیں روشنی کے لئے
جن کے دل میں ہیں جلوے ترے عشق کے — وہ ہیں نجمِ زماں روشنی کے لئے

اختر قادری خلد میں چل دیا
خلد وا ہے ہر اک قادری کے لئے

ابرِ کرم گیسوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ابر کرم گیسوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
دونوں حرم ابروئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سب سے انوکھا موئے محمد ﷺ — سب سے نرالی کوئے محمد ﷺ
سب کی نظر ہے سوئے کعبہ — کعبہ تکے ہے روئے محمد ﷺ
کعبے کو کس نے بنایا قبلہ — کعبے کا کعبہ روئے محمد ﷺ
سجدۂ سر ہے سوئے کعبہ — سجدۂ دل ہے سوئے محمد ﷺ
سارے چمن میں کس کی خوشبو — خوشبو ہے خوشبوئے محمد ﷺ
کس کی چمک ہے پیکرِ گل میں — گل میں کھلا ہے روئے محمد ﷺ
دھارے چلے ہر انگلی سے ان کی — دیکھو وہ نکلی جوئے محمد ﷺ
کس کا مو دیتا ہے گواہی — موئے محمد، موئے محمد ﷺ
زندہ ہے واللہ! زندہ ہے واللہ! — جانِ دوعالم روئے محمد ﷺ
رشکِ طیبہ کیا ہے دکھاؤں — دیکھو قدِ دل جوئے محمد ﷺ
بھینی بھینی خوشبو لہکی — کھل گئے جب گیسوئے محمد ﷺ
یہ رہ مہکی وہ رہ مہکی — کھل گئے جب گیسوئے محمد ﷺ

اخترؔ خستہ چل دے جناں کو
باغِ جناں ہے کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

☆☆☆

کچھ ایسا کر دے مرے کردگار آنکھوں میں

کچھ ایسا کر دے مرے کردگار آنکھوں میں
کہ جلوہ گر رہے وہ گل عذار آنکھوں میں

وہ لالہ رخ ہو اگر جلوہ بار آنکھوں میں
بہار لالہ ہو پھر پائیدار آنکھوں میں

نظر یہ کہتی ہے بے اختیار آنکھوں میں
انہیں جو دیکھے وہی ہے ہزار آنکھوں میں

انہیں نہ دیکھا تو کس کام کی ہیں یہ آنکھیں
کہ دیکھنے کی ہے ساری بہار آنکھوں میں

ابھی ہو روکشِ عرشِ بریں نظر میری
جو آئے عرش نشیں تاجدار آنکھوں میں

نظر ہے رشکِ نظر افتخار آنکھوں میں
جسے کرے وہ نظر اختیار آنکھوں میں

کرم سے جلوہ کرے جب نگار آنکھوں میں
کھنچ آئے ساری چمن کی بہار آنکھوں میں

بنائیں دل کو وہ گھر رہ گزار آنکھوں میں
نظر ہو قدموں پہ ان کے نثار آنکھوں میں

کھنچ آئی جان پئے انتظار آنکھوں میں
کرم سے لیجئے اب تو قرار آنکھوں میں

بسے ہیں جب سے مدینے کے خار آنکھوں میں
ہوا ہے صحنِ چمن خارزار آنکھوں میں

گزر ہو ان کا کبھی بے قرار آنکھوں میں
گہر ہوں نذرِ قدم اشکبار آنکھوں میں

پھر آئیں دن میرے اختر شبِ حضوری میں
کرم سے جلوہ کرے جب نگار آنکھوں میں

نگاہِ مفتیٔ اعظم کی ہے یہ جلوہ گری
چمک رہا ہے جو اختر ہزار آنکھوں میں

☆☆☆

چاند سے ان کے چہرے پر گیسوئے مشک فام دو

چاند سے ان کے چہرے پر گیسوئے مشک فام دو
ایک انوکھی ہے سحر جس سے بہم ہیں شام دو

ان کی جبین ناز پر زُلفِ سیاہ بکھر گئی
شب کے حسین پردے میں چمکے مہِ تمام دو

دونوں طرف ہیں چہرے پر گیسوئے مشک فام دو
جمع ہے ایک آن میں ضدیں صباح و شام دو

تلوؤں کے ان سے ہے بندھی شمس قمر کی روشنی
ہیں یہ انہی کی تابشیں ہیں یہ انہی کے نام دو

پی کے پلا کے میکشو! تلچھٹ درون جام دو
قطرہ دو قطرہ یوں ہی سی کچھ تو برائے نام دو

ان کی امان میں دیئے جن کے کرم سے مل گئے
ان کے چمن کے پاسباں حسام اور ہمام دو

یہ دونوں بے خطر رہیں اسلام کی سپر رہیں
اعدائے دین پر رہیں شمشیر بے نیام دو

کشتی میری حیات کی اب تو کنارے لگ گئی
کہتی ہے تم سے زندگی اب تو مئے دوام دو

میدانِ نعت شاہِ دیں، اختؔر ہے پر خطر زمیں
یہ مجلسِ غزل نہیں منہ کو ذرا لگام دو

☆☆☆

منقبت در شانِ خواجۂ ہند حضور غریب نواز علیہ الرحمہ

خواجۂ ہند وہ دربار ہے اعلیٰ تیرا
خسرو دہر ہوا مانگنے والا تیرا

فیضِ سلطانِ سخاوت ہے نرالا تیرا
کبھی محروم نہیں پھرتا ہے منگتا تیرا

تیری چوکھٹ پہ جو آیا وہ بنا شاہِ زماں
خسروا دہر میں فرمان ہے چلتا تیرا

گلستانِ رضا ہے یہاں بے گماں
ہے بہارِ شریعت یہاں بے خزاں

☆☆☆

عرس امجد علی میں چلے آیئے
منقبت بموقع عرس صدر الشریعہ علیہ الرحمہ ۲۰۱۳ء

عرس امجد علی میں چلے آیئے
مجد امجد کی سوغات لے جایئے

کس قدر پرکشش ہے یہ رضوی سماں
جلوہ فرما ہیں کیا اعلیٰ حضرت یہاں

بزمِ صدر الشریعہ کی یہ دل کشی
بے خودی دے گئی اور خودی لے گئی

بے خودی میں ہوئے دہر سے بے خبر
بے خودی اپنی ہے دین میں معتبر

گلستانِ رضا ہے یہاں بے گماں
ہے بہارِ شریعت یہاں بے خزاں

نظم میری وہاں گنگنائی گئی
میں بھی حاضر ہوں یوں غائبانہ سہی

تم کو امجد، رضاؔ سے ملا میکدہ
ایک عالم ہوا بادہ خوارِ رضا

رند تیرے دُعا گو رہیں گے صدا
جام و پیمانہ بھر دے میرا ساقیا

اپنے اخترؔ پہ بھی ہو کرم کی نظر
اس کے دامن میں بھی ڈالیے کچھ گہر

☆☆ ☆☆

مصطفیٰ کی ضیا، شمع امجد علی
پُر ضیا ہو صدا، شمع امجد علی

شمع امجد علی سے یہ محفل سجی
انجمن ہے رضاؔ کی خود امجد علی

شمع امجد سے لو جب رضاؔ کی ملی
انجمن، انجمن سے بہم ہوگئی

یک زباں ہوکے کہتی ہے یہ انجمن
خوب پھولے پھلے یہ رضاؔ کا چمن

مسلک اعلیٰ حضرت سلامت رہے
خیر سے سنیوں کی جماعت رہے

☆☆☆

چھوڑ کر آپ سارا جہاں چل دیئے

منقبت بموقع وصال امین شریعت حضرت علامہ سبطین رضا خان علیہ الرحمہ

چھوڑ کر آپ سارا جہاں چل دیئے
اے امین شریعت کہاں چل دیئے

دے کے ہستی کا اپنی نشاں چل دیئے
سب کی منزل جہاں ہے وہاں چل دیئے

کیسے ماہ مبیں بے گماں چل دیئے
کتنے زیر زمیں آسماں چل دیئے

عشق سرور میں مر کر امر ہو گئے
اور فنا ہو کے سوئے جناں چل دیئے

آگے آگے امین شریعت گئے
پیچھے اشکوں کے سیل رواں چل دیئے

داغ عشق نبی دل میں رکھے رہے
لے کے شمع لحد شادماں چل دیئے

باغ احمد رضا کے گل خوشنما
مسکراتے سوئے گلستاں چل دیئے

دیکھنے والو جی بھر کے دیکھو ہمیں
کل نہ رونا کہ اختر میاں چل دیئے

☆☆☆

گلشن علم کی بہار ہوئے

منقبت بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ

گلشن علم کی بہار ہوئے
وہ بزرگوں کی یادگار ہوئے

علم کا بحر بے کنار ہوئے
اور حکمت کا آبشار ہوئے

آگہی کا وہ لالہ زار ہوئے
اس گلستاں کے گل ہزار ہوئے

وہ قرار دل فگار ہوئے
غم کے ماروں کے غمگسار ہوئے

مصطفیٰ کے وہ جاں نثار ہوئے
ان کے خاصوں میں یوں شمار ہوئے

حق نگر حق نما حق شعار ہوئے
حق شناسوں کے شہر یار ہوئے

مرد میدانِ کارزار ہوئے
سنیوں کے وہ شہ سوار ہوئے

تھے فتاوائے رضویہ کے امین
اعلیٰ حضرت پہ وہ نثار ہوئے

ان کو روتا ہے اب زمانہ یوں
جوہر فرد روزگار ہوئے

عبد منان جن کو کہتے تھے
وہ بہاروں سے ہم کنار ہوئے

اخترؔ خستہ کے کرم فرما
شاملِ بزمِ کردگار ہوئے

☆☆☆

بموقع وصال علامہ مفتی شعیب رضا نعیمی علیہ الرحمہ

چھوڑ کر تم یکا یک جہاں چل بسے
اے شعیب نعیمی کہاں چل بسے

تم نہیں ہو تو سونی ہے بزم سخن
تم سے شاداب تھے آگہی کے چمن

☆☆☆

نقش سیزدہم

عربی مقالات

تاج الشريعة كشاعر عربي عظيم

مولانا محمد أختر المصباحي، أستاذ اللغة العربية و ادابها، بالجامعة الرضوية منظر إسلام

من المعلوم ان العالم لم يخل قط من العلماء الربانيين المخلصين و من الصالحين المقبولين و من الدعاة المرشدين و من الداعين المبتهلين و من الخاشعين المنيبين و اولي الامر الراسخين في العلم و من المعبرين عن ضمائرهم احسن التعبير و من المغيرين بالحانهم المكنونات. فهم يملأون الجو روحانية وخشوعا و يعيدون الحياة الى القلوب الميتة و يحركون الهمم الفاترة ويحيون النفوس الخامدة ويشعلون حرارة الحب الطموح وجذوة الايمان ويثيرون عاطفة الحب و الحنان فترق بهم القلوب القاسية و تخشع النفوس العاصية وتفيض العيون الجامدة و تلتهب المجامر الخامدة وتتلألأ السماء بنجومهم الزاهرة و تخصب الارض باعشابهم الناضرة وتهتز الاغصان باناشيد الحياة فتنزل رحمة الله وتغشى السكينة و يخزى الشيطان.

من تلك الشخصيات العلمية والادبية المحدث المفسر و الخطيب البارع اليقظان، و لسائر العلوم بحر عدان، رحلة للاوان، قرة لاعيان الاعيان بين الفقهاء المعاصرين مثل نعمان و الشاعر البليغ الذي يثير الأكنان، المرشد المعنوي تاج الشريعة و نجم الايمان، قاضي القضاة في الهند الشيخ المفتي محمد اختر رضا القادري البريلوي عليه الرحمة والرضوان.

هو عالم جليل الشان قد اسر العالم بماله من آثار خالدة في مجال الفكر و التحقيق و اضاء كل نادية من نوادي العلوم بالنظر و التدقيق من ثم ملك قلوب الفقهاء و اقطار نفوس العلماء في الهند و خارجها وتبوء من قلوبهم مبوء الاجلال و التقدير.

لا يمكن ان اقيس له قامة علمه او مبلغ ادبه وثقافته اذ انه لم يزل يتقدم في لمحات حياته الى الرسوخ العلمي و لم يبرح يخطو خطوات ناهضة نحو التطورات الثقافية الأدبية و لم تزد الايام الا سعة في الاطلاع وعمقا في التفكر و صقلا في مواهبه.

نعم بامكاني القول بانه لم يكن ماهرا في ناحية من نواحي العلم او شعبة من شعب المعرفة فقط بل اجتمعت له أنواع من المعارف واحاطت به اقسام من العلوم الدينية والدنيوية الاسلامية الثقافية الادبية في شتى لغات العالم.

له كثيرة من بحوث واسهامات في الفقه و فتاواه وله مؤلفات بديعة ومصنفات مبتكرة تنير

مصابیح العقول بجواهر الفاظها الرشیقة وتبعث فی النفوس روح البهجة و السرور بدقائقها الجمیلة وما الی ذلک من دروس و مقالات فی شتی مجالات العلم.

و کل ذلک یطمئن به من اتیح له سماع دروس القاها اوقراءة کتب صنفها او من لاحظ بعیون ناصیته ملاحظة دقیقة ماشهدمنصة الشهود من نفثات قلمه.

علی ایة حال قد تراکمت له هذه المعارف الوانا و اشکالا. بیدان رغبته فی الفقه غلبت علی سائر اشواقه العلمیة. فشخصیته الفقهیة قد تضاءلت دونها سائر جوانبه العلمیة الثقافیة الادبیة.

ای! وربی انه کان فقیها بارعا حازمن الفقه جمیع سماته و امتلک من اصوله جمیع میزاته فالشیخ اسعد باسلوب رشیق مشرق و ذالک یعضده و یشد ازره ما نثرت من قلمه جواهر ثمینة. ثم انه لعب دورا بارزا فی تحلیل عقود المسائل الوضعیة الراهنة التی احتاج الیها القوم فی جوانب الحیاة. و تلک المسائل المعضلة مما کانت تنظر الیها بنظرة خائفة حاسرة مدهوشة حیث هی تدهش باحثا یلاقیها بسعی التحقیق و نظر التدقیق.

و الی ذلک انه کان شاعرا بلیغا نابغا فی العروض و القافیة فکان یقرض الابیات فی العربیة الفصیحة احسن ممن نشأ فی بلاد العرب و تبرع فی لغتها کما کان یقرض الابیات فی الاردیة السلسة.

له قصائد عربیة متعددة کماله مجموع ضخم محتوعلی ابیاته الاردیة سماه ب "سفینه بخشش" فالآن اطوی الکشح عن سائر نتاجه والبحوثات التی قدم هذا المحقق الموصوف فی ندوات البحث و ارکز النظر علی قصائده العربیة.

قد جمعها الشیخ فی کتاب سماه ب "روح الفؤاد بذکری خیر العباد" بدأالشیخ هذا الکتاب بدایة تقلیدیة للعلماء الربانیین و اتباعا لکلام رب العالمین بحمده سبحانه و تعالی المتوحد بجلال ذاته و کمال صفاته المتقدس فی نعوت الجبروت عن شوائب النقص و سماته حیث قال:

الله الله الله	مالی رب الا هو
یفنی الکل و یبقی هو	لیس الباقی الا هو
فسواه رب بالاسم	و اله الحق یرعاه
وقد حق الهته	لا معبود الا هو

وغیرها من الابیات.

ثم یصف الرسول علیه السلام بما اتیح له من المواهب والصلاحیات فیاتی بتعبیرات مبتکرة و یخترع من المعانی و المفاهیم التی لم یسبق لها الشعراء ویبدی المراد ارتجالا بالفاظ مختلفة رشیقة مناسبة کأن الألفاظ تصف أمامه صفا أو تزاحم و تتفرع لیستخدمها الشیخ. ثم هو یستعمل ألفاظا یترشح

منها العشق والغرام مع رسول الله صلى الله عليه وسلم .

وههنا من الجليين ان اذكران مديحه للرسول عليه الصلاة والسلام قد امتلأ من الامور التي يعتقدها الملليون من الايمان كما شهدت لها شهادة القران و دلت عليها الحجة و البرهان من انه صلى الله عليه و سلم هو الغاية الفلسفية في النبوة. و ان النبي صلى الله عليه وسلم علة الكون وسره و ان لحقيقته مظهرين احدهما في عالم الاسرار بحيث تجلى في ذاته انوار الحضرة الالهية، و ثانيهما في عالم الحس حيث هو سبب الهداية للناس و شفاء لاسقامهم .ولولا ان الله تعالى اختاره لهذه المهمة لما كان ذا مظهر بشرى قط .

و لا ريب ان هذا الاخير يشير الى اعتقاد الصوفية بمهمة الحقيقة المحمدية في الكون من حيث كونها عمادة الرئيس وقوته المدبرة و الواسطة بين الخلق و بين الحق.

ثم ان الشيخ تاج الشريعة رضي الله عنه يحمل المديح شكل خطاب الحي الذي يمثله الشاعر انه مادح امامه. لانه كان يعتقد ان الرسول صلى الله عليه وسلم حي في قبره و يسمع من يناديه بل هو حاضر في كل مكان بما آتاه الله تعالى من القدرة كما يشهد له ما يلي من ابياته حيث قال:

رسول الله يا كنز الاماني	على اعتابكم وقف المعاني
رسول الله اني مستجير	لدى اعتابكم من كل جاني
رسول الله فامنحني و كن لي	معينا خير عون في الزمان
فدا كم مهجتي انتم عمادي	مرادي بغيتي، كنزي، اماني
الا تحيون من قلبي مواتا	الا تأتون مدرس المكان
اغثني يا غياثي انت حرزي	فاسعدني ببرد في ضرامي

كذلك هو يعتقد ان النبي صلى الله عليه و سلم علة الكون كما اشير اليه في الحديث :لولاك لما خلقت الافلاك و الارضين ...الخ لذلك الشيخ يظهره في ابياته و يعبر عن معناه احسن التعبير فيقول:

يا رحمة الرحمن انك مرسل	بالجود كل ندى الوجود نداك
يا اول الكون انت ربيعه	روض الدنى بربيعها زهراء
حال العماء وحلت السراء	ولدى الضياء فالكون وضاء
صدح الهزار و غرد حبرقاء	ولدى الهدى فالكائنات ضياء

ثم انه يعلم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم شفاء لمن اضناهم طول سقامهم، و رحمة للمظلومين حيث ازاح ستار الظلم عن وجوه الكون و انار ه بنور العدل والانصاف و اعز الضعيف الذليل المطحون بالجور .فما احسن ما قال الشيخ في التعبير عنه:

بهذا الباب يعتز الذليل. لهذا الباب يأتي كل عان الشيخ يعتقد كما هو المعتقد لجميع المحبين ان

تراب دیارہ صلی اللہ علیہ وسلم یعالج المرضی مثل ما عالج النبی صلی اللہ علیہ و سلم و تطرد الاسقام کما دفعها صلی اللہ علیہ وسلم یقول رحمہ اللہ:

غدا کل سام یؤملها　　برجل النبی قد تسامت کلا
وصارت شفاء لاسقامنا　　تصح السقیم تزیل العنا

لذالك یقصر الفخر عن اوصاف طیبۃ و ھی تسامت ثراها من سماء الفناء وزهت وارتفعت حیث ھی اعلی منزلۃ من ان تمدح و تحاط بجوانبها یقول رحمہ اللہ:

الا ھیمان ھوی طیبۃ　　ثراها زهت من سماء الفنا

اتسم المدیح النبوی عند شیخنا مثل جدہ الامام الھمام قدوۃ اهل الاسلام الشیخ احمد رضا القادری رضی اللہ عنہ بالحب العظیم. للرسول صلی اللہ علیہ و سلم فلا یؤمن المسلم ایمانا کاملا حتی یکون اللہ ورسولہ صلی اللہ علیہ و سلم احب الیہ مما سواهما کما اتسم هذا الحب بالصدق و العاطفۃ السامیۃ القویۃ اذ ان الشاعر لم یکن یبغی من مدیحہ کسبا دنیویا مادیا انما الذی یبغیہ هو التعبیر عن مدی حبہ للرسول صلی اللہ علیہ وسلم لینال رضاہ وشفاعتہ.

امام ذالك لم یجد شیخنا تاج الشریعۃ وسیلۃ افضل من الفاظ الحب و التغزل للتعبیر عما تموج فی صدرہ العشق و الھوی إلی رسول الھدی صلی اللہ علیہ وسلم. الامر الذی اوصلہ الی التغزل النبوی وهو یشبہ التغزل العذری العفیف من وجوہ و یشبہ الی حد کبیر شعر الحب الالهی الذی نجدہ عند من سلفنا من المشائخ و الصوفیۃ الذین افادوا من الحب العذری و شعرہ ومعانیہ العفیفۃ واسالیبہ المجازۃ فی مناجاتهم للذات الالهیۃ وذلك بعد ان طهروہ ونقوہ من الرواسب والشوائب المادیۃ کما افادوا ذالك فی تعبیرهم عن حبهم للرسول صلی اللہ علیہ وسلم ووجدوا فیہ خیر معبر عن شوقهم وحبهم الامر الذی جعلہ یتسم بعاطفۃ جیاشۃ و محبۃ مشتاقۃ الی الرسول علیہ افضل الصلاۃ و التسلیم و لمدینتہ المنورۃ لذالك هو یرن رن الحمام علی غصون البان و یبکی غزیرا علی البعد و الھجران من دیار الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم و یخاطب العینین للعینان و یأمرهما بالبکاء و الھیمان قال فاجاد:

اعینای جودا ولا تجمدا　　الا تبکیان لشط النوی
وقد حال بینی و بین المنی　　جناحی الکسیر وضعف القوی
من المصطفی کم نائت دارنا　　و کم قد لقینا فیہا اللاسی
الا فاسلوانی بدمع همی　　فان البکاء لخیر العزاء
الا تبکیان لدار الندی　　ملاذ المعنی نأی آو دنا
الا ھیمان ھوی طیبۃ　　ثراها زهت من سماء الفنا

كثيرا ما نجد الشيخ يذكر في اشعاره العطاء الروحي المتدفق من اعماق قلبه و مشاعر الحزن النبيل في اثناء البعد واحاسيس اللهف و مظاهر الفرح العظيم عند ورود ديار الحبيب حسا و خيالا.

وبعد ان تغني بأنواته واهواقه احزانه واهواقه يرحب كل من سعد بالاقامة بديار الحبيب ويؤثر الموت في تلك الديار على موت يأتي في غيره من بقاع الارض. و وقت المنية في طيبة افضل لديه من سائر الاوقات يقول رحمه الله:

جئي العيش دوما لثاويها — فيا مرحبا بالمنى ههنا

هلا بالمنية في طيبة — أحب المواقيت ميقاتها

وبالاضافة الى ذلك تحدث الشيخ عن الغزوات ووصفها وصفا دقيقا كما عدد الشيخ معجزاته صلى الله عليه و سلم الكثيرة مثل تكليم الميت و قيامه و جريان العيون من بنانه و تجلية الاعيان و تجلي ابرة في الظلام عند ابتسامه حيث يقول:

في بنانكم عيون — قد جرى منها النمير

جليت به عيون — ذكيت به صدور

اذا ما الليل صادف ابتساما — تجلت ابرة عند ابتسام

الشيخ رحمه الله يفضل النبي صلى الله عليه و سلم على سائر الرسل عليهم الصلاة و السلام بالشفاعة يوم اذ يستشفع الناس من هول القيامة بالرسل فلا يجيبوهم ولا يشفعون لهم ثم يشير عيسى عليه السلام ان يستشفعوا بمحمد صلى الله عليه و سلم فيأتون محمدا صلى الله عليه و سلم مستشفعين فيقول لهم أنا لها وانا كفيل بها فيدعو ربه و يشفع للمؤمنين و هنا يصيح الناس لصوت الحق المهيب قائلا لقد اوتيت سؤلك يا محمد فيتنفسون السعداء.

الشيخ رحمه الله يصور ذالك المنظر ويبين شفاعته الكبرى صلى الله عليه و سلم في ابيات شتى ويعتقد ان النبي صلى الله عليه و سلم هو الشفيع المرتجى يوم القيامة كما كان في حياته الظاهرة صلى الله عليه و سلم حيث التجى اليه العصاة الظالمون انفسهم وجاءوا اليه مستغفرين يقول الشيخ رحمه الله:

و كن لي خير جار في حياتي — و من ذا ارتجي يوم القيام

جاءت العصاة قصدتكم — يستجيرون باجار سلام

منكم ترتجي شفاعتكم — للجناة الكبار سلام

و اخيرا بعد دراستنا السريعة للمدائح النبوية لدى الشيخ تاج الشريعة محمد اختر رضا القادري الازهري رضي الله عنه نستطيع ان نقول ان قصائد الشيخ تستمد من القران الكريم و السنة النبوية الشريفة و صدق العاطفة.

وذلك بفضل ما اتسمت به هذه المدائح بالحب الصادق والاخلاص الشديد ورصانة الاسلوب مع جمال المعاني و رشاقة الالفاظ. كأنما قد اراد بذلك ان يكون مديحه مناسبا لعظمة الممدوح مستوعبا لصفاته الكثيرة وجوانبه الجليلة ويكون جديرا به.

فقصائد الشيخ لا تخرج من حدود الشريعة الغراء كما لا تحيد عن امور تتيحها حسنا من الوزن و القافية لان الشيخ كان متدينا ورعا فقيها متمكنا من علوم الشريعة و الحديث حافظا للقران متقنا للعلوم واعظا متصوفا، اديبا ماهرا في اللغات.

لذلك ابياته مملوءة من محاسن البلاغة وروعة جمالها. تحتوي ابياته على معان متجانسة متباعدة متقاربة تزيدها لطفا وعجبا وتشتمل على الفاظ تزيدها حسنا وجمالا بما فيها من المحسنات اللفظية والمعنوية مثل الجناس و الطباق و التلميح و الاقتباس و حسن التعليل و التجريد ومثل التشبيهات والاستعارات مع انواعها و اليك بعضها.

اما للشمس في ليلي شروق — الا يجلو محيا كم ليالي
رسول الله اني مستحب — مدينتكم على روض الجنان
فهل لي في مدينتكم قرار — وهل بعد يبدل من تدانى
رسول الله جودوا بالوصال — كفا من هجركم ماقد اعاني
رسول الله يابدر التمام — اليك افر من شر الظلام
و جنبنا عذاب النار ربي — فان عذابها كان غراما
وسلام كثاقب النجم — ثم كالشمس في النهار سلام
جوده فاق الجوادي — وبه جاد السحاب
صدره المشكاة فيها — شمعة لا بل شهاب
ان الذين قالوا الله ربنا — عاشوا عمومهم في دوحة المنى
هل ذا كم حبيب الرحمان ثاويا — في الرمس ام سراج في الترب خافيا
شبهته برمس قد ضم جسمه — بالبدر حل في برج فضته.

وغيرها من الابيات.

***

افتقدنا بدرا فی لیلة ظلماء

مولانا محمد الرابع نورانی البدری المدرس فی دار العلوم فیض الرسول براؤن الشریفة

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

وبعد فقد انضم الإمام وحفید الإمام وخریج جامعة الأزهر الشریف البارز العملاق تاج الشریعة العلامة أختر رضا خان الأزهری رحمه الله تعالی إلی کوکبة اولئك الرجال من المؤمنین الذین أشاد الله بذکرهم فی کتابه العزیز ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾ (سورة الأحزاب الآیة ۲۳)

إن الأمة الإسلامیة قد ودعت بقلوب متفتتة متکسرة موجعة وعیون دامعة مغرورقة عالما شامخا عملاقا عاش حیاة حافلة بالعطاءات العلمیة والفکریة والدینیة والدعویة والمادیة والمعنویة وأثبت بمواقفه الإیمانیة أنه کان بقیة من علماء الحق والهدی فی زمن صار فیه کثیر من العلماء والدعاة ذیل بغلة السلطان فقد کان عالما ربانیا وداعیة مخلصا یعلن کلمة الحق مدویا مجلجلا غیر خائف أحدا إلا الله وظل طول حیاته المبارکة مجاهدا بقلمه ولسانه مدافعا عن الحق وأهله وقد کان النطق بالحق شعاره ودثاره فی زمن طغی فیه النفاق فما خشی ولا بالی بسخط أحد فی شرع الله وحدوده تمر به العواصف العاتیة وهو ثابت کالطود الأشم وتنزل النوازل فإذا به یتلقفها بالیمین.

لقد کان الدین هو الهدف الأول والأخیر له فی کل شأن وفی کل مکان وفی کل ظروف وأحوال ومهما کانت الخطوب والأحوال والمصالح والمطامع تتطلب أن یسکت عنه ولکنه علی الرغم منها کان یتجاهر بالدین ویدعو إلیه من غیر خوف وبدون مبالاة بالعواقب فقد کان من الطائفة التی قال فیها النبی صلی الله تعالی علیه وسلم:

"لا تزال طائفة من أمتی منصورین لا یضرهم من خذلهم حتی تقوم الساعة" (رواه الترمذی)

وقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "لا تزال طائفة من أمتی علی الحق ظاهرین لا یضرهم من یخذلهم حتی یأتی أمر الله" (رواه الترمذی)

إن المسلمین فی کل مکان قد خسروا فیه رجلا عملاقا شامخا یتشبثون به لدی کل ملمة ویلجأون الیه لکل یوم کریهة ویعتمدونه لسداد کل ثغر وفرج.

لقد کان رحمه الله تعالی یتسم بالجامعیة والشمول والوسطیة والاعتدال والتسامح ورحابة

الصبر والتواضع والإيثار والإخلاص والعمل والصدق والوفاء والتضحية والفداء والقناعة والزهد والصفاء. وذلك كله إلى جنب العقيدة القويمة الراسخة والالتزام بأوامر الدين والتمسك بشعائره وآدابه والاعتزاز بالإسلام ورسالاته والعض بالنواجذ على الفرائض والواجبات والسنن وشدة المواظبة على تلاوة القرآن والأذكار والأدعية والعناية والاهتمام والمداومة على أعماله اليومية بكل في وقته و ميعاده لايتأخر ولا يتقدم سواء كان مقيما اومسافرا اللهم الا عذرا يحول دونه.

لقد كان رحمه الله تعالى يتمتع بالشعبية العالمية ويتمتع بالحب والاحترام والتقدير من كافة المسلمين في جميع الأرجاء المعمورة وحظي بحب الجميع شبابا وشيوخا ورجالا ونساء وحكاما وشعوبا يتهافتون على أحاديثه ولقاءه ورؤيته تهافت الفراشة على النور والضوء.

لقد كان رحمه الله تعالى أمة في رجل وكلمة اجماع لدى المسلمين رغم اختلاف مذاهبهم الفقهية مشاربهم الصوفية وأحزابهم السياسية وانتماءاتهم المدرسية ورغم تباين ديارهم وبلدانهم ولكن على أساس الايمان والعقيدة الحقة الصحيحة فقد كسب احترام وحب جميع فئات الأمة وطبقاتها فأجمعت الأمة على حبه وكان حبه له طواعيا وتلقائيا عفويا نابعا من أعماق القلوب.

وقديما قال شاعر عربي في مثله:

كأنك من كل النفوس مركب . وأنت إلى كل النفوس حبيب

وهذه المحبة الغامرة له عند الناس من بشائر حب الله تعالى له فقد جاء في الحديث النبوي الشريف على صاحبه ألف ألف تحية وتسليم:

"إذا أحب الله عبدا نادى جبريل: إن الله يحب فلانا فأحبه فيحبه جبريل فينادي في أهل السماء: إن الله يحب فلانا فأحبوه فيحبه أهل السماء، ثم يوضع له القبول في الأرض" (متفق عليه)

لقد كانت شخصيته رحمه الله تعالى شخصية عالمية بكل معنى الكلمة شخصية عالمية النشاطات وعالمية الجولات وعالمية العطاءات وعالمية الصيت والشعبية فقد أفاض الله سبحانه عليه من المحبوبية والقبول والشهرة الواسعة النادرة مالم يحظ به أحد من أقرانه الأعلام لا في مشارق الأرض ولا في مغاربها.

ولد في بيت كله علم ودين وصلاح ورشاد وتربى في حجر الدين والعلم وقد ظهر فيه النبوغ المبكر ينبئ بمستقبل زاهر وقرأ الكتب الدراسية على العلماء الفطاحل وعلى رأسهم جده من والدته نجل الإمام أحمد رضا البريلوي المفتي الأعظم الشيخ العلامة محمد مصطفى رضا البريلوي رحمهم الله تعالى. وأكمل دراسته العليا في جامعة الأزهر الشريف في القاهرة بمصر.

كرس حياته كلها لخدمة الاسلام والمسلمين مرشدا روحيا وخطيبا ومحاضرا ومؤلفا وداعية

معجولاً في ارض الله الواسعة وترك آثاراً لا تمحى على كر العصور ومر الدهور.

ومن آثاره تأسيس المدارس والدور العلمية وعلى رأسها جامعة الرضا ببريلي الشريفة وتأليف كتب قيمة كمثل:

١ تحقيق أن أبا إبراهيم تارخ لا آزر

٢ أزهر الفتاوى في خمس مجلدات

٣ أزهر الفتاوى باللغة الإنجليزية

٤ حاشية على صحيح البخاري

٥ صيانة القبور

٦ مرآة النجدية

٧ الفردة في شرح قصيدة البردة للبوصيري

تدل مؤلفاته على أنه رحمه الله تعالى كان مضطلعاً من العلوم الشرعية والمعارف العقلية وأوتى قسطاً وافراً من الأدب وفنونه وكان راسخ القدم في اللغات العربية والأردية والفارسية والهندية والانجليزية وسائل القلم فيها ومؤلفاً مترسلاً بارعاً في الفقه والحديث والأدب واللغة والتاريخ ويمتاز أسلوبه بالدقة والعمق والصبغة العلمية والرشاقة الفنية ويفيض عذوبة ورواء ويتدفق حيوية وبهاء.

وعلى الرغم من عظم المصاب وفداحة الخطب الذي أصاب الأمة الإسلامية جمعاء في شرقها وغربها فلا نقول إلا ما يرضى ربنا تبارك وتعالى إن لله ما أعطى وله ما أخذ وكل شيء عنده لأجل مسمى.

وما احسن قول القائل في مثل هذا المصاب:

فاذهب كما ذهبت غوادي مزنة   اثني عليها السهل والأوعار

نزعت بك الاحلاس نزع اقامة   واسترجعت نزاعها الأمصار

ولا شك أن وفاته خسارة لا تعوض خسارة يضيق عن وصفها ما قال شاعر عربي قديم:

ما كان قيس هلكه هلك واحد   ولكنه بنيان قوم تهدما

ومن المعلوم أن هذا الشعر ليلتمس مراراً وتكراراً على وفاة العلماء والقواد والعظماء والرواد ولكنه فيه نوع من المبالغة فإن وفاة شخصية مهما كانت عظيمة جليلة تكون ذات تأثير محلي وإقليمي محدود ولكن هذا الشعر يصدق كلياً على وفاته بل يضيق عن وصف ما لها من تأثيرات عالمية فوفاته خسارة عالمية وتحق موت العالم وبمثابة تهدم كيان وانقضاء عهد وثلمة لا تسد وفراغ لا يملأ.

وخسرت الأمة الإسلامية بوفاته علماً من أعلامها الشامخة لمع نجمه في الهند وأشرق بضوئه حيثما حل المسلمون في الأرجاء المعمورة.

وقديما قال شاعر عربي:

سيفقدني قومي اذا جدّ جدّهم ٭ في الليلة الظلماء يُفتقد البدر

ففقده الناس في وقت كانوا بأمس الحاجة إليه وحرموا من إمامهم و مرشدهم ورأسهم ورئيسهم الذي كان يسعفهم ويمدهم في أحرج ساعة وأعظم بلاء وأقسى محنة يمرون بها فكان كدوحة عظيمة ضخمة يستظلون بظلها ومنارة نور يستضيئون بها وسحابة منهل عذب صاف نقي ينهلون منه علما وأدبا وفكرا ونهجا

فجزاه الله تعالى الجزاء الأوفى ويلهمنا وجميع الإخوان الصبر والسلوان سائلين المولى سبحانه أن يتغمده بواسع رحمته ويسكنه فسيح جناته وصلى الله تعالى وسلم على صفوة خلقه ونور عرشه سيدنا محمد ﷺ وعلى آله وصحبه وبارك وسلم تسليما كثيرا كثيرا

٭٭٭

جماعة رضا المصطفى

تحت إشراف الإمام الراحل تاج الشريعة رحمه الله تعالى

سيد محمد عظيم الدين الأزهري، جماعة رضا المصطفى، بريلي الشريفة

جماعة رضا المصطفى (منظمة رضا المصطفى) منظمة عالمية، أسسها شيخ الإسلام و المسلمين، إمام أهل السنة، المجدد في القرن الرابع عشر، الإمام الهمام محمد أحمد رضا خان القادري (١٢٧٢هـ-١٣٤٠هـ)، قبل أن يتوفاه الله تعالى بسنة واحدة على تقوى من الله و رضوان، في اليوم السابع من ربيع الآخر عام ١٣٣٩ من الهجرة النبوية، المصادفة لسبعة عشر يوما مضين من ديسمبر عام ١٩٢٠ الميلادي، و كما نعرف سويا أن الجمعية تعرف على أنها اتفاق يكون بين شخصين، أو بين عدة أشخاص، وتهدف لتحقيق تعاون مشترك، أو غاية في نشاط مشترك فيما بينهم، باستخدام معلومات مشتركة في مجالات مختلفة مثل الاجتماعي والديني والسياسي، ولا تهدف لتحصيل أرباح لها أو تقسيمها فيما بينها.

والجدير بالذكر أن جماعة رضا المصطفى منظمة أو جمعية دينية خالصة تبث أروع أفكارها، وتغرس بذورها الخيرية بين الأجيال المسلمة، كما تتضح مراميها ومعالمها، مما أنشأها الإمام الهمام محمد أحمد رضا خان القادري عليه، من أغراض سامية ومقاصد عالية واتجاهات صائبة، وهي المحافظة على الشريعة الغراء، وحمايتها من زيغ الزائغين وزورهم، وأن تتقوى بها الأمة الإسلامية دينا و اجتماعا و اقتصادا و خلقا، وليعقدها الله بها من الفرق المنحرفة عن جادة الحق و ضلالاتها و معتقداتها الباطلة، و يحمى بها الأمة الإسلامية الداعمة لمذهب أهل السنة والجماعة في شبه القارة الهندية.

مرت هذه المنظمة بمراحل عديدة وأدوار مختلفة منذ نشأتها، فتولى الإمام أحمد رضا خان القادري رحمه الله تعالى الإشراف على شؤون هذه الجماعة و تنظيم أمورها، إلى وفاته عام 1921م، ولم تحظ الجماعة بعناياته كثيرا، إلى أن تولى الإشراف عليها نجله الأكبر حجة الإسلام، الشيخ حامد رضا خان القادري رحمه الله تعالى (ت١٣٦٢هـ) وتقدم لها بأجل خدماته، و كرس أبلغ جهوده في تطويرها، واستمر فيها إلى أن وافته منيته عام ١٣٦٢هـ، ثم ترأس بها، وأقدم على دفع عجلة تطورها إلى الأمام، كما ورثها عن أخيه الأكبر المفتي الأعظم بالهند الشيخ محمد مصطفى رضا خان النوري القادري رحمه الله تعالى (ت١٤٠٢هـ)، وأكثر من نشاطاته فأجادها وأتحم شأنها فأدى حقها، ولم يأل جهدا عما فيه صلاح الأمة الإسلامية ورقاها، من أعماله وخطابه وأنفع مؤلفاته، إلى أن لقي الله تعالى عز وجل عام ١٤٠٢هـ.

وكانت المنظمة تنطلق بعد وفاة الشيخ المفتي الأعظم بالهند رحمه الله تعالى بين التقدم والتأخر، والازدهار والانحطاط، فتولى زمام أمورها، الإمام الراحل تاج الشريعة مفتي الديار الهندية الشيخ محمد أختر رضا خان القادري الأزهري رحمه الله تعالى، وقام بأعبائها أحسن قيام وجددها فأحسنها، وحل عقدها ووسع نطاقها، وألبسها حلل التجدد والتقدم طيلة حياته، إلى أن لفظ آخر أنفاسه رحمهم الله تعالى وأعلى درجاتهم ومتعهم بنعيمه في الجنة وأرضى بهم عنا.

الأعمال المنجزة تحت إشراف الإمام الراحل تاج الشريعة رحمه الله تعالى.

أن للجماعة من أعمال جليلة و خدمات سامية، أنجزها تحت إشرافه رحمه الله تعالى، كما أنجزها منذ نشأتها، لا يمكن إحصاءها بالقلم و البيان، و كانت الأمة آنذاك في مسيس الحاجة إلى حلها، و الخروج من صعابها و أزماتها، و كذلك حينما حاول أعداء الإنسانية المساس بشعائر الإسلام، و النيل من قدسيتها، خرج العلماء تحت لواء الجماعة ملبين دعوتهم، و استفرغوا كل وسعهم لتنكيلهم، و القضاء على فتنتهم، كما أن من أجل خدماتها وأعظمها و أغلاها القضاء على الحركة الشدهية، وإذ يكفيها بمفردها بما يورثها الدوام، وإن لم يكن لها غيرها من أي خدمة.

ومن الجدير بالذكر أن للجماعة من خدمات جليلة في إشاعة الكتب و توزيعها، حيث أصدرت من الكتب والكتيبات والرسائل، ولاتزال تمشي سعيا وراء هذه الخطوة الجادة، وجعلها في حيز التفعيل، وبالإضافة إليها أنها على وشيك إصدار الكورسات الخاصة المليئة بالمعلومات الإسلامية، والفقه الإسلامي، والعلاقات الأسرية والاجتماعية، والقراءات القرآنية، للأطفال الصغار بكتاتيب فروعها، تثقيفا لهم بالثقافة الإسلامية، وتحلية بحلى العلوم الدينية، وكذلك أعدت الدبلومات الدراسية وغيرها، من الكورسات التي ستوفر لهم المعارف والمهارات في علوم الشريعة الأساسية، متعلقة بالقرآن الكريم وعلومه، وترشدهم إلى العقائد الصحيحة، وما ثبت من معمولات أهل السنة والجماعة، وتلم بالسيرة النبوية، وأحكام الفقه الإسلامي (مثل فقه العبادات، فقه الأسرة، وفقه المعاملات، وفقه الحلال والحرام، وأيمان ونذور، والأطعمة والأشربة، واللباس) في مجالات الحياة التي يحتاجها الأفراد في شؤونهم اليومية، وتحتفي خاصة بمن لم يتحلوا بالعلم أوانه، لتسقي بها غليل صدورهم، وتفيد الحاصل عليه في تطوير معارفه وقدراته العلمية، باللغات العديدة من العربية و الأردية و الإنجليزية.

ولما أن المنظمة كانت بحاجة شديدة إلى تسجيلها عند الحكومة الهندية، طبقا لقوانينها، استغناء بفرص الأعمال الدينية عن الحواجز والعوائق، وتعميما لفوائدها فتم تسجيلها عند الحكومة، وتجاوزت دائرة أعمالها عن عموم الهند خارجها من الدول الأخرى، وتفرعت لها مائة فروع في أرجاء الهند وخارجها، وتيسيرا لإدارتها، والإشراف على أمورها، وإتاحة الفرص وفقا لمتطلبات فروعها، أقيم

المكتب الرئيس في الزاوية الرضوية. واستقلت بانتخاب هيئة التوظيف والعمل له لتديرها أسرة المكتب الرئيس في أغراضها كلها. سواء كان الغرض إعداد خارطة الطريق لأي عمل صالح أم كان تجديدا في الخطاب الديني. وزاد من شعب. وتجدد ما تشعبت المنظمة زمن الإمام أحمد رضا خان رحمه الله تعالى وما برحت المنظمة ترتقي و تخطو نحو تحقيق أهدافها. لأن الغرض من كل هذا أن نوفق لما يحبه الله و يرضاه. ومرد كل ذلك يعود إلى سماحة الإمام الراحل تاج الشريعة رحمه الله تعالى.

أقسام جماعة رضا المصطفى:-

- :- قسم الدعوة و التبليغ
- :- قسم التأليف و الترجمة و التحقيق
- :- قسم النشر و التوزيع
- :- قسم شؤن السياسة و القانون
- :- قسم الصحافة و الإعلام
- :- قسم تكنولوجيا المعلومات
- :- قسم الخدمات الاجتماعية
- :- قسم التعليم
- :- قسم القضاء و الإفتاء
- :- قسم شؤن الأوقاف و الآثار القديمة
- :- قسم الاقتصاد و المالية

الرؤية والرسالة:

تعمل المنظمة على ترسيخ وإيضاح الأسس، والمبادئ العلمية الصحيحة، للمعارف الإسلامية بمقترب معاصر، وبما تنقل الحقائق العلمية في العلوم الإسلامية إلى أفكار قابلة للتطبيق في الواقع المعاصر بشكل يستوعب الثوابت . ويستجيب للمتغيرات، وتغطي حقولا معرفية مختارة وتعليمية وفق أسس علمية، وبشكل تسد معه الحوائج المختلفة والرغبات للفئات المسلمة المستهدفة.

تختار المنظمة أن تهدف إلى امداد المسلمين بمعرفة تتناسب مع مستوياتهم وبشكل يؤهلهم لامتلاك القيم الإسلامية والأخلاق الفاضلة للتعرف على كيفية التعامل بين أجيالهم وتطبيق المعارف العملي حسب متطلبات الواقع المعاش.

• وتعتزم المنظمة على تعميم العلوم الشرعية، وإيصال المواد الدينية إلى جماهير الشعب الإسلامي، ليحفظوا بها عقائدهم ويصونوا أهاليهم، مما يخالف القرآن والسنة.

• وإنها لا تبخل بجهودها في نكاية المبتدعين وتنكيلهم. وترد على من يعادي الإسلام ويعاديه قولا وفعلا وبكل ما تملك من طريقة ممكنة.

• إيجاد ثقافة إسلامية متخصصة لدى المتعلمين تؤهلهم لامتثال الشريعة الإسلامية في واقعهم بوعي وحكمة، ونشر القيم الإسلامية من خلال تأصيل العلوم الشرعية عندهم، والمساهمة في نشر تعاليم أهل السنة والجماعة، وتعزيز مناهجهم في فهم الإسلام وتطبيق أحكامه.

• وتكشف الغطاء عن ذوي الوجوه والذين يدعون الدين و يستغلون السذج المسلمين باسم الدين.

• تطمع الجماعة في أن تشيع تراث علماء أهل السنة و خاصة تراث إمام أهل السنة الإمام أحمد رضا خان القادري بين الشعب الإسلامي، ويهمها أن تنشر أفكار الإمام الهمام رحمه الله تعالى بين العرب.

• وكذلك تحاول الإعداد من الخطط المناسبة والخطوات الجادة الجديدة بما يضمن صلاح المسلمين و تقويتهم دينا، ومجتمعا، وسلوكا، وخلقا.

• وتسعى سعيا جادا إلى ترسيخ الحب و الوداد بين المسلمين و التآلف فيما بينهم.

• نشر الثقافة الإسلامية بين كل شرائح المجتمع، وتوضيح المفاهيم العلمية في العلوم الشرعية، وتأصيل الحقائق الشرعية بالأدلة الصحيحة، والتعرف على الآراء العلمية المعتبرة ومناقشة ما يلزم منها.

• تحقيق رغبة الكثير من ابناء المجتمع و الشعوب الإسلامية الراغبين في تحصيل المعارف الشرعية، ودراستها والتأصل فيها لغايات التثقيف الذاتي.

***

قد اصبحت الامة برحيلك يا أبتِ شبه يتيم

بقلم : محمد آصف العلوي الأزهري، نائب صاحب السجادة بزاوية فيض الرسول والمشرف العام على شئون دار العلوم فيض الرسول الادارية والتعليمية رئيس التحرير لمجلة فيض الرسول

نحمده ونصلي ونسلم على رسوله الكريم

وبعد فببالغ من الأسف والحزن والأسى بلغنا نبأ وفاة تاج الشريعة العلامة محمد أختر رضا الأزهري فرحمه الله تعالى رحمة واسعة واكرم نزله مع الأبرار

وقد عقدت حفلة تأبينية في رحاب الدار فيجانب وفي جانب آخر سار ركب المشيعين برعاية ابي الكريم نجل شعيب الاولياء البار وخليفته الأوحد على هذه الكرة الأرضية الداعية الكبير والمفكر الاسلامي الشهير العلامة غلام عبد القادر العلوي حفظه الله تعالى صاحب السجادة بزاوية فيض الرسول والأمين العام لهذه الدار تجاه بلدة بريلي الشريفة لأداء الصلوة على جنازته

نبذة عن حياته: ولد قاضي قضاة الهند الشيخ الإمام تاج الشريعة العلامة المفتي محمد أختر رضا خان الأزهري رحمه الله تعالى يوم الاثنين ٢٦/ من شهر محرم الحرام لعام ١٣٦٢هـ الموافق لـ٢/ من شهر فبراير لعام ١٩٤٣م بمدينة بريلي الشريفة في شمال الهند في بيت عامر بالعلم والعلماء المعروفين في القارة الهندية منذ أكثر من مائتي عام فهو ابن حفيد الشيخ الإمام الهمام، وحيد الزمان، فريد الأوان، مجدد القرن الرابع عشر الهجري، الشيخ أحمد رضا خان الحنفي البريلوي رحمه الله تعالى

ودرس على العلماء الكبار في عصره لاسيما على والده المفسر الأعظم الشيخ ابراهيم رضا خان وجده من امه المفتي الأعظم بالهند الشيخ محمد مصطفى رضا رحمهما الله تعالى، وحصل على شهادة الفضيلة من دار العلوم منظر الإسلام بمسقط رأسه بريلي الشريفة، ثم أكمل دراسته العليا في جامعة الأزهر الشريف بالقاهرة في الفترة ما بين ١٩٦٣م إلى ١٩٦٦م

وبعد عودته من القاهرة إلى الهند، انخرط في سلك التدريس بدار العلوم منظر الإسلام ببريلي الشريفة وأسس بعد فترة دار الإفتاء وقد استخلفه جده من قبل أمه المفتي الأعظم بالهند الشيخ محمد مصطفى رضا خان قبل وفاته رحمه الله تعالى

مصنفاته: وله عدة تصانيف ورسائل باللغتين الأردية والعربية ومنها: الدفاع عن كنز الإيمان في جزئين، وحكم التصوير، وحكم العلفريون والفيديو، والحق المبين، و تحقيق أن أبا إبراهيم تارخ لا آزر،

وأزهر الفتاوى في خمس مجلدات، وأزهر الفتاوى باللغة الإنجليزية، وحاشية على صحيح البخاري، ومرآة النجدية، والصحابة نجوم الاهتداء، ونهاية الزين في تخفيف عن أبي لهب يوم الاثنين، والفردة في شرح قصيدة البردة للبوصيري رحمه الله تعالى

لقد كانت حياته رحمه الله تعالى حياة ذات جوانب كثيرة ومناح متعددة فقد كان عالما بصيرا ومفتيا بارعا واديبا فذا و خطيبا مصقعا و داعية كبيرا يدعى الى المؤتمرات، الندوات والاجتماعات الدينية والمحافل الدولية فكان يستجيب الدعوة حرصا على ان يقوم بواجب دعوى او يكون سببا لا قناع الناس من غير المسلمين بالاسلام ومنهجه ورسالته الخالدة أو يكون سببا لاقناع الناس اللذين ضلوا عن الطريق السوي والصراط المستقيم بان جماعة اهل السنة هي الفرقة الناجية وهي مصداق قوله ﷺ "ما انا عليه و اصحابي" حقا (رواه الترمذي)

و كان ذا خصال حميدة وسجايا جميلة و كان الغالب عليه انه كان يثور غضبا وسخطا عند ما رأى حرمات الشريعة تنتهك امامه فقد كان متأسيا بالخلق النبوي الشريف كما روي عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: ما رأيت رسول الله ﷺ منتصرا من مظلمة ظلمها قط ما لم ينتهك من محارم الله شيء فاذا انتهك من محارم الله تعالى شيء كان من أشدهم في ذلك غضبا وما خير بين الامرين الا اختار أيسرهما ما لم يكن مأثما (الشمائل للترمذي رحمه الله تعالى ص/٢٢)

شيء عن شعره: انه كان للشيخ ميل كبير الى قرض الشعر والمدائح والقائها في المحافل والمناسبات وقد تم نشر ديوانه المسمى "روح الفؤاد بذكرى خير العباد ﷺ" المعروف بـ "نغمات أختر"

ان كتاب "روح الفؤاد بذكرى خير العباد ﷺ" المعروف بـ "نغمات أختر" بين يدي وقد أمرني شيخي ومرشدي للاجازة رحمه الله تعالى في حياته الكريمة أن اكتب عن هذا الكتاب شيئا ولكن من المؤسف جدا اني لم ألم به فانا مدة مجهول وعليه متحسر والآن بعد رحيله الى جوار رحمة الله تعالى اكتب عن هذا الكتاب القيم رجاء أن يقبله الامام الراحل في ضريحه مسرورا مستبشرا.

فبعد أن درسنا كتابه هذا اتضح لنا انه كان رحمه الله تعالى شاعرا مطبوعا سائل القريحة فياض الخاطر جياش الصدر قوي العاطفة ملهم المعاني مطاع الألفاظ يأتي في شعره بالتفنن والابداع وابتكار المعاني والافكار و التشبيهات الغريبة والاستعارات الطريفة ويجمع شعره بين الحسن والجودة والسهولة والجزالة والعلوية والفخامة ويفيض روعة وبهاء وحيوية وحماسا ورقة وعذوبة ويجري مع الطبع ويصادف القلب هواه اما لغة الشعر فنقية محكمة لا تشوبها عجمة ولا ركاكة وعليه مسحة من البلاغة العربية:

وقد قرأنا اشعاره في المديح فأدركنا انها توفر للعشاق غذاء إيمانيا دسما يقرؤنها فيمرح آحاسيسهم ويتدفق عواطفهم ويشعرون في أنفسهم حيوية إيمانية ونشوة ودية ويجدون أن تيار الحب يكهربهم وأن

رياح الإيمان تشمل كيانهم وأن الجوالروحاني العاطر اللطيف يحيط بهم يتهزله قلوبهم اهتزازا رقيقا رقيقا وتطرب كما يهتز تحت الباردالغصن الرطب اقرأوا معي هذه الأشعار نموذجا لتصدقوني فيما قلت ولتهتزوا لها اهتزازا وتطربوا بها طربا شأن العشاق والمحبين والهائمين والمعجبين:

لكم وردت رواحلنا خفاف — وكم صدرت محملة عواني
وكم فاضت بحارك كل حين — وكم جادت سماءك كل آن
فداكم مهجتي انتم عمادي — مرادي بغيتي كنزي أماني
اذاماالليل صادف ابتساما — تجلت ابرق عن ابتسام
صدح الهزار وغردت ورقاء — ولد الهدى فالكائنات ضياء
المصطفى تزهو به العلياء — وعلى السماء تسمو به الغبراء
يا حبذامولد المختار من بشر — ماقدرت للمصطفى النظراء
ياأول الكون أنت ربيعه — روض الدنى بربيعها زهراء

أحمد المختار حبي — من له وجه يهاب
شعره مثل السحاب — ورضابه شراب
صدره المشكاة فيها — شمعة لابل شهاب
جوده فاق الجوادي — وبه جاد السحاب
قلّه مالا يحد — كثره باب شُباب

رحيله الى دار الخلود والبقاء: وبعد أن قضى حياة مليئة بالأعمال الجليلة والمآثر النيرة ارتحل الى جوار رحمة الله تعالى عن عمر يناهز ٧٦ عاما في ٦ من ذي القعدة عام ١٤٣٩ه المصادف ٢٠ يوليو عام ٢٠١٨م ولا نقول في هذه الآونة الاما يرضي ربنا تبارك وتعالى إن لله ما أعطى وله ما أخذ و كل شيء عنده لاجل مسمى.

لقد كان لوفاته أثر بالغ في نفوس المسلمين بصفة عامة وفي نفوس محبيه وتلامذته ورفاقه وخلفائه بصفة خاصة فقد عم الحزن الأوساط العلمية والدينية والدعوية في الهند وخارجها وقد اصبحت الامة الاسلامية شبه يتيم سواء كانت هي في شرقها أو غربها أو شمالها أو جنوبها أي في الأرجاء المعمورة جميعا

تغمده الله تعالى بغفرانه واسكنه فسيح جنانه وصلى الله على سيدنا ومولانا محمد وعلى آله وصحبه وأصوله وفروعه واهل بيته وعلماء ملته وشهداء محبته اجمعين.

***

الشيخ محمد اختر رضا خان الأزهري شاعرا عربيا

١٣٦١ھ ـ ١٩٤٢م

مولانا محمد شكيل المصباحي استاذ بالجامعة النورية الرضوية ببريلي الشريفة

نشأته و حياته : ولد سماحة الشيخ الأزهري رحمه الله تعالى في حي "سوداغران" بمدينة بريلي في اترابراديش من شمال الهند يوم الخامس والعشرين من صفر المظفر الموافق ١٩٤٢م في بيت معروف في العلم والفضل وفي عائلة ممتازة في خدمة الدين والاسلام .وفي حب النبي صلى الله عليه وسلم وعشقه و مودته وسماه جده الأجل من الأم المفتي الأعظم محمد مصطفى رضاخان "محمدا" و اقرأه البسملة على رؤس الأشهاد حسب عادات المشائخ والأتقيا والصالحين الكرام (١. مساهمة روهيلكند في اللغة العربية وآدابها ص١٩٦ د. محمود حسين)

ونشأو ترعرع في هذه المدينة .وشب على حب العلم والدين حسب مشائخه العظام وآبائه الكرام. وله علاقة خاصة . ونسبة تامة بشيخ الإسلام والمسلمين "الإمام احمد رضا خان "عليه رحمة الرحمن و الغفران فينتهي نسبه اليه عن أبويه الكريمين كليهما فهو ابن حفيد الامام حيث أنه ابن الشيخ المفسر الأعظم بالهند العلامة محمد ابراهيم رضا خان (المدعو بجيلاني ميان) بن العلام حجة الإسلام حامد رضا خان بن الامام الهمام وحيد الزمان فريد الاوان "احمد رضا خان" و من جهة الأم الكريمة فان اباها شيخنا المفتي الأعظم بالهند، محمد مصطفى رضا خان القادري البريلوي بن الشيخ العلام جلى الشان "احمد رضا خان الحنفي البريلوي"

تلقيه العلم والأدب: ان الشيخ الأزهري رحمه الله تلقى مبادئ العلوم من أمه الكريمة وأبيه الكريم العلامة "محمد ابراهيم رضاخان" ومن جده المعظم من الأم الشيخ العلام محمد مصطفى رضا خان" ثم التحق بدار العلوم منظر اسلام التي اقامها ابوه باذن جده الامام احمد رضا خان وهي جامعة تلقى الخدمات السامية و المآثر الذهبية مذ مأة سنة على الأقل ويوجد خريجوها في اكثر البلدان والمعمورات في العالم خطباء وائمة ومعلمين ومحاجرين و مرشدين فتلقى الشيخ الأزهري فيها العلوم العربية و الأدبية والشرعية والعقلية و نال منها شهادة الفضيلة ثم رحل الى "الجامع الأزهر" في مصر ١٩٦٣م فأخذ الحديث و علومه والتفسير والفقه عن كثير من اجلّهم وأشهرهم "الشيخ محمد سماحي" شيخ الحديث والتفسير في الجامع الأزهر) والشيخ محمود عبد الغفار" (استاذ الحديث فيها)وبرع في العلوم العربية و الأ

دینیة .و تخرج من کلیة الشریعة والقانون ۱۹۶۶م وذلك منها شهادة البکلاریوس(B. A) ثم عاد الی وطنه الأصلی المألوف مدینة بریلی و استزادهما فی العلوم والفنون ایضاً من العلماء الکبار والفضلاء العظام فی ذالك الزمان (مساهمة روهیلکهند فی اللغة العربیة وآدابها ص ۱۲۶ د. محمود حسین)

شعره: وله میل عظیم و شوق کبیر فی قرض الشعر و نظم المدائح و سلك القصائد و القاءها فی الحفلات والجلسات حسبما تقتضی الحاجات وتمس المناسبات غیر المانعات والمحظورات وقد نشر دیوانه المسمی "نغمات اختر" ولا حقاً تم نشر دیوانه باسم "سفینة بخشش" بمعنی(سفینة الغفران)عام ۱۹۸۶م وتم اصدار طبعة جدیدة منقحة سنة ۲۰۰۹م والدیوان یشتمل علی مدائح الشیخ باللغتین العربیة والأردیة.وتوجد مدائح وقصائد للشیخ لم تنشر بعد.وخدماته العلمیة ومآثره الذهبیة بهذا النوع من العمل لیست بمحدودة فی اللغتین الاردویة والعربیة فحسب بل هی فی اللغات الاخر ایضاً لأن له اخصاء ودربة فی الفارسیة والانجلیزیة والهندیة ایضاً.

وله أبیات کثیرة منتشرة فی مواضع شتی، الیکم ما اطلعت علیها الی حین الکتابة.

هذه القصیدة فی حمد الله عزوجل ومدح رسوله ﷺ:

الله الله الله — مالی رب الا هو
یفنی الکل ویبقی هو — لیس الباقی الاهو
من کان دعاه أن یاهو — ذاك حمید عقباه
من کان لربی دنیاه — عاش سعیداً أخراه
من کنت الهی مولاه — کلّ الناس تولاه
من مات یقول الله — ذاك الخالق حیاه
رسل الله تلقاه — أبهر عین بمسراه
الرضوان له نزّل — جنة خلد مأواه
تخفی الناس بلا جدوی — هلا ربك تخشاه
ابغ الأمن لدی ربی — ان الأمن بتقواه
تلقی ربك بافاقی — دم ان شئت بل کراه
ترجوا الناس لجدواهم — ان الجدوی جدواه
هل غیرك یخشی ربی — غیرك ربی یخشاه
ربی رب الأرباب — لیس یضاهی حاشاه
فسواه رب بالاسم — واله الحق یرعاه

الواحد ليس بلى جزء   لاواحد حقاً الاهو
الخلق مرايا موجودٍ   لاموجود الاهو
والكل مظاهرمشهودٍ   لامشهود الاهو
فرد حق الاهته   لامعبود الاهو
واهل صلاة الله حلى   من ليس شفيعاً الاهو
من بالدين أحيانا   حياالله محياه
عم الكون برحمته   كل الرحمى رحماه
وازدان بلاد الله به   فالكون ظلام لولاه
جاء جميل الرحمان   فاشكر تزدد نعماه
حل الفرح بمولده   فافرح حتى تلقاه
قد نيط حيوة الكون به   فالكون عديم لولاه
يامن يطلب رضوانا   ماالرضوه الاإياه
كن لنبي الله رضى   تحظ لربه بزلفاه
ان النعمة أحمدا ﷺ   ياطالب نعمة مولاه
ان النعمة أحمدا ﷺ   الله اليدا أهداه
برسول الله فابتهجوا   فهو الفضل وبشراه
بالله تايدا صرنا   لا يخذل من قد رجاه
أدرك عبدك جيلانى   من غيرك يرفع بلواه
ويزور سلام الرحمان   خير نبي نبيناه
هذا أختر أدناكم   ربي أحسن مثواه

(سفينة الغفران ص ١٢)

وقال في مدح النبی ﷺ:

رسول الله يا كنز الأمانى   على أعتابكم وقف المعانى
بهذا الباب يعتز الذليل   لهذا الباب يأتى كل عان
لهذا الباب اتدب الرحيم   ذوى الأوزار من قاص ودان
رسول الله انى مستجير   لدى أعتابكم من كل جان
رسول الله فاسمعني وكن لي   معيناخير عون في الزمان

لكم جاء ت ورواحلنا خفافاً وكم صدرت محمل لقنواني
وكم فاضت بحارك كل حين وكم جادت سماء لك كل آن
فيا كم مهجتي أنتم عادي مرادي بغيتي كنزي أماني
الانحيون من قلبي مواتا الاتأتون مدروس المكان
ولا زالت بحاركم تفيض وأمطار الندى مر الأوان
اما للشمس في ليلي شروق الامايجعلوا محياكم كياني
وكم جليتم عمى العيون وكم أحييتم ميت الجنان
رسول الله اني مستحب مديحتكم على روض الجنان
رسول الله جودوا بالوصال كفي من هجركم ما قد أعاني

وقال في شانه ﷺ معلنا يا مجيب يا مجاب:

يامجيب يامجاب أنت نعم المستجاب
يارسول الله حقاً أنت للنعماء باب
أنت مأمنا وحيداً في الورى أنت المهاب
بالهدى والحق وافي الخلق مرءٌ لايراب
خيرة الله فينا الجميع منه طابوا
أحمد المختار حبي من له وجه يهاب
شعرهٗ مثل السحاب ورضابهٗ شراب
صدرهٗ المشكاةٌ فيها شمة لا بل شهاب
جودهٗ فاق الجوادي وبه جاد السحاب
قلبه مالا يحد كثرةً بحر عباب
ومرارةً أمان ولمن عصى معاب
أختر الجاني أتاك فانف عنه ما يعاب

كلمات الصلوة والسلام على النبي المختار خير الأنام ﷺ

هادي السبيل يا مدارسلام عدد البر والبحار سلام
يتولى عليك من قلبي ماترنم الهزار سلام
قدر السماء والأرض عدد الليل والنهار سلام
بل عليك سائر الدهر عدد الزحف والقرار سلام

یاسراج المنیر من ربی من به العالم استنار سلام
یارسول الأنام أحمدهم قدوة القادة الخیار سلام
یامعینا لکل ملهوف خیر جار لذی استجار سلام
یاصبا بلغی الی حی من بعید عن الدیار سلام
هائم فی طلاب طیبة مستهام له الجوار سلام
مهجتی بنیتی وعائلتی کلها تفرق المزار سلام
جاء نا العصاة سادتکم یستجیرون یا خیار سلام
منکم ترتجی شفاعتکم للعباد الکبار سلام
ویتوبون من ذنوبهم بشروهم بالاغتفار سلام
لمن ازدار طیبتکم جنة الخلد والقرار سلام
ولمن هوی مدینتکم مثله خسار سلام
اجعلونی من أهل بلدتکم وعلیکم ذوی الفخار سلام
ماتبسمت زهور ربی رش کالطل فی الخضار سلام
وسلام کثاقب النجم ثم کالشمس فی النهار سلام
وسلام کمائس الغصن ثم کالزهر فی ازدهار سلام
اشتکی القلب هجرکم قربونی من الدیار سلام
شرف الله قدرکم شرفونی بالزیار سلام
کم زهی منکم شرف کم سمی منکم الفخار سلام
کم سمت بکم أصولکم کم حلی منکم النجار سلام
سادتی أنکم لهامة للئیمه الفرار سلام
لن یضام الذی أحبکم بل له دائم الوقار سلام
کم لکم من سوابغ النعم دائمات بلا انحصار سلام
أختر المجددی یبلغکم سائلا منکم الجوار سلام

(سفینة الغفران ص ۱۰۹ الی ۱۰۲)

وعدة أبیات یترشح منها التغزل والمزاح

تلومونی علی ذنب عظیم ومن یأس الذنوب فقد ألاما
ولطف الله أوسع أن یضیقا بمثلی فاسمعوا ودعوا الملاما

دعونی أسئل الرحمان سولی وانی واثق أن لن أضاما

فلی میثاق ربی أن یعوبا علی وهو عن خلف تساما

الهی فاغفر لی ما مضی من ذنوبی قبل أن ألقی حماما

وللاخوان والأصحاب أنا دعونا کافا فادخلنا السلاما

وجنبنا عذاب النار ربی فان عذابها کان غراما

وأبق المفتی الشیخ الجلیلا علی أعدائه دوما حساما

ومتعنا به دهرا طویلا وبارك فیه ارفعه مقاما

بجاه المصطفی من جاء فینا رسولا هادیا یجلوا الظلاما

(سفینۃ الغفران ص ۱۰۳ تا ۱۰۵)

وقال فی شان الشیخ مجاهد الملۃ حبیب الرحمن الأریسوی۔

کیف الوصول صاح لدی الشامخ الأشم من أعجز الشوامخ العلیاءمن الهمم

ماری مثله فی الفضل والفداء فهو السماء لیست من فوقها سما

فاق المجاهدین هذاالمجاهد هذاالمفتی بذاکم شهدنا المشاهد

ان الذین قالواالله ربنا عاشوا بموتهم فی دوحۃ المنی

هل ذاکم حبیب الرحمان ثاویا فی الرمس أم سراج فی الترب خافیا

شبهته ورمساقیه ضم جسمه بالبدر حل فی برج فضه

مارمسه سوی مرا ۃ عینه یعلوه بهجۃ وزین بزینۃ

قالوا متی مضی أرأیت أختر نادیت خاص فی النعماء یحبر

(سفینۃ الغفران ص ۱۳۲ تا ۱۳۴)

وقرض عدۃأبیات عند وفاۃ الشیخ احسن العلماء السید مصطفی حیدر حسن المارهروی۔

غبت فی مارهره مصباح الدنی شمس الأنام یازکاالمصطفابعدك الدنیا ظلام

یاسماء المجد دمتم ما یدانیکم سمی ذل من عز علیکم من لکم ذل السمی

جودکم فاق الجوادی وبکم جادت سما خیرکم ملا البوادی صیتکم عم الوری

انما المیت جهول ذوهوی لا أنتم قد فدیتم عن هواکم للخلود نلتم

قبل موت متم بعد موت دمتم جسر موت جزتم وبالوصال فزتم

عون دین المصطفی یا غوث یا عون الرضا جد علینا یاسماء الجودیاجود الندی

(سفینۃ الغفران ص ۱۳۹)

وقال عدة أشعار بصلة ازدواج أخيه الصغير الشيخ منان رضا خان:

الحمد للجواد ... الواهب المراد

منان عادی ... شكرا على الرشاد

وعلى ذه الأيادی ... فيما على العادی

ثم الصلاة علی ... خير الورى الهادی

والآل معتمدی ... والصحب أسيادی

ما غردت ورقا ... وترنم الشادی

شب السلام يا ... أهل ذا النادی

صلى عليه ربی ... ما جادت الجوادی

ابشر أخی بصبيحة ... غراء سمح القياد

(سفينة الغفران ص ۳۱ تا ۳۲)

وقال هذه الأبيات لتنبيه الغاوين الضالين المعتدين.

أعيدا يجودا ولا تجهدا

أعيداي جودا ولا تجهدا ... وكونا لخير البلاد فدی

ألا تبكيان لها من أسى ... الا تبكيان لأرض الهدى

وما قد أبيح لها من حمى ... وما قد أريق بها من دما

ألا تبكيان: لبغداد ... وقد قذفوه شرار العدى

الا فاسلوني بدمع همی ... فان البكاء لخير العزاء

بلايا الزمان غدت ديمة ... وان الخمينی اشد البلاء

أدم عز مكة ياربنا ... وبعداً لمن ضام أم القرى

وتبا لمن رفضوا دينهم ... وسحقا لفرعة عبدا لهوى

لقد ضل قوم بأصنامهم ... واما بهذا لخمينی فلا

كأين بايران من مضحكات ... ولكنه ضحك كالبكا

جهلتم على الناس كی تجهلوا ... براقش تجنی على نفسها

قطعتم عن الناس حبلكم ... لجروا المهلكم حبال الردی

فهيهات ان شئتم رفعة ... فدينوا بما دان أهل الرضا

وكفوا عن الرفض خيراً لكم ... وكفوا عن الناس دأب الأذى

وخلوا العراق يخليكم   وكونوا لجيرانكم أوفيا
وصافوا لمودة جيرانكم   يكونوا لكم جيرة أصدقا
وراعوا الخليج كأوطانكم   فلا تشعلوا فيه نار الوغى
وكونوا مع العرب أقوى يد   وكونوا على من سواكم يدا
دعوا من تطرف في معزل   وفروا الى الله والمصطفى
الى المصطفى فافزعوا مهتدوا   والاسلكتم طريق التوى
كاذاكم تعيشون في منعة   والاذهبتم أيادي سبا

آلا يا خميني يا فاجر:

الا يا خميني يا فاجر   أفق من ضلالك يا خاسر
أقيموا بهيجاء أو أقصروا   فجيش العراق هو الظافر
أبى أن يهون العراق الأبي   فمجد العراق هو الظاهر
وان العراق بعليائه   لفي غاية مالها حائز
ليهنا العراق الحبيب العلى   ومجد مجيد له زاهر
يظل العراق بحرز الاله   منيعا فليس له كاسر
ويردي الخميني وأحزابه   اذلاء ليس لهم ناصر
ويكفي العراق قتال العدى   مليك الورى القادر القاهر

تداعوا فحجوا الى لندن:

سمعنا برهط خبيثة   تداعوا فحجوا الى لندن
توافوا بلندن في مجمع   وجاءوا ابرأي لهم العن
أرادوا ضلال الورى مثلهم   فودوا امامة ذالأرعن
تمنوا ولاية أرض الهدى   ويأبى الأله سوى المؤمن
وحق أولى البغي في مكة   جلاء عن البيت والمأمن
ومن كان حربا على مكة   فما أن يحج سوى لندن
ومن سام أهل الحجاز أذى   أديمت عليه رحى ملتن

(سفينة الغفران ص ١٤٩ الى ١٥٢)

وعدة أشعار في رثاء جده الشيخ المفتي الأعظم محمد مصطفى رضا خان:

ثوى المفتي العظام مخلدا   بدار فاكرم بها من دار

حوت في عقرها شمس الزمان — فأمست من سناها مطلع الأنوار
سماء الفضل بدر سمائها — أياديه فيها كالسماء المدرار
سماوته غابت فاظلمت الدنى — فمن لوقوف موقف المحتار
لو استطعنا لكنا فداء ه — وزدناه أضعافا من الأعمار
ولكن أمر الله لابد كائن — وما حيلة تغني من الأقدار
تخليت من دنياك يا بهجة الدنى — فهاتيك قفر دارس الآثار
رحيلك شيخي ثلمة أي ثلمة — بلا الدين جلت عن الاظهار
سئلون اختر ارخ رحلة سيدى — فقلت عظيم الهان ليكنا الدار

(۱۴۳۰ھ)

(جہان مفتی اعظم ص ۱۱۲۸)

وفي الختام ندعو الله الجليل أن يتقبل من الشيخ رحمه الله تغمده بغفرانه وأسكنه بحبوحة جنانه خدمة الشريعة الغراء والملة البيضاء حسن قبول وجزاه أحسن الجزاء وارزقه وارزقنا اجرا حسنًا في الدنيا والآخرة وهو ولي كل خير وهو الموفق والمعين .آمين بجاه النبي الكريم عليه ازكى التحية واكرم التسليم.

***

تاج الشريعة شاعرا عربيا رحمه الله تعالى

محمد شاكر علي القادري الأزهري، جماعة رضا المصطفى، بريلي الشريفة

الإمام العلامة، تاج الشريعة، المفتي محمد أختر رضا خان القادري الأزهري عالم كبير، مفتي للديار الهندية، وله خدمات دينية جليلة في المجالات المتعددة، من الإفتاء، وتأليف الكتب، والأسفار الدعوية. ومع هذه الميزات أنه شاعر مفلح من فحول شعراء الإسلام. قرض الشعر في اللغتين، العربية والأردية. قد حاولنا في السطور التالية إبراز شخصيته الشعرية من بين شعراء العربية.

فنجد أن عشق الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم في قصائده في المديح النبوي الشريف يعكس أبعادا روحانية وجدانية، من خلال التركيز على الحقيقة المحمدية التي تتجلى في السيادة والأفضلية والنورانية. فتحدث فيها عن آثار رسول الله صلى الله عليه وسلم الهادية الباقية في أمته والبشرية والكون، ومكانته السامية عند ربه، وتغنى بشمائله وخصائصه، وأشاد بآله وصحابته الكرام، وعكس همومه وآماله وأوضاع عصره. نخوض في الحديث عما أبدع من مقدرته الشعرية بعد تقديم تعريف الشعر.

الشعر لغة واصطلاحاً:- الشعر في معناه اللغوي "أنه كلّ كلام موزون ومقفى قصدا".

وأمّا تعريف الشعر في معناه الاصطلاحي فإنّه القول الذي يتركب من أمور تخيلية، ويكون القصد من هذا الكلام إمّا الترغيب وإمّا الترهيب.

وقال بعضهم: هو الكلام الذي قصد إلى وزنه وتقفيته قصداً أولياً، فأما ما جاء عفو الخاطر من كلام لم يقصد به الشعر فلا يقال له شعر، وإن كان موزونا.

إنّ قدامة أولى أهميةً كُبرى في تعريفه للشعر، حيث يؤلف عنده مدخلاً يضبط تصوّره المعياري لمعرفة جيد الشعر من رديئه، ومن أن يُقال فيه: "إنه قولٌ موزونٌ مقفًى يدلّ على معنًى".

وأهم الأغراض الشعرية في العصور المتتالية المتداولة بين الشعراء هي المدح والهجاء، الفخر والحماسة، والغزل والرثاء وغير ذلك من الأغراض الوصفية. ومن بين تلك الأغراض الشعرية المديح النبوي الذي نحن بصدد ذكره الآن بشيء من التفصيل:

المديح النبوي:- وهو عبارة عن الشعر الذي يهتم بمدح النبي سيدنا محمد صلى الله تعالى عليه وسلم بذكر صفاته الخلقية والخُلقية، والتعبير بالشوق لرؤيته وزيارة قبره، والمقامات المقدسة التي ترتبط بحياة الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم، مع ذكر معجزاته المادية والمعنوية، ونظم سيرته شعرا.

والإشادة بغزواته وصفاته المثلى، والصلاة عليه تقديرا وتعظيما.

ويعرفه الدكتور زكي مبارك بأنه "فن من فنون الشعر التي أذاعها التصوف، فهي لون من التعبير عن العواطف الدينية، وباب من الأدب الرفيع؛ لأنها لا تصدر إلا عن قلوب مفعمة بالصدق والإخلاص".

ويظهر الشاعر المادح في هذا النوع من الشعر الديني تقصيره في أداء واجباته الدينية والدنيوية، ويذكر عيوبه وزلاته المشينة وكثرة ذنوبه في الدنيا، مناجيا الله بصدق وخوف، مستعطفا إياه طالبا منه التوبة والمغفرة. وينتقل بعد ذلك إلى الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم طامعا في وساطته وشفاعته يوم القيامة. وغالبا ما يتداخل المديح النبوي مع قصائد التصوف وقصائد المولد النبوي التي تسمى بالمولديات.

ظهور المديح النبوي:- ويوجد اختلاف بين الباحثين حول نشأة المديح النبوي، فهناك من يقول بأنه إبداع شعري قديم ظهر في عصر صدر الإسلام في المشرق العربي مع الدعوة النبوية والفتوحات الإسلامية. فكان في مضمونه متأثراً بقيم الدين الجديد ومثله وتعاليمه، مبرأ من أي غرض دنيوي، مع حسان بن ثابت وكعب بن مالك وكعب بن زهير وعبد الله بن رواحة. ويعد حسان بن ثابت أول من نهج هذا المنهج في مدح الرسول الكريم، والإشادة به وأخلاقه وفضائله ومناقبه عليه الصلاة السلام.

ولكن أدت الظروف والأحداث السياسية في عصر بني أمية والعصر العباسي إلى خفوت شعر المديح النبوي واضمحلاله، إذ انشغل الشعراء إما بمدح الخلفاء والوزراء والولاة أو بمدح زعمائهم من رؤساء الأحزاب السياسية.

تاج الشريعة رحمه الله تعالى بين شعراء المدائح النبوية الشريفة:وتعود أشعار المديح النبوي إلى بداية الدعوة الإسلامية مع قصيدة "طلع البدر علينا". وقصائد شعراء الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم كحسان بن ثابت وكعب بن مالك وعبد الله بن رواحة وكعب بن زهير صاحب اللامية المشهورة التي استحق بها أن تسمى قصيدته بالبردة، لأن الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم كسا صاحبها ببردة مطهرة تكريما له.

تبين لنا أن الشعراء في البداية لم يستطيعوا الاتساع في الحديث عن مفهوم النبوة في شعرهم، فمدحوا رسول الله صلى الله عليه وسلّم بالمعاني التقليدية التي درجوا على استخدامها في مدح سادتهم، وكانت المعاني التقليدية غالبة على هذا المديح على الرغم من ظهور الأثر الديني فيه، واستخدام الشعراء لمعان دينية مقتبسة من المفاهيم الدينية والقرآن الكريم. وقد تابع شعراء المديح النبوي غيرهم في القصائد الجاهلية في استخدام المعاني التقليدية، التي وصف بها الشعراء السابقون كالوقوف على الأطلال، والبكاء على الديار البالية، ومحو معالمها وآثارها، ووصف الرحلة و الراحلة، والتحنن إلى فقيدته

والترجي عودته. واستخدموا المعاني نفسها دون أن يضيفوا إلى معاني المقدمة المعروفة معنى جديدا. إلا أنهم انتقلوا نقلة واحدة من وصف الطلل وذكر منازل المحبوبة إلى ذكر الأماكن المقدسة والتشوق إليها في التعبير عن موضوعات مدائحهم النبوية. مثل قول البوصيري:

أمن تذكر جيران بذي سلم .... مزجت دمعا جرى من مقلة بدم

أم هبت الريح من تلقاء كاظمة .... وأومض البرق في الظلماء من إضم

فالصرصري افتتح إحدى مدائحه النبوية قائلا:

لمن دمن بالرقمتين أراها .... محا رسمها طول البلى وعفاها

تحمل عنها كل أشيب آنس .... ولم يبق إلا عفرها ومهاها

فأضحت قواء بعد طول غنائها .... يعج فيها ريمها وطلاها

أضاف الإمام البوصيري إلى المعاني التقليدية في وصف الرحلة والراحلة معاني الشوق والحنين إلى الأماكن المقدسة والوجد والحب لرسول الله صلى الله عليه وسلم:

سارت العيس يرجعن الحنينا .... ويجاذبن من الشوق البرينا

داميات من حفى أخفافها .... تقطع البيد سهولا وحزونا

ولكن شاعرنا العظيم تاج الشريعة رحمه الله تعالى لم ينتهج منهج شعراء المدائح النبوية الآخرين ولم يقتف آثارهم، ولم يتبعهم في القصائد الرائجة عندهم في صياغة الشعر وبداءة في المقدمة. كالوقوف على الأطلال التي عفا الزمان على معالمها، والبكاء على الديار البالية، ومحو معالمها وآثارها. ووصف الرحلة و الراحلة، ولم يتمسك بهذه السنة التقليدية كشعراء المدائح النبوية في افتتاح قصائدهم. بل ونهج شاعرنا الفقيه رحمه الله تعالى نهجا جديدا، وسلك طريقا طريفا، حيث افتتح قصيدته بحمد الله تعالى متبركا به، ومقتبسا من القرآن والسنة، ولم يبدأ القصيدة بحمده تعالى في أبيات قلائل فحسب، فانتقل إلى غرضه الرئيس، وهو المديح النبوي الشريف بل يمكننا أن نشطر قصيدته إلى غرضين، وهما الحمد لله تعالى، ومدح النبي صلى الله تعالى عليه وسلم. في قصيدته في الحمد ومدح النبي صلى الله تعالى عليه وسلم:

وها تقرأ وتستمتع بالشطر الأول من أبيات القصيدة في الحمد:

الله الله الله .... مالي رب إلا هو

يفنى الكل ويبقى هو .... ليس الباقي إلا هو

من مات يقول الله .... ذاك الخالد محياه

تفنى الناس بلا جدوة .... هلا ربك تخشاه

ابغ الأمن لدى ربي..................إن الأمن بتقواه

وفي الشطر الثاني مدح شاعرنا تاج الشريعة رحمه الله النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قائلا:

جاء حبيب الرحمن..................فاشكر تودد نعماه

حل الفرح بمولده..................فافرح حتى تلقاه

برسول الله فابتهجوا..................فهو الفضل وبشراه

بالله تأيد ناصرنا..................لا يخذل من قد رجاه

هذا أختر أحداكم..................ربي أحسن مثواه

وفي قصيدة للشيخ الفقيه الشاعر أخرى ابتدأ قصيدته مباشرة دون أن يستغني بالمعنى التقليدي، وسرد المقدمة الطللية عن منهجه القويم، بل شرع فيها بمدحه صلى الله تعالى عليه وسلم مستشفعا إياه. وها مطلع القصيدة:

رسول الله يا كنز الأماني..................على أعتابكم وقف المعاني

بهذا الباب يحتز الذليل..................لهذا الباب يأتي كل عاني

رسول الله فاشفع لي وكن لي..................معينا خير عون في الزماني

ونجد شاعرنا العظيم تاج الشريعة رحمه الله يسير على هذا المنوال، متعزلا عن الشعراء الآخرين منهجهم وموقفهم في سرد القصائد. وإليك قصيدة له باشرها بامتداح رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم:

رسول الله يا بدر التمام..................إليك المفزع من هم الظلام

يقصر عند شعرك كل بحر..................ويقصر عن سماك ذي الغمام

سماء كم على الأقطار دامت..................وبحر كم يفيض على الدوام

نرى أن شعراء المدائح النبوية استخدموا المعاني التقليدية التي تعاودها الشعراء الذين سبقوهم، فاتبعوا معاني الشعر العربي القديم، وربما تجاوزوا المعنى إلى التعبير الأصلي، أو قريبا من التعبير الأصلي، فتذكر المعنى وصاحبه وإنما استقوها مما استخدمت هذه المعاني في التراث الأدبي العربي، ونقلوها من موضوع إلى موضوع، وسموا بها إلى المقام النبوي الشريف، وأعادوا صياغتها وطريقة استخدامها وبناءها، وأضافوا إليها ما استجادوا منها إضافات بسيطة، فظهرت جديدة نوعا ما، إلى جانب ما استقوه من السيرة والحديث الشريف، ومتابعة بعضهم بعضا، مثل ما قال ابن نباتة في المدحة النبوية:

سقى الله أكناف الغضا سائل الحيا ......وإن كنت أسقى أدمعا تتحدر

وعيشا تقضى عنه الزمان ببياضه ....وخلفه في الرأس يزهو ويزهر

یذکرنا بقول الشاعر هارون بن علی المنجم:

سقی الله أیاما لنا ولیالیا..................مضین فما یرجی لهن رجوع

إذ العیش صاف والأحبة جیرة............جمیع وإذ کل الزمان ربیع

فابن سید الناس قال فی مدحة نبویة:

لو لم أر الموت عذبا فی الغرام بکم..........ما شاقنی لحسام البرق تقبیل

فلم نتنهی إلی إکمال البیت الأول حتی أن قفز إلی ذاکرتنا معنی عنترة بن شداد فی قصیدته الغزلیة:

ووددت تقبیل السیوف لأنها..................لمعت کبارق ثغرك المتبسم

وکذلك عندما ندرس شاعرنا تاج الشریعة فیما قرض من قصائد فی المدائح النبویة الشریفة، فنجد ما استخدم من المعانی فی قصیدة جده الإمام أحمد رضا خان القادری رحمهما الله تعالی. وإلیك قصیدته تلك:

الحمد للجواد..........................الواهب المراد

منان بما عادی........................شکرا علی الرشاد

ثم الصلوة علی........................خیر الوری الهادی

ومن هذا شعر جده الإمام أحمد رضا خان القادری رحمه الله تعالی:

الحمد للمتوحد....................بجلاله المتفرد

وصلوة مولانا علی................خیر الأنام محمد

والآل أمطار الندی................والصحب سحب عوائد

وانظر فیما یأتی ما نقله شاعرنا الإمام البوصیری رحمهما الله تعالی:

فاق النبیین فی خَلق وفی خُلق........ولیس له فی علم ولا کرم ثانی

هذا ما قاله الإمام البوصیری رحمه الله تعالی فی قصیدته المشهورة بمدح النبی صلی الله تعالی علیه وسلم:

فاق النبیین فی خَلق وفی خُلق...........ولم یدانوه فی علم ولا کرم

أخذ شاعرنا تاج الشریعة رحمه الله تعالی المعانی فی قصیدته مما قاله أحمد شوقی فی قصیدته المسماة بالمولدیات. تلاحظ فی قصیدة شاعرنا:

حال العداء وحلّی التزام.................ولد الضیاء فالکون وضاء

صدح الهزار وغردت ورقاء...............ولد الهدی فالکائنات ضیاء

المصطفی تزهو به العلیا.....................وعلی السماء تسمو به الغبراء

من أبیات قصیدة الشاعر أحمد شوقی فی المولد النبوی الشریف:

ولد الهدى فالكائنات ضياء..................وفم الزمان تبسم وثناء

والعرش يزهو والحظيرة تزدهي..................والمنتهى وسدرة العصماء

بك بشر الله السماء فزينت..................وتضوعت مسكا بك الغبراء

وهذا الشعر الذي يأتي قول الخنساء في مرثية أخيها، ولكن عندما وصل شاعرنا إلى هذا البيت من قصيدتها في الرثاء، أخذ هذا المعنى في قصيدته نظمها لحماية العراق العريقة حين دارت الحرب بينها وبين إيران، دافع فيها عن أهل السنة وهجا الرافضة الشيعية:

أعيني جودا ولا تجمدا..................ألا تبكيان لصخر الندى

ألا تبكيان الجريء الجميل..................ألا تبكيان الفتى السيدا

من هنا شعر تاج الشريعة رحمه الله تعالى:

أعيناي جودا ولا تجمدا..................وكونا لخير البلاد فدى

ألا تبكيان لها من أسى..................ألا تهيمان لأرض الهدى

وتسير المدحة النبوية للشاعر الراحل تاج الشريعة رحمه الله تعالى على هذا النحو، يجهد فيه عقله في الملاءمة بين المعنى القديم، وما يمكن أن يتحول إليه عند إتمامه، وتضمينه، ونقله إلى المديح النبوي الشريف، فصرف المعاني القديمة الوصفية والغزلية في قصيدة من القصائد الشعرية الجاهلية والقديمة، يحتاج فيه إلى مقدرة بالغة، وصناعة قوية، وحذق وتفكير أكثر من الشاعرية، وزيادة على الظرافة، وإظهار المقدرة الفنية والعقلية، ولم يتكأ الشاعر رحمه الله تعالى هنا على الشعر القديم فأخذ منه المعنى والوزن والقافية فحسب، بل تجاوزه إلى المعنى الأصيل النبيل وهو المديح النبوي الشريف، فاتسع شاعرنا في أخذ المعاني من الشعر القديم، وأتم وضعها في سياق المدحة النبوية، مع المحافظة على التعبير الأصلي، أو تغيير ترتيب الجمل، والطريف من المدائح النبوية في هذا الباب، كما نظمه بعض شعراء المديح النبوي.

شعره في الأغراض الأخرى:- قرض شاعرنا العظيم رحمه الله تعالى قصائد في الأغراض الأخرى كما قرضها في المديح النبوي الشريف صلى الله تعالى عليه وسلم، كالحمد والمدح والهجاء، والمناجاة لله تعالى، والمنظومة السلامية على حضرة رسول الله صلى الله تعالى عليه وبارك وسلم، وها نذكر هنا بعضا من أبيات تلك القصائد الرائعة:

قال الشاعر تاج الشريعة رحمه الله تعالى في الحمد:

يا مجيب يا مهاب..................أنت نعم المستجاب

يا رسول الله حقا..................أنت للنعماء باب

أختر الجاني أتاك..................فاعف عنه ما يعاب

وقال الشاعر مادحا لجده الكريم المفتي الأعظم بالهند محمد مصطفى رضا خان القادري رحمهما الله تعالى:

ثوى المفتي العظام مخلدا .... بدار وأكرم بها من دار

حوت في عقرها شمس الزمان .... فأمست من سناها مطلع الأنوار

سماء الفضل بدر سمائنا .... أياديه فينا كالسماء المدرار

سألوني أختر إرخ رحلة سيدي .... فقلت عظيم الشأن ليثنا الداري

وكذلك قام بهجاء الخميني الفاجر وطائفته الغاشمة الشيعية هجاءا مرا وقت الحرب بين العراق وايران ومطلعها ما يلي:

ألا يا خميني يا فاجر .... أفق من ضلالك يا خاسر

أفيضوا بهجاء أو أقصروا .... فجيش العراق هو الظافر

أبى أن يهون العراق الأبي .... فجن العراق هو الظاهر

يظل العراق حرز الإله .... منيعا فليس له كاسر

قال الشاعر رحمه الله تعالى مناجيا لله تعالى في قصيدته المشهورة " دعوني أسأل الرحمن سؤلي "وهي كما يأتي:

تلوموني على ذنب عظيم .... ومن يأت الذنوب الآثاما

ولطف الله أوسع أن يضيقا .... بمثلي فاسمعوا ودعوا الملاما

دعوني أسأل الرحمن سؤلي .... وإني واثق أن لن أضاما

وكذلك قرض شاعرنا تاج الشريعة رحمه الله تعالى المنظومة السلامية المشهورة في شأن حضرة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يستشفعه بها. ويستغيث به عليه الصلوة والسلام. وهي كما يأتي:

هادي السبل يا مدار سلام .... عدد البر والبحار سلام

يعوالي عليك من قلبي .... ماترنم الهزار سلام

قدر السماء والأرض .... عدد الليل والنهار سلام

أختر المجتبى يبلغكم .... سائلا منكم الجوار سلام

وله قصيدة أخرى بمناسبة وفاة أخيه الصغير مولانا الشيخ منان رضا خان القادري. فلتعرف أن قرض القصائد بمناسبة الوفاة غرض شعري يروج ويسود في شبه القارة الهندية. ومن خاصية هذه القصيدة لشاعرنا أنه نظمها باللغتين معا العربية والأردية. وها نقتبس بعض أبيات من قصيدته العربية:

الحمد للجواد .... الواهب المراد

مثان يا حمادي.......................شكرا على الرشادِ

وعلى ذه الأيادي.......................فيدا على العادي

ثم الصلوة على.......................خير الورى الهادي

خاتمة: ويتضح لنا جليا مما سبق ذكره أن شعر شاعرنا تاج الشريعة رحمه الله تعالى في المديح النبوي الشريف وغيره من الأغراض الشعرية، شعر صادق، يبتعد عن التزلف والتكسب والتكلف، جمع به بين الدلالة الحرفية الحسية والدلالة الروحانية كما يندرج شعره على الرؤية الدينية الإسلامية الخالصة ويمتح لغته وبيانه وإيقاعه وصوره وأسلوبه من الشعر العربي القديم.

إن هذه الجولة بعض صفحات حاولت فيها الإيضاح عن شخصية إمامنا تاج الشريعة رحمه الله تعالى كشاعر عربي عظيم، وإبراز تصوّرٍ عام لخصته فيما يملك من ملكة وقدرة على قرض الشعر العربي، وإنه شاعر عظيم، ينتمي إلى المناطق غير العربية، مع ذلك كله لا تفوح العجمة في شعره، وذلك لأنه نشأ وترعرع في أسرة عريقة علمية، وبيئة دينية صالحة، وبالإضافة إلى شد الرحال لطلب العلم إلى الأزهر الشريف بمصر العربية، حيث أتقن هناك العربية وأجادها.

***

نقش چہاردہم

شہزادۂ تاج الشریعہ ایک نظر میں

شہزادۂ تاج الشریعہ ایک نظر میں

اسم گرامی: اسم گرامی محمد رکھا گیا اور پکارنے کے لئے منور رضا محامد تجویز ہوا، محمد عسجد رضا خان قادری سے معروف و مشہور ہیں۔

نسب: محمد عسجد رضا قادری ابن تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ابن مفسر اعظم محمد ابراہیم رضا جیلانی ابن حجۃ الاسلام مفتی محمد حامد رضا خان قادری ابن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

ولادت باسعادت: آپ کی ولادت ۱۴ر شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ بمطابق ۱۹۷۰ء کو محلہ خواجہ قطب بریلی میں ہوئی۔

بیعت و ارادت: آپ کو بچپن ہی میں حضور مفتی اعظم ہند نے مرید کرلیا تھا۔ تھوڑا سا ہوش سنبھالنے کے بعد آپ وقتاً فوقتاً حضور مفتی اعظم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر تجدید بیعت کرتے رہے۔

تسمیہ خوانی: جب ۴ رسال ۴ رماہ اور ۴ ردن کے ہوئے تو محفل کا انعقاد کر کے حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے تسمیہ خوانی کرائی اور خوب دعاؤں سے نوازا۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم والد ماجد اور والدہ ماجدہ سے حاصل کی، اسکے بعد اسلامیہ انٹر کالج میں عصری تعلیم حاصل کی، پھر مروجہ درس نظامی کی ابتدائی کتابیں مرکزی دارالافتاء میں مفتی ناظم علی رضوی اور مولانا نظام الدین صاحب سے پڑھیں، متوسط کتابیں جامعہ نوریہ رضویہ میں مفتی مظفر حسین رضوی اور دیگر اساتذہ سے پڑھیں اور بڑی کتابیں اپنے ماموں جان صدر العلماء حضرت علامہ تحسین رضا قادری سے پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔

پھر اپنے والد ماجد تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا قادری ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان سے بخاری شریف، طحاوی شریف، مسلم شریف، الاشباہ والنظائر، مقامات حریری، اجلی الاعلام، شرح عقود رسم المفتی، فواتح الرحموت شرح ھمزیہ وغیرہ کتابوں کا درس حاصل کیا۔ ۲۰۰۱ء میں عرس رضوی کے مبارک موقع پر جامعۃ الرضا کے وسیع و عریض میدان میں محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری نے ختم بخاری کرایا اور بے شمار علماء و مشائخ کی موجودگی میں دستار فضیلت باندھی گئی۔

فتویٰ نویسی: مروجہ درس نظامی سے فارغ ہونے کے بعد آپ خاندان کے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فتویٰ نویسی کی طرف متوجہ ہوئے۔ ۲۰۰۳ء میں آپ نے پہلا فتویٰ جو رضاعت سے متعلق تھا تحریر فرمایا جس کو دیکھ کر حضور تاج الشریعہ بہت خوش ہوئے اور مٹھائی منگوا کر حاضرین میں تقسیم فرمائی۔

اجازت و خلافت اور جانشینی: ۲۰۰۶ء میں عرس رضوی کے موقعے پر جامعۃ الرضا میں منعقد امام احمد رضا کانفرنس میں حضور تاج الشریعہ نے اپنی اجازت و خلافت سے نواز کر اپنا جانشین مقرر فرمایا۔

تدریس: ۲۰۰۷ء میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی موجودگی میں جامعۃ الرضا میں خامسہ کے طلبہ کو مشکوٰۃ شریف کا درس

دیا۔حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ اس موقع پر بھی بہت خوش ہوئے اور خوب دعائیں دیں۔

عقد مسنون: ۲ رشعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۷ فروری ۱۹۹۱ء بروز اتوار آپ کا عقد امین شریعت حضرت مولانا مفتی سبطین رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کی چھوٹی صاحبزادی سے ہوا، جو بڑی خوش مزاج کشادہ دل ،تقویٰ شعار، نیک سیرت، پابند شریعت، متواضع اور ملنسار اور غربا پرور خاتون ہیں، اپنی حضور کی غیر موجودگی میں سارے گھر، باہر سے آئے ہوئے مہمان، مرکزی دارالافتاء اور جامعۃ الرضا کی عام ذمہ داریاں بحسن وخوبی انجام دیتی ہیں۔

اولاد امجاد: اللہ تعالیٰ نے آپ کو چھ اولادیں نصیب فرمائیں، چار صاحبزادیاں اریج فاطمہ، عمرہ فاطمہ، جویریہ فاطمہ، اور مزینہ فاطمہ اور دو صاحب زادے حسام احمد رضا اور ہمام احمد رضا۔

بڑی صاحب زادی اریج فاطمہ بریلی کے جناب سلمان حسن خان سے منسوب ہیں۔جن کی ایک صاحبزادی سکینہ فاطمہ عرف جویریہ ہے اور ان سے چھوٹی صاحب زادی عمرہ فاطمہ راقم السطور عاشق حسین کشمیری سے منسوب ہیں۔

خدمات: آپ جماعت رضائے مصطفیٰ کے صدر، مرکزی دارالافتاء، مرکزی دارالقضاء اور شرعی کونسل آف انڈیا کے ناظم امام احمد رضا ٹرسٹ کے چیئرمین، مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا کے ناظم اعلیٰ اور بریلی شریف کے قاضی شرع ہیں اور والد ماجد حضور تاج الشریعہ قدس سرہ کے وصال کے بعد ان تمام تنظیموں اور شعبوں کے سرپرست ہیں۔

سیرت وکردار: آپ بڑی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔مطالعہ کا بہت شوق ہے۔حق گو اور بے باک ہیں، والدین کریمین کے فرماں بردار اور خدمت گار، خدمت دین وخدمت خلق میں لگے رہتے ہیں۔شیریں لب ولہجہ خوش اخلاق، پابند شرع، متقی، پرہیزگار اور امیر وغریب بڑے چھوٹے سب کے ساتھ خوش دلی سے پیش آتے ہیں۔

زیارت حرمین شریفین: ۲۰۰۸ء آپ نے اپنے والد گرامی حضرت تاج الشریعہ کے ساتھ پہلا حج ادا فرمایا، ۲۰۱۰ء میں اپنے والد گرامی کے ساتھ دوسرا حج ادا فرمایا، اس دوسرے حج میں اہل خانہ بھی شریک تھے۔اس کے علاوہ متعدد بار عمرہ اور حاضری بارگاہ رسالت علیہ الصلاۃ والتحیہ نصیب ہوئی۔

تبلیغی دورے: اپنے والد ماجد حضور تاج الشریعہ کے ہمراہ پاکستان، سری لنکا، افریقی اور یوروپی ممالک، عرب اور عرب امارات کے کامیاب تبلیغی دورے فرمائے۔

انداز بیاں: آپ کا انداز بیاں اپنے والد ماجد کی طرح مختصر اور جامع رہتا ہے۔آپ بہترین نعت خواں بھی ہیں۔محفلوں میں زیادہ تر اپنے والد ماجد حضور تاج الشریعہ، حضور مفتی اعظم، حضور حجۃ الاسلام، حضور استاذ زمن اور حضور اعلیٰ حضرت علیہم الرحمۃ والرضوان کی نعتیں گنگناتے ہیں۔آواز ماشاءاللہ اتنی دلکش ہے کی حاضرین بار بار پڑھنے کا تقاضا کرتے ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کا سایہ ہمارے سروں پر تا دیر سلامت رکھے آمین۔

من جملہ آپ عالمانہ وقار خاندانی خوبیوں سے مزین ایک جری مرد مجاہد ہیں، حق گوئی وبے باکی میں اپنے والد گرامی کے پرتو ہیں، اظہار حق میں کسی دنیاوی مصلحت کو پیش نظر نہیں رکھتے ،اللہ ورسول جل وعلی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر توکل کرتے ہوئے اعلائے کلمۃ الحق آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔

***

نقش پانزدہم

تاج الشریعہ علمائے عرب کی نظر میں

بسم الله الرحمن الرحيم

الى سماحة العلامة المفتي المرشد الجليل تاج الشريعة استاذنا المربي فضيلة الشيخ محمد أختر رضا خان القادرى الأزهرى الحنفي حفظه الله ورعاه. ومن كل مكروه وقاه ومن كل سوء حماه ولكل خير سماه ولكل مكرمة رقاه من ولده المعنوى خادمه الأصغر:

عبد الجليل العطا (البكرى) الدمشقي الحنفي

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى

وبعد: فقد بلغني أمر سماحتكم بالنظر في مجموع الهوامش والتحريرات والتحقيقات التي تفضلتم بتحقيقها والأمر بتدوينها، ومن ثم كتابة تقريظ له لتقييمها وبيان الرأى بها!!

وأني ذلك.. وقد قرأتها للاستفادة والتعلم، مستمعاً مستفيداً مشتوراً.... ومع هذا فان امتثال أمركم الجليل شرف لي وواجب متحتم تلبيته على العين والرأس، ثم أمانة في العنق يجب تأديها. فأقول امتثالا.. وان لم أكن اهلاً:

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى يختص برحمته من يشاء. الذى جعل العلماء ورثة الانبياء، وجعلهم أئمة يهدون بأمره الى الخير كما قدر وشاء

وصلى الله على حبيبه محمد أقرب المقربين وأشفع الشفعاء. والمبعوث هداية ورحمة لأهل الأرض والسماء، وعلى آله وأصحابه سرج الهداية ونجوم الاهتداء.

وبعد فان الأمة تلقت قوله ﷺ: "ان الله تعالى يبعث لهذه الأمة على رأس كل مئة سنة من يجدد لها دينها". بالقبول، ونزلوا لكل رأس قرن من أعلام الأمة يجعلوه مجدد أمر دينها.

ولكني أرى أن كلمة "من" لا تقتصر على الواحد المفرد كما هو مسلّم به بين أهل العربية!!

ولكن لما كان أمر الأمة متشعب النواحي... لم يكن ثمّة مانع أن يكون التجديد لكل شعبة من تلك النواحي! وما المانع أن يكون أبو بكر مجدد الأمة بعده ﷺ بحفظ الدين، وعمر مجددها في الفتوحات، وعثمان مجددها في جمع القرآن، وغيرهم من الصحب الكرام في العصر الأول!!؟

ثم لما تباعدت الأقاليم واتسعت الأصقاع لم يَعُد بعيداً أن يحتاج كل صقع أو اقليم

لتجديد في أمر الأمة كما احتاج كلُّ شعب من شعبها للترميم ما يحدثه طول العهد من خلل في بنيانها!!

وعلى هذا سنجد من العلماء مجدداً كما سنجد من الخلفاء مجددا. كما سنجد من غيرهم من يصلح لهذا اللقب العظيم: سواء من الدعاة، أو المصلحين، أو المجاهدين، أو المؤلفين، أو المنفقين!!

وحينئذ سنجد من مجددي أمر هذه الأمة الكريمة في الذود عن حياض عقيدتها وشريعتها ودعوتها الامام الجليل العلامة الراحل أحمد رضا خان الملقب (امام اهل السنة) في بلاد الهند.. بما شهد له من وفير الأصفياء، دون تعصب ولا اعتساف.

ثم يتراءى لك ملامح الموسوعية كالسيوطي، والتوضيح لدى ابن حجر، والفتح عن ابن الهمام، والتخصص عن الذهبي، الى عمدة العيني وفتوح الرازي، ثم تجد نفسك أمام عباب الصاشاني.

وهو في كل ذلك ينشد الحقيقة لمجرد أنها الحقيقة؛ لا لتأييد مذهبه، ولا ليتعالى بالوقوف عليها، أو بظهورها على يديه.

وقد وفَّقه الله - على توفيقه - فقام بتعريب كتب جدّه الامام الكبير. فأفاض عليها ملامح التجديد ومعالم التكميل، ومجالى التذييل اتماماً لفوائدها، وتكميلا لتناولها، وتسهيلاً لتداولها، واستكمالاً لفضائلها. يهل منها فيسيغها، ثم يعيدها أبين وأسهل، وأضبط وأشمل. فهو في ذلك كالنحل يجتلب رحيقاً ليدفعه شهداً.

وحقاً فان تاج الشريعة اليوم باب ومغلاق ومفتاح علوم جده لا يتأتى نهر كتب هذا الامام الجد الامن مدرج هذا السبط الحفيد

ثم يجب أن نعلم أن تاج الشريعة طويل النفس جداً في اشباع المسائل وتحريرها بما لا يدع استزادا كالراغب ولا استزادة لطالب. ولو احتاج أن يجعل لكل بحث رسالةً مستقلة، ولكن يجعلها في موضعها حاشية على تصنيف جده ليحافظ على الركون تصنيفه وكبير أثر، وعظيم همّة ونشاط وعميق غيرة وحرقته على شريعة الله المختارة للكمال. كما هو مسلَّم به لدى أهل النظر والنصف بأدنى تأمّل، وأسرع بصيرة.

ثم جاء سبطه وحفيده تاج الشريعة ليكون كما اختاره المولى سبحانه .. مجدداً للمجدد في نشر أخباره، والتنقيب عن آثاره، واظهار علومه وأسراره أمتع الله بحياته، وبارك في عافيته وأمدَّ في عمره ونسأ في أجله ليتمَّ له أمله ويعمّ به فضله ويدوم معه نفعه.

هذا، وقد اطّلعت على مجموعة من البحوث والتحقيقات الرائعة الماتعة التي جادت بها قريحة شيخنا الجليل محمد أختر تاج الشريعة راعي العلم في مدينته (بريلي) وما حولها من الديار الهندية، ومفتاح كنوز جدّه أسرارها الامام أحمد رضا واذا سرّحت النظر في خفاياها وأنعمت الفكر في خباياها فقد فوجدت تحقيقاتٍ رائعةً بديعة محكمة بتمكّنٍ فريد ورأيت تتبّعاً ملهلاً للنصوص وتحريراً دقيقاً لمواطن الخلاف، واستقصاء لجوانب ما يبحث مع التزام علمي رصين لصياغة متينة وانصاف في العرض، وغور الى العمق، ومعالجة في الصميم. يدلك ترك حاله تحال عليّة القوم المصنفين الفضلاء، والمحققين الى ظله المديد وكأنه أراد أن يجعل من سحاب جدّه وخزانه العلمي مظلّة يحمي بها ... وهو تاج الشريعة بين أبناء عصره فيعتزّ بالانتساب إليه، ويحافظ على خلافته عنه ﷺ ولي في ذلك أرشدك (أيها الواقف على شأن هذا الحبر الجليل) الى أمثلة متوافرة ميسورٌ الوقوف عليها:

من ذلك في الأبحاث الحديثية:

- بحثه الرائع الماتع الحديثي الذي ينمّ عن تحقيق علمي رصين في حديث "أصحابي كالنجوم" يصلح أن يفرد برسالة.
- بحث في التراجم جديرٌ أن يكون رسالةً مفردةً كشفت الجوانب كلّها مما ينبغي سلوك أهل الجرح والتعديل مسلكه. في مثل تحقيق ترجمة اسماعيل بن عياش رحمه الله تعالى.
- تعليقه على حديث "الوقت ما بين هذين" وهو حديث جبريل في أوقات الصلاة، وقد كتبه على هامش كتاب جدّه "حاجز البحرين الواقي من جمع الصلاتين" مع تعليقات أخرى مماثلة، وهذا شغل ما بين صحيفة ١٣٥ الى ١٣٧ ثمّ أتبعه تكميلاً من صحيفة ١٦١ الى ١٦٧
- تعقّبه اللطيف الدقيق الضروريّ على الامام ابن حجر في شرح الحديث القدسي "اني حرّمت الظلم على نفسي" مما يدلّ على يقظة وتنبه الى غير شرعية، حميدة وحصافة دينية حصيفة
- دراسة حديث توقيت المسح على الخفّين واشباع البحث بما لا مزيد عليه، وقد شغل أزيد من عشر صفحات أبرز فيها مكنة مميزة.
- تحقيق عموم الرسالة النبوية الشريفة الى سائر الخلق، واطلاعه ﷺ على المغيّبات وذلك في هوامشه على كتاب "الأمن والعلا" لجدّه رحمه الله تعالى في الصفحات: ٣٥ الى ٣٩، ومن الصفحة: ١٦٦ وحتى ١٦٨.
- وفي الكلام عن المتشابهات .. أترك التأمّل في تعليقاته البديعة على هامش "قوارع القهار" ليظهر جلاءً ما ألمحنا اليه في الصفحات ما بين: ٢٥ وحتى ٢٧، اضافة الى الكلام عن حديث

الجارية من صفحة ٨٠ وحتى صفحة ٩٢. ومع أنّه بحث شائك ولكنّ عرضَه كان شائقاً.

• وفي الأبحاث الفقهية حسبُك أن تلقي نظرة عابرة على أبداعه في الرائعة الفاذّة التي أسماها جدّه الامام أحمد رضا "النهي الأكيد عن الصلاة وراء عدى التقليد" فاستمتع بما شئت دون تردّد

• وعلى ملامح حظّ الرحال من الختام نقول: لك أن ترفع الرأس عالياً. تهمع بزهوٍ بما تلمّسُ من تحقيق علميٍ وتفاعل روحي مشرّف في مبحثيه التاليين:

أ - "نهاية الزين في التخفيف عن أبي لهب ليلة الاثنين" حيث أفاض على البحث ذُنُوب الاستيعاب والانصاف و"محق القول بحجّة أباطيل الاعتساف".

ب - أما أمثلة ما قدّمه من ضرورة الاستكمال بعد الارسال: فحسبك أن تجعل بين عينيك "تحقيق أنّ أبا سيدنا ابراهيم (تارح): لا (آزر) فقد أكمل برسالته هذه وأتمّ. ما بدأه جدُّه الامام أحمد واهتمّ. وأسماه "شمول الاسلام لأصول الرسول الكرام". وقد علّق عليه قبل اكماله بتحقيق رائع في صفحة ٢٠ - صفحة ٢٢ أروى فيه حتى الثُّمالة، وملأه حتّى الدِّهاق.

نعم اذا كان هذا بعض ما يلاحظه المطالع والقارئ والباحث العربيُّ في نظرة سريعة.. فانّ غير العربيّ سيجد في كتب الشيخ ورسائله وأبحاثه في الأردوية والفارسية أضعاف ذلك ... قبل أن يقف على شعره النورانيّ في المدح النبوي، سواء في العربية، أو الأردوية. فضلاً عن التصانيف المفردة مثل:

١- "الدفاع عن كنز الايمان"، و٢- "حكم التصوير"، و٣- "الحق المبين"، و٤- "عمليات التصوير الرائي" "التلفزيون والفيديو" ثمّ هذا كلّه غير ما تناوله من الاملاء والافتاء والتعليم بالانكليزية التي له بها ملكة والهام.

ثم ان رعاية جامعة الرضا بعبئها العلميّ والتربويّ والتعليميّ والسلوكيّ - كما تعرّفنا عليها من قرب شئٌ أخاذ

فتعليم وتسليك الطلبة والأساتيذ ورعايتهم، والسهر على مصالحهم وتوجيههم: كالأب الحاني العطوف على أبنائه البررة المكرمين لا يدرك شأوه وقدره .. الا من عاناه وعايشه ويصدق مارسه.

أما تربية العامة وتسليكهم في الطريقة ثم نقلهم الى محبين صادقين، وتحويلهم الى عباد عابدين وأصفياء صافين .. فدونهم خرطُ القتاد.

وبهذا كله أدى الشيخ حفظه الله وقواه جليل أمانته بوافر حكمته ودؤوب نشاطه.

وختاماً، فانّ شیخنا المربّی المرشد تاج الشریعة محط أمل أحباب الامام أحمد رضا، وعشّاق الشریعة المطهّرة، والباحثین عن تجدید التصانیف الشرعیة من آثار جذّة الفیاضیة، وریاحه النّضرة، ومناهله الثرّة لیکون مستخرج دفائنها، وناشر فضائلها، وساقی ظامئیها، وراغم جاحدیها، وقاهر حاسدیها، ثمّ مُمیط اللثام عن تنضید فرائدها وفوائدها

وفّقه الله وایانا لکلّ هدی، وأجری علی یدیه وأیدی أحبابه ما یوصله لکلّ خیر، وأمتع بحیاته وعافیته المسلمین

وصلی الله علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آله وصحبه والسالکین علی دربه والدائبین علی نهجه، وسلّم تسلیماً کثیراً.

عبد الجلیل العطا (البکری)

خطیب جامع المحدث الأکبر بدر الدین الحسنی

امام جامع الصحابی الجلیل عقبة بن عامر

أمین فتوی مجمّع الأقصاب الاسلامی، مدیر عام دار النعمان للعلوم

دمشق - الجمعة - غرة صفر الخیر/١٤٣٤ھ

١٤ کانون الأول (دیسمبر)/٢٠١٢ء

***

تقاریظ شمول الاسلام لأصول الرسول الكرام

تقريظ (١)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد المرسلين، سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

من السيد عبد الله فدعق، الى فضيلة الامام الشيخ محمد أختر رضا خان الأزهري، المفتي الأعظم في الهند، سلمكم الله وبارك فيكم.

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته.

ثم أما بعد:

فقد اطلعت على بحثكم القيم اللطيف "تحقيق أن أبا ابراهيم تارح لا آزر" وفي الحقيقة: ان هذا البحث يحتوي على مواضيع مبتكرة، ومضامين عالية، يحتاج اليها العلماء والطلاب، وفيه من حسن ذوقكم، وعلو فكركم .. ما تحل به المغلقات في هذا الموضوع، ولا شك أن هذا البحث كشف الحجاب عن نكات مستورة وبعيدة عن الأنظار.

فجزاكم الله أحسن الجزاء، وأسبغ عليكم من نعمه ظاهرة وباطنة.

وأسأل الله أن يمتع المسلمين - وخاصة أهل العلم - بكم وبعلومكم دائماً في مشارق الأرض ومغاربها، وما ذلك على الله بعزيز، آمين يارب العالمين

راجي رحمة الحق

السيد عبد الله بن محمد بن حسن بن فدعق

الهاشمي المكي (٢٢/٩/١٤٢٦هـ)

***

تقریظ (۲)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسول الله، وعلى آله وصحبه ومن والاه

وبعد:

فقد اطلعت على حاشية والد الشيخ العارف بالله المحدث محمد أختر رضا الحنفي القادري الأزهري على كتاب "شمول الاسلام"، والذي جاء فيها اثبات أن والد ابراهيم عليه السلام تارح وليس آزر كما ذهب الى ذلك محققو المفسرين؛ لأن الأنبياء عليهم الصلاة والسلام مصطفون أخيار، يختارهم الله تعالى من أشرف الأنساب وأطيب الأحساب، اذ لا يكون لدعوتهم قبول ولا أثر اذا كانوا على غير ذلك حيث يعيّرون بآبائهم، ويحتج أعدائهم عليهم بأصولهم، فيكون ذلك صاداً لهم عن الايمان، وهو متناف مع مقتضى الدعوة الى الله تعالى ومع كمال الاصطفاء. فقد قال الله تعالى: ﴿تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض منهم من كلم الله ورفع بعضهم درجٰت﴾ [البقرة: ۲۵۳]، وقال أيضاً: ﴿الله أعلم حيث يجعل رسالته﴾ [الأنعام: ۱۲۴]، وقال: ﴿الله يصطفي من الملئكة رسلا ومن الناس﴾ [الحج: ۷۵].

ولهذا ذهب محققو المفسرين الى أن المراد بقوله تعالى: ﴿واذ قال ابرٰهيم لأبيه آزر﴾ [الأنعام: ۷۴] أنه عمه، وذلك جريا على لغة العرب وعادتها، تطلق على العم أباً تجوزاً. كما كانت قريش تقول لأبي طالب في شان سيدنا محمد صلى الله عليه وسلم: ان ابنك يقول ... ويقول ... ويقول لهم أبوطالب لما عرضوا عليه أن يسلمه اليهم ليقتلوه ويعطوه أحسن شباب قريش: وأعطيكم ابني تقتلونه! وأبو طالب عمه صلى الله عليه وسلم. فالآية اذاً جارية مع الأسلوب العربي المشهور، وهو الذي جاء به التنزيل، كما في قوله سبحانه وتعالى: ﴿أم كنتم شهداء اذ حضر يعقوب الموت اذ قال لبنيه ما تعبدون من بعدي قالوا نعبد الٰهك واله آبائك ابرٰهيم واسمٰعيل واسحٰق﴾ [البقرة: ۱۳۳] وقد حقق الشيخ أختر هذه المسألة تحقيقاً جيداً، سلك فيه مسلك محققي العلماء والمفسرين.

قال خاتمة المحدثين بجمهورية مصر العربية، العلامة أحمد التيجاني: ومما يدل لهذا التحقيق العملي: أن ذكر آزر ورد بعد ذكر أبيه، ولو كان آزر أباه .. ما احتاج لذكره ثانياً. كما أن ابراهيم عليه السلام قد تبرأ منه، ولو كان أبوه .. ما تبرأ منه.

وهو عين التحقيق في هذه المسألة؛ لأن الله تعالى قدس الأنبياء عليهم الصلاة والسلام، فما أخرج نبياً من نطفة متنجسة بالكفر قط، كما يدل له حديث: "لم يزل الله ينقلني من الأصلاب

الطاهرة الى الأرحام الزكية". وفي حديث آخر: "بعثت من خير بني آدم قرناً فقرناً. لم تفترق شعبتان الا كنت في خيرها".

وما ثبت لسيدنا محمد صلى الله عليه وسلم هو ثابت لسائر الأنبياء. فقد كانوا على سنن واحد كما قال الله تعالى لخاتمهم وسيدهم محمد صلى الله عليه وسلم: [أولئك الذين هدى الله فبهداهم اقتده] الأنعام: ٩٠

وحريٌّ بنا أن نقول: ان ما ثبت للأنبياء عليهم الصلاة والسلام هو ثابت لنبينا وزيادة ما دام قد ثبت للأنبياء عليهم الصلاة والسلام طهارة الأرومة والجرثومة بإجماع أهل الكتاب كما هو مقرر في حق الأنبياء؛ لما يترتب أن آباء الانبياء عليهم الصلاة والسلام أنبياء. وفي رواية: (كلهم صلحاء)، ولا ينكر ذلك سوى غال مخذول تجرع سموم ذي الخويصرة التميمي النجدي، عاملهم الله بعدله، انه ولي ذلك والقادر عليه.

فهذا هو منهج المحققين الصالحين، جزى الله الشيخ العلامة اختر على هذه الرسالة النفيسة التي لا ينكرها الا مكابر معاند.

خادم العلم الشريف

عيسى بن عبد الله بن محمد بن مانع الحميري

عميد كلية الامام مالك للعلوم الشرعية بدبي

***

تقریظ (۲)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي نزّه بلطفه وكرمه حبيبه صلى الله تعالى عليه وسلم أن يضع نور نبيه المطهر في موضع الرجس والنجس، وتطيب عن أن يدخل أصول رسوله الكريم في صلب النيران. فهو منزه عن كل موضع الرجس، ومصفي ومزكي من أوله الى آخره، ومنتقل من صلب طيب الى صلب طيب، وأمهاته أهاً ذوات العز والاحترام. والصلاة والسلام على حبيبه خير الأنام، وعلى آبائه الكرام، وأمهاته الطاهرات وعلى آله وصحبه ذوي الاحتشام.

قد صنف الامام الهمام المجدد الأعظم للقرن الرابع عشر الأمام أحمد رضا خان الحنفي القادري رضي الله تعالى عنه في تنزيه وطهارة أصلاب النبي الكريم صلى الله عليه وسلم عن كل الرجس والنجس رسالة دافعة، وسماها بالاسم التاريخي: "شمول الاسلام لأصول الرسول الكرام". وأثبت بعشر دلائل باهرة وحجج قاهرة: أن آباء النبي الكريم صلى الله عليه وسلم وأمهاته كلهم مؤمنون طاهرون طيبون.

قد أثبت دعواه بعشر آيات بينات، وبأحاديث عديدة، وبخمسة وثلاثين من أقوال الأئمة الكبار، والعلماء الأخيار.

وقد أنكر العلماء الديابنة وأتباعهم ايمان أبوي النبي الكريم صلى الله عليه وسلم مثلاً. وقد أفتى المولوي رشيد أحمد الكنكوهي في "فتاوى كنكوهية": أن في ايمان أبوي النبي صلى الله عليه وسلم اختلافاً، ونسبه الى الامام الأعظم أبي حنيفة رضي الله تعالى عنه.

هذا بهتان عظيم، وافتراء محض، وقد حرر الامام العلامة السيد أحمد الطحطاوي رضي الله تعالى عنه في حواشيه "در المختار" أن فيه اسائة أدبه والذي ينبغي اعتقاده: حفظهما من الكفر. وبعد ذلك قال: (وما في "الفقه الأكبر" من ان والديه صلى الله عليه وسلم ماتا على الكفر مدسوس على الامام) فهذا أظهر وأبهر من الشمس البازغة أن أبوي النبي الكريم صلى الله عليه وسلم ماتا على الايمان.

والامام الهمام أحمد رضا الحنفي القادري قد حقق هذه المسألة تحقيقاً كاملاً في رسالته: "شمول الاسلام لأصول الرسول الكرام" وفي فتاواه الكثيرة الموسومة بـ "العطايا النبوية في الفتاوى الرضوية"، وعرّب رسالة الامام الموصوف وحققها وعلق عليها حفيد الامام تاج الشريعة شيخ الاسلام والمسلمين العلامة المفتي محمد أختر رضا الحنفي القادري الأزهري، بعبارة سهلة واضحة، وحقق أن أبا ابراهيم عليه الصلاة والسلام تارح لا آزر، وهكذا في "مسالك الحنفا" في

أما كن عديدة: (ليس آزر أبا ابراهيم). وأيضاً فيه: (ليس آزر بأبيه انما هو ابراهيم بن تيرح أو تارح بن شارخ بن ناخور بن فالخ). وهكذا في كتب عديدة معتمدة. وكما حققه العلامة تاج الشريعة المفتي أختر رضا خان الأزهري في رسالته أطال الله العزيز عمره العزيز. ونفع به العالمين نفعاً وافراً. وأدام فيوضه

نسأل الله تعالى الاستقامة على عقائد أهل السنة والجماعة وتقواه عزوجل في السر والعلانية. وأن ينفع بهذه الرسالة نفعاً وافراً. وأن يرزقه واياي سعادة الدارين. وهو حسبنا ونعم الوكيل.

خادم العلم والعلماء

عطاء المصطفى أعظمي عفى الله عنه

دار العلوم أمجدية ومدير دار العلوم صادق الاسلام لياقت آباد

كراتشي (باكستان) (٢٥) محرم الحرام سنة (١٤٢٤هـ)

الموافق (٢٢) فبراير سنة (٢٠٠٧م)

***

تقریظ(۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم ،وعلی آلہ وأصحابہ وفروعہ الی یوم الدین

أما بعد:

فقد نظرت بعض مقامات "شمول الاسلام لأصول الرسول الکرام" لشیخ الاسلام والمسلمین، مجدد الملۃ والدین، وسند المحققین، وسراج الفقہاء العاملین، الامام أحمد رضا القادری الحنفی رضی اللہ تعالی عنہ والی من عربہ وعلق علیہ تاج الشریعۃ محمد اختر رضا القادری الأزہری مدظلہ . فوجدتہ محققاً نافعاً صحیحاً لا ریب فی حقانیتہ، ولا شک فی صحتہ، جزاہما اللہ تعالی خیر الجزاء، بجاہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم .

کتبہ

الأفقر الی اللہ الصمد منظور أحمد الفیضی السنی

مہتمم الجامعۃ الفیضیۃ وفیض الاسلام ببلدۃ أحمد پور الشرقیۃ

من مضافات بہاول پور - پاکستان

فی (۲۸) محرم (۱۴۲۸ھ)

***

تقریظ(۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدلله الكريم المنعم المتفضل ذى الجلال والاكرام. الذى هدانا للاسلام. وجعلنا أمة خير الأنام. نحمده سبحانه وتعالى ونشكره على آلائه العظام. ونعمائه الجسام. حمداً وشكراً يلقيان بجلال وجهه وعظيم سلطانه. باقيين ببقائه دائمين بدوامه على الدوام. ونستغفره عزوجل ونتوب اليه من جميع المعاصى كلها والذنوب والآثام. ونعوذ به من شرور أنفسنا. ومن سيئات أعمالنا. ومن نزغات الشيطان والأوهام.

ونشهد أن لا اله الا الله وحده لاشريك له ذى الطَّول والانعام. ونشهد أنّ سيدنا محمداً عبده ورسوله وصفيه وخليله شهادة مبرأة من الشرك والشكوك نحظى بها فى الجنان العلية بأرقى مقام.

اللهم صل وسلم وبارك على رسولك وحبيبك الداعى اليك. والدال عليك سيدنا وحبيبنا وشفيعنا وقرة أعيننا محمد بن عبد الله مصباح الدجى وبدر التمام. وعلى أهل بيته الطيبين المطهرين البررة العظام. وعلى أزواجه الطاهرات أمهات المؤمنين. وعلى أصحابه الغر الميامين. الذين آمنوا به واتبعوا النور الذى أنزل معه وقاموا بنصرته ونشر دعوته خير قيام. وعلى من اتبع شرعه وعمل بسنته واقتفى أثره الى يوم الزحام.

أما بعد:

فقد اطّلعت بفضل الله تعالى على رسالة "شمول الاسلام لأصول الرسول الكرام" لمؤلفه الأستاذ الكبير والعالم النحرير محى الدين وعاشق سيد المرسلين مولانا الأمام الهمام. فضيلة الشيخ أحمد رضا خان الحنفى القادرى. قدس الله سره ونفع بعلومه الخاص والعام. وجزاه الله عن المسلمين خير الجزاء. ورضى الله عنه أحسن الرضا. وأكرمه غاية الاكرام. وجعل الفردوس الأعلى مقره فى دار السلام. والتى قام بتعريبها وتحقيقها ومراجعها. وذيّلها برسالة هامة جليلة ومفيدة تليق بالمقام: حفيده الأزهرى الأستاذ الأكبر. تاج الشريعة فضيلة الشيخ محمد أختر. نفعنا الله بعلومه وبارك فيه. ولا عجب فى ذلك فانه من بيت بالعلم معروف. وبالارشاد موصوف. وهم فى هذا الباب قادةٌ أعلام.

فأقول والحق يقال: والله: انها لرسالة جديرة بالقراءة والاهتمام. ولقد بذل فضيلة الشيخ قصارى جهده فى موضوعها الذى هو فى الحقيقة موضوع خطير وهام. ولم يألُ جهداً ولم يدخر وسعاً. ولم يهدأ له بالٌ .. حتى أتحفنا بهذا البحث الرائع الجميل الجليل. المفيد الذى جمع لنا فيه البراهين الساطعة. والحجج القاطعة التى تبين وتدل على أن أصول الرسول الكريم صلى الله عليه وآله كلهم

موحدون مؤمنون، قد طهرهم الله من السفاح ومن عبادة الأصنام. فهم صفوةٌ من صفوة، وخيارٌ من خيار، و كرامٌ من كرام. وهذا من فضل الله عليهم ولأجل حبيبه ومصطفاه محمد عليه وعلى آله أفضل الصلاة وأزكى السلام. ولا يشك ولا يرتاب في هذا الكلام الا من كان والعياذ بالله من السقام.

ونسأل الله عزوجل العفو والعافية والمعافاة الدائمة في الدين والدنيا والآخرة وأن يمن علينا بالتوفيق لما يحبه ويرضاه ويرزقنا الثبات عليه والاخلاص فيه وحسن الختام. وأرجو العفو منكم والمعذرة والسلام.

كتبه

الراجي عفو ربه الحي الباقي

أبو محمد الشيخ موسى عبده يوسف الاسحاقي

مدرس الفقه والعلوم الشرعية ولنسابة الأشراف الاسحاقية الصومالية

الجمعة (١٦) ربيع الأول (١٤٢٧هـ) الموافق (١٤) أبريل (٢٠٠٦م)

***

تقریظ (۲)

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمدلله رب العالمین، والصلاة والسلام علی سیدنا محمد وعلی آله وصحبه أجمعین

قوله تعالی: ﴿واذ قال ابرٰهیم لأبیه آزر﴾ [الأنعام: ۷۴] لقد تکلم العلماء فی هذا، وبینوا وأکدوا ما ذهب الیه العلامة الفاضل محمد أختر رضا خان الحنفی القادری الأزهری حفظه الله تعالی. ومن هؤلاء العلماء: أبو بکر محمد بن محمد بن الحسن الجوینی الأشعری الشافعی فی کتابه "النکت فی التفسیر"، وقوله: (ولیس بین الناس اختلاف فی اسم والد ابراهیم تارح). وقال مجاهد: (ان آزر لیس باسم أبیه، وانما هو اسم صنم، وهو ابراهیم بن تارح بن ناحور، بن ساروع، بن أرغو، بن فالغ، بن عابر، بن شالخ، بن أرفخشد، بن سام، بن نوح علیه السلام)

ولقد أخبر الله تعالی فی القرآن الکریم، المنزل علی سیدنا محمد صلی الله علیه وعلی آله وسلم، عن دعوة ابراهیم علیه السلام فی حق ذریته، وبقاء ملة التوحید فیهم، وکذا دعوته أن یبعث فیهم رسولاً منهم بالکتاب والحکمة کما بین الله تعالی ببقاء التوحید وأهله فی أرضه الی أن یرث الله الأرض ومن علیها، وکذلك أخذ العهد والمیثاق من النبیین لحبیبه سیدنا محمد صلی الله علیه وعلی آله وسلم؛ حیث قال وهو أصدق القائلین: ﴿واذ أخذ الله میثٰق النبیین لما اٰتیتکم من کتٰب وحکمة ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن به ولتنصرنه﴾ [آل عمران: ۸۱] قال الامام السبکی رحمه الله تعالی فی رسالته المسماة "التعظیم والمنة فی قوله تعالی: ﴿لتؤمنن به ولتنصرنه﴾ (فیه من التنویه بالمصطفی صلی الله علیه وآله وسلم وتعظیم قدره العلی ما لا یخفی). وفیها: (انه علی تقدیر مجیئه فی زمانهم یکون مرسلاً الیهم. فتکون نبوته ورسالته صلی الله علیه وعلی آله وسلم عامة لجمیع الخلق، من لدن آدم الی یوم القیامة وتکون الأنبیاء وأممهم کلهم من أمته صلی الله علیه وسلم مع بقاء الأنبیاء والرسل علی نبوتهم ورسالتهم. ولا ضرر فی ضرورة نبی من أمتنا علی فرض اجتماعه بنبینا ألا تری عیسی علیه السلام) کیف وهو یقول صلی الله علیه وسلم: "کنت نبیاً وآدم بین الروح والجسد"، وفی روایة: "بین الماء والطین"، اضافة الی بیانه تعالی .. فقد أشهد الملائکة وأولی العلم من النبیین والمرسلین: علی أن الاسلام هو دین الله علی أرضه حیث قال عزوجل: ﴿شهد الله أنه لا اله الا هو والملٰئکة وأولوا العلم قآئما بالقسط لا اله الا هو العزیز الحکیم . ان الدین عند الله الاسلٰم﴾ [آل عمران: ۱۸ - ۱۹] فهذه النصوص وغیرها من الأدلة القاطعة علی بقاء أهل التوحید فی کل زمان ومکان.

ومن أمثال هؤلاء الموحدین: قس بن ساعدة الایادی، وورقة بن نوفل، وأبو بکر الصدیق

وغيرهم كثير. فأهل التوحيد يتنقلون في الأصلاب الخيرة الموحدة الله تعالى الى الأرحام الطاهرة. وهكذا الى أن وصلت الى حضرة الصورة الكلية التي أرادها الله تعالى، وتوقف عليها ختم الأنبياء والمرسلين: سيدنا محمد صلى الله عليه وآله وسلم. ودليل ذلك قول الله تعالى: ﴿وتقلبك في الساجدين﴾ [الشعراء: ٢١٩]، وقول الحبيب المحبوب صلى الله تعالى عليه وآله وسلم: "لم يزل الله تعالى ينقلني من الأصلاب الطاهرة الى الأرحام الطاهرة مصفى مهذباً".

اضافة الى كل ما ذكره الشيخ أختر رضا خان الحنفي القادري حفظه الله ورعاه برده على مقولة الأستاذ أحمد شاكر .. فيكفي سيدنا محمداً صلى الله عليه وآله وسلم أنه من ذرية ابراهيم عليه السلام، وداخل هو وأباؤه في دعاء أبيه ابراهيم في قوله تعالى: ﴿قال ابراهيم رب اجعل هذا البلد أمنا واجنبني وبني أن نعبد الأصنام﴾ [ابراهيم: ٣٥]، وقوله تعالى: ﴿وابعث فيهم رسولا منهم يتلوا عليهم آيتك ويعلمهم الكتب والحكمة ويزكيهم﴾ [البقرة: ١٢٩] فهذا ان دل على شيءٍ فانما يدل على ذرية ابراهيم، وهم آباؤه صلى الله عليه وسلم الذين دعا ابراهيم في حقهم بثبوتهم على الاسلام، من باب أولى من غيرهم كورقة بن نوفل وغيره، وكان النبي عليه الصلاة والسلام يقول: "أنا دعوة أبي ابراهيم".

وبعد أن متّعت نظري، وأعملت فكري، وراجعت مصادري، وتمعنت ملياً في التحقيق الموسوم: "أن أبا ابراهيم تارح لا آزر" التي قالها بفهمه الطيب، وترجمها بيده المباركة الشيخ تاج الشريعة العلامة محمد أختر رضا خان الحنفي القادري الأزهري للرد على الأستاذ أحمد شاكر .. فوجدت هذا التحقيق قد اشتمل على كثير من الأدلة النقلية والعقلية من كتاب الله تعالى، والأحاديث النبوية الشريفة، ونقله من العلماء الأعلام المشهود لهم: كالسبكي، والسيوطي، والرازي، والألوسي وغيرهم رضي الله عنهم أجمعين ممن قالوا وتكلموا في هذا المضمار.

والحق أقول: بأن هذا العالم الفاضل كان موفقاً في رده على مقالة الأستاذ أحمد شاكر، وأجاد في جميع ما ذكره وأضافه في تحقيقه في هذا الرد الجليل المقدار، العالي المنار، ووجدته موافقاً لما عليه السلف وتابعيهم من الخلف الذين هم من أحباب الله جل وعلا، ومن أحباب سيدنا المصطفى صلى الله عليه وآله وسلم، قال تعالى: ﴿ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله﴾ [آل عمران: ٣١].

وفق الله شيخنا الجليل، صاحب الرد القاطع، مرشد السالكين المحفوظ برعاية رب العالمين، العالم الفاضل: محمد أختر رضا خان الحنفي القادري الأزهري، وجزاه خير ما يجازي عبداً من عباده، وجعلني واياه في ركب العلماء العاملين الذائدين عن حياض هذا الدين، في سفينة نجاة حضرة سيد الأولين والآخرين، مولانا ومولى الثقلين: سيدنا محمد صلى الله عليه وآله وسلم، فبارك

الله فيه وفي جمعه هذا.

وآخر دعوانا: أن الحمد لله رب العالمين وصلى الله وسلم على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه الطيبين الطاهرين

الشيخ واثق فؤاد العبيدي

مدير ثانوية الشيخ عبد القادر الكيلاني (قدس سره)

٭٭٭

تقریظ(۶)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله رب العالمين رافع العلماء العاملين الذائدين عن حمى هذا الدين المتمسكين بحبله المتين كلامه الحق المبين السالم عن معارضة المبطلين و كدورات الزائغين الذى لا يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه تنزيل من حكيم عليم

والصلاة والسلام على امام المرسلين وسيد الأولين والآخرين نور الله المبين وحجة الله على العالمين المبعوث من أطهر أرومة وأشرف جرثومة الذى يراه الله حين يقوم و تقلبه فى الساجدين وعلى آله الطيبين الطاهرين العابدين الساجدين أهل النسب الطاهر، والعز الظافر، والفخر الزاهر، الدائم الى يوم الدين.

وعلى صحبه الغر المحجلين حملة لواء الدين ومن اقتدى بنورهم الوهاج وسلك فى كل طرفة وسكنة على طريقهم فكان على خير شرعة ومنهاج حتى يرث الله الأرض ومن عليها وهو خير الوارثين.

أما بعد:

فان خير الكلام كلام الله وخير الهدى هدى محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم. وان السيد الأعظم والسر المطلسم. سيد الورى وخير من طاف بالسماء والأرض وسرى: سيدنا محمد بن عبد الله بن عبد المطلب صلوات الله وسلامه عليه يقول فيما يرويه البخارى رحمه الله: "لا تزال طائفة من أمتى على الحق ظاهرين لعدوهم قاهرين لا يضرهم من خالفهم حتى يأتى أمر الله وهم على ذلك" قال امام المحدثين أبو عبد الله محمد بن اسماعيل البخارى بعد أن أورد هذا الحديث: (وهؤلاء هم أهل العلم)

وقد متّع نظرى وسبح فكرى فيما كتبه الامام العلامة القدوة صاحب الفضيلة الشيخ محمد أختر رضا الحنفى القادرى أدامه الله وحفظه ونفع المسلمين ببركته فى تزكية نسب المزكى صلى الله عليه وسلم؛ فوجدته كتاباً حوى فى التحقيق أعلاه ومن التدقيق أسماه جمع مع دسومة المادة العلمية حسن التعبير وجزالة اللفظ فكان نبراساً مشعاً لمن قرأه ودليلاً واضحاً لمن قصده فوافقته فيما كتب قلباً وقالباً.

وأدعو المصنفين الى التمسك به والأخذ بقوله تزكية منا الى سيد ولد عدنان راجين من الله أن يزكينا بحبه وجاهه من الدنس والأدران حفظ الله الشيخ وكل من سهر فتابع وطالع وجد واجتهد خدمة لحمى هذا الدين وصيانة للحق الواضح المبين.

وآخر دعوانا: أن الحمد لله رب العالمين، وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

الشيخ جمال الشيخ عبد الكريم الدبان

مفتي الديار العراقية في بغداد المحمية

صانها الله من كل شر وبلية

۲۸/ ربيع الخير الأول ۱۴۲۷ من هجرة سيد الورى

***

تقریظ(۸)

ملاحظة عن رسالة "شمول الاسلام لأصول الرسول الكرام" المعرّبة مبسملاً وحامداً ومصلياً ومسلّماً

المجادلون في هذا الزمان كثير خصوصاً في هذه المسألة - أى: في مسألة نجاة أبوى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم - وأكثرهم ليس لهم معرفة بطرق الاستدلال كما قال الامام جلال الدين السيوطي رحمه الله تعالى. وهؤلاء لا يبالون أن يؤذوا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم. ولكن الذين يجتلبون ايذائه عليه الصلاة والسلام يعدونهما من الناجين باختيار مسلك من المسالك.

وليس العلماء الأحناف الذين ذهبوا الى القول بنجاتهما بأقلاء، فمنهم شيخ شيوخي الامام السيد أحمد الطحطاوي قدس سره وغيره الذين ذكر أسماءهم الامام أحمد رضا البريلوي قدس الله تعالى العزيز سره في رسالته "شمول الاسلام لأصول الرسول الكرام".

ورسالة الامام أحمد رضا قدس سره هذه من أحسن ما صُنّف في نجاة أبوى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، واختار أقوال القائلين بالنجاة لأنه الأنسب لهذا المقام كما قال الأمام السيوطي رحمه الله تعالى. الا أن رسالة الأمام البريلوي هذه كانت في اللغة الأردية. فعربها سماحة الشيخ المفتي محمد أختر رضا القادري الأزهري أمين الفتوى بدار الافتاء المركزية حفظه الله تعالى. وهو من أفاد الامام أحمد رضا قدس سره. فصارت الرسالة تعم افادتها العرب والعجم بصورتها.

ثم وفق الله تعالى سعادة الشيخ محمد شعيب رضا القادري - وهو من أصهار حفيد الامام أحمد رضا - ففتش عن مصادرها فازدادت افادتها لتعم العلماء العظام، والطلبة الكرام. ان شاء الله تعالى جزى الله تعالى الامام، وحفيد الامام، وصهر حفيد الامام خير الجزاء وهو القادر الموفق المعين

محمد عاشق الرحمن القادري الحبيبي الهندي
شيخ الحديث بجامعة حبيبية - اله آباد - الهند
۲۶/ ذو الحجة ۱۴۲۶ھ

***

تقریظ (۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوٰۃ علی نبیہ

اما بعد فقد اتفق جماہیر الائمۃ والمشائخ من المتأخرین علی ان ابوی سید المحبوبین عند رب العٰلمین وامام الانبیاء والمرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ اجمعین واجدادہ وجداتہ کانوا من المومنین باللہ وموحدیہ ولم یشرکوا باللہ تعالیٰ طیلۃ حیاتہم ولم یرو عن اسلافنا من المتقدمین انکار ذلک ولا سلبہ۔

واللہ در خاتم الحفاظ والمحققین جلال الائمۃ والدین الامام جلال الدین السیوطی تغمدہ اللہ برحمتہ واسکنہ فسیح جناتہ فانہ تتبع فیہا وتدبر وجمع من الادلۃ المقنعۃ المثبتۃ ایمانہم والشواہد المبرئۃ عن مروقہم واستوعبہا حیث ذکی لوعۃ حب رحمۃ للعلمین فی افئدۃ المومنین واثلج صدور المسلمین المتفرغین بارضاء اللہ تعالیٰ ورسولہ الکریم الامین وانار بہا الطریق المستقیم وبعدہ جاء قدوۃ مشائخنا قامع البدعۃ ودافع شبہات الضالین وراد کید الخائنین المتقصین بشان حب رب العلمین امام اہل السنۃ ومجدد الملۃ القیمۃ الشیخ احمد رضا القادری قدس سرہ العزیز واحاط بہذہ الادلۃ الغالیۃ وحررہا بنمط جدید و اسلوب سلس بالوضوح التام فی تالیفہ سماہ "شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام" مویدا ہذہ الادلۃ بالحجج الکثیرۃ الغنیۃ عن الریب والشبہات المعیدۃ عن الدحض والابطال وعقب علیہا ببصیرتہ الکاملۃ ومعرفتہ الشاملۃ فافاد منقحا ہذا البحث انہ لاتکشف مثالب الأباء والامہات الاتتسبب الاذی والایلام للذریۃ ولذلک لایجوز کشف معائب الأباء والامہات لاحد دون حاجۃ شرعیہ فما ظنک باشد العیوب وافضحہا مثل عزی الکفر والشرک الی آباء النبی ﷺ الامجاد وامہاتہ المطہرات أما یفجع الرسول اللہ ﷺ کہذہ النسبۃ القبیحۃ الدنیۃ وذا اظہر کالشمس ان ایلام الحبیب علیہ الصلوۃ والسلام موجب للہلاکۃ ومصیر الموبقات لقولہ تعالیٰ والذین یؤذون رسول اللہ لہم عذاب الیم۔

ادام اللہ بقاء فضیلۃ الشیخ العلامۃ محمد اختر رضا القادری الازہری انہ بذل من جہودہ لتعریب ہذا التالیف مما یفرح القلوب والأذان فاجاد واحسن وازال الاوہام فی تعلیقاتہ لاسیما تعلیقہ علی عبارۃ من دلائل النبوۃ للامام البیہقی رحمہ اللہ دقیق جدا یلید الایمان فکان بحمد اللہ موفقا فیما قصد مسددا فیما فعل — وکذلک ما اجاب عما کتبہ الاستاذ احمد محمد شاکر ان آزر کان والد ابراہیم علیہ السلام، ولکن ابا اسحٰق الزجاج المتوفی ۳۱۱ھ أنما ہو اول من کتب ان تارخ

كان ابا ابراهيم عليه الصلوٰة والسلام وآزر عمه ثم مسلك عامة العلماء بهجه فطفقوا يؤيدون قيله وزعم الاستاذ ان هذا خلاف للواقع ومعارض للنص القرآني الاستاذ احمد حاول غاية الجهد وكافة الجهد لأن يصير آزر عدو الله والد ابراهيم عليه الصلوٰة والسلام فعرض موقفه المضادّ لرأي الجمهور السديد في هذ الصدد بل ورفض من الروايات الصحيحة عن الصحابة الصالحين وجحد من الأثار الموثقة عن التابعين لهم باحسان رضي الله تعالىٰ عنهم اجمعين

والاستاذ يحتضن نفسه بالادلة الضعيفة السخيفة لتحقيق هواه. وبعض الاحيان انه لايعرض عن ان يميل من البحث العلمي والمناقشة الهادئة نحو المكابرة والمجادلة.

ففضيلة العلامة الاختر الازهري دام عمره قد فند زعم الاستاذ ورد بحثه ردًا جامعا قويا من النكت أجمع في مقالته الملتصقة "شمول الاسلام لاصول الرسول الكرام" مستمدا من القرآن والسنة وكتب السير والتاريخ وآثار الصحابة والتابعين وغيرها من البراهين العدة — فحقق واثبت ان والد سيدنا ابراهيم عليه السلام تارح اوتيرح وليس آزر بل علم عمه عليه السلام قد فجأته شرارة من حريق نمرود فأهلكته مكانه — اما تارح ابو ابراهيم عليه السلام فعاش طويلا اثر الحريق الذي كان دعا له ابنه البار سيدنا ابراهيم عند الكعبة المشرفة "ربنا اغفرلي ولوالدي وللمؤمنين يوم يقوم الحساب".

وقد سجل القرآن الكريم من عمل ابراهيم عليه السلام عن عمه آزر قبل حقبة من الدهر من دعاءه هذا "فلما تبين له انه عدوٌّ لله تبرأ منه" وماجاء في القرآن "لابيه آزر" من لفظ اب فهو الوارد بمعنى العم ولاريب في ذلك أن اللغة العربية بل عدة من لغات اخرى لم يزل يقعهر فيها تسمية العم ابابل ورد هذا الاطلاق في التنزيل والحديث الشريف

الشيخ الكريم محمد اختر رضا القادري الازهري احد الكبار من علماء الهند وحفيد شيخ الاسلام والمسلمين الامام احمد رضا القادري رحمه الله تعالىٰ ووارث علمه وتقواه وحزمه وفائق على معاصريه ومرجع الفتاوىٰ في عصرنا هذا ولذا اثنا عليه اكثر اقرانه بل بعض مشائخه ومشائخنا اعتمدوا عليه فجزاه الله الكريم عنا وعن اهل السنة احسن الجزاء واوفر العطاء.

وانا الفقير الى ربه النصير

ضياء المصطفىٰ القادري غفرله

١١/ صفر المظفر ٢٢ھ

***

تقاريظ الهاد الكاف

التقريظ الأول

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين الذى عمّ بنعمه وكرمه ما ظهر لنا من خلقه وما هو خاف، وشملهم بلطفه ورعايته فهو الربّ العظيم والجواد الكريم الخفيّ الألطاف، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا وسيئات أعمالنا ومما نحذر منه ونخاف.

ونشهد أن لا اله الا الله وحده لاشريك له القويّ القدير الكاف، ونشهد أن سيدنا ومولانا محمداً عبده ورسوله المنتقى من بنى عبد مناف، اللهم: صلّ وسلّم وبارك و كرّم و شرّف ومجّد و عظّم وزد وأنعم على سيدنا وحبيبنا محمد بن عبد الله الرؤوف الرحيم العطّاف، وعلى آل بيته الكرام البررة الطيبين المطهرين الأشراف، وعلى أصحابه والتابعين وتابعي التابعين ومن تبعهم بإحسان الى يوم الدين من غير زيغ ولا انحراف.

أما بعد:

فلقد اطلعت بفضل الله تبارك وتعالى على كتاب "الهاد الكاف فى حكم الضعاف" لمؤلفه فريد عصره وأوانه، ووحيد دهره وزمانه، المربّى الفاضل والمرشد الكامل، الامام الهمام، عاشق سيد المرسلين، قدوة السلف وعمدة الخلف، العارف بالله ورسوله، الجهبذ العلامة والحبر الفهامة، العالم الربّانى صاحب الفضيلة مولانا الشيخ أحمد رضا خان قدّس الله سره النورانى، ونفع به القاصى والدانى

فلقد أجاد وأفاد ونفع العباد؛ حيث بيّن وفصّل، وأوضح وعلّل، وأرشد ودلّل؛ بحكم العمل بالأحاديث الضعاف المرويّة عن خير مرسل، والتى اتفق فيها عظماء الحفاظ من كبار الرجال بالعمل بها فى فضائل الأعمال ومناقب الرجال، ولا يؤخذ بها فى أمور العقيدة والحرام والحلال.

وبهذا يكون مولانا الشيخ رحمه الله تعالى قد كشف الغمّة وأجلى الظلمة عن أحاديث جمّة فيها الخير الكثير والأجر الكبير للأمّة فرضى الله عنه أحسن الرضا، وجزاه عنّا وعن المسلمين بهذا الطرح الثمين خير الجزاء، وأجزل له المثوبة والعطاء فى دار البقاء.

ولقد قام مولانا وأستاذنا الفاضل وسليل السادة الأفاضل، شيخنا الأكبر ومرشدنا الأنور، تاج الشريعة سماحة المفتى الشيخ محمد أختر خريج الجامع الأزهر بترجمة رسالة "الهاد الكاف

في حكم الضعاف" من اللغة الأردية الى العربية . وأضاف اليها اضافات سنية ومرضية من معلومات فائقة وشائقة، مما كسا الكتاب رونقاً وجمالاً. وزاده روعةً وكمالاً. فلله دره. وأطال الله عمره. ويسر الله أمره. ورفع الله قدره. وأجزل الله أجره. ونفع الله بعلومه الخاص والعام من أهل الاسلام. وأكرمه سبحانه وتعالى بالفردوس الأعلى في دار السلام. بجوار حبيبه خير الأنام. سيدنا محمد بن عبد الله عليه أفضل الصلاة وأزكى السلام. وعلى آله وصحبه الكرام. آمين

كتبه خادم العلم الشريف الراجي عفو ربه الحي الباقي

أبو محمد/ الشيخ موسى عبده يوسف الاسحاقي

مدرس فقه وعلوم شرعية ونسابة الأشراف الاسحاقية الصومالية

ليلة الاثنين الأول من ذي الحجة عام (١٤٢٨ هجري)

٭٭٭

التقريظ الثاني

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله القائل: ﴿وقل رب زدني علما﴾ [طه: ١١٤]. والصلاة والسلام على سيدنا وحبيبنا محمد صلى الله عليه وآله وسلم القائل: "بلغوا عني ولو آية فرب مبلغ أوعى من سامع". والقائل: "ألا واني أوتيت الكتاب ومثله معه"

اللهم؛ صل وسلم وبارك على سيدنا محمد وعلى آله وأصحابه. ومن تبعهم بإحسان وحملوا راية العلم والعرفان، ولواء التعليم والتوضيح لما خفي عن المسلمين في حقيقة هذا الاسلام.

وبعد:

فاني من خلال ما وفقني الله تعالى من الاطلاع على مواضيع هذا السفر العظيم: "الهاد الكاف في حكم الضعاف" قد وجدته سفراً عظيماً في مقصده ومبناه. حرص مؤلفه العلامة الشيخ أحمد رضا خان القادري الحنفي رحمه الله تعالى على بيان حقيقة مهمة، بل بغاية الأهمية لصالح واقعنا الآن الذي يعاني من جهل بعض أدعياء العلم الذين يعاملون الحديث الضعيف معاملة الحديث الموضوع، بل ويرمون به جانباً، أعني الحديث الضعيف علماً بأن أصله صحيح من حيث صدوره عن رسول الله صلى الله عليه وسلم. لكن العلة في السند غدا فيه ضعف، وحسب نوع العلة. ولكن هكذا لا يقلل من شأنه، ولا يُهْمَل في الاستدلال، وبخاصة اذا كان له طريق آخر يقويه ويشد من مرتبته. وربما يصل الى درجة الحسن أو الحسن لغيره حسب قواعد العلم الحديث.

لذا: كان هذا السفر توضيحا لهذه الظاهرة: ومعالجاً لحالتها بالأدلة والشواهد العلمية المعتبرة. فجزاه الله عن الاسلام والمسلمين كل خير. وله أجر كل من سمعه واستفاده منه

والله الموفق

ولا يفوتني أن أذكر أيضا فضل الأستاذ الشيخ محمد أختر رضا القادري ولد حفيد المؤلف المذكور. الذي قام بتعريب هذا السفر وتحقيقه. فجزاه الله عنا كل خير. وزاده علما وقبولا عن الله سبحانه.

وصلى الله على سيدنا محمد في الأولين والآخرين وعلى آله وأصحابه أجمعين.

وكتبه

خادم العلم والعلماء: محمد أنس محمد سليم المراد

نيابة عن أستاذه وشيخه وشقيقه الشيخ سعد الدين محمد سليم المراد

جدة - مساء الجمعة الواقع في (١٤/٣/١٤٢٨هـ) الموافق (٢/٥/٢٠٠٧م)

التقريظ الثالث

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله رب العالمين، وأفضل الصلاة وأتم التسليم على المبعوث رحمةً للعالمين سيدنا و مولانا محمد الصادق الوعد الأمين وعلى آل كل وصحب كل وسلم تسليماً كثيرا

أما بعد:

فقد اطلعت على كتابكم الموسوم بـ "الهاد الكاف في حكم الضعاف" للامام الفقيه المفتي الاعظم في بلاد الهند حضرت مولانا أحمد رضا خان القادري الحنفي، فوجدته فريداً في بابه يغني عن لطلابه، ثقيل المضمون، منكوز العلم، مرصوص العبارة، دقيق المباحث، طويل النقول، يتعرض للعويصات والمشكلات.

فبالجملة: ان الكتاب له قيمة علمية راقية، فهو يناقش قضية مهمة، وهي تتعلق بعلم الحديث (المجازفة في رد الأحاديث لمجرد ضعف بعض الرواة من جهة نظر بعض النقاد).

لذا: تصدّى لهذه الفرية العلامة الهمام فارس هذا الميدان، فهدى ببيانه قلوباً ضلت الطريق، وعقولاً أخطأت مسار التحقيق، وكفى العلماء الصابرين مؤنة التصدي لأهواء الضالين، ولا تنحال المبطلين، فكفى وشفى، فاذا علم ذلك تقول بحق: هو هادٍ كافٍ شافٍ.

جزى الله المؤلف عن الاسلام والمسلمين خير الجزاء. آمين.

كتبه خويدم العلم الشريف

السيد الشيخ يوسف محمد ادريس الحسني الحسيني الهاشمي المرزوقي

الأستاذ في أزهر لبنان وامام وخطيب مسجد التقوى - بيروت

المحروسة بيروت الأربعاء (٢٦) جمادى الآخرة (١٤٢٨هـ) الموافق (٢٠٠٧/٧/١١م)

***

التقريظ الرابع

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلي ونسلم على رسوله الكريم ،سيدنا محمد وعلى آله وصحبه والتابعين

وبعد:

فقد رغب الي - محبة - العلامة المكرم، الأخ الشيخ المبجل الشيخ: أختر رضا حفيد الأمام المحبوب لدى أهل السنة في الهند وباكستان وبنجلاديش، العلامة الشيخ أحمد رضا خان البريلوي الحنفي القادري، دامت بركاتهم العالية: أن أكتب مقدمةً مناسبةً عن كتاب: "الهاد الكاف في حكم الضعاف" الذي ألفه سماحة جده الكريم الامام: أحمد رضا خان رحمه الله تعالى، وقام العلامة الحفيد الشيخ أختر رضا بتعريبه الى اللغة العربية نقلاً عن اللغة الأردية التي أُلف بها الكتاب المذكور، والمتعلق بموضوع: حكم مسح العينين بالابهامين بعد تقبيلهما عند سماع قول: (أشهد أنّ محمداً رسول الله) في الأذان.

لا شك أن هذا الكتاب المترجم سوف يسدُّ - بإذن الله تعالى - فراغاً كبيراً في المكتبة الاسلامية لأهل السنة والجماعة في هذا الموضوع المتنازع عليه مع مخالفيهم داخل القارة الهندية وخارجها، وسوف يكون بإذنه تعالى مرجعاً مهماً للمدققين والباحثين بضعف حجة المنكرين.

للامام العلامة جده الأعلى الشيخ: أحمد رضا خان رحمه الله تعالى جولات كثيرة معروفة في حياته الحافلة مع المخالفين في زمانه أثرت المكتبة الاسلامية، وأثبتت قوة حجته وأدلته، وسعة علمه وفقهه، وانتزع فيها النصر بالأدلة على خصومه في مؤلفاتٍ ومصنفاتٍ كثيرة، كبيرة الحجم وصغيرة، لا زال الناس يتداولونها وينتفعون بها، وسوف تُشكّل هذه الترجمة القيمة فرصةً سانحةً مشكورةً لأبناء اللغة العربية والناطقين بها في العالم أجمع

أسأل الله تعالى أن يتقبل هذا الجهد المشكور من العلامة الحفيد الداعية الشيخ أختر رضا، وأن يجزيه خير الجزاء عليه، ويجعله في صحيفة حسناته و حسنات جده الكريم الذي اشتهر بالمحبة العظمى، الفائقة لنبي الرحمة، وامام الأمة، وسيد الخلق أجمعين سيدنا محمد المبعوث رحمة للعالمين، صلى الله تعالى عليه وآله وصحبه وسلم، كلما ذكره الذاكرون، وغفل عن ذكره الغافلون، اللهم آمين. والحمد لله رب العالمين

وكتبه بيده الفانية في دولة الكويت

خادم أهل الله والمسلمين، والسجادة الرفاعية

وجميع أهل المحبة من الصالحين والصوفية المحبين

والتابعين للسلف الصالح رضي الله تعالى عنهم أجمعين

السيد يوسف بن السيد هاشم الرفاعي الحسيني

الكويت جمادى الآخرة (١٤٢٩هـ)

(٢٠) حزيران يونيو (٢٠٠٨م)

***

التقريظ الخامس

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله رب العالمين، والصلاة والسلام الأتمان الأكملان على أشرف المرسلين، وسيد الأولين والآخرين سيدنا محمد بن عبد الله صاحب الحوض المورود، واللواء المعقود، والمقام المحمود، والشفاعة العظمى، وعلى آله الغرّ الميامين، وأصحابه الذين هادوا الدين، ومن تبعهم بإحسان الى يوم الدين، وشرّف وعظّم و كرّم.

وبعد:

فلقد تشرفت بأن أهدي اليّ هذا السفر النفيس، وهو: "الهاد الكاف في حكم الضعاف" للامام الأجل، والمفتي الأعظم في شبه القارة الهندية، وحيد دهره، وفريد عصره: الامام أحمد رضا خان القادري الحنفي البريلوي، رحمه الله تعالى رحمة واسعة.

فما أن حظيت بهذا الكنز، وبصرت في عنوانه، وتمعّنت في مقدمته، حتى أسلمني أوله الى آخره، فقرأته في رحلتي هذه، والحق أقول: انني ما رأيت مؤلفاً نُسج على منواله، ولا كتاباً حوى بديع خصاله قرّر فيه مؤلفه الحكيم، والعالم الأريب العظيم، قضيّةً من أهم القضايا في علم الحديث، وهو ميدان تفشت فيه كلّ جَرْباء، ونافقت فيه كل جرباء، وصار صبي القوم فيه يحلف بالطلاق، ويقسم بالعتاق.

أوغل فيه ضعاف الهمة من أنصاف المتعلمين والمتطفلين على مائدة علم الحديث الشريف في نفي الأحاديث الضعاف، والقائها في اليم جهلاً منهم بالحق والحقيقة.

فانبرى لهم الامام المؤلف - رحمه الله - فارس هذا الميدان الذي لا يُشقّ له غبار، فقام حاسراً مُشَمّراً فجمع حاشيتيه، ورفع قطريه، فحقن دماء آلاف الأحاديث الضعاف في أُخيها، وقرّر وأقرّ رؤوسها على كواهلها، على أن الكتاب في أصله وأساسه ردٌّ على سؤال في حكم مسح العينين بالابهامين بعد تقبيلهما عند سماع: أشهد أن محمداً رسول الله

أسهب فيه الامام الجواب، مستطرداً القول في حكم الحديث الضعيف معلناً: (أن ردّ الحديث الضعيف والحكم ببطلانه ما هو: الا تطرُّفٌ وانحرافٌ ومنابذةٌ للاجماع، وأن الحكم على حديثٍ بالوضع لضعف الرواة ظلمٌ ومجازفة ... كيف وقد اتفق العلماء على أن الحديث الضعيف مقبولٌ في الفضائل والمناقب ...).

ثم ان نفي الصحة المصطلحة عند المحدثين لا يستلزم نفي (الحسن) فضلاً عن نفي الصلاح والتماسك، وصلوح الحديث للتمسك، وفضلاً عن دعوى الوضع والكذب.

يقول الامام النووي رحمه الله تعالى: (من نفي الصحة لا ينتفي الحسن).

ویقول الامام السمهودی: (قد یکون الحدیث غیر صحیح وهو صالح للاحتجاج به اذا الحسن رتبةٌ بین الصحیح والضعیف).

حتی أنه توجد مئات الأحادیث من هذا القسم فی "صحیح مسلم" بل وفی بعض أحادیث "البخاری" عند التحقیق. وهی صالحةٌ للاستناد والاحتجاج ثم یعرّج المؤلف الامام الی ملحوظةٍ مهمّةٍ: وهی: أنّ الامام ابن حجر یقول فی "الفتح": (ان وصف الحسن والصحیح والضعیف انما هو باعتبار السند ظناً. أما فی الواقع: فیجوز غلط الصحیح وصحة الضعیف)

ومن هنا یقول الامام المؤلف: ثبت کثیر من الأحادیث الضعیفة عند المحدثین: وقد ثبت قبولها وصحها عند العارفین وأرباب الکشف.

یقول الامام الشعرانی رضی الله عنه فی "المیزان الکبری" فی حدیث: "أصحابی کالنجوم..."؛ (هذا الحدیث صحیحٌ عند أهل الکشف).

فالأولیاء والعارفون طریقهم أرفع وأسمی؛ لذلک یقول سیدی أبو یزید البسطامی رضی الله عنه: (قد أخذتم علمکم میتاً عن میت وأخذنا علمنا عن الحیّ الذی لا یموت...).

ولقد صحّح الشیخ الأکبر سیدی محی الدین بن عربی رضی الله عنه کثیراً من الأحادیث الضعیفة کشفاً. وکذلک الامام السیوطی الذی رأی رسول الله صلی الله علیه وسلم خمساً وسبعین مرةً یقظةً. وصحّح کثیراً من الأحادیث التی تقرّر ضعفُها فی منهج المحدثین...

حتی أنّ العلماء صرّحوا: (بأنّ الحدیث الضعیف مقبولٌ حتی فی الأحکام الشرعیة اذا کان فی محل الاحتیاط) کذا قاله الامام النووی والسخاوی والشهاب الخفاجی.

بهذه الاحاطة والشمولیة سار الامام أحمد رضا خان رحمه الله فی مباحث هذا الکتاب المستطاب عند ذوی الألباب. وهو یردُّ علی أولئک المتطفلین علی مائدة علم الحدیث والروایة الذین یسوقون الخطأ والصواب بعصاً واحدة. ویمجُّون اللُّعاب والرأی معاً. ویهرفون بما لا یعرفون

وما أجمل قوله حین یقرر مسألةً من المسائل فی هذا الصدد ویدعی علی أرباب الفهم النجدی السقیم!! ثم یقول: (هذا هو الحق ولکن الوهابیة قومٌ یجهلون).

جزی الله تعالی امامنا الأجل المفتی الأعظم أحمد رضا خان القادری عن العلم والعلماء والحدیث والمحدثین خیر الجزاء. وأتمّه وأکمله وأجزل الله له المثوبة والعطاء والنُّور: فلقد أدّی فی هذا السبیل واجبه. ونصح فی هذا الطریق طالبه فشکره شأوٌ بعید لا تبلغه أهواطنا: کما هو الشکر لهذه الأسرة الکریمة (الرضویة) القادریة "ذریةٌ بعضها من بعض" لا سیّما الأمام محمد أختر رضا خان القادری؛ الملقب بـ (تاج الشریعه) حفید ولد الامام المؤلف الذی قام بتعریب هذا السفر

البديع.

وصلى الله وسلّم وعظّم ومجّد وشرّف على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين

وكتبه

خادم العلم الشريف في بلاد الشام الشريف

محمود ناصر حوت - الشافعي المذهب - النبهاني المشرب

مدير دار نهضة العلوم الشرعية بحلب - الكلتاوية - النبهانية

يوم الثلاثاء الواقع في (٢٢) جمادي الأولى (١٤٢٩هـ)

والمصادف لـ (٢٧) أيار مايو (٢٠٠٨م)

***

التقريظ السادس

بسم الله الرحمن الرحيم

قد تحقق عند أعاظم مشايخنا الكبار، وأكابر علمائنا الأخيار: أن تقبيل الابهامين ووضعهما على العينين عند ذكر اسمه صلى الله تعالى عليه وسلم في الأذان جائزٌ، بل هو مندوبٌ ومستحبٌ غير ممنوعٍ ومشروع، لكن المعاندين يقولون: انه ممنوع ليس بمشروع: لأن الأحاديث المروية في تقبيل الابهامين لا يصح التمسك بها لكونها موضوعة كما قال العلامة السخاوي في "المقاصد الحسنة في الأحاديث الدائرة على الألسنة": (لا يصح في المرفوع من كل هذا شيء).

وقال مولانا على القاري عليه رحمة الباري في "الموضوعات الكبير": (كل ما يُروى في هذا فلا يصح رفعه ألبتة).

وقد وجه السؤال الى المجدد الأكبر، شيخ الاسلام والمسلمين سيدنا الامام: أحمد رضا - قدس سره - بهذا الصدد، فأجاب ببيانٍ شافٍ مقنع، وأجاد وسرد للحديث الأصول القوية المنيعة التي تبتني عليها الأحكام، وتوضح المرام، ووشحها بما يعضد المطلوب ويبهج العقول، وبه تفرح القلوب، وتجلو العيون وتزهو النفوس حتى لم يدع للمنكر الضال مجال الانكار، وكشف كيده كالشمس في رابعة النار. فأتى لهذا الهدف النبيل والغرض الأصيل بثلاثين افادة جليلة، منيفة مونقة، ووشحها بفوائد نفيسة، ولطائف بهيجة، وتأويلات جميلة، وتوجيهات وجيهة، وتوضيحات مليحة، وتنبيهات لازمة ضرورية، تكفي المنصف العادل، وتهدي الطالب العاقل: بما لا يأتيه من بين يديه ولا من خلفه الباطل.

أضاء الامام الهمام معنى قول المحدثين: (انه لا يصح) أنهم لا يريدون من نفي الصحة كون الحديث موضوعاً و باطلاً حتى لا يحتج به بل لا بد لصحة الحديث من شرائط معتبرة، فحيث انتقص شرط منها يطلقون انه لا يصح لعدم استجماع شرائطه المعتبرة - كما يقول - محقق المقام على أحسن ما يرام: ليس معناه أنه غلطٌ وباطلٌ، بل الصحيح في اصطلاحهم: حديث أعلى في الدرجة مع شرائطه المعتبرة: فحيث انتقص شرط من الشرائط عند هؤلاء، قالوا: (الحديث غير صحيح) أو (لا يصح) يعني أنه لم يبلغ تلك الدرجة العليا.

والحديث النازل على هذا الى الدرجة الثانية يقال له: الحسن، وهذا - وان لم يكن صحيحاً - لا بأس به هذا القسم يصلح أتم صلوح للاستناد والاحتجاج، وأولئك العلماء الذين لا يرون هذا القسم صحيحاً لم يزالوا يعتمدون عليه، ويحتجون به في أحكام الحلال والحرام.

ثم حقّق بشهادات العلماء المحدثين: أنه لا يلزم من نفي الصحة نفي الثبوت على وجه

الحسن، فإن نفي الصحة لا ينافي كون الحديث حسناً. والحجية لا تتوقف على الصحة. بل الحسن كاف. كما في "مرقاة المفاتيح". فكيف يجعله باطلاً و موضوعاً؟! لأن بين عدم صحة الحديث وبين كونه موضوعاً فرقاً باهراً كما بين السماء والأرض، فإن المحدثين الكرام قاطبة ها هدون بأن بين قولنا: (لم يصح). وقولنا: (موضوع) بوناً بعيداً، فإنه لا يلزم من كون الحديث لم يصح أن يكون موضوعاً. كما زعمه المعاندون المتعنتون.

بعدما أشبع المقال حول المدال وشفع بتنبيه لكشف القناع عن معائب عنيد مناع للخير معتد أثيم: كما قال: (من هنا استعلن بحمد الله تعالى جهل هؤلاء المنكرين الشنيع، وزورهم الفظيع، ووضح وضوحاً تاماً كذب هؤلاء الذين يدّعون من غير خشية من أجل كلمات العلماء، الواردة في "المقاصد الحسنة"، و "مجمع بحار الأنوار"، و "تذكرة الموضوعات"، و "مختصر المقاصد" وغيرها. دافين أحاديث تقبيل الإبهامين: أن الأحاديث التي تروى في تقبيل الابهامين كلها موضوعة وأن هذا العمل ممنوع وغير مشروع.

سبحان الله!! أين نفي الصحة من الحكم بالوضع؟!)

بعدما أضاء معنى قولهم: (انه لم يصح) وفرّق بين نفي الصحة والحكم بالوضع، ألقى الضوء على أن جهالة الراوي في الحديث هل تؤثر في كون ذلك الحديث باطلاً وموضوعاً ومانعاً للحجية؟ كما فهم قوم لا يعقلون.

ففصل المقام أن المجهول له ثلاثة أقسام: (١) مستور. (٢) مجهول العين. (٣) مجهول الحال.

والأول مقبول عند الجمهور. وأما القسمان الأخيران: فبعض الأكابر يقول: (يحتج بهما). ويقول الجمهور: (إنهما يورثان ضعفاً) لكن لا علاقة للضعيف المحض. بل بينه وبين الموضوع فرق معروف في الفن، كما قال:

(وخلاصة القول: أن وقوع عدة مجاهيل في السند انما يورث مجرد الضعف مخالفاً للثقات ثم المنكر أيضاً ليس بموضوع. فما علاقة الضعيف المحض؟!

صرح الامام جلال الدين السيوطي بهذه المطالب والله تعالى أعلم).

وبعدما برز الفرق بين الضعيف المحض والموضوع ذكر حكم الحديث المنقطع، وحقق أن انقطاع السند لا يستلزم الوضع، وعند أئمتنا والجمهور لا يقدح الانقطاع في الصحة والحجية، بل يُعمل به في الفضائل اجماعاً. فلا يضر الانقطاع ولا يستلزم الوضع، كما يدل عليه أدل دليل ما صرح به الامام المحقق ابن الهمام، والامام ابن امير الحاج، ومولانا ملا على القاري وغيرهم. بل قال: ان الحديث المضطرب بل والمنكر والمدرج ليس بموضوع، كما قال: (يقول العلماء: كون

الحديث مضطرباً بل ومنكراً لا علاقة له بالوضع. حتى ان كلاً منهما يقبل في الفضائل. بل قالوا: المدرج قسم يباين الموضوع مع أنه يختلط به كلام الغير).

بل أفاد أن حديثاً كان راويه مبهماً بالكلية ليس بموضوع أيضاً. وتعدد الطرق يجبر نقصان المبهم. ويجوز أن يعضد حديثٌ مبهمٌ حديثاً آخر؛ لصلوحه أن يقوي حديثاً آخر كما صرحوا في ما حققوا. بل صرحوا أن الحكم على حديثٍ بالوضع لضعف الرواة ظلمٌ ومجازفةٌ. حتى حديث الغافل الذي يقبل التلقين من آخرين ليس بموضوع. كما قال بعدما قدم الشهادات الباهرة من أكابر الأئمة: (ثم العلماء يقولون: حديث مثل هذا الغافل والشديد الطعن ليس بموضوع).

قال في أواخر "التعقبات": (وفيه يزيد بن أبي زياد. وكان يلقن فيتلقن. قلت: وهذا لا يقتضي الحكم بوضع حديثه).

بل أفاد أن حديثاً راويه منكر أو متروك ليس بموضوع. كما قال: (مع هذا قال العلماء: حديث مثل هذا الرجل ليس بموضوع في "التعقبات" باب فضائل القرآن ما نصُّه: قال البخاري: منكر الحديث. فغاية أمر حديثه أن يكون ضعيفاً).

وأيضاً قال: (سبحان الله!! اذا لم يثبت الوضع بالجرح الشديد للغاية، فالحكم بالوضع بمجرد جهالة الراوي أو انقطاع السند جهالةٌ أيُّ جهالة. وحالة انقطاع عن العدل والعقل. ولكن الوهابية قوم يجهلون).

بعدما وشّح بتصريحات أئمتنا رحمهم الله تعالى، أتى بتصريح من امام الوهابية الشوكاني وهدم بنيانه بيد نفسه: (قال الشوكاني بعد ما نقل كل هذه المطاعن: "هذا غاية ما أبدى ابن الجوزي دليلاً على ما حكم به من الوضع. وقد أفرط وجازف. فليس مثل هذه المقالات توجب الحكم بالوضع. بل أقل أقوال الحديث أن يكون حسناً لغيره")

بعد هذه التحقيقات الغالية حقق أن الحديث كيف يثبت كونه موضوعاً؛ ففصّل المقام غاية التفصيل. وحققه نهاية التحقيق. وأتى بتحقيقه الأليق. وفصّل العيوب الخمسة عشر التي توجب كون الحديث موضوعاً. وقال: (اذا كان الحديث خالياً عن هذه العيوب. فالحكم عليه بالوضع: اما تشديد مفرط. أو تخطئة غالطة).

كما قال بعدما قدم الشهادات الجليلة العظيمة الباهرة: (وبالجملة: اجماع المحققين على أن الحديث اذا كان خالياً عن الدلائل والقرائن القطعية. ولم يكن مداره على متهم بكذب. فلا يمكن بأي وجه الحكم عليه بالوضع. فمن حكم بغير ذلك بالوضع. فهو اما مشدِّد مفرط. أو مخطئ غالط. أو متعصب مغالط. والله الهادي وعليه اعتمادي).

ثم أضاف أن المحدثين الكرام كثيراً ما يقولون لحديث: أنه موضوع أو مردود أو باطل، وانما يُراد الحكم باعتبار سندٍ خاص، فينسحب الحكم على السند لا على أصل الحديث. وهذا هو المحصل من قولهم لحديث: انه ضعيف. وسرد أمثلة كثيرة لذلك، كما قال: (أيما حديث تلأّه في نفسه عن هذه الأمور الخمسة عشر؛ فان حكم المحدث عليه بالوضع لا يلزم من هذا الحكم على نفس الحديث. بل على السند الذي هو بمرأى منه. بل كثيراً ما يراد الحكم على سندٍ واحدٍ من بين أسانيد حاضرة عديدة يعني: أن الحديث وان كان ثابتاً في نفسه ولكنه موضوع وباطل بذلك السند. وليس هذا محصل قولهم لحديث: "موضوع" فحسب بل هذا هو المحصل الحاصل اتصافاً فيما اذا قيل لحديث: "ضعيف"، أي: يراد الحكم بملاحظة سندٍ خاصٍّ، فيكون ضعيفاً باعتبار ذلك السند، اصرح أئمة الحديث بهذه المطالب، فزعم أن الحديث موضوع أو ضعيف بعد الوقوف على تصريح من عالم بكونه موضوعاً أو ضعيفاً ناشئٌ عن فهمٍ سخيف لجهلة).

بعد ذلك قدّم الأمثلة والشواهد، وأتى بنتيجة الافادات الأحد العشر: (هذه الافادات الأحد العشر من فقير الحضرة القادرية [الشيخ الامام أحمد رضا رحمة الله تعالى عليه] أوضحت كالشمس في رابعة النهار، وكبدر التمام: أن أحاديث تقبيل الابهامين لا مساس لها بالوضع والبطلان، وتنزُّهها من تلك العيوب الخمسة عشر بديهي وجليٌّ جداً. وأن مدارها ليس على وضاعٍ وكذابٍ أو متهم قال العلماء: "لا يصح". حتى ان امام الوهابية الشوكاني اقتصر في "الفوائد المجموعة" على هذا القدر. ولم يجد سبيلاً الى الحكم بالوضع، مع أن ديدنه في مثل هذه المسائل الشدة جداً. وعادته تطرف لا يعني في كثير من المسائل، ولو وقع الحكم بالوضع فرضاً في كلام امامٍ معتمدٍ فانما يكون بالنسبة الى سندٍ خاصٍّ لا على أصل الحديث الذي له أسانيد كافية لا علاقة لها بوضع الواضعين؛ فان الجهالة والانقطاع ان حصل فانما يورثان الضعف لا الوضع)

بعد هذه الأبحاث الرائقة ذكر أن الحديث الضعيف يتقوّى بتعدُّد الطرق بل يصير حسناً. وكذا الحديث المجهول والمبهم يرتقي كلٌّ منهما الى درجة الحسن بتعدد الطرق، ويصلح كل واحدٍ منهما جابراً ومنجبراً. ويكفي لأن يتقوّى الحديث حصول السند من طريقين فقط. والحديث يعتضد ويتقوى بعمل أهل العلم وان كان اسناده ضعيفاً.

ثم بيّن أن المطالب ثلاثة أقسام بالنسبة الى ثبوتها من الحديث:

(١) الاعتقادات، (٢) والأحكام، (٣) والفضائل والمناقب.

فخبر الواحد - وان صح - لا يكفي في العقائد الاسلامية التي يطلب لها اليقين خاصة، فانه لا يفيد الا الظن، ولا عبرة بالظن في باب الاعتقادات. وأما الأحكام: فجمهور العلماء لا يسمعون هنا

حديثاً ضعيفاً. بل لا بد أن يكون الحديث صحيحاً لذاته أو لغيره. أو حسناً لذاته أو لغيره. لكن الفضائل والمناقب يكفي ههنا الحديث الضعيف باتفاق العلماء. والعمل بالحديث الضعيف في فضائل الأعمال ليس جائزاً فحسب بل مستحبٌّ. والحديث الضعيف كافٍ لثبوت الاستحباب. و الأحاديث حاكمة بأن يعمل في مثل هذا المحل بالحديث الضعيف. كما قال:(هذه الأحاديث الكثيرة المرفوعة الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم جائت مصرحة بأنه يعمل في مثل هذا المحل بالحديث. وألّا يتطرق التعمق والتدقيق في تحقيق الصحة. وجودة السند. ولكن الوهابية قوم يجهلون).

وبعدما قدّم النصوص والنقول قال: (ان العقل شاهدٌ بأن الحديث الضعيف في مثل هذا المحل مقبول. وضعفه مغتفر: فان لا يتيقن ببطلانه مهما كان في السند من نقصان. فان الكذوب قد يصدق. فما يدريك لعله روى هذا الحديث على وجه الصواب).

قد تقدم أن الحديث الضعيف لا يكفي في الأحكام لكن قد قال فيها بعد: (ان الحديث الضعيف مقبولٌ في الأحكام أيضاً اذا كان هناك محلٌ للاحتياط؛ كما قال الامام جلال الدين السيوطي في "التدريب": "ويعمل بالضعيف أيضاً في الأحكام اذا كان فيه احتياط").

ذكر له ههنا عدة شواهد وأمثلة. وشيد بالأدلة. وقال: (والظاهر أن الحديث الضعيف ان لم يكن مورثاً للظن؛ فلا ينحط عن كونه مورثاً للشبهة. فقبوله في محل الاحتياط يوافق عين مراد الشارع صلى الله تعالى عليه وسلم. الأحاديث في هذا الباب كثيرة من جملتها الحديث الأجل الأعظم الذي يقول فيه صلى الله تعالى عليه وسلم: "من اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه. ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام. كالراعي يرعى حول الحمى يوشك أن يرتع فيه ألا وان لكل ملك حمى. ألا وان حمى الله محارمه" رواه الشيخان عن النعمان بن بشير رضي الله تعالى عنهما)

ثم قال: (لا جرم أن العلماء صرحوا أن الحديث الضعيف يقبل حتى في الأحكام اذا كان في محل الاحتياط)

وأيضاً قال بعد ذكر الفوائد النفيسة الجليلة: (سبحان الله!! اذا كانت الأحاديث الضعيفة مقبولة ومعمولاً بها في الاحكام بمحل الاحتياط؛ فالفضائل فضائل. وتجلى بحمد الله تعالى لهذه الفوائد النفيسة الجليلة أن الحديث الضعيف لا يستلزم الغلط في الواقع ألا ترى هذه الأحاديث كانت ضعافاً باعتبار السند. أي ضعاف لكن شأنها في الواقع أنها كلما خولفت ظهر صدقها. ليت المنكرين للفضائل رزقهم الله تعالى التوفيق لتعظيم حديث المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم. وأنقذهم من التهاون بالحديث).

ذکر أيضاً: أنه لا يلزم أبداً أن يرد حديثٌ صحيحٌ في العمل بالحديث الضعيف في خصوص ذلك، فإن المحدثين الكبار والفقهاء الكرام يلوح من عملهم القديم والحديث: أنهم يحتجون في مواضع شتى بأحاديث ضعاف ولم يرد هناك حديث صحيح أصلاً؛ كما قال: (العمل القديم والحديث من علماء الفقه والحديث شاهد عدلٍ على بطلان هذا القيد، فإنهم استدلوا في مواضع بأحاديث ضعاف فيما لم يرد فيها حديث صحيح أصلاً)

ذكر ههنا تنبيهات جليلة لإيضاح الحق، وحقق المقام، وكشف الغمام، وأزاح الأوهام: أن العمل بالحديث الضعيف ان العمل بالحديث والقبول هل كان الفرق بينهما ام لا وبعد ما اشبع المقال قال : لان الاستشهاد بالحديث الضعيف للاستحباب في فضائل الاعمال الى آخره للاستحباب في فضائل الأعمال، أو لكراهة التنزيه في محل الاحتياط، أو لتأييد الاباحة في مباح ليس احتجاجاً به في الأحكام، ولا اتخاذه مثبتاً للحلال والحرام فان الاباحة نفسها تثبت بحكم الأصالة، والاستحباب والتنزه ثابتان بالقواعد الشرعية القطعية).

بعد ذلك أتى بتوضيح جميلٍ لما قاله السادات العلماء: من أن الحديث الضعيف لا يعمل به في أحكام الحلال والحرام، وقال بعد ما حقّق المقام بشهادات المحدثين الفخام: (اتضح بحمد الله بهذا التقرير: أن باطل زعم لبعض متكلمي الطائفة الجديدة بأن الاستدلال بهذا الأحاديث لجواز تقبيل الابهامين، يعني الاحتجاج به في أحكام الحلال والحرام - وهو غير سائغ بتصريح العلماء - محض مغالطة وغرر للعامة، لم ير بهذا العاقل أن أولئك العلماء الذين لا يحتجون بالحديث الضعيف في الحلال والحرام يستدلون في مواضع مئات بالأحاديث الضعيفة على جواز الأفعال واستحبابها، ومرّ بعض الأمثلة لذلك في الافادة السابقة

عائذاً بالله: ألا يفهم العلماء الكرام ما كتبوه بأيديهم، أم يخالفون أنفسهم المقررة من قاعدتهم؛ أما سمعت في "الافادة السابعة عشر" قول الامام ابن أمير الحاج أن الحديث الضعيف يصلح للعمل به في فضائل الأعمال عند الجمهور، فيصلح بالأولى لابقاء الاباحة لفعل؟! ولكن الوهابية لا يسمعون، وإذا سمعوا لا يعقلون، رب إني أسألك العفو والعافية، آمين).

ثم ذكر أن العلماء يتساهلون في ذكر الحديث الضعيف والعمل به في فضائل الأعمال، وإنما يشترطون ألا يكون موضوعاً، ويستفاد من كلامهم أن في مثل هذا الموضع ينفع كل حديث ضعيف غير موضوع؛ كما قال: (الآن فليحفظ جيداً أن امام الشأن نفسه قال لهلال: "متروك" وهو نفسه قال في المتروك: "شديد الضعف"، وهو نفسه جعل رواية مثل هذا الشديد الضعف جديرةً بالتساهل في الفضائل، ومهما كان الضعف شديداً؛ فإنه جدير بأن يستهّل فيه، وأن يحتمل في

الفضائل عند حافظ الشأن وأي دليل أكبر من هذا؛ ولله الحجة السامية).

ثم ذكر قول بعض العلماء انهم اشترطوا للعمل بالحديث الضعيف ثلاثة شروط، منها: عدم شدة ضعفه، وكثرة طرقه حقق الامام الهمام هذا المقام لكشف الحجاب عن قبول شدة الضعف وعدم الاشتراط بشرط سوى ألا يكون موضوعاً. وقال: (الاطلاق هو الأوفق بالدليل والألصق بقواعد الشرع الجميل؛ فانهم اشترطوا ألا يكون موضوعاً فحسب)

وان كان هناك شدة الضعف: كما يقول: (فانهم لم يشرطوا للقبول في الفضائل في شديد الضعف كثرة الطرق ولا غيرها: سوى ألا يكون موضوعاً. فصريح ما يعطيه كلامهم قبولُ ما اشتد ضعفه لفسق، أو فحش غلط - مثلاً - وان تفرّد ولم يكثر طرقه. فافهم وتأمل. فان المقام مقام خفاء وزلل. والله المسؤول لكشف الحجاب وابانة الصواب اليه المرجع واليه المآب).

وأيضاً قال: (لو كان الشرط للعمل بالحديث الضعيف عدم شدة ضعفه بحيث لا يخلوا طريقٌ من طرقه من كذابٍ أو متّهمٍ بالكذب فمطلبنا بحمد الله تعالى حاصلٌ في حديث تقبيل الابهامين؛ لأنه تنزّه عن كل نوع من شديد الضعف).

كما قال: (ولكن مطلبنا بحمد الله تعالى حاصلٌ على كل قول. قد برهنا في الافادات السابقة أن أحاديث تقبيل الابهامين بريئةٌ نزيهةٌ عن كل نوع من شديد الضعف. انما طعن فيها بالانقطاع أو جهالة الراوي. وان يكن هذا من الضعف في شيء فهو ضعفٌ قريبٌ وليس بضعفٍ شديدٍ والحمد لله).

ثم أتى بفائدةٍ جليلةٍ في أحكام أنواع الضعيف وانجبار ضعفها وقال تحديثاً بنعم ربه كما هو دأبه في أبرز تحقيقاته التي سبكها يد أفكاره: (هذه بعض جمل حقها بأن تنقش على لوح القلب: فلعلّها لا توجد بهذا التحرير النفيس في غير هذا الكتاب. كانت المسألة الجليلة المتعلقة بقبول الضعيف في فضائل الأعمال في البدء بقدر ثلاث صفحات. مشتملة على افادتين مختصرتين في مسودة الفقير. يعني به الشيخ رضا نفسه. ولما طفقت الرسالة تطبع في مومباي بعونه تعالى. في شهر ربيع الأول. سنة ألف وثلاث مائة وثلاث عشرة من الهجرة. أضيفت بحمد الله تعالى من حضرة مفيض العلوم والنعم صلى الله تعالى عليه وسلم نفائس جليلة أثناء التبييض.

وألقيت ثماني افادات نافعة من الافادات السادسة عشرة الى هنا لتحقيق هذه المسألة نفسها. وأمليت كذا ورقة ربما أخذ في منع القلم عن التقدم. يرجى ألا يعثر على مثل هذا التسجيل والتفصيل الجزيل في محل آخر سوى هذا التحرير. وناسب أن تجعل هذه الافادات رسالة مستقلة في هذه المسألة الخاصة. وأن تلقب بملاحظة التاريخ: "الهاد الكاف في حكم الضعاف" بحذف الياء من

الاسم المنقوص المحلى باللام شائع و ذائع فى فصيح الكلام ومثاله : يوم التلاق، ويوم التناد، الكبير المتعال، الى غير ذلك، وللامام ابن حجر العسقلانى كتاب سماه "الكاف الشاف فى تخريج أحاديث الكشاف" وبالله التوفيق وله المنة على ما رزق من نعم تحقيق، ما كنا العمر معها رعمرها تليق، والصلاة والسلام على الحبيب الكريم وآله وصحبه هداة الطريق، آمين)

ثم أفاد أن كون الحديث مندرجاً فى كتب الطبقة الرابعة لا يستلزم مطلق الضعف فضلاً عن الضعف الشديد، فإن فيه أحاديث من كل نوع كما قال: (كون حديث مندرجاً فى كتب الطبقة الرابعة لا يستلزم مطلق الضعف، فضلاً عن الموضوعية، وفضلاً عن الضعف الشديد، ففيها الحسن والصحيح والصالح والضعيف والباطل من كل نوع أحاديث.

نعم لأجل اختلاط الأحاديث بعضها ببعض، وعدم البيان مما جرت به عادة جمهور المحدثين وجد فى كل حديث احتمال ضعف، لذلك لا يستأهل للاحتجاج بأحاديث الطبقة الرابعة غير الناقد من غير مطالعة كلمات الناقدين فى العقائد والأحكام).

بعد ما قدم الشهادات الباهرة من أئمة المحدثين أتى بتنبيه بارز وقال: (وضح بحمد الله من هذه البيانات: أن جمع هؤلاء الطبقة الأحاديث التى تركها السلف انما يعنى أن هؤلاء أدرجوا الأحاديث التى احترز عن ايرادها السلف فى كتبهم. وليس يعنى أن كل شيء كتبوه متروك من السلف، ومجرد عدم الذكر على أنهم تركوه عمداً، اعتقاداً منهم بأنها ناقصة محض جهالة، والالزم أن تكون أفراد "البخارى" متروكة "مسلم"، وأفراد "مسلم" متروكة "البخارى"، وأن يجعل كل حديث فى كل كتاب متأخر ولم يوجد فى المصنفات السابقة متروكاً عن جميع السلف!!

لم يدّع أحد من المصنفين الاستيعاب، وكان الامام البخارى يحفظ مأة ألف حديث، وفى "صحيح البخارى" أربعة آلاف حديث بل أقل، كما بينه شيخ الاسلام فى "فتح البارى شرح صحيح البخارى")

وأيضاً قال: (الآن ينسحب هذا الحكم الصافى ليس على كتب الطبقة الرابعة فحسب بل على الثانية والثالثة والكل؛ لأنه اذا كان منشأ عدم الاعتداد اختلاط الصحيح والضعيف، وهو فى الكل قائم. فهذا الحكم نفسه للكل لازم.

أما رأيت أن أئمة الدين صرحوا جلياً بهذا التصريح نفسه بشأن "سنن أبى داود" و "جامع الترمذى"، و "مسند الامام أحمد"، و "سنن ابن ماجه"، و "مصنف أبى بكر ابن أبى شيبة"، و "مصنف عبد الرزاق" وغيرها من سنن و مسانيد و كتب الطبقة الثانية والثالثة، ومضى نقله عن امام الشأن والعلامة القارى فى الافادة الحادية والعشرين.

كذلك نص الامام شيخ الاسلام العارف بالله زكريا الأنصاري والامام السخاوي إذ كرنا نصهما في رسالتنا "مدارج طبقات الحديث"۔ وقد سمعت آنفاً مقال الامام خاتم الحفاظ. وانه سلك كل هذه الكتب في سلك

الآن عسى أن يزعم المنكر المعوج الفهم بعد أن يرى هذه النصوص بهأن "سنن أبي داود" و "الترمذي" و "النسائي" و "ابن ماجه" أنها أيضاً مهملة محضة و باطلة۔ والعياذ بالله۔ وأنها لا تصلح للاعتبار والاعتماد أصلاً. ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم

وجملة القول: أن مدار الاستناد على النظر والانتقاد أو على تحقيق النقاد. وليس على كون الحديث وجد في كتابٍ فلانيٍ أو لم يوجد في كتاب فلاني.

لما وصل قلم الضارع الى هذا المحل، فرح فيض الكرم، وسماح القدم، وفاض على الفقير الذليل۔ غفرله المولى الجليل۔ تحقيقٌ جزيل جميل لهذا المقام والمرام، من طبقات الحديث. فلو أني أوردته هنا، كان دونه أطناب الكلام وأبعاد المرام. لذلك جعلته رسالة مفردة. ولقبته بلحاظ التاريخ بـ "مدارج طبقات الحديث".

الحمد لله اشتملت هذه الرسالة العربية العجالة المختصرة على وجازتها على فوائد نفيسة فيها:

أولاً: نقلت فيها كلاماً في طبقات الحديث الأربعة من "حجة الله البالغة" [للشاه ولي الله المحدث دهلوي]۔

ثانياً: أبديت تقريراً لها في بيان مسلسل بحيث ينتظم به الكلام، ويزيل كثيراً من الشبهات

ثالثاً: أوردت كثيراً من أبحاث رائقة موثقة فائقة تجلى بها أن التحديد بالطبقات الأربع لا جامع ولا مانع. ولا يغني الناقد ولا ينفع المقلد

رابعاً: وضعت من تلقاء نفسي ضابطة عامة شاملة تامة. اتضح بها لكل ضرب من الرجال۔ ناقد وغير ناقد، ومتوسط وعامي۔ محلّ الاستناد وطريق الاحتجاج.

وأخيراً: أيدته بكلمات العلماء، وضمنته بياناً لمراتب الصحاح الستة وغيرها من كتب الحديث وتفاوتها فيما بينهما، واحصاء لبعض أخر من كتب الصحاح، وأيضاً بينت من تساهل من العلماء في صحيح الأحاديث وشدد في موضوع في الحكم بالوضع. أو تعنت بشأن جرح الرجال، وأثبت ببرهانٍ جلي على ما ادعيت، ولله الحمد.

ولله المنة فيما ألهم، وله الحمد على ما علم، وصلى الله تعالى على سيدنا ومولانا محمد وآله

وصحبه وسلم).

ثم بيّن أن ذكر حديثٍ في كتب الموضوعات لا يستلزم الضعف الشديد الذي يخل على قولٍ في القبول في الفضائل بل الذكر نفسه من غير ملاحظة الحكم غير مستلزم حقيقة مطلق الضعف؛ لأن في القسمين الصحاح والحسان كما يقول: (أقول: الكتب المؤلفة لبيان الموضوعات قسمان:

أحدهما: ما التزم فيه المصنفون ايراد الموضوعات بخصوصها. كـ"موضوعات ابن الجوزي" و"أباطيل وموضوعات الصغاني"، وذكرُ حديثٍ في هذه الكتب انما يدل - بلا شبهة - أنه موضوع عند المصنف ما لم ينف الوضع بصراحة، والظن بمثل هذه الكتب أن المصنفين لو لم يروا تلك الأحاديث موضوعة لم يذكروها في كتاب الموضوعات، ثم انما يثبت بهذا أن الحديث موضوعٌ بزعم المصنف، وبالنظر الى الواقع لا يثبت عدم الصحة فضلاً عن الضعف فضلاً عن السقوط، فضلاً عن البطلان.

وجميع هذه الكتب ملأها مصنفوها بكثيرٍ من أحاديث حسانٍ وصحاحٍ فضلاً عن الضعاف وحكموا عليها من غير دليلٍ بالوضع، وأبطله الأئمة المحققون والنقاد المنقحون بدلائل قاهرة، تقريره بالاجمال في "مقدمة ابن الصلاح"، و"التقريب" للامام النووي، و"ألفية الامام العراقي" و"فتح المغيث" للامام السخاوي وغيرها من تصانيف العلماء... الخ.

وثانيهما: ما لم يقصد فيه ايراد الموضوعات الواقعية فحسب، بل القصد التحقيق والتنقيح لحكم الآخرين بالوضع. كـ"اللآلئ" للامام السيوطي، أو القصد جمع أحاديث حكم عليها أحد بالوضع. كـ"ذيل اللآلئ" له كذلك الخ

وظاهر جداً: أن كون الحديث في مثل هذه التصانيف لا يدل على الوضع حتى عند مصنفيها؛ لأن الكتاب لم يوضع لايراد الموضوع وحده بل القصد أن ينتقد ما حكم به أو تكلم به في سند أو ضعف أو سقوط أو بطلان؛ كأن يقول مثلاً: "لا يصح" أو يقول: "لم يثبت" أو طعن في السند بجهالةٍ أو انقطاعٍ فغاية ما علم الضعف.

وان زاد قيد المرفوع (كأن يقول: لم يصح رفعه أو: لم يصح مرفوعاً، أو: لم يثبت رفعه) فانما يفهم ضعف المرفوع (بطريق المنطوق) ويفهم بالنظر الى المفهوم ثبوت الموقوف، وقس على هذا.

وان لم يتكلم بشيء، فالأمر يظل محتاجاً الى النظر والتنقيح كما لا يخفى).

وبعدما أجزل التحقيق وأحسن التدقيق قال في نتيجة الافادات: (الحمد لله بلغ الكلام

ذروته العليا. وبلغ احقاق الحق حده الأقصى. هذه الافادات الأربع عشرة جلت كالقمر ليلة النصف من الشهر أن أحاديث "تقبيل الابهامين" ان لم تتقوّ بتعدد طرق وعمل أهل العلم، فغاية أمرها أنها ضعيفة بضعفٍ خفيف، وأنها مقبولةٌ كافيةٌ في فضائل الأعمال باجماع من العلماء المحدثين والفقهاء. ووافيةٌ ومفيدةٌ لاستحباب العمل. وطارت جميع اعتراضات المنكرين بشأن انكار تلك الأحاديث لابطالها واهمالها. والحمد لله رب العالمين)

ثم بسط الكلام، ازالة للشبهات وازاحة للأوهام. وأنهاء أن ضعف السند في مثل هذا المحل لئن لم يصلح فالتجربة سندٌ كافٍ، وحديث تقبيل الابهامين جرّبه العلماء والصلحاء. لا جرم أن قال العلامة طاهر الفتني: (روى تجربة ذلك عن كثيرين) كما يقول: (أقول: هب أن كان ضعف السند في مثل هذه المحل بحيث لا يبقى صالحاً للاعتماد أصلاً، ولكن اذ قد جرب العلماء والصلحاء ما ذكر في المتن، فانهم يرون هذه التجربة نفسها سنداً كافياً؛ لأن السند لا يستلزم الكذب في الواقع).

ذكر الامام الهمام ما جرّب نفسه هذا الحديث مراراً كما يقول: (أقول: بحمد الله تعالى جربته أنا الفقير أيضاً عدة مرّات فوجدته حقاً. أصيب بعض الأعزة الأقربين بمرضٍ شديدٍ وطال المرض حتى طرأت ذات يوم حالة مثل النزع وطفق الجميع يبكون. واشتغلت أنا الفقير بالصلاة المذكورة. وأتيت بعدما صليت فوجدت القريب المذكور جالساً يتكلم ولله الحمد. قاربت المدة عشرين سنة مذ ذلك الزمن. الفضل من الله بحمد الله).

ثم ذكر على سبيل التنزيل: لو فرض وقدّر أن الحديث لم يعثر عليه أصلاً في كتب الحديث مع هذا يكفي ذكر مثل هذا الحديث في بعض كلمات العلماء من غير سندٍ اذا كان المحل محل الفضائل وله شواهد عديدة في كتب العلماء المحدثين

كما يقول: (النظر ههنا طرقاً مسندة بأسانيد متعددة توجد في كتب الحديث والعلماء في مثل هذا المحل يرون مجرد ذكر الحديث في بعض كلمات العلماء سنداً كافياً. وان لم يكن عين ولا أثر في شئ من أحاديث الطبقة الرابعة وغيرها، ولا في شيء من طبقات الحديث.

ومخاطبة سيدنا عمر رضي الله تعالى عنه للنبي بعد ارتحاله صلى الله تعالى عليه وسلم، وندآؤه له صلى الله تعالى عليه وسلم بقوله: "بأبي أنت وأمي يا رسول الله" ومدحه صلى الله تعالى عليه وسلم بفضائل جليلة، وشمائل جميلة ورد في حديث، هذا الحديث ذكره الامام ابو محمد عبد الله بن علي اللخمي الأندلسي الرشاطي من علماء القرن الخامس المتوفى سنة "٥٦٤هـ" ست وستين وأربع مائة في كتابه: "اقتباس الأنوار والتماس الأزهار". وأبو عبد الله محمد محمد بن الحاج العبدري المكي

المالكي من فضلاء القرن الثامن المتوفى "٧٣٧هـ" سبع وثلاثين وسبع مائة في كتابه "المدخل" كلاهما من غير سند، ولم يعثر على الحديث، ولم يقف الأئمة الكرام والعلماء الأعلام على شيء أكثر مما ذكر. ولم يجدوا له أي الحديث المذكور أثراً في كتب الحديث أصلاً. ولكنه اكتفى بهذا القدر، إذ كان المحل محل الفضائل، ولم يمنعهم كون الحديث لم يوجد أصلاً في شيء من الطبقات عن ذكره وقبوله، فضلاً عن أن يمنعهم كونه من الطبقة الرابعة، كما منع هؤلاء السفهاء المختلة حواسهم الجهلة بفرق المراتب، بل استندوا به الخ

وما ذكرى لهذا الحديث الذي لا سند له أن مئات النظائر له في كتب العلماء، دع عنك الكثير، هذا المحدث الكبير بالزمن المتأخر الشاه ولي الله يستند في مواضع من كتبه بأحاديث مثل هذه الكتب التي لا تندرج في طبقة حديثه ولا يوجد فيها عين ولا أثر للسند) ملخصاً.

بعد ما قدم الشهادات من المحدثين الكرام قال: (الفقير بعون رب القدير يتكلم تنزلاً بعد تنزل بكلام أوضح فأوضح، ولكن الله هو الذي يفتح عيون المنكرين).

ثم تكلم تنزلاً بعد تنزل وقال: الحديث وإن كان موضوعاً لا يستلزم المنع عن الفعل، بل يبقى على الإباحة الأصلية، ويكون حسناً ومستحسناً بنية حسنة، فإن الموضوعية عدم الحديث، كما يقول: (أقول: نعم. دع عنك الكل وارض بالتنزل من أجلك على وجه أتم. هب أن الحديث موضوع وباطل، فكون الحديث موضوعاً معناه عدم الحديث لا حديث العدم.

وإنما حاصله أنه لم يرد شيء في هذا، وليس أنه ورد الإنكار والمنع.

الآن يلاحظ أصل الفعل، إن دلت قواعد الشرع على المنع، كان الفعل ممنوعاً وإلا بقي على الإباحة الأصلية، ويكون حسناً ومستحسناً بنية حسنة، كما هو شأن المباحات جميعاً. كما نص عليه في "الأشباه" و"رد المحتار" و"أنموذج العلوم" وغيرها من معتمدات الأسفار

لماذا يصير الفعل ممنوعاً بكون الحديث موضوعاً؟ هل الموضوع بنفسه باطل ومهمل وغير مؤثر، أو إذن وتصريح بالنهي والممانعة؟)

بعد ما قدم تصريحات العلماء المحدثين أنهم يصرحون مع إظهار الوضعية وبطلان الحديث بجواز الأفعال.

(ثبت بهذه العبارة بأبين وجه أن وضع الحديث لا ينافي استحباب الفعل والإباحة، وكذلك الأمر، فإن الموضوعية عدم الحديث، وليس بلازم في الاستحباب أن يرد الحديث بخصوص الفعل حتى يستلزم ارتفاعه [أن عدم ورود الحديث] انتفاءه [أي الاستحباب] كما لا يخفى).

وأيضاً قال: يفرق بين العمل بالموضوع وبين العمل بما في الموضوع.

(ثم أقول: تحقيق المقام أن بين العمل بالموضوع وبين العمل بما في الموضوع بوناً كما بين السماء والأرض. كما يظهر مما قدمناه في الإفادة الحادية والعشرين.

والثاني (أي العمل بما في الموضوع) : ليس بممنوع مطلقاً. والا وقع زمام الايجاب والتحريم في أيدي المفترين المهورين. وحرمت مئات الألوف من الأفعال المباحة التي لم ترِدْ نصوصٌ فيها بخصوصها بأن يضع الوضاعون حديثاً في الترهيب عنها. ووجب ما يضعون في الترغيب؛ لأنه على التقدير الأول يستلزم الفعل موافقة الموضوع. وهو ممنوع. والمستطرف: أنهم ان يفتروا أحاديث في الترغيب والترهيب كليهما أتوا بما يشتمل على الفعل والترك كليهما. فلا الفعل يتأتى، ولا الترك يسوغ. فاعلم فافهم ان كنت تفهم.

وفي الأول (أي العمل بالموضوع): لا محذور حقيقة في نفس الفعل، بل بالنظر الى الامتثال واعتقاد ثبوت الموضوع. فالمنع على تقدير الفرض نظراً الى هذا، ولا منع عن أصل الفعل.

وسفهاء الوهابية دائماً لا يفرقون بين الذات والعارض، ما على مثلهم يعدّ الخطأ).

ثم ذكر أن أعمال المشايخ لا تحتاج الى السند، وللمتصرف وايجاد المشايخ مجال في الأعمال دائماً، ونحن انما ندّعي الاستحباب، والطريف أن تقبيل الابهامين على طرز الوهابية الجديدة بخصوصها حسنةٌ.

وقال في ختام الافادة الثلاثين مع ابانة الحكم الأخير وخلاصة التحرير: (وبالجملة: الحق في هذا أن الفعل المذكور بحكم الأحاديث وبتصريح من كتب الفقه مستحبٌّ ومندوب، ومرتجى للفضل المطلوب، والثواب المرغوب، فمن عمله - نظراً في كتب العلماء وعمل القدماء والترغيب الواردة فلا مؤاخذة عليه أبداً. بل رجاؤه للثواب المروي وحسن الظن وصدق النية سبب للفضل الدائم

ومن زعم أنه مكروه وممنوعٌ وبدعة: فهو مبطلٌ وخاطيء. والعلماء الكرام الذين هم قدوة للأنام يلزمهم فعله اذا ما رأوا منكراً؛ ليحصل الردع على أهل الهوى، ويشتد الغيظ على قلوبهم؛ كما قال العلماء: ان الوضوء من النهر أفضل، ولكن الأولى الوضوء من الحوض أمام المعتزلي منكر الحوض المخالف في ذلك؛ كما بينه المولى المحقق في "فتح القدير" وغيره في غيره (وقعْ هذا اللفظ هنا: أي: منكر الحوض. ألطف وأعجب؛ لأن المعتزلة يرون أن الوضوء من الحوض لا يجوز. وهذا المعنى هو المراد هنا. وأولئك الأشقياء ينكرون حوض الكوثر ايضاً) وعليه: اذا كان الترك أفضل بهذه النية (أي: ترك التوضؤ من النهر بقصد الرد على المعتزلة) فالأولى تفضيل المندوب والمستحب.

والحمد لله ولي الانعام، وأفضل الصلاة وأكمل السلام على سيد الختام، قمر التمام، وآله

وصحبه الغر الكرم آمين).

بعد ما سرد الامام الهمام ثلاثين افادة وشح رسالته الرائقة المؤنقة الفائقة بخاتمة في الفؤاد المنثورة وذكر فيها الأمور الهامة العالية بالبسط التام والايضاح الكامل:

١- الفرق بين الفضيلة والأفضلية والحديث الضعيف بها أن التفضيل لا يقبل أبداً

٢- الحكايات الموحشة في التاريخ والسير عن مشاجرات الصحابة مردودة قطعاً

٣- تفرُّد الكذّاب أيضاً لا يستلزم الوضع

٤- مذهب المحققين قبول مجهول العين، كما قال: (فالقول المقبول بشأن المجهول: أن المستور ومجهول العين كلاهما حجة. نعم، مجهول الحال الذي لم تعلم عدالته ظاهراً لا يحتج به في الأحكام، وفي الفضائل يقبل بالاتفاق).

٥- الحديث الضعيف لا يحتاج الى ورود الصحيح في مأذون الأحكام.

٦- الحديث الضعيف يقبل في بعض الأحكام أيضاً.

٧- أتثبت السنة بالحديث الضعيف أم لا؟

٨- قد يطلق الحكم بالوضع أو الضعف بملاحظة سند خاص لا بملاحظة أصل الحديث؛

٩- المحدثون الذين يروون عن غير ثقة.

١٠- شأن أحاديث الطبقة الرابعة.

١١- ذكر حديث في "تذكرة الموضوعات" للعلامة محمد طاهر الفتني لا يستلزم ظن الوضع.

١٢- فضائل السند والحاجة الى الاتصال في كلام الأثريين.

ذكر في هذه الفوائد النفيسة تنبيهات جليلة وتوضيحات جميلة وتأويلات أنيقة وتوجيهات وجيهة أيضا بما توضح الكلام على أحسن ما يرام

وشح الامام الهمام نهاية رسالته بتحقيقه الأليق أن قبول المراسيل يلزم حتى غير الناقد من المحدثين، كما يقول: (أقول: انصافاً يلزم غير الناقد من الأثريين الاحتجاج بالمراسيل في الأحكام، فسبيله انما هو الاعتماد على قول الناقد لا النقد، فانه تكليف ما لا طاقة له به فذكر السند وعدم ذكره عنده سيّان بلا شبهة. ان قول ناقد محتاط: "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم" ان لم يكن أعلى من تصريح صريح والا اقل فليس أقلّ منه وما يحصل من مساهلةٍ وتحسين ظنٍّ وخطأٍ في النظر هنا، فقد يحصل هنالك بل قد جُرّب وشُوهد. مع هذا كله صرح الأئمة: ابن الصلاح، والطيبي، والتبريزي، والزركشي، والعراقي، والعسقلاني، والسخاوي، وزكريا الأنصاري، والسيوطي وغيرهم ما معناه: انه لو نصّ امامٌ معتمدٌ على صحة حديثه أو رواه في كتاب ملتزم

الصحة. كفى هذا القدر للاعتماد، وجاز الاحتجاج به كما ذكرنا نصوصهم في "مدارج طبقات الحديث" وقد تقدم نص القاري عن شيخ الاسلام في الافادة الحادية والعشرين: فما الوجه في ألا يعتمد عليه ههنا؛

لا جرم هذا كقول الامام أحمد أو يحيى: "هذا الحديث صحيح" أو كايراد البخاري، أو مسلم، أو ابن خزيمة، أو الضياء حديثاً في "الصحاح"، وسكوت المنذري في "مختصره" كذلك، وكذلك ايراد ابن السكن في "الصحيح"، وعبد الحق في "الأحكام".

ويقبل قول امام معتمد، ناقل محتاط كذلك، كما يقبل قول هؤلاء كذلك: "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كذا، فعل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ..." الى غير ذلك من أحكامه وأحواله ونعوت جماله، وشؤون جلاله، وصفات كماله صلوات الله تعالى وسلامه عليه وعلى آله صلى الله تعالى عليه وعليهم وبارك وسلم وشرف ومجد وعظم وكرم، آمين).

قد استبان بما قدمنا فيما سطرنا من التحقيقات العالية، والتدقيقات العالية، والأبحاث الرائقة الفائقة: أن هذه الرسالة للامام الهمام شيخ الاسلام والمسلمين "الهاد الكاف في حكم الضعاف" رسالة هامة هادية شافية، كافية وافية فيما يتعلق بأصول الأحاديث، وأن الامام الهمام ليس فقيهاً بارعاً فحسب كما زعمه بعض المعاندين تعنتاً، وطعنوا فيه تعسفاً: أنه قليل البضاعة في الحديث والتفسير؛ لأنه مما يمجه العقل السليم، ولا يقبله الفكر القويم، يعدل عنه العاقل العادل، فضلاً عن أن يرضى به اللبيب الفاضل، فان مؤلفاته القيمة، ومصنفاته الأنيقة، وافاداته الرائعة، وكلماته العلمية الزاهرة قد كشفت الأستار عن هذا الكذب المحض، والتعسف البحت، والتعنت الخالص، والظلم الشديد.

مَنْ كان له عين الانصاف طالع كتبه الرائقة خاصة "الفتاوى الرضوية" التي هي من كراماته الباهرة، وغاص بحار علومها التي لا يُدرك قعرها لم يجد حظاً وافراً من علوم الفقه وأصوله وأسماء رجاله والتفسير وأصوله، والتاريخ والسير والكلام، وغيرها من العلوم القديمة والحديثة التي تدل على حذاقته الكاملة، وبراعته الزاهرة، بل على سيادته وامامته في كثير من العلوم والفنون، فان له شأناً رفيعاً وباعاً رحيباً، ومجالاً واسعاً، ومكاناً سامياً في البحث والاكتشاف الذي لم يسلكه أحد، ولم يظفر به ذهن، ولم يهتد اليه فكر، واني لست بغالٍ ولا مُطرٍ، بل الحق أقول: فان البحث والاكتشاف أضاء ذاته الفذة وبرزها تبريزاً كاملاً كالشمس في رابعة النهار، وكبدر التمام، فلله الحمد على ذلك: ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾ [الحديد:٢١].

وليعلم أن هذه الرسالة السائد ذكرها كانت في الأردية الفصيحة الرشيقة، وكانت

الضرورة داعية، والحاجة ماسة الى أن يحول نفعها بنقلها الى اللغات الهامة، شعر بهذه الحاجة الهامة، والضرورة الشديدة حفيد الامام الهمام، المجدد الأكبر، وارث علمه وفضله، وحزمه وتقواه، تاج الاسلام والمسلمين سند الفقهاء والمحدثين العلامة المفتي الشاه: محمد أختر رضا القادري الأزهري، وقام بتعريبها بأسلوب رشيق، ونمط أنيق، يعجب النفوس، ويفرح به القلوب، يروق النواظر، ويرهف البصائر. فان فضيلة تاج الشريعة كان على براعة كاملة، ومهارة تامة في اللغة العربية التي هي لغة القرآن ولغة رسولنا خير الأنام، بل سائر الأنبياء الكرام عليه وعليهم أفضل الصلاة وأكمل السلام.

وان من صنيع الشيخ ودأبه ومنهجه في تعريب الرسالة أنه لا يوشح بالتعريب فحسب -مع أن التعريب أمرٌ صعبٌ هام لا يمكن أن يقوم به من شاء كيف شاء- بل يوشح بتعليقاته الغالية النافعة العلمية اذا دعت الحاجة، ومست الضرورة الى الكشف عن الحجاب وتبيين المرام.

وان رسالة الامام الهمام -وان كانت أودعت فيها أبحاث نفيسة وتحقيقات جليلة، ولا عطر بعد عروس- ولكن الضرورة قاضية والبداهة شاهدة بأن تفاوت الأذهان والعقول، واختلاف الأزمان والعصور، وتزايد الأمور والقضايا تقتضي ابانة المقام بأحسن ما يرام، اني أقدم شيئاً من تعليقاته، كي يتجلى نبوغه في الحديث وأصوله كبراعته وسبقه في مضمار الفقه وأصوله وغيرها من شتى العلوم والآداب.

ذكر الامام الهمام حكم الحديث المنقطع في الافادة الثالثة وقال: (كذلك انقطاع السند لا يستلزم الوضع، وعند أئمتنا والجمهور لا يقدح الانقطاع في الصحة والحجية).

أفاد فضيلة تاج الشريعة ههنا افادةً هامةً بصدد حجية الحديث المنقطع، وعدم كونه قادحاً في الصحة، وعرف المنقطع والمنكر، وبين معرفة الانقطاع وسقوط الراوي، وفصل اطلاق المنقطع، ونور عدم موضوعية المنكر كما يقول: (افادة هامة بأن الحديث المنقطع حجة عند الأئمة الحنفية والجمهور، وأن الانقطاع ليس بقادح في الصحة والحجية

وقضية تصريحهم بأن الانقطاع كالارسال، وأنه لا يضر بعد عدالة الراوي كما سيجيء التصريح به في نفس الكتاب عن "الفتح": أن الحديث المنقطع يحتج به حتى في الأحكام: كما هو ظاهر من تصريحهم في كتب الفقه التي وضعت لبيان الأحكام، وكما هو قضية اطلاقهم الحجية والصحة.

المنقطع: ان سقط من السند راوٍ واحدٌ أو أكثر: فالحديث منقطع، ويسمى هذا السقوط انقطاعاً وقد يقال لغير المتصل، فيشمل جميع أقسام غير المتصل، ومعرفة الانقطاع وسقوط الراوي تحصل بمعرفة عدم الملاقاة بين الراوي والمروي عنه لأسباب، منها: عدم المعاصرة، أو

عدم الاجماع والاجازة عنه. والسبيل الى ذلك علم التاريخ الذى يبحث عن مواليد الرواة ووفياتهم، وأوقات طلبهم وارتحالهم. وهو علمٌ هامٌ عند المحدثين، وقد كفونا المؤونة بما بذلوه من جهدهم. فجزاهم الله أحسن الجزاء.

وجملة القول: أن تواجد عدة مجهولين فى السند انما يورث ضعفاً فى الحديث، والضعيف المحض أحسن وأعلى رتبة من الحديث المنكر. وهو مارواه راوٍ ضعيف مخالفاً للرواة الثقات، ثم المنكر أيضاً ليس بموضوع. فأى علاقة لمجرد الضعيف بالوضع. صرح الامام الجليل جلال الدين السيوطى بتلك المطالب).

ذكر الامام أحمد رضا ـ قدس سره ـ فى الافادة السابعة: أن حديث الغافل الذى يقبل التلقين من آخرين ليس بموضوع، وأتى بعشرة أقسام لأسباب الطعن كما فى "نخبة الفكر".

علق فضيلة تاج الشريعة على التهمة بالكذب من أسباب الطعن، وأظهر أصل مناط التهمة كما يقول: (أقول: لا يذهبن عنك أن التهمة بالكذب ههنا انما تتأتى بمجموع الأمرين، وهو أن يروى حديثاً لم يروه غيره، ويكون مخالفاً للقواعد الدينية معاً. أما اذا روى ما لم يروه غيره فلا تتجه التهمة بمجرد تفرده بالرواية. وبهذا يظهر: أن أصل مناط التهمة كونه مخالفاً للقواعد الدينية. أما مجرد كونه روى مالم يروه غيره فلا يصلح مطعناً، ولا تتجه التهمة بهذا فقط.

كيف وقد علم أن الشاذ والمنكر، والمفرد والغريب كلُ ذلك يصدق عليه بحكم المخالفة وعدم المتابعة. والمعرفة أن راويه روى مالم يروه غيره. نعم اذا ثبت كذب الراوى فى حديثه فالتهمة تتجه فيما اذا روى حديثاً آخر لم يروه غيره. ولعل المصنف العلامة سيصرح بذلك فيما بعد).

ذكر الامام الهمام سيدنا الامام أحمد رضا ـ قدس سره ـ فى الافادة التاسعة: أن حديث المتروك أيضاً ليس بموضوع وان كان المتروك بشرّ منزلة من بين الضعفاء، ويتلوه فى المرتبة المتهم بالوضع أو الكذاب الدجال. فقد وشح فضيلة تاج الشريعة ههنا بتعليق نافع وجيز؛ كما يقول: (ذكر ملا على القارى فى "حاشية نزهة النظر": أن مرتبة متروك ومتهم بالكذب فى درجة واحدة حيث قال: "قيل: المرتبة الثالثة: فلانٌ متهمٌ بالكذب أو الوضع أو ساقطٌ او هالكٌ أو ذاهب الحديث، وفلانٌ متروك الحديث أو تركوه. أقول: وكأن هذا القائل أيضاً لا يقول باستواء جميع ما ذكر فى المرتبة، بل فيها ايضاً تشكيك عنده، وكأنه الى ذلك أشار باعادة "فلان" قبل قوله: "متروك" الا أن فيه أن "ساقط" وما بعده لا يفوق متروكاً وما بعده فافهم").

حقق الامام الهمام فى الافادة العاشرة كيف يثبت كون الحديث موضوعاً، وقال: (يثبت الوضع اذا كانت الرواية تخالف:

١-القرآن العظيم.
٢-أو السنة المتواترة.
٣-أو الإجماع القطعي وقطعيات الدلالة
٤-أو صريح العقل
٥-أو صحيح الحس
٦-أو التاريخ اليقيني بحيث لا يحتمل التأويل ولا التطبيق
٧-أو يكون معناها شنيعاً قبيحاً لا يعقل صدوره عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، كأن يشمل -والعياذ بالله- على فساد أو ظلم، أو عبث أو سفه أو مدح باطل، أو ذم حق.
٨-أو تشهد جماعة يبلغ عددها مبلغ التواتر، بحيث لا يبقى احتمال كذب، أو التقليد من أحد لآخر شهادةً مستندةً الى الحس على كذبه وبطلانه ارذته لأن التواتر لا يعتبر الا في الحسيات كما نصوا عليه في الأصول)).

جمع الإمام أحمد رضا ههنا وخص الأمور الخمسة عشر التي يثبت بها كون الحديث موضوعاً وقال: (هذه أمور خمسة عشر، لعلك لا تجدها بهذا الجمع والتلخيص في غير هذه السطور، ولو بسطنا المقال على كل صورة لطال الكلام وتقاصى المرام، ولسنا هنالك بصدد ذلك).

علق تاج الشريعة ههنا على الأمر الثامن من الأمور الخمسة عشر، وكشف المقام على أحسن ما يرام، لأنه من مزالّ الأقدام، كما يقول: (أي: تخبر خبراً يفيد اليقين بكذب الراوي وبطلان مرويه جماعة يبلغ عددهم مبلغ التواتر، وليس المراد اشتراط الشهادة لأن الشهادة تطلب بالتثبت والتبيين، وهو حاصل بأبلغ وجه فيما اذا بلغت جماعة المخبرين من الكثرة بحيث لا يحصى عددهم، ومن أجل ذلك لا يشترط عدالتهم كما يشترط في الشهود فيكتفي بخبرهم لحصول التبين باليقين وهو المقصود، ولذلك لم يشترط لفظ الشهادة في معنى الاستفاضة. قال الرحمتي: "معنى الاستفاضة: أن تأتي من تلك البلدة جماعات متعددون، كلٌّ منهم يخبر عن أهل تلك البلدة أنهم صاموا عن رؤية، لا مجرد الشيوع من غير علم بمن أشاعه، كما قد تشيع أخبار يتحدث بها سائر أهل البلدة ولا يُعلم من أشاعها كما ورد: أن في آخر الزمان يجلس الشيطان بين الجماعة فيكلم بالكلمة فيتحدثون بها، ويقولون: لا ندري من قالها، فمثل هذا لا ينبغي أن يسمع، فضلاً عن أن يثبت به حكم".

قال الشيخ الإمام أحمد رضا نفسه في "فتاواه" بعد ما نقل عن العلامة الرحمتي في معنى الاستفاضة ما نقل، وبيّن أن الاستفاضة تثبت بوجهين ما نصه: "اذ قد أخبر جمعٌ عن جمع خبراً

متواتراً عن رؤيتهم، فقد ثبتت الرؤية باليقين، ولم يحتج الى الشهادة لأن التواتر بمثابة الشهادة في اثبات الأحكام بل أقوى" انتهى معرباً.

وانما عبر هنا بقوله: بأن تشهد جماعة زيادة في التوثق والتأكد، ولأن فيه معنى الالزام، ففيه شائبة الشهادة من هذا الوجه. والشهادة خبر كسائر الأخبار غير أنها متميزة عما سواها. فما الذي يميزها؟ لم ينتبه على ذلك - فيما أعلم - غير الامام القرافي رضي الله تعالى عنه قال: "قال المازري في "شرح البرهان": الشهادة والرواية خبران، غير أن المخبر عنه ان كان أمراً عاماً لا يختص بمعين فهو الرواية، كقوله عليه الصلاة والسلام: "انما الأعمال بالنيات"، أو "الشفعة فيما لم يقسم". لا يختص بشخص معين، بل ذلك على جميع الخلق في جميع الأعصار والأمصار، بخلاف قول العدل عند الحاكم: لهذا عند هذا دينار، الزام لمعين لا يتعداه لغيره، فهذا هو الشهادة المحضة، والأول هو الرواية المحضة".

هذا، وقوله: "شهادة مستندة الى الحس" المراد به: أن يكون كذب الراوي أمراً محسوساً، وبطلان مرويه كذلك، وذلك لأن التواتر يعتبر في الحسيات، قال في "التلويح": "المتواتر لا بد أن يكون مستنداً الى الحس سمعاً أو غيره، حتى لو اتفق أهل اقليم على مسألة عقلية لم يحصل لنا اليقين حتى يقوم البرهان".

الحديث الذي لا سند له عندهم أيحتج به في الأحكام أم لا، يتبادر من قول الامام الهمام رضي الله تعالى عنه في رد الحكايات الموحشة في التاريخ والسير عن مشاجرات الصحابة: أن الحديث الذي لا سند له عندهم لا يلقون اليه سمعاً.

علّق عليه فضيلة تاج الشريعة: أنه ليس على اطلاقه بل هو مقيّد بما اذا لم يبلغ غير المسند من القوة بحيث يساوي المسند المتصل، كما أرشد الى هذا المعنى الامام أحمد رضا نفسه وصرح به، كما يقول: أقول: هذا مقيّد بما اذا لم يبلغ غير المسند من القوة بحيث يساوي المسند المتصل، أما اذا كان في غير المسند قوة تلحقه بالمسند المتصل، فقد يحتج به في الأحكام كما يحتج بالمسند المتصل، فهو بمنزلة الصحيح، يرشدك الى هذا ما صرح به الامام أحمد رضا نفسه قبيل آخر الكتاب حيث يقول بعدما أطال البحث في المعلق والمرسل والمعضل: كل هذا الكلام كان على منهج المحدثين، أما عند جماهير الفقهاء: فالمعضلات المذكورة حجة حتى في الأحكام، دع الفضائل في طرف اذا كان المرسل اماماً معتمداً محتاطاً في الدين، عارفاً بالرجال، بصيراً بالعلل، غير معروف بالتساهل، ولا تخصيص لقرن دون قرن على المختار عند الامام المحقق على الاطلاق وغيره من الأكابر، فقول عالم مثل ذلك من كل قرن: "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم" حجة في

الأحكام كما نص عليه في "مسلم" وشروحه وغيرها).

ان أكابر أئمتنا الكرام، وأعاظم المحدثين الأعلام جعلوا حديث: "احياء الأبوين الكريمين" ناسخاً للأحاديث الصحاح الواردة بما يخالفه

على فضيلة الشيخ العلامة الأزهري حفظه الله تعالى: أنه جمع بين الصحيح والضعيف وهما على طرفي النقيض كما يقول: (أقول وبالله التوفيق: اتخاذ حديث: "احياء الأبوين الكريمين" ناسخاً لأحاديث صحاح مع تسليم ضعفه لا يتأتى فانه كما ترى جمع بين الصحيح والضعيف، وهما على طرفي نقيض كما لا يخفى، لأن جعله ناسخاً تصحيح لما سلموا ضعفه وجعل الضعيف معمولاً به في الأحكام، فان الناسخ حكم كما هو ظاهر، ولا يصح أن يظن هؤلاء الجلة أن يقولوا بهذا، فيخالف ما أجمعوا هم أنفسهم مع غيرهم من الأئمة من أن الضعيف لا يعمل به في الأحكام، ويبدو أن ههنا دعوى مضمرة في طي الكلام بعد تسليم الضعف كأنهم يقولون في محل التنزل: سلمنا أن الحديث ضعيف، ولكن الضعيف يعمل به في الفضائل، ثم ترقوا الى منع الضعيف فقالوا: ان الحديث صحيح عندنا، وادّعوا ما ذكر من كونه متأخراً عن أحاديث صحاح أخر وناسخاً لها.

الا أن المنهج المرضي ما ذكره رضي الله تعالى عنه الامام الشيخ رضا من عدم القول بالنسخ دفع التعارض بوجوه أخر. هذا ما ظهر لي، والله تعالى أعلم).

قد أطنبنا الكلام حول المرام، لاضائة أن صنيع الشيخ الأكمل، الفقيه الأعظم، تاج الشريعة ومنهجه ليس من التعريب فحسب، بل وشّح بتعليقاته النافعة الغالية العلمية في مواضع شتى، وأتى بأبحاث رائقة فائقة تدل على علو كعبه، ورفعة مكانته: علم الحديث وأصوله، وأسماء رجاله وغيرها من العلوم العديدة والفنون الجزيلة

ملخص القول: أن رسالة الامام الهمام "الهاد الكاف في حكم الضعاف"، مع تعليقاتها اللامعة قيمةٌ جميلةُ المعاني لطيفة المباني، أودعت فيها كنوز الفرائد، جديرة بأن يعكف عليها العلماء الباحثون ويتلقوها بدراساتهم، ويعتدوا باكتشافاتهم، فانهم ينالون فيها اللآلىء المكنونة، والدرر المنثورة التي تسر الناظرين، وتعجب الدارسين، وتدهش الطاعنين، وتفحم الضالين المبطلين، وتسد أبواب انكار المنكرين المعاندين المتعنتين.

أسأل الله تعالى من فضله: أن ينفع به الطالبين، ويجزل أجره لحفيد الامام الهمام تاج الشريعة، لازالت شموس افاضاته العالية، بما قام بهذه الخدمات الجليلة السامية.

وأيضاً: أقدم أسمى التهاني الى صهر حفيد الامام الهمام، سعادة المفتي: محمد شعيب رضا، لما بذل جهوده الجهيده وسعيه الحثيث لتخريج وتفتيش عن بعض مصادرها، وأجزل نفعها وبهاءها

وجاها.

والى النجل الرشيد لحفيد الامام لأهل السنة، مجدد دين الاسلام والملة الحنفية البيضاء السمحة، حضرة مولانا: محمد عسجد رضا القادرى، الذى قام بطبعها ونشرها أحسن القيام. والى جميع من ساعد تاج الشريعة فى عمله النافع الجليل، جزاهم الله تعالى عنى وعن جميع المسلمين خير الجزاء، ورفع درجاتهم فى دار البقاء. آمين بجاه النبى الأمين الكريم. عليه أفضل الصلاة وأكمل التسليم. وعلى آله وصحبه وحزبه وجنوده أجمعين

العبد المفتقر الى ربه الغنى القوى
محمد ناظم على الرضوى المصباحى
الأستاذ بالجامعة الأشرفية
مبارك فور أعظم جراه يوبى الهند

***

تقاریظ الفردۃ فی شرح البردۃ

تقریظ (۱)

الأستاذ الدکتور السید هاشم محمد علی حسین مهدی/مکة المکرمة

بسم الله الرحمٰن الرحیم

الحمدلله الذی أنعم علی الوجود بأعظم نعمة سیدنا محمد صلی الله علیه وعلی آله وصحبه وسلم، وهذه النعمة لا یراها الا ذو بصیرة قد شرح الله صدره، أو مضطر قد کشفت له الضرورة الغطاء.. فأبصر بعد عماء، وسعد بعد شقاء.

ان قصیدة البردة مشهورة فی بلاد العرب والعجم بین المسلمین، وقد ترجمت الی لغات شتی، واعتبرت من الأدب العالمی، وما ذاك الا لأنها تصف حیاة أعظم انسان، ونبی صلی الله علیه وعلی آله وصحبه وسلم، لقد اطلعت علی شرحین للبردة: الأول لشیخ الاسلام الشیخ ابراهیم الباجوری الطبعة الأخیرة ۱۳۱۹ هجری.

وکذلك "رحیق الوردة بشرح البردة" شاکر بلقاسم الروابی الطبعة الأولی ۲۰۱۱ میلادی مطبعة الرشید تونس.

انّ الشرح الأول موجّه لأهل العلم، والشرح الثانی موجّهٌ للعامّة، وکلا الشرحین جید ومشکور، ولکن عندما اطلعت علی "الفردة فی شرح البردة" من تألیف تاج الشریعة العلامة أختر رضا مفتی الدیار الهندیة، وباشراف نجله محمد عسجد رضا القادری خفق قلبی من الفرح، وطار سروراً لما أحتّه من معانی فیاضة ومشاعر جیاشة فی کلمات الشارح وعبارته تلتقی عندها القلوب وتنشرح النفوس وتحلّق الأرواح فی سماء العظمة المحمدیة

ان هذا الشرح فرید فی انجسامه مع معانی هذه القصیدة الفریدة فی صدق الحبّ والمحبة لسیدنا محمد الحبیب المحبوب الأجسام والأرواح والقلوب صلی الله علیه وعلی آله وصحبه ومن الیه منسوب.

لقد التقی قلب الشارح العلامة أختر رضا مع قلب الناظم الامام أبی عبدالله محمد بن سعید البوصیری علی محبة الذات المحمدیة والغرام بها.

نسأل الله أن یجعلهما مع النبی صلی الله علیه وعلی آله وصحبه وسلم جزاء ما قدّما، وأن یدخلنا معهما فی شفاعة أهل الحبّ، والتعلّق بهذا الجناب النبوی الرفیع أعالی الفرادیس من الجنان، انّه حنّان منّان قدیم الاحسان.

وصلى الله ما تعاقب الثقلان والحدثان ودار الزمان على أكرم الخلق في صورة الإنسان سيدنا محمد وعلى آله وصحبه والتابعين لهم. والحمد لله رب العالمين.

حرر في يوم الخامس من رمضان لعام ۱۴۳۴ هجری

***

تقریظ(۲)

فضيلة الأستاذ الشيخ عبد الجليل العطا البكري

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى

وبعد فما مثل "البردة" ما يقدّم له أو يعرَّف فيه وقد طارت نسائمها الندية تجوب الآفاق وتخترق السبع الطباق لتكون دستور المادحين وقانون أهل الأذواق

ثم ما مثل الشيخ الجليل محمد أختر من يقرّظ عمله أو يدلُّ على قدره وقد تناثرت أنفاسه الطهور تتجاوب بأطراف الخافقين: علماً وسلوكاً وفتياً، وعبق هدي نبي صادقٍ: أزهريّ السمة قادريّ المنهل نعمانيّ الفقاهة رضائيّ السداد أختريّ التوفيق خانيّ الاشتهار.

ولكن ثمة نقاطا يحسن الاشارة اليها أو الدندنة حولها:

فأولاها: تباين مراد الله تعالى عن ارادة عباده فهذه القصيدة أرادها ناظمها (كواكب درّيّة) في سماء الشعر يتحلّى بها جيدُ المديح النبوي ولكن المولى سبحانه أرادها (برداً) جمالياً يجمع أعطاف المادحين ليصدر عنها كلُّ الأصداء العذبة بأنغامها الشجيّة ومعارضاتها الندية وفوحها الغني.

والثانية تباين مراد الله تعالى عن ارادة عباده.. حيث أراد الشيخ محمد أختر شرحاً للبردة الشريفة.. ولكن المولى سبحانه أراد شرحين للهمزية والبردة في شرح واحد هو هذه "الفردة" فكان فردةً فريدة في ظلال شارحي "البردة" يهلّ من فوح شذاها شلالات الثناء والشكر على روض شارحها الفريد!!

أما الثالثة فهي توافق ارادة العبد مع مراد مولاه حيث أطلق شيخنا لقب "الفاهم" على الناظم رحمه الله فوافق مراد المولى له أن يقع عليه هذا الوصف ليكون هو الفاهم لمراد الناظم

ثم كانت النقطة الرابعة أن يختار (أختر) مختار الله تعالى لفردته فجعلها المولى فريدة بين الشروح التي سبقت على هذه اليتيمة العصماء فتمّ المرادان بهذه التسمية.

على أن هذا كلّه لن يثنيني أن أعبّر عن عتب طالما جاشت به نفسي.. وأنا أترنّح بين أسطر هذا الشرح وصفحاته الغرّ وهو ما أتقل به شيخنا الشارح الفاهم "فردته" من اهتمام بالبيان البلاغي وتجريدٍ لمعانيه وإعرابٍ مبانيه كاد يسلب ألق الشرح نورانيّةً أخاذة سطعت في ثناياه متلألئة وضّاءة.

وبعد: فلم يبق لي الا التهنئة لشيخنا الجليل بهذا الفتح الوهبي الذي يستحقّه باخلاصه

وشفافية روحه.. وهو يتبرك قرّائه بهذه الأنفاس الطهور، مع هذا النبي المشير الرؤوف الرحيم والسراج المنير. فتتألق روّاد مائدته العامرة صلوات الله عليه .. بين ضياء وبشر، ورأفة رحمة، وتوحّق، ثم يترنّحون معه على أنغام العشق النبويّ الشريف هيامًا ثملاوئ، تسري في عروقهم دفعات الحياة الروحية السامية بين يدي طبّ القلوب ودوائها، وعافية الأبدان وشفائها، ونور الأبصار والبصائر وضيائها، وحياة الأرواح وغذائها، وسرّ الأسرار ولقائها

وصلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم ومادحيه، وعلينا معهم. ثم جزى الله عنا كل خير شيخنا الشارح الفاهم على ما قدّم على أثر هذا الناظم.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

عبد الجليل العطا البكري

دمشق ۲۹/۳/۱۴۳۵

الخميس ۳۰/۱/۲۰۱۴

***

تقریظ(۲)

فضیلة العلامة الشیخ محمد أنس المراد حفظه الله ورعاه

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین، وأفضل الصلاة وأتم التسلیم علی سیدنا محمد سید المرسلین وخاتمهم .وعلی آله وصحبه أجمعین،ومن تبعهم باحسان الی یوم الدین

أما بعد؛ فان من أعظم ما تفضل الله تعالی به علینا أن أکرمنا بمعرفة من غرس فی قلوبنا محبة الحبیب المصطفی صلی الله علیه وآله وسلم .وأرشدنا الی أسباب تنمیتها عن طریق توجیهاتهم وارشادهم مما یورث توثیق الصلة به علیه وآله الصلاة والسلام۔

وان من فیض الله سبحانه علیّ أن عرّفنی بسیّدی العارف بالله،والقطب الربانی فضیلة الشیخ الأزهری العلامة محمد رضا القادری،(مفتی الدیار الهندیة) الذی جاء منهجه وقدمه الراسخ فی العلم والمعرفة عن جده مولانا فضیلة الشیخ أحمد أختر رضا القادری؛ متصلا سنده الی سیدی القطب الغوث الشیخ عبد القادر الجیلانی،ویستمر الاتصال الی سیدی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم بالسند المتصل۔

أقول: ان من أهم أسباب تنمیة غراس الحب والمحبة للحبیب علیه وآله الصلاة والسلام والشوق الی لقیاه یقظة ومناما کثرة الصلاة علیه صلی الله علیه وآله وسلم .والعکوف علی دراسة سیرته صلی الله علیه وآله وسلم .والتعرّف علی شمائله والوقوف عندها تأمّلا وتفاعلا وتأسّیا ..وان الذی یساعد ویسهل فی تحقیقها والتحقق بها هو مجالسة المتحققین، ومصاحبتهم .والاغتراف منهم غذاءً خاصاً للقلب والروح والسّرّ؛ مع مزید من الأنشطة الجماعیّة التی یتخللها ذکر ومدیح وانشاد من الأصوات العذبة والکلمات الجمیلة الهادفة فی حضرة شیخ الحضرة المأذون بالتربیة والارشاد والتزکیة، وتأمّل مستوی النورانیة فیه، والحال فیما لو کان المدیح من قصیدة محب متفان فی محبة الحبیب صلی الله علیه وآله وسلم .وممن شهد لمدیحه القاصی والدانی بل وتوجّت بشهادة واقرار سید العالمین ورسول رب العالمین سیدنا محمد علیه أفضل الصلاة وأتم التسلیم، ونالت بذلک أرفع رتبة عند الحبیب صلی الله علیه وآله وسلم .. والتی أجمع العالم الاسلامی علی علو کعبها ودورها الفاعل فی تحقیق الحب والمحبة الخالصة له صلی الله علیه آله وسلم

...

أجل؛ انها قصیدة البردة الشریفة لسیدی (شرف الدین البوصیری).

من أجل ذلک تنافس کثیر من العلماء الربانیین علی شرحها، والتنزه فی حدیقتها الأدبیة

الجميلة وارفة الظلال، من حيث صورها البيانية. سامقة الأغصان من حيث مصاريعها الشعرية. متناثرة الأريج والريحان من كثرة ما بدعت من الجناس كلوحة فنان ناهيك عمّا جاء فيها من ذكر لأهم الأحداث من السيرة النبوية. والشمائل. والوصف البديع للأشخاص والأماكن والآكام.

الى أن أكرم الله تعالى سيدى العارف بالله الشيخ محمد أختر رضا القادرى، وبتوفيق منه سبحانه. ليكون أحد من ولج هذه الحديقة الغناء. والواحة الجميلة. بصناعته الأدبية. وفكرته العلمية والروحية. والتي جاءت متميزة بشمولها كل ألوان العلوم والمعارف بدأً بعلوم اللغة العربية وامتداداً بسائر العلوم المعروفة والمعهودة (علم العقيدة وعلم الفقه وأصوله. علوم القرآن. وعلم السيرة النبوية. وعلم الحديث. والتراجم. وعلم الاحسان (الرقائق). وانتهاءً بعلم السلوك والتربية والتزكية. والتي مجالها: (النفس والروح والقلب والسّر)...

جزاه الله عنا وعن جميع المسلمين خيراً. وأعلى مقامه ورفع قدره ومنزلته الى مرتبة المعية مع الحبيب المصطفى صلى الله عليه وآله وسلم فى كل العوالم. آمين. ومع الأنبياء. والصديقين والشهداء. والصالحين وحسن أولئك رفيقا. انه سبحانه جواد كريم.

هذا، وانى- اذا ألهمنى الله ما قلته- أحبُّ فى الختام أن أقدّم لجنابه الشريف- سيدى وشيخى العارف بالله فضيلة الشيخ محمد بن أحمد أختر رضا القادرى- كامل تقديرى واحترامى واجلالى. لما شرّفنى بالقيام بمراجعة هذا السفر العظيم بأذنه من سيادته. والذى أسماه: (الفردة فى شرح البردة). ثم لما أكرمنى الله تعالى به من فوائد كثيرة ومعلومات جليلة وآفاق سديدة فى مجال علم العقيدة. والفقه. وعلم الرقائق والسلوك والتربية والتزكية. التى صقلتنى وأزاحت عنّى الكثير من الأخطاء. واللبس فى المعلومات مما تراكم عندى عبر أزمنة عجاف وفتن. وممارسات معلولة. فجاءت قراءتى لهذه الموسوعة والتمحيص فى مضمونها بلسماً وشفاءً للقلب والروح والعقل وتزكيةً لنفسى فى كلِّ أطوارها

أمّا منهجه فى شرحها: فقد تناول كل فصل من فصول البردة. وبدأ بتعريف كلمات كل بيت من أبياتها لغوياً. واثرائها بالشواهد والاستدلالات ثم يتناول اعراب البيت تفصيلاً. ويعرض مافيه من الصور البيانية ويسهب فى أكثرها. وربّما ردّ أو رجّح أو وافق من سبقه أو زامنه ممّن شرحوا "البردة" أيضاً. وما أروعه من حوار ونقاش علميّ يسوده الودُّ والتقدير والاحترام والمتبادل.

بارك الله فيه وفى ذرِّيّته. وفى تلامذته ومريديه ورجائى أيضاً أن يقبلنى واحداً منهم. وخادماً له ولمريديه ومحبيه. وأطال الله تعالى فى عمره آمين. انه سميع مجيب.

وصلى الله وسلم وبارك على سيدنا وحبيبنا وشفيعنا سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم.

والحمد للہ تعالی فی البدء والختم. فهو حسبنا ونعم الوکیل.

وکتبہ: خادمکم ومحبکم وراجی دعواتکم ورضاکم

العبد الفقیر الی اللہ تعالی: (محمد أنس بن محمد سلیم المراد)

الحموی مولدا. والسوری موطنا. وفی جدۃ/السعودیۃ/مقیما

غفر اللہ تعالی لہ ولوالدیہ

الاثنین/۱۰/من ذی القعدۃ/۱۴۳۳ھ

الموافق/۱۶/سبتمبر (أیلول)/۲۰۱۲م

***

تقریظ(۲)

فضيلة العلامة الشيخ يوسف ادريس البيروتي

بسم الله الرحمن الرحيم

وأفضل الصلاة وأتم التسليم على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين

أما بعد:

فان محبة الرسول الكريم لا تنفك عن محبة الباري سبحانه. بل هما متلازمان ولقد تفانى الناس في حب الرسول الكريم ﷺ حتى غدا أحب اليهم من الناس أجمعين، ولا حدود لهذا التفاني ما دام اتباع وامتثال، وفيه اهتداء بعلمٍ وعلمٍ.

وهكذا كان الصحب الكرام رضوان الله عليهم ومن تبعهم باحسان معظمين له التعظيم اللائق ومحبين: قال تعالى ﴿إنا ارسلناك شهداً ومبشراً ونذيراً. لتؤمنوا بالله ورسوله وتعزروه وتوقروه وتسبحوه بكرة وأصيلا.﴾ ولقد أفصح كثيرون عن هذه المحبة بكلام منثور فصل ومنظوم، تحدثوا فيه عن وجوب طاعته ومحبته ومناصحته، وتعظيم أمره وتوقيره، والصلاة والتسليم عليه وذكروا شمائله المحمدية وخصاله المصطفوية.

وان من أجمل ما نظم في مدح خير البرية القصيدة الموسومة بـ"البردة" أو "البرأة" من نظم حسان زمانه المحب المتفاني العلامة الامام أبي عبد الله البوصيري الصنهاجي ثم المصري المتضمنة جملاً من السيرة العطرة، وطائفة من المعجزات، والفضائل النبوية، بأسلوب شيق ورائق، ولقد تلقت الأمة هذه القصيدة بالقبول من لدن المصنف الى يومنا هذا الا شرذمة غير معتد بها فاحتفل بها الخاصة والعامة، فحفظوها وتغنى بها المنشدون وطرب بها المحبون، وتصدى لها العلماء الربانيون شرحاً وذوقاً وتوضيحاً واعراباً. فمن أفضل الشروح التي اطلعت عليها في هذه الحقبة الموسوم بـ"الفردة بشرح البردة" لشيخنا المرشد الكامل والعلم العامل شيخ الاسلام في الديار الهندية ومفتي الأنام محمد أختر رضا خان حفيد مولانا شيخ الاسلام المجدد أحمد رضا خان القادري متصدياً لشرحها فأجاد وأفاد، جامعاً بين ما تضارب وتعارض ظاهراً في شروح من سبقه كاشفاً اللثام عن حقائق ما استغلق على كثير من الشراح بتحقيق فائق، وتخريج رائق وكأني به يقضي بالحق بين شراح البردة بيسر وتنقيح وتحقيق مناط. فيجمع ما تباعد من أقوال بما تجود به قريحته بالانصاف بلا اعتساف فتراه موفقاً بين شرح العلامة ملا علي القاري والامام المحقق ابن حجر الهيتمي، والعلامة الخرفوتي و شيخ زادة والعلامة الباجوري وموضحاً ما غمض ودق مما خطته يراعهم، ومستدركاً بواسع اطلاعه على اللغة العربية بما يفاجئ، كل قارئ لها عارياً الكلام لقائله

كيف لا وهو أزهري ابن بجدتها عالماً محققاً نظاراً لغوياً أصولياً مفسراً محدثاً متفنناً بالعلوم قادرياً نفع الله به العباد والبلاد فهو كالقطر أينما نزل نفع بإذن الله. وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

كتبه الأمين العام للمجلس الشرعي الإسلامي الأعلى،

ومدير أزهر لبنان وفروعه في لبنان وامام مسجد عبد الناصر

السيد الشيخ يوسف بن محمد ادريس الحسني الحسيني البيروتي

لبنان، بيروت المحمية ٢١ ربيع الأول ١٤٣٥ھ الموافق ٢٢/١/٢٠١٤م

***

تقریظ(۵)

العلامة المفتی شبیر حسن الرضوی

بسم الله الرحمٰن الرحیم

الحمدلله رفع ذکر حبیبه المصطفی!! المرض والوباء والصلاة والسلام علی رسوله صاحب الجود والسخاء وعلی آله وأصحابه الذین فازوا بالصدق والصفاء وعلی کل من نحا نحوهم الی یوم الدین

أما بعد: فان البردة الشریفة للامام البوصیری رحمه الله تعالی نالت مکانة مرموقة وشهرة عظیمة بین المدائح والقصائد والأناشید التی أنشدت فی مدح الرسول صلی الله تعالی علیه وسلم وتداولها الناس والعلماء فی مشارق الأرض ومغاربها وصنفوا کتباً عدیدة فی بیان معانیها الرفیعة ومفاهیمها السامیة ومطالبها العالیة وکشفوا ما فیه من الأسرار الخفیة والفوائد النادرة ورفعوا اللثام عن وجهها بعبارات سهلة وأسالیب جذبة ومن تلك السلسلة الذهبیة هذا الکتاب الذی بین بعبارات سهلة وأسالیب جذبة من تلك السلسلة الذهبیة هذا الکتاب الذی بین أیدیکم للعلامة الفهامة قاضی القضاة فی الهند الشیخ محمد أختر رضا خان الحنفی القادری الأزهری الشهیر بتاج الشریعة دام ظله العالی علی الأمة المسلمة۔

قام الشیخ الکبیر بشرح هذه القصیدة الشریفة بعبارة فصیحة لها فی النفس أثر خلاب بأسالیب رائعة تختلب الأذهان وتثیر الوجدان واختار من الالفاظ والأسالیب أخفها علی السمع وأقواها أثراً فی النفوس وأروعها حسناً وجمالاً وبین الفروق الخفیة بین صنوف الأسالیب وشرح الحقائق العلمیة والأدبیة التی لا تخلو من غموض وخفاء بسطوع بیانه ورصانة حججه وسلك فیه مسلکاً یختلف بمسالك المتقدمین الذین عقدوا العزم علی شرح هذه القصیدة الطیبة وبذلوا قصاری جهودهم فی ایضاح غموضها وبیان خفائها وانی أری فی شرح الشیخ العظیم میزات عدیدة أود أن أقدم الیکم بعضاً منها:

الأولی: تحدث الشیخ عن الألفاظ المفردة لغة واستعمالاً وأبان الربط بین معناها اللغوی والاصطلاحی وأتی بالأمثلة من أشعار العرب وأقوالهم لزیادة الوضاحة والبیان واقامة الدلیل علی ما ذهب الیه۔

الثانیة: حلل الکلمات الصعبة تحلیلاً نحویاً وصرفیاً وبین تصرف الکلمات من حالة الی أخری وأشار الی حسن اختیارها فی المکان الذی استخدمها الناظم والشارح لرسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم وتکلم عن وجه الاعراب وأعرب الأبیات کلها اعراباً بحیث زال کل من الخفایا الأعرابیة واللغویة۔

الثالثة: تحدّث عن الأبيات من حيث الفصاحة والبلاغة وأوضح التشبيه وأركانه وأقسامه وأغراضه والحقيقة والمجاز والاستعارة التصريحية والمكنيّة والمجاز المرسل والعقلي والمحسنات اللّفظيّة والمعنويّة وغيرها من الضروب والصنوف بالأمثلة الواضحة السهلة غير غامضة وصعبة

الرابعة: يتعقّب على تسامح الشارحين لهذه القصيدة الشريفة بالأدلة الساطعة ويرفع التضاد والتناقض الواقع في كلامهم بكل وضوح ولا يتجاوز الحد معهم

الخامسة: يشرح كل بيت من الأبيات الفائزة على قمّة الأدب والجمال شرحاً يتضح المفهوم والمراد منه وضوح الشمس في النهار ويرتفع الحجاب عن وجه الشكوك والشبهات ويزيل الايراد والاعتراض، وتتجلى عقائد أهل السنة والجماعة خلال الشرح ويستنبط الشيخ من الأبيات الفوائد الغالية ويستخرج من بحارها المزّاجة اللآلىء النادرة ويؤيّدها بالآيات القرآنية الطيبة والأحاديث النبوية الشريفة وأقوال الصحابة وأفعالهم وآراء الفقهاء وفتاواهم، ويرد الفرق الضالة المضلة والكفرة والفجرة ردّاً بليغاً بالحجج القاطعة والبراهين الواضحة، ويبين عقائدهم الباطلة وأفكارهم الزائغة وأنظارهم الكاسدة وآراءهم الفاسدة بياناً لا تخفى على من له قليل من العلم والفكر.

وأخيراً أرجو من فضل الله تعالى أن يتلقى العام والخاص من الأنام هذا الشرح العظيم الملىء بالمعلومات الذهبية والفوائد النادرة واللآلىء المضيئة. وأدعو الله تعالى أن يمنح الشارح الفخيم بعيشة راضية ويحفظه من النوائب والشدائد في الدنيا والآخرة وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان الى يوم الدين

الفقير الى ربه القدير

شبير حسن الرضوي غفرله

الجامعة الاسلامية روناهي فيض آباد يوپي الهند

***

تقریظ(۲)

فضيلة الأستاذ الشيخ محمد ناظم علي الرضوي المصباحي حفظه الله ورعاه

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله على ما علم من البيان وألهم من التبيان، والصلاة والسلام الأتمان الأكملان على أفضل الخلق سيد الانس والجان وسيد ولد عدنان العالم بما يكون وما كان على آله وصحبه الذين بلغوا أقصى مراتب الخلق بالتصديق والايقان

أما بعد!

فان من الحقيقة الصادقة البارزة أن قصيدة البردة الشريفة لامام الشعراء، أشعر العلماء المحقق البليغ المدقق الأديب شرف الدين أبي عبد الله محمد بن سعيد بن حماد بن عبد الله البوصيري رحمه الله تعالى التي نظمها في مدح رسولنا سيد البشر؛ الشفيع المشفع في المحشر .. من أجلّ قصائد المديح النبوي التي احدثت ثورة عظيمة في الأداب الاسلامية والمدائح النبوية بل أبدت كرامة عظيمة باهرة في باب المديح .. دعت هذه العقيدة المباركة كثيراً من العلماء النابغين والفضلاء المادحين والأدباء البارعين والشعراء الاسلاميين أن يبادر الى قرض الأشعار والقصائد النبوية برغبة صادقة مودّة خالصة، بما ينوّر قلوب أهل الايمان والاسلام. بل أنهت صاحب القصيدة نفسه الى أوج السماء، لأن في كل بيته بل في كل لفظ منها تأثيراً مبرزاً مرقوماً يتبلّج به جباه المحبين الصادقين.

سرد المؤرخ الشهير بمصر أحمد الأسكندري ومصطفى العناني:

أجمع الناس قاطبة على أن أفضل القصائد بعد مدائحهم الغالية مع أنه صلى الله تعالى عليه وسلم يتمايل ويتحرّك تحرّك الأغصان المهمرة بهبوب نسيم الرياح اذا أنشدها العلامة البوصيري بين يديه عليه الصلاة والسلام بأنشادهم اياها بحبّهم العميق الصادق ووداده م الخالص، ولا يزالون ينشدون في أنديهم ويتغنّون بها!!

ولما كانت هذه القصيدة البارزة محطّ أنظار الأدباء والعلماء والفصحاء والفصباء والبلغاء عكف الفطاحل من أعيان الملة على شرحها، ولمن قاموا بشرحها فهرس طويل يربو عددهم على اثنين وثلاثين ومن أولئك العاكفين بشرحها حفيد الامام لأهل السنة أعلى الحضرة؛ شيخنا الأجل الأكمل قاضي القضاة في الهند تاج الشريعة العلامة الشاه محمد أختر رضا القادري الأزهري لازالت شموس افاضاته العالية فانه اعتنى بشرح هذه القصيدة نظرا الى مكانته الباهرة واستوعب فيه مالا بدّ منه شرح الكلمات الصعبة، وحلّها لغة وصرفا وكشف عن المعاني المعضلة

وأبان مراد صاحب القصيدة في كلمات وجيزة بليغة أفصح عن الاعراب فيما يحتاج الى البيان والايضاح وخاصة ما تعقد منه وضم اليه الأبحاث النافعة. ووفّر ما جاد به نفسه من الزيادات الشريفة. وأبرز النكات الفريدة وحقق النفائس العجيبة. ورصّع الفوائد البديعة. ونبّه على الزوايا الخبيئة. وأرشد الى الجوانب الخفية. وفصل ما ذكر فيها من البشائر والوقائع والمعجزات والخصائص؛ آخذا من كتب الأحاديث والتفاسير المعتبرة مع ذكر المصادر والمراجع

فيحظى القارئ الكريم بخبرة كاملة وينشرح صدره بأشعة الأحاديث اللامعة وينتور قلبه بأضواء التفاسير الزاهرة. ويتجلى اعتقاده بجلالة النبي ﷺ؛ وعلوّ مكانته وسموّ مقامه عند الله تعالى الحق أنه لم يدع ناحية الا .. وقد أشبع الكلام عليه ينفع الأساتذة والتلاميذ انتفاعاً كثيراً ان شاء الله تعالى، مَن طالع هذا الشرح الجميل يحتظ بمعانيه الجمّة وأبحاثه القيمة احتظاظاً كثيراً ويثني على شارحه ثناءً جزيلاً. ويعترف بجلالة علمه وكعبه وارتفاع قدره وسعة اطلاعه في العلوم العديدة والفنون الغزيرة. اني أرجو أن يكون مرجعاً مهماً للمحققين والباحثين.

أنا أقدم أسمى التهاني وأعطر التبريكات الى حضرته الجليلة .. من أعماق القلب على هذه الخدمة الجليلة المشرفة المباركة. وأسأل الله تعالى أن يجعل هذا الشرح القيم يحظى بالتجاوب والقبول يتلألأ تلألأ الشمس بين النجوم. ويديم ظلال فضيلة تاج الشريعة والوارفة وافاداته الغالية على أهل السنة والجماعة كي ينتفعوا بنميره الفياض، ومنهله العذب الصافي، ويهتدوا الى الطريق التي هي أقوم. آمين.

هذا، ولا يفوتني أن أذكر أيضاً فضل حفيد الامام لأهل السنة مجدد دين الاسلام والملة الحنيفة البيضاء السمحة نجل فضيلة تاج الشريعه حضرة مولانا عسجد رضا القادري الذي قام بطبعها ونشرها احسن قيام. وفضل مولانا عاشق حسين الكشميري الذي ساعد فضيلة تاج الشريعة في هذا العمل العلمي النافع المشمل الجليل فانه خطّ بيمينه ما أملى عليه الشيخ وبذل جهده الجهيد وسعيه الحثيث لتخريج وتفتيش عن مصادرها. ولم يأل جهداً في تحسينها اجزاهما الله تعالى عنه وعن سائر المسلمين بحرمة سيد المرسلين رحمة للعالمين خير الجزاء. ورفع درجاتهما في دار البقاء. آمين يا رب العالمين بجاه النبي الأمين الكريم، عليه أفضل الصلاة وأكمل التسليم، وعلى آله وصحبه وحزبه وجنوده أجمعين الى يوم الدين.

***

تقديم سد المشارع

بسم الله الرحمن الرحيم

النبي صلى الله عليه وسلم روح الأمة ورأس الجماعة في كل عصر

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى. ثم أما بعد

فإننا - معاشر المسلمين - لنا علاقتنا الوثيقة برسول الله صلى الله عليه وسلم وإذا لم تفهم هذه العلاقة على وجهها فإنه يصعب علينا أن نفهم هذا الدين وأن نتعامل معه.

وعلاقتنا برسول الله صلى الله عليه وسلم يمكن أن تفهم على مستويين هما الطرفان الحقيقتان للعلامة المستقيمة.

أما الطرف الأول: فهو الطرف الذي يمثل وظيفة النبي ﷺ في أمته ووظيفة النبي ﷺ في أمته وظيفة ذات ثلاث شعب لا يجوز أن ينفصل عن واحدة منها ما دام نبيا أو رسولا قد اختاره الله للنبوة وللرسالة.

وهذه الشعب الثلاث تتمثل في أنه قد اصطفاه ربه ليتلقى عنه نصوص وحيه المتمثلة في أوامره ونواهيه. وانطلاقا من هذه الشعبة. لا بد من الجزم. بأن النبي ﷺ مع أنه شاهد الوحي الوحيد فهو قد توفرت له العصمة التي تغنيه عن أن ينضم إليه غيره لكي يجعل أخباره موثوقا بها.

وهذه مسألة قد فرغ المسلمون من حسمها وانتهوا من حملها وارتاح الجميع إليها ولم يجادل فيها أحد.

وتلقى المسلمون ما جاء به النبي ﷺ عن ربه من الوحي بغاية القبول وسنام الاعتقاد

أما الشعبة الثانية التي تمثل جزاء من وظيفة النبي والرسول ﷺ فهي أنه يبدأ بتطبيق تلك الأوامر والنواهي على نفسه وبصورة تعلو فوق إمكانات كل مكلف من أمته

وقد فعل النبي ذلك. وتحول الوحي على يديه إلى واقع تاريخي يتجسد أمام كل إنسان يعلم وظيفة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ويدرك قيمتها.

ومن خلال ما ذكرناه يمكن أن نعلم أن هذه الشعبة من الشعب التي تلتئم منها وظيفة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ويدرك قيمتها.

ومن خلال ما ذكرناه يمكن أن نعلم أن هذه الشعبة من الشعب التي تلتئم منها وظيفة
النبي عندما جاءت على وجهها استحق النبي بها أن يكون هو النموذج الذي يجب تقليده ومحاكاته.

والله عزوجل قد لفت الأمة على هذا النموذج القدوة وأمرهم بمحاكاته حيث قال: لقد

كان لكم في رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجوا الله واليوم الآخر وذكر الله كثيرا ﴾[الأحزاب: ٢١]

واذا كان النبي ﷺ هو القدوة والمثال، فانه لا يجوز أن يختفي (وحاشاه) من أمام المسلم المكلف لا في حياته ولا بعد انتقاله الى الرفيق الأعلى. اذا الانسان بوصفه انسانا لا تحركه الفكرة وحدها لكي يلتزم بالأمر، ويرتفع ما نهى الله عنه لأن القدوة والمثال انما يكونان له الطاقة المحركة- ان شئت- أو العلة الغائية- ان شئت-

واستكمالا للصورة نقول: ان الشعبة الثالثة التي تكمل بها وظيفة النبي ﷺ هي أنه قد قام بنفسه بالاشراف على مجتمع الصفوة وفعّل فيه المنهج المشتمل على الأوامر والنواهي، حتى صيره على أيديهم كائنا حيا يمشي على الأرض. فكأن المجتمع المثال بمثابة القدوة من الدرجة الثانية بعد القدوة العظمى على القمة التي حازها النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فكان معه وكان لها.

ولم يستطع أحد من المسلمين أن يفهم أن وظيفة النبي قد تحولت في وقت من الأوقات الى وظيفة سلبية باردة فقدت حرارتها وتخلت عن حركتها.

والمسلمون مجمعون على هذا الاعتقاد، الذي خلاصته، أن وظيفة النبي ﷺ وظيفة فاعلة في كل عصر، دائبة في كل زمان، متدفقة الفوائد في كل حال، فهو حي في قبره (ولا نزاع الا أن يكون من قبيل الشغب) تعرض عليه أعمال أمته، فيحمد الله على ثوابها ويستغفر الله للمخطئين.

هذا جانب مهم من العلاقة بيننا وبين رسول الله صلى الله عليه وسلم أو ان شئت قل هذا طرف مهم من طرفين الذين يشكلان علاقتنا برسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم.

أما الطرف الثاني، فهو من ناحية أمته، كيف تتصور علاقتها به والأمة لا تكون على علاقة صحيحة برسول الله ﷺ الا اذا أدركت أن رسول الله هو روح هذه الأمة ورأس هذه الجماعة، أفعاله علة أفعالها الغائية، وشخصيته هي روحها التي بها تحيا، وحياته في قبره صمام أمان على نحو ما قال الله عزوجل ﴿وما ارسلنا من رسول الا ليطاع باذن الله ولو أنهم اذ ظلموا أنفسهم جاؤوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما ۞ فلا وربك لا يومنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما﴾[النساء: ٦٤، ٦٥]

هذه أمور ستة خاطب الله بها كل مكلف لم يحدد لها زمنا ولم يؤقت لها وقتا. وفي العصور المتأخرة أنكر بعض الناس على الأمة أمرين أحدهما: أن يكون النبي حيا بعد انتقاله مع اقرارهم بأن الشهداء أحياء عند ربهم يرزقون وهم بحياتهم يشعرون بالآثار النفسية كالفرح والاستبشار، ومع ذلك نجدهم يرجعون بمرتبة النبي ﷺ عن مرتبة الشهداء من أمته.

وان هذا الأمر لعجاب! ثم هم ينكرون على الأمة اعتقادهم في أن يكون للنبي فيهم نوع

حضور. مع أنهم يرددون في كل صلاة "السلام عليك يا أيها النبي ورحمة الله وبركاته" والضمير كما ترى ضمير الخطاب لا ضمير الغائب. والعقلاء يدركون أن من خاصية الخطاب ضرورة الحضور وانكار هٰذه الطائفة على الأمة هذين الأمرين يشكل أمامهم لونا من الاعضال يصعب عليهم أن يتخلصوا من آثاره الجسام.

قرأنا هذا الكتاب الذي عنون له سماحة الشيخ محمد أختر رضا خان الأزهري القادري مفتي الديار الهندية والملقب بتاج الشريعة باسم "سد المشارع في الرد على من يقول ان الدين يستغني عن الشارع" فوجدت أن مؤلفه قد أخذته الغيرة على نبينا محمد صلى الله تعالى عليه وسلم، ووظيفته. والدين الذي جاء به وهي غيرة مشروعة بل محتومة خصوصا اذا علمنا أن سببها هذا السؤال الذي توجه به أحد العامة الى جهة ينقصها التخصص. وتعوزها الدقة في الفهم والأداء. خلاصته أن السائل يسأل: هل يحتاج المسلمون اليوم الى نبيهم في شيء؟

أما أنا فقد استعرضت كلام المستفتي والرد عليه. فما وجدت فرقا في الدرجة بين السائل والمسئول. اذ لو قال المسئول في اجابة السؤال المطروح عليه: ما المسئول عنه بأعلم من السائل لكان أولى به وأقيم.

غير أن الأمر الذي يؤسف له أن المسئول قد صور كلام السائل فجاء تصويره يعرب عن خلل في الفهم. ثم أجاب بأن الأمة لا تحتاج الى نبيها. واستعرض مجموعة من الآيات يستدل بها. حملتني على أن استغرق في تأملي حين تساءلت. هل يعرف المفتي الذي تصدى للفتوى موقع الدليل من المدلول. وكيفية استخراج الحكم من الدليل الشرعي أم أن المسألة هنا مسألة ألقاب تعد بمنزلة عطاء السكر على الشئ المر لتجرعه ولا تعرف لماذا تتجرعه؟

قرأت هذا الكتاب على كل حال. وها أنذا أقدمه للقارىء بعد أن رجوت الذين يقومون على طباعته بأثبات سؤال المفتي ورد المفتي عليه وبخطها المهور بمهر الجهة التي أصدرته ليكون موضع التأمل لكل قارىء تقع بين يديه هذه النسخة

ولم يكن من اختصاص هذا التقديم تقييم الكتاب ولا الكاتب فالكتاب بين يدى القارىء والكاتب شخصية معروفة قد انحدرت من سلالة مشهورة.

وسأخلي بين القارىء وبين الكتاب يستمتع بقراءته ولله في خلقه شئون.

الأستاذ الدكتور/ طه الحبيشي

الاستاذ العقيدة والفلسفة بكلية أصول الدين جامعة الأزهر

الجيزة في الحادى عشر من شهر الله المحرم. الموافق ۱۷/۱۲/۲۰۱۰م

نقش شانزدہم

تقریظات وتاثرات تاج الشریعہ

بسم الله الرّحمٰن الرّحيم

الحمد لله ربّ العالمين، الملك الحق المبين، والصّلاة والسّلام على سيّد المرسلين، الصادق الوعد الأمين، وعلى آله سفن النجا وصحبه نجوم الهدى الغرّ الميامين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

وبعد فقد بعث إلىّ الأديب الأريب الحسيب النسيب السيّد الشيخ عثمان ابن عمر حاج الشافعي الكتاب المستطاب "التحفة فى نشر محاسن البردة"، وأمرنى أن أقرّظه، وهو كاسمه تحفة لأولى الألباب، وقد تكفّل السيّد السند بما أنبأ به عنوان الكتاب من نشر محاسن البردة وترغيب أهل المودّة فى الاعتناء بها ومداومة قراءة البردة وقام بالذبّ عن الساحة النبويّة أحسن قياماً، وردّ مطاعن الطاعنين وألزمهم الحجّة، وأوضح لأهل المحبّة أهل السنّة والجماعة المحجّة، فجزاه الله تعالى أحسن الجزاء، ونفع بعلومه المسلمين، إنّه تعالى على ما يشاء قدير، وبالإجابة جدير، وصلّى الله تعالى على السيّد الفرد العلم ما أطرب العيس حادى العيس بالنغم، وآله وصحبه مصابيح الظلم، ومن تبعهم فى الطريق الأمم.

قاله بفمه وأمر برقمه
محمد أختر رضا القادرى الأزهرى
بريلى، يوپى، الهند
١٨ صفر المظفر ١٤٣٨ھ

بسم الله الرّحمٰن الرّحیم

الحمدلله المسلسل آلاءه. المتصل نعماءه. غير مقطوع جوده و بلاءه. ذكره لكل ضعيف سند. وهو المستعان في وصل المقطوع ورفع الموضوع

وأفضل الصلوات والعوالي النزول وأكمل السلام والمتواتر الموصول. على أجل مرسل. و كشاف كل معضل. العزيز الفرد في كل غريب. وعلى آله وصحبه وكل صالح من حزبه. ورواة عليه ودعاة شرعه ووعاة أدبه وعلى كل من له وجادة ومناولة من أفضاله الواصله الدارة والمتواصلة.

وبعد فقد قرأ علي العزيز محمد عاشق حسين الكشميري من شرح المؤطا الذي عمله الفاضل البارع محمد شمس الهدى جعله الله كاسمه شمس الهدى شيئا يسيرا. ففرحت به فرحا كبيرا. حيث ألفيته قد جمع علما غزيرا دل على نباهة جامع وعلو كعبه في علم الحديث. وزادني فرحا ما بلغني أن العامل المذكور صين عن الشرور قد أودع هذا الكتاب تحقيقات باهرة وأبحاثا فاخرة لجدنا الامام الأوحد مولانا الشيخ أحمد رضا خان قدس الله سره.

ومن أبرز ما وقفت على ميزات هذا الشرح أنه يتحدث عن المسائل الخلافية وعن أدلتها. ويتكلّم عن جهة الاستنباط ويرجح مذهب الامام أبي حنيفة رضي الله تعالى عنه. كما يتناول الرد على التحامل الذي وقع من الفاضل اللكنوي على صاحب المذهب امامنا الأعظم. ويجلي للقارئين عرائس نفائس اجتلاها الامام أحمد رضا قدس سره في فتاواه المسماة "بالعطايا النبوية في الفتاوى الرضويه".

جزى الله العلامة شمس الهدى صاحب هذا الشرح الجليل عن الاسلام والمسلمين خير الجزاء وادّخر له الأجر الجزيل. ورزق هذا الشرح حسن القبول. في كل قبيل وعصر وجيل ونفع به المسلمين. وادّخر لمن عمله جزيل الثواب. انه على ما يشاء قدير. وبالاجابة جدير

قاله بفمه وأمر برقمه

محمد أختر رضا القادري الأزهري غفرله

[illegible]

بسم الله الرّحمٰن الرّحيم

الحمد لله علّام الغيوب غفار الذنوب ستار العيوب المظهر الذی أظهر الحبيب المحبوب بدءً أو أصالةً على السر المحجوب. وأفضل الصلاة والسلام على مستودع سرّه ينبوع الحكمة ومعدن العلم الذی تلألأت منه علوم آدم ومن بعده من سائر النبيين. فله ذات العلوم من عالم الغيب ومنها لآدم الأسماء فعلّمه مالم يكن يعلم وكان فضل الله عليه عظيما. فهو على كل غائب أمين وما هو على الغيب بضنين. ولو هو بنعمة ربّه بمجنون ولا مكتوم عليه ما كان وما يكون. الذی نزل عليه تبيان لكلّ شئ الكتاب المبين فتجلّت له علوم الأولين والآخرين وعلوم لا تحتوی ينحسر دونها العدّ ولا يحيط بها من العالمين أحد فعلوم آدم و علوم العالم وعلوم اللوح والقلم من بحار علوم النبی الأعظم صلی الله تعالٰی عليه وسلم فالخلق يستمدّون منه وهو يستمدّ من ربّه.

وكلّهم من رسول الله ملتمس
غرفا من البحر أو رشفا من الديم

وواقفون لديه عند حدهم
من نقطة العلم أو من شكلة الحكم

صلی الله تعالٰی عليه وسلم. وعلى آله وصحبه وبارك وكرّم آمين.

وبعد فقد فرحت وكان فرحی عظيما إذ قد بلغنی أن قد وفّق لأبرّ عمل وخير فعال أحد الأحبة الأعزّة محمد إقبال وهو إقباله على طباعة "الدولة المكية بالمادة الغيبية" لجدّنا الإمام الكبير الحبر البحر النحرير مجدّد الملّة شيخ الإسلام والمسلمين مولانا أحمد رضا القادری قدّس الله سرّه وأعظم أجره وأعلى درجته فی أعلى علّيين. وقد فوّض هذا العمل إلى الولد الغالی قرة العين حزة الزين محمد عاشق حسين وأرجو أن يبرز الكتاب فی ثوب رشيق وزیّ أنيق مزيّنا بالضبط وتصحيح المبنى كی يتيسّر قراءته للأعلى والأدنى والله ولی التوفيق وصلی الله تعالٰی على سيدنا محمد الذی هو على كل غيب أمين وعلى آله وصحبه الغر الميامين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

قاله بفمه وأمر برقمه

الفقير إلى رحمة ربه الغنی محمد اختر رضا القادری الأزهری

غفر له ولوالديه ولولده ومن أحبه وانتمى إليه.

١٠ صفر ٢٠١٠م

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الواحد القہار۔ الفاعل بالاختیار الذی یخلق ما یشاء وما یختار۔ والصلاۃ والدیمۃ والسلام المدرار کالدرر والغرر علی الدر المتحقق أو الخلاصۃ المجتبی من معدن الخیار المکرم فی ضمائر الکون علی مر الدہور بالأصل المختار من الأبرار الدر المختار فی نظم نسب الأطہار ورد المحتار إلی أقوم السبل وأعلی منار ونور الإیضاح وامداد الفتاح وعلی آلہ الصفوۃ وصحبہ النخبۃ ومن تبعہم فی سبیل الفلاح ما استغنی بالإصباح عن ضوء المصباح وبعد:

فقد تلا علی المولوی عاشق حسین الکشمیری بعض الأوراق من الکتاب المستطاب "ضوء المصباح علی نور الإیضاح" تعلیق الحبر الفاضل العالم النبیل الشیخ الجلیل مولانا محمد ناظم من بعض مواضع ملاح فاستحسنت ما أتی بہ الفاضل وأعجبنی أسلوبہ البدیع وألفیتہ محتویا علی تحقیق کامل والفاضل سمی الکتاب "ضوء المصباح" وھو عندی أحق بأکثر من ذلک فہو الإصباح یغنی عن مصباح۔

جزی اللہ تعالی الفاضل البارع خیر جزاء ہ وجعل الکتاب ذخرا ومرجعا للطلاب ورحم اللہ عبدا قال آمینا۔ وصلی اللہ تعالی علی سیدنا محمد الفرد العلم وآلہ وصحبہ مصابیح الہدی ونجوم الظلم۔

قالہ بفمہ وامر برقمہ
اختر رضا الأزہری غفرلہ

بسم الله الرحمن الرحيم

فضيلة الشيخ أحمد الطيب شيخ الأزهر حفظه الله تعالى

سلام الله عليكم ورحمته وبركاته، تحية طيبة وشوقاً عظيماً إلى لقاء كم!

وبعد فإني أتقدم إليكم بالأخوة التي تجمعنا على مائدة واحدة مائدة الدين، أخوة الإسلام، ثم أدلي إليكم بالنسبة التي تربطنا وسائر حملة العلم الشريف الخريجين من جامعة الأزهر الشريف، فأنا أزهري وأنت أزهري، وربما تعاصرنا ونحن واردون في وقت واحد على ذلك المنهل العذب والمعين الصافي، أدام الله صفوه وأبقاه موئلا للعلم ومعقلا للعلماء مدى الدهر، وإني لأغار وحق لي أن أغار على من سام الأزهر الشريف بتشويه سمعته، وأخشى عليه من هذا التيار السلفي الجارف ونفوذ هؤلاء الذين يسمون أنفسهم بالسلفية، ويكفرون أهل السنة والجماعة وخاصة الصوفية الصافية، وينابذون التصوف ويعادون حملة هذا العلم من الأولياء العارفين والعلماء العاملين، فأرجو أن تكون قد تنبهت لهذا وأخذت أمرك من قبل، كما أرجو أن تكون قد انتبهت من خلال اللقاء الذي جمعنا بقاعة الأزهر الشريف العام الماضي ومن خلال محادثاتك مع الطلبة الهنود الدارسين بالأزهر من أهل السنة والجماعة أن البريلوية ليست نحلة جديدة كما يدعيه المرجفون أهل الدعاية الكاذبة، وإنما هو علم غلب في محاورات العامة على أهل السنة والجماعة الأبرياء عن الشيعة والوهابية والقاديانية وكل بدعة دنية والمقلدين للأئمة المجتهدين والحنفية خاصة كما أن الصوفية علم لأهل السنة والجماعة في البلاد العربية، أظن كل ذلك واضحاً لديك، فإذا كان الأمر كذلك لا أراني في حاجة إلى أن أنبهه من التنبه من قبل من دابه مثلك، وألفت نظرك إلى بحث قدم أوعسى أن يقدم للدكتوراه باسم "البريلوية والموقف الإسلامي منها" وأشير عليك بأن تسحب هذه الرسالة سداً للدعاية الكاذبة ونصرة لأهل السنة والجماعة وأداء لبعض ما علينا من الحق والله يقول الحق ويهدي السبيل، والسلام

الفقير محمد أختر رضا القادري الأزهري

خطبۂ صدارت

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد!

آج جدید مسائل کے شرعی حل کے لئے فقیہانہ بصیرت کے حامل افراد کی علمی وفقہی تحقیقات کی اشد ضرورت ہے، بد مذہب فقہ اسلام کی اصلی روح کو ختم کردینا چاہتے ہیں۔ عوام کی سہولت کے پیش نظر شریعت اسلامیہ میں منمانی تحریف کررہے ہیں، جدید ذرائع ابلاغ پر شکنجہ کس کر اپنے باطل نظریات غلط مسائل اور زہریلے اثرات کو پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہے ہیں اور نتیجۃً سنی عوام رفتہ رفتہ ان کے دام فریب میں پھنستے چلے جارہے ہیں، مجھے عرصۂ دراز سے ان فرقہائے باطلہ کی مذکورہ سرگرمیوں سے شدید فکر لاحق رہی، میری دینی غیرت وحمیت مسائل جدیدہ کے صحیح حل کے لئے ایک ''شرعی کونسل'' کے قیام کا شدت سے احساس دلاتی رہی جو فقیہانہ صلاحیتوں سے حامل افراد پر مشتمل ہو جو اپنی علمی ذکاوت اور فقیہانہ فراست سے ان مسائل کا صحیح حل نکال سکیں۔

ظاہر ہے کہ ہر کس وناکس ان مسائل کا شرعی حل تلاش کرنے کا اہل نہیں ہے اور اس دور کم مائیگی میں نہ ہر فقہی بصیرت رکھنے والا فرد واحد تنہا یہ کارنامہ انجام دے سکتا ہے اور اگر کوئی مفتی اپنی خداداد فقہی صلاحیتوں سے ان مسائل کے صحیح احکام کا استخراج کر بھی لے تو اندیشہ ہے کہ دیگر علماء یہ کہہ کر تسلیم کرنے سے انکار کردیں گے کہ یہ فلاں کا ذاتی نظریہ ہے، یہ فلاں کا قیاس ہے یہ متون وشروح وفتاویٰ کے خلاف ہے، اقوال مجتہدین سے متصادم ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے ایک ''شرعی کونسل'' کا قیام ناگزیر ہوجاتا ہے، تاکہ جدید مسائل میں سب کے غور وفکر کے بعد کوئی متفقہ حل تلاش کیا جاسکے۔

بحمدہٖ اللہ! دلی تمنائیں پوری ہوئیں اور ۸؍اگست ۲۰۰۵ء، ۲؍رجمادی الآخر ۱۴۲۶ھ کو ''شرعی کونسل آف انڈیا'' کا قیام عمل میں آیا۔

آپ حضرات کی آمد باعث صد افتخار وحوصلہ افزا ہے میں آپ کا تہ دل سے خیر مقدم کرتا ہوں آپ اسلام کے ایک اہم منصب پر ہیں اس لئے آپ پر ذمہ داریاں بھی ہیں جس سے آپ بخوبی واقف ہیں امید ہے کہ آپ حضرات ان ذمہ داریوں کو ٹھیک طور پر نبھائیں گے۔ مجھے آپ جیسے ارباب بصیرت سے یہ کہنے کی ضرورت نہیں۔

مسائل کے استخراج واستنباط کے کچھ قواعد وضوابط بھی ہیں آپ کی گفتگو کا محور اور بحث وتمحیص کا دائرہ فقہ حنفی کے مقررہ ومسلمہ اصول وضوابط کے اندر ہوں اور بحث اصول حنفیہ سے منحرف نہ ہو درمیان بحث فقہائے احناف کے معتمد ومستند کتب معتمدہ متون وشروح وفتاویٰ ہی پیش نظر رہیں۔ کتب غیر مذہب میں ان اقوال سے استدلال نہ کیا جائے جو اصول حنفیہ سے متصادم ہوں یہاں سے ارباب بصیرت پر یہ امر بخوبی روشن ہوگیا ہوگا کہ کتب غیر مذہب کی ان عبارات سے استدلال کی گنجائش ہے جو اصول حنفیہ کے خلاف نہ ہوں، اقوال ائمہ کے اختلاف اطلاق وتقیید کی صورت میں تمیز وترجیح، تفصیل وتنقیح، کے لئے سیدنا اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام، مفتی اعظم ہند، صدر الشریعہ علیہم الرحمہ کی ترجیحات وتصریحات قابل اعتماد ہوں گی۔

اعلیٰ حضرت کے سوا ان حضرات مذکورین کے اقوال مختلفہ میں سے کسی قول کو اسباب ستہ میں سے کسی وجہ پر اختیار کرنا متصور

نہ ہو تو ترجیح تصریحات اعلیٰ حضرت کو ہوگی، یہاں آپ لوگوں نے یہ بخوبی جان لیا ہوگا کہ "شرعی کونسل" کا قیام مذکورہ بزرگوں کی تحقیق کے خلاف اپنی الگ تحقیق پیش کرنا نہیں بلکہ اپنوں اور بیگانوں سب پر ان اساطین فقہ و دین کی علمی وجاہت اور فقہی بصیرت کا سکہ جمانا ہے۔

مسائل جدیدہ میں جن کی تصریح نہ ملے تو ان کے نظائر اصول معروفہ پر تلاش کئے جائیں، جن احکام میں اسباب ستہ میں سے کسی سبب سے تغییر حکم کی حاجت ہو تو شرائط تغییر کا لحاظ ضروری ہے۔

درمیان بحث مخاطب کے حفظ مراتب کو ملحوظ خاطر رکھیں اور اظہار حق کے لئے اپنے استدلال کو بلطف ونرمی وحکمت کے ساتھ پیش کریں اور کم سے کم وقت میں بحث کو سمیٹنے کی کوشش کریں اور لفظی بحث سے احتراز کریں۔ آپ جیسے تجربہ کار افراد کی کوششوں سے میں پوری امید رکھتا ہوں کہ زیر بحث مسائل جمع بین الصلاتین فی السفر، اجارۂ تراویح اور نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جیسے اہم مسائل میں ہم کسی اہم فیصلے تک پہنچ جائیں گے، وباللہ التوفیق

ہمیں احساس ہے کہ آپ نے اپنے اوقات عزیز میں سے کچھ قیمتی وقت نکالا اور سفر کی تکالیف برداشت کر کے آپ شریک اجلاس ہوئے ہیں ہم "شرعی کونسل" کے تمام شرکاء کے تہ دل سے شکر گزار ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ عزوجل اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے میں آپ تمامی حضرات کو کامیابی سے ہمکنار کرے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

فقیر محمد اختر رضا القادری الازہری غفرلہ

۱۹؍ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

نقش ہفدہم

مقالات تاج الشریعہ

نهاية الزّين

فى التخفيف عن ابى لهب يوم الاثنين

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده و نصلّى و نسلّم على رسوله الكريم

و آله وصحبه الكرام اجمعين ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين

سُئلت وأنا بالمدينة المنوّرة يوم الأحد 18 ذى الحجّة 1431 هـ الموافق 28 نوفمبر ٢٠١٠م عمّا يزعمه المعترض على ما ورد فى الحديث عن ثويبة مرضعة النبي صلّى الله تعالى عليه وسلّم التى أعتقها أبولهب مستبشرا بمولد النبى صلّى الله تعالى عليه وسلّم. وأنّه يخفّف عنه العذاب يوم الاثنين لذلك. زعم المعترض أنّ الحديث كذب لما زعم من معارضته الآيات والإجماع.

فأجبت على سبيل الإيجاز شفويّا بما حاصله أنّ الحديث له أصل وقد تلقّى بالقبول وأنّ ما ثبت بالآيات والإجماع ليس على إطلاقه بالنسبة لما ورد فى الأحاديث من التخفيف عن بعض الكفرة أو جملتهم فى بعض الأحوال فى ضمن التخفيف عن جميع الناس مؤمنهم وكافرهم بإراحتهم عن خوض الموقف بشفاعة النبى صلّى الله تعالى عليه وسلّم فكلّ ذلك مخصوص ومستثنى من العموم والإطلاق جمعاً بين الأدلّة ونفياً للمعارضة وأنّ المرجع فى فهم معانى الكتاب إلى بيان النبى صلّى الله تعالى عليه وسلّم قال تعالى: "وكذلك نزّلنا إليك الذكر لتبيّن للناس ما نزّل إليهم". فالمطلق من الكتاب ما دلّت السنّة على أنّه مطلق فى كلّ بابه وما أشعرت فيه السنّة تخصيصاً فهو على بيان السنّة ودلالتها وليس كل ما يبدو للناظر أنّه مطلق على ما يرى وإنّما الأمر على ما بيّنه النبى صلّى الله تعالى عليه وسلّم فهذا هو الهدى ثمّ إنّى تلقّيت كتابا غير معنون فيه كلام للشيخ الحسينى حفظه الله يؤيّد ما زعمه المعترض وهذا الكلام زادنى قوّة إلى قوّة فى رأيى ويقيناً بما جنحت إليه واتّفق لى بعض المراجعة إلى بلادى أن راجعت كتب الحديث فظهر لى أنّ لى سلفا فيما قلت، فلله الحمد على ما أولى وألهم وأنعم. وها أنا ذا بين يدى الجواب أسوق الحديث بسنده وأبيّن

مواضعه عند البخاري والبيهقي وعبد الرزاق وغيرهم. روى الإمام البخاري في صحيحه قال حدّثنا الحكم بن نافع أخبرنا شعيب عن الزهري قال أخبرني عروة بن الزبير أنّ زينب بنت أبي سلمة أخبرته أنّ أمّ حبيبة بنت أبي سفيان أخبرتها أنّها قالت: يا رسول الله انكح أختي بنت أبي سفيان. فقال: "أو تحبّين ذلك؟" فقلت: نعم لست لك بمخلية وأحبّ من شاركني في خير أختي. [إلى أن قال:] قال عروة: وثويبة مولاة لأبي لهب وكان أبو لهب أعتقها فأرضعت النبي صلى الله تعالى عليه وسلّم. فلمّا مات أبو لهب أريه بعض أهله بشرّ حيبة قال له: ماذا لقيت؟ قال أبو لهب: لم ألق بعدكم غير أنّي سقيت في هذه بعتاقتي ثويبة. (رقم الحديث 5101)

ثمّ إنّي سائل هذا المعترض الذي زعم بأنّ الحديث كذب ما عسى أن تقول عن هؤلاء الأئمّة الفحول الذين أوردوا هذا الحديث وتلقّوه بالقبول؟ أتجترئ أن تقول إنّ هؤلاء أوردوا في مصنّفاتهم كذباً غير مكترثين بما يريدون ولا مبالين بما يروون. فإن كان الأمر كما تزعم. فكيف يؤتمنون وهم حملة العلم الشريف والمؤتمنون لأمانة الدين المنيف على ما يقولون؟ وهل هذا إلاّ رفع للأمان عن العلماء الذين هم أمناء الشرع بل هدم لأساس الدين؟ وبهذا القدر حصل الجواب عن سؤال الشيخ جميل عن العلماء الذين تلقّوا هذا الحديث بالقبول.

وبهذا القدر بان أيضاً أنّ من ردّ هذا الحديث زعماً منه بأنّه كذب ليس له سلف فيما زعم ولئن كان له سلف فليبيّن من هم؟ وإنّي سائل هذا المعترض ومن أيّده ما الذي حدا بكم إلى ما زعمتم وحملكم على أن تقولوا هذه المقالة فتزعموا أنّ الحديث إنّما هو كذب وقد كان لكم أسوة في السلف فلم يقولوا مثل ما قلتم ولم يزيدوا على أنّ الحديث مرسل وهاك البيان من الإمام ابن حجر العسقلاني الذي تعتمده وتستند إليه في خلال مقالاتك فها هو ذا قائلاً ما نصّه: في الحديث دلالة على أنّ الكافر قد ينفعه العمل الصالح في الآخرة لكنّه مخالف لظاهر القرآن قال الله تعالى: "وقدمنا إلى ما عملوا من عمل فجعلناه هباء منثورا".

وأجيب أولاً بأنّ الخبر مرسل أرسله عروة ولم يذكر من حدّثه به وعلى تقدير أن يكون موصولاً فالذي في الخبر رؤيا منام فلا حجّة فيه ولعلّ الذي رآها لم يكن إذ ذاك أسلم بعد فلا يحتجّ به.

وثانياً: على تقدير القبول فيحتمل أن يكون ما يتعلّق بالنبي صلى الله تعالى عليه وسلّم مخصوصاً من ذلك بدليل قصّة أبي طالب كما تقدّم أن خفّف عنه فنقل من الغمرات إلى الضحضاح وقال البيهقي: ما ورد من بطلان الخير للكفار فمعناه أنّهم لا يكون لهم التخلّص من النار ولا دخول الجنّة ويجوز أن يخفّف عنهم من العذاب الذي يستوجبونه على ما ارتكبوه من

الجرائم سوى الكفر بما عملوه من الخيرات. وأمّا القاضي عياض فقال: انعقد الإجماع على أنّ الكفار لا تنفعهم أعمالهم ولا يثابون عليها بنعيم ولا تخفيف عذاب وإن كان بعضهم أشدّ عذاباً من بعض. قلت: وهذا لا يردّ الاحتمال الذي ذكره البيهقي فإنّ جميع ما ورد من ذلك فيما يتعلّق بذنب الكفر وأمّا ذنب غير الكفر فما المانع من تخفيفه. انتهى.

(أقول: وإذا قارنت هذا الذي أسلفه الإمام ابن حجر عن القاضي عياض بما قاله الإمام القاضي عياض نفسه في الإكمال قبيل هذا وهو بصدد الجواب عن معارضة ما ورد من تخفيف عن أبي طالب بشفاعة النبي صلّى الله تعالى عليه وسلّم الآيات التي ذكرها القاضي عياض ثمّ دفع المعارضة بما ذكر وسيأتي نصّه عن قريب فيما يلي. إذا قارنت هذا بذاك وقفت على صريح مناقضة وتدافع بين لاحق الكلام وسابقه. على أنّ حكاية الإجماع على ما قال في محلّ المنع كما هو ظاهر ممّا مضى وسيأتي.

هذا ومضى الإمام ابن حجر قائلاً ما نصّه:) وقال القرطبي هذا التخفيف خاصّ بهذا وبمن ورد النصّ فيه. وقال ابن المنير في الحاشية: هنا قضيتان إحداهما محال وهي اعتبار طاعة الكافر مع كفره لأنّ شرط الطاعة أن تقع بقصد صحيح وهذا مفقود من الكافر. الثانية: إثابة الكافر على بعض الأعمال تفضّلاً من الله تعالى وهذا لا يحيله العقل. فإذا تقرّر ذلك لم يكن عتق أبي لهب لثويبة قربة معتبرة لا يجوز أن يتفضّل الله عليه بما شاء كما تفضّل على أبي طالب والمتبع في ذلك التوقيف نفياً وإثباتاً. قلت: وتتمّة هذا أن يقع التفضّل المذكور إكراماً لمن وقع من الكافر البرّ له ونحو ذلك والله أعلم. [۹/۱۱۹]

وقال الإمام ابن حجر في موضع آخر: قَوْله (لَعَلَّهُ تَنْفَعهُ شَفَاعَتِي) ظَهَرَ مِنْ حَدِيث الْعَبَّاس وُقُوع هَذَا التَّرَجِّي. وَاسْتُشْكِلَ قَوْله صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنْفَعهُ شَفَاعَتِي بِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ) وَأُجِيبَ بِأَنَّهُ خُصَّ وَلِذَلِكَ عَدُّوهُ فِي خَصَائِص النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقِيلَ مَعْنَى الْمَنْفَعَة فِي الْآيَة يُخَالِف مَعْنَى الْمَنْفَعَة فِي الْحَدِيث. وَالْمُرَاد بِهَا فِي الْآيَة الْإِخْرَاج مِنْ النَّار وَفِي الْحَدِيث الْمَنْفَعَة بِالتَّخْفِيفِ. وَبِهَذَا الْجَوَاب جَزَمَ الْقُرْطُبِيّ. وَقَالَ الْبَيْهَقِيّ فِي الْبَعْث: صِحَّة الرِّوَايَة فِي شَأْن أَبِي طَالِب فَلَا مَعْنَى لِلْإِنْكَارِ مِنْ حَيْثُ صِحَّةُ الرِّوَايَةِ. وَوَجْهُهُ عِنْدِي أَنَّ الشَّفَاعَة فِي الْكُفَّار إِنَّمَا امْتَنَعَتْ لِوُجُودِ الْخَبَر الصَّادِق فِي أَنَّهُ لَا يَشْفَعُ فِيهِمْ أَحَدٌ. وَهُوَ عَامّ فِي حَقّ كُلّ كَافِر. فَيَجُوز أَنْ يُخَصّ مِنْهُ مَنْ ثَبَتَ الْخَبَر بِتَخْصِيصِهِ. قَالَ: وَحَمَلَهُ بَعْض أَهْل النَّظَر عَلَى أَنَّ جَزَاء الْكَافِر مِنْ الْعَذَاب يَقَع عَلَى كُفْره وَعَلَى مَعَاصِيه. فَيَجُوز أَنَّ اللّٰه يَضَع عَنْ بَعْض الْكُفَّار بَعْض جَزَاء مَعَاصِيه تَطْيِيبًا لِقَلْبِ الشَّافِع لَا ثَوَابًا لِلْكَافِرِ لِأَنَّ حَسَنَاته صَارَتْ بِمَوْتِهِ عَلَى الْكُفْر هَبَاء. وَأَخْرَجَ مُسْلِم عَنْ أَنَس "وَأَمَّا الْكَافِر فَيُعْطَى حَسَنَاته فِي الدُّنْيَا حَتَّى إِذَا أَفْضَى إِلَى الْآخِرَة لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَة" وَقَالَ الْقُرْطُبِيّ فِي"

المُفهِم ": اختُلِفَ في هذه المُقابَلَة هل هي بلسانٍ قوليّ أو بلسانٍ حاليّ، والأوّل يُشكِل بالآية، وجوابه جواز التخصيص، والثاني يكون معناه أنّ أبا طالب لمّا بالغ في إكرام النبيّ صلّى الله عليه وسلّم والذّبّ عنه جوزي على ذلك بالتخفيف فأُطلِق على ذلك مقابلة لكونها بسببه. قال: ويُجاب عنه أيضًا أنّ المُخفَّف عنه لمّا لم يجد أثر التخفيف فكأنّه لم ينتفع بذلك. ويؤيّد ذلك ما تقدّم أنّه يعتقد أن ليس في النار أشدّ عذابًا منه، وذلك أنّ القليل من عذاب جهنّم لا تُطيقه الجبال فالمعذَّب لاشتغاله بما هو فيه يصدق عليه أنّه لم يحصل له انتفاعٌ بالتخفيف. قلت: وقد يُساعِد ما سبق ما تقدّم في النكاح من حديث أمّ حبيبة في قصّة بنت أمّ سلمة "أرضعتني وإيّاها ثُويبة" قال عروة "إنّ أبا لهب رُئي في المنام فقال: لم أرَ بعدكم خيرًا غير أنّي سُقيت في هذه بعتاقتي ثويبة" وقد تقدّم الكلام عليه هناك. وجوّز القرطبيّ في "التذكرة" أنّ الكافر إذا عُرِض على الميزان ورجحت كفّة سيّئاته بالكفر اضمحلّت حسناته فدخل النار. لكنّهم يتفاوتون في ذلك: فمن كانت له منهم حسنات من عتق ومواساة مسلم ليس كمن ليس له شيء من ذلك. فيحتمل أن يُجازى بتخفيف العذاب عنه بمقدار ما عمل. لقوله تعالى (ونضع الموازين القسط ليوم القيامة فلا تُظلم نفسٌ شيئًا). قلت: لكن هذا البحث النظريّ معارَض بقوله تعالى (ولا يُخفَّف عنهم من عذابها) وحديث أنس الذي أشرت إليه. وأمّا ما أخرجه ابن مردويه والبيهقيّ من حديث ابن مسعود رفعه "ما أحسن مُحسِن من مسلم ولا كافر إلّا أثابه الله. قلنا يا رسول الله ما إثابة الكافر؟ قال: المال والولد والصحّة وأشباه ذلك. قلنا وما إثابته في الآخرة؟ قال: عذابًا دون العذاب. ثمّ قرأ: أدخلوا آل فرعون أشدّ العذاب". فالجواب عنه أنّ سنده ضعيف. وعلى تقدير ثبوته فيحتمل أن يكون التخفيف فيما يتعلّق بعذاب معاصيه. بخلاف عذاب الكفر.(362,363/11)

قال العلامة العيني: قوله بعتاقتي أي بسبب عتاقتي ثويبة وعتاقة بفتح العين وفي رواية عبد الرزاق بعتقي وقال بعضهم وهو أوجه والوجه أن يقول بإعتاقي لأن المراد التخلص من الرق قلت هذا القائل أخذ ما قاله من كلام الكرماني فإنه قال فإن قلت معناه التخلص من الرقية فالصحيح أن يقال بإعتاقي قلت كل من الناقل والمنقول منه لم يحرر كلامه فإن العتق والعتاقة والعتاق كلها مصادر من عتق العبد وقول الناقل وهو أوجه غير موجه لأن العتق والعتاقة واحد في المعنى فكيف يقول العتق أوجه ثم قوله والأوجه أن يقول بإعتاقي لأن المراد التخلص من الرق كلام من ليس له وقوف على كلام القوم فإن صاحب المغرب قال العتق الخروج من المملوكية وهو التخلص من الرقية وقد يقوم العتق مقام الإعتاق الذي هو مصدر أعتقه مولاه وفي التوضيح وفيه أي وفي هذا الحديث من الفقه أن الكافر قد يعطى عوضا من أعماله التي يكون منها قربة لأهل الإيمان بالله كما في حق أبي طالب غير أن التخفيف عن أبي لهب أقل من التخفيف عن أبي طالب

وذلك لنصرة أبي طالب لرسول الله وحياطته له وعداوة أبي لهب له وقال ابن بطال وصح قول من تأول في معنى الحديث الذي جاء عن الله تعالى إن رحمته سبقت غضبه إن رحمته لا تنقطع عن أهل النار المخلدين فيها إذ في قدرته أن يخلق لهم عذابا يكون عذاب النار لأهلها رحمة وتخفيفا بالإضافة إلى ذلك العذاب ومذهب المحققين أن الكافر لا يخفف عنه العذاب بسبب حسناته في الدنيا بل يوسع عليه بها في دنياه وقال القاضي عياض انعقد الإجماع على أن الكفار لا تنفعهم أعمالهم ولا يثابون عليها بنعيم ولا تخفيف عذاب ولكن بعضهم أشد عذابا بحسب جرائمهم وقال الكرماني لا ينفع الكافر العمل الصالح إذ الرؤيا ليست بدليل وعلى تقدير التسليم يحتمل أن يكون العمل الصالح والخير الذي يتعلق لرسول الله مخصوصا كما أن أبا طالب أيضا ينتفع بتخفيف العذاب وذكر السهيلي أن العباس رضي الله تعالى عنه قال لما مات أبو لهب رأيته في منامي بعد حول في شر حال فقال ما لقيت بعدكم راحة إلا أن العذاب يخفف عني كل يوم اثنين قال وذلك أن النبي ولد يوم الاثنين وكانت ثويبة بشرت أبا لهب بمولده فأعتقها ويقال إن قول عروة لما مات أبو لهب أريه بعض أهله إلى آخره خبر مرسل أرسله عروة ولم يذكر من حدثه به وعلى تقدير أن يكون موصولا فالذي في الخبر رؤيا منام فلا حجة فيه ولعل الذي رآها لم يكن إذذاك أسلم بعد فلا يحتج به وأجيب ثانيا على تقدير القبول يحتمل أن يكون ما يتعلق بالنبي مخصوصا من ذلك بدليل قصة أبي طالب حيث خفف عنه فنقل من الغمرات إلى الضحضاح وقال القرطبي هذا التخفيف خاص بهذا وبمن ورد النص فيه والله أعلم .(95/20)

قال في المواهب اللدنية: أرضعته صلى الله تعالى عليه وسلم ثويبة عتيقة أبي لهب، أعتقها حين بشرته بولادته عليه السلام. وقد رُؤي أبو لهب بعد موته في النوم، فقيل له ما حالك؛ فقال: في النار، إلا أنه خفف عني كل ليلة اثنين، وأمص من بين أصبعي هاتين ماء. وأشار برأس أصبعه وأن ذلك بإعتاقي لثويبة عندما بشرتني بولادة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وبإرضاعها له.

قال ابن الجزري (وهو كما قال العلامة الزرقاني الحافظ أبو الخير شمس الدين ابن الجزري محمد بن محمد بن محمد الدمشقي الإمام في القراآت الحافظ للحديث صاحب التصانيف التي منها "النشر في القراآت العشر" لم يصنف مثله ولد سنة إحدى وخمسين وسبعمائة ومات سنة ثلاث ثلاثين وثمانمائة): فإذا كان هذا أبو لهب الكافر، الذي نزل القرآن بذمه جوزي في النار بفرحه ليلة مولد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم به فما حال المسلم الموحد من أمته عليه السلام الذي يسر بمولده ويبذل ما تصل إليه قدرته في محبته صلى الله تعالى عليه وسلم لعمري إنما يكون جزاؤه من الله الكريم أن يدخله بفضله العميم جنات النعيم.(ص 14/)

وفي شرح المواهب للعلّامة الزرقاني تحت قوله "بشّرته بولادة النبي صلّى الله تعالى عليه وسلّم وبإرضاعها له": لا يعارضه قوله تعالى "فجعلناه هباءً منثورا" لأنّه لمّا لم ينجهم من النار ويدخلهم الجنّة كأنّه لم يفدهم أصلاً كما أشار إليه البيهقي أو لأنه هباء بعد الحشر وهذا قبله وقال السهيلي هذا النفع إنّما هو نقصان من العذاب وإلّا فعمل الكافر كلّه محبط بلا خلاف وجوّز الحافظ تخفيف عذاب غير الكفر بما عملوه من الخير بناءً على أنّهم مخاطبون بالفروع وفي التوشيح قيل هذا خاص به إكراماً للنبي صلّى الله تعالى عليه وسلّم كما خفّف عن أبي طالب بسببه وقيل لا مانع من تخفيف العذاب عن كل كافر عمل خيراً. (إلى أن قال) ولله درّ حافظ الشام شمس الدين محمد بن ناصر في قوله:

إذا كان هذا كافر جاء ذمّه وتبّت يداه في الجحيم مخلّدا
أتى أنّه في يوم الاثنين دائماً يخفّف عنه للسرور بأحمدا
فما الظن بالعبد الذي كان عمره بأحمد مسرور أو مات موحّدا (138/1)

قد كان للمعترض ومن أيده في هذا أسوة وكان لهم في الأمر سعة، وكانوا مقتدين على آثار السلف الصالحين، إلّا أنّه لا تقوم به حجة علينا بذلك، كيف وصنيع الإمام ابن حجر العسقلاني وكذا صنيع العلامة العيني يظهر منه جليّاً أنّه لم يرتض هذا الجواب ولذا صدّره بقوله "أجيب" وأتبعه جواباً آخر وقرّره وأقرّ ما ذكر عن البيهقي وغيره ممّا هو ظاهر في اختياره لما نقله عن البيهقي وغيره في معرض الاستدلال والتعليل دليل التعويل كما لا يخفى على أولي التحصيل. ولا يفوتني إذ قد جرى ذكر الإمام القاضي عياض وما ساقه الإمام ابن حجر من مقالته من قوله "انعقد الإجماع اھ" وساق من أيد المعترض نفس المقال من القاضي عياض في معرض الاستدلال لما زعم، لا يفوتني أن أسوق من القاضي عياض ما يعود بالنقض لما زعم. فها هو ذا قائلاً في الإكمال قبيل ما نقل عنه من المقال: قوله: فيه "هل نفعته بشيء" ثمّ ذكر هذا. وقوله بعد في الحديث الآخر: "لعلّه تنفعه شفاعتي يوم القيامة" وقد قال الله تعالى في الكفار "فما تنفعهم شفاعة الشافعين" وقال "ما كان للنبي والذين آمنوا أن يستغفروا للمشركين ولو كانوا أولي قربى".

فالجواب: أنّه ليس فيه نصّ على أنّ النبي صلّى الله تعالى عليه وسلّم شفع فيه وإنّما أخبر أنّه نفعه قربه منه وذبّه عنه كما سقي أبولهب بعتقه ثويبة مرضعته صلّى الله تعالى عليه وسلّم بركة منه فاضت عليهم فخفّفت بذلك من عذابه. وكانت هذه الحالة هي الشافعة لهم لا رغبته وسؤاله صلّى الله تعالى عليه وسلّم. (٢٥٥/١)

لينظر كل ذي بصر ما صنعه من أيد المعترض من نقل ما يحسبه مساعداً لما زعمه وإهمال

ما لا يساعده. هذا وقد أجاب القرطبي بنحو ما ذكر القاضي وزاد وجهاً آخر حيث قال ما نصّه:

قوله: "لعله تنفعه شفاعتي يوم القيامة". هذا المرتجى في هذا الحديث قد تحقق وقوعه، إذ قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلّم "وجدته في غمرات فأخرجته إلى ضحضاح". فكأنّه لمّا ترجّى ذلك أعطيه وحقق له فأخبر به. وهل هذه الشفاعة لبيان قول محقق أو لسان حال؛ اختلف فيه: فإن تنزّلنا على أنّه حقيقة وأنّه عليه الصلاة والسلام شفع لأبي طالب بالدعاء والرغبة حتى شفع، عارضه قوله تعالى "فما تنفعهم شفاعة الشافعين" وقوله: "ولا يشفعون إلّا لمن ارتضى" وما في معناه. والجواب من أوجه: أقربها: أنّ الشفاعة المنفيّة إنّما هي شفاعة خاصّة، وهي التي تخلّص من العذاب وغاية ما ذكر من المعارضة إنّما هي بين خصوص وعموم، ولا تعارض بينهما، إذا البناء، والجمع ممكن. وإن تنزّلنا على أنّه لسان حال، فيكون معناه: أنّ أبا طالب لمّا بالغ في إكرام النبي صلّى الله تعالى عليه وسلّم والذبّ عنه خفّف عنه بسبب ذلك ما كان يستحقه بسبب كفره مع ما حصل عنده من معرفة صدق النبي صلّى الله تعالى عليه وسلّم كما قدّمناه، ولمّا كان ذلك بسبب وجود النبي صلّى الله تعالى عليه وسلّم وبركة الحنوّ عليه نسبه النبي صلّى الله تعالى عليه وسلّم إلى نفسه، ولا يستبعد إطلاق الشفاعة على مثل هذا المعنى، فقد سلك الشعراء هذا المعنى، فقال بعضهم:

في وجهه شافع يمحو إساءته إلى القلوب وجيه حيثما شفعا [١/٣٥٤]

أقول: وأنت خبير بأنّ هذا لا يدفع المعارضة كما لا يخفى، ومآل هذا كالذي قبله إلى الخصوص فليكن المرتضى من الجواب ما قد مضى، وعلى كلّ حال لا محيد من القول بأنّ ذلك خصوصيّة للنبي صلّى الله تعالى عليه وسلّم ولا مردّ عن ادّعاء الخصوص، وأنّه صلّى الله تعالى عليه وسلّم له شفاعة بالقال أو بالحال فالخلف لفظي.

وعلى ما قرّره القرطبي لا يستبعد أن تنسب إلى النبي صلّى الله تعالى عليه وسلّم شفاعة بمعنى التخفيف على من ورد النصّ فيه كأبي طالب عن عذاب ذنب سوى الكفر ولذلك ترى الإمام مسلماً رحمه الله تعالى إذ أورد أحاديث في التخفيف عن أبي طالب أخذ لها باباً: "باب شفاعة النبي صلّى الله تعالى عليه وسلّم لعمّه في التخفيف عنه" وليكن هذا نظيراً لما ذكر من قصّة أبي لهب ومؤيّداً لها. وبهذا يتقوّى حديث عروة بالحديث ويزداد قوّة إلى قوّة بما حظي من التلقّي بالقبول.

هذا وقد يمكن أن ينظر لما ورد في قصّة أبي لهب وأبي طالب من التخفيف بما يحصل لعامّة الناس وفيهم الكفرة من إراحتهم عن هول الموقف بشفاعة النبي صلّى الله تعالى عليه وسلّم، وللنبي صلّى الله تعالى عليه وسلّم شفاعات أدناها وأوّلها هذه الشفاعة التي يعمّ أهل الموقف بها راحة عن الهول الذي عمّهم.

وهل هذه الإراحة إلاّ تخفيف للكفرة عن عذاب الهول؛ قال الباجوري في شرح البردة: له صلّى الله تعالى عليه وسلّم شفاعات: منها شفاعته في فصل القضاء حين يتمنّى الناس الانصراف من المحشر ولو للنار لشدّة الهول، وهذه هي الشفاعة العظمى وتسمّى المقام المحمود لأنّه يحمده عليها الأوّلون والآخرون، وهي مختصّة به صلّى الله تعالى عليه وسلّم. ومنها شفاعته صلّى الله تعالى عليه وسلّم في دخول جماعة الجنّة بغير حساب بل يقومون من قبورهم لقصورهم، وهذه مختصّة به أيضاً (إلى أن قال) ومنها شفاعته صلّى الله تعالى عليه وسلّم في تخفيف العذاب عن بعض الكافرين كعمّه أبي طالب ولاينافي شفاعته صلّى الله تعالى عليه وسلّم في تخفيف العذاب عن بعض الكافرين قوله تعالى "لا يخفّف" لأنّ المنفي إنّما هو تخفيف عذاب الكفر، فلاينافي أنّه يخفّف عنهم عذاب غير الكفر. (ص۲۳)

ولو تأمّلت أيها الناظر ونظرت فيما ذكر لك، فأنعمت النظر لوجدت أنّ هذه الشفاعات التي حصلت لنبيّنا صلّى الله تعالى عليه وسلّم إنّما هي بيان منه صلّى الله تعالى عليه وسلّم وتخصيص لعمومات الوعيد فله صلّى الله تعالى عليه وسلّم أن يخصّ بإذن ربّه من العموم من شاء بما شاء، وكم له من نظير وقد جمع نظائره جدّنا الإمام الفذ شيخ الإسلام والمسلمين الإمام أحمد رضا في رسالة "الأمن والعلى لناعتي المصطفى بدافع البلاء" فجاءت رسالة مستقلّة. قال فيها رضي الله تعالى عنه: من شاء فليجعلها رسالة بحيالها وليسمّها "منية اللبيب أنّ التشريع بيد الحبيب" فليراجعها من شاء. إلى هنا قد أتينا بنظائر التخفيف من النبي صلّى الله تعالى عليه وسلّم على الكفرة في عذاب المعاصي، وأنّ ذلك التخفيف عن عذاب بعض المعاصي دون الكفر وأنّ المرجع في فهم معاني الكتاب إلى البيان من النبي صلّى الله تعالى عليه وسلّم وأتينا بما يدلّ على ذلك ممّا يتعلّق بالتخفيف وأزيدك بياناً وأفيدك برهاناً على ما مضى من الباجوري من أنّ له صلّى الله تعالى عليه وسلّم شفاعة في دخول جماعة الجنّة بغير حساب بل يقومون من قبورهم لقصورهم.

روى البخاري قال حدثني إسحاق حدّثنا روح بن عبادة حدّثنا شعبة قال سمعت حصين بن عبد الرحمن قال كنت قاعداً عند سعيد بن جبير فقال عن ابن عباس: أنّ رسول الله صلّى الله تعالى عليه وسلّم قال: "يدخل الجنّة من أمّتي سبعون ألفاً بغير حساب، هم الذين لايسترقون ولا يتطيّرون وعلى ربّهم يتوكّلون" (رقم حديث ۶۴۷۲، باب ومن يتوكّل على الله، الرقاق ص۱۳۷۷)

وهذا كما ترى تخصيص لهؤلاء من عموم الناس الذين قال لهم عزّ من قائل: وإن تبدوا ما في أنفسكم أو تخفوه يحاسبكم به الله". أرأيت أيّها المؤيّد للمعترض والزاعم لحديث عروة في أبي لهب أنّه كذب لمعارضة الكتاب بحسب زعمك، أقائل أنت في هذا نفس المقالة وزاعم أنّ هذا

كذب أم تبدى عن هذا جواباً وتسلك سبيل الجمع بين الحديث والآية فما هو جوابك فهو جوابنا.

هذا ولا يفوتني أن أذكر بالمناسبة ههنا حديثين يعارضان ظاهراً ما تقرّر أنّ القضاء المبرم لا يردّ. الأول: أخرج أبو الشيخ في كتاب الثواب عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلّم: أكثر من الدعاء فإنّ الدعاء يردّ القضاء المبرم. الثاني: أخرج الديلمي في مسند الفردوس عن أبي موسى الأشعري رضي الله تعالى عنه وابن عساكر عن نمير بن أوس الأشعري مرسلاً كلاهما عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلّم قال: الدّعاء جند من أجناد الله مجنّد يردّ القضاء بعد أن يبرم. (المستند 54)

قال العلّامة المناوي في فيض القدير تحت حديث:

"أكثر من الدعاء فإنّه يردّ القضاء المبرم" أي المحكم: يعني بالنسبة لما في لوح المحو والإثبات أو لما في صحف الملائكة لا للعلم الأزلي فإنّه لا زيادة فيه ولا نقص قال القاضي: والقضاء هو الإرادة الأزلية المقتضية لنظام الموجودات على ترتيب خاص، والقدر تعلّق تلك الأشياء بالإرادة في أوقاتها. اهـ. وإبرام الشيء إحكامه قال في الصحاح: أبرم الشيء أحكمه قال الزمخشري: ومن المجاز أبرم الأمر وأمر مبرم (أبو الشيخ في الثواب عن أنس) وفيه عبد الله بن عبد المجيد أورده الذهبي في الضعفاء وقال قال ابن معين ليس بشيء ورقم علامة الشيخين ولقد أبعد المصنّف النجعة حيث عزاه لأبي الشيخ مع وجوده لبعض المشاهير الذين وضع لهم الرموز وهو الخطيب في التاريخ باللّفظ المزبور عن أنس المذكور. [فيض القدير ۲/۸۳]

أقول: وقول المناوي في شرح قوله "المبرم" يعني بالنسبة لما في لوح المحو والإثبات أو لما في صحف الملائكة لا للعلم الأزلي فإنّه لا زيادة فيه ولا نقص" ناظر إلى قسم من القضاء هو الشبيه بالمبرم أطلق عليه المبرم للشبه ولأنّه مطلق في لوح المحو والإثبات أو في صحف الملائكة فيظنّ مبرما وإن كان معلّقا في العلم الإلهي وجاء بتحقيق المقام جدّنا الهمام الإمام أحمد رضا قدّس سرّه على أحسن ما يرام وهو كما يلي:

تحقيق المقام على ما ألهمني الملك العلّام أنّ الأحكام الإلهية التشريعية كما تأتي على وجهين: الأوّل مطلق عن التقييد بوقت كعامّتها. والثاني مقيد به كقوله تعالى: "فإن شهدوا فأمسكوهنّ في البيوت حتّى يتوفّهنّ الموت أو يجعل الله لهنّ سبيلا". فلمّا نزل حدّ الزنا قال صلّى الله تعالى عليه وسلّم خذوا عنّي قد جعل الله لهنّ سبيلا. الحديث. رواه مسلم وغيره عن عبادة رضي الله تعالى عنه. والمطلق يكون في علم الله مؤبّداً أو مقيّداً. وهذا الأخير هو الذي يأتيه النسخ فيظنّ أنّ الحكم تبدّل لأنّ المطلق يكون ظاهره التأبيد حتّى سبق إلى بعض الخواطر أنّ النسخ رفع

الحكم وإنما هو بيان مدّته عندنا وعند المحققين.

كذلك الأحكام التكوينية سواء بسواء، فمقيّد صراحة كأن يقال لملك الموت عليه الصلاة والسلام: اقبض روح فلان في الوقت الفلاني إلا أن يدعو فلان، ومطلق داخل في علم الله تعالى وهو المبرم حقيقة، ومصروف بدعاء مثلا وهو المعلق الشبيه بالمبرم فيكون مبرماً في ظن الخلق لعدم الإشارة إلى التقييد معلقاً في الواقع، فالمراد في الحديث الشريف هو هذا. أمّا المبرم الحقيقي فلا رادّ لقضاءه، ولا معقب لحكمه وإلا لزم الجهل، تعالى الله عن ذلك علوّاً كبيراً. (مستند ص ٥١)

هذا أنموذج آخر من نماذج المحتاطين ومنهج من مناهج المحافظين على الأدلة، يتحرّون لها محامل يعدلون بها عن المعارضة ويحاولون الوفاق ما أمكن ولا يحملهم مهما ضعف السند أو وقع في السند متكلّم فيه على المبادرة برد الحديث إذا أمكن الجمع والتوفيق، والله الموفق. وإليهم المرجع في فهم معاني الكتاب لأنهم المتلقون عن الأئمة المجتهدين الذين تلقوا عن الصحابة والصحابة تلقوا عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فهم على بصيرة كاملة بمعاني الكتاب والسنّة وهم العارفون بمحامل العموم والإطلاق وموارد الخصوص والتقييد.

بحمد الله تم الجواب وانكشف الحجاب عن الصواب، ولم يبق إلا بعض الكلام للشيخ جميل فنتعرّض لبعض ما يتعلّق بما نحن فيه ليزداد الحق وضوحاً وينكشف الريب فنقول:

أمّا قول الشيخ جميل: من قال لهذا المتكلم أن العلماء تلقوا حديث "أن أبا لهب يخفف عنه العذاب" بالقبول؛ ولو تذكرلنا ما هو هذا الحديث؛

فقد مرّ الجواب ومضى الدليل وقد بيّنّا الحديث ومن تلقوه بالقبول بالتفصيل.

وقوله: وأين هذا المتكلّم من إجماع أهل السنّة والجماعة الذي نقله القاضي عياض اهـ

أقول: قد فرغنا عن الإجابة عمّا نقله القاضي عياض فتذكّر وأين أنت ممّا قاله غيره؛ وقد أسلفنا مهم القول.

وقوله: وأنتم تؤولون القرآن برأيكم.

نقول: لا نشتغل بالرد على هذا الذي رمانا به ونتحاكم في ذلك إلى كل ذي نصفة وكفى تبرئة لساحتنا ما مضى من أئمتنا.

قوله: فأيّ علماء هؤلاء الذين يتكلّم عنهم هذا؛

نقول: والإمام ابن حجر الذي تقول عنه أنّه نقل الإجماع أيضاً عن القاضي عياض لم يقر القاضي عياضا على ما قال كما هو ظاهر ممّا أثرناه عنه من المقال.

وقوله: فأيّ علماء هؤلاء الذين يتكلّم عنهم هذا؛

فيقال لك: قد بيّناهم وأسلفنا نقولهم.

أمّا قول الشيخ جميل: وهل بعد الإجماع وآيات القرآن إلّا الضلال؛

فنقول: دعوى الإجماع في محل المنع وكفانا القرطبي وغيره الجواب عن الآيات وهم الأئمّة الأثبات أعلام الهدى فسؤالك هذا لا يقتصر علينا فحسب بل يتعدّى إليهم فاسألهم وردّد نفس المقال "هل بعد الإجماع وآيات القرآن إلّا الضلال؛"

أمّا قولك: أعوذ بالله يتبجّح بعض الناس في تكذيب القرآن وخرق الإجماع. فلا نشتغل بالجواب عنه وحسبنا ما أسلفنا من أئمّتنا، ونرفع الأمر إلى محكمة ذوي العدل وأولي العلم.

أمّا قولك: أمّا ما ورد في أبي طالب فقد أجاب عنه العلماء. أجل قد أجاب عنه العلماء، و أجاب عنه القاضي عياض بنحو ما أجابوا عمّا يؤيّدنا. أمّا ما نقلت عنه ههنا فلم نعثر عليه، وأنت مطالب بتصحيح النقل. أمّا قولك: هذا لم ينصّ عنه أحد. فغير ظاهر المشار إليه بقولك هذا، وماذا تعني بقولك "مدسوس عليهم"؛

وقولك: العلماء لا يخرقوا الإجماع ولا يكذّبون القرآن. أجل العلماء لم يرتكبوا شيئاً من خرق الإجماع وتكذيب القرآن، وما أسلفنا من العلماء ليس في شيء من خرق الإجماع وتكذيب القرآن، وليس هو من كلام الجهلة المتصوّفة وإن زعمت ما زعمت، وبهذا القدر يتمّ الردّ ويحصل الجواب عمّا كرّر من نقل الإجماع عن القاضي عياض وما قاله العلماء في التخفيف عن أبي طالب وفيهم القاضي عياض، وغير خاف على من وقف على كلامهم وقد وافيناك بما قالوا. هذا وقد سرد الشيخ جميل آيات من التنزيل، بعضها تصرّح أنّ الكافر لا يخفّف عنه العذاب ونحن نؤمن بها كما نؤمن بغيرها من الآيات ونقول آمنّا به كلّ من عند ربّنا وقد أفصحنا عن موقفنا منها وأثرنا ما قاله العلماء جمعاً بين الأدلّة ودفعاً للمعارضة. وذكر الشيخ جميل ههنا آيات أخر لا تتعلّق بالتخفيف وإنّما مفادها أنّ الكفرة مخلّدون في النار ليسوا بخارجين منها كقوله تعالى "وما هم بخارجين من النار" وقوله تعالى "وما هم بخارجين منها ولهم عذاب مقيم" وغيرهما ونحن أيضاً نوافق الشيخ جميل ونقول إنّ الكافر مخلّد في النار لا يخفّف عنه عذاب الكفر والله يقول الحق وهو يهدي السبيل. تتمّة: ربّما يحاول من يردّ هذا الحديث بما حكى الإمام ابن حجر من الجواب عمّا يبدو من مخالفة الحديث لظاهر القرآن متغافلاً عن صنيع الإمام ابن حجر في إيراد هذا الجواب، فإنّه أورده حكاية عن غيره بصيغة التمريض، فقال: وأجيب أوّلاً بأنّه مرسل اهـ. قد يحتجّ من زعم ردّ الحديث بهذا ولا حجّة له في ذلك فإنّ المرسل حجّة عندنا نحن معشر الحنفية وعند الجمهور، قال في الألفية: واحتجّ مالك كذا النعمان وتابعوهما به ودانوا. [١/١٥٢]

قال الإمام السخاوي: احتج الإمام مالك هو ابن أنس في المشهور عنه. كذا الإمام أبو حنيفة النعمان بن ثابت وتابعوهما المقلّدون لهما. والمراد الجمهور من الطائفتين بل وجماعة من المحدّثين والإمام أحمد في رواية حكاها النووي. وابن القيّم وابن كثير وغيرهم به أي بالمرسل ودانوا بمضمونه أي جعل كلّ واحد منهم ما هو عنده مرسل ديناً يدين به في الأحكام وغيرها. وحكاه النووي في "شرح المهذّب" عن كثيرين من الفقهاء أو أكثرهم. قال: ونقله الغزالي عن الجماهير. وقال أبو داود في رسالته: وأمّا المراسيل فقد كان أكثر العلماء يحتجّون بها فيما مضى مثل سفيان الثوري ومالك والأوزاعي، حتى جاء الشافعي فتكلّم في ذلك وتابعه عليه أحمد وغيره انتهى. [١/١٥٣]

واستطرد السخاوي يذكر مذهب الإمام الشافعي ومن تبعه ويسرد شروطه في قبول المرسل ويفصّل بما فيه طول ونضرب عنه صفحاً ونُحيل الباحث على "فتح المغيث في شرح ألفية الحديث" للإمام السخاوي فليراجعه إن شاء. ويتلخّص ما ذكره الإمام السخاوي من شروط الإمام الشافعي في قبول المرسل في أمور ذكرها العلامة المناوي في "اليواقيت والدرر شرح نخبة الفكر". ونصّه كما يلي: قال الإمام الشافعي: يقبل إن اعتضد بمجيئه من وجه آخر يباين الطريق الأولى مسنداً كان أو مرسلاً ليرجح احتمال كون المحذوف ثقة في نفس الأمر وكذا لو عضد مرسل كبار التابعين ضعيف صالح للترجيح لقول صحابي أو فعله أو أكثر العلماء. [أو قياس]. أو انتشار بغير نكير أو عمل. [١/٥٠٢-٥٠٣]

هذا وقد ذكر المناوي منهجاً آخر للمحدّثين فقال: ذهب جمع منهم ابن الحاجب. وصاحب البديع إلى أنه إن كان المرسل من أئمة النقل كسعيد بن المسيّب والشعبي قُبل لانتفاء المحذور وهو حينئذ مسند حكماً. [١/٥٠٥]

قلت: وقد حُكي نحوه عن عيسى بن أبان من أئمتنا الحنفية. قال أبو بكر الرازي في الفصول: وأمّا عيسى بن أبان فإنه قال: من أرسل من أهل زماننا حديثاً عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلّم. فإن كان من أئمة الدين وقد نقله عن أهل العلم فإنّ مرسله مقبول. كما يُقبل مسنده. ومن حمل عنه الناس الحديث المسند ولم يحملوا عنه المرسل. فإنّ مرسله عندنا موقوف. (ص 30)

قال أبو بكر الرازي: الذي يعني بقوله: حمل عنه الناس قبولهم لحديثه لا سماعه فإنّ سماع مرسل وغير مرسل جائز. (ص 30)

وفي نحو هذا المرسل قال عيسى في كتابه في المجمل والمفسّر: المرسل أقوى عندي من المسند. (30)

[أي المرسل من أئمة النقل أقوى عندي من مسند غيرهم الذي لم يكن بهذه الصفة] وبما

قدّمنا قد ظهر أنّ الحديث غير مردود. كيف وقد توفّرت فيه شروط القبول على نهج المحققين من الحنفية؛ فإنّه خبر تابعي في الصدر الأوّل المشهود له بالخير وقد اعتضد بمجيئه من طرق وانتشر من غير نكير فالحديث مقبول وفاقاً للجمهور والمحققين من الحنفية وغيرهم والإمام الشافعي جميعاً. فهو في حكم الموصول. ولا سبيل إلى ردّه لكونه رؤيا منام. بل يستأنس به لما تقرّر من بركة النبي صلّى الله تعالى عليه وسلّم التي ظهرت وبهرت قبل مولده صلّى الله تعالى عليه وسلّم وحين ولد وعمّت. فشاهدها وشهد بها الحاضر والبادي. وكتب السير مشحونة بما أخبر بها الكهنة من أمره صلّى الله تعالى عليه وسلّم. ولم يمتنع المصنّفون والمحدّثون عن التحدّث بذلك وروايته وإيراده في مصنّفاتهم. لأنّ ذلك رؤيا منام أو خبر كافر. وبذلك ظهر الجواب عمّا قيل: ولعلّ الذي رآها لم يكن إذ ذاك أسلم.

ثمّ قوله "لعلّ الذي رآها لم يكن إذ ذاك أسلم" فيه بحث من وجوه: أحدها من أين لك أن تعيّن أنّ عروة إنّما سمعه من ذاك الذي لم يكن إذ ذاك أسلم. وعلى تقدير أنّه سمعه من ذاك الرجل، فمن أين لك أن تعيّن أنّ عروة سمعه من هذا الرجل آن ذاك، لم لا يجوز أنّ عروة سمعه من ذاك بعد ما أسلم. ويجوز أنّ عروة سمعه من صحابي آخر غير العباس؛ هذا وقد أخبر سيّدنا العباس رضي الله تعالى عنه عمّا دعاه إلى الدخول في الإسلام. ففي شرح الهمزية لابن حجر رحمه الله تعالى: أخرج البيهقي والخطيب وابن عساكر وغيرهم عن العباس رضي الله تعالى عنه: قلت: يا رسول الله. دعاني إلى الدخول في دينك أمارة لنبوّتك. رأيتك في المهد تناغي القمر وتشير إليه بإصبعك. فحيث أشرت إليه مال. قال: "إنّي كنت أحدّثه ويحدّثني ويلهيني عن البكاء. وأسمع وجبته. أي سقطته. حين يسجد تحت العرش". [ص ۱۵۲]

وهذا يدلّ على أنّ سيّدنا العباس رضي الله تعالى عنه كان يريد أن يؤمن ويكتم إيمانه ويتحرّى للصدع بالإيمان وقتاً مناسباً وكان مغلوباً على أمره فلم يتمكّن من ذلك حتّى خرج فيمن خرج لبدر مكيدة للكفّار حتّى وقع في أيدي المسلمين. فأظهر الإسلام وآمن ظاهراً وقد أضمر الإيمان من قبل. فيُحكم بإسلامه وإيمانه مستنداً إلى ذلك الوقت الذي يحدّث عن نفسه أنّ ما رآه من النبي صلّى الله تعالى عليه وسلّم دعاه إلى الدخول في الإسلام والإسلام يعلو ولا يُعلى. هكذا كنت أظنّ وبقيت أترجّى أن أظفر بما يؤيّدني حتّى وقفت على ما يؤيّدني فيما قلته. قال الإمامان ابن حجر والعيني واللفظ لابن حجر: أخرج ابن إسحاق من حديث ابن عباس "أنّ النبي صلّى الله تعالى عليه وسلّم قال: يا عباس افدِ نفسك وابن أخويك عقيل ابن أبي طالب ونوفل ابن الحارث وحليفك عتبة بن عمرو فإنّك ذو مال، قال: إنّي كنت مسلماً. ولكنّ القوم استكرهوني، قال: الله أعلم بما تقول. إن

كنت ما تقول حقاً إن الله يجزيك ولكن ظاهر أمرك أنك كنت علينا اهـ.(257/7)

قال ابن الجوزی فی "كشف المشكل من حديث الصحيحين":

العباس بن عبد المطلب عمّ رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلّم كان أسنّ من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلّم بثلاث سنين وأسلم قديماً وكان يكتم إسلامه وخرج مع المشركين يوم بدر فقال النبی صلى الله تعالى عليه وسلّم من لقی العباس فلا يقتله فإنّه أخرج مستكرهاً فأسره أبو اليسر ففادى نفسه ورجع إلى مكّة ثمّ أقبل مهاجراً. انتهى.(1048/1)

ثمّ إنّه لاجدوى لأمثالنا ممن لم يبلغ مبلغ الناقد البصير ولم يُعط حظاً من التمييز فی التعلق بكل ماذكر فی المرسل بالتفصيل إنّما سبيلنا أن نقبل المرسل ونعتمده ثقة بالعدول من أئمة النقل قال الإمام أحمد رضا قدّس سرّه فی "الهاد الكاف فی حكم الضعاف".

أقول: إنصافاً يلزم غير الناقد من الآخذين الاحتجاج بالمراسيل فی الأحكام فسبيله إنّما هو الاعتماد على قول الناقد لا النقد، فإنّه تكليف ما لا طاقة له به فذكر السند وعدم ذكره عنده سيان بلا شبهة. إنّ قول ناقد محتاط: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلّم، إن لم يكن أعلى من تصحيح صريح والتراخی فليس أقل منه، وما يحتمل من مساهلة وتحسين ظن وخطأ فی النظر هنا، فقد يحصل هنالك، بل قد جُرّب وشوهد مع هذا كلّه صرّح الأئمة ابن الصلاح والطبری والنووی والزركشی والعراقی والعسقلانی والسخاوی وزكريا الأنصاری والسيوطی وغيرهم ما معناه: إنّه لو نصّ إمام معتمد على صحة حديث، أو رواه فی كتاب ملتزم الصحة، كفى هذا القدر للاعتماد وجاز الاحتجاج به كما ذكرنا نصوصهم فی "مدارج طبقات الحديث". تقدّم نصّ القاری عن شيخ الإسلام فی الإفادة الحادية والعشرين. فما الوجه فی أن لا يعتمد عليه ههنا؟

لاجرم هذا كقول الإمام أحمد أو يحيى: هذا الحديث صحيح. أو كإيراد البخاری أو مسلم أو ابن خزيمة أو الضياء حديثاً فی "الصحاح". وسكوت المنذری فی "مختصره" كذلك، وكذلك إيراد ابن السكن فی "الصحيح" وعبد الحق فی "الأحكام".

ويقبل قول إمام معتمد ناقد محتاط كذلك كما يقبل قول هؤلاء كذلك: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلّم كذا. فعل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلّم، إلى غير ذلك من أحكامه وأحواله ونعت جماله وشؤون جلاله وصفات كماله، صلوات الله تعالى وسلامه عليه وعلى آله صلى الله تعالى عليه وعليهم وبارك وسلّم وشرّف وكرّم ومجّد وعظّم. آمين.(ص۲۳۱)

فلا سبيل إلى ردّ الحديث بحيلة أنّه مرسل، وكفانا ما أشار علينا أئمتنا بالاتباع لما صحّحوه ورجّحوه، قال العلائی الحصكفی فی الدرّ المختار: أمّا نحن فعلينا اتباع ما صحّحوه ورجّحوه كما لو أفتونا فی

حياتهم .(77/1)

خلاصة البحث: يتلخص البحث في أمور أحدها: أن الحديث مقبول وهو على إرساله في حكم الموصول.

ثانيها: أنه تلقى بالقبول وخرجه الأئمة الفحول ولو كان الإمام البخاري انفرد به لكفى به حجة فكيف وقد وافقه على تخريجه الأئمة الحجة؛

ثالثها: أن الحديث تأيد بالحديث وتوفر معناه وهو التخفيف والتخصيص في غير ما حديث كما هو ظاهر مما أسلفنا.

رابعها: أن الحديث لا يخالف ظاهر القرآن لما أسلفناه من البيان وحكيناه من إمكان الجمع عن القرطبي وغيره فتذكر.

خامسها: أنه لا مانع من تخفيف عذاب غير الكفر وقد مرت أدلته.

سادسها: العذاب الذي جرى ذكره في الآية وأنه لا يخفف عن الكفار ليس على إطلاقه وإنما هو مقيد بكونه عذاب الكفر وقد مرت شواهد بتقييده أو تخصيصه فتذكر.

سابعها: المرجع في فهم معاني الكتاب إلى بيان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم والناس على مراتب: فمنهم العلماء الذين يتلقون عن المجتهدين وهم الذين تلقوا عن الصحابة والصحابة فهموا عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ومنهم العامة كأمثالنا الذين ليس لهم حظ في تصحيح ولا ترجيح فوظيفتنا الاعتماد على ما نقله إلينا أئمة النقل من كلام النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وما أداه إلينا المتفقهون الذين أوتوا فهماً لمعاني الكتاب والسنة فأدوا إلينا ما فهموا. فإليهم المرجع وعليهم المعول فيما ينقلون وما يحكمون. قال الله تعالى "يأيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الأمر منكم ".(النساء:59)

ثامنها: أن الحديث لا يضره كونه رؤيا منام فلا ينحط الحديث عن درجة الاحتجاج.

تاسعها: بل لا يضره ما قيل في الجواب لعل الذي رآه لم يكن إذ ذاك أسلم كما أسلفنا.

عاشرها: قدمنا نصاً جلياً على أن عباس أسلم قديماً وكان يكتم إسلامه فلم يستقم ما قيل عنه في الجواب والله أعلم بالصواب.

الحادي عشر منها: أن الحكم قد يبدو مطلقاً وهو مقيد كما تقدم عن الإمام أحمد رضا و اذكر ما آثرنا من نصه عن "المستند المعتمد" ولا يتنبه للتقييد إلا العلماء.

الثاني عشر: أن بالنبي صلى الله تعالى عليه وسلم شفاعات أدناها إراحته صلى الله تعالى عليه وسلم أهل الموقف كما تقدم، وهذا يثبت بها التخفيف عن جملة الكافرين من شدة الوقوف ومن

جملتها شفاعته في تخفيف بعض العذاب عن بعض الكفرة كما ورد في صحيح مسلم. وقدّمنا أن كل هذه الشفاعات تخصيصات للعمومات ويمكنك من خلال ما أسلفنا أن تفهم أن الأدلّة من الكتاب والسنّة متعارضة. فبعضها تفيد أن لا اعتداد بحسنات الكافر فلا يثاب عليها في الآخرة ولا يخفف عنه من عذابها وبعضها تفيد الاعتداد والتخفيف عن بعض العباد. واذكر قوله تعالى "ونضع الموازين

القسط" (الأنبياء: 47) الذي ذكره القرطبي في "التذكرة" في معرض الاستدلال للبحث النظري الذي أورده ابن حجر في "الفتح" ممّا يدلّ على أن أعمال الكفرة توزن وأصرح دليل على عموم الوزن قوله تعالى "والوزن يومئذ الحق فمن ثقلت موازينه فأولئك هم المفلحون ومن خفّت موازينه فأولئك الذين خسروا أنفسهم بما كانوا بآياتنا يظلمون" (الأعراف: 8,9)، وهو كما ترى يدلّ على الاعتداد بأعمال الكفرة في الجملة. ولا محيد عن التوفيق والجمع وادّعاء التخصيص دفعاً للمعارضة ما أمكن. فالسبيل أن يعتقد "انّ الله لا يغفر أن يشرك به" كما أخبر سبحانه وتعالى في محكم كتابه وأمّا غفران غير الكفر بالتخفيف عمّن يشاء من الكفرة فذلك إلى مشيئة الله "ويغفر ما دون ذالك لمن يشاء".

واذكر حديث عبد الله بن مسعود عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم "ما أحسن محسن من مسلم ولا كافر إلا أثابه الله [إلى قوله] ما إثابته في الآخرة قال: عذاب دون العذاب.

أورده ابن حجر في الفتح وقال: أنّ سنده ضعيف. ولا عليك ما قال. فقد حكم على السند دون المتن، ولا يلزم من ضعف السند ضعف المتن. كيف وقد صحّ هذا المعنى فيما ورد في قصّة أبي طالب من طرق متعدّدة. وحمله ابن حجر على التخفيف فيما يتعلّق بعذاب معاصيه بخلاف عذاب الكفر. وهذا كما ترى حمل" للحديث على معنى صحيح وتقرير لما قاله القرطبي. وإعادة بالمعنى لما قدّمه من قوله "أمّا ذنب غير الكفر فما المانع من تخفيفه". فالحديث ثابت وإن ضعف السند ولا يعدل عن الرواية إذا وافقها دراية هذا ما يسعني من تلخيص كلمات الأئمة والله الموفق.

وأخيراً أوجّه كلمة إلى السيّد جميل فأقول: ياسيّدي! لايهمّك جهالة القائل. بل بعد جزالة القول، وقد قيل قديما "لاتنظر إلى من قال وانظر إلى ما قال". وصلّى الله تعالى على سيّدنا محمد وصحبه خير صحب وآله خير آل.

المراجع:

١۔ إكمال المعلم: القاضي عياض المالكي، دار الكتب العلمية بيروت.
٢۔ الدر المختار: علاء الدين الحصكفي، مطبعة مصطفى البابي.
٣۔ شرح البردة: إبراهيم الباجوري، ممبى الهند.
٤۔ شرح المواهب: محمد ابن عبد الباقي الزرقاني، دار المعرفة بيروت.
٥۔ شرح الهمزية: ابن حجر الهيتمي المكي، دار المنهاج جدة.
٦۔ صحيح البخاري: محمد بن إسماعيل البخاري، دار أرقم بيروت.
٧۔ عمدة القاري: بدر الدين محمد العيني، المكتبة الرشيدية پاكستان.
٨۔ فتح الباري: ابن حجر العسقلاني، دار إحياء التراث العربي بيروت.
٩۔ فتح المغيث شرح ألفية الحديث: شمس الدين محمد السخاوي، بركات الرضا گجرات الهند.
١٠۔ الفصول في الأصول: أبو بكر أحمد بن علي الجصاص الرازي، دار الكتب العلمية.
١١۔ فيض القدير: عبد الرؤوف المناوي، دار المعرفة بيروت لبنان.
١٢۔ كشف المشكل من حديث الصحيحين: أبو الفرج ابن الجوزي، دار الوطن الرياض.
١٣۔ المستند المعتمد: أحمد رضا القادري البريلوي، المجمع الإسلامي، مبارك فور.
١٤۔ المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم: أبو العباس أحمد بن عمر القرطبي، دار ابن كثير بيروت.
١٥۔ المواهب اللدنية: أحمد القسطلاني، بركات رضا گجرات الهند.
١٦۔ الهاد الكاف في حكم الضعاف: أحمد رضا القادري البريلوي، دار السنابل دمشق سوريا.
١٧۔ اليواقيت والدرر في شرح نخبة ابن حجر: عبد الرؤوف المناوي، مكتب الرشد الرياض.

٭٭٭

حدیث افتراق امت اور عقائد اہل سنت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

و آلہ وصحبہ الکرام اجمعین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین

حدیث افتراق امت سے متعلق محب محترم حضرت مولانا رضوان احمد شریفی کے مضمون کا بیشتر حصہ میں سن چکا ہوں اور ہنوز سلسلہ سماعت جاری ہے، مجھے موصوف سے اس بات میں پورا اتفاق ہے کہ بہتر فرقے جن کی پیشین گوئی حدیث میں کی گئی وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، بحکم خلود فی النار سوائے اہل سنت و جماعت کے کوئی ایسا فرقہ جس کی بد مذہبی حد کفر تک پہنچی اور جو بعینہ کفر کا مرتکب ہوا مستثنیٰ نہیں ہے، حدیث اپنے قرائن مقالیہ سے صاف بتارہی ہے کہ صادق مصدوق دانائے غیوب خدا کے محبوب نے یہ غیب کی خبر دی کہ ان کی امت اجابت میں سے کچھ لوگ کلمہ پڑھ کر یہود ونصاری کی طرح انکار ضروریات دین وتکذیب سید المرسلین ﷺ کے مرتکب ہو کر دین سے نکل جائیں گے، مرتد ہو جائیں گے اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اس پر حدیث مذکور کے چند الفاظ صاف قرینہ ہیں ازاں جملہ صدر حدیث کا وہ جملہ جس سے حدیث افتراق شروع ہوئی ہے: "عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ لیأتین علی امتی ما أتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل حتی ان کان منھم من أتی امّہ علانیۃ لکان فی امتی من یصنع ذلک وإن بنی اسرائیل تفرّقت علی ثنتین وسبعین ملّۃ و تفترق أمتی علی ثلث وسبعین ملّۃ کلھم فی النار الا ملّۃ واحدۃ قالوا: من ھی یارسول اللہ ﷺ قال: ما انا علیہ و اصحابی"

"لیأتین علی امتی ما أتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل" یعنی میری امت پر ہلاکت خیز زمانہ آئے گا جس طرح بنی اسرئیل پر ایسا زمانہ آیا یا میری مخالفت میری امت پر مسلط ہوگی جس طرح بنی اسرئیل پر اپنے نبی کی مخالفت مسلط ہوئی جو ان کی ہلاکت کا باعث ہوئی، چنانچہ ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں: فاعل لیأتین مقدر یدل علیہ سیاق الکلام و الکاف منصوب عند الجمھور علی المصدر ای لیأتین علی امتی زمان اتیانا مثل الاتیان علی بنی اسرائیل او لیأتین علی امتی مخالفۃ لما انا علیہ مثل المخالفۃ التی اتت علی بنی اسرائیل حتی اھلکتھم۔

ہلاکت خیزی اور مسلط ہونے کا معنی لفظ "علی" نے دیا ہے جو اس جگہ لیأتین کا صلہ ہے "علی" استعلا وغلبہ اور معنی اضرار کے لئے آتا ہے لہٰذا ہم نے ترجمہ ان الفاظ سے کیا جو ابھی مذکور ہوئے، یہ اس کا خلاصہ ہے جو ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرمایا، جس کی عبارت مولانا رضوان صاحب نے اپنے مقالے میں درج کی، بخوف طوالت اعراب لفظی اور پوری عبارت ذکر کرنے سے ہم نے گریز کیا۔

دوسرا قرینہ خود اسی حدیث میں "حذو النعل بالنعل" ہے جس کا معنی یہ ہے کہ مذکورہ فرقوں میں بنی اسرائیل سے ایسی مطابقت ہوگی جیسی ایک نعل دوسری نعل کے مطابق ہوتی ہے۔

تیسرا قرینہ خود یہ جملے ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ بنی اسرائیل بہتر ملت ہو گئے اور میری امت تہتر ملت پر متفرق ہوگی۔اور ایک روایت میں یوں فرمایا کہ یہودی اکہتر یا بہتر فرقے ہو گئے، اور نصرانی اکہتر یا بہتر فرقے ہو گئے، اور میری امت تہتر فرقے ہو جائے گی۔

یہ جملے صاف بتا رہے ہیں کہ ان فرقوں میں کمال مشابہت وتمام مطابقت کیت وکیفیت کے اعتبار سے ہوگی جس طرح یہود ونصاریٰ تحریف وتبدیل کے مرتکب ہو کر متعدد فرقے ہوئے اور اس طرح ایک فرقے کے سوا جس نے تحریف وتبدیل نہ کی سب دین سے خارج ہوئے، اسی طرح میری امت میں بہتر فرقے ہوں گے جن کا حال تمام وکمال یہود ونصاریٰ کے عقائد کے مطابق ہیں، حدیث کا ایک ایک کلمہ اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ حدیث ان لوگوں سے مشابہ ومطابق ہوگا بہتر کے بہتر دوزخ میں رہیں گے اور ایک گروہ اس حکم سے مستثنیٰ ہوگا وہ اہل سنت وجماعت ہیں جن کے عقائد حضور سرور عالم ﷺ کی خبر دے رہی ہے جو یہود ونصاریٰ کی طرح دین سے نکل جائیں گے انہی کے بارے میں یہ فرمایا "کلھم فی النار" سب کے سب ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، یہ جملہ اخیرہ بھی ان لوگوں کے حق میں "خلود فی النار" کی تصریح ہے اور بجائے خود یہ مستقل قرینہ ہے کہ حدیث امت اجابت میں سے نکلنے والے ان فرقوں کی خبر دے رہی ہے جن کے اعتقادات واقوال بعینہ کفر ہوں گے اور وہ ان کے سبب مرتد ہو جائیں گے، "کلھم فی النار" جملہ اسمیہ ہے جو مفید ثبوت ودوام واستمرار ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ ان فرقوں کے لئے یہ حکم ثابت ودائم ومستمر ہے یہ کس پر پوشیدہ ہے کہ "فی النار" ظرف مستقر ہے جس میں عامل کائن یا اس کے مناسب اس کے ہم معنی کوئی لفظ ہے، خواہی نخواہی اس جگہ عامل ظرف "داخلون" مقدر ماننا قرائن حدیث کے خلاف اور عربیت سے بیگانہ ہے۔

یہاں ایک اور قرینہ خود نفس حدیث میں یہ ہے کہ دوسری روایت میں فرقہ کے بجائے ملت فرمایا گیا جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حدیث یہ خبر دے رہی ہے کہ متفرق ہونے والے لوگ بہتر ملتوں پر متفرق ہوں گے، یہ ملتیں ملت اسلام سے جدا ہوں گی جیسا کہ حکم استثناء سے ظاہر ہے اور اس طرح "فی النار" کو ظرف لغو قرار دینا قرائن حدیث کے خلاف ہے جو "خلود فی النار" پر دلالت ظاہرہ کر رہے ہیں اور یہ جملہ "کلھم فی النار" ان قرائن کا مزید مؤید ہے، ان جملہ قرائن سے صرف نظر بے قرینہ صارفہ وبلا عذر معنی متبادر کو چھوڑنا زبردستی ہے۔

یہاں تک وہ قرائن بیان ہوئے جو "خلود فی النار" کے مقتضی ہیں، اب دخول فی النار سے مانع قرینہ لیجئے، وہ یہ ہے کہ اگر "دخول فی النار" برخلاف اصل مقدر مانیں اور "فی النار" کو ظرف لغو قرار دیں اور ارتکاب حذف کریں تو بات نہیں بنتی اس لئے کہ "دخول فی النار" فرقوں کے درمیان اور افراد اہل سنت کے درمیان مشترک ٹھہرے گا، اور حکم استثنا جو مستثنیٰ منہ کے لئے مستثنیٰ سے فرق وامتیاز پاتا ہے لغو قرار پائے گا، اس کا یہ تدارک جو علامہ فرنگی محلی نے کیا کہ فرقے من حیث الاعتقاد اور عصاۃ مومنین من حیث العمل داخل نار ہوں گے رافع اشتراک نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ تو حکم استثنا "خلود فی النار" مقدر ہے، بلفظ دیگر جو تکذیب وانکار ضروریات دین کے مرتکب ہو کر مرتد بے دین ہو جائیں گے، اسی معنی کی تعیین "و تفترق امتی علی ثلاث و سبعین

ملة كلهم في النار الا ملة واحدة. قالوا: من هي يا رسول الله! قال: ما أنا عليه و اصحابي" سے ہوتی ہے۔ جس میں بہتر ملتوں سے ایک ملت کا استثنا فرمایا، یعنی ان کی ملت جو اس دین پر ہوں جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں، جس کا صاف مطلب ہے کہ یہ ملتیں باطل و مخالف اسلام ہوں گی، ملت حقہ ایک ہوگی جس کا بیان "ما أنا عليه و اصحابي" سے فرمایا، یہاں سے ظاہر ہوا کہ حدیث کے یہ لفظ دوسری روایت میں "فرقة" کی تفسیر مراد ہیں، ملت کا اطلاق جس طرح دیانت پر ہوتا ہے اسی طرح اہل دیانت پر بھی آتا ہے اور حدیث میں ملت سے مراد اہل ملت ہیں اس پر قرینہ "كلهم في النار" دوسرا قرینہ "من هي" اور "الا ملة واحدة" ہے۔ قال الطيبي: "الا ملة واحدة" أي أهل ملة واحدة (۱/۲۳۶)

ان الفاظ حدیث نے قرائن سے جو معنی مستفاد ہوئے ان کو مزید مؤکد و مقرر کر دیا، بلکہ اگر کہا جائے کہ یہ الفاظ حدیث اسی معنی کو معین کر رہے ہیں تو بیجا نہ ہوگا، علامہ طیبی نے اسی معنی کو مقدم فرمایا اور دوسرے معنی کو بطور احتمال ذکر کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ پہلا معنی ان کا مختار ہے جس پر انہیں جزم ہے، دوسرا معنی صرف بطور احتمال ذکر کر گئے جس پر انہیں جزم نہیں اسی لئے تو "وإذا حمل" کہہ کر ذکر کیا، چنانچہ فرماتے ہیں: الملة في الأصل ما شرع الله تعالى لعباده على ألسنة الأنبياء ليتوصلوا به إلى جوار الله، ويستعمل في جملة الشرائع دون آحادها، ثم اتسعت فاستعملت في الملل الباطلة، فقيل: الكفر ملة واحدة. "والمعنى أنهم يفترقون فرقاً يتدين كل واحد منها بخلاف ما يتدين به الأخرى، فسمي طريقتهم ملة مجازاً، وإذا حمل الملة على أهل القبلة فمعنى قوله "كلهم في النار" أنهم متعرضون لما يدخلهم النار من الأفعال الردية، أو المعنى أنهم يدخلونها بذنوبهم، ثم يخرج منها من لم يفض به بدعته إلى الكفر برحمته". (طیبی ۱/۲۳۵، ۲۳۶)

ترجمہ: ملت اصل میں وہ دین ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے انبیاء کی زبانوں پر مقرر فرمایا تا کہ اس کے ذریعہ اللہ کی نزدیکی تک پہنچیں اور ان کا استعمال احکام شریعت کے مجموعہ میں ہوتا ہے آحاد میں نہیں، پھر اس میں وسعت ہوئی تو ملت کا استعمال باطل ملتوں کے لئے ہوا تو کہا گیا سارا کفر ایک ہی ملت ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ وہ لوگ فرقوں میں بٹ جائیں گے اور ہر ایک فرقہ دوسرے کے برخلاف دین پر ہوگا، تو ان کے طریقے کو مجازاً ملت کا نام دیا، اور اگر ملت کو اہل قبلہ پر محمول کیا جائے تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے قول "كلهم في النار" کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ ان افعال ردیہ کے در پے ہوں گے جو انہیں دوزخ میں داخل کریں گے، یا معنی یہ ہے کہ وہ دوزخ میں اپنے گناہوں کے ساتھ جائیں گے پھر اللہ کی رحمت سے وہ باہر آئیں گے جن کی بدعت نے انہیں کفر تک نہ پہنچایا انتھی

علامہ طیبی کی عبارت جو ان الفاظ سے شروع ہوئی "والمعنى أنهم يفترقون فرقا يتدين كل واحد منها بخلاف ما يتدين به الاخرى" سے صاف ظاہر ہے کہ یہ فرقے عقائد میں دین اسلام کے مخالف ہوں گے اور خلاف اسلام عقائد باطلہ کو اپنا دین ٹھہرائیں گے، اسی لئے انہوں نے "يتدين" سے تعبیر فرمایا، اس توجیہ کو مقدم فرمایا یہ قرینہ اختیار ہے نیز یہ اس امر کا قرینہ ہے کہ "ملة" سے یہی معنی متبادر ہے جس کی طرف ذہن سبقت کرتا ہے، یہ اس بات کی علامت ہے کہ ملت بمعنی دین حقیقت ہے جس کے لئے عند الاطلاق کوئی قرینہ درکار نہیں، اس کے برخلاف ملت بمعنی افعال ردیہ مجاز ہے جس کے لئے قرینہ درکار

ہے اور یہاں متعدد قرائن ملت کے حقیقی معنی پر موجود ہیں اسی لئے علامہ طیبی کی طرح دوسرے شارحین نے بھی اسی معنی کو مقدم رکھا، علامہ طیبی کے کلام میں دوسرا قرینہ یہ ہے کہ جب دوسری توجیہ ذکر کی تو یوں فرمایا، وإذا حمل الملّة على اهل القبلة الخ. یہاں افعال ردیہ کا ذکر کیا جو پہلے معنی کو بقرینہ مقابلہ مؤکد کررہا ہے اس لئے کہ افعال یہاں بمقابلہ عقائد باطلہ بولا گیا اور اہل قبلہ سے مراد وہ گنہ گار مسلمان ہیں جو اپنے افعال ردیہ کے سبب فسق کے مرتکب ہوں گے، اور ایک مدت تک بمشیت الٰہی دوزخ میں رہیں گے اہل قبلہ کے مصداق وہ لوگ نہیں جو منافی اسلام عقیدہ رکھیں اگرچہ روبقبلہ ہو کر نماز پڑھیں اور بظاہر عبادت گذار واطاعت شعار ہوں اس لئے کہ اہل قبلہ کا اطلاق عبادت میں فساق مومنین پر ان لوگوں کے مقابل جن کا ذکر "یتدیّن" کہہ کر فرمایا تو سیاق و سباق سے متعین ہے کہ اہل قبلہ وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین پر ایمان رکھیں اور ان کے عقائد اسلامی ہوں وہ نہیں جو تکذیب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم وانکار ضروریات دین کے مرتکب ہوں۔

پھر علامہ طیبی کی مذکورہ دوسری توجیہ محل نظر ہے کہ خلاف ظاہر ہے بلکہ ملت کے حقیقی معنی جو خود ان کی عبارت سے اور سیاق و سباق کے تقابل سے واضح ہے اس نے ظاہر متبادر کو مرتبہ مفسر میں رکھا ہے اور مخالف اسلام امور باطلہ کو مراد ہونے کے لئے معین کر دیا ہے پھر اس حمل سے مانع وہی ہے جو گذرا کہ اس صورت میں دخول فی النار مشترک ٹھہرے گا اور حکم استثنا لغو قرار پائے گا۔ لفظ امتی جس میں امت کی اضافت سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی طرف کی سے ظاہر ہے کہ یہ فرقے امت اجابت سے نکلیں گے، چنانچہ طیبی لکھتے ہیں: "المراد بالأمة من تجمعهم دائرة الدعوة من أهل القبلة لانه أضافهم إلى نفسه" (۲۳۵/۱)

دوسرا قرینہ خود علامہ طیبی کے ختم بحث پر یہ الفاظ ہیں: ثم يخرج منها من لم يفض به بدعته إلى الكفر بو حمته" اور یہ بھی احتمال ہے کہ امت سے مراد امت دعوت ہو مگر اول الذکر معنی ظاہر تر ہے اسی لئے طیبی نے اس کو مقدم فرمایا، مرقاۃ شرح مشکوۃ ملا علی قاری میں: قيل يحتمل أمة الدعوة و يحتمل أمة الاجابة والثاني هو الأظهر. و نقل الأبهري أن المراد بالأمة أمة الاجابة عند الأكثر (۳۸۰/۱)

ابہری نے فرمایا کہ اکثر علما کے نزدیک امت اجابت ہی مراد ہے:

تنبیہ: "ان کے طریقے کو مجاز ملت" کا نام دیا" اس سے مراد مجاز متعارف ہے جس پر قرینہ طیبی کا قول "اتسعت" (اس میں وسعت ہوگئی) ہے اور مجاز متعارف بوجہ غلبۂ استعمال وتبادر حقیقت کے قبیل سے ہے تامی شرح حسامی میں ہے: "المجاز متعارف أي غالب الاستعمال من الحقيقة أو اغلب معاني الفهم من اللفظ" تو ہماری تقریر آئندہ اور کلام طیبی میں منافات نہیں۔

اور ملت سے مراد اصول دین کی مخالفت اور ضروریات دین کا انکار ہے جس پر قرینہ "ثم اتسعت فاستعملت في الملل الباطلة فقيل: الكفر ملّة واحدة" ہے تو اس کا مآل عقیدے میں مخالفت اسلام ہے۔

علامہ طیبی سے زیادہ اختصار کے ساتھ علامہ جلال الدین دوانی نے حکما صراحت کے ساتھ افادہ فرمایا کہ یہاں اعتقاد مخالف اسلام مراد ہے اسی طرح شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے افادہ فرمایا جیسا کہ ہماری تقریر آئندہ سے ظاہر ہے چنانچہ شرح

جلالی میں ہے: كلها في النار من حيث الاعتقاد فلا يرد أنه لو أريد الخلود فيها فهو خلاف الإجماع فإن المؤمنين لا يخلدون في النار وإن أريد به مجرد الدخول فيها فهو مشترك بين الفرق إذ ما من فرقة إلا وبعضهم عصاة

شیخ محقق فرماتے ہیں: ہمہ ایشاں مستحق درآمدن دوزخ باشند بجہت سوء اعتقاد و الا بجہت عمل شاید کہ فرقہ ناجیہ نیز درآیند قول بآنکہ ذنوب فرقہ ناجیہ مطلق مغفور است سخن بے دلیل است۔

علامہ جلال الدین دوانی کی جامع ومختصر عبارت میں ادنیٰ تامل سے یہ خوب روشن ہے کہ پہلی توجیہ جو انہوں نے ان الفاظ سے کی "كلها في النار من حيث الاعتقاد" ہی متعین ہے اور دوسرے احتمال کی گنجائش نہیں جس کو انہوں نے یہ کہہ کر مسترد فرمادیا "وإن أريد به مجرد الدخول فيها فهو مشترك بين الفرق الخ"۔

بحمدہ تعالیٰ یہ اسی معنی کی تصریح ہے جو ہم پہلے مفصل بیان کر آئے۔

علامہ دوانی کی عبارت میں اعتقاد سے ہر گونہ اعتقاد مراد نہیں بلکہ وہ اعتقاد مراد ہے جو ان فرقوں کو مستثنیٰ منہ سے ممتاز وجدا کردے جیسا کہ مقتضائے استثنا کہ مانع اشتراک ہے سے ظاہر ہے لہٰذا الف لام یہاں پر عہد کے لئے ہے اور معنی یہ ہے "كلهم في النار" "من حيث الاعتقاد المُكفِر الموجب لخلودهم في النار"۔

مزید برآں علامہ دوانی کے کلام میں اس پر جداگانہ قرینہ مقالیہ ہے کہ "خلود" کے مقابل انہوں نے یہ فرمایا "وإن أريد الدخول" اور اپنی عبارت سے صاف بتایا کہ "دخول في النار" مراد نہیں ہوسکتا کہ اس تقدیر پر مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ میں قدر مشترک لازم آئے گی اور حکم استثنا کہ مستثنیٰ منہ کے لئے مستثنیٰ سے جدائی وامتیاز کا متقاضی ہے لغو ٹھہرے گا کما مرّ یہ قرینہ واضحہ اعتقاد مکفر کو متعین کر رہا ہے۔

علامہ دوانی کا جملہ مذکورہ سے متصل "فلا يرد أنه لو أريد الخلود فيها فهو خلاف الاجماع" فرمانا دفع دخل مقدر ہے اور اس سوال کا پیشگی جواب ہے کہ "كلهم في النار" بظاہر خلاف اجماع ہے اس لئے کہ اس پر اجماع قائم ہے کہ مومنین ہمیشہ دوزخ میں نہ رہیں گے من حیث الاعتقاد کی قید لگا کر اس دخل مقدر کو دفع فرمایا پھر اس پر یہ تفریع فرمائی جس کا حاصل یہ ہے کہ جب حکم مذکور فی الحدیث اعتقاد مکفر کی حیثیت سے ہے تو حدیث مومنین کے بارے میں نہیں بلکہ اہل کفر وارتداد کے بارے میں ہے، اور ان کے لئے خلود فی النار ہے، اب یہ اعتراض نہ ہوگا کہ اگر خلود مراد ہو تو یہ خلاف اجماع ہے اس لئے کہ مومنین دوزخ میں ہمیشہ نہ رہیں گے۔

یہاں سے ظاہر ہوا کہ امام دوانی کے قول میں "فا" تفریع کے لئے ہے، یا فائے فصیحہ ہے جو شرط مقدر کو ظاہر کر رہی ہے، اب تقدیر عبارت یہ ہوگی "كلهم في النار من حيث الاعتقاد المكفر وإذا كان الحكم المذكور في الحديث من حيث الاعتقاد المكفر فلا يرد الخ"

اسی طرح شیخ محقق کی عبارت میں سوء اعتقاد سے اعتقاد مکفر مراد ہونا متعین ہے جس پر ان کی عبارت کے متاخر فقرے قرینہ واضحہ ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں: "والا بجہت عمل شاید کہ فرقہ ناجیہ نیز درآیند"۔ یہاں عقیدے کے مقابلے میں عمل ارشاد فرمایا

اور اس جہت سے دخول فی النار فرقہ ناجیہ و دیگر فرق میں مشترک ٹھہرایا یہ دخول خلود کے مقابل ہے جو اصحاب کفر وارتداد کا خاصہ ہے بخلاف دخول کہ یہ عصاۃ مومنین کے لئے بھی بمشیت الٰہی ہوگا، پھر وہ اللہ کی رحمت سے دوزخ سے باہر آئیں گے۔

ڈاکٹر اسید الحق نے امام جلال الدین دوانی کی عبارت لکھ کر درج ذیل تبصرہ کیا ہے: ملا جلال الدین محقق دوانی نے بھی یہاں "کلها فی النار" سے "دخول فی النار" مراد لینے کو ترجیح دی ہے (ص ۵۲) یہ دعویٰ محل منع میں ہے ملا جلال الدین دوانی کی عبارت میں کونسا لفظ ایسا ہے جو اس پر دلالت کر رہا ہے کہ بقول اسید الحق "ملا جلال الدین محقق دوانی نے بھی یہاں "کلها فی النار" سے "دخول فی النار" مراد لینے کو ترجیح دی ہے۔

من حیث الاعتقاد میں کونسا ایسا قرینہ ہے جو دخول فی النار کو متعین کر رہا ہے وہ قرینہ بتایا جائے، خلود فی النار کس کے پیش نظر مراد نہیں ہوسکتا، دخول فی النار دونوں فرقوں میں فرق ہالکہ اور ناجیہ میں مشترک ہے، خواہ دخول من حیث الاعتقاد ہو یا من حیث العمل، اشتراک سے مفر نہیں اور استثنا مانع اشتراک و مقتضی امتیاز ہے اس کے برخلاف قدر مشترک کہ دخول فی النار ہے اس امتیاز کی رافع ہے، اس صورت میں لازم آتا ہے کہ فرق باطلہ اور فرقہ ناجیہ دونوں ناجی ہوں آخر ایک مدت کے بعد عذاب سے نکالے جائیں اس کا مآل نجات ہی تو ہے جو دونوں میں اس طور پر مشترک قرار پاتا ہے۔

آنجہانی اسید الحق کہتے ہیں: "محقق دوانی نے" "من حيث الاعتقاد" کی قید لگا کر جس اعتراض کا جواب دیا ہے" الخ بتایا جائے کہ یہ قید کس قسم کی ہے، احترازی ہے تو اس سے کیا فائدہ برآمد ہوا کہ دخول فی النار دونوں میں مشترک اور وہ رافع امتیاز ہے اور اس کا مآل وہی ہے جو ابھی گذرا کہ دونوں ناجی ٹھہرتے ہیں اگر چہ ایک مدت کے بعد، تو دونوں کا مآل ایک ہے اور قید احترازی امتیاز کی مقتضی ہے اور جب یہ قید احترازی نہیں تو پھر یہ کیسی قید ہے اور اسے قید کہنا کیوں کر درست؟ پھر اس تقدیر پر جب کہ اشتراک سے مفر نہیں تو اعتراض کا جواب کیسے ہوگیا اور ایراد کیسے دفع ہوگیا؟

اب یہیں سے کیا کوئی نہیں کہہ سکتا کہ محقق دوانی کے یہ لفظ "وإن أريد الدخول فهو مشترك بين الفرق" خود اس بات کا قرینہ مقالیہ ہیں کہ حدیث عصاۃ مومنین کے بارے میں نہیں عام ازیں کہ وہ عاصی من حیث الاعتقاد ہوں یا عاصی من حیث العمل ہوں کہ اشتراک جس کے دو لوازم فاسدہ جو مذکور ہوئے حدیث کے مفہوم کے یکسر رافع ہیں اور اس صورت میں حکم استثنا کہ مقتضی امتیاز ہے لغو ٹھہرتا ہے، اور ایراد مندفع نہیں ہوتا تو مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی کا یہ کہنا "وجہ عدم الورود" الخ۔ کیا وجہ صحت رکھتا ہے کہ اشتراک تو بہر حال باقی رہتا ہے اور یہ اعتراض "وإن أريد الدخول فهو مشترك" بدستور قائم ہے۔

آگے آنجہانی ڈاکٹر اسید الحق نے شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی عبارت فتاویٰ عزیزیہ سے نقل کی ہے جو یوں ہے: "ایں شبہ شبہ قدیمہ است وعلما پنج شش جواب ازیں شبہ نوشتہ اند کہ در شرح عقائد ملا جلال وحواشی آں مذکور و مسطور اند و منتخب اجوبہ مذکورہ سہ جواب است، جواب اول ارجح واقوی است جواب محقق دوانی است کہ باختیار شق ثانی جواب دادہ اند الخ

اس پر مجھے کوئی تبصرہ نہیں کرنا ہے کہ اس پر جو اشکال ہے وہ ضمن سوالات میں پہلے ہی ظاہر کیا گیا یہ آنجہانی کی ذمہ داری تھی کہ توجیہ مدعیٰ و تنقیح عبارات مستدل بہا سے پہلے فارغ ہو لیتے، ہاں بطور معارضہ تحفۂ اثنا عشریہ سے چند عبارات ضرور درج ہوتی ہیں چنانچہ شاہ صاحب مذکور فرماتے ہیں: "تکفیر و حکم بارتداد شیعہ بلا اختلاف منطبق ست بر حال غلاۃ وکیسانیہ و اسماعیلیہ امامیہ زیدیہ

وروافض کہ خود را امامیہ میگویند در تکفیر آنہا اختلاف است۔ (ص ۱۱)

اور اس پر سوال ہے کہ یہ فرقے جنہیں شاہ صاحب بالاتفاق کافر مارہے ہیں حدیث مذکور نے ان فرقوں کی خبر دی کہ نہیں، شق اول مختار ہے تو بتایا جائے کہ اب مجرد دخول فی النار بالمعنی المذکور کا یہاں کیا احتمال ہے اور **کلهم فی النار** کہ جملہ اسمیہ مفید دوام واستمرار ہے کا مفاد کیا خلود فی النار نہیں؟ ہے اور ضرور ہے۔ شق دوم اگر مختار ہے تو اس دعوے پر کیا دلیل ہے کہ یہ فرقے مراد نہیں؟ بلکہ وہ فرقے مراد ہیں جو گنہگار مسلمانوں کی طرح ہیں ایک مدت تک داخل دوزخ ہو کر بالآخر باہر آئیں گے یہی سوال ڈاکٹر اسید الحق سے ان عبارتوں پر ہے جو انہوں نے مکتوبات اور شرح سفر السعادۃ سے درج کیں۔

اس کے متصل شاہ صاحب نے زیدیہ کے نو فرقے گنائے جن میں فرقہ اولی زیدیہ صرف کے علاوہ باقی فرقوں میں تکفیر صحابہ قدر مشترک ہے اور متاخرین زیدیہ صرف کہ اعتقاد میں موافق اہل سنت تھے سے معتزلہ و دیگر شیعوں سے گھال میل کے سبب اپنے مذہب میں تحریف کے مرتکب ہوئے اور بہت دور جا پڑے، اور فرقہ یعقوبیہ رجعت اموات کا قائل ہے چنانچہ تحفہ اثنا عشریہ میں ہے: اول زیدیہ صرف کہ اصحاب زید بن علی بودند و باوے بیعت کردند در خروج بر اولاد عبد الملک بن مروان واصول مذہب ازوے آموختند بلکہ بعضے از فروع نیز ازوے روایت کنند و تبرّا از صحابہ کبار جائز ندارند و نصوص متواترہ از زید بریں مدعا نقل نمایند و ہمہ را بہ نیکی یاد کنند و گویند کہ امامت حق مرتضی بود و او خود برائے شیخین و ذی النورین گزاشت و نیز گویند کہ بیعت خلفاء ثلاثہ خطا نبود زیرا کہ مرتضی باں راضی بود و معصوم بخطا و باطل راضی نشود و مذہب ایشاں موافق مذہب اہل سنت بود در جمیع مسائل امامت الا در ہمیں قدر کہ ایشاں فاطمی بودن امام را شرط دانند و بہ تفویض او دیگری را امام قرار دہند و گویا اصل زیدیہ فرقہ ثانیہ است از شیعہ اولی لیکن متاخرین ایشاں بسبب اختلاط با معتزلہ و شیعہ دیگر تحریف مذہب خود کردند و نہایت دور افتادند (ص ۱۴)

ہشتم یعقوبیہ: یاران یعقوب پر رجعت قائل اند و امامت ابوبکر و عمر را انکار کنند بلکہ بعضے از ایشاں تبرّا نمایند (ص ۱۵)

صحابہ پر تبرا اکثر فقہا کے نزدیک کفر ہے اور رجعت اموات کا قول کفر اجماعی ہے، ہندیہ میں ہے: الرافضي إذا كان يسب الشيخين ويلعنهما والعياذ بالله فهو كافر وان كان يفضل عليا كرم الله تعالى وجهه على أبي بكر رضي الله تعالى عنه لايكون كافرا إلا أنه مبتدع: ولو قذف عائشة رضي الله تعالى عنها بالزنا كفر بالله ويجب إكفارهم بإكفار عثمان وعلي وطلحة وزبير وعائشة رضي الله تعالى عنهم ويجب إكفار الزيدية كلهم في قولهم انتظار نبي من العجم ينسخ دين نبينا وسيدنا محمد ﷺ

ويجب إكفار الروافض في قولهم برجعة الأموات إلى الدنيا و بتناسخ الأرواح وبانتقال روح الإله إلى الأئمة. وبقولهم في خروج امام باطن وبتعطيلهم الامر والنهي إلى ان يخرج الإمام الباطن، وبقولهم إن جبريل عليه السلام غلط في الوحي إلى محمد ﷺ دون علي ابن أبي طالب رضي الله عنه وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الإسلام وأحكامهم أحكام المرتدين.

(یعنی رافضی اگر شیخین کو دشنام دیتا ہے اور ان پر لعنت بھیجتا ہے والعیاذ باللہ تو وہ کافر ہے، اور اگر حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ کو ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ پر فضیلت دیتا ہے تو کافر نہیں ہوگا ہاں وہ بدعتی ہے اور اگر عائشہ صدیقہ کو زنا کی تہمت لگاتا ہے تو اس نے

اللہ سے کفر کیا اور روافض کی تکفیر اس لئے واجب ہے کہ وہ عثمان، علی، طلحہ، زبیر اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کافر سمجھتے ہیں اور تمام زیدیہ کو کافر جاننا واجب ہے اس لئے کہ وہ ایک نبی کے منتظر ہیں جو عجم سے مبعوث ہوگا اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت کو نسخ کرے گا۔

اور رافضیوں کو کافر جاننا واجب ہے اس لئے کہ وہ دنیا میں مردوں کے واپس آنے کے قائل ہیں اور تناسخ ارواح کا عقیدہ رکھتے ہیں اور یہ مانتے ہیں کہ اللہ کی روح ائمہ میں منتقل ہو گئی اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ ایک امام باطن ظاہر ہوگا اور یہ کہ امر و نہی احکام شرع اس کے ظاہر ہونے تک معطل ہیں اور یہ مانتے ہیں کہ جبریل نے علی کو چھوڑ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لانے میں غلطی کی۔ تو یہ قوم ملت اسلام سے خارج اور ان کے احکام مرتدین کے احکام ہیں۔

ہندیہ کی عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ روافض زمانہ سب شیخین وتکفیر دیگر صحابہ وقذف عائشہ ودیگر کفریات قطعیہ کے قائل ہیں لہٰذا روافض زمانہ بالعموم مدت دراز سے اجماعی کافر چلے آرہے ہیں۔

آگے چل کر شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے امامیہ کے فرقوں کی تفصیل فرمائی اور ان کے مختلف عقائد خلاف اسلام شمار فرمائے جو یقیناً اجماعی کفر ہیں، کچھ فرقوں کو بالاتفاق کافر بتایا اور اسماعیلیہ کے چند فرقوں کو صراحۃ ملحد بتایا اور باقی کے وہ عقائد جو صراحۃ الحاد اور بے دینی ہیں گنوائے جیسے انکار معاد و بہشت و دوزخ اور قول برجعتِ اموات اور ظواہر نصوص پر عمل کو حرام جاننا محرمات قطعیہ کی تحلیل، نماز وغیرہ کے معانی شرعیہ کا رد و ابطال اور امام مہدی کی نبوت کا دعویٰ اور بعض انبیاء کی نبوت کا انکار اور باری تعالیٰ کے بارے میں یہ عقیدہ کہ وہ ازل میں حیات وسمع و بصر وارادہ سے متصف نہ تھا اور اس کے لئے جسم واعضاء ماننا اور اس کو صورت انسان پر جسم ماننا اور یہ کہ وہ عرش پر مستوی ہے اور ملائک اس کو اٹھائے ہوئے ہیں اور یہ کہ وہ کوئی کام کرتا ہے پھر اس پر نادم ہوتا ہے اور یہ کہ عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا علی کا مخلوق ہے اور بہت سے ائمہ کے لئے خاصۂ الوہیت "حی لا یموت" کا اعتقاد کرنا یعنی وہ زندہ ہیں انہیں موت نہ آئے گی۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام عقائد کفریہ ہیں اور ان کے معتقدین اجماعی کافر ہیں اور یہ سب حدیث تفترق "امتی" کا مصداق ہیں، شاہ صاحب کی تصریح کے بموجب ان کے حق میں دخول فی النار نہیں ہوسکتا، ان کے لئے خلود متعین ہے۔ (دیکھو تحفۂ اثنا عشریہ ص ۱۵ تا ۱۸)

واضح رہے کہ شاہ صاحب کی مذکورہ تفصیل جس میں انہوں نے روافض کے مختلف فرقوں کے وہ عقائد ذکر کئے جو اجماعاً کفر ہیں، ان کے پیش نظر اور خود شاہ صاحب کی فرقوں کے بارے میں سابق ولاحق تصریحات کے بموجب رافض زمانہ بالاتفاق کافر ہیں نیز سارے روافض قرآن کو ناقص مانتے ہیں جیسا کہ بلا اختلاف روافض کے مطاعن میں شاہ صاحب نے ذکر کیا تو اس وجہ سے بھی روافض زمانہ کی تکفیر میں کوئی اختلاف نہیں اور جس طرح نقصان قرآن کا عقیدہ سارے رافضیوں میں مشترک ہے اسی طرح سارے رافضی حضرت علی کو نبی آخر الزماں کے سوا جملہ انبیاء ورسل سے افضل مانتے ہیں اسی لئے شاہ صاحب نے بلا استثناء جملہ روافض کا یہ قول نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: کید چہل و چہارم آنکہ جناب امیر را تفضیل دہند بر سائر انبیاء ورسل غیر از جناب پیغمبر آخرین۔

مقتضی اور مانع تمام قرائن حدیث کو پیش نظر رکھ کر بتایا جائے کہ حدیث میں اس احتمال کی گنجائش ہے بھی کہ نہیں کہ امتی سے وہ فرقے مراد ہیں جن کا مآل فرقۂ ناجیہ کی طرح بالآخر جنت میں جانا ہے۔

اوراب وہ سوال پھر عود کرتا ہے کہ یہاں اشتراک سے یہ لازم آتا ہے کہ بحسب المآل دونوں گروہوں میں کوئی امتیازی جدائی نہ ہو کہ آخر ایک مدت تک جہنم میں رہ کر باہر آئیں گے اور جنت میں جائیں گے یہ یکسر سیاق حدیث کے خلاف اور حکم حدیث کا رافع ہے۔

شرح سفر السعادۃ کی مندرجہ عبارت پر اجمالی اشکال بصورت سوال گزشتہ نمبر میں گزرا، یہاں مندرجہ عبارت پر ہم سوال کرتے ہیں "مراد بہ دخول نار ونجات از اں بجہت عقیدہ است نہ عمل والا دخول فرقۂ ناجیہ در نار بجزاے عمل نیز جائز است"۔

فرقہ کہ مشعر تفرق وجدائی وامتیاز ہے اور استثناء کور در حدیث کہ مقتضی عدم اشتراک واختصاص ہر یک از مستثنٰی ومستثنٰی منہ بحکم جداگانہ ہے قاضی ہے کہ شیخ محقق کی عبارت میں اعتقاد سے مراد وہ اعتقاد ہو جو مختلف الجزاء ہے اس پر ان کی عبارت کا یہ جملہ "والا دخول فرقۂ ناجیہ در نار بجزاے عمل نیز جائز است" قرینۂ مقالیہ ہے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ سوء اعتقاد کی وجہ سے ان فرقوں کی جزا دخول نار ہوگی، دوسری طرف فرقۂ ناجیہ کے بدعمل لوگوں کو یہی جزا دی جائے گی دونوں کی جزا میں کیا فرق ہے؟! اگر کہا جائے کہ فرق یہ ہے کہ یہ فرقے من حیث الاعتقاد دخول نار کے مستحق ہوں گے اور بدعمل فرقۂ ناجیہ کے افراد کو ان کے عمل کی یہی جزا ان کے عمل کے سبب دی جائے گی' اس پر وہی سوال عود کرے گا کہ دخول فی النار دونوں کے درمیان مشترک ٹھہرے گا اور دونوں متحد الجزا ہوں گے ان دونوں میں کوئی فرق نہ ہوگا اور فرق ضرور ہے جس کا اقتضا یہ عبارت کرتی ہے اور وہی حدیث کا حکم ہے' وہ فرق کیا ہے سوائے اس کے کہ سوء اعتقاد جداگانہ از اعتقاد فرقۂ ناجیہ جزا دخول موبد ہے اور بدعملی کی جزا دخول موقت ہے' اس کے بغیر اس صدر کلام کی تصحیح نہیں ہوسکتی اور تصحیح کلام ہر عاقل بالغ ضروری ہے اور الغا سے بچانا لازم ہے' شیخ کی عبارت بدرجہ اولیٰ اس کی مستحق ہے۔ اور جب بمقتضائے تصحیح کلام شیخ کی صدر عبارت کا یہ محمل ٹھہرا تو اب جملہ مابعد "ایں فرق ہمہ اہل قبلہ اند' وتکفیر آنہا مذہب اہل سنت وجماعت نہ اگرچہ کفر برآنہا لازم آمد" کی کیا گنجائش اور دونوں ایک ساتھ کیوں کر قابل استناد ہوسکتے ہیں کہ صدر عبارت جملۂ مابعد سے متناقض ہے' کیا مستند کی یہ ذمہ داری نہیں کہ استناد سے پہلے خوب غور کرلے کہ کونسا جملہ قابل استناد ہے اور کونسا نہیں؟

شیخ محقق کے جملہ مابعد "ایں فرق ہمہ اہل قبلہ اند" پر یہ سوال ہے کہ "تحفۂ اثنا عشریہ" میں جو فرقے گنائے اور ان میں بعض کو بالاتفاق کافر فرمایا جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ بعض دیگر فرق مذکورہ کی تکفیر متفق علیہ نہیں بلکہ وہ جمہور فقہا کے طور پر کافر ہیں' کیا یہ تمام فرقے اہل قبلہ سے نہ نکلے اور جن کی تکفیر جمہور فقہا کے طور پر ہے کیا اس تکفیر کی نسبت یہ جملہ صادق ہے کہ "تکفیر آنہا مذہب اہل سنت وجماعت نہ"۔

یونہی ملل ونحل میں بہت فرقے گنائے اگر سب کی تکفیر متفق علیہ ہے تو پہلا سوال عود کرتا ہے کہ کیا یہ اہل قبلہ نہ تھے اور اگر بعض کی تکفیر مختلف فیہ ہے تو پھر دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا یہ مذہب اہل سنت وجماعت کے خلاف ہے اور مکفر اہل سنت سے نہیں یونہی آنجہانی کے لکڑ داد اسیف اللہ المسلول نے المعتقد المنتقد میں جن کی تکفیر کی۔ دیکھو المعتقد ص ۱۰۸۔

کیا یہ امت اجابت واہل قبلہ میں سے نہ تھے یونہی المعتمد المستند میں جن فرقوں کا ذکر کیا ہے اور انہیں کافر قرار دیا اور ان کی تصدیق وتائید علمائے حرمین شریفین نے کی اور اس حکم میں موافقت کی چنانچہ سب نے المعتمد المستند میں مذکور فرقوں کو بالاتفاق کافر فرمایا اور ان کے متعلق یہ فرمایا "من شك في كفره وعذابه فقد كفر" کیا یہ فرقے کافر اصلی تھے اہل قبلہ نہ تھے؟ اور جب یہ

سب اہل قبلہ تھے تو ان پر یہ حکم کہ ''ایں فرق ہمہ اہل قبلہ اند و تکفیر آنہا الخ'' کیونکر چسپاں ہو سکتا ہے؟ اب اس عبارت سے بغیر سوچے سمجھے استناد کا کیا حاصل ہے سوائے اس کے کہ آنجہانی ان سب کی تکفیر سے ہاتھ دھو بیٹھے اور ان میں وہ بھی ہیں جن کو ان کے لکڑ دادا سیف اللہ المسلول نے کافر فرمایا تو اس استناد کا یہی تو حاصل ہے کہ پوتا لکڑ دادا کے خلاف آواز اٹھا رہا ہے۔

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کی عبارت سے ہم نے بھی استناد کیا جو یوں ہے: ہمہ ایشاں مستحق در آمدن دوزخ باشند بجہت سوء اعتقاد والا بجہت عمل شاید کہ فرقہ ناجیہ نیز در آیند قول با آنکہ ذنوب فرقہ ناجیہ مطلق مغفور است سخن بے دلیل است۔

یہ عبارت ملا جلال الدین دوانی کے نہج پر ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور ہم پہلے ہی ان دونوں عبارتوں کی توجیہ کر آئے اور سوء اعتقاد کا مفاد بتا آئے مزید یہاں ہم وہی سوال دہراتے ہیں جو ''شرح سفر السعادۃ'' کی صدر عبارت پر ہم نے کیا ''شرح سفر السعادۃ'' کی مندرجہ عبارت پر اجمالی اشکال {إلی أن قال} تصحیح کلام ہر عاقل بالغ ضروری ہے اور الغا سے بچانا لازم ہے شیخ کی عبارت بدرجۂ اولی اس کی مستحق ہے الخ۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ بمقتضائے تصحیح کلام جب یہ ضروری ٹھہرا کہ اعتقاد سے مراد وہ اعتقاد ہو جو فرقہ ناجیہ کے اعتقاد سے ممتاز وجدا ہے اور مختلف الجزا ہے تو ماننا پڑے گا کہ حدیث اپنے سیاق وسباق سے منادی ہے کہ یہ فرقے بالکلیہ فرقہ ناجیہ سے جدا ہوں گے اور ان کی جزا فرقہ ناجیہ سے بالکل مختلف ہوگی وہ کیا ہے وہ ہے دخول مؤبد بجزاے اعتقاد بد' اسی کو ''کلھم فی النار'' بتا رہا ہے یہی اس جملے کا مفاد ہے خواہ ''فی النار'' ظرف مستقر مانو یا ظرف لغو ٹھہراؤ اور داخل مودر مانو۔ کہ جملہ اسمیہ مفید ثبوت ودوام واستمرار ہے تو لاجرم داخلون کا معنی داخلون ابدا ٹھہرے گا۔ اس کے لیے کسی امر خارجی کی حاجت نہیں کہ یہ اس ترکیب سے خود ظاہر ہے۔ اس کے برخلاف دخول مؤقت ہے محتاج قرینہ صارفہ ہے جہاں صارف متحقق ہوگا وہاں ظاہر سے عدول کی اجازت ہو گی، یہاں کونسا صارف ہے جس کی بنا پر ظاہر سے عدول کیا جائے اور خواہی نخواہی کیوں یہ ٹھہرایا جائے کہ حدیث ان فرقوں کے بارے میں جو اسلام سے خارج نہیں حالانکہ ایک بھی قرینہ نہیں متعدد قرائن بتا رہے ہیں کہ حدیث مخالفانِ اسلام کے بارے میں ہے اور آخری قرینہ جو بارہا مذکور ہوا قرینۂ استثنا تو قاضی ہے کہ دخول مؤقت مراد نہیں ہو سکتا اور حدیث کے مصداق اہل ایمان نہیں۔

تقریر بالا کے پیش نظر شیخ محقق کی عبارت کی توجیہ اس کے سوا کیا ہوگی کہ یہ تمام فرقے مخالف اسلام عقیدے کی وجہ سے دوزخ میں جانے کے مستحق ہوں گے۔ یہ توجیہ حدیث کے سیاق وسباق کے موافق ہے جیسا کہ ظاہر ہے اب اس عبارت کو ''شرح سفر السعادۃ'' کے ان جملوں سے ''ایں فرق ہمہ اہل قبلہ اند'' سے ملا کر دیکھو اور بتاؤ دونوں میں تناقض ہے کہ نہیں؟ ہے اور ضرور ہے تو کیا آنجہانی کی ذمہ داری نہ تھی کہ شیخ محقق کی اس عبارت کا کچھ تدارک کر لیتے۔ پھر شرح سفر السعادۃ کے جملوں سے سند لاتے؟ دونوں عبارتوں کو خوب دیکھ کر پھر بتاؤ کہ کونسی عبارت سے حدیث کی صحیح توجیہ ہوتی ہے' پھر بتایا جائے کہ عبارت وہ لی جائے گی جس سے حدیث کا مفہوم قائم رہے یا وہ عبارت لی جائے گی جس سے مفہوم یکسر اٹھ جائے تفرق وجدائی ثابت نہ ہو اور حکم استثنا لغو ٹھہرے۔

نیز آنجہانی سے سوال ہے کہ شرح سفر السعادۃ کی عبارت کا یہ فقرہ ''تکفیر آنہا مذہب اہل سنت وجماعت نہ'' مرتبہ روایت میں شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی اس کی نقل میں متفرد ہیں یا اس کے کچھ متابعات وشواہد ہیں؟ بر تقدیر ثانی وہ کیا ہیں، مذکور کیوں نہ ہوئے اور اگر متفرد ہیں تو شیخ محقق اس کی روایت میں جملہ ثقات کے مخالف ہیں یا یہ تفرد مخالفت کے قبیل سے نہیں بلکہ اگر چہ یہ شیخ کا

قول صوری ہے مگر سب کا قول ضروری ہے، اگر مخالف سلف ہیں تو جملہ ثقات کی مخالفت کیا موجب ضعف نہیں؟ نہیں تو کیسے نہیں اور ہے تو پھر اور ہے تو پھر اس سے احتجاج واستناد چہ معنی دارد؟ اور اگر یہ مخالفت کے قبیل سے نہیں تو ضرور دوسروں کو مسلم ہوگی، آنجہانی کو بتانا چاہئے تھا کہ یہ تفرد قادح صحت نہیں اور موجب مخالفت نہیں بلکہ عند الجمیع مقبول ومسلم ہے اور جب ایسا نہیں اور ضرور ایسا نہیں جس پر ہمارے سوالات گزشتہ شاہد ہیں تو اس امر غیر مسلم سے حجت لانے کی کس نے ٹھہرائی؟

پھر شرح سفر السعادۃ کی عبارت اور اس جیسی دوسری عبارتوں کا مفاد یہ ہے کہ جس صورت میں کفر لازم آتا ہے مفتی کو چاہئے کہ کلام کو اس پہلو پر رکھے جو مانع کفر ہو اور تکفیر سے زبان روکے، اب اگر قائل کی نیت وہی ہے جو مانع کفر ہے تو وہ مسلم ہے ورنہ قائل کو اس کے خلاف مراد معنی پر کلام کو ڈھالنے سے فائدہ نہ پہنچے گا یعنی وہ عند اللہ کافر ٹھہرے گا اس لئے کہ اس نے وہ معنی مراد نہ لیا جو مانع کفر ہے، درمختار میں درر سے ہے۔ إذا كانت في المسألة وجوه توجب الكفر وواحد يمنعه فعلى المفتي الميل لما يمنعه ثم لو نيته ذلك فمسلم وإلا لم ينفعه حمل المفتي على خلافه۔

ردالمحتار میں ہے: قوله "وجوه" أي احتمالات لما مرّ في عبارة البحر عن التاتر خانية أنه لا يكفر بالمحتمل قوله: "وإلا" أي وإن لم تكن له نية ذلك الوجه الذي يمنع الكفر بأن أراد الوجه المكفر، أولم تكن له نية أصلاً لم ينفعه تأويل المفتي لكلامه وحمله إياه على المعنى الذي لا يكفر، كما لو شتم دين مسلم وحمل المفتي الدين على الأخلاق الرديئة لنفي القتل عنه فلا ينفعه ذلك التأويل فيما بينه وبين ربه تعالى إلا إذا نواه. (۳۶۸/۵)

اس تقریر سے کھلا کہ "كلهم في النار" مجملا ایسے فرقوں کے حق میں بھی بحیثیت مجموعی صادق ہے اگرچہ بعض افراد جنہوں نے بالفعل تاویل کی اور وجہ مانع کفر مراد لی اس حکم سے خارج ہوں۔

اب ہم ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری کی مرقاۃ سے کچھ کلمات اخذ کرتے ہیں، ملا علی قاری "حذو النعل بالنعل" کی شرح میں فرماتے ہیں "حذو النعل استعارة في التساوي اى تلك المماثلة المذكورة في غاية المطابقة والموافقة"

نیز فرماتے ہیں: "كلهم في النار" لانهم يتعرضون لما يدخلهم النار. فكفارهم مرتكبون ما هو سبب في دخولها المؤبدة عليهم ومبتدعهم مستحقة لدخولها الا ان يعفو الله عنهم. {۱/۳۸۰}۔

ملا علی قاری نے صدر عبارت میں ان فرق باطلہ کو یہود کے مساوی اور بالکلیہ ان کے مماثل وموافق بتایا اور یہی حدیث کا مفاد ہے، اپنی تقریر سے ٹھہرایا، جیسا کہ ظاہر ہے، تو یہ ان کی تکفیر ہوئی جو عند الاکثر امت اجابت واہل قبلہ سے نکلے، آخر میں "فكفارهم مرتكبون ما هو سبب في دخولها المؤبدة عليهم" کہہ کر اس معنی کو اور موکد کیا اور یہ افادہ فرمایا کہ "ان فرقوں میں کچھ کفار مستحق "خلود في النار" ہیں اور کچھ اہل بدعت مستحق دخول ہیں، کیا یہ ایک اور شاہد اس امر کا نہیں کہ مدعیان اسلام میں جو اعتقاد مکفر رکھیں ان برائے نام اہل قبلہ کی تکفیر مذہب اہل سنت وجماعت ہے، اب میں "المعتقد المنتقد" سے قول مخلق قرآن پر معتزلہ کی تکفیر پر شاہد پیش کروں جس سے ظاہر ہو کہ خلق قرآن پر معتزلہ کی تکفیر اسلاف اہل سنت

وجماعت کا مذہب ہے: المعتزلة قالوا: کلامه أصوات وحروف يخلقها في غيره کاللوح المحفوظ وجبريل والرسول وهو حادث عندهم۔ (المعتقد المنتقد ص:۶۰)

منکر أصل الکلام کافر لثبوته بالکتاب والإجماع وکذا منکر قدمه إن أراد المعنى القائم بذاته تعالى واتفق السلف على منع أن يقال القرآن مخلوق وإن أريد به اللفظي والاختلاف في التکفير کما قيل (ص:۶۱)

مسألة: صفات الله تعالى في الأزل غير محدثة ولا مخلوقة فمن قال إنها مخلوقة أو محدثة أو وقف فيها بأن لا يحکم بأنها قديمة أو حادثة أو شك فيها أو تردد في هذه المسألة ونحوها فهو کافر بالله تعالى۔ (ص:۷۱)

ترجمہ: معتزلہ نے کہا کہ کلام باری حروف وآواز ہے جسے اللہ اپنے ماسوا میں پیدا فرماتا ہے جیسا کہ لوح محفوظ، جبریل اور رسول ﷺ اور کلام باری معتزلہ کے نزدیک حادث ہے۔

اصل کلام کا منکر کافر ہے اس لئے کہ اس کا ثبوت کتاب اور اجماع مسلمین سے ہے اور یوں ہی کلام الٰہی کے قدیم ہونے کا منکر بھی کافر ہے جب کہ معنی قائم بذاتہ تعالیٰ مراد لے، اور سلف کا اس امر کی ممانعت پر اتفاق ہے کہ یہ کہا جائے قرآن مخلوق ہے اگرچہ کلام سے مراد کلام لفظی ہو اور تکفیر میں اختلاف ہے جیسا کہ کہا گیا۔

مسئلہ: اللہ تعالیٰ کی صفات ازل میں نہ حادث ہیں نہ مخلوق، تو جو یہ کہے کہ وہ مخلوق ہیں یا محدث ہیں یا ان میں توقف کرے بایں طور کہ نہ یہ حکم لگائے کہ وہ قدیم ہیں اور نہ یہ حکم کرے کہ وہ حادث ہیں یا ان کے بارے میں شک کرے یا اس مسئلہ میں اور اس کے مثل میں تردد کرے تو وہ کافر باللہ ہے۔

اب میں شرح سفر السعادۃ کی منقولہ عبارت کے مقابل شیخ ابن حجر مکی کی عبارت درج کروں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کفری کلمہ بولنے والا حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک مطلقاً کافر ہے اور شافعیہ کے نزدیک بھی جبکہ لفظ کفری معنی میں ظاہر ہو تو ظہور لفظ کے ساتھ نیت کی حاجت نہیں جیسا کہ فروع کثیرہ سے ظاہر ہے اور اگر تاویل کرے قبول کی جائے گی۔

نیز فرماتے ہیں کہ ہم اس معنی پر عمل کریں گے جس پر لفظ صراحۃً دلالت کرتا ہے اور قائل سے کہیں گے کہ جب تو نے مطلق بولا اور تاویل نہ کی تو کافر ہو گیا اگرچہ تو نے اس معنی کا قصد نہ کیا ہو اس لیے کہ ہم ظاہر کے اعتبار سے حکم کفر لگاتے ہیں اور لفظ اگر چند معانی کو محتمل ہو اور بعض میں ظاہر تر ہو تو اسی ظاہر پر محمول ہوگا یونہی اگر معانی محتملہ برابر ہوں اور ایک معنی کے لیے امر مرجح ہو اور مراد لیا یا نہیں ہمیں اس سے سروکار نہیں۔

چنانچہ اعلام میں فرماتے ہیں: الذي يتحرر أنه بالنسبة لقواعد الحنفية والمالکية وتشديد أنهم يکفر عندهم مطلقاً وأما بالنسبة لقواعدنا وما عرف من کلام أئمتنا فاللفظ ظاهر في الکفر عند ظهور اللفظ فيه لا يحتاج إلى نيته، کما علم من فروع کثيرة وإن أول قبل منه۔

نیز فرماتے ہیں: عملنا بما دل عليه لفظه صريحاً وقلنا له أنت حيث أطلقت هذا اللفظ ولم

تؤول کنت کافر او ان کنت لم تقصد ذلک لانا انما نحکم بالکفر باعتبار الظاهر وقصدك وعدمه انما ترتبط به الاحکام باعتبار الباطن فاللفظ اذا کان محتملاً لمعان فان کان فی بعضها اظهر حمل علیه و کذا ان استوت ووجد لاحدها مرجح والارادة وعدمها لاشغل لنا بها

اسید الحق تو آنجہانی ہو گئے ہر سوال کی طرح یہ سوال بھی حقیقۃً ان کے ہم نواؤں مدح سراؤں سے ہے کہ شرح سفر السعادۃ کی عبارت علامہ ابن حجر کی عبارت کی صریح منافی ہے اور علامہ ابن حجر کی عبارت شرح سفر السعادۃ کی قطعاً نافی ہے ترجیح کسے ہے اور واقعہ کیا ہے؟

اب کہو ترجیح کی کیا حاجت؟ دونوں عبارتوں کو ملانے سے ایک بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ کفر دو قسم ہے مختلف فیہ، اسے کفر فقہی ولزومی بھی کہتے ہیں اس کا پتہ شیخ ابن حجر کی عبارت نے دیا دوسرا متفق علیہ، اسے کفر کلامی وکفر التزامی بھی کہتے ہیں، یہ دوسری قسم قرینۂ اختلاف سے معلوم ہوئی، نیز شیخ کی عبارت میں اتنی بات کا افادہ زیادہ ہے کہ "تکفیر آنہا" مگر یہ خلاف واقعہ ہے کہ کفر فقہی پر تکفیر کرنے والے فقہا ہیں جو یقیناً اہل سنت وجماعت ہیں اس کے پیش نظر یہ بہت مستبعد ہے کہ اہل سنت کے مسلم الثبوت امام شیخ محقق علام سے ایسی عبارت صادر ہو لہذا یہ عبارت جوں کی توں قابل تسلیم نہیں، تصحیح کلام کے لیے ضرور ماننا پڑے گا کہ اہل سنت سے پہلے کوئی لفظ چھوٹ گیا ہے اور حق عبارت یہ ہے "تکفیر آنہا مذہب متکلمین اہل سنت وجماعت نہ" اور اہل سنت وجماعت کی قید اتفاقی ہے، اب دونوں عبارتوں کو ملا کر یہ مفہوم حاصل ہوا کہ فقہا ظاہر لفظ پر نظر رکھتے ہیں اور تکفیر فرماتے ہیں، اور احتمالات سے انہیں سروکار نہیں اور متکلمین جب احتمال منتفی ہو اور لفظ کفری معنی میں متعین ہو لفظ کفری معنی میں متعین ہو تکفیر کرتے ہیں پہلی قسم مختلف فیہ ہے، دوسری متفق علیہ ہے، اور متکلمین فقہا کے طور پر تکفیر نہیں فرماتے اگرچہ کفر لازم آئے، اسی معنی کو شیخ نے "اگرچہ کفر لازم آئے" کہہ کر ادا کیا، اور اس طرح مذہب متکلمین کی طرف اشارہ فرمایا اور وہ یہ ہے کہ متکلمین جب تک احتمال قائم ہو تکفیر نہیں کرتے، بلکہ اس وقت تکفیر کرتے ہیں جب کلام بعینہ کفر ہو یعنی معنی کفری متعین ہو، ہماری تقریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیخ کی عبارت واقع کے مطابق ہے بشرطیکہ عبارت یوں قرار دی جائے کہ متکلمین مذہب اہل سنت الخ۔

قرائن حدیث جو یہود سے فرقوں کی مشابہت بتا رہے ہیں اور جو اس سے مانع ہیں کیا حدیث کو اہل اسلام کے فرق مبتدعہ پر محمول کیا جائے جن کی تفصیل گزری، اگر ان سے قطع نظر بھی کر لیں اور طیبی وملا علی قاری وتحفہ اثنا عشریہ سب سے صرف نظر کر کے یہ مان لیں کہ فرقوں سے بالاتفاق یہی فرق مبتدعہ مراد ہیں، تو ان عبارتوں کو آج کے دور میں جبکہ متعدد فرقے بعینہ کفر کے مرتکب ہیں، انکار ضروریات دین ان کا شیوہ ہے مطلق بلا تفصیل ان تمام عبارتوں سے استناد کا اور کیا حاصل ہے، کہ صلح کلیت کو ہوا دی جائے اور کفر واسلام کا امتیاز مٹ جائے، سارے ظاہری کلمہ گو مسلمان ٹھہریں اگرچہ انکار ضروریات دین کر کے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھیں، حاسا وکلا، مجدد الف ثانی کے یہ کلمات اس کو صاف رد کر رہے ہیں کہ فرماتے ہیں "چوں ایں فرق مبتدع اہل قبلہ اند در تکفیر آنہا جرات نباید نمود تا زمانیکہ انکار ضروریات دینیہ نمایند ورد متواترات احکام شرعیہ کنند، وقبول "ماعلم مجیئه من الدین بالضرورۃ" نکنند، علما فرمودند اگر نود ونہ وجہ کفر دارد شود ویک وجہ اسلام یافتہ شود تصحیح این وجہ باید نمود وحکم بکفر نباید کرد۔

تا زمانیکہ انکار ضروریات الخ، دیکھ کر بتاؤ کہ وہابی دیوبندی رافضی اور متعدد ایسے فرقے جو انکار ضروریات دین ورد

شرع مبین کرتے اور جو بعینہ کفر بکتے ہیں، کیا یہ عبارت اس مطلق دعوے پر بطور دلیل پیش کرنے کے قابل ہے جو شروع سے کیا، کہ فلاں فلاں نے دخول فی النار مراد لینے کو ترجیح دی ہے، اگر یہ عبارت مدعی کے نزدیک آج کل کے فرقوں پر چسپاں نہیں پھر کیوں اسے مطلق دعوے کی دلیل میں ذکر کیا اور تفسیر کیوں نہ کی؟

آگے اسید الحق لکھتے ہیں: امام ابو المظفر الاسفرائنی {متوفی ۴۷۱ھ} جن کا شمار اشاعرہ کے طبقہ رابعہ میں ہوتا ہے انہوں نے بھی اسی موقف کو اختیار کیا ہے کہ یہ ۷۲ فرقے ملت اسلامیہ میں ہی شمار کیے جائیں گے، اپنی مشہور کتاب "التبصیر فی الدین و تمییز الفرقة الناجیه عن الفرق الهالکین" میں انہوں نے پہلے ان ۷۲ فرقوں پر کلام کیا ہے پھر ۱۳ واں باب ان فرقوں کے بیان کے لیے خاص کیا ہے جو ملت اسلامیہ سے خارج ہیں فرماتے ہیں: الباب الثالث عشر فی بیان فرق اهل البدع الذین ینتسبون الی الاسلام ولا یعدون فی زمرة المسلمین ولا یکونون من جملة الاثنتین والسبعین. {۷۰}،

{تیرھواں باب ان مبتدع فرقوں کے بیان میں جو خود کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ ان کا شمار مسلمانوں کے زمرے میں نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی وہ من جملہ ان ۷۲ فرقوں میں سے ہیں۔ }

اس سے صاف ظاہر ہے کہ امام اسفرائنی کے نزدیک وہ ۷۲ فرقے جن کو حدیث میں دوزخی یا "الهالکة" کہا گیا ہے وہ زمرۂ مسلمین میں سے شمار کیے جائیں گے، اس باب میں امام اسفرائنی نے سابیہ جیسے فرقوں کا ذکر کیا ہے جو بالاجماع کافر ہیں، لہٰذا وہ ان ۷۲ میں شامل ہی نہیں ہیں انتھی۔

ہم پوچھتے ہیں کہ امام اسفرائنی کے "الباب الثانی عشر" سے وہ کلام یہاں کیوں نہ درج ہوا جس کا نتیجہ بقول اسید الحق یہ ہے: کہ یہ ۷۲ فرقے ملت اسلامیہ میں ہی شمار کیے جائیں گے"۔

حدیث میں اس پر کیا قرینہ ہے کہ یہ ۷۲ فرقے الخ۔ وہ ذکر کیوں نہ ہوا کہ اس پر نظر کی جاتی، ایک طرف حدیث کا یہ مفاد ٹھہرانا کہ یہ ۷۲ فرقے الخ، اور دوسری طرف مفہوم استثنا کو مقرر رکھنا جو صاف منادی ہے کہ ایک فرقہ ناجی ہے ۷۲ ہالک و دوزخی ہیں جیسا کہ خود اسید الحق کی عبارت کے آخری فقرے سے ظاہر ہے، اب اگر اس کو تسلیم کیا جائے تو اب حدیث کا مفاد یہ ٹھہرتا ہے کہ نہیں کہ یہ فرقے نظر بہ استثنا غیر ناجی ہیں اور نظر بہ مفاد موہوم ناجی بھی ہیں کیا یہ جمع بین النقیضین نہیں؟

اسی جگہ اسید الحق لکھتے ہیں: "اس سے صاف ظاہر ہے کہ امام اسفرائنی کے نزدیک الخ

ہم پوچھتے ہیں کہ کس سے صاف ظاہر ہے، وہ کونسی دلیل ہے جس نے ہالک کو غیر ہالک (ناجی) اور دوزخی کو جنتی کر دیا اور سب کا مآل ایک ہو گیا "الّا واحدة" کا مفہوم لغو ہو گیا۔

اسید الحق کی عبارت کے آخری فقرے "اس باب میں اسفرائنی نے سابیہ جیسے فرقوں کا ذکر کیا ہے جو بالاجماع کافر ہیں، لہٰذا وہ ان ۷۲ میں شامل ہی نہیں ہیں" پر یہ سوال ہے کہ وہ ان ۷۲ میں کس لئے شامل نہیں ہیں؟ وہ دلیل جس کی رو سے یہ فرقے ۷۲ فرقوں سے خارج ہیں ذکر کیوں نہ کی گئی حالانکہ مقام مقام تفصیل ہے جس کی رو سے یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ حدیث میں مذکورہ ۷۲ فرقے ان فرق مذکورہ سے جدا ہیں اور وجہ امتیاز و جدائی یہ ہے، نیز اس وجہ امتیاز و جدائی کا پتہ اسی حدیث میں دینا لازم ہے، اب

بتایا جائے کہ حدیث کے کن جملوں سے یہ تفصیل معلوم ہوئی اور کس لفظ نے یہ بتایا کہ حدیث ان فرقوں کے بارے میں نہیں بلکہ ان فرقوں پر صادق ہے جو بقول اسید الحق "ملت اسلامیہ میں ہی شمار کئے جائیں گے"، ان جملوں کی نشاندہی کیوں نہیں کی جاتی جو تفصیل پر دلالت کر رہے ہیں اور وجہ امتیاز و جدائی بتا رہے ہیں؟ اگر کوئی جملہ ایسا نہیں جس کا وہ مفہوم متعین ہو کہ یہ ۷۲ فرقے ملت اسلامیہ میں ہی شمار کئے جائیں گے" اور ضرور نہیں، اس کے برخلاف بلا تفصیل اجمالاً تمام فرقوں پر یہ حکم لگایا گیا کہ "کلھم فی النار الا واحدۃ"، جس کا مفاد نظر بہ قرائن معہودہ در حدیث اور جملہ اسمیہ کہ مطلقاً بے احتیاج قرینہ دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہے اور وہی اس کا مفہوم متبادر ہے اور استثنا اس کا مؤید و مؤکد اور دخول موقت مراد ہونے سے مانع ہے۔ اجمال کو تفصیل مبہم پر ڈھالنا اور مفہوم متبادر بلکہ متعین سے بغیر صارف عدول کرنا چہ معنی دارد؟

اگر کہیے کہ حدیث میں لفظ امتی اس کا قرینہ ہے کہ "۷۲ فرقے ملت اسلامیہ میں ہی شمار کیے جائیں گے" اس لئے کہ امت سے امت اجابت مراد ہے ہم پوچھیں گے کہ امت اجابت مراد ہونا مسلّم ہونے کے باوجود تنہا لفظ امتی سے حدیث کے یہ معنی کیسے ٹھہریں؟ یہاں سے صاف ظاہر ہے کہ تنہا لفظ امتی سے یہ مفہوم ادا نہیں ہوتا جب تک کہ یوں تقریر نہ کی جائے کہ امت سے امت اجابت مراد ہے اور امت اجابت کا فرنہ ہوگی۔۔ کیا اب یہاں سے نہ نکلا کہ یہ معنی حدیث کے مفہوم میں ایک امر دیگر کو ضم کیے بغیر ادا نہیں ہوتا؟

اور یہ ضمیمہ حدیث پر قطعاً زائد ہے، اب ہم پوچھتے ہیں مفہوم حدیث پر زائد اس ضمیمہ کی کیا ضرورت ہے؟ کیا یہ اقتضاء النص ہے جس کے بغیر مفہوم حدیث کی تصحیح نہیں ہو سکتی؟

بالفرض اگر تنہا لفظ "امتی" سے یہ معنی امر زائد کو ضم کیے بغیر ادا ہوتا ہے تو یہ محتاج دلیل ہے اس پر دلیل قائم کی جائے کہ امت اجابت، امت اجابت ہی رہے گی اس کے افراد امت اجابت سے باہر نہ آئیں گے۔۔

اگر یہ امر محقق ہے جس کی بنا پر تنہا لفظ "امتی" کے پیش نظر جملہ قرائن حدیث و حکم استثنا سے صرف نظر کر کے یہ ٹھہرایا گیا کہ "یہ ۷۲ فرقے ملت اسلامیہ میں ہی شمار کیے جائیں گے" تو ہم پوچھتے ہیں کہ امت اجابت کا مصداق تو پہلے سبائیہ بھی تھے جن کے متعلق خود اسید الحق نے لکھا کہ وہ بالاجماع کافر ہیں لہٰذا وہ ان ۷۲ میں شامل ہی نہیں ہیں"

آخر یہ فرقے امت اجابت سے ہی نکلے اور ان کا مآل یہ ہوا کہ امت اجابت میں نہ رہے اگر چہ باعتبار سابق امت اجابت میں سے تھے، خود عبد اللہ بن سبا اس فرقے کا بانی پہلے امت اجابت میں داخل ہوا پھر امت اجابت سے نکلا تحفہ اثنا عشریہ میں عبد اللہ بن سبا کے متعلق ہے: عبد اللہ بن سبا اول مذہب رجعت آوردو او مردے یہود جہود از زمین یمن و کتب ہائے پیشین بسیار خواندہ بود بیامد و گفت من بر دست عثمان مسلمان شوم و چنان طمع داشت کہ چوں مسلمان شود عثمان او را نیکو دارد چوں مسلمان شد عثمان او را ہرگز التفات نکرد و او ہر کجا نشستے عیب عثمان گفتی الخ (ص ۲۳)

اگر امت اجابت کا معنی ہمہ وقت ملازم ایمان علی الدوام ہے تو یہ فرقے بالاجماع کیسے کافر ٹھہرے، نیز آج کل کے وہابی دیوبندی رافضی وغیرہم جن کی تکفیر المعتقد المنتقد و المعتمد المستند میں مصرح ہے اور علمائے عرب و عجم کے نزدیک متفق علیہ ہے جیسا کہ "حسام الحرمین" سے ظاہر ہے، یہ سب امت اجابت کا مصداق ہونے کے باوجود کیوں کر مرتد بے دین ٹھہرے، کیا یہاں سے

نہیں کھلتا کہ امت اجابت کا علی الدوام مومن رہنا ضرور نہیں، کافر ہوکر امت اجابت سے نکل جانا ممکن ہے بلکہ واقع ہے، اور کیا یہ فرقے اس تفرق کے حامل نہیں جس کی خبر حدیث نے "تفترق أمتی" فرما کر دی اور کیا حدیث ان پر صادق نہیں آتی، بر تقدیر نفی دلیل دی جائے جس کی وجہ سے یہ فرقے حدیث کا مصداق نہیں اور اگر کوئی دلیل نہیں تو متعین ہوگیا کہ قیامت تک اصول عقائد میں جو فرقے فرقہ ناجیہ سے جدا ہوں گے سب اس حدیث کے مصداق ہیں اور حدیث نے پہلے ہی ان فرقوں کی خبر دی کہ اصول دین میں فرقہ ناجیہ کے مخالف اور ان سے جدا ہوں گے اسی لئے جامع صغیر کی شروح تیسیر، فیض القدیر، سراج منیر، میں ہے، واللفظ للسراج المنیر: قال العلقمی قال شیخنا ألف الإمام أبو منصور عبد القاهر بن طاهر التمیمی فی شرح هذا الحدیث کتاباً قال فیه قد علم أصحاب المقالات أنه ﷺ لم یرد بالفرق المذمومة المختلفین فی فروع الفقه من أبواب الحلال والحرام وإنما قصد بالذم من خالف أهل الحق فی أصول التوحید وفی تقدیر الخیر والشر وفی شروط النبوة والرسالة. وفی موالاة الصحابة وماجری مجری هذه الأبواب. (۲۵۶/۱)

علقمی نے فرمایا ہمارے شیخ نے کہا امام ابو منصور عبد القاہر بن طاہر تمیمی نے اس حدیث کی شرح میں ایک کتاب تالیف کی اس میں فرمایا امور دینیہ میں قول کرنے والے اصحاب جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذموم فرقوں سے ان لوگوں کو مراد نہ لیا جو ابواب حلال وحرام کے فقہی مسائل فرعیہ میں اختلاف رکھتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کی مذمت بالقصد فرمائی جو اصول توحید، شروط نبوت ورسالت اور خیر وشر کی تقدیر میں اور موالات صحابہ کے معاملے میں اور دیگر ان چیزوں میں جو اسی منہج پر جاری ہیں اہل حق سے جدا ہیں۔

کیا یہاں سے نہ کھلا کہ محض لفظ "اُمتی" سے ان فرقوں کو جن کے اُمت اجابت سے نکلنے کی خبر سیاق حدیث سے معلوم ہوئی جس مفہوم کی حدیث میں موجود پے درپے قرائن نے تاکید کی اور استثنا نے اس مفہوم کو متعین کیا جیسا کہ بارہا ہماری تقریر میں گذرا، عصاۃ مومنین میں شمار کرنا سیاق حدیث وقرائن حدیث سے صرف نظر اور مفہوم استثنا کا الغا ہے لہذا یہ دعوی کہ اس حدیث سے مراد عصاۃ مومنین ہیں محض لفظ اُمتی پر مبنی ہے جس سے استدلال بے ضم امر زائد ناتمام ہے۔

اگر یہ استدلال صحیح ہے کہ امتی سے مراد امت اجابت ہے اس کا مصداق اہل قبلہ ہیں اور اہل قبلہ کے لئے خلود فی النار نہیں ان میں اہل معاصی کے لئے دخول فی النار ہے جب تک امت اجابت سے نکل کر امت دعوت میں نہ ہوں جب امت اجابت سے نکل جائیں گے خلود کے مستحق ہوں گے۔

اسید الحق نے آگے چل کر کہا:

"یہاں 'دخول فی النار' مراد لے کر علما نے اس شبہ کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ فرقے جو ضروریات دین کا انکار کرکے باجماع امت کافر ومرتد ہوگئے وہ در اصل امت اجابت سے نکل کر اب امت دعوت میں شامل ہوگئے"۔ (ص ۰۷)

اس استدلال کے جواب میں بطور معارضہ بالقلب کیا ہم نہیں کہہ سکتے کہ "جو فرقے ضروریات دین کا انکار کرکے باجماع امت کافر ومرتد ہوگئے وہ در اصل امت اجابت سے نکل کر اب امت دعوت میں شامل ہوگئے"۔ اور حدیث انہی فرقوں کی خبر دے

رہی ہے جو یہود و نصاریٰ کی طرح دین سے جدا ہوں گے اور "حذو النعل بالنعل" کا لفظ صاف بتا رہا ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ کے مساوی ہوں گے تو حدیث میں نہ ان فرقوں کا ذکر ہے جو عصاۃ مومنین میں ہیں نہ ان کی خبر، محض لفظ امتی سے یہ کیوں کر ٹھہرا لیا گیا کہ حدیث عصاۃ المومنین کے بارے میں ہے اور یہ اسید الحق کا مکرر تضاد ہے کہ ایک طرف امت اجابت سے یہ استدلال ناتمام اور دوسری طرف سبائیہ کو بالاجماع کافر ماننا اور یہ کہنا کہ جو فرقے ضروریات دین کا انکار کرے الخ۔

ہماری تقریر بالا سے اسید الحق نے امام بیہقی کی جو عبارت اپنی تائید میں درج کی ہے (ص ۴۹، ۵۰) اس میں لفظ "امتی" سے استدلال کا جواب ہو گیا، اسی تقریر سے امام خطابی کی عبارت سے استدلال کا جواب ظاہر ہے اور بحیثیت مجموعی یہ تقریر جملہ عبارات پیش کردہ اسید الحق کا جواب ہے کہ منشا ان جملہ عبارات کا ایک ہے اور وہ امتی سے استدلال ہے جس کی بنا پر ان فرقوں کے لیے "دخول فی النار" کا قول کیا گیا۔ امام بیہقی کی عبارت جو اسید الحق نے درج کی عبارات گزشتہ سے زیادہ واضح طور پر یہ بتا رہی ہے کہ یہ امر خلافی ہے دو قولوں میں سے ایک کو بلا دلیل اختیار کرنا تحقیق سے بعید ہے اسید الحق پر لازم تھا کہ اپنے قول مختار کی دلیل اختیار دیتے، پھر فرقوں پر نظر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ معتزلہ، شیعہ، خوارج وغیرہم مطلقاً اہل قبلہ نہیں ان میں بہتیرے صریح کفر کے قائل ہیں اور ان کا کفر متفق علیہ ہے۔

چنانچہ شرح مواقف میں معتزلہ کے بارے میں ہے: المزدارية هو أبو موسى عيسى بن صبيح المزدار وهو تلميذ بشر قال الله قادر على أن يكذب ويظلم الخ (۳۸۱/۸)

الحدثية هو فضل الحدثي مذهبهم مذهب الحابطية إلا أنهم زادوا التناسخ وإن كل حيوان مكلف الخ (۳۸۲/۸)

یہی حال شیعہ اور خوارج کا ہے، شرح مواقف میں ان کے تفصیلی حالات اور کفریات مذکور ہیں، تو نہ سب کو مطلقاً بلا تفصیل اہل قبلہ قرار دے کر ان کے لیے دخول فی النار کا قول کیا جا سکتا ہے نہ سب کو "مخلد فی النار" بتایا جا سکتا ہے، اور جب دونوں طرف اطلاق کی سبیل نہیں بلکہ تفصیل ضروری ہے تو پھر مقام تفصیل میں اسید الحق کا مطلقاً یہ دعویٰ کہ "یہ ۷۲ فرقے ملت اسلامیہ میں ہی شمار کیے جائیں گے" کیا وجہ صحت رکھتا ہے اور اس خلاف واقعہ دعوے کو اکابر اہل سنت کے سر منڈھنا کیا یہ بہتان نہیں؟ اسید الحق کے یہ لفظ جو انھوں نے "التبصیر فی الدین" کی عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے درج کیے ہیں کہ "اس باب میں امام اسفرائنی نے سبائیہ جیسے فرقوں کا ذکر کیا جو بالاجماع کافر ہیں، لہٰذا وہ ان ۷۲ میں شامل ہی نہیں ہیں۔"

قطع نظر اس سے کہ وہ ۷۲ میں شامل ہیں یا نہیں، لفظ سبائیہ جیسے خود یہ پتہ دے رہا ہے کہ وہ فرقے متعدد ہیں تنہا ایک سبائیہ فرقہ نہیں جو بالاجماع کافر ہے۔ پھر اسید الحق کا اسی کتاب میں بالاجماع کافر لوگوں میں تنہا سبائیہ اور قادیانی گروہ پر اقتصار کرنا تفصیل کا پتہ دے کر تفصیل سے فرار ہے کہ نہیں؟ (ص ۷۰)

ماضی کے فرقے سے قطع نظر حال کے وہابیہ کے متعدد فرقے جن میں دیوبندی بھی شامل ہیں جن کی تفصیل "المعتقد المنتقد" و "المعتمد المستند" میں ہے یوں ہی روافض زمانہ جن کی تکفیر اسی معتقد و معتمد میں مصرح ہے نیز دیگر رسائل تاج الفحول وغیرہ میں مذکور ہے۔ مقام تفصیل میں ان کے ذکر سے فرار چہ معنی دارد؟ اور تفصیل سے گریز کرتے ہوئے تنہا سبائیہ اور قادیانی کو نامزد کر

کے بالاجماع کافر بتانا کیا اس کا صاف مفہوم یہ نہیں کہ وہابی دیوبندی رافضی نیچری وغیرھم اجماعی کافر نہیں؟ امام اشعری کی مقالات الاسلامیین کی عبارت درج کرکے یہ نتیجہ تو نکالا ''کہ امام اشعری کا یہ موقف ان کی کتاب کے نام سے بھی ظاہر ہے انھوں نے اپنی کتاب کا نام ''مقالات الاسلامیین'' رکھا ہے، یعنی اہل اسلام کے مقالات، اور پھر اس کتاب میں خوارج، روافض اور معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقوں کے عقائد اور مقالات ذکر فرمائے ہیں، اگر ان فرقوں کو وہ اسلام سے خارج سمجھتے تو کتاب کا نام ''مقالات الاسلامیین'' نہ ہوکر ''مقالات المرتدین'' ہونا چاہیے تھا۔ (ص ۴۹)

اسید الحق کے ''مقالات الاسلامیین'' سے اس طرز استدلال کا جواب خود "التبصیر فی الدین" کی عبارت "الباب الثالث عشر فی بیان فرق أهل البدع الذین ینتسبون إلی الاسلام ولا یعدون فی زمرة المسلمین ولا یکونون من جملة الاثنتین والسبعین" (ص ۴۹) سے ظاہر تھا وہ یہ کہ اسلامیین کہنا اس اعتبار سے نہیں ہے کہ خوارج و روافض معتزلہ وغیرھم امام اشعری کے نزدیک بقول اسید الحق اسلام سے خارج نہیں۔

بلکہ بلحاظ انتساب ان کو اسلامیین کہا ہے جس پر خود یہ نسبت قرینہ ہے یعنی اس کتاب کا موضوع ان فرقوں کے مقالات ہیں جو اسلام کی طرف منسوب ہوتے ہیں عام از یں کہ وہ حقیقۃً مسلم ہوں یا اسلام کی طرف منسوب ہوں۔

مقالات اشعری ہمارے یہاں موجود نہیں، اس مجمل عبارت جسے اسید الحق نے اپنے مطلب پر ڈھالا کو ذکر کرنا اور امام اشعری کی وہ عبارتیں چھپا لینا جن سے مختلف گروہوں کے احوال وعقائد معلوم ہوں کیا یہی حق تحقیق و تقاضائے دیانت ہے۔

پھر سبائیہ بھی سرگروہ روافض ہیں اور وہ بقول اسید الحق امام اشعری کے نزدیک اسلام سے خارج نہیں تو سبائیہ بالاجماع کیسے کافر ٹھہریں گے۔ کیا یہ ایک طرف کھلا تضاد اور دوسری طرف امام اشعری پر بہتان طرازی نہیں۔ جس کے لیے حیلہ یہ تراشا کہ ان کی ایک عبارت ذکر کی اور اسے اپنے مطلب پر ڈھالا اور اس کی نسبت امام اشعری کی طرف کردی اور وہ عبارت جس میں مختلف فرقوں کی تفصیل تھی چھپالی تاکہ کھلنے نہ پائے کہ امام اشعری نے کن فرقوں کو اسلام سے خارج بتایا ہے اور کونسے فرقے کو داخل اسلام مانا ہے، اسی طرح اسید الحق نے اپنے مصری استاد دیوی کی بدمذہبی اور خیالی آوارگی ان الفاظ میں نقل کی ''میں نے اسلامی فرقوں کے مسائل خلافیہ اور ان کے دلائل کا لگ بھگ ۳۰ رسال تک نہایت گہرائی اور سنجیدگی سے مطالعہ کیا ہے، اس کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان میں سے ۹۰ رفیصد اختلافات فروعی ہیں یا پھر نزاع لفظی کے قبیل سے ہیں، دوسرا یہ کہ کسی ایک فرقہ کے تمام عقائد واعمال سے ازاول تا آخر اتفاق کرنا ذرا مشکل ہے، کیونکہ افراط وتفریط ہر طرف ہوتی ہے اور عصمت انبیا کے لیے ہے۔''

پھر کہا ''بظاہر یہ بات آزاد خیالی پر مبنی معلوم ہوتی ہے، ضروری نہیں کہ ہمیں بھی استاذ محترم کی اس بات سے اتفاق ہو مگر ہمارے اتفاق یا اختلاف سے قطع نظر اگر بغور اس بات کا جائزہ لیا جائے تو کیا یہ امام غزالی کے مذکورہ بالا نظریات کی صدائے بازگشت نہیں معلوم ہوتی؟۔'' (ص ۵۷)

اس طرح دبے لفظوں میں درپردہ استاد کی بات کو قبول کیا آگے پردہ اٹھادیا اور صاف استاد کی تائید کی اور سخن کا مقبول ہونا صاف ظاہر کیا چنانچہ بطور استفہام تقریری اسید الحق لکھتے ہیں اور امام غزالی کے سریوں تہمت دھرتے ہیں: ''کیا یہ امام غزالی کے مذکورہ بالا الخ

ہم یہاں امام غزالی کی عبارت درج کرتے ہیں جو یوں ہے: ولعلّ صاحبه يميل من سائر المذاهب إلى الأشعري ويزعم أنّ مخالفته في كل ورد وصدر كفر من الكفر الجلي. فاسأله من أين يثبت له أن يكون الحق وقفاً عليه حتى قضى بكفر الباقلاني إذ خالفه في صفة البقاء لله تعالى، وزعم أن ليس هو وصفاً لله تعالى زائداً على الذات ولم صار الباقلاني أولى بالكفر بمخالفته الأشعري من الأشعري بمخالفته الباقلاني؛ ولم صار الحق وقفاً على أحدهما دون الثاني؛ أكان ذلك لأجل السبق في الزمان؛ فقد سبق الأشعري غيره من المعتزلة فليكن الحق للسابق عليه! أم لأجل التفاوت في الفضل والعلم؛ فبأيّ ميزان ومكيال قدر درجات الفضل حتى لاح له أن لا أفضل في الوجود من متبوعه ومقلّده؛ فإن رخص للباقلاني في مخالفته فلم حجر على غيره؛ وما الفرق بين الباقلاني والكرابيسي والقلانسي وغيرهم؛ وما مدرك التخصيص بهذه الرخصة؛ وإن زعم أنّ خلاف الباقلاني يرجع إلى لفظ لا تحقيق وراءه كما تعسف بتكلّفه بعض المتعصبين زاعماً أنهما جميعاً متوافقان على دوام الوجود، والخلاف في أنّ ذلك يرجع إلى الذات أو إلى وصف زائد عليه خلاف قريب لا يوجب التشديد، فما باله يشدّد القول على المعتزلي في نفيه الصفات وهو معترف بأنّ الله تعالى عالم محيط بجميع المعلومات قادر على جميع الممكنات، وإنّما يخالف الاشعري في أنّه عالم وقادر بالذات أو بصفة زائدة. فما الفرق بين الخلافين. (ص ۴۴)

لعلّك إن أنصفت علمت أنّ من جعل الحق وقفاً على واحدٍ من النظار بعينه. فهو إلى الكفر والتناقض أقرب. أمّا الكفر. فلأنّه نزله منزلة النبي المعصوم من الزلل الّذي لا يثبت الإيمان إلا بموافقته ولا يلزم الكفر إلّا بمخالفته. (ص ۴۸)

یعنی: شاید وہ تمام مذاہب میں سے مذہب اشعری کی طرف مائل ہے اور گمان کرتا ہے کہ جو کچھ اشعری نے کہا ہے اس کی مخالفت کفر جلی ہے، میں اس سے سوال کرتا ہوں کہ یہ بات کہاں سے ثابت ہوئی کہ حق صرف اشعری پر منحصر ہے، یہاں تک کہ باقلانی کے کفر کا فیصلہ کر دیا جائے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت بقا یہ وصف زائد علی الذات نہیں ہے تو آخر باقلانی اشعری کی مخالفت کر کے کفر کے مستحق کیوں ہیں؟ اس کے برعکس کیوں نہیں ہے (یعنی اشعری باقلانی کی مخالفت کر کے کفر کے مستحق ہوں) اور پھر آخر حق ان دونوں میں سے کسی ایک پر منحصر کیسے ہوگیا، کیا اس لئے کہ اشعری، باقلانی سے زمانہ کے اعتبار سے سابق ہیں؟ (اگر یہ بات صحیح ہو تو) بعض معتزلی اشعری سے بھی سابق ہیں تو پھر تو حق اشعری سے سابق ہوا، یا پھر اشعری اور باقلانی کے درمیان علم وفضل کے تفاوت کی بنیاد پر حق کا فیصلہ کیا جائے تو آخر وہ کون سے ترازو ہیں جس سے آپ علم وفضل کے درجات تولیں گے اور اگر اشعری سے مخالفت کے باوجود باقلانی کو رعایت دی جا سکتی ہے تو پھر دوسروں پر (اشعری کی مخالفت کی وجہ سے) سختی کیوں کی گئی؟ باقلانی، الکرابیسی اور القلانسی وغیرہ میں آخر کیا فرق ہے؟ تو پھر باقلانی کے ساتھ رعایت کی تخصیص چہ معنی دارد؟ اگر کوئی یہ گمان کرتا ہے کہ باقلانی کا اشعری سے اختلاف نزاع لفظی ہے اختلاف حقیقی نہیں جیسا کہ بعض متعصبین کہتے ہیں یہ دلیل دیتے ہوئے کہ" دونوں (یعنی اشعری اور

باقلانی) وجود کے دوام پر متفق ہیں اختلاف اس میں ہے کہ یہ دوام ذات کی طرف راجع ہے یا وصف زائد علی الذات ہے، اور یہ نزاع لفظی ہے۔ لہٰذا باقلانی پر سختی نہیں کی جائے گی" تو پھر وہ (متعصب) ایک معتزلی پر نفی صفات کے معاملہ میں کیوں سختی کرتا ہے، کیوں کہ معتزلی بھی اس بات کا معترف ہے کہ اللہ کا علم تمام معلومات کو محیط ہے اور وہ تمام ممکنات پر قادر ہے، بس وہ اشعری کی مخالفت اس بارے میں کرتا ہے کہ اللہ عالم بالذات ہے یا عالم بصفۃ زائدہ علی الذات ہے، (یہ بھی نزاع لفظی ہے) تو پھر ان دونوں مخالفتوں (یعنی باقلانی کی اشعری سے اور معتزلی کی اشعری سے) میں آخر کیا فرق ہے؟(۱۰۹)

کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں:

اگر تم انصاف سے کام لو تو تم جانو گے کہ حق کو بعینہٖ کسی ایک پر موقوف مان لینا یہ کفر اور تناقض سے زیادہ قریب ہے، کفر تو اس لئے کہ اس شخص کو نبی معصوم کے درجہ کو پہنچا دیا، یہ انہیں کا مرتبہ ہے کہ ان کی موافقت سے ایمان ثابت ہوتا ہے اور ان کی مخالفت سے کفر لازم ہوتا ہے۔(۱۱۰) (ترجمہ: از اسید الحق)

اور ہر مصنف کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ وہ دونوں عبارتوں کو ملا کر دیکھے اور یہ بتائے کہ امام غزالی کی عبارت بیومی کی عبارت کے کس طرح مطابق ہے اور اس کا ظاہر اُوہ معنی ہوتا در کنار غزالی کے کن لفظوں سے یہ جھلکتا ہے کہ تمام فرقوں کے جملہ اختلافات فروعی اور اختلاف لفظی ہیں؟ اور جب دونوں عبارتون کا مفاد الگ ہے امام غزالی کی عبارت میں اس خیال فاسد کی تصریح در کنار تلویح بھی نہیں، تو بیومی کی بدمذہبی جس کا مفاد یہ ہے کہ ضال مضل واہل حق سب ایک ہیں ان کا نزاع محض لفظی ہے کو امام غزالی کے سر دھرنا بہتان طرازی ہے کہ نہیں؟ ہے اور ضرور ہے، اس سے قطع نظر کہ دخول راجح ہے یا خلود، سوال یہ ہے کہ اس کفر منتشر کے زمانے میں اس بحث کو اٹھانے کی کیا ضرورت اور اس زمانے میں کون سے وہ فرقے ہیں جو محض مبتدعہ وعصاۃ مومنین ہیں؟ یہ کیوں نہیں بتایا جاتا اور کس لیے حکم مطلق لگایا جاتا ہے؟ جواب صاف ظاہر ہے کہ مقصود دائرہ خلود کو تنگ کرنا ہے اور اس کو وسعت دینے والے بقول اسید غیر محتاط ومتشدد لوگ ہیں، چنانچہ رقمطراز ہیں: ہمارے ایک استاذ پروفیسر عبدالمعطی بیومی (صدر شعبۂ عقیدہ: فیکلٹی آف اصول الدین الازہر (شریف) فرمایا کرتے تھے الخ

کہنے کو یہ کہہ گئے مگر سیف اللہ المسلول وتاج الفحول ودیگر علماے بدایوں جن کے نزدیک وہابی دیوبندی نیچری رافضی بالاتفاق کافر بے دین ہیں ان کی کچھ فکر کر لیتے، بالجملہ یہاں سے ظاہر ہوا کہ اسید الحق کے دل میں روافض کے لیے خصوصاً دیوبندی وغیرہ دیگر فرقوں کے لیے عموماً نرم گوشہ ہے اور سنیت کے جام میں صلح کلیت کی زہر آلود شراب پلانا مقصود ہے۔

اسید الحق مدعی ہے کہ "بہت سے فرقے ایسے ہیں کہ ان کی تکفیر نہ کرنے پر علما کا اتفاق ہے مثلاً شیعوں میں زیدیہ یا خوارج میں اباضیہ فرقہ وغیرہ الخ"

یہاں اس دعوے پر بطور دلیل کسی معتمد کتاب کا نہ تو نام ہی لیا نہ حوالے میں کوئی عبارت درج ہوئی اور بلا حوالہ یہ دعویٰ کر دیا کہ بہت سے فرقے ایسے ہیں کہ ان کی تکفیر نہ کرنے پر علما کا اتفاق ہے" الخ

یعنی بلفظ دیگر وہ اجماعاً اہل ایمان ہیں، ہم نے شرح مواقف کی طرف مراجعت کی تو معلوم ہوا کہ زیدیہ کے تین فرقے ہیں: جارودیہ جن کا عقیدہ یہ کہ حضرت علی کی امامت پر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص ہے اور صحابہ علی کی مخالفت کر کے کافر ہو گئے اور اس

وجہ سے کہ انھوں نے نبی کے بعد علی کی اقتدا چھوڑ دی وہ کافر ہیں۔

دوسرے سلیمانیہ: انہوں نے حضرات عثمان، طلحہ، زبیر، وعائشہ صدیقہ کو کافر کہا۔

تیسرے بتیریہ ہیں: جنھوں نے سلیمانیہ کی صحابہ مذکورین کی تکفیر میں موافقت کی، صرف حضرت عثمان کے بارے میں توقف کیا۔

چنانچہ شرح مواقف میں ہے: أمّا الزيدية فثلاث فرق: الجارودية قالوا بالنص من النبي في الإمامة على علي. والصحابة كفروا بمخالفته وتركهم الاقتداء بعلي بعد النبي السليمانية: كفروا عثمان وطلحة والزبير و عائشة البتيرية: وافقوا السليمانية إلاّ أنهم توقّفوا في عثمان [ملخصاً] (۸/ ۳۹۱/ ۳۹۲)

اسی شرح مواقف میں اباضیہ کے متعلق ہے کہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اہل قبلہ میں سے ہمارے مخالفین کفار ہیں مشرک نہیں اور علی اور اکثر صحابہ کو کافر جانتے ہیں اور ان کا ایک فرقہ یہ کہتا ہے کہ عجم سے ایک نبی کتاب کے ساتھ مبعوث ہوگا وہ کتاب آسمان میں لکھی جائے گی اور یکبارگی اس نبی پر نازل ہوگی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو چھوڑ کر ملت صابہ کو اختیار کرے گا جس کا ذکر قرآن میں ہے۔

الإباضية: قالوا مخالفونا من أهل القبلة كفّار غير مشركين، و كفروا علياً وأكثر الصحابة. اليزيدية قالوا سيبعث نبي من العجم بكتاب يكتب في السماء وينزل عليه جملة واحدة يترك شريعة محمد إلى ملّة الصابئة المذكورة في القرآن، ملخصاً (۸/ ۳۹۴)

یہ عبارتیں دیکھیے اور اسید کی دعویٰ ملاحظہ کیجیے اور سوچیے کہ اسید نے کس طرح ایک ناگفتنی تمام علما کے اوپر تھوپ دی۔

تنبیہ: پھر ہمیں تحفۂ اثنا عشریہ و ہندیہ سے زیدیہ و روافض کے متعلق کچھ تفصیل ملی جسے ہم نے ترتیب میں مقدم کیا وہ یاد رکھی جائے۔

مولانا رضوان احمد صاحب شریفی زید مجدہ نے حدیث کی ایسی تقریر پر تحریر کی جس سے روشن ہوا کہ حدیث میں خبران فرقوں کی دی گئی ہے جن کی بدعت حد کفر تک پہنچے گی جس کی وجہ سے وہ فرقہ ناجیہ سے بالکلیہ ممتاز و جدا ہوں گے پھر حدیث مذکور کے مفاد کو دوسری احادیث کریمہ سے مؤید کیا، ان میں چند احادیث کا یہ مفہوم متعین ہے کہ بہت لوگ امت اجابت سے باہر آئیں گے اور دین سے بالکل نکل جائیں گے، بالخصوص وہ حدیث جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے لـــا عن رسول الله ﷺ قال سيكون في أمتي اختلاف وفرقة قوم يحسنون القيل ويسيئون الفعل يقرؤون القرآن لا يجاوز تراقيهم يمرقون من الدين مروق السهم من الرمية لا يرجعون حتى يرتد السهم على فوقه هم شرّ الخلق والخليقة طوبى لمن قتلهم وقتلوه يدعون إلى الكتاب وليسوا منّا في شيء من قاتلهم كان اولى بالله منهم قالوا يارسول الله ما سيماهم قال التحليق-رواه ابوداؤد-

گویا یہ احادیث حدیث افتراق امت کی تفسیر ہیں اور یہ حدیثیں مطلق عن العدد وارد ہوئیں، ان کے ملاحظہ سے اس رائے کی تائید ہوتی ہے کہ فرقے بہتر ہی پر منحصر نہیں بلکہ زیادہ بھی ہو سکتے ہیں پھر مولانا موصوف نے بکثرت فرقے اور ان کے وہ عقائد ذکر کیے جو قطعاً کفر ہیں یہ تمام باتیں علی الترتیب اس بات کی مؤید ہیں کہ بہتر فرقے ہمیشہ جہنم میں رہیں گے "كلهم في النار" کہ

مفید دوام ہے ایسے ہی فرقوں کے بارے میں ارشاد ہوا ہے۔

مولیٰ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر دے اور ان کی یہ سعی جمیل قبول فرمائے اور لوگوں کو اس کتاب مستطاب سے سنیت پر مستحکم اور حق پر ثابت قدم فرمائے۔

اسی دوران محترم و مکرم مولانا مختار حنیف کی تصنیف جو انہوں نے اسید الحق کے رد میں لکھی نظر سے گزری دونوں کتابیں بہت پسند آئیں، دونوں حضرات نے ایک عظیم کار خیر انجام دیا اور علمائے اہل سنت کے ذمہ جو قرض تھا اس سے سب کو سبکدوش فرمایا۔

***

”ایمان، کفر اور تکفیر“ کی بخیہ دری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارے پیش نظر انگریزی مضمون نگار ”نوح حامیم کیلر“ کا مقالہ ہے جس میں مضمون نگار نے دیوبندیوں کی عدم تکفیر کے بارے میں بحث کی ہے اور اصل موضوع سے پہلے ایک مقدمہ ”ایمان، کفر اور تکفیر“ کے عنوان سے لکھا ہے، ہم نے پورا مضمون پڑھوا کر سنا، ہم نے یہ محسوس کیا کہ مضمون تناقض سے بھر پور ہے جیسا کہ آئندہ ہماری تحریر سے ظاہر ہوگا، ہم یہاں مضمون نگار سے چند سوالات کرتے ہیں:

۱- مضمون نگار نے ایک سوال اٹھایا کہ کیا ہم ایسے شخص کو کافر یا نہ ماننے والا کہیں گے جس کی کوئی سوچ کفر یا بدعقیدگی پر مبنی ہو؟ جس کے جواب میں یہ لکھا کہ ”مختصر جواب یہ ہے کہ ضروری نہیں“ [ص ۱] اس پر سوال یہ ہے کہ مضمون نگار نے خود آگے چل کر یہ کہا کہ بعض صورتوں میں وہ شخص کافر کہلائے گا اور بعض میں نہیں، جب یہ حکم مضمون نگار کے نزدیک بعض صورتوں سے مقید تھا تو مختصر جواب میں مطلقاً یہ کیوں کہا کہ ضروری نہیں، اپنے مختصر جواب میں اگر صورتوں کا احاطہ نہ کر سکتے تھے تو یہ تو کہہ سکتے تھے کہ ہر حال میں ضروری نہیں، یا اتفاقیہ طور پر قید کو چھوڑ نا ہے اور پیشگی اس نتیجہ کی تصریح ہے جو اختتام بحث پر نکلتا ہے یعنی دیوبندی کسی طور پر کافر نہیں اور انہیں کافر کہنا غلطی ہے یا اسی حکم مطلق پر جمنا ہے، اس بات پر ہم آئندہ سطور میں غور کریں گے۔

۲- سوال یہ قائم کیا کہ کیا ہم ایسے شخص کو کافر یا نہ ماننے والا کہیں گے جس کی کوئی سوچ کفر یا بدعقیدگی پر مبنی ہو؟ اور جواب یہ دیا کہ ضروری نہیں اس پر سوال یہ ہے کہ سوچ اور فکر یا عقیدہ باہم مترادف الفاظ ہیں اور ان کے لیے قصد لازم، تو مضمون نگار کے جواب کا حاصل یہ ہوا کہ جس کی کوئی سوچ کفر یا بدعقیدگی پر مبنی ہو، اسے کافر کہنا ضروری نہیں، حالانکہ مضمون نگار نے اہانت بالقصد کو کفر بتایا ہے، کیا یہ صریح تناقض نہیں؟ نہیں تو کیسے؟ اور ان دونوں متضاد قولوں میں وجہ مطابقت کیا ہے؟

۳- مضمون نگار نے آگے چل کر لکھا: ”آج بہت سے لوگ اسلامی کتابوں میں کوئی عبارت پڑھتے ہیں جسے کفر قرار دیا گیا ہو اور جب انہیں کسی شخص کا پتہ چلتا ہے جو اس عبارت کو جانتا ہے یا اس نے اس عبارت کے متعلق سنا ہے تو فوراً اس شخص کو کافر مان لیا جاتا ہے۔“ [ص:۱]

مضمون نگار سے اس عبارت کے آخری فقرہ کے بارے میں یہ سوال ہے کہ ان کا یہ کہنا جو اس عبارت کو جانتا ہے الخ صحت کا کون سا پہلو رکھتا ہے، اس عبارت کو جاننے والے یا اس کے متعلق کچھ سننے والے کو کافر قرار دینا محض اس بات پر کہ وہ اس عبارت کو جانتا ہے یا اس کے متعلق کچھ سنا ہے کسی ذی فہم سے متصور ہے؟ ہرگز نہیں، تو یہ مضمون نگار کا لوگوں پر بہتان ہے یا بے سوچے سمجھے بولنا ہے؟ شاید مضمون نگار کا مقصد یہ ہے کہ بے تامل اس شخص کو اس عبارت کے پیش نظر کافر قرار دیا جاتا ہے خواہ وہ شخص اس عبارت کا مصداق ہو یا نہ ہو یعنی اس سے ایسا قول یا فعل جسے عبارت میں کفر قرار دیا گیا سرزد ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، لیکن کیا مضمون نگار کے الفاظ اس کی اس مراد کے مساعد ہیں؟ ہیں تو کیسے؟ اور اگر نہیں تو کیا اس سے صاف ظاہر نہیں ہو جاتا کہ مضمون نگار کو اپنی مراد

بتانے کا بھی سلیقہ نہیں؟ پھر اگر یہی مراد ہے تو اس کا ثبوت بذمۂ مضمون نگار اودھار ہے۔

۴- مضمون نگار نے آگے کہا کہ: "کسی مسلمان کی تکفیر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی بات ہے"۔[ص:۱۱]

بلاشبہ یہ بڑی بات ہے، جب کہ بے دلیل شرعی ہو اور جب دلیل شرعی قائم ہو تو کافر کہنا نہیں، بلکہ اسے کافر ٹھہراتا ہے جو اہانت، انکار ضروریات دین کے سبب خود کافر ہوا۔ دیوبندی جن کے اقوال کی شناعت اس حد تک مضمون نگار کو مسلم ہے کہ آگے چل کر خود کہا کہ: "خلاصہ یہ ہے کہ خلیل احمد سہارنپوری کا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کا شیطان کے علم سے جو کہ مخلوقات میں سب سے زیادہ ذلیل ہے نامناسب موازنہ قطع نظر اس کے موقف کے ایسی بات ہے کہ چند ہی مسلمانوں کو روا ہوگا،۔۔۔۔۔۔۔ اس نے اس عبارت میں شدید ٹھوکر کھائی ہے، کسی بھی ماضی کے اسلامی معاشرے میں چاہے حیدر آباد ہو یا کابل، بغداد ہو یا قاہرہ، فاس ہو یا دمشق، الختصر یہ کہ اس کے دور کے برٹش انڈیا کے سوا دنیا کے تمام مسلمان ان الفاظ کو ذلت آمیز اور نا قابل قبول پاتے"۔[ص: ۲۸]

مزید کہا کہ: "اب اگر پلٹ کر پیچھے دیکھیں تو اس بات پر کوئی بھی حیران ہوئے بغیر نہیں رہ پاتا کہ خلیل احمد اور اشرف علی کے دوستوں، استادوں اور شاگردوں نے ان لوگوں کے مخالفوں سے قبل اختلاف کیوں نہ کیا؟ اس بات پر کہ ان سے پہلے کب کسی عالم دین نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم مبارک کا کسی شیطان، مجنون یا کسی جانور کے علم سے موازنہ کیا ہو۔۔۔۔ شاید ہی کسی مسلمان کے لیے ایسی بات یا ایسا موازنہ اپنے باپ کے لیے بھی قابل قبول ہو؟ چہ جائیکہ ایسی بات اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے لیے کی گئی ہو ایسی بات بغیر کسی شبہ کے کھلی بے ادبی اور گستاخی ہے جس کا دفاع ناممکن ہے"۔[ص:۳۱]

یعنی اس کو اس امر میں شک ہے کہ تھوڑے مسلمان بھی ان اقوال بد کو مقرر رکھیں گے، کیا اس شک سے بھرے اقرار کا یہ حاصل نہیں کہ یہ امر مضمون نگار کے نزدیک بھی یقینی ہے کہ ان اقوال بد کو کوئی مسلمان گوارا نہ کرے گا، اس اعتراف کے باوجود دیوبندیوں کو کفر سے بچانے کے لیے یہ تمہید اور وہ نتیجہ کہ انہیں کافر کہنا غلطی ہے، مضمون نگار کا تضاد نہیں تو کیا ہے؟ مذکورہ بالا جملہ مضمون نگار کے نزدیک مطلق ہے یا مقید؟ اگر مطلق ہے تو مضمون نگار پہلے یہ کہہ چکا کہ "بعض صورتوں میں وہ شخص کافر کہلائے گا بعض میں نہیں" جس کا مفاد یہ ہے کہ حکم مقید ہے پھر اسے مطلق کیوں چھوڑا؟ اور اگر مقید ہے تو قیود کی تفصیل اور متکلم کے کلام میں ممکنہ وجوہ جیسے صریح، متعین یا متعین اور دونوں کا حکم اور یہ کہ فقہا و متکلمین کے مذہب کا بیان، یہ سب امور کیوں نہ بیان ہوئے؟ اس لیے کہ مضمون نگار نے اٹھارویں صدی عیسوی میں وہابیوں کے فتنے کا ذکر کرنے کے بعد یہ کہا کہ: "یہ بات بہت سے دوسرے قدامت پسند مسلمانوں میں بہت عام ہوئی"۔[ص:۱۱]

مضمون نگار کا مضمون انگریزی میں ہے جس میں اس نے بہت سے مسلمانوں کو Orthodox کہا Orthodox انگلش ڈکشنری کے مطابق چند معنی کے لیے آتا ہے جو درج ذیل ہیں: Orthodox:adj. Generally accepted rightly taught belief صحیح عقیدہ Holding it(Person) صحیح العقیدہ Person holding it صحیح العقیدہ with such views[Person] تقلید کی تقلید کرنے والا[خیالات] فرسودہ) . etc,(Vengold fashioned پسند، دقیانوسی، فرسودہ خیال Orthodoxy n. being orthodox صحیح العقیدہ ہونا، دقیانوسی ہونا

مندرجہ بالا ڈکشنری کے حوالے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ Orthodox کے دو معنی ہیں: صحیح العقیدہ اور دقیانوسی، اور مضمون نگار صاحب سے سوال ہے کہ انہوں نے Orthodox سے کیا مراد لیا؟ صحیح العقیدہ یا دقیانوسی، بر تقدیر اول مضمون نگار کے بقول وہ لوگ صحیح العقیدہ کیسے رہ گئے جن میں یہ بات عام ہوئی جو اس کے بقول "آج کے دور کی بہت بڑی بدعت ہے"۔

بر تقدیر ثانی کیا اس کے قول سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جو بات بہت سے مسلمانوں میں عام ہے جو اس کے بقول دقیانوسی ہیں وہ بات بھی اس کے بقول دقیانوسی ہے اور پرانے زمانے سے چلی آ رہی ہے پھر اسے آج کے دور کی بہت بڑی بدعت کہنا کیوں کر صحیح ہے؟ اور کیا یہ صحیح العقیدہ مسلمانوں پر بہتان نہیں اور یہ بلا امتیاز سارے مسلمانوں کی توہین نہیں؟

مضمون نگار قدامت پسندی پر طعنہ زن ہیں، اسلام کے اصول کیا نئے ہیں؟ ہرگز نہیں، وہ تو قدیم ہیں، تو یہ طعنہ کیا صرف مسلمانوں پر ہے یا اسلام کے اصولوں پر؟ بیشک یہ طعنہ اسلام کے اصولوں پر ہوا، پھر کیا مضمون نگار جدید اصول دین اور جدید اسلام کے داعی ہیں؟ آپ قدامت پسندی پر معترض ہیں اور جدت کے داعی ہیں تو خود آپ کیا ہوئے؟

مضمون نگار کا یہ کہنا کہ کسی مسلمان کو کافر کہنا بہت بڑی بات ہے اگر چہ یہ ایک جنرل بات ہے مگر یہ ظاہر ہے کہ مضمون نگار یہ بات دیوبندیوں کے بچاؤ میں کہہ رہا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ دیوبندی اس کے نزدیک مسلمان ہیں اور ان کو کافر کہنا بڑی بات ہے، اب مضمون نگار کی ذمہ داری ہے کہ ثابت کرے کہ دیوبندی مسلمان ہیں، کیا ختم نبوت کا انکار ضروریات دین کا انکار نہیں؟ اور خاتم النبیین بمعنی نبی آخر الزماں کے متعلق یہ کہنا کہ یہ عوام [یعنی جہلا] کا خیال ہے قرآن وسنت واجماع امت کی تکذیب نہیں؟ اگر نہیں تو کیسے؟ اور تکذیب ہے اور ضرور ہے تو کیا یہ کفر نہیں؟ پھر معنی مذکور کو عوام کا خیال بتا کر یہ کہنا کہ اہل فہم پر روشن ہوگا کہ "تقدم وتاخر زمانی میں بالذات کوئی فضیلت نہیں"، کیا یہ انکار بر انکار اور تکذیب در تکذیب نہیں؟ امام غزالی کی تصنیف "الاقتصاد" جو مضمون نگار کی بھی مستند ہے وہ پیش نظر رکھ کے مضمون نگار یہ بتائے کہ آیہ کریمہ خاتم النبیین میں کوئی تاویل مقبول ہے؟ اگر ہے تو وہ کیا ہے؟ اور اس کے مقبول ہونے پر شرع سے کیا دلیل ہے؟ اور اگر کوئی تاویل نہیں اور ہرگز نہیں تو اس آیہ کریمہ کا انکار بر انکار، تکذیب در تکذیب اور اس کو کوئی وصف مدح نہ ماننا، حالانکہ قرآن نے اس کو مقام مدح میں ذکر کیا او رسنت اور اجماع امت سے یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بڑی فضیلت سمجھی گئی اور یہ سب ضروریات دین سے ہے جس کو قاسم نانوتوی نے رد کر کے ایک ہی جملے میں کئی ضروریات دین کا انکار کر دیا، پھر بھی مضمون نگار کے نزدیک مسلمان اور اس کی تکفیر بے دلیل! مضمون نگار معنی خاتم النبیین میں تاویل کس گھر سے لائیں گے؟ حالانکہ امام غزالی کی کتاب مستطاب "الاقتصاد" جو مضمون نگار کی بھی مستند ہے میں صاف ارشاد ہوا:

الباب الرابع في بيان من يجب تكفيره من الفرق [إلى أن قال:] الرتبة السادسة: ألا يصرح بالتكذيب ولا يكذب أيضا أمرا معلوما على القطع التواتر من أصول الدين، ولكن ينكر ما علم صحته بالإجماع المجرد، فلا مدرك لصحته إلا الإجماع، فأما التواتر .. فلا يشهد له: كالنظام مثلا إذ أنكر كون الإجماع حجة قاطعة في أصله، وقال: ليس يدل على استحالة الخطإ على أهل الإجماع دليل عقلي قاطع ولا شرعي متواتر لا يحتمل التأويل، فكل ما يستشهد به من الأخبار والآيات مؤول

بزعمه. وهو في قوله هذا خارق لإجماع التابعين، فإنا نعلم إجماعهم على أن ما أجمع عليه الصحابة حق مقطوع به لا يمكن خلافه. فقد أنكر الإجماع وخرق الإجماع.

وهذا في محل الاجتهاد. ولي فيه نظر؛ إذ الإشكالات كثيرة في وجه كون الإجماع حجة. فيكاد يكون ذلك كالممهد للعذر. ولكن لو فتح هذا الباب.. انجر إلى أمور شنيعة. وهو أن قائلا لو قال: يجوز أن يبعث رسول بعد نبينا محمد صلى الله عليه وسلم .. فيبعد التوقف في تكفيره ومستند استحالة ذلك عند البحث يستمد من الإجماع لا محالة؛ فإن العقل لا يحيله. وما نقل فيه من قوله: ((لا نبي بعدي))، ومن قوله تعالى: ﴿خاتم النبيين﴾ .. فلا يعجز هذا القائل عن تأويله فيقول: (خاتم النبيين) أراد به أولي العزم من الرسل؛ فإن قوله: ﴿النبيين﴾ عام. ولا يبعد تخصيص العام. وقوله: ((لا نبي بعدي)) لم يرد به الرسول، وفرق بين النبي والرسول، والنبي أعلى رتبة من الرسول.. إلى غير ذلك من أنواع الهذيان.

فهذا وأمثاله لا يمكن أن ندعي استحالته من حيث مجرد اللفظ، فإنا في تأويل ظواهر التشبيه قضينا باحتمالات أبعد من هذه ولم يكن ذلك مبطلا للنصوص. ولكن الرد على هذا القائل أن الأمة فهمت بالإجماع من هذا اللفظ ومن قرائن أحواله أنه أفهم عدم نبي بعده أبداً وعدم رسول أبدا. وأنه ليس فيه تأويل ولا تخصيص. فمنكر هذا لا يكون إلا منكراً للإجماع. (الاقتصاد في الاعتقاد ص 302-308)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ امام غزالی نے ایک باب باندھا ان فرقوں کے بیان میں جن کی تکفیر واجب ہے اور فرمایا کہ مرتبہ سادسہ یہ ہے کہ صاف صاف قرآن وسنت میں کسی کی تکذیب نہ کرے اور نہ کسی ایسے امر کو صاف صاف جھٹلائے جس کا یقینی طور پر تواتر سے اصول دین سے ہونا معلوم ہو لیکن ایسی شی کا منکر ہو جو اجماع محض سے ثابت ہو۔

آگے چل کر فرماتے ہیں: اگر تاویلات سے رد اجماع کا دروازہ کھولا جائے تو یہ بہت سارے امور شنیعہ کی طرف منجر ہو، یوں کہ اگر کوئی شخص یوں کہے: ہمارے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی رسول کا مبعوث ہونا ممکن ہے، تو اس کی تکفیر میں توقف مستبعد ہوگا اور بحث کے وقت اس امر کے محال ہونے کی سند میں لامحالہ اجماع سے مدد لی جائے گی، اس لیے کہ یہ بات عقلاً محال نہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول "لا نبي بعدي" اور اللہ تعالیٰ کے قول "خاتم النبيين" میں تاویل سے وہ معترض عاجز نہ ہوگا، چنانچہ کہہ سکتا ہے "خاتم النبيين" سے اولوالعزم رسول مراد ہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا قول "النبيين" عام ہے اور عام کی تخصیص مستبعد نہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "لا نبي بعدي" سے رسول کو مراد نہیں لیا اور نبی اور رسول میں فرق ہے، اور رسول نبی سے مرتبے میں اعلیٰ ہے، اس کے علاوہ اور دوسری باتیں یہ اقسام ہذیان سے ہیں، تو یہ اور اس جیسی اور باتوں کے محال ہونے کا دعویٰ محض لفظ میں نہیں کیا جا سکتا، اس لیے کہ ان نصوص کی تاویل میں جو تشبیہ کے معنی میں ظاہر ہیں ہم نے بہت سے ایسے احتمالات پر فیصلہ کیا جو ان احتمالات سے دورتر تھے پھر بھی مذکورہ احتمالات نصوص کو باطل کرنے والا نہ ٹھہر سکے لیکن اس قائل کا رد یوں

کیا جائے گا کہ امت نے بالاجماع اس لفظ سے اور اس کے قرائن حالیہ سے یہ سمجھا کہ یہ لفظ یہ سمجھاتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہ ہوگا نہ ان کے بعد کوئی نیا رسول ہوگا اور یہ کہ نہ اس میں کوئی تاویل ہے نہ کسی تخصیص کی گنجائش ہے تو اس کا منکر اجماع ہی کا منکر ٹھہرے گا۔

مضمون نگار صاحب دیکھیں کہ انہیں کی مستند "الاقتصاد" میں کیسی صاف تصریح ہے کہ خاتم النبیین کے معنی میں کسی تاویل و تخصیص کی گنجائش نہیں اور باجماع امت اس کا یہی مفہوم ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ہمیشہ کے لیے نیا نبی اور رسول جدید معدوم ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے نبی کی بعثت کو ممکن ماننے والا منکر اجماع ہے اور اس کا شمار انہیں میں ہے جن کی تکفیر واجب ہے اور پھر اس عبارت کو دیکھ کر اس فیصلہ کا انجام بتائیں جو انہوں نے صفحہ ۳۰ ر پر ان الفاظ میں ذکر کیا: "[امام] احمد رضا کا دیوبندی اکابر کے خلاف کفر کا فتویٰ ایک غلطی تھی"۔

اور اس عبارت کے پیش نظر اپنا بھی حکم بتائیں کہ اس کے بموجب وہ خود کون سے فرقے میں ہے؟ اور جب دونوں قول متضاد ہیں تو یہ کہنا کیوں کر صحیح کہ یہ بھی صحیح کہتے ہیں وہ بھی صحیح کہتے ہیں اور خاتم النبیین کے معنی کو ملحوظ رکھتے ہوئے امکان ذاتی کا نام و نشان کہاں؟ اسی لیے امام احمد رضا قدس سرہ نے المستند المعتمد میں فرمایا:

"وهو معدوم بلحاظ خاتم أي إمكانا ووقوعيا ففيه الكفر لتكذيب النص وإنكار ما هو من ضروريات الدين، أما الذاتي فلا يحتمل الإكفار بل هو ههنا صحيح وإن بطل في تعدد خاتم النبيين لأن الأخر بالمعنى الموجود ههنا لا يقبل الاشتراك عقلاً"۔ [ص:۱۲۰]

الاقتصاد کی تائید میں امام ابن حجر مکی کی کتاب "الاعلام" سے بھی ایک عبارت درج ہوتی ہے: "ومن ذلك أيضا تكذيب نبي أو نسبة تعمد كذب إليه أو محاربته أو سبه أو الاستخفاف به. ومثل ذلك كما قاله الحليمي مالو تمني في وقت نبي من الأنبياء الله أنه هو الذي دون ذلك النبي، أو في زمن نبينا أو بعده أن لو كان نبيا أو أنه صلى الله تعالى عليه وسلم لم تكن النبوة به فيكفر في جميع ذلك والظاهر أنه لا فرق بين تمني ذلك باللسان أو القلب [الاعلام ص:۲۶]

اس عبارت جامعہ میں جہاں کئی امور کا اجمالی طور پر احاطہ کیا، اقتصاد کی مذکورہ عبارت کا وہ مفہوم بھی بیان کیا جسے اقتصاد میں خوب مدلل فرمایا لہٰذا اس کا مضمون نگار کو مسلم ہونا ضرور ہے اور یہ اس پر ضرور حجت ہے کہ الاقتصاد اس کی مستند کتاب ہے۔

اگر مضمون نگار نے نہ دیکھا تو اب دیکھے کہ "الاقتصاد" میں معنی "خاتم النبیین" میں وہ کچھ تاویلیں ذکر کیں جو بظاہر حق ہوئی معلوم ہوتی ہیں مگر انہیں یک لخت رد کر دیا تو قاسم نانوتوی کی مذکورہ تاویل کیوں کر قابل قبول ہوگی؟ پھر یہ تاویل ہے یا تحویل؟ اسے تاویل ماننا کیوں کر صحیح؟ جب کہ یہ تاویل مزعوم کسی طرح معنی خاتم النبیین سے مفہوم نہیں ہوتی۔ پھر اس تاویل بے جا سے ختم نبوت کا انکار بصریح احادیث کی تکذیب اور اجماع کا رد ہی نہیں ہوتا بلکہ انبیائے سابقین کی نبوت کا بھی انکار صاف ظاہر ہے کہ اس تاویل کا خلاصہ خود قاسم نانوتوی نے لکھا کہ آپ نبی بالذات ہیں اور انبیا نبی بالعرض ہیں۔ کیا یہ اس کا صاف معنی نہیں کہ انبیا حقیقۃً نبوت سے موصوف نہیں، نبوت ان کا وصف عارض ہے، کیا وصف عارض ذات کا وصف حقیقی ہے یا یہ کہ ذات اس سے حقیقۃً موصوف نہیں جیسے

چلتی کشتی میں بیٹھے ہوئے انسان کی عارضی حرکت، کہ حرکت حقیقۃً کشتی میں ہے اور بیٹھا ہوا انسان متحرک نظر آتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ قادیانی کافر ہیں اور دیوبندی مسلمان؟ حالانکہ دونوں مکذّب قرآن، مکذب حدیث اور منکر اجماع اور دیگر انبیا کی نبوت کے نافی۔

امکان ذاتی تو بہت پرزور انداز میں بتایا مگر کیا یہی امکان ذاتی ہے کہ خاتم النبیین کا معنی جو اجماعی ہے اسے جاہلوں کا خیال بتا کے رد کیا جائے پھر انکار پر مزید زور دے کر یہ کہا جائے کہ "تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کوئی فضیلت نہیں" پھر اس تمہید پر یہ چنائی اٹھائی جائے کہ "اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی فرض کیا جائے تو بھی خاتمیت محمدی میں فرق نہ آئے گا"۔

کیا امکان ذاتی کو اسی طور پر بولا جاتا ہے، یا یہ امکان وقوعی ہے؟ اور اگر یہ امکان وقوعی ہے اور ضرور ہے تو مضمون نگار نے جو یہ کہا کہ سب اس کو ممتنع بالغیر مانتے ہیں کیسے صحیح ہے؟

مضمون نگار پہلے یہ اقرار کر چکا کہ "آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں ہوگا جب کہ عربی میں لفظ خاتم کو اگر تسلسل میں مضاف قرار دیا جائے یعنی کسی تسلسل کا آخر جس پر یہ سلسلہ ختم ہوا اور اس میں کوئی اضافہ نہ ہو، یہی ایک امکانی مطلب اس لفظ کا اس تناظر میں ہے"۔ [ص:۲۰]

کیا یہ کھلا اعتراف نہیں کہ خاتم النبیین کے اور معنی ممکن نہیں تو بلحاظ خاتم النبیین مضمون نگار کے اس قول کی کیا گنجائش جو اس سے پہلے کہا کہ "یوں تو یہ جائز عقلی کے زمرے میں آئے گا اور معنی خاتم النبیین سے صرف نظر سے جائز عقلی میں کفر سے مفر سہی مگر معنی خاتم النبیین سے صرف نظر کی کس مومن نے ٹھہرائی، اور جب معنی خاتم النبیین خاتم میں ملحوظ اور ہر مومن کے ذہن و دل میں ہر وقت موجود، تو اس کے ہوتے یہ کیسے بقول مضمون نگار جائز عقلی کے زمرے میں آئے گا؟ مضمون نگار خاتم النبیین کے امکانی معنی بتا کر یہ کہتا ہے "کیا اس بارے میں اختلاف تھا جب کہ متفقہ طور پر تمام امت کے علما کا اجماع ہے اور واضح طور پر خود سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مختلف احادیث میں بیان فرمایا مثلاً مسند امام احمد وغیرہ میں ہے کہ "رسالت اور نبوت ختم ہو چکی اور میرے بعد نہ کوئی نبی آئے گا نہ کوئی رسول"۔ [ص:۲۰]

مضمون نگار کا یہ جملہ استفہام انکاری ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ اس باب میں اختلاف کا انکاری ہے، اس پر خود اس کا لاحقہ جملہ قرینہ واضحہ ہے جس میں اس نے صاف صاف اس پر علمائے امت کے اجماع کا اقرار کیا ہے، کیا اس کی روشنی میں دیوبندی کتاب و سنت کے انکار کے ساتھ اجماع امت کے منکر نہ ہوئے؟ ضرور ہوئے، خود اسی کے اقرار کے بموجب منکر اجماع ہوئے۔ مضمون نگار اپنی تمہید کے دوسرے صفحہ پر یہ لکھتا ہے: "کہ وہ امور جنہیں سب جانتے ہیں۔ پہلی قسم میں کسی چیز کا انکار کھلا کفر ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت رسولوں کے اوصاف یہ کہ سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر رسالت ختم ہوگئی [الی قولہ] امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ کوئی مسلمان جو کسی ایسی بات کا انکار کرے جو ضروریات دین میں سے ہو اسے کافر اور گمراہ قرار دیا جائے گا"۔ [ص:۲]

مضمون نگار کی مندرجہ بالا عبارت اور صفحہ ۲۰ پر اس کا یہ کہنا کہ کیا اس میں اختلاف تھا الخ، اس امر کی صاف تصریح ہے کہ مسئلہ ختم نبوت ضروریات دین سے ہے، اس پر اجماع امت ہے اس میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں اور اس میں کسی کے خلاف کا

اعتبار نہیں، پھر کیوں اپنے اقرار کو جھٹلاتا ہے، اور صفحہ ۲۱ر پر امکان کذب اور مسئلہ ختم نبوت کو دیگر مسائل کے ساتھ ملا کر یہ کہتا ہے کہ ”ان چھ سوالات کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی خالصہ عقیدے کا مسئلہ نہیں ہے۔“ اور اپنے مسلمہ اصول کو توڑتا ہے اور دیوبندیوں کی عدم تکفیر کے لئے یوں تمہید اٹھاتا ہے: ”ایمان اور کفر کا پیمانہ ان امور کو نہیں بنایا جا سکتا جن پر علما کا اختلاف ہو، چاہے وہ قرآن، حدیث یا انسانی سوچ [غیر جذباتی] کے شواہد کی بنا پر ہو“ [ص: ۳] پھر پہلے کیوں کہا تھا: ”کیا اس میں کوئی اختلاف تھا“ اور یہ کیوں مانا تھا اور کہا تھا کہ ”پہلی قسم میں کسی چیز کا انکار کھلا کفر ہے“ اور جب پہلے وہ مان لیا تو آخر میں اختلاف علما کی آڑ کیوں لی اور صفحہ ۲۰ر پر وہ عبارت کیوں لکھی جو ابھی گزری۔ کیا یہ اقرار سے فرار نہیں؟ اور انکار پر اصرار نہیں؟ کیا یہ پتہ نہیں دیتا کہ مضمون نگار کو کسی طرح قرار نہیں؟ اسی اضطراب اور عدم استقرار کا ایک اور نمونہ یوں پیش کیا کہ ”بشرطیکہ یہ عالمانہ سوچ پر مبنی ہو یعنی کم از کم:

ا- یہ قرآن اور سنت کی ایسی تخیلاتی تشریح پر مبنی نہ ہو جس سے عربی زبان کے قواعد اور الفاظ کے استعمال کی نفی ہوتی ہو۔

ب- یہ کسی اور بیان صریح کی نفی نہ کرتا ہو۔

ج- اجماع کے خلاف نہ ہو۔ الخ

د- ب اور ج سے اخذ کیے گئے قیاس کی نفی نہ کرتا ہو۔ [ص: ۳، ۴]

مضمون نگار کی مندرجہ بالا عبارت سے تمہید ہی میں کیا دیوبندیوں کی تمام عبارتوں کا فیصلہ نہ ہو گیا؟ کیا مضمون نگار نے سب کا کام تمام نہ کر دیا؟ کیا مضمون نگار نے اولاً و آخراً یہ نہ مان لیا کہ ضروریات دین اور اجماع امت میں کسی مخالف کے خلاف کا اصلاً اعتبار نہیں، پھر اختلاف کو یہ کہ کر رد نہ کر دیا کہ قرآن اور سنت کی ایسی تخیلاتی تشریح پر مبنی نہ ہو جس سے عربی زبان کے قواعد اور الفاظ کے استعمال کی نفی ہوتی ہو۔

مضمون نگار کو اپنے اوپر کے جملوں میں غور کرنے کی دعوت دیجیے خود ہی کہا کہ پہلی قسم میں سے کسی چیز کا انکار کھلا کفر ہے اور خود ہی یہ مانا کہ اس [یعنی مسئلہ ختم نبوت] میں کسی کا اختلاف نہ تھا اور اس کے باوجود صفحہ ۲۰ر پر یہ لکھا کہ ”ان چھ سوالات کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی خالصہ عقیدے کا مسئلہ نہیں ہے“ اور اس طرح امتناع کذب باری اور مسئلہ ختم نبوت کو نہ صرف ضروریات دین سے خارج کیا بلکہ اس کے خالصہ عقیدے کا مسئلہ ہونے کی بھی نفی کر دی، یہ تضاد نہیں تو کیا ہے؟

پھر سب کو بھلا کر یہ کہتا ہے کہ ایمان و کفر کا پیمانہ ان امور کو نہیں بنایا جا سکتا جن پر علما کا اختلاف ہو اور یہاں اختلاف کو معتبر مانتا ہے پھر اس اختلاف میں شرطیں لگاتا ہے اور اس طرح اختلاف کو رد کرتا ہے، کیا وہ ثابت کر سکتا ہے کہ خاتم النبیین کے وہ معنی جو نانوتوی نے بتائے وہ تخیلاتی تشریح پر مبنی نہیں اور اس سے عربی زبان کے قواعد اور الفاظ کے استعمال کی نفی نہیں ہوتی اور کیا اس سے بیان صریح کی نفی نہیں ہوتی اور اسی طرح کیا خلیل احمد کی عبارت صریح آیات کی نفی نہیں کرتی اور کیا اشرفعلی کی عبارت قرآن کے صریح مفاد کی نافی نہیں حالانکہ خود ہی ان عبارتوں کو کھلی گستاخی مانتا ہے، کیا یہ تناقضوں کا انبار نہیں، چنانچہ ص ۲۸ر پر لکھا ہے: ”خلاصہ یہ ہے کہ خلیل احمد سہارنپوری کا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کا شیطان کے علم سے جو کہ موقف کے ایسی بات ہے کہ چند ہی مسلمانوں کو روا ہوگا۔ چاہے خلیل احمد نے اسے حکیمانہ کارنامہ سمجھا ہو کہ چونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم شیطان سے بھی کم ہے۔ [معاذ اللہ] تو یہ اللہ تعالیٰ کے علم سے بے پناہ کم ہوگا یا اس کا باعث کچھ بھی رہا ہو، اس نے اس عبارت میں شدید ٹھوکر کھائی

ہے۔ کسی بھی ماضی کے اسلامی معاشرے میں چاہے حیدرآباد ہو یا کابل، بغداد ہو یا قاہرہ، فاس ہو یا دمشق، المختصر یہ کہ اس کے دور کے برٹش انڈیا کے سوا دنیا کے تمام مسلمان ان الفاظ کو ذلت آمیز اور ناقابل قبول پاتے"۔

ص ۳۱؍ پر لکھا: "اب اگر پلٹ کر پیچھے دیکھیں تو اس بات پر کوئی بھی حیران ہوئے بغیر نہیں رہ پاتا کہ خلیل احمد اور اشرف علی کے دوستوں، استادوں اور شاگردوں نے ان لوگوں کے مخالفوں سے قبل اختلاف کیوں نہ کیا اس بات پر کہ ان سے پہلے کب کسی عالم دین نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم مبارک کا کسی شیطان، مجنون یا کسی جانور کے علم سے موازنہ کیا ہو، چاہے یہ موازنہ کسی نکتہ کو سمجھانے کے لیے ہی کیا گیا ہو، شاید ہی کسی مسلمان کے لیے ایسی بات یا ایسا موازنہ اپنے باپ کے لیے بھی قابل قبول ہو؟ چہ جائیکہ ایسی بات اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے لیے کی گئی ہو ایسی بات بغیر کسی شبہے کے کھلی بے ادبی اور گستاخی ہے جس کا دفاع ناممکن ہے لیکن یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتی ہے۔"

اور ثابت کیسے کرے گا جب کہ مندرجہ بالا اقتباسات کی روشنی میں خود انہیں صریح بیان کا نافی، قرآن وسنت کے خلاف، کھلی گستاخی، تمام مسلمانوں کے نزدیک ان الفاظ کو ذلت آمیز اور ناقابل قبول مان لیا، تو یہاں اگر چہ وہ الفاظ نہ دہرائے جو تمہید میں درج ہوئے یعنی قرآن وسنت کی ایسی تخیلاتی تشریح پر مبنی نہ ہو [إلى قوله] کسی اور بیان صریح کی نفی نہ کرتا ہو۔ لیکن مندرجہ بالا عبارتوں میں اس کا اعتراف مکرر صاف پتہ دیتا ہے کہ اس نے تمہید میں جو شرط لگائی تھی وہ یہاں مفقود ہے، تو اپنے منہ ایسے اختلاف کو نا معتبر بتایا پھر اسے معتبر مانا جبھی تو دیوبندیوں کی عدم تکفیر پر قائم ہے یہ کھلا تناقض نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ خود ہی ص ۲۸؍ پر یہ اعتراف کیا کہ "دنیا کے تمام مسلمان ان الفاظ کو ذلت آمیز اور ناقابل قبول پاتے" اور یہ بھول گیا کہ وہ اس سے پہلے خلیل احمد سہارنپوری کے الفاظ کے متعلق یہ کہہ چکا کہ "نامناسب موازنہ قطع نظر اس کے موقف کے ایسی بات ہے کہ چند ہی مسلمانوں کو روا ہوگا" قطع نظر اس کے کہ یہ دونوں جملے نفی واثبات میں متناقض ہیں کہ وہاں چند ہی مسلمان کہا اور یہاں دنیا کے تمام مسلمان کہا اور وہاں ایسے الفاظ گوارہ کرنے والوں کو مسلمان کہا اور یہاں "دنیا کے تمام مسلمانوں" کہہ کر ان کے اسلام کی نفی کر دی، اس تناقض در تناقض کے باوجود کیا اسی کے منہ سے یہ ثابت نہ ہو گیا کہ ایسی بات کسی مسلمان کے منہ سے نہیں نکل سکتی، ایسی ہی بات کو تو امام ابن حجر نے زواجر میں فرمایا:

"فمن أنواع الكفر والشرك أن يعزم الإنسان عليه في زمن بعيد أو قريب أو يعلقه باللسان أو القلب على شيء ولو محالا عقليا فيما يظهر. فيكفر حالا أو يعتقد ما يوجبه أو يفعل أو يتلفظ بما يدلّ عليه سواء أصدر عن اعتقاد أو عناد أو استهزاء. وفي معنى ذلك كل من فعل فعلا أجمع المسلمون على أنه لا يصدر الامن كافر وإن كان مصرحا بالإسلام كالمشي إلى الكنائس مع أهلها بزيهم من الزنانير وغيرها"۔ یعنی کفر وشرک کے اقسام میں ایک بات یہ ہے کہ انسان کفر کا پختہ ارادہ مستقبل بعید یا مستقبل قریب میں کرے، یا کسی شی پر اس کو دل یا زبان سے معلق کرے اگر چہ وہ شی محال عقلی ہو تو اس صورت میں فی الحال کافر ہو جائے گا یا ایسی بات کا اعتقاد کرے جو کفر کی موجب ہو یا ایسا کام کرے یا ایسی بات منہ سے نکالے جو کفر پر دلالت کرتی ہو خواہ یہ بات اس کے اعتقاد سے صادر ہو یا عناد کی بنا پر ہو [یعنی اس کو ناحق جانے پھر بھی ہٹ دھرمی کرے اور وہ بات زبان سے ادا کرے، یہی عناد کے

معنی ہیں اور یہ کفر عنادی ہے]یا مخفی میں ایسی بات بولے یا وہ کام کرے [إلى أن قال]اور یہی حکم ہر اس شخص کا ہے جو ایسا کام کرے جس کے بارے میں مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وہ کافر سے ہی صادر ہوگا، اگر چہ کھلم کھلا اسلام کا دعوی کرتا ہو جیسے کفار کے ساتھ ان کے خاص لباس زنار وغیرہ میں گرجے میں جانا الخ۔

امام ابن حجر مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبارت میں فعل کا ذکر اتفاقی ہے اور حکم ہر اس قول کو بھی شامل ہے جس کے بارے میں مسلمانوں کا اجماع ہو کہ وہ کسی مسلمان سے صادر نہیں ہو سکتا کما لا یخفی، یا فعل کا مفہوم عام ہے جو فعل زبان وقلب کو بھی شامل ہے۔

ہم نے عبارت کچھ اوپر سے لے لی اس لیے کہ عبارت کا آخری جملہ اوپر سے مرتبط تھا پھر اس میں کچھ فوائد مہمہ بھی ہیں جو جواب میں کارآمد ہیں ان کا اعادہ ہو سکتا ہے۔ اس عبارت میں ہمارے لیے شاہد یہ آخری جملہ ہے، جس کا معنی مضمون نگار نے یوں ادا کیا کہ تمام دنیا کے مسلمان الخ، کیا اس طرح اس کے کفر ہونے پر اجماع مسلمین تسلیم نہ کر لیا ضرور کر لیا، اب یہ تناقض دیکھیے کہ اپنے ہی اقرار کو یوں انکار میں بدلتا ہے اور کہتا ہے کہ پھر بھی یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتا، آخر کیوں؟ اور بقول مضمون نگار یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتا، تو اس کی صراحت کے بموجب یہ ایمان ہے اس لیے کہ ایمان اور کفر میں واسطہ نہیں، لہٰذا جب اس کے کفر ہونے کی نفی ٹھہری تو مضمون نگار کی تصریح کے بموجب ایمان ٹھہرا اس لیے کہ دو نقیضیں نہ باہم اکٹھی ہوتی ہیں نہ ایک ساتھ دونوں معدوم ہوتی ہیں اور جب یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتا تو ایسی بات کے باوجود جو بقول مضمون نگار ذلت آمیز، نا قابل قبول، کھلی بے ادبی اور گستاخی جس کا دفاع ناممکن، مضمون نگار کے نزدیک دیوبندی مسلمان کیوں نہ ٹھہریں گے اور انہیں کافر کہنے والے خاطی کیوں نہ ہوں گے، مضمون نگار سے اس پر کیا کہا جائے، تمام صحیح العقیدہ مسلمان بلکہ ہر منصف یہ دیکھے کہ اقرار وانکار اور نفی واثبات کا یہ کیسا اجتماع ہے کہ اس کے ساتھ ضروریات دین، اجماع مسلمین، اصول اسلام، کفر وایمان سب نا معتبر، کفر وایمان کا تفرقہ بے اثر، اپنے منہ سے جسے چاہو کفر کہو پھر اسی کو ایمان ٹھہرا دو، اس سے ایمان کو کیا ضرر؟ اب ہمارا پہلا سوال یاد کیجیے کیا ہم نے پہلے ہی یہ سوال نہ کیا تھا: کہ ”یہ تعلّی اس نتیجہ کی تصریح ہے جو اختتام پر نکلا یعنی دیوبندی کسی طور پر کافر نہیں اور انہیں کافر کہنا غلطی ہے۔“

بلکہ اس سے بڑھ کر کیا یہ آشکار نہیں کہ ضروریات دین کا انکار ہو، اجماع مسلمین رد ہو، بیان صریح کی نفی ہو، تمام دنیا کے مسلمانوں کے نزدیک ذلت آمیز نا قابل قبول ہو، کھلی گستاخی ہو جس کا دفاع ناممکن ہو پھر بھی کفر نہیں۔ ع

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

مضمون نگار نے دیوبندیوں کو کفر سے بچانے کے لیے جگہ جگہ بالقصد کی جو شرط لگائی جیسا کہ صفحہ ۱۳ پر کہا کہ جب اس کی نیت کفر پر مبنی ہو، عبارت کی ہر لحاظ سے انتہائیت پر ہو، اور کسی کے بیان کردہ الفاظ ہر جگہ اہانت کے معنی میں ہی لیے جاتے ہوں، اس کی نیت پر ہی دلالت کر رہے ہوں۔۔۔۔ کچھ ایسے کلمات جو کہ بظاہر اہانت خدا ورسول [صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم] کہے جا سکتے ہیں تاہم بولنے والے کی نیت جائز نکتہ ثابت کرنے کی ہو تو یہ کفر نہیں۔[ص: ۱۳]

ہماری اس تقریر سے اس کا جواب آشکار ہے یہاں مضمون نگار سے سوال یہ ہے کہ {جس طرح دیوبندیوں کو کفر سے بچانے کے لیے قصد کی آڑ لے کر ان کی عبارات کے بارے میں اپنے اعترافوں کو بھلا کر صاف یہ کہہ دیا مگر یہ کفر کے زمرے میں

نہیں آتی کیا یہاں بھی یہ کہے گا کہ اس کے لفظ کا یہ مفہوم مخالف کفر کے زمرے میں نہیں آتا، اس لیے کہ اس نے اس کا قصد نہیں کیا، یہ کیسا اصول ہے کہ قائل اگر قصد نہ کرے تو اس کا قول کفر نہ ٹھہرے اگر چہ مضمون نگار کے نزدیک بھی قرآن وسنت کی تخیلاتی تشریح، بیان صریح کے مخالف کھلا کفر، ضروریات دین کا انکار، تمام مسلمانوں کے لیے ناقابل قبول، جس کا دفاع ناممکن ہو}۔

اب کہ مضمون نگار امکان کذب باری جس کے وہابی قائل ہیں عقیدے کا مسئلہ نہیں مانتا، ہم اس مسئلہ کو ذیل میں اس طرح بیان کرنا چاہتے ہیں:

جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ازلی ابدی اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ہر صفت ازلی ابدی ہے، لہٰذا باری تعالیٰ کی کوئی ایسی صفت نہیں جو پہلے سے نہ تھی اور اب حادث ہوئی، نہ اللہ کی کوئی صفت قابل فنا ہے نہ قابل تغیر ہے، باری تعالیٰ کی ایک صفت صدق ہے جو بدلنے سے پاک اور معدوم ہونے سے منزہ ہے، یہ امر تمام کتب کلام میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات تمام صفات کمال کی جامع ہے اور عیب ونقصان سے پاک ہے یعنی اللہ کی ہر صفت کمال قدیم ازلی ابدی ہے اور اس کا اس سے جدا ہونا محال ہے اور عیب کمال کی ضد ہے اللہ اس سے منزہ ہے۔

لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ نہ کبھی عیب سے موصوف ہوا نہ کبھی کوئی عیب اس کی ذات پاک کی طرف راہ پا سکتا ہے، جھوٹ بولنا عیب ہے اور باری تعالیٰ کے لیے اس کا امکان ماننا اس کو عیب لگاتا ہے اور یہ اللہ سے اس کی صفت صدق کو جدا ماننا ہے جو کہ ابدی ہے اور اللہ سے کبھی جدا نہیں ہو سکتی اور یہ اللہ کی تمام صفات کو محل حوادث جان کر قابل فنا قرار دینا ہے اور یہ کفر ہے، حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے صاف تصریح کی: جو یہ کہے کہ اللہ کی صفات مخلوق ہیں یا حادث ہیں اور جو ان میں توقف کرے یا شک کرے وہ اللہ کا منکر ہے۔

یہاں سے یہ معلوم ہوا کہ متکلمین کی صریح تصریح کے مطابق یہ کہنا کہ اللہ جھوٹ بول سکتا ہے اللہ کو عیب لگاتا ہے، اس طور پر قائل نے اللہ کا عیب ونقصان سے موصوف ہونا ممکن جانا اور اس نے اللہ کی صفات کمال کا معدوم ہونا ممکن بتایا، یہی نہیں بلکہ اللہ کی ذات پاک کو محل حوادث جان کر اللہ کی تمام صفات کو اس نے حادث مانا اور یہ بات ذات الٰہی کے انکار کی طرف لے جاتی ہے، بہت سے مذکورہ وجوہ سے اس قائل کی تکفیر ہوگی، ان میں سے ایک سبب یہ ہے کہ وہ اس امر ضروری دینی کا منکر ہے جو کہ اہل سنت، معتزلہ اور دیگر باطل فرقوں کو بخوبی مسلم ہے، یعنی اللہ کی ذات ہر عیب ونقصان سے منزہ ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے اس غلط عقیدے کا رد بہت واضح انداز میں اپنی کتاب سبحان السبوح میں فرمایا ہے اور ان وجوہ کا بیان کیا ہے جن سے اس قائل پر فقہا کے نزدیک کفر لازم آتا ہے۔

مضمون نگار نے ایک بار پھر دیوبندیوں اور وہابیوں کی تائید کرتے ہوئے لوگوں کو یہ کہہ کر مغالطہ دیا ہے کہ یہ کوئی عقیدے کا مسئلہ نہیں ہے، مضمون نگار نے ضروریات دین کو دین کی باتوں کی پہلی قسم میں رکھا اور اس کے متعلق مطلق بلا قید کہا: "پہلی قسم میں سے کسی چیز کا انکار کھلا کفر ہے" [ص: ۲] پھر کہا کہ "ارض اسلام میں ان چیزوں کے نہ جاننے کا کوئی عذر نہیں" [ص: ۲] پھر اسے امام نووی کے بیان سے موکد کیا چنانچہ کہا کہ "امام نووی فرماتے ہیں کہ کوئی مسلمان جو کسی ایسی بات کا انکار کرے جو ضروریات دین میں سے ہو اسے کافر اور گمراہ قرار دیا جائے گا۔"

امام نووی کی یہ عبارت مطلق بلا قید ہے اور اس کے سابقہ دو اعترافوں کی تاکید وتائید ہے، کیا امام نووی کی عبارت کا اور

مضمون نگار کے جملوں کا یہ حاصل نہیں کہ ضروریات دین کا انکار کھلا کفر ہے، ضرور یہی حاصل ہے جبھی تو اس نے کہا کہ "کھلا کفر ہے" اور اس سے پہلے مطلق بلا تفصیل قرآن وسنت کی تخیلاتی تشریح کو رد کر چکا اور مطلقاً بلا تفصیل یہ شرط لگا چکا کہ بیان صریح کی نفی نہ کرتا ہو اور یہ بیان مطلق ضرور اس پر حجت ہے، اب کیا اس کا صریح مفاد یہ نہیں کہ انکار ضروریات دین جو کھلا کفر ہے اس حکم میں کوئی قید نہیں کہ بالقصد ہو اور کیا اس کا یہ صریح مفاد نہیں کہ انکار صریح میں کوئی تاویل مسموع نہیں، ضرور ہے جبھی تو ہر چند کہ اپنے اقراروں کو بار بار بھلاتا ہے اور تناقض پر تناقض لاتا ہے پھر اقرار کر جاتا ہے کہ دنیا کے تمام مسلمان ان الفاظ کو ذلت آمیز اور نا قابل قبول پاتے، نامناسب موازنہ کہ چند ہی مسلمانوں کو روا ہوگا، ایسی کھلی بے ادبی اور گستاخی جس کا دفاع ناممکن ہو اور جب یہاں اپنے ہی اقرار مطلق سے جسے بار ہا تاکید در تاکید سے مقرر رکھا صاف یہ سمجھایا کہ انکار ضروریات دین میں کوئی تاویل نہ سنی جائے گی چہ جائیکہ مقبول ہو اور نہ صرف سمجھایا بلکہ بار ہا یہ مضمون مختلف انداز سے صاف صاف بیان کیا، پھر جگہ جگہ دیوبندیوں کے بیانات کی تاویل کیوں کرتا ہے اور وہ تاویل کیوں کر سنی جائے، چہ جائیکہ قابل قبول ہو حالانکہ اس کے بقول خود نامناسب موازنہ، باطل تمثیل، ملاحظہ ہو صفحہ ۲۸، ۲۹؍ پر خلیل احمد سہارنپوری کی عبارت پر اس کا تبصرہ۔ میں نے تو سوال میں تاویل کا ذکر کیا مگر مضمون نگار کے انداز سے تو صاف یہ ظاہر ہے کہ دیوبندیوں کی عبارتوں میں اگرچہ تاویل کی گنجائش نہیں مگر پھر بھی وہ کفر کے زمرے میں نہیں آتی اور دیوبندی کافر نہیں اس لئے کہ ان کی نیت کفر کی نہیں، مضمون نگار کے کچھ جملے پہلے گزر چکے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اس نے مانا کہ یہ کھلی گستاخی تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے نا قابل قبول اور جن کا دفاع ناممکن کیا یہ اس بات کا اقرار نہیں کہ دیوبندیوں کی مذکورہ عبارتیں اعلیٰ درجے کی صریح ہیں جن میں کسی معنی دیگر کا احتمال ہی نہیں یعنی وہ کفری معنی میں متعین ہیں پھر بھی وہ کفر نہیں اور دیوبندی کافر نہیں اس لئے کہ بقول مضمون نگار "مگر یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان باتوں کو موازنہ کرنے میں نیت گستاخی یا بے ادبی کی نہیں ہے"۔

ہر منصف کو دعوت فکر ہے کہ وہ مضمون نگار کا یہ صریح اقرار دیکھے اور بتائے کہ اس کا مطلب یہی ہے کہ کلام اگرچہ کفری معنی میں نہ صرف صریح بلکہ متعین ہو جس کی تاویل نہ خود قائل کو بن پڑے اور اس کا وکیل بھی اس کے دفاع کو ناممکن بتا کر یہ اقرار کر جائے کہ اس میں کوئی تاویل نہیں بن سکتی، پھر بھی نیت کی حاجت ہے جب تک وہ مضمون نگار کے طور پر معلوم نہ ہو ہر چند کہ اس صورت میں نیت وقصد روشن ہے نہ کلام کفر کے زمرے میں آئے گا نہ قائل کافر ٹھہرے گا۔ کیا یہ کفر عنادی کی صریح حمایت نہیں اور کیا کافر معاند کے لئے صاف رخصت نہیں بلکہ کیا یہ باطل کو باطل مان کر اہل عناد کے ساتھ ان کے عناد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا نہیں؟ پھر دیوبندیوں ہی کی کیا خصوصیت ہے شیعہ وقادیانی وغیرہم کو بھی کیوں نہ رخصت دیجئے کہ نیت گستاخی کی نہیں، نیت تو دل کے ارادے کا نام ہے نہ کوئی اپنی نیت کا اقرار کرے گا نہ کسی کی نیت معلوم ہوگی پھر کوئی قول کیسا ہی صریح کفر ہو کفر کیسے ٹھہرے گا؟ یہ کفر وایمان کا امتیاز ختم کرنا نہیں؟ اور کیا یہ احکام دین سے امان اٹھانا نہیں؟ کیا یہ فقہا ومتکلمین سب کے مذہب پر پانی پھیرنا نہیں؟ اختلاف علما کا یہ کیسا بہانہ ہے جس سے تمام اقوال علما یکسر بے اثر ٹھہریں، اختلاف علما کے بہانے کا کیا انجام ہوا، وہ تو ہمارے سوال سے ظاہر ہی ہے اس سلسلے میں مضمون نگار نے جو دو عبارتیں لکھی ان میں پہلی عبارت پر تبصرہ شاید رہ گیا اب ہم دونوں اگلی پچھلی عبارتیں ملا کر دکھائیں اور ناظرین سے پوچھیں کہ وہ ان دونوں کے اجتماع سے کیا سمجھے، مضمون نگار رقم طراز ہے: ایمان اور کفر کا پیمانہ ان امور کو

نہیں بنایا جا سکتا جن پر علما کا اختلاف ہو۔ چاہے وہ قرآن، حدیث یا انسانی سوچ [غیر جذباتی] کے شواہد کی بنا پر ہو بشرطیکہ یہ عالمانہ سوچ پر مبنی ہو یعنی کم از کم ⊓

۱- یہ قرآن اور سنت کی ایسی تخیلاتی تشریح پر مبنی نہ ہو جس سے عربی زبان کے قواعد اور الفاظ کے استعمال کی نفی ہوتی ہو۔

۲- یہ کسی اور بیان صریح کی نفی نہ کرتا ہو۔

اب ناظرین دیکھ کر بتائیں اور اس کے الفاظ چاہے وہ قرآن، حدیث یا انسانی سوچ [غیر جذباتی] کے شواہد کی بنا پر ہو کیا مفاد ہے؟ یہی نا کہ اختلاف ہونے کی صورت میں قرآن وسنت کی صریح دلیلوں پر مبنی استدلال کی بھی مجال نہیں اور یہ کہ اختلاف ہر طرح معتبر ہے، اگر چہ قرآن وسنت کے شواہد کے خلاف ہو جبھی تو کہا کہ "ایمان اور کفر کا پیمانہ ان امور کو نہیں بنایا جا سکتا" اور یہاں مطلق رکھا اور اطلاق سے اختلاف کا بہر حال معتبر ہونا سمجھایا، پھر یہاں شرط لگائی کہ "بشرطیکہ یہ عالمانہ سوچ پر مبنی ہو" اور اس فقرے کی تفسیر میں نمبر وار کہا کہ یعنی کم از کم:

۱- یہ قرآن اور سنت کی ایسی تخیلاتی تشریح پر مبنی نہ ہو، الخ

۲- یہ کسی اور بیان صریح کی نفی نہ کرتا ہو، الخ

۳- اجماع کے خلاف نہ ہو، الخ

۴- اور یہ ۲/ اور ۳/ سے اخذ کیے گئے قیاس کی نفی نہ کرے۔

اور اس شرط سے یہ صاف ظاہر کیا کہ اختلاف اس صورت میں معتبر نہیں جب کہ قرآن اور سنت کی ایسی تخیلاتی تشریح پر مبنی ہو، جس سے عربی زبان کے قواعد اور الفاظ کے استعمال کی نفی نہ ہوتی ہو، اور کسی اور بیان صریح کی نفی کرتا ہو، اور اجماع کے خلاف نہ ہو، اور اپنے بیان سے خوب آشکار کیا کہ اس معیار پر جو قول پورا اترے، وہی قرآن وسنت، قواعد عربیت، اجماع امت کے مطابق ہے اور اسی پر اعتقاد لازم ہے اور جو قول اس پیمانے پر پورا نہ ہو اس کا اعتبار نہیں اور یہ کہ مخالف حقیقۃً وہی ہے جو قرآن وسنت کے شواہد کا نافی ہو، جس کا قول عالمانہ سوچ پر مبنی نہ ہو بلکہ قرآن وسنت کی تخیلاتی تشریح پر مبنی نہ ہو، جس کے قول سے عربی زبان کے قواعد اور الفاظ کے استعمال کی نفی ہوتی ہو اور کسی اور بیان صریح کی نفی کرتا ہو اور اجماع کے خلاف ہو، دونوں عبارتوں کو ملا کر ناظرین دیکھیں کہ مطلق ومقید کا کیسا امتزاج ہے، صراحۃً ودلالۃً نفی واثبات کا کیسا اجتماع ہے اور اخیر فقروں سے پیمانہ خود مقرر کرتا ہے اور اگلے فقرے میں یہ کہ کر خود پیمانہ توڑتا ہے کہ ایمان اور کفر کا پیمانہ الخ۔ چلیے اسے اس کے اخیر فقروں کے پیش نظر مشروط ہی مان لیں اور اس کے نزدیک بھی یہ پیمانہ ٹھہرا لیں مگر کیا دیوبندیوں کی عبارتیں اس پیمانے پر پوری اترتی ہیں؟ نہیں، ہرگز نہیں، خود اس کے اقراری بیانات سے جو بارہا گزرے یہ ظاہر ہے، اس کے برعکس خود اسی کے اقرار سے یہ روشن ہے کہ مجدد دین وملت امام احمد رضا کے بیانات نہ قرآن وسنت کے صریح بیان کے نافی، نہ اجماع امت کے منافی، بلکہ اس کے بتائے ہوئے پیمانے پر پورے اترتے ہیں، چنانچہ ص ۲۸/ پر لکھا ہے: "کہ امام احمد رضا کا موقف نہ تو صریح نصوص کے خلاف ہے کیوں کہ وہ صریح نصوص ہیں ہی نہیں بلکہ قابل تاویل ہیں کہ وہ اس وقت سے پہلے کی ہیں جس نے انہیں منسوخ کر دیا اور نہ ہی بلا دلیل ہے کیوں کہ ان کے موقف کی اساس صحیح احادیث کی بنیاد پر ہے نہ کہ محض باطل تمثیل کی بنیاد پر، کیوں کہ یہ تو خود نبی کریم کے اپنے الفاظ مبارکہ سے ان احادیث میں

ثابت ہے"۔[ص:۲۸]

پھر مزید امام احمد رضا کی حمایت کرتے ہوئے خلیل احمد کے ردّ وابطال میں یہ کہتا ہے: "کہ نیز یہ سمجھنا مشکل ہے کہ کیسے وہ علم جو خلیل احمد شیطان اور ملک الموت کے لئے جانتا ہے، شرک ہو جائے جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ثابت کیا جائے، یا تو یہ خدا کی صفت ہے جو کسی اور کے لئے ماننا شرک ہوگا یا پھر ایسا نہیں"۔

اور اس کے باوجود اعلیٰ حضرت کا دیوبندیوں کو کافر سمجھنا ایک غلطی تھی، چنانچہ لکھتا ہے کہ: "احمد رضا کا دیوبندی اکابر کے خلاف کفر کا فتویٰ ایک غلطی تھی"۔ اور بار بار دیوبندیوں کے کلام کو خود رد کرنے کے باوجود یہ ٹھہراتا ہے کہ یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتا، کیا یہ تضاد در تضاد نہیں؟ اور خود اپنے قائم کیے ہوئے پیمانے کو توڑتا نہیں؟ اور اسی پر جمتا کہ ایمان اور کفر کا پیمانہ ان امور کو نہیں بنایا جاسکتا؟ کیا اب بھی اس بات میں کوئی شبہ ہے کہ وہ اختلاف علما کو بہانہ بناتا ہے؟ اور اجماع کی کیا گنتی ہے قرآن وسنت کی بھی کھلی نفی ہو جب بھی اختلاف معتبر ہے جبھی تو پہلے مطلق بلا قید کہا تھا کہ "چاہے وہ قرآن، حدیث یا انسانی سوچ [غیر جذباتی] کے شواہد کی بنا پر ہو"۔

قاسم نانوتوی کی حمایت میں مضمون نگار نے جو کچھ کہا بسوالات کے پیرائے میں اس کا جواب پہلے ہی ہو چکا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی میں کوئی تاویل وتخصیص نہیں جس پر اقتصاد کی گواہی گزری اور اس کے ہم معنی اور دیگر کتابوں سے جن میں مفاد اقتصاد کی صراحت ہے مضمون نگار پر حجت قائم کی گئی اور امکان ذاتی بلحاظ خاتم النبیین کا باطل ہونا بیان ہوا اور یہ کہ نانوتوی کی عبارت سے امکان وقوعی خوب ظاہر ہے جس سے ممتنع بالغیر ماننے کا دعویٰ باطل ٹھہرا یہاں جدی الکریم مفتی اعظم حضرت مولانا مصطفیٰ رضا نوری کا ایک سوال جو الموت الاحمر میں حضرت نے قائم کیا اپنی زبان میں ادا کروں اور مضمون نگار سے پوچھوں کہ ممتنع بالغیر کیا ہے وہ تو وہی ممکن ذاتی ہے جس کا وقوع کسی محال عقلی کو مستلزم ہو اور وہ یعنی محال عقلی کذب باری ہے مگر سارے دیوبندی امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی کی اتباع میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن جانتے ہیں اور جو کسی ممکن کو مستلزم ہو وہ ممتنع بالغیر کیسے ہوگا؟ ممتنع بالغیر تو پہلے ہی رخصت ہو چکا تھا، اب اس دعوے پر یہ سوال مستزاد ہے، یہ مغالطہ نہیں تو اور کیا ہے؟ کہ وہ معنی جو نانوتوی کی عبارت سے ہرگز نہیں نکلتے اس کا جامہ نانوتوی کی عبارت کو پہنایا جائے۔

یہاں ہم تحذیر الناس کی عبارت نقل کرتے ہیں اس پر تبصرہ پیشگی ہو چکا جس میں ہم نے اس کے کئی کفر گنوائے بطور یاد دہانی اس کے جملوں پر ہم نمبر لگائے دیتے ہیں جن کو دیکھ کر ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ اس کے کفریات اس کے جملوں میں کہاں واقع ہیں اور اس کا خاتمہ حضور مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ کے چند کلمات سے کرنا مناسب سمجھتے ہیں، اس لئے کہ حضور مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ نے تحذیر الناس کے متعدد حوالے دیئے ہیں جن سے اس کا اقراری کفر ثابت ہوتا ہے اور ختم ذاتی اور ختم زمانی دونوں کی نفی روشن ہے اور یہ کہ جو معنی وہ بتاتا ہے خود اسی کے بقول "اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی" چنانچہ مفتی اعظم ہند اس کے اختراعی معنی کے ردّ وابطال کے لئے یوں سوال فرماتے ہیں:

ا۔ "عوام کے خیال میں رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں"۔ دیکھیے وہ معنی کہ ائمہ علما تابعین صحابہ سب نے سمجھے اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے انہیں جاہلوں نافہموں کا خیال بتایا۔

۲-"اس میں ایک تو خدا کی جانب یا وہ گوئی کا وہم ہے آخر اس وصف میں اور شکل رنگ سکونت وغیرہ اوصاف میں جنہیں فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے دوسرے رسول کی جانب نقصان قدر کا احتمال کیوں کہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال۔" دیکھیے کیسی صریح تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاصہ عظیمہ خاتم النبیین بمعنی آخر الانبیا خود کوئی فضیلت ہونا در کنارا سے فضیلت میں دخل تک نہیں وہ کوئی کمال نہیں بلکہ ایسے ویسوں کے ذلیل احوال کی طرح ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

۳-"ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجیے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی ہو سکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی۔" دیکھیے صاف تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ خاصہ جلیلہ مقام مدح میں ذکر کے قابل نہیں کیا آج تک کسی مسلمان نے ایسا بکا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایسے وصف کریم کی ایسی تذلیل وتحقیر کوئی مسلمان کر سکتا ہے؟ حاش للہ۔

۴-"حضور کے زمانے میں بلکہ حضور کے بعد بھی اگر کوئی نیا نبی مانا جائے تو خاتمیت میں خلل نہیں۔" الحمد للہ کہ آپ نے "تحذیر الناس" میں اس کے وجود سے انکار نہ کیا ملاحظہ ہو کہ یہ خاتم النبیین پر ایمان نانوتوی صاحب کا خاتمہ کر گیا ختم زمانی میں اس کے ریائی اقرار اور اس کے منکر کے تصنعی اکفار کا پردہ اتر گیا یا یوں کہیے کہ اس ص ۱۱ کے ظاہری اسلام کو جو خود باقرار نانوتوی صاحب برائے نام تھا، ص ۳۳ کا یہ صریح کفر منسوخ کر گیا۔ پچھلے کفر کو گذشتہ اسلام کیا مٹا سکتا ہے بلکہ یہ کفر ہی اسے منسوخ کر گیا۔ یہ تو بدیہی ہے کہ اس تقدیر پر کہ" بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو ختم زمانی باطل ہو جائے گا کہ وہ تو یہی تھا کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں اور جب حضور کے بعد اور نبی پیدا ہو تو سب میں آخر نبی کب رہیں گے کہ ان سے آخر اور ہوا غرض اس سے ختم زمانی کا انتفا بدیہی اور اس کے انتفا سے نانوتوی صاحب کا ساختہ ختم ذاتی بھی ختم کہ اسے ختم زمانی لازم تھا۔

۵-ختم نبوت بمعنی معروض کو تاخر زمانی لازم ہے" اور رلازم کے انتفا سے ملزوم کا انتفا لازم تو نہ ختم زمانی رہا نہ ذاتی بچا سب فنا اور خاتمیت بجا اس میں کچھ خلل نہ آیا یہ کیسا شدید کفر ہے اور کتنی ڈھٹائی کے ساتھ۔ [الموت الاحمر]

مضمون نگار رقم طراز ہے:" ارض اسلام میں ان چیزوں کے نہ جاننے کا کوئی عذر نہیں" بہت ٹھیک کہا، اتنا اور کہہ دیتے کہ ان چیزوں کا دانستہ انکار یا ایسی بات کہنا جو ایسی باتوں کے انکار کی موجب ہو بدرجۂ اولیٰ کفر ہے اور اس میں کوئی عذر مسموع نہیں، ہر چند کہ نہ کہا پھر بھی یہ بات خود مضمون نگار کے جملوں سے ظاہر ہے اور دیو بندیوں کے کلام پر بار ہا یہ تبصرہ کیا جس کا ذکر صفحات کی نشاندہی کے ساتھ گزرا اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ عبارتیں ناقابل قبول اور عذر نامقبول، پھر بھی دیو بندیوں کے لئے معافی ہے اور نیت نہ ہونے کا عذر ہے، مگر جب بقول مضمون نگار یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتی تو نیت پر کیا موقوف؟ اب اگر نیت بھی ہو تو ان باتوں پر کیا اثر؟ کیا جو بات فی نفسہ کھلی گستاخی، انکار ضروریات دین، قرآن وسنت کے شواہد کی نافی، اجماع کی منافی، تمام مسلمانوں کے لیے ناقابل قبول، اسی وقت کفر کے زمرے میں آئے گی جب کہ قائل نے نیت کی ہو اور اگر نیت نہ کی ہو تو قائل تو کفر سے بچا اور وہ بات بھی کفر کے زمرے سے نکل گئی اگر چہ فی نفسہ کھلی گستاخی ذلت آمیز انکار ضروریات دین پر مبنی ہو، کیا صریح میں نیت کی حاجت ہے؟ مضمون نگار ثبوت دیں، قرآن تو عذر نہ سنے مگر مضمون نگار دیو بندیوں کے لئے عذر کا جتن کرے اگر چہ ڈھونڈے سے نہ

ملے او روہی اقرار بن پڑے جو بارہا ذکر ہوا کیا نہ سنا کہ قرآن نے فرمایا:

۱- لاتعتذروا قد کفرتم بعد إیمانکم ۔ ان نعف عن طائفة منکم نعذب طائفة بانہم کانوا مجرمین [توبہ ۶۶] ترجمہ: بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر، اگر ہم تم میں سے کسی کو معاف کریں تو اوروں کو عذاب دیں گے اس لیے کہ وہ مجرم تھے۔

۲- یحلفون باللہ ما قالوا ۔ ولقد قالوا کلمة الکفر وکفروا بعد اسلامهم وهموا بما لم ینالوا وما نقموا الا ان اغنهم اللہ ورسوله من فضله فان یتوبوا یك خیرا لهم ۔ وان یتولوا یعذبهم اللہ عذابا الیما فی الدنیا والآخرة وما لهم فی الارض من ولی ولا نصیر ۔ [توبہ ۷۴] ترجمہ: اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہ کہا اور بیشک ضرور انہوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام میں آ کر کافر ہو گئے اور وہ چاہا تھا جو انہیں نہ ملا اور انہیں کیا برا لگا یہی نہ کہ اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا تو اگر وہ توبہ کریں تو ان کا بھلا ہے اور اگر منہ پھیریں تو اللہ انہیں سخت عذاب کرے گا دنیا اور آخرت میں اور زمین میں کوئی نہ ان کا حمایتی ہوگا نہ مددگار۔

۳- ولئن سألتهم لیقولن إنما کنا نخوض ونلعب، قل أباللہ وآیاته ورسوله کنتم تستهزؤن۔ [توبہ ۶۵] ترجمہ: اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو۔

۴- یعتذرون إلیکم إذا رجعتم إلیهم قل لا تعتذروا لن نؤمن لکم قد نبأنا اللہ من اخبارکم ۔ وسیری اللہ عملکم ورسوله ثم تردون الی عٰلم الغیب والشهادة فینبئکم بما کنتم تعملون۔ [توبہ ۹۴] ترجمہ: تم سے بہانے بنائیں گے جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے، تم فرمانا بہانے نہ بناؤ ہم ہرگز تمہارا یقین نہیں کریں گے اللہ نے ہمیں تمہاری خبریں دی ہیں اور اب اللہ و رسول تمہارے کام دیکھیں گے پھر اس کی طرف پلٹ کر جاؤ گے جو چھپے اور ظاہر سب کو جانتا ہے وہ تمہیں جتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔

آیہ کریمہ سے صاف ظاہر ہوا کہ کسی کو بارگاہ رسالت میں بیہودہ بات کی اجازت نہیں اور یہاں نیت کی حاجت نہیں بلکہ ایسے مقام میں اگر یہ کہے کہ میری نیت یہ نہ تھی نہ سنا جائے اور یہ بہانہ قرار پائے اور یہ کہ ہنسی جس میں بظاہر قصد نہیں ہوتا اور سنجیدگی کا حکم یہاں یکساں ہے، زواجر کی عبارت پہلے گذری جس میں فرمایا:" یا ایسی بات منہ سے نکالے۔۔۔۔۔"

روح المعانی میں فرمایا:"واستدلال بعضهم بالآیة علی أن الجد واللعب فی إظهار کلمة الکفر سواء ولا خلاف بین الأئمة فی ذلك"[روح المعانی،۱۰/ ۳۴۹] بعض علما نے آیت سے اس بات پر استدلال کیا کہ سنجیدگی اور ہنسی کا حکم کھلم کھلا کفریہ کلمہ بولنے میں ایک جیسا ہے اور اس معاملے میں ائمہ کا کوئی اختلاف نہیں۔

معالم میں فرمایا:"وقال محمد بن اسحاق الذی عفی عنه رجل واحد هو مخشی بن حمیر الأشجعی یقال هو الذی کان یضحك ولا یخوض وکان یمشی مجانبا لهم وینکر بعض ما یسمع"۔ [معالم ۲/ ۳۰۸] محمد بن اسحاق نے فرمایا جن کو معافی دی گئی وہ ایک صاحب تھے جن کا نام مخشی بن حمیر اشجعی تھا، کہا جاتا ہے کہ یہی ہنس رہے

تھے اور بیہودہ گوئی میں شریک نہ تھے اور ان لوگوں سے الگ چل رہے تھے جو بدگوئی میں مصروف تھے اور جو سنتے تھے اس میں سے کسی بات پر انکار کرتے تھے۔

روح المعانی کی عبارت ابھی گزری بلکہ نص قرآن سے معلوم ہوا جس کا معنی معالم نے کھولا کہ اس بات پر ہنسنا بھی کفر ہے، اگرچہ زبان سے کچھ نہ کہے، حالانکہ محض ہنسی میں صریح کلام کی نسبت عدم قصد کی زیادہ گنجائش ہے کہ ہنسی کبھی بے اختیار بھی ہوتی ہے، اب مضمون نگار کے جا بجا یہ لفظ دیکھیے اور جو پیمانہ مضمون نگار نے خود مقرر کیا تھا اسے یاد کیجئے اور سوچئے کہ یہ کیسا تضاد ہے اور یہ کیا تماشا ہے کہ ؎

سامنے ڈھیر ہیں ٹوٹے ہوئے پیمانوں کے

کیوں مضمون نگار صاحب؟ روح المعانی کا اخیر فقرہ کہ "اس معاملے میں ائمہ کا کوئی اختلاف نہیں" کیا صاف نہیں بتا رہا ہے کہ صریح کفری بول میں قصد و عدم قصد یکساں ہے اور اس پر ائمہ کا اجماع ہے جو اس کا مخالف ہے وہ مخالف اجماع ہے اس کے اختلاف کا اعتبار نہیں اسی کو آپ نے اپنے اقراری پیمانے میں صاف سمجھایا، پھر بھی اختلاف علما کی آڑ لیں اور اپنا ساختہ پیمانہ توڑیں اور دیوبندیوں کی حمایت سے اپنے منہ آپ عاجز رہیں اور نہ صرف اجماع ائمہ کا خلاف کریں بلکہ قرآن کو سنائیں کہ ان کی نیت گستاخی کی نہیں، آپ کو سب چھوٹ ہے۔

امام قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

الوجه الثاني لاحق به في البيان والجلاء وهو أن يكون القائل لما قال في جهته صلى الله عليه وسلم غير قاصد للسب والإزراء ولا معتقد له ولكنه تكلم في جهته صلى الله عليه وسلم بكلمة الكفر من لعنه أو سبه أو تكذيبه أو اضافة ما لا يجوز عليه أو نفي ما يجب له مما هو في حقه صلى الله عليه وسلم نقيصة مثل ان ينسب اليه اتيان كبيرة أو مداهنة في تبليغ الرسالة أو في حكم بين الناس أو يغض من مرتبته أو شرف نسبه أو وفور علمه أو زهده أو يكذب بما اشتهر من امور اخبر بها صلى الله عليه وسلم وتواتر الخبر بها عن قصد لرد خبره أو ياتي بسفه من القول أو قبيح من الكلام ونوع من السب في جهته وان ظهر بدليل حاله انه لم يتعمد ذمه ولم يقصد سبه اما لجهالة حملته على ما قاله أو لضجر أو سكر اضطره اليه او قلة مراقبه وضبط للسانه وتجرفه وتهور في كلامه فحكم هذا الوجه حكم الوجه الاول القتل دون تلعثم إذ لا يعذر أحد في الكفر بالجهالة ولا بدعوى زلل اللسان ولا بشيء مما ذكرنا [شفاء ۲/۲۰۲]

یعنی وجہ ثانی: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں سب وشتم کا قصد کیے بغیر کلمہ کفر بولنے کے بیان میں:

یہ دوسری وجہ ظہور و وضاحت میں پہلی ہی ملحق ہے اور وہ یہ کہ قائل نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے لیے جو کہا اس سے دشنام دینے اور تنقیص کا قصد نہ رکھتا ہو، اور نہ اس کا معتقد ہو، لیکن اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں کفری بول بولا ہو، یعنی [۱] ان کی شان میں لعنت اور دشنام کا کلمہ بولے [۲] یا حضور کی تکذیب کرے [۳] یا اس میں حضور کی طرف ایسی چیز کی نسبت کرے جو

حضور کے لیے محال ہے [۴] یا اس چیز کی نفی کرے جو حضور کے لیے واجب ہے، یعنی ایسی بات کہے جو حضور کے حق میں تنقیص ہے، مثلاً حضور کی طرف ارتکاب کبیرہ ※ کی نسبت کرے [۵] یا اللہ کا پیغام پہچانے میں [۶] یا لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں مداہنت کی نسبت کرے [۷] یا ان کے مرتبے کو گھٹائے [۸] یا ان کی نسب شریف کو کم بتائے [۹] یا ان کے علم وافر میں [۱۰] یا ان کی پارسائی میں کمی بتائے [۱۱] یا جو حضور سے بشہرت ثابت ہے ایسے امور کو جن کی حضور نے خبر دی اور ان کی خبر متواتر ہوئی قصداً ان کی خبر کو رد کرنے کے لیے جھٹلائے [۱۲] یا گھٹیا بات اور برا کلام اور (دشنام کی قسم سے کوئی بات) حضور کی شان میں بولے اگرچہ اس کے حال کی دلالت سے یہ ظاہر ہو کہ اس نے حضور کی مذمت کا ارو ※ نہ کیا اور نہ دشنام دہی کا قصد کیا، یا تو جہالت کی وجہ سے جس نے اس کو اس بات پر اکسایا جو اس نے کہی یا تنگدلی کی وجہ سے، یا کسی خلاف شرع کی وجہ سے، یا نگہداشت اور زبان پر قابو میں کمی کی وجہ سے، یا اپنے کلام میں بے باکی کی وجہ سے و ※ بول گیا تو اس وجہ کا حکم وہی ہے جو وجہ اول کا ہے، قتل بے تردد، اس لیے کہ کفر بولنے میں کوئی جہالت کے سبب معذور نہیں ٹھہرتا۔

اس لیے کہ کفر کے معاملے میں کوئی جہالت اور سبقت لسانی کے دعوی کے سبب معذور نہ ٹھہرے گا نہ ہماری مذکورہ وجوہ میں سے کسی وجہ پر اسے معذور جانا جائے گا، شفا شریف کی اس عبارت میں کتنے شواہد ہیں، ناظرین دیکھ کر شمار کریں اور وہ مضمون نگار کے موافق ہیں یا مخالف، فیصلہ ناظرین کریں، پھر شفا شریف میں جن باتوں پر حکم کفر دیا دیوبندیوں کی عبارتیں انہی کے مثل ہیں یا اہانت میں ان سے زائد؟

مضمون نگار اور ناظرین سب کو دعوت فکر ہے، پھر شفا شریف کے اخیر کلمات میں غور کریں، کیسا صاف مطلق بلا قید فرمایا کہ "کفر کے معاملے میں کوئی جہالت کے سبب اور سبقت لسانی کے دعوی کے سبب معذور نہ ٹھہرے گا" حالانکہ جہالت میں عدم قصد یقیناً ثابت ہے اور سبقت لسانی کے دعوے میں صراحتاً قصد کی نفی ہے اور اخیر فقرہ نے یعنی "ہماری مذکورہ وجوہ میں سے کسی وجہ پر اسے معذور نہ جانا جائے گا" اسے اور مؤکد کیا اور جن وجوہ کا اعتبار نہیں ہم نے عبارت شفا میں ان پر نمبر لگا دیے، کیا یہ عبارت اپنے ایک ایک فقرے سے اس شرط قصد کی نافی نہیں جس کی بازگشت مضمون نگار کے مقالے میں جا بجا ہے اور خود مضمون نگار نے اس کا نا معتبر ہونا اپنے مذکورہ پیانے میں مطلق بلا قید کلمات سے صاف سمجھا یا بلکہ اس کی صراحت مضمون نگار کے مقالے کے صفحہ ۹ پر موجود کہ "کسی بھی شرعی قانون کی تحقیر یا کسی کفریہ عبارت کا نقل کرنا چاہے ہنسی میں کہے اور یہ اعتقاد نہ رکھے جب کہ اس کی نیت تحقیر کی ہو" کیا خود اس نے یہ کہہ کر کہ چاہے ہنسی میں کہے اور یہ اعتقاد نہ رکھے" اس شخص کے قصد کا صفایا نہ کر دیا پھر یہ حافظے کی کمزوری ہے یا منھ زوری ہے کہ اسی جملے میں سابقہ بات کو بھلا کر یہ فقرہ جوڑ دیا کہ "جب کہ اس کی نیت تحقیر کی ہو" مضمون نگار کو تضاد بیانی کی عادت ہے اس کا ایک اور نمونہ ہدیہ ناظرین ہے: "پہلی قسم میں سے کسی چیز کا انکار کھلا کفر ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسولوں کے اوصاف یہ کہ سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر رسالت ختم ہو گئی، الخ۔" [ص: ۲]

کیا ناظرین نے نہ دیکھا کہ اس اقرار کو اس نے وہیں یہ کہہ کر انکار سے بدل دیا کہ "ایمان اور کفر کا پیانہ ان امور کو نہیں بتایا جا سکتا جن پر علما کا اختلاف ہو چاہے وہ قرآن، حدیث یا انسان سوچ [غیر جذباتی] کے شواہد کی بنا پر ہو، الخ" پھر اس میں بھی شرطیں لگا کے اس مطلق کو بھی رد کیا چنانچہ وہیں کہا: "بشرطیکہ یہ عالمانہ سوچ پر مبنی ہو یعنی کم از کم قرآن اور سنت کی ایسی تخیلاتی تشریح پر مبنی نہ

ہو، الخ۔"

یہاں ہمیں یہ دکھانا ہے کہ کیا مضمون نگار اس پر قائم ہے؟ گذشتہ عبارتوں کے ساتھ اس کا یہ بیان ملا کر دیکھیے صفحہ ۹ ر پر تکفیر کا شرعی قاعدہ بیان کرتے ہوئے یہ ہیڈنگ لگائی کہ "وہ کلمات جن سے کفر لازم آتا ہے" اس کے تحت رقم طراز ہے: "ضروریات دین کا انکار جو کہ قرآن یا حدیث متواترہ سے ثابت ہیں جبکہ نص نا قابل نزاع ہو اور اس میں کوئی شبہ نہ ہو جو اختلاف کا باعث نہ بنے۔" [ص:۹]

ضروریات دین کے پہلے یہ معنی بتائے: "متعلقہ اسلامی امور جن کو سب جانتے ہیں حتی کہ وہ بچہ جو اسلامی ماحول میں پلا ہو وہ بھی جانتا ہے ان کو معلوم من الدین بالضرورہ یا دین کی لازمی معلومات کہا جاتا ہے" اور یہاں ضروریات دین میں یہ قید لگائی۔

پہلے مطلق رکھا جس کی رو سے ضروریات دین کے مفہوم میں سارے امور معقول و منقول بشمول اجماع امت اور اجماع امت ہی کے قبیل سے ہر زمانے کے مسلمانوں کا عرف مستمر ہے غرض یہ سب امور جو ایسے مشہور ہوں یعنی ہر بچہ جانتا ہو ان کو ضروریات دین میں شمار کیا اب یہاں ان امور میں منحصر کر دیا جو قرآن و احادیث متواترہ سے ثابت ہوں اور ان میں بھی "نص نا قابل نزاع" کی قید لگا دی اور اس طرح اختلاف کی راہ کھول دی تا کہ دیوبندیوں کی تکفیر کی راہ مسدود ہو اگر چہ وہ ضروریات دین میں نزاع کریں۔

ہم تو بار ہا کہہ چکے ہیں کہ صریح میں نیت کی حاجت نہیں، باتوں باتوں میں مضمون نگار بھی یہ مضمون ادا کر جاتا ہے چنانچہ اسی صفحہ ۹ ر پر حدیث اسامہ ذکر کی، اس کا صریح مفاد اس کے سوا کیا ہے کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے امت کو یہ ہدایت ہے کہ صریح مقال، وظاہر حال پر عمل کریں اب اسی کو قصد و ارادے پر دلیل جانیں اب دل چیر کر نیت معلوم کرنے کی ضرورت نہیں، بحمدہ تعالیٰ یہ حدیث ہمارے لیے حجت ہے جس کو مضمون نگار بے سوچے سمجھے دیوبندیوں کی حمایت میں نقل کر لایا جو اس کے صریح مخالف ہے پھر اس کے صریح مفاد کے بر خلاف اور اپنے مکرر اقرار کے باوجود کہ دیوبندیوں کا کلام کھلی بے ادبی اور گستاخی ہے یہ کیوں کہتا ہے کہ نیت گستاخی یا بے ادبی کی نہیں، مضمون نگار نے حدیث نقل کرنے کے بعد یہ تبصرہ کیا: کہ "اسامہ بن زید کی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ ایک مسلمان کے قانونی طور پر اسلام میں داخل ہونے کی قطعی دلیل اس کا کلمہ شہادت پڑھنا ہے، کوئی بھی اس کے بعد کافر نہیں گردانا جا سکتا جب تک کہ اسی درجہ کی قطعی دلیل نہ ہو کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کی ایسا کرنے پر سرزنش کی" ہم پوچھتے ہیں کہ قطعی دلیل سے کیا مراد ہے؟ وہ قطعی جس میں جانب مخالف کا اصلاً احتمال نہ ہو یا احتمال ہو مگر ناشی عن دلیل نہ ہو، یا ایسا احتمال ہو جو ناشی عن دلیل ہو، بر تقدیر اول وہ قطعی کس درجے کا ہوگا اور شرعاً اس کا کیا نام ہوگا؟ صریح متعین، محکم، مفسر یا کچھ اور؟ اور بر تقدیر ثانی وہ قطعی پہلی قسم سے کمتر ہے یا اس کے برابر؟ برابر کیوں کر ہوگا؟ اور کمتر ہونے کی صورت میں حدیث سے مضمون نگار نے جو نتیجہ نکالا کیا اس سے یہ ثابت نہ ہو گیا کہ صریح میں نیت کی حاجت نہیں خواہ وہ کسی درجے کا ہو، پھر کیا اس کا اعتبار صرف اسلام لانے میں ہے، دوسری کسی صورت میں نہیں؟ اس پر کیا دلیل؟ اور اگر یہ اصل عام ہے جس کا اعتبار ہر جگہ ہے اور ضرور ایسا ہے تو کیا کوئی بطور معارضہ بالقلب نہیں کہہ سکتا کہ: کسی شخص کے قانونی طور پر اسلام سے خارج ہونے کی قطعی دلیل اس کا صریح قول یا فعل منافی اسلام کا ارتکاب کرنا ہے، کوئی بھی اس کے بعد مسلمان نہیں گردانا جا سکتا جب تک کہ اسی درجہ کی

قطعی دلیل نہ ہو یعنی کفر سے صریح تبری و رجوع نہ ہو۔

امام عز الدین بن عبد السلام "قواعد الاحکام" میں فرماتے ہیں: اللفظ محمول على ما يدل عليه ظاهره في اللغة أو عرف الشرع أو عرف الاستعمال، ولا يحمل على الاحتمال الخفي ما لا يقصد أو يقترن به دليل [۲/۱۰۲]

پھر اسی قصہ اسامہ میں غور کرکے یہ بتائے کہ یہاں تو حضرت اسامہ کے لیے مقتول کے عدم قصد پر قرینہ ظاہرہ موجود تھا جو اس کی حالت پر دلیل تھا، جس سے اس کی ظاہری حالت میں احتمال ناشی ہوا، یہی احتمال ناشی عن دلیل ہے اس کے باوجود عدم قصد پر حضرت اسامہ کا عذر نہ سنا گیا اس کا مفاد یہی ہے یا کچھ اور؟ کہ ظاہر پر عمل کرو اور قصد و عدم قصد سے کام نہ رکھو، اسی لیے تو تمام احکام میں مطلق بلا قید حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "أمرنا بالظواهر والله يتولى السرائر" ہمیں حکم ہے کہ ظاہر پر عمل کریں اور چھپی نیتیں اللہ کے حوالے کریں۔

یہی مضمون تو امام ابن حجر مکی نے "الاعلام" میں تفصیل سے ارشاد فرمایا، چنانچہ فرماتے ہیں: الذي يتحرر فيه أنه بالنسبة لقواعد الحنفية والمالكية وتشديداتهم يكفر بذلك عندهم مطلقا، وأما بالنسبة لقواعدنا وما عرف من كلام أئمتنا، اللفظ ظاهر في الكفر، وعند ظهور اللفظ فيه لا يحتاج إلى نية كما علم من فروع كثيرة وإن أول قبل منه. [ص:۶۱ ملخصا]

یعنی اور جو بات محقق ہے وہ یہ ہے کہ حنفیہ اور مالکیہ کے قواعد اور ان کی تشدیدات کی بہ نسبت، ان حضرات کے نزدیک قائل مطلقا کافر ٹھہرے گا اور ہمارے قواعد اور ہمارے ائمہ کے کلام معروف کی بہ نسبت، حکم یہ ہے کہ لفظ کفری معنی میں ظاہر ہے اور جب لفظ کفری معنی میں ظاہر ہو تو قائل کی نیت کی حاجت نہیں جیسا کہ کثیر جزئیات سے معلوم ہو چکا اور اگر وہ تاویل بتائے قبول کی جائے گی۔

نیز فرماتے ہیں: عملنا بما دل عليه لفظه صريحا، وقلنا له أنت حيث أطلقت هذا اللفظ لم تؤول كنت كافرا. وإن كنت لم تقصد ذلك لأنا إنما نحكم بالكفر باعتبار الظاهر وقصدك وعدمه إنما ترتبط به الأحكام باعتبار الباطن اللفظ إذا كان محتملا لمعان فإن كان في بعضها أظهر حمل عليه وكذا إن استوت ووجد لأحدها مرجح الإرادة وعدمها لا شغل لنا بها. [ص ۱۳، ۱۴ ملتقطا]

یعنی ہم اس کے بموجب عمل کریں گے جس پر اس کا لفظ صراحۃ دلالت کرتا ہے اور اس سے کہیں گے: تو نے یہ لفظ جب مطلق بولا اور کوئی تاویل نہ بتائی تو اس وجہ سے کافر ہو گیا اگرچہ دل میں تو نے اس کا ارادہ نہ کیا ہو، اس لیے کہ ہم تو کفر کا حکم ظاہری معنی کے اعتبار سے ہی لگاتے ہیں اور تیرا قصد ہوتا یا نہ ہوتا اس سے تو احکام باطن کے اعتبار سے متعلق ہیں، تو لفظ اگر چند معنی رکھتا ہو اور کسی معنی میں زیادہ ظاہر ہو تو اسی پر محمول ہوگا اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب کہ چند معنی ایک جیسے ہوں اور کسی ایک معنی کے لیے کوئی پہلو ملے جو اس معنی کو راجح کر دے اور ارادہ اور عدم ارادہ سے ہمیں کوئی کام نہیں۔

ان کے اخیر جملوں سے یہ صاف ظاہر ہے کہ لفظ صریح متعین میں نیت کی حاجت نہیں اور قائل فقہا کے نزدیک مطلقا کافر

ٹھہرے گا جب کہ خود یہ نہ بتائے کہ میں نے اس کلام سے یہ معنی مراد لیا ہے اور اگر بتادے مفتیانِ کرام قبول کریں گے، اسی مضمون کو انہوں نے یوں ادا کیا کہ" إن أوّل قبل منهٗ" یعنی اگر وہ تاویل بتائے قبول کی جائے گی اور اگر نہ بتائے سب فقہا مطلقاً کافر جانیں گے اسی کا افادہ انہوں نے یہ کہہ کر فرمایا:"عملا بما دلّ عليه ظاهر لفظه"یعنی ہم اس کے بموجب عمل کریں گے جس پر اس کا لفظ صراحۃً دلالت کرتا ہے اور اسی کی تصریح یوں فرمائی:" والا رادۃ وعدمها لا شغل لنا بها"یعنی ارادہ اور عدمِ ارادہ سے ہمیں کوئی کام نہیں۔

پھر امام ابن حجر مکی کا یہ فرمانا: کہ" أنت حيث أطلقت هذا اللفظ ولم تؤول كنت كافرا"یعنی تو نے یہ لفظ جب مطلق بولا اور کوئی تاویل نہ بتائی تو اس وجہ سے کافر ہو گیا، اس حکم میں چند صورتیں ہیں اور حکم ہر صورت کو عام ایک یہ کہ کفری معنی کی نیت نہ کی، دوسری یہ کہ کفری معنی کی نیت کی، تیسری یہ کہ بولتے وقت کوئی نیت ہی نہ تھی، اس پر سب فقہا کا اتفاق ہے کہ دوسری صورت یعنی جب کہ نیت کفری ہو وہ متعیّن کے قبیل سے ہے اور اس میں قائل باجماعِ فقہا و متکلمین کافر ٹھہرے گا اور پہلی اور تیسری متبیّن کے قبیل سے ہے جس میں تمام مذاہب کے فقہا کے نزدیک بصورتِ اطلاق بلا افادۂ تاویل قائل کافر ہوگا اور مفتی کا قول کو خلافِ ظاہر پر محمول کرنا اسے نفع نہ دے گا۔

اس کی سند درر و در مختار سے لیجیے اور یہ لفظ درمختار کے ہیں: وفي الدرر وغيرها اذا كان في المسئلة وجوه توجب الكفر وواحد يمنعه فعلى المفتي الميل لما يمنعه، ثم لو نيته ذلك فمسلم والا لم ينفعه حمل المفتي على خلافه.

ردالمحتار حاشیہ درمختار مصنفہ ابن عابدین میں اس کے تحت ہے:[قوله والا] أي وإن لم تكن له نية ذلك الوجه الذي يمنع الكفر بأن أراد الوجه المكفر أو لم تكن له نية أصلا لم ينفعه تأويل المفتي لكلامه وحمله إياه على المعنى الذي لا يكفر. كما لو شتم دين مسلم و حمل المفتي الدين على الأخلاق الرديئه لنفي القتل عنه فلا يدفعه ذلك التأويل فيما بينه وبين ربه تعالى إلا إذا نواه [۴/۲۳۰]

یعنی درر اور دیگر کتابوں میں یہ ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں چند احتمالات تکفیر کے موجب ہوں اور ایک اس سے مانع، تو مفتی پر لازم ہے کہ اس پہلو کی طرف جھکے جو تکفیر سے مانع ہو، پھر بات یہ ہے کہ اگر قائل نے اسی معنی کی نیت کی جو مانعِ تکفیر ہے جب تو وہ مسلمان ہے ورنہ مفتی کا ظاہرِ لفظ کے برخلاف معنی پر محمول کرنا اسے نفع نہ دے گا۔

یعنی اگر قائل نے اس پہلو کی نیت نہ کی جو مانعِ تکفیر ہے بایں طور کہ کفری پہلو مراد لیا ہو یا بولتے وقت اصلاً نیت ہی نہ تھی مفتی کا اس کے کلام میں تاویل کرنا اور اس کو ایسے معنی پر رکھنا جن کے سبب وہ کافر نہ ٹھہرے اسے کام نہ دے گا جیسے دینِ مسلم کو گالی دے اور مفتی دین کے معنی برے اخلاق لے تاکہ حکمِ قتل کو اس سے دور رکھے تو اس قائل کو یہ تاویل اس معاملے میں جو اس کے درمیان اور اس کے رب کے درمیان ہے کام نہ دے گی مگر اس صورت میں جب کہ اس نے اس کی نیت کی ہو۔

دیکھو ان عبارتوں سے کیسا صاف ظاہر ہے کہ صریح محتاجِ نیت نہیں ہر چند کہ صریح میں احتمال ہو یہ احتمال مانعِ تکفیر نہیں جب کہ قائل مطلق بلا افادۂ تاویل بولے خواہ اس کی نیت ہو یا نہ ہو، اور یہ کہ اس پر حنفی شافعی مالکی حنبلی تمام فقہائے مذاہب متفق ہیں

اور مفتی کا تاویل کرنا محض نفی قتل کے لیے ہے مطلقاً ہر طور پر نفی کفر کے لیے نہیں، جیسا کہ شامی کی عبارت میں "لنفی القتل" کی قید کا صریح مفاد ہے اس کو میں ذرا اور واضح کروں۔

فأقول وبالله التوفيق: محتمل چونکہ مورث شبہ ہے اور حدود شبہات سے منتفی ہو جاتے ہیں، لہٰذا مانع کفر پہلو بتانے کی وجہ سے اس کے کفر میں شبہ پیدا ہوا جو نفی قتل کا مقتضی ہے، مگر یہ شبہ اس درجے کا نہیں کہ ظاہر لفظ جس سے معنی کفری متعین ہے کا معارض ہو اور اس کا ایمان بلاشبہ متحقق ہو تو جیسے ایک طرف اس احتمال کے پیش نظر اس کے کفر میں شبہ ہے تو دوسری طرف ظاہر لفظ اس کا نافی ہے اور صراحۃً اس کے کفر کا متقاضی ہے یا کم از کم بر تقدیر تسلیم معارضہ دونوں شبہے ہیں: پہلا شبہ تو یہ ایمان میں، دوسرا شبہ کفر میں، جس کا تقاضا یہ ہے کہ عمل بالشبہین ہو ورنہ محتمل پر عمل اور ظاہر لفظ لغو معطل ٹھہرے گا۔

لہٰذا نظر بہ احتمال متکلمین کے طور پر قائل کافر نہیں مگر فقہا کے طور پر بلحاظ صریح لفظ وہ ضرور کافر ہے اور سب کے نزدیک اسے حکم تو بہ وتجدید ایمان ہے یہ نہیں کہ احتمال کے پیش نظر ظاہر لفظ کو لغو معطل ٹھہرایا جائے بلکہ یہاں بدرجۂ اولیٰ توبہ وتجدید ایمان کا حکم کیا جائے گا کہ اس جگہ فقہا کا اختلاف نہیں اور جہاں اختلاف ہوتا ہے وہاں بھی فقہا احتیاطاً توبہ وتجدید ایمان کا حکم دیتے ہیں تو یہاں بدرجۂ اولیٰ، کاش مضمون نگار بے محل اختلاف علما کا سہارا نہ لیتا، اب لیا ہی تھا تو یوں اس کو لغو بے اثر نہ کرتا، دیوبندیوں کو کسی طرح کا فرمان کر احتیاطاً ہی تجدید ایمان کا حکم دیتا۔

کیا اس کے باوجود مضمون نگار کا اس عبارت کے مضمون سے سند لانا جو یوں شروع ہوتی ہے: "کیا اس میں کوئی اختلاف تھا" الخ، بے محل نہیں کہ محل وفاق میں اختلاف سے سند لانا چاہتا ہے حالانکہ اختلاف کی یہ کہ کر پہلے ہی نفی کر چکا کہ "کیا اس میں کوئی اختلاف تھا؟" اور کیا یہ صریح مغالطہ نہیں؟ یاد کرو اس کی عبارت ص ۲۰ ر پر اور انکار ضروریات دین کے بارے میں جو کہا ص ۸ ر پر اور جو پیمانہ مقرر کیا ص ۳ ر پر اور یہاں حدیث اسامہ سے یہ صاف سمجھا یا کہ ظاہر پر عمل ضروری اور قصد وعدم قصد سے نہ کام نہ اس کی حاجت اور کیا اس میں اختلاف تھا کہ پہلے استفہام انکاری کے طور پر جو اختلاف کی نفی کی اسی نفی کی بارہا تصریح کی جس کا خلاصہ اسی کے بقول کہ تمام مسلمان اسے نا قابل قبول پاتے۔

اس جگہ مضمون نگار دیوبندیوں کی حمایت میں یوں رقم طراز ہے: "البتہ امام احمد رضا کا دیوبند اکابر کے خلاف کفر کا فتویٰ ایک غلطی تھی، الخ۔

ہم یہاں امام حصکفی کی وہ عبارت بعینہ انہیں کے الفاظ میں درج کریں پھر اس کا ترجمہ درج کر کے مضمون نگار نے اس کا جو خلاصہ بیان کیا وہ لکھیں چنانچہ درمختار میں امام حصکفی کی عبارت یوں ہے: "واعلم أنه لا يفتى بكفر مسلم أمكن حمل كلامه على محمل حسن أو كان في كفره خلاف، ولو كان ذلك رواية [۴/ ۲۲۹،۲۳۰]

یعنی تمہیں معلوم ہو کہ کسی مسلمان کے کفر پر فتویٰ نہ دیا جائے گا جب کہ اس کے کلام کو اچھے پہلو پر رکھنا ممکن ہو یا اس کے کفر ہونے کے بارے میں اختلاف ہو اگرچہ وہ ضعیف روایت ہو۔

مضمون نگار اس عبارت کا معنی یوں بیان کرتا ہے: "کسی بھی ایسے مسلمان کے ایمان کے بارے میں کفر کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا جس کے الفاظ کا مطلب صحیح سمجھا جا سکے یا پھر اس کے ایمان کے بارے میں جس نے کسی علمی رائے کی مخالفت میں اپنی رائے

دی ہو چاہے کمزور ہی سہی۔" [ص ۳۰]

اس خط کشیدہ فقرے کے بارے میں سوال ہے کہ یہ درمختار کی عبارت کے کس لفظ کا ترجمہ ہے پھر اس عبارت کو بطور سند اپنے ان بھاری اقراروں کے باوجود پیش کرنا کیسے صحیح ہے؟ ان مقرر اقراروں کا خلاصہ خود اسی کے الفاظ میں تمام مسلمانوں کے لیے ناقابل قبول، خود اسی کے الفاظ میں جس کا دفاع ناممکن اور اس کے ان اقراروں سے خود ثابت کہ یہ محل اختلاف نہیں بلکہ محل وفاق ہے، تو کیا یہ محض اتفاق ہے یا وفاق کو اختلافی قرار دیکر صریح مغالطہ ہے، اب یہ مضمون نگار یوں رقم طراز ہے: "دیوبندیوں کے الفاظ کو درست معنوں میں اخذ کیا جاسکتا ہے کیوں کہ ان کے یہ معنی لیے جاسکتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے مطلق علم غیب اور انسان کے علم غیب کے درمیان امتیاز ظاہر کرنے کے لیے کہے گئے چاہے انتہائی جاہلانہ انداز سے ہی سہی یہ تقابل کیا گیا، سہارنپوری اور تھانوی دونوں نے بعد میں اپنی اور دیگر دیوبندی اکابر کے دفاع میں یہی بیان کیا ہے۔"

یہاں اوپر بیان کردہ فقہ حنفی کے مطابق ان الفاظ کے کفر میں ایک واضح اور درست علمی مخالفت موجود ہے چاہے کمزور ہی سہی۔ [ص ۳۰]

اولاً: کیا یہ صریح تناقض نہیں کہ خود ہی کہا کہ دفاع ناممکن، اب کیسے کہتا ہے کہ درست معنی لیے جاسکتے ہیں۔

ثانیاً: جو مفاد بتایا وہ صاف محل منع میں ہے۔

ثالثاً: علم الٰہی اور علم مخلوق میں امتیاز کیا اسی تشبیہ ناپاک پر موقوف ہے جس کا صاف مفاد حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی خصوصیت کی نفی ہے؟ جس کی تصریح اس نے شروع عبارت میں کردی اور علم حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو صبی و مجنون اور حیوانات و بہائم کے علم کے مساوی قرار دے دیا پھر آخر میں یہ کہہ کر کے کہ "وجہ فرق بتانا ضرور ہے" اسی نفی خصوصیت اور مساوات اور عدم امتیاز کا صاف پتہ دیا، کیا یہ صریح دشنام نہیں؟ ہے اور ضرور ہے اور خود مضمون نگار کو اس کا اقرار ہے کہ کھلی گستاخی ہے پھر بھی برخلاف اجماع ائمہ صریح میں نیت کی حاجت؟

رابعاً: اشرف علی کا یہ سوال کہ "وجہ فرق بتانا ضرور ہے" اگر اس کے قلب و دماغ میں فرق ظاہر تھا تو اب یہ کیوں پوچھتا ہے کہ وجہ فرق بتانا ضرور ہے؟ کیا یہ عدم فرق پر اس کے اعتقاد کی کھلی دلیل نہیں؟ پھر بھی مضمون نگار کے نزدیک نیت گستاخی کی نہیں؟

خامساً: یہاں جو تاویل کرتا ہے خود اس کو یہ کہ کر رد کرتا ہے کہ "چاہے جاہلانہ انداز سے ہی سہی۔"

سادساً: جب جاہلانہ مان لیا تو یہ اختلاف علما کہاں ہوا؟ اور جو پیمانہ اس نے مقرر کیا اس کے اقرار سے صاف ظاہر کہ یہ انداز، یہ سوچ ان شرطوں پر پوری نہیں اترتی، اسی کے لیے جو خود اس کے نزدیک مردود ہے درمختار کی یہ عبارت پیش کرتا ہے اور اجماعی کو نزاعی بناتا ہے یہ دھوکہ نہیں تو کیا ہے؟

سابعاً: اور جب جاہلانہ انداز کہ کر اس کو مردود بتا چکا تو جمع نقیضین کیوں کرتا ہے اور مردود کو یہ کہ کر مقبول کیوں بناتا ہے کہ "سہارنپوری اور تھانوی دونوں نے بعد میں اپنی اور دیگر دیوبندی اکابر کے دفاع میں یہی بیان کیا ہے۔"

ثامناً: یہیں اپنا کہا بھول گیا، پہلے جاہلانہ انداز کہا، اب اسی سے مکرنا اور اس انداز کو واضح درست اور عالمانہ بتانا کیا معنی؟ اور اب یہ کہنے کی کیا مجال کہ "یہاں اوپر بیان کردہ فقہ حنفی کے مطابق ان الفاظ کے کفر میں ایک واضح اور درست علمی مخالفت موجود ہے

چاہے کمزور ہی سہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اس جگہ عبارت شامی یوں ہے کہ:" [قوله ولو روايه ضعيفه] قال الخير الرملي: أقول ولو كانت الروايه لغير أهل مذهبنا. ويدل على ذلك اشتراط كون ما يوجب الكفر مجمعا عليه ی" یعنی خیر الرملی نے فرمایا: میں کہتا ہوں اگر چہ وہ روایت ضعیف ہمارے اہل مذہب کے علاوہ کسی اور کا قول ہو، او راس پر یہ امر دلالت کرتا ہے کہ وہ بات جو کفر کی موجب ہے اس کا اجماعی ہونا شرط ہے، مضمون نگار کے قلم سے یہ اخیر فقرہ رہ گیا یا دانستہ اسے چھوڑ دیا۔

کیا یہ گھوم پھر کر اجماعی کو نزاعی بنانا اور اپنے ہی اقراروں کو بھلانا اور بے محل سند اختلاف لانا اور جو اقوال محل اختلاف میں ہیں ان کو محل ۸۰ روفاق پر ڈھالنا نہیں؟ دیوبندیوں کی عبارتوں کے کفری نہ ہونے پر کوئی روایت تو پیش کرے اور بتائے کہ پہلے بھی ضروریات دین کا انکار ہوا، اجماع مسلمین رد ہوا، کھلی گستاخی، نا قابل قبول، جس کا دفاع نا ممکن، پھر بھی ان کے کفر میں اختلاف ہوا اور رد کھائے گا کہاں سے؟ کہ پہلے ہی قبول کر چکا ہے کہ کیا اس میں اختلاف تھا؟

تاسعاً: دیوبندیوں کے دفاع میں مضمون نگار کے فقرے پھر یاد کیجیے کہ "یہاں اوپر بیان کردہ فقہ حنفی کے مطابق ان الفاظ کے کفر میں ایک واضح اور درست علمی مخالفت موجود ہے چاہے کمزور ہی سہی"۔

اس کے ابتدائی فقرے "واضح اور درست علمی مخالفت" میں قطع نظر اس تناقض کے کہ اس علمی مخالفت کو خود جاہلانہ انداز بتاتا ہے یہیں اس جملے میں باعتبار ابتدا و انتہا صریح تناقض ہے کہ پہلے کہا واضح اور درست علمی مخالفت اور یہ کہ کر اختلاف کو ظاہر و درست بتایا اور خود جو اقرار کیا تھا کہ کھلی گستاخی ہے بھول گیا، جس کا صاف مفاد یہ تھا یا کچھ اور؟ کہ دیوبندیوں کے کلمات کفری معنی میں ظاہر ہیں اب یہاں کیوں الٹتا ہے؟ اور اختلاف کو واضح اور درست کیوں بتاتا ہے پھر اس پر بھی قرار نہیں اس اگلے اقرار کو پچھلے فقرے سے کیوں رد کرتا ہے اور کہتا ہے اگر چہ کمزور ہی سہی، واضح اور درست علمی مخالفت بھی ہے پھر وہی کمزور بھی ہے اور وہی جاہلانہ انداز بھی۔ [ص ۳۰]

عاشراً: جب اس کے نزدیک واضح اور درست علمی مخالفت ٹھہری تو اب اس سے یہ سوال کیا کیا جائے کہ دیوبندیوں کے کلمات اس کے طور پر کفری معنی میں متعین تو تھے جبھی تو کھلی گستاخی، ذلت آمیز، باطل تمثیل وغیرہ کلمات کہے تو باعتبار متعین ہی کفر مان لیتا اور اسی اعتبار سے انہیں کافر کہہ دیتا مگر کاہے کو؟ کہ اعتراف کے باوجود وہ کہہ چکا کہ یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتا اور یہاں واضح اور درست علمی مخالفت کی آڑ لیتا ہے کیا اب بھی کوئی شبہ ہے کہ وہ سب زبانی جمع خرچ تھا اور دل کی بات یہ ہے کہ کافر کہنا ضروری نہیں اور انہیں کافر کہنا ایک غلطی تھی۔

ثم أقول وحمل قولہ کا معنی یہ ہے کہ قائل اگر یہ تاویل کرے جو مذکور ہوئی مفتی اس کو مقرر رکھے گا اور اس صورت میں مفتی قاضی کا مرادف ہے اور اس احتمال پر شامی کی عبارت کا مفاد وہی ہے جو زواجر میں ان اول قبل منہ [یعنی اگر وہ تاویل بتائے قبول کی جائے گی] کا مفاد ہے، یا حمل قولہ کا مطلب تو وہ یہ فرمائے کہ اس سے اس کی مراد پوچھی جائے والی کے پوچھنے پر اگر وہ شخص اپنی مراد یہ بتائے تو والی اس کو مقرر رکھے گا اور اس سے قتل منتفی ہو جائے گا، نہ یہ کہ مفتی خواہی نخواہی اس کے یہ معنی ٹھہرائے گا اگر چہ بولتے وقت اس کی کوئی مراد نہ ہو کہ اس میں الغاء ظاہر ہے اور یہ بداہۃً باطل ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مراد نہ پوچھی جائے اور خلاف

ظاہر احتمالات کی وجہ سے قائل کو چھوٹ مل جائے اگرچہ بولتے وقت کوئی نیت ہی نہ تھی یا وہ معنی مراد نہ لیے جن سے قتل منتفی ہو بلکہ اس صورت میں اور مطلق بے نیت بولنے کی صورت میں قتل منتفی نہیں ہوگا جیسا کہ عبارت مذکورہ شامی کا صریح مفاد ہے اور جو معنی ہم نے بتائے ان پر "اعلام" کی عبارت گذشتہ میں "إن أول قبل منه" قرینہ ظاہرہ ہے اور یہ حکم نہ اختلافی نہ ہمارے قواعد کا منافی، تو اس کا مقتضی یہ ہے کہ درمختار وشامی کی عبارتوں میں یہ قید ضرور ملحوظ ہے اگرچہ بظاہر یہ قید مذکور نہ ہوئی بلکہ عبارت در میں "ثم لو نيته ذلك" اس بات کا قرینہ ہے، استفسار کے بعد اگر وہ مراد مانع کفر معلوم ہو تو وہ عند اللہ وعند الناس مسلم ہے جبکہ ظاہر لفظ سے صاف تبری وبیزاری کے طور پر اپنی یہ مراد بتائے، یہاں سے ظاہر ہوا کہ یہ حکم مطلق بھی مقید پر محمول ہے جس پر ایک قرینہ شامی کی عبارت میں "لنفي القتل عنه" فرمانا ہے اور دوسرا قرینہ وہ ہے جو درمختار کی عبارت "وما فيه خلاف الخ" میں گزرا۔

ہم نے جو دوران بحث عبارت شامی "وحمل المفتي" کے معنی بتائے اور یہ کہا کہ مراد پوچھی جائے گی یہاں "الموت الاحمر" مصنفہ حضور مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ کے کلمات طیبات نقل کروں جن سے ظاہر ہو کہ امام احمد رضا قدس سرہ نے دیوبندیوں کی تکفیر میں کس قدر احتیاط سے کام لیا اور دیوبندی طویل مہلت کے باوجود اپنی عبارتوں کی مراد بتانے سے عاجز رہے اور آج تک عاجز ہیں، پھر بھی ان عبارتوں پر مناظرہ کرتے ہیں اور ان کتابوں کے مصنفین اور ان کے وکلا اور مناظر کسی کو نہ بن پڑی کہ وہ یہ کہے کہ یہ کتابیں ہماری یا ہمارے پیشواؤں کی نہیں، حالانکہ استفسار مراد سے پہلے ان سے متعدد بار یہی سوال ہوا کہ آیا یہ عبارتیں آپ کی ہیں؟ اور اگر آپ کی ہیں تو ان سے آپ کی کیا مراد ہے؟ اور اب کچھ معاندین جب تاویل سے عاجز آتے ہیں تو پوچھتے ہیں اس کا کیا ثبوت ہے؟ اور یہ بھی سنا جا رہا ہے کہ ان کتابوں میں بشمول "تقویۃ الایمان" مصنفہ اسماعیل دہلوی کچھ تحریف وتبدیل کی گئی ہے، مضمون نگار نے بھی اس مقام پر میڈیا کا ذکر چھیڑا ہے اور چونکہ شروع سے آخر تک مقصود یہ ہے کہ دیوبندی کافر نہیں، لہٰذا اس کے اس تذکرے میں بھی یہ سوال مضمر ہے جو کچھ معاندین اٹھاتے ہیں، وہ اپنے طرز بحث سے یہ مان چکا کہ یہ عبارتیں دیوبندیوں ہی کی ہیں پھر یہ بحث کیوں چھیڑتا ہے اور متواتر کا انکار چاہتا ہے اور غیر ثابت وغیر متواتر کو ثابت ومتواتر پر ڈھالتا ہے، کیا یہ آخر کار اپنے عجز کو چھپانا نہیں؟ کیا وہ اس جگہ یہ بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ اگر واقعہ یہ عبارتیں جن کے نام سے منسوب ہیں انہیں کی ہیں تو وہ بلا شبہ کافر مرتد بے دین ہیں جیسا کہ علمائے حرمین، مصر وشام، ہند وسند نے فتویٰ دیا۔

۱- شیخ محمد سعید بن محمد سلام بابصیل مفتی شافعیہ وشیخ العلماء، مکہ معظمہ {۱۸۲۹-۱۹۱۲م/ ۱۲۴۵-۱۳۳۰ھ}
۲- شیخ احمد ابن عبد اللہ ابوالخیر میرداد امام وخطیب ومدرس مسجد حرام ونائب مفتی حنفیہ {۱۸۴۳-۱۹۱۶م/ ۱۲۵۹-۱۳۳۵ھ}
۳- شیخ محمد صالح ابن صادق کمال امام، خطیب، مدرس مسجد حرام۔ انہیں ۱۲۹۷ھ میں جدہ شہر کا قاضی مقرر کیا گیا {۱۸۴۷-۱۹۱۴م/ ۱۲۶۳-۱۳۳۲ھ}
۴- شیخ علی ابن صادق کمال مدرس مسجد حرام {۱۸۳۷-۱۹۱۷م/ ۱۲۵۳-۱۳۳۵ھ}
۵- مولانا شاہ محمد عبد الحق الہ بادی مہاجر مکی {۱۸۳۶-۱۹۱۵م/ ۱۲۵۲-۱۳۳۳ھ}
۶- شیخ سید محمد مرزوقی ابوحسین بن عبد الرحمٰن حسینی {۱۸۶۷-۱۹۴۶م/ ۱۲۸۴-۱۳۶۵ھ}
۷- شیخ عمر بن ابوبکر باجنید {۱۸۵۷-۱۹۳۵م/ ۱۲۷۴-۱۳۵۴ھ}

۸- شیخ محمد عابد بن حسین مالکی {۱۸۵۹-۱۹۲۳م/۱۲۷۵-۱۳۴۱ھ}
۹- شیخ محمد علی بن حسین مالکی {۱۸۷۰-۱۹۴۸م/۱۲۸۷-۱۳۶۷ھ}
۱۰- شیخ محمد جمال بن محمد عامر بن حسین مالکی {۱۸۶۸-۱۹۳۰م/۱۲۸۵-۱۳۴۹ھ}
۱۱- شیخ اسد بن احمد دھان {۱۸۶۳-۱۹۱۹م/۱۲۸۰-۱۳۳۸ھ}
۱۲- شیخ عبدالرحمٰن بن احمد دھان {۱۸۶۶-۱۹۱۸م/۱۲۸۳-۱۳۳۷ھ}
۱۳- مولانا احمد بن محمد ضیاء الدین بنگالی قادری چشتی {۱۹۰۶م/۱۳۲۴ھ میں باحیات تھے}
۱۴- شیخ محمد بن یوسف خیاط {۱۹۱۲م/۱۳۳۰ھ میں باحیات تھے}
۱۵- شیخ محمد صالح بن محمد بافضل {۱۸۶۰-۱۹۱۴م/۱۲۷۷-۱۳۳۳ھ}
۱۶- شیخ عبدالکریم بن حمزہ داغستانی ناجی مدرس مسجد حرام {۱۸۵۱-۱۹۲۰م/۱۲۶۷-۱۳۳۸ھ}
۱۷- شیخ محمد سعید ابن محمد یمانی مدرس مسجد حرام {۱۸۵۴-۱۹۳۶م/۱۲۷۰-۱۳۵۴ھ}
۱۸- شیخ محمد حامد ابن احمد ابن اوز جداوی {۱۸۶۰-۱۹۲۳م/۱۲۷۷-۱۳۴۲ھ}
۱۹- شیخ عثمان ابن عبدالسلام داغستانی مدرس وخطیب مسجد نبوی و مفتی احناف {۱۸۵۳-۱۹۰۷م/۱۲۶۹-۱۳۲۵ھ}
۲۰- شیخ سید محمد سعید ابن محمد مغربی
۲۱- شیخ محمد ابن احمد عمری واسطی مالکی مدرس مسجد نبوی {۱۸۶۳-۱۹۴۶م/۱۲۸۰-۱۳۶۵ھ}
۲۲- شیخ سید عباس ابن محمد رضوان مالکی مدرس مسجد نبوی {۱۸۷۷-۱۹۲۸م/۱۲۹۳-۱۳۴۶ھ}
۲۳- شیخ عمر ابن حمدان محرسی مالکی {۱۸۷۵-۱۹۴۹م/۱۲۹۱-۱۳۶۸ھ}
۲۴- شیخ سید احمد ابن اسماعیل برزنجی {۱۸۴۳-۱۹۱۶م/۱۲۵۹-۱۳۳۵ھ}
۲۵- شیخ عبدالقادر توفیق شلبی حنفی {۱۸۷۸-۱۹۵۰م/۱۲۹۵-۱۳۶۹ھ}
۲۶- شیخ سید اسماعیل ابن خلیل {م ۱۹۱۱م/۱۳۲۹ھ}
۲۷- شیخ محمد یوسف افغانی مدرس مدرسہ صولتیہ
۲۸- شیخ محمد تاج الدین ابن مصطفیٰ الیاس
۲۹- شیخ سید احمد الجزائری {۱۹۱۲م/۱۳۳۰ھ میں باحیات تھے}
۳۰- شیخ خلیل ابن ابراہیم خرپوتی
۳۱- شیخ سید محمد ابن محمد حبیب دیداوی
۳۲- شیخ محمد ابن محمد سوسی خیاری مدرس مسجد نبوی
۳۳- شیخ محمد عزیر وزیر

مضمون نگار ص ۳۰ پر یہ کہتا ہے کہ: اس قسم کی باتوں کا انکار۔۔۔الخ

اوّل: تو دیوبندیوں کی عبارتیں ایسی باتوں کے انکار سے متعلق ہی نہیں۔

دوم: بفرض غلط اگر ہوں بھی تو بار بار بتانے پر ان کو اسی پر اصرار ہے۔

سوم: مندرجہ بالا بیان کے بعد جس آیت کا ترجمہ لکھا اس کا مندرجہ بالا سے کیا تعلق ہے؟ کیا یہ سب امور بھی جو آیت میں بیان ہوئے انہی باتوں کے قبیل سے ہیں جن کے بارے میں لکھا کہ ایسے ایمانی نکات جنہیں ہر شخص نہیں جانتا۔

پھر مضمون نگار بیان مذکور کی تائید میں یوں لکھتا ہے کہ "اس کی تصدیق کئی احادیث مبارکہ سے ہوتی ہے الخ" اور پھر ابوداؤد شریف کی حدیث ذکر کی جس کے آخری الفاظ یہ ہیں کہ "کیا تم میں سے کوئی ہے جس نے نہ سنا ہو کہ میں نے جانور کے منہ کو داغنے والے اور اس کے منہ پر ضرب لگانے والے کو لعنت فرمائی ہے" پھر اس پر یوں تبصرہ کرتا ہے "اگرچہ جانور کے منہ کو داغنے اور ضرب لگانے کو جرم اور گناہ کبیرہ فرمایا گیا الخ۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ استفہام انکاری ہے، مطلب یہ کہ کوئی ایسا نہیں جس نے نہ سنا ہو یعنی سب نے سن لیا اور جان لیا اور ایسی بات جو دین میں ایسی مشہور ہو کہ اسے ہر شخص جانتا ہو اس میں جہل عذر نہیں، اب ہم پوچھتے ہیں کہ یہ صاف اور ظاہر معنی نہ بتا کر وہ معنی کیوں بتاتا ہے جو ابھی اوپر گزرے اور اس کے اطلاق سے یہ کیوں سمجھا تا ہے کہ ضروریات میں جہل عذر ہے؟ پھر پہلے کیوں کہا تھا کہ "ارض اسلام میں ان چیزوں کے نہ جاننے کا کوئی عذر نہیں"۔

نیز مضمون نگار اس کے بعد رقم طراز ہے کہ: اللہ تعالیٰ ایک اور آیت میں ارشاد فرماتا ہے: "اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اسی قابل جتنا اسے دیا ہے"۔

ہم کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے اور مضمون نگار کی غرض اسی سے متعلق ہے، پھر پہلے ہی اسی کو کیوں نہ ذکر کیا اور اگر پہلے متعلق اور غیر متعلق سب کو نقل کر لایا تھا تو اتنا کہنے سے اس کی زبان کو کس چیز نے روکا کہ اس کے بیان کا شاہد آیت کا یہی جز ہے کہ "ہم کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتے مگر اس کے مقدور بھر" مخل بیان میں ابہام و ایہام کیوں رکھا، ہمارا مشورہ ہے کہ طرز بیان سیکھے تا کہ مواضع تصریح و مواقع ایہام میں تمیز پیدا ہو۔

مزید برآں اسامہ کی حدیث میں ایک اہم نکتہ ہے اگر مضمون نگار کے پاس ذرہ بھر ایمان ہوتا وہ اسی حدیث سے جو اس نے ذکر کی سمجھ لیتا وہ نکتہ یہ ہے کہ اسلام برتر ہے اور اس کے اوپر کچھ نہیں، اس سے یہ حکم نکلتا ہے کہ اس کا اسلام شرعاً صحیح ہے جو اسلام لانے پر مجبور کیا جائے، حالانکہ اکراہ شرعی کی حالت میں کفر بولنے کا اعتبار نہیں اور جبر کے بغیر اسلام و کفر دونوں کا اظہار معتبر ہے، بیشک دیوبندیوں نے بغیر کسی دباؤ کے وہ بات کہی بقول مضمون نگار جس کا دفاع ناممکن اور جو ذلت آمیز اور ناقابل قبول ہے اور اب تک وہ ناقبل تاویل چلے آتے ہیں، تو اسلام کا حکم لازمی طور پر ان پر لگتا ہے اور وہ شریعت کی رو سے بے شک مرتد ہیں تو اس حدیث کو ان لوگوں کے دفاع میں بطور دلیل درج کرنا نادرست قیاس ہے۔

مضمون نگار ص ۵ پر یوں کہتا ہے کہ: "کسی ایسے شخص کو کافر کہہ دینا جو خود کو مسلمان سمجھتا ہو، ایسا معاملہ ہے جس کو کوئی ذی شعور جو اس معاملے کے نتائج سے واقف ہو، ہلکا نہیں لے سکتا"۔

ٹھیک کہا ہمیں اس پر کچھ نہیں کہنا سوائے اس کے کہ کیا اس تمہید میں اور مضمون کے درمیانی کلمات اور جن کلمات پر مضمون

کا اختتام ہوتا ہے کوئی مناسبت ہے؟ نہیں جیسا کہ جا بجا ظاہر ہے نیز یہ جو کہتا ہے کہ: "رسول اللہ نے فرمایا: جو کسی مومن کو کافر کہے وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے اس مومن کو قتل کر دیا۔"

بحمدہ تعالیٰ امام اہل سنت اور اہل سنت اس الزام سے بری ہیں، انھوں نے کسی مومن کو کافر نہ کہا بلکہ جس نے خود کفر بکا اور مضمون نگار کے اقراروں نے اس کے کفر ہونے پر رجسٹری کی اسے کافر بتایا جیسا کہ اس کے کلمات سے جا بجا مختلف صفحات پر ظاہر ہے، نیز اس جگہ حضور کا ارشاد نقل کرتا ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی مومن کو کافر کہے، الخ"

دیوبندیوں کے عدم کفر پر یہ تمہید اٹھائی ہے اور اس جگہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث یاد آئی ہے، یہاں یہ کیوں بھول گیا کہ وہابی دیوبندی سب ان لوگوں کو جو ان کے ہم عقیدہ نہیں مشرک جانتے ہیں، پھر اس حدیث کے پیش نظر وہابیوں دیوبندیوں کو کافر کیوں نہیں کہتا۔

مزید کہتا ہے: اس سے زیادہ نازک تنبیہ نہیں سوچی جا سکتی اور اس کا واضح مقصد یہی ہے کہ ذی شعور مسلمانوں کو کسی مسلمان کو کافر قرار دینے سے باز رکھا جائے، سوائے اس کے کہ کفر کے ناقابل تردید ثبوت موجود ہوں۔ [ص:۵]

خط کشیدہ جملے پر مجھے یہی کہنا ہے کہ ناقابل تردید ثبوت تو آپ دے چکا چنانچہ ص ۳۱ پر لکھے گا کہ یہ "کھلی گستاخی بے ادبی۔۔۔۔۔۔۔۔" پھر بھی اس سے مکر جائے گا اور یہ کہے گا کہ "یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتا" یہ کیا کھلا تناقض ہے؟

مضمون نگار رقم طراز ہے: "مسلمان معاشرے میں یہ فیصلہ کرنا صرف قاضی وقت کا کام ہے اور صرف اس وقت جب اس کو ایسا کرنا ناگزیر ہو" دیوبندیوں کی تکفیر کا دروازہ بند کرنے کے لیے قاضی وقت کی آڑ تو لی مگر مضمون نگار یہ بتائے کہ دیوبندی اس کے نزدیک کافر نہ سہی ان کے سوا کچھ اور فرقے اس کے نزدیک کافر ہیں یا نہیں اگر ہیں تو وہ کون کون سے فرقے ہیں؟ قادیانی، حدیث کو مطلقاً رد کرنے والے، خود کو اہل قرآن کہنے والے اور شیعوں کے متعدد فرقے جو حضرت عائشہ کو تہمت لگاتے، قرآن کو ناقص بتاتے، وحی لانے میں جبریل امین کو خاطی بتاتے اور ان میں جو حضرت علی کو خدا کہتے، یہ سب بھی کیا اس کے نزدیک کافر نہیں؟ اور اگر ہیں تو اب یہ بتائے کہ یہ سب اگر اس کی یہ بات دہرائیں کہ "مسلمان معاشرے میں یہ فیصلہ کرنا صرف قاضی وقت کا کام ہے" تو اس کا کیا جواب؟ مضمون نگار جملہ سابقہ سے متصل یہ کہتا ہے کہ: "صرف اس وقت جب اس کو ایسا کرنا ناگزیر ہو، ان حالات میں [جن میں اسے کسی مسلمان کے کفر اور ایمان میں امتیاز کرنا پڑے]"

ہم پوچھتے ہیں کہ اس خط کشیدہ جملہ کا کیا مفہوم ہے کہ "کسی مسلمان کے کفر اور ایمان میں امتیاز کرنا پڑے" اس کے جملے میں مسلمان حقیقی معنی پر ہے یا معنی مجازی پر؟ اگر حقیقی معنی پر ہے تو جو حقیقۃً مسلمان ہے اور اسلام سے متصف، تو کفر جو اسلام کی نقیض ہے اس سے کیسے متصف ٹھہرے گا اور قاضی کی طرف اس کی نسبت کا کیا معنی؟ کیا قاضی کسی فرضی اسلامی حکومت کا فرضی قاضی ہوگا؟ جو بقول مضمون نگار کسی مسلمان کے کفر اور ایمان میں امتیاز کرے گا اور اگر مجازی معنی مراد ہے تو وہ کیا ہے؟ اور اس پر قرینہ کیا ہے؟ اور بے قیام قرینہ مجازی معنی کیوں کر مقبول اور ایسے بول کی کیونکر رخصت؟ پھر یہ تکفیر ہی پر کیا موقوف نکاح اور دیگر عقود کا فسخ اور بعض حالات میں عورت کو نکاح کی اجازت دینا اور عدت کا حکم اور گواہیاں سننا، ان میں کچھ کو قبول کرنا کچھ کو رد کرنا اور فیصلۂ مقدمات اور اقامت جمعہ وعیدین یہ سب قاضی کا کام ہے اور ایک اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے اور اسلامی حکومت کہیں نہیں، تو کیا احکام

ایسی معطل ٹھہریں گے؟ تکفیر سے ممانعت کے لیے قاضی اور اسلامی حکومت کی آڑ لینے کا تو کچھ یہی انجام ہے، مضمون نگار کیا یہ نہیں جانتا کہ جب زمانہ سلطان ذی کفایت سے خالی ہو تو ایسے امور علما کی طرف مفوض ہوتے ہیں اور علما عام مسلمانوں کے ولی ہوتے ہیں اور جو ان میں سب سے بڑا عالم مرجع فتوی ہو وہ قاضی القضاۃ بلکہ سلطان اسلام کے قائم مقام ہو جاتا ہے اور اگر سب ایک درجے کے ہوں تو ان کے درمیان قرعہ اندازی ہوگی۔

اگر واقعی نہیں جانتا تو ہم سے سنے، حدیقہ ندیہ میں سیدی عبدالغنی نابلسی فتاوی امام عتابی سے ناقل: "إذا خلا الزمان من سلطان ذي كفاية فالأمور مفوضة إلى العلماء ويصيرون ولاة لهم [إلى قوله] فإن استووا أقرع بينهم" عبارت کا خلاصہ پہلے گزرا لہذا ترجمے کی حاجت نہیں، پھر اگر نہیں جانتا تو بے علم علمی معاملات میں کیوں دخل اندازی کرتا ہے اور اگر جانتا ہے تو ناظرین دیکھیں یہ کیسا مغالطہ اور فریب دہی ہے؟ پھر مضمون نگار یہیں اپنے اس جملے پر غور کرے کہ "اسے ایسا اس لیے کرنا پڑتا ہے کہ اس کے فیصلے سے کچھ بنیادی حقوق اور جرمانے جنم لیتے ہیں جیسے کسی مرتد کا مسلمان عورت سے نکاح ختم ہو جاتا ہے، اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حرام ہو جاتا ہے اور اس کی جائیداد بیت المال میں وقف ہو جاتی ہے وغیرہ وغیرہ" اس کا صریح مفاد کیا ہے؟ کہ یہ امور یعنی بقول مضمون نگار بنیادی حقوق اور جرمانے عند النزاع اس کے فیصلے پر موقوف ہیں، اس کا صاف مطلب اور کیا ہے کہ فی نفسہ کسی وجہ مکفر سے کافر ہونا اور بات ہے اور قاضی کے یہاں اس کا ثابت ہونا اور بات ہے اس کی نظیر شوہر کا طلاق دینا ہے، فی نفسہ طلاق واقع ہو جائے گی اور عورت شوہر سے دور رہنے اور عدت کے حق میں حکم قاضی کی محتاج نہیں ہوگی بلکہ اس جگہ عورت قاضی کے قائم مقام ہے۔

چنانچہ درر میں فرمایا: إذا قال أنت طالق ونوى به الطلاق عن وثاق لم يصدق قضاء لأنه خلاف الظاهر والمرأة كالقاضي لا يحل لها أن تمكنه إذا سمعت منه ذلك أو شهد به شاهد عدل عندها لكن تعتبر نيته بينه وبين الله تعالى۔ [انواع الطلاق ۴ /۲۰۹]

مگر شوہر جب کہ منکر ہو تو بے ثبوت طلاق و تحقق انقضائے عدت اس کو غیر سے نکاح کی اجازت نہ ہوگی اور اس کے لیے حکم قاضی اور مجلس قضا درکار ہے نہ کہ فی نفسہ طلاق واقع ہونے کے لیے، اسی طرح اگر کوئی انکار ضروریات دین کرے، یا کھلی گستاخی کا مرتکب ہو، ہر سننے والے مومن پر فرض ہے کہ اسے کافر جانے اور ازالۂ شبہ کے لیے اس پر لوگوں کو گواہ بنائے اور عام لوگوں کو اس پر متنبہ کرنے کے لیے اور قطع خصومت کے لیے یہ معاملہ قاضی کے پاس لے جائے، کیا مضمون نگار کے طور پر "قل يا أيها الكافرون" اس کے معنی کو سمجھ کر پڑھنا صرف قاضی کے ساتھ خاص ہوگا، کیا اس میں خطاب ہر مخاطب غیر معین کے لیے نہیں؟ اور کیا اس کا یہ مطلب نہیں؟ کہ جو ضروریات دین کو جھٹلا کر کافر ہو گئے انہیں کافر جانو اور انہیں کافر کہو، نہیں اور ضرور نہیں تو پھر کیوں کہا "عام مسلمان نہ یہ فیصلہ دے سکتا ہے اور نہ ہی اس کے مضمرات پورا کر سکتا ہے" پھر حدیقہ ندیہ کی عبارت یاد کرے اور بتائے، کیا امام احمد رضا اور علمائے حرمین و مصر و شام حاکمان اسلام کے قائم مقام نہ تھے پھر انہیں عام مسلمانوں کے ساتھ ملانا کیسا صریح دھوکہ ہے۔

پھر مضمون نگار نے یہ کہا کہ "اسلام کسی ایسے انصاف کی اجازت نہیں دیتا جو کسی مخصوص گروہ کی جانب سے ہو جو اس کا مجاز نہیں" اس کا کیا مطلب ہے خدا ہی جانے اور یہاں بھی اسی کی بولی میں وہ فرقے جن میں سے چند بطور مثال ذکر ہوئے ان میں

سب یا کچھ ضرور اس کے نزدیک کافر ہیں کیا ہم بطور معارضہ بالقلب یہ نہیں دہرا سکتے۔

دیوبندیوں کی تکفیر سے ممانعت کے لیے قاضی وقت اور اسلامی حکومت کی شرطوں کا کیا انجام ہے ایک سوال سے ابھی واضح ہوا جاتا ہے، قاضی وقت کا فیصلہ کب رونما ہوتا ہے جب باہم دو شخصوں میں خصومت ہوتی ہے مثلاً زید سے کوئی کلمۂ کفر صادر ہو اب عمرو اس کو کفر جانے یا قاضی کے فیصلہ کا انتظار کرے اگر دوسری صورت مختار ہے تو ص ۲ پر یہ کیوں کہا تھا کہ یہ کھلا کفر ہے اور دوسری قسم کے بارے میں یہ شرط لگائی کہ "اس کو علم ہو جائے پھر بھی انکار کرے"

غرض ان دونوں صورتوں میں کفر ہونے کو قاضی کے حکم پر موقوف نہ رکھا اور پہلی قسم کے بارے میں اسی صفحہ پر یہ کہا کہ "ارض السلام میں ان چیزوں کے نہ جاننے کا کوئی عذر نہیں" اس صریح تناقض سے قطع نظر اب سوال یہ ہے کہ زید و عمرو کے درمیان اس کلمے کے کفر یا عدم کفر ہونے میں خصومت کیسے متحقق ہوگی سوائے اس صورت کے کہ زید اسے کفر بتائے اور عمرو انکار کرے، اب زید اس کلمے پر دو عادل مردوں کو گواہ بنائے اور معاملہ قاضی کے پاس لے جائے اب قاضی اگر خود علم کافی نہیں رکھتا تو اس مقدمے کا فیصلہ کیسے کرے گا؟ یوں ہی نا کہ مفتی سے پوچھے گا، اب مفتی یہ فرمائے کہ زید صحیح کہتا ہے، اب اس صورت میں مضمون نگار بتائے کہ اصل فیصلے کا حق کس کو ہے؟ اور اصل حاکم کون ہے؟ جس کی طرف قاضی رجوع کرتا ہے؟ بلاشبہ وہ مفتی و عالم دین ہے جس کی طرف قاضی وغیر قاضی سب کو رجوع لازم ہے اور اس صورت میں جب کہ مفتی زید کی تصویب کرے اور قاضی اسی کے مطابق فیصلہ کرے، تو اب قاضی کے فیصلہ سے زید کے قول پر کیا اثر، عمرو کا قول پہلے کفر نہ تھا اب قاضی کے فیصلہ سے کفر ہوا، اور جب مفتی کے فتوے اور قاضی کے قضا سے زید کی تصدیق و تائید ہوئی تو کیا اس سے ثابت نہ ہو گیا کہ کھلے کفر کو کفر جاننا اور اس کو کفر بتانا محض عام انسانوں کا اختیار ہی نہیں بلکہ ان کے ایمان کا مقتضی، مضمون نگار جس سے روک کر سب کو مبتلائے کفر کرنا چاہتا ہے۔ ناپ تول میں کمی نہ کرنا، امانتیں ادا کرنا، عہد پورے کرنا، حقوق کی رعایت یہ سب عدل ہیں یا کچھ اور؟ کیا ان کے لیے اذن قاضی شرط ہے؟

مضمون نگار سے یہاں ایک سوال اور کیجیے تاکہ یہیں اس کی تمہید کا تصفیہ ہو جائے، دیوبندیوں کی عبارتوں پر تبصرہ کرتے ہوئے یہیں کہا کہ "ایسی بات بغیر کسی شبہ کے کھلی بے ادبی اور گستاخی ہے جس کا دفاع ناممکن ہو" "بغیر کسی شبہ" کہہ کر کیا شبہ کی نفی نہ کی اور اس طرح دیوبندیوں کی عبارتوں کو اپنے معنی میں ایسا یقینی نہ مان لیا جس میں کسی احتمال کی گنجائش نہیں، مضمون نگار کی یہ بات کہ "ایسا ثبوت قطعی ہونا چاہیے الخ" دیوبندیوں سے کفر اٹھانے کی غرض سے وہ حق کلمہ ہے جس سے باطل کا ارادہ کیا گیا اور اس پر سند خود اس کا وہ قول ہے جو ص ۱۳ پر کہے گا کہ "ایسی بات بغیر کسی شبہ کے کھلی بے ادبی اور گستاخی ہے" اب یہاں جو مزید یہ کہا کہ "کہنے والے کے پاس کوئی عذر ہو سکتا ہے" کیا اس سے یہ سمجھانا چاہتا ہے کہ جو بات بغیر کسی شبہ کے کھلی گستاخی ہو اس بنا پر اس پر کوئی حکم نہ لگے گا کہ کہنے والے کے پاس کوئی عذر ہو سکتا ہے یہاں اپنا کہا کیوں بھول گیا کہ "ارض اسلام میں ایسی باتوں کے نہ جاننے کا کوئی عذر نہیں" پھر بھی کھلی گستاخی کے باوجود یہ کہتا ہے کہ "یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتی" کیا یہ وہی شہرت پسندی، تکبر، دیوبندیوں کی برتری چاہنا نہیں جس کا الزام دوسروں پر اپنے الفاظ میں یوں دھرتا ہے آج بلا احتیاط کفر کے الزامات کی وجوہات مسلمانوں میں کئی ہیں ---[ص:۹]

اس سے قطع نظر یہاں اس کا یہ جملہ "کہ ایسی بات بغیر کسی شبہے کے کھلی بے ادبی اور گستاخی ہے ص ۹ پر اس کے اس جملے

سے ملا کر دیکھیے کہ "شرعی قانون میں یہ بات بدیہی طور پر ہے کہ وہ حالت جس کا وجود متحقق ہو وہ کسی ایسی حالت سے زائل نہیں ہو سکتی جس کا وجود متحقق نہ ہو۔[ص:۶]

اور پوچھیے کہ یہ تمہید کس کے لیے اٹھائی ہے انہیں کے لیے جن کی عبارتوں کے بارے میں ص ۳۱ / پر یہ کہو گے کہ "ایسی بات بغیر کسی شبہے کے کھلی بے ادبی اور گستاخی ہے جس کا دفاع ناممکن ہو۔"ضرور انہیں کے لیے اٹھائی ہے تو اس تمہید کا انہیں کیا فائدہ؟ اور اس کا کیا حاصل؟ سوائے اس کے کہ سیدھے سادے مسلمان جو اگلا پچھلا بھلا کر گذشتہ اور پیوستہ میں موازنے سے غافل ہو کر دھوکہ کھائیں، مغالطہ میں پڑیں جس کا الزام باطل پرست اہل حق پر رکھتے ہیں۔

نیز کہتا ہے: ہم کہتے ہیں کہ ایسا ثبوت لازماً عام طور پر آشکار ہو۔" [ص:۶]

ہم پوچھتے ہیں کہ ص ۳۱ / پر بغیر کسی شبہ کہہ کر یہ ثبوت تو خود دے دیا اب اس کو معطل کیوں ٹھہراتا ہے اور یہ کیوں کہتا ہے کہ "یہ کسی عام مسلمان کی شرعی ذمہ داری نہیں کہ وہ دوسرے کے ایمان کا فیصلہ کرے۔"فیصلے کا فیصلہ ان سوالات میں ہو چکا جو ہم نے مضمون نگار کے گذشتہ بیان پر کیے۔

مضمون نگار نیز لکھتا ہے: "امام غزالی اس حدیث کو پیش کرتے ہیں یہ دکھانے کے لیے کہ اسلام [میں داخلے] کے متعلق فقیہ اسی کے بارے میں لب کشا ہوتا ہے جو اس کے واقع یا غیر واقع ہونے سے متعلق ہو اور وہ زبان کے علاوہ کچھ بھی خیال نہیں کرتا جہاں تک دل کا معاملہ ہے یہ اس کے دائرۂ اختیار میں نہیں، الخ"

ہمارا سوال خط کشیدہ اس فقرے سے متعلق ہے جو یوں ہے: اسلام میں داخلے کے متعلق فقیہ اسی کے بارے میں الخ۔

مضمون نگار نے یہ مضمون امام غزالی کی طرف منسوب کیا قطع نظر اس کے کہ یہ تصحیح نقل کا محتاج ہے یعنی اس مضمون کو کتاب مذکور جس سے اس نے نقل کیا میں دیکھا جائے اور مضمون کو کتاب کی عبارت سے ملایا جائے، اس نے یہ جو لکھا کہ "وہ زبان کے علاوہ کچھ بھی خیال نہیں کرتا جہاں تک دل کا معاملہ ہے یہ اس کے دائرہ اختیار میں نہیں" اس کے خط کشیدہ جملے کا کیا یہ مفاد نہیں کہ فقیہ کو ظاہر لفظ سے کام ہے، لہٰذا لفظ ظاہری معنی پر محمول ہوگا اور نیت سے اس کو سروکار نہیں، یہی تو وہ مفاد ہے جو ہم نے حدیث اسامہ پر اس کے تبصرے پر دوران سوال ظاہر کیا اور پوچھا کیا اس کا اعتبار صرف معاملہ اسلام میں ہے اور کفر میں نہیں اور اس پر سند طلب کی، یہاں ہر چند کہ یہ سمجھانا چاہا ہے کہ اس کا اعتبار اسلام میں ہے مگر واقع اور غیر واقع کے مفاد نے کیا یہ صاف نہ بتا دیا کہ فقیہ دونوں صورتوں میں ظاہر لفظ پر عمل کرے گا، یعنی ظاہر لفظ کا مقتضی یہ ہو کہ حکم اسلام واقع ہو تو وہ قائل کو داخل اسلام مانے گا، اور اگر ظاہر لفظ کا تقاضا یہ ہو کہ حکم اسلام غیر واقع ہے یعنی قائل ہنوز اسلام میں داخل نہ ہوا اور اس کی ضد یعنی کفر کا حکم اس پر واقع ہے تو وہ وہی حکم کرے گا جو ظاہر لفظ کا مقتضی ہے، یا یوں کہیے کہ ایک فقیہ ظاہر اقرار کو واقع کے قائم مقام قرار دے گا جب کہ کوئی امر اس کے منافی ثابت نہ ہو، بصورت دیگر یعنی جب کہ ظاہر اقرار کے معارض کوئی امر موجود ہو تو ظاہر اقرار کو غیر واقع مانے گا اور دونوں صورتوں میں بقول مضمون نگار زبان کے علاوہ کچھ بھی خیال نہیں کرے گا۔

دیوبندیوں کو کفر سے بچانے کے لیے خود ہی تمہید میں یہ کہتا ہے "بعض صورتوں میں وہ شخص کافر کہلائے گا اور بعض میں نہیں۔" اور دیوبندیوں کو کفر سے بچانے کے لیے ظاہر متیقن مان کر خود ہی یہ فیصلہ لیتا ہے مگر یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتی کہ نیت

گستاخی کی نہیں، کیا صریح مغالطہ ہے۔

مضمون نگار نے آگے چل کر جو کہا کہ:

[ا] ”ہر مسلمان کا ایمان ثابت ہے جب تک کہ اس کے خلاف دلیل نہ مل جائے“ اس کا جواب تو خود اس کا اقرار ہے، دیوبندیوں کے ایمان کے خلاف تو اس نے خود دلیل مہیا کی، یہ سوال مکرر ہے اب اس کہنے کا دیوبندیوں کو کیا فائدہ؟

[ب] مضمون نگار کہتا ہے: ”یہ کسی عام مسلمان کی شرعی ذمہ داری نہیں کہ وہ دوسرے کے ایمان کا فیصلہ کرے“۔ [ص: ۷] اس کا جواب ہو چکا۔

[ج] آگے لکھتا ہے: ”یہ ایک زیادتی اور جرم ہے کہ کسی مسلمان کو کفر کا الزام دیا جائے۔“ [ص: ۷] اگرچہ کفر یقینی طور پر ثابت ہو جائے اور اس صورت میں وہ مسلمان ہی کب رہے گا جو خود کفر بول کر دائرہ اسلام سے نکل جائے تو ایسے کو مسلمان ماننا زیادتی اور ظلم ہے یا ایسے کو کافر کہنا جس کی بات بقول مضمون نگار بغیر کسی شبہے کے کھلی گستاخی ہو اس کے کفر کو ظاہر کرتا ہے۔

[د] مضمون نگار کہتا ہے: ”ہمارے وقت میں تکفیر کے زیادہ تر اسباب اخلاقی طور پر کریہ ہیں اور اپنی حیثیت میں گناہ۔“ [ص ۷] ہاں، جو غیر شرعی ہیں اور بے وجہ شرعی تکفیر محض گناہ نہیں بلکہ خود کفر ہے اور قائل کافر ہے، ص فلاں پر مضمون نگار نے جو حدیث پیش کی اسے یاد کریں، مگر اس کے مصداق وہابی نہیں جن سے یہ دیوبندی بھی نکلے ہیں، یہ صاف کفر سے بچے ہوئے ہیں؟ اور مورد الزام وہ ہیں جو ان کا کفر دلیلوں سے ظاہر کرتے ہیں اگرچہ یہ امر خود مضمون نگار کو مسلم، جیسا کہ امام احمد رضا قدس سرہ کے بارے میں ص ۲۸ ر پر اس نے خود ہی کہا کہ: ”[امام] احمد رضا کا موقف نہ تو صریح نصوص کے خلاف ہے کیوں کہ وہ صریح نصوص ہیں ہی نہیں بلکہ قابل تاویل ہیں کہ وہ اس وقت سے پہلے کی ہیں جس نے انہیں منسوخ کر دیا اور نہ ہی بلا دلیل ہے کیوں کہ ان کے موقف کی اساس صحیح احادیث کی بنیاد پر ہے نہ کہ محض باطل تمثیل کی بنیاد پر۔“

مضمون نگار نے خود ہی یہ کہ کر کہ ”کیا اس میں کوئی اختلاف تھا“ اور یہ کہ کر کہ ”تمام مسلمان اسے نا قابل قبول پاتے“ اور جاہلانہ انداز بتا کر یہ صاف قبول لیا کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں اور یہ کہ اس میں کسی اختلاف کا اعتبار نہیں اور یہ کہ اس میں کوئی علمی اختلاف نہیں، پھر بھی دیوبندیوں کی حمایت میں یوں تمہید اٹھاتا ہے کہ: ”یہ اللہ کے انصاف اور قرآن کے خلاف ہے کہ ایسے، الخ“

کیا یہ وہی اقرار و انکار، نفی و اثبات کا اجتماع نہیں جس کا نظارہ ناظرین بارہا کر چکے، مضمون نگار ص ۳۱، ۳۲ ر پر اپنی عبارت یاد کرے اور اسے یاد کر کے بتائے کہ اب اس کہنے کی کیا گنجائش اور اس کلام کا کیا محل؟

مضمون نگار ص ۹ ر پر ”سنی سنائی دلیل کا مغالطہ“ عنوان کے تحت رقم طراز ہے کہ: ”لوگوں کے خلاف سنی سنائی بات کو دلیل ٹھہرا لینا اللہ تعالیٰ نے ممنوع فرمایا ہے، الخ“

ازاں جا کہ اس نے یہ تمہید دیوبندیوں کی تکفیر سے ممانعت کے لیے اٹھائی ہے، لہٰذا قرینہ مقام سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ وہ سیدنا اعلیٰ حضرت ودیگر علمائے اہل سنت پر الزام دینا چاہتے ہے، اس کا جواب ص ۲۸ ر پر ہمارے بیان سے ظاہر ہے جس میں ہم نے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غایت درجہ احتیاط کا ذکر کیا ہے اور اسی بیان سے یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ محض سنی سنائی بات نہیں بلکہ مدت دراز سے اب تک مسلسل تواتر سے یہ ثابت ہے کہ یہ کتابیں انہی کی ہیں، مضمون نگار کے نزدیک تو تواتر میں چار

آدمی کافی ہیں دیکھو اس کی عبارت ص ۳۸ پر اور خود مضمون نگار نے جابجا ان عبارتوں کی نسبت دیوبندیوں کی طرف تسلیم کر لی جیسا کہ اس کے تبصروں سے ظاہر ہے تو میڈیا کے تعلق سے یہ ساری بحث دیوبندیوں کو کیا مفید؟ اور جب اس کے نزدیک یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتا کہ نیت گستاخی کی نہیں جیسا کہ دیوبندیوں کی حمایت میں ص ۱۳ پر اس کا یہ قول درج ہے اور خود اسی صفحہ پر کہتا ہے کہ "کچھ ایسے کلمات جو کہ بظاہر اہانت خدا و رسول کہے جا سکتے ہیں تاہم بولنے والے کی نیت جائز نکتہ ثابت کرنے کی ہو تو یہ کفر نہیں ہے۔" [ص ۱۳]

اور میڈیا کی آڑ لے کر متواتر اور ثابت کو غیر ثابت اور سنی سنائی بات بنانا کیوں چاہتا ہے؟ پھر دیوبندیوں کی عبارتوں کے سلسلے میں میڈیا کے متعلق گفتگو کے پیرائے میں گویا اہل سنت سے یہ سوال ہے کہ کیا ثبوت ہے کہ یہ کتابیں انہیں کی ہیں، ثبوت تو وہ بارہا ان عبارتوں کی پرزور حمایت کے پیرائے میں خود دے چکا کہ یہ عبارتیں انہیں کی ہیں اور کھلی گستاخی وغیرہ ہیں مگر یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتا، اب اس بحث کا کیا حاصل اور اس پوشیدہ سوال کا کیا محل؟ پھر کیا کوئی اسی طباعت اور صحافت کے بارے میں اس کی تقریر کو بنیاد بنا کر نہیں پوچھ سکتا کہ تم نے جو حوالے پیش کیے ہیں کیا ثبوت کہ یہ کتابیں انہیں کی ہیں اور یہ عبارتیں انہیں کی ہیں اور تمہاری تقریر جس کا اقتباس درج ذیل ہے یہاں بھی جاری ہے کہ تم نے جو حوالے پیش کیے ہیں کیا ثبوت کہ یہ کتابیں انہیں کی ہیں اور یہ عبارتیں انہیں کی ہیں اور تمہاری تقریر جس کا اقتباس درج ذیل ہے یہاں بھی جاری ہے اور خصوصاً جب کہ دیوبندیوں کی حمایت میں آپ اس نرالے طرز پر گامزن ہیں، آیہ کریمہ "اِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا" جسے آپ نے بھی ذکر کیا ہے متقاضی تحقیق بھی ہے، دیوبندیوں کی حمایت میں جس کے فقدان کا الزام آپ امام احمد رضا و علمائے حرمین شریفین پر رکھنا چاہتے ہیں اور خود آپ کی تحقیق و احتیاط کا یہ عالم ہے کہ مستند کتابوں کا نام لیتے ہیں اور ان کا مضمون اپنے الفاظ میں وہ بیان کرتے ہیں جو ان کی عبارتوں سے نہیں نکلتا، اس کا ایک نمونہ درمختار کی ایک عبارت کے ترجمے کے بارے میں جو ہم نے سوال کیا اس سے ظاہر ہے۔

یہاں امام سلیمان الجمل کی طرف آپ نے جس مضمون کی نسبت کی، اس کے متعلق آپ سے پوچھ لوں تاکہ آپ کی تحقیق و احتیاط بے نقاب ہو جائے، پہلے امام سلیمان الجمل کی عبارت نقل ہوتی ہے، وہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: [قوله: إن جاء كم فاسق بنبأ] سماه فاسقا تنفيرا و زجرا عن المبادرة والاستعجال إلى الأمر من غير تثبت كما فعل هذا الصحابي الجليل لكنه مؤول و مجتهد فيما فعله. فليس فاسقا حقيقة إذ شيخنا اس کا ترجمہ درج ذیل ہے: اللہ تعالیٰ نے خبر لانے والے کو فاسق کہا تا کہ بغیر تحقیق کسی معاملے میں عجلت اور سبقت سے نفرت دلا کر لوگوں کو باز رکھے جیسا کہ ان صحابی جلیل نے کیا لیکن انہوں نے جو کیا وہ اس میں صاحب تاویل اور مجتہد تھے، تو وہ حقیقۃً فاسق نہیں۔

مضمون نگار یہاں یوں رقم طراز ہے "مفسر قرآن سلیمان الجمل لکھتے ہیں کہ اس کا اطلاق محض فاسق لوگوں پر ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو فاسق قرار دیتا ہے، جو بغیر تحقیق کے نتائج اخذ کرنے کی وجہ سے لوگوں کو متنفر اور حیران کرتے ہیں۔

مضمون نگار سے سوال ہے کہ پہلا خط کشیدہ فقرہ جس کی نسبت مفسر قرآن سلیمان الجمل کی طرف کی، ان کی عبارت کے کس لفظ کا ترجمہ ہے اور دوسرا خط کشیدہ جملہ کس لفظ کا ترجمہ ہے اور جمل کی عبارت کا آخری خط کشیدہ جملہ، حالانکہ وہ بہت مختصر تھا، جو

ہمارے ترجمے میں درج ہے کیوں چھپالیا؟

مضمون نگار نے "مغالطہ در اہانت بالقصد" عنوان کے تحت دیوبندیوں کی حمایت میں جو کچھ کہا وہ انہیں کیا مفید؟ ص ۱۲ روغیرہ پر اپنا اقرار یاد کریں، یہاں اس کی چند عبارتوں پر چند سوال درج ہوتے ہیں:" الفاظ کو جانچا جاتا ہے کہ بولنے والے کا مقصد کیا ہے نہ یہ کہ سننے والے نے کیا سمجھا، الخ"

مضمون نگار بتائے جب یہی بات ہے تو اس نے کس بنیاد پر یہ تبصرہ کیا کہ ایسی بات بغیر کسی شبہے کے کھلی بے ادبی و گستاخی ہے؟ اپنی فہم کی بنیاد پر، اگر یہی ہے اور ضرور یہی ہے، تو یہاں کیوں کہتا ہے کہ: الفاظ کو جانچا جاتا ہے الخ، اور اسے قصد کا کیسے پتہ چلا اور دیوبندیوں کی عبارت کا ایک ہی معنی ہے یا چند؟ پہلی صورت میں وہ کفر کیوں نہیں؟ اور چند معنی ہیں تو وہ کیا ہیں؟ اور کس معنی میں دیوبندیوں کا کلام ظاہر ہے؟ اور کون سے معنی محتمل ہیں؟ یہ سب ظاہر کرے، جب تک یہ ظاہر نہ کرے دیوبندیوں کو اس کی اس بحث سے کیا فائدہ؟ اور جب یہ لوگ بقول مضمون نگار اس جہاز پر سوار ہی نہیں تو ان کے بارے میں یہ فیصلہ کیوں کیا؟ اور جب یہ قاضی کا کام ہے چنانچہ یہاں پھر یہی دہرایا کہ ایسا فتوی صرف قاضی ہی جاری کرسکتا ہے، تو مضمون نگار نے یہ سب کیوں کہا؟ کیا خود کو قاضی سمجھتا ہے؟ اور خود اپنے اقرار سے جب ان پر یہ جرم ثابت کرلیے پھر انہیں کس طرح سے بری کرتا ہے کہ کہتا ہے کہ نیت گستاخی کی نہیں؟ کیا صریح میں نیت کی حاجت ہوتی ہے؟ نہیں، جیسا کہ ہم نے بارہا بتایا اور خود مضمون نگار بھی باتوں باتوں میں اقرار کرجاتا ہے، "احیاء العلوم" کے حوالے سے ابھی مضمون نگار نے ص ۶-۷ پر کہا اور خود مضمون نگار نے ہر چند کہ نیت کی رٹ لگائی مگر یہاں یہ کہہ گیا کہ "صرف اس میں یہ الفاظ بولنے والا کافر ــــــ [ص ۱۲]

یہ گھما پھرا کر کے کیا اسی بات کا اعادہ نہیں ہے کہ لفظ ظاہر پر محمول ہوگا اور وہی ظاہر دلیل قصد ہوگا اس پر مضمون نگار کا جملہ کہ "عبارت کی ہر لحاظ سے انتہائی نیت پر ہو اور کسی کے بیان کردہ الفاظ ہر جگہ اہانت کے معنی میں ہی لیے جاتے ہوں، اس کی نیت پر ہی دلالت کررہے ہوں۔"

اور یہ کیا کہا کہ کسی کے بیان کردہ الفاظ ہر جگہ اہانت کے معنی میں ہی لیے جاتے ہوں، کیا دیوبندیوں کی عبارتیں مضمون نگار کے شہر میں اہانت کے معنی میں نہیں لیے جاتے؟ کیا جو الفاظ معنیٔ اہانت میں متعین، جن کے متعین ہونے کا بارہا اقرار کرچکا اور خود اسی کے اس قول کے بموجب جو یہاں کہا کہ: کسی کے بیان کردہ الفاظ [الی قولہ] اس کی نیت پر ہی دلالت کررہے ہوں" یہاں بھی تعیین مان لیا، تو ہر جگہ کی قید لگا کر دیوبندیوں کو کیا فائدہ پہنچانا چاہتا ہے جب کہ خود اپنے منہ بارہا یہ سمجھا چکا کہ ہر جگہ کے تمام مسلمانوں کے عرف عام میں یہ الفاظ اہانت کے معنی میں ہی لیے جاتے ہیں اور بولنے والے کے قصد پر ہی دلالت کرتے ہیں یاد کرو اس کا اقرار ص ۲۸، ۳۰ روغیرہ پر اور اسی کے اقرار سے اجماع صحابہ و اجماع مسلمین جس کا ذکر اس نے بارہا کیا ہے اور ص ۹ ر پر بھی یہ بحث چھیڑی اور اسے کفری باتوں میں گنایا اور اسے بشمول تحقیر اللہ و رسول کفری باتوں میں گنایا ہے اور اسی کے اقرار سے دیوبندیوں پر اہانت خدا و رسول ورڈ اجماع مسلمین و اجماع صحابہ کا الزام جسے بحوالہ الحدیقۃ الندیہ العلائیہ اس نے کفری باتوں میں گنایا ہے ثابت ہوگیا۔

ہماری کوشش ہے کہ حتی الامکان مکررات کا اعادہ نہ ہو، لہٰذا مکررات پر علاحدہ کلام کرنے کی حاجت نہیں اور اسی طرح جو باتیں مقام سے بیگانہ ہیں جیسے یہاں حرام کی بحث اور حرام لعینہ و حرام لغیرہ میں امتیاز کا اشارہ، ان سے تعرض کی ضرورت نہیں،

اس کا یہ مطلب نہ ہوگا کہ ہمیں مضمون نگار کا سب کلام منظور ہے۔

ہر چند کہ اختصار مقتضی، کہ اعادہ مکرر نہ ہو مگر مضمون نگار کو تکرار کی عادت ہے یہاں بھی اس نے قاضی کے فیصلے کی تکرار کی ہے، ہم نے سوالات کے پیرائے میں اس کا فیصلہ کر دیا، لہٰذا اس کا اعادہ تو نہ کریں مگر یہاں پر آیہ کریمہ "و یحلفون باللہ ما قالوا، ولقد قالوا کلمۃ الکفر "الآیہ، جو ہم نے پہلے ذکر کی اس کے تحت معالم میں جو فرمایا ذکر کروں تا کہ بطرز دیگر قاضی کے فیصلے کا جواب ہو اور انکار کی جو اَڑلی ہے

اور ص ۱۰ پر یہ کہا ہے کہ اگر وہ شخص اس بات کا انکاری ہو جائے کہ اس نے ایسی کوئی بات کہی ہے تو اس کو شرعی طور پر [اس کفر سے] رجوع [یا توبہ] کرنے والا جانا جائے گا۔ [ص ۱۰] وہ بھی بے نقاب ہو جائے۔

معالم میں اس آیت کے تحت فرمایا: وقال الکلبی: نزلت فی الجلاس بن سوید، وذلك أن رسول الله صلی الله علیه وسلم خطب ذات یوم بتبوك فذكر المنافقین وسماهم رجساً وعابهم. فقال جلاس: لئن كان محمد صادقاً لنحن شر من الحمیر فسمعه عامر بن قیس. فقال: أجل إن محمداً لصادق وأنتم شر من الحمیر. فلما انصرف رسول الله صلی الله علیه وسلم إلی المدینة أتاه عامر بن قیس فأخبره بما قال الجلاس. فقال الجلاس: كذب علی یا رسول الله. وأمرهما رسول الله صلی الله علیه وسلم أن یحلفا عند المنبر. فقام الجلاس عند المنبر بعد العصر فحلف بالله الذی لا إله إلا هو ما قاله. ولقد كذب علی عامر. ثم قام عامر فحلف بالله الذی لا إله إلا هو لقد قاله وما كذبت علیه ثم رفع یدیه إلی السماء وقال: اللهم أنزل علی نبیك تصدیق الصادق منا. فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم والمؤمنون: آمین. فنزل جبریل علیه السلام من السماء قبل أن یتفرقوا بهذه الآیة حتی بلغ: {فإن یتوبوا یك خیرا لهم}. فقام الجلاس فقال: یا رسول الله أسمع الله عزوجل قد عرض علی التوبة. صدق عامر بن قیس فیما قاله لقد قلته وأنا أستغفر الله وأتوب إلیه. فقبل رسول الله صلی الله علیه وسلم ذلك منه وحسنت توبته. کلبی نے کہا: یہ آیت جلاس بن سوید کے بارے میں نازل ہوئی اور اس کا بیان یہ ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبوک میں خطبہ ارشاد فرمایا، تو اس میں منافقین کا ذکر کیا اور انہیں پلید فرمایا اور ان کی برائی ذکر کی، تو جلاس نے کہا: خدا کی قسم اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سچے ہیں تو ہم ضرور گدھوں سے بدتر ہیں، یہ بات عامر بن قیس نے سن لی، تو وہ بولے: ہاں بیشک محمد سچے ہیں اور تم گدھوں سے بدتر ہو، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ کی طرف پلٹے عامر بن قیس ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جلاس کی بات کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر دی، تو جلاس نے کہا: یا رسول اللہ اس نے میرے اوپر جھوٹ باندھا، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کو حکم دیا کہ منبر کے پاس قسم کھائیں، تو جلاس ممبر کے پاس بعد نماز عصر کھڑے ہوئے، پھر قسم کھائی کہ اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں بات وہی ہے جو جلاس کہتا ہے، اور خدا کی قسم میرے اوپر عامر نے جھوٹ باندھا، پھر عامر کھڑے ہوئے تو انہوں نے اللہ کی قسم کھائی جس کے سوا

کوئی معبود نہیں کہ جلاس نے یہ بات کہی اور میں نے اس کے اوپر جھوٹ نہیں باندھا، پھر انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور کہا: اے اللہ اپنے نبی پر ہم میں جو سچا ہے اس کی تصدیق اتار، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مومنوں نے آمین کہی، تو جبریل علی سیدنا وعلیہ الصلاۃ والسلام لوگوں کے جانے سے پہلے یہ آیت لے کر اترے اور اس کی تلاوت میں اس قول تک پہنچے [فان یتوبوا یک خیرا لھم] تو جلاس کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ میں نے خدا کو سنا اس نے مجھ کو توبہ کی پیشکش کی، عامر بن قیس اپنی بات میں سچے ہیں اور میں نے وہ بات کہی اور میں اللہ سے مغفرت کا طلبگار ہوں اور اس کی طرف رجوع لاتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی توبہ قبول کی اور ان کی توبہ اچھی رہی۔

مضمون نگار اب قاضی کے فیصلے کی خبر لے، کیا عامر بن قیس قاضی تھے جنہوں نے جلاس کو منافق قرار دیا؟ کیا اس سے وہ ثابت نہ ہوا کہ جو کھلی گستاخی ہے، کفر ہے، اسے کفر ماننا اور قائل کو سنتے ہی کافر جاننا مومن کا کام ہے، جو قاضی کے فیصلے پر موقوف نہیں، جس پر اجماع صحابہ خود اسی روایت میں موجود ہے، جس کے انکار کو خود مضمون نگار نے کفریات میں گنا ہے اور اس انکار کی خبر یں کیسے جس کی آڑ دیوبندیوں کی حمایت میں ص ۳۱، ۳۲، ۴۲ پر لی ہے اس کا آیت نے اور اس روایت نے کیسا کام کیا، نیز اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: "فلا وربک لا یومنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔ [نساء، ۶۵] تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

معالم وغیرہ میں اس کے تحت یہ روایت ہے: مجاہد اور شعبی کا قول ہے کہ یہ آیت بشر منافق اور یہودی کے بارے میں اتری جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور اپنا معاملہ لائے، حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس قضیہ کا فیصلہ فرما چکے تھے، یہودی نے حضرت عمر کو اس کی خبر دی اور یہ کہا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فیصلہ میرے حق میں فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منافق سے پوچھا: کیا ایسا ہی ہے؟ اس نے جواب میں کہا: ہاں، آپ نے دونوں کو حکم دیا: اس وقت تک ٹھہرو کہ میں تمہارے پاس لوٹ کر آؤں، آپ گھر میں گئے اور تلوار لے کر لوٹے اور منافق کی یہ کہ کر گردن ماردی کہ میرا فیصلہ اس کے حق میں یہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلے سے راضی نہ ہو۔

حکم قتل کہ اب موقوف ہے جانے دیجیے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس معاملے کے ضمن میں کیا یہ ثابت نہ ہو گیا کہ حکم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رد کفر ہے اور اس کو کافر جاننا فیصلہ قاضی پر موقوف نہیں، یہاں معالم میں تتمہ روایت بوجہ اختصار بیان نہ ہوا ہم نے اسے ظاہر کیا جو مشکوٰۃ وغیرہ میں درج ہے، یہاں سے بطرز دیگر مضمون نگار نے جو قاضی کے فیصلے کی رٹ لگائی ہے اس کا تو جواب ہو ہی گیا، آیہ کریمہ کے تحت یہ روایت جو تفاسیر میں بلانکیر درج ہے اور کتب احادیث میں مذکور ہے، کیا اس سے اجماع صحابہ واجماع مسلمین ثابت نہ ہوا جس کے رد کو مضمون نگار نے خود کفریات میں گنایا ہے؟ اور دیوبندیوں کی حمایت میں قاضی کے فیصلے کے بہانے کا انجام یہی رد اجماع صحابہ وعامہ المسلمین ہے یا کچھ اور؟ مضمون نگار صاحب اضطراب میں کیسے پیچ وتاب کھا رہے ہیں؟ کیا ناظرین کی نظروں سے یہ سب پوشیدہ ہے؟ دیوبندیوں کی عبارتیں بغیر کسی شبہے کے کھلی گستاخی، تمام مسلمانوں کے لیے ناقابل قبول جس کا دفاع ناممکن، ان جملوں نے دل کی بات بتادی، پھر اضطراب میں اس پر بھی قرار نہیں، لہٰذا یہ بقراری عناد پر

اکساتی ہے اور کہلواتی ہے کہ "مگر یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتا"، پھر دل میں یہ سمجھتے ہیں کہ تمام مسلمان اسے قبول نہیں کریں گے، اس کا اقرار بھی کر جاتے ہیں، پھر پلٹا کھاتے ہیں کبھی انکار کی آڑ لیتے ہیں اور کبھی میڈیا کی خبروں کا بہانہ بناتے ہیں یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ یہ دیوبندیوں کی عبارتیں ہی نہیں، پھر انہیں کونسے پہلو پر قرار ہے۔

مضمون نگار ص ۱۳ ر پر کہتا ہے: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اہانت بالقصد بلاشک وشبہ کفر ہے۔ الخ

ہم کہتے ہیں یہ صحیح ہے کہ اہانت بالقصد بلاشبہ کفر ہے اب مضمون نگار یہ بتائے کہ بالقصد کی قید احترازی یا اتفاقی؟ پہلی صورت پر یعنی جب کہ قید احترازی ہو اس کے بموجب اہانت بلا قصد کفر نہیں اور صریح اہانت خود اسی کے اقرار سے بالقصد ہو یا بلا قصد کفر ہے اس کا مقتضی یہ ہے کہ یہ قید اتفاقی ہو اب اس صریح تناقض کا کیا جواب ہے، کہ ابھی وہ چند سطر کے بعد کہنے والا ہے کہ "امام تقی الدین سبکی نے اپنی کتاب "السیف المسلول" میں پانچ سو سے زائد صفحات محض اہانت رسول [صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم] کی شرعی حد سے متعلق تحریر کیے، بالقصد ہو یا بلا قصد، جبکہ صرف اگر ایک شخص ارادہ نبی کریم [صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم] کی بے ادبی کرتا ہے تبھی وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔ [ص:۱۳]

اور اس سے پہلے "احیاء العلوم" سے جو نقل کیا اور دیوبندیوں کی عبارتوں پر جو تبصرہ کیا جو بار ہا گزرا اس کا بھی صریح مفاد یہی ہے کہ صریح لفظ اپنے معنی پر محمول ہوگا اور اس میں نیت کی حاجت نہیں خصوصا جب کہ متعین ہو اور دیوبندیوں کا کلام خود اس کے اقراروں سے متعین ہے، جیسا کہ بار ہا گزرا اور ص ۱۳ ر پر ابھی جو اس کی عبارت گزری اس کا بھی مفاد یہی ہے کہ خود صریح لفظ دلیل قصد ہے ان تمام باتوں کے باوجود اور یہیں اس اقرار کے باوجود کہ بالقصد ہو یا بلا قصد، خود کو کیوں جھٹلاتا ہے اور اسی کے متصل یہ کہتا ہے: جب کہ ایک شخص ارادہ نبی کریم کی بے ادبی کرتا ہے تب ہی وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔ [ص:۱۴]

اور اگر یہ مضمون "سیف مسلول" کا ہے جیسا کہ اس کے طرز سے ظاہر ہے کہ پہلے سیف مسلول کا ذکر کیا تو اصل عبارت پیش کرے اور بتائے کہ اس کا خط کشیدہ جملہ سیف مسلول کی کس عبارت کا ترجمہ ہے؟ اور اس کا اس جملے سے جو اس نے اس سے پہلے تحریر کیا یعنی بالقصد ہو بلا قصد کیا ربط ہے اب ہم یہاں بعونہ تعالیٰ "السیف المسلول" کے ارشادات کا خلاصہ بیان کریں: اہانت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں دشنام دینے کے طور پر ہو یا ان کی شان گھٹانے اور انہیں عیب لگانے کے طور پر ہو، ہنسی میں ہو یا سنجیدگی میں، تعریض کے طور پر ہو یا صراحۃ کفر ہے اور اس کا مرتکب باتفاق جمیع ائمہ مذاہب کافر ہے اور اسے قتل کیا جائے گا، اختلاف اس میں ہے کہ یہ قتل کی سزا بطور حد ہے تو اس سے توبہ نہ لی جائے گی اور باوجود توبہ قتل کیا جائے گا، یا ردت کے طور پر ہے، لہٰذا اس سے توبہ کا مطالبہ ہوگا اگر توبہ کرلے تو چھوڑ دیا جائے گا ورنہ قتل کیا جائے گا اور ائمہ حنفیہ کا مختار و معتمد یہی ہے جیسا کہ درمختار اور ردالمحتار سے اس کی تصریح آئے گی اور یہ کہ اہانت کے مرتکب کے کفر و عذاب میں جو شک کرے وہ بھی کافر ہے، مضمون نگار نے یہ ساری تفصیل آخر کیوں اڑا دی، بہر حال اب ہم یہاں سیف المسلول کی عبارتیں پیش کریں جن سے ظاہر ہو کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے اور اس میں کسی کا خلاف معتبر نہیں۔

امام تقی الدین سبکی اپنی کتاب "سیف مسلول" میں فرماتے ہیں: **الفصل الأول في وجوب قتله وذلك مجمع عليه والكلام في مسألتين إحداهما: في نقل كلام العلماء في ذلك ودليله والثانية: في أنه: يقتل**

كفراً أو حداً مع الكفر؛ المسألة الأولى في نقل كلام العلماء ودليله: أما النقل: فقال القاضي عياض: ((أجمعت الامة على قتل متنقصه من المسلمين وسابه)) وقال أبو بكر بن المنذر: ((أجمع عوام أهل العلم على أن على من سب النبي صلى الله عليه وسلم القتل. وممن قال ذلك مالك بن أنس، والليث، وأحمد أو إسحاق، وهو مذهب الشافعي)) قال عياض: ((وبمثله قال أبو حنيفة وأصحابه والثوري وأهل الكوفة والأوزاعي، في المسلم)) وقال محمد بن سحنون: ((أجمع العلماء أن شاتم النبي صلى الله عليه وسلم المتنقص له كافر. والوعيد جار عليه بعذاب الله وحكمه عند الأمة القتل، ومن شك في كفره وعذابه كفر)) وقال أبو سليمان الخطابي: ((لا أعلم أحداً من المسلمين اختلف في وجوب قتله إذا كان مسلما)) وعن اسحاق بن راهويه أحد الأئمة الأعلام قال: ((أجمع المسلمون أن من سب الله أو سب رسوله صلى الله عليه وسلم أو دفع شيئاً مما أنزل الله أو قتل نبياً من أنبياء الله عزوجل أنه كافر بذلك وإن كان مقرا بكل ما أنزل الله)) وهذه نقول معتضدة بدليلها، وهو الإجماع، ولا عبرة بما أشار إليه ابن حزم الظاهري من الخلاف في تكفير المستخف به فإنه شيء لا يعرف لأحد من العلماء، ومن استقرأ سير الصحابة تحقق إجماعهم على ذلك فإنه نقل عنهم في قضايا مختلفة منتشرة يستفيض مثلها، ولم ينكره أحد روى أبو داود والنسائي عن أبي برزة قال: كنت عند أبي بكر رضي الله عنه. فتغيظ على رجل -وفي رواية: من أصحابه - فاشتد عليه. فقلت: تأذن لي يا خليفة رسول الله أضرب عنقه؛ قال: فأذهبت كلمتي غضبه. فقام فدخل. فأرسل إلي فقال: ما الذي قلت آنفا؛ قلت: ائذن لي أضرب عنقه. [فقال:] أ كنت فاعلا لو أمرتك؛ قلت: نعم. قال: لا والله. ما كانت لبشر بعد محمد صلى الله عليه وسلم. فهذا الكلام من أبي بكر رضي الله عنه يدل على أن النبي صلى الله عليه وسلم له أن يقتل من تغيظ عليه بخلاف غيره من البشر. ولا شك أن سبه يغيظه وروى سيف وغيره أن المهاجر بن أبي أمية -وكان أميراً على اليمامة أو نواحيها - رفعت إليه امرأتان غنت إحداهما باسم النبي صلى الله عليه وسلم فقطع يدها ونزع ثناياها. وغنت الأخرى بهجاء المسلمين فقطع يدها ونزع ثنيتها. فكتب إليه أبو بكر: بلغني الذي سرت به في المرأة التي: تغنت وزمرت باسم النبي صلى الله عليه وسلم. فلولا ما قد سبقتني فيها لأمرتك بقتلها. لأن حد الأنبياء ليس يشبه الحدود. فمن تعاطى ذلك من مسلم فهو مرتد. أو معاهد فهو محارب غادر. فإن قيل: لم لا كتب إليه أبو بكر بقتلها؛ قلنا: لعلها أسلمت. أو لأن المهاجر حدها باجتهاده فلم ير أبو بكر أن يجمع بين حدين. وعن عمر رضي الله عنه أنه أتي برجل سب النبي صلى الله عليه وسلم فقتله ثم قال عمر: من سب الله أو سب أحدا من الأنبياء فاقتلوه. وعن ابن عباس قال: أيما مسلم سب الله أو سب أحدا من الأنبياء فقد كذب برسول الله صلى الله عليه

وسلم .وهي ردة، يستتاب فإن رجع وإلا قتل. وأيما معاهد عاند فسب الله أو سب أحداً من الأنبياء أو جهر به فقد نقض العهد فاقتلوه. قال: وقال ابن القاسم عن مالك في ((كتاب ابن سحنون))، و ((المبسوط))، و ((العتبية))، وحكاه مطرف عن مالك في كتاب ابن حبيب-: من سب النبي صلى الله عليه وسلم قتل ولم يستتب. وقال ابن القاسم في ((العتبية)): أو شتمه أو عابه أو تنقصه فإنه يقتل. وحكمه عند الأمة القتل كالزنديق. وفي ((المبسوط)): عن عثمان بن كنانة: من شتم النبي صلى الله عليه وسلم من المسلمين قتل أو صلب حياً / ولم يستتب والإمام مخير في صلبه حيا أو قتله. ومن رواية أبي مصعب وابن أبي أويس: سمعنا مالكا يقول: من سب رسول الله صلى الله عليه وسلم أو شتمه أو عابه أو تنقصه قتل مسلما كان أو كافراً ولا يستتاب. وفي ((كتاب محمد)): أخبرنا أصحاب مالك أنه قال: من سب النبي صلى الله عليه وسلم أو غيره من النبيين من مسلم أو كافر قتل ولم يستتب. وقال أصبغ: يقتل على حال أسر ذلك أو أظهره ولا يستتاب، لأن توبته لا تعرف. وقال عبد الله بن عبد الحكم: من سب النبي صلى الله عليه وسلم من مسلم أو كافر قتل ولم يستتب. وحكى الطبري مثله عن أشهب عن مالك. وروى ابن وهب عن مالك: من قال: إن رداء النبي صلى الله عليه وسلم -ويروى: زر النبي صلى الله عليه وسلم- وسخ، أراد به عيبه، قتل.

قال القاضي عياض: وقال بعض علمائنا: أجمع العلماء على أن من دعا على نبي من الأنبياء بالويل أو بشيء من المكروه أن يقتل بلا استتابة. وأفتى أبو الحسن القابسي فيمن قال في النبي صلى الله عليه وسلم: يتيم أبي طالب، بالقتل. وأفتى فقهاء الأندلس بقتل (ابن) حاتم المتفقه الطليطلي وصلبه باستخفافه بحق النبي صلى الله عليه وسلم وتسميته إياه أثناء مناظرته باليتيم. وزعمه أن زهده لم يكن قصداً، ولو قدر على الطيبات أكلها.

وقال حبيب بن ربيع القروي: مذهب مالك وأصحابه أن من قال فيه عليه السلام ما فيه نقص قتل فقتله واجب. قال القاضي عياض: وكذلك أقول حكم من غمصه أو عيره برعاية الغنم أو السهو أو النسيان أو السحر. أو ما أصابه من جرح أو أصاب ببعض جيوشه. أو هدة من زمنه أو عدوه أو بالميل إلى نسائه، فحكم هذا كله لمن قصد به: القتل. وقال أحمد بن حنبل في رواية عبد الله: من شتم النبي صلى الله عليه وسلم قتل، وذلك أنه إذا شتم فقد ارتد عن الإسلام. ولا يشتم مسلم النبي صلى الله عليه وسلم.

وقال في رواية حنبل: كل من شتم النبي صلى الله عليه وسلم أو تنقصه مسلما كان أو كافراً فعليه القتل، وأرى أن يقتل ولا يستتاب. وقال فيه رواية أخرى: من شتم النبي صلى الله عليه وسلم مسلما كان أو كافراً يقتل. وقال عبد الله بن أحمد: سألت أبي عمن شتم النبي صلى الله عليه

وسلم: يستتاب؛ قال: قد وجب عليه القتل ولا يستتاب، خالد بن الوليد قتل رجلا شتم النبي صلى الله عليه وسلم ولم يستتبه، وهكذا قال أصحاب أحمد: إن من سب الله كفر سواء أكان مازحاً أم جاداً للآية التي استدل بها الشافعي، وقال أبو يعلى من الحنابلة: من سب الله أو سب رسوله فانه يكفر سواء استحل سبه أم لم يستحله. فان قال: لم استحل ذلك لم يقبل منه في ظاهر الحكم. رواية واحدة. وكان مرتدا. قال: وليس كالقاتل والهارب والسارق اذا قال: أنا غير مستحل، حيث يصدق لان له غرضا في فعل هذه الأشياء مع التحريم. وهو اللذة قال: واذا حكمنا بكفره فانما نحكم به في الظاهر. فامّا في الباطن فان كان صادقا فيما قال فهو مسلم كما في الزنديق. وذكر أبو يعلى عن بعض الفقهاء: ان كان مستحلا كفر، وان لم يكن مستحلا فسق ولم يكفر كساب الصحابه. وهذا نظير ما يحكى أنّ بعض الفقهاء من أهل العراق أفتى هارون الرشيد فيمن سب النبي صلى الله عليه وسلم ان يجلد، حتى انكر ذلك مالك رضي الله عنه ورد هذه الفتيا. وهذا نظير ما حكاه ابن حزم، وقد ذكر القاضي عياض بعد ان رد هذه الحكايه عن بعض فقهاء العراق والخلاف الذي أشار إليه ابن حزم بما نقله من الاجماع عن غير واحد، وحمل الحكايه على أن اولئك لم يكونوا ممن شهر بالعلم، أو لم يكونوا ممن يوثق بفتواه لميل الهوى به، أو أنّ الفتيا كانت في كلمه اختلف في كونها سبّا أو كانت فيمن تاب۔ [انتہی]

پہلی فصل اس بات کے بیان میں کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے دشنام دہندہ کو قتل کرنا واجب ہے اور یہ امر اجماعی ہے اور گفتگو دو مسئلوں میں ہے: پہلا مسئلہ اس سلسلے میں علما کی گفتگو اور اس کی دلیل کے تذکرے میں اور دوسرا اس بات کے بیان میں کہ اس کو کفر کی وجہ سے قتل کیا جائے گا یا حکم کفر کے ساتھ حد کے طور پر قتل کیا جائے گا۔

رہا کلام علما کو نقل کرنا تو قاضی عیاض نے فرمایا: حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی شان گھٹانے والے اور ان کو دشنام دینے والے کے قتل پر امت کا اجماع ہے۔ اور ابوبکر ابن منذر نے فرمایا: تمام اہل علم نے اس بات پر اجماع فرمایا کہ جو نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو دشنام دے اس کو قتل کرنا ضروری ہے اور ان لوگوں میں جنہوں نے یہ قول کیا امام مالک بن انس، لیث، احمد اور اسحاق ہیں اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے، قاضی عیاض نے فرمایا: اور اسی کے مثل مسلم کے بارے میں ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور سفیان ثوری اور اہل کوفہ اور اوزاعی نے قول کیا اور محمد بن سحنون کا قول ہے: سارے علما کا اس پر اجماع ہے کہ نبی کریم کو دشنام دینے والا اور ان کی شان گھٹانے والا کافر ہے اور اس کے اوپر اللہ تبارک وتعالی کے عذاب کی وعید جاری ہے اور تمام امت کے نزدیک اس کی سزا قتل ہے اور جو اس کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

اور ابوسلیمان خطابی یہ کہتے ہیں: میں کسی کو نہیں جانتا جس نے اس کے قتل کے وجوب کے بارے میں اختلاف کیا ہو جب کہ وہ مسلمان ہو، اور اسحاق ابن راہو یہ جو ایک بڑے امام ہیں فرماتے ہیں: کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول کو دشنام دے یا ایسی بات کورد کرے جو اللہ نے اتاری یا اللہ کے نبیوں میں سے کسی نبی کو قتل کرے وہ اس سے کافر ہو جائے

گا اگرچہ ان سب باتوں کا اقرار کرتا ہو جو اللہ نے اتاری۔

یہ نقول ہیں جو اپنی دلیل سے موید ہیں اور دلیل اجماع ہے، اور حضور کی شان گھٹانے والے کی تکفیر کے بارے میں جس اختلاف کی طرف ابن حزم ظاہری نے اشارہ کیا اس کا اعتبار نہیں۔ اس لیے کہ یہ ایسی بات ہے جو کسی عالم سے معروف نہیں اور جس نے صحابہ کی سیرت کا استقرا کیا ہے اس کے نزدیک صحابہ کا اس بات پر اجماع محقق ہے، اس لیے کہ ان سے مختلف قضایا میں جو مستفیض اور مشہور ہیں، یہ بات منقول ہے اور کسی نے اس پر انکار نہ کیا پھر امام تقی الدین سبکی نے چند فیصلے ذکر کیے جن میں سے بطور نمونہ کچھ یہاں ذکر کیے جاتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

ابوداؤد اور نسائی نے ابو برزہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس تھا، تو وہ اپنے اصحاب میں سے ایک شخص پر سخت غضبناک ہوئے تو میں نے عرض کی کہ اے رسول اللہ کے خلیفہ، کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں اس کی گردن ماروں؟ ابو برزہ کہتے ہیں کہ میری یہ بات ان کا غضب لے گئی تو وہ اٹھ کر گھر میں چلے گئے، پھر مجھے بلا بھیجا اور کہا: تم نے ابھی کیا کہا تھا؟ میں نے کہا: آپ مجھے اجازت دیں تو میں اس کی گردن ماردوں، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: اگر میں تم کو حکم دیتا تو تم ایسا کر گزرتے؟ میں نے کہا جی ہاں، فرمایا: نہیں، خدا کی قسم محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بعد یہ کسی کا مرتبہ نہیں، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا یہ حق ہے کہ جس پر وہ غضب فرمائیں اس کے قتل کا حکم دیں، حضور کے سوا دوسرے انسانوں کے برخلاف اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور کو دشنام دینا حضور کے غضب کا موجب ہے۔

سیف وغیرہ نے روایت کیا کہ مہاجر ابن ابی امیہ جب یمامہ یا اس کے اطراف کے امیر تھے ان کے دربار میں دو عورتیں پیش کی گئیں، ان میں سے ایک نے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا نام لے کر کچھ گایا، تو انہوں نے اس کا ہاتھ کاٹ لیا اور اس کے دانت نکال لیے اور دوسری نے مسلمانوں کی ہجو گائی تو اس کا ہاتھ کاٹ لیا اور اس کے دانت نکال لیے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ نے ان کو لکھ بھیجا: مجھے اس معاملے کی خبر پہنچی جو تم نے اس عورت کے ساتھ کیا جس نے نبی کا نام لے کر گانا گایا، اگر تم نے اس کے معاملے میں مجھ پر سبقت نہ کی ہوتی تو میں تم کو اس کے قتل کا حکم دیتا، اس لیے کہ انبیا کی گستاخی کی حد دیگر حدوں کے مشابہ نہیں ہے، تو جو مسلمان ایسا کرے وہ مرتد ہے اور اگر کافر معاہد ہو تو وہ کافر حربی بدعہد ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ آپ کے دربار میں ایک شخص لایا گیا جس نے نبی کو دشنام دی، تو آپ نے اس کو قتل کیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: جو اللہ کو یا نبیوں میں سے کسی ایک کو دشنام دے تو اس کو قتل کرو اور ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے: جو کوئی مسلم اللہ کو یا نبیوں میں سے کسی کو دشنام دے تو اس نے اللہ کے رسول کو جھٹلایا اور یہ ارتداد ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے توبہ لی جائے تو اگر رجوع کرلے تو خیر ورنہ قتل کیا جائے گا اور معاہدہ کرنے والا جو کافر عناد کرے تو اللہ کو یا نبیوں میں سے کسی ایک کو دشنام دے یا اس کا اعلان کرے تو اس نے عہد توڑ دیا لہٰذا اس کو قتل کرو۔

ابن قاسم نے امام مالک سے کتاب ابن سحنون اور مبسوط اور عتبیہ میں روایت کی اور اس کو مطرف نے امام مالک سے کتاب ابن حبیب میں بیان کیا: جو نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو دشنام دے قتل کیا جائے گا اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہ ہوگا اور ابن قاسم

نے عتبیہ میں یوں کہا: یا حضور کو گالی دے یا حضور کو عیب لگائے یا حضور کی تنقیص کرے تو ایسا شخص قتل کیا جائے گا اور اس کا حکم امت کے نزدیک قتل ہے جیسے زندیق کا یہی حکم ہے اور مبسوط میں عثمان بن کنانہ سے ہے کہ مسلمانوں میں سے جو شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دشنام دے قتل کیا جائے یا زندہ سولی پر چڑھایا جائے اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہ ہو اور امام کو اختیار ہے کہ اس کو زندہ سولی پر چڑھائے یا اسے قتل کرے اور ابو مصعب اور ابن ابی اویس کی روایت سے یہ ہے کہ ہم نے سنا امام مالک کو فرماتے تھے: جو رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برا کہے یا دشنام دے یا عیب لگائے یا ان کی شان گھٹائے قتل کیا جائے مسلمان ہو یا کافر اور اس سے توبہ نہ لی جائے گی اور محمد بن سحنون کی کتاب میں ہے: ہمیں امام مالک کے اصحاب نے خبر دی کہ انہوں نے فرمایا: جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یا نبیوں میں سے کسی نبی کو دشنام دے قتل کیا جائے اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہ ہو، اور اصبغ نے فرمایا: وہ فی الحال قتل کیا جائے گا خواہ وہ اس بات کو خفیہ رکھے یا اس کو ظاہر کرے اور اس سے توبہ نہیں لی جائے گی، اس لیے کہ اس کی توبہ معروف نہیں، عبداللہ بن عبدالحکم نے فرمایا: جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دشنام دے مسلمان ہو یا کافر قتل کیا جائے اور اس سے توبہ نہ لی جائے اور طبری نے اس کے مثل اشہب سے روایت کیا وہ روایت کرتے ہیں مالک سے۔

قاضی عیاض نے فرمایا: علما کا اس بات پر اجماع ہے جو کسی نبی کی ہلاکت کی دعا کرے یا اس کی طرف کسی نازیبا بات کی نسبت کرے وہ بے مطالبۂ توبہ قتل کیا جائے، عبداللہ کی روایت میں امام احمد بن حنبل کا قول یہ ہے: جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دشنام دے قتل کیا جائے گا اور یہ اس لیے کہ جب اس نے گالی دی تو وہ اسلام سے پھر گیا، اور مسلمان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دشنام نہیں دیتا اور حنبل کی روایت میں یہ ہے کہ انہوں نے یہ فرمایا کہ ہر وہ شخص جس نے نبی کو گالی دی یا ان کی تنقیص کی مسلمان ہو یا کافر، تو اس کی سزا قتل ہے، اور میری رائے یہ ہے کہ وہ قتل کیا جائے اور اسے توبہ کا مطالبہ نہ ہو، اور ایک دوسری روایت میں یوں فرمایا: کہ جو نبی کو دشنام دے خواہ مسلمان ہو یا کافر اس کو قتل کیا جائے گا اور امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا: کیا جس نے نبی کو گالی دی اس سے توبہ لی جائے گی؟ فرمایا: وہ قتل کیا جائے گا اور اس سے توبہ نہ لی جائے گی، خالد بن ولید نے ایک شخص کو قتل کیا جس نے نبی کو دشنام دی تھی اور اس سے توبہ نہ لی اور یوں ہی امام احمد بن حنبل کے اصحاب نے فرمایا: جو اللہ کو دشنام دے وہ کافر ہو جائے گا عام ازیں کہ ہنسی میں ایسی بات کہے یا سنجیدگی میں اس آیت کی وجہ سے جس سے امام شافعی نے استدلال کیا۔

اور حنبلی عالم ابو یعلی نے فرمایا: جس نے اللہ یا اس کے رسول کو دشنام دی تو وہ کافر ہو جائے گا خواہ اس کو حلال نہ جانے اب اگر یہ اقرار کرے کہ میں نے اس امر کو حلال نہ جانا اس کا یہ اقرار ظاہر حکم میں قبول نہ کیا جائے گا اس بارے میں سارے ائمہ سے ایک ہی روایت ہے اور وہ مرتد ہو جائے گا، نیز فرمایا: اور وہ قاتل اس حکم میں شرابی اور چور کے مثل نہیں ہے جب کہ ان جرموں کا مرتکب یہ کہے کہ میں اس جرم کو حلال نہیں جانتا اس لیے کہ اس کی تصدیق کی جائے گی، اس لیے کہ اس شخص کی ان اشیا کے معاملے میں اعتقاد حرمت کے باوجود ایک غرض ہے اور وہ لذت ہے، نیز فرمایا: اور جب ہم نے اس کے کافر ہونے کا حکم کیا تو یہ حکم ہم نے ظاہر کے اعتبار سے لگایا، رہا باطن میں تو اگر وہ اپنے قول میں سچا ہے تو وہ مسلمان ہے جیسے کہ زندیق کے معاملے میں یہی حکم ہے۔

اور ابو یعلی نے کہا کہ بعض فقہا سے یہ منقول ہے: اگر وہ حلال جانتا ہے تو کافر ہے اور اگر وہ حلال نہیں جانتا تو فاسق ہے اور

کافر نہیں جیسے کہ صحابہ کو دشنام دینے والا اور یہ اس قول کی نظیر ہے جو حکایت کی جاتی ہے کہ اہل عراق میں سے بعض فقہا نے ہارون رشید کو اس شخص کے بارے میں جس نے نبی کو دشنام دی یہ فتویٰ دیا کہ اس کو کوڑے لگائے جائیں تو امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو برا جانا اور اس فتوے کو رد فرمایا اور یہ اس کی نظیر ہے جو ابن حزم نے حکایت کیا اور قاضی عیاض نے بعض فقہاے عراق کی طرف منسوب اس حکایت کو اور اس خلاف کو جس کی طرف ابن حزم نے اشارہ کیا اس اجماع کی وجہ سے جسے انہوں نے بہت سے ائمہ سے نقل کیا رد کرنے کے بعد فرمایا، اور حکایت کو اس پر محمول کیا کہ وہ فقہا ایسے نہ تھے جو وصف علم کے ساتھ مشہور ہوں، یا ایسے نہ تھے کہ ان کے فتویٰ پر اعتماد کیا جائے بوجہ ہوائے نفس ان کے انحراف کی وجہ سے یا یہ کہ فتویٰ ایسے لفظ کے بارے میں تھا کہ جس کے دشنام ہونے کے بارے میں اختلاف ہو یا اس کے بارے میں تھا جس نے توبہ کرلی۔

ناظرین دیکھیں ہم نے خود مضمون نگار کی مستند "سیف مسلول" کی بہت ساری عبارتیں یہاں پیش کیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دشنام دینے والا، ان کی شان گھٹانے والا، انہیں ایذا دینے والا کافر ہے اور اس کے کفر پر سب کا اجماع ہے اور اس اجماع میں کسی کا خلاف خلل انداز نہیں بلکہ مخالف کا قول رد ہے اور جو فتویٰ بعض فقہاے عراق کی طرف منسوب ہوا وہ غیر ثابت ہے اور بر تقدیر ثبوت وہ رد اجماع میں موثر نہیں بلکہ خود نا معتبر ہے اور یہ کہ بہت ائمہ مالکیہ، حنابلہ وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ زندیق کے مثل ہے، لہٰذا اس کی توبہ معروف ومقبول نہیں اور ابویعلی نے کیسی صاف تصریح کی کہ ہم نے اس کے کافر ہونے کا حکم باعتبار ظاہر کے لگایا اگر چہ باعتبار باطن کے وہ مسلمان ہو تو مضمون نگار نے ظاہر لفظ میں جو قصد کی شرط لگائی اور بار بار یہ دہرایا کہ نیت گستاخی کی نہیں ایک بار پھر رد ہو گیا اور اس کا رد بار ہا گزرا اور خود مضمون نگار کے گزشتہ اقراروں نے اس کو رد کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشنام دہندہ کے بارے میں حضرت ابن عباس کا فتویٰ، جس کا مفاد یہ ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو دشنام دینا ردت ہے جس کی سزا قتل ہے جب کہ قائل رجوع نہ کرے اور رجوع کی صورت میں اس کی توبہ مقبول ہے اور اس سے قتل منتفی ہے یہی ہمارے ائمہ حنفیہ کا مذہب معتمد ہے۔

درمختار میں ہے: والكافر بسب نبي من الأنبياء فإنه يقتل حدا ولا تقبل توبته مطلقا، ولو سب الله تعالى قبلت لأنه حق الله تعالى، والأول حق عبد لا يزول بالتوبة. ومن شك في عذابه وكفره كفر. وتمامه في الدرر في فصول الجزية معزيا للبزازية، وكذا لو أبغضه بالقلب فتح وأشباه: لو لوحظ قول أبي هاشم وإمام الحرمين باحتمال العهد فلا كفر. وهو اللائق بمذهبنا لتصريحهم بالميل إلى ما لا يكفر. وفيها: من نقص مقام الرسالة بقوله بأن سبه صلى الله عليه وسلم أو بفعله بأن بغضه بقلبه قتل حدا كما مر التصريح به ومفاده قبول التوبة كما لا يخفى. زاد المصنف في شرحه: وقد سمعت من مفتي الحنفية بمصر شيخ الإسلام ابن عبد العال أن الكمال وغيره يتبعوا البزازي، والبزازي تبع صاحب ا سيف المسلول ا عزاه إليه ولم يعزه لأحد من علماء الحنفية وقد صرح في النتف ومعين الحكام وشرح الطحاوي وحاوي الزاهدي وغيرها بأن حكمه كالمرتد ولفظ النتف من سب الرسول صلى الله عليه وسلم فإنه مرتد، وحكمه حكم المرتد ويفعل به ما يفعل بالمرتد انتهى. وهو ظاهر في

قبول توبته كما مر عن الشفاء اھفليحفظ. یعنی جو کسی نبی کو دشنام دے کر کافر ہو اس کو بطور حد قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ مطلقا غیر مقبول ہے اور اگر اللہ کو دشنام دے تو اس کی توبہ مقبول ہے اس لیے کہ وہ اللہ کا حق ہے اور پہلی بات حق العبد ہے جو توبہ سے زائل نہیں ہوتا اور جو اس کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اور تمام مسئلہ درر کے فصل جزیہ میں ہے جو بزازیہ کی طرف منسوب ہے، اور مصنف کے فتاویٰ میں ہے: اور واجب ہے کہ اس کو بھی حکم ردت سے ملحق کیا جائے جو نبی کا استہزا کرے یا ان کو ہلکا جانے، اور اسی میں ہے جو اپنے قول سے مقام رسالت کو گھٹائے بایں طور کہ نبی کریم کو دشنام دے یا اپنے فعل سے بایں طور کہ دل سے ان کو مبغوض جانے حد کے بطور اس کو قتل کیا جائے گا پھر صاحب درمختار نے مذکورہ بالا قول کے غیر معتمد ہونے کا اشارہ کیا اور معتمد کو یوں لکھا: لیکن آخر شفا میں یہ تصریح فرمائی کہ اس کا حکم مرتد کی طرح ہے اور اس کا مفاد یہ ہے کہ توبہ قبول کی جائے گی چنانچہ ظاہر ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں مزید فرمایا کہ میں نے مصر کے مفتی حنفیہ شیخ الاسلام ابن عبد العال سے سنا: کہ امام کمال وغیرہ نے اس حکم میں بزازی کی پیروی کی اور بزازی نے صاحب سیف مسلول کی پیروی کی کہ ان کی طرف اس مسئلہ کو منسوب کیا اور علماے حنفیہ میں سے کسی کی طرف اس کو منسوب نہیں کیا حالانکہ تنف، معین الحکام، شرح الطحاوی، حاوی الزاہدی وغیرہا میں تصریح فرمائی کہ اس کا حکم مرتد کی طرح ہے اور تنف کے لفظ یہ ہیں: جو رسول کو دشنام دے وہ مرتد ہے اور اس کا حکم وہی ہے جو مرتد کا حکم ہے اور اس کے ساتھ وہی کیا جائے گا جو مرتد کے ساتھ کیا جاتا ہے اور یہ عبارت اس معنی میں ظاہر ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے گی جیسا کہ شفا سے گزرا اھ فلیحفظ۔

رد المحتار میں درمختار کے قول "لکن صرح فی آخر الشفا" کے تحت ہے: (قوله لكن صرح في آخر الشفاء الخ) ذا استدراك على ما في فتاوى المصنف. وعبارة الشفاء هكذا: قال أبو بكر بن المنذر أجمع عوام أهل العلم على أن من سب النبي صلى الله عليه وسلم يقتل، وممن قال ذلك مالك بن أنس والليث وأحمد وإسحاق، وهو مذهب الشافعي، وهو مقتضى قول أبي بكر رضي الله تعالى عنه. ولا تقبل توبته عند هؤلاء. وبمثله قال أبو حنيفة وأصحابه والثوري وأهل الكوفة والأوزاعي في المسلم. لكنهم قالوا هي ردة. وروى مثله الوليد بن مسلم عن مالك. وروى الطبراني مثله عن أبي حنيفة وأصحابه فيمن ينقصه صلى الله عليه وسلم أو برئ منه أو كذبه اهـ

وحاصله أنه نقل الإجماع على كفر الساب، ثم نقل عن مالك ومن ذكر بعده أنه لا تقبل توبته. فعلم أن المراد من نقل الإجماع على قتله قبل التوبة، ثم قال: وبمثله قال أبو حنيفة وأصحابه الخ... أي قال إنه يقتل يعني قبل التوبة لا مطلقا. ولذا استدرك بقوله لكنهم قالوا هي ردة: يعني ليست حدا ثم ذكر أن الوليد روى عن مالك مثل قول أبي حنيفة فصار عن مالك روايتان في قبول التوبة وعدمه والمشهور عنه العدم. ولذا قدمه. وقال في الشفاء في موضع آخر: قال أبو حنيفة وأصحابه: من برئ من محمد صلى الله عليه وسلم أو كذب به فهو مرتد حلال الدم إلا أن يرجع اهـ فهذا تصريح بما علم من عبارته الأولى. وقال في موضع بعد أن ذكر عن جماعة من المالكية

عدم قبول توبته. وكلام شيوخنا هؤلاء مبني على القول بقتله حدا لا كفرا. وأما على رواية الوليد عن مالك ومن وافقه على ذلك من أهل العلم فقد صرحوا أنه ردة قالوا. ويستتاب منها. فإن تاب نكل وإن أبي قتل. فحكموا له بحكم المرتد مطلقا. والوجه الأول أشهر وأظهر اهـ يعني أن قول مالك بعدم قبول التوبة أشهر وأظهر مما رواه عنه الوليد. فهذا كلام الشفاء صريح في أن مذهب أبي حنيفة وأصحابه القول بقبول التوبة كما هو رواية الوليد عن مالك. وهو أيضا قول الثوري وأهل الكوفة والأوزاعي في المسلم أي بخلاف الذمي إذا سب فإنه لا ينقض عهده عندهم كما مر تحريره في الباب السابق.

ثم إن ما نقله عن الشافعي خلاف المشهور عنه. والمشهور قبول التوبة على تفصيل فيه قال الإمام خاتمة المجتهدين الشيخ تقي الدين السبكي في كتابه: السيف المسلول على من سب الرسول: حاصل المنقول عند الشافعية أنه متى لم يسلم قتل قطعا ومتى أسلم. فإن كان السب قذفا فالأوجه الثلاثة هل يقتل أو يجلد أو لا شيء. وإن كان غير قذف فلا أعرف فيه نقلا للشافعية غير قبول توبته. وللحنفية في قبول توبته قريب من الشافعية. ولا يوجد للحنفية غير قبول التوبة: وأما الحنابلة فكلامهم قريب من كلام المالكية. والمشهور عن أحمد عدم قبول توبته وعنه رواية بقبولها فمذهبه كمذهب مالك سواء. هذا تحرير المنقول في ذلك اهـ ملخصا.

ثم قال في محل آخر قد ذكرنا أن المشهور عن مالك وأحمد أنه لا يستتاب ولا يسقط القتل عنه. وهو قول الليث بن سعد. وذكر القاضي عياض أنه المشهور من قول السلف وجمهور العلماء. وهو أحد الوجهين لأصحاب الشافعي: وحكى عن مالك وأحمد أنه تقبل توبته. وهو قول أبي حنيفة وأصحابه وهو المشهور من مذهب الشافعي بناء على قبول توبة المرتد اهـ فهذا صريح كلام القاضي عياض في الشفا.

یعنی یہ استدراک اس عبارت پر ہے جو مصنف کے فتاویٰ میں ہے اور شفا کی عبارت یوں ہے: ابوبکر ابن منذر نے فرمایا: تمام اہل علم نے اس بات پر اجماع فرمایا کہ جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دشنام دے اس کو قتل کرنا ضروری ہے اور ان لوگوں میں جنہوں نے یہ قول کیا امام مالک بن انس، لیث، احمد اور اسحاق ہیں اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے اور اس کے مثل ولید بن مسلم نے امام مالک سے روایت کیا اور اس کے مثل طبرانی نے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب سے روایت کیا اس کے بارے میں جو نبی کی تنقیص کرے یا ان سے بیزار ہو یا ان کو جھٹلائے اھ۔

اور اس کا حاصل یہ ہے کہ انہوں نے دشنام دہندہ کے کافر ہونے پر اجماع کو نقل کیا، پھر امام مالک سے اور ان کے بعد ائمہ مذکورین سے نقل کیا کہ اس کی توبہ نامقبول ہے تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ اس بات پر نقل اجماع سے مراد یہ ہے کہ توبہ سے پہلے اس کے قتل کیے جانے پر اجماع ہے، پھر نقل اجماع کے بعد صاحب شفا نے کہا: اور اسی کے مثل امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے فرمایا

الخ یعنی امام اعظم نے یوں فرمایا کہ توبہ کرنے سے پہلے وہ قتل کیا جائے گا یوں نہیں کہ مطلقاً قتل کیا جائے گا اور اسی لیے بطور استدراک یہ کہا: لیکن حنفیوں نے یہ فرمایا کہ یہ ردت ہے، یعنی یہ قتل بطور حد نہیں ہے [کہ توبہ سے ساقط نہ ہو] پھر انہوں نے یہ ذکر کیا کہ ولید نے امام مالک سے ابو حنیفہ کے مثل قول نقل کیا اب توبہ مقبول یا غیر مقبول ہونے کے بارے میں امام مالک سے دو روایتیں ہوئیں، اور مشہور روایت یہ ہے کہ اس کی توبہ مقبول نہیں ہے لہٰذا اس قول کو مقدم رکھا اور شفا میں دوسری جگہ فرمایا: ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے فرمایا: جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیزار ہو اور ان کو جھٹلائے تو وہ مرتد ہے اور اس کا خون حلال ہے مگر اس صورت میں کہ رجوع کرے [قتل نہ کیا جائے گا] تو یہ اس کی تصریح ہے جو پہلی عبارت سے معلوم ہوا اور ایک اور جگہ پر کہا لکیکی ایک جماعت سے اس کی توبہ کا غیر مقبول ہونا ذکر کرنے کے بعد ایک جگہ فرمایا: ہمارے ان مشائخ کا قول اس پر مبنی ہے کہ دشنام دہندہ [توبہ کے باوجود] حد کے طور پر قتل کیا جائے گا نہ کفر کی وجہ سے، رہی اس روایت پر بنا جو ولید نے امام مالک سے اور ان کے موافق اہل علم سے کی اس میں انہوں نے تصریح کی کہ یہ ارتداد ہے، اور ان لوگوں نے یہ کہا کہ اس سے ردت سے توبہ کا مطالبہ ہوگا اور اگر توبہ کرے تو سزا دی جائے گی اور اگر نہ مانے تو قتل کیا جائے گا تو ان لوگوں نے اس پر مطلقاً مرتد کا حکم لگایا اور پہلی وجہ مشہور تر اور ظاہر تر ہے یعنی امام مالک کا قول کہ توبہ مقبول نہ ہوگی ولید کی روایت سے مشہور تر اور ظاہر تر ہے۔ تو یہ شفا کا کلام اس میں صریح ہے کہ ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے گی جیسا کہ ولید کی روایت امام مالک سے ہے اور نیز یہ قول ثوری اور اہل کوفہ او راوزاعی کا مسلم کے حق میں ہے یعنی کافر ذمی کے برخلاف جب کہ وہ دشنام دے تو اس کا عہد ان ائمہ کے نزدیک نہ ٹوٹے گا۔ جیسا کہ اس کی تحقیق باب سابق میں گزری پھر جو امام شافعی سے نقل کیا وہ اس کے خلاف ہے جو ان سے مشہور ہے اور مشہور یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے گی اس حکم میں تفصیل کے ساتھ، پھر سیف مسلول سے نقل کیا: شافعیہ سے جو منقول ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر وہ اسلام نہ لائے تو یقیناً قتل کیا جائے گا، [الی ان قال] اور حنفیہ کا مذہب اس کی قبول توبہ کے بارے میں شافعیہ کے مذہب کے قریب ہے۔

رہے حنابلہ تو ان کا کلام مالکیہ کے کلام سے قریب ہے اور امام احمد سے مشہور یہی ہے کہ اس کی توبہ غیر مقبول ہے اور ان سے ایک روایت توبہ کے مقبول ہونے کے بارے میں آئی تو امام احمد کا مذہب امام مالک کے مذہب کی طرح ایک ہے۔ تو یہ نقل بھی اس بات میں صریح ہے کہ حنفیہ کا مذہب یہی ہے کہ دشنام دہندہ کی توبہ مقبول ہے اور اس کے برخلاف ان کا کوئی قول نہیں پھر ابن تیمیہ کی الصارم المسلول سے نقل کیا: یونہی ہمارے اصحاب یعنی حنابلہ کی ایک دوسری جماعت نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دشنام دینے والا قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہ ہوگی مسلمان ہو خواہ کافر اور ابو حنیفہ اور شافعی کا قول یہ ہے کہ اگر دشنام دہندہ مسلمان ہے تو اس سے توبہ لی جائے گی تو اگر توبہ کرلے تو مسلمان ہے ورنہ مرتد کی طرح قتل کیا جائے گا اور اگر وہ ذمی ہو تو ابو حنیفہ نے کہا کہ اس سے اس کا عہد نہ ٹوٹے گا، پھر ایک ورق کے بعد کہا: ابو الخطاب نے کہا: اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ کو تہمت لگائے تو اس کی توبہ مقبول نہیں اور کافر کے بارے میں اگر وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ کو دشنام دے دو روایتیں ہیں، اور ابو حنیفہ اور شافعی نے فرمایا کہ اس کی توبہ دونوں حالتوں میں مقبول ہے اھ پھر دوسری جگہ پر کہا: ہم ذکر کر چکے کہ مشہور امام مالک اور احمد سے یہ ہے کہ دشنام دہندہ سے توبہ نہ لی جائے گی، [اور توبہ کرلے] تو بھی اس سے قتل ساقط نہ ہوگا، اور یہی لیث بن سعد کا قول ہے اور قاضی عیاض نے ذکر کیا کہ سلف اور جمہور علما کے اقوال میں یہی قول مشہور ہے اور اصحاب شافعی کے دو قولوں میں سے ایک قول

ہے اور مالک اور احمد سے یہ حکایت ہے کہ اس کی توبہ مقبول ہے اور یہ ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا قول ہے اور شافعی کے مذہب میں یہی قول مشہور ہے اس بنا پر کہ مرتد کی توبہ مقبول ہے اھ تو یہ شفا میں قاضی عیاض اور سبکی اور ابن تیمیہ اور اس کے مذہب کے ائمہ کا صریح کلام ہے کہ حنیفہ کا مذہب یہ کہ دشنام دہندہ کی توبہ مقبول ہے، حنفیہ سے کسی دوسرے قول کی حکایت کے بغیر اور ان لوگوں نے باقی مذاہب میں اختلاف نقل کیا، مضمون نگار نے درمختار کی وہ عبارت تو پیش کی جس میں تھا کہ مسلمان کے کفر کا فتویٰ نہ دیا جائے گا جب کہ اس کو اچھے پہلو پر رکھنا ممکن ہو یا اس کے کفر میں اختلاف ہو اگر چہ روایت ضعیف ہو اور جس طرح امام سبکی کا نام لیا اور برائے نام دو لفظ ان سے منسوب کر دیے پھر اسی پیرائے میں اسی کے متصل جملہ لکھ کر اسے رد کر دیا یہاں بھی درمختار میں رسول کو براہ راست دشنام دینے والے توبہ کے مقبول یا نا مقبول ہونے کے بارے میں جو کچھ تفصیل فرمائی اور بلا اشعار خلاف اس کے مرتد ہونے کی تصریح متعدد کتابوں اور مصنفین سے نقل کی جن میں درر، بزازیہ اور امام کمال بن ہمام وغیرہ اور مصنف تنویر الابصار اور نھر، معین الحکام، شرح طحاوی زاہدی کے نام گنائے، کیا اس سے صاف ظاہر نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشنام دینے والے کے کفر میں کوئی اختلاف نہیں اسی لیے اسے بلا اشعار اختلاف ذکر کیا حالانکہ اسی جگہ مصنف کے فتاویٰ سے اس کے بارے میں جو کسی سید کو یوں دشنام دے کہ اللہ کی لعنت تیرے ماں باپ پر اور ان کے ماں باپ پر جنھوں نے تجھ کو چھوڑا اس کے کفر کے بارے میں دو وجہوں کا پتہ دیا ایک وجہ پر اسے کافر ٹھہرایا اس لیے کہ جمع مضاف عموم پر دلالت کرتی ہے اس میں ابوہاشم اور امام الحرمین کا اختلاف ہے لہٰذا اس کے کفر کا قول مناسب ہے اور اس کی توبہ مقبول نہیں اس کی بنا پر جو بزازی نے ذکر کیا اور شارحین نے اس کو نقل کیا، ہاں، ابوہاشم اور امام الحرمین نے جو احتمال عہد کا قول کیا اگر اس کا لحاظ کیا جائے تو کفر نہیں اور یہی ہمارے مذہب کے لائق ہے اس لیے ہمارے ائمہ نے یہ تصریح کی ہے کہ مفتی اس وجہ کی طرف میل کرے جو مانع کفر ہے۔

پھر بزازی کی خطا پر جہاں تمبیہ کی اور آخر تک فتاویٰ مصنف، نھر، معین الحکام وغیرہ کتابوں سے جو بات نقل کی اور اسے مقرر رکھا وہ یہی تو ہے کہ حضور کو براہ راست دشنام دینے والا بلا اختلاف کافر ہے اور اس کا حکم مثل مرتد ہے توبہ کرے تو مسلمان ہے ورنہ قتل کیا جائے گا اور ردالمحتار نے اس قدر پر کہ دشنام دہندہ کافر و مرتد ہے تمام ائمہ مذاہب کا اجماع شفا و سیف مسلول و صارم مسلول کی متعدد نقول سے ثابت کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں اس پر اجماع مستمر و متواتر قطعی یقینی ہے جو صحابہ کے دور سے ان کے بعد تک تمام ائمہ و علما میں چلا آ رہا ہے، ان سب تفاصیل کو یکسر اڑا دینا اور درمختار اور ردالمحتار کی وہ عبارت جو محل اختلاف میں ہے اسے اس محل میں پیش کرنا جس کے بارے میں خود مضمون نگار کو اولاً و آخراً یہ اقرار ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں اور اسے باطل تمثیل، جاہلانہ انداز مان کر علمی مخالفت بتانا کیا یہی تقاضائے دیانت ہے؟ کیا یہی امانت داری ہے؟

اسی مقام پر اسی کتاب سے حسب عادت کچھ دکھانے کچھ چھپانے کا ایک واضح نمونہ اور لیجیے، یہاں امام سبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زینب کے ولیمہ کے موقع پر صحابہ کے دیر تک کاشانۂ اقدس میں بیٹھے رہنے کا جو ذکر معرض سوال میں کیا اور ایک بدو کا واقعہ لکھا اس کا خلاصہ تو مضمون نگار یوں بیان کرتا ہے: حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ” میں نبی کریم [صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم] کے ہمراہ چل رہا تھا، آپ [صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم] نے ایک موٹے کناروں والی نجرانی رداء زیب تن فرمائی ہوئی تھی ایک عربی بدو نے آپ [صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم] کو پکڑ لیا اور عبا کو اتنی سختی سے کھینچا کہ جب میں نے آپ [صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم] کی

گردن مبارک کی جانب دیکھا تو اس پر سختی سے کھینچے جانے کی بنا پر رداکے کناروں کے نشانات نظر آئے، اس بدو نے کہا "آپ کو جو اللہ نے مال عطا فرمایا ہے اس میں سے مجھے بھی دینے کا حکم فرمائیں"۔ نبی کریم [صلی اللہ تعالی علیہ وسلم] نے اس کی جانب دیکھا اور مسکرائے، پھر اسے بھی کچھ دینے کا حکم فرمایا۔"

مگر امام سبکی نے جو اس کا جواب ارشاد فرمایا وہ اڑا گیا، ہم یہاں "السیف المسلول" سے سوال وجواب دونوں ذکر کریں، چنانچہ حضرت امام تقی الدین سبکی سیف مسلول میں فرماتے ہیں: فإن قلت: قد كان من جملة من خاض في الإفك مسطح وجماعة من خيار المسلمين ممن يقطع بأنهم لا يحكم عليهم بكفر ولا قتل، ولو كان ما استدللت به على ظاهره لوجب إجراء ذلك عليهم. ولكان سبّ أزواج النبي صلى الله عليه وسلم موجبا للكفر أو للقتل. قلت: الأذى على قسمين: أذى مقصود، وأذى غير مقصود. فمسطح وحمنة وحسان لم يكن مقصودهم أذى النبي صلى الله عليه وسلم. فلذلك لا يجري عليهم كفر ولا قتل، وأما ابن أبي فكان مقصوده بالأذى النبي صلى الله عليه وسلم. فلذلك يستحق القتل، ولكن الحق للنبي صلى الله عليه وسلم، فله تركه. وهذه القاعدة واعتبار القصد فيما يحصل به الأذى مما يجب التنبيه له فإن الشخص قد يفعل فعلا أو يقول قولا فيحصل لآخر منه أذى لا يكون ذلك الفاعل أو القائل قصد أذاه البتة، وإنما قصد أمرا آخر ولم يخطر عنده أن ذلك يستلزم الأذى لذلك الشخص ولا كان لزومه له بينا. فهذا لا يترتب عليه حكم الإيذاء. [ص:۳۵]

اس امر کے دلائل کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ایذا دینے والا کافر مستحق قتل ہے دے کر ایک سوال اٹھاتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں: اب اگر تم کہو: من جملہ ان لوگوں کے جنہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا پر تہمت کے معاملے میں بے جا گفتگو کی مسطح اور خیار مسلمین کی ایک جماعت تھی، یہ وہ لوگ تھے جن پر یقینا کفر اور قتل کا حکم نہیں اور جن نصوص سے آپ نے استدلال کیا اگر اپنے ظاہر پر ہوتیں تو واجب ہوتا کہ ان پر یہ حکم جاری ہو اور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بیویوں کو دشنام دینا کفر وقتل کا موجب ہوتا، فرماتے ہیں: میں کہوں گا: ایذا دو قسم پر ہے: ایک ایذا وہ ہے جو [صاف] قصدا ہو اور دوسری ایذا وہ جو قصدا نہ ہو [یعنی یہ ظاہر ہو کہ ایذا کا قصد نہ کیا] تو مسطح، حمنہ اور حسان کا قصد نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ایذا دینے کا نہ تھا، لہذا ان پر نہ کفر کا حکم نہ قتل کا حکم جاری ہوا، رہا ابن ابی تو اس کا مقصود یہی نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ایذا دینا تھا تو اس وجہ سے وہ قتل کا مستحق ہوا، لیکن یہ حق نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا تھا تو انہیں اس کے ترک کا اختیار ہے اور جس بات سے ایذا ہوتی ہے اس میں ظہور قصد کا اعتبار ایسی بات ہے جس پر متنبہ ہونا واجب ہے اس لیے کہ آدمی کبھی کوئی کام کرتا ہے کوئی بات کہتا ہے تو اس سے دوسرے کو ایذا ہوتی ہے اور وہ فعل کرنے والا یا وہ بات کہنے والا یقینا ایذا کا قاصد نہیں ہوتا، بلکہ [یقینا معلوم ہے کہ] اس نے دوسری بات کا قصد کیا اور اس کو یہ خیال بھی نہ ہوا کہ یہ فعل اس شخص کی ایذا کو مستلزم ہے اور نہ اس فعل میں لزوم ایذا بین وظاہر تھا تو اس پر ایذا کا حکم مرتب نہ ہوگا۔

ہم نے امام سبکی کی عبارت یہاں تک جو سوال وجواب پر مشتمل ہے پوری لکھ دی اس میں مضمون نگار نے کیا چھپایا اور کیا دکھایا ہمیں امید ہے کہ ناظرین پر پوشیدہ نہ ہوگا پھر بھی ہم مضمون نگار سے پوچھتے ہیں کہ امام سبکی کا یہ خط کشیدہ آخری فقرہ جس کو ہم نے

دونوں جگہ خط کشیدہ کیا ہے کیوں چھپایا اب مضمون نگار بتائے کہ یہ کلام اس کو مفید ہے یا ہمارے لیے مفید ہے؟ ہم کہتے ہیں یہ ہماری تائید ہے جس کا بیان ان شاء اللہ المستعان یوں آتا ہے۔

مضمون نگار نے جس خط کشیدہ فقرے کو ذکر نہ کیا، کیا اس کا صریح مطلب نہ تھا کہ ایذاے ارادی وغیر ارادی دونوں قسموں میں فرق یہ ہے کہ وہ قول یا فعل ایذا کو مستلزم ہو، اور اس کا مستلزم ہونا ظاہر ہو، اور یہ فقرہ کیا اس امر کا قرینہ نہیں کہ ارادی یا غیر ارادی ہونے میں اعتبار صرف ظاہر کا ہے اور وہی ظاہر عام لوگوں کے نزدیک مقصود ٹھہرتا ہے اگرچہ قائل یا فاعل نے قول وفعل کے درمیان کچھ قصد نہ کیا ہو یا وہ قصد نہ کیا ہو جو اس قول وفعل سے ظاہر ہے اس پر خود امام سبکی کی مندرجہ بالا عبارت میں ابویعلی کی شہادت گزری اور خود یہ فقرہ اخیرہ اس کا شاہد ہے اور خود مضمون نگار نے بارہا اس کا اعتراف کیا ہے، اس کا ایک ہی جملہ یاد کیجیے جو یوں ہے کہ "کسی کے بیان کردہ الفاظ ہر جگہ اہانت کے معنی میں ہی لیے جاتے ہوں، اس کی نیت پر ہی دلالت کر رہے ہوں۔" [ص: ۱۳]

تو اس عبارت سے دیوبندیوں کو کیا نفع؟ اور مضمون نگار جو دیوبندیوں کی حمایت پر کمربستہ ہے کو کیا فائدہ؟ کہ امام سبکی کی گفتگو تو اس محل میں ہے جہاں ایذا مقصود نہیں، اور قول وفعل نہ ایذا کو مستلزم نہ وہاں ایذا کا لزوم بین، اور یہاں تو بقول مضمون نگار "نیت پر ہی دلالت کر رہے ہیں" اور ص ۱۳ پر اس کے قول کے بموجب کھلی بے ادبی وگستاخی جس کا دفاع ناممکن۔ اب حدیث اسامہ یاد نہیں آتی، کیا وہ دیوبندیوں کے دل میں بیٹھا ہے یا ان کا دل چیر کے دیکھا ہے جو کہتا ہے کہ نیت گستاخی کی نہیں۔ قول امام سبکی کی تقریر مذکور کا ہر جگہ مطرد وجامع ہونا محل نظر ہے، امام سبکی کی مذکورہ تقریر اگرچہ ان صحابہ کے حق میں جو دیر تک کاشانۂ اقدس پر بیٹھے رہے جاری ہے مگر اس اعرابی کے حق میں جس نے چادر اقدس شانۂ مبارک کے اوپر سے کھینچی اور بے باکانہ کلام کیا، اسی طرح مسطح وغیرہ جنہوں نے حضرت عائشہ کے معاملے میں خوض بے جا کیا، غیر ظاہر اور ان کے حق میں یہ تقریر جاری نہیں ہوتی کہ یہاں صریح ایذا ہے اور لزوم بین ہے تو وہ قول مثل قول عبداللہ بن ابی ضرور موجب ایذا اور وہ فعل ضرور بے ادبی ہے جو کفر ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ سرکار نے مسطح وغیرہ کے ساتھ وہ برتاؤ نہ کیا جو عبداللہ بن ابی کے ساتھ کیا؟ اس کا جواب بعونہ تعالی ہم اس طور پر دیں کہ ہمارے حق میں وہ قاعدہ جو حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ہمارے لیے ارشاد فرمایا: "أمرنا بالظواهر" کہ ہمیں حکم ہوا کہ ہم ظاہر پر عمل کریں، مطرد ہے اور حضور کی خصوصیت اور اگلے انبیا کی خصوصیات کا جامع ہونا ظاہر ہوا اور اس کی طرف امام سبکی نے بھی اپنے جواب میں اشارہ فرمایا، تقریر جواب یہ ہے کہ امت کو یہی حکم ہے کہ ظاہر پر عمل کریں اور اس کے ہوتے قصد وعدم قصد سے کام نہ رکھیں اور بیشک حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے بہت جگہ ظاہر پر حکم دیا اور بہت جگہ حضرت خضر علیہ السلام کی شرع کے بموجب باطن کے مطابق حکم فرمایا اور کبھی ایک ہی مسئلے میں دونوں حکموں پر ظاہر وباطن دونوں پر عمل کیا۔

چنانچہ بخاری میں ہے: عن عائشة رضي الله عنها، زوج النبي صلى الله عليه وسلم، أنها قالت: كان عتبة بن أبي وقاص عهد إلى أخيه سعد بن أبي وقاص: أن ابن وليدة زمعة مني، فاقبضه إليك، فلما كان عام الفتح أخذه سعد، فقال: ابن أخي قد كان عهد إلي فيه، فقام عبد بن زمعة فقال: أخي وابن أمة أبي، ولد على فراشه، فتساوقا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال سعد: يا رسول الله، ابن أخي، كان عهد إلي فيه، فقال عبد بن زمعة: أخي وابن وليدة أبي، وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

(هو لك يا عبد بن زمعة. الولد للفراش وللعاهر الحجر). ثم قال لسودة بنت زمعة: (احتجبي منه). لما رأى من شبهه بعتبة. فما رآها حتى لقي الله. یعنی حضرت عائشہ زوجۂ نبی رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے مروی ہے: وہ فرماتی ہیں: عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی کنیز کا بیٹا مجھ سے ہے تو اس کو اپنی حفاظت میں لو، تو جب وہ سال آیا جب مکہ معظمہ فتح ہوا حضرت سعد نے اس لڑکے کو لے لیا، پھر اب کہا: یہ میرا بھتیجا ہے، میرے بھائی نے اس کے حق میں مجھے وصیت کی تھی، تو عبد بن زمعہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی کنیز کا بیٹا ہے، میرے باپ کے فراش پر پیدا ہوا تو دونوں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، اب سعد نے عرض کی: یا رسول اللہ یہ میرا بھتیجا ہے میرے بھائی نے اس کے حق میں مجھے وصیت کی تھی، تو عبد بن زمعہ نے کہا کہ یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی کنیز کا بیٹا ہے، رسول خدا [صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم] نے فرمایا: اے عبد بن زمعہ یہ تمہارا بھائی ہے، بچہ فراش کے لیے ہے اور بدکار کے لیے پتھر ہے، پھر حضرت سودہ بنت زمعہ سے فرمایا: اس سے پردہ کرو، عتبہ سے اس کی مشابہت کی وجہ سے جو سرکار نے اس میں دیکھی، آخر دم تک اس نے حضرت سودا کو نہ دیکھا۔

اور خود یہاں مسطح وغیرہ وعبداللہ بن ابی کے ساتھ جو معاملہ فرمایا باوجودیکہ دونوں کا قول مماثل تھا، ظاہر وباطن دونوں پر عمل ظاہر ہے عبداللہ بن ابی کا قول ایذا میں ظاہر تھا جس کے بموجب سرکار کے نزدیک یہ ثابت ہوا کہ اس کا ظاہر اس کے باطن کے مطابق ہے، لہٰذا اس کے ساتھ وہ شدت فرمائی جس کا ایک مرتد مستحق ہے اور مسطح وغیرہ کے باطن پر اطلاع کے بموجب یہ جانا کہ ان کے دل میں ایمان ہے اور انہوں نے ایذا کا قصد نہ کیا، لہٰذا ان کے ساتھ وہ برتاؤ کیا جو مسلمان کے ساتھ کیا جاتا ہے، یہیں سے انصار کرام کے اس مقالے کا جواب ہو گیا جسے مضمون نگار نے بے محل دیوبندیوں کی حمایت میں بطور سند پیش کیا ہے اور یہیں سے اس اعرابی کے واقعہ کا بھی جواب ہو گیا جسے مضمون نگار بے محل نقل کر لایا۔

یہاں سے ثابت ہوا کہ یہ حضور کی خصوصیت کہ وہ جب چاہیں باطن پر عمل کریں اس لیے کہ آپ شارع ہیں اس خصوص میں امام جلال الدین سیوطی کا رسالہ "الباهر" لائق مطالعہ ہے کسی اور کو یہ حق نہیں کہ ظاہر سے عدول کرے خصوصا جب کہ ظاہر متعین ہو اور دیوبندیوں کا کلام ایسا ہی ہے جبھی تو نہ مضمون نگار کو ان کے بچاؤ میں کچھ بن پڑی نہ خود دیوبندی اپنے آپ کو کفر سے بچا سکے۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے ولیمہ میں صحابہ کے دیر تک بیٹھنے کا واقعہ اور جو دیگر واقعات ذکر کیے ہیں ان کا ایک واضح جواب یہ ہے کہ یہ واقعات ابتدائے اسلام کے ہیں جب کہ احکام حوادث کے مطابق بیان ہوتے تھے اور یہ واضح ہے کہ حکم کے ثابت ومقرر ہونے سے پہلے کسی پر کوئی الزام نہیں، پھر وہ احکام یک بیک ہر خاص وعام کو معلوم بھی نہ ہوئے تو ان کا حکم بدرجہ اولیٰ وہی ہے جو کسی دور دراز علاقے میں، علما کی صحبت سے دور، حکم سے ناواقف ہو جیسا کہ خود مضمون نگار نے تمہید میں بیان کیا۔ دیوبندیوں کے لیے ان واقعات کو بطور سند لانا محض بے محل ہے، ان کے حسب حال وہ آیتیں ہیں جو ہم نے پہلے تلاوت کی ومن الناس من یقول الخ۔

مضمون نگار نے دیوبندیوں کا دفاع کرنے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے مروی حدیث کا ذکر شروع کیا اور آخر میں وہ یہ لکھتا ہے: "یہ آخری ریمارک مسلمہ طور پر حسد کی وجہ سے تھا ان کے شوہر کے لیے جو اللہ کے رسول ہیں اور اُن

پر ملامت کے معنوں میں تھا، لیکن یہاں بھی کیوں کہ یہ صرف ایک جذباتی احتجاج تھا جس میں آپ کی توہین یا بے عزتی کے ارادے کا کوئی عنصر شامل نہ تھا لہٰذا اس پر بھی کوئی شرعی حد کا اطلاق نہ ہوا، میں یہاں مضمون نگار سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس نے کس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیان کردہ (آخری الفاظ) کو (یقیناً) (حسد انگیز) جملے کے طور پر تعبیر کیا۔ حدیث شریف کے الفاظ میں کونسا قرینہ ہے جو اس معنی کو متعین کرتا ہے۔ اس بات کو مدح کے انداز میں کیوں نہیں لیا جا سکتا جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے مثل محبت، ادب اور آپ پر بھرپور ایمان انفرادی اور مجموعی طور پر یہ سب امور اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ الفاظ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کی تعریف کرتے ہوئے نہایت محبت بھرے انداز اور ادب کے قرینہ میں پیش کئے۔ سوائے بے ایمان کے کون اس تصور کی جسارت کر سکتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اللہ کا فرمان سننے کے بعد اس انداز میں کوئی بات کہیں گی کہ جس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تنقید (بے ادبی) ہو۔

غالباً مضمون نگار اس بات کو حدیث شریف میں بیان کردہ لفظ "ہویٰ" کے ذریعہ ثابت کرنے کی کوشش کرے گا اس کے جواب میں ہم یہ کہنا چاہیں گے کہ اس لفظ میں اس پر کوئی قرینہ نہیں جس بات کا وہ دعویٰ کرتا ہے۔ عربی زبان اور عام محاورے کے مطابق لفظ "ہویٰ" برائی کے معنوں میں مخصوص نہیں اس کے معنی اچھے اور برے دونوں انداز میں لئے جاتے ہیں اور اگر یہ لفظ عام استعمال میں برے معنوں میں ہی لیا جاتا ہو تب بھی یہاں وہ اچھے معنوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ لہٰذا یہ بات واضح ہے کہ یہ جملہ مضمون نگار نے کسا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی کے بہتان سے بری ہیں اور مضمون نگار بے ہودہ انداز میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر یہ تہمت لگا رہا ہے۔

کیا مضمون نگار کسی حدیث کے کسی لفظ کو پیش کر سکتا ہے جہاں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ تسلیم کیا ہو کہ یہ جملہ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی میں کہا ہو؟ وہ ایسا کوئی لفظ پیش نہیں کر سکتا اور اگر وہ ایسا نہیں پیش کر سکتا تو مضمون نگار کیوں اپنی بنائی ہوئی چیز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منسوب کرتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا، یہ بات واضح ہے کہ جو کچھ بعض شارحین نے اس حدیث شریف کی شرح میں کہا گویا کہ وہ ان سوالات کا جواب دے رہے ہوں جو مضمون نگار جیسے لوگوں کے ذہن میں اُبھرتے ہوں تو یہ ضروری نہیں۔ مزید یہ کہ وہ اس جاہلانہ انداز سے بہت دور ہے جو کہ مضمون نگار نے اختیار کیا اس کے علاوہ مضمون نگار دیوبندیوں کا دفاع کرنے میں اپنے نقطہ نظر کو ثابت کرنے میں شدید ناکامی کا شکار ہوا۔ اس مناسبت سے ہم یہاں امام عینی رحمہ اللہ علیہ کی مشہور علمی کتاب (عمدۃ القاری) سے ترجیحی بیان پیش کرتے ہیں: "یعنی ما أری إلا أن اللہ تعالی موجد لمرادك بلا تأخیر منزلا لما تحبه وترضی" میں صرف یہ دیکھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مراد کا موجد ہے اور بلا تاخیر جو کچھ آپ پسند فرماتے ہیں یا چاہتے ہیں نازل فرما دیتا ہے۔

اس تفسیر کو غور سے دیکھیے امام عینی نے اس لفظ کی کس طرح ایک پسندیدہ انداز میں شرح فرمائی ایہام کی طرف اشارہ سے بھی

بیچتے ہوئے گویا وہ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ لفظ "هوىٰ" کا معنی صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پسندیدہ چیز ہے۔

مذکورہ بالا تفسیر کو پیش کرنے کے بعد امام عینی رحمۃ اللہ علیہ دوسری تفسیر بیان کرتے ہیں جو درج ذیل ہے: "قال القرطبي هذا القول أبرزه الدلال والغيرة وهو من نوع قولها ما أحمدكما وما أحمد إلا الله والإضافة الهوى إلى النبي لا يحمل على الظاهرة لأنه لا ينطق عن الهوى ولا يفعل بالهوى ولو قالت إلى مرضاتك لكان أليق ولكن الغيرة تغتفر لأجلها إطلاق مثل ذلك قلت الذي ذكرته أحسن من هذا على ما لا يخفى (20/ 109)" امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ جملہ ناز اور غیرت کی وجہ سے رونما ہوا اور حضرت عائشہ کے الفاظ ان کے اس قول کے قبیل سے تھے کہ انہوں نے فرمایا: میں تم دونوں کی تعریف نہیں کرتی، میں تو صرف اللہ کی حمد بیان کرتی ہوں، مزید یہ کہ لفظ هوىٰ کو اس کے ظاہری معنوں کے ساتھ نبی سے منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ کیوں کہ نبی کبھی هوىٰ کے تحت کچھ نہیں فرماتے ہیں اور نہ کبھی اس کے بموجب عمل کرتے ہیں اور اگر حضرت عائشہ "الی مرضاتك" فرماتیں یعنی اللہ آپ کی مرضی میں جلدی فرماتا ہے، یہ زیادہ انسب تھا لیکن غیرت کی وجہ سے ایسی بات کا بولنا قابل معافی ہے، میں کہتا ہوں جو معنی میں نے بتائے وہ اس سے بہتر ہیں جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔"

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت فرما کر امام عینی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں □ میں نے جو بیان کیا وہ اس سے بہتر ہے اس ضمن میں ہم یہ کہنا چاہیں گے کہ یقیناً امام عینی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تفسیر بیشک بہتر ہے اور بلاشبہ مختصر اور واضح بھی ہے۔ مزید یہ کہ یہ تفسیر اس بے بنیاد شبہ سے کہیں دور ہے جو خواہ مخواہ پیدا کیا گیا۔ چونکہ لفظ "هوىٰ" کو اس کے عام استعمال کے مطابق برے معنوں میں لیا گیا اور اس وجہ سے اس کے بیان میں یہ معنی اخذ کئے گئے جبکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام کے پیش نظر اس لفظ کے اچھے معنی ہی متعین تھے۔ مزید یہ کہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے الفاظ تب بھی موزوں تھے امام قرطبی کے الفاظ یاد کیجئے، اگر انہوں نے فرمایا ہوتا (عربی عبارت آئی ہے) یعنی جیسا آپ نے چاہا تو زیادہ موزوں ہوتا۔

اس کے علاوہ چونکہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیان کو ہر انداز میں درست سمجھا تو امام قرطبی کے ان الفاظ کی کوئی ضرورت نہیں تھی جو انہوں نے آخر میں کہے، تاہم غیرت (کے معنوں) کی وجہ سے اس لفظ کا کہنا قابل معافی ہوجاتا ہے، اب ہم مضمون نگار کے اپنے قول کے مطابق ایک سوال قائم کرنا چاہیں گے اس کو وہ الفاظ یاد دلاتے ہوئے جو اس نے صفحہ نمبر ے رپر لکھے ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ ایسا ثبوت فیصلہ کن ہونا چاہئے چونکہ الفاظ کے کئی معنی ہوتے ہیں، یہاں پر بھی لفظ غیرت کے یقیناً کئی معنی ہوتے ہیں ہم یہاں لغت سے غیرت کے کئی معنی بیان کرتے ہیں، عزت کا احساس، حیا، تواضع، رشک کرنا، جو رشک دلاتا ہو، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ لغت میں غیرت کے کئی معنی آتے ہیں اور یہ حسد کے معنی میں مخصوص نہیں ہے اس کا مطلب حیا اور حسد دونوں کے آتے ہیں۔ لہٰذا تم لفظ حسد کی جگہ حیا کا لفظ استعمال کرسکتے تھے جب تم نے کہا تھا آخری جملہ یقینی طور پر حسد کی وجہ سے تھا ان کے شوہر کے لیے جو اللہ کے رسول ہیں اور ان کی ملامت میں تھا، خاص طور پر جبکہ اس مضمون کا لفظی تناظر ایک اور حدیث شریف کے الفاظ سے واضح ہے جس میں حضرت عائشہ بیان فرماتی ہیں: "استحي: میں حیا محسوس کرتی تھی اور اگر تمہیں

حضرت عائشہ اذراسا ادب ہوتا اور سرکار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی عظمت کا تھوڑا سا خیال ہوتا تو تم اپنے خود ساختہ برے معنوں سے گریز کر سکتے تھے۔

آگے مضمون نگار قم طراز ہے کہ: لوگوں کو اس اصول سے آگاہی ہونی چاہئے کہ ایذا کو سمجھنے کے لیے اس کے پیچھے موجود نیت کو ضرور ملحوظ رکھے۔ [ص ۱۳]

اس تمہید کا دیوبندیوں کو کیا فائدہ؟ کہ گفتگو صریح متعین میں ہے، خود اس پر اس کے اگلے پچھلے اقرار شاہد ہیں اور بار بادہ خود دیوبندیوں کی ان عبارتوں کو بغیر کسی شبہے کے کھلی گستاخی کہہ چکا اور اس مضمون کا بار بار اعادہ کیا تو جو فعل یا قول اہانت و ایذا میں صریح نہ ہو اور دلالت حال سے یہ معلوم ہو کہ قصد اہانت کا یا ایذا کا نہیں، اس محتمل پر اس صریح متعین کو کیسے قیاس کرتا ہے خود صفحہ ۲۸ پر یہ کہہ چکا کہ شاید ہی کوئی مسلمان اپنے باپ کے لیے یہ گوارا کرے۔

اب اس جگہ اپنا یہ خط کشیدہ جملہ کہ "مندرجہ بالا آیت سے واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ایذا دینا اللہ اور رسول کی مخالفت ہے جو بلاشبہ کفر ہے۔" [ص ۱۳]

دیوبندیوں کے معاملہ میں کیوں بھلاتا ہے اور اپنے اقرار کے باوجود یہ کیوں کہتا ہے کہ یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتا کیا ایسی بات جو کوئی مسلمان اپنے باپ کے لیے گوارا نہیں کرتا، رسول اللہ کے لیے موجب ایذا نہیں؟ ضرور ہے اور خود اسی کے اقرار سے کہ رسول اللہ کو ایذا دینا اللہ و رسول کی مخالفت ہے جو بلاشبہ کفر ہے اب اس اقرار کو جھٹلائے یا مقرر رکھے؟ کیا خود اسی کے اقرار سے دیوبندیوں کا کفر محتمل اور مؤکد نہ ہوگیا؟ اور خود اس کا وہ بول جو یوں بولے گا کہ مغالطہ اہانت بالقصد کا مطلب ان معاملات میں یہ ہے کہ ایسے مقدمات میں بغیر حتمی ثبوت کے کسی عمل یا اظہار خیال کو قصد اہانت خدا یا رسول جان کر کفر قرار دے دیا گیا۔

ہم بار رہا بتا چکے کہ دیوبندیوں کی عبارتیں کفری معنی میں صریح متعین ہیں اور قصد و بلا قصد کا فیصلہ ہو چکا اور اس پر خود مضمون نگار کے شواہد گزر چکے اور بار ہا یہ بھی گزر چکا کہ دیوبندیوں کے کفر کا ثبوت خود مضمون نگار دے چکا اب مغالطہ کا الزام کس کے سر ہے؟ اور یہ الزام کہ بغیر حتمی ثبوت کے کسی عمل یا اظہار خیال کو قصد اہانت خدا یا رسول جان کر کفر قرار دے دیا گیا، اسی پر منطبق ہے یا یہ ہوائی بات ہے؟ اور جب یہ کسی پر منطبق نہیں تو یہ بری کو الزام دینا اور مجرم کو بری کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر مغالطہ کار مضمون نگار نہیں دوسرے ہیں؟

آخر میں میں یہاں یہ چاہتا ہوں کہ اس طویل بحث کو امام قاضی عیاض کی کتاب مستطاب شفا کے ایک جامع بیان کو پیش کر کے انتہا تک پہنچاؤں تاکہ اس مفصل بحث کا خلاصہ ہو اور دیوبندیوں اور وہابیوں کا کفر اور وجوہ سے بھی آشکار ہو، اس سے پہلے کہ میں شفا کی بعینہ عربی عبارت پیش کروں میں یہاں جو امام موصوف نے شفا میں فرمایا اختصار کے ساتھ اس کو واضح کرتا ہوں، قاضی عیاض نے شفا میں فرمایا:

وکذلک من ادعی نبوۃ أحد مع نبینا صلی اللہ علیہ وسلم أو بعدہ، کالعیسویۃ من الیہود القائلین بتخصیص رسالتہ إلی العرب، و کالخرمیۃ القائلین بتواتر الرسل، وکأکثر الرافضۃ القائلین بمشارکۃ علی فی الرسالۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم و بعدہ (إلی أن قال) أو من ادعی النبوۃ

لنفسه. (إلى أن قال) فهؤلاء كلهم كفار مكذبون للنبي صلى الله عليه وسلم. لأنه أخبر صلى الله عليه وسلم أنه خاتم النبيين، لا نبي بعده. وأخبر عن الله تعالى أنه خاتم النبيين، وأنه أرسل كافة للناس، وأجمعت الأمة على حمل هذا الكلام على ظاهره وأن مفهومه المراد منه دون تأويل ولا تخصيص. فلا شك في كفر هؤلاء الطوائف كلها قطعاً إجماعاً وسمعاً. (إلى أن قال) وكذلك نقطع بتكفير كل قائل قال قولاً يتوصل به إلى تضليل الأمة. (إلى أن قال) وكذلك نقطع بتكفير كل من كذب وأنكر قاعدة من قواعد الشرع. (إلى أن قال) فأما من أنكر الإجماع المجرد الذي ليس طريقه النقل المتواتر عن الشارع فأكثر المتكلمين من الفقهاء، والنظار في هذا الباب قالوا بتكفير كل من خالف الإجماع الصحيح الجامع لشروط الإجماع المتفق عليه عموماً. وحجتهم قوله تعالى: ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولى ونصله جهنم وساءت مصيرا [سورة النساء/4، الآية: 115].

وقوله صلى الله عليه وسلم: من خالف الجماعة قيد شبر فقد خلع ربقة الإسلام من عنقه.

حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ایسے وصف سے موصوف کرنا جو حقیقت میں ان کا وصف نہیں علما نے اس کو کفر فرمایا ہے، میں کہتا ہوں کہ دیوبندی اور وہابی دونوں نے اسی جرم کا ارتکاب کیا ہے اس لئے کہ انہوں نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے بارے میں یہ اعتقاد رکھا کہ انہیں غیب کی خبر نہیں، اور دیوبندی کفر اور اہانت میں وہابیوں سے بڑھ گئے، اس لیے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے علم کو معمولی انسانوں، پاگلوں، بچوں، جانوروں اور چوپایوں سے تشبیہ دی، اسی پر بس نہیں، اس کے ساتھ دیوبندیوں نے شیطان اور ملک الموت کے لیے علم وسیع مانا، اور حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے علم غیب کی مطلق نفی کی اور حضور کے لیے علم غیب کا عقیدہ رکھنا شرک قرار دیا، اسی طرح دیوبندیوں نے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا، اس لیے کہ انہوں نے مختلف انداز میں ختم نبوت کی نفی کی جیسا کہ پہلے مذکور ہوا، اسی اثنا میں دیوبندیوں نے سارے انبیا کی نبوت کو رد کر دیا جیسا کہ "تحذیر الناس" میں نانوتوی کی عبارت سے ظاہر ہے، میں نانوتوی کے بارے میں ایک بار پھر گفتگو کر رہا ہوں اس لیے کہ مضمون نگار نانوتوی کے بارے میں کم بولا اور آخر تک گفتگو کو دیوبندیوں کے دیگر پیشواؤں پر مرکوز کیا، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ یہاں ایک جامع بیان پیش کروں جو مجموعی طور پر تمام دیوبندیوں کا حکم اور خصوصاً نانوتوی کا حکم ظاہر کرے۔

اب میں توضیح کو جاری رکھتا ہوں چنانچہ امام موصوف نے فرمایا: اور یونہی جو ہمارے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ساتھ یا ان کے بعد کسی کی نبوت کا دعوی کرے، جیسے کہ یہودیوں میں عیسویہ جو اس کے قائل ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم خاص اہل عرب کے رسول ہیں، اور جیسے خرمیہ جو پے در پے رسولوں کے آنے کے قائل ہیں اور جیسے اکثر رافضی جو حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو رسالت میں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا شریک مانتے ہیں یا سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد ان کو رسول جانتے ہیں [الی أن قال] یا جو اپنے لیے نبوت کا دعوی کرے۔ [الی أن قال] تو یہ سب کافر، نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو جھٹلانے والے ہیں، اس لیے کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے خبر دی کہ وہ آخر الانبیاء ہیں ان کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہوگا اور اللہ تعالی کی یہ خبر دی کہ اس نے انہیں خاتم

النبیین فرمایا اور یہ کہ وہ رہتی دنیا تک سب کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے اور امت نے اس بات پر اتفاق کیا کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر رکھا جائے گا اور اس کا مفہوم جو اس سے مراد لیا گیا اس میں کوئی تاویل اور کوئی تخصیص نہیں، تو ان تمام گروہوں کے کفر میں کوئی شک نہیں ان کا کفر قطعی اجماعی دلیل نقلی سے ثابت ہے [الی أن قال] یونہی ہم ہر اس شخص کی تکفیر پر یقین کرتے ہیں جو ایسی بات کہے جس سے وہ تمام امت کو گمراہ ٹھہرانے کی غرض تک پہنچنا چاہتا ہے، [الی أن قال] یونہی ہم اس کے کافر ہونے کا یقین کرتے ہیں جو شرعی قاعدوں میں سے کسی قاعدہ کو جھٹلائے [إلی أن قال] اب رہا وہ جو تنہا ایسے اجماع کا انکار کرے جو شارع علیہ الصلاۃ والسلام سے متواتر نقل کے طریقے پر ثابت ہو۔

فقہا اور اہل نظر میں سے اکثر متکلمین کا اس باب میں قول یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو کہ اس اجماع صحیح کا مخالف ہو جو شرائط اجماع کا جامع ہو اور عموماً اس کی صحت اور اجتماع شرائط پر اتفاق ہو، اور ان کی دلیل اللہ تبارک وتعالی کا یہ قول ہے: اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی اور جو اس رسول کی مخالفت کرے ہدایت کے روشن ہونے کے بعد اور مسلمانوں کے راستے سے جدا راہ کی پیروی کرے ہم اسے پھیر دیں گے جدھر وہ پھرا اور ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور کیا ہی برا انجام۔

اور حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ جو بالشت بھر جماعت مسلمین سے جدا ہوا تو اس نے اسلام کا پٹہ اپنی گردن سے اتار دیا شفائے قاضی عیاض کے شارح امام خفاجی نے ان کے لفظ "کالعیسویہ" کی شرح میں فرمایا: **هم طائفة من اليهود نسبوا العيسى بن اسحاق بن يعقوب الاصبهاني اليهودي وكان من مذهبه تجويز حدوث النبوة بعد نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم.**

یہ یہودیوں کا ایک گروہ ہے جو ایک یہودی عیسی بن اسحاق بن یعقوب اصفہانی یہودی سے منسوب ہے، جو محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بعد نئے نبی کا آنا جائز جانتا تھا۔ [یہی نانوتوی کا نظریہ ہے]

ایک نظر اس خط کشیدہ فقرہ پر ڈالو اور سوچو کہ اس کا مصداق وہابیوں اور دیوبندیوں کے علاوہ کون ہے؟ جو اپنے آپ کو صحیح مسلمان سمجھتے ہیں اور ساری امت کو کافر جانتے ہیں۔

جس طرح شفا کی عبارت کے تذکرے میں کچھ اس بات کو دہراتا تھا جو پہلے ذکر ہو چکی، بیک وقت شفا کی عبارت میں یہ بھی بتایا کہ یہ امر بالکل لینے کے قابل نہیں کہ ان امور کو رد کیا جائے جن کو تمام امت نے بالاتفاق قبول کیا، جیسے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے یوم ولادت پر جشن منانا یا بدعت کی تعریف یا ان لوگوں کی روحوں کو ایصال ثواب پہنچانے کے لیے جو اس دنیا سے رخصت ہو گئے خاص ایام مختص کرنا اور مسئلہ حاضر و ناظر وغیرہ۔

اس کے بارے میں کیا کہا جائے کہ ان باتوں کے سبب تمام اہل سنت کو شرک کا الزام دیا جائے مگر مضمون نگار نے معاملے کو یکسر الٹ دیا اس لیے کہ اس نے اتفاقی کو اختلافی بنا دیا، اسی لیے اس نے امام غزالی کا بیان بے محل دیوبندیوں کو چھوٹ دینے کے لیے پیش کیا، جیسا کہ یہ ظاہر ہے کہ یہ اجماع کو رد کرنے کی ایک کوشش ہے اور یہ صرف اجماع کو رد کرنا نہیں یہ بات قرآن وحدیث کے انکار کی طرف بھی لے جاتی ہے جن سے اجماع ثابت ہے، اتفاقی امر میں اختلاف کو صحیح قرار دینے کے لیے اس بہانے سے اگر تم

رد اجماع کا دروازہ کھولو پھر تو اجماع محفوظ نہ رہے گا، بالفاظ دیگر اجماع ہی نہ ہوگا، تھوڑی دیر کے لیے غلط طور پر یہ فرض کرلو کہ یہ معاملہ اتنا اہم نہیں جیسا کہ مضمون نگار کہتا ہے: "ان چھ سوالات کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی خالصہ عقیدے کا مسئلہ نہیں ہے۔"

مگر مضمون نگار کے قول کی روشنی میں یہ بہت واضح ہے کہ تمام مسلمانوں کو اس وجہ سے شرک اور گمراہی کی تہمت لگانا بے بنیاد ہے، تو مضمون نگار کو یہاں پر وہی حدیث کیوں نہیں یاد آتی جو اس نے ص ۷ پر درج کی کہ: جو کسی مسلمان کو کافر کہے۔ الخ

مزید برآں اگر یہ معاملہ اتنا ہی ہلکا تھا جیسا کہ مضمون نگار لوگوں کو یہ کہہ کر سمجھانا چاہتا ہے کہ "ان میں سے کوئی بھی عقیدے کا مسئلہ نہیں ہے" ابن تیمیہ پر زیارت [روضہ رسول] کو حرام قرار دینے کی وجہ سے اور اسی طرح بہت سے اجماعی مسائل کا انکار کرنے کی وجہ سے کفر اور گمراہی کا الزام نہ لگتا۔

دیکھو امام ابن حجر کی جوہر منظم، فتاویٰ حدیثیہ اور دیگر علمائے اسلام کی کتابیں، مختصر یہ کہ دیوبندی وہابی ایک ہی کشتی میں ہیں اور مضمون نگار بھی ان کے ساتھ اسی کشتی پر سوار ہے دونوں گروہ فقہا کے نزدیک کافر ہیں، علاوہ ازیں دیوبندیوں کا درجہ برتر ہے اس لیے کہ وہ فقہا و متکلمین دونوں کے نزدیک کافر ہیں۔

***

نوٹ: آخری 3 ابواب کے صفحات کی ترتیب مطبوعہ نسخے کے مطابق نہیں ہے۔ laam www.mufliakhlarrazakhan.com